بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْن

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ

اُردو نعت کا ہیئتی مطالعہ

مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی۔

(اردو)

نگران مقالہ

ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری

پروفیسر شعبہ ادبیاتِ اردو

پنجاب یونیورسٹی اورئینٹل کالج، لاہور

مقالہ نگار

اِفضال احمد انور

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

پنجاب یونیورسٹی، لاہور

۲۰۰۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اردو نعت کا ہیئتی مطالعہ

چشمِ اقوام یہ نظّارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شانِ "رفعنا لک ذکرک" دیکھے
(علامہ محمد اقبالؒ)
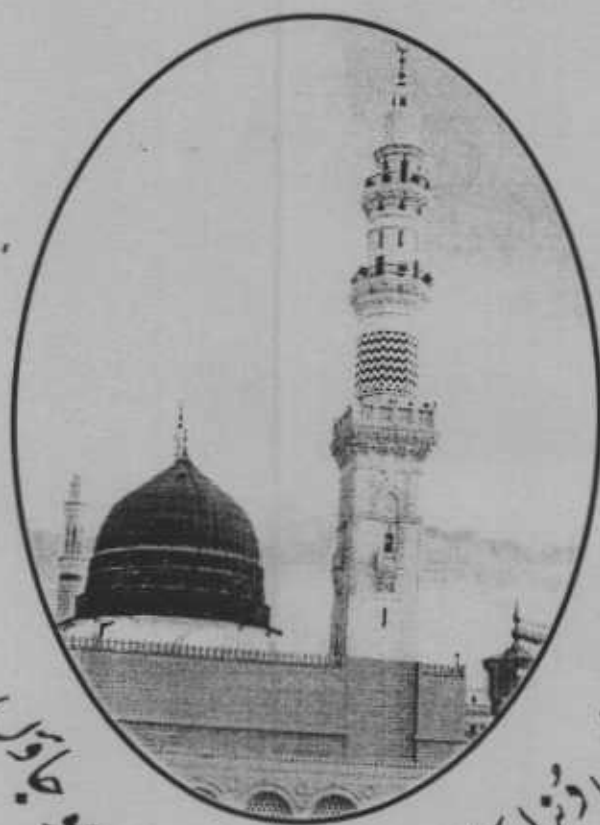
میں دُنیا کے کسی خطّے میں بھی آباد ہو جاؤں
مدینے سے کہیں اِمکاں نہیں نقلِ مکانی کا
(مُحمّد فخر الحق نوری)
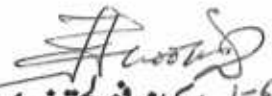
میرے ہاتھوں سے اور میرے ہونٹوں سے خوشبوئیں جاتی نہیں
میں نے اسمِ محمدؐ کو لکھا بہت اور چوما بہت
(سلیم کوثر)

تصدیق نامہ

میں تصدیق کرتا ہوں کہ افضال احمد انور نے پی ایچ۔ڈی (اُردو) کی ڈگری کے لیے تحقیقی مقالہ بعنوان ''اُردو نعت کا ہیئتی مطالعہ'' میری نگرانی میں مکمل کیا ہے۔میں مزید تصدیق کرتا ہوں کہ:

(الف) مذکورہ مقالے میں پیش کردہ حقائق ونتائج انفرادیت اور امتیاز کے حامل ہیں اور براہ راست میری نگرانی میں اخذ کیے گئے ہیں۔

(ب) میں نے مقالے کی تحریر کا مطالعہ کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں بیان کیے گئے نکات تحقیقی صحت و معیار کے لحاظ سے لائق اعتنا ہیں۔

(ج) اس مقالے میں بروئے کار آنے والا تحقیقی مواد اور اس کے مصادر و منابع بہت اہم ہیں اور کسی ادارے میں اس کے حوالے سے کسی بھی ڈگری کیلئے تحقیقی کام نہیں ہو رہا ہے۔

(د) اس مقالے میں حقائق کی جمع آوری کے ساتھ ساتھ تحلیل و تجزیہ کا کام بھی عمدگی سے کیا گیا ہے۔امیدوار کا اسلوب تحریر منجھا ہوا ہے اور اس میں کوئی قابل اعتراض مواد بھی نہیں ہے۔

(ہ) امیدوار نے یہ مقالہ میری نگرانی میں یونیورسٹی کے وضع کردہ طریق کار کے مطابق تیار کیا ہے۔

لہٰذا یہ مقالہ ہر اعتبار سے اس قابل ہے کہ اسے پنجاب یونیورسٹی میں مروّج طریق کار کے مطابق پی ایچ۔ڈی کی ڈگری کے حوالے سے جانچنے کے لیے پیش کیا جا سکے۔

1-6-2007

ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری

پروفیسر آف اُردو ، اورینٹل کالج

پنجاب یونیورسٹی لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم و انتساب

☆

میں اپنی اس طالبِ علمانہ تحقیقی کاوش کو' اللہ جل مجدہ' کے حبیبِ مکرم' سرورِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محترمہ ومربیّہ' والدۂ مکرّمہ' مخدومہ' کون ومکاں حضرت سیّدہ بی آمنہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہِ کریمہ وعظیمہ میں بہت ہی عجز وادب کے ساتھ پیش کرتے ہوئے انہی کے نامِ نامی سے معنوَن کرتا ہوں۔ اس التجا کے ساتھ کہ وہ اسے قبول فرمائیں اور از راہِ سخا وعطا اپنے لختِ جگر نورِ نظر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور اس عاجز کی سفارش فرمادیں۔

غلامِ غلامانِ آلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اِفضال احمد انور

فہرست

باب اول (تمہیدی مباحث)

"نعت کے مختلف پہلو اور اسالیب"

باب دوم (ہیت کا مفہوم)۔ شاعری کی موضوعاتی و ہیئتی اقسام

باب سوم (مثنوی، ہیت اور عہد بہ عہد اردو نعت)

باب چہارم (قصیدہ اور غزل)

باب پنجم (نعتیہ مسمط، ترکیب بند، ترجیع بند)

باب ششم (رباعی اور قطعہ)

باب ہفتم (دیگر شعری ہیئتیں)

پیش لفظ

اردو نعت کے موضوع پر متعدد محققین پی ایچ-ڈی کی سطح کے مقالات تحریر کر چکے ہیں۔ اردو میں نعتیہ شاعری کے موضوع پر ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق نے ۱۹۵۵ء میں ناگپور یونیورسٹی انڈیا سے پی ایچ-ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ڈاکٹر ریاض مجید دوسرے محقق ہیں جنھوں نے اردو نعت پر ایسی ہی ڈگری حاصل کی، بعد میں مظفر عالم جاوید، عاصی کرنالی اور محمد اسماعیل آزاد کے علاوہ بھی پاک و ہند کے کچھ زعمائے اردو نعت پر دادِ تحقیق دی۔ اتنے تحقیقی مقالات کے بعد اردو نعت کے موضوع پر ایک اور مقالے کی گنجائش بہ ظاہر سوالیہ نشان ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ پہلو سامنے آئے گا کہ رفیع الدین اشفاق اور ریاض مجید کا موضوع اردو نعت گوئی تھا۔ شعرائے نعت کے موضوعات واسالیب اور ان کی ادبی خدمات، ان کی تحقیق کا تخصص تھا۔ ضمناً ممنوعات و مرغوباتِ نعت کا ذکر بھی ان کے ہاں ملتا ہے۔ اردو نعتوں کے ہیئتی مطالعہ کا عہد بہ عہد جائزہ نہ ان کا موضوع تھا اور نہ ان سے اس کام کی توقع مناسب لگتی ہے۔ ڈاکٹر مظفر عالم جاوید کا دائرۂ تحقیق میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حوالے سے تخصیصاً مولود نامہ تک محدود ہے۔ یہ نعت کے مضامین میں سے ایک اہم، وقیع اور شاندار موضوع ہے لیکن اس کا دائرہ اثر بھی ہیئتوں کے تفصیلی مطالعے تک نہیں جاتا۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی کی تحقیق کا موضوع اردو حمد و نعت پر فارسی کی شعری روایت کے اثرات کی دریافت تھا' لیکن ہر ہیئت کا عہد بہ عہد جائزہ' ان کا بھی موضوع تحقیق نہیں تھا' نیز نعت کے علاوہ چوں کہ حمد بھی ان کے دائرۂ تحقیق میں شامل تھی لہٰذا ان کے موضوع کی الگ شناخت ظاہر ہے۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد کا مقالہ ''اُردو شاعری میں نعت'' بھی شعرائے نعت کے عمومی جائزے پر مشتمل ہے۔ ایک ایک شعری ہیئت کے تحت نعت گوئی کا دور بدور جائزہ ان کا موضوع تحقیق بھی نہیں تھا۔ گویا نعت کے حوالے سے جملہ تحقیق کا عمومی منہاج نعت کے موضوعات واسالیب تک جاتا ہے۔ بلاشبہ یہ بہت ضروری پہلو تھا، جس پر ضروری کام ہو چکا، لیکن ان میں کوئی مقالہ نعت کے ہیئتی تنوع اور اس کے عہد بہ عہد جائزے کے حوالے سے نہیں لکھا گیا۔ مذکورہ بالا مقالوں میں کہیں بھی ہر ہیئت میں لکھی گئی نعتوں کا ذکر یکجا نہیں۔ ہر ہیئت کی تعریف اور اس کے لوازم کا خصوصی ذکر بھی نہیں ملتا۔ ایسا بھی نہیں ہو سکا کہ ہر ہیئت میں کیے گئے ہیئتی تجربات پر بھی تخصیصی نظر ڈالی گئی ہو۔ اس سیاق وسباق میں اردو نعت کے ہیئتی مطالعے کی ضرورت واہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُردو نعت کے ایک سنجیدہ اور معتبر نقاد ڈاکٹر فرمان فتح پوری کو ''نعت رنگ'' کے چوتھے شمارے (مئی ۱۹۹۷ء) میں لکھنا پڑا: ''۔۔۔نعت کا موضوع اس امر کا متقاضی تھا کہ اسے جدید ہیئتوں میں زیادہ سے زیادہ برتا جاتا، لیکن ایسا نہیں ہوا۔۔۔ اس لئے اُردو نعت کو شعر کی نئی نئی ہیئتوں اور فکروفن کے نئے نئے سانچوں سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے۔'' (ص ۱۶۴)۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی اس بروقت تشویش وتشویق نے تحقیقی سطح پر بھی نئی نئی ہیئتوں میں نعت کے جائزے کی اہمیت کو واضح کرنے میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔ ایک اور حوالے سے بھی اس موضوع کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ وہ، یہ کہ ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق اور ڈاکٹر ریاض مجید کے مقالوں کے مابین اندازاً بیس برس کا عرصہ حائل ہے۔ اب ڈاکٹر ریاض مجید کے مقالے کی عمر بھی بیس برس سے زیادہ ہو چکی ہے۔ اس دوران میں اردو نعت کے بہت وقیع اور شاندار مجموعے شائع ہوئے۔ خصوصی طور پر نئی نئی ہیئتوں میں نعت کہنے کا رجحان سامنے آیا۔ اردو نعت، مثنوی، قصیدے، غزل جیسی اصناف اور مسمط، رباعی، مستزاد جیسی ہیئتوں سے بہت آگے بڑھ کر نو بہ نو اصنافِ سخن اور رنگا رنگ شعری ہیئتوں میں کہی جانے لگی۔ مختصر نعتیہ نظموں کا دائرہ دوہا، رباعی، قطعہ سے بہت آگے تک پھیل گیا، چناں چہ جہاں دیسی اور علاقائی انواع شعر (جیسے سی حرفی، بارہ ماہ، ماہیا وغیرہ) میں نعت گوئی کی رفتار تیز ہوئی، وہاں بدیسی اقسامِ سخن (جیسے سانیٹ، ہائیکو، بلینک ورس وغیرہ) میں نعت کہنے کا رواج عام ہوتا گیا۔ ایک ایک صنف مثلاً دوہا، سانیٹ، ہائیکو، ماہیا وغیرہ پر مشتمل نعتیہ مجموعے شائع ہونے لگے، لہٰذا اس امر کی ضرورت بڑھ گئی کہ ایک ایک ہیئتِ شعر کا عہد بہ عہد جائزہ لیتے ہوئے نعتیہ سرمائے کی دریافت کی جائے۔ جدید ہیئتوں پر مشتمل نعتوں کے نمونے بہ طورِ خاص دیے جائیں تا کہ نعت کی ہر لحظہ پھیلتی سرحدوں اور نئی نئی شکلوں کا اندازہ کیا جا سکے۔ نعتیہ ادب کے ایسے جائزے کے لیے

ضروری ہے کہ پہلے متعلقہ ہیئت کے ضروری کوائف دیے جائیں، اس کی حقیقی حدود کا تعین کر کے اس کی شناخت کا معیار سامنے لایا جائے، پھر شعرائے نعت کے ہاں اس ہیئت میں لکھی گئی نعتوں کا جائزہ لیا جائے اور مناسب شعری مثالیں درج کی جائیں۔

اس خاص حوالے سے تحقیق کے دائرۂ کار میں شعری اصناف اور مختلف ہیئتوں کی تعاریف ولوازم کا جائزہ بھی شامل ہے۔ یوں یہ کام بہت پھیلا ہوا ہے۔ آج تک جو بھی نعت لکھی گئی، وہ کسی نہ کسی شعری ہیئت ہی میں لکھی گئی ہے، یہاں تک کہ آزاد نظم اور نثری نظم بھی کسی نہ کسی ہیئتی لباس ہی میں جلوہ گر ہوئی لہٰذا شروع سے لے کر آخر تک تمام نعت اس کے دائرۂ کار میں آجاتی ہے۔ صورتِ حال یہ ہے کہ اگر کلیات، دواوین، مجموعہ ہائے نعت اور مختلف رسائل و جرائد نیز اخبارات میں شائع ہونے والی نعتوں کے سرسری کوائف اور اشاعتی معلومات ہی لکھ دی جائیں تو بھی سیکڑوں صفحات درکار ہوں گے، ان پر بحث اور شعری نمونوں کا اندراج تو دور کی بات ہے، لہٰذا اس کے سوا کچھ چارۂ کار نہیں کہ اہم اور رجحان ساز شعرا کا ذکر کیا جائے۔ اس مقالے کی تحدید سنہ ۲۰۰۰ عیسوی تک ہے تاہم اس کے بعد کے دور کی کوئی انتہائی اہم تصنیف یا کوئی خاص متعلقہ بات سامنے آئی، تو اس کا حوالہ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

مقالہ ہٰذا سات ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں لفظ نعت کی مختلف شکلوں سے دریافت ہونے والے پچیس معانی کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ان لغوی معانی کے پیشِ نظر اگر کسی ہستی کا تصور کیا جائے جو، اِن معانی کی مصداق ہو سکتی ہے تو وہ صرف اور صرف نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ والا صفات ہے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ لفظ نعت اپنے اصطلاحی معانی کے علاوہ لغوی معانی کے اعتبار سے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مخصوص ہے۔ اس لحاظ سے نشاندہی کی گئی ہے کہ نعت کا لفظ اللہ کی حمد کے لیے بھی مستعمل نہیں کسی اور کے لیے تو دور کی بات ہے، اگر ماضی یا حال میں کسی نے نعت کا لفظ وصفِ مطلق کے معانی میں کسی اور کے لیے استعمال کیا بھی ہے تو اُسے اہلِ ادب نے تسلیم نہیں کیا، یوں نعت اب لغت کا عام لفظ نہیں بلکہ ایک کامل اور مخصوص دینی و ادبی اصطلاح ہے جس کا سیدھا سا مفہوم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفتِ محمود ہے۔

مختلف محققین کی کاوشوں سے دریافت ہونے والی اردو کی اولین نعت سے لے کر موجودہ دور تک کے نعت سرمائے کو دیکھا جائے تو نعت کے چند موضوعات بہت نمایاں نظر آتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اللہ کریم نے سب سے پہلے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نورِ مبارک پیدا کیا اور کون و مکاں کی ہر شئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے پیدا کی، اگر آپ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا، تو کائنات کی کوئی چیز پیدا نہ کی جاتی نیز یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حبیب اللہ ہیں۔ ان تمام حقائق کے ثبوت میں قرآن حکیم اور احادیثِ مقدسہ کے حوالے دیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں نعت کے دینی، اخلاقی، سماجی و اصلاحی، نفسیاتی و ادبی اور تنقیدی و تحقیقی پہلوؤں کا اجمالی ذکر کیا گیا ہے۔ نعت کی مختلف اقسام اور اسالیب کے علاوہ نعت کے مختلف ادوار کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ اُردو میں اولین نعت گوئی کا شرف حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کو حاصل ہے۔ آخر میں واضح کیا گیا ہے کہ نعت پر تنقید ضرور ہونی چاہیے تا کہ غلط انداز راہ نہ پا جائے اس کے ساتھ ساتھ ناقدِ نعت کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں کہ اُسے شعر و ادب کے علاوہ ضروری دینی علوم کا بھی حامل ہونا چاہیے۔ اُسے فرقہ بندی سے بالاتر ہو کر نعت کی تحسین کرنی چاہیے اور اگر نعت میں کوئی غلط ترکیب یا خیال ہے تو اصلاح میں ہمدردانہ انداز سے کوشش کرنی چاہیے۔ البتہ اگر نعت کا مضمون شانِ الوہیت کا حامل ہو یا اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بے ادبی کا کوئی ہلکا سا شائبہ بھی نکلتا ہو تو کسی رو رعایت کے بغیر شدومد کے ساتھ اس کی تغلیط کی جائے کیونکہ ناموسِ رسالت کی حفاظت ایمان کا اساسی تقاضا ہے۔

مقالے کا دوسرا باب لفظ ہیئت کے لغوی و اصطلاحی مفہوم اور شاعری کی موضوعاتی و ہیئتی اقسام پر مشتمل ہے۔ ہیئت اگر چہ شعر کی ظاہری شکل و صورت ہے تاہم اس خارجی ہیئت کے علاوہ ایک داخلی ہیئت بھی ہوتی ہے جیسا کہ رباعی کی ظاہری ہیئت اس نظم پارے کا چار مصرعوں پر مشتمل ہونا اور داخلی ہیئت ان مصرعوں کا رباعی کے اوزانِ خاص میں ہونا ہے۔ شاعری میں موضوع، مضمون اور معانی کے ساتھ ہیئت کی اہمیت بھی واضح کی گئی ہے۔ شاعر جن وجوہ کی بنا پر کسی خاص ہیئت کو شعر کے لیے استعمال میں لاتا ہے، ان کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں

ارضی وجوہ، عہدِ مخصوص کے حالات ماقبل شعراء کے اثرات اور شاعر کے وفورِ جذبات وطبعی میلان کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ اس حقیقت کو بھی واضح کیا گیا ہے کہ نعت محض مذہبی اسٹیج ہی کی چیز نہیں اور اسے موضوعاتی شاعری کی شاخ قرار دے کر اس سے صرفِ نظر ممکن نہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نعت ایک باقاعدہ صنفِ سخن ہے۔ جو لوگ صنف اور ہیئت کو گڈمڈ کر دیتے ہیں ان کے لیے دونوں اصطلاحوں کے فرق کو واضح کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ "نعت" اس لیے صنفِ سخن ہے کہ کسی صنف کا تعین ظاہری ہیئت کے علاوہ اس کے موضوع کے حوالے سے بھی ہو سکتا ہے۔ اردو شاعری کی اقسام کے تعین میں موضوع، ہیئت اور ان دونوں کے اشتراک کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ شعر کی ظاہری شکل وصورت یا ہیئت کی تشکیل میں بحر، مصرعوں کی جسامت اور تعداد کے پیشِ نظر چار انواع صنف (۱) موضوعاتی اصناف (۲) ہیئتی اصناف (۳) موضوعاتی ہیئتی اصناف اور اختیاری اصناف کا ذکر کیا گیا ہے۔ آخر میں اہم شعری ہیئتوں (مثلاً مثنوی، غزل، قصیدہ، رباعی، مسمط (آٹھ اقسام)، ترکیب بند، ترجیع بند، مستزاد، فرد، ثلاثی، آزاد نظم، معرا نظم، نثری نظم وغیرہ کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ پھر شعری ہیئتوں میں نو بہ نو تجربات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اردو نعت کے سنجیدہ مطالعے کے ضمن میں ماہ نامہ نعت لاہور، مجلّہ نعت رنگ کراچی، مجلّہ اوج کے نعت نمبروں، مجلّہ شام وسحر کے نعت نمبروں، نقوش کے رسول نمبر (خصوصاً نمبر ۱۰) اور راجا رشید محمود کی مرتبہ کتاب "نعت کائنات" کی خدمات کا ذکر کیا گیا ہے۔

تیسرے باب میں مثنوی کی ہیئت اور نعتیہ مثنوی کا عہد بہ عہد جائزہ لیا گیا ہے۔ مثنوی کی وسیع دامانی اسے قصیدے، غزل سے منفرد مقام دلاتی ہے۔ اس میں دیگر اصنافِ سخن کا رس پایا جاتا ہے لہٰذا طویل بیان، دلی جذبات کے اظہار، کردار نگاری، منظر کشی کے لیے مثنوی کی موزونیت واضح کی گئی ہے۔ مثنوی سے متعلق اکابر کی عائد کردہ پابندیوں (جیسے محض سات اوزان) کو بعد کے شعرا نے درخورِ اعتنا نہیں سمجھا، لہٰذا مثنوی میں ہر طرح کے خیالات کو ادا کرنے کی صلاحیت کبھی کم نہ ہوئی۔ مثنوی کی ہیئت میں نعتیہ ادب دو انداز سے ملتا ہے۔ (۱) واقعاتی ورومانی مثنویوں کے آغاز میں ذیلی انداز سے حمد کے ساتھ نعت کے اشعار کی صورت میں اور (۲) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات وغیرہ کے بیان کی صورت میں۔ جنوبی ہند میں سب سے زیادہ مثنوی لکھی گئی۔ اس دور میں اردو نعت کا سب سے زیادہ حصہ بھی مثنوی ہی کی ہیئت میں ملتا ہے۔ آغاز میں ڈاکٹر اسماعیل آزاد کی اس رائے سے اختلاف کیا گیا ہے کہ چندائن کے شاعر مُلّا داؤد پہلے نعت گو شاعر ہیں چوں کہ فاضل محقق اپنے دعوے کے ثبوت میں کافی دلائل مہیا نہیں کر سکے لہٰذا خواجہ بندہ نواز کی پہلے اردو نعت گو ہونے کی حیثیت متاثر نہیں ہوتی۔ جنوبی ہند میں پہلے مثنوی نگار نظامی کی قدم راؤ پدم راؤ میں موجود نعتیہ عناصر کے ذکر کے ساتھ صدر الدین، شاہ میراں جی شمس العشاق، شاہ شرف، شیخ بہاؤ الدین باجن، شاہ علی محمد جیو گام دھنی، شاہ برہان الدین جانم، خوب محمد چشتی، بلاقی، نصرتی، مختار، عبدالمالک بھروچی، ملا وجہی، غواصی، ابن نشاطی، رستمی، بحری سے لے کر ولی دکنی سراج اورنگ آبادی، ولی ویلوری، قربی کے ہاں مثنوی کی ہیئت میں نعتیہ اثاثے کا جائزہ لیا گیا ہے۔ شفیق کچھی نرائن رائے پہلا غیر مسلم ہے جس نے مثنوی کی ہیئت میں نعت نذرانہ پیش کیا۔ دکنی عہد مثنوی کا سنہری دور ہے جو اورنگ زیب کی وفات کے ساتھ ختم ہوتا ہے اور شمالی ہند میں مثنوی کا جائزہ شروع ہوتا ہے۔ اس میں مرزا سودا، میر، قاسم، ناسخ، رنگین، مومن، غلام امام شہید، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، کفایت علی کافی، میر ضمیر، دیا شنکر نسیم، میر حسن کی مثنویات میں نعتیہ عناصر کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس دور میں نعتیہ مثنوی اتنی تو نہیں لکھی گئی جتنی دکنی دور میں لکھی گئی تھی، بہر حال اس دور کی زبان صاف، رواں اور سہل ہے۔ تیسرا دور ۱۸۵۷ء کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اس میں اہم نعتیہ مثنوی نگار امیر مینائی، مرتضیٰ حسن بیانؔ و مذاقؔ بدایونی، محسن کاکوروی، ضیاء اللہ قادری، اسماعیل میرٹھی، شائق دہلوی، ممتاز علی آہ، علامہ اقبال، محشر بدایونی، شمس الحق بخاری، فضل جالندھری، آغا نوری اور مولانا اقبال سہیل ہیں۔ محسن کاکوروی کی مثنویات اس دور میں خصوصی اہمیت رکھتی ہیں علاوہ ازیں حفیظ جالندھری کا شاہنامہ اسلام اپنی نوعیت کا بہت بڑا اور بہت کامیاب تجربہ تھا۔ اس عہد ساز تصنیف نے مابعد شعرا پر بہت اثرات مرتب کیے۔ قیامِ پاکستان کے بعد مثنوی کی ہیئت میں نعت لکھنے والوں میں سیماب اکبر آبادی، ماہر القادری، حافظ مظہر الدین حافظ، اختر الحامدی، فیض الحسن شاہ، نواب علی قاضی، حافظ لدھیانوی، ع-س-مسلم، عبدالعزیز خالد، خالد بزمی، راجا رشید محمود، مظفر وارثی اور بدر

فاروقی نمایاں ہیں۔ منظور کا جنگ نامہ ءِ اسلام مثنوی کی ہیئت میں ہے۔ جاوید القادری نے سیرتِ طیبہ منظوم دو جلدوں میں لکھی ہے۔ یہ مثنوی کم و بیش ۲۴ ہزار، اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں ناقدین کو بعض فنی کمزوریاں نظر آ سکتی ہیں لیکن عشق و محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مزیّن اور تاریخی واقعات وحقائق کی حامل اتنی ضخیم مثنوی لکھنا بذاتِ خود ایک اعزاز ہے۔ مثنوی کی ہیئت میں لکھے گئے سلاموں کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ صادق بستوی نے ''داعیِ اسلام'' طویل مثنوی لکھی؛ جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوانحِ مبارکہ بیان کئے ہیں۔ یہ طویل مثنوی غیر منقوط ہونے کے باعث ایک خاص اہمیت کی حامل ہے۔ تنویر پھول نے بھی ایک غیر منقوط نعتیہ نظم مثنوی کی ہیئت میں لکھی ہے۔ بدر فاروقی کے ہاں ہیئتی تجربے بھی ملتے ہیں۔ ابو المجاہد کے ہاں مثنوی اور غزل کی ہیئتوں کا اجتماع ملتا ہے۔ یوں مثنوی کی تاریخ اور ہیئتی تجربوں کی روداد بھی سامنے آ جاتی ہے۔ دکنی دور سے اب تک کا نعتیہ ادب مثنوی کی ایک شاندار روایت پر مبنی ہے۔

چوتھے باب میں قصیدے اور غزل کی ہیئت میں کہی گئی نعتوں کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ عہد بہ عہد مطالعۂ نعت کے ساتھ ساتھ شعرا نے جو ہیئتی تجربات کیے ہیں ان کی تفصیل بھی بہم پہنچائی گئی ہے نیز شعری مثالیں درج کی گئی ہیں۔ غزل کی ہیئت اس لحاظ سے قابلِ ذکر ہے کہ اس میں سب سے زیادہ نعت لکھی گئی۔ بیسویں صدی کے آخری تین عشروں میں نعتیہ غزلوں کے مجموعے بڑی کثرت سے شائع ہوئے۔ یوں نعتیہ غزل کے حوالے سے یہ نعت کا سنہری دور قرار دیا جا سکتا ہے۔

پانچویں باب میں مسمّط کی مختلف شکلوں (مثلث، مربع، مخمس، مسدس، مسبع، مثمن، متسع اور معشر) میں نعتیہ عناصر کی نشاندہی مختلف ادوار کے حوالے سے کی گئی ہے۔ حضرت خواجہ بندہ نواز کے ہاں اردو کی جو اولین نعتیں ملتی ہیں، ان میں مثلث کی ہیئت پر مشتمل نعتیں بھی ہیں۔ دکنی دور سے عہدِ حاضر تک کے اہم شعرا کے ہاں جو مثلث کی ہیئت پر مشتمل نعتیں ملتی ہیں، ان کے نمونے دیے گئے ہیں۔ اسی طرح مسمّط کی باقی شکلوں کے نعتیہ نمونے دیئے گئے ہیں۔ یہ حیرت کی بات ہے کہ مسمّط کی جن شکلوں کا عام اردو ادب میں بھی شاذ ہی استعمال ہوا ہے۔ وہ نعتیہ ادب میں کس خوبی سے استعمال ہوئی ہیں۔ ترکیب بند اور ترجیع بند کی تعریفیں اور اردو نعتوں سے ان کے نمونے دیے گئے ہیں۔ اس ضمن میں اس باب سے متعلق جن شعری صورتوں میں نعت گو شعرا نے ہیئتی تجربے کیے ہیں، ان کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

مقالے کا چھٹا باب رباعی اور قطعے سے متعلق ہے۔ اس میں ہر دو اصناف کی تعریفیں اور متعلقات دیے گئے ہیں۔ رباعی کے سلسلے میں اوزان کی بحث سے یہی نتیجہ نکالا گیا ہے کہ اگرچہ رباعی کے چھتیس بلکہ ہزار ہا اوزان کی لوگوں نے نشاندہی کی ہے لیکن اصل رباعی وہی ہے جو مروجہ چوبیس اوزان سے متعلق ہو، اس ضمن میں رباعی کے اوزان سے ہٹ کر کہی گئی رباعیات کو رباعی تسلیم نہیں کیا گیا۔ قطعے کی تعریف اور اس کا رباعی سے فرق واضح کرتے ہوئے رباعی اور قطعے کے نمونے نعتیہ ادب سے پیش کیے گئے ہیں۔ نعتیہ رباعی کی روایت بہت قدیم اور توانا ہے چناں چہ اردو کے اولین نعت گو شعرا سے لے کر دورِ حاضر کے شعرا تک نعتیہ رباعی کی نشاندہی کی گئی ہے۔ قطعہ کی تعریف و شناخت کے بعد نعتیہ قطعات کے نمونے درج کیے گئے ہیں۔ چوں کہ اکثر نمونے چار مصرعوں پر مشتمل قطعات کے ہیں لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ شعرا نے قطعہ کی یہی ہیئت سب سے زیادہ استعمال کی ہے۔ جن ہیئتوں کا تعلق جدید دور سے ہے' قدیم ادوار میں ان کی تلاش لاحاصل ہے لہٰذا اُن کے نعتیہ نمونے عہدِ حاضر کے شعرا کے کلام سے دیئے گئے ہیں۔

آخری باب میں مندرجہ بالا شعری ہیئتوں کے علاوہ بعض مروج ہیئتوں مثلاً دوہا، گیت، ترانہ، سانیٹ، وائی، ماہیا، ہائیکو وغیرہ کی تعریفیں دی گئی ہیں اور نعتیہ ادب سے نمونے درج کر کے واضح کیا گیا ہے کہ اردو نعت نے ہر شعری ہیئت کو نوازا ہے۔

ان مباحث سے ثابت ہوتا ہے کہ نعت ایک ہمہ گیر اور پر تاثیر صنفِ سخن ہے۔ دنیا کی کسی صنفِ شعر یا کسی ہیئتِ شعر میں کسی شخص کی اتنی تعریف نہیں ہوئی جتنی نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفت و ثنا بیان کی گئی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سب سے زیادہ منظوم مدح و ثنا پیش کرنے کی سعادت بھی اردو زبان ہی کو حاصل ہوئی ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ اس مقالے میں شعری اصناف اور ہیئتوں کے مباحث کو بھرپور انداز میں پیش کیا جائے' نیز نعتوں کے ہیئتی مطالعے کو اولیت اور موضوعاتی مباحث کو ثانوی حیثیت

دی جائے۔ بفضلہٖ تعالیٰ اس مقالے کے ذریعے اردو نعت کی صدیوں پر پھیلی ہوئی شعری روایت کی تاریخ اپنی مختلف ہیئتوں کے ساتھ یکجا ہو گئی ہے۔ اس مقالے کے مطالعے سے مختلف ہیئتوں کے پھیلاؤ اور ان میں کیے جانے والے ہیئتی تجربات بھی تفصیل کے ساتھ سامنے آ گئے ہیں۔ پرانی اصناف اور ہیئتوں سے وابستہ پابندیوں کو جس طرح شعرا نے نظر انداز کر کے من پسند تبدیلیاں کی ہیں' اردو نعت کے نمونے ان تمام تبدیلیوں کے بھی امین ہیں۔ لہٰذا اس کے مطالعے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ نعت کا یہ ہیئتی تنوع فردا میں بھی ایسے ہی مائل بہ ارتقا رہے گا، ان شاء اللہ۔

اس موضوع کے خاکے کی منظوری کے ساتھ ہی راقم الحروف کو پے در پے مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا، جون ۲۰۰۲ء میں لاحق ہونے والا ہارٹ اٹیک جان لیوا تو نہ ہوا لیکن بہت کچھ توڑ پھوڑ گیا، پھر کچھ گھریلو پریشانیوں نے آن گھیرا۔ اللہ تعالیٰ کسی کو آزمائشوں میں نہ ڈالے اور محض اپنے فضل و کرم سے کام لے۔ بہر حال پریشانیوں کے ان طوفانوں میں بھی ایک شخصیت ایسی تھی، جس نے ہمیشہ مجھے تسلی دی، مجھے جینے کا ہنر دیا اور جب کبھی میں بکھرنے لگتا وہ مہربان شخصیت مجھے پھر سے نئے حوصلوں سے ہم کنار کر دیتی۔ وہ پیکرِ لطف و محبت شخصیت میرے استادِ محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری صاحب کی ہے۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بابرکت ذکر پر جیسے اُن کی آنکھیں بھیگ جاتی ہیں' اس سے اُن کا وہ پہلو سامنے آتا ہے جسے وہ عموماً دل کے نہاں خانے میں چھپائے رکھتے ہیں۔ نعت جیسے موضوع کے ساتھ ان کی قلبی و طبعی وابستگی میرے لئے بہت مفید ثابت ہوئی۔ اگر اس مقالے میں کوئی خوبی نظر آئے تو بلا شبہ وہ ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری صاحب کی شفیقانہ رہنمائی کا نتیجہ ہے' اور اگر کوئی کوتاہی دکھائی دے تو وہ اِس خاکسار کی غلطی شمار کی جائے۔ مجھے آج استاد گرامی ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا صاحب کے وہ الفاظ یاد آ رہے ہیں جو انھوں نے پانچ برس پہلے کہے تھے۔ ''نعت کے اس موضوع کے لیے نوری صاحب کی رہنمائی تمہارے لیے بڑی نعمت ثابت ہوگی''۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ واقعی ایسا ہی ہوا۔ وہ استاد ہونے کے باوجود جس عزت و تکریم سے بلاتے ہیں اور جس خلوص سے سمجھاتے ہیں وہ انھی کا خاصہ ہے۔ رہنمائی کے ان برسوں میں اگر کبھی وہ ناراض ہوئے بھی تو صرف اس لیے کہ مقالے کی تسوید میں وہ کسی لاپروائی کو پسند نہیں کرتے۔ سچ یہ ہے کہ اگر ان کی یہ تلطف آمیز رہنمائی مجھے حاصل نہ ہوتی تو میں کبھی یہ مقالہ مکمل نہ کر سکتا۔

نعت سے متعلق کتابوں تک رسائی کا مرحلہ ایک غیر آسان کام تھا۔ پنجاب یونیورسٹی کی مین لائبریری کے سید بدر الحق شاہ' انچارج کولیکشن حکیم موسیٰ امرتسری نے بہت تعاون کیا۔ جناح لائبریری، پنجاب پبلک لائبریری اور میلسی کے قریب جھنڈیر کے درویش صفت اور علم پرور بزرگوں کی لائبریری سے استفادے کا موقع ملا۔ لاہور (شاہدرہ) کے حاجی محمد یوسف ورک قادری کی نعت لائبریری مختصر ہونے کے باوصف وقیع ہے۔ حاجی صاحب نے بہت مہربانی کی، میرے لیے بیٹھک کے علاوہ دل کے دروازے بھی کھول دیے اور اس پیرانہ سالی میں میرے ساتھ راتیں جاگ کر کتابوں کی ورق گردانی کرتے رہے۔ پشاور یونیورسٹی کے صدر شعبہ اردو پروفیسر ڈاکٹر صابر کلوروی صاحب کا کتب خانہ نایاب کتابوں کا بڑا مخزن ہے۔ اصناف سے متعلق مباحث پر مشتمل کتابیں زیادہ تر وہیں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس زمانے میں ان کا غریب پرور اور علم دوست ہونا ایک بڑی خوبی ہے۔ کراچی سے مجلّہ نعت رنگ کے مدیر محترم صبیح رحمانی' ایک قابل قدر ذخیرہ کتب کے حامل محترم غوث میاں' دنیائے نعت کے مدیر جناب عزیز الدین خاکی' معروف شاعر اور نقاد رشید وارثی' اور سماجی کارکن مولانا مقصود قادری کے علاوہ جہانِ حمد اور ارمغانِ حمد کے مدیر محترم مولانا طاہر سلطانی نے کچھ قیمتی کتب بہم پہنچا کر مہربانی فرمائی۔ سیارہ لاہور کے محترم حفیظ الرحمان احسن نے ان سب کتابوں سے استفادے کا موقع دیا، جو ان کے پاس تھیں۔ الحاج اصغر علی نظامی مدنی کے کتب خانے کے علاوہ ان کے مشوروں سے استفادے کا موقع بھی ملا۔ تلاشِ کتب کے اس سفر میں کچھ تلخ تجربے بھی ہوئے۔ بعض بزرگوں نے ٹکا سا جواب دیا۔ بعض نے باقاعدہ جھڑک کر حوصلہ شکنی کی اور بعض نے تو ایسے فقرے بھی کہے۔ جو اللہ کی عدالت میں درج ہو گئے۔ بعض اوقات کسی ایک کتاب کے لیے خاصی جگہوں پر گھومنا پڑتا، کتاب پھر بھی نہ ملتی۔ یہ اور اس قسم کی تمام پریشانیاں اس وقت ختم ہو جاتیں جب اس دور کے سب سے

زیادہ خادم نعت، اردو نعت پر سب سے زیادہ کام کرنے کا شرف حاصل کرنے والے اور عملاً خود سب سے زیادہ اردو نعت لکھنے والے مہربان انسان، معروف ماہر تعلیم، وآبروئے تنقید وتحقیق نعت میں نمایاں ترین اوّلیات وتخصصات کی سعادت سے بہرہ مند محترم راجا رشید محمود سے ملاقات ہوتی۔ وہ نعتیہ کتب کا ایک قابلِ رشک ذخیرہ رکھتے ہیں۔ انھوں نے بڑی شفقت سے نوازا، اپنے کتب خانے سے استفادے کا موقع دیا۔ وہ بھی کئی ہفتے تک قیام وطعام کی سہولت کے ساتھ۔ انھوں نے ہمیشہ حوصلہ بڑھایا اور اس کریمانہ سلوک کا مظاہرہ کیا جس کے شکریہ کے لیے میرے پاس لفظ نہیں ہیں۔ شکریہ کا خالی لفظ ان کے بے پایاں احسانات کا بدل ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ سونا لوہے کے بھاؤ نہیں خریدا جاتا۔ مقالے کے ہر ہر مرحلے پر ان کی ماہرانہ ومشفقانہ سرپرستی مجھے حاصل نہ ہوتی تو میں یہ مقالہ شاید مکمل ہی نہ کرسکتا۔ ان کے دوست ڈاکٹر محمد سلطان شاہ صدر شعبہ اسلامیات جی۔سی۔یونیورسٹی لاہور کی کاوشیں ہمیشہ میری معاون رہیں۔ معین سلطان قادری نے بڑی محبت سے کمپوزنگ کی۔ ڈاکٹر عصمت اللہ زاہد، صدر شعبہ پنجابی، اورینٹل کالج، لاہور، نے دوستی کا حق ادا کر دیا۔ گوجرہ کی عظیم روحانی شخصیت حضرت غلام رسول علوی مدظلہ اور فیصل آباد کے پروفیسر عصمت اللہ خان نے دعاؤں سے نوازا۔ میرے اساتذہ کرام میں پروفیسر ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا صاحب، پروفیسر ڈاکٹر سہیل احمد خان صاحب اور گوجرہ کے حافظ محمد اکرم باقی صاحب نے بعض مواقع پر تحقیقی مشکلات کو حل کرنے میں مدد دی۔ عزیزانِ محترم شیخ آصف جاوید، رانا کاشف شکیل اور ان کے چھوٹے بھائی رانا یاسر علی، پروفیسر افضل حمید، پروفیسر محمد شبیر حسین کے علاوہ میرے دوستوں پروفیسر منظور احمد طاہر، پروفیسر سعادت علی ثاقب اور ریسرچ سکالر اکرم ساجد نے پروف پڑھنے میں معاونت کی۔ میرے بیٹے محمد اویس افضال نے جس طرح میرا خیال رکھا اور رات دن میری خدمت کی وہ مجھے ہمیشہ یاد رہے گی۔ ان کے علاوہ، وہ بے شمار دوست اور بزرگ جنھوں نے دعاؤں سے سرفراز کیا۔ اللہ کریم ان سب کو بہترین جزا سے نوازے، آمین۔

میں اپنے رؤف ورحیم پروردگار کا بے حد شکر گزار ہوں جس نے تحقیق کے لیے مجھے ایسے پاکیزہ موضوع سے نوازا، جس پر کام کرتے ہوئے مجھے یوں لگتا تھا جیسے میں مصروفِ عبادت ہوں۔ نعت کا تعلق صرف یوسفِ کنعاں ہی کے نہیں بلکہ جملہ انبیاء ومرسلین کے بھی امام وقائد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے، اور مجھ بے ہنر کے پاس تو وہ سوت کی انٹی بھی نہیں جو مصری بڑھیا کے پاس تھی، لہٰذا میں کسی دعوے کے بغیر محض عجز وادب سے یہ مقالہ پیش کرتا ہوں۔ یہ مقالہ چونکہ نعت سے متعلق ہے اور نعت دراصل حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت وثنا ہے لہٰذا تسویدِ مقالہ کے دوران میں میری کیفیت ایک لرزاں وترساں شخص جیسی رہی ہے اور یہ شعر ہمیشہ میرے پیش نظر رہا ہے۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر　　نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

مجھے آخر میں ایک ضروری اعتراف کرنا ہے وہ، یہ کہ مناسب احتیاط اور کمال تگ ودو کے باوصف ممکن ہے کسی نعت گو محترم کا ذکر اس مقالے میں نہ آسکا ہو، حقیقت کی آنکھ سے دیکھا جائے تو ایسا ہونا ضروری بھی ہے، بھلا وہ کون انسان ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اول تا آخر سب نعت گو شعرا پر کماحقہٗ کام کرلیا ہے۔ یہ خالق کائنات کا کام ہے کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ پھر بھی کسی وجہ سے اگر کسی محترم نعت گو کا ذکر نہیں آسکا تو میں معذرت خواہ ہوں۔ اللہ کریم اور اس کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری اس عاجزانہ کاوش کو قبول فرمائیں۔ (آمین)

اِفضال احمد انور

ایسوسی ایٹ پروفیسر جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

ہر کہ عشقِ مصطفےٰ ﷺ سامانِ اوست
بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست

(علامہ محمد اقبالؒ)
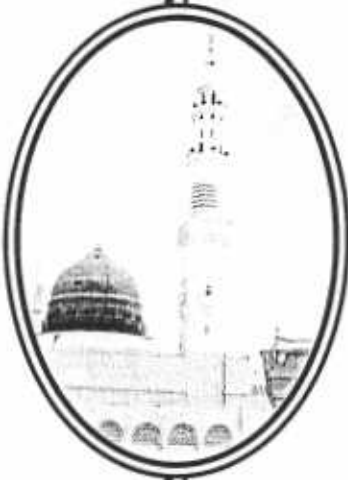
بسم اللہ الرحمن الرحیم
باب
۱
تمہیدی مباحث
(نعت کے مختلف پہلو اور اسالیب)
اُردو نعت کا ہیئتی مطالعہ

باب اول تمہیدی مباحث

(نعت کے مختلف پہلو اور اسالیب)

نعت (لغوی و اصطلاحی مفہوم)

''نعت'' عربی زبان کا سہ حرفی مادہ (ن ع ت) ہے۔ قدیم عربی لغت دان الخلیل بن احمد فراھیدی (المتوفی ۱۷۵ھ) نے اس کے متعلق کتاب العین میں لکھا ہے:

نعت: النعت وصفك الشيء بما فيه۔ ويقال: النعت وصف الشيء بما فيه إلى الحسن مذهبه، إلا أن يتكلف متكلف، فيقول: هذا نعت سوء۔ فأما العرب العاربة فإنما تقول لشيء إذا كان على استكمال النعت: هو نعت كما ترى، يريد التتمة۔ قال:

أمـا الـقـطـاة فـإنـي سـوف انـعـتـهـا
سـكـاء مـخـطـومة فـي ريـشـهـا طـرق
حـمـر قـوادمـهـا سـود خـوافـيـهـا

البيتان لامرىء القيس ويقال: صلماء' اصح من سكاء، لأن السكك قصر في الأذن۔ فلو قال: صلماء لأصاب۔

و[النعت]: كل شيء كان بالغا۔ تقول: هو نعت، أي: جيد بالغ والنعت: الفرس الذي هو غاية في العتق والروع إنه لنعت و نعيت۔ و فرس نعتة، بينة النعاتة وماكان نعتا، ولقد نعت، أي: تكلف فعله يقال: نعت نعاتة' واستنعته، أي استوصفته۔ والنعوت: جماعة النعت، كقولك: نعت كذا و نعت كذا۔ وأهل النحو يقولون: النعت خلف من الاسم يقوم مقامه۔ نعته انعته نعتا، فهو منعوت۔[1]

الخلیل کے اس طویل بیان سے واضح ہے کہ نعت کسی چیز کے وصف کا بیان ہے۔ اس لفظ کا تعلق تخصیص کے ساتھ کسی چیز میں موجود حسن کی توصیف سے ہے۔ اگر کوئی کسی چیز کے بُرے وصف کو بیان کرے اور اُسے نعت سوء کہے تو یہ اُس کا تکلف ہوگا (یہ عموم کے خلاف سمجھا جائے گا)۔ نعت دراصل وہ شے ہے جو اپنے کمال میں انتہا کو پہنچی ہوئی ہو گویا بے حد کمال والی۔ نعت کی جمع نعوت ہے اور جس کی نعت کہی جائے وہ منعوت ہے۔

ایک اور قدیم لغت ''تہذیب اللغۃ'' کے مصنف ابو منصور محمد بن احمد الازھری (۲۸۲ھ تا ۳۷۰ھ) نے بھی لفظ ''نعت'' سے متعلق دیے گئے تقریباً وہ تمام معانی درج کیے ہیں جو کتاب العین میں موجود ہیں۔ کچھ مزید وضاحت بھی ملتی ہے:

[نعت]: قال الليث: النعت: وصفك الشيء تنعته بمافيه و تبالغ في وصفه۔

قال: و كل شيء كان بالغاً تقول له: هذا نعت أي جيد بالغ۔

قال: والفرس النعت: الذي هو غاية في العتق۔ وما كان نعتا ولقد نعت ينعت نعاتة۔ فإذا أردت أنه تكلف فعله قلت: نعت۔ قال: واستنعته أي استوصفته۔ و جمع النعت نعوت۔ وقال غيره: فرس نعت و منتعت إذا كان موصفا بالعتق والجودة والسبق۔ وقال الأخطل:

إذا غـرق الآل الإكـام عـلـونـه بـمـنـتـعـتـات لابـغـال ولا حـمـر

1) والمنتعت من الدواب والناس: للو صوف بما يفضّله على غيره من جنسه۔
2) وهو مفتعل من النعت۔ يقال: نعته فانتعت؛ كما يقال: وصفته فاتصف۔ ومنه قول أبي دُواد الايادىّ:
3) *جار كجار الحُذاقىّ الذى اتّصفا*
4) أبو العباس عن ابن الأعرابي قال: أَنْعَتَ إذا حَسُن و جهه حتى يُنْعَتْ۔[2]

اس عبارت کی رو سے ''المُنْعِتْ'' جانوروں اور لوگوں (الدّواب والنّاس) میں سے اُسے کہا جاتا ہے جو ایسا وصف رکھتا ہو جس کی وجہ

سے اُسے ہم جنسوں پر فضیلت ہو۔ اس لغت میں الاعرابی کا قول بروایت ابوالعباس موجود ہے کہ "اَنْعَتَ اِذَا حَسُن وَجْهُهُ حَتّٰی یُنْعَتُ" یعنی تم نے اُس کی نعت بیان کی یہاں تک کہ اُس کا وصف بیان کر دیا گیا۔

ابی الحسن احمد بن فارس بن زکریا (المتوفی ۳۹۵ھ) کے نزدیک:

نعت (ن، ع، ت) ایک کلمہ ہے جس کا مطلب ہے کسی شے کے حسن پر مشتمل کسی وصف کا بیان۔ اُن کے بقول:

"کل شیء جیدٍ بالغٍ نعت" [۳]

یعنی ہر وہ چیز جو عمدگی اور اچھائی میں درجہء کمال کو پہنچی ہو نعت ہے۔

ابی الحسن علی بن اسماعیل بن سیدۃ المرسی (المعروف بابن سیدہ) (المتوفی ۴۵۸ھ) نے نعت کی تعریف یوں بیان کی ہے:

"والنعت من کل شیء جیدہ" [۴]

یعنی تمام اشیاء میں سے سب سے اعلیٰ چیز (جید) "نعت" ہے۔

پانچویں صدی ہجری کے بالکل ابتدائی دور کا معروف لغت دان اسماعیل بن حماد الجوہری نعت کو دراصل ایک صفت مانتا ہے۔ وہ بیان وصف کو مختصراً نعت گوئی قرار دے کر اپنے پیشرو اہل لغت کے معانی پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔

"النعت: الصفة: و نعت الشیء و انتعته، اذا وَصَفْتَهُ" [۵]

یعنی نعت 'صفت' ہے اور کسی شے کی نعت وہ ہے جب تم اس چیز کے بارے میں معلومات دے دو۔

آٹھویں صدی ہجری کے معروف لغت دان علامہ ابن منظور الافریقی نے لفظ "نعت" پر بحث کرتے ہوئے اس کے جملہ معنوی پہلوؤں کو خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کے لغات "لسان العرب" کے استناد کو اہل زبان تسلیم کرتے ہیں۔ اس کا بیان ہے:

نُعِتَ: النعت: وصفك الشیء، تنعته بما فیه و تبالغ فی وصفه، والنعت: ما نعت به۔
نعته ینعته نعتا: و صفه۔ و رجل ناعت من قوم نعاتٍ؛ قال الشاعر:

انـعتهـا، إنـي مـن نـعـاتهـا

و نعت الشیء و تنعته إذا وصفه۔ قال: واستنعته أی استو صفته۔ واستنعته: استو صفه۔ وجمع النعت: نعوت، قال ابن سیده: الایکسر علی غیر ذلك۔ والنعت من کل شیء: جیده، و کل شیء کان بالغاً تقول: هذا نعت أی جیّد (الذی یکون غایة فی العتق)۔ وما کان نعتا، ولقد نعت ینعت نعاته، فإذا اردتَ أنه تکلف فعله، قلت: نعت۔ قد نعتت نعاتة۔ وفرس نعت و منتعت إذا کان موصوفاً بالعتق والجودة والسبق، قال الأخطل:

إذا غـرق الآل الإکـام عـلـونـه بـمـنـتـعـتـات، لا بـغـال ولا حـمـر

والمُنْتَعِتُ من الدواب والناس: الموصوف بما یفضله علی غیره من جنسه، وهو مفتعل، من النعت یقال: نعته فانتعت، کما یقال: وصفته فاتصف، قال ابن الأعرابی: أنعت إذا حسن وجهه حتی ینعت۔ وفی صفته، صلی اللّٰه علیه وسلم، یقول ناعته: لم ار قبله ولا بعده مثله۔

ابن منظور کے بیان کی جامعیت، پختگی اور اہمیت کے پیش نظر مندرجہ بالا اقتباس کے اہم حصوں کا ترجمہ مفید مطلب ہے۔

"اَلنَّعْتُ": تمہارا کسی چیز کا وصف بیان کرنا۔ اس میں جو (اوصاف) ہوں، تم بیان کرتے ہو اور اس کے وصف بیان کرنے میں مبالغے سے کام لیتے ہو۔ والنعت' وہ بیان ہے جس سے کوئی چیز متصف گردانی جائے (عربی زبان میں کہتے ہیں) نَعَتَهُ یَنْعَتُهُ نَعْتاً (کسی شخص نے کسی چیز کا وصف بیان کیا، (کہا جاتا ہے) وہ شخص وصف بیان کرنے والا ہے اور ایسے لوگوں میں سے ہے جو وصف بیان کرنے والے ہوں۔ شاعر نے کہا

"اَنْعَتُهَا اِنّی من نُعَاتِهَا"

یعنی میں نے اس (خاتون) کی صفات بیان کیں میں تو اُس کی صفات بیان کرنے والوں میں سے ہوں۔

(اسی سے کہا جاتا ہے) نعت الشیء و تنعته یعنی میں نے اُس چیز کا وصف بیان کیا (نیز کہا جاتا ہے) استنعته یعنی فلاں چیز کے بارے میں میں نے وصف طلب کیا (یونہی کہا جاتا ہے) استنعته فلاں نے کسی چیز کے بارے میں معلومات دریافت کیں اور النعت کی جمع

النعوت ہے۔ابن سیدہ (صاحب مقاییس اللغہ) نے کہا کہ اس صیغہ کے سوا جمع مکسر کسی اور صیغہ میں نہیں آتی۔

اور ہر شے کی نعت اُس کو کہتے ہیں جو اُس میں بہتر ہو اور ہر وہ چیز جو اپنی صنعت کے اعتبار سے حد تک پہنچی ہو۔

تم کہتے ہو: یہ نعت ہے یعنی بہت عمدہ ہے (جو عمدگی کے اعتبار سے انتہائی حدوں کو چھو رہا ہو۔)

(فعل اس طرح بھی ہوتا ہے جیسے نعت ینعت نعاتة اور جب تو اس سے تکلف کا صیغہ بنانا چاہے تو حرف عین کو زیر لگا دے یعنی نَعِتَ اور کہا جاتا ہے نعتت نعاتة و فرس نعت و منتعت، جب وہ نسل کے اعتبار سے خالص، عمدہ اور (دوڑنے) میں ذی سبقت ہو۔

(نامور اموی شاعر) الاخطل نے کہا: جب ٹیلوں پر سائے پھیل جائیں تو وہ ان پر سوار ہو کر چڑھ جاتی ہیں جو نہ خچر ہوتی ہیں اور نہ گدھیاں۔

الـمُـنْـتَـعِـتُ، جانوروں اور انسانوں میں سے، وہ جو ہم جنسوں پر (اعلیٰ) صفات کے سبب فضیلت والا ہو اور اصل میں یہ النعت سے مفتعل کے وزن پر ہے۔کہا جاتا ہے میں نے اُس کا وصف بیان کیا اور وہ واضح ہو گیا۔ابن الاعرابی کا قول ہے:

انعت اذا حسن و جهه حتى ينعت :أنعت

تم نے اس کے چہرے کی خوبصورتی کی تعریف یہاں تک کی کہ اس کا یہ وصف بیان ہو جائے:

اور (حضرت رسول کریم) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات (مبارکہ) کے بارے میں کہا گیا ہے۔

يقول ناعته لم ار قبله و لا بعده مثله یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت مبارکہ بیان کرنے والا کہتا ہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے دیکھا ہے اور نہ بعد میں۔علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب الفیروز آبادی (المتوفی ۸۱۷ھ) نے القاموس المحیط میں لکھا: **انعت حسن و جهه حتى ينعت** اُس کا چہرہ حسین ہوا یہاں تک کہ اُس کی تعریف کی گئی۔تمہارے غلام اور لونڈی کو نُعْتَةٌ (نون کی پیش کے ساتھ) کہتے ہیں جب وہ رفعت (بلندی) میں انتہا کو پہنچ جائے۔۷

محمد مرتضیٰ الزبیدی نے بھی تاج العروس میں اس لفظ پر خوب بحث کی ہے اور ماقبل کے لغات نویسوں کی آراء سے استفادہ بھی کیا ہے۔وہ کہتے ہیں: لفظ نعت مَنْعٌ کی طرح ہے (یعنی پہلا حرف مفتوح باقی دونوں ساکن) ماضی اور مضارع کی صورتوں میں اس لفظ کی ع مفتوح ہوگی۔نعت دراصل کسی شے کا وہ وصف بیان کرتا ہے جو دراصل اُس (منعوت) میں پایا جاتا ہو اور اس کے وصف میں مبالغہ کرنا۔۔۔جو خاص صفت ہو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی......... کسی کی برائی بیان کرنے کو نعت نہیں کہتے۔الزبیدی نے وصف اور نعت کے اساسی فرق کو بھی اجاگر کیا ہے مثلاً نعت صرف اچھائی کا بیان ہے جبکہ وصف بُری عادت کے بیان کے لیے بھی مستعمل ہے۔گویا لفظ نعت صرف حسن سے اور وصف حسن و قبح دونوں سے تعلق رکھتا ہے الزبیدی نے مزید لکھا ہے۔

"النعت بالحلية كالطويل والقصير والصفة بالفعل كضارب وقال ثعلب النعت ما كان خاصا بمحل من الجسد ـــ فالله تعالىٰ يوصف ولا ينعت" ۸

یعنی نعت کا تعلق حلیہ سے ہے جیسے لمبا اور چھوٹے قد والا اور صفت کا تعلق فعل بیان کرنے والے سے ہے جیسے ضارب (مارنے والا) اور ثعلب نے کہا کہ نعت وہ ہے جو خاص ہو جسم کے کسی محل کے ساتھ۔۔۔پس اللہ تعالیٰ کا وصف بیان کیا جاتا ہے نہ کہ نعت۔۔۔

بیروت (لبنان) کے "المطبعة الكاثوليكية" کی طرف سے شائع کردہ لغت المنجد محتاج تعارف نہیں۔اس میں بھی لفظ نعت کے بعض معنوی گوشے دکھائی دیتے ہیں: جیسے

اَنْعَتَ الرَّجُلُ: خوبصورت چہرے والا ہونا۔نَعُتَ: نعاتة الرجل كان النعت له خلقةً اى كانَ مِن طَبْعِهٖ مُتَّصِفًا۔۹

یعنی نعت کسی آدمی کے اُس وصف کا بیان ہے جو پیدائشی طور پر اس میں پائی جاتی ہو یعنی جو اُس کی طبیعت سے متصف ہو۔

ارشاد شاکر اعوان نے "نعت" کے کچھ مصادر ابواب کے حوالے سے درج کیے ہیں:

- ☆ اِسْتِنْعَات (باب استفعال) اپنی تعریف چاہنا۔
- ☆ اِنْتِعَات (باب افتعال) صفات جمال بیان کرنا۔
- ☆ اِنْعَات (باب افعال) خوبصورت بنانا۔
- ☆ تَنَاعُتٌ (باب تفاعل) کسی کی خوبیوں کی تعریف کرنا۔
- ☆ تَنَعُّتٌ (باب تفعل) وصف بیان کرنا۔۱۰

ڈاکٹر روحی البعلبکی اور منیر البعلبکی نے نعت سے متعلق انگریزی مترادفات یوں دیے ہیں:

☆ نعت، وصف — To describe, qualify, characterize

☆ نعت، وصف — Description, qualification, characterization

☆ نعت، صفۃ (ممیّزۃ) — Qualify, Property, Attribute, Characteristic

☆ نعت، ملفۃ — Attribute, Adjective, Attributive, Qualifier

☆ نعت، لقب — Epithet

☆ نعتی، وصفی — Descriptive, qualificative, attributive[11]

ڈاکٹر سٹینگاس نے بھی نعت کے اکثر مترادفات مندرجہ بالا ہی دیے ہیں البتہ کچھ نئے معانی بھی پیش کیے:

نعت : na' t ... praise, commendation, fame, highest degree (of beauty) (۱۲)

اس میں بتایا گیا لفظ نعت کا ایک معنی ''حسن کی بلند ترین حالت'' قابل غور ہے۔ چونکہ ''نعت'' بنیادی طور پر عربی زبان کا لفظ ہے لہٰذا دیگر زبانوں (انگریزی، فارسی، اُردو وغیرہ) کے لغات اس لفظ کے معانی بتانے میں اصولاً عربی لغات ہی سے استفادہ کرتے ہیں، چنانچہ اللہ داد (فیضی سرہندی کے لغت ''مدار الافاضل'' (تالیف ۱۰۰۱ھ) میں درج ہے۔

نعت (ع): بفتح، صفتِ خوب و معروف۔ ۱۳

عبدالرشید الحسینی المدنی نے منتخب اللغات شاہجہانی میں مختصراً لکھا۔

''نعت: بالفتح صفت و صفت کردن۔ ۱۴

محمد غیاث الدین نے اس لفظ کے لغوی معانی بتانے کے علاوہ اصطلاحی معانی بھی تحریر کیے ہیں۔

''نعت: بالفتح، تعریف و وصف کردن از منتخب، اگرچہ لفظ نعت بمعنی مطلق وصف است لیکن اکثر استعمال ایں لفظ بمعنی مطلق ستائش و ثنائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمدہ است و بمعنی صیغہ اسم فاعل و اسم مفعول و صیغہ صفت مشبہ نیز می آید۔'' ۱۵

فارسی زبان کا ایک منتخب اور مستند لغت ''فرہنگ عمید'' ہے اس میں حسن عمید بذیل مادہ ''نعت'' رقم طراز ہیں:

''نعت: مص [ع] (ن ع) وصف کردن کسی یا چیزے را بہ نیکی، ستائش، نیز بمعنی صفت، نعوت جمع'' ۱۶

مناسب ہوگا اگر اس ضمن میں بعض اُردو لغات پر بھی ایک نظر ڈالی جائے۔ مولوی سید احمد دہلوی نے لفظ نعت کے تحت یہ معانی درج کیے ہیں:

''ع۔ اسم مونث۔ صفت و ثنا، تعریف و توصیف، مدح، ثنا۔ مجازاً خاص

حضرت سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توصیف۔ ۱۷

محمد عبداللہ خاں خویشگی کی تالیف فرہنگ عامرہ میں درج ہے۔

''نعت۔۔ (ن ع ت) تعریف، صفت۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منقبت جمع نعوت۔۔'' ۱۸

مولوی سید تصدق حسین رضوی نے لغاتِ کشوری میں تحریر کیا:

''نعت (ع) تعریف، صفت، تعریف کرنا خاص کر صفت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔'' ۱۹

مولوی نور الحسن نیر کے لفظوں میں:

''نعت: (ع۔ بالفتح، مونث) یہ لفظ بمعنی مطلق وصف ہے لیکن اس کا استعمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ستائش و ثنا کے لیے مخصوص ہے۔'' ۲۰

منشی غلام حسین خان آفاق بنارسی نے بھی تقریباً یہی معانی بتائے ہیں:

''نعت۔ تعریف، مدح۔ یہ لفظ مخصوص ہے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کے لیے۔'' ۲۱

اُردو کی سب سے بڑی ڈکشنری ''اُردو لغت'' میں اس لفظ کے حوالے سے لکھا ہے:

''نعت۔۔ (فتحہ ن، سکون ع) مونث'' ''(۱) وصف، تعریف بیان کرنا۔ (۲) (ادب) وہ موزوں کلام جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح و تعریف کی گئی ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف و شمائل کا بیان

ہو نیز حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات یا اُن سے منسوب کسی چیز سے محبت وعقیدت کا اظہار ہو۔'' ۲۲

مندرجہ بالا حوالوں سے لفظ ''نعت'' کی مختلف شکلوں کے درج ذیل لغوی معانی سامنے آتے ہیں:

(۱) کسی شے کا وصف بیان کرنا۔
(۲) صرف ایسے وصف کا بیان جس میں حسن اور خوبی ہو (برائی نہ پائی جاتی ہو)۔
(۳) وہ شے جو اپنے کمال میں انتہا کو پہنچی ہوئی ہو۔
(۴) وہ جو عمدہ اور اعلیٰ نسل سے ہو اور مقابلے میں سبقت لے جائے۔
(۵) وہ جو ایسا وصف رکھتا ہو، جو اُسے اپنے ہم جنسوں سے ممتاز اور افضل ثابت کرے۔
(۶) عمدگی اور اچھائی کی آخری حد۔
(۷) تمام اشیاء میں سب سے اعلیٰ و برتر۔
(۸) وصف کے بیان میں مبالغہ سے کام لینا۔
(۹) چہرے کا حسین ہونا۔
(۱۰) کسی میں موجود مختلف اوصاف میں سے بہترین وصف۔
(۱۱) وہ چیز جو اپنی صنعت کے اعتبار سے حد تک پہنچی ہوئی ہو۔
(۱۲) کسی کا بلندی میں انتہا کو پہنچ جانا۔
(۱۳) صرف اس وصف کا بیان جو واقعی موصوف میں پایا جاتا ہو۔
(۱۴) شکل وصورت کے حسن کا بیان۔
(۱۵) خوبصورت چہرے والا۔
(۱۶) آدمی کے اُس وصف کا بیان جو پیدائشی طور پر اُس میں پایا جاتا ہو۔
(۱۷) اہلیت وقابلیت (Qualification)
(۱۸) حسن کا بلند ترین صیغہ (Highest Degree of Beauty)
(۱۹) کسی چیز کے بارے میں معلومات دینا۔

معروف مبلغِ دین سیّد ریاض حسین شاہ نے لفظ ''نعت'' کے لغوی معانی کی ایک فہرست اپنے مضمون ''نعت کیا ہے'' میں دی ہے۔ اُنہوں نے جو پندرہ معانی پیش کیے ہیں ان میں مندرجہ بالا معانی سے مختلف درج ذیل معانی بھی ہیں:

(۱) حلیہ واضح کرنا
(۲) سفارش کرنا
(۳) نقل کرنا یا نقل اُتارنا
(۴) جوہر سامنے لانا
(۵) صفت کو موصوف کے ساتھ ملانا
(۶) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح وتحمید بجا لانا۔ ۲۳

ان معانی کو بھی شامل کرلیا جائے تو مادہ ''ن ع ت'' کی مختلف شکلوں سے دریافت ہونے والے معنوں کی تعداد پچیس بنتی ہے۔

نعت کا عمومی مفہوم وصفِ محمود ہے (مندرجہ بالا فہرست میں معنی نمبر ۲) جس کا تعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہو۔ اس تعلق و تخصص کی وجہ بھی مندرجہ بالا مختلف معانی میں موجود ہے۔ ان معانی کے پیش نظر اگر کسی ایسی ہستی کا تصور کیا جائے جس میں مندرجہ بالا معانی کی تمام اچھائیاں پائی جاتی ہوں، تو وہ حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا کوئی دوسری ہستی نہیں ہوسکتی۔ تعصب سے بالاتر ہوکر اور عدل وانصاف سے کام لیتے ہوئے اگر کوئی تاریخ عالم کی کسی ایسی عظیم الشان ہستی کے بارے میں سوچے جو ظاہر و باطن اور اوّل وآخر کی تمام خوبیوں اور عظمتوں کی جامع ہو جس سے متعلق ہر بیان اُس کے کسی وصف کا بیان ہو اور یہ بیان بھی صرف وصفِ محمود ہو، برائی کے کسی شائبہ تک کی بھی اُس سے نسبت نہ ہو،

جو کمال میں انتہاؤں کو پہنچی ہوئی ہو اور عمدگی، اعلیٰ ترین نسب نیز اپنے مقام و مرتبہ میں سب کو پیچھے چھوڑ چکی ہو، جس کا افضل الخلائق ہونا ثابت ہو، جس نے خیر و خوبی کی آخری حد کو ایسے پالیا ہو کہ کوئی دوسرا وہاں نہ پہنچ سکے، جو ہم جنسوں ہی میں نہیں بلکہ ما کان و ما یکون کی تمام اشیاء سے اعلیٰ ترین ہو۔ جس کا چہرہ بھی عمدہ ترین و حسین ترین ہو اور جس کے اوصاف بھی بہترین ہوں، جو صنعت کے اعتبار سے خالق مطلق کی شاہکار ہو اور جس کی ہر خوبی، ہر اچھائی کہنے والے کے مبالغے کی محتاج نہ ہو بلکہ واقعی وہ ہر خوبی سے موصوف ہو، اُس نے اپنے کسی ہم جنس سے کوئی علم، کوئی ہنر سیکھ کر اپنے اندر کوئی خوبی پیدا نہ کی ہو بلکہ اُس کی ہر خوبی پیدائشی طور پر اُس میں موجود ہو جو اہلیت، قابلیت اور حسن کی بلند ترین چوٹی پر فائز ہو، جسے اللہ نے اپنے پاس سے سب کچھ سکھایا ہو اور وہ کسی بھی چیز کے بارے میں تمام معلومات اور خبریں بہم پہنچا سکے، جس کی سفارش رد نہ ہو، جس کی (عرش سے فرش تک) نقل مکانی وقت کی مختصر ترین اکائی سے بھی پہلے ہو، جس کا جو ہر سب کے سامنے ہو، جس کی ذاتِ موصوف سے ہر صفت اسطرح ملی ہوئی ہو کہ اُس کی شوکت کے سوا کچھ سامنے نہ آتا ہو اور جو (مہر نبوت کے) ایک خاص نشان کی بھی عظمت رکھتی ہو، ایسی ہستی ___ ایسی عظیم ترین، معزز ترین اور بہترین ہستی اللہ تعالیٰ کے حبیب، صاحب لولاک، سیدّ الانبیاء، شفیع روزِ جزا حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا کسی کی ہو ہی نہیں سکتی۔ یوں لفظ نعت کے حقیقی مصداق صرف اور صرف حسنین کریمین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اہل عشق و محبت تو رہے ایک طرف اگر اہل لغت بھی اس لفظ کے معانی کی مختلف پرتوں پر غور کریں تو انہیں محسوس ہوگا کہ لفظ نعت بھی اپنے باطن میں ان گنت نعتیں سمیٹے ہوئے ہے، چنانچہ لغوی معانی کے اعتبار سے نعت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوبیوں کا بیان ہے۔ یہ بیان نثر میں بھی ہو سکتا ہے اور نظم کی صورت میں بھی' لہٰذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت منثور بھی پائی جاتی ہے اور منظوم بھی۔ صرف نظم یا نثر تک اسے محدود رکھنا قرین انصاف نہیں ہو سکتا۔ راقم الحروف نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا!

> ''ہر وہ فقرہ یا مصرع نعت ہوگا جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کسی ارشاد مبارک یا عمل کا نقشہ کھینچا گیا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فداہ ابی وامّی کی صفات عالیہ بیان کی گئی ہوں یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات کے ساتھ اپنے جذبہ محبت والفت اور رشتہ عقیدت کا اظہار کیا گیا ہو۔'' [۲۴]

سید ریاض حسین شاہ کے نزدیک نعت کی دو صورتیں ہیں:

(الف) قولی نعت: جس میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفاتِ مبارکہ کا بیان ہو۔

(ب) عملی نعت: جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمودات عملاً کسی میں پائے جائیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نعتیہ ورثہ بھی از حد بسیط ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث دانی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی فقہی معرکہ آرائیاں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنجیدہ تاریخ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متین فیصلے، حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا علمی تبحّر.......... حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی پر شوق شاعری، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے کفر سوز رجز، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی خطیبانہ آن بان دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت ہی کی صورتیں ہیں۔'' [۲۵]

نعت لکھنا، نعت پڑھنا اور نعت سننا یقیناً بڑی سعادت ہے لیکن اس سے بھی بڑی سعادت کسی کا سر سے پاؤں تک نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ڈھل جانا ہے۔ عملی نعت اُسی کے پیکر میں جلوہ گر ہوتی ہے، جس کی صورت اور سیرت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق ہو، جس کی پاکیزگی نگاہ و زباں کے پیش نظر لوگ کہہ اُٹھیں اگر اس شخص کی طہارت و عظمت کا یہ حال ہے تو اس کے آقا اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان و شوکت کا عالم کیا ہوگا!!

(ب) اصطلاحی مفہوم

اصطلاح کے طور پر وہ کلامِ منظوم جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفت و ثنا پر مشتمل ہو، نعت ہے۔ اُردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ کے مقالہ نگار، حفیظ تائب نے لکھا ہے:

> ''اُردو اور فارسی میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف و توصیف کے بارے میں اشعار کو نعت کہا جاتا ہے، جو عربی میں مستعمل نہیں۔ عربی میں ایسے کلام کو مدح النبی یا المدائح النبویہ کہتے ہیں۔'' [۲۶]

اُردو زبان اور معاشرت پر ایرانیوں کے اثرات ظاہر ہیں۔ ہم نے انھی کی پیروی میں صلوٰۃ کو نماز اور صوم کو روزہ کہنا شروع کیا۔ مدح کے لیے بھی انھی کے تتبع میں لفظ نعت کو (جو اگرچہ عربی الاصل ہے) اپنایا۔

یہاں حمد، نعت اور مدح کے اصطلاحی مفاہیم بھی پیش نظر رہنے چاہئیں۔ حمد کا لفظ اللہ تعالیٰ کی تعریف کے لیے مخصوص ہے۔ نعت، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفت وثنا کے لیے مخصوص ہے۔ مدح کسی بھی محترم شخصیت کی تعریف کے لیے مختص ہے۔

چونکہ نعت کا لفظ ایک مخصوص اصطلاح کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور صرف رسولِ اکرم کی ذات بابرکات کے ساتھ مخصوص ہے لہٰذا نعتِ نبی کے بجائے صرف ''نعت'' کا لفظ بھی اس مفہوم کو پوری طرح ادا کرتا ہے۔ نعت کے علاوہ دیگر الفاظ کے ساتھ یہ ترکیبی صورت استعمال ہوسکتی ہے جیسے وصفِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، مدحِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، توصیفِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم،۔۔۔۔ وغیرہ۔ لفظ نعت اگرچہ ایک مکمل اصطلاح کی حیثیت اختیار کر چکا ہے لیکن لغوی معانی کے حوالے سے بھی اپنے اصطلاحی مفہوم ومطلب کے تعین کے جملہ لوازم کو باحسن پورا کرتا ہے۔

لفظ نعت اپنے دیگر ہم معانی ومترادف الفاظ کی نسبت زیادہ مناسب وممتاز ہے جیسا کہ ڈاکٹر ریاض مجید نے بھی لکھا ہے:

> ''نعت کے مفہوم کے بارے میں جو نمایاں تاثرات اُبھرتے ہیں، وہ اسے اپنے قبیل کے دوسرے الفاظ مثلاً وصف، ثنا، حمد اور منقبت وغیرہ سے ممتاز اور منفرد ٹھہراتے ہیں۔'' ۲۷

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی بھی اس کی حمایت کرتے ہیں:

> ''(نعت کو) عام مدحیہ شاعری کا جزو خیال کرنا اور اس کے پیمانوں سے ماپنا اس فنِ شریف سے انصاف نہ ہوگا۔ یہی تقاضا اُسے مدح سے برتر مقام دیتا ہے اور مدح کے عمومی نام سے مختلف اصطلاح کے استعمال کی دعوت دیتا ہے، وہ اصطلاح جو بلند تر بھی ہے اور اس صنفِ خاص کے لیے موزوں تر بھی۔ اس لیے ذاتِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حوالے سے جو مدح نگاری ہوئی اُسے ''نعت'' کا امتیازی نام دیا گیا ہے۔'' ۲۸

نعت سے متعلق بعض اہم توضیحات:

(۱) پچھلے صفحات میں لفظ نعت کی لغوی وضاحت میں درج کیا جا چکا ہے کہ یہ لفظ چونکہ جسم وجسد کے کسی محل کی توصیف سے مخصوص ہے اور اللہ تعالیٰ جسم رکھنے سے پاک ہے لہٰذا اس لفظ کو اللہ تعالیٰ کی حمد کے طور پر استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ تاج العروس کا یہ حوالہ گزر چکا ہے۔

" فاللّٰہ تعالیٰ یوصف ولا ینعت" ۲۹ یعنی ___ اللہ تعالیٰ کا وصف بیان کیا جاتا ہے، نعت بیان نہیں کی جاتی۔

(۲) ''نعت'' کا لفظ لغت کا عام لفظ نہیں رہا بلکہ ایک مخصوص دینی وادبی اصطلاح کی حیثیت سے رائج ہے۔ اپنی معنویت اور وسیع وقدیم تاریخ کے پیشِ نظر اس کا اطلاق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مخصوص ہو چکا ہے۔ ادبی حوالے سے ایک صنف کے طور پر اس کا استعمال حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفت وثنا کے ساتھ خاص ہے، کسی دوسرے کے لیے اس کا استعمال درست نہیں۔ ماضی (یا زمانہ حال) میں کسی نے اگر اس اصطلاح کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بجائے کسی دیگر کے لیے استعمال کیا ہے، تو اُسے قبول نہیں کیا گیا، اسی لیے یہ کسی اور کے لیے رائج نہیں ہوسکا، مثلاً سیّد ضیاء الدین دہشیری نے ایک کتاب بعنوان ''نعتِ حضرتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم در شعرِ فارسی'' لکھی۔ اس کے دیباچے میں اُن کی زیرِ ترتیب کتاب ''نعت امیر المومنین علیؑ در شعرِ فارسی'' کا بھی ذکر ملتا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کے ذہن میں نعت کا وہ جداگانہ مفہوم نہیں جو اُردو میں مروّج ہے بلکہ انہوں نے نعت کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور جناب امیر المومنین علیؑ دونوں کے ضمن میں وصفِ مطلق کے مفہوم میں برتا ہے۔ (۳۰) سیّد وحید الحسن ہاشمی کا بھی یہی خیال ہے، اُن کے بقول:

> ''اس کتاب کے عنوان ہی سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف کے ذہن میں وہ تصور نہیں جو اُردو شعراء کے اذہان میں پایا جاتا ہے۔'' ۳۱

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بجائے کسی دوسرے کے لیے اس لفظ کے استعمال کی مثال ماضی میں ایک جرمن شاعر فرانسوا گاٹلیب کوین (پیدائش ۱۷۷۷ء) کی مثنوی ''عشق افزا'' میں ملتا ہے۔ یہ اُردو شاعر عیسائی تھا اور اس نے مثنوی کے آغاز میں تیس اشعار پر مشتمل حمد لکھی۔ ڈاکٹر محمد باقر کی روایت کے مطابق: حمد کے بعد فرانسوا نے دوسرا عنوان یوں قائم کیا ہے: ''نعت سلطان الانبیاء حضرت عیسیٰ روح اللہ ذاتِ خدا'' اور اس عنوان کے تحت نثر میں چند سطور لکھنے کے بعد ۷ اشعر نعت کے لکھے ہیں۔ ۳۲

اس روش کو کسی نے قبول نہ کیا اور نعت کا لفظ بطور اصطلاح بدستور وصفِ محمود کے معانی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مخصوص رہا۔ عہدِ موجود میں ''استعارہ'' نامی ایک غیر معروف رسالے کے مدیر صلاح الدین پرویز نے سری کرشن کی تعریف میں ایک نظم لکھی جس کا عنوان

''نعت'' رکھا۔ جب ''استعارہ'' میں یہ نظم شائع ہوئی تو جیلانی کامران نے ماہنامہ ''علامت'' جولائی ۲۰۰۰ء کے ادبی زاویہ میں اس نظم کے عنوان کی تعریف کی' جبکہ مبین مرزا نے لفظ نعت کے اس استعمال کو ادبی بددیانتی کے علاوہ مذہب کے حوالے سے بھی گستاخی جانا اور نعت رنگ کراچی نمبر ۱۱ (مارچ ۲۰۰۱ء) کے شمارے میں اس پر سخت گرفت کی اور پرویز نیز جیلانی کامران کی تحریروں کو قابل مذمت قرار دیا۔

شفقت رضوی نے ''نعت رنگ کا تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ'' میں مبین مرزا کے نقطۂ نظر کی حمایت کی اور قرار دیا کہ جب لفظ نعت ایک ادبی اصطلاح ہے تو اس کا استعمال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی کے لیے نہیں ہوسکتا۔ انہوں نے صلاح الدین پرویز جیسے لوگوں کی تحریروں کا نوٹس ہی نہ لینے کا مشورہ بھی دیا۔۳۳؎

اگرچہ راقم الحروف کی رائے میں ایسی حرکت کا بروقت نوٹس لیا جانا چاہیے تا کہ سعدی کے لفظوں میں ''عادت نہ شود و دیہہ خراب نہ گردد''۔ بہر حال اُردو میں نعت کا لفظ اپنے مخصوص اصطلاحی مفہوم کے سوا کسی اور کے لیے استعمال نہیں کیا جاتا' نہ ایسے استعمال کو کوئی درست مانتا ہے۔

۳۔ منظوم کلام کے نعتیہ ہونے کیلئے ضروری ہے کہ ہر شعر کا مجموعی تاثر ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف واضح اشارہ کرے۔ ممتاز حسن کے لفظوں میں:

''میرے نزدیک ہر وہ شعر نعت ہے جس کا تاثر ہمیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے قریب لائے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح ہو یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب کیا جائے۔''۳۴؎

ممکن ہے کہ کسی منظوم کلام کا عنوان بظاہر نعت یا اس کے متعلقات سے کوئی نسبت نہ رکھتا ہو' لیکن اس کے بطن میں نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہو' مثلاً علامہ اقبالؒ کی بہت سی نظمیں یا اُن کے اقتباسات ایک خاص حوالے سے نعت کے ذیل میں آتے ہیں، حالانکہ ان کے عناوین کا کوئی معنوی تلازمہ بظاہر ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ نہیں کرتا۔ اس ضمن میں شکوہ، جوابِ شکوہ اور ذوق و شوق جیسی نظمیں دیکھی جاسکتی ہیں' گویا نظم کے ماتھے پر لکھا گیا عنوان' دلیل نہیں۔ کسی کلام کے نعت ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کلام کا مجموعی تاثر ہی دے گا۔ اس کی وضاحت کے لیے دو مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) بہت سی غزلیں کلی یا جزوی طور پر نعت ہوتی ہیں حالانکہ اُن پر عنوان غزل ہی کا لکھا ہوتا ہے۔ غالب کی ایک غزل کا مطلع ہے:

قسمت کھلی ترے قد و رُخ سے ظہور کی ۔۔۔ منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی

اگرچہ اس پر نعت کا عنوان چسپاں نہیں لیکن ذرا سا غور کریں تو تجلی، نور اور ظہور کے الفاظ رہنمائی کرتے ہیں کہ اس شعر کا اطلاق صرف حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہی ہوسکتا ہے۔ عزیز احسن نے بڑے پتے کی بات لکھی: ''اُردو غزل کے مطلع کے طور پر جو ایک شعر غالب سے ہوا ہے، وہ اتنا بھرپور اور بھاری بھرکم ہے کہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس سے بہتر شعر شاید ہی کوئی ہو۔''۳۵؎

اب ایک ایسی نعت کا مطلع دیکھیے' جس پر نعت کا عنوان درج ذیل ہے:

گھر گھر میں رقص عام ہے، جھنکار دیکھ لو ۔۔۔ دراصل ہیں یہ حشر کے آثار دیکھ لو۳۶؎

یہ شعر نعتیہ تاثر کا کوئی پہلو نہیں رکھتا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ نعت کو نعت' عنوان ہی نہیں بلکہ اس کا نفس مضمون اور اس کا مجموعی تاثر بناتا ہے۔

(۴) لفظ ''نعت'' اصل حالت میں یا کسی اشتقاقی شکل میں قرآن مجید میں کہیں استعمال نہیں ہوا۔۳۷؎

احادیث رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وصفِ مطلق کے معانی میں متعدد جگہ استعمال ہوا ہے۔ المعجم لالفاظ الحدیث النبوی میں وہ احادیث جمع کردی گئی ہیں جن میں نعت کا لفظ کسی بھی اشتقاقی حالت میں استعمال ہوا ہے۔۳۸؎ ان احادیث میں نعت کا لفظ عموماً اشیاء کے وصفِ مطلق کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔ ادویات وغیرہ کے خواص کے معانی میں بھی اس لفظ کا استعمال ان احادیث میں موجود ہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وستائش پر مبنی معانی میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔

(۵) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وثنا کے معانی میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ کے زمانے میں سب سے پہلے یہ لفظ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے استعمال فرمایا۔ حضرت علیؓ کے اس قول مبارک کی طرف سیّد رفیع الدین اشفاق اور ڈاکٹر ریاض مجید نے بھی اشارہ کیا ہے اور راجا رشید محمود نے بھی پورا قول مبارک درج کیا ہے:

"من راه بداهته هابه و من خالطه معرفة احب يقول ناعته لم ارقبله و لا بعده مثله صلی اللّٰه عليه وسلم"

یعنی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اچانک دیکھ لیتا' ہیبت کھا جاتا، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتا اور واقف ہو جاتا آپ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ چاہنے لگتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق بیان کرنے والا بس یہی کہتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا نہ پہلے کبھی گزرا نہ بعد میں کوئی ہوگا۔۳۹

(۶) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیاتِ مبارکہ سے قبل بھی اس لفظ کا استعمال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وثنا کے معانی میں ملتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل یہود ونصاریٰ تورات وانجیل میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ کو لکھا ہوا پاتے تو اسے نعت کے مفہوم سے تعبیر کرتے بلکہ سیّد ریاض حسین شاہ کے بقول اس لفظ کو خاص قرار دیتے:

''۔۔۔سنن دارمی۔۔۔ کیف تجد نعت رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم فی التوراۃ لکھ کر لفظ نعت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ خاص قرار دیا۔''۴۰

سنن دارمی کا یہی حوالہ ڈاکٹر ریاض مجید اور راجا رشید محمود نے بھی پیش کیا کہ یہود ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے پہلے اللہ کے حضور اس طرح دُعا مانگا کرتے تھے:

"اللهم انصرنا بالنبی المبعوث فی آخر الزمان الذی نجد نعته وصفته فی التوراة

''یعنی اے اللہ! ہماری مدد فرما! اُس نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے جو آخر زمانہ میں بھیجے جائیں گے، جن کی نعت اور صفت ہم تورات میں پاتے ہیں۔''۴۱

اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہود جب تورات میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت وشان پاتے تو اسے نعت کہتے۔

(۷) نعت کے مآخذ ومنابع محرکات، آداب اور موضوعات پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ یہاں انتہائی اختصار کے ساتھ محض اہم اشارات درج کئے جاتے ہیں۔

(الف) مآخذِ نعت

۱۔ قرآن مجید

۲۔ ذاتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلقات ومناسبات جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے مبارکہ

☆ اوصافِ حمیدہ

☆ خصائص عظیمہ

☆ برکاتِ نافعہ

☆ سیرتِ مقدسہ اور احادیثِ شریفہ نیز منسوبات کریمہ (جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شہر ولادت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضۂ کریمہ وغیرہ)

۳۔ اسلامی ادب خصوصاً منثور ومنظوم کاوش ہائے محامدِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(ب) محرکاتِ نعت

۱) سنت خلاقِ عالم جل شانہ، (توصیف مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام کا دائمی اہتمام) پر عمل کا جذبہ

۲) مومن کا ایمان، عقیدہ اور عقیدت

۳) حبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۴) حصولِ ثواب ورحمت وشفاعت

۵) ذاتی واجتماعی مسائل کے حل کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ کریمہ میں استغاثہ

۶) دینی محافل (جلسہ ہائے میلاد وسیرت ونعت خوانی وسماع نیز نعتیہ مشاعرے

۷) جرائد ورسائل (خصوصاً نعتیہ ادب پر مشتمل رسائل)

۸) جدید برقی ذرائع ابلاغ ومعلومات (جیسے ریڈیو، ٹی وی، ڈش، کمپیوٹر، ٹیپ ریکارڈر، وغیرہ)

۹) مطالعہ سیرت نعتیہ ادب

۱۰) جذبہ اصلاح وخیر

۱۱) پاکیزہ تمنائیں (جیسے شوقِ زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرزوئے حاضری مدینہ وغیرہ)

۱۲) ترغیبات بزرگانِ دین (صوفیاء وعلماء کا طرزِ عمل نیز ان کی نعت پسندی)
۱۳) بخشش ونجات جوئی
۱۴) فیوضِ درود وسلام
۱۵) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذاتی شرف (خصوصاً اُن کی سیرت پاک کے غیر متعصبانہ مطالعے سے غیر مسلموں کی نعت گوئی) وغیرہ۔

(ج) موضوعاتِ نعت

سادہ ترین اور مختلف ترین لفظوں میں نعت چونکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصاف حمیدہ پر مشتمل بیان ہے لہٰذا ہر وہ بیان (فقرہ یا شعر) نعت کا موضوع ہے جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف وثنا کا کوئی پہلو موجود ہو۔ سہولت کے لیے ہم نعت کے موضوعات کو بعض ذیلی عنوانات میں تقسیم کر سکتے ہیں:

(الف) تذکارِ ذاتِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسے

i آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حلیہ اور سراپا مبارک کا بیان۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسن ظاہر وباطن کا ذکر
ii آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصاف وعادات کریمانہ جیسے حلم، حکمت، عفو ودرگزر وغیرہ کا بیان
iii آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذاتی شرف، اولیات وتخصصات نیز عظمت وشان کا بیان

(ب) تذکرہ حیات سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی مبارک کے مکمل یا بعض سوانح کا بیان جیسے سیرت کی منظوم کتب، غزوات پر مشتمل منظوم کتب، میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، معراج شریف کا بیانِ منظوم، تمام نور نامے، معجزات نامے، وفات نامے وغیرہ اسی ذیل میں آجاتے ہیں۔

(ج) تذکارِ خصائص کبریٰ جیسے آپ کا حبیب اللہ ہونا، معراج کی شان، رحمۃ للعالمین ہونا، شفیع روزِ جزا ہونا، مقامِ محمود پر فائز ہونا، ساقی حوضِ کوثر ہونا وغیرہ۔

(د) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اظہارِ عقیدت ومحبت۔۔۔ دل میں موجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت جدائی میں کیفیاتِ روح ودل، دوری مدینہ منورہ اور غمِ ہجراں وغیرہ کا بیان۔

(ہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قربیٰ سے (آپ کی نسبت کی بدولت) اظہارِ عقیدت

(و) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مناسبات ومتعلقات کا احترام اور اُن سے اظہارِ عقیدت والفت جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مولد مبارک، مرقد مبارک، روضہ مبارک، روضہ مبارک کی مقدس جالیوں، صفۂ مسجد نبوی کی جملہ جزئیات اور ریاض الجنہ کے مختلف مقامات جیسے محراب نبوی، مختلف اُستوانوں خصوصاً مواجہ شریف، قدمین شریفین سے ملحق جگہ، مقصورہ شریف کی ایک ایک چیز، یہاں کے قالینوں، فانوسوں تک کا بیان، مدفنِ مبارک کے گنبدِ اخضر کا ذکر، یہاں کے کبوتروں، زائروں اور خادموں کے شرف کا بیان، شہرِ مدینہ اور اس کی فضاؤں کا بیان، مدینہ منورہ کی آب وہوا اور گرد وغبار بلکہ ذرات تک کا ذکر۔۔۔ غرض جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منسوب ہوئی وہ نعت کا موضوع بنی۔

(ز) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات واحادیث کا بطور تلمیح استعمال یا اُن کے منظوم ترجمے کا عمل، (جیسے چہل احادیث یا خطبہ حجۃ الوداع کا منظوم ترجمہ وغیرہ نیز نعتیہ مضامین پر مشتمل قرآنی آیات کا منظوم ترجمہ)

(ح) دیگر زبانوں کی عظیم نعتیہ تخلیقات کے منظوم ترجمے کا عمل۔ (جیسے قصیدہ بُردہ شریف کے تراجم۔ عربی، فارسی سمیت دیگر زبانوں کی شاہکار نعتیہ تخلیقات کو اُردو میں منظوم صورت میں پیش کرنے کے وسیع امکانات ہیں۔)

(ط) درود وسلام کے مختلف صیغوں نیز فضائل واثرات پر مشتمل بیان۔

(ی) بارگاہِ نبوت میں استغاثہ۔

i ذاتی مسائل ومصائب (جیسے بیماری، پریشانی، خوف وغیرہ کی تکالیف کو بیان کر کے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نگاہِ لطف وعنایت کی التجا)
ii ملی واجتماعی زبوں حالی اور قومی افتراق وانتشار کے خاتمہ کے لیے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور التجائے دعا اور نظرِ کرم کی درخواست۔
iii عالمی حالات کے پیشِ نظر عالمگیر امن کے قیام اور آفاقی اقدار کے استحکام کے لیے وجہِ تخلیقِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں چارہ سازی کی فریاد۔

(ک) کائنات کی ہر چیز، جس کے حوالے سے تلازمہ، خیال ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جوڑا جا سکے (جیسے چاند کا اشارۂ انگشت سے دو پارا ہونا، سورج کا پلٹنا، کہکشاؤں اور ستاروں کا سفرِ معراج کی دھول بننا، درختوں کا چل کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آنا، استنِ حنانہ کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فراق میں رونا، مدینے کے ذروں کا رشکِ جلوہ ہائے طور ہونا، مدینے سے ہو کر آنے والی ہواؤں میں خوشبوئے مدینہ کا محسوس ہونا، آنکھوں کا کشکولِ زیارت بننا، دل پر نعلینِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کندہ ہونے کا تصور۔۔۔وغیرہ وغیرہ)۔۔۔غرض نعت کے موضوعات ان گنت بھی ہیں اور لافانی بھی۔ یہ سلسلہ صرف اس ظاہری دُنیا تک ہی پھیلا ہوا نہیں بلکہ قبر، حشر، جنت اور آخرت کے تمام معاملات تک پھیلا ہوا ہے۔ مثلاً قبر میں آپ سے متعلق نکیرین کا سوال، میدانِ قیامت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعتِ کبریٰ آپ کا مقامِ محمودُ جنت الفردوس میں آپ کی بے حد و کنار شانیں اور آپ پر رب کریم کی بے حصار و شمار رحمتیں نیز آپ پر درود و سلام کا غیر فانی وابدی سلسلہ وغیرہ یہ بھی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خصوصی شان ہے کہ نعت کے ایک مضمون کو ایک لاکھ شاعر منظوم و موزوں کریں تو ہر ایک کا انداز جدا ہوگا۔ شاعر کا علم، عمر، تجربہ، شعری مہارت اور سب سے بڑھ کر ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ذاتی لگاؤ جس سطح کا ہوگا، شاعر کا نعتیہ کلام بھی اُسی سطح کے سانچے میں ڈھلا ہوا ملے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ان گنت شاعروں کی ان گنت نعتیں اپنی اپنی جگہ انفرادیت رکھتی ہیں۔ جب صرف ایک موضوع ان گنت شعراء کے ہاں ان گنت شکلوں اور پیرایوں میں ظہور پذیر ہوتا ہے تو نعت کے جملہ موضوعات کا احاطہ کون کر سکتا ہے۔ اگر شاعر کا جذبہ صادق ہو اور اُسے فنی مہارت بھی حاصل ہو تو وہ کائنات کے ذرے ذرے، قطرے قطرے اور موج موج کو نعت کا موضوع بنا سکتا ہے۔ یہ دراصل فرمانِ خداوندی ورفعنالك ذكرك کا ایک مظہر ہے اور اس فرمان کے دیگر ان گنت اور غیر مختتم مظاہر کا شمار انسان کے بس کی بات نہیں۔

نعت اور تخلیقِ کائنات

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت اور کائنات کی تخلیق کے ارادے کا سلسلہ بیک وقت شروع ہوا۔ کائنات کی تخلیق سے پہلے اللہ کی ذات چھپا ہوا خزانہ تھی۔ اللہ کو اس امر سے محبت ہوئی کہ وہ پہچانا جائے، چنانچہ اُس نے اپنی پہچان کے لیے خَلق کو پیدا کیا جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔

"کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق"[۴۲]

اس فرمانِ قدسی سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ تخلیق کا اصل سبب "فَاَحْبَبْتُ" (پس مجھے محبت ہوئی) ہے۔ تخلیق کے اس عمل میں جسے سب سے پہلے پیدا کیا گیا، یقیناً وہی اس محبت کا حقیقی مصداق ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے مشہور حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ اس طرح تحریر کی ہے: عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر فدا ہوں، مجھ کو خبر دیجیے کہ سب اشیاء سے پہلے، اللہ نے کون سی چیز پیدا کی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"یا جابر ان اللہ تعالی خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ"

اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (نہ بایں معنی کہ نورِ الٰہی اس کا مادہ تھا، بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرتِ الٰہیہ سے، جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا، سیر کرتا رہا اور اُس وقت نہ لوح تھی، نہ قلم تھا اور نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ تھا، اور نہ فرشتہ تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا اور نہ انسان تھا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا، اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش۔۔۔آگے حدیث طویل ہے۔ اس حدیث سے نورِ محمدی کا اوّل الخلق ہونا باوّلیت، حقیقیۃ ثابت ہوا۔"[۴۳]

مولانا اشرف علی تھانوی نے طوالت کے پیشِ نظر اس حدیث مبارکہ کا اتنا ہی ترجمہ دیا ہے۔ بقیہ حدیث پاک کے کچھ حصے کا ترجمہ صوفی محمد انور قادری نے یوں تحریر کیا ہے:

"پھر چوتھے حصے کے چار حصے کیے، پہلے سے عرش کو اٹھانے والے، دوسرے سے کرسی کو، تیسرے سے فرشتوں کو، پھر چوتھے کے چار حصے کیے۔ پہلے سے آسمانوں کو، دوسرے سے زمینوں کو، تیسرے سے دوزخ اور جنت کو۔ پھر چوتھے کے چار حصے کیے، پہلے سے ایمان والوں کی نگاہوں کا نور بنایا، دوسرے سے اُن کے دلوں کا نور بنایا، تیسرے حصے سے اُن کی زبانوں کا نور بنایا۔ ایک حصہ جو باقی تھا کبھی رکوع کرتا رہا، کبھی سجود کرتا رہا، کبھی ستارے میں رہا۔ یہ بیان بہت لمبا ہے حتیٰ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں رکھا گیا، جس کا پشت

بہ پشت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے گھر ظہور ہوا۔" ۴۴

مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی کے بقول:

"(نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ایک نورِ عظیم کی شکل میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں چمکتا تھا، پھر وہ صلب آدم علیہ السلام سے حضرت حوا علیہا السلام کے رحم میں منتقل ہوا۔ وہاں سے پھر شیث علیہ السلام کی صلب میں اور اسی طرح پاک و مقدس لوگوں کے اصلاب سے نیک و پاک بیبیوں کے ارحام میں منتقل ہوتا رہا' پھر ان پاک ارحام سے نیک و پارسا اصلاب میں آتا رہا، اور وہ نور پیشانی در پیشانی منتقل ہوتا رہا' یہاں تک کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب تک نوبت پہنچی۔" ۴۵

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اوّل الخلائق ہونے کے علاوہ وجہ وغایت آفرینش بھی ہیں۔ ایک حدیث قدسی کے مطابق:

"لولاک لما خلقت الافلاک" ۴۶

یعنی اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ ایک اور روایت کے مطابق اپنا رب ہونا ظاہر نہ کرتا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ ایک مکتوب میں کنت کنزاً مخفیاً۔۔۔ کی حدیث لکھنے کے بعد رقم طراز ہیں:

"اوّل چیزے کہ ازاں گنجینہء مخفی برمنصۂ ظہور آمد، حُب بودہ است کہ سببِ خلقِ خلائق گشتہ، اگر ایں حُب نمی بود در ایجاد نمی کشود وعالم در عدم راسخ و مستقرمی بود سرحدیثِ قدسی لولاک لما خلقت الافلاک را کہ درشانِ خاتم الرّسل واقع است علیہ و علیھم الصلوات والتسلیمات ایں جاباید جست و حقیقت لولاک لما اظھرت الرّبوبیۃ را دریں مقام باید طلبید۔" ۴۷

"سب سے پہلی چیز جو اس مخفی خزانہ سے ظہور کے تخت پر جلوہ گر ہوئی وہ محبت تھی جو کہ مخلوقات کی پیدائش کا سبب ہوئی۔ اگر یہ محبت نہ ہوتی تو ایجاد کا دروازہ نہ کھلتا۔ حدیث قدسی لولاک لما خلقت الافلاک جو کہ خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں واقع ہے، کا راز اس جگہ سے معلوم کرنا چاہیے اور لولاک لما اظھرت الرّبوبیۃ (اگر تو نہ ہوتا تو میں ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا) کی حقیقت کو اس مقام میں تلاش کرنا چاہیے۔" ۴۸

علامہ احمد بن محمد قسطلانی نے بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصل و مقصود کائنات ہونے کی ایک روایت بیان کی ہے:

جبکہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، اُن کو الہام کیا، انہوں نے پوچھا اے میرے ربّ تو نے میری کنیت کس لئے ابو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) رکھی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم علیہ السلام! تم اپنا سر اُٹھاؤ، آدم علیہ السلام نے اپنا سر اُٹھایا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور سرادق عرش میں دیکھا، آدم علیہ السلام نے پوچھا، اے ربّ یہ کیا نور ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اُس نبی کا نور ہے جو تمہاری ذرّیت سے ہے۔۔۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوتے تو میں نہ تم کو پیدا کرتا اور نہ زمین کو۔" ۴۹

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صفاتی نام مبارک "اوّل" کی توجیہہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"۔۔۔ یہ امر کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسمِ صفت اوّل کیسے ہے؟ تو یہ اوّلیت اسی بنا پر ہے کہ:

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تخلیق موجودات میں سب سے اوّل ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

"اوّل ما خلق اللّٰہ نوری" (اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو وجود بخشا۔)

(۲) یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مرتبہء نبوت میں بھی اوّل ہیں، چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

"کنت نبیا و ان آدم لمنجدل فی طینتہ" (میں اُس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم اپنے خمیر میں ہی تھے)

(۳) یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی روزِ میثاق سارے جہان سے پہلے جواب دینے والے تھے، چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا:

"الست بربکم" (کیا میں تمہارا ربّ نہیں)"قالو ابلیٰ" (سب نے کہا ہاں)

(۴) یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں' چنانچہ فرمایا:

"واوّل من امن باللّٰہ و بذالک امرت و انا اوّل المومنین"

اللہ جل جلالہٗ پر جو سب سے پہلے ایمان لائے اور اسی کے حکم کی تعمیل کی، اُن میں سے سب سے پہلے مومن میں ہوں۔ ۵۰

قرآن مجید میں بھی اللہ کریم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوّل المسلمین ہونے کا ذکر کیا ہے؟

"قل ان صلاتی و نسکی و محیالی و مماتی للّٰہ رب العلمین لاشریک لہ و بذالک امرت و انا اوّل المسلمین" ۵۱

آپ فرما دیجئے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو سب جہانوں کو پالنے والا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں اور اُسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ نے ایک حدیث قدسی نقل کی ہے:

"یا محمد انا و انت وما سواک خلقت لاجلک" ۵۲

یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علاوہ ہے اُسے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے پیدا کیا ہے۔

مندرجہ بالا شواہد سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

(الف) عالم ما کان و مایکون کی آفرینش کا اصل سبب یہ حُب ہے کہ اللہ پہچانا جائے اپنی پہچان کے لیے اللہ نے سب سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور کو پیدا کیا اور اس نور کو کائنات کی ہر شے کا مبداء بنایا۔

(ب) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اوّل الخلائق اور اوّل المسلمین ہیں۔

(ج) اگر اللہ تعالیٰ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پیدا فرمانے کا قصد نہ کرتا تو کائنات کی کسی چیز کو پیدا نہ کرتا۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تخلیق کائنات کی غایت اولیٰ ہیں۔

(د) اللہ نے سرادق عرش پر آپ کا نور مبارک رکھا اور اعلان فرمایا کہ سب کچھ اُن کی خاطر پیدا کیا گیا۔ گویا روز ازل ہی سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح وثنا اور توصیف و نعت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ہر مخلوق چونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سبب سے پیدا ہوئی ہے لہٰذا وہ اپنے ہونے میں اپنے خالق حقیقی یعنی اللہ کریم اور سببِ حقیقی یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی احسان مند ہے، یہی وجہ ہے کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ جہاں، زبانِ حال سے اپنے خالق و مالک کی حمد و تسبیح کرتا ہے وہاں اپنے سبب حقیقی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود وسلام بھی بھیجتا ہے۔ یہ دراصل فرمانِ خداوندی "ور فعنالک ذکرک" کا عملی مظہر ہے اور یہی نعت کا سرمدی جواز اور اساسی مضمون بھی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازلی و ابدی محبوبیت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوبیاں، شانیں اور عظمتیں بے حدّ و کنار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسمِ گرامی "محمد" صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے۔ امام راغب اصفہانی نے المفردات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسمِ مبارک کا معنی لکھا ہے:

"محمد: اذا کثرت خصاله المحمودة" ۵۳

یعنی "محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم" اُسے کہتے ہیں جس کی قابلِ تعریف عادات بہت زیادہ ہوں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں۔ آپ نے اپنے حبیب اللہ ہونے کا اعلان خود فرمایا ہے:

"الا وانا حبیب اللّٰہ ولا فخر و اناحامل لواء الحمد یوم القیامة ولافخر واناوال شافع واول مشفع یوم القیمة ولا فخر وانا اول من یحرحلق الجنة فیفتح اللہ لی فیدخلنیھا و معی فقراء المومنین ولا فخر وانا اکرم الاولین والاخرین ولافخر" ۵۴

ترجمہ: ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کے پاس سے گزرے، جو آپس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلیل اللہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روح اللہ ہونے کی باتیں کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن سے فرمایا، خبردار! اور میں اللہ کا حبیب ہوں اور (یہ بات) فخر سے نہیں کہتا اور میں قیامت کے دن حمد کا علَم اُٹھانے والا ہوں اور فخر سے نہیں کہتا اور میں قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور وہ ہوں جس کی شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی اور فخر سے نہیں کہتا اور میں ہی سب سے پہلے جنت

کے حلقے کو ہلاؤں گا، پس اُسے اللہ تعالیٰ میرے لیے کھولے گا اور مجھ کو اس میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ فقرا مومنین کو بھی اور میں فخر سے نہیں کہتا اور میں تمام پچھلوں اور اگلوں کا مکرم ہوں اور فخر سے نہیں کہتا۔

"انا حبیب اللّٰہ و معی لواء الحمدیوم القیمة و ان وعدنی فی امتی و اجارهم من ثلث لا یمسهم سنة ولا یستاملهم عدو ولا یجمعهم علی ضللة"۵۵ے

ترجمہ: میں حبیب اللہ ہوں، قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے میری اُمت کے متعلق وعدہ کر رکھا ہے اور تین باتوں سے اُس کو بچایا ہے، عام قحط اُن پر نہیں آئے گا، کوئی دشمن اس کو جڑ سے نہ اکھیڑ سکے گا اور اُن کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے بھی حبیب ہیں اور ہر صاحبِ ایمان کے بھی حبیب ہیں کیونکہ جب تک کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دُنیا و مافیہا کی ہر شے سے زیادہ محبوب نہ جانے، مومن نہیں ہوسکتا۔

لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ وَفِی روایة فَوَالَّذِی نَفْسِیْ بِیَدِہٖ ۵۶ے

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا) تم (مسلمانوں) میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے (ماں) باپ، اُس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اور ایک روایت میں ہے (کہ فرمایا) قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ (اس کے بعد بیان کی گئی حدیث شریف کے الفاظ ہیں۔)

اس حدیث پاک کی رُو سے محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لازمہ ایمان ہے۔ قرآن مجید میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبوبیت کا ذکر بڑے دلکش پیرائے میں ہوا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۵۷ے

ترجمہ: (اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ اہل اسلام سے) فرمادیں اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع (فرماں برداری) کرو، اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے لئے تمہارے گناہ بھی معاف کردے گا، اور اللہ بڑا بخشنے والا بے حد مہربان ہے۔

اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ جو بھی اللہ سے محبت کرنا چاہے وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اللہ (جس سے محبت کرنا مقصود ہے، وہ خود) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیروکار سے محبت کرنے لگتا ہے۔ گویا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تابع اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔ جس محبوب کی محض اتباع کرنے سے دوسرے لوگ اللہ کے محبوب بن جائیں، وہ ذاتِ کریم خود محبوبیت کے کس عظیم درجے پر فائز ہوگی! اس آیت سے کھل کر ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔

قرآن کریم کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ قرآن مجید کی سورت سورت، ورق ورق اور آیت آیت سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبوبیت ظاہر ہوتی ہے۔ یہ مضمون بے حد طویل ہے لیکن محض چند مظاہر محبت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے کچھ قرآنی آیات پیش ہیں۔

(الف) اللہ کریم نے اہل ایمان کے لیے اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کو بھی لازمی قرار دیا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۵۸ے یعنی اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ بلکہ رسول کا حکم ماننے کو اپنی اطاعت قرار دیا۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۵۹ے یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی بے شک اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔

(ب) اللہ کریم نے (۱) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بولنے کو اپنی وحی قرار دیا (۲) اُن کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ اور (۳) (میدانِ بدر میں) اُن کے کنکریاں پھینکنے کو اپنا فعل بتایا:

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۶۰ے وہ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے، وہ تو نہیں ہے مگر وحی، جو نہیں کی جاتی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۶۱ے بے شک وہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیعت کرتے ہیں، بے شک وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ۶۲ے اور (وہ کنکریاں) آپ نے نہیں پھینکی تھیں جب آپ نے پھینکی تھیں بلکہ وہ تو اللہ نے پھینکیں۔

(ج) قرآن مجید میں اللہ کریم نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو انتہائی معزز، محبت بھرے اور منفرد ترین انداز سے مخاطب کیا۔ اگرچہ دیگر انبیائے کرام کو اُن کے ذاتی نام کے ساتھ مخاطب کیا لیکن اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قرآن مجید میں کہیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ

وسلم کے ذاتی نام "محمد" یا "احمد" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ مخاطب نہیں فرمایا۔ تخاطب کا یہ اُصول و اُسلوب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی تعظیم وتکریم کو ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً

قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُم بِأَسْمَائِهِمْ ۶۳ اللہ نے فرمایا، اے آدم! ان (فرشتوں) کو ان (اشیاء) کے نام بتاؤ۔

قَالَ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۶۴ فرمایا، اے نوح! بے شک وہ (تیرا بیٹا) تیری اہل میں سے نہیں۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ ۶۵ اور اے موسیٰ! یہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟

یونہی دیگر معزز ہستیوں سے خطاب ذاتی نام کے ساتھ ہے۔ قرآن پاک سے ثابت ہے کہ پہلے انبیائے کرام کے پاس فرشتے آتے تو وہ بھی انہیں ذاتی نام لے کر بلاتے جیسے فرشتوں نے لوط علیہ السلام کو اُن کے ذاتی نام سے یا لوط کہہ کر بلایا۔ (۶۶) حضرت مریم علیہا السلام، جو خود تو نبی نہیں تھیں، البتہ ایک جلیل القدر نبی کی والدہ ماجدہ اور ولایت کے عظیم درجے پر فائز تھیں کو بھی فرشتوں نے یا مریم کہہ کر بلایا۔ (۶۷) بلکہ پہلے زمانوں کی اقوام اپنے نبیوں کو بھی اُن کے ذاتی نام سے مخاطب کرتی تھیں مثلاً حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے یٰصٰالح (۶۸) حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے یٰشُعَیب (۶۹) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے یٰمُوسیٰ (۷۰) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے انہیں یٰعِیسیٰ (۷۱) کہہ کر مخاطب کیا۔ ان آیات قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ:

> "پہلے ندا اور تخاطب کا ذریعہ، ذاتی نام ہی بنایا جاتا تھا۔ یہی خدا کا انداز تھا، یہی ملائکہ کا طریقہ اور یہی سابقہ اقوام کا دستور تھا، لیکن جب اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باری آئی تو ربّ العزت نے اپنا انداز عام بدل لیا۔ سارے قرآن مجید میں کہیں بھی اللہ نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذاتی نام سے مخاطب نہیں کیا۔ کہیں مخاطب کیا بھی ہے تو آپ کے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ القاب استعمال فرمائے۔" ۷۲
>
> يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۷۳
>
> (اے رسول! پہنچا دیں جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ربّ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اُترا۔)
>
> يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۷۴

(اے نبی! اللہ آپ کو اور مومنین میں سے آپ کے پیروکاروں کے لیے کافی ہے) يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۞ (اے کپڑوں میں لپٹنے والے)

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۞ (اے چادر اوڑھنے والے۔) یٰسٓ ۞ (اے سردار۔)

ان القاب و آداب سے مخاطبت کے باعث نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی تعظیم وتکریم ظاہر ہوتی ہے۔

(د) اللہ کریم اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کے خلاف کسی کو سوچنے کی بھی اجازت نہیں دیتا، یوں اُن کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرنے کا حکم دیتا ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۷۸

ترجمہ: آپ کے ربّ کی قسم، یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس کے جھگڑوں میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مانیں، پھر آپ جو بھی فیصلہ کر دیں اس کے متعلق اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اسے (آپ کے فیصلے کو) یوں تسلیم کریں جیسے تسلیم کرنے کا حق ہے۔

(ہ) خالق اکبر، مالک و رازق مطلق ہونے کے باوجود اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کو مدِ نظر رکھتا ہے مثلاً

i اُن کی خواہش پر قبلہ تبدیل کر دیتا ہے۔

قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۷۹

ترجمہ: ہم دیکھ رہے ہیں آپ کا آسمان کی طرف بار بار منہ کرنا، ہم ضرور اس قبلے کی طرف آپ کو پھیر دیں گے جس میں آپ کی خوشی ہے، پس آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دیں۔ اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو، اپنا چہرہ اُسی (قبلے) کی طرف کرو۔

ii وہ انہیں راضی کرنے کا وعدہ کرتا ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۸۰

ترجمہ: اور بے شک قریب ہے کہ آپ کو آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم راضی ہو جائیں گے۔

(و) اللہ کریم اپنے بعض اُمور کا ذکر بھی اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت سے کرتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں، محض دو درج ذیل ہیں:

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۸۱

ترجمہ: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے ربّ نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۸۲ ترجمہ: (آپ کہہ دیجئے وہ اللہ ایک ہے۔)

(ز) اللہ کریم اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خصوصی اعزازات کا خصوصی ذکر کرتا ہے، مثلاً:

عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۸۳

ترجمہ: قریب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ربّ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مقام محمود پر فائز فرمائے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۸۴ اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ بھیجا مگر رحمت (بنا کر) سب جہانوں کے لیے۔

وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ ۸۵ اور البتہ بعد والی (ہر گھڑی) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے پہلی سے بہتر ہے۔

اِنَّآ اعطینٰك الکوثر ۸۶ بے شک ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو الکوثر (خیر کثیر و حوضِ کوثر) عطا کیا۔

(ح) ربّ کریم اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعظیم و تکریم کا خصوصی حکم دیتا ہے۔ اُن کی بارگاہ میں حاضری اور تخاطب کے آداب خود بیان فرماتا ہے۔ اُن کے حضور ایسا لفظ بولنے کی اجازت نہیں دیتا جس کا کوئی معنی، قرینہ یا انداز ذم کے پہلو کا شائبہ بھی لیے ہوئے ہو۔ ان کی بارگاہ میں اونچی آواز میں بولنے کو اعمال کے ضائع ہونے کا سبب قرار دیتا ہے:

وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ۸۷ اور اس (رسول) کی عزت کرو اور توقیر کرو۔

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا ۸۸

(اے مسلمانو! تم) رسولؐ کے پکارنے کو ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم (آپس میں) ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۸۹

اے اہلِ ایمان! (حضور کریم کی بارگاہ میں کوئی بات عرض کرتے ہوئے) راعنا نہ کہو بلکہ یوں عرض کرو کہ ہم پر نگاہ فرمائیں اور (ان کے فرمان کو) پہلے ہی غور سے سنیں اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۹۰

اے اہلِ ایمان! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو اور ان سے چلا کر بات نہ کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ چلا کر بات کر لیتے ہو، کہ کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اس حال میں کہ تمہیں خبر (بھی) نہ ہو پائے۔

اللہ کریم نے انہیں کسی خاص گروہ یا ملک کے لیے رسول نہیں بنایا بلکہ تمام بنی نوعِ انسان کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۹۱

اور ہم نے آپ کو نہ بھیجا مگر رسول بنا کر تمام لوگوں کے لیے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کو بہترین نمونہ قرار دیا اور ان کے خلق کو عظیم فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۹۲

بے شک تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے۔

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۹۳

حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی ایمان کی ''نظر'' سے قرآن مجید میں غواصی کرے تو اسے ''حمہ قرآن در شانِ محمدؐ'' صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کیفیت محسوس ہوگی اور سارا قرآن صحیفۂ محبت نظر آئے گا۔ اللہ کریم نے آپ پر نازل ہونے والی کتاب ''قرآن مجید'' کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے، آپ کو لوگوں سے بچانے کا وعدہ کیا ہے اور آپ کو راضی کرنے کی نوید سنائی ہے نیز آپ کے ذکر کو خود بلند کر دیا ہے تاکہ کسی کو بھی کوئی شک نہ رہے:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ۹۴

اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر کو بلند کیا۔

چنانچہ کلمہ ہو یا اذان' نماز ہو یا حج کوئی بھی نوع عبادت و ذکر ہو اس میں اللہ کریم کے نامِ پاک کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامِ پاک بھی لیا جاتا ہے بقول علامہ اقبال

چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے رفعتِ شان ''رفعنا لک ذکرک'' دیکھے ۹۵

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت کا ایک مظہر درود و سلام بھی ہے۔ اللہ اور اس کے سب فرشتے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہمیشہ درود بھیجتے رہتے ہیں۔ مومنین کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ۹۶

جتنا درود و سلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھا گیا کسی اور پر نہ پڑھا گیا۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب قرآن سے زیادہ کوئی کتاب نہیں پڑھی گئی حجرِ اسود (جس کا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بوسہ لیا) سے زیادہ کوئی پتھر نہیں چوما گیا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامِ پاک سے زیادہ کوئی نام نہیں چوما گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازل سے اللہ کے محبوب ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ محبوبیت ابدالآباد تک ہے۔ آپ کی یہ ازلی وابدی محبوبیت محض کسی نظریے ہی کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صورت' سیرت اور فیوض وفضائل کی انتہائی خوبیوں اور عظمتوں سے نوازا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر اعتبار سے محبوبیتِ عظمیٰ پر فائز کیے گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صورت و سیرت میں تمام مخلوق سے حسین' بہتر اور عظیم تھے۔ بعض صحابہ نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراپا مبارک کو بیان کیا ہے' اس حوالے سے مولانا زکریا کاندھلوی شمائل ترمذی کی شرح میں لکھتے ہیں:

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال مبارک کو کما حقہ تعبیر کر دینا' یہ ناممکن ہے۔ نورِ مجسم کی تصویر کشی قابو سے باہر ہے لیکن اپنی ہمت و وسعت کے موافق حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کو ضبط فرمایا۔'' ۹۷

اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ کریم نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کی حقیقت مکمل طور پر لوگوں پر ظاہر نہیں کی۔ علامہ محمد طاہر القادری نے مطالع المسرات کی حدیث نقل کی ہے:

یا ابابکر والذی بعثنی بالحق لم یعلمنی حقیقة غیر ربی

اے ابوبکر! قسم ہے اس ذات کی' جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا' میری حقیقت میرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ نے آپ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو سراپا مبارک بیان فرمایا ہے' اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

''آپ متوسط قد تھے' بال قدرے خم دار تھے۔ آپ نحیف نہ تھے' آپ کا چہرہ مبارک بالکل گول نہ تھا بلکہ معمولی گولائی تھی.......... دونوں آنکھیں سیاہ' پلکیں دراز' ہڈیوں کے جوڑ موٹے' سینے سے ناف تک بالوں کی لکیر' ہاتھ اور پاؤں پُر گوشت تھے۔ جب چلتے تو قوت سے پاؤں اٹھاتے گویا کہ آپ پستی میں اتر رہے ہیں۔ جب متوجہ ہوتے پوری طرح متوجہ ہوتے۔ آپ کے کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی۔ آپ خاتم النّبیینؐ تھے .... گفتگو میں سچے اور کھرے' طبیعت کے نرم' قبیلہ کے لحاظ سے مکرم۔ جو آپ کو یکا یک دیکھتا' ڈر جاتا اور جو کوئی آپ کے ساتھ رہنے لگتا' آپ سے محبت کرنے لگ جاتا۔ آپ کا مدّاح بے ساختہ پکار اٹھتا کہ آپ سے پہلے اور بعد' میں نے آپ جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔ ۹۹

حضرت امام حسنؓ بن علیؓ اپنے ماموں حضرت ھند بن ابی ہالہؓ سے نقل فرماتے ہیں:

آپ کا چہرہ مبارک بدر کی طرح چمکتا تھا.......... سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا.......... رنگ مبارک نہایت چمکدار تھا اور پیشانی مبارک کشادہ' آپ کے ابرو خمدار' باریک اور گنجان تھے...... آپ کی ناک مبارک بلندی مائل تھی اور اس پر چمک اور نور تھا۔ داڑھی مبارک بھرپور اور گنجان تھی۔ آنکھ مبارک کی پتلی نہایت سیاہ تھی.......... دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا۔ دانت مبارک باریک آبدار تھے اور ان میں سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا فصل بھی تھا.......... آپ کے سب اعضاء نہایت معتدل اور پُر گوشت تھے اور بدن گتھا ہوا تھا۔ پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھا لیکن سینہ فراخ اور چوڑا تھا.......... آپ کی کلائیاں دراز اور ہتھیلیاں فراخ تھیں۔ ہتھیلیاں اور دونوں قدم گداز پُر گوشت تھے۔ ہاتھ اور پاؤں مبارک کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لمبی تھیں۔ تلوے مبارک قدرے گہرے تھے اور قدم مبارک ہموار تھے.......... نظر نیچی رہتی تھی.......... جس سے ملتے سلام کرنے میں خود ابتدا فرماتے۔ ۱۰۰

حضرت اُم معبدؓ کا بیان ابن سعد کی الطبقات الکبریٰ کے حوالے سے ہے:

ترجمہ: حسن نمایاں اور چہرہ نہایت ہشاش بشاش اور اخلاق اچھے .... بہت خوبرو اور حسین سیاہ اور بڑی بڑی آنکھیں تھیں اور پلکیں لمبی تھیں۔ آواز گونج دار تھی۔ سیاہ چشم وسرگیں، دونوں ابرو باریک اور ملے ہوئے تھے۔ بالوں کی سیاہی خوب تیز تھی۔ جب وہ خاموش ہوتے تو پُروقار ہوتے اور جب گفتگو فرماتے تو چہرۂ اقدس پرنور اور بارونق ہوتا، گفتگو گویا موتیوں کی لڑی .... گفتگو واضح ہوتی۔ نہ بے فائدہ ہوتی نہ بے ہودہ۔ دور سے دیکھنے پر سب سے زیادہ بارعب اور جمیل نظر آتے اور قریب سے دیکھیں تو سب سے خوبرو دکھائی دیتے۔"[۱۰۱]

حضرت کعب بن مالکؓ کا ایک بیان یوں ہے:

ترجمہ: خوشی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرۂ انور سے نور کی شعاعیں پھوٹنے لگتی تھیں اور چہرۂ اقدس یوں لگتا تھا جیسے چاند کا ٹکڑا ہے۔[۱۰۲]

حضرت جابر بن سمرہؓ کا ایک واقعہ یوں درج ہے:

ترجمہ: ایک رات چاند پورے جوبن پر تھا اور ادھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی تشریف فرما تھے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سرخ دھاری دار چادر میں ملبوس تھے۔ اس رات کبھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حسن طلعت پر نظر ڈالتا تھا اور کبھی چمکتے ہوئے چاند پر۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چاند سے کہیں زیادہ حسین لگ رہے تھے۔[۱۰۳]

حضرت انسؓ کی ایک روایت کے مطابق: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رنگ کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ حسین تھے اور خوشبو کے لحاظ سے سب سے زیادہ خوشبودار۔"[۱۰۴]

بے عیب اور بے مثل اللہ کریم نے اپنا محبوب بھی بے مثل اور بے عیب بنایا ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ نے اس حقیقت کو یوں منظوم کیا ہے:

وَ اَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عینی ۔۔۔ وَ اَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءً امِنْ كُلِّ عَيْبٍ ۔۔۔ كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ
اَغَرُّ عَلَيْهِ لِلنُّبُوَّةِ خَاتَم" ۔۔۔ مِنَ اللّٰهِ مَشْهُودٌ يَلُوحُ وَيَشْهَدُ[۱۰۵]

ترجمہ: آپ سے زیادہ حسین کسی آنکھ نے دیکھا ہی نہیں اور آپ سے زیادہ خوبصورت کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ آپ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں۔ گویا آپ کو آپ ہی کے حسب منشا پیدا کیا گیا ہے۔ آپ کی مبارک پیشانی روشن ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو درخشاں مہرِ نبوت عطا ہوئی ہے جو آپ کی صداقت کی گواہی دے رہی ہے۔

یہ تمام بیانات حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بہت قریبی ساتھیوں کے ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے محبوب ہر لحاظ سے حسن، نورانیت، تازگی، خوشبو، صحتِ کاملہ اور اطوارِ حسنہ کی سب سے بہترین صورت سے نوازے گئے تھے۔ احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ رب کریم نے آپ کو پاک اور صاف اور ناف بریدہ کسی آلائش کے بغیر پیدا کیا۔ آپ کے وجودِ مسعود پر کبھی نہیں بیٹھتی تھی۔ آپ کا سورج اور چاند کی روشنی میں سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ آپ کا پسینہ مبارک مشک وعنبر سے بڑھ کر خوشبودار تھا۔ اگر لعاب دہن کسی کڑوے پانی والے کنوئیں میں ڈال دیا تو وہ میٹھا ہو گیا، ہاتھ کا اشارہ کیا تو ڈوبا ہوا سورج واپس پلٹ آیا، انگلی کا اشارہ کیا تو چاند دو ٹکڑے ہوا۔ کسی درخت کو بلایا تو وہ جڑوں سمیت چلتا ہوا حاضرِ خدمت ہوا۔ کنکریوں، درختوں اور پتھروں نے آپ پر درود وسلام پڑھا، آپ سے کلام کیا اور آپ کے حضور اپنی فرماں برداری دکھائی، کٹے ہوئے بازو کو لعاب دہن لگا کر جوڑ دیا۔ اللہ نے آپ کو اتنی شانیں عطا فرمائیں کہ ان کا احاطہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ معراج کی رفعت، خاتم النبیین ہونے کی عظمت اور رحمۃ للعالمین ہونے کی برکت آپ کے خصائصِ عالیہ میں سے ہیں۔[۱۰۶]

آپ کی زبان مبارک سے کبھی کوئی جھوٹ، کوئی تہمت، کوئی گالی نہ نکلی، کبھی کسی سے ذاتی بدلہ نہ لیا، جان کے دشمنوں اور عزیز ترین اقربا کے قاتلوں تک کو معاف کر دیا۔ اُمّی ہونے کے باوجود دنیا جہان کو علم، تہذیب، تمدن اور اخلاق کا درس دیا۔ وحشی ثقافت کو تمدنی رحمت میں بدلا۔ آپ کی غلامی میں آ کر بکریاں چرانے والے بادشاہ بن گئے، خون کے پیاسے بھائی بھائی ہو گئے، قتل وغارت گری کے رسیا مجبوروں اور بے کسوں پر جان نثار کرنے والے بن گئے۔ غرض صورت اور سیرت کے ہر حوالے سے آپ کو بہترین اور لامتناہی خوبیوں اور شانوں سے نوازا گیا۔

آپ کی محبوبیت کا یہ عالم تھا کہ آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے صحابہ بے تاب رہتے۔ آپ پر اپنی جان نچھاور کرنے کے لیے ہر وقت آمادہ رہتے اور آپ کا بے حد ادب واحترام کرتے۔ ظاہری طور پر پردہ فرمانے کے باوجود آپ کی محبوبیت کم نہ ہوئی بلکہ ہر لحظہ اور بھی بڑھنے لگی۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ نیک پارسا مومن تو ایک طرف گنہگار سے گنہگار مسلمان بھی آپ کی بے ادبی کے شائبے تک کو برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ کٹ تو سکتا ہے لیکن اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توہین کا کوئی پہلو برداشت نہیں کر سکتا۔ اس محبت کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی خوب علم تھا۔

چنانچہ آپ کا ارشاد مبارک ہے:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا' میری امت میں مجھ سے بہت زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں' جو بعد میں آنے والے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک مجھے محبوب جانے گا کہ کاش مجھے ایک نظر جمال مبارک پر ڈالنے کا موقع ملتا اور اس کے مقابلے میں مجھ سے میرا تمام مال ومتاع لے لیا جاتا اور مجھے دیدار حاصل ہو جاتا۔'' ۱۰۷

اس محبت کی وجہ مفتی احمد یار خاں نعیمی کے لفظوں میں یہ ہے کہ: ''صناع کی کاریگری مصنوع سے پہچانی جاتی ہے.......... اسی طرح خدائے قدوس کا کمال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جمال میں نظر آتا ہے۔'' ۱۰۸

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ نے لکھا ہے:

"ظهورِ كمالاتِ محبوبيتِ ذاتيه بخاتم الرسل عليه و علىٰ الٰه و عليهم الصلوات والتسليمات مسلم است۔" ۱۰۹

یعنی محبوبیت کا ظہور کمالات خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے مسلم ہے۔ علامہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے لکھا ہے:

''حضور علیہ الصلوۃ والسلام ہی کی وہ ذاتِ اقدس ہے جو شرعاً محبت کی حقیقی حقدار ہے' جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوۃ والسلام عادتاً اور طبیعتاً بھی محبت کے لائق ہیں۔'' ۱۱۰

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے اور اس کے مومن بندوں کے محبوب ہیں۔ محبوب ہوتا ہی وہ ہے جو تعریف کے قابل ہو۔ روزِ ازل سے اللہ کریم اپنے محبوب ومکرم کی شانیں بیان فرما رہا ہے۔

صاحبِ حسن وجمال کے ساتھ محبت اور قلبی شیفتگی کا ایک عملی اظہار نعت بھی ہے۔ آپ کی مدح وثنا کبھی نہیں رُکی۔ ہر زمانے ہر دور میں جاری رہی۔ امم سابقہ کی کتب سماوی ہوں یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظاہراً پردہ فرمانے کے بعد کے ادوار نعت ایک خدائی نظام کے تحت جاری وساری نظر آتی ہے۔ یہ ورفعنا لک ذکرک خدائی فرمان کے لیے بے شمار عملی ظواہر میں سے ایک تابناک اور ہمہ گیر مظہر ہے' جس کا تعلق ازل سے ہے اور جسے ابد الآباد تک جاری رہنا ہے۔

نعت لازمۂ حیات اور اظہارِ تحسین وتعظیم کا ذریعہ

حضور اکرم' سرورِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم محبوبِ کبریا' وجہِ تخلیق کون ومکاں اور حیات کی غایتِ اولیٰ ہیں۔ اللہ کریم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا' آپ رحمۃ للعٰلمین ہیں آپ نے شرک' بدعت' ظلم اور معصیت کی ہر قسم کو ختم کرنے کے لیے بہت محنت کی۔ آپ نے اس رستے کی تمام تکالیف کو برداشت کیا اور دنیا کو امن اور سلامتی کا گہوارہ بنانے کے لیے نیز نیکی اور اچھائی کے فروغ کے لیے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ آپ نے احسن طریقہ سے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔ بنی نوع کو بہترین راہنمائی فراہم کی۔ جیسے جیسے کوئی آپ کی سیرت سے آشنائی حاصل کرتا ہے' ویسے ویسے اس کے دل میں آپ کی محبت بڑھتی جاتی ہے۔ آپ کی محبت کے باعث ہی دلوں میں آپ کی پیروی کی آرزو پیدا ہوتی ہے۔ آپ کی اطاعت کے بغیر نہ اطاعتِ خداوندی ممکن ہے نہ معاشرے کی اصلاح ہوسکتی ہے' نہ عالمِ اسلام میں اتحاد پیدا ہوسکتا ہے اور نہ عالمگیر امن ممکن ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ کریمہ میں اپنا نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لیے نعت خاصے کی چیز ہے۔ نعت' تبلیغ دین کا ایک ذریعہ اور معاشرے کی اصلاح کا کام بھی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں اتحاد پیدا کرنے کے لیے جذبۂ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیشہ کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ نعت بھی اسی جذبۂ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اظہار ہے۔ روحانی بالیدگی' زبان ودل کی طہارت اور اسلامی معاشرے کے استحکام کے لیے نعت کی اثر آفرینی سے انکار ممکن نہیں۔ عالمگیر امن ووحدت کی منزل تک پہنچنے کے لیے نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مشعلِ راہ بنایا جاسکتا ہے۔ نعت' سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آگاہی کا ایک موثر ذریعہ ہے اور سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حقیقی آگاہی' مختلف اقوام وملل کو ایک مرکز تک لانے میں بنیادی کردار ادا کرسکتی ہے' یہیں سے نعت لازمۂ حیات بن کر سامنے آتی ہے۔ روحانی طور پر نعت' بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضری وحضوری کا یقینی اور فوری ذریعہ ہے۔ نعت خوانی کی محفلیں ان گنت روحانی فیوض وبرکات کی حامل ہوتی ہیں۔ آج کا دور نعت کا دور ہے۔ اب نعت کو باقاعدہ صنفِ سخن مان لیا گیا ہے۔ ایک وقت تھا جب بعض رسائل وجرائد' نعت کو مذہبی تقریبات کی چیز سمجھ کر شائع کرنے سے کنی کتراتے تھے لیکن اب تو نعت گویا ام الاصناف بن کر مائل ارتقاء ہے۔ چونکہ بارگاہِ نبوت میں اظہارِ تحسین وتعظیم کا ایک ذریعہ نعت بھی ہے لہٰذا ہر مسلمان کسی نہ کسی طریقے سے (نعت لکھ کر' نعت سنا کر' نعت سن کر یا نعتیہ محفل کا انتظام

کر کے) اپنی دلی عقیدت کا اظہار کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ کریمہ میں کسی عقیدت مند کی طرف سے اظہارِ تحسین و تعظیم کا ایک ذریعہ نعت بھی ہے' یہ ذریعہ سکونِ قلب اور بے پایاں فیوض و برکات کے حصول کا طریقہ بھی ہے۔

نعت کے مختلف پہلو

ا۔ دینی پہلو: قرآنِ مجید میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفت وثناء خود ذاتِ باری تعالیٰ نے کی ہے جو نعت کا سب سے زیادہ بامعنیٰ' عمدہ ترین' موثر ترین اور بہترین سرچشمہ ہے۔ اللہ کریم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مختلف احوال' کیفیات' مناسبات کا ذکر بڑی محبت سے کیا ہے۔ ان کی شانوں اور عظمتوں کو کھول کر بیان کیا ہے۔ سابق انبیائے کرام بھی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد کی بشارت دیتے ہوئے آپ کی توصیف وتعریف کرتے رہے ہیں لہٰذا یہ انبیاء کا طریقہ بھی ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظاہری زمانۂ مبارک میں بھی نعت کہی اور پڑھی جاتی رہی ہے۔ جس بھی صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شعر گوئی کا ملکہ حاصل تھا' اس نے کچھ نہ کچھ نعتیہ کلام بھی کہا۔ لیکن نعت گوئی میں حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت کعب بن زہیرؓ، حضرت ابوسفیان بن حارثؓ، حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت ابولیلیٰ قیس بن عبداللہؓ زیادہ مشہور ہوئے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کے لیے مسجدِ نبوی میں منبر رکھا جاتا جس پر کھڑے ہو کر وہ نعتیہ کلام سناتے۔ حضرت کعب بن زہیرؓ کو نعت سناتے ہوئے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے چادر کا تحفہ ملا۔ ظاہری دورِ نبوت کی نعتیہ شاعری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شرف' آپ کے حسن و جمال' آپ کے خصائل وخصائص اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیوض و برکات کا خصوصی ذکر ہوتا ہے۔ اسلام مخالف شعراء کے ہجو یہ کلام کے جواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دفاع اور اسلام کی حقانیت کا بیان بھی نعت ہی کا حصہ بنے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات پر رثائی مضامین بھی نعت کا حصہ رہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نعت کہنا صحابہ کو پسند تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود نعتیں سنیں اور نعت گو شعراء کو انعامات اور دعاؤں سے نوازا۔ دورِ صحابہ سے آج تک نعت کا یہ سلسلہ جاری ہے اور ان شاء اللہ جاری رہے گا۔ محبانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نعت کہتے اور نعت پڑھتے ہی نہیں بڑی محبت اور عقیدت سے نعت سنتے بھی ہیں۔ خالص نعت گوئی' ثواب کا کام ہے۔ اپنی آخرت سنوارنے اور نجات وبخشش کے لیے نعت کہنے' پڑھنے اور سننے کا عمل جاری ہے۔ چونکہ نعت نیکی وعبادت سے مملو ہے اور اس کا تعلق اُس حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہے جو، ہر مومن کے لیے لازم ہے' لہٰذا نعت کا دینی پہلو اظہر من الشمس ہے۔ نعت وہ دینی عمل ہے، جس کا سبب بھی حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے اور نتیجہ بھی حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ہے۔ یہ حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی دین کی اصل متاع ہے کہ اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔

ب۔ اخلاقی پہلو: نعت نبیِ طاہر وطیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف وتوصیف پر مشتمل ہوتی ہے۔ اسے لکھنے اور پڑھنے والے ایسے امور سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں جو اخلاق کے منافی ہوں۔ ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بدولت بے شمار شاعروں اور نعت خوانوں کی زندگیاں بدل گئیں۔ جس دل میں یادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہو وہاں بغض وکینہ کا کیا کام؟ اور جس زبان پر نعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہو' اس سے سبّ وشتم کا صدور کس طرح؟ اگر خدانخواستہ کبھی نعت خواں کی زباں سے کوئی غلط بات یا خلافِ حیا جملہ نکلتا ہے تو لوگ اسے پسند نہیں کرتے' وہ چاہتے ہی نہیں کہ محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت سے متعلق کوئی شخص اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ نعت گوئی اور نعت خوانی کا تعلق اخلاقی عظمت سے بھی ہے۔ احبابِ نعت جھوٹ' فریب' ریا' جیسی بداخلاقیوں سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں ذکرِ رسول کے اپنے فیوض وثمرات ہیں۔ اس کے پاکیزہ اثرات نے زندگیاں بدل ڈالیں۔ نعتِ رسول' تعظیمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سکھاتی ہے۔ گناہوں سے نفرت اور نیکیوں سے رغبت بڑھاتی ہے۔ اس سے انسان کے کردار میں پاکیزگی' افکار میں وسعت' گفتار میں نرمی' سچائی اور شیرینی پیدا ہوتی ہے۔

نعت سے اخلاق کس طرح سنورتا ہے' مشہور نعت خواں' منظور الکونین نعت کی عنایات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''بخدا ہر روز فجر سے قبل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں ہوتا ہوں۔ وہ میری سنتے ہیں' مدارات فرماتے ہیں' جب نوازشات کا سلسلہ اس طرح سے جاری ہو تو پھر میں کیوں شور مچاؤں۔ میں گنہگار اور سیاہ کار تھا' بے نمازی تھا' بے وضو رہا کرتا تھا' بے سلیقہ تھا' بے ہنر تھا۔ مجھے نور عطا ہوا۔ میں پابندِ صوم وصلوٰۃ ہوا' میں ظاہر وباطن کا پاک اور صاف ہوا۔ مجھے سلیقہ اور ہنر عطا ہوا۔ مجھے دنیا ملی' عقبیٰ ملی' عبادت میں لذت ملی' وظائف میں مداومت نصیب ہوئی' میں کیا عرض کروں' مجھے بقدرِ ظرف میری

اوقات سے سوا عطا ہوا۔‘‘[۱۱]

ج۔ سماجی اور اصلاحی پہلو: معاشرہ متعلقینِ نعت کو سرآنکھوں پر بٹھاتا ہے۔ نعت گو نعت خواں، نعتیہ محافل کے منتظمین حتیٰ کہ سامعین تک ہر کوئی ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل عزت پاتا ہے۔ نعت خوانی کے ذریعہ معاشرے کی اصلاح ہوتی ہے۔

جہاں فحش لٹریچر بے حیائیوں کو پھیلاتا ہے وہاں نعت جیسی بابرکت صنفِ شاعری نیکیوں کی ترغیب دیتی ہے۔ اوصافِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سن کر ان اعلیٰ اوصاف کو اپنے اندر پیدا کرنے کی خواہش ہر سامع میں پیدا ہوتی ہے۔ سچائی امانت داری، رزقِ حلال، بُردباری، عفوودرگزر، صبروشکر، وفاداری، ایفائے عہد، خدمت گزاری اور عدل وانصاف جیسے اوصافِ حمیدہ نعت لکھنے، پڑھنے اور سننے والوں میں بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس سے دلوں میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت پیدا ہوتی ہے، جس دل میں یہ پیدا ہو جائے اسے طبعی طور پر گناہوں سے نفرت ہو جاتی ہے۔ اس میں عجز وانکسار کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور اس کے قول وفعل میں سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشبو محسوس کی جا سکتی ہے۔ نعتیہ کتب شائع کرنے والے، بیچنے والے، پڑھنے والے ایسی کتابوں کا اس لیے احترام کرتے ہیں کہ ان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خصائلِ جمیلہ کا ذکر ہوتا ہے۔ نعتیہ محافل کے لیے لنگر اور تبرک کا اہتمام کرنے والے بھی خصوصی صفائی کا خیال رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ نعتیہ محافل میں ٹینٹ اور دریاں بھیجنے والے بھی صاف ستھری اشیاء بھجواتے ہیں، گویا نعت کی ہر مناسبت پاکیزگی سے مملو ہے۔ نعت گوئی اور نعت خوانی کے دونوں مظہر معاشرتی تطہیر کا باعث بنتے ہیں۔

پاپ موسیقی کے آج کے تھرکتے اور دہکتے ماحول میں ماڈرن نوجوان بھی جب نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سنتے ہیں تو غیر اسلامی میوزک کی چاشنی بھول جاتے ہیں۔ انہیں ایسا لگتا ہے جیسے وہ جلتے صحراؤں سے نکل کر مہکتے ٹھنڈے باغوں میں آ گئے ہوں۔ ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بدولت معاشرہ برائیوں سے نفور اور بے چینی سے دور ہو کر اسلام کے عملی نظامِ رحمت کی طرف آ جاتا ہے۔ نعت کے اس اصلاحی پہلو کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

د۔ نفسیاتی پہلو: عبادات ومجاہدات کی طرح نعت سے بھی انسان کے اندر تبدیلی آتی ہے۔ متعلقینِ نعت کے احوال وکیفیات پر سچائی چھا جاتی ہے۔ گویا ان کا تزکیۂ نفس ہو جاتا ہے لیکن یہ تزکیۂ نفس افلاطون یا ارسطو کے نظریوں جیسا نہیں ہوتا۔ اسے حقیقی تزکیۂ نفس کہا جا سکتا ہے۔ اس میں کوئی منفی قدر، آسودۂ ذہن ہو کر نیا روپ اختیار نہیں کرتی بلکہ اس میں منفی قدر، بالکل ختم ہو کر مثبت قدر کے لیے جگہ خالی کر دیتی ہے۔ ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خوفِ خدا پیدا ہوتا ہے۔ یہ خشیت آدمی کو ہر وقت سیدھے رستے کی طرف گامزن رکھتی ہے۔ جس طرح ایک ہوٹل کے کاؤنٹر پر کیمرہ نصب ہو، اور کاؤنٹر مین یہ سوچے کہ مجھے کوئی دیکھ رہا ہے، لہٰذا وہ ہر کام چابکدستی سے کرتا ہے۔ اگر کبھی مانیٹرنگ روم میں سسٹم بند بھی ہو اور بے شک کاؤنٹر والے کو چیک کرنے کے لیے کوئی نگران بھی موجود نہ ہو، تب بھی کاؤنٹر والا تو اس خیالِ مسلسل میں رہتا ہے کہ کہیں میں دیکھا جا رہا ہوں۔ اسی طرح متعلقینِ نعت بھی یہ سوچتے ہیں کہ ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سن کر بھی برائیاں نہ چھوڑیں تو میرا اللہ کیسے راضی ہوگا۔ اگر میرے آقا، پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خفا ہو گئے تو میری شفاعت کون کرے گا؟ لہٰذا نفسیاتی طور پر ایسا شخص زیادہ محتاط زندگی بسر کرنے لگتا ہے۔ یہ نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیضان ہے کہ اسے پڑھنے سننے والوں کو دلی تسکین ملتی ہے۔ سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آگاہی کی بدولت برائیوں سے نفرت اور نیکیوں سے رغبت بڑھتی ہے۔ مصائب وآلام کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔ ظالم کے سامنے حق بات کہنے کی جرأت نصیب ہوتی ہے۔ نعت انسان میں مثبت اقدار پیدا کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ نعت لکھنے، پڑھنے اور سننے والے اس احساس سے سرشار رہتے ہیں کہ ان کے نعتیہ عمل سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظرِ رحمت ان کے شاملِ حال رہتی ہے۔ یہ خیال انہیں تنہائی میں بھی تنہا نہیں رہنے دیتا۔ وہ اپنے ذاتی اور اجتماعی مسائل کے حل کے لیے بارگاہِ نبوت میں استغاثہ پیش کرتے ہیں، وہ اس خیال سے کبھی خالی نہیں ہوتے کہ رحیم وکریم آقا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی نگاہِ کرم ان کے شاملِ حال ہے لہٰذا وہ نفسیاتی طور پر زیادہ پرامید اور بااعتماد ثابت ہوتے ہیں۔ یہ نفسیاتی پہلو ان کی خلوت کو بھی جلوت بنائے رکھتا ہے۔

ہ۔ ادبی پہلو: اردو نظم کے ابتدائی نقوش صوفیائے کرام کی تحریروں اور اقوال میں نظر آتے ہیں۔ ان میں سے کچھ نعتیہ بھی ہیں۔ بقول ریاض مجید:

’’..........بہت سے صوفیائے کرام کے نام ملتے ہیں، جنہوں نے دوہروں، جکریوں اور اپنے عہد کی مقبول

شعری ہیئتوں میں اردو شاعری کو ابتدائی نمونے فراہم کیے۔ ان صوفیائے کرام کے ملفوظات وتصانیف میں دوسرے عارفانہ وصوفیانہ مسائل کے علاوہ کہیں کہیں نعت کے عناصر بھی لو دیتے ہیں۔ اردو نعت کے آغاز و ارتقاء کے سلسلے میں صوفیاء و مشائخ کا یہ اثاثہ نعت تعداد میں تھوڑا سہی مگر اپنی تاریخی حیثیت کے سبب بہت اہم ہے۔''۲؎۱۱۔الف

گویا نعت بالکل ابتدائی دور میں بھی اردو شعراء کے ہاں نظر آتی ہے۔ اردو کے پہلے باقاعدہ شاعر حضرت خواجہ گیسودراز بندہ نواز کے ہاں باقاعدہ نعتیں ملتی ہیں۔ اس کے بعد نعتیہ ادب کا سلسلہ بتدریج پھیلتا چلا گیا۔ نعتیہ مضامین کے اعتبار سے بھی اور ہیئتی اعتبار سے بھی۔ ادبی نقطۂ نظر سے اردو کا نعتیہ اثاثہ درج ذیل گوشوں پر مشتمل ہے:

ا۔ تخلیقِ نعت

ب۔ تالیفِ نعت

ج۔ تنقیدِ نعت

د۔ تحقیقِ نعت

اردو میں تخلیقِ نعت کا باقاعدہ آغاز آٹھویں صدی ہجری میں ہوتا ہے۔ دکنی ادبیات میں نعت کے بیشتر نمونے مثنوی کی ہیئت میں ملتے ہیں' میلادناموں' نورناموں' وفات ناموں وغیرہ میں تو نعت ہے ہی' غیر نعتیہ موضوعات پر لکھی جانے والی مثنویوں کے آغاز میں ذیلی و ثانوی نعت کے نمونے ملتے ہیں۔ جکریوں' دوہروں' مثلث' مربع' رباعی' مخمس اور مسدس وغیرہ صورتوں میں بھی نعت ملتی ہے۔ شمالی ہند میں نعت زیادہ تر قصیدہ اور غزل کی ہیئت میں ملتی ہے۔ قیامِ پاکستان تک نعت کی تخلیق کا عمل پرسکون انداز میں جاری رہا۔ محسن کاکوروی' امیر مینائی' احمد رضا خاں بریلوی اور علامہ اقبال جیسے اکابر تخلیق پاکستان سے پہلے تخلیقِ نعت میں اپنا لوہا منوا چکے تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد تخلیق و تالیفِ نعت کا عمل پہلے سے بھی تیز ہو گیا۔

مملکتِ خداداد پاکستان میں اردو نعت کا تخلیقی سرمایہ کسی بھی دوسری زبان سے کم نہیں۔ اس کا ثبوت اب تک شائع ہو چکے نعتیہ مجموعے ہیں۔ راجا رشید محمود کے بقول:

''پاکستان میں نعت بہت زیادہ کہی جا رہی ہے۔ مقدار کے لحاظ سے جتنا کام اس مملکتِ خداداد میں ہوا ہے کہیں اور نہیں ہوا۔''۲؎۱۱۔ب

راجا رشید محمود نے قیامِ پاکستان سے ۱۹۹۳ء تک کے نعتیہ ادب کی تفصیل ''پاکستان میں نعت'' میں دی ہے۔ جس کے مطابق:

حفیظ تائب نے ماہِ نو کے خصوصی شمارہ (مئی ۱۹۸۰ء) میں ۳۷ مجموعہ ہائے نعت کا ذکر کیا ہے۔

غوث میاں نے ''حضرت حسان نعت ایوارڈ'' مجلّے میں ۱۹۴۷ء سے ۱۹۹۲ء تک ۵۹۲ مجموعہ ہائے نعت کا ذکر کیا ہے۔۳؎۱۱

راجا رشید محمود نے ۱۹۴۷ء سے ۱۹۹۳ء تک پاکستان میں چھپنے والے نعتیہ مجموعوں کا ذرا تفصیل سے ذکر کیا ہے انہوں نے ۷۰۲ کتابوں کی سن وار (ضروری تفصیلات کے ساتھ) فہرست درج کی ہے۔ نیز ۱۰۲ نعتیہ انتخاب پر مشتمل کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ اس فہرست میں مختلف رسائل و جرائد کے ۲۵ نعت نمبروں کو بھی شامل کر لیا جائے تو نعت کے فروغ کا اندازہ ہوتا ہے۔۴؎۱۱

غوث میاں نے نعتیہ مجموعوں کے علاوہ نعتیہ انتخاب' تحقیقی مقالات' نعتیہ تذکروں اور رسائل کے نعت نمبروں کی فہرست بھی دی ہے۔ لاہور سے چودھری محمد یوسف ورک قادری نے اپنی نعت لائبریری کی فہرست شائع کی تو اس مین ایسے ۵۴۲ نعتیہ مجموعوں اور انتخابِ نعت پر مشتمل ۱۱۶ کتابوں کا ذکر کیا' جو ان کے ذاتی کتب خانے میں موجود ہیں۔۵؎۱۱۔ب

علاوہ ازیں انہوں نے ایسی نعتیہ کتابوں کی فہرست بھی دی جو ان کی ذاتی لائبریری میں نہیں بلکہ ان کی معلومات انہیں ادھر ادھر سے ملیں۔ ایسی کتابوں کی فہرست ''مطلوب کتب نعت'' کے زیرِ عنوان دی گئی ہے۔ اس ضمن میں ۱۶۰۶ کتابوں کے نام مع مصنفین درج ہیں (۱۱۶)۔ چونکہ انہوں نے اکثر کتابوں کا مختلف لوگوں سے محض نام سن کر اندازہ لگایا کہ یہ بھی نعتیہ مجموعہ ہوگا لہٰذا اس میں غیر نعتیہ کتب بھی درج ہو گئی ہیں۔ علاوہ ازیں مطلوب کتبِ نعت میں پنجابی' پشتو کتابیں بھی در آئی ہیں' مثلاً محمد حسن عسکری کی ستارہ یا بادبان' مولوی غلام رسول کی احسن القصص' کلیاتِ میر تقی میر'

میں لجپالاں دے لڑ لگیاں' دیوان خوشحال خان خٹک وغیرہ وغیرہ یوسف ورک کی مطلوب کتب نعت کی فہرست میں موجود ہیں جو کسی طور اردو نعتیہ مجموعے نہیں۔ پھر بھی یہ فہرست قابلِ قدر ہے کیونکہ پہلی مرتبہ کسی نے ایسی کتابوں کی فہرست اس طرح شائع کی ہے کہ یہ کتب ان کے پاس نہیں بلکہ انہیں درکار ہیں۔ دوسرے یہ کہ یوسف قادری نے غوث میاں اور راجا رشید محمود کی فہرستوں سے بھرپور ہی نہیں بلکہ پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔ یوں ان کی موجود و مطلوب کتب مل کر ۵۴۲+۱۶۰۶=۲۱۴۸ بنتی ہیں۔ اس میں غیر نعتیہ کتب خارج بھی کر دی جائیں تو بھی دو ہزار کے لگ بھگ نعتیہ کتب کا سراغ مل سکتا ہے۔ انہوں نے نعت نمبروں پر مشتمل ۶۳ رسائل و جرائد کا ذکر بھی کیا ہے۔ ان اعداد و شمار سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اردو ادب' نعت کے تخلیقی و تالیفی حوالے سے بہت باثروت ہے۔ جہاں تک تنقیدِ نعت سے متعلق کتابوں کا ذکر ہے اردو نعت کو ماضی قریب تک باقاعدہ تنقیدی عمل سے دور رکھا گیا۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے نزدیک:

> ''نعت' شاعری......... یا ان اقدار پر مشتمل نظموں کو مذہب' اخلاقیات اور تاریخ کا منظوم درس خیال کر کے ہمارے ناقدین ان پر نظر ڈالنا ہی پسند نہیں کرتے۔ اور اگر بے دلی' تنگ نظری کے ساتھ کسی نے اس پر توجہ کی تو ایسی نظموں کو صحافت سے قریب تر موضوعاتی شاعری کا نام دیکر انہیں بے وقعت اور کم مایہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔'' ۱۱۷

اردو نعتیہ تنقید کی اس حالت کا سبب ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے یوں بیان کیا ہے:

> ''ادب کے ناقدین کے ہاں' کسی ادبی تخلیق میں دینی عنصر کا وجود اسے دوسرے درجے کا ادب بنا دیتا ہے۔ اس لیے ادبی حلقوں میں اسے نظر انداز کیا گیا۔ دینی حلقوں......... میں بھی اسے مناسب مقام نہ ملا۔ ان کے ہاں نعتیہ شاعری صرف وقتی آسودگی اور قلبی بے قراری کے لئے لمحاتی قرار کا باعث رہی۔ نعتیہ شاعری کے فنی جائزے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ خوش عقیدگی اور خوفِ فسادِ خلق بھی ہے کہ ایسے مقدس کلمات کو کیسے نقد و نظر کے تختے پر چُن دیا جائے۔ اس وجہ سے نعتیہ ادب کا باقاعدہ اور سنجیدہ فنی محاکمہ نہ ہوا۔'' ۱۱۸

ان حالات میں جب اصحابِ فکر و نظر نے نعت کے تنقیدی پہلو کی جانب توجہ دی ان کی سعی مشکور ہوئی اور نعتیہ تنقید کے لیے وہ فضا بننا شروع ہوگئی جس نے نعت پر بے خوف' دو ٹوک اور غیر جانبدار تنقید کو فروغ دیا۔ سید اشفاق کے مقالے ''اردو میں نعتیہ شاعری'' کے بعد اردو نعت پر اہم تنقیدی کاوشیں درج ذیل ہیں:

۱۔ اردو کی نعتیہ شاعری — از — ڈاکٹر طلحہ رضوی برق (۱۱۹)
۲۔ اردو کی نعتیہ شاعری — از — ڈاکٹر فرمان فتح پوری (۱۲۰)
۳۔ خیر البشرؐ کے حضور میں — از — ممتاز حسن (۱۲۱)
۴۔ تذکرہ نعت گویان اردو جلد اول و دوم — از — سید محمد یونس شاہ (۱۲۲)
۵۔ عصرِ حاضر کے نعت گو — از — گوہر ملسیانی (۱۲۳)
۶۔ تذکرہ نعت گو شاعرات — از — ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری (۱۲۴)
۷۔ اردو نعت اور جدید اسالیب — از — عزیز احسن (۱۲۵)
۸۔ تیرا وجود الکتاب — از — محمد اقبال جاوید پروفیسر (۱۲۶)
۹۔ نعت اور تنقیدِ نعت — از — سید ابوالخیر کشفی ڈاکٹر (۱۲۷)
۱۰۔ اردو میں نعت گوئی — از — شفقت رضوی (۱۲۸)
۱۱۔ نعت اور آدابِ نعت — از — مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی (۱۲۹)
۱۲۔ نعت کی تخلیقی سچائیاں — از — عزیز احسن (۱۳۰)
۱۳۔ نعت رنگ کا تجزیاتی و تنقیدی جائزہ — از — شفقت رضوی (۱۳۱)
۱۴۔ نعت کے جدید رنگ — از — جاذب قریشی (۱۳۲)

۱۵۔ اردو کا نعتیہ ادب از شمیم احمد گوہر سید ڈاکٹر (۱۳۲۔الف)

۱۶۔ اردو نعت (تاریخ وارتقاء) از افضال حسین سید نقوی فضل فتح پوری (۱۳۲۔ب)

راجا رشید محمود نے جنوری ۱۹۸۸ء میں ماہ نامہ ''نعت'' کا اجراء کیا۔ نعتیہ ادب کی تاریخ میں یہ ایک بہت بڑا واقعہ تھا۔ صرف نعت کے موضوع پر ایک رسالہ جاری کرنا اور پھر اسے نامساعد حالات کے باوصف جاری رکھنا معمولی کام نہ تھا۔ راجا صاحب نے اس رسالے میں نعتیہ ادب کی تخلیق، تالیف، تنقید اور تحقیق کے ہر پہلو کو مدِ نظر رکھا۔ اس رسالے کا ایک خاص تخصص یہ ہے کہ اس کا ہر شمارہ کسی خاص موضوع سے متعلق ہوتا ہے۔ تحقیقی وتنقیدی حوالے سے ماہنامہ نعت کے ۲۰۰۰ء تک شائع ہونے والے بعض اہم خاص نمبروں کا ذکر درج ذیل ہے۔

بعض اہم شعرائے نعت کے حوالے سے خصوصی اشاعتیں۔ اس ضمن میں ـــــ قدسی، ضیاء القادری، غریب سہارن پوری، علامہ اقبال، آزاد بیکانیری، محمد حسین فقیر، اختر الحامدی، شیدا بریلوی، جمیل نظر، بے چین رجپوری، ستار وارثی، بہزاد لکھنوی، کافی، لطف بریلوی، عبدالقدیر حسرت، جوہر میرٹھی، احمد رضا بریلوی، تہنیت النساء تہنیت، حقیر فاروقی، حمید صدیقی، امیر مینائی، عابد بریلوی قابلِ ذکر ہیں۔

ب۔ بعض علاقوں کے نعت گو شعراء کے تذکرے جیسے ضلع اٹک، ضلع گجرات، ضلع سرگودھا، کراچی، سندھ کے نعت گو شعراء۔

ج۔ مخصوص حوالے رکھنے والے بعض نعت گو شعراء کی نعت جیسے: وارثیوں کی نعت، خواتین کی نعت گوئی، عساکرِ پاکستان کے نعت گو۔

د۔ بعض موضوعات ایک شمارے میں سمٹ نہ سکے تو متعدد خاص نمبر نکالے گئے جیسے: اردو کے صاحب کتاب نعت گو (چار حصے)، نعت کیا ہے (چار حصے)، مدینۃ الرسولؐ (تین حصے)، میلاد النبیؐ (چار حصے)، درود وسلام (آٹھ حصے)، غیر مسلموں کی نعت (پانچ حصے)، لاکھوں سلام (دو حصے)، رسول نمبروں کا تعارف (چار حصے)۔

ہ۔ نعت کے بعض خاص موضوعات پر بھی خصوصی اشاعتیں سامنے آئیں جیسے: عربی ادب میں ذکرِ میلاد۔ سراپائے سرکار۔ عربی نعت اور علامہ نبہانیؒ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے لفظ ''آپ'' کا استعمال۔ تحقیق/سرقہ۔

و۔ صنف وہیئت کے حوالے سے بھی کچھ شمارے مخصوص ہوئے جیسے: نعتیہ مسدس، نعتیہ رباعیات، آزاد نعتیہ نظم، مخمسات نعت۔

راجا رشید محمود نے ماہنامہ نعت کے اجراء سے محققینِ نعت کو ایک بہترین ادبی فورم مہیا کر دیا۔ ان کی بے پناہ خدمات یقیناً قابلِ ذکر بھی ہیں اور قابلِ تحسین بھی۔

نعتیہ تنقیدی مضامین شام وسحر کے مختلف نعت نمبروں اور گورنمنٹ کالج شاہدرہ کے مجلّہ ''اوج'' کے دونوں نعت نمبروں میں بھی موجود ہیں۔ ان کا ذکر بھی ضروری ہے۔ مختلف نعتیہ مجموعوں کے آغاز (یا آخر) میں دیے گئے تعارفی مضامین، دیباچے، مقدمے، اور تقاریظ بھی نعتیہ تنقید کا سرمایہ ہیں۔ نعتیہ مجموعوں پر مختلف رسائل وجراید کے تعارفی مضامین اور تنقیدی تبصرے اس تنقیدی ذخیرے کو مزید باثروت بناتے ہیں۔ خصوصاً سیارہ لاہور نے نعتیہ مضامین کی اشاعت اور نعتیہ کتب پر جس فراخ حوصلگی سے تنقیدی تبصرے شائع کیے، وہ قابلِ ذکر بھی ہے اور لائقِ تحسین بھی۔ اللہ تعالیٰ نعیم صدیقی اور حفیظ الرحمان احسن نیز دیگر وابستگانِ سیارہ کو جزائے خیر سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

کراچی سے سید صبیح الدین صبیح رحمانی نے نعت رنگ کے کتابی سلسلے کا آغاز اپریل ۱۹۹۵ء سے کیا۔ اس مجلّے نے اردو نعتیہ تنقید کے لیے تمام بند دروازے کھول دیے۔ نعتیہ موضوعات اور مجموعوں پر بھرپور تنقید اور ہر نقطۂ نظر کی پذیرائی اس مجلّے کا طرۂ امتیاز ہے۔ صبیح رحمانی نے پہلے شمارے کے اداریہ میں لکھا:

> ''نعت رنگ.......... کوئی بڑا کارنامہ نہیں لیکن.......... نعت کو رطب ویابس اور شعراء کے غیر محتاط رویوں سے محفوظ رکھنے کی پہلی سنجیدہ اور باوقار کوشش ضرور ہے۔'' ۱۳۳

صبیح اس کوشش میں کامیاب رہے اور نعت رنگ کے ضخیم اور وقیع شماروں میں اتنا تنقیدی سرمایہ پیش کر دیا کہ تلافیٔ مافات بھی ہوگئی اور اردو نعتیہ تنقید کے روشن مستقبل کا باب بھی کھل گیا۔ شاید ہی کوئی ایسا نقاد ہو جس نے اس دور میں کوئی اہم نعتیہ تنقیدی کام کیا ہو اور اس کا حوالہ نعت رنگ میں نہ ہو۔ لطف یہ کہ اس کے مجموعی مزاج پر کسی سیاسی، لسانی یا مسلکی گروہ کی چھاپ بھی نہیں لگنے دی۔ نعت رنگ نے مکتوب نویسی کو ایک بار پھر وقارِ خاص بخشا اور تنقید در تنقید کی مردہ روح میں جان ڈالی۔ پروفیسر شفقت رضوی نے نعت رنگ کے پندرہ شماروں کا تجزیاتی وتنقیدی جائزہ پیش کیا۔ اس میں ۹۱ اہلِ نقد وتحقیق کی نگارشات پر بھرپور تنقید کی ہے۔ (۱۳۴)

اس فہرست میں پاکستان اور بھارت کے علاوہ بعض دیگر ممالک کے نقاد بھی شامل ہیں جس کی نگارشات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ شفقت رضوی کا یہ حسنِ تحریر ہے کہ اگر کوئی شخص بوجوہ نعت رنگ کے پندرہ شماروں کا مطالعہ نہ کر سکے، تو وہ محض اس جائزہ کو پڑھ کر بھی سیرابی محسوس کرے گا کیونکہ رضوی

صاحب پہلے، دوسرے کے نقطۂ نظر یا خیال کو کمال اختصار کے ساتھ پیش کرتے ہیں، پھر اس کا محاکمہ کرتے ہیں۔ شفقت رضوی کی تنقید میں وہ اکثر خوبیاں موجود ہیں، جس کی ایک سچے اور سچے ناقد سے توقع کی جا سکتی ہے۔ واضح، بھرپور اور بے لاگ تبصرہ ان کی خاص سرشت ہے۔ وہ اچھے پہلو کی تحسین میں کبھی بخل نہیں دکھاتے اور جسے غلط سمجھتے ہیں اس کی نشاندہی بھی کرتے ہیں۔ نعت رنگ کے پندرہ شماروں کا تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ ایسا کارنامہ ہے جس نے نعتیہ تنقید کی ایک دیرینہ کمی کو پورا کر دیا۔ کہیں کہیں کسی کو ان سے اختلاف بھی ہو سکتا ہے لیکن اختلاف کا پانی ہی تو وہ شے ہے جو تنقیدی امکانات کو سیراب کرتا ہے۔

اپریل ۱۹۹۵ء سے اپریل ۲۰۰۰ء تک نعت رنگ کے دس شماروں میں شائع ہونے والے بعض اہم تنقیدی و معلوماتی نعتیہ مضامین پر ایک سرسری سی نظر ڈالیں تو نعت رنگ کی تنقیدی آب و تاب کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ (درج ذیل فہرست میں ش سے مراد نعت رنگ کے شمارے کا نمبر ہے)

آفتاب احمد نقوی ڈاکٹر (۱) تخلیقِ پاکستان دور اور ہماری نعتیہ شاعری (ش۱)

آلِ احمد رضوی سید (۱) نعت کا سفر (ش۱)

ابوالحسن علی ندوی سید (۱) حمد و نعت کی دینی و ادبی قدر و قیمت (ش۷)

ابوالخیر کشفی سید ڈاکٹر (۱) اردو میں نعت کا مستقبل (ش۳) — (۲) نعت اور گنجینۂ معنی کا طلسم (ش۳) — (۳) نعت کے عناصر (ش۵) — (۴) غزل میں نعت کی جلوہ گری (ش۹)

ابوسفیان اصلاحی ڈاکٹر (۱) شعراء الرسول .... ایک تعارف (ش۹)

ابوسلمان شاہجہان پوری ڈاکٹر (۱) شورش کاشمیری اور نعت گوئی (ش۹)

احمد ہمدانی (۱) جدید اردو نعت اور علامت نگاری (ش۹)

ادیب رائے پوری (۱) نعتیہ ادب میں تنقیدی شعور کا جمود (ش۱)

اسحاق قریشی ڈاکٹر (۱) نعت سرورِ کائنات .... ایک منفرد صنفِ سخن (ش۱) — (۲) مدح نگاری کی روایت اور مدحِ رسالت (ش۵) — (۳) شعر کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رائے (ش۸)

اسلم فرخی، ڈاکٹر (۱) تابش دہلوی کی نعتیہ شاعری (ش۱)

اسلوب احمد انصاری ڈاکٹر (۱) حفیظ تائب کی نعت گوئی "وہی یٰسین وہی طٰہٰ" کے حوالے سے (ش۹)

اشفاق، رفیع الدین ڈاکٹر (۱) حضرت حفیظ تائب کی نعت گوئی (ش۱)

افضال احمد انور، پروفیسر (۱) نعت خوانی کے آداب اور اصلاحِ احوال و متعلقات (ش۳) — (۲) اقبال کی نظم "ذوق و شوق" حمد ہے یا نعت (ش۵)

اقبال جاوید، پروفیسر (۱) نذیر قیصر، ایک قابلِ قدر نیگی نعت گو (ش۲) — (۲) بانگِ درا کی نعتیہ تب و تاب (ش۳) (۳) نعت کہیے مگر احتیاط کے ساتھ (ش۴) — (۴) نیاز فتح پوری اور ان کی نعت سرائی (ش۵)

انور سدید، ڈاکٹر (۱) بشیر رحمانی کا کیفِ حضوری (ش۱۰)

ایوب شاہد ڈاکٹر (۱) نعیم صدیقی کی ایک نعت (ش۴)

تابش دہلوی (۱) حنیف اسعدی کی نعت (ش۱)

تحسین فراقی ڈاکٹر (۱) بیعت (ش۱)

جلال الدین احمد نوری (۱) قصیدہ بردہ شریف کا ایک تحقیقی و تنقیدی مطالعہ (ش۶)

جمال پانی پتی (۱) نعت گوئی کا تصورِ انسان (ش۶)

جمیل راٹھور (۱) بکل اتساہی کی نعتیہ شاعری (ش۱۰)

حفیظ تائب پروفیسر (۱) نعت خوان و نعت نگار، محمد اعظم چشتی (ش۳) — (۲) حسرت حسین حسرت اور ان کا فنِ نعت گوئی (ش۳) — (۳) ادب و نعت کا سراجِ روشن۔ حافظ لدھیانوی (ش۹)

رشید محمود راجا (۱) انتخابِ نعت (ش۱)

رشید وارثی
(۱) نعت نگاری میں ذم کے پہلو (ش ۱) — (۲) اردو نعت میں شانِ الوہیت کا استخفاف (ش ۲) (۳) اردو نعت میں انبیائے سابقین کی رفعتِ شان کا استقصار (ش ۳) — (۴) اردو نعت اور شاعرانہ تعلّی (ش ۴) — (۵) نعت خوانی کے آداب (کچھ معروضات) (ش ۴) — (۶) مدینہ منورہ کو یثرت کہنے کی ممانعت (ش ۵) — (۷) اردو نعت میں تلمیحات کا غیر محتاط استعمال (ش ۶) (۸) اردو نعت میں ادبِ رسالت کے منافی اظہار کی مثالیں (ش ۱)

سجاد حسین سید ڈاکٹر
(۱) علیم صبا نویدی کا فنِ نعت گوئی (ش ۸)

سحر انصاری پروفیسر
(۱) گلبنِ نعت (کسی خاتون کی جانب سے اردو کا پہلا نعتیہ مجموعہ) (ش ۲)

سعید بدر
(۱) نعت کیا ہے؟ (ش ۱)

سلیم اختر ڈاکٹر
(۱) محرکاتِ نعت (ش ۴)

سلیم فاروقی
(۱) حافظ منیر الدین احمد سندیلوی کی نعتیہ شاعری (ش ۳)

شارق، شفیق الدین
(۱) عصرِ حاضر میں نعت نگاری (ش ۲)

شاکر کنڈان
(۱) نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور شعرائے جلال پور جٹاں (ش ۸)

شاہد رفاقت علی
(۱) "گلزارِ نعت ایک نایاب نعتیہ گلدستہ (ش ۸)

شبیر احمد قادری
(۱) جدید نعتیہ ادب اور بارگاہِ رسالت میں استمداد اور استغاثہ و فریاد (ش ۲) — (۲) فیصل آباد کا نعتیہ منظر نامہ (ش ۳) — (۳) قدوۃ الناعتین حافظ لدھیانوی مرحوم (ش ۹)

شبیہ الحسن ڈاکٹر
(۱) ظفر علی خان کی نعت نگاری (ش ۶)

شفقت رضوی پروفیسر
(۱) اردو میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (تحقیق تنقید تاریخ) ایک جائزہ (ش ۸) — (۲) گنگا سہائے تمیز لکھنوی کی چند نایاب نعتیں (ش ۵) — (۳) معراج نامہ، کچھی نرائن شفیق (ش ۶) (۴) نعتِ میر نظام الدین ممنون (ش ۶) — (۵) مولانا حسرت موہانی کی نعت گوئی (ش ۸) (۶) اردو نعت میں تاریخی، تحقیقی اور تنقیدی کتب، تعارف و تجزیہ (ش ۱۰)

صادق قصوری
(۱) سلسلہ جماعتیہ کے نعت گو شعراء (ش ۶)

صبیح رحمانی
(۱) شاعری میں ہائیکو کی روایت (ش ۱) — (۲) دبستانِ کراچی کی نعتیہ شاعری (ش ۲)

ضیا احمد بدایونی
(۱) غالب کا نعتیہ کلام (ش ۶)

عاصی کرنالی
(۱) ممنوعاتِ نعت (ش ۱) — (۲) اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کے اثرات (ش ۲) (۳) وقت کا تلازمہ، میری نعتوں میں (ش ۵) — (۴) اردو حمد و نعت، فارسی روایت کے تناظر میں (ش ۸) — (۵) اردو حمد و نعت کی روایت کے اساسی محرکات اور فروغ کی عملی صورتیں (ش ۹)

عزیز احمد
(۱) نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں زبان و بیان کی بے احتیاطیاں (ش ۱) — (۲) نعت اور شعریت (ش ۲) — (۳) اردو نعت اور جدید اسالیب (ش ۳، ۴) — (۴) جاذب قریشی، جدید تر لہجے کا شاعر (ش ۳) — (۵) اردو نعت اور شاعرانہ رویہ (ش ۵) — (۶) اردو نعت میں آفاقی قدروں کی تلاش (ش ۶) — (۷) صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری (ش ۶)

عزیزی عبد النعیم ڈاکٹر
(۱) امام احمد رضا اور محسن کاکوروی (ش ۳) — (۲) عرفان بجنوری کا فنِ نعت گوئی (ش ۴) — (۳) تقسیمِ ہند کے بعد مغربی بنگال میں نعت گوئی (ش ۵) — (۴) چند نعت گویانِ بریلی (ش ۶) (۵) اختر بستوی کی نعتیہ شاعری (ش ۶) — (۶) مصرعِ رضا اور کشفی صاحب (ش ۸) — (۷) نعت میں طنز کی شمولیت (ش ۸)

عصمت جاوید ڈاکٹر
(۱) اردو نعت گوئی میں عقیدت اور محبت کا اظہار (ش ۳)

غلام مصطفےٰ خاں، ڈاکٹر	(۱) امیر مینائی کے قصائد میں نعتیہ رنگ (ش ۸)
غوث میاں	(۱) پاکستان میں نعتیہ انتخاب (ش ۱)
فرمان فتح پوری، ڈاکٹر	(۱) اردو نعت گوئی میں ہیئت کے تجزیوں کی ضرورت (ش ۴)
فقیر محمد افضل، حافظ	(۱) نعت کا مثالی اسلوب نظم (ش ۲)
مجید بیدار، ڈاکٹر	(۱) دکن کی صاحب کتاب نعت گو شاعرات (ش ۴)
منصور ملتانی	(۱) جدید اردو نعت اور ''آنکھیں'' (ش ۴)
نور احمد میرٹھی	(۱) غیر مسلموں کی نعتیہ شاعری (ش ۴) — (۲) شعرائے میرٹھ کی نعت گوئی (ش ۶)
واصل عثمانی	(۱) منفرد لہجے کا نعت گو شاعر، سرشار صدیقی (ش ۵)
ہلال نقوی، ڈاکٹر	(۱) اردو مرثیے میں نعتیہ شاعری کے امتیازات (ش ۵)
یحییٰ نشیط سید، ڈاکٹر	(۱) اردو نعت کے موضوعات (ش ۵) — (۲) قصیدۂ بردہ کے منظوم اردو تراجم (ش ۸) — (۳) اردو نعتیہ شاعری میں شمائل النبی (ش ۹)
یونس حسنی، ڈاکٹر	(۱) قصیدہ مدیح خیر المرسلین کی ایک نادر تضمین (ش ۸)

مندرجہ بالا مضامین کی مدد سے اردو میں نعتیہ تنقید جیسی کتاب ترتیب دی جاسکتی ہے۔ نعت رنگ نے نظری و عملی ہر دو قسم کی تنقید میں قابل قدر نمونے پیش کیے ہیں۔ اس ضمن میں نعت رنگ میں چھپنے والے تنقیدی خطوط کا ذکر بھی ضروری ہے۔ اس جریدے نے خطوط نویسی کو ایک نئی آن بان سے متعارف کرایا ہے۔ ہر ذوق اور مسلک کا آدمی نعت رنگ کے مندرجات کے حوالے سے بے خوف ہو کر تنقیدی رائے دے سکتا ہے۔ مکتوب نگاروں میں عہد حاضر کے چوٹی کے ادیب شامل ہیں۔ نعت سے کسی بھی طرح کی کوئی دلچسپی رکھنے والی شاید ہی کوئی ایسی اہم شخصیت ہو، جس نے نعت رنگ کا خیر مقدم نہ کیا ہو۔ اپریل ۲۰۰۵ء تک شائع ہونے والے پہلے دس شماروں کے بعض خطوط نویس درج ذیل ہیں:

> ''ابوالخیر کشفی، احسان الحق ڈاکٹر، احمد صغیر صدیقی، اختر بلگرامی، ارشد اقبال، اسحاق قریشی ڈاکٹر، اسلوب انصاری، اشتیاق طالب، رفیع الدین اشفاق ڈاکٹر، افتخار امام صدیقی، امین راحت، انور سدید ڈاکٹر، انور مینائی، برق طلحہ رضوی، تابش دہلوی، تحسین فراقی، جعفر بلوچ، جمیل الدین عالی، جمیل جالبی، حبیب الرحمان سیال، حسرت کاسگنجوی، حفیظ تائب، خورشید رضوی ڈاکٹر، راغب مراد آبادی، رشید اختر خاں، ریاض حسین چودھری، سجاد سخن، سرشار صدیقی، سعید بدر، سلطان جمیل نسیم، سلیم اختر ڈاکٹر، سہیل احمد صدیقی، شاہ انجم بخاری، شاہ رشاد عثمانی، شاہنواز مرزا، شبنم رومانی، شبیر احمد قادری، شفقت رضوی، شکیل مصباح الدین کراچی، شکیل عادل زادہ، شگفتہ شیریں ڈاکٹر، ضیاء الحسن، طاہر تونسوی، عاصی کرنالی، عبدالحکیم شرف قادری، عرش ہاشمی، عزیزی عبدالنعیم، عنوان چشتی، عنایت علی خاں، غلام مصطفےٰ خاں ڈاکٹر، غوث متھراوی، فرمان فتح پوری، قمر یزدانی، کوکب حیدر آبادی، کوکب نورانی مولانا، کیف اختیار حسین مرزا، گوہر شیم احمد سید ڈاکٹر، لالہ صحرائی، لطفی عبدالقیوم، مجید فکری، محسن احسان، محسن بھوپالی، محمد سعید حکیم ''ہمدرد'' والے، مختار الدین احمد آرزو، مشفق خواجہ، مظفر وارثی، معز الدین حافظ، ملک الظفر سہسرامی، نجم الاسلام ڈاکٹر، ندیم صدیقی، نصیر احمد ناصر، نقوی احمد پوری، وامق عدنان، وسیم بریلوی، وقار احمد رضوی، وفا راشدی، یحییٰ نشیط سید ڈاکٹر، یونس اگاسکر ______ اس فہرست سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ سنجیدہ اہلِ ادب نے نعت پر تنقید کے عمل کا نہ صرف خوش دلی سے استقبال کیا بلکہ اس میں بساط بھر حصہ بھی لیا۔ مولانا کوکب نورانی نے خصوصی ہمت سے کام لیا اور نعتیہ مندرجات کا دینی حوالے سے گہرا جائزہ لیا۔ بعض لوگوں کے اختلاف کے باوجود، وہ گویا قافلۂ انتقادِ نعت رنگ کے سالار ہیں۔ ان خطوط میں جواب اور جواب الجواب کی روایت بھی نظر آتی ہے۔ صبیح رحمانی نے تمام خطوط کو بغیر کسی دور عایت کے من وعن شائع کیا ہے۔ پروفیسر شفقت رضوی نے ''نعت رنگ کا تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ'' کتاب میں پہلے پندرہ شماروں کا حاصلِ مطالعہ، تنقیدی تبصرے سمیت پیش کیا ہے۔ ان کی تحریریں واضح، دوٹوک اور نتیجہ خیز

ہوتی ہیں۔ وہ جائے اعتراض پر نکتہ چیں بھی ہوتے ہیں اور قابلِ داد نکتے پر تحسین بھی کرتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں معیاری تنقید کے وافر نمونے موجود ہیں۔ نعت رنگ نے مجموعی طور پر نعتیہ تنقید کی مضبوط بنیاد رکھ کر اپنی اشاعت کا جواز پیش کر دیا ہے۔ نعت کا یہ انتقادی پیش منظر ان شاء اللہ مستقبل میں مزید بہتر اور توانا آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہوگا۔

جہاں تک نعت سے متعلق تحقیقی کام کا تعلق ہے۔ یہ تنقید کی نسبت معیار و مقدار کے ہر دو لحاظ سے زیادہ وقیع ہے۔ نعتیہ تحقیق سے متعلق اکثر و بیشتر کام یونیورسٹیوں کے تحقیقی مقالات پر مشتمل ہے۔ بعض رسائل و جراید میں شائع ہونے والی تحقیقی کاوشیں تحقیق کی ایک معقول مقدار پر مشتمل ہیں۔ علاوہ ازیں درج ذیل نعتیہ کتب تحقیق خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہیں:

۱۔	اردو میں نعتیہ شاعری	از	ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق (مقالہ پی ایچ ڈی) مطبوعہ (۱۹۷۶ء، ۱۳۵)
۲۔	اردو میں نعت گوئی	از	ڈاکٹر ریاض مجید (مقالہ پی ایچ ڈی) ۱۹۹۰ء (۱۳۶)
۳۔	اردو شاعری میں نعت اول/دوم	از	ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری (مقالہ پی ایچ ڈی) ۱۹۹۲ء (۱۳۷)
۴۔	اردو میں میلاد النبیؐ (تحقیق، تنقید، تاریخ)	از	ڈاکٹر محمد مظفر عالم جاوید صدیقی (مقالہ پی ایچ ڈی) ۱۹۹۸ء (۱۳۸)
۵۔	اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر	از	ڈاکٹر عاصی کرنالی (مقالہ پی ایچ ڈی) ۲۰۰۱ء (۱۳۹)
۶۔	برصغیر پاک و ہند میں عربی نعتیہ شاعری	از	ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی (مقالہ پی ایچ ڈی) ۲۰۰۲ء (۱۴۰)

راجا رشید محمود کی ضخیم کتاب ''نعت کائنات'' (۱۴۱) کا مقدمہ پی ایچ ڈی کی سطح کے کام سے کسی طرح کم نہیں۔ یہی حال ان کی کتاب ''پاکستان میں نعت (۱۴۲) کا ہے۔ ان کی زیر ادارت شائع ہونے والے ماہنامہ نعت کے جن شماروں میں دادِ تحقیق دی گئی ہے قابلِ تحسین ہیں۔ صبیح رحمانی کے نعت رنگ میں بھی تحقیقی سرمایہ قابلِ ذکر ہی نہیں وجہِ انبساط بھی ہے۔

ماہنامہ شام و سحر کے نعت نمبر اور گورنمنٹ کالج شاہدرہ کے مجلّہ ''اوج'' کے دونوں نعت نمبر بھی تنقیدی و تحقیقی حوالے سے قابلِ ذکر ہیں۔ کراچی سے طاہر سلطانی ''ارمغانِ حمد'' اور ''جہانِ حمد'' دو رسالے جاری کیے ہوئے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ حمدِ الٰہی سے متعلق ہیں لیکن ان میں نعت سے متعلق شائع ہونے والا تنقیدی و تحقیقی مواد بھی قابلِ ذکر ہے۔ اس ضمن میں ''ارمغانِ حمد'' کے چند اہم مضامین کی طرف اشارہ بے فائدہ نہ ہوگا۔

قیصر تمکین	صبا اکبرآبادی کی نعت گوئی	(ش۴)
فرمان فتح پوری ڈاکٹر	طاہر سلطانی کی نعت گوئی	(ش۴)
رضی حیدر خواجہ	راجا رشید محمود (نعت گو شاعر)	(ش۴)
طاہر سلطانی	(۱) عبدالوحید تاج کی نعت نگاری (ش۴)۔ (۲) تنویر پھول کی افراط و تفریط سے محفوظ شاعری (ش۱۴)۔ (۳) غیر مسلم شعراء کا نعتیہ کلام (ش۱۷)۔ (۴) خالد علیم کی نت نگاری (ش۲۹)۔ (۵) حیرت الہ آبادی کی نعتیہ شاعری (ش۲۹)	
حسن مثنیٰ ندوی سیّد	حمد و نعت	(ش۴)
ابوالخیر کشفی ڈاکٹر	مقبول نقش کا نقشِ عقیدت	(ش۱۴)
کالی داس گپتا رضا	مولانا احمد رضا خاں اپنے عہد کا بڑا نعت گو	(ش۲۹)
محمد مظہر نیازی	باوضو آرزو فیروز شاہ کی نعت گوئی	(ش۱۴)
ضیاء الحسن پروفیسر	مشارق پر ایک نظر	(ش۱۴)
نیساں اکبرآبادی	عابد سعید عابد، ایک خوش گو شاعر	(ش۱۴)
ناہر رانا پروفیسر	قصرِ نعت کا معمار، حفیظ تائب	(ش۱۷)
حنیف اخگر	اُردو حمد و نعت کا ارتقاء	(ش۱۸)
معظم علی امجد	خوشبوئے التفات بہ یک نظر	(ش۱۹)

ارمغانِ حمد کے صبا اکبرآبادی نمبر، بہزاد لکھنوی نمبر بھی یادگار ہیں۔ علامہ اقبال اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی پر طاہر سلطانی کی کاوشیں بھلائی نہیں

جاسکتیں۔ عہد حاضر کے نعتیہ منظرنامے میں بعض رسائل وجرائد کے ذکر ناگزیر ہے۔ مثلاً ماہنامہ "حمد ونعت" کراچی۔ ایڈیٹر شہزاد احمد۔ ۱۹۹۰ء سے ۱۹۹۶ء تک متعدد شمارے شائع ہوئے، جن میں نعتیہ تخلیقی، تنقیدی اور تحقیقی سرمایہ بھی ہے۔ لاہور/ دوحہ سے شائع ہونے والا مجلّہ خیال وفن (مدیر اعلیٰ: محمد ممتاز راشد) اس کا خلیجی نعت نمبر (جنوری۔مارچ ۲۰۰۱) ۱۸۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ ماہنامہ "تحریریں" لاہور۔ (نعت نمبر) مدیرہ: زاہدہ صدیقی جنوری ۱۹۸۵ء۔ ششماہی "اقلیم" ساہیوال (نعتیہ انتخاب نمبر) مدیر: اکرم کلیم مئی ۱۹۸۹ء۔ ماہنامہ محبوب لاہور (نعت نمبر) مدیر: احمد علی شرقپوری ۱۹۷۳ء۔ "لفظ ہمارے" لودھراں (نعت نمبر) مرتب مبشر وسیم لودھی جون ۱۹۸۴ء۔ "شاعری" راولپنڈی (نعت نمبر) مدیر اعلیٰ: اختر امام رضوی دسمبر ۱۹۸۱ء۔ سہ ماہی "سیرت طیبہ" کراچی (نعتِ رسول نمبر) (مدیر: عبدالعزیز عرفی)۔ ماہنامہ "القول السدید لاہور (نعت نمبر) مدیر محمد جاوید اکبر قادری، مجلّہ نقوش، مدیر اعلیٰ: محمد طفیل۔ ہفت روزہ "الہام" بہاولپور (نعت نمبر) مدیر شہاب حسن دہلوی، ۷ دسمبر ۱۹۸۲ء۔ (۱۴۲۔الف)

کراچی سے شائع ہونے والے کتابی سلسلے "راونجات" مدیر اعلیٰ غلام مجتبیٰ احدی۔ "سفیر نعت" مدیر آفتاب کریمی۔ "دنیائے نعت" مدیر: عزیز الدین خاکی کا ذکر بھی ضروری ہے۔ اسی طرح ابرار حنیف مغل کی کاوشوں سے لاہور سے شائع ہونے والا سلسلہ "کاروانِ نعت" خصوصاً اس کا "نعت خوانی نمبر" مارچ ۲۰۰۷ء بھلایا نہیں جاسکتا۔ نیز افواج پاکستان کے ہفت روزہ ہلال کے نعت نمبروں پر ایک طاہرانہ سی نگاہ بھی ڈالنے سے یہ اندازہ ہوجاتا ہے کہ نعت کا ادبی پہلو کس قدر رفیع اور وسیع ہے واضح رہے کہ رسائل وجرائد کے مندرجہ بالا نمبروں کا ذکر بحرِ نعت کی ایک موج سے بھی کم ہے۔ کیونکہ نعت نمبروں، رسول نمبروں، میلاد نمبروں اور سیرت نمبروں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ یہ بجائے خود ایک بڑے تحقیقی مقالے کا متقاضی ہے۔

مندرجہ بالا شواہد سے واضح ہے کہ نعت نے تخلیقی، تاریخی، تنقیدی اور تحقیقی سطح پر اردو ادب کے دامن کو مالا مال کیا ہے۔ ادب کا کوئی سنجیدہ قاری نعت کے اس وسیع ادبی پہلو سے صرفِ نظر نہیں کرسکتا۔

نعت کی اقسام

اردو میں نعت کے پہلے باقاعدہ محقق ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق نے اردو نعت کی تین اقسام گنوائیں:

ا۔ ایک وہ نعت ہے جو عقیدۃً، تبرکاً اور رسماً برائے نام لکھی گئی۔

ب۔ دوسری مقصدی نعت، جو شعراء نے مستقلاً لکھی۔

ج۔ تیسری قسم کو اصلاحی نعت قرار دیں گے جو دراصل مقصدی نعت ہی کی ایک قسم ہے۔ ۱۴۳

چونکہ ڈاکٹر رفیع الدین نے خود ہی دوسری اور تیسری قسم کو "دراصل ایک ہی" قرار دیا ہے لہٰذا ان کے نقطۂ نظر سے محض دو قسمیں باقی رہ گئیں، رسمی اور مقصدی۔ ڈاکٹر ریاض مجید اور راجا رشید محمود نے بھی نعت کی پہلی قسم "رسمی نعت" ہی تسلیم کی ہے۔ رسمی نعت کے متعلق ریاض مجید نے لکھا ہے۔ "وہ (نعت) جو محض ایک شعری روایت کے طور پر لکھی گئی ہو۔" ۱۴۴ ایسی نعت کا محرک وہ حدیثِ مبارکہ ہے جو دیلمی کی مسند الفردوس کے حوالے سے ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے لکھی ہے۔ ازاں بعد ڈاکٹر ریاض مجید اور پھر راجا رشید محمود نے بھی جس کا ترجمہ زینتِ تحریر بنایا ہے:

"ہر مہتمم بالشان کام جو اللہ کی تعریف اور مجھ پر درود کے ساتھ شروع نہ کیا جائے، تو وہ ناقص اور ہر برکت سے مٹا ہوا (محروم) ہے۔" ۱۴۵

بقول ریاض مجید "خطبات وتقاریر کے علاوہ مسلمانوں کی علمی ودینی، فقہی ومذہبی، معاشرتی، سماجی، تاریخی، ادبی، شعری نگارشات وکتب سے لے کر سائنسی اور طبّی کتب تک میں، آغازِ تحریر (بسم اللہ الرحمن الرحیم) کے ساتھ حمد ونعت (نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم) کے مضمون نے ایک .... رسم اور روایت کی حیثیت اختیار کرلی .... ہر نثار اور شاعر کے لیے فرض رہا ہے کہ حمد ونعت کو نظم یا نثر کے ساتھ شامل کرے۔ ۱۴۶

گویا ان کے نزدیک نعت کے علاوہ کسی دوسرے موضوع پر تفصیلاً لکھنے والا شاعر اگر اپنے کلام کے آغاز میں حصولِ برکت کیلئے چند شعر حمد کے اور چند نعت شریف کے لکھدے تو ایسی نعت رسمی نعت کہلائے گی۔

ڈاکٹر ریاض مجید رسمی نعتوں کی تخلیق کے پس منظر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کا جذبہ تو تسلیم کرتے ہیں لیکن ایسی نعتوں کو اس کیف سے خالی پاتے ہیں جو حقیقی نعت کی جان ہے۔ (۱۴۷) راجا رشید محمود اس سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"......... اس خیال کا اظہار کہ ان کے اندر وہ کیف نہیں جو حقیقی نعت کی جان ہے، شاید درست نہ ہو۔ رسم ہی کے طور پر کتاب کے آغاز میں آنے والی بعض ایسی نعتیں ہیں کہ آج تک نعت کے تذکروں میں ان کے حوالے کے بغیر بات نہیں بنتی۔" ۱۴۸

راقم الحروف کے خیال میں اگرچہ ڈاکٹر ریاض مجید کا خیال جزوی طور پر غلط نہیں لیکن ایک کلیہ کے طور پر تسلیم کرنا مشکل ہے۔ دراصل ہر نعت پارہ خواہ وہ رسمی ہو یا غیر رسمی اپنی الگ کیفیت، تاثیر اور ادبی قدر وقیمت رکھتا ہے۔ جس کا فیصلہ حقیقی تجزیے کے بعد ممکن ہے۔ نعت کی دوسری قسم ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق کے نزدیک مقصدی نعت ہے۔ مقصدی نعت کا مفہوم ان کے نزدیک محض یہ نہیں کہ کوئی شاعر صرف نعت ہی لکھنے کے مقصد

کے تحت نعت لکھدے بلکہ یہ وہ مقصدیت ہے۔جس کے ڈانڈے آرٹ برائے زندگی کے نظریہ سے جا ملتے ہیں:

''نعت گو شعراء نے جس زندگی کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا اس کا نمونہ زندگی کے گونا گوں مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ وہ مسائل نظری بھی ہیں، فکری بھی ہیں اور عملی بھی۔'' ۱۴۹

انہوں نے مثال کے طور پر علامہ اقبال کی شاعری کو مقصدی قرار دیا ہے' ان کے نزدیک:

''یہ مقصدی شاعری بھی اس ایک حقیقت کی ترجمانی کر رہی ہے جسے حقیقتِ محمدی کہتے ہیں۔'' ۱۵۰

انہوں نے حضرت حسان بن ثابتؓ کی نعتیہ شاعری سے ان کے مضامین و موضوعاتِ نعت کی نشاندہی کرتے ہوئے طے کیا کہ ''نعت گوئی ابتدا میں قطعاً مقصدی رنگ لئے ہوئے تھی۔'' ۱۵۱ مقصدی نعت کے اصلاحی پہلو سے ان کی مراد یہ ہے کہ فوق العادت واقعات کے بجائے سیرتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وہ مضامین بیان کیے جائیں جن سے ہماری زندگی کے موجودہ مسائل کا تعلق ہے۔ مسلمانوں کے زوال اور نکبت کا حل اطاعتِ رسول میں ہے اسی مقصد کے تحت لکھی گئی نعت اصلاحی نعت ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ''مولانا احمد رضا خان کی نعت گوئی'' کے زیرِ عنوان ایم۔اے کا ایک مقالہ ۱۹۷۲ء میں پیش کیا گیا۔ اس کے مقالہ نگار بشیر احمد قادری نے اندازِ بیان کے حوالے سے نعت کی درج ذیل اقسام کا ذکر کیا:

الف۔ غزلیہ انداز نعت: جس میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اپنی والہانہ محبت کا اظہار حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سراپا حسن قرار دیکر رنگِ تغزل میں کیا جاتا ہے۔

ب۔ توصیفی اندازِ نعت: جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصاف و کمالات کا بیان اندازِ غزل سے دور رہ کر کیا جائے۔

بقول بشیر احمد قادری ''پہلی قسم کی نعتوں میں مدح کو ثانوی درجہ حاصل ہوتا ہے جبکہ دوسری قسم کی نعتوں میں اظہارِ محبت کو ثانویت حاصل ہوتی ہے۔'' ۱۵۲ حافظ محمد منیر نے ''پاکستان میں اردو نعتیہ شاعری...... ایک تحقیقی مطالعہ'' کے زیرِ عنوان' پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ایم۔اے کا ایک مقالہ ۱۹۸۹ء میں لکھا۔ انہوں نے نعت کی درج ذیل اقسام کا ذکر کیا ہے:

ا۔ رسمی نعت: اسلامی ادب میں نظم ونثر کی ہر کاوش کے تمہیدی حصے میں شعراء نے حمد و نعت کو جگہ دی۔ جس طرح درود بھیجنا زندگی میں ایک بار واجب ہے' اسی طرح شعراء نے حمد و نعت کو شامل کرنا ضروری سمجھا۔ ۱۵۳

ب۔ مقصدی نعت: ایک مقصد کو پیشِ نظر رکھ کر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفات بیان کی جائیں تو اس طرح کی نعت مقصدی کہلائے گی۔ مثلاً حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق کو اس طرح بیان کرنا کہ لوگوں میں آپ کے اخلاقِ عالیہ کو اپنانے کی ترغیب ہو' سیرت کے بارے میں علم ہو یا آقائے ہر عالم پر دشمنانِ دین کے اعتراضات کے جواب دینا ہو۔ ۱۵۴

ج۔ اصلاحی نعت: اس میں شعراء لوگوں کے پست احوال کو بیان کر کے اس کی وجہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں کمی بتاتے ہیں' مسلمانوں کی توجہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت کی طرف دلاتے ہیں اور شاعرانہ پیرایوں سے اپنے احوال سنوارنے کی ترغیب دلاتے ہیں۔ ۱۵۵ بشیر احمد قادری نے اندازِ بیان کے حوالے سے نعت کی جو اقسام بتائی ہیں۔ یہ اس حوالے سے بھی مکمل اقسام نہیں' بہر حال ریاض مجید کی بیان کردہ اقسام میں یہ دونوں اقسام بھی موجود ہیں۔ حافظ منیر نے من وعن وہی اقسام ذکر کی ہیں جو رفیع الدین اشفاق اپنے مقالے ''اردو میں نعتیہ شاعری'' میں لکھ چکے ہیں۔ ۱۵۶ ڈاکٹر ریاض مجید نے نعت کی پہلی قسم تو رسمی نعت ہی تسلیم کی ہے۔ البتہ انہوں نے نعت کی دوسری قسم کو حقیقی نعت کا عنوان دیا اور لکھا کہ جب کوئی شاعر نعت کو بطور ادبی صنف تسلیم کرتے ہوئے اس کے فنی لوازم اور صنفی نزاکتوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے گہرے شغف اور انہماک سے اسے ادبی و فنی معیار دینے کی سنجیدہ کوشش کرے تو اس کا کلام حقیقی نعت ہوگا۔ ۱۵۷ ڈاکٹر ریاض مجید نے مختلف انداز اور اسالیب کے حوالے سے نعت کی درج ذیل شاخوں کا بھی ذکر کیا ہے' جن کا انتہائی مختصر تعارف یہ ہے:

ا۔ توصیفی اندازِ نعت: ایسی نعت جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عالمِ انسانیت پر' اُن کے احسانات کے پیشِ نظر مدح و توصیف غالب اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اظہارِ محبت ثانوی درجہ کا ہو جیسے مسدس حالی کے بعض بند۔

ب۔ عشقیہ اندازِ نعت: وہ نعت جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح و توصیف کی نسبت آپ سے اظہارِ محبت کا

جذبہ زیادہ ہو جیسے بیدم وارثی' احمد رضا' علامہ اقبال وغیرہ کا کلام۔

ج۔ غزلیہ اندازِ نعت: جس میں نعت کے موضوع و منصب کے مقابلے میں لوازم غزل کا التزام زیادہ ہو۔ جسے اگر نعت کے عنوان سے پیش نہ کیا جائے تو اس پر عام غزل کا گمان بلکہ یقین ہو جیسے امیر خسروؒ کی غزل:

نمی دانم چہ منزل بود شب جائیکہ من بودم

د۔ مقصدی اندازِ نعت: ذاتی' معاشرتی' ملی اور آفاقی مقاصد کے حصول کے لیے لکھی گئی نعت۔

ہ۔ تاریخی اندازِ نعت: جس میں سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منظم و مربوط شکل میں منظوم کیا گیا ہو جیسے حفیظ کا شاہنامۂ اسلام۔

و۔ استمداد و استغاثہ کا انداز: جس میں ذاتی و اجتماعی مصائب و آلام کو آپ کی بارگاہِ رحمت میں پیش کر کے آپ سے چارہ سازی کی درخواست کی گئی ہو جیسے حالی کی نعت:

اے خاصہ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے

ز۔ نعت میں صلوٰۃ و سلام کا انداز: جس میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں درود و سلام کے منظوم نذرانے پیش کیے گئے ہوں جیسے احمد رضا کی نعت

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ان ملی جلی نو اقسام کے علاوہ فاضل محقق نے زمانی اعتبار سے قدیم اور جدید اسلوب پر مشتمل دو مزید اقسامِ نعت کا ذکر بھی کیا ہے۔ ۱۵۸

راجا رشید محمود کے نزدیک نعت کی کل آٹھ اقسام ہیں۔ پہلی قسم تو وہ بھی رسمی نعت ہی کو قرار دیتے ہیں۔ باقی سات اقسام درج ذیل ہیں:

ا۔ صرف نعت کہنے والوں کی نعت: جذبے اور عقیدت کے شاعر جنہوں نے عمر بھر صرف نعت کہی۔ ہر شاعر کے شعری ذوق کے مطابق اس کے کلام میں محاسن ہیں۔

ب۔ باادب شاعروں کی نعت: ذاتِ الوہیت اور ذاتِ رسالت کے علاوہ عبد اور عبدہٗ کے فرق کو پہچاننے اور معبود و محبوب کے رشتے کی حد بندی رکھنے والوں کی نعت

ج۔ احتیاط پسندوں کی نعت: حمد اور نعت کے فرق کو ملحوظ رکھ کر معیاری نعت کہنے والے باادب شعراء کی نعت جو مقامِ رسالت سے فروتر بات کا سوچ بھی نہیں سکتے جو نعت میں تو تم جیسے الفاظ سے تخاطب اور فلمی طرز پر نعت کو گوارا نہیں کرتے۔

د۔ زیادہ احتیاط پسندوں کی نعت: عروض کی کڑی پابندیوں کے عادی' نعت کے بنیادی مضامین کو غیر مشروع جاننے والوں کی جذبے سے عاری نعت۔

ہ۔ غزل گووں کی نعت: غزل یا دیگر اصنافِ سخن میں شعر کہتے کہتے نعت کی دنیا میں آنے والوں کی نعت جو جدید لفظیات' تراکیب اور استعارات کی نئی دنیا ساتھ لائے لیکن قرآن و حدیث سے زیادہ واقف نہیں ہیں۔

و۔ دنیوی مفاد کے لئے کہی جانے والی نعت: محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ جلب منفعت (زر' شہرت وغیرہ) کی خاطر لکھنے والوں کی نعت۔ ملکی اور غیر ملکی بڑے مشاعروں میں شرکت کے لیے خوشامدیں اور سازشیں کرنے والے' کم ذخیرۂ نعت کے باوجود ذرائع ابلاغ پر چھائے ہوئے شعراء کی نعت۔

ز۔ محفلوں میں پڑھی جانے والی نعت: کرنسی نوٹ کمانے کے لیے' دینی علوم سے ناواقف' محض عوامی پسند کے مطابق لکھنے والے شاعر نما نعت خوانوں کی نعت جس میں فنی و شرعی بے احتیاطیاں بھی بہت ہوں۔ ۱۵۹

مندرجہ بالا اقسام نعت پر غور کیا جائے تو احساس ہوتا ہے کہ ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے تین (لیکن دراصل دو) اقسام کا ذکر کیا ہے۔ بشیر قادری نے دو ڈاکٹر ریاض مجید نے گیارہ اور راجا رشید محمود نے آٹھ اقسام کا ذکر کیا ہے۔

ان اقسام کو مختصر کرنے کے گنجائش موجود ہے۔ مثلاً ڈاکٹر ریاض مجید کی تقسیم میں استمداد واستغاثہ پر مشتمل نعتوں کو مقصدی نعت کے ذیل میں لایا جاسکتا ہے۔ یا راجا رشید محمود کی تقسیم میں کئی اقسام کو یکجا کیا جاسکتا ہے مثلاً احتیاط پسندوں کی نعت کو بآسانی باادب شاعروں کی نعت میں ضم کیا جاسکتا ہے۔ دنیوی مفاد کے لیے کہی جانے والی نعت اور محفلوں میں پڑھی جانے والی نعت کی جو تعریفیں دی گئی ہیں ان کا تعلق شاعر کی دلی نیت سے ہے جس کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، بہرحال انہیں بھی یکجا کرنے کی گنجائش ہے۔ راجا صاحب نے ''نعت کے بنیادی مضامین کو غیر شروع جاننے والوں کی جذبے سے ہماری نعت'' کو ''زیادہ احتیاط پسندوں کی غیر نعت کا نام دیا ہے۔ اس رائے سے اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔ راقم کے نزدیک نعت کے بنیادی مضامین کو غیر شروع جاننا زیادہ احتیاط پسندی نہیں بلکہ زیادہ ہٹ دھرمی ہے۔ کیونکہ اگر ایسی نعت کے مضامین، بنیادی مضامین نعت میں اور واقعی بنیادی و اساسی مضامین نعت ہونے کے سبب وہ یقیناً شروع ہیں تو پھر انہیں غیر شروع کہنا کیسے مناسب ہوسکتا ہے۔ پس اگر اشعار واقعی خلاف شرع میں تو وہ نعت کے بنیادی مضامین نہیں ہوسکتے۔ اور اگر واقعی شرع کے مطابق ہیں تو انہیں غیر مشروع کہنے والا دراصل ہٹ دھرم نہیں تو اور کیا ہے۔

ڈاکٹر عاصی کرنالی نے نعت کو (۱) رسمی نعت گوئی (۲) حقیقی نعت گوئی (۳) اصلاحی یا تعمیری نعت گوئی میں تقسیم کیا ہے۔ حقیقی نعت سے ان کی مراد مطلع سے لیکر مقطع تک کلی طور پر لکھی گئی نعت ہے اور اصلاحی یا تعمیری نعت سے ان کی مراد وہ بامقصد، اصلاحی کلام ہے جس سے فرد اور اسلامی معاشرے کی تہذیب ہوسکے، معاشرے کے آشوب کو دربارِ رسالت میں پیش کرنے کا عمل بھی اسی کا ذیل سے متعلق ہے۔ (۱۶۰۔الف)

راقم الحروف کے نزدیک نعت کی اہم اقسام درج ذیل ہیں:

۱۔ ذیلی وثانوی نعت: غیر نعتیہ مضمون (مثلاً کسی رومانی قصے، روحانی حکایت یا جنگی واقعہ وغیرہ) کے آغاز میں، صرف حصولِ خیر و برکت کے لیے ایک روایت کو نباہتے ہوئے کہے گئے اشعار پر مشتمل نعت۔ ایسی نعت کے لیے شعروں کی کوئی خاص تعداد مقرر نہیں۔ شاعر اپنے ذوق کے مطابق ایک مصرع، ایک شعر یا چند شعروں پر مشتمل ذیلی نعت کہہ سکتا ہے۔ طبع رواں ہو تو یہ تعداد بیسیوں یا اس سے بھی زیادہ اشعار تک جاسکتی ہے۔ عموماً ذیلی نعت کی ہیئت وہی ہوتی ہے جو اصل مضمون پر مشتمل شعروں کی ہو۔ چونکہ ایسی نعت مرکزی موضوع سے متعلق نہیں ہوتی لہٰذا اس میں بھرتی کے اشعار ہوسکتے ہیں لیکن اس کے ہر شعر کو محض روایتی ہونے کی بناء پر غیر حقیقی یا غیر ادبی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ہر نعت پارے کے فکری و فنی تجزیے کے بعد ہی اس کی ادبی قدر کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اصل مضمون کی نسبت شاعر کی نعت پر ثانوی توجہ کے پیشِ نظر اس کا نام ذیلی وثانوی نعت مناسب ہے۔

۲۔ رسمی وروایتی نعت: ایسی نعت جس میں سادہ سے عام انداز میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح وثنا ہو۔ شریعت اس کے متن کے کسی حصے پر گرفت تو نہ کرتی ہو البتہ اس میں فکری وفنی اعتبار سے کوئی خاص کشش بھی نہ ہو۔ آفاقی قدروں، شعریت، دلکشی، تاثیر اور دیگر اعلیٰ ادبی خوبیوں سے خالی کلام، جو سادہ نثر میں بھی پیش کر دیا جاتا تو کچھ فرق نہ پڑتا، رسمی نعت ہے۔ ہر زمانے کے ہر شخص کو متاثر کرنے، شعری آسمان پر آفتابِ عالم تاب بن کر چمکنے، ایک عظیم معیار بننے اور اپنی انفرادیت وعظمت کا لوہا منوانے کی صلاحیت ہر نظم کو حاصل نہیں ہوتی بلکہ کوئی خاص نظم ہی اس شان کی حامل ہوتی ہے۔ عام نظمیں تو بس عام سے انداز میں عام سی باتوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ اسی طرح جذبے، تاثیر اور انفرادیت سے محروم، روایتی سا نعتیہ کلام ادبی حوالے سے رسمی نعت کہلائے گا۔ ذیلی وثانوی نعت اور رسمی وروایتی نعت میں اصل فرق صرف نعت کو ایک روایت کے طور پر نباہنے اور باقاعدہ صنفِ سخن تسلیم کر کے لکھنے کا ہے۔ ذیلی وثانوی نعت معیاری بھی ہوسکتی ہے جبکہ رسمی وروایتی نعت اعلیٰ ادبی خوبیوں کے نہ ہونے کے باعث معیاری نعت کے برابر تسلیم نہیں کی جاسکتی۔

۳۔ معیاری نعت: خالصۃً نعت کے طور پر کہے گئے مشروع اشعار جن میں فکر یا فن مجروح نہ ہوا ہو الوہیت اور رسالت نیز عبد اور عبدہٗ کے فرق کے علاوہ معبود ومحبوب کی عظمتوں کے پیشِ نظر سچی عقیدت، دلی جذبے، کمال محبت اور حد درجہ عجز وادب سے کہے گئے پُرتاثیر اور ادبی خوبیوں سے مالا مال نعتیہ اشعار۔ ایسی نعت کو معیاری نعت کے علاوہ حقیقی نعت، خالص نعت یا اصلی نعت بھی کہا جاسکتا ہے۔

۴۔ غیر معیاری نعت: وہ اشعار جن کو صرف نعت کے طور پر لکھا گیا ہو لیکن ان میں شرعی، فکری یا فنی لغزشیں ہوں۔ اصل شرط کلام کا شریعت کے موافق ہونا ہے۔ فکری یا فنی غلطیوں سے شاعر کے اعلیٰ درجے پر فائز نہ ہونے کا اظہار ہوگا لیکن شرع محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے برخلاف کلام سے ایمان کے ضیاع کا خدشہ ہے۔ اسی لیے نعت گوئی میں بے حد احتیاط کی ضرورت ہے۔ واضح رہے کہ اگر کوئی نعتیہ شعر (یا پوری نعت) مجازی محبوب پر اس طرح صادق آتی ہو کہ اس پر غزل کا عنوان لکھ دیا جائے تو محض مجازی محبوب سے متعلق غزل ہی محسوس

ہو نیز اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مناسبت کا کوئی پہلو موجود نہ ہو تو اسے قطعاً نعت نہیں کہا جائے گا۔ وہ نہ ذیلی نعت ہوگی نہ رسمی بلکہ سرے سے نعت ہی نہیں ہوگی۔ اگر کسی بھی نعت پارے کے معیاری یا غیر معیاری ہونے کا فیصلہ صرف ایسا نقاد کر سکتا ہے جو قرآن، حدیث اور فقہ کے علاوہ ادبی انتقاد کے اصولوں اور فن پارے کی فکری و فنی جانچ کا مناسب علم رکھتا ہو نیز غیر جانبدار اور غیر مبہم نتائج اخذ کرنے کی مکمل اہلیت بھی رکھتا ہو۔ محض عوامی مقبولیت، مشکل یا آسان الفاظ و مضامین وغیرہ کی بنیاد پر کسی نعت کو معیاری یا غیر معیاری قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس کے لیے اعلیٰ شاعری کی خصوصیات کے پیشِ نظر نعت پارے کا جائزہ لے کر ہی اس کی شرعی و ادبی حیثیت کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

۵۔ **مقصدی نعت:** ذاتی، ملی یا عالمی مقاصد کے حصول کے لئے کہی گئی نعت مثلاً بیماری یا پریشانی وغیرہ سے نجات کے لئے شافیِ مطلق جل شانہٗ کے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں التجائے دعا و التفات پر مشتمل نعت۔ ملی افتراق و انتشار، امت کی زبوں حالی یا قومی مصائب و آلام کے خاتمہ کے لئے ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور چارہ سازی کی درخواست۔ دنیا جہاں کے مسائل کے حل، عالمگیر وحدت، آفاقی امن وغیرہ کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور استمداد و استغاثہ سے متعلق اشعار مقصدی نعت ہی کے ضمن میں آئیں گے۔ یہ مقصدیت بالکل ذاتی نوعیت کی بھی ہو سکتی ہے اور عالمگیر نظریہ "ادب برائے زندگی" کی حامل بھی۔ اگر ادب کا فریضہ زندگی میں بہتری، معاشرے کی اصلاح اور ترقی کا تسلسل وغیرہ ہے تو نعت اسے بہترین انداز میں پورا کر سکتی ہے۔

۶۔ **سوانحی نعت:** جس نعت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مبارک کے ارشادات، واقعات، معجزات، غزوات وغیرہ کا تفصیلی بیان ہو، جیسے حفیظ کا شاہنامۂ اسلام۔ سوانحی نعت پارے تاریخی اعتبار سے بالکل درست اور مستند ہونے چاہییں اور واقعات مسلمہ تاریخی روایات سے مختلف نہیں ہونے چاہییں۔

۷۔ **درود و سلام پر مشتمل نعت:** جن شعروں میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام کا التزام ہو۔

راقم الحروف کے نزدیک (ا) محبت کا اظہار کے رجحان (یعنی شاعر نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے ساتھ قلبی طور پر محبت کا اظہار کیا ہے یا عالمِ بشریت پر آپ کے احسانات و فیوض کے پیشِ نظر خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفاتِ عالیہ کی توصیف کی ہے) پر مشتمل نعتوں کو کسی طرح کسی مخصوص مسلک کے متشدد انداز کی آئینہ دار نہیں ہونا چاہیے۔ اس ضمن میں شعرائے کرام اور ناقدین عظام کو بہر صورت افراط و تفریط سے بچنا چاہیے۔ اللہ نہ کرے کہ وہ وقت آئے جب نعتوں پر مخصوص مسالک کے لیبل چسپاں ہونے لگیں اور مناظراتی و مجادلاتی رویوں سے نعتوں کی ایسی اقسام سامنے آئیں جو نعت کی ہمہ گیریت، اس کے روحانی اثرات، تبلیغی و اصلاحی مقاصد اور دینی اتحاد و رواداری کے برعکس نظر آئیں۔ ممکن ہے ایک نعت ایک سے زاید اقسام پر مشتمل ہو مثلاً وہ بیک وقت مقصدی بھی ہو سکتی ہے اور سوانحی بھی ایسی صورت میں اسے مرکب نعت کہا جا سکتا ہے، ایک ہی قسم پر مشتمل ہونے کی صورت میں اسے مفرد نعت کہا جا سکتا ہے۔ مختلف حوالوں سے نعت کی مزید اقسام بیان کی جا سکتی ہیں لیکن اس ضمن میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ یہ بات بہر حال طے ہے کہ

ا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "اِلٰہ" نہیں، وہ اللہ کے عبد اور رسول ہیں۔ الوہیت کی شان کو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کے لئے بیان کرنا شرع سے بغاوت تو ہے ہی، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچانے والا امر بھی ہے۔ اس سے بہر حال بچنا چاہیے۔

ب۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نعوذ باللہ ہمارے جیسے "محض" بشر نہیں۔ وہ خیر الخلائق، امام الانبیاء، سید الرسل اور حبیب اللہ ہیں۔ "اِلٰہ" کی امتیازی شان کے علاوہ ان کی جیسی بھی توصیف کی جائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے افضل ہی ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت و توصیف کا حق کما حقہٗ صرف اللہ تعالیٰ ہی ادا کر سکتا ہے۔ کسی دوسرے کے بس میں نہیں، پس اظہار محبت اور ان کی نظرِ کرم کی امید میں جیسی صفت و ثنا ہو سکے اسے خاص توفیقِ خداوندی سمجھنا چاہیے۔ حافظ محمد افضل فقیر کے بقول

ع۔ توصیف پیمبر ہے توفیقِ خداوندی

ا **نعت کے انداز و اسالیب:** مشہور محققِ نعت ریاض مجید نے نعت کے انداز و اسلوب پر "اردو میں نعت گوئی" میں اظہارِ خیال کیا ہے۔ انہوں نے درج ذیل سات اسالیب نعت کا ذکر کیا ہے۔

ا۔ توصیفی اندازِ نعت: جس میں مدح و توصیف کا رجحان غالب اور آپ سے اظہارِ محبت و شیفتگی کا درجہ ثانوی ہو۔ اس انداز میں آپ کی سیرتِ مبارک، آپ کے اخلاقِ حمیدہ، صداقت، امانت، سخاوت۔۔۔ کی تعریف۔۔۔ آپ کے اسمائے مبارکہ اور بنی نوع انساں پر آپ

کے احسانات و برکات کے حوالے سے آپ کی تعریف اور مدح کی جاتی ہے۔ جیسے حالی کے وہ نعتیہ بند جو مسدس کا حصہ ہیں:

ع وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

۲۔ **عشقیہ اندازِ نعت:** نعت کا وہ انداز جس میں عشقِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والہانہ تجربات کا اظہار ہو۔ اس انداز میں آپ کی مدح و توصیف پر آپ سے محبت و شیفتگی کا جذبہ غالب رہتا ہے۔۔۔ یہ انداز جذب و شوق میں ڈوبا نظر آتا ہے ۔۔۔ مدینے سے دوری کا احوال، روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حاضر ہونے کا بے پایاں شوق وغیرہ (جیسے بیدم وارثی، احمد رضا خاں، علامہ اقبال، بہزاد لکھنوی کا کلام)۔

۳۔ **غزلیہ اندازِ نعت:** نعت کا وہ انداز جس میں غزل کی خصوصیات (ایجاز و اختصار، رمز و ایماء وغیرہ) در آئیں۔ اس انداز میں نعت کے موضوع و منصب کے مقابلے میں لوازماتِ غزل کا التزام زیادہ نظر آتا ہے.......... اس انداز کی نعتوں میں ایسے شعر بھی مل جاتے ہیں جنہیں اگر نعت کے عنوان سے پیش نہ کیا جائے تو ان پر غزل کا گمان بلکہ یقین ہوتا ہے، جیسے

ع۔ نمی دانم چہ منزل بود شب جائیکہ من بودم

۴۔ **مقصدی اندازِ نعت:** نعت کا وہ انداز جس میں کسی مقصد کے حصول کے لئے نعت کہی جائے۔ یہ مقصد ذاتی بھی ہوسکتا ہے، معاشرتی و ملی بھی نیز آفاقی بھی۔ (اس کی اعلیٰ ترین مثال کلامِ اقبال ہے۔)

۵۔ **تاریخی اندازِ نعت:** جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت و سوانح کا واقعاتی انداز میں ذکر ہو۔ قدیم نور ناموں، میلاد ناموں، معراج ناموں اور وفات ناموں سے لیکر حفیظ جالندھری کے شاہنامۂ اسلام تک اس انداز کی بکثرت مثالیں ہیں۔

۶۔ **نعت میں استمداد و استغاثہ کا انداز:** نعت کا وہ انداز جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جناب میں اپنے حالات اور درپیش مسائل و مصائب کا اظہار کر کے ان سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ (جیسے حالی کی ''عرضِ حال بجناب سرورِ کائنات'' اور ''علامہ اقبالؒ کی نظم ''حضورِ رسالت مآبؐ میں'' وغیرہ)

۷۔ **نعت میں صلوٰۃ وسلام کا انداز:** وہ نعتیں جن میں صلوۃ وسلام ہو، کبھی مصرع کا آغاز سلام سے ہوتا ہے اور کبھی سلام کو ردیف کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ (۶۱)

ڈاکٹر ریاض مجید نے مندرجہ بالا سات اسالیبِ نعت کے علاوہ قدیم اسلوبِ نعت (۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی تک لکھا گیا نعتیہ کلام ۔۔۔ جس میں عموماً حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور، ولادت، معجزات، غزوات وغیرہ کا ذکر ہو، ایسی نعتیں زیادہ تر مثنوی، قصیدہ اور غزل کی ہیئت میں کہی گئی ہیں۔) اور جدید اسلوبِ نعت (۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد کی نعتیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیمبرانہ شان کے ساتھ ساتھ ایک انسانِ کامل کے طور پر آپ کی بشری خصوصیات اور معاشرت و تمدن میں آپ کے انقلاب آفرین اقدامات و اصلاحات وغیرہ کے تذکار کو فروغ ملا۔۔۔ آپ کی رسالت و بشریت کا زیادہ گہرے شعور سے مطالعہ نظر آتا ہے۔) (۶۲)

ڈاکٹر ریاض مجید کے طویل مضمون کو انتہائی اختصار کے ساتھ درج کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کی عبارت کا لبِ لباب سامنے آ جائے۔ مندرجہ بالا عنوانات کو بطور اسالیب تسلیم کرنے میں کئی سوالات حائل ہیں، مثلاً کیا استمداد و استغاثہ دراصل مقصدی اندازِ نعت ہی نہیں؟ اگر اس دنیا کے ذاتی مسائل کے حل کے لئے استغاثہ ایک اسلوب ہے تو حشر میں شفاعت کے لئے بھی الگ اسلوب نہیں ہونا چاہیے؟ اور یہ بھی کہ کیا نعت میں درود و سلام ایک اسلوب ہے یا موضوع؟ اگر علامہ اقبال کا نعتیہ کلام عشقیہ اسلوب کا حامل ہے تو اسے مقصدی اسلوب کی مثال کے طور پر بھی پیش کیا گیا ہے، کیا دونوں اسلوب ایک ہی ہیں؟ یا دو الگ الگ اسلوب اقبال کا تخصص ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ ریاض مجید صاحب نے بڑی کاوش سے کام لیا ہے لیکن یہاں اسلوب و موضوع خلط ملط ہو گئے ہیں۔ عنوانات بالا پر ایک نظر مکرر ڈالنے سے اندازہ ہو جائے گا کہ یہ اکثر و بیشتر دراصل موضوعاتِ نعت ہیں، اسالیبِ نعت نہیں۔ اس کی واضح تر مثال صلوٰۃ وسلام کا عنوان ہے جو یقیناً ایک موضوعِ نعت ہے، اسلوبِ نعت نہیں۔ شاید یہی وجہ تھی کہ راجا رشید محمود نے لکھا:

''ڈاکٹر ریاض مجید نے انداز و اسالیب کے عنوان سے جو تجزیہ کیا ہے، وہ دراصل نعت کے موضوعات و

مضامین کا تجزیہ ہے' نعت گوئی کے حوالے سے انداز اور اسلوب کی بات نہیں۔'' (۱۶۳۔الف)

اگر یہ اسلوب کی بات نہیں تو پھر اسلوب ہے کیا۔ اسلوب دراصل وہی ہے جسے ڈاکٹر ریاض مجید نے ''انداز'' کا لفظ کے ساتھ ادا کیا ہے۔ راجا رشید محمود کے لفظوں میں:

> ''جب ایک سے زیادہ شاعر کسی ایک مضمون کو اپنے اپنے انداز اور اسلوب میں ادا کرتے ہیں تو یہ نیرنگی ذوق' شعر کو ایک رنگ دے جاتی ہے۔'' (۱۶۳۔ب)

یہ اللہ وحدہٗ لاشریک کی شان ہے کہ اس نے اپنی ہر تخلیق میں کوئی نہ کوئی جدت اور انفرادیت رکھ دی ہے۔ ہر انسان عمومی طور پر دو آنکھیں' ایک ناک' دو کان' ایک منہ........... رکھنے کے باوجود کچھ ایسی شناخت بھی رکھتا ہے جو اسے دوسروں سے الگ کرتی ہے۔ موروثی اثرات' سماجی ماحول' مخصوص مزاج کے علاوہ اس کا قد' رنگ' لہجہ حتیٰ کے لباس تک (جیسے داخلی و خارجی عوامل مل کر) اس کی الگ شناخت بنانے میں معاون ہوتے ہیں۔ ایسے ہی جملہ عناصر و عوامل کے امتزاج سے اس کا بات کرنے کا انداز و اسلوب بنتا ہے۔ (Style is the man himself) کا یہی مطلب ہے۔ ہر فنکار کی تخلیق اس کی ذاتی اُپج اور اسلوب کی حامل ہوتی ہے۔ ایک ہی بات کو مختلف لوگ مختلف انداز سے بیان کرتے ہیں۔ جس سے اسلوب کی رنگارنگی اور بوقلمونی ظاہر ہوتی ہے۔ سیف نے کہا تھا کہ انداز بیاں بات بدل دیتا ہے' ورنہ ہر بات نئی بات نہیں ہوتی۔ اردو نثر میں میر امن' رجب علی بیگ سرور' مولانا محمد حسین آزاد' ابوالکلام آزاد........... سب کا بات کرنے کا ڈھنگ جُدا جُدا ہے۔ یہی ان کے اسالیب کی انفرادیت ہے۔ نثر کی طرح شاعری میں بھی ہر ایک کا انداز جُدا ہے۔ میر تقی میر' مرزا غالب' نظیر اکبر آبادی اور اکبر الہ آبادی کا اسلوب سخن ایک دوسرے سے نہیں ملتا۔ نعت کے اسالیب بھی مختلف شاعروں کے ہاں مختلف دکھائی دیتے ہیں۔ سلطان قلی قطب شاہ' محسن کاکوروی' حفیظ جالندھری اور عبدالعزیز خالد کا اسلوب نعت ایک دوسرے سے جُدا ہے۔

نعتیہ اسلوب کے تعین میں بہت سے عوامل کارفرما ہو سکتے ہیں جیسے نعت گو کی علمیت' اس کا انتخاب لفظیات' ترکیب سازی کی مہارت' حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ محبت کی سطح اور اس کے پیش کردہ نعتیہ مضامین کے پیچھے کارفرما اس کا مسلک وعقیدہ نیز وسعتِ مطالعہ اور فنِ عروض کے علاوہ شعر کی مختلف ہیئتوں سے آگاہی وغیرہ وغیرہ۔ ضروری نہیں کہ ہر نعت گو ایک ایسے اسلوب کا بھی حامل ہو جو دوسروں کے لئے باعثِ رشک بن کر اسلوب کی کسی عظیم روایت کا نقیب ٹھہرے' البتہ یہ ضرور ہے کہ نعت گو جس انداز میں نعت کہے اس کا تجزیہ کر کے ناقدِ نعت' اس کے اسلوب کی خصوصیات سامنے لا سکتا ہے۔ یہ اسلوب سادہ بھی ہو سکتا ہے اور پیچدار بھی' سہل بھی ہو سکتا ہے اور ادق بھی۔ عاشقانہ بھی ہو سکتا ہے اور فلسفیانہ بھی۔ کسی کے اسلوب کی نقل بھی ہو سکتا ہے اور ذاتی بھی۔ نعتیہ اسالیب کا مطالعہ ایک بہت وسیع موضوع ہے' جس پر بھرپور کام ہونا باقی ہے۔

اردو نعت کے مختلف ادوار

اردو نعت کے مطالعے کے مختلف زاویے ہیں' جیسے موضوعات کے حوالے سے' قرآن واحادیث نیز مضامینِ تصور کے اثرات کے حوالے سے' بعض شعری روایات سے اخذِ فیض کے حوالے سے' وغیرہ۔ نعت سے متعلق ہر مطالعہ مختلف ادوار کے تحت ہی وسیع و وقیع نتائج دے سکتا ہے' اسی لیے اردو کے اہم محققینِ نعت نے تاریخ نعت کا مطالعہ مختلف ادوار کے تحت کیا ہے۔

اردو نعت کے بعض محققین کی تقسیم ادوار

ا۔ **ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق:** ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق نے بھارت کی ناگپور یونیورسٹی سے ''اردو میں نعتیہ شاعری'' کے زیرِ عنوان تحقیقی مقالہ لکھا اور ۱۹۵۵ء میں اردو نعت پر پی ایچ ڈی کی پہلی ڈگری حاصل کی (۱۶۴)۔ انہوں نے اردو نعت کے درج ذیل ادوار قائم کیے:

i۔ قدیم دور کے اردو نعت گو شعراء: اس میں انہوں نے حضرت سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو درازؒ' اکبر حسینی' فخر الدین نظامی' ملا وجہی' غواصی' صنعتی' ابن نشاطی' نصرتی سے ولی تک کے اہم شعراء کا ذکر کیا ہے۔ اس میں قدیم دکنی دور کے سب اہم شعراء آ گئے ہیں۔

ii۔ قدماء کا دور: سراج' سودا' نوازش علی شیدا اور باقر آگاہ کے ذکر پر مشتمل ہے۔ اسی دور میں بطور خاص نظیر اکبر آبادی کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

iii۔ متوسطین کا دور: شہیدی' مومن' لطف وغیرہ کے ذکر پر مشتمل ہے۔

iv۔ متاخرین کا دور: اس میں امیر مینائی' محسن کاکوروی' شبلی' رضا بریلوی' نظم طباطبائی وغیرہ کا ذکر ہے۔

v۔ دورِ حاضر: اس میں عزیز لکھنوی' علامہ اقبال' ظفر علی خاں سے لے کر درد کاکوروی اور برگ یوسفی تک کا ذکر ہے۔

یوں دیکھا جائے تو انہوں نے آغاز سے قیامِ پاکستان کے اوائل تک کے دور کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

ب۔ **پروفیسر سید محمد یونس شاہ گیلانی:** ان کی تصنیف ''تذکرہ نعت گویانِ اردو'' کی پہلی جلد ۱۹۸۲ء میں اور دوسری ۱۹۸۴ء میں شائع ہوئی (۱۶۵)۔ ان کی تقسیم ادوار یوں ہے۔ (دونوں جلدوں کے سولہ ابواب میں یہ دور بندی تلاش کی جاسکتی ہے۔)

i۔ قدیم دکنی دور

ii۔ شمالی ہند کا دور

iii۔ دبستانِ لکھنؤ کے شعراء

iv۔ جنگِ آزادی کے بعد کے نعت گو شعراء

v۔ جدید دور: خواجہ حالیؔ سے یہ دور شروع ہوتا ہے۔ بہزاد لکھنوی کے ذکر تک یہ دور چلتا ہے۔

vi۔ عصرِ حاضر: شورش کاشمیری سے حفیظ تائب اور قمر یزدانی تک کا دور ہے۔

ج۔ **پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید:** ان کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ''اردو میں نعت گوئی'' کے زیرِ عنوان ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا۔ اس مقالے کا خاکہ ۱۹۷۴ء میں تیار ہوا' ۱۹۷۶ء میں اس کی منظوری ہوئی اور جون ۱۹۸۳ء میں مکمل ہوا (۱۶۶)۔ ان کے ہاں یہ دور بندی نظر آتی ہے:

i۔ جنوبی ہند میں اردو نعت گوئی: خواجہ گیسو دراز سے ولی دکنی تک کا عہد۔

ii۔ شمالی ہند میں اردو نعت گوئی: سودا و میر سے محسن کاکوروی تک کا عہد۔

iii۔ عصرِ جدید کی نعت گوئی: ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد کا دور۔

iv۔ عصرِ حاضر کی نعت گوئی: ۱۹۴۷ء (قیامِ پاکستان) کے بعد کا دور۔

د۔ **ڈاکٹر عاصی کرنالی:** ان کا تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی ''اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر'' کے نام سے ۲۰۰۱ء میں شائع ہوا۔ انہوں نے حمد اور نعت کے تحقیقی جائزے کے لئے درج ذیل ادوار قائم کیے:

i۔ جنوبی ہند: خواجہ گیسو دراز سے ولی اور ولی سے عثمان تک شعرائے دکن کا تذکرہ۔

ii۔ شمالی ہند کا عبوری دور: غلام قادر شاہ اور امام بخش سے شیخ نور محمد تک صوفی شعراء۔

iii۔ میر و سودا سے امیر و محسن تک۔ میر و سودا سے نیاز بریلوی اور محسن کاکوروی تک شعراء۔

iv۔ عصرِ جدید: ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کے شعراء۔

v۔ عصرِ حاضر: ۱۹۴۷ء کے بعد عہدِ موجود تک کے شعراء۔ ۱۶۷

راجا رشید محمود انہوں نے متذکرہ بالا پہلے تین محققین کے ادوار کے ضمنی عنوانات کا تفصیلی ذکر کرنے کے بعد رائے ظاہر کی ہے کہ:

''۔۔۔ میرے خیال میں نعت گو شعراء کے مختلف ادوار کا تعین ایک تو ہیئت کے اعتبار سے ہونا چاہیے کہ کس دور میں شعر کی کون سے ہیئت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف و ثنا کے لئے زیادہ استعمال کی گئی۔ دوسرے موضوعاتِ نعت کے اعتبار سے ادوار متعین کیے جاسکتے ہیں کہ کس دور میں نعت میں کون سے مضامین و موضوعات زیادہ استعمال ہوتے رہے۔'' ۱۶۸

ان کی رائے کی پختگی اور اصابت ظاہر ہے لیکن اس میں ایک مسئلہ آن کھڑا ہوتا ہے مثلاً قدیم دکنی دور بنیادی طور پر مثنوی کی ہیئت کا دور ہے اگرچہ مثنوی ہر دور میں لکھی جاتی رہی۔ موجودہ دور غزلیہ ہیئت کا ہے' جس قدر اس ہیئت میں اس دور میں نعتیں لکھی گئی ہیں وہ باقی ادوار کی جملہ نعتوں سے بھی زیادہ ہیں۔

بقول حفیظ تائب ''اردو میں نعت اسی وقت سے موجود ہے جب سے اردو شاعری وجود میں آئی ہے۔۔۔ اس کے باوجود اردو میں نعتیہ شاعری کا بھرپور فروغ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد شروع ہوا۔ جب جنگِ آزادی میں ناکامی کے بعد مسلمانوں میں ایک نیا فکری انقلاب رونما ہوا اور رجوع الی اللہ اور رجوع الی الرسول کا سلسلہ بڑھا۔ چنانچہ پہلے پہل نعت کے صاحبِ دیوان اسی دور میں ہوئے۔''

اس دور میں بھی اس غزلیہ ہیئت کے علاوہ دیگر ہیئتوں میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ اب اگر ایک پورے دور کو (مثال کے طور پر ہی سہی) صرف ایک ہی ہیئت کے جائزہ تک محدود و مخصوص کر دیا جائے تو اس دور میں دیگر ہیئتوں پر مشتمل نعتیہ کلام کا ذکر کیسے ہوگا۔ اس بناء پر کہا جاسکتا

ہے کہ ادوار بندی زمانی لحاظ ہی سے کی جائے اور ہر عہد میں مروج نمائندہ ہیئتوں کی نشاندہی کر دی جائے۔ اگر ہر ہیئت کو بنیاد بنا کر اول تا آخر نعتیہ سرمائے پر نظر ڈالی جائے تو یہ نسبتہً اور بھی مفید ہو سکتا ہے۔ اسی بناء پر یہ طے کر لیا گیا ہے کہ ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں ہر ہیئت کے زیرِ عنوان مختلف ادوارِ نعت پر نظر ڈالی جائے گی۔ اس مقصد کے لئے ان شاء اللہ درج ذیل ادوار پیش نظر رہیں گے:

i۔ دکنی دور (آغاز تا ۱۷۰۷ء)

ii۔ شمالی ہند کا دور (۱۷۰۷ء تا ۱۸۵۷ء)

iii۔ دورِ جدید (۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء)

iv۔ عصرِ حاضر (۱۹۴۷ء تا ۲۰۰۰ء) کے بعد شائع ہونے والی بے حد اہم تصانیف اور قابلِ ذکر حوالوں کو بھی شامل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ یہاں دکنی اور شمالی ہند کے نام مندرجہ بالا ادوار کو یہ نام محض ان ادوار میں ادب کے یہاں بکثرت ہونے کی نسبت سے دیئے گئے ہیں، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ان کی علاقائی حدود سے ہٹ کر جو کام ان ادوار میں ہوا ہے اس کا ذکر یہیں کیا گیا ہے۔)

یہ دور بندی نعت گوئی کے تاریخی مطالعے کی با آسانی کفایت کرتی ہے۔ ادوار کا یہ تعین ڈاکٹر ریاض مجید کی دور بندی کے مطابق ہے لیکن دیگر محققین کے طے کردہ ادوار بھی اس میں سمٹ آئے ہیں۔ اس لحاظ سے مختصر ہو کر بھی یہ دور بندی جامع ہے، جنوبی ہند اور شمالی ہند کے حوالے سے دکن اور دہلی کے نمائندہ شعرائے نعت کے ذکر میں اس دور کے دیگر علاقوں کے منتخب شعراء کا ذکر بھی آ سکتا ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد بہت کچھ بدل جاتا ہے، ادب بھی نئی کروٹ لیتا ہے، نعت گوئی بھی نئے مرحلے میں داخل ہوتی ہے لیکن ۱۹۴۷ء میں ملنے والی آزادی (قیامِ پاکستان) کے باعث نعت کی صنف بھی ترقی کرتی ہے اور انیسویں صدی عیسوی کے آخری تین عشروں میں گویا تمام اصنافِ سخن پر چھا جاتی ہے، اسے اردو نعت کا بے حد وسیع دور کہا جا سکتا ہے۔ یوں ۱۸۵۷ء کے بعد اب تک کا دورانیہ (قیامِ پاکستان کو سنگِ میل قرار دیتے ہوئے) دو واضح ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

تعینِ ادوار کی ضرورت اور اس کے فوائد

کسی بھی ادب کا تعینِ ادوار کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو سماجی، لسانی، جغرافیائی اور سیاسی موثرات اپنے اپنے موقع محل پر بیان ہوتے ہیں۔ زمانی و تاریخی تسلسل مطالعے کو بے سمتی کے داغ سے بچاتا ہے۔ بلاشبہ اس راہ میں کچھ مشکلات بھی ہیں لیکن اس کے فوائد بھی کم نہیں، یہی وجہ ہے کہ تاریخِ ادب کے ساتھ ساتھ نعت کا تخصیصی مطالعہ کرنے والے محققین نے اپنے تحقیقی طریق کار کے لئے دور بندی کا اہتمام کیا ہے یوں فن پارے، فن کار اور خارجی حالات و کوائف کے ایک دوسرے پر اثرات بھی حسبِ ضرورت زینتِ قرطاس بنتے ہیں۔ اس سے ہر دور کا مجموعی جائزہ تمام متعلقہ پہلوؤں کے اہم نکات کا مخزن بھی بن جاتا ہے۔ اس سے ادب کا ارتقائی جائزہ لینے میں بھی سہولت رہتی ہے۔

اوّلین اردو نعت گو

اردو میں سب سے پہلے منظوم نعت کہنے کا شرف کسے حاصل ہے؟ ناقدین و محققین میں یہ بحث خاصی متنازعہ ہے، پھر بھی اس کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کا تجزیہ ضروری ہے۔ نصیر الدین ہاشمی نے قدیم دکنی شعراء کا ذکر کرتے ہوئے ''دکن کا پہلا شاعر اور نظم کی ابتدا'' کے زیرِ عنوان لکھا:

> ''موجودہ تحقیقات کے لحاظ سے خواجہ بندہ نواز سید محمد حسینی گیسو درازؒ (متوفی ۸۲۵ھ) دکن کے پہلے شاعر
>
> قرار پاتے ہیں۔''[۱۶۹]

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق نے اردو نعت کے موضوع پر پہلی پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، انہوں نے قدیم دور کے اردو نعت گو شعراء اور نعتیہ مخطوطات کے باب میں سب سے پہلے حضرت سید محمد حسینی گیسو درازؒ کا ذکر کیا (۱۷۰)۔ ان کی نعتوں کا نمونہ بھی دیا۔ ان کے اس عمل سے ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک حضرت گیسو درازؒ اردو کے پہلے نعت گو شاعر ہیں۔ انہوں نے مولوی عبدالحق کی کتاب ''اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام'' میں موجود حضرت گیسو درازؒ کا وہ کلام درج کیا ہے جو ان کے بقول آغا حیدر حسن کی مملوکہ بیاض میں بھی درج ہے، اور وہ یوں ہے:

میں عاشق اس پیو کا جنے مجھے جیو دیا ہے   او پیو میرے جیو کا بر مالیا ہے

اور معشوق بے مثال ہے نور نبیؐ پایا

نور نبی رسول کا او میرے جیو میں بہایا

اپسکوں اپنے دیکھنے کیسی آرسی لایا

کھڑے کھڑے پیو جیو میں، آپسیں آپ دکھاوے
ایسی میٹھی معشوق کوں کوئی کیوں دیکھے پاوے
جسہ دیکھے اوسی کوں اسے اور نہ بھاوے

کل شے محیط ہے اس کون پچھانے
جو کوئی عاشق اس پیو کے اسی جیو میں جانے
اسی دیکھت گم ہو رہے جیسی میں دیوانے

خواجہ نصیر الدین جنے سائیاں پیو بنائی
جیو کا کھوں کہ کھول کر پیا مکہ آپ دکھائی
رکھے سید محمد حسینی پیو سنکہ کہیا نہ جائی ۱۷۱

مثلث کی اسی ہیئت میں دو منظومات مزید دی گئی ہیں، پہلا مثلث تو نعت کا دقیع نمونہ ہے۔

اے محمدؐ ہجلو جم جم جلوہ تیرا ذات تجلّی ہوے گی سیس سپور نہ سیہرا

واحد اپنی آپ تھا، اپیں آپ نجھایا
پر کہ جلوے کار نے الف میم ہو آیا
عشقوں جلوہ دینے کر کاف نون بسایا

لولاک لما خلقت الافلاک خالق پالائے
فاضل افضل جتنے مرسل ساجد سجود ہو آئے
امت رحمت بخشش ہدایت تشریف پائے ۱۷۲

اس مثلث کا تیسرا بند درج کرنے سے پہلے اقبال الدین احمد نے لکھا: "بندہ نواز شہبازؒ حیات النبیؐ کے قائل تھے" جیسا کہ فرماتے ہیں:

مخفی ناؤں معشوق رکھ ظاہر شہباز کہلائے
عشق کے جینی چندر بند اپنی آپ دکھائے
الآن کما کان پھر آپسیں آپ سمائے ۱۷۳

خواجہ گیسو درازؒ کا "مجلّی نامہ"، حمد، نعت اور مضامینِ تصوف پر مشتمل ہے۔ مربع ہیئت کی اس نظم کے کل بارہ بند ہیں، جن میں سے پانچ بند نصیر الدین ہاشمی نے نقل کیے ہیں۔ ایک بند میں نعتیہ مضمون یوں بہار دکھا رہا ہے:

الف اللہ اس کا دستا میانے محمد ہو کر بستا
پہنچی طلب یوں کو دستا کہے بسم اللہ ہو ہو اللہ ۱۷۴

ترقی اردو بیورو نئی دہلی (بھارت) سے ڈاکٹر فہمیدہ بیگم نے "دکن میں اردو" کا جو ایڈیشن شائع کیا ہے، اس میں خواجہ گیسو درازؒ کی بطور نمونہ دو اردو غزلیں بھی درج ہیں (۱۷۵)۔ ان کی غزل چونکہ ہمارے دائرہ تحقیق سے باہر ہے لہٰذا وہ اشعار درج نہیں کیے جاتے، تاہم ان اشعار سے یہ تو بخوبی واضح ہوتا ہے کہ وہ ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ سید یونس شاہ نے خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ کی ایک رباعی بھی نقل کی ہے:

پانی میں نمک ڈال مزا دیکھنا دسے
جب گھل گیا نمک تو نمک بولنا کسے
یوں کھوی خودی اپنی خدا ساتھ محمدؐ
جب گھل گئی خودی تو خدا بولنا کسے ۱۷۶

سید یونس شاہ نے ان کے ایک نعتیہ مخمس کا پہلا بند بھی درج کیا ہے:

کہاں لگ کھنچیا رہے گا توں دنیا کی پریشانی

چنئے لک فکر ہی دینے کی دنیا دیکھے تو ہے فانی
دنیا میں یوں ہمیں آئے کہ چون آئے ہیں مہمانی
توسٹ غفلت آپسی تن کی کہ ہوشتیار اے گیانی
سمجھ کر دیکھ ہے تجھ میں نبی کا نور نورانی ۱۷۷؎

سید یونس شاہ کے بقول ''بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کی تصنیفات کی تعداد ۱۰۵ بتائی ہے۔ اس وقت کم و بیش آپ کی ۴۰ تصنیفات دستیاب ہیں۔ جن میں کچھ دکنی رسائل بھی ہیں.......... اس بناء پر سید سلیمان ندوی نے انہیں چشتیہ سلسلے کے ''سلطان القلم'' کا خطاب دیا ہے۔'' ۱۷۸؎

وہ حضرت خواجہ گیسو دراز کے ایسے کلام کی نشاندہی بھی کرتے ہیں جو کتابی شکل میں محفوظ نہیں ہو سکا:

''آپ کا بہت سا کلام سینہ بہ سینہ چلا آ رہا ہے اور یہ وہ راگ راگنیاں ہیں جو قوال گاتے چلے آ رہے ہیں اور جن کا کوئی تحریری ثبوت آج نہیں ہے۔'' ۱۷۹؎

خواجہ گیسو دراز حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ کے مرید و خلیفہ تھے اور کلام میں شہباز تخلص استعمال کرتے تھے۔ ان کا جو کلام بطور نمونہ اوپر درج کیا گیا ہے اس کی داخلی شہادتیں بھی انہیں قادر الکلام شاعر ثابت کرتی ہیں۔ ان سے پہلے کسی نے اردو میں کوئی باقاعدہ نعت کہی تو اس کا کوئی سراغ یا ثبوت نہیں ملتا' لہٰذا اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اردو نعت گوئی میں ان کی اولیت کو تسلیم کیا جائے۔ سید رفیع الدین اشفاق نے پہلے باقاعدہ نعت گو کے طور پر ان کا ذکر سب سے پہلے کیا۔ پروفیسر سید یونس شاہ نے بھی انہیں اولین اردو نعت گو تسلیم کیا:

''ہمیں یہ دیکھ کر حقیقی مسرت ہوتی ہے کہ اردو کے پہلے شاعر نے ایک مکمل نعتِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دکنی میں لکھی۔ گویا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو زبان نے جب ادبی میدان میں قدم رکھا تو من جملہ اور اصناف شاعری کے نعتِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حیثیت سے بھی خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کا نام یاد رہے گا۔'' ۱۸۰؎

ڈاکٹر جمیل جالبی نے جب مثنوی کدم راؤ پدم راؤ مدوّن کی تو اس کے شاعر فخر الدین نظامی کے سر اردو کے اولین شاعر ہونے کا سہرا باندھ دیا۔ انہوں نے خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سے منسوب رسالہ ''معراج العاشقین'' کی خواجہ گیسو دراز سے نسبت کی تغلیط کی اور اس نظریے پر زور دیا کہ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ہی اردو کی پہلی تصنیف ہے۔ ۱۸۱؎

بھارت میں شائع ''دکن میں اردو'' کے آغاز میں ڈاکٹر فہمیدہ بیگم نے ''اپنی بات'' کے زیرِ عنوان لکھا:

''حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کو اس صدی کی ابتدا میں اردو کا پہلا شاعر اور نثر نگار مانا گیا تھا' مگر عہدِ جدید کی تحقیق نے ان تمام رسائل کو حضرت سے منسوب کردہ ثابت کیا.......... معراج العاشقین کو ایک اور بزرگ مخدوم حسینی کی کتاب ثابت کرنے کے لئے ڈاکٹر حفیظ قتیل نے ایک مکمل کتاب تصنیف کر ڈالی ہے۔'' ۱۸۲؎

ڈاکٹر جمیل جالبی' ڈاکٹر حفیظ قتیل اور ڈاکٹر فہمیدہ بیگم جیسے محققین کی آرا کے باعث یہ نظریہ پھیلتا گیا کہ چونکہ معراج العاشقین' خواجہ گیسو دراز کی تصنیف نہیں لہٰذا خواجہ گیسو دراز پہلے اردو شاعر بھی نہیں' نتیجۃً پہلے نعت گو بھی نہیں۔ ڈاکٹر حفیظ قتیل کی کتاب ''معراج العاشقین کا مصنف'' حیدر آباد' دکن سے ۱۹۶۴ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب کی تلخیص نجم الاسلام نے بڑی محنت سے تیار کی جو شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی کے مجلّہ ''تحقیق'' کے دسویں گیارہویں مشترکہ شمارے میں شائع ہوئی۔ اس سے ڈاکٹر حفیظ قتیل کے طریق کار کی نشاندہی ہوتی ہے۔ اس کے مطابق مولوی عبدالحق نے جب ''معراج العاشقین'' مرتب کی تو اس کے پیشِ نظر دو مخطوطے تھے' ایک قلمی نسخہ ان کی ذاتی ملکیت تھا جبکہ دوسرا ڈاکٹر محمد قاسم کے کتب خانے میں تھا۔ ڈاکٹر محمد قاسم کے نسخے میں صراحت تھی کہ یہ ۹۰۶ھ میں کتابت ہوا۔ خود ڈاکٹر حفیظ قتیل نے اپنی تحقیق کے لئے جن چار قلمی نسخوں سے مدد لی ان پر نام ''معراج العاشقین'' درج تھا۔ ایک نسخہ پر سنِ کتابت' مصنف کا نام درج نہیں جبکہ تین نسخوں پر بطور مصنف خواجہ گیسو دراز بندہ نواز کا نام درج ہے۔ مولوی عبدالحق نے جس نسخے کو بنیاد بنایا تھا وہ ۹۰۶ھ کے نسخے کی نقل تھا اسی بناء پر مولوی عبدالحق کو حضرت خواجہ بندہ نوازؒ سے اس کتاب کے انتساب کا یقین بھی ہوا لیکن ڈاکٹر حفیظ قتیل نے اپنی تحقیق کی بنیاد اس مفروضے پر رکھی کہ معراج العاشقین دراصل مخدوم شاہ حسینی کی تصنیف ہے۔ ان کے بقول مخدوم شاہ حسینی کی تاریخ پیدائش و وفات تو کجا ان کی جائے تدفین کا بھی پتا نہیں چل سکا (۱۸۳)۔ البتہ قیاس ہے کہ گیارہویں

صدی ہجری کے اواخر اور بارہویں صدی ہجری کے اوائل کے بزرگ ہوں گے (۱۸۴)۔ ان سے منسوب تین رسالے (ا) تلاوت الوجود (ب) دس مختلف ناموں سے ملنے والا ایک اور رسالہ اور (ج) تین ناموں سے ملنے والا ایک اور رسالہ۔ معراج العاشقین منسوب بہ خواجہ بندہ نواز اٹھارہ صفحات کا ایک نثری رسالہ ہے جبکہ شاہ حسینی کا رسالہ ب تقریباً سو صفحات پر مشتمل ہے۔ معراج العاشقین کی عبارت رسالہ ب میں موجود ہے۔ اگر چہ ابواب کی سرخیاں نہیں ہیں لیکن مباحث کی ترتیب وہی ہے۔ اس سے قتیل نتیجہ نکالتے ہیں کہ:

''معراج العاشقین تلاوۃ الوجود کا خلاصہ ہے نہ کہ تلاوۃ الوجود معراج العاشقین کی شرح ہے۔'' ۱۸۵؎

سوچا تو یوں بھی جا سکتا تھا کہ خواجہ محمد حسینی گیسو دراز کے مابعد کے زمانے کے مصنف (یا کاتب) شاہ حسینی نے معراج العاشقین کی عبارت اپنے رسالے میں کھپالی ہے لیکن خلاصہ اور شرح کی اصطلاحوں کا سہارا لے کر یہ طے کر لیا گیا کہ معراج العاشقین نہیں بلکہ تلاوۃ الوجود اصل کتاب ہے۔ اس کے لئے بعض الفاظ وتراکیب کے استعمال کے پیش نظر زمانہ تصنیف کا تعین کیا گیا۔ مولوی عبدالحق کے بارے میں طے کر لیا گیا کہ مولوی عبدالحق نے اس رسالے کے متن پر غور نہیں فرمایا اس کی ایک وجہ یہ بتائی گئی کہ غالباً انہیں علم تصوف سے کچھ زیادہ دلچسپی نہیں تھی' لہٰذا مولوی صاحب اس رسالے کی عبارت بوجوہ نہ سمجھ سکے۔ ۱۸۶؎ جس قلمی نسخے کو ۹۰۶ھ کے نسخے کی نقل ہونے کا امتیاز حاصل تھا' اس کے سال کتابت پر عجیب و غریب قیاس آرائی کی گئی کہ دکنی مخطوطات میں کثرتِ اغلاط کی بناء پر اسے بھی غلط قیاس کر لیا جائے (۱۸۷)۔ ڈاکٹر حفیظ قتیل نے بتایا کہ معراج العاشقین دراصل صوفیائے بیجاپور کے اجتہادی تصوف کے مضامین سے متعلق ہے اور خواجہ بندہ نواز کی تعلیمات کا مرکزی موضوع عشق ہے۔ لہٰذا ان کا فلسفہ اصلاً جذبہ ہے فلسفہ نہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ''بیجاپوری مصنفین میں مختلف رسائل سے اقتباسات لے کر ایک علیحدہ رسالہ مرتب کرنے کا رجحان عام ہے۔'' ۱۸۸؎ مولوی عبدالحق رسالے کی عبارت سمجھ سکے یا نہیں' لیکن عام قاری اس بات کو نہیں سمجھ رہا کہ اندازوں پر مبنی یہ انداز تحقیق کیسا ہے؟ دو بزرگ ہیں۔ ایک کا نام سید محمد حسینی ہے دوسرے کا شاہ حسینی۔ پہلے کا تعلق نویں صدی ہجری سے ہے دوسرے کا بارہویں صدی ہجری سے۔ ایک کے سوانح حیات معلوم ہیں اور مزار کی سب کو خبر ہے۔ دوسرے کے حالات زندگی تو کجا' جائے تدفین کی بھی خبر نہیں۔ دونوں کا نام ''حسینی'' ایک ہے۔ کہیں یہ ایک ہی شخصیت کو دو مرتبہ تو پیش نہیں کر دیا گیا؟ اگر اس خبر کو حقیقت مان لیا جائے کہ ''مصنفین میں مختلف رسائل سے اقتباسات لے کر ایک علیحدہ رسالہ مرتب کرنے کا رجحان عام ہے'' تو اصولاً کس نے کس کے اقتباسات لیے؟ پہلے بزرگ نے چار سو سال بعد کے بزرگ کا کام اپنے نام کر لیا یا بعد والے نے پہلے دور کے مصنف کا کام اپنے نام کر لیا۔ اس گورکھ دھندے سے بچنے کیلئے لسانی مباحث کو بنیاد بنا کر نتائج اخذ کر لیے گئے۔ یہ تمام تحقیق، اُس وقت مشکوک ہو جاتی ہے جب ہم مولوی عبدالحق جیسے فاضل مصنف سے سنتے ہیں کہ معراج العاشقین ۹۰۶ھ میں کتابت ہوئی تھی اس اندراج کو کیسے نظر انداز کر دیا جائے؟ کیا ''اسے بھی غلط قیاس کر لیا جائے۔'' کوئی تسلی بخش جواب ہے؟؟؟ حیرت ہے کہ تمام زورِ تحقیق یک رُخا ہے۔ یقیناً اسے من وعن تسلیم کرنے میں بہت سے تحفظات ہیں لیکن' اگر بالفرض یہ ثابت ہو بھی جائے کہ نثری تصنیف معراج العاشقین حضرت گیسو درازؒ کی تصنیف نہیں تو اس سے یہ نتیجہ کیسے نکل سکتا ہے کہ ان کا شعری سرمایہ بھی ان کا نہیں؟

اگر یوں ہوتا کہ نصیر الدین ہاشمی نے ''دکن میں اردو'' میں جن مخطوطات اور قلمی نسخوں کی مدد سے کلام نقل کیا' ان پر بحث کی جاتی اور دلائل سے ثابت کیا جاتا کہ یہ کلام حضرت خواجہ گیسو درازؒ کا نہیں بلکہ فلاں بزرگ کا ہے تو اولین نعت گو ہونے کا شرف بھی انہی بزرگ کو حاصل ہوتا' لیکن جب ایسا نہیں ہو سکا تو محض ان کے نثری رسالے کو ان سے غلط منسوب ظاہر کر کے (جسے تسلیم کرنے میں تحفظات بھی ہیں) ان کے نعتیہ کلام کو بھی ان کا کلام تسلیم نہ کرنا تحقیق کی کون سی خدمت ہے؟ بہر حال بات چل نکلی تو بعض نقاد اور محقق یہ لکھنے لگے کہ اولین اردو نعت گو حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ (المتوفی ۸۲۵ھ) نہیں بلکہ ان کے بعد کے ایک بزرگ فخر الدین نظامی ہیں۔ ان کی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ میں پائے جانے والے مثنوی کے نعتیہ اشعار ہی اردو کی قدیم ترین نعت کا اولین نمونہ ہیں۔ اس بناء پر اردو نعت کے بعض ناقدین و محققین سخت تذبذب کا شکار ہوئے۔ اس کی ایک مثال ڈاکٹر عاصی کرنالی کے مقالے ''اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر'' میں اس وقت نظر آتی ہے جب وہ خواجہ بندہ نوازؒ (متوفی ۸۲۵ھ) کا مقالے میں ذکر پہلے کرتے ہیں' ان کی حمد و نعت کے نمونے بھی دیتے ہیں۔ پھر فخر الدین نظامی کا ذکر کرتے ہیں (جن کی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ۸۲۵ھ سے ۸۳۹ھ کے درمیانی عرصہ میں لکھی گئی) اور ان کے حمد یہ و نعتیہ اشعار کا انتخاب درج کرتے ہیں۔ چونکہ آغاز بحث میں وہ ڈاکٹر جمیل جالبی نقطۂ نظر کی ہمنوائی کر چکے تھے لہٰذا مجبوراً لکھنا پڑا: ''نظامی کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ جس میں کدم راؤ پدم راؤ کو اردو کی پہلی تصنیف قرار دیتے ہوئے اسی مثنوی کو اولین حمد و نعت کا حامل کہا جا چکا ہے اور اس اعتبار سے فخر الدین نظامی ہی اردو کا پہلا حمد و نعت نگار ثابت ہوتا ہے۔'' ۱۸۹؎

جب یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ خواجہ گیسو درازؒ ۸۲۵ھ میں واصل بحق ہوئے اور مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ۸۲۵ھ سے ۸۳۹ھ کے درمیانی عرصہ

میں لکھی گئی تو خواجہ گیسو دراز کی نعتوں کو ان کا کلام تسلیم کرتے ہوئے اور اپنے مقالے میں نعتیہ نمونہ کلام دینے کے باوجود مابعد کے کلام کو اولیت دینے کا سبب کیا ہے؟

ڈاکٹر ریاض مجید نے اپنے مقالہ ''اردو میں نعت گوئی'' کے تیسرے باب میں خواجہ گیسو دراز ؒ کا نعتیہ کلام، مولوی عبدالحق اور نصیر الدین ہاشمی کے حوالے سے دیا ہے، لیکن خواجہ گیسو دراز ؒ سے اس کلام کی نسبت کو مشکوک کہا ہے اور اس کا سبب یہ بتایا ہے:

''ڈاکٹر جمیل جالبی نے اس بارے میں محققانہ انداز سے صراحت کی ہے کہ خواجہ گیسو دراز ؒ اور سید محمد اکبر حسینی ؒ کی کوئی اردو تصنیف نہیں۔'' ۱۹۰ حفیظ تائب نے بھی تحقیق کے اسی اسلوب کو اختیار کرتے ہوئے لکھا:

''مولوی عبدالحق نے خواجہ بندہ نواز گیسو دراز ؒ (م ۸۲۵ھ) کے کچھ اشعار کو اردو نعت کا اولین نمونہ قرار دیا ہے، تاہم جمیل جالبی کی تحقیق کی رو سے فخر الدین نظامی کی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ (تصنیف ۸۲۵ھ تا ۸۳۸ھ) میں حمد کے بعد آنے والے اشعار کو اردو نعت کا پہلا مستند نمونہ سمجھنا چاہیے۔'' ۱۹۱

یہی بات انہوں نے نقوش کے رسول نمبر میں بھی کہی لیکن اس لفظی تغیر کے ساتھ کہ ''..........اردو نعت کا پہلا نمونہ سمجھا جاتا ہے۔'' ۱۹۲

گویا تشکیک کی جگہ کامل تیقن نے لے لی ہے۔ لیکن یہ تشکیک بعض ناقدین کا پیچھا نہ چھوڑ سکی، چنانچہ اکرم رضا نے لکھا:

''اردو نعت میں اولیت کا شرف (غالباً) حضرت سید محمد حسینی خواجہ بندہ نواز گیسو دراز ؒ کو حاصل ہے۔'' ۱۹۳

معراج العاشقین متعدد اہلِ قلم نے مدوّن کر کے شائع کرائی جیسے مولوی عبدالحق، خلیق انجم، گوپی چند نارنگ اور تحسین سروری..........

خلیق انجم نے معراج العاشقین کے آخر میں بطور ضمیمہ حضرت خواجہ گیسو دراز ؒ کا نعتیہ کلام بھی دیا ہے۔ نصیر الدین ہاشمی نے ''دکن میں اردو'' میں صراحت کی ہے کہ خواجہ گیسو دراز ؒ کا نعتیہ کلام آغا حیدر حسن صاحب پروفیسر اردو نظام کالج حیدر آباد کی مملوکہ بیاض سے لیا گیا ہے۔ نیز وہ سید اکبر علی کی مملوکہ بیاض کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ معراج العاشقین ایک نثری رسالہ ہے، اصلاً جس کا خواجہ گیسو دراز ؒ کے نعتیہ کلام موزوں سے کوئی علاقہ نہیں (اسی لیے مولوی عبدالحق نے معراج العاشقین کے آخر میں ان کا کلام نہیں دیا) خلیق انجم نے خواجہ گیسوؒ دراز کا نعتیہ کلام مفید اضافہ سمجھ کر دیا ہوگا۔ اب اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ معراج العاشقین حضرت خواجہ گیسو دراز ؒ کی تصنیف نہیں تو یہ کیسے ثابت ہوگا کہ ان کا نعتیہ کلام بھی ان کا نہیں؟ اسی حوالے سے راجا رشید محمود نے ڈاکٹر جالبی کے نظریے کا محاکمہ کیا ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے فخر الدین نظامی سے پہلے پائی جانے والی تصانیف کی اولیت کو مشکوک ثابت کرنے کے لئے جو طریق کار اپنایا ہے، اس کے متعلق راجا رشید محمود لکھتے ہیں:

''..........ڈاکٹر جمیل جالبی کسی کتاب کو اب ناپید قرار دے کر اولیت کے زمرے سے خارج کر رہے ہیں اور کسی کتاب میں الحاقی عنصر کی موجودگی کی وجہ سے اس کی تغلیط کرتے ہیں، پھر جس کتاب سے اردو زبان کے قدیم ترین نمونے اخذ کیے جانے کو تسلیم کرتے ہیں، اسے بھی اولیت کی فہرست سے نکال رہے ہیں، اور سید محمد اکبر حسینی کا رسالہ چونکہ اڑتیس ابیات اور پندرہ نثری سطروں پر مشتمل ہے اس لیے اسے بھی قابلِ اعتناء نہیں سمجھتے، یعنی ان کی تحقیق کی بنیاد یہ ہے کہ اگر کوئی کتاب اب ناپید ہو گئی تو اس کی حیثیت صفر ہو جائے گی، کسی کتاب میں الحاقی عنصر کی موجودگی کا شائبہ ہو گیا تو وہ بھی گئی اور اگر کسی رسالے کے صفحے کم ہوئے تو وہ بھی ان کی نگاہ میں وقعت نہیں پاتا۔'' ۱۹۴

اس کے بعد راجا رشید محمود نے معراج العاشقین کی خواجہ گیسو دراز ؒ سے نسبت کی تغلیط کے حوالے سے ڈاکٹر جمیل جالبی کے دلائل کو بے وزن قرار دیا۔ یہ موضوع ہمارے دائرۂ تحقیق سے الگ ہے لہٰذا اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں اصل سوال یہ ہے کہ ایک نثری تصنیف کی نسبت مشکوک ثابت بھی ہو جائے تو صاحب نسبت کے دیگر کام یا کلام کو کس بناء پر قلمزد کیا جا سکتا ہے؟ ڈاکٹر جمیل جالبی، ریاض مجید، حفیظ تائب اور اکرم رضا جیسے بزرگوں کو چاہیے تو یہ تھا کہ نصیر الدین ہاشمی، خلیق انجم، وغیرہ بزرگوں نے جن مخطوطوں، بیاضوں اور قلمی نسخوں سے خواجہ گیسو دراز ؒ کا نعتیہ کلام لیا ہے، ان کی صحت پر بات کرتے، اس سارے کلام کو سرقہ، مشکوک یا الحاقی ثابت کرتے، اس کے بعد کہتے کہ چونکہ نظامی سے پہلے اردو نعت کا کوئی نمونہ ملتا ہی نہیں لہٰذا دستیاب معلومات کی حد تک فخر الدین نظامی ہی پہلا نعت گو ہے، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ حیرت تو اس پر ہے کہ محققین اس نعتیہ کلام کو مستند مانتے ہوئے اپنے تحقیقی مقالوں کی زینت بھی بناتے ہیں لیکن اس کی اولیت کے بھی انکاری ہیں۔ چنانچہ راجا رشید محمود نے دوٹوک الفاظ میں لکھا:

''جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ جو نعتیہ اشعار حضرت خواجہ گیسو درازؒ سے منسوب ہیں' وہ ان کے نہیں ہیں' نعت گوئی میں اولیت کا سہرا انہی کے سر رہے گا۔''۱۹۵

ایک اشکال کا ازالہ البتہ ضروری ہے' وہ خواجہ گیسو درازؒ اور (مابعد کے) فخر الدین نظامی کے نعتیہ اشعار کے ذخیرۂ الفاظ' اسلوب اور معیار کا ہے۔ خواجہ گیسو درازؒ کا ایک شعر ہے:

واحد اپنی آپ تھا اپیں آپ نجھایا   پر کثہ جلوے کارنے الف میم ہو آیا۱۹۶

فخر الدین نظامی کا ایک نعتیہ شعر ہے:

تھیں ایک سا چا گسائیں امر   سری و دی تیں جگ تورا دگرے۱۹۷

اس نمونہ کلام سے ظاہر ہے کہ نظامی کی نسبت خواجہ بندہ نوازؒ کا کلام زیادہ صاف' سہل اور رواں ہے حالانکہ ماقبل شاعر کا کلام تو ادق' پیچیدہ اور نسبۂ غیر صاف ہونا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خواجہ گیسو درازؒ (۷۲۱ھ تا ۸۲۵ھ) کی زندگی کا بیشتر حصہ دہلی میں گزرا۔ وہ دہلی میں پیدا ہوئے۔ پانچ برس کی عمر میں اپنے والد سید یوسف راجو قتالؒ کے ساتھ دیوگیر (دولت آباد) چلے گئے۔ ۷۳۶ھ میں والد کے انتقال کے پانچ سال بعد پھر دہلی آ گئے'(۱۹۸) ۸۱۵ھ میں سلطان فیروز شاہ بہمنی کے عہد میں گلبرگہ آئے اور وفات تک یہیں رہے۔ دہلی میں گزری اس طویل زندگی کے اثرات ان کے کلام پر نمایاں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں عربی فارسی کے الفاظ بہار دکھاتے ہیں۔ روانی و سلاست اپنی چھب دکھاتی ہے۔ وہ چشتیہ سلسلے سے تعلق رکھتے تھے اور سماع انہیں مرغوب تھا' ان کے کلام میں راگ راگنیوں کا لحاظ انہی کے کلام ہونے کی ایک مزید داخلی شہادت ہے۔ جبکہ نظامی کی زبان نسبۂ ادق ہے اس میں سنسکرت' پراکرت اور علاقائی زبانوں جیسے پنجابی' راجستھانی' سندھی' گجراتی اور مرہٹی وغیرہ کے اثرات نمایاں ہیں۔ عربی فارسی کا اثر نسبۂ کم ہے۔ یاد رہے کہ اولین اردو نعت گو ہونے کا سہرا خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ سے چھین کر فخر الدین نظامی کے سر باندھنے پر بات ختم نہیں ہوئی بلکہ ایک اور خیال یہ پیش کیا گیا کہ اولین نعت گو خواجہ گیسو درازؒ کی بجائے ملا داؤد ہیں۔ اس نظریے نے فخر الدین نظامی کے اولین نعت گو ہونے کا نظریہ بھی دھندلا دیا ہے۔

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری نے ''اردو شاعری میں نعت'' کے موضوع پر بھارت میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ ان کا مقالہ ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا۔ ان کی تحقیق کے مطابق اردو کے پہلے نعت گو ملا داؤد ہیں:

''ملا داؤد نہ صرف یہ کہ اردو کے پہلے شاعر ہیں' بلکہ وہ اردو کے پہلے نعت گو بھی ہیں۔ مثنوی چندائن میں شامل نعت کو اردو کی پہلی نعت ہونے کا فخر حاصل ہے۔''۱۹۹ ان کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق:

''اردو کی سب سے پہلی تصنیف ملا داؤد کی مثنوی چندائن ہے' جو اردو زبان کا اولین لسانی و ادبی نمونہ ہے۔ ملا داؤد شمالی ہند میں واقع قصبہ ڈلمؤ کے رہنے والے تھے' جو اس وقت رائے بریلی کا ایک قریہ ہے۔ ملا داؤد نے ''چندائن'' اردو کی علاقائی زبان اودھی میں لکھی تھی۔''۲۰۰ وہ مزید رقم طراز ہیں:

''ملا داؤد نے چندائن ۷۸۱ھ = ۱۳۷۹ء میں بعہد فیروز شاہ تغلق تصنیف کی تھی۔ اس میں لورکا اور چاند کی داستانِ عشق بیان کی گئی ہے۔ ملا داؤد کا عرصۂ حیات شیخ بہاؤ الدین باجن (۷۹۰ھ۔۹۱۲ھ) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز متوفی ۸۲۵ھ اور سید محمد اکبر حسینی متوفی ۸۱۲ھ سے قبل کا ہے۔''۲۰۱

تحقیق' بے جا طرفداری کی متحمل نہیں ہو سکتی لہٰذا اگر ثابت ہو جائے کہ چندائن کے نعتیہ اشعار' مثنوی' خواجہ گیسو درازؒ کے نعتیہ کلام سے پہلے لکھے گئے تو اب تک کی دستیاب معلومات کے مطابق ملا داؤد ہی پہلے نعت گو ٹھہریں گے لیکن اپنے نظریے اور تحقیق کے ثبوت کے لئے جتنے دلائل ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد کو دینا ضروری تھے' وہ مقالے میں نہیں ملتے۔ آسان اور سیدھا اصول تو یہ تھا کہ ملا داؤد کی تاریخ پیدائش و وفات بعد از تحقیق درج کی جاتی پھر اس کا تقابل دیگر شعراء سے کیا جاتا۔ متعلقہ کلام کی تاریخ تخلیق دریافت کی جاتی اور تقدم کا فیصلہ کیا جاتا۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل خود لکھتے ہیں کہ ملا داؤد نے چندائن ۷۸۱ھ میں لکھی۔ خواجہ گیسو درازؒ کی تاریخ ولادت ۴ رجب ۷۲۰ھ ہے۔ (۲۰۲) گویا جب ملا داؤد نے بقول محمد اسماعیل آزاد چندائن ۷۸۱ھ میں تصنیف کی تو خواجہ گیسو درازؒ کی عمر اس وقت اکسٹھ برس تھی۔ خواجہ گیسوؒ دراز کو خدا نے طویل عمر سے نوازا' وہ چندائن کی تصنیف ۷۸۱ھ کے بعد بھی چوالیس برس زندہ رہے اور ۸۲۵ھ میں بعمر ایک سو پانچ برس وفات پائی۔ ملا داؤد کی تاریخ ولادت و وفات کی نشاندہی ضروری تھی جو نہیں کی گئی۔ بہر حال یہ تو واضح ہے کہ چندائن کی تاریخ تصنیف (۷۸۱ھ) کے وقت خواجہ گیسو درازؒ اکسٹھ برس کے تھے یعنی بڑھاپے

میں تھے لہٰذا یہ کہنا کہ ’’ملا داؤد کا عرصۂ حیات شیخ بہاؤالدین باجن متوفی ۹۱۲ھ‘ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز متوفی ۸۲۵ھ اور سید محمد اکبر حسینی متوفی ۸۱۲ھ سے قبل کا ہے۔‘‘ (۲۰۳) بے دلیل ہونے کے باعث مبنی بر حقیقت نہیں۔ خواجہ گیسو دراز کے ذکر کے ساتھ ہی صرف ان کے سالِ رحلت ۸۲۵ھ کی طرف اشارہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا انہوں نے تمام نعتیہ کلام زندگی کی آخری سال ۸۲۵ھ میں لکھا ہے۔ صورتِ حال تو یہ ہے کہ ان کا کلام ان کی زندگی ہی میں مقبولِ عام ہو چکا تھا۔ قوال اسے گاتے تھے اور صوفیاء کے سماع میں وہ بڑے شوق سے سنا جاتا تھا لہٰذا یقیناً ان کی وفات کے سال سے بہت پہلے لکھا گیا ہوگا۔ یہاں بہاؤالدین باجن (۷۹۰ھ۔ ۹۱۲ھ) کی طرح ملا داؤد اور خواجہ گیسو دراز کے سنینِ ولادت و رحلت کا اندراج بھی ضروری تھا۔ خواجہ گیسو دراز کا سالِ ولادت ۷۲۰ھ کیوں نہیں دیا گیا؟ اور محمد اکبر حسینی کے ذکر و تقابل کا یہ کیا مقام ہے کیونکہ وہ تو خواجہ گیسو دراز کے فرزندِ ارجمند تھے اور ۸۱۲ھ میں اپنے والد کی زندگی ہی میں وفات پا گئے تھے۔ مندرجہ بالا شواہد سے ظاہر ہے کہ پہلے نعت گو کی نشاندہی کے لئے جن ضروری کوائف کی ضرورت تھی وہ اس مقالے میں درج نہیں ہو سکے۔ چندائن کے سالِ تحریر ۷۸۱ھ کی نشاندہی سے تو یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ چندائن کے نعتیہ اشعار ۷۲۰ھ میں پیدا ہونے والے خواجہ گیسو دراز کے کلام سے پہلے لکھے گئے۔

خواجہ بندہ نوازؒ گیسو درازؒ ایک مشہور صوفی سید یوسف راجو قتالؒ کے صاحبزادے تھے۔ ان کے گھرانے کو پیروں کا آستانہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ کثیر تعداد میں لوگ خواجہ گیسو دراز کے مرید تھے اور ان کا کلام سماع کی محفلوں میں خصوصی اہتمام سے گایا جاتا تھا۔ ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم لکھتے ہیں:

> ’’خواجہ بندہ نوازؒ کی زیادہ تر شاعری موسیقی یا راگ راگنیوں کے تابع ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ موسیقی کے ماہر بھی تھے‘ خواجہ بندہ نوازؒ کے کچھ شعر سینہ بہ سینہ چلے آتے ہیں‘ جن کے متعلق مشہور ہے کہ یہ بند حجرے کی قوالی کے لیے ہیں۔ یہ بند حجرے کی قوالی جو مخصوص ماحول اور مخصوص ذہنی و قلبی کیفیت کے لوگوں کے لئے ہوتی ہے‘ صوفیانہ سماع کا مقصد و منتہا ہے۔ عوام میں آ کر اس نے اپنی حقیقی صورت بدل دی ہے اور اصلی مقصود گم کر دیا ہے۔۔۔ سلطان ابراہیم عادل شاہ والی بیجاپور نے جو موسیقی کا عاشق اور ماہر تھا ’’نورس‘‘ کے نام سے ایک کتاب میں ہندی راگ راگنیوں کے تحت جو شعر یا کبت لکھے ہیں‘ اس میں انہوں نے خواجہ بندہ نوازؒ کو جس انداز سے خراجِ عقیدت پیش کیا ہے اس سے خواجہ موصوف کے ہندی موسیقی میں مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔‘‘ ۲۰۴

فاضل محقق نے ایک اور پتے کی بات بتائی ہے:

> ’’حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کا مقابلہ ہندو جوگیوں‘ عالموں اور برہموں سے تھا‘ جنہوں نے جنوبی ہند کی دراوڑی اقوام کو قعرِ مذلت میں گرا رکھا تھا۔ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ ان قوموں کو انسانی برتری اور کمتری کی ذلیل کن تمیز سے نکال کر انسانی حقیقت کی سطح پر لانا چاہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے سنسکرت سیکھی‘ ہندوؤں کے علوم پڑھے اور ہندی موسیقی میں مہارت حاصل کی۔‘‘ ۲۰۵

اس طویل اقتباس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس پس منظر کا حامل انسان جو سنسکرت سیکھ چکا ہو‘ فارسی موسیقی کے بجائے ہندی موسیقی کو ترجیح دیتا ہو‘ سماع کو اسلام پھیلانے کا وسیلہ بنائے ہوئے ہو‘ جس کا کلام مخصوص مزاج کے لوگ بند حجرے میں سنتے ہوں‘ موسیقی کے قدردان اور آشنا جس کی خدمات کی تحسین کرتے ہوں‘ جس نے چکی نامہ‘ رباعی‘ مثلث‘ مسدس جیسی شعری ہیئتوں میں دادِ سخن دی ہو‘ جسے سید سلیمان ندوی جیسے نابغہ انسان نے صوفیاء کے چشتیہ سلسلے کا ’’سلطان القلم‘‘ قرار دیا ہو۔‘‘ ۲۰۶ بعض شعراء اپنی مثنویوں میں حمد و نعت کے بعد جس کی منقبت لکھتے رہے ہوں‘ اس نے ساٹھ برس تک خود کوئی شعر نہ کہا ہوگا؟ یہ جذباتی تحقیق یا بے جا اصرار نہیں محض حق کو حق دار تک پہنچانے کا اصول ہے۔ ڈاکٹر اسماعیل آزاد نے جس سادے سے انداز میں کہہ دیا ہے کہ ڈلمؤ کے ملا داؤد کا نعتیہ کلام خواجہ گیسو درازؒ سے پہلے کا ہے‘ کیا اسے مانا جا سکتا ہے؟ جب ملا داؤد کے عرصۂ حیات کا تعین ہی نہیں تو خواجہ بندہ نوازؒ سے تقابل کیسا اور دعویٰ کیسا؟ عرض صرف اتنی ہے کہ چندائن کو اردو کی اولین مثنوی مانا جا سکتا ہے اور یہ بھی تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ چندائن میں موجود نعتیہ اشعار ’’کدم راؤ پدم راؤ‘‘ سے پہلے لکھے گئے لیکن خواجہ بندہ نوازؒ گیسو درازؒ کا نعتیہ کلام (جو مثنوی کی ہیئت میں نہیں بلکہ رباعی‘ مثلث وغیرہ ہیئت میں ہے اور جسے خود اسماعیل آزاد تسلیم کرتے اور اپنے مقالے میں اس کے نمونے دیتے ہیں) اگر چندائن کے بعد لکھا گیا تو اس کا ثبوت کیا ہے؟ بغیر ثبوت یہی حقیقت مسلمہ رہے گی کہ خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ ہی اردو کے اولین نعت گو ہیں‘ اگرچہ مثنوی کی مخصوص ہیئت میں رسمی طور پر ذیلی حیثیت سے سب سے پہلے لکھے گئے نعتیہ اشعار ملا داؤد کی ’’چندائن‘‘ کے ہیں پھر ’’کدم راؤ پدم راؤ‘‘ کے نعتیہ اشعار کا نمبر ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے نظامی دکنی کی مثنوی ''کدم راؤ پدم راؤ'' کے مقدمے میں اس مثنوی کو اردو کی پہلی باقاعدہ تصنیف قرار دیا ہے(۲۰۷)۔ اگر کسی طرح یہ ثابت بھی ہو جائے کہ خواجہ گیسودراز کا کلام جو مختلف بیاضوں میں بکھرا ہوا ہے یا اہلِ سماع سے سینہ بہ سینہ آگے پھیلا ہے' کسی باقاعدہ تصنیف کی ذیل میں نہیں آتا تو بھی یہ حقیقت تو اپنی جگہ قائم رہے گی کہ بات باقاعدہ کتابی شکل (یا تصنیف) کی نہیں۔ سب سے پہلے اردو نعت لکھنے کی ہے تو کیا خواجہ گیسودراز کے اس کلام سے صرفِ نظر ممکن ہوگا؟

لے دے کے بات پھر وہیں آ جاتی ہے کہ جب تک خواجہ گیسودراز کے نعتیہ کلام سے پہلے کے کلام کی نشاندہی تحقیقی انداز سے نہیں ہو پاتی اور جب تک خواجہ گیسودراز سے منسوب کلام کا انتساب تحقیقی انداز سے غلط ثابت نہیں ہو جاتا' اولین اردو نعت گو ہونے کا شرف انہی کو حاصل رہے گا۔ عین ممکن ہے کسی وقت ایسے قدیم مخطوطات اور قلمی نسخے نیز بیاضیں دریافت ہو جائیں جن کے حوالے سے اولیت کے کچھ دوسرے دعوی دار بھی سامنے آ جائیں۔ تاریخِ ادب گواہ ہے کہ شعری عمل صدیوں پر محیط تسلسل سے نکھرتا اور ارتقائی منازل طے کرتا ہے لہٰذا عین ممکن ہے کسی نے حضرت خواجہ گیسودراز سے پہلے اردو نعت کہی ہو لیکن جب تک تحقیقات سے کچھ مزید ثابت نہیں ہوتا' تب تک اردو نعت گوئی کی اولیت کا سہرا حضرت خواجہ گیسودراز بندہ نواز کے سر ہی رہے گا۔

بہرحال یہ مقامِ شکر ہے کہ جب اردو زبان نے نظم کی صورت میں باقاعدہ اظہار کا قرینہ سیکھا تو اس کے پہلے باقاعدہ شاعر (خواجہ گیسو دراز) نے مکمل نعتیں کہہ کر اردو ادب کے سر پر کلاہِ عظمت سجا دی۔ نہ صرف یہ بلکہ مثلث' رباعی' مخمس' مربع وغیرہ ہیئتوں میں نعتیہ مضامین پیش کر کے اردو نعت کے ہیئتی ارتقاء کی بنیاد بھی رکھ دی۔

نعت پر تنقید

جو لوگ سمجھتے ہیں کہ نعت پر تنقید نہیں ہونی چاہیے' کیونکہ یہ تو خالص عشق و محبت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت و ثنا کا معاملہ ہے' اس میں نقص نکالنا کوئی اچھی بات نہیں۔ یقیناً وہ حُبِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیشِ نظر ہی یہ کہتے ہیں۔ ان کے اس خیال کے پسِ منظر میں نعت سے محبت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام کے جذبے کو بخوبی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ سمجھتے ہیں کہ نعت پر تنقید ضروری ہونی چاہیے تا کہ یہ ہر طرح کی خامی سے پاک ہو' اور جو چیز بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کی جائے وہ بہترین خوبیوں کی حامل ہو۔ ان کا جذبہ بھی صادق بلکہ صادق تر ہے۔ اسی نقطۂ نظر کو پذیرائی حاصل ہے جبکہ پہلے نقطۂ نظر کو اس کے بعض مضمرات کے باعث بالکلیہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن مجید میں نعتیہ اشعار پر تنقید کے حوالے سے بظاہر کوئی مواد نہیں ملتا لیکن ذرا سا غور و خوض کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کریم نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری اور ان سے تخاطب کے جو آداب بیان کیے ہیں' وہ نعتیہ تنقید کے جواز و قواعد کا سب سے بڑا سرمایہ ہیں جیسے کسی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسے مخاطب ہو جیسے لوگ آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہیں۔ ان کے حضور کوئی ایسا جملہ تو کجا لفظ بھی نہ بولا جائے جو ذم کا کوئی پہلو یا بے ادبی کا کوئی شائبہ لیے ہوئے ہو۔

قرآنِ مجید میں حق تعالیٰ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہیں ان کا ذاتی نام مبارک لیکر مخاطب نہیں فرمایا بلکہ اچھی اچھی صفات کے ساتھ مخاطب کیا ہے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کو بھی چاہیے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذاتی نام لیکر مخاطب کرنے کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اچھے اچھے صفاتی اسمائے مبارکہ سے کام لیں۔ (اس ضمن میں آیات گزشتہ صفحات میں درج کر دی گئی ہیں) اب اگر یہ طے ہے کہ نعت بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تخاطب کا ایک قرینہ ہے تو حاضری اور تخاطب کے یہ اصول از خود نعت پر بھی لاگو ہو جائیں گے' یہیں سے نعتیہ تنقید کا جواز نکلتا ہے۔

نعتیہ تنقید کا باقاعدہ آغاز بھی خود ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکت سے ہوا۔ حضرت کعب بن زہیرؓ نے اسلام قبول کرنے سے پہلے تین ایسے اشعار لکھے تھے جو ادبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منافی تھے چنانچہ اس کے لئے حکمِ قتل صادر ہوا۔ انہوں نے ایک نعتیہ قصیدہ لکھا اور مسجدِ نبویؐ میں ایک روز فجر کی نماز کے بعد حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ توبہ کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے اپنا مدحیہ قصیدہ بانت سعاد.......... الخ سنایا۔ جب اس شعر کو پڑھا

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُسْتَضَاءُ بِہٖ ۔۔۔ مُہَنَّدٌ مِنْ سُیُوْفِ الْہِنْدِ مَسْلُوْلُ

(لاریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا نور ہیں' جس سے حق کی روشنی ملتی ہے۔ آپ ہند کی تلواروں میں سے ایک بے نیام تلوار

ہیں) تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' اس شعر میں سیوف الہند کی جگہ سیوف اللہ کر دو۔ حضرت کعب بن زہیرؓ نے اسی وقت تعمیل ارشاد کی اور شعر کو دوبارہ تصحیح شدہ حالت کے ساتھ پڑھا (۲۰۸) اس تصحیح کے حوالے سے ڈاکٹر اسحاق قریشی لکھتے ہیں: ''...........اس سے نقدِ شعر کے حوالے سے یہ اصول استنباط کیا گیا کہ الفاظ مناسب نہ ہوں تو نعت کی عظمت پر حرف آتا ہے۔ یہ اصلاح چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمائی تھی' اس لیے حجت قرار پائی اور ناقدین کو نقدِ شعر کا ایک ضابطہ' ہاتھ آیا اور اس بنیاد پر نعتیہ شاعری پر تنقید کا در کھلا۔ اس اصلاح کا یہ پہلو ضرور پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ سیوف الہند کی ترکیب کو بدل دیا گیا مگر مہند کا حکم برقرار رکھا گیا۔ سیوف الہند کی ترکیب عرب معاشرت میں ہندی تلواروں کی عمدہ کارکردگی کی بناء پر معروف ہوئی تھی مگر اس میں اضافت تھی جو سیوف کو فوقیت کا مقام عطا کر رہی تھی۔ رسولِ عالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے گفتگو کو کسی محدود نسبت کا حوالہ دینا' آفاقی حسیت علاقائی نسبت سے محدود کرنا تھا' پھر یہ کہ ہند کی تلواریں کاٹ میں عمدہ تو ہوسکتی ہیں مگر ان کی کاٹ میں خوب و ناخوب کی کوئی قوت نہ تھی۔ ان کے مقابلے میں اللہ کی تلواریں کہہ کر یہ واضح کرنا تھا کہ یہ کاٹ دار ضرور ہے مگر اٹھتی کسی ناخوب پر ہی ہے۔ قوت کو خیر ہی کا پیغام بننا ہے...........اس حوالے سے غلط انتساب' ناموافق نسبت اور غیر محمود ترکیب سے اجتناب کی راہ دکھائی گئی۔ شعر میں مہند کا کلمہ بھی ہندی حوالہ رکھتا ہے مگر اسے تبدیل نہیں کیا گیا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگرچہ لفظوں کی ساخت کسی نہ کسی حوالے سے ہی ترتیب پاتی ہے لیکن تشکیل کا یہ حوالہ عموم حاصل کر لے حتیٰ کہ تشخیص سے تجرید کا سفر کر لے' تو ایسے لفظ استعمال ہو سکتے ہیں اور ان کا بدلنا ضروری نہیں ہوتا۔ اصطلاحات و تلمیحات کی یہی حقیقت ہے کہ ان کی بنیادی ساخت میں کسی حسی حوالے کی کارفرمائی ہوتی ہے مگر یہ حوالہ صرف تشکیلِ معنی کا ایک بنیادی عنصر ہوتا ہے اور تفہیم کی سہولت عطا کرتا ہے۔ مروج اصطلاح یا رائج تلمیح کو...........اس کے بنیادی معنی کا پابند نہیں رکھا جا سکتا۔''۲۰۹

حضرت کعب بن زہیرؓ کے مذکورہ بالا قصیدہ کے اس شعر سے (جس کی اصلاح خود ذاتِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی) یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ اگر نعتیہ شعر میں شرعی حوالے سے کوئی بات قابلِ ترمیم و تنسیخ ہو' تو اس کی اصلاح ضروری ہے۔ اسی طرح ماہرین شریعت کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسی خامی کی نشاندہی کریں اور نعت گو پر لازم ہے کہ وہ شرع محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دل و جاں سے پاسداری کرتے ہوئے ایسی خامی کو دور کرے۔ ضروری نہیں کہ عالمِ دین نعتیہ شعر میں موجود خامی کی نشاندہی کرتے ہوئے ایسا متبادل لفظ یا مصرع بھی پیش کرے جو شعری لوازم کے مطابق ہو' اس کا کام محض نشاندہی ہے' اس کے مطابق شعر کو نئی ساخت سے پیش کرنا...........خود شاعر کی ذمہ داری ہے۔ اس اصلاح سے نعت پر تنقید کا جواز بھی ملتا ہے اور اس کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔

ڈاکٹر عاصی کرنالی نے نعت پر تنقید کے جواز کو ایک مثال کے ذریعے واضح کیا ہے' ان کے بقول کسی عزیز دوست کو جب گلدستہ پیش کرنا ہو تو اس کی آرائش و زیبائش کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے' پھر ریشمی ڈوری سے باندھ کر دوست کو پیش کیا جاتا ہے:

> ''یہ اہتمام ایک اپنے جیسے شخص کے لئے ہے' جب آپ اس بہارِ چمنستانِ ایجاد کی بارگاہ لطافت میں گل ہائے نعت و ثنا پیش کرنا چاہیں گے تو اسے عقیدت کا اظہار نامہ کہہ کر اس کی زیبائش میں کوئی شعوری اہتمام نہیں کریں گے؟''۲۱۰

راقم الحروف پھولوں کی خراش تراش اور آرائش و زیبائش سے اگلے مرحلے کی بات کرنا چاہتا ہے کہ یہ سجا سجایا' تازہ' لطیف اور خوشبودار پھولوں کا گلدستہ کتنا ہی دلکش' معطر اور قیمتی کیوں نہ ہو اگر اس کی کسی ٹہنی سے یا پھولوں کی پتیوں سے کوئی چھوٹا سا زہریلا سنپولیا لپٹا ہوا ہے' تو اس خوبصورت گلدستے کی کیا قدر و قیمت رہ جائے گی؟ کون اسے خریدے گا اور کون اسے اپنے مجازی محبوب کو پیش کرنے کا سوچ بھی سکے گا؟ لاعلمی کی بناء پر ایسا ہو جائے تو اور بات ہے لیکن جان بوجھ کر ایسا مہلک گلدستہ کسی کو پیش کرنا یقیناً ناقابلِ معافی جرم ٹھہرے گا۔ اسی طرح اگر نعت کے ظاہری الفاظ رواں' سبک' مترنم اور شیریں ہوں لیکن ان کے معانی کی تہہ میں مستور کوئی بات دینِ اسلام کی بنیاد کے خلاف ہو' شرک سے مملو ہو یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی پر مشتمل ہو' تو کون اسے نعت قرار دے گا؟ نعت کے حوالے سے سب سے پہلے یہ جائزہ لیا جائے گا کہ کہیں اس میں کوئی بات خلاف شرع محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو نہیں۔ اگر وہ شریعت کے خلاف ہے تو اس پر گرفت کرنا ہر آگاہ مسلمان کے لئے ضروری ہے لیکن علمائے شریعت کا تو فرض ہے کہ وہ اس کی اصلاح کے لئے ہر کوشش بروئے کار لائیں۔ ذاتی طور پر' اپنے دل میں موجود جذبۂ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیشِ نظر ہر شخص نعتیہ کلام کہہ سکتا ہے لیکن اس نعتیہ کلام کو ادبی فن پارہ تب تسلیم کیا جائے گا جب اس میں ادبی تقاضے بھی پورے ہوں۔

راقم الحروف کے نزدیک تنقیدِ نعت کو درج ذیل چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

الف۔ نعتیہ شناخت

ب۔ آدابِ شریعت کا لحاظ

ج۔ جذبۂ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

د۔ لسانی وشعری تقاضوں کی ہم آہنگی

نعتیہ شناخت ٔنعت پارے کی اولین شرط ہے۔ اس کا سادہ سا مفہوم یہ ہے کہ نعتیہ شعر سنتے ہی توجہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف ہو جائے۔ اگر شعر میں ایسا کوئی قرینہ نہیں کہ مضمون وتاثر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف اشارہ کرے تو اسے نعتیہ شعر کیسے مانا جاسکتا ہے۔ نعتیہ تنقید کا بھی پہلا تقاضا یہی ہونا چاہیے کہ اگر کوئی شعر سرے سے نعت ہی نہیں تو اس پر نعتیہ تنقید کا بھی جواز نہیں۔

اگر کوئی نعت ایسی ہے کہ اس کا عنوان ''نعت'' مٹا کر لفظ ''غزل'' لکھ دیا جائے تو اس کے سارے شعر صرف محبوبِ مجازی سے متعلق محسوس ہوں تو اسے بھی نعت تسلیم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خاص صفت وثنا صرف انہی سے مخصوص ہے اور ان کا غیر اس کا مصداق نہیں ہوسکتا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سراپا مبارک کا اس طرح بیان جیسے عام غزل گو بیان کرتا ہے' منافیٔ شانِ رسالت ہے۔ اس ضمن میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ اگر کسی شعر میں آدابِ شریعت کی پاسداری نہیں کی گئی' تو وہ قطعاً نعت کا شعر نہیں ہوسکتا' خواہ اس کے اوپر نعت کا عنوان ہی کیوں نہ درج ہو۔ نعت کا اصل محرک جذبہ عشقِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ اگر شعر میں سب کچھ ہے' بس یہ جذبہ مفقود ہے تو بھی اس کی نعتیہ حیثیت سوالیہ نشان بنی رہے گی۔ اس جذبے کے بغیر حقیقی نعت نہیں کہی جاسکتی۔ ڈاکٹر اسحاق قریشی کے لفظوں میں:

> ''نعت نہ تو صرف شعری صلاحیت کا اثر ہے اور نہ روایات کی ترتیب کا نام ہے۔ یہ تو جذباتِ محبت اور احساسِ عقیدت کے اظہار کا وہ سلیقہ ہے' جو ہمہ تن محترم ہے۔ یہ صرف نظم نہیں بلکہ ذاتی واردات کا شعری پیراہن ہے۔ جذبوں کی سچائی نعت کا حسن ہے اور حرفوں کی متانت اس کا جمال ہے۔ اس بارگاہِ عظمت میں اسے پیش کرنا ہے جہاں اگر جنبشِ لب' خارج از آہنگ ہوجائے تو ایمان کا خطرہ اور اگر جذبے مستقیم اور پابندِ آداب نہ رہیں تو دھتکارے جانے کا احتمال ہے۔''[۱۱]

نعتیہ تنقید میں یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ شعر' ادبی تقاضوں کو پورا کرتا ہے یا نہیں۔ بلاشبہ نعت نثر میں بھی کہی جاسکتی ہے لیکن منظوم نعت کے لئے لوازمِ شعری کا لحاظ ضروری ہے۔ اگر شعر میں لسانی اغلاط ہوں یا عروضی خامیاں تو اسے درست مضمون کے باوجود' ادبی حوالے سے ہدفِ اعتراض بننا پڑے گا' راقم الحروف کے نزدیک:

> ''اگر شعر میں عروضی اسقام ہیں' وزن ہی گڑبڑ ہے' الفاظ کے حروف' ساکن یا متحرک ہونے کے حوالے سے تقطیع پر پورے نہیں اترتے' محاورہ غلط بندھا ہے' روزمرہ کی غلطیاں ہیں' صنائع بدائع کا استعمال غلط ہے یا تکلیف دہ غرابت پیدا کر رہا ہے' تلمیح کا استعمال تاریخی حقائق کے منافی ہے۔ تشبیہ' استعارہ شانِ رسالت سے فروتر ہے وغیرہ وغیرہ' تو ایسا شعر' شعریت سے تہی ہو کر ہدفِ اعتراض بن جائے گا۔''[۱۲]

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ تنقید کا مطلب صرف نکتہ چینی اور طنز وملامت نہیں بلکہ خوبیوں اور خامیوں' دونوں کی پہچان ہے۔ انتقاد اور نقاد کا مطلب ہے کھوٹے اور کھرے سکے الگ کرنا' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تنقید کا اصل کام خوبیوں اور خامیوں کی تمیز ہے۔ تنقید اصلاً حسن وقبح دونوں کو پرکھتی ہے۔ راقم الحروف کے نزدیک:

> ''نعت پارے کے مواد' مفہوم اور ہیئت کے اچھے برے پہلوؤں کی جانچ اور ان کے تناظر میں نعت کے مقام ومرتبہ کے تعین کا عمل تنقیدِ نعت کہلاتا ہے۔''[۱۳]

ادبی تنقید کا عمل جہاں فن پارے کے مواد کو جانچتا ہے' وہاں ہیئت کے حوالوں سے بھی اس کے معیار کا تعین کرتا ہے' ادب پاروں کو جانچنے کے لئے تنقید کی مختلف اقسام روبہ عمل ہیں جیسے تاثراتی تنقید' مارکسی تنقید' نفسیاتی تنقید' جمالیاتی تنقید' تقابلی تنقید اور ساختیاتی تنقید وغیرہ۔ تنقید کے یہ تمام طریقے جزوی طور پر تنقیدِ نعت میں کام آسکتے ہیں لیکن نعت کا موضوع ایک ایسی الگ شناخت رکھتا ہے کہ اس کا تنقیدی نظام بھی الگ ہی ہونا چاہیے۔ جیسے ہر عظیم ادب پارے کی جانچ کا معیار اس کے بطن سے نمودار ہوتا ہے اسی طرح اردو نعت کی تنقید بھی اپنے داخلی تقاضوں کے تحت ہی اپنا کام سرانجام دیتی ہے۔ ناول کی طوالت' افسانے کا اختصار' غزل کی منتشر خیالی' مثنوی کا تسلسل' مرثیے کا سوز وگداز اور ہجو کی طنز اگر ان سب کو کسی ایک نظام سے نہیں بلکہ الگ الگ نظام اور اپنے اپنے قواعد سے جانچا جاتا ہے تو نعت بھی اپنے لیے مخصوص نظامِ تنقید چاہتی ہے۔ غزل میں جھوٹ' مبالغہ کی مہر سے فن ٹھہرتا ہے لیکن نعت میں اس کا دخل نہیں' غزل کی شوخی' واسوخت کا جلا بھنا لہجہ' ریختی کی بے باکی' کا نعت سے کیا کام۔ نعت کی جانچ

پرکھ کے لئے ایسا نظامِ نقد چاہیے جو اس کے شرعی اور ادبی دونوں پہلوؤں کی کفایت کر سکتا ہو۔ اسی لیے نعتیہ تنقید کا کام عام عالمِ دین یا عام ادبی نقاد کے بجائے ایسے شخص کے سپرد ہونا چاہیے جو بیک وقت دین کا ضروری علم بھی رکھتا ہو اور ادبی باریکیوں کا بھی ماہر ہو۔ یہاں دین کے ضروری علم کی تحصیل کے ساتھ ساتھ عالمِ دین کا فرقہ بندی کی تنگ نظری سے آزاد ہونا بھی بے حد ضروری ہے ورنہ ہر فرقے اور مسلک کا عالم اپنے طے کردہ مسلمات کے علاوہ ہر دیگر قول کو باطل قرار دے گا۔ اس پر ردِعمل ظاہر ہوگا' وفوق کل ذی علم علیم کے اصول کے تحت دوسرے فرقے کا بڑا عالم' عمل تغلیط میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دے گا۔ تعصب اور غیر رواداری کے اس طوفان میں نعتیہ تنقید اگر کسی ساحل پر لنگر انداز ہو بھی گئی تو اسے ساحلِ مراد نہیں کہا جا سکے گا۔ ڈاکٹر اسحاق قریشی کس دکھ کے ساتھ لکھتے ہیں:

> ''ایک اور ذہنی تحفظ جو غیر جانبدارانہ جائزوں کی راہ میں حائل ہے' وہ مسلکی وابستگی ہے۔ یہ زندہ معاشروں کا حسن ہوتا ہے کہ مخلصانہ اختلاف کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ مرکز تو ایک ہی وجود ہے۔ سب اسی کے حضور اپنی اپنی عقیدتوں کے گلدستے لیے حاضر ہیں۔ اس رنگا رنگی سے محبت کرنے والوں کے دلوں میں انشراح آنا چاہیے کہ میرے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میں ہی نہیں' سب ہی چاہنے والے ہیں۔ محبت بے لوث ہو تو محبوب کی ہر نسبت معتبر ہوتی ہے۔ اللہ کرے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امتِ مسلمہ کی وحدت کی پختہ اساس بنے۔ یہ خواہش ہر دردمند دل کی ہے مگر بد قسمتی یہ ہے کہ ہر مدعیِ محبت ایسا رویہ نہیں رکھتا اور وہ اپنے خیالات کو ہی صائب گردانتا ہے' اور دوسروں کی لائقِ تحسین کاوشوں کو بھی رد کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہے۔ نعت کے مضامین میں بھی ایسی ہی پسند و ناپسند اثر دکھاتی ہے۔ کاش! ایسا نہ ہو نعت کا تقدس بے نفسی کا تقاضا کرتا ہے۔''[۱۴]

چنانچہ یہ ایک واضح تر حقیقت ہے کہ ''ناقدِ نعت کو متعلقہ علوم و فنون پر دسترس تو ہونی ہی چاہیے' اسے غیر متعصب' غیر جانبدار اور بے لوث بھی ہونا چاہیے۔ اس میں عدل و انصاف کا جوہر بدرجۂ اتم ہونا چاہیے۔ اسے کبھی جذباتیت کی رو میں بہہ کر تنقیدی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔''[۱۵]

نعت پارے پر تنقید ہر کس و ناکس کا منصب نہیں' اس کے لئے وہی شخص موزوں ہو سکتا ہے جو علومِ دینیہ کے علاوہ ادبی تنقید کی حقیقی صلاحیت سے بہرہ ور ہو۔ یہاں ایک بات اور بھی قابلِ لحاظ ہے' ہمیں تنقیدِ نعت میں خصوصی نظم و ضبط' عفو و درگزر اور تحمل و برداشت کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ ذرا سی بات پر کسی کو بے عزت کر دینا' ان جانی فکری لغزش پر اس کے ماتھے کو ''کافر'' کی مہر سے داغدار کر دینا' اس کے جذبے کی روح کی رعایت کے بغیر اسے گستاخِ رسول قرار دے دینا' اس کی اصلاح کے بجائے اس کی فنی خامیوں پر اس کی ایسی حوصلہ شکنی کرنا کہ وہ دوبارہ نعت لکھنے کا سوچ بھی نہ سکے' یہ باتیں مناسب نہیں۔ کسی مسلمان کو ناحق کافر قرار دینا بے شک و شبہ بُری بات ہے لیکن اسے ناحق گستاخِ رسول قرار دینا تو اس سے بھی بُری بات ہے۔ ہمارے کتنے مشاہیر اور عظیم علمائے کرام ہیں جنہیں بعض محتسبوں نے کافر قرار دیا۔ اس زد سے تو بیسویں صدی کے عظیم مسلمان اور عاشقِ رسول نیز ملتِ اسلامیہ کے حقیقی بہی خواہ قلندرِ لاہوری' حضرت علامہ اقبالؒ بھی نہ بچ سکے' اور انہوں نے حضراتِ احتساب کے اس پتھر کو برداشت کیا۔ کسی مسلمان کو گستاخِ نبی قرار دینا بڑی دیدہ دلیری ہے البتہ اگر کوئی شخص واقعی حقیقی گستاخی کا مرتکب ہوا ہے' اسے اس کی دریدہ ذہنی کی جانب توجہ بھی دلائی گئی ہے لیکن وہ اپنے گستاخانہ الفاظ و انداز سے باز نہیں آتا تو دوسری بات ہے' لیکن کسی نعت کے اشعار پر' کسی مخصوص مسلک یا فرقے کے حوالے سے کفر یا گستاخی کے فتاویٰ جاری کرنے کے بجائے وسعتِ نظری سے کام لیتے ہوئے اصلاح کوشی کے نقطۂ نظر سے تنقید کرنی چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی کی نعت ادبی حوالے سے بالکل ہی کوئی خوبی نہ رکھتی ہو لیکن وہ دربارِ رسالت میں قبول ہو جائے۔ ادبی معیار اور ہیں اور سچے جذبوں کے اطوار اور ہیں' لہٰذا تنقیدِ نعت میں اوّلیت دینی نقطۂ نظر سے جائزے کی ہے اور ادبی خوبیوں کی تلاش دوسرے درجے پر آتی ہے۔ دینی نقطۂ نظر سے ناقدِ نعت کی کمٹ منٹ صرف اور صرف رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہونی چاہیے۔ وہ اپنا فرضِ منصبی جانے کہ روحِ اسلام کے منافی مضامین پر توجہ دلائے اور اصلاحِ احوال کی پوری کوشش کرے نیز ادبی خامیوں پر ایسا رویہ اختیار کرے جسے ہمدردانہ کہا جا سکے۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی ناقد کے لئے تخلیقی تجربے سے گزرنے کو بھی ضروری جانتے ہیں:

> ''میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ وہ جس صنفِ شعر و ادب پر تنقید اور تحقیق کر رہا ہے اس سے وہ تخلیقی سطح پر بھی نہ صرف آشنا ہو بلکہ اس بحرِ زخار کا شناور بھی ہو۔ الغرض اسے کامل دستگاہ حاصل ہوتا کہ وہ استدلال اور حوالے کے ساتھ بات کر سکے۔''[۱۶]

راقم الحروف کو سب سے زیادہ خوف اس امر سے ہے کہ خدانخواستہ کہیں نعت اور تنقیدِ نعت کے عمل کو فرقہ بندی کی نظر نہ لگ جائے۔ نعت کی اصل بنیاد عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور یہی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان کا اساسی تقاضا ہی نہیں عالمِ اسلام کی بقاء کا ضامن

بھی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جذبۂ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ آج بھی عالم اسلام عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے ذریعہ متحد ہو سکتا ہے۔ اس حوالے سے نعت کی اثر آفرینی کسی وقتی جذبے کی تسکین نہیں بلکہ آفاقی قدروں کی ترویج کا بہترین انداز ہے۔

خامیوں کی نشاندہی کے حوالے سے بلاشبہ تنقیدی عمل' کارِ جراح ہے اور یہ بھی یقینی امر ہے کہ جراحی میں چیر پھاڑ ہوتی ہے لیکن جراح کا رویہ ہمدردانہ تو ہو سکتا ہے' سو نعت کے معاملے میں یہ اخلاص اور ہمدردی اور بھی زیادہ ضروری ہے۔

ناقدِ نعت کو اپنا نقطۂ نظر کسی تعصب' خوف یا بے جا طرف داری کے بغیر پیش کرنا چاہیے لیکن اپنے نظریے اور نتائج کو حتمی طور پر تسلیم کرانے کے لئے اصرار نہیں کرنا چاہیے۔ تحقیق و تنقید میں نتائج بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی ولی دکنی کو شاعری کا باوا آدم کہا جاتا تھا' اب ولی سے سینکڑوں برس قبل کے شعراء کی کاوشیں اہلِ ادب کے سامنے ہیں۔ تحقیق و تنقید میں بلند بانگ دعاوی کے بجائے اپنی تحقیق کے نتائج اور اپنی تنقیدی آرا کو شائستگی سے پیش کر دینا چاہیے' ان کو تسلیم کرنے یا رد کرنے کا کام وقت خود کر لیتا ہے۔

مندرجہ بالا معروضات کا مقصد محض رویے کی نرمی ہے نہ کہ خامیوں کی نشاندہی' ہی نہ کرنا۔ اگر ناقدِ نعت کی کمٹ منٹ اپنے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے تو وہ کسی غیر کی رضا کی پروا نہیں کرے گا۔ اس کی کوشش ہونی چاہیے کہ نعت گو احباب کو ایسی نعتیں لکھنے پر مائل کیا جائے جو شرعی اور ادبی اعتبار سے خامیوں سے پاک ہوں۔

بدقسمتی سے ثقہ ناقدینِ نعت کی کمی کے باعث طرح طرح کے دیباچہ نگاروں' تقریظ نویسوں اور مقدمہ بازوں کی بن آئی ہے۔ وہ ہر کتاب کے مصنف کو بہت بڑا شاعر ثابت کرنے کے لئے اپنے ذاتی اعتراف ہی کو کافی سمجھتے ہیں۔ اس سے تنقید کا وہ لایعنی دبستان جنم لیتا ہے جسے ''دبستان بڑا بڑا' بڑی بڑی اور بڑے بڑے'' ہی کہا جا سکتا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ آج کے بعض دیباچہ نویس' ادبی اوتھ کمشنر بن چکے ہیں' جو پڑھے بغیر فوٹو سٹیٹ کاپی پر مہر لگا کر اسے مصدقہ کا سرٹیفکیٹ جاری کر دیتے ہیں۔ ۲۱۷

ڈاکٹر عاصی کرنالی تو گویا اس سے آگے کی بات کرتے ہیں:

''ان کا حال یہ ہے کہ گویا ان کے ہاتھ میں ایک جج کا قلم ہے.........سزا سنا دیں یا باعزت بری کر دیں۔'' ۲۱۸

ناقدِ نعت کے لئے ضروری ہے کہ وہ خوفِ خدا اور احترامِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدِ نظر رکھے' اور غصے اور نفرت کی کیفیت میں تنقیدی عمل سے باز رہے۔ فرقہ بندی کے تعصب کے علاوہ اسے گروہی اختلافات' سیاسی مفادات اور ذاتی تعلقات سے بچنا بھی بے حد ضروری ہے۔ شدید اعتراضات و اختلافات کی صورت میں بھی اسے شائستگی کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہیے۔ وسعتِ قلب و نظر کے بغیر نعتیہ تنقید کا عمل رواداری کی جبین پر شکنیں پیدا کر سکتا ہے۔ ذرا سی بے جا شوخی کسی بڑی بدصورتی کو جنم دے سکتی ہے' لہٰذا ناقد کو بہت احتیاط سے لکھنا چاہیے۔ نعتیہ تنقید کے عمل کو غیر نقادوں سے بچانا ہوگا۔ اگر ایک تیز ترین کار کی ڈرائیونگ کا کنٹرول کسی پیدائشی نابینا کے سپرد نہیں کیا جا سکتا تو تنقیدِ نعت کا کام بھی کسی ایسے شخص کے سپرد نہیں کیا جا سکتا جو سرے سے اس کا اہل ہی نہیں۔ ایسے نااہل اور غیر نقاد کے اعتراضات' نعت یا ادب کی کسی خدمت کی ذیل میں نہیں آتے بلکہ کچھ ہی عرصے کے بعد اپنی موت آپ مر جاتے ہیں' مثلاً جس نے بھی' حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ کریمہ میں شفاعت طلبی کو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ''کمرشل تعلق'' کہا ہے' اسے کس طرح ناقدِ نعت مانا جا سکتا ہے؟

اب تک' اردو نعت کے حوالے سے تنقید سے زیادہ تحقیقی کام ہوا ہے۔ راقم الحروف نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا:

''ایک طویل عرصے تک ادبی تذکرہ نگاروں بلکہ نقادوں کی اکثریت نے بھی اسے ایک الگ سنجیدہ ادبی صنف کے طور پر نہیں لیا۔ نعت کو موضوعاتی اور مذہبی شے جان کر ایک طرف رکھ دیا گیا' حالانکہ دنیا کی عظیم شاعری کا اکثر حصہ موضوعاتی ہے۔ میر تقی میر سے لے کر محمد حسین آزاد تک کسی نے نعت کی الگ شناخت کے حوالے سے تنقیدی خدمات سرانجام نہیں دیں' حالانکہ غزل کے حوالے سے ان بزرگوں نے اپنی بساط کے مطابق تنقیدی بصیرت کا ثبوت دیا۔ آگے چل کر الطاف حسین حالؔی' شبلی نعمانی' مولوی عبدالحق وغیرہ کے ہاں بھی نعتیہ تنقید کی باقاعدہ روایت نہیں ملتی۔ شعر الہند میں عبدالسلام ندوی نے مذہبی شاعری کے حوالے سے نعت میں در آنے والی خامیوں پر اپنے تنقیدی کرب کا اظہار کرتے ہوئے بعض موانعاتِ نعت کی طرف اشارے کیے۔ نعتیہ تنقید کا اولین' بھرپور اور باقاعدہ آغاز ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق کے مقالہ ''اردو میں

نعتیہ شاعری'' سے ہوتا ہے۔''۲۱۹

مولانا عبدالسلام ندوی نے نعت کے حوالے سے اختصار کے ساتھ اہم شعراء کا ذکر کیا ہے۔ قلی قطب شاہ، نصرتی ولی، سودا، میر، مومن، غلام امام شہید، امیر مینائی، محسن کاکوروی وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد ان شعراء کی مشترکہ خصوصیات کو بیان کیا ہے۔

i۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں عاشقانہ الفاظ مثلاً وصل، ہجر، شوق اور بیتابی وغیرہ کا استعمال کیا گیا اور اسی حیثیت سے آپ کے خد وخال، زلف وگیسو، لب ودہن اور چہرہ ورخسار وغیرہ کی تعریف وتوصیف کی گئی ہے اور یہ ان شعراء کا قصور نہیں بلکہ ہمارے صوفیہ کا قصور ہے۔

ii۔ معنی سے زیادہ الفاظ پر زور دیا گیا ہے یعنی جدید استعارے پیدا کیے گئے ہیں۔

iii۔ بہت موضوع روایتیں اور فرضی معجزات نظم کیے گئے ہیں۔

iv۔ شاعرانہ مبالغہ طرازیوں میں صحیح واقعات اور مستند روایات کی صورت بھی بدل گئی ہے، لیکن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل، اخلاق، وعظ وپند اور ہدایات وارشادات میں ان سب سے زیادہ زور واثر ہے۔''۲۲۰

پھر انہوں نے حالی کی نعتیہ مسدس کا ذکر کیا اور آخر میں لکھا:

''مولانا حالی نے شعرائے دورِ جدید کے لئے جو بہترین نمونہ قائم کر دیا تھا اس سے اگرچہ یہ توقع تھی کہ اب نعت گو شعراء کے کلام میں عاشقانہ شاعری کے عناصر رقیقہ کے بجائے مذہبی عظمت اور دینی متانت کے اجزاء شامل ہو جائیں گے، تاہم اس توقع میں کافی کامیابی نہیں ہوئی۔''۲۲۱

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق نے ''اردو نعت گوئی پر ہندوستانی ضمیات کا اثر'' کے زیرِ عنوان لکھا کہ:

''مسلمان ہندوستان پہنچے تو انہوں نے ملک کے تمدن پر گہرا اثر ضرور ڈالا لیکن خود بھی ہندوؤں کے تمدن کے اثرات سے نہ بچ سکے۔''۲۲۲

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق نے شعری مثالیں دے کر ثابت کیا کہ ہندی ضمیات کے اثرات اردو کی نعتیہ شاعری میں پائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایسے اشعار جن میں عبد اور معبود کا فرق مٹا دیا گیا نیز نبی اور ولی کو بھی یک قالب ویک جاں بتایا گیا۔ ان کے انتخاب سے صرف دو شعر درج ہیں:

محمدؐ نے خدائی کی، خدا نے مصطفائی کی — کوئی سمجھے تو کیا سمجھے، کوئی جانے تو کیا جانے

رسول اللہ کا جلوہ ہے، جلوہ غوثِ اعظم کا — عجب پیارا عجب بانکا ہے نقشہ غوثِ اعظم کا ۲۲۳

ڈاکٹر ریاض مجید نے بھی ضمیات کے اثرات کی تصدیق کی اور اردو نعت پر ہندی اثرات کی یہ صورتیں دکھائیں:

i۔ ہندی راگوں کی لے اور گیتوں کے انداز پر نعتیں لکھی جانے لگیں۔

ii۔ نعت میں مرد کی طرف سے نسائی عقیدت مندی کا اظہار ہونے لگا۔

ii۔ ہندی بھجنوں اور گیتوں میں کرشن اور محبوب کے لئے استعمال ہونے والے نام آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی استعمال ہونے لگے مثلاً سوامی، اوتاری، من موہن، گردھر، راجکمار، بالم، شام، راجا بھیا، کنہیا، راج دلارا وغیرہ۔

iv۔ کرشن کی ذات سے متعلقہ تلازمات کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کر دیا گیا۔

v۔ ہندوستانی تمدن اور ماحول وغیرہ بھی نعتوں میں راہ پانے لگا (جیسے محسن کے لامیہ قصیدے کے تشبیب)۲۲۴

راجا رشید محمود نے نعت کائنات میں تنقیدِ نعت کے حوالے سے اپنے خیالات اور دوسروں کے جو اقتباسات دیے ہیں، مختصر لفظوں میں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

i۔ تنقید کو یک رخی نہیں ہونا چاہیے یعنی نہ تو محض تحسین اور نہ محض مخالفت۔

ii۔ نعت پر تو تنقید ابھی شروع بھی نہیں ہوئی اور اگر ہوئی بھی ہے تو محض منفی ذہن کے ساتھ (جیسے شمس بدایونی نے ''اردو نعت کا شرعی محاسبہ'' میں ایک فرقے کے معتقدات کے حوالے سے آج تک کے قریباً سارے ذخیرۂ نعت کی تغلیط کر دی ہے۔)

iii۔ ادبی انجمنوں میں ہونے والی برساتی تنقید معیاری نہیں۔ یہ نہ غیر جانبدار ہے، نہ صحت مندانہ۔

iv۔ قرطاس وقلم کی موجودہ تنقید بھی اپنا اعتبار کھو چکی ہے۔ نعت گوئی کے تنقیدی دبستان کا اجراء نعت کے موجودہ دور کے لئے ضروری ہے۔

v۔ شاعر کو زبان وبیان پر مہارت حاصل ہونی چاہیے۔ اس کے اسلوب اور خیال کے قاری تک ابلاغ کا جائزہ لیا جائے۔

vi۔ تنقید کا بہترین مقصد ادب پارے کی ان خوبیوں کی دریافت ہے جو عام نظروں سے مخفی ہوں۔

vii۔ تنقیدِ نعت میں زبان و بیان، شاعر کے خیالات و تاثرات اور ابلاغ ہی سب کچھ نہیں، یہاں اسلامی تعلیمات کی قائم کردہ حدود و قیود کی پاسداری بھی لازمی ہے۔

viii۔ مجموعہ ہائے نعت میں تقاریظ کے نام سے جو کچھ چھپتا ہے بعض اوقات ناجائز اور ناگوار تعریف کے ضمن میں آتا ہے۔ (رسائل و جراید میں کتابوں کے تعارف اور تقاریبِ رونمائی کی آرا کا بھی یہی حال ہے)

ix۔ نعت کے ممنوعات کے تعین کی شدید ضرورت ہے۔

x۔ تشبیہات و استعارات اور تراکیب و خیالات کی صورت ایسی نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام سے فروتر ہو۔ (۲۲۵)

''بنیادی بات یہ ہے کہ ہم کسی صورت میں حبیب خدا علیہ التحیۃ والثنا کو خدا نہ کہہ دیں.......... ایک خامی یہ ہے کہ زبان و بیان کی باریکیوں کو بھی پیشِ نظر نہیں رکھا جاتا اور بعض اوقات تو وزن تک کا حساب نہیں رکھا جاتا۔'' ۲۲۶

نعت کائنات ۱۹۹۳ء میں شائع ہوئی اور ۱۹۹۴ء میں ''پاکستان میں نعت'' شائع ہوئی۔ اس میں ''نعت پر تنقید کی ضرورت'' کے زیرِ عنوان راجا صاحب نے نعت کائنات کے متعلقہ اہم مباحث کو بھی دہرایا اور یہ بھی لکھا کہ:

xi۔ ہمارے بعض ''معروف'' مقدمہ نگار نعت کی ہر کتاب پر ستائشی مقدمہ یا تقریظ لکھ دیتے ہیں.......... وہ بوجوہ لوگوں کی ناراضی مول لینا گوارا نہیں کرتے۔

xii۔ کسی نعتیہ مجموعے کے حسن و قبح پر اب تک کچھ نہیں کہا گیا۔

xiii۔ پاکستان میں ایک ایسے ادارے کی اشد ضرورت ہے جو ہر چھپنے والی کتاب اور ہر شائع ہونے والی نعت کا تنقیدی جائزہ لے (۲۲۷)۔

بعض رسائل و جراید (جیسے شام و سحر کے نعت نمبر، سیارہ، اور اوج کے نعت نمبروں میں نیز حفیظ تائب کے دیباچوں میں نعت پر تنقیدی مواد ملتا ہے، لیکن یہ تمام کاوشیں انفرادی اور محدود تھیں۔ نعتیہ تنقید کو ایک بھرپور تحریک کی صورت دینے کا سہرا کراچی سے شائع ہونے والے کتابی سلسلہ ''نعت رنگ'' کا ہے، جس کے پہلے شمارے اپریل ۱۹۹۵ء ہی میں مدیر سید صبیح الدین صبیح رحمانی نے بالکل درست لکھا:

> ''نعت رنگ.......... کوئی بڑا کارنامہ نہیں لیکن نعت نگاری کی طرف رجوع عام کے اس اہم دور میں نعت کو رطب و یابس اور شعراء کے غیر محتاط رویوں سے محفوظ رکھنے کی پہلی سنجیدہ اور باقاعدہ کوشش ضرور ہے۔'' ۲۲۸

نعت رنگ کی تنقیدی خدمات پر ایک سرسری سی نظر بھی ڈالی جائے تو ناظر کو مایوسی نہیں ہوتی۔ پہلے شمارے ہی میں عاصی کرنالی نے ''ممنوعاتِ نعت'' کے زیرِ عنوان آدابِ نعت کا خیال رکھنے اور بے احتیاطیوں سے بچنے کی تلقین کی۔ نعت میں مجازی محبوب کے تلازمات لانے، بارگاہِ نبوت میں بے تکلفی و بیباکی دکھانے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقامِ الوہیت پر فائز بتانے یا اپنا سا بشر جان کر خلافِ شان بات کرنے، صحابہ کو نبوت میں شریک ٹھہرانے، اور فلمی دھنوں پر نعتیں لکھنے سے منع کیا۔ ۲۲۹

جبکہ اسی شمارے میں رشید وارثی نے ذم کے پہلوؤں اور عزیز احسن نے زبان و بیان کی بے احتیاطیوں سے بچنے کی تلقین کی۔ (۲۳۰)

نعت رنگ کے پہلے شمارے (اپریل ۱۹۹۵ء) سے دسویں شمارے (اپریل ۲۰۰۰ء) تک نعت پر تنقید سے متعلق جن اہم ناقدین کی تحریریں ملتی ہیں ان میں سے محض ایک ''رشید وارثی'' کے مختلف مضامین سے اخذ کردہ نتائج درج ذیل ہیں۔ (اگرچہ رشید وارثی نعت رنگ میں مسلسل لکھنے والے اہم ناقدین میں سے ہیں۔ ان کی بعض تنقیدی آرا سے اختلاف کی بہت گنجائش ہے، چنانچہ نعت رنگ میں چھپنے والے خطوط کے علاوہ شفقت رضوی کی کتاب ''نعت رنگ کا تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ'' بھی اس پر شاہد ہے، تاہم وہ نعت کے میدان میں جو صفائی اور پاکیزگی چاہتے ہیں اور احتیاط مزید کی تلقین کرتے ہیں، اس سے اختلاف نہیں)

i۔ کسی نعتیہ شعر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفاتِ عالیہ کے حوالے سے ذم کا کوئی پہلو نہ نکلتا ہو۔

ii۔ نعت میں عامیانہ الفاظ یا خیال پیش نہیں کرنا چاہیے۔

iii۔ نعت میں حق تعالیٰ کے متعلق کوئی ایسی بات نہ کہی جائے جس سے تنقیص کا پہلو نکلتا ہو۔ احمد بے میم کی غلط توجیہ سے بچنا چاہیے۔

iv۔ نعت میں کسی نبی کی شان میں گستاخانہ طرزِ بیان روا نہیں۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقابل دیگر انبیا سے اس طرح کرنا کہ ان انبیاء کی شان میں تخفیف کا پہلو نکلتا ہو، مناسب نہیں۔

v۔ شعراء کو نعت میں ہر طرح کی تعلّی سے بچنا چاہیے۔

vi۔ شعر میں مدینہ منورہ کی جگہ یثرب کا لفظ استعمال کرنا غلط ہے۔ ۲۳۱

ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی نے نعت کے موضوعات پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے بعض احتیاطوں کی بھی تلقین کی ہے۔ ان کے اہم تنقیدی خیالات درج ذیل نکات پر مشتمل ہیں:

۱۔ مدینہ منورہ میں حاضری کی تڑپ کا اظہار رسمی نہیں بلکہ گہرائی اور وسعت کے ساتھ ہونا چاہیے۔

۲۔ ذکرِ مدینہ میں جنت کی تحقیر کا کوئی پہلو نہیں نکلنا چاہیے۔

۳۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدثر و مزمل ہیں۔ چادرِ رسالت کو صوفی کی کلیم یا سادھو کی کملی نہیں سمجھنا چاہیے۔ آپ کی کملی کا تذکرہ محدود معانی میں نہیں ہونا چاہیے۔

۴۔ گنبدِ خضرا کے نظاروں میں ہی الجھ کر رہ جانے کے بجائے استوانوں، صُفّہ، مواجہہ شریف کو موضوعِ نعت بنانا چاہیے کیونکہ مدینہ منورہ کا ہر نقش، نقشِ سعادت ہے۔

۵۔ مضمون آفرینی کی کوشش فکری توازن کو متاثر نہ کرے مثلاً آپ کو روزِ جزا کا مالک کہنا وغیرہ۔

۶۔ انفرادیت کے شوق میں ''جدّت'' کے گرداب میں پھنس کر نہیں رہ جانا چاہیے۔

۷۔ بے معنی اور بے جہت علمیت کا اظہار کرتے ہوئے غریب و نامانوس الفاظ کا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

۸۔ حضرت جبرائیلؑ کی تحقیر کا بھی کوئی پہلو نہیں نکلنا چاہیے۔ دیگر انبیائے کرام کی شان کا استخفاف بھی نہیں ہونا چاہیے۔

۹۔ صحابہ ستاروں کی طرح ہیں۔ خود کو حسانؓ اور کعبؓ قرار دینے کے بجائے ان سے آدابِ نعت کا درس لینا چاہیے۔۲۳۲

عزیز احسن نعتیہ شاعری کے بلند معیار پر زور دیتے ہیں۔ ان کا تقاضا مقدار نہیں معیار ہے۔ نعتیہ شاعری سے متعلق لکھتے ہیں:

''بیشتر شعراء کی نعتیہ شاعری سے اتنی محنت بھی ظاہر نہیں ہوتی، جتنی پرائمری سکول کے بچے اپنے کسی پرچے کی تیاری میں کرتے ہیں۔''۲۳۳

ان کے مضمون ''شعر کے فنی لوازم'' سے درج ذیل نکات کشید ہوتے ہیں:

i۔ کمیت (مقدار) کی نسبت کیفیت (معیار) پر زور دینا چاہیے۔

ii۔ شاعر کو فن اور موضوع دونوں سے خلوص برتنا چاہیے۔

iii۔ صرف جذبے کے بل بوتے پر نعت گوئی کرنے والوں کو مقبول شاعری کے بجائے اعلیٰ شاعری کا کوئی تصور رکھنا چاہیے۔

iv۔ اصلی شاعر وہ ہے جو نئی بات پیدا کرتا ہے۔ رنگین بات جو دل میں بیٹھ جائے، ولولہ پیدا کرے اور جسے سن کر سامع اچھل پڑے۔

v۔ سوچ بیشک عام ہو لیکن اس کا اظہار خوبصورت اور منفرد ہو۔

vi۔ شاعری کچھ ماورائی انداز کا اظہارِ خیال ہے۔ شاعری وجدان کی زبان ہے، یہ نہ تو محض خطابت ہے اور نہ اظہارِ فلسفہ ہے۔

vii۔ شعر میں اصل چیز، اسلوب کا طلسم نہیں ہے، ضائع بدائع یا شعری مناسبات لفظی کا بھی کمال نہیں بلکہ شعریت ہے۔

viii۔ نعت گو شاعر کا لہجہ عصرِ حاضر کے ادبی تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔

عزیز احسن نعت کے تخلیقی عمل کو بہت بلند سطح پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہوسکتا ہے ان کے مطالبات بعض ذہنوں کو جھٹکے دیں اور بعض لوگوں کی سمجھ ہی میں نہ آئیں لیکن وہ تخلیق نعت کے موجودہ دور میں وہ عظمتیں دیکھنے کے شائق ہیں جن پر آنے والا کل رشک کرے۔ جب نعتیہ تخلیقی عمل اس ترفع سے ہمکنار ہوگا تو لازمی طور پر نعتیہ تنقید بھی از خود ایسی ہی رفعتوں کی ہم دوش ہو جائے گی۔ وہ نعتیہ تخلیق و تنقید کو بہ سے بہتر اور بہتر سے بہترین کی منازل بلند تک سفر کرتے ہوئے دیکھنے کے متمنی ہیں۔ اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ناقدین کی تحریروں میں کتنے وقیع اصول دیے گئے ہیں۔

نعت پر تنقید کے حوالے سے ناقدین نے زیادہ زورِ قلم موانعاتِ نعت پر صرف کیا ہے۔ نعت پاروں اور نعت نگاروں کے مقام و مرتبہ کے تعین کا مرحلہ دشوار و طویل ابھی باقی ہے، بہر حال کہا جاسکتا ہے کہ اب نعتیہ تنقید پہلے جیسی گونگی نہیں۔ جس تیزی سے نعتیہ کلام کی تخلیق و تالیف کا کام ہوا اور جس انداز میں تنقیدِ نعت نے ایک ہمہ گیر تحریک کی شکل اختیار کر لی ہے، اس سے اس کے بہتر مستقبل کی قوی امید ہے۔

بفضلہٖ تعالیٰ آج کا دور یقینی طور پر نعت کا دور ہے۔ نعت جس کثرت سے لکھی جارہی ہے وہ بہت خوش آیند اور ایمان افروز ہے لیکن اس وسیع ذخیرۂ نعت میں ایسی نعتیں بھی شامل ہیں جو اعلیٰ درجے کی شاعری کے تقاضوں پر پورا نہیں اترتیں۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا یہ تجزیہ چشم کشا ہے:

''ہمارے ہاں نعتوں اور نعت گو شعراء کی کمی نہیں ہے۔ شاید ہی کوئی شاعر ہو جس نے دو چار نعتیں نہ کہی ہوں،

آج کل تو یہ شوق عام ہے کہ ہر سال نعت کے دس بارہ مجموعے آجاتے ہیں اور خوبصورت سے خوبصورت چھاپے جاتے ہیں لیکن ان پر فکروفن کے زاویے سے نظر ڈالیے تو اندازہ ہوگا کہ یہ معنوی حیثیت سے ایک جیسے ہیں۔ عام طور پر نعت کے لئے وہی پرانی ہیئت استعمال ہو رہی ہے یعنی زیادہ تر غزل کی شکل میں نعتیں کہی جاتی ہیں۔ طویل نعت ہو تو اسے قصیدے کا نام بھی دے سکتے ہیں۔ اس لیے کہ قصیدے اور غزل کی ہیئت ایک ہی ہے۔ پرانی ہیئتوں میں شعر کہنے میں فائدہ یہ ہوتا ہے کہ شاعر کو اظہارِ خیال کے لیے ایک بنا بنایا سانچا مل جاتا ہے۔ اس سانچے میں پرانی ترکیبیں، تشبیہیں، علامتیں اور تلمیحات بڑی آسانی سے جگہ پا جاتی ہیں۔ شعر آسانی سے موزوں ہو جاتا ہے اور چونکہ عوام الناس ان سانچوں اور ان کے رنگ روپ سے مانوس ہوتے ہیں، اس لئے بقدرِ ظرف ان سے لطف اندوز ہونے یا ان کے مفہوم تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔ ظاہر ہے کہ ایسی نعتیں مشاعروں کے لئے، سیرت کے عام جلسوں کے لئے، میلاد شریف کی محفلوں کے لئے، ابلاغِ عامہ کے اداروں کے لئے اور قوالی کے اجتماعات کے لئے بہت موزوں ہوتی ہیں۔ شوق سے سنی اور سنائی جاتی ہیں اور نعت کے ساتھ نعت گو شاعر کی شہرت کو بھی دور دور تک پہنچا دیتی ہیں۔ لیکن فکروفن کے اعتبار سے عموماً ان نعتوں کا رتبہ زیادہ بلند نہیں ہوتا۔ جدت اور انفرادیت بھی ان میں نظر نہیں آتی، اس لئے موزوں سے قطع نظر، جب صرف اعلیٰ درجے کی شاعری زیرِ بحث آتی ہے تو عام طور پر نعتوں کا یہ ذخیرہ خود بخود نظر انداز ہو جاتا ہے۔''۳۴

واضح رہے کہ یہ تحریر ۱۹۸۲ء کی ہے۔ اب (۲۰۰۷ء تک) اس تحریر کو بھی ۲۵ برس بیت چکے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ۱۹۸۲ء تک ادبی اعتبار سے نعت کی بعض کتب کی حیثیت کیا تھی۔ تبرکاً نعتیہ اشعار کہنے والے آج بھی بہت ہیں لیکن فنی طور پر باقاعدہ نعت گو نسبتاً کم ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے موزوں کلام اور اعلیٰ پائے کی شاعری میں جو فرق بیان کیا ہے وہ مبنی برحقیقت ہے اور آئندہ کے لئے نعت گو شعراء سے اعلیٰ معیار کا تقاضا بھی کرتا ہے۔

باب اول — حوالہ جات وحواشی

۱۔ ابوعبدالرحمٰن الخلیل بن احمد الفراھیدی۔ کتاب العین، الجزء الثانی۔ قم، ایران: منشورات دارالھجرۃ، ۱۴۰۵ھ۔ ص: ۷۲

۲۔ ابومنصور محمد بن احمد الازھری، تھذیب اللغۃ، الجزء الثانی، مصر: الدارالمصریۃ للتالیف والترجمۃ، س۔ن، ص: ۲۷۵

۳۔ ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا، مقاییس اللغۃ، ج: ۵، تہران، ایران: مکتبہ الاعلام الاسلامی، ۱۴۰۴ھ، ص: ۴۴۸

۴۔ ابوالحسن علی بن اسماعیل بن سیدہ المرسی، المحکم والمحیط الاعظم، ج: ۲، بیروت، منشورات محمد علی بیضوی، ۱۴۲۱ھ، ص: ۵۲

۵۔ اسماعیل بن حماد الجوھری، الصحاح (تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ) طبع دوم، ج: ۱، بیروت، لبنان دارالعلم للملایین ۱۳۹۹ھ، ص: ۲۶۹

۶۔ ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی المصری، لسان العرب، ج: ۲، قم، ایران: نشر ادب الحوزۃ، ۱۴۰۵ھ، ص: ۹۹

۷۔ مجدالدین محمد بن یعقوب الفیروزآبادی، القاموس المحیط، ج: ۱، بیروت، لبنان: دارالجلیل، س۔ن، ص: ۱۶۵

۸۔ محمد مرتضٰی الزبیدی، تاج العروس من جواھر القاموس، ج: ۱، بیروت، لبنان: منشورات دارمکتبۃ الحیاۃ، ۱۳۰۶ھ، ص: ۵۹۲

۹۔ المطبعۃ الکاثولیکیۃ، المنجد، طبع نمبر ۲۷، بیروت، لبنان: المکتبۃ الشرقیۃ، ۱۹۸۶ء، ص: ۸۱۹، عمود ۱

۱۰۔ ارشاد شاکر اعوان، عہد رسالت میں نعت، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول ۱۹۹۳ء، ص: ۱۹

۱۱۔ روحی البعلبکی الدکتور منیر البعلبکی، المورد، بیروت، لبنان: دارالعلم للملایین، ۱۹۹۸ء، ص: ۱۱۸۰، عمود ۱

۱۲۔ ایف۔ سٹینگاس (F. Steingass) The student Arabic-English Dictionary London Croshy lockwood and Son Ludgate Hill. E.C لندن، برطانیہ، ص: ۱۱۳۱

۱۳۔ اللہ داد فیضی سرہندی، مدارالافاضل جلد چہارم، لاہور: انتشارات دانشگاہ پنجاب، ۱۹۷۰ء، ص: ۲۹۶، عمود ۱۱

۱۴۔ عبدالرشید الحسینی المدنی، منتخب اللغات شاہجہانی، لکھنؤ: مطبع منشی نول کشور، طبع چہارم ۱۸۹۱ء، ص: ۴۶۹

۱۵۔ محمد غیاث الدین، غیاث اللغات، لکھنؤ: مطبع منشی نولکشور، ۱۸۹۰ء، ص: ۴۹۳، عمود ۱

۱۶۔ حسن عمید، فرہنگ عمید فارسی، جلد دوم، تہران، ایران: موسسہ انتشارات امیر کبیر، ۱۳۷۱ھ، ص: ۱۹۰۹، عمود ۱۱

۱۷۔ احمد دہلوی سید، فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم (طبع جدید)، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء، ص: ۵۷۹، عمود ۱۱

۱۸۔ محمد عبداللہ خاں خویشگی، فرہنگ عامرہ، دہلی: اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۳۶ء، ص: ۵۴۰، عمود ۱

۱۹۔ تصدق حسین سید رضوی، لغات کشوری، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، (طبع جدید) ۱۹۸۶ء، ص: ۵۳۷، عمود ۱۱

۲۰۔ نورالحسن نیر مولوی، نوراللغات، جلد چہارم (طبع جدید) لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء، ص: ۱۵۲۵، عمود ۱۱

۲۱۔ غلام حسین خاں آفاقی منشی بناری، معین الشعرا، (طبع جدید) لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء، ص: ۲۴۷

۲۲۔ عملۂ ادارت، اردو لغت، جلد نمبر ۲۰، کراچی: اردو لغت بورڈ، ۲۰۰۵ء، ص: ۱۵۳

۲۳۔ ریاض حسین شاہ سید، نعت کیا ہے؟ (مضمون، مشمولہ ماہنامہ نعت) لاہور: اظہر منزل نیو شالامار کالونی، ملتان روڈ، شمارہ نمبر ۲ فروری ۱۹۸۸ء، ص: ۲۹

۲۴۔ افضال احمد انور، نعت کے رجحانات کا تحقیقی جائزہ (مشمولہ مجلہ سہیل گورنمنٹ کالج) میانوالی: ۱۹۸۲ء، ص: ۲۱

۲۵۔ ریاض حسین شاہ سید، نعت کیا ہے؟ (مشمولہ ماہنامہ نعت، لاہور، فروری ۱۹۸۸ء، ص: ۳۰

۲۶۔ حفیظ تائب، مقالہ ''نعت''، مشمولہ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، جلد ۲۲، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، طبع اول ۱۹۸۹ء، ص: ۳۹۵

۲۷۔ ریاض مجید ڈاکٹر، اردو میں نعت گوئی، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۰ء، ص: ۳

۲۸۔ مجلہ اوج نمبر ۱ (مدیر آفتاب نقوی) لاہور: گورنمنٹ کالج شاہدرہ ۹۳۔۱۹۹۲ء، ص: ۱۶۷

۲۹۔ محمد مرتضٰی الزبیدی، تاج العروس، ج: ۱، ص: ۵۹۲

۳۰۔ ریاض مجید ڈاکٹر، اردو میں نعت گوئی، ص: ۷

۳۱۔ کتابی سلسلہ ''سفیر نعت'' (مدیر آفتاب کریمی) کراچی: آفتاب اکیڈمی، تیسری کتاب، جنوری ۲۰۰۳ء، ص: ۱۱

۳۲۔ محمد باقر ڈاکٹر، اردوئے قدیم—دکن اور پنجاب میں—لاہور، مجلس ترقی ادب ۱۹۷۲ء، ص: ۱۰۰

۳۳۔ شفقت رضوی، نعت رنگ کا تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ، کراچی ۲۰۰۴ء، ص: ۳۲۳

۳۴۔ ممتاز حسن، خیر البشر کے حضور میں، لاہور: ادارہ فروغ اردو، ۱۹۷۵ء، ص: ۱۵

۳۵۔ عزیز احسن، نعت کی تخلیقی سچائیاں، کراچی: اقلیم نعت، ۲۰۰۳ء، ص: ۴۲

۳۶۔ ندیم صدیقی، نعت (مشمولہ "سیارہ") لاہور: جلد ۶۱، شمارہ ۶، دسمبر ۱۹۹۱ء، ص: ۵۰

۳۷۔ رشید محمود راجا، نعت کائنات، لاہور: جنگ پبلشرز، ۱۹۹۳ء، ص: ۱۲

۳۸۔ ڈاکٹر ریاض مجید نے اردو میں نعت گوئی کے آخر میں ضمیمہ نمبر ۱ میں ایسی ۴۶ احادیثِ مبارکہ کی نشاندہی کی ہے، جو المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی میں موجود ہیں۔ (ص ۵۴۳ تا ۵۴۵)

۳۹۔ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی، شمائلِ ترمذی (مترجم مولانا محمد زکریا) کراچی: دارالاشاعت، ۱۴۱۱ھ، ص: ۱۵ (حضرت علیؓ کے اس ارشادِ مبارک کو اکثر محققین نعت نے اپنی تحریروں کی زینت بنایا ہے، جیسے رفیع الدین اشفاق "اردو میں نعتیہ شاعری" ص: ۳۱، یقول ناعتہ لم ارقبلہ ولا بعدہ مثلہ۔ یعنی آپ کا وصف کرنے والا یہی کہتا کہ آپ سے پہلے نہ آپ جیسا دیکھا اور نہ آپ کے بعد آپ جیسا دیکھا۔ نیز ریاض مجید "اردو میں نعت گوئی" ص: ۱۱، نیز راجا رشید محمود "پاکستان میں نعت" لاہور: ایجوکیشنل ٹریڈرز، ۱۹۹۴ء، ص: ۱۰

۴۰۔ ریاض حسین شاہ، سید، نعت کیا ہے، مضمون، مشمولہ ماہنامہ نعت، لاہور: جلد ۱، شمارہ ۲، فروری ۱۹۸۸ء، ص: ۲۸

۴۱۔ انوارِ محمدیہ فی سیرۃ المصطفویہ (محمد ضیاء اللہ قادری) ص: ۲۰۹ (بحوالہ اردو میں نعت گوئی، ص: ۱۲)

۴۲۔ احمد سرہندی شیخ، حضرت مجدد الف ثانیؒ "مکتوباتِ امام ربانی" دفتر سوم حصہ نہم، کراچی: مطبع ایجوکیشنل، ۱۳۴۴ھ، ص: ۱۲۸

۴۳۔ اشرف علی تھانوی مولانا، نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیبؐ، سہارن پور (بھارت) کتب خانہ اشاعت العلوم، ۱۳۹۹ھ، ص: ۵

۴۴۔ محمد انور قادری صوفی، انوار المعرفت، گوجرہ: بشیر بک ڈپو، ۱۹۸۰ء، ص: ۱۳

۴۵۔ نور الدین عبد الرحمٰن جامی مولانا، شواہد النبوۃ (مترجم بشیر حسین ناظم) لاہور: مکتبہ نبویہ، ۱۹۹۲ء، ص: ۴۸

۴۶+۴۷ احمد سرہندی شیخ، حضرت مجدد الف ثانیؒ "مکتوباتِ امام ربانی" دفتر سوم حصہ نہم، ص: ۱۲۸

۴۸۔ احمد سرہندی شیخ، حضرت مجدد الف ثانیؒ "مکتوباتِ امام ربانی" (مترجم مولانا محمد سعید احمد) دفتر سوم حصہ دوم مکتوب نمبر ۱۲۲، کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی ۱۹۷۲ء، ص: ۱۳۹ ——— مولانا غلام رسول سعیدی نے اس حدیثِ مبارکہ "لولاک لما خلقت الافلاک" کے

حوالے سے دادِ تحقیق دی ہے جو احباب اس حدیث کو صحیح نہیں بلکہ موضوع بتاتے ہیں، ان کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس حدیث کے الفاظ میں اگرچہ "افلاک" کا لفظ نہیں ملتا لیکن یہ حدیث مختلف روایات میں جن الفاظ کے ساتھ بیان ہوئی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

لولاک لما خلقت الجنہ

لولاک لما خلقت النار

لولاک لما خلقت الدنیا

ایک حدیث کے الفاظ "لولاک لما خلقت ارضی ولا سمائی" (اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی زمین اور اپنا آسمان پیدا نہ کرتا)۔ "یہ حدیث (چونکہ) لفظ سماء کے ساتھ روایت کی گئی ہے اور اسے علمائے اسلام اور ماہرین حدیث نے روایت کیا ہے اور اس سے ہمارا مقصود اس بات پر دلیل قائم کرنا ہے کہ افلاک کے معنی میں لفظ سماء کے ساتھ اس حدیث کی روایت کی گئی ہے اور چونکہ افلاک کا لفظ بمعنی ثابت ہے اس وجہ سے اس حدیث کی سماء کے معنی میں افلاک کے ساتھ روایت بالمعنی ثابت ہوتی ہے اس وجہ سے اس حدیث کی سماء کے معنی میں افلاک کے ساتھ روایت بالمعنی قطعاً جائز قرار پائی۔" یہ حدیث لفظ افلاک کے ساتھ اور بھی بہت علماء نے نقل کی ہے مثلاً علامہ محمود آلوسی نے روح المعانی کی پہلی جلد میں مولانا حسین احمد مدنی نے الشہاب الثاقب میں، وغیرہ۔ عربی فارسی اور اردو شعراء نے اس حدیث کو بطور تلمیح جس کثرت سے استعمال کیا ہے، وہ محتاجِ بیان نہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھیے) غلام رسول سعیدی مولانا، مقالاتِ سعیدی، لاہور: فرید بک سٹال، ۱۹۸۲ء، ص: ۱۲۱

۴۹۔ احمد بن ابی بکر قسطلانی، المواہب اللدنیہ (اردو ترجمہ "سیرتِ محمدیہ" از محمد عبد الجبار خاں آصفی) دکن: المکتبۃ العلمیہ ۱۳۴۳ھ، ص: ۱۷

۵۰۔ عبد الحق محدث دہلوی مولانا، مدارج النبوت (مترجم مولانا غلام معین الدین) حصہ اول، کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی ۱۹۷۲ء، ص: ۷

۵۱۔ القرآن الحکیم، الانعام: ۱۶۳۔۱۶۲

۵۲۔ احمد سرہندی شیخ، مکتوباتِ امام ربانی، حصہ ششم دفتر دوم، ص: ۲۵

۵۳۔ ابو قاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی،المفردات،ایران :المکتبۃ المرتضویہ۱۳۴۲ھ
۵۴۔ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی،جامع ترمذی،جلد۲ (ابواب المناقب) مترجم فضل احمد انصاری ولاوری،لاہور: مکتبہ مدینہ،س۔ن،ص:۵۴۵
۵۵۔ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری امام،مشکوٰۃ شریف،جلد سوم (مترجم عبدالعلیم علوی مولانا)،لاہور: مکتبہ رحمانیہ،س۔ن،ص:۱۲۷
۵۶۔ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ ،صحیح بخاری شریف (مترجمین محمد عادل خان ومحمد فاضل قریشی) لاہور: دینی کتب خانہ،۱۹۷۷ء،ص:۹۱
۵۷۔ القرآن الحکیم،آل عمران:۳۱
۵۸۔ ایضاً النساء:۵۹
۵۹۔ ایضاً النساء:۸۰
۶۰۔ ایضاً النجم:۴۔۳
۶۱۔ ایضاً الفتح:۱۰
۶۲۔ ایضاً الانفال:۱۰
۶۳۔ ایضاً البقرہ:۳۳
۶۴۔ ایضاً ھود:۴۶
۶۵۔ ایضاً طٰہٰ:۱۷
۶۶۔ ایضاً ھود:۸۱
۶۷۔ ایضاً آل عمران:۸۲
۶۸۔ ایضاً ھود:۶۳
۶۹۔ ایضاً ھود:۸۷
۷۰۔ ایضاً المائدۃ:۴۴
۷۱۔ ایضاً المائدۃ:۱۱۲
۷۲۔ افضال احمد انور،نعت گوئی اور آداب تخاطب (مشمولہ ماہنامہ نعت،لاہور) شمارہ مئی ۱۹۹۵ء،ص:۱۱
۷۳۔ القرآن الحکیم المائدہ:۶۷
۷۴۔ ایضاً الانفال:۶۴
۷۵۔ ایضاً المزمل:۱
۷۶۔ ایضاً المدثر:۱
۷۷۔ ایضاً یٰسٓ:۱
۷۸۔ ایضاً النساء:۶۵
۷۹۔ ایضاً البقرہ:۱۴۴
۸۰۔ ایضاً الضحیٰ:۵
۸۱۔ ایضاً الفیل:۱
۸۲۔ ایضاً اخلاص:۱
۸۳۔ ایضاً بنی اسرائیل:۷۹
۸۴۔ ایضاً الانبیاء:۱۰۷
۸۵۔ ایضاً الضحیٰ:۴
۸۶۔ ایضاً الکوثر:۱
۸۷۔ ایضاً الفتح:۹

۸۸۔ ایضاً النور: ۶۳

۸۹۔ ایضاً البقرہ: ۱۰۴

۹۰۔ ایضاً الحجرات: ۲

۹۱۔ ایضاً سبا: ۲۱

۹۲۔ ایضاً الاحزاب: ۲۱

۹۳۔ ایضاً القلم: ۴

۹۴۔ ایضاً الانشراح: ۴

۹۵۔ محمد اقبال علامہ، بانگ درا (مشمولہ کلیاتِ اقبال اردو) لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۳ء، ص: ۲۰۷

۹۶۔ القرآن الحکیم، الاحزاب: ۶۳

۹۷۔ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی، شمائل ترمذی (مترجم مولانا محمد زکریا)، کراچی: دارالاشاعت ۱۴۱۱ھ، ص: ۹

۹۸۔ محمد طاہر القادری پروفیسر ڈاکٹر، نور الابصار بذکر النبی المختار، لاہور، منہاج القرآن پبلی کیشنز، ص: ۴۳

۹۹۔ ایضاً ص: ۱۵۶

۱۰۰۔ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی، شمائل ترمذی (مترجم محمد زکریا مولانا) ص: ۲۰۔۱۷

۱۰۱۔ محمد طاہر القادری، حسن سراپائے رسول، لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز، طبع پنجم ۲۰۰۵ء، ص: ۶۷

۱۰۲۔ محمد طاہر القادری، نور الابصار بذکر النبی المختار، ص: ۳۶

۱۰۳۔ ایضاً ص: ۳۶

۱۰۴۔ محمد طاہر القادری، حسن سراپائے رسول، ص: ۵۴

۱۰۵۔ حسان بن ثابتؓ حضرت، دیوانِ حسان، (مشمولہ نور الابصار از محمد طاہر القادری) لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز، ص: ۲۳۶

۱۰۶۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائل و معجزات، احادیث اور سیرت کی کتابوں میں بکثرت ملتے ہیں۔ یہ مضمون درج ذیل کتابوں میں بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

i۔ عبدالحق محدث دہلوی شیخ، مدارج النبوت، جلد اول، (مترجم غلام معین الدین نعیمی مولانا) کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی، ۱۹۷۲ء، ص: ۷ تا ۳۹۲

ii۔ محمد کرم شاہ الازہری پیر، ضیاء النبی، جلد پنجم، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۱۱ھ، ص: ۳۰۱ تا ۸۳۴

iii۔ محمد طاہر القادری، سیرۃ الرسول، جلد دوم، لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز، طبع سوم ۱۹۹۸ء، ص: ۵۶۱ تا ۶۲۷

۱۰۷۔ عبدالحق محدث دہلوی شیخ، مدارج النبوت، جلد اول (مترجم غلام معین الدین نعیمی مولانا)، ص: ۵۲۲

۱۰۸۔ احمد یار خاں نعیمی مولانا، شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن، کراچی: از ہر بک ڈپو، ۱۳۶۵ھ، ص: ۱۱

۱۰۹۔ احمد سرہندی شیخ مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، حصہ ششم دفتر دوم، کراچی مطبع ایجوکیشنل ۱۳۹۲ھ، ص: ۴۴

۱۱۰۔ محمد طاہر القادری علامہ ڈاکٹر، تذکار رسالت، جلد اول، ص: ۴۹۷

۱۱۱۔ منظور الکونین سید، قلمی مذاکرہ، مشمولہ "اوج نعت نمبر ۲" (مدیر آفتاب نقوی) لاہور: گورنمنٹ کالج شاہدرہ، ۹۳۔۱۹۹۲ء، ص: ۴۳۸

۱۱۲۔الف ریاض مجید ڈاکٹر، اردو میں نعت گوئی، ص: ۱۷۱

۱۱۲۔ب رشید محمود راجا، پاکستان میں نعت، لاہور: ایجوکیشنل ٹریڈرز، ۱۹۹۴ء، ص: ۲۱۳

۱۱۳۔ ایضاً ص: ۲۵

۱۱۴۔ رشید محمود راجا، ایضاً ص: ۲۷ تا ۹۲+۱۰۸ تا ۱۲۹۔

۱۱۵۔الف مجلہ حضرت حسان نعت ایوارڈ (مدیر: غوث میاں) کراچی: شاہ فیصل کالونی ۱۹۹۴ء، ص ۶۷ تا ۸۸

۱۱۵۔ب محمد یوسف ورک قادری، فہرست کتب نعت لائبریری، شاہدرہ، لاہور: نعت پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء، ص: ۲۴ تا ۲۷

۱۱۶۔ ایضاً ص: ۹۲ تا ۱۶۳

۱۱۷۔ فرمان فتح پوری ڈاکٹر' اردو کی نعتیہ شاعری' لاہور: آئینہ ادب ۱۹۷۴ء' ص: ۲۳

۱۱۸۔ محمد اسحاق قریشی ڈاکٹر' نعت میں احترام رسالت کے تقاضے' مضمون مشمولہ مجلّہ اوج نمبر ا مجلّہ گورنمنٹ کالج شاہدرہ' لاہور: ۹۳۔۱۹۹۲ء' ص: ۱۷۳

۱۱۹۔ طلحہ رضوی برق ڈاکٹر' اردو کی نعتیہ شاعری' لاہور: آرہ (بھارت) دانش اکیڈمی' ۱۹۷۴ء

۱۲۰۔ فرمان فتح پوری ڈاکٹر' اردو کی نعتیہ شاعری' لاہور: آئینہ ادب ۱۹۷۴ء'

۱۲۱۔ ممتاز حسن' خیر البشر کے حضور میں' لاہور: ادارہ فروغ اردو' ۱۹۷۵ء

۱۲۲۔ محمد یونس شاہ سید' تذکرہ نعت گویان اردو' جلد اول' (الگیلان پبلشرز ایبٹ آباد) ۱۹۸۲ھ

۱۲۲۔ محمد یونس شاہ سید' تذکرہ نعت گویان اردو' جلد دوم' لاہور' مکہ بکس' ۱۹۸۴ء

۱۲۳۔ گوہر ملسیانی' عصر حاضر کے نعت گو' گوہر ادب پبلی کیشنز' صادق آباد: ۱۹۸۳ء

۱۲۴۔ ابوسلمان شاہجہانپوری ڈاکٹر' تذکرہ نعت گوشاعرات' کراچی: ادارہ تصنیف و تحقیق' ۱۹۸۴ء

۱۲۵۔ عزیز احسن' اردو نعت اور جدید اسالیب' کراچی: فضلی سنز (پرائیویٹ لمیٹڈ) ۱۹۹۸ء

۱۲۶۔ محمد اقبال جاوید پروفیسر' تیرا وجود الکتاب' گوجرانوالہ: فروغ ادب اکیڈمی' ۲۰۰۱ء

۱۲۷۔ ابوالخیر کشفی سید ڈاکٹر' نعت اور تنقید نعت' کراچی: طاہر میموریل سوسائٹی' ۲۰۰۱ء

۱۲۸۔ شفقت رضوی' اردو میں نعت گوئی' کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز ۲۰۰۲ء

۱۲۹۔ کوکب نورانی اوکاڑوی مولانا' نعت اور آداب نعت' لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز' ۲۰۰۳ء

۱۳۰۔ عزیز احسن' نعت کی تخلیقی سچائیاں' کراچی: اقلیم نعت' ۲۰۰۳ء

۱۳۱۔ شفقت رضوی' نعت رنگ کا تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ' کراچی: مہر منیر اکیڈمی' ۲۰۰۴ء

۱۳۲۔ جاذب قریشی' نعت کے جدید رنگ' کراچی: بھوپال انٹرنیشنل۔ س۔ ن

۱۳۲۔الف شمیم احمد گوہر سید ڈاکٹر' اردو کا نعتیہ ادب' الہ آباد: اینگل پرنٹرس' ۲۰۰۱ء

۱۳۲۔ب افضال حسین سید نقوی فضل فتح پوری' اردو نعت (تاریخ وارتقاء) کراچی: ڈار پبلی کیشنز: اپریل ۱۹۸۹ء

۱۳۳۔ صبیح رحمانی (مدیر) نعت رنگ' کراچی' شمارہ ۱' اپریل ۱۹۹۵ء' ص: ۸

۱۳۴۔ شفقت رضوی پروفیسر' نعت رنگ کا تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ' کراچی' مہر منیر اکیڈمی' ۲۰۰۴ء' ص: ۱۳ تا ۳۷۲

۱۳۵۔ رفیع الدین اشفاق سید' اردو میں نعتیہ شاعری' کراچی: اردو اکیڈمی' ۱۹۷۶ء

۱۳۶۔ ریاض مجید' اردو میں نعت گوئی' لاہور: اقبال اکادمی پاکستان' ۱۹۹۰ء

۱۳۷۔ محمد اسماعیل آزاد فتح پوری' اردو شاعری میں نعت (حصہ اول' دوم) لکھنؤ: نسیم بک ڈپو ۱۹۹۲ء

۱۳۸۔ محمد مظفر عالم جاوید صدیقی' اردو میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' تحقیق' تنقید' تاریخ' لاہور: فکشن ہاؤس' ۱۹۹۸ء

۱۳۹۔ عاصی کرنالی' اردو حمد ونعت پر فارسی شعری روایت کا اثر' کراچی: اقلیم نعت ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء

۱۴۰۔ محمد اسحاق قریشی' برصغیر پاک وہند میں عربی نعتیہ شاعری' لاہور: مرکز معارف اولیاء' ۲۰۰۲ء

۱۴۱۔ رشید محمود راجا' نعت کائنات' لاہور: جنگ پبلشر ۱۹۹۳ء

۱۴۲۔ رشید محمود راجا' پاکستان میں نعت' لاہور: ایجوکیشنل ٹریڈرز' ۱۹۹۴ء

۱۴۲۔الف ماہنامہ حمد ونعت کراچی جلد نمبر ۱ شمارہ نمبر ۲ جولائی ۱۹۹۰ء سے جلد نمبر ۶ شمارہ ۱۰' ۱۱ اپریل مئی ۱۹۹۶ء

(شہزاد احمد نے کراچی سے حمد ونعت کے نام سے ایک ماہنامہ ۱۹۹۰ء میں شائع کیا یہ ایک اچھا سلسلہ تھا لیکن کچھ شماروں کے بعد بند ہوگیا۔ راقم الحروف کے پاس اس کا مکمل سیٹ نہیں' صرف چند شمارے ہیں۔ یہ سلسلہ ۱۹۹۰ء میں شروع ہوا اور ۱۹۹۶ء تک چلتا رہا۔)

مجلّہ خیال وفن (خلیجی نعت نمبر) لاہور/ دوحہ۔ مدیر اعلیٰ محمد ممتاز راشد جلد نمبر ۷ شمارہ نمبر ۱ جنوری۔ مارچ ۲۰۰۱ء

☆ ماہنامہ تحریریں' لاہور۔ مدیرہ زاہدہ صدیقی۔ جلد نمبر ۱۵ شمارہ نمبر ۱ جنوری ۱۹۸۵ء

☆ ششماہی اقلیم' ساہیوال۔ نعتیہ انتخاب نمبر۔ مدیر اکرم کلیم شمارہ نمبر ۱ مئی ۱۹۸۹ء

☆ماہنامہ محبوب (نعت نمبر) لاہور۔مدیر احمد علی شرق پوری۔جلد نمبر ۱ شمارہ نمبر ۱ مئی ۱۹۷۲ء

☆مجلہ لفظ ہمارے 'لودھراں۔نعت نمبر مرتب مبشر وسیم لودھی۔دوسرا شمارہ جون ۱۹۸۴ء

☆مجلہ شاعری 'راولپنڈی۔نعت نمبر مدیر اعلیٰ اختر امام رضوی مجلہ نمبر ۲ دسمبر ۱۹۸۱ء

☆سہ ماہی سیرت طیبہ 'کراچی۔نعت رسول نمبر حصہ دوم نومبر ۱۹۹۳ء تا جنوری ۱۹۹۴ء

☆ماہنامہ القول السدید 'لاہور مدیر محمد جاوید اکبر قادری جلد ۴ شمارہ ۶ تا ۸ مارچ تا مئی ۱۹۹۴ء

☆مجلہ نقوش (رسول نمبر ۱۰) مدیر اعلیٰ محمد طفیل 'لاہور: ادارہ فروغ اردو ۱۹۸۴ء

☆ ہفت روزہ الہام 'بہاولپور (نعت نمبر) مدیر مسعود حسن شہاب 'جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۴۵ دسمبر ۱۹۸۲ء

☆مجلہ سفیر نعت 'مدیر آفتاب کریمی' کراچی: آفتاب اکیڈمی (مختلف شمارے)

☆مجلہ دنیائے نعت 'مدیر عزیز الدین خاکی' کراچی: تنظیم استحکام نعت (مختلف شمارے)

☆مجلہ کاروان نعت 'مدیر اعلیٰ ابرار حنیف مغل 'لاہور: اردو کاروان نعت (مختلف شمارے)

۱۴۳۔ رفیع الدین اشفاق 'اردو میں نعتیہ شاعری' ص: ۶۰

۱۴۴۔ ریاض مجید 'اردو میں نعت گوئی' لاہور: اقبال اکادمی پاکستان '۱۹۹۰ء' ص: ۴۱

۱۴۵۔ا رفیع الدین اشفاق سید 'اردو میں نعتیہ شاعری' ص: ۵۹

۱۴۵۔ب ریاض مجید 'اردو نعت گوئی' ص: ۴۲

۱۴۵۔ج رشید محمود راجا 'نعت کائنات' لاہور: اقبال اکادمی پاکستان '۱۹۹۳ء' ص: ۴۱

۱۴۶۔ ریاض مجید 'اردو میں نعت گوئی' ص: ۴۲

۱۴۷۔ ایضاً ص: ۴۲

۱۴۸۔ رشید محمود راجا 'نعت کائنات' ص: ۴۲

۱۴۹۔ رفیع الدین اشفاق 'اردو میں نعتیہ شاعری' ص: ۶۳

۱۵۰۔ ایضاً ص: ۶۳

۱۵۱۔ ایضاً ص: ۶۳

۱۵۲۔ بشیر احمد قادری 'مولانا احمد رضا خاں کی نعت گوئی' (مقالہ ایم اے اردو) (مخزونہ پنجاب یونیورسٹی 'لاہور) پیشکش ۱۹۷۲ء' ص: ۱۱۰ تا ۱۱۷

۱۵۳۔ محمد منیر حافظ 'پاکستان میں اردو نعتیہ شاعری' ایک تحقیقی مطالعہ '(مقالہ ایم اے اردو (مخزونہ پنجاب یونیورسٹی 'لاہور) پیشکش ۱۹۸۹ء' ص: ۱۴

۱۵۴۔ ایضاً ص: ۱۴

۱۵۵۔ ایضاً ص: ۱۵

۱۵۶۔ رفیع الدین اشفاق 'اردو میں نعتیہ شاعری' ص: ۶۰

۱۵۷۔ ریاض مجید 'اردو میں نعت گوئی' ص: ۴۳

۱۵۸۔ ایضاً ص: ۴۴ تا ۵۶

۱۵۹۔ رشید محمود راجا 'نعت کائنات' ص: ۴۲۔۴۳

۱۶۰۔ عاصی کرنالی ڈاکٹر 'اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر' ص: ۲۲۵

۱۶۱۔ ریاض مجید ڈاکٹر 'اردو میں نعت گوئی' ص: ۴۴ تا ۵۴

۱۶۲۔ ایضاً ص: ۵۴ تا ۵۶

۱۶۳۔ا رشید محمود راجا 'نعت کائنات' ص: ۴۱ 'عمواً

ب۔ رشید محمود راجا' نعت کائنات' ص:۴۱' عمود۔۱

۱۶۴۔ رفیع الدین اشفاق سید ڈاکٹر' اردو میں نعتیہ شاعری' ص:۱

۱۶۵۔ یونس شاہ سید' تذکرہ نعت گویان اردو' جلد ۱' ایبٹ آباد: الگیلان پبلشرز ۱۹۸۲ء

۱۶۶۔ ریاض مجید ڈاکٹر' اردو میں نعت گوئی' ص (حرف اول: ن)

۱۶۷۔ عاصی کرنالی ڈاکٹر' اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر' فہرست شعرا' ص:۵

۱۶۸۔ رشید محمود راجا' نعت کائنات' (مقدمہ) لاہور: جنگ پبلشرز ۱۹۹۳ء' ص:۳۵' عمود۔۱۱

۱۶۹۔ نصیر الدین ہاشمی' دکن میں اردو' لاہور: اردو مرکز' طبع ۵ ' ۱۹۶۰ء' ص:۲۱

۱۷۰۔ رفیع الدین اشفاق' اردو میں نعتیہ شاعری' کراچی: اردو اکیڈمی سندھ ۱۹۷۶ء' ص:۱۲۵

۱۷۱۔ نصیر الدین ہاشمی' دکن میں اردو' (پاکستانی ایڈیشن) ص:۱۲۸

۱۷۲۔ نصیر الدین ہاشمی' دکن میں اردو' ص:۲۹

۱۷۳۔ اقبال الدین احمد' تذکرہ خواجہ گیسو دراز' جمال پبلشرز' کراچی ۱۹۶۶ء' ص:۱۴۹

۱۷۴۔ نصیر الدین ہاشمی' دکن میں اردو' (پاکستانی ایڈیشن) ص:۳۰

۱۷۵۔ نصیر الدین ہاشمی' دکن میں اردو' (بھارتی ایڈیشن) ترقی اردو بیورو نئی دہلی ۱۹۸۵ء' ص:۵۷۔۵۵

۱۷۶۔ یونس شاہ سید پروفیسر' تذکرہ نعت گویان اردو' ج:۱' مکہ بکس لاہور' ۱۹۸۲ء' ص:۱۲۹

۱۷۷۔ معراج العاشقین' مرتبہ خلیق انجم (منقولہ تذکرہ نعت گویان اردو جلد ۱' ص:۱۲۹)

۱۷۸۔ یونس شاہ سید' تذکرہ نعت گویان اردو' جلد ۱' ص:۱۳۰

۱۷۹۔ ایضاً ص:۱۳۱

۱۸۰۔ ایضاً ص:۱۲۸

۱۸۱۔ فخر الدین نظامی' مثنوی کدم راؤ پدم راؤ (مرتبہ ڈاکٹر جمیل جالبی) (مقدمہ ص:۳۰ تا ص:۳۲) طبع جدید' ایجوکیشنل ہاؤس' دہلی ۱۹۷۹ء' ص:۳۰ تا ۳۲ [نیز نعت کائنات (مرتبہ راجا رشید محمود) مقدمہ ص:۳۱ تا ۳۲]

۱۸۲۔ نصیر الدین ہاشمی' دکن میں اردو' بھارتی ایڈیشن (ابتدائیہ از ڈاکٹر فہمیدہ بیگم) ص:۴

۱۸۳۔ حفیظ قتیل ڈاکٹر' معراج العاشقین کا مصنف' (بحوالہ تلخیص از نجم الاسلام) مشمولہ مجلّہ ''تحقیق'' دسواں گیارھواں مشترکہ شمارہ جامشورو' سندھ یونیورسٹی' ۱۹۹۷۔۱۹۹۶ء' ص:۸۷۵

۱۸۴۔ ایضاً ص:۸۷۵

۱۸۵۔ ایضاً ص:۸۶۶

۱۸۶۔ ایضاً ص:۸۶۴۔۸۶۵

۱۸۷۔ ایضاً ص:۸۷۶

۱۸۸۔ ایضاً ص:۸۶۷

۱۸۹۔ عاصی کرنالی ڈاکٹر' اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر' کراچی: اقلیم نعت ۲۰۰۱ء' ص:۲۵۰

۱۹۰۔ ریاض مجید ڈاکٹر' اردو میں نعت گوئی' اقبال اکادمی پاکستان' لاہور ۱۹۹۰ء' ص:۱۷۰

۱۹۱۔ حفیظ تائب' مقالہ نعت مشمولہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ' جلد ۲۲' پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۸۹ء' ص:۴۰۳' عمود۔۱۱

۱۹۲۔ حفیظ تائب مقالہ اردو نعت' مشمولہ نقوش رسول نمبر ۱۰' ادارہ فروغ اردو لاہور ۱۹۸۴ء' ص:۱۶۹

۱۹۳۔ محمد اکرم رضا' نعت (تعریف' تاریخ' رجحانات' تقاضے) مشمولہ شام و سحر نمبر ۶' لاہور' ۱۹۸۷ء' ص:۶۷

۱۹۴۔ رشید محمود راجا' نعت کائنات' (مقدمہ) جنگ پبلشرز لاہور' ۱۹۹۳ء' ص:۳۲

۱۹۵۔ ایضاً ص:۳۲

۱۹۶۔ نصیر الدین ہاشمی، دکن میں اردو (پاکستان ایڈیشن) ص:۲۹
۱۹۷۔ ایضاً ص:۳۶
۱۹۸۔ الف۔ د۔ نسیم ڈاکٹر (مقالہ نگار) تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند، جلد ۶، پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۷۱ء ص:۲۵۵
۱۹۹۔ محمد اسماعیل آزاد، اردو شاعری میں نعت (ابتداء سے عہد محسن تک) لکھنؤ، بھارت: نسیم بک ڈپو ۱۹۹۲ء ص:۴۱
۲۰۰۔ ایضاً ص:۴۰
۲۰۱۔ ایضاً ص:۴۱
۲۰۲۔ اقبال الدین احمد، تذکرہ خواجہ گیسودراز، کراچی: اقبال پبلشرز ۱۹۶۶ء ص:۲۸
۲۰۳۔ محمد اسماعیل آزاد، اردو شاعری میں نعت (ابتدا سے عہد محسن تک) ص:۴۱
۲۰۴۔ الف۔ د۔ نسیم، مقالہ، مشمولہ، تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، جلد ۶، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، طبع اول ۱۹۷۱ء ص:۲۵۶
۲۰۵۔ ایضاً ص:۲۵۸
۲۰۶۔ ایضاً ص:۲۵۶
۲۰۷۔ جمیل جالبی ڈاکٹر، ''مثنوی نظامی دکنی المعروف بہ کدم راؤ پدم راؤ'' کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان۔ طبع اول ۱۹۷۳ء ص:۳۰ تا ۳۵
اس ضمن میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے لکھا ہے کہ

''اس (مثنوی کدم راؤ پدم راؤ) سے فوراً پہلے جو تصانیف ہمارے سامنے آتی ہیں۔ ان میں ایک مختصر رسالہ ہے جسے سید محمد اکبر حسینی (م ۸۱۲ھ) سے منسوب کیا جاتا ہے اور دوسری تصنیف ''معراج العاشقین'' ہے، جس کے مصنف خواجہ بندہ نواز گیسودراز بتائے جاتے ہیں۔ نویں صدی ہجری میں ہمیں شیخ باجن کی جکریاں ملتی ہیں اور ان سے پہلے امیر خسرو کی خالق باری کے علاوہ دوہرے، کہہ مکرنیاں اور پہیلیاں بھی ملتی ہیں۔ امیر خسرو سے پہلے ہماری نظر بابا فرید گنج شکر کے کلام پر پڑتی ہے اور ان سے پہلے کتب تواریخ میں مسعود سعد سلمان (م ۵۱۵ھ) کے دیوانِ ہندوی کا ذکر ملتا ہے۔'' (حوالہ بالا ص:۳۰) مسعود سعد سلمان کا دیوانِ ہندوی چونکہ ناپید ہے لہٰذا ''اظہار افسوس کے ساتھ اس کا ذکر تو کیا جاسکتا ہے لیکن اولین کا سہرا اس کے سر نہیں باندھا جاسکتا۔'' (ایضاً ص ۳۱) شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر (۵۶۹ھ۔ ۶۶۴ھ) کا کلام (دوہرے اور اقوال) بکھرے ہوئے تبرکات ہیں، ان کو باقاعدہ تصنیف کے ذیل میں نہیں لایا جاسکتا۔ (ایضاً ص:۳۱)
امیر خسرو کے کلام کو عوام نے سینے سے لگایا۔ یہ سینہ بہ سینہ ایک نسل سے دوسری نسل تک پہنچتا رہا۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس میں الحاقی عنصر شامل ہوتا گیا۔ اب اصل کلام کتنا ہے.......... بتانا مشکل ہے۔ ''خالق باری'' اولاً تو یہ نعت کی کتاب ہے۔ ثانیاً ان کے دوسرے ہندوی کلام کی طرح اس میں بھی الحاقی عنصر شامل ہوگیا ہے۔.......... شیخ بہاؤ الدین باجن (۷۹۰ھ۔ ۹۱۲ھ) کی تصنیف ''خزائن رحمت اللہ'' میں ان کے پیر و مرشد کے ملفوظات و اقوال جمع کیے گئے ہیں۔ باجن نے اس کتاب کے باب ہفتم میں اپنے دوہرے اور جکریاں بھی جمع دیے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ فارسی کی کتاب ہے۔ اس سے اردو زبان کے قدیم نمونے تو اخذ کیے جاسکتے ہیں لیکن اسے اردو زبان کی پہلی باقاعدہ تصنیف کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ (ایضاً ص:۳۲)
عمر یافعی نے تین صفحات پر مشتمل جو رسالہ دریافت کیا تھا، (جس میں پندرہ سطریں نثر میں اور اڑتیس ابیات ہیں) کے آخر میں ''من تصنیف سید محمد اکبر حسینی بندہ نواز'' کے الفاظ ملتے ہیں۔ اس رسالے کی نسبت معراج العاشقین کی زبان صاف ہے۔ ''اہل دکن نے.......... تین صفحوں کے اس مختصر رسالے کو نویں صدی ہجری کے دکنی ادب کے دامن میں ٹانک کر یقیناً تحقیقی ستم ظریفی'' کا ثبوت دیا ہے۔'' (ایضاً ص:۳۳) معراج العاشقین کو مولوی عبدالحق نے ڈرتے ڈرتے شائع تو کر دیا لیکن زندگی بھر اصرار نہیں کیا..........
شاہ محمد علی سامانی نے (جو خواجہ بندہ نواز کے مرید و خادم تھے) ۸۳۱ھ میں ''سیر محمدی'' نامی کتاب لکھی۔ اس میں خواجہ بندہ نواز کی چھوٹی بڑی ۳۶ تصانیف کا ذکر ہے۔ یہ سب عربی فارسی میں ہیں۔

۲۰۸۔ ارشاد شاکر اعوان، عہد رسالت میں نعت، ص:۱۵۱
۲۰۹۔ اسحاق قریشی، ڈاکٹر، نعت اور نقد نعت.......... چند گزارشات، مضمون مشمولہ نعت رنگ کراچی، شمارہ نمبر ۱۵، مئی ۲۰۰۳ء، ص:۱۸۳
۲۱۰۔ عاصی کرنالی، ڈاکٹر، اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر، ص:۲۳۵

۲۱۱۔ اسحاق قریشی' ڈاکٹر' نعت اور نقد نعت.......... چند گزارشات' نعت رنگ' کراچی' شمارہ ۱۵' مئی ۲۰۰۳ء' ص: ۱۸۲
۲۱۲۔ افضال احمد انور' تنقیدِ نعت اور اس کی مثبت جہتیں' مضمون مشمولہ نعت رنگ' کراچی شمارہ ۱۵' مئی ۲۰۰۳' ص: ۱۹۵
۲۱۳۔ ایضاً' ص ۱۸۹
۲۱۴۔ اسحاق قریشی ڈاکٹر' نعت اور نقد نعت.......... چند گزارشات' نعت رنگ' کراچی شمارہ ۱۵' مئی ۲۰۰۳' ص: ۱۸۶
۲۱۵۔ نعت رنگ کراچی' شمارہ ۱۵' مئی ۲۰۰۳ء' ص: ۱۹۸
۲۱۶۔ عاصی کرنالی ڈاکٹر' اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر' ص: ۲۳۶
۲۱۷۔ نعت رنگ کراچی' شمارہ ۱۵' مئی ۲۰۰۳ء' ص ۱۹۹
۲۱۸۔ عاصی کرنالی ڈاکٹر' اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر' ص: ۲۳۷
۲۱۹۔ نعت رنگ کراچی' شمارہ ۱۵' مئی ۲۰۰۳ء' ص: ۱۸۸
۲۲۰۔ عبدالسلام ندوی مولانا' شعر الہند' اعظم گڑھ: مطبع معارف ۱۹۴۹ء' ص: ۲۰۴
۲۲۱۔ ایضاً' ص: ۲۰۷
۲۲۲۔ اشفاق' رفیع الدین سید ڈاکٹر' اردو میں نعتیہ شاعری' ص: ۹۶
۲۲۳۔ ایضاً' ص: ۱۰۲ تا ۱۱۹
۲۲۴۔ ریاض مجید ڈاکٹر' اردو میں نعت گوئی' ص: ۵۶ تا ۷۰
۲۲۵۔ رشید محمود راجا' نعت کائنات' ص: ۵۴ تا ۵۵
۲۲۶۔ ایضاً' ص: ۵۵' عمود۔ ۱۱
۲۲۷۔ رشید محمود راجا' پاکستان میں نعت' ص: ۲۱۴
۲۲۸۔ صبیح الدین صبیح رحمانی (مدیر) نعت رنگ کراچی' شمارہ ۱' اپریل ۱۹۹۵ء' ص: ۸
۲۲۹۔ عاصی کرنالی ڈاکٹر' ممنوعات نعت' مشمولہ نعت رنگ کراچی' شمارہ ۱' اپریل ۱۹۹۵ء' ص: ۱۳۹ تا ۱۵۰
۲۳۰۔ رشید وارثی' نعت نگاری میں ذم کے پہلو مشمولہ نعت رنگ کراچی' شمارہ ۱' اپریل ۱۹۹۵ء' ص: ۱۲۶ تا ۲۴۶
۲۳۱۔ رشید وارثی' (تفصیل کے لئے دیکھیے نعت رنگ کراچی' شمارہ نمبر ۱' ۲' ۳' ۴' ۵۔
۲۳۲۔ ابوالخیر کشفی ڈاکٹر' نعت اور تنقیدِ نعت' کراچی: طاہرہ میموریل سوسائٹی' ۲۰۰۱ء
۲۳۳۔ عزیز احسن' اردو نعت اور جدید اسالیب' ص: ۲۳
۲۳۴۔ فرمان فتح پوری' دیباچہ کتاب ''سازِ حجاز'' از سیماب اکبر آبادی' کراچی: سیماب اکیڈمی ۱۹۸۲ء' ص: ۱۵۔۱۴
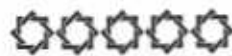
بسم اللہ الرحمن الرحیم
ہیئت کا مفہوم
شاعری کی موضوعاتی و ہیئتی اقسام
باب
۲
اردو نعت کا ہیئتی مطالعہ

باب دوم ہیئت کا مفہوم.........شاعری کی موضوعاتی و ہیئتی اقسام

ا۔ لفظ ہیئت: لغوی معنی و مفہوم:

ہیئت عربی زبان کا لفظ ہے۔ المنجد میں اس کے معانی یوں بتائے گئے ہیں:

"اَلْهَيْئَة وَ اَلْهِيْئَة......... چیز کی حالت، کیفیت، شکل و صورت (ج) هَيْئَات۔ ۱"

مولوی سید احمد دہلوی اس لفظ کے متعلق لکھتے ہیں:

"ہَیْئَت (ع) اسم مونث۔ بنایا جانا، تیار ہونا، تہیہ اسی سے ہے (۱) ایک صورت شکل، چہرہ مہرہ (۲) ڈول، ساخت، بناوٹ، دھج (۳) ایک علم کا نام جس سے اشکالِ افلاک و مساحتِ کرۂ ارض معلوم کرتے ہیں اجرامِ فلکی کا بیان، زمین کی گردش اور کشش وغیرہ سب علم ہیئت سے متعلق ہے۔" ۲

مولوی سید احمد دہلوی کے معانی سے صاف ظاہر ہے کہ لفظ "ہیئت" نے بعض علوم کی مخصوص اصطلاح کا درجہ حاصل کر لیا ہے۔

مولوی نورالحسن نیر نے مندرجہ بالا معانی کے علاوہ طور طریق بھی بتایا ہے۔ ۳

مندرجہ بالا معانی سے واضح ہے کہ کسی بھی چیز کی ظاہری شکل و صورت اس کی ہیئت کہلاتی ہے۔ علم فلکیات، فلسفہ اور ادب میں یہ لفظ اصطلاح کی حیثیت رکھتا ہے۔ علم فلکیات کی رُو سے ہیئت وہ علم ہے جو اشکال افلاک، اجرامِ فلکی، زمین کی گردش اور کشش وغیرہ سے بحث کرتا ہے۔ علم فلسفہ میں ہیئت وہ حقیقت ہے جو اس دنیا میں ظہور سے پہلے عالم مثال میں موجود تھی۔ افلاطون، ارسطو کے ہاں نقالی (imitation) کے نظریے میں اس کی پرچھائیاں دیکھی جاسکتی ہیں۔ عنوان چشتی نے طباعت، جمالیات اور موسیقی میں ہیئت کی اصطلاح کا مفہوم بھی بیان کیا ہے۔ ۴

ادب کی ایک اصطلاح کے طور پر ہیئت سے مراد کسی فن پارے کی وہ خارجی و ظاہری شکل و صورت ہے جو اس شے کی انفرادی حدود کا تعین کرتی ہے۔ حفیظ صدیقی کے لفظوں میں:

"ہم جانتے ہیں کہ مثنوی، غزل، قطعہ، رباعی، مسدس، مخمس، سانیٹ، نظمِ عاری اور نظمِ آزاد اپنے خارجی پیکر کے ذریعے ایک دوسرے سے ممیز ہوتی ہیں اور نظم کا یہ خارجی پیکر وزن کی نوعیت، ردیف و قافیہ کے نظام، مصرعوں کی تعداد اور مصرعوں کے طول کی یکسانیت یا عدم یکسانیت جیسے امور سے معین ہوتا ہے، اسی خارجی پیکر یا اظہار کی اسی خارجی صورت کو ہیئت یا فارم کہتے ہیں۔" ۵

اگرچہ ہیئت کے لئے سانچہ، صورت، شکل، وضع، خاکہ، تصویر، پیکر، ساخت، بناوٹ، نہت، شباہت، شبیہہ، مماثلت جیسے الفاظ بطور مترادف مستعمل ہیں لیکن ہیئت کا لفظ اپنی معنوی وسعت کے اعتبار سے مناسب ترین ہے۔ ڈاکٹر عنوان چشتی کے نزدیک: "لفظ "ہیئت" اپنے مفہوم کے اعتبار سے ان سب الفاظ سے زیادہ جامع اور ہمہ گیر لفظ ہے۔" ۶ شمیم احمد نے ہیئت کی جو تعریف لکھی ہے اسے مختصر اور جامع کہا جاسکتا ہے:

"کوئی بھی شعری ہیئت ایک مخصوص طرزِ اظہار ہے، جس کی اپنی ایک قابلِ شناخت ظاہری شکل ہوتی ہے، جو کسی مخصوص نظام کے تحت تشکیل پاتی ہے۔" ۷

گویا سادہ لفظوں میں ان خصوصیات و لوازمات کا مجموعہ جن سے کسی فن پارے کی ظاہری شکل و صورت کی شناخت ہوتی ہو، ہیئت ہے۔ ظاہری ہیئت کے علاوہ ایک اندرونی ہیئت بھی ہوتی ہے جو مخصوص داخلی عناصر پر مشتمل ہوتی ہے۔ شمیم احمد کے بقول:

"ظاہری ہیئت کے علاوہ اندرونی ہیئت بھی صنفی شناخت کا ایک اہم وسیلہ ہو سکتی ہے، مثلاً رباعی میں اس کے چار مصرعے (الف، ب، ج، ب) ہی واحد وسیلۂ شناخت نہیں۔ ان چاروں مصرعوں کا رباعی کے مقررہ ۲۴ اوزان میں سے کسی ایک وزن میں ہونا بھی ضروری ہے ورنہ بہ صورت دیگر یہ چار مصرعے رباعی کے بجائے قطعہ کہلائیں گے۔ یہی صورت غزل کی صنفی شناخت میں بھی سامنے آتی ہے۔ مطلع، ہم قافیہ و ہم ردیف اشعار (صرف ثانی مصرعے) اور مقطع کے موجود ہونے ہی سے کوئی شعری تخلیق بہ حیثیت صنف غزل نہیں کہلائے گی تاوقتیکہ اس کا ہر شعر فکر و خیال یا موضوع کے لحاظ سے اپنے آپ مکمل نہ ہو۔ ۸

شمیم احمد نے جسے اندرونی ہیئت قرار دیا ہے، ڈاکٹر سید عبداللہ اسے داخلی شیرازہ بندی کہتے ہیں:

"فارم صرف عروضی شکل اور اشعار اور مصرعوں کی تعداد تک محدود نہیں بلکہ فارم اس داخلی شیرازہ بندی پر

موقوف ہے، جو مواد کی اندرونی تشکیل کرتی ہے۔''۹

ریاض احمد نے حدود ہیئت میں خارجی خدوخال کے ساتھ ساتھ موضوع، معانی اور روح کو بھی شامل کیا ہے:

''ہر فن میں خارجی ہیئت اس فن کے مخصوص وسیلۂ اظہار سے پیدا ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ وسیلہ روح، معانی اور موضوع کو بھی اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔''۱۰

ڈاکٹر محمود شیخ نے اس حقیقت کو ایک آسان سی مثال سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے:

''ہر شے کی ذیلی ہیئتیں بھی ہوتی ہیں۔ دنیا کے تمام انسانوں کی ساختیاتی تشکیل میں مماثلت کے باوجود کوئی چہرہ، کسی کے مماثل نہیں ہوتا۔ داخلی اور خارجی شخصیت، مزاج اور آہنگ اور شعوری نظام جدا ہوتا ہے۔ ہیئتِ زبان و بیاں بھی مختلف ہوتی ہے۔''۱۱ ڈاکٹر عنوان چشتی کے نزدیک:

''یوں تو ہیئت ایک وسیع حقیقت ہے جس میں اظہار و بیان زبان کی آرائش اثر انگیزی کے تمام طریقے، مواد کے تمام ڈھانچے، حسن و لطافت پیدا کرنے کے تمام ذریعے، مواد و ہیئت کی ہم آہنگی غرض تمام داخلی و خارجی عناصر، ان کے درمیان پائے جانے والے تمام فنی، ادبی و جمالیاتی رشتے شامل ہیں۔ ہیئت تاثر پذیری کے اولین لمحے سے شروع ہو کر تخلیق کی تکمیل کے آخری مرحلے تک مشتمل ہوتی ہے۔ جو مواد کی خودکاری اور خود تجسیمی کا لازمی نتیجہ ہوتی ہے لیکن اردو میں شعری ہیئت کی شناخت، قوافی اور ترتیب قوافی، اوزان و بحور نیز مصرعوں کی تعداد اور ترتیب سے ہوتی ہے۔''۱۲

ڈاکٹر گیان چند کے نزدیک ہیئت کا انحصار درج ذیل اجزاء میں سے کسی ایک یا زیادہ پر ہوتا ہے:

ا۔ قافیہ: یہ اہم ترین بنیاد ہے، جس سے نظم کا بند اور خارجی ہیئت طے ہوتی ہے۔

ب۔ بحر: اس کی بناء پر رباعی، ہندی سے مستعار اصناف (مثلاً دوہا، کبت وغیرہ) نیز آزاد نظم کی شناخت ہوتی ہے۔

ج۔ طول و اختصار: بعض اصناف کی تعیین میں مصرعوں کی تعداد، نظم کا اختصار وغیرہ بھی اہم ہوتے ہیں مثلاً ہائیکو میں تین سطریں، مختصر نظم میں ایک سے لیکر چار پانچ مصرے، رباعی، کبت، جھولنا، چوپدا میں چار مصرے متعین ہیں۔ بحرِ طویل کا مصرع ڈیڑھ دو صفحے کا بھی ہوسکتا ہے۔

د۔ زبانیں: دو زبانوں میں میل سے دولسانی ریختے بنتے ہیں۔ سودا کے مسدس دہرہ بند میں اردو، ہندی کا میل اسے دوسرے تمام مسدس سے الگ کردیتا ہے۔ بعض مرثیوں میں تین زبانوں عربی، فارسی اور اردو کے اشعار ہیں۔۱۳۔ الف

ایک مصرع یا شعر میں ایک سے زیادہ زبانوں کا اجتماع ہیئت کی شناخت کی بنیاد نہیں بلکہ ایک صنعت شعری ہے لہذا اسے نظر انداز کیا جاسکتا ہے، جب کوئی خیال الفاظ کے جامے میں ظہور پذیر ہوتا ہے تو خیال مظروف اور الفاظ ظرف بن جاتے ہیں۔ نظم بھی الفاظ کی کسی خاص ترتیب و ترکیب پر مشتمل ہوتی ہے۔ الفاظ کی یہی ترتیب شعری ہیئت کو تشکیل دیتی ہے۔ ایک ہی خیال رباعی، ہائیکو، دوہا میں نظم کیا جاسکتا ہے، گویا خیال، وہ سیال شے (مثلاً پانی) ہے جسے جس ظرف (سانچے یا ہیئت) میں ڈالا جائے، اس کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ ہر خیال (موضوع یا مواد) جب شاعر کے تخلیقی عمل سے گزرتا ہے تو اپنی ہیئت بھی ساتھ لاتا ہے۔ یوں مواد اور ہیئت لازم و ملزوم ہیں۔ بعض نقاد، مواد اور بعض ہیئت کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ یہ بحث الفاظ اور معانی کے حوالے سے دورِ قدیم سے مشرق و مغرب کے اہل علم و فکر کے ہاں ملتی ہے۔ اس قدیم بازگشت مجید امجد کے ہاں بھی ملتی ہے۔

عمر اسی الجھن میں گزری
کیا شے ہے یہ حرف و بیاں کا
عقدہ مشکل؟
صورت معنی؟ معنی صورت؟ ۱۳۔ ب

حقیقت یہی ہے کہ مواد اور ہیئت دونوں اپنی اپنی جگہ اہم اور لازم و ملزوم ہیں۔ ہر طرح کی آزادی کے اس دور میں شاعری نے بھی بہت سی آزادیاں حاصل کرلی ہیں۔ پہلے قافیہ، ردیف، اوزان و بحور اور اشعار کی تعداد وغیرہ پر زور دیا جاتا تھا۔ اب شاعری ان تمام پابندیوں کے بغیر بھی ہورہی ہے۔ آج کے شاعر کا خیال ہے کہ اصل چیز خیال ہے اور یہ خیال بنے بنائے شعری سانچوں کے علاوہ خود ساختہ سانچوں میں بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔ ڈاکٹر نوازش علی لکھتے ہیں:

''ہیئت کے سلسلہ میں عام طور پر دو نظریات سامنے آتے ہیں۔ایک طرف مثالیت پسند ہیں جو خیال کے علاوہ کسی دوسری چیز کی حقیقت کو تسلیم کرنے میں متامل ہیں۔ان کا سرخیل تو ڈیکارٹ ہے جس نے یہ کہا کہ میرا وجود میری سوچ کا رہین ہے یعنی I Think, Therefore I am, وجودیوں نے اس سے اختلاف کیا اور یہ کہا کہ وجود جوہر پر مقدم ہے۔یعنی Existence precedes essence گویا مثالیت پسندوں کے لئے خیال اولین حیثیت کا حامل ہے اور ہیئت محض ثانوی حیثیت رکھتی ہے جبکہ وجودیوں کے لئے ہیئت پہلے ہوتی ہے اور خیال بعد میں.......... یہ سب فلسفیانہ موشگافیاں ہیں کیونکہ شاعری میں خیال اور ہیئت کا باہمی انجذاب اتنا پیچیدہ معاملہ ہے کہ داخل و خارج' اولیت و دوئمیت اور علت و معلول کے علیحدہ علیحدہ خانے نہیں بنائے جاسکتے۔''[۱۴] عموماً ہیئت کی دو قسمیں بیان کی جاتی ہیں:

ا۔میکانکی ہیئت: جب شاعر اپنا خیال یا مواد پہلے سے موجود سانچوں میں پیش کرے۔اس نظریے میں شعر کی خارجی صورت پر زور دیا جاتا ہے اور خارج میں ہیئت کے وجود کو تسلیم کیا جاتا ہے گویا ہیئت' خیال سے الگ شے ہے۔

ب۔نامیاتی ہیئت: اس نظریے کی رُو سے ہیئت کو خیال سے الگ تسلیم نہیں کیا جاتا۔ہیئت اور خیال مل کر زندہ وجود بنتے ہیں۔ہر خیال کسی ظاہری شکل وصورت' کسی بیرونی ساخت میں جلوہ گر ہوتا ہے۔اس نظریے میں شعر کی بیرونی ساخت یا ہیئت سے زیادہ مواد یا خیال پر زور دیا جاتا ہے۔قافیے' ردیف' وزن وغیرہ کی پابندی سے بننے والا ظاہری سانچا ہی اصل شعری ہیئت نہیں بلکہ اس میں کچھ اور چیزیں بھی شامل ہوتی ہیں۔ڈاکٹر نوازش علی مزید لکھتے ہیں:

> ''میرے خیال میں شعری ہیئت پانچ عناصر سے تشکیل پاتی ہے۔ایک تو وہ خیال ہے جو شاعر کسی شعر کے ذریعے پیش کرتا ہے لیکن کوئی بھی شعری خیال سائنسی فارمولے یا عمومی کلیے کی طرح نہیں ہوتا۔دوم یہ کہ ہر شعری خیال سے وابستہ احساس کی ایک پوری کائنات ہوتی ہے۔یعنی ہر شاعر کے لئے ہر خیال کچھ مخصوص تلازمات رکھتا ہے۔شاعر اس خیال کو منتقل کرتے ہوئے یا اس خیال کو شعر یا نظم میں ڈھالتے ہوئے اپنے شعر یا نظم میں اس سارے احساس کو بھی سمونا چاہتا ہے جو کسی خیال سے وابستہ ہوتا ہے۔اس احساس کو وہ الفاظ کے خلاّقانہ استعمال کے بغیر نہیں سمو سکتا۔سوم ہر شاعر کے ذہن میں قاری کا ایک تصور ہوتا ہے۔اگرچہ بہت سے شعراء اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ ان کے پیش نظر کوئی قاری ہوتا ہے' لیکن یہ انکار یا تو جھنجھلاہٹ کی پیداوار ہوتا ہے یا حال کے قاری کے جذبات کے احترام کا تقاضا۔ان کے ذہن میں اگر حال کا کوئی قاری نہیں تو کوئی گلشن ناآفریدہ ضرور ہوتا ہے۔وہ اپنے ذہن میں کسی ایسے مستقبل کا خاکہ رکھتا ہے جس کے افراد اس کے شعر کے صحیح قاری ہونگے۔گویا ہر شاعر کے پیش نظر کوئی موجود یا ناموجود' کوئی حقیقی یا کوئی خیالی قاری ضرور ہوتا ہے اور شعر کی ہیئت قاری کی طرف' شاعر کے رویے سے بھی متعین ہوتی ہے۔اب قاری کی طرف رویے ہر طرح کے ہوسکتے ہیں۔احترام کا' تحقیر کا' سرپرستی کا' یگانگت کا' نفرت کا۔۔۔کوئی بھی رویّہ ہوسکتا ہے اور یہ رویہ شعر یا نظم کی ہیئت پر بہت حد تک اثر انداز ہوتا ہے۔چوتھی بات جو شعر یا نظم کی ہیئت تشکیل کرتی ہے وہ شاعر کا مقصد ہے۔یہ بہت متنازعہ فیہ بات ہے۔ Purists یا خالص شاعری کے قائل لوگ تو مقصد کی ویسے ہی نفی کرتے ہیں بلکہ وہ مقصد کا نام سنتے ہی لاحول پڑھنے لگتے ہیں۔ان کے نزدیک تو شعر محض حسن کاری ہے۔لیکن حسن کاری بھی تو ایک مقصد ہے۔اگر شعر Catharsis کا کام کرتا ہے تو Catharsis ایک مقصد ہوا۔شاعر دل کے پھپھولے اس لئے پھوڑتا ہے کہ اسے سکون ملے تو گویا سکون کی تلاش ایک مقصد ہے۔مقصد کا معاملہ تو یہ ہے کہ یہ نہ ہوتے ہوئے بھی ہوتا ہے۔مقصد کا یہ لحاظ بھی نظم یا شعر کی ہیئت متعین کرتا ہے۔اگر واقعی مقصد ناپید ہے تو پھر ہیئت بھی ناپید ہے۔۔۔اب آخری اور پانچواں معاملہ آہنگ کا ہے۔آہنگ کو دراصل ہیئت سے کسی طور الگ نہیں کیا جاسکتا۔جہاں آہنگ کا احساس شعر سے الگ ہوگا وہ شعر کی ناکامی ہوگی اور ایسا شعری ادب' ادب کے زمرے میں نہیں بلکہ پروپیگنڈے کی ذیل میں آئے گا یا پھر عمل کی ایک قسم ہوگا۔[۱۵]

شاعری اصولی طور پر ایک تخلیقی عمل ہے۔ یہ تخلیقی عمل ایک ایسی وحدت پر مشتمل ہوتا ہے جس میں خیال اور ہیئت کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ کہا جا سکتا ہے کہ شعری ہیئت دراصل شعری مواد کے بطن سے ظہور پذیر ہوتی ہے۔ ڈبلیو پی کراس نے مواد اور ہیئت کی لازمی وحدت کا ذکر کیا ہے:

''ہیئتِ شعر کو شعر کی روح سے کبھی الگ نہیں کیا جا سکتا اور شعر کسی سانچے یا مواد کا نام نہیں بلکہ شعر میں ہر دو چیزیں ایک بن جاتی ہیں۔''۱۶

جابر علی سید مواد اور ہیئت کے ساتھ تکنیک کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے:

''مواد، ہیئت اور تکنیک کا امتیاز واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ (اصولاً مواد، تکنیک اور ہیئت منطقی ترتیب رکھتے ہیں اور اسی ترتیب سے لانے چاہئیں)۔ مواد، نفسِ مضمون، تکنیک مخصوص عمل اور ہیئت اس عمل کا خارجی اور قطعی نتیجہ ہے۔ تکنیک اور ہیئت میں ذریعے اور مقصد کا تعلق ہے۔ شعری ہیئت نتیجہ ہے اس تکنیک کا جو عبارت ہے آہنگِ عروضی اور قافیہ و ردیف سے۔ اس کا قدیم نام وزن اور قافیہ ہے۔ عربی عروض کے اعتبار سے جب عربی میں ردیف نہیں تھی اور نہ لسانی سبب سے اس کی کوئی صورت بن سکتی تھی۔ ردیف فارسی اور اردو شعراء کی ایجاد ہے۔''۱۷

کیا ہیئت کی تشکیل میں لفظ کا بھی کوئی کردار ہے؟ ریاض احمد نے اس حوالے سے بات کی ہے:

''الفاظ معانی کے علاوہ ان معانی سے وابستہ جذباتی اور داخلی واردات کو بھی ظاہر کرتے ہیں۔ اسمائے صورت سے قطع نظر، ہر لفظ حسی تصورات کے ایک پورے سلسلے کو بیدار کر دیتا ہے۔ یہ بیداری کبھی صوتی آہنگ سے پیدا ہوتی ہے، کبھی معنوی تلازمات سے۔ اس لئے شعر میں لفظ ہیئت کا تعین تین سطحوں پر کرتا ہے۔ صوتی آہنگ، معنوی ربط اور سلسلۂ تلازمات شعر میں ہیئت کی بحث اسی وجہ سے الجھی ہوئی ہے کہ ہم ہیئت کو ان میں سے محض کسی ایک سطح تک محدود کر دینے کی کوشش کرتے ہیں۔۱۸

نوید کوثر مواد اور ہیئت کے توازن کے بغیر اعلیٰ شاعری کی تخلیق کو ممکن نہیں سمجھتیں:

''شاعری میں جتنی اہمیت موضوع، مضمون یا افکار و خیالات یا معانی، یا شعری مواد (Poetic content) کو حاصل ہے، اتنی ہی اہمیت الفاظ یا سانچہ یا بیان یا ہیئت (Form) کو حاصل ہے، کیونکہ شاعری نہ صرف موضوعات کا بیان ہے اور نہ صرف ہیئت کا.......... بلکہ ان میں توازن کا ہونا شرط ہے، جس کے بغیر اعلیٰ شاعری کی تخلیق ممکن نہیں ہوتی۔ لہٰذا دونوں میں ہم آہنگی بے انتہا ضروری ہے اور جب تک ہیئت اور خیال باہم مربوط نہ ہوں اس وقت تک بات نہیں بنتی۔''۱۹

اگر خیال کے بغیر شعری ہیئت ممکن نہیں تو شعری ہیئت کے بغیر خیال کی لفظی تجسیم بھی ممکن نہیں۔ چونکہ ہیئت کے بغیر کوئی خیال تخلیق نہیں بن سکتا، لہٰذا یہی ہیئت، خیال کو آگے قاری تک بھی منتقل کرتی ہے۔ بقول انو جمال:

''ہیئت، فنکار اور سامع کے درمیان تفہیم کا ایک مقامی، سماجی اور ثقافتی رابطہ ہے۔''۲۰

جہاں تک شعر فہمی کا تعلق ہے، ہیئت اس سلسلے میں معاون تو ہو سکتی ہے لیکن اسے شعر فہمی کی اصل اساس و بنیاد قرار نہیں دیا جا سکتا۔ پی گرے کا کہنا ہے:

''شعری ہیئت کا تصور۔۔۔ اشعار کی تعداد، ان کی ترتیب، بحر اور زمین کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ بحث و تمحیص شعر کو سمجھنے اور پرکھنے میں قاری یا ناقد کے لیے قطعی بے کار اور گمراہ کن ہے۔ یہ تفصیلات معلومات عامہ سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتیں اگر چہ ان کا جاننا اس لیے ضروری ہے کہ ہم پر کم علمی کا الزام عائد نہ ہو، تاہم ان کے تحت شعر کو سمجھنے کی کوشش ایک حماقت ہے کیونکہ اس طرح تحسین شعر ایک بے روح اور مشینی عمل بن کر رہ جاتا ہے۔ فلاں صنفِ شعر میں اتنے مصرعے ہیں، فلاں میں اتنے قافیے اور فلاں میں اتنی ردیفیں ہیں فلاں صنف کا نام یہ ہے اور فلاں کا وہ۔۔۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ جن کے ذریعے ہم ہیئت کا صحیح تصور کسی طرح بھی قائم نہیں رکھ سکتے اور نہ ہی یہ تفصیلات ہمیں شعری ہیئت کے تصور سے آگہی عطا کر سکتی ہیں ہیئتِ شعر بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے اور شعری تجربے کی سالمیت کا ایک لازمی حصہ سمجھی جاتی ہے۔''۲۱

شعری ہیئت خیال کی وسعت، شاعر کے اندرونی جوش اور اس کی پسند کے دیگر پہلوؤں کی تفہیم میں بھی معاون ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری نے ایک اور اہمیت بھی بیان کی ہے جو ادبی ہونے کے علاوہ سماجی و عمرانی بھی ہے:

''مواد اور ہیئت کی اکثر تبدیلیاں' سماجی تبدیلیوں کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ مواد چونکہ معاشرتی تبدیلیوں کا معتبر'امین اور درخشاں مظہر ہوتا ہے اس لیے اس کے بدلنے کے ساتھ ساتھ ہیئت اور سانچہ بھی بدل جاتا ہے۔''۲۲

ڈاکٹر روبینہ ترین نے شاعرانہ ہیئت کی تشکیل میں معاون عناصر کی نشاندہی کی ہے۔ اس ضمن میں وہ شاعر کی باطنی کیفیت' تہذیبی اثرات' سیاسی حالات اور علمی روایات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

''شاعرانہ ہیئت کا تعلق شاعر کی اندرونی اور داخلی کیفیت سے ہے اور اس کی مناسبت سے شاعری کی ظاہری شکل وصورت کی تشکیل وتعمیر ہوتی ہے۔ یہ بات بہت حد تک صحیح ہے لیکن شاعر کی شخصیت کا داخلی پہلو بھی اس کی معاشرتی زندگی' اس کی تہذیبی روایات اور اس کے سیاسی حالات وکوائف کا مرہونِ منت ہوتا ہے اور ان سب سے مل کر شاعر کی ایک مخصوص افتادِ طبع وجود میں آتی ہے۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ ہیئت کا تعلق روایت اور شاعر کے ماحول کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ کوئی اچھا شاعر اپنی تہذیبی اور علمی روایات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اقبال کی نظموں میں بھی تغزل کا بھرپور رنگ موجود ہے۔ فیض اور راشد مخصوص علامتوں اور تلمیحوں کو استعمال کئے بغیر نہ رہ سکے جو روایتاً ہماری شاعری کا حصہ رہی ہیں اسی طرح ہیئت کی تشکیل میں ماحول کا اثر بھی ناگزیر ہے۔ ولی سے پہلے پورا دکنی دور مثنوی کا دور کہلاتا ہے۔ اس لیے کہ خارجیت پورے ماحول پر چھائی ہوئی تھی لیکن اس کے برعکس ولی کے شاعروں کا مزاج اپنے مخصوص ماحول کی بدولت داخلیت کا عنصر لیے ہوئے تھا۔ جس کا نتیجہ غزل کی صورت میں ظاہر ہوا۔ پھر لکھنؤ اور دہلی کی غزل کا فرق بھی موضوع تک محدود نہیں ہیئت سے بھی ظاہر ہے۔ یہ بھی ماحول کی وجہ سے ہے۔ اس گفتگو سے یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں کہ ہیئت کوئی جامد چیز نہیں بلکہ یہ ہمیشہ ارتقاپذیر رہتی ہے اور ہر دور میں اس کا انداز بھی بدلتا رہتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شاعری میں ہیئت کے تجربے دراصل زندگی کی تبدیلی کو ظاہر کرتے ہیں اور یہی تبدیلی زندگی کی علامت ہے۔''۲۳

ہیئت کے انتخاب میں شاعر کو محتاط رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ اس ضمن میں اطہر پرویز نے بڑے کام کی بات کی ہے:

''ہیئت ہمیشہ ایسی ہی ہونی چاہیے کہ جس میں خیال یا مضمون کو خوبی سے ڈھالا جاسکے اور جب وہ تیار ہو کر نکلے تو قابلِ قبول ہو۔ یہ ہیئت بھی ماحول کی پیداوار ہوتی ہے۔ اسی لئے اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ ادیب جو اس کے نئے تجربے کرتے رہتے ہیں ناکامیاب ہوتے ہیں کیونکہ ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جو دوسرے ملکوں کی پرانی ہیئت کو جوں کا توں اٹھالیتے ہیں اور پھر اپنی زبان میں نیا کہہ کر پیش کرتے ہیں۔''۲۴

نئی ہیئتوں کے انتخاب میں جہاں احتیاط کی ضرورت ہے وہاں یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کہ ہر نئی ہیئت کو بلاوجہ ناقابلِ قبول قرار دینے کا رویہ بھی کسی طور مستحسن نہیں قرار دیا جاسکتا۔ کسی بھی نئی ہیئت کو آغاز میں رکاوٹوں اور ناپسندی کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے لیکن ہر ہیئت کے اصلی جوہر کسی خاص شاعر کے ہاں ہی کھلتے ہیں۔ بطور تجربہ نئی ہیئت کو اپنانے والے شعراء دراصل اس بڑے شاعر کے لئے رستہ صاف کر رہے ہوتے ہیں جس کے ہاں اس نئی ہیئت کے جملہ امکانات کا تمام تر رعنائیوں کے ساتھ ظہور پذیر ہونا مقدر ہوتا ہے۔ ہمیں نئے ہیئتی تجربے کرنے والوں کو روکنے کے بجائے ان کی کاوشوں کے حاصل کا انتظار کرنا چاہیے۔ وقت ان کی قبولیت یا ناپسندی کا فیصلہ خود کردے گا۔ اطہر پرویز کے بقول:

''وہ لوگ جو مردہ ہیئت سے چمٹے رہتے ہیں وہ اپنی ہیئت پرستی میں یہ بھول جاتے ہیں کہ فرسودہ ہیئتیں اپنا تاریخی فریضہ پورا کرچکی ہیں اور ان کی جگہ نئی ہیئتیں لے رہی ہیں۔ اب ان کا استقبال کرنا ضروری ہے ہر چند یہ منزل کڑی ہوتی ہے لیکن طرزِ کہن پر اڑنے سے منزل کے اوجھل ہونے کا خطرہ ہے۔''۲۵

شعری مطالعات میں مواد یا خیال کے ساتھ ہیئت کا لحاظ بھی اہم ہے۔ یہاں ہیئت سے مراد داخلی وخارجی ہر طرح کی ہیئت ہے۔ وہ تمام خطوط اور زاویے جو شعری تشکیل میں کوئی کردار ادا کرتے ہیں۔ ناقد کی توجہ چاہتے ہیں۔ پی گرے کے بقول:

''مطالعۂ ہیئت خود مطالعۂ شعر سے پھوٹتا ہے' ہمیں مطالعہ کے وقت اپنے آپ کو محض ردائف وقوانی' مصرعوں کی تعداد اور اوزان وبحور تک محدود نہیں کرلینا چاہیے کیوں کہ یہ چیزیں بذاتِ خود زیادہ قدر و قیمت کی حامل نہیں' ہمارا زیادہ تر تعلق تو موضوع کی تقسیم بندی' اتار چڑھاؤ' ارتقاء اور پیش روی کے ساتھ رہنا چاہیے' یعنی ساخت

کے خطوط سے۔ یہ بات نہایت اہم ہے کہ ہمیں شاعر کے مخصوص خیالات' محاکات' اصوات ان کے اتار چڑھاؤ ان کے سانچے اور اصل مقصد کی ترتیب سے آنکھیں بند نہیں کرلینی چاہئیں۔ عمدہ شاعری میں یہ سب چیزیں مصرعوں کی ساخت اور کلامِ موزوں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں۔ مطالعۂ شعر میں تمام عناصر کی وحدت اور تسلسل کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔''[۲۶]

شعری ہیئتوں کی اس اہمیت سے صرف نظر کرنا ممکن نہیں کہ ان کے تنوع اور وسعت سے ادب میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ دکنی دور میں محض چند ہیئتوں پر مشتمل شاعری آج بیسیوں ہیئتوں پر مشتمل ہے۔ جدت پسند شعراء کے لئے ان گنت تجربوں کا امکان ہے۔ یہ مقبولیت' وسعت اور ارتقاء نظم کے ہیئتی تنوع سے وابستہ ہے۔

شاعری میں انتخابِ ہیئت کا مسئلہ

جس طرح روح۔۔۔ جسم کے بغیر ظہور پذیر نہیں ہوسکتی' اسی طرح خیال بھی کسی ہیئت کے بغیر متشکل نہیں ہوسکتا۔ شاعری میں کسی خیال کے کسی خاص شعری ہیئت میں ظہور کے اسباب پر نظر ڈالیں تو اس عمل کی مختلف وجوہ نظر آتی ہیں۔

ا۔ ارضی وجوہ: بعض خاص نباتات خاص زمین اور خاص آب و ہوا کی دستیابی ہی میں پنپ سکتی ہے۔ بے آب و گیاہ پہاڑی علاقوں میں پٹ سن کا بیج بو بھی دیا جائے تو نتیجۂ جو حاصل ہوگا وہ کسے معلوم نہیں؟ ارضی وجوہ کا یہ اصول شعری ہیئت کے انتخاب میں بھی کارگر ہے۔ حفیظ اپنا مکمل شاہنامہ اسلام مثنوی کے بجائے کسی اور ہیئت (مثلاً ہائیکو یا دوہا) میں کہتے تو اس کی تاثیر اور مقبولیت یقیناً وہ نہ ہوتی جو آج اسے حاصل ہے۔ اگر ایک شاعر نے طویل مضمون ایک تسلسل کے ساتھ بیان کرنا ہو اور اسے روانی و نغمگی کا بھی اہتمام کرنا ہو تو مثنوی کی ہیئت اس کے لئے معاون ثابت ہوگی۔ علمی و فکری عظمت کا لوہا منوانے کے لئے پرشکوہ اور دبنگ الفاظ کے بکثرت استعمال کا مسئلہ درپیش ہو تو قصیدہ کی ہیئت مفیدِ مقصد ہوگی۔ اسی طرح رباعی' مسدس (ایک نوعِ مسمط) اور قطعہ کے لئے وہی مضامین مناسب ثابت ہوں گے جو' ان کے ظاہری سانچوں میں سما سکیں۔ اردو نعت کے مضامین و موضوعات چونکہ بے حد وسیع ہیں لہٰذا ہر نعتیہ خیال فن پارہ بننے کے لئے کسی نہ کسی شعری ہیئت میں ڈھلتا ہے۔ شاعر کا ذوقِ سلیم اس کی رہنمائی کرتا ہے اور وہ اپنے مافی الضمیر کو بیان کرنے کے لئے اسی ہیئتِ شعری کو منتخب کرتا ہے جو اس کے لئے ادائے مضمون میں مفید و معاون ہو۔ دکنی دور میں رومانی مثنویوں کے آغاز میں ذیلی و روایتی نعتیہ اشعار ہی نہیں کہے گئے بلکہ نور ناموں' معراج ناموں اور مولود ناموں وغیرہ کی شکل میں طویل نعتیہ مضامین مثنوی کی ہیئت میں پیش کئے گئے۔ چند متفرق خیالات کو مختص نظم میں پیش کرنے کے لئے غزل کی ہیئت ایسی کارگر ثابت ہوئی کہ اردو نعت کا اکثر و بیشتر اثاثہ اسی ہیئت میں سامنے آیا۔ اچھا شاعر ہیئت کے انتخاب میں بہت سی باتوں کو مدِ نظر رکھتا ہے۔ ڈاکٹر عنوان چشتی کے بقول:

''تاثر پذیری کے اولین لمحہ سے فنی تخلیق کے مرحلۂ آخری تک راستے کے تمام پیچ و خم مادی اور غیر مادی اسباب و علل نیز داخلی و خارجی عناصر اور ان کا عمل ورد عمل ہیئت کے عمل میں شریک ہے۔''[۲۷]

خیال کو لفظی پیکر میں ڈھالتے ہوئے شاعر موضوع کے تقاضوں کے پیشِ نظر کسی خاص ہیئت کا انتخاب کرتا ہے۔ اکثر یہ عمل شعوری سطح پر ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی خیال بنے بنائے شعری سانچے میں ڈھلا ہوا بھی شاعر کو سوجھتا ہے۔ قدرت کی یہ فیاضی شاعر کے انتخابِ ہیئت کا مسئلہ خود حل کر دیتی ہے۔

ب۔ عہدِ مخصوص کے حالات: ہر عہد اپنے مخصوص سیاسی' سماجی' اقتصادی اور ادبی حالات کے تحت موضوعات کی اہمیت کا تعین کرتا ہے۔ قلی قطب شاہ کے دور میں جو ادبی موضوعات ہیں وہ ۱۸۵۷ء کے بعد دہلی کی سوگوار ادبی فضا سے مختلف ہیں۔ نئے نئے موضوعات نئی نئی شعری ہیئتوں کی ترویج کا جواز بن جاتے ہیں۔ یہ تبدیلی محض شعری ہیئتوں تک محدود نہیں ہوتی بلکہ ہمہ گیر ہوتی ہے۔ ڈاکٹر عنوان چشتی کے لفظوں میں:

''سماجی تبدیلیاں سماج کے مظاہر کی تبدیلیاں بن جاتی ہیں' چنانچہ جب تک سماجی زندگی میں تبدیلی نہیں ہوتی' شاعری کے نئے دشت و صحرا کا علم بھی نہیں ہوتا اور یہ تبدیلیاں اس وقت تک ظہور پذیر نہیں ہوتیں' جب تک کسی اہم واقعے یا حادثے سے زندگی کے آہستہ رو سمندر میں طوفاں پیدا نہ ہو جائے اور جس کے نتیجہ میں مروجہ اقدار' تصورات اور افکار خس و خاشاک کی طرح بہہ نہ جائیں' اس لیے جب بھی سماجی زندگی کسی

انقلاب سے دوچار ہوئی ہے' ذہنی مظاہر میں بھی انقلاب آیا ہے۔ ادب' تاریخ' فلسفہ' منطق' مذہب سب میں تغیرات شروع ہوئے ہیں۔ ۱۸۵۷ء ہماری تاریخ میں ایک ایسا ہی حادثہ ہے' جس نے ٹھہری ہوئی زندگی کا رُخ بدلا۔'' ۲۸

تبدیلیوں کی اس تیز ترین لہر نے ادب کو بھی متاثر کیا۔ افکار' رجحانات اور عمومی رویے تبدل پذیر ہوئے تو اس کی پرچھائیاں فن پر بھی پڑیں۔ ذاتی غم کی جگہ اجتماعی غم نے لے لی۔ عشق کے روایتی تصور میں حقیقت پسندی جلوہ گر ہونے لگی' اصلاحِ احوال کی تمنا' وطن کی آزادی کی تڑپ' بیرونی دنیا کی تیز ترقی کو اپنانے کی آرزو' دینی و روحانی حوالوں سے معاشرے کی تطہیر کا عزم' طنز و مزاح کی مدد سے تسکین کی فراہمی' لب و رخسار سے متعلق سطحی جذبات کے بجائے مناظرِ فطرت کی طرف ذہن کو مائل کرنے کی کوشش۔۔۔ وغیرہ وہ رجحانات ہیں جن سے ادب بطور خاص متاثر ہوا۔

> ''(یہ) ایسے رجحانات ہیں جو اردو شاعری کی شریانوں میں خون بن کر دوڑتے ہوئے نظر آتے ہیں اور جنھوں نے شاعری کو داخلی اور خارجی دونوں سطحوں پر تبدیلی اور تجربوں سے روشناس کیا ہے۔ ان رجحانات میں سب سے اہم رجحان تو ہیئت کے تجربوں کا ہے۔ جو ۱۸۵۷ء سے اب تک کسی نہ کسی صورت میں جاری ہے بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کا ارتقاء ہو رہا ہے۔ آج اردو شاعری پابند نظم سے آزاد نظم تک اور آزاد نظم سے نثری شاعری تک پہنچ چکی ہے۔ ۲۹

۱۸۵۷ء کے بعد برصغیر پاک و ہند میں انگریزی عمل دخل جس تیزی و تندی سے بڑھا' اُس نے سماجی زندگی کو ہلا کر رکھ دیا' اسی طرح ادبی سطح پر بھی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ شعر کی مغربی ہیئتیں بڑی بے تکلفی سے اردو میں در آئیں۔ نظم آزاد اور نظم معرّا سے آگے بڑھ کر سانیٹ وغیرہ جیسی مغرب کی شعری ہیئتیں یہاں رونما ہونے لگیں۔

ہماری زندگی میں ۱۸۵۷ء کے بعد بڑا واقعہ ۱۹۴۷ء کی تقسیم ہند اور قیام پاکستان کی شکل میں سامنے آیا۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ ہمارے لیے ایک بڑا اور جذباتی واقعہ تھی۔ پھر ۱۹۷۱ء میں سقوطِ ڈھاکہ نے ہمیں ایک ایسے زخم سے دوچار کیا جس کی ٹیس ہماری شاعری میں بھی در آئی۔ اظہار کے نئے زاویے نئی نئی ہیئتوں میں ظاہر ہونے لگے۔ آج شعر کی اتنی ہیئتیں نظروں کو خیرہ کر رہی ہیں کہ ماضی بعید کے شعراء نے ان کا تصور تک نہ کیا ہوگا۔ ہر عہد کے مخصوص حالات جب مخصوص موضوعات کو نقطۂ ارتکاز بناتے ہیں تو اظہار کے نئے نئے انداز نئی نئی شعری ہیئتوں کی شکل میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

ج۔ ماقبل شعراء کے اثرات: ماضی کے عظیم شعری فن پارے عہد موجود کے شعراء پر اثر انگیز ہوتے ہیں' تو بھی فکر و فن کے نئے دروازے کھلتے ہیں۔ اس انداز کی ایک سادہ سی مثال تو یہ ہے کہ مسدسِ حالی سے متاثر ہو کر بعض شعراء نے مسدس لکھے یوں ایک شعری ہیئت کی مقبولیت میں اضافہ ہوا' اس کی پرچھائیاں کسی نہ کسی انداز میں علامہ اقبال کی نظموں شکوہ' جواب شکوہ (جو مسدس ہی کی ہیئت میں لکھی گئی ہیں) میں بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ دوسرا انداز یہ تھا کہ حالی کے خیالات کو اپنی روح میں اتار کر' شعری تجربہ بنا کر دیگر ہیئتوں میں اسے ایک نئی شان سے پیش کیا جائے۔ اقبال کے ہاں ہی خضر راہ' طلوع اسلام اور ساقی نامہ میں اس معتبر شعری عمل کا ارتعاش محسوس کیا جاسکتا ہے۔ بعض اوقات ماضی کی ہیئت کو اپنانا شاعر کی مجبوری بھی بن سکتا ہے۔ مثلاً طرحی مشاعروں میں پیش کیا جانے والا کلام اسی بحر اور ہیئت سے مخصوص ہوگا جس سے طرح کے مصرع کا تعلق ہے۔ ماقبل شعراء نے ہیئتوں کے استعمال میں جو تنوع دکھایا وہ عہدِ موجود کے شعراء کے لئے منارۂ نور ثابت ہوتا ہے اور وہ بھی نئی سے نئی شعری ہیئت میں اپنے فن کا لوہا منوانے کی جتن کرتے ہیں۔ آج ان نعتیہ مجموعوں میں' جو غزلیہ ہیئت پر مشتمل ہیں بہت سی آزاد نظمیں بھی مل جاتی ہیں' کہیں کہیں جاپانی و مغربی شعری ہیئتیں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ انہیں پڑھ کر اور ان سے متاثر ہو کر لکھنے والے ان سے بھی چند قدم آگے بڑھنے کے شوق میں نت نئے ہیئتی تجربے کر سکتے ہیں' یوں ہیئتی تنوع کا ارتقاء جاری و ساری رہتا ہے۔ ڈاکٹر عنوان چشتی کے بقول:

> ''اگر اردو شاعری کے ارتقاء کی تاریخ کو غور سے دیکھا جائے تو وہ ایک مسلسل عمل کی صورت میں مائل بہ ارتقاء نظر آتی ہے۔ اردو شاعری کا یہ ارتقاء شعور کے ارتقاء سے وابستہ ہے............ جب تک شعور مائل بہ ارتقاء رہے گا' شعری ہیئت کا بھی ارتقاء ہوتا رہے گا۔'' ۳۰

د۔ وفورِ جذبات و طبع شاعر نیز موضوع سے مناسبت: کسی بھی نظم کی تخلیق میں کار فرما جذبہ محرکہ' انتخاب ہیئت میں بھی کارگر ہوتا

ہے۔ اردو میں مرثیہ مسدس کے علاوہ مربع اور مثنوی کی ہیئت میں بھی لکھا گیا ہے۔ ایک طویل تجربے کے بعد اردو شعرا نے مرثیے کے لئے مسدس کی ہیئت کا انتخاب کیا۔ مرثیے کا ہر بند ایک خاص منظر' ایک خاص جذبے اور ایک خاص مضمون کی ادائی کے لئے کافی ثابت ہوا۔ چھٹا مصرع اس بند کے عروج (Climax) پر مشتمل ہوتا ہے' جو قاری (یا سامع) پر بھی گہرا اثر ڈالتا ہے۔ پانچ مصرعوں میں فضا بن جاتی ہے اور مصرع اسے انتہا سے ہمکنار کر دیتا ہے۔ یوں مرثیے کا بند بند' جذبے کو ابھارتا چلا جاتا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ مرثیہ نگار کے وفورِ جذبات کے پیشِ نظر' مسدس کی ہیئت کافی مفید و معاون ثابت ہوئی ہے۔ یہی حال دیگر ہیئتوں کے انتخاب کا ہے۔ ریزہ خیالی کو موتیوں کی طرح ایک لڑی میں پرونے کا کام غزل بہتر انداز میں سرانجام دے سکتی ہے۔ ایک مختصر سے خیال کو جذبے کی شدت کے ساتھ پیش کرنے کے لئے رباعی اور قطعہ کی ہیئتیں موجود ہیں۔ وفورِ جذبات صرف نظم کے متن یا مواد ہی میں ظاہر نہیں ہوتا بلکہ اس کی ہیئت میں بھی جلوہ گر ہوتا ہے۔ بعض شاعر طبعاً مختصر گو ہوتے ہیں' وہ عموماً چھوٹی نظم' ہائیکو' رباعی' قطعہ جیسی شعری ہیئتوں میں اظہارِ خیال کرتے ہیں لیکن اگر کسی نے طول بیانی کو کام میں لانا ہے اور کسی واقعہ کو اس کی جزئیات سمیت بیان کرنا ہے تو مثنوی کی ہیئت اس کے کلام کے لئے موزوں ثابت ہوتی ہے۔ سبک اور مدھم مزاج شاعر کے لئے پرشکوہ قصیدہ لکھنا دشوار ہے کیونکہ یہ اصلاً اس کے مزاج سے ہم آہنگ ہیئت نہیں۔ جدت پسند طبع' نت نئی ہیئتوں میں کلام پیش کرتی ہے جبکہ قدیم وضع اور روایت سے چمٹے ہوئے شعراء جدید تر ہیئتوں سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ اگر طبیعت میں انفرادیت کا جذبہ موجود ہو تو شاعر پرانی ہیئتوں میں بھی کوئی نہ کوئی تبدیلی یا اضافہ کر کے ایسی شعری ہیئت اختراع کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے' جو دوسروں کی توجہ کھینچتی ہے۔ علامہ اقبال کے کلام میں ایسے ہیئتی تجربے دیکھے جا سکتے ہیں۔ مثنوی کو مختلف بندوں میں تقسیم کرنا (مثلاً شمع وغیرہ) دو ہیئتوں کے امتزاج سے تیسری ہیئت کی تخلیق (مثلاً قطعہ اور ترکیب بند کے امتزاج پر مشتمل نظم ''شعاعِ امید'' کسی نظم کی مخصوص ہیئت کے برخلاف اس کے آغاز یا آخر میں ایک مصرع یا شعر کا اضافہ کرنا وغیرہ۔

عہدِ موجود میں نعتیہ ادب میں جو ہیئتی تزئین نظر آتی ہے' وہ اپنی مثال آپ ہے۔ مثلاً ماہیا میں عموماً پہلا مصرع غیر متعلق ہوتا تھا اب اکثر ماہیا نگار نعتیہ ماہیے میں اس پہلے مصرع کو بھی ماہیا کا بامعنی اور لازمی جز و بنا رہے ہیں۔ ہائیکو کے مصرعے تو تین ہی ہیں لیکن قوافی کے استعمال نے ان میں رنگارنگی پیدا کر دی ہے۔ یہی حال دیگر درآمدی ہیئتوں کا ہے۔ کسی نظم پارے کے لئے ہیئت کے انتخاب میں اس نظم کا موضوع بھی رہنما قوت کے طور پر سامنے آتا ہے۔ نعتیہ ادب کے حوالے سے لوری' جگری' سلام سے متعلق کلام اس پر شاہد ہے کہ ہیئت اور موضوع ہم آہنگ ہیں۔ دراصل ہر عظیم فن پارہ نہ صرف فکر بلکہ فن (خصوصاً انتخابِ ہیئت) کے حوالے سے بھی شہکار ہوتا ہے۔ اگر موضوع اور نظم کی ہیئت آپس میں مربوط و ہم آہنگ نہیں تو وہ کامیاب تخلیق قرار نہیں دی جا سکتی۔

ڈاکٹر عنوان چشتی نے انتخابِ ہیئت کے سلسلے میں مخاطب کے کردار کا بھی ذکر کیا ہے۔ ایک اچھا شاعر نظم لکھتے ہوئے اپنے قاری یا سامع کے ذوق کا بھی خیال رکھتا ہے:

> ''جس طرح فن پر موضوع' مواد' مقصد' ماحول' میڈیم کا اثر ہوتا ہے اور یہ عناصر ہیئت میں تبدیلی یا توسیع پیدا کرتے ہیں اسی طرح مخاطب بھی بہت سی تبدیلیوں کا سبب بن جاتا ہے۔ فنکار کے سامنے جس طرح کے سامعین ہوتے ہیں' وہ انہی کے واسطے لکھتا ہے۔ ترسیل کی خواہش اور سامعین کے وجود کا احساس فنکار کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے تجربات و خیالات کو ایسی زبان اور ایسے طرزِ بیان میں ادا کرے' جس سے وہ مخاطب کے دل میں اتر جائے۔''۳۱

کچھ لوگ محض دیکھا دیکھی ہیئتی تجربات شروع کر دیتے ہیں۔ اگر صادق جذبہ' فن پر گرفت اور طبعی مناسبت ساتھ نہ ہو' تو نتیجہ منفی ہی نکلتا ہے۔ ڈاکٹر عنوان چشتی نے ایسے تجربات کو نقلی اور جعلی قرار دیا ہے۔۳۲

کوئی ہیئتی تجربہ اسی وقت کامیاب ہو سکتا ہے جب وہ شاعر کے مزاج کا جزو بن کر سامنے آتا ہے۔ حفیظ جالندھری کی مشہور نظم ''شہسوارِ کربلا'' شاعر کے قلبی جوش کی آئینہ دار ہے' اس کا موضوع مرثیہ ہے مگر ہیئت مسدس کی نہیں۔ مسدس کی ہیئت شاید یہاں شاعر کے وفورِ جوش کا اس طرح ساتھ نہ دے سکتی

جیسے اب نظم سے جوش اور روانی ظاہر ہو رہی ہے۔ ہر معیاری تخلیق اسی اصول کے تحت ظہور پذیر ہوتی ہے۔

نعت بطور صنفِ سخن

کیا نعت ایک صنفِ سخن ہے یا محض موضوعاتی شاعری۔ اس ضمن میں اہلِ نقد و تحقیق یک زبان نہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے لکھا:

''نعت کی حیثیت اردو، فارسی شاعری میں صنفِ سخن کی نہیں بلکہ ایک موضوع کی رہی ہے۔''۳۳

ڈاکٹر گیان چند نے اپنی ذاتی رائے دی ہے:

''نعت کی طرح منقبت کے موضوع کو صنف کا درجہ دینے کی ضرورت نہیں۔''۳۴

انہوں نے نعت کو صنفِ سخن کا درجہ نہ دینے کا ذکر (سی حرفی) کی بحث میں بھی کیا ہے۔''۳۵

ڈاکٹر گیان چند کی طرح شمیم احمد نے بھی نعت کو بطور صنفِ سخن تسلیم نہیں کیا۔ انہوں نے نعت جیسی قدیم زندہ فعال ترین، ہمہ گیر اور باوقار صنفِ نازک کو در خورِ اعتناء ہی نہیں سمجھا۔ چنانچہ موضوعاتی، ہیئتی وغیرہ کسی بنیاد پر متعین کسی صنف میں نعت کا ذکر نہیں کرتے۔ کتاب کے آخر میں اصطلاحات و متعلقات شعر میں نعت کا واجبی ساذکر کرتے ہیں اور اسے بالعموم مثنوی وغیرہ لکھنے کے شروع میں لائے جانے والے اشعار سمجھتے ہیں۔ ویسے نعتیہ نظموں اور اس کی معقول روایت کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ بھارت ہی کے سید حسین احمد کے نزدیک:

''نعتیہ شاعری کی اتنی طویل عمر ہونے کے باوجود اسے موضوعاتی شاعری کا ہی درجہ حاصل رہا۔ اسے صنفِ سخن نہیں کہا جا سکتا۔ کیوں کہ نہ ابھی تک اس کا فارم مقرر ہوا ہے اور نہ اجزائے ترکیبی۔''۳۷

اس کے برعکس بعض ناقدین و محققین کا خیال ہے کہ نعت ایک باقاعدہ صنفِ سخن ہے۔ ارشاد شاکر اعوان کے نزدیک:

''نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک محدود صنفِ سخن نہیں۔ اس صنف نے دعویٰ کیے بغیر ہر دور میں ''روحِ عصر'' کی ترجمانی کے فرائض دیگر کسی بھی صنفِ سخن سے بڑھ کر انجام دیے۔''۳۸

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کا خیال ہے:

''۔۔۔ نعت ایک مستقل صنفِ سخن ہے۔ نازک تر اور نہایت قیمتی نکتہ یہ ہے کہ نعت ہر ہیئت اور فارم (Form) میں لکھی جا سکتی ہے، یوں ہر صنف، صنفِ نعت کے حکم میں داخل ہے۔''۳۹

مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی، نعت کو باقاعدہ صنفِ سخن نہ ماننے والوں سے ایک دوسرے انداز سے پوچھتے ہیں:

''اردو معاشرے میں اصنافِ سخن کی تعریف و تقسیم سے پہلے بھی نعت تھی جبکہ اردو نہیں تھی اور نعت تھی۔ شاعری میں غزل، نظم، رباعی، مرثیہ وغیرہ کی تقسیم سے پہلے نعت تھی۔۔۔ نعتیہ غزل یا نعتیہ رباعی کے نام تو بہت بعد کے دور میں لکھے، پکارے گئے ہیں، اس پہلے سے موجود صنف کو کیا کہا جائے گا۔''۴۰

ادبی مجلّہ نقوش کے مدیر محمد طفیل نے لکھا:

''نعت معتبر صنفِ شاعری ہے۔ اس کے اصول اور معیار، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں مقرر ہوئے، بعض شاعروں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اصلاح دی، انعام و اکرام سے نوازا۔''۴۱

اردو میں نعت کے اولین محقق ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے شاعری کی بلحاظ بحر، وزن، قافیہ ردیف وغیرہ تقسیم سے اختلاف کرتے ہوئے مضمون اور معنی کے حوالے سے اصناف کی تقسیم پر زور دیا۔۴۲ اپنے پی ایچ۔ ڈی کے مقالے کے آخر میں وہ اپنی تحقیق کا خلاصہ لکھتے ہیں:

''نعتیہ شاعری کو بحیثیتِ نوعِ سخن پرکھا گیا ہے۔''۴۳

اس جملے سے صاف واضح ہے کہ وہ نعت کو نوعِ سخن سمجھتے تھے، نوعِ سخن دراصل صنفِ سخن ہی ہے۔ ان کی متعلقہ عبارات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو احساس ہوتا ہے کہ وہ نعت کو ایک باقاعدہ صنفِ سخن مانتے ہیں جس کا انحصار معنی (مواد یا موضوع) پر ہے۔

نعت کے دوسرے قابلِ ذکر محقق ڈاکٹر ریاض مجید نے نعت کی صنف کے طور پر شناخت کے حوالے سے کوئی بحث نہیں کی، البتہ ان کے مقالے کے بعض مندرجات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ نعت کو صنف مانتے ہیں۔

''.........خلاصۂ کلام یہ ہے کہ نعت متنوع موضوعات اور رنگا رنگ مضامین کی حامل صنف ہے۔''۴۴

ڈاکٹر عاصی کرنالی حمد اور نعت، دونوں کو الگ الگ صنفِ سخن مانتے ہیں، ان کے مقالے میں متعدد صفحات میں اس کا اظہار ہوا ہے (اگرچہ انہوں نے

بھی حمد و نعت کے بطور صنفِ سخن تعین پر الگ سے کوئی بحث نہیں کی اور نعت (یا حمد) کو باقاعدہ صنفِ سخن نہ ماننے والوں کا رد نہیں کیا' بہرحال وہ ذاتی طور پر نعت کو صنفِ سخن ہی مانتے ہیں:

"......اگرچہ نعت پر یونیورسٹیز کی سطح پر تحقیقی کام ہو چکا ہے اور حمد پر بھی تحقیق کا آغاز ہو چکا ہے' لیکن دونوں اصناف میں یعنی حمد و نعت کے تحقیقی عمل میں یہ اہم اور وقیع رخ مدِ نظر نہیں ہے......" ۴۵؎

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی عربی شاعری کے موضوعات کے حوالے سے اگرچہ نعت کو مدح کا حصہ مانتے ہیں مگر اسے الگ صنف بھی مانتے ہیں۔ "مدحِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصنافِ سخن کے حوالے سے مدح کا حصہ ہے مگر اپنی مخصوص ہیئت اور عناصرِ ترکیبی کے لحاظ سے ایک بلند تر صنفِ سخن ہے۔" ۴۶؎
انور جمال کے نزدیک:

"نعت موضوع کے اعتبار سے صنفِ شاعری ہے اور اس کا موضوع سرورِ کائنات کی مدح ہے۔" ۴۷؎

بعض محقق نعت کی مخصوص ہیئت متعین نہ ہونے کے باعث اسے صنفِ سخن نہیں مانتے لیکن اس کی ہمہ گیر وسعت اور ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی کی تحریر سے مترشح ہوتا ہے۔ جن کے نزدیک نعت صنفِ سخن پہلے تو معروف نہیں تھی البتہ اب اس کی حیثیت صنف کی ہو گئی ہے:

"اردو شاعری میں نعت کا فن ایک مستقل صنفِ سخن کی حیثیت سے معلوم و معروف نہیں رہا ہے اس لیے کہ نعت کی ہیئت متعین نہیں ہے بلکہ مختلف ہیئتوں میں اس کے موضوع کو برتا گیا ہے اور اپنی فکری اور فنی خصوصیات کے باعث اس کی حیثیت اب ایک صنفِ سخن کی ہو گئی ہے۔" ۴۸؎

مندرجہ بالا آرا سے ظاہر ہے کہ کچھ نقاد و محقق دوٹوک انداز میں نعت کو صنفِ سخن نہیں مانتے' کچھ اسے باقاعدہ اور اصولی صنفِ سخن مانتے ہیں اور کچھ گومگو کی حالت میں ہیں۔ مندرجہ بالا متضاد آرا کا سبب شعر کی اقسام اور درجہ بندی کا غیر واضح تصور ہے۔ شمیم احمد نے بجا لکھا ہے کہ "ہماری کلاسیکی کتب میں اقسامِ شعر کی درجہ بندی کچھ اس انداز سے کی گئی ہے کہ صنف و ہیئت کا تصور واضح نہیں ہو پاتا۔" ۴۹؎

ابہام کی وجہ یہ ہے کہ جن نقادوں کے ہاں انواعِ سخن کی بنیاد صرف ہیئت و اجزائے ترکیبی ہیں وہ موضوع کو صنف کے تعین کی بنیاد نہیں مانتے۔ شمیم احمد نے مندرجہ بالا بیان نجم الغنی کی بحر الفصاحت کے حوالے سے دیا ہے جبکہ صورتِ حال یہ ہے کہ بحر الفصاحت کے بہت بعد لکھی جانے والی بعض کتب میں بھی یہ ابہام و اشکال موجود ہے۔ مثال کے طور پر آغا محمد باقر نے اصناف و اقسامِ شاعری درج ذیل بتائی ہیں:

"(۱) غزل (۲) قصیدہ (۳) قطعہ (۴) رباعی (۵) مثنوی (۶) مستزاد (۷) ترجیع بند (۸) ترکیب بند (۹) مربع (۱۰) مخمس (۱۱) مسدس (۱۲) واسوخت (۱۳) تاریخ (۱۴) فرد (۱۵) کلیات (۱۶) نعت۔ ۵۰؎

اقسامِ شعر کی یہ درجہ بندی موضوع اور ہیئت دونوں کے پیشِ نظر تیار کی گئی ہے لیکن پھر بھی اسے حتمی نہیں کہا جا سکتا۔ آغا محمد باقر کی اس تقسیم میں کئی الجھنیں ہیں۔ مثلاً

ا۔ اس تقسیم میں کسی مخصوص ترتیب کا خیال نہیں رکھا گیا۔

ب۔ موضوع اور ہیئت کے اعتبار سے انواعِ شعر کی درجہ بندی نہیں کی گئی۔

ج۔ خاصی نامکمل ہونے کے علاوہ بھی اس میں کئی تسامح ہیں۔ مثلاً کلیات کو ایک قسم لکھا گیا ہے حالانکہ کلیات نظم کی قسم ہرگز نہیں بلکہ کسی شخص کی تصانیف کے یکجائی مجموعے کو کہتے ہیں۔ کلیات کہ جزئیات کی نقیض ہے' کا اطلاق منظوم تصانیف' مجموعہ ہائے دواوین کے علاوہ نثری تصانیف کے مجموعے پر بھی ہو سکتا ہے۔ ۵۱؎ بہرحال یہ ضرور ہے کہ آغا باقر کی یہ فہرست اپنے پیشرو منشی دبی پرشاد سحر سے زیادہ مفصل ہے۔ دبی پرشاد سحر نے نثر کے مقابلے میں نظم کی درج ذیل دس اقسام کا ذکر کیا تھا۔ "(۱) فرد (۲) غزل (۳) قصیدہ (۴) تشبیب (۵) رباعی (۶) قطعہ (۷) مثنوی (۸) ترجیع بند (۹) مسمط (۱۰) مستزاد۔" ۵۲؎

ایک لحاظ سے یہ فہرست مختصر و نامکمل ہونے کے باوجود آغا باقر کی فہرست سے بہتر ہے کیونکہ آغا باقر کے ہاں اگرچہ نعت کو تو باقاعدہ صنفِ سخن مانا گیا ہے' لیکن مسمط کی مختلف شکلوں جیسے مربع' مخمس اور مسدس کو الگ اقسام تصور کیا گیا ہے' جبکہ یہ قباحت منشی دبی پرشاد کے ہاں نہیں ملتی' لیکن منشی دبی پرشاد نے تشبیب (جو اصلاً قصیدے کا ایک حصہ ہے) کو بھی الگ قسم قرار دے کر غلطی کی ہے۔ مولانا محمد غیاث الدین نے قصیدے کے ابتدائی حصے کو تشبیب کہہ کر واضح کیا ہے کہ "تشبیب ...... باصطلاح شعراء آنچہ در ابتدائے قصیدہ قبل از مدحِ ممدوح بیتے چند در بیان عشق ذکر کنند چرا کہ شاعر بذکر آتش شوق را اشتعال می دہد۔" ۵۳؎

درج بالا شواہد سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایک عرصے تک شعر کی اقسام وانواع نیز اصناف کا تصور اردو مصنفین کے ہاں غیر مبہم، جامع اور کامل تر انداز میں دکھائی نہیں دیتا۔ مندرجہ بالا دونوں فہرستوں میں بھی آغا باقر کے ہاں نعت بطور قسم شعر موجود ہے جبکہ منشی دیبی پرشاد سحر نے نعت کا ذکر تک نہیں کیا۔ اردو شعر کی انواع واصناف کی درجہ بندی کے قابلِ قبول حل تک پہنچنے کے لیے سب سے پہلے صنف اور ہیئت کے معنوی فرق کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا نے صنف اور ہیئت کے فرق کو وضاحت سے پیش کیا ہے' ان کے نزدیک:

> ''انگریزی میں ہیئت اور صنف دونوں کے لئے ایک ہی لفظ مستعمل ہے اور وہ ہے فارم (Form) مگر اردو میں ہیئت اور صنف کے الفاظ الگ الگ مفہوم رکھتے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ بہت سے زود نویس نقادوں نے اکثر ہیئت اور صنف کو متبادل الفاظ سمجھ کر استعمال کیا ہے......... ہیئت' کسی نظم کی ظاہری شکل وصورت کو کہتے ہیں جیسے مثلث' مربع' مخمس' مسدس' مثمن' معشر' ترکیب بند' ترجیع بند وغیرہ......... اور یہ ساری شکلیں ترتیبِ قوافی سے پہچانی جاتی ہیں۔ مواد یا موضوع کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے برعکس صنف کا مطلب نوع' قسم وغیرہ ہے۔ گویا ہیئت ظاہری شکل ہے مگر صنف ظاہر شکل اور داخلی خصوصیت کا نام ہے۔''[۵۴]

جیسا کہ اس اقتباس سے بھی واضح ہے کہ ہیئت' ظاہری شناخت یعنی شکل وصورت (Structure) ہے۔ ہیئت کی شناخت بعض اوقات قافیوں کی خاص ترتیب سے ہوتی ہے' مثلاً مثنوی' مثلث' مربع وغیرہ اور کبھی اس کے علاوہ مخصوص بحروں کا بھی التزام کیا جاتا ہے۔ مثلاً رباعی' ہائیکو وغیرہ۔ صنف میں ظاہری شکل وصورت کے علاوہ موضوع بھی قابلِ لحاظ ہوسکتا ہے۔ موضوع یا مواد کا تعلق نفسِ مضمون سے ہوتا ہے (مثلاً حمد' نعت' مرثیہ' منقبت' شہر آشوب' واسوخت وغیرہ)

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے نظم اور نثر کو ادب کی دو اساسی شاخیں تسلیم کرتے ہوئے نظم کی تقسیم اور اصنافِ سخن کے لئے سب سے پہلا اصول موضوع کو قرار دیا اور بلحاظ موضوع شاعری کی درجہ بندی بھی کی۔ ان کے نزدیک وہ اصنافِ شعر جن کا تعین کسی خاص ہیئت پر نہیں بلکہ موضوع پر ہوتا ہے' کل دس ہیں: ''(۱) حمد (۲) نعت (۳) غزل (۴) قصیدہ (۵) مرثیہ (۶) شہر آشوب (۷) واسوخت (۸) ریختی (۹) پیروڈی (۱۰) گیت۔''[۵۵] اس فہرست میں بعض اصناف کچھ لوگوں کے لئے شدید اختلاف کا باعث بن سکتی ہیں۔ خصوصاً مرثیہ اس بات پر تو ہر ایک کا اتفاق ہے کہ مرثیہ یقیناً ایک صنفِ سخن ہے لیکن بعض نقاد سوچتے ہیں کہ اسے موضوعاتی بنیاد پر صنف کیوں قرار دیا گیا جبکہ اصلاً یہ ہیئتی اعتبار سے صنف ہے۔ نہ صرف یہ کہ اس کی ہیئت (متعین) ہے بلکہ اس کے اجزائے ترکیبی بھی طے شدہ ہیں یعنی (۱) چہرہ (۲) سراپا (۳) رخصت (۴) آمد (۵) رجز (۶) جنگ/رزم (۷) شہادت (۸) بین۔

عصرِ حاضر میں بھارت کے سید حسین احمد نے نعت کے متعلق کھل کر لکھا ہے کہ نعت کو محض موضوعاتی شاعری کا درجہ حاصل رہا ہے' صنفِ سخن کا نہیں۔ اس کی وجہ انہوں نے یہ بتائی کہ مرثیے کے برعکس چونکہ نعت کا فارم مقرر نہیں اور نہ اجزائے ترکیبی متعین ہیں۔ لہٰذا مرثیہ تو صنفِ سخن ہے' نعت نہیں۔ وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ آغاز میں مرثیے مختلف ہیئتوں میں لکھے جاتے رہے۔ پھر ایک وقت آیا کہ مرثیہ کے لئے ایک خاص ہیئت ایک شخص نے مقرر کر دی ایک اور شخص نے اس کے اجزائے ترکیبی مقرر کر دیے' یوں مخصوص ہیئت اور اجزائے ترکیبی کی شناخت کے بعد مرثیے نے صنفِ سخن کا درجہ حاصل کر لیا۔ ان کے لفظوں میں:

> ''.........عہدِ سودا سے قبل مرثیہ کا کوئی فارم مقرر نہیں تھا اور نہ ہی اجزائے ترکیبی متعین تھے۔ مرثیے' غزل' مثنوی' مربع' ترکیب بند' ترجیع بند' مخمس اور رباعی وغیرہ کی شکل میں لکھے جاتے تھے لیکن سودا نے اس صنف کے لئے مسدس کا فارم مقرر کیا۔ میر ضمیر نے اس کے اجزائے ترکیبی چہرہ' سراپا' رخصت' آمد' رجز' جنگ' شہادت اور بین مقرر کیے۔''[۵۶]

قطع نظر اس سے کہ سودا سے پہلے سودا کے معاصر سکندر نے مرثیے کے لئے مسدس کا فارم مقرر کیا تھا۔[۵۷] سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مرثیہ واقعی مختلف شعری ہیئتوں میں لکھا جاتا رہا اور سکندر (نیز سودا) نے اس کی ہیئت مسدس مقرر کر دی اور میر ضمیر نے اس کے اجزائے ترکیبی مقرر کر دیے' تو یہ نیک کام کوئی دوسرا کیوں نہیں کر سکتا؟ اور علامہ اقبال نے اپنی والدہ کی وفات پر جو نظم لکھی' وہ مثنوی کی ہیئت میں ہو کر بھی بہرحال مرثیہ ہی ہے حالانکہ یہ نظم مرثیے کے مخصوص اجزائے ترکیبی کی بھی حامل نہیں۔ اگر یہ دلیل دی جائے کہ بے شک علامہ اقبال اور ان سے پہلے بھی لوگوں نے مرثیہ' مسدس کی ہیئت سے ہٹ کر لکھا ہے لیکن چونکہ عہدِ سودا کے بعد اکثر وبیشتر مرثیے مسدس کی ہیئت میں لکھے گئے ہیں لہٰذا' کثرتِ تعداد کے باعث اب اسے باقاعدہ صنف مان لیا جائے تو پھر اس کا کیا جواب کہ نعت بھی سب سے زیادہ غزلیہ ہیئت میں لکھی گئی ہے' اسے بھی صنفِ سخن کیوں نہ مان لیا جائے؟

سید حسین احمد کے دعویٰ کی تردید شفقت رضوی نے کی ہے۔ ان کا خیال ہے:

''صنف کا تعین کرنے والے بھی ہم آپ ہیں اور یہ بھی تاریخی صداقت ہے کہ وقت کے ساتھ قدریں' اصول' اصطلاحات میں سہولت مزید کی خاطر تبدیلیاں کر دی جاتی ہیں۔ اگر اس سے بہتر مقصد حاصل ہوسکتا ہے تو اس میں برائی کیا ہے۔ اب تک یہی کہا جاتا رہا کہ ہیئتِ ظاہری سے صنف کا تعین ہوتا ہے۔ سودا کے بعد مرثیہ کے لئے مسدس کی ہیئت مقرر کی گئی۔ اس دور سے اب تک مرثیہ' مسدس کی صورت میں لکھا جا رہا ہے لیکن ایک عالم ہو یا عامی وہ مرثیہ کو دیکھ کر مرثیہ ہی کہے گا' مسدس نہیں کہے گا۔ گویا اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوتی ہے کہ اگر موضوعِ سخن واقعاتِ کربلا ہیں تو وہ مرثیہ ہے۔ سودا سے قبل بلکہ ان کے عہد میں میر نے مرثیے کہے۔ اس کے ہر بند میں چار مصرعے ہیں۔ آج بھی انہیں ''مراثی میر' یا ''میر کے مرثیے'' ہی کہا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ صنف کا تعین ہیئت ظاہری کی بناء پر بھی ہوسکتا ہے اور موضوعِ سخن کے حوالے سے بھی۔''۵۸

شمیم احمد نے اردو شاعری کی درجہ بندی اور تعینِ اصناف میں موضوع کے علاوہ ہیئت کو بھی مدِ نظر رکھنے پر زور دیا ہے۔

''ہمیں اصنافِ سخن کی درجہ بندی میں مواد اور موضوع کے دوش بدوش ہیئت کو بھی بقدرِ ضرورت اہمیت بلکہ خاصی اہمیت دینا پڑے گی۔''۵۹

وہ ہیئت کو خاصی اہمیت دینے کا جواز بھی بتاتے ہیں۔

''ہیئت کی بناء پر اصنافِ سخن کی درجہ بندی کا بہر حال ایک منطقی جواز ضرور ہے اور وہ یہ کہ اس طرح اصناف کی تعداد محدود اور قابو میں رکھی جاسکتی ہے۔ موضوعات چونکہ ہیئتوں کے مقابلہ میں لامحدود ہوتے ہیں لہٰذا اگر خالصتاً انہی کو صنفی شناخت کا اصول و معیار قرار دیا گیا' تو اس سے اصناف کی تعداد غیر ضروری طور پر بڑھ جانے اور انتشار پیدا ہونے کا خدشہ لاحق ہوسکتا ہے۔''۶۰

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی نقاد اصنافِ سخن کے بڑھ جانے کا قائل نہ ہو اور اصنافِ شعر کو کسی خاص حد سے زیادہ پھیلتے نہ دیکھنا چاہتا ہو تو کیا وہ اپنے انتقادی منصب سے تجاوز تو نہیں کر رہا؟ اصنافِ شعر کی تشکیل' تعداد اور ترویج تو شاعر کا مسئلہ ہے۔ نقاد کا تو یہ سرے سے مسئلہ ہی نہیں۔ اقسامِ شعر کو کسی خاص تعداد کے اندر مقید رکھنا تا کہ وہ پھیل کر انتشار پیدا نہ کریں اور اصل نقاد کے اختیار' حقوق یا فرائض میں شامل نہیں۔ بہر حال شمیم احمد موضوع یا مواد کو صنف کے تعین میں ملحوظ رکھنے کے مکمل طور پر حامی نہیں ہیں۔

''یہ مطالبہ کہ اصنافِ سخن کو محض مواد یا موضوع کے لحاظ سے درجہ بند کیا جائے' پوری طرح درست اور نا قابلِ قبول نہیں۔''۶۱

جب انہوں نے اردو شاعری کی محض ہیئت کی بنیاد پر درجہ بندی پر نظر ڈالی' تو یہ اصناف ان کے سامنے آئیں: غزل' قصیدہ' مثنوی' مسمط' رباعی' ترکیب بند' ترجیع بند' مستزاد' فرد'۔ اس فہرست میں مرثیہ کو شامل نہ پا کر انہیں دکھ ہوا اور انہوں نے لکھا:

''مرثیے کو اصنافِ سخن میں شامل نہ کرنا یقیناً زیادتی ہے۔''۶۲

یہیں سے شمیم احمد کی اصل الجھن شروع ہوتی ہے۔ الجھن یہ ہے کہ وہ مرثیے کو مختلف شعری ہیئتوں میں لکھے جانے کے باعث اسے ہیئتی حوالے سے صنف قرار نہیں دے سکتے لیکن مرثیہ کو اصناف کی فہرست سے باہر بھی برداشت نہیں کرتے۔ آخر کار اس مسئلے کا جو حل انہیں سوجھا' قابلِ غور ہے:

''قصیدے کو بھی مرثیے کی مانند صنف کا درجہ اس کے موضوع کی وجہ سے حاصل ہونا چاہیے۔''۶۳

یہ ایک محقق کی الجھن تھی' حل ہوئی تو انہوں نے ایک قانون بھی بنا دیا۔

''یہ جواز (کہ موضوع کو اصنافِ سخن کی درجہ بندی کا اصول و معیار نہیں ہونا چاہیے) ان صورتوں میں بہر حال قابلِ قبول نہیں ہوسکتا جہاں کوئی موضوع ہماری شعری روایت کا ایک حاوی رجحان بن چکا ہو اور اس کی وجہ سے کوئی صنفِ سخن وجود میں آنے کے بعد اپنی مستقل شناخت بنا چکی ہو' تو اس معاملے میں جب بھی صنفی شناخت کی گفتگو ہوگی تو اس کے موضوع ہی کو بنائے ترجیح قرار دیا جائے گا۔''۶۴

شمیم احمد کے بنائے ہوئے اسی اصول کے مطابق اگر مرثیہ ایک صنفِ سخن ہے تو نعت بھی یقینی طور پر صنفِ سخن ہے۔ اگر ہم اس حقیقت کو اصول بنا لیں کہ صنفِ سخن کا تعین موضوع کے حوالے سے بھی ہوسکتا ہے اور ہیئت کے حوالے سے بھی' (بلکہ دونوں کے اشتراک سے بھی) تو نہ کوئی الجھن پیدا ہوگی نہ کسی صنف سے زیادتی ہوگی۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے اسی اصول کے تحت جب موضوعاتی اصنافِ سخن کی فہرست بنائی تو اس میں مرثیہ کو بھی شامل کیا۔ حمد کو بھی نعت کو بھی۔''۶۵

مندرجہ بالا شواہد سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ نعت ایک باقاعدہ اور باوقار صنفِ سخن ہے۔ جس کا دارومدار موضوع پر ہے اور جسے شعر کی ہر ہیئت میں لکھا جاسکتا ہے پانی جس برتن میں ڈالا جائے اسی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ نعت بھی جس ہیئت میں لکھی جائے گی' ظاہری شناخت اسی کے مطابق رکھے گی لیکن اصلاً وصفاً نعت ہی کہلائے گی۔

اردو شاعری کی اقسام

گزشتہ صفحات میں درج شواہد سے واضح ہو جاتا ہے کہ اردو شاعری کی درجہ بندی اور اقسام کا تعین درج ذیل بنیادوں پر ہو سکتا ہے۔
(۱) موضوع (۲) ہیئت (۳) موضوع اور ہیئت کا اشتراک
شمیم احمد کے نزدیک بعض اصناف کی ''شناخت نہ موضوع پر منحصر ہے نہ ہیئت پر' بلکہ وہ اپنے مخصوص تہذیبی و تمدنی مزاج کی بناء پر صنف کا درجہ پاتی ہیں۔ مثلاً نظم اور گیت۔'' ۶۶ ڈاکٹر گیان چند نے شمیم احمد کی اس بات کو رد کیا ہے ان کے نزدیک:

''تہذیبی و تمدنی مزاج تو مرثیہ' بارہ ماسہ' شہر آشوب بلکہ قصیدہ اور غزل تک میں ہویدا ہے۔ ایسی کوئی صنف قائم نہیں کی جاسکتی جس میں ہیئت اور موضوع میں کم از کم ایک کا امتیاز نہ ہو۔'' ۶۷

ڈاکٹر گیان چند' شمیم احمد کی اس بات سے تو اتفاق کرتے ہیں کہ نظم کی نہ ہیئت مقرر ہے' نہ موضوع لیکن ان کا اصرار صرف یہ ہے کہ جب نظم اور گیت کا کوئی مخصوص موضوع ہے نہ ہیئت تو پھر اسے صنف کیوں قرار دیا جائے۔'' ۶۸

جیسے پورے ادب کو نظم اور نثر کے دو گروہوں (زمروں) میں تقسیم کیا جاسکتا ہے' اسی طرح پوری شاعری کو غزل اور نظم میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ غزل کی داخلی پہچان' ریزہ خیالی اور نظم کی معنوی تسلسل اور وحدت ہے۔ اسے نظم کا قدیم تصور قرار دے سکتے ہیں۔ نظم کا جدید تصور' وہی ہوگا جسے کسی مخصوص موضوع یا ہیئت سے تعلق نہیں ہوتا۔ اس تصور کے تحت نظم میں ہر موضوع اور ہر شعری ہیئت کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ ایک خاص موضوع پر نظم کہنے کی تاریخ بھی بہت پرانی ہے۔ دکن کے قلی قطب شاہ کے ہاں موضوعاتی نظمیں ملتی ہیں۔ نظیر اکبر آبادی کا کلیات ایسی موضوعاتی نظموں کی خاص بہار دکھاتا ہے۔ انجمن پنجاب لاہور کی تحریک سے موضوعاتی نظموں کا سلسلہ بڑی تیزی سے آگے بڑھتا ہے۔ آج موضوعاتی نظمیں شعر کے بہت بڑے سرمایے پر مشتمل ہیں۔ دواوین و مجموعہ ہائے سخن کے علاوہ رسائل و جرائد (بلکہ اخبارات) تک' موضوعاتی نظمیں کثرت سے مل جاتی ہیں جو معروف معانی میں بر بنائے موضوع مرثیہ' واسوخت' شہر آشوب ہیں نہ بر بنائے ہیئت غزل یا رباعی۔ ان کی بے پناہ کثرت اور ہمہ گیری کے پیشِ نظر انہیں شعری اقسام ہی سے خارج کرنا قرینِ انصاف نہیں۔ گیان چند' شمیم احمد کی اس بات سے تو متفق ہیں کہ واقعی نظم کی نہ ہیئت مقرر ہے اور نہ موضوع لیکن وہ شمیم احمد کی طرح نظم کو الگ صنف یا قسم ماننے پر تیار نہیں اور (جیسا کہ اوپر درج کیا گیا) اس کی وجہ صرف یہ بتاتے ہیں کہ نظم کے لئے کوئی مخصوص موضوع یا ہیئت مقرر نہیں۔ یہیں سے دونوں کے راستے الگ الگ ہو جاتے ہیں۔

راقم الحروف کے نزدیک اگرچہ شمیم احمد اور گیان چند کی یہ رائے درست ہے کہ نظم کے لئے کوئی خاص ہیئتِ شعری یا خاص موضوع مقرر نہیں لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ ایسی نظم کی کوئی ہیئت نہ ہو اور اس کا کوئی موضوع بھی نہ ہو۔ گویا موضوع بھی ہوتا ہے اور ہیئت بھی ہوتی ہے (بے شک وہ نظمِ آزاد بلکہ نثری نظم ہی کیوں نہ ہو)۔ فرق صرف یہ ہے کہ موضوع اور ہیئت کے انتخاب میں شاعر کو اختیار ہے کہ جو موضوع چاہے' اپنی نظم کا عنوان بنائے اور جس ہیئت میں چاہے لکھے۔ یوں اصل فرق یہ سامنے آئے گا کہ اگر شعر کی دیگر اصناف کی ہیئت یا موضوع پہلے سے متعین ہے تو جدید نظم میں انتخاب موضوع و ہیئت کو شاعر کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اگر اس حقیقت کو تسلیم کر لیا جائے تو شمیم احمد اور گیان چند کے ہاں اختلاف بھی نہیں رہے گا۔ ''نظم'' بطور اصطلاح اگرچہ غزل کے مقابل تسلسل خیال پر مشتمل شاعری کا ایک گروہ یا زمرہ (Group) ہے لیکن کسی خاص موضوع پر من پسند ہیئت میں لکھی گئی شعری کاوش کو بھی سادہ لفظوں میں محض نظم ہی کہا جائے گا۔ آسانی کے لئے اسے نظمِ جدید بھی کہا جاسکتا ہے جیسا کہ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے اصناف کے تعین و تجربہ کے لئے موضوع یا خیال اور ہیئت یا فارم (Form) کا ذکر کرتے ہوئے ایک تیسری بنیاد کا بھی ذکر کیا ہے' جس کا نام ان کے نزدیک ''نظمِ جدید'' ہے:

''بہ لحاظ موضوع اور بہ لحاظ ہیئت شاعری کی جتنی بھی اقسام ہیں' ''نظمِ جدید'' ان میں سے کسی کی ذیل میں بھی نہیں آتی۔ وہ اپنی حیثیت و نوعیت میں جملہ اصناف شعر میں جدا اور منفرد ہے۔'' ۶۹

''نظمِ جدید'' کا نام بھی اچھا ہے لیکن قدیم اور جدید کے حوالے ہر دور میں بدلتے رہتے ہیں (آج کا جدید مستقبل میں قدیم ہو جاتا ہے) لہٰذا قدامت و جدت کی الجھن سے بچنے کے لیے کوئی اور نام بھی زیرِ غور لایا جاسکتا ہے مثلاً خاص نظم وغیرہ۔ مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں

اصنافِ شعر کے تعین سے پہلے ضروری ہے کہ ان بنیادوں پر ایک نظر ڈالی جائے جو کسی شعری ہیئت کے تعین کا باعث ہیں۔ ڈاکٹر گیان چند اس ضمن میں درج ذیل چار بناؤں کا ذکر کرتے ہیں:

۱۔ قافیہ: یہ اہم ترین بنیاد ہے، جس سے نظم کا بند اور خارجی ہیئت طے ہوتی ہے۔

۲۔ بحر: اس کی بناء پر رباعی، ہندی سے مستعار اصناف مثلاً دوہا، کبت وغیرہ نیز آزاد نظم کی شناخت ہوتی ہے۔

۳۔ طول و اختصار: بعض اصناف کی تعیین میں مصرعوں کی تعداد، نظم کا اختصار وغیرہ بھی اہم ہوتے ہیں۔ مثلاً ہائیکو میں تین سطریں، مختصر نظم میں ایک سے لے کر چار پانچ مصرعے، رباعی، کبت، جھولنا، چوپدا میں چار مصرعے، سانیٹ میں ۱۴ مصرعے متعین ہیں۔ بحرِ طویل کا مصرع ڈیڑھ دو صفحے کا بھی ہو سکتا ہے۔

۴۔ زبانیں: دو زبانوں کے میل سے دولسانی ریختے بنتے ہیں۔ سودا کے مسدس، دہرہ بند میں اردو ہندی کا میل اسے دوسرے عام مسدس سے الگ کر دیتا ہے۔ بعض مرثیوں میں تین زبانوں عربی، فارسی، اردو کے اشعار ہیں۔''۰ے

ہیئت کے تعین کے لئے قافیہ اور بحر ناگزیر ہیں۔ تیسرے نمبر کے عنوان ''طول و اختصار'' کی جگہ الفاظ ''مصرعوں کی جسامت اور تعداد'' زیادہ مفید مطلب ہیں۔ چوتھے نمبر پر زبانوں کو رکھا گیا ہے۔ صنف کے تعین کے لئے یہ بناء محض تکلف ہے۔ اردو مصرع یا شعر کے ساتھ کسی دوسری زبان میں مصرع لانا، یا ایک ہی مصرع میں دو زبانوں کا اجتماع ہیئت کی تعیین کے لئے لازم نہیں بلکہ یہ ایک صنعت ہے جسے صنعت تلمیع کہا جاتا ہے۔ شمس بریلوی نے اس صنعت کا تعارف یوں کرایا ہے:

''صنعتِ تلمیع ۔۔۔ ایسی لفظی صنعت ہے، جس میں شاعر کسی دوسری زبان کے جملے یا مقولے استعمال میں لائے۔''اے

سرسوتی سرن کیف کے بقول:

''تلمیع ۔۔۔ ایک صنعت لفظی ہے اس میں کسی شعر یا مصرعے میں دو یا دو سے زیادہ زبانوں کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں، جیسے امیر خسرو کے نام سے مشہور غزل، جس کا مطلع ہے

زحالِ مسکیں مکن تغافل درائے نیناں بنائے بتیاں
کہ تابِ ہجراں نہ دارم اے جاں نہ لیہ کاہے لگائے چھتیاں''۲ے

چونکہ لفظی صنعت کو صنف کے تعین کی بنیاد قرار نہیں دیا جا سکتا لہٰذا ڈاکٹر گیان چند کے نکتہ نمبر ۴ کے اندراج کو رد کرنا پڑے گا۔ یہ کوئی ضد نہیں بلکہ خود ڈاکٹر گیان چند کا اپنا اصول بھی یہی ہے کہ وہ صنعت کو صنف نہیں مانتے۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق نے کلیاتِ ولی مرتبہ احسن مارہروی کے ''التماس'' میں لکھا تھا کہ چار در چار کی صنف قدیم زمانے میں رائج تھی، اب رائج نہیں رہی۔ ڈاکٹر گیان چند نے اس بات کو یہ کہہ کر رد کر دیا تھا کہ چار در چار اصلاً کوئی صنف نہیں بلکہ ایک صنعت ہے، جس کا دوسرا نام مربع ہے۔ ۳ے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صنعت کو صنف نہیں مانا جا سکتا۔ اگر صنعت کو صنف نہیں مانا جا سکتا تو بنائے صنف بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لہٰذا ''زبانیں'' کے حوالے سے صنعتِ تلمیع یا تلمع سے قطع نظر درج ذیل عناصر ہی کو کسی شعری ہیئت کی ظاہری تشکیل میں بنیاد قرار دیا جا سکتا ہے۔

۱۔ قافیہ: جیسے غزل، ترکیب بند وغیرہ میں

۲۔ بحر: جیسے رباعی، دوہا، ہائیکو وغیرہ میں

۳۔ مصرعوں کی جسامت اور تعداد جیسے سانیٹ، ماہیا وغیرے میں۔

مندرجہ بالا نکات کی روشنی میں درج ذیل چار قسم کی اصناف سخن سامنے آتی ہیں۔

ا۔ **موضوعاتی اصناف:** وہ اصناف جن کی شناخت موضوع ہے، ظاہری ہیئت نہیں۔ مثلاً حمد، نعت، مرثیہ، واسوخت، شہر آشوب

ب۔ **ہیئتی اصناف:** وہ اصناف جن کی شناخت ظاہری ہیئت ہے، موضوع نہیں۔ مثلاً غزل، رباعی، مسمط (مثلث، مربع، مخمس، مسدس، مسبع، مثمن، متسع معشر) فرد، ترکیب بند، ترجیع بند، مستزاد

ج۔ **موضوعاتی ہیئتی اصناف:** وہ اصناف جن کی شناخت مخصوص موضوع اور مخصوص ہیئت ہے۔ مثلاً مثنوی، قصیدہ۔

د۔ **اختیاری اصناف:** وہ اصناف جن کے لئے کوئی مخصوص موضوع یا شعری ہیئت پہلے سے مقرر نہیں بلکہ موضوع اور ہیئت

کے انتخاب میں شاعر کو اختیار ہے کہ جس موضوع پر جس ہیئت میں چاہے آزادی سے لکھ سکے' چاہے تو ذہنی اپج سے خود نئی ہیئت تخلیق کرے مثلاً نظم، گیت (یہاں واضح رہے کہ راقم الحروف نے معروضی و موضوعی اصطلاحات سے خلط ملط ہونے کے پیش نظر موضوعی کی جگہ موضوعاتی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ نیز چوتھی قسم کا نام خود رکھا ہے۔ مجھے (انفضال احمد انور کو) بے موضوعاتی' بے ہیئتی اصناف جیسے نام سے یہ ترکیب زیادہ بہتر لگی۔

اردو میں شعری ہیئتیں

اردو میں عام طور پر مروج شعری ہیئتوں پر ایک نظر ڈالیں تو درج ذیل اہم ہیئتیں نظر آتی ہیں۔ (واضح رہے کہ یہاں مختلف ہیئتوں کا مختصر سا تعارف مقصود ہے۔ تفصیلی بحث مقالے کے متعلق ابواب میں ہے۔)

۱۔ **مثنوی:** ہر شعر کے دونوں مصرعے آپس میں ہم قافیہ ہوتے ہیں لیکن دوسرے شعر کا قافیہ مختلف ہوتا ہے۔ ساری تخلیق ایک ہی وزن اور مسلسل خیال پر مشتمل ہوتی ہے۔

۲۔ **قصیدہ اور غزل کی ہیئت:** غزل نے قصیدہ کی کوکھ سے جنم لیا ہے لہٰذا دونوں کی شعری ہیئت ایک ہی ہے یعنی تمام اشعار ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ پہلا شعر مطلع کہلاتا ہے بشرطیکہ اس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں۔ آخری شعر مقطع کہلاتا ہے بشرطیکہ اس میں شاعر نے اپنا تخلص استعمال کیا ہو۔

۳۔ **رباعی:** مخصوص چوبیس اوزان میں سے کسی ایک یا چار اوزان پر مشتمل چار مصرعوں کی نظم، عموماً پہلا' دوسرا اور چوتھا مصرع ہم قافیہ ہوتا ہے (ایسی رباعی کو خصی کہتے ہیں) تیسرا مصرع بھی ہم قافیہ ہو سکتا ہے۔ (ایسی صورت میں یہ رباعی مصرع کہلاتی ہے۔)

۴۔ **مسمط:** یہ شعری ہیئتوں کا ایک خاص نظام ہے۔ سلسلۂ مسمط کی ہر شعری تخلیق کے مختلف بند ہوتے ہیں۔ انہی بندوں کی تعداد مسمط کی مختلف شکلوں کو ظاہر کرتی ہے۔ مثلاً

مثلث: ایسی نظم جس کا ہر بند تین مصرعوں پر مشتمل ہو۔

مربع: ایسی نظم جس کا ہر بند چار مصرعوں پر مشتمل ہو۔

مخمس: ایسی نظم جس کا ہر بند پانچ مصرعوں پر مشتمل ہو۔

مسدس: ایسی نظم جس کا ہر بند چھ مصرعوں پر مشتمل ہو۔

مسبع: ایسی نظم جس کا ہر بند سات مصرعوں پر مشتمل ہو۔

مثمن: ایسی نظم جس کا ہر بند آٹھ مصرعوں پر مشتمل ہو۔

متسع: ایسی نظم جس کا ہر بند نو مصرعوں پر مشتمل ہو۔

معشر: ایسی نظم جس کا ہر بند دس مصرعوں پر مشتمل ہو۔

مسمط کے لئے کوئی خاص وزن مقرر نہیں۔ مسمط کی ہر شکل میں قافیوں کی ترتیب متنوع ہے۔

۵۔ **ترکیب بند:** وہ نظم جس کے مختلف بند ہوں۔ ہر بند کے تمام اشعار (ماسوائے آخری دو مصرعوں کے) ہم قافیہ ہوں۔ آخری دو مصرعے الگ قافیہ رکھتے ہوں۔

۶۔ **ترجیع بند:** اگر کسی ترکیب بند جیسی نظم کے ہر بند کا آخری شعر (یا مصرع) ایک ہی ہو (یعنی ہر بند کے بعد دہرایا جاتا ہو) تو اسے ترجیع بند کہا جاتا ہے۔

۷۔ **مستزاد:** ہر مصرع یا شعر کے آخر میں وزنِ شعر کے خاص رکن (یا ارکان) پر مشتمل ایک چھوٹے جملے کا اضافہ۔

۸۔ **فرد:** کوئی تنہا شعر جو کسی نظم، غزل وغیرہ کا حصہ نہ بن سکے، کسی مخصوص وزن کی کوئی قید نہیں۔ ایک سے زیادہ متفرق اشعار کو بھی فردیات ہی کے تحت درج کیا جاتا ہے، لیکن یہ تعداد اتنی نہیں ہونی چاہیے کہ اسے غزل قرار دیا جا سکے۔

۹۔ **دوہا:** ایک شعر (دو مصرعے) جو ماتراؤں کے مخصوص نظام پر مبنی ہو، دوہا کہلاتا ہے۔ دوہا کے ہر مصرعے کے پہلے حصے میں تیرہ ماترائیں، پھر ذرا سا وقفہ پھر دوسرے حصے میں گیارہ ماترائیں ہوتی ہیں۔ (اگرچہ شعرائے کرام نے اس کے وزن میں من مانی تبدیلیاں بھی کی ہیں۔)

۱۰۔ **ثلاثی:** تین مصرعوں پر مشتمل نظم، وزنِ مخصوص کی کوئی قید نہیں، نہ کسی خاص موضوع کی پابندی ہے۔

۱۱۔ **آزاد نظم:** آزاد ہو کر بھی یہ نظم وزن کی پابند ہے۔ کسی رکن کو مرضی کے مطابق گھٹا بڑھا کر چھوٹے یا لمبے مصرعے تخلیق کیے جاتے ہیں۔ عموماً قافیے کا التزام نہیں کیا جاتا لیکن کہیں کہیں قافیہ آ بھی سکتا ہے۔

۱۲۔ **معرّا نظم:** کسی مخصوص وزن کی تخصیص کے بغیر اور قافیے سے آزاد ایسی نظم جس کے تمام یکساں مصرعے ایک ہی بحر میں ہوں۔

۱۳۔ **نثری نظم:** کامل شعری تجربے کا نثر کے پیرائے میں اظہار۔ وزن، قافیے اور جملوں کی کسی مخصوص تعداد سے آزاد ایسی نظم جو نثر ہو کر بھی شعریت کی حامل ہو۔

۱۴۔ **سانیٹ (Sonnet):** مغرب سے درآمدہ ہیئتِ شعری۔ ایسی نظم جو چودہ مصرعوں پر مشتمل ہو۔ تین طرح کی صورتیں رائج ہیں۔

ا۔ اطالوی یا پٹرارچن (Petrarchan) سانیٹ۔ اس سانیٹ کی ترتیب قوافی یہ ہے:

اب ب ا.........اب ب ا.........ج د ج ....د ج د

ب۔ انگریزی یا شیکسپیرین (Shakesperian) سانیٹ۔ اس کی ترتیب قوافی یہ ہے:

اب اب.........ج د ج د.........ہ و ہ و.........ز ز

ج۔ اسپینسیرین (Spenserian) سانیٹ۔ اس کی ترتیب قوافی یہ ہے:

اب اب.........ب ج ب ج.........ج د ج د.........ہ ہ

۱۵۔ **ترائیلے (Troilet):** مغرب سے درآمدہ مخصوص شعری ہیئت۔ آٹھ مصرعوں اور دو قوافی پر مشتمل نظم۔ اصل مصرعے پانچ ہوتے ہیں، بعض مصرعوں کو دہرا کر تعداد آٹھ بنائی جاتی ہے۔ ترتیبِ قوافی یہ ہے:

ا ب ا ا......... ا ب ا ب

مصرعوں کی نشست اور دہرائی گئی صورت کا نقشہ یہ ہے۔ (یہ ترتیب مصرعہ ۱ تا ۸ ہے)

۱۔۲۔۳۔۱۔۵۔۶۔۱۔۲

۱۶۔ **ہائیکو:** جاپانی شاعری کی ایک ہیئت۔ تین مصرعوں پر مشتمل نظم، جس کے ارکان کی ترتیب ۵۔۷۔۵ ہے۔

ان ہیئتوں میں بعض تبدیلیوں سے نئی ہیئتیں تیار کی جا سکتی ہیں۔ مثلاً کسی مخصوص ہیئت میں نظم کے آغاز، درمیان یا آخر میں کسی مصرعے کا اضافہ، کسی بھی ہیئت میں نظامِ قوافی میں تبدیلی، مصرعوں کی تعداد میں کمی بیشی، ایک ہی نظم میں ایک سے زائد اوزان کا استعمال، وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام تبدیلیاں بے ڈھنگے پن سے نہیں بلکہ شعری تجربے میں ڈھل کر اس انفرادی عظمت سے ہونی چاہییں کہ تجربہ اصل ہیئت کے ماتھے کا جھومر محسوس ہو اور وہ قبولِ عام کا درجہ پانے کی سکت رکھتا ہو ورنہ لایعنی چھیڑ چھاڑ سے نئی ہیئت تو پیدا نہ ہو گی البتہ بدہیئتی ظاہر ہو گی۔ ایسا تجربہ جلد ہی اپنی موت آپ مر جاتا ہے۔ لہٰذا اس ضمن میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

بلحاظ ہیئت، تجرباتِ نو بہ نو

زندگی کے دیگر مظاہر کی طرح ادب بھی مائل بہ ارتقاء رہتا ہے۔ زبان کے استعمال میں گرانی دور ہو کر سلاست اور روانی آتی جاتی ہے۔ اظہار کے پیرائے بڑھنے لگتے ہیں۔ شاعری کے موضوعات ہی نہیں اس کی ظاہری صورتیں یعنی ہیئتیں بھی پھیلتی اور ترقی کرتی رہتی ہیں۔ دکنی دور کا ادب اردو کا قیمتی سرمایہ ہے۔ اس دور میں بھی وقت کے ساتھ ساتھ ادب پر نکھار بڑھتا دکھائی دیتا ہے۔ اس دور کا سب سے اہم حوالہ مثنوی ہے۔ مثنوی کے موضوعات کا تنوع اس کے پھیلتے ارتقاء کو ظاہر کرتا ہے۔ قصیدے اور غزل کے علاوہ دوہا، چوپائی، گیت، کافی، قطعہ، بارہ ماسہ، کہہ مکرنی وغیرہ انواعِ شعر نے دکن میں خوب ترقی کی۔ دکنی دور میں ہر اہم صنفِ شعر اور ہیئتِ شعر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت مبارک لکھی گئی۔ مثنوی رومانی ہو یا رزمیہ اس کے آغاز میں نعت کے روایتی اشعار ضرور ملتے ہیں۔ میلاد نامہ، نور نامہ، معراج نامہ، وفات نامہ وغیرہ خالص نعتیہ شاعری پر مشتمل ہیں۔

شمالی ہند میں شاعری نے دکنی دور سے بھی زیادہ ترقی کی۔ قصیدہ، نعت، مثنوی کی ترقی قابلِ ذکر ہے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے بعد سب کچھ بدل گیا۔ اس کا ادب پر بھی گہرا اثر ہوا۔ کرنل ہالرائیڈ کی سرپرستی اور مولانا محمد حسین آزاد کی کاوشوں نے موضوعاتی مشاعروں کی داغ بیل ڈالی۔ انگریزی زبان و ادب نے یہاں کے ادب پر گہرا اثر ڈالا۔ عنوان چشتی کے بقول:

> ''انگریزوں کی صحبت، انگریزی شاعری اور نثری تصانیف کے تراجم اور مغربی افکار و حیات کے فروغ سے اردو شاعروں پر نئے دشت و صحرا کا دروازہ کھلا.......... نتیجۃً شاعری کے دائرہ میں بھی دو سطحوں پر تبدیلیاں رونما ہوئیں، ایک جدید ہیئتوں اور نئی روایتوں کی شکل میں اور دوسرے قدیم اصناف میں نئے تجربوں کی صورت میں۔ پہلی سطح پر صوتی قوافی، مصرع کا نیا تصور، اوزان کا تنوع، اسٹینزا فارم کے تحت بندوں کی نئی تشکیل، نظمِ معرّیٰ، نیا تصورِ نظم اور دیگر اثرات نمایاں ہیں۔ دوسری سطح پر مثنوی، مرثیہ، رباعی اور غزل میں نئی ترتیب و تنظیم کی جھلک ملتی ہے۔''[۳۷]

ڈاکٹر عنوان چشتی نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں ۱۸۵۷ء کے بعد ادب میں رواج پانے والی جن تبدیلیوں، تجربوں اور نئی شکلوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے بعض اہم صورتوں کی طرف یہاں محض اشارہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ قافیے کی جکڑ بندی کا سحر ٹوٹا اور نہ صرف صوتی قوافی (جیسے جہاز، شاذ...... ملا، جگہ...... یاس، خاص...... آہ، مباح...... حیات، بساط وغیرہ) برتے جانے لگے بلکہ قافیے سے آزاد نظم معرّیٰ لکھی جانے لگی۔

۲۔ پہلے ہر صنف اور ہیئت میں مصرعے مساوی الوزن ہوتے تھے اب چھوٹے بڑے مصرعے بھی جزوِ سخن ہونے لگے۔ آزاد نظم، مصرعوں کی یکساں طوالت سے انحراف کی صورت لے کر سامنے آئی۔

۳۔ پہلے ایک مصرع کے چند الفاظ دوسرے میں یا دوسرے مصرعے کے چند الفاظ پہلے مصرع میں اتنی آزادی سے استعمال نہیں ہوتے تھے، جتنا اب ہونے لگے۔

۴۔ پہلے مصرع صرف اتنا لمبا ہو سکتا تھا جتنی اس کی بحر اجازت دیتی تھی، اب مصرعے خیال کے بہاؤ کے ساتھ بے روک ٹوک دوسرے مصرعے تک جانے لگے۔

۵۔ قدیم ہیئتوں میں اوزان و بحور نیز قوافی کے تصور میں تبدیلی آنے لگی۔

۶۔ ایک فن پارے میں ایک سے زائد اوزان استعمال ہونے لگے۔

۷۔ اسٹینزا فارم کی دیکھا دیکھی نظم کے مختلف بند نئی نئی شکلوں میں ظاہر ہونے لگے۔

۸۔ ماضی کے برعکس اب مثنوی کے مختلف بند بنائے جانے لگے۔

۹۔ رباعی کی بحر اور اس کے چوبیس اوزان رباعیات ہی کے لئے خاص تھے اب اس بحر میں عام نظم (مثلاً مثنوی وغیرہ) لکھی جانے لگی۔

۱۰۔ مثنوی کے مختلف بندوں میں مختلف اوزان استعمال ہونے لگے۔

۱۱۔ ابتدا میں مرثیہ کی کوئی خاص ہیئت متعین نہیں تھی، لیکن عہدِ سودا میں مسدس کی ہیئت میں مرثیہ کو قبولِ عام ملا اور اس کے اجزاء

بھی متعین ہوئے لیکن ۱۸۵۷ء کے بعد مرثیہ میں بھی نئے موڑ آئے جیسے اقبال نے مرثیہ داغ مثنوی میں لکھا اور حفیظ کا مرثیہ ''شہسوار کربلا'' ایک نئے انداز میں جلوہ گر ہوا۔

۱۲۔ اب قصیدہ بھی پرانی ہیئت سے ہٹ کر مختلف بندوں میں تقسیم ہونے لگا۔

۱۳۔ اقبال نے اپنی چار مصراعی نظموں کو رباعی کے مقررہ اوزان میں نہ ہونے کے باوجود رباعی کہا۔

۱۴۔ مشرق ومغرب کی زبانوں سے درآمدہ نئی شعری ہیئتوں (سانیٹ' ترائیلے' ہائیکو وغیرہ) کا رواج ہوا۔۵؎

مذکورہ بالا تبدیلیوں اور تجربوں سے عام شعراء ہی نہیں نعت گو شعراء بھی متاثر ہوئے۔ نعتیہ مثنویوں' قصاید' نظموں وغیرہ میں ان جدتوں کو محسوس کیا جاسکتا ہے جو مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ شعرائے اردو کے ہاں نظر آتی ہیں۔ شعر وادب کی اصلاح کے حوالہ سے مولانا الطاف حسین حالی کی خدمات سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا۔ جہاں انہوں نے غزل کی اصلاح کے لئے نہ صرف اپنی قیمتی خیالات پیش کیے بلکہ نئے تقاضوں سے ہم آہنگ غزل کہہ کر ایک قابلِ قدر نمونہ بھی چھوڑا اسی طرح تنقید میں اپنا بھرپور حصہ ڈالا۔ حالی نے مسدس مدّ وجزرِ اسلام لکھا تو اس میں ایسے نعتیہ بند لکھے' جن سے اردو نعت کو نئی راہیں ملیں۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

دل میں اتر جانے والے' سادہ مگر مبنی بر حقیقت شعروں نے نعت گو شعراء کی توجہ حاصل کی۔ نعت کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اظہارِ محبت کے ساتھ ساتھ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی خیر خواہی' اصلاح' ترقی اور حقیقی نجات کا ذریعہ' اس خلوص اور سچے جذبے سے بنایا کہ اردو نعت اپنے روایتی اسالیب سے بہت آگے نکل گئی۔ حالی جس قسم کی فعال اور موثر ترین نعت کے آرزو مند تھے وہ آگے چل کر کلامِ اقبال میں جلوہ گر ہوئی۔ اقبال ان معانی میں نعت گو نہیں ہیں جن میں شائق دہلوی' محسن کاکوروی' امیر مینائی یا لطف بریلوی ہیں۔ ایک اعتبار سے ان کا اکثر کلام نعتیہ ہے اگر چہ اس پر نعت کا عنوان درج ہو یا نہ ہو۔ انہوں نے اپنی ہر سوچ کا مرکز ومحور ذاتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ٹھہرا کر اس کے ساتھ جس طرح والہانہ محبت کا اظہار کیا ہے اور ان کی امت کی فوز وفلاح کے لئے اشعار میں عرق ریزی کی ہے' یہی سچی نعت کا اصل اثاثہ ہے۔ علامہ اقبال پر حالی کے اثرات کا انکار ممکن نہیں۔ راجا رشید محمود نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد اردو نعت کی ترقی کا ایک سبب یوں بیان کیا ہے:

''اردو نعت گوئی کی تمام تر ترقی جنگِ آزادی کے بعد ہوئی۔ آزادی کے حصول میں ناکامی کے بعد مسلمانوں پر جو مظالم توڑے گئے اور جس طرح ان پر ہر ستم روا رکھا گیا' ظاہر ہے کہ ایسے میں رؤف ورحیم شخصیت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دامن ہی میں پناہ مل سکتی تھی۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دربار میں اپنی حالتِ زار بیان کی۔ نمائندہ نعت گو شعراء اسی دور کے ہیں۔''۶؎

نعتیہ شعری ہیئتوں سے متعلق اہم کام: ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ذاتی وملی مصائب وآلام سے نجات کیلئے دربار رسالت میں استغاثے کا رجحان نعتیہ شاعری کا اہم موضوع بن گیا۔ استغاثے کے اس خاص انداز کا آغاز بھی مولانا حالی ہی سے ہوا:

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

مسدسِ حالی کے اثرات کے تحت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ ایک خاص انداز سے نعت کا موضوع بنی۔ یوں نعتیہ موضوعات ہی میں پھیلاؤ نہ پیدا ہوا بلکہ اسلوب وہیئت میں بھی خوش آئند وسعت پیدا ہوئی۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ نئی فضا نعت کے لئے بہت سازگار ثابت ہوئی۔ اگر چہ اردو نعت کا بیشتر اثاثہ غزلیہ ہیئت میں ہے لیکن اب دیگر ہیئتوں میں بھی نعت لکھی جانے لگی۔ بیسویں صدی کے آخری ربع میں تحریکِ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اثرات' صدر پاکستان محمد ضیاء الحق کی ترویج اسلام کی کوششوں سے ایک خاص مذہبی و روحانی ماحول کے لئے فضا سازگار ہونے لگی۔ عید میلا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر محافلِ میلاد کا انعقاد جس تزک واہتمام سے ہوتا وہ پہلے ادوار سے کہیں بڑھ کر تھا۔ نعتیہ محافل اور سماع کو بھی اس دور میں بہت عروج ملا۔ حکومتِ پاکستان کی طرف سے سیرت اور نعت سے متعلق کتابوں پر انعامات کے سلسلے نے بھی نعت کے ارتقاء میں حصہ لیا۔ یوں دیکھتے دیکھتے نعت کی وہ صنف جسے بعض نقاد باقاعدہ صنف ماننے پر بھی تیار نہیں تھے' اتنی ترقی کر گئی کہ بعض اہم غزل گو بھی نعت کی طرف مائل ہوئے۔ رسائل وجراید میں نعت' ادب کی شان بن کر شائع ہونے لگی۔ نعتیہ مجموعے بڑی کثرت سے شائع ہونے لگے۔ اگر چہ اکثر وبیشتر نعت غزل کی ہیئت ہی میں تھی لیکن اب پابند نظمیں' آزاد نظمیں بھی بہت شائع ہونے لگیں۔ سانیٹ' ہائیکو' نظمِ معرّا' ترائیلے' ماہیا' دوہا وغیرہ شعری ہیئتوں میں بھی کلام شائع ہونے لگا۔ عبدالعزیز خالد نے منحمنّا اور فارقلیط میں غزل کی ہیئت میں کینٹو کی طرز پر

طویل نعتیہ منظومات پیش کیں۔ انہوں نے ''عبدہ'' میں آزاد نظم کی ہیئت کو اپنایا۔ علیم صبا نویدی کا نعتیہ مجموعہ ''نورالسمٰوٰت'' ہے۔ اس میں ۷۰۳ نعتیہ سانیٹ ہیں۔ اسے نعتیہ سانیٹ کا پہلا مجموعہ کہا گیا ہے جو ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا۔ علیم صبا نویدی کی نعتیہ خدمات بطور شاعرِ نعت اور مولّفِ نعت قابلِ ذکر ہیں۔ ''نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربے'' ان کی مختصر مگر وقیع کتاب ہے۔ اس میں مختلف ہیئتوں میں نعتیہ نمونے پیش کیے گئے ہیں۔ اسے اس موضوع اور انداز کی پہلی نعتیہ پیشکش کہا جاسکتا ہے۔ علیم صبا نویدی نے جگہ جگہ اپنا کلام بھی دیا ہے' جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں نئی ہیئتوں سے کتنا گہرا لگاؤ ہے۔ انہوں نے مختلف ہیئتوں میں نعتیہ نمونے بڑی محنت سے تلاش کر کے پیش کیے ہیں۔ نعت کی مختلف ہیئتوں پر کام کرنے والے محققین یقیناً اس کتاب سے استفادہ کریں گے۔ ان کی محنت قابلِ داد ہے اور ان کی پیشکش کی داد نہ دینا محض کورذوقی ہوگی۔ ان کی خدمات کے اعتراف کے باوجود یہ بھی حقیقت ہے کہ قاری کو ان کی کتاب کا مطالعہ ذرا احتیاط سے کرنا ہوگا کیونکہ بعض مقامات یقیناً ان کی نظرِ ثانی کے محتاج ہیں۔ مثلاً ان کے ہاں ہائیکو اور ماہیا کے حصے گڈمڈ ہوگئے ہیں۔ علقمہ شبلی کا کلام ہائیکو کے تحت درج ہے۔ بعد یہی کلام (من وعن) ماہیا میں بھی بطور نمونہ درج ہے۔ اس طرح کی اور بھی مثالیں ہیں جو بآسانی مل جاتی ہیں۔ پھر بھی علیم صبا نویدی اپنی اس خدمتِ نعت کے باعث احترام سے یاد کیے جائیں گے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کے مختلف احوال وواقعات کو قطعہ کی ہیئت میں سب سے پہلے پیش کرنے کا شرف راجا رشید محمود کو حاصل ہوا۔ ان کا مجموعہ ''سیرتِ منظوم بصورت قطعات'' ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا۔ نعتیہ مخمسات کا پہلا مجموعہ ''مخمساتِ نعت'' مطبوعہ ۱۹۹۹ء' فردیات کا پہلا مجموعہ ''منشورِ نعت'' مطبوعہ ۱۹۸۸ء (جس میں پنجابی اور اردو فردیات شامل ہیں' صرف اردو فردیات ۵۰۰ ہیں)۔ پیش کرنے کی سعادت بھی راجا رشید محمود کے حصے میں آئی ہیں۔ حافظ لدھیانوی نے سب سے پہلے اردو قطعات کا مجموعہ ''نعتیہ قطعات'' مطبوعہ ۱۹۸۱ء پیش کیا۔ نعتیہ ماہیا پر مشتمل پہلا مجموعہ ڈاکٹر جاوید گلزار نے ''گلزارِ نعت'' کے نام سے پیش کیا۔ نعتیہ رباعیات کا غالباً سب سے پہلا مجموعہ بھی حافظ لدھیانوی کا ہے جو ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا۔ ہائیکو کی ہیئت میں پہلا نعتیہ مجموعہ ''نعتیہ ہائیکو'' محمد اقبال نجمی نے ۱۹۹۰ء میں پیش کیا۔ یوں صرف ایک ہی شعری ہیئت پر مشتمل نعتیہ کاوشیں مجموعوں کی صورت میں سامنے آنے لگیں۔ نعت سے متعلق رسائل وجراید میں غزلیہ ہیئت کے علاوہ دیگر ہیئتوں میں بھی نعتیہ کلام چھپتا رہتا ہے۔ جو نعت کی رنگ رنگ شعری ہیئتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

ماہنامہ نعت لاہور (اجراء جنوری ۱۹۸۸ء) کتابی سلسلہ نعت رنگ کراچی (اجراء اپریل ۱۹۹۵ء) کے مختلف شماروں' شام وسحر (مدیر خالد شفیق) کے نعت نمبروں اور اوج کے دونوں نعت نمبروں (مدیر آفتاب نقوی) کے مختلف صفحات پر نعتیہ کاوشیں ہیئتی تنوع کو بھی ظاہر کرتی ہیں۔ نعتیہ آزاد نظموں میں نوبہ نو تجربات بھی دکھائی دیتے ہیں۔ ماہنامہ نعت لاہور نے اپنے بعض شمارے کسی ایک شعری ہیئت کے لئے مخصوص کیے۔ مثلاً

شمارہ جولائی ۱۹۹۱ء — نعتیہ مسدس

شمارہ جنوری ۱۹۹۲ء — نعتیہ رباعیات

شمارہ اگست ۱۹۹۲ء — نعتیہ آزاد نظم وغیرہ

نقوش لاہور کے رسول نمبر جلد دہم (جنوری ۱۹۷۴ء) میں محمد طفیل نے پہلی مرتبہ اردو نعتیہ سرمائے کا شعری ہیئتوں کے حوالے سے انتخاب شائع کیا۔ محمد طفیل نے اس میں غزل اور قصیدہ کے علاوہ مثنوی' مخمس' مسدس' رباعی' قطعہ' نعتیہ پابند نظم' آزاد نظم وغیرہ کے حوالے سے معتبر کلام پیش کیا ہے۔ اس میں عبدالعزیز فطرت اور وزیرالحسن عابدی کی مثنویات (ص ۶۰۲ اور ۶۱۶) شامل ہیں جن میں مثنوی کو عام ہیئت کے برعکس مختلف بندوں میں تقسیم کیا گیا ہے' جس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اردو نعت گو شعراء ہیئتی تبدیلیوں اور تجربوں سے واقف ہیں۔ راجا رشید محمود نے ایک ضخیم نعتیہ انتخاب ''نعت کائنات'' کے نام سے ۱۹۹۳ء میں شائع کرایا۔ اس میں نعتیہ غزلیں' نظمیں' آزاد نظمیں' قصائد' مسدس' مخمس' مثنوی' قطعات' رباعیات' مستزاد' مثلث اور ہائیکو کے زیرِ عنوان نعتیہ تخلیقات کا انتخاب پیش کیا ہے۔

مندرجہ بالا کاوشیں اس حقیقت کو سامنے لاتی ہیں کہ ادب کی دیگر شاخوں کی طرح نعت میں جہاں موضوعاتی پھیلاؤ آیا ہے وہاں ہیئتی اعتبار سے بھی اس میں وہ تنوع دیکھا جاسکتا ہے جو وقت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

عربی/ فارسی نعتیہ شاعری کی مقبول ہیئتیں

ارشاد شاکر اعوان نے ''عہدِ رسالت میں نعت'' میں جو عربی نعتیہ کلام دیا ہے وہ ان ہیئتوں میں ہے جسے قطعہ اور قصیدہ کہتے ہیں۔ ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے ''اردو میں نعتیہ شاعری'' اور ڈاکٹر عاصی کرنالی نے ''اردو حمد ونعت پر فارسی شعری روایت کا اثر'' میں عربی نعت کے جو نمونے دیے ہیں وہ بھی اکثر قصیدہ کی ہیئت میں ہیں۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی لکھتے ہیں:

''رجزیہ اشعار کے سوا تمام اصنافِ سخن پر قصیدے کا اطلاق ہوتا ہے۔''

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے عربی شعر کی مختلف ہیئتوں کا ذکر کیا ہے: ان کے نزدیک بھی قصیدہ المدائح النبویہ کے لئے مقبول ترین ہیئت ہے۔ عربی قصیدے کے اجزائے ترکیبی (۱) ابتدائیہ (۲) گریز (۳) نفسِ مضمون (۴) حرفِ آخر ہیں۔ ابتداء میں عموماً عشقِ مجازی کا تذکرہ اور محبوب کی بے رخی وغیرہ کا ذکر ہوتا ہے۔ گریز کو عربی میں استطراد کہتے ہیں' اس میں شاعر مضمون ثانی کی طرف مڑتا ہے۔ نفسِ مضمون میں مدح الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتی ہے۔ حرفِ آخر میں استمداد اور صلوٰۃ وسلام پیش کیا جاتا ہے۔

دوسری اہم ہیئت قطعہ ہے جو تین سے پندرہ اشعار تک کا مجموعہ ہوتا ہے۔ تیسری' چوتھی' پانچویں چھٹی ہیئت بالترتیب تخمیس تسدیس' تسبیع اور تعشیر ہے۔ یہ وہی ہیئت ہے جسے ہم مسمط کے نام سے جانتے ہیں اور نظم کے ہر بند کے مصرعوں کی مناسبت سے اسے مخمس' مسدس' مسبع وغیرہ کہتے ہیں۔ ساتویں ہیئت رباعی ہے لیکن یہ عجمی رنگ عربی ذوق کا ساتھ نہ دے سکا لہٰذا اس کی مثالیں شاذ ہیں۔ ایک اور ہیئت موشح ہے اس کے عموماً سات اجزا ہوتے ہیں۔ مطلع' دور' قفل (یا مطلع ثانی) مطلع کے چار مصرعے (جنہیں اغصان کہتے ہیں) دور میں تین ابیات اور قفل میں مثل مطلع چار مصرعے ہوتے ہیں۔ عربی موشحات میں مستزاد مصرعے بھی لائے جاسکتے ہیں۔ (فارسی اردو میں مستزاد صرف مصرعے کے آخر پر جبکہ عربی موشحات میں شروع یا آخر میں لایا جاسکتا ہے۔) ۸؎

اردو میں قصیدہ' قطعہ مسمط اور رباعی کی ہیئتیں عموماً مستعمل ہیں' جن میں پہلی تین براہِ راست عربی ہیں۔ عربی کی نسبت فارسی میں ہیئتوں کا تنوع زیادہ ہے۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی نے غزل' مثنوی' قصیدہ' قطعہ' رباعی' نظم' مسمط' ترجیع بند' ترکیب بند وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ ۹؎

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فارسی شاعری میں مستعمل ہیئتیں بھی اردو میں مروج ہیں۔ ہندی اثرات کے باعث اردو شعر گیتوں میں بھی لکھا جارہا ہے۔ (پنجابی کی شعری ہیئتیں' مغربی اور جاپانی ہیئتیں بھی شامل کرلیں تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اردو میں شعری ہیئتیں عربی' فارسی شعر میں مستعمل ہیئتوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ اردو میں ہر قسم کی شعری ہیئت کو اپنانے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔

اردو نعتیہ شاعری کی مقبول ترین ہیئت

گزشتہ صفحات میں اردو نعتیہ شاعری میں مستعمل عمومی ہیئتوں پر ایک نظر ڈالی گئی ہے۔ ان میں مقبول ترین ہیئت غزل کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نعتیہ غزل ہر دور میں پائی جاتی ہے۔ نعت سے ہٹ کر بھی عام غزل اردو کی دیگر اصناف اور ہیئتوں کی نسبت زیادہ لکھی گئی ہے۔ ڈاکٹر خواجہ اکرام کے بقول:

''اردو شاعری کے ذخیرے کو دیکھیں تو ۷۵ فیصدی غزل ہی نظر آئے گی۔'' ۸۰؎ ڈاکٹر خواجہ اکرام نے اس کی وجہ بھی بیان کی ہے:

''(غزل) مترنم' شعریت' رمزیت و ایمائیت اور شعور و وجدان سے بھرپور اور جذبہ و احساس کو چھو لینے والی صنف (ہے)......... غزل کے مضامین میں اتنے ہی وسیع اور متنوع ہیں جتنے خود انسانی زندگی کے شب و روز ہیں......... شاعری کا سب سے عمدہ اور نادر نمونہ غزل ہی ہے۔'' ۸۱؎ عام اردو شاعری میں جو کثرت و ثروت غزل کو حاصل ہے' ویسی بلکہ اس سے زیادہ نعتیہ ادب میں نعتیہ غزل کو حاصل ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے ۱۹۸۲ء میں لکھا:

''ہمارے ہاں نعتوں اور نعت گو شعراء کی کمی نہیں ہے۔ شاید ہی کوئی شاعر ہو جس نے دو چار نعتیں نہ کہی ہوں......... زیادہ تر غزل کی شکل میں نعتیں کہی جاتی ہیں۔'' ۸۲؎

راجا رشید محمود نے ۱۹۹۴ء میں لکھا: ''غزل کی ہیئت میں نعت زیادہ کہی جارہی ہے۔'' ۸۳؎ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی نے ۱۹۹۸ء میں لکھا:

''آج کی نعت کا سب سے توانا اور سب سے جدید حصہ وہی ہے جو غزل کے فارم میں لکھا گیا ہے۔'' ۸۴؎

پروفیسر شفقت رضوی نے بھی ۲۰۰۰ء میں گواہی دی:

''ابتدائی عہد سے غزل کا رواج رہا۔ اس سے گرمی محفل پیدا ہوتی ہے' اس میں دل گدازی کی کیفیت ہے' اس کا کیف جسے تغزل کہیں' سب کو بھاتا ہے۔ اس لئے' نعت کے لئے بھی اسی ہیئت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ہمارے نعتیہ ذخیرۂ شاعری میں کم و بیش نوے فیصد کلام اس ہیئت میں ہے۔ ۸۵؎ پروفیسر محمد اقبال جاوید نے ۲۰۰۱ء میں لکھا:

''آج زیادہ تر غزل ہی کے لب ولہجہ میں نعت سرائی ہو رہی ہے۔'' ۸۶؎

راجا رشید محمود نے ''پاکستان میں نعت'' (مطبوعہ ۱۹۹۴ء) میں ۱۹۴۷ء کے بعد سے ۱۹۹۳ء تک چھپنے والے نعتیہ مجموعوں کی ایک فہرست بہت محنت اور تحقیقی شان سے مرتب کی ہے۔ اس میں وہ کتب بھی شامل ہیں جو ان کے ذاتی ذخیرۂ کتب میں نہیں' وہ بھی جو انہوں نے دیکھی نہیں۔ پھر بھی یہ تمام کتب ان کے لفظوں میں ''۷۰۲ کتابوں کی سن وار فہرست'' ہے۔ اس فہرست کا جائزہ لیں اور ذرا جمع تفریق کو کام میں لائیں تو بڑے اہم نتائج سامنے آتے ہیں۔

۱۔ ۲۰۷ نعتیہ مجموعوں میں سے جن میں غزلیہ ہیئت کی نعتیں ہیں ان کی تعداد ۱۰۷ ہے۔ یہ کل تعداد کا ۵۲.۵۶% بنتی ہے۔ یہ محتاط تجزیہ ہے اور اس میں فرض کیا گیا ہے کہ جن کتابوں کے مشمولات کی تفصیل نہیں دی گئی' ان میں غزلیہ ہیئت کی کوئی نعت نہیں' لیکن ایسا ہرگز نہیں۔ ان میں بھی بہت سی کتابوں میں غزلیہ ہیئت کی نعتیں ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ پروفیسر شفقت رضوی کا ۹۰ فیصد نعتیہ منظومات کا غزلیہ ہیئت میں ہونے کا انداز غلط نہیں۔ اگر اس فہرست میں ۱۹۴۷ء سے پہلے کی متحدہ ہندوستان کی نعتیہ تخلیقات بھی شامل کرلی جائیں تو بھی نتیجہ بہرحال یہی نکلے گا کہ اردو میں سب سے زیادہ نعت غزلیہ ہیئت میں کہی گئی ہے۔

۲۔ اس فہرست کے مطابق ۱۹۴۷ء کے بعد ۱۹۵۰ء تک آٹھ کتابوں کا اندراج ہے جن میں سے چار کتابوں میں ایسی نعتیں بھی ہیں جس کی ہیئت غزل کی ہے۔ یہ تعداد ۵۰ فیصد بنتی ہے۔ ۱۹۶۰ء تک ۴۳ مجموعوں میں سے ۱۶' ایسے ہیں جن میں نعتیہ منظومات بہ ہیئتِ غزل بھی ہیں یہ ۳۷.۲۰ فیصد ہیں۔ ۱۹۷۰ء تک یہ تناسب ۸۴ اور ۲۹ کا ہے جو ۳۴.۵۲ فیصد بنتا ہے۔ ۱۹۸۰ء تک ۱۹۴ اور ۹۵ کی نسبت سے ۴۸.۴۵ فیصد بنتا ہے۔ ۱۹۹۰ء تک ۵۶.۲۱ فیصد اور ۱۹۳۳ء تک ۵۶.۵۲ فیصد ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۹۸۰ء کے بعد غزلیہ ہیئت میں نعتیں کہنے کے رجحان میں خاصی تیزی آئی۔ یہ کوئی حتمی تجزیہ نہیں اگر نعتیہ انتخاب پر مشتمل مجموعوں' رسائل وجراید میں مطبوعہ نعتیہ ذخائر اور کتبِ نعت کی مکمل فہرست اور جملہ ہیئتوں میں کہی گئی نعتیہ منظومات کا حقیقی گوشوارہ تیار ہو سکے تو بھی نتیجہ بہرحال یہی نکلے گا کہ اردو میں نعت سب سے زیادہ غزل کی ہیئت ہی میں لکھی گئی ہے اور یہی اس حوالے سے مقبول ترین ہیئت ہے۔

اگر غزلیہ ہیئت کی مقبولیت کے اسباب پر غور کریں تو مختلف نکات سامنے آتے ہیں۔ غزل' ایجاز واختصار' رمز وایماء' شعریت' تغزل' پہلوداری' مضامین کے تنوع کی حامل ہوتی ہے' اس لیے پسند کی جاتی ہے۔ ایرانیوں کی طرح ہم نے بھی غزل کو اپنے مزاج سے ہم آہنگ کرلیا ہے۔ غزل کی جس خامی یعنی ریزہ خیالی وانتشارِ فکری کے پیشِ نظر کلیم الدین احمد نے اسے نیم وحشی صنفِ سخن کہا' وہی اس کی سب سے بڑی خوبی ثابت ہوئی۔ شاعر غزل میں زیادہ سے زیادہ موضوعات پیش کر کے اسے رنگ رنگ پھولوں کے گلدستے کی شکل دے دیتا ہے' اس لیے ہر مزاج کے آدمی کو غزل کا کوئی نہ کوئی شعر پسند آ ہی جاتا ہے۔ غزل بہت سخت جان صنف ہے' مختلف ادوار میں ہزار مخالفتوں کے باوجود ہمیشہ ثمر بار ہی رہی ہے۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی کے نزدیک شاعروں میں سامعین کا ذوق مائل بہ غزل ہی ہوتا ہے۔ اسی لیے غزلیہ مشاعرے ہی زیادہ منعقد ہوتے ہیں۔ سامعین کے اس ذوق میں غزل کی غنائیت اور موزونی بحور رچی بسی ہے۔[۸۷]

غزل کی کہنہ لیکن مضبوط ترین روایت نے نئے لکھنے والوں کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کی ہے لہٰذا آغازِ شاعری میں نوجوان عموماً غزلیہ ہیئت میں لکھنا پسند کرتے ہیں۔ دیگر ہیئتوں کی مشکلات (مثلاً رباعی کے اوزان اور سانیٹ کی مخصوص شکل' مثنوی کی طوالت اور قصیدے کی تمکنت وغیرہ) پر قابو پانا' ہر نوآموز کے بس میں نہیں ہوتا' وہ غزل ہی کو شجرِ سایہ دار پاتے ہیں۔ اس ہیئت میں مجازی محبوب کی باتیں لکھتے لکھتے جب وہ حجازی محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفت وثناء' غزل میں پیش کرنے کی طرف آتے ہیں تو ان کی سابقہ ریاضت اور حاصل کردہ فنی پختگی غزلیہ نعت میں کام آتی ہے۔ کہنے والوں نے یہاں تک کہا کہ غزل باوضو ہو کر نعت بن جاتی ہے۔ آج ادبی سطح پر نعت کو جو وقار حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ بڑے سے بڑا شاعر (بلکہ غیر مسلم شعراء تک) نعت لکھ کر اس کے سہارے اپنے وجود کو ثابت کر رہے ہیں۔ اس عالم میں غزل کی ہیئت سب سے زیادہ خدمتِ نعت پر کمربستہ ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اردو ادب نے مجازی غزل کا جو طویل راستہ طے کیا ہے تو اسی لیے کہ بالآخر اسے نعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سر کا تاج بنانا ہے۔

اردو نعتیہ شاعری کے ہیئتی مطالعہ کی ضرورت واہمیت

جیسا کہ اس باب میں نشاندہی کی گئی ہے کہ بعض نقادنعت کو باقاعدہ صنفِ سخن ماننے سے انکاری ہیں یا گوگو کی کیفیت میں ہیں' لیکن نعت موضوع اور ہیئت ہر دو حوالوں سے باقی اصناف کے لئے قابلِ رشک صنفِ سخن بن چکی ہے۔ ذاتِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت سے وابستہ ہونے کی وجہ سے بتقاضائے حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نعت لکھنے والا' اسے ثواب ونجات کی غرض سے لکھتا ہے' چنانچہ اس کا ظہور جس بھی ہیئت میں ہو وہ دلی جذبے سے ہم آہنگ ہوگی' اس کا تاثر بے پناہ ہوگا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ کریمہ میں اپنے نذرانہ محبت کو بہتر انداز میں پیش کرنے کی تمنا مختلف ہیئتوں کا انتخاب کرتی ہے' اس لیے نعت کی کوئی بھی ہیئت نظر انداز نہیں کی جاسکتی۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت نے ادب کو غیر فانی برکتوں سے ہمکنار کردیا ہے۔ آج نعت اتنی شعری ہیئتوں میں لکھی جارہی ہے کہ دنیا کا کوئی دوسرا موضوع اتنی ہیئتوں میں اور اس کثرت ومحبت کے ساتھ نہیں لکھا جارہا۔ ضرورت ہے کہ نعت کی مختلف شعری ہیئتوں

میں نمایاں خدمات سرانجام دینے والوں کا ذکر کیا جائے اور دیکھا جائے دریائے نعت سے شعر کی کون کون سی ہیئت سیراب ہوئی ہے اور کس حد تک۔
نعت میں شعری ہیئتوں کا یہ تنوع ثابت کرتا ہے کہ مسلمان اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیسی بے پایاں اور دلی محبت رکھتے ہیں اور نعت نذرانوں کے لئے کیسی کیسی تخلیقات پیش کرتے ہیں۔ اس خاص حوالے سے کیا گیا کام ادب کی خدمت تو ہے۔ اگر یہ اللہ کریم اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند آ جائے تو اخروی نجات کے لیے بھی کام آئے گا۔ نعتیہ شاعری کے ہیئتی مطالعہ سے نعت کی ہمہ گیری کا تصور سامنے آئے گا اور اس کی اس صلاحیت کا ثبوت ہوگا کہ یہ اس سیال شے کی طرح ہے جسے جس برتن میں چاہو ڈال لو اسی کی شکل اختیار کرے گا۔
بعض ادوار میں نعت بعض مخصوص ہیئتوں میں نسبتاً زیادہ لکھی گئی مثلاً دکنی دور میں مثنوی، شمالی ہند میں غزل اور قصیدہ، مابعد ادوار میں مختلف شعری ہیئتوں کو کام میں لایا گیا۔ آج کل غزل کے علاوہ دیگر ہیئتوں اور ان میں کیے جانے والے نو بہ نو تجربات کو بھی کام میں لایا جارہا ہے۔ کسی مخصوص شعری ہیئت کا انتخاب شاعر کے ذوق کے علاوہ ایک داخلی ضرورت کے تحت بھی ہوتا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے بقول:

''شدید شخصی تعلق اور محبت کے رفیع ترین جذبہ کے اظہار کے لئے غزل کی ہیئت سب سے مناسب ہے۔ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اور رفعت کا بیان مقصود ہو وہاں قصیدہ اس بار امانت کو ادا کرسکتا ہے۔ جہاں آپؐ کی حیاتِ طیبہ کے واقعات پیش کرنے ہوں، وہاں مثنوی آگے بڑھ کر اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتی ہے۔ جہاں طول کی ضرورت ہو تاکہ مختلف پہلوؤں اور معاملاتِ سیرت کو روانی اور آسانی کے ساتھ پیش کیا جائے وہاں نظمِ معرا اور نظمِ آزاد اپنے بخت پر ناز کرتی ہے اور جہاں کسی ایک تاثر کو پوری قوت اور جامعیت کے ساتھ پڑھنے اور سننے والوں تک پہنچانا ہو وہاں رباعی کے چار مصرعے اس تاثر کو نقشِ معنی بنادیتے ہیں۔''۸۸

نعتیہ شاعری کا ہیئتی مطالعہ مندرجہ بالا نکات وضروریات کی تفصیل بہم پہنچانے میں معاون ثابت ہوسکتا ہے۔ پاکستان میں نعتیہ ادب کے حوالے سے ڈاکٹر فرمان فتح پوری ایک معتبر نام ہے۔ انہوں نے ہمیشہ اہلِ نعت کی نہ صرف حوصلہ افزائی کی بلکہ انہیں رہنمائی بھی عطا کی۔ انہوں نے پاکستان میں سب سے پہلے نعت کی تنقیدی وتحقیقی ضرورتوں کے مدِ نظر ''اردو میں نعتیہ شاعری'' جیسی اہم کتاب تحریر کی۔ انہوں نے ۱۹۹۷ء میں ایک مضمون ''اردو نعت گوئی میں ہیئت کے تجربوں کی ضرورت'' شائع کرایا۔ شاعری میں تبدیلیوں، جدتوں اور تجربات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے لکھا:

''جدید نظم کی اس صورت کو بھی نعت گوئی میں جگہ دی گئی لیکن رواں صدی کی چوتھی دہائی میں اس کے بعد جب نظمِ جدید نے بالعموم جدید تر پابند نظم اور بلینک ورس یا نظمِ آزاد کی شکل اختیار کی تو نعت نے نہ جانے کیوں اس کا کوئی قابلِ ذکر اثر قبول نہ کیا اور یہ کیفیت وصورت ابھی تک باقی ہے۔ حالانکہ نعت کا موضوع اس امر کا متقاضی تھا کہ اسے جدید ہیئتوں میں زیادہ سے زیادہ برتا جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا اور ہمارے شعراء عموماً قدیم ہیئتوں خصوصاً غزل کی ہیئت کو اپنائے ہوئے ہیں۔ اس مسئلے پر بطورِ خاص غور کرنے کی ضرورت ہے ورنہ خطرہ یہ ہے کہ اردو نعت گوئی صرف غزل کی ہیئت میں بند ہو کر محض جلسے جلوس میں ترنم سے پڑھنے اور قوالی کی محفلوں میں گانے کا سرمایہ بن کر نہ رہ جائے۔ نعت کا موضوع بہت بڑا ہے اور بڑا موضوع شاعر سے فکر وفن کے بڑے کینوس کا تقاضا کرتا ہے.......... اس لیے اردو نعت کو شعر کی نئی نئی ہیئتوں اور فکر وفن کے نئے نئے سانچوں سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے۔''۸۹

الحمدللہ، ۱۹۹۷ء میں ہیئتی تنوع کی ترویج میں جس سست روی کا ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے گلہ کیا، اب اس میں خاصی تیز رفتاری آچکی ہے اور غزل کے علاوہ دیگر ''نئے نئے سانچوں'' میں ڈھل کر نعت ادب کی آبرو میں اضافہ کر رہی ہے، اب ان تبدیلیوں اور نئی ہیئتوں میں لکھی گئی نعت کے مطالعے کی ضرورت ہے تاکہ یہ حقیقت سامنے آسکے کہ اردو نعت جدتوں، تبدیلیوں اور تجربوں کو قبول کرنے میں کسی دوسرے صنفِ سخن سے کسی طرح پیچھے نہیں۔

☆☆☆☆☆

باب دوم حوالہ جات وحواشی

۱۔ ادارہ مترجمین۔المنجد (عربی۔اردو) کراچی: دارالاشاعت '۱۹۷۴ء'ص ۱۱۴۵' عمود ۱۱

۲۔ احمد دہلوی سید مولوی۔فرہنگ آصفیہ' جلد سوم و چہارم۔لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز' ۱۹۸۶ء' ص: ۶۳ے' عمود ۱

۳۔ نورالحسن نیر مولوی۔نوراللغات' جلد سوم و چہارم۔لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز' ۱۹۸۹ء' ص: ۱۳ے' عمود ۱۱

۴۔ عنوان چشتی ڈاکٹر۔اردو شاعری میں ہیئت کے تجربے۔دلی: انجمن ترقی اردو (ہند) ۱۹۷۵ء' ص: ۱۵

۵۔ حفیظ صدیقی' ابوالاعجاز۔کشاف تنقیدی اصطلاحات۔اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۵ء' ص: ۲۱۷

۶۔ عنوان چشتی ڈاکٹر۔اردو شاعری میں ہیئت کے تجربے' ص: ۱۴

۷۔ شمیم احمد۔اصناف سخن اور شعری ہیئتیں۔لاہور: مکتبہ عالیہ' ۱۹۸۳ء' ص: ۱۴

۸۔ ایضاً ص: ۱۴

۹۔ عبداللہ سید ڈاکٹر۔اشارات تنقید۔لاہور: خیابانِ ادب' ۱۹۴۴ء' ص: ۳۲۱

۱۰۔ ریاض احمد۔تنقیدی مسائل۔لاہور: پولیمر پبلی کیشنز ۱۱' ۱۹۹۱ء' ص: ۱۲۷

۱۱۔ محمود شیخ ڈاکٹر۔علامیاتی تفہیم کا بیان۔جبل پور (بھارت): ناشر مصنف خود' ۲۰۰۴ء' ص: ۱۲۵

۱۲۔ عنوان چشتی ڈاکٹر۔اردو میں کلاسیکی تنقید۔نئی دہلی (بھارت): مکتبہ جامعہ لمیٹڈ' ۱۹۸۸ء' ص: ۱۳۵

۱۳۔الف گیان چند جین ڈاکٹر۔ادبی اصناف۔ گجرات (انڈیا): گجرات' اردو اکیڈمی' ۱۹۸۹ء' ص: ۲۱

۱۳۔ب مجید امجد: لوحِ دل (کلیات مجید امجد۔مرتبہ تاج سعید) پشاور: مکتبہ ارژنگ ۱۹۸۷ء۔ص ۳۱

۱۴۔ نوازش علی ڈاکٹر۔مضمون مشمولہ سہ ماہی ادبیات' اسلام آباد' اکادمی ادبیات پاکستان' جلد نمبر ۷' شمارہ ۲۷ تا ۳۰' سرما ۱۹۹۴ء' ص: ۱۰۶۵

۱۵۔ ایضاً ص: ۱۰۶۶

۱۶۔ پی گرے۔تحسین شعر (مترجم روبینہ ترین)' ملتان: کاروانِ ادب' ۱۹۸۵ء' ص: ۹۷

۱۷۔ جابر علی سید۔تنقید و تحقیق' ملتان: کاروانِ ادب' ۱۹۸۷ء' ص: ۷۵

۱۸۔ ریاض احمد۔تنقیدی مسائل' ص: ۱۲۹

۱۹۔ نوید کوثر۔کلیات اقبال (اردو) کا ہیئتی مطالعہ (مقالہ ایم اے اردو) مخزونہ پنجاب یونیورسٹی' لاہور پیشکش ۱۹۹۳ء' ص: ۱۸

۲۰۔ انور جمال۔ادبی اصطلاحات۔لاہور: نیشنل بک فاؤنڈیشن ۱۹۹۸ء' ص: ۱۲۰

۲۱۔ پی گرے۔تحسین شعر (مترجم روبینہ ترین) ص: ۹۷

۲۲۔ محمد فخرالحق نوری ڈاکٹر۔نثری نظم۔لاہور: مکتبہ عالیہ ۱۹۸۹ء' ص: ۶۴

۲۳۔ پی گرے۔تحسین شعر (مترجم روبینہ ترین)' حاشیہ' ص: ۱۰۰

۲۴۔ اطہر پرویز۔ادب کا مطالعہ۔لاہور: بستانِ ادب ۱۹۸۸ء' ص: ۱۶۱

۲۵۔ ایضاً ص: ۱۶۱

۲۶۔ پی گرے۔تحسین شعر (مترجم روبینہ ترین)' ص: ۱۰۱

۲۷۔ عنوان چشتی ڈاکٹر۔اردو شاعری میں ہیئت کے تجربے' ص: ۳۱

۲۸۔ ایضاً ص: ۵۲

۲۹۔ ایضاً ص: ۵۳

۳۰۔ ایضاً ص: ۵۴

۳۱۔ ایضاً ص: ۵۴

۳۲۔ ایضاً ص: ۵۴

۳۳۔ مجلہ نعت رنگ نمبر ۱۰' کراچی' اپریل ۲۰۰۰ء' ص: ۴۴

۳۴۔ گیان چند جین ڈاکٹر۔ ادبی اصناف۔ ص: ۱۰۲
۳۵۔ ایضاً ص: ۱۷
۳۶۔ شمیم احمد۔ اصناف سخن اور شعری ہیئتیں، ص: ۲۰۷
۳۷۔ حسین احمد سید۔ ''کیا نعت ایک صنفِ سخن ہے؟'' مضمون مشمولہ مجلّہ نعت رنگ نمبر ۱۲، کراچی، اکتوبر ۲۰۰۱ء، ص: ۱۱۲
۳۸۔ ارشاد شاکر اعوان۔ عہدِ رسالت میں نعت۔ لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۱۹۹۳ء، ص: ۲
۳۹۔ ابوالخیر کشفی ڈاکٹر۔ نعت اور گنجینۂ معنی کا طلسم۔ مشمولہ نعت رنگ نمبر ۴، کراچی: مئی ۱۹۹۷ء، ص: ۴۰
۴۰۔ کوکب نورانی اوکاڑوی مولانا۔ نعت اور آدابِ نعت۔ لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص: ۱۷۷
۴۱۔ محمد طفیل۔ نقوش، رسول نمبر، جلد دہم، شمارہ نمبر ۱۳۰، جنوری ۱۹۸۴ء، لاہور: ادارہ فروغِ اردو، ص: ۸
۴۲۔ رفیع الدین اشفاق سید ڈاکٹر۔ اردو میں نعتیہ شاعری۔ کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۶ء، ص: ۵۱
۴۳۔ ایضاً ص: ۲۶۷
۴۴۔ ریاض مجید ڈاکٹر۔ اردو میں نعت گوئی۔ لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۰ء، ص: ۱۷
۴۵۔ عاصی کرنالی ڈاکٹر۔ اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر۔ کراچی: اقلیم نعت، ۲۰۰۱ء، ص: ۶
۴۶۔ محمد اسحاق قریشی ڈاکٹر۔ نعت میں احترامِ رسالت کے تقاضے۔ مضمون مشمولہ ماہنامہ ''نعت'' لاہور: شمارہ نمبر ۲، فروری ۱۹۸۸ء، ص: ۵۶
۴۷۔ انور جمال۔ ادبی اصطلاحات۔ ص: ۱۱۴
۴۸۔ شاہ رشاد عثمانی۔ اردو شاعری میں نعت گوئی۔ گیا (بہار)، ۱۹۹۱ء، ص: ۲۰
۴۹۔ شمیم احمد۔ اصناف سخن اور شعری ہیئتیں، ص: ۷
۵۰۔ محمد باقر آغا۔ تاریخ نظم و نثر اردو۔ لاہور: عالمگیر الیکٹرک پریس طبع ۱، ۱۹۳۳ء، ص: ۱۴
۵۱۔ افضال احمد انور۔ علامہ اقبال کی اردو نظم کا ارتقاء۔ (مقالہ ایم فل اقبالیات) مخزونہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔ پیشکش ۱۹۹۲ء، ص: ۶
۵۲۔ دیبی پرشاد سحر منشی۔ معیار البلاغہ۔ لکھنؤ: مطبع نامی منشی نولکشور، ۱۹۰۶ء، ص: ۹۷
۵۳۔ غیاث الدین مولانا، غیاث اللغات۔ لکھنؤ: مطبع منشی نولکشور، ۱۸۹۰ء، ص: ۱۱۴، عمود ۱۱
۵۴۔ محمد زکریا خواجہ ڈاکٹر۔ نئے پرانے خیالات۔ لاہور: اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۰ء، ص: ۱۰۵
۵۵۔ رفیع الدین ہاشمی۔ اصناف ادب۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۳ء، ص: ۲۲
۵۶۔ حسین احمد سید۔ ''کیا نعت ایک صنفِ سخن ہے؟'' مضمون مشمولہ نعت رنگ نمبر ۱۲، کراچی، اکتوبر ۲۰۰۱ء، ص: ۱۱۲
۵۷۔ ملاحظہ کریں مضمون (حوالہ نمبر ۵۶) کے آخر میں نوٹ:
''بعض ادبی مورخین کا خیال ہے کہ سودا کے معاصر اسکندر نے سودا سے قبل مرثیہ کے لیے مسدس کا فارم مقرر کیا تھا۔'' ایضاً ص: ۱۱۶
۵۸۔ شفقت رضوی پروفیسر۔ نعت رنگ کا تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ۔ کراچی: مہر منیر اکیڈمی، فروری ۲۰۰۴ء، ص: ۱۶۵
۵۹۔ شمیم احمد۔ اصناف سخن اور شعری ہیئتیں، ص: ۲۴
۶۰۔ ایضاً ص: ۲۵
۶۱۔ ایضاً ص: ۱۶
۶۲۔ ایضاً ص: ۱۶
۶۳۔ ایضاً ص: ۱۷
۶۴۔ ایضاً ص: ۲۵
۶۵۔ رفیع الدین ہاشمی۔ اصناف ادب، ص: ۲۳
۶۶۔ شمیم احمد۔ اصناف سخن اور شعری ہیئتیں، ص: ۲۶

۶۷۔ گیان چند ڈاکٹر۔ادبی اصناف۔ گجرات (بھارت): اردو اکیڈمی ۱۹۸۹ء ص:۲۳

۶۸۔ ایضاً ص:۲۴

۶۹۔ رفیع الدین ہاشمی۔اصناف ادب ص:۲۳

۷۰۔ گیان چند ڈاکٹر۔ادبی اصناف۔ ص:۲۱

۷۱۔ شمس بریلوی۔کلامِ حضرت رضا کا تحقیقی وادبی جائزہ۔ کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی ۱۹۷۶ء ص:۱۸۷

۷۲۔ سرسوتی سرن کیف۔فرہنگ ادب اردو۔ دہلی: ساہتیہ اکادمی ۲۰۰۴ء ص:۷۱

۷۳۔ گیان چند ڈاکٹر۔ادبی اصناف۔ ص:۱۰۲

۷۴۔ عنوان چشتی ڈاکٹر۔اردو شاعری میں ہیئت کے تجربے ص:۵۷

۷۵۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے ''اردو شاعری میں ہیئت کے تجربے'' از عنوان چشتی ص:۵۶ تا ۱۲۳

۷۶۔ رشید محمود راجا۔پاکستان میں نعت۔لاہور: ایجوکیشنل ٹریڈرز ۱۹۹۴ء ص:۱۷

۷۷۔ عاصی کرنالی ڈاکٹر۔اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر ص:۸۱

۷۸۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے:
''برصغیر پاک و ہند میں عربی نعتیہ شاعری'' از ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی۔لاہور: مرکز معارف اولیاء ۲۰۰۲ء ص:۱۴۷ تا ۱۵۶

۷۹۔ عاصی کرنالی ڈاکٹر۔اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر ص:۲۲۶

۸۰۔ محمد اکرام خواجہ۔اردو کی شعری اصناف۔ دہلی یونیورسٹی ۱۹۹۹ء ص:۱۴

۸۱۔ ایضاً ص:۱۴

۸۲۔ فرمان فتح پوری ڈاکٹر (دیباچہ) سازِ حجاز از سیماب اکبر آبادی کراچی: سیماب اکیڈمی ۱۹۸۲ء ص:۱۴

۸۳۔ رشید محمود راجا۔پاکستان میں نعت ص:۲۰۷

۸۴۔ ابوالخیر کشفی ڈاکٹر۔مضمون ''نعت کے عناصر'' مشمولہ نعت رنگ نمبر ۵ کراچی فروری ۱۹۹۸ء ص:۲۴

۸۵۔ شفقت رضوی پروفیسر۔مضمون ''اردو نعت پر تاریخی، تحقیقی اور تنقیدی کتب'' (تعارف و تجزیہ) مشمولہ نعت رنگ نمبر ۱۰ کراچی اپریل ۲۰۰۰ء ص:۴۴

۸۶۔ محمد اقبال جاوید پروفیسر۔بیدم شاہ وارثی کی نعتیہ تاب و تب (مضمون) مشمولہ۔نعت رنگ نمبر ۱۱ کراچی مارچ ۲۰۰۱ء ص:۲۵۳

۸۷۔ عاصی کرنالی ڈاکٹر۔اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر ص:۸۱

۸۸۔ ابوالخیر کشفی ڈاکٹر۔نعت اور تنقیدِ نعت۔طاہرہ کشفی میموریل سوسائٹی کراچی ۲۰۰۱ء ص:۷۷

۸۹۔ فرمان فتح پوری ڈاکٹر۔اردو نعت گوئی میں ہیئت کے تجربوں کی ضرورت'' مضمون مشمولہ نعت رنگ نمبر ۴ کراچی: مئی ۱۹۹۷ء ص:۱۶۳

✿✿✿✿✿
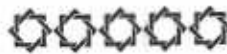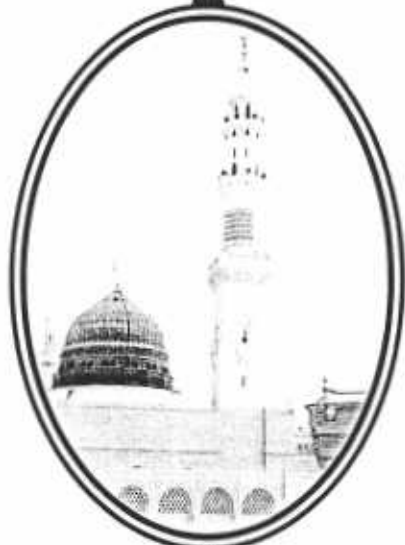
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
مثنوی
مثنوی کی ہیئت اور عہد بہ عہد اردو نعت
باب
۳
اردو نعت کا ہیئتی مطالعہ

باب سوم مثنوی

مثنوی کی ہیئت اور عہد بہ عہد اردو نعت

مثنوی کی صنفی و ہیئتی شناخت:

مولوی محمد نجم الغنی نے لفظ مثنوی کی معنوی وضاحت کرتے ہوئے اس صنف کا یوں تعارف کرایا ہے:

''لغت میں مثنوی منسوب ہے مثنیٰ کی طرف اور مثنیٰ میم مفتوح و سکون ثائے مثلثہ و الف مقصورہ سے دو کے معنی میں ہے جب یائے نسبت اس کے آخر میں لگائی گئی تو الف مقصورہ واو سے بدل گیا۔۔۔اور۔۔۔اصطلاح میں ان اشعار کو مثنوی کہتے ہیں جن میں دو دو مصرع باہم مقفّیٰ ہوں۔''[۱]

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار نے مزید وضاحت کی:

''الف مقصورہ بحالتِ الحاق یائے نسبت کے قاعدے کے مطابق واو سے بدل گیا ہے۔ یہ اثنین سے بنا ہے جس کا مطلب ہے ''دو'' ''دو''۔۔۔چونکہ مثنوی کے ابیات میں ہر بیت کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور ہر بیت کا قافیہ دوسرے بیت کے قافیے سے مختلف ہوتا ہے لہٰذا ابیات مختلف القوافی کو مثنوی کہنے لگے۔''[۲]

اردو لغت میں مثنوی کی جامع تعریف ملتی ہے:

''وہ مسلسل ہم وزن اشعار کی نظم جس کی ہر بیت کا قافیہ جدا اور بیت کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ کل مثنوی ایک ہی وزن میں ہوتی ہے اور اس کے اشعار کی تعداد مقرر نہیں۔''[۳]

مثنوی کی اہم خصوصیات:

ساحل احمد نے مثنوی کی ظاہری ہیئت کی شناخت بتائی ہے:

''مثنوی کی ہیئت کا انحصار ترتیب قوافی پر ہے۔۔۔ ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم وزن اور ہم قافیہ ہوں، ہم ردیف ہونا ضروری نہیں، یعنی مثنوی کا ہر شعر مطلع، جداگانہ قافیہ میں ہوتا ہے۔ یہی شرط ہم ردیف شعر پر بھی لاگو ہوتی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ زیادہ تر مثنویوں میں ردیف کا استعمال کم ہی کیا گیا ہے۔''[۴]

اس تعریف سے صاف ظاہر ہے کہ مثنوی کے قافیوں کی ترتیب یہ ہوتی ہے:

الف ______ الف

ب ______ ب

ج ______ ج

د ______ د .... وغیرہ وغیرہ۔

مثنوی کا مترادف لفظ مزدوج ہے۔ منشی دیبی پرشاد سحر بدایونی نے ''معیار البلاغت'' میں یہ اصطلاح استعمال کی ہے۔[۵]

مثنوی کے لئے اشعار کی کوئی خاص تعداد مقرر نہیں ہے، شاعر سیکڑوں، ہزاروں یا اس سے بھی زیادہ اشعار لکھ سکتا ہے۔ سجاد دہلوی کا بیان ہے:

''تعداد، دو شعروں سے زیادہ، خواہ کتنے ہی ہوں جیسے بوستان، سکندر نامہ۔''[۶]

شاہنامہ مثنوی کے لئے تسلسلِ خیال و بیان البتہ ضروری شرط ہے۔ یہی خصوصیت اسے غزل سے منفرد مقام دلاتی ہے۔

سید سلمان علی بنوری کے بقول:

(مثنوی کے)۔۔۔ ہر شعر کو آگے آنے والے شعر سے اس طرح مربوط ہونا چاہیے کہ اشعار بالکل زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسرے سے پیوست ہوں، نہ بیچ میں جھول اور خلا معلوم ہو نہ بھرتی کا شعر آئے۔''[۷]

مثنوی اپنی بعض خصوصیات کی بناء پر دیگر اصنافِ سخن سے زیادہ وسعت رکھتی ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر گیان چند جین نے وضاحت سے اظہارِ خیال کیا ہے۔ ان کے نزدیک

''اپنے محدود ذخیرۂ الفاظ' اپنی معین روایات کی طوق درگلو ہونے کی وجہ سے وسعتِ حیات میں غزل خود کو بے دست و پا محسوس کرتی ہے۔۔۔ (مثنوی میں خارجی واقعات وشدتِ جذبات کے باعث) شرم وحیا' غیظ و غضب' رشک و حسد' والدین کی مامتا' غرض انواع و اقسام کے وارداتِ قلبی کی قرار واقعی تصاویر ملتی ہیں۔''۔۔۔ ''قصیدہ کی کائنات قبر کی طرح تنگ ہے۔۔۔ایک قافیے کی پابندی کی وجہ سے قصیدہ کا پاؤں جلد ہی لنگ کرنے لگتا ہے اور سو دو سو اشعار سے آگے چلنا عام طور پر ممکن نہیں رہتا۔''۔۔۔''(مرثیہ) میں معرکۂ کربلا کا کوئی واقعہ پیش کیا جاسکتا ہے' کیکاؤس اور افراسیاب کی جنگیں نہیں۔۔۔حسن کے حضور میں عشق کی جاں بازی سے یہ روشناس نہیں۔''۸

کسی واقعہ کو بیان کرنے کے لئے مثنوی کی ہیئت مناسب ترین ہے۔ دوسری اصناف میں قوافی کی سخت پابندیوں یا دیگر ہیئتی جکڑ بندیوں کے باعث موضوع کو مسلسل بیان کرتے چلے جانے کی اتنی آزادی نہیں ہے۔ کلیم الدین احمد جیسا نقاد بھی مثنوی کی وسعت اور تنوع کا قائل ہے۔

''غزل اور قصیدہ کے مقابلے میں مثنوی میں زیادہ وسعت اور تنوع کی گنجائش ہے' مثنوی میں رزمیہ شاعری ہوسکتی ہے اور نئے نئے افسانوں کی ایجاد بھی ہوسکتی ہے' دنیا کے گوناگوں بدلنے والے مناظر کی جیتی جاگتی تصویریں کھینچی جاسکتی ہیں اور زندگی کے مختلف پہلوؤں' سارے نفسی کوائف کا بیان ہوسکتا ہے۔''۹

یہی وجہ ہے کہ مثنوی میں اہم اصنافِ سخن کارس پایا جاتا ہے۔ جلال الدین احمد نے لکھا ہے:

''مثنوی میں غزل کا سوز و گداز' معاملہ بندی' لگاوٹ اور گھلاوٹ' قصیدے کی تشبیب کی رنگارنگی' شان وشوکت اور دھوم دھام' نظم کا تسلسل بیان' مرثیے کا غم والم' رزم کی ہنگامہ آرائی اور ساقی کا ناؤنوش سبھی اقسام کے اوصاف کا اجتماع پایا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مثنوی سب سے زیادہ جامع نظم کی قسم ہے۔''۱۰

انور جمال نے بھی مثنوی کی اس خوبی کی داد دی ہے:

''مثنوی واحد صنفِ شاعری ہے' جس میں داستانوی' فلسفانہ' متصوفانہ' عسکری اور رومانوی موضوعات کو شرح وتفصیل کے ساتھ بیان کرنے کی صلاحیت ہے۔''۱۱

مثنوی بظاہر مظاہر قدرت ومناظرِ فطرت کی تصویر کشی کے لئے مخصوص تھی لیکن اس کا دائرہ کار پھیلتا گیا اور دیگر اصناف کی طرح اس میں بھی بہت وسعت پیدا ہوئی۔ بقول شبلی نعمانی:

''شاعری کی مشہور اقسام۔۔۔غزل' قصیدہ' مثنوی ہیں۔۔۔ہمارے شعراء نے ان میں سے کسی کو اپنے حدود میں نہیں محدود رکھا۔۔۔مثنوی نے واقعہ نگاری کی حد سے متجاوز ہوکر ہر قسم کی شاعری پر تصرف کرلیا۔''۱۲

مثنوی کے لئے عروضی بحروں کا تعین' قابلِ ذکر ہی نہیں قابلِ غور بھی ہے۔ مثنوی اصلاً ایرانیوں کی ایجاد ہے۔ لہٰذا جس فارسی مثنوی کو مقبولیت نصیب ہوئی' اس میں مستعمل وزن بھی مقبول ہوگیا۔ بالعموم درج ذیل سات اوزان مثنوی کے لئے مقرر رہے:

۱۔	بحر متقارب مثمن محذوف/مقصور	فعولن فعولن فعولن فعول/فعل
۲۔	بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف/مقصور	مفعول مفاعلن فعولن/ مفاعیل
۳۔	بحر ہزج مسدس مخبون' محذوف/مقصور	مفاعیلن مفاعیلن فعولن/ مفاعیل
۴۔	بحر خفیف مسدس مخبون' محذوف/مقصور	فاعلاتن مفاعلن فعلن/فعلان
۵۔	بحر سریع مسدس محذوف/مقصور	مفتعلن مفتعلن فاعلن/ فاعلات
۶۔	بحر رمل مسدس محذوف/مقصور	فاعلاتن فاعلاتن فاعلن/ فاعلات
۷۔	بحر رمل مسدس مخبون محذوف/مقصور	فاعلاتن فعلاتن فعلن/فعلات ۱۳

یہ سب چھوٹی بحروں کے رواں اور مترنم اوزان ہیں جو مثنوی کے بیانیہ کے تسلسل میں واقعی مفید ہیں۔ ان میں سے بعض اوزان کو ابتداء میں رزم کے لئے مخصوص سمجھا جاتا رہا لیکن بعد میں شعراء نے اس پابندی کو اٹھا دیا۔ کسی خاص مضمون کے لئے کوئی خاص وزن مقرر نہ رہا اور مثنوی نگاروں نے مندرجہ بالا اوزان سے ہٹ کر بھی مثنویاں لکھیں۔ ان سات اوزان سے ہٹ کر کسی دوسرے وزن میں مثنوی لکھنے والوں میں مولانا

الطاف حسین حالیؒ، علامہ اقبالؒ اور حفیظ جالندھری جیسے اکابر شعراء شامل ہیں۔ مولوی جلال الدین احمد کی رائے کتنی صاف' کھری اور مبنی بر حقیقت ہے (جسے گیان چند نے بھی "سنبھلی ہوئی رائے" کہا ہے):

"یہ کوئی ضروری اور لازمی امر نہیں ہے کہ ان مستعملہ و مرجہ اوزان کے علاوہ کسی دوسرے وزن میں مثنوی لکھنا ناجائز سمجھا جائے' البتہ جن وزنوں کو مخصوص کیا گیا ہے' ان میں بہ نسبت دوسرے اوزان کے دل کشی اور ترنم اور موزونیت زیادہ ہے۔"[۱۴]

ہیئت کے اعتبار سے مثنوی کا ہر شعر غزل کے مطلع کی طرح ہوتا ہے (جس کے ہر شعر کا فارسی و معنوی ربط اگلے شعر کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ اس کا قافیائی ربط پہلے یا بعد والے شعر سے نہیں ہوتا)۔ اسی لیے ڈاکٹر سید عبداللہ کا خیال ہے:

"مثنوی کی صنف نے غالباً قصائد یا غزل کے متعدد مطلع کہنے ہی سے فروغ پایا ہوگا۔"[۱۵]

ابوالاعجاز حفیظ صدیقی مثنوی کے لئے قصہ کو ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے:

"فنی حیثیت سے جب مثنوی پر بحث ہوتی ہے تو مراد وہ مثنویاں ہوتی ہیں جن میں کوئی قصہ بیان کیا جائے۔"[۱۶]

اگرچہ اکثر واقعاتی و رومانی مثنویوں میں قصہ بیان ہوا ہے لیکن قصے سے ہٹ کر بھی مثنویاں لکھی گئی ہیں۔ علامہ اقبال کی مشہور مثنوی "ساقی نامہ" سامنے کی مثال ہے۔ مولانا الطاف حسین حالی نے (مقدمہ شعر و شاعری میں) مولانا شبلی نعمانی نے (شعر العجم میں) اور امداد امام اثر نے (کاشف الحقائق میں) مثنوی کے فن پر جو بحث کی ہے اور قصے کو پرکھنے اور بیان کرنے کے جو اصول لکھے ہیں وہ وہاں کارگر ہیں جہاں مثنوی میں قصہ موجود ہو۔ چونکہ دنیا جہان کا ہر موضوع' مثنوی میں بیان ہو سکتا ہے لہٰذا مثنویوں کو محض واقعاتی پابندیوں سے وابستہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں اگر مثنوی نگار نے کوئی قصہ بیان کیا ہے تو اس پر فنی بحث میں مذکورہ بزرگوں کی تنقیدی آرا سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ معنی اور مضمون کے اعتبار سے مثنویوں کو کئی اقسام میں بانٹا جا سکتا ہے۔ سید سلمان علی بنوری نے مختلف اقسام جیسے رزمیہ' بزمیہ' عشقیہ' متصوفانہ' ناصحانہ' عارفانہ اور فلسفیانہ وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ [۱۷] اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مثنوی کا موضوعاتی پھیلاؤ کتنا زیادہ ہے۔

مولانا الطاف حسین حالی نے پہلی مرتبہ مثنوی کی تنقید کے فن پر باقاعدہ بحث کی' پھر مولانا شبلی نعمانی نے شعر العجم کی چوتھی جلد میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس صنف سے متعلق مابعد کی تنقید میں اکثر و بیشتر انہی دونوں بزرگوں کے خیالات کی بازگشت ملتی ہے۔ حالی کا کام بہرحال قابلِ تحسین ہے کیونکہ ڈاکٹر گیان چند کے لفظوں میں:

"مقدمہ شعر و شاعری میں انہوں نے دیگر اصناف کی طرح مثنوی کے پرکھنے کے اصول بھی وضع کیے' چونکہ حالی کے پیشِ نظر کوئی نمونہ نہ تھا' اس لیے یہ اصول تمام تر انہی کے ذہن کی اپج ہیں۔ حالی مثنوی کے پہلے نقاد ہیں لیکن حیرت یہ ہے کہ آج تک مثنوی کی تنقید حالی سے ایک قدم آگے نہ بڑھ سکی۔"[۱۸]

حالی کے محولہ بالا تنقیدی خیالات کا انتہائی اجمالی نقشہ درج ذیل ہے:

ا۔ مثنوی کا کلام مربوط و مسلسل ہو۔

ب۔ مثنوی میں بیان کیا گیا قصہ ناممکن' مافوق الفطرت اور خلافِ عادت نہ ہو۔

ج۔ مبالغہ ایسا نہ ہو کہ اس کا مصداق کسی کو قرار ہی نہ دیا جا سکے۔

د۔ کلام مقتضائے حال کے مطابق ہونا چاہیے۔

ہ۔ کسی شخص' مکان یا چیز کی بیان کردہ حالت لفظاً و معناً نیچر اور عادت کے موافق ہونی چاہیے۔

و۔ قصے میں ایک بیان دوسرے بیان کی تکذیب نہ کرتا ہو۔

ز۔ تجربے اور مشاہدے کے برعکس کوئی بات بیان نہ کی جائے۔

ح۔ جو باتیں صاف صاف کہنے کی نہیں' انہیں رمز و کنایہ ہی میں بیان کرنا ضروری ہے۔[۱۹]

مندرجہ بالا اصولوں میں سے اکثر کا تعلق قصے سے ہے۔ حالی سے پہلے لکھا گیا مثنوی کا اکثر سرمایہ قصوں پر مشتمل ہے لہٰذا واقعاتی مثنویوں کی پرکھ میں یہ اصول بہت معاون ہو سکتے ہیں۔ جس طرح مثنوی کے لئے مقررہ اوزان اب ناگزیر اور حتمی نہیں سمجھے جاتے اسی طرح اب مثنوی قصے کے بغیر بھی ایک تاریخ رکھتی ہے۔

مثنوی قدیم شاعری کی وہ صنفِ سخن ہے جو موضوع کے اعتبار سے رومانی اور عشقیہ داستانوں اور جذباتِ عشق پر مشتمل ہو اور اپنی مخصوص ہیئت میں لکھی گئی

ہو مثلاً پھول بن' بوستانِ خیال' دریائے عشق' شعلۂ عشق' سحر البیان ۔۔۔ وغیرہ۔ شمیم احمد کے نزدیک حالی کے عہد کے بعد سے عملاً صنفِ سخن کی حیثیت سے مثنوی کا سلسلہ ختم سمجھا جائے اور اس کی ہیئت کو باقی سمجھا جائے جس میں قومی' ملکی اور وطنی موضوعات پر مبنی نظمیں لکھی گئیں۔'' [۲۰]

شمیم احمد کی اس رائے کے مطابق یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ مثنوی صرف قصہ کہانی سے مخصوص ہے اور بغیر قصہ کے مثنوی' بطور صنف' مثنوی نہیں بلکہ صرف مثنوی کی ہیئت ہے ـــــ یہ عجیب رائے ہے۔ جب جدید متخصصیات نے طے کر لیا ہے کہ مثنوی کے لئے قصہ ناگزیر شرط نہیں تو پھر قصہ سے ہٹ کر لکھی گئی مثنوی کو بھی مثنوی ہی ماننا پڑے گا۔ بطور صنف بھی اور بطور ہیئت بھی' جیسے اقبال کی ساقی نامہ' البتہ مخصوص موضوعات پر لکھی گئی چھوٹی چھوٹی منظومات کو نظم (خصوصاً نظمِ جدید) کے طور پر لیا جا سکتا ہے۔ جن کی ہیئت مثنوی کی ہو۔ واضح رہے کہ نظمِ جدید کسی بھی ہیئت میں لکھی جا سکتی ہے۔ اس کی تعمیر و تشکیل میں مثنوی کی ہیئت بھی اسی طرح استعمال کی جا سکتی ہے' جس طرح کوئی بھی دوسری شعری ہیئت۔

قصہ سے ہٹ کر لکھی گئی مثنویوں کو پرکھنے کے لئے کچھ دوسرے اصول آزمانا ہوں گے۔ مولانا شبلی نعمانی نے مثنوی کی تنقید کے لئے حسنِ ترتیب' کیرکٹر' کیریکٹر کا اتحاد' واقعہ نگاری (ماہرِ فن کی طرح جزئیات کو نظر انداز نہ کیا جائے اور بات ایسے نہ کی جائے کہ واقعہ مشکوک یا ناممکن ہو جائے)۔ ان پر گیان چند نے یہ تبصرہ کیا کہ شبلی نے خود یہ اصول وضع کیے لیکن شاہنامہ پر تفصیلی تبصرہ کیا تو انہیں طاقِ نسیاں پر رکھ دیا۔[۲۱] ان اصولوں کی تشنگی ظاہر ہے کیونکہ شبلی نے ''واقعہ نگاری کا ذکر تو کیا لیکن جذبات نگاری کو بالکل فراموش کر دیا' جو مثنوی کا جمالیاتی رخ ہے۔ زبان و اسلوب بیان کا کوئی معیار قائم نہیں کیا۔ غرض اس طرح کی بہت سے فروگزاشتیں ہیں جن کی وجہ سے یہ اصول غیر مکمل اور ناکافی ہیں۔'' [۲۲]

ڈاکٹر گیان چند نے بھی خود کچھ اصول وضع کیے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ

''ہم اگر باقاعدہ اصول تعمیر نہ کر سکیں تو بھی کچھ ایسے عنوانات کی طرف اشارہ کرنا ہوگا' جن کے تحت مثنوی کا مطالعہ کیا جا سکے۔'' [۲۳]

ڈاکٹر گیان چند کی اس بحث کا خلاصہ درج ذیل ہے:

ا۔ **حسنِ تعمیر:** حالی کے ربطِ کلام اور شبلی کے حسنِ ترتیب کے ساتھ ساتھ مثنوی کے مختلف اجزاء کو اس طرح بہت سوچ سمجھ کر مرتب کرنا کہ توازن کے فقدان کا کہیں احساس نہ ہو۔ پلاٹ کی تعمیر کا تعلق اسی سے ہے۔

ب۔ **زبان و بیان:** جذبات نگاری' شستہ زبان' شعریت کے تقاضے مدِنظر رہنے چاہییں۔ مصنوعی' پرتکلف اور خیالی طرز کے مقابلے میں سادہ شیریں اسلوب فوقیت رکھتا ہے۔

ج۔ **کردار نگاری:** ہر کردار کو امتیازی خصوصیات کا حامل ہونا چاہیے۔ اوصاف و جذبات کا اظہار شدت سے ہونا چاہیے۔ ہیرو اور ہیروئن کا کردار خاص طور پر دلنشین ہونا چاہیے۔

د۔ **منظر نگاری:** مقامات کے فطری حسن یا ویرانی کا بیان یا بعض موثر اوقات کی تصویر کشی سے متعلق بیانات پرلطف اور شاعرانہ ہونا چاہئیں۔

ہ۔ **جذبات نگاری:** گو مثنوی بیانیہ نظم ہونے کے باعث خارجی شاعری کی نمائندہ ہے لیکن شرحِ جذبات سے یہ غزل کی سرحد پر دھاوا مار سکتی ہے۔ قلبی واردات کی پیش کش ضرور ہونی چاہیے۔

و۔ **ہم عصر تہذیب کی مرقع نگاری:** معاصر تہذیب کے ساز و سامان کی تفصیل کا بیان دلچسپ ہونا چاہیے۔ تہذیب کے جس شعبے' رکن یا شے کا بیان ہو' ماہرِ فن کے طور پر ہو۔[۲۴]

مثنوی کے بعض داخلی اجزاء کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ سید سلمان علی بنوری لکھتے ہیں:

''مثنوی میں بھی چند چیزوں کا ہونا ضروری ہے' جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ حمد

۲۔ نعت

۳۔ منقبت

۴۔ بادشاہ کی تعریف

۵۔ تعریفِ سخن

۶۔ قصہ یا واقعہ

۷۔ خاتمہ۔۔۔ [۲۵] گیان چند نے مزید کہا:

''شیعہ حضرات منقبتِ حضرت علیؓ اور مدحِ آئمہ بھی لکھتے ہیں۔ مذہبی بزرگوں کی مدح وتوصیف کے بعد شاعر کے مربی کی مبالغہ آمیز تعریف ہوتی ہے۔ یہ مربی' بادشاہ' نواب' وزیر سے لے کر کوئی معمولی رئیس تک ہوسکتا ہے۔ بعض شعراء تعریفِ سخن یا تعریفِ خامہ یا مناجات عاشقانہ بھی تحریر کردیتے ہیں' لیکن یہ نہایت شاذ ہے۔'' ۲۶

سید سلمان علی بنوری کو بھی اس کے شاذ ہونے کا احساس ہے' وہ بھی کہتے ہیں:

''اردو مثنویوں کا جائزہ لینے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام چیزیں مثنویوں کے لئے ضروری نہیں ہیں' نہ تھیں بلکہ اسلام یا اسلامی تہذیب سے متاثر شاعر حمد ونعت سے ابتدا کرنا خیر وبرکت سمجھتا ہے' یہ عناصر فارسی کی تقلید سے آئے مگر پھر بھی مثنویوں کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے' جس میں حمد ونعت اور منقبت کا سرے سے پتہ نہیں۔'' ۲۷

بیانیہ شاعری کے لئے مثنوی کی ہیئت ایک نعمت سے کم نہیں۔ دیگر اصناف میں قافیے کی پابندی شاعر کو کھل کر جوہر دکھانے سے مانع آسکتی ہے جبکہ مثنوی میں ہر شعر کے محض دو مصرعے ہی ہم قافیہ کرنا ہوتے ہیں' لہٰذا دیگر اکثر اصناف میں قافیہ مضمون سجھاتا ہے جبکہ مثنوی میں واقعہ یا شاعر کا خیال قافیہ کا چناؤ کرتا ہے اس لیے اس میں نثر جیسی روانی پیدا ہوسکتی ہے۔ اس آسانی کے باعث مثنوی نگار کو طویل سے طویل واقعہ یا خیال پیش کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں آتی۔ غور کیا جائے مثنوی کی سب سے بڑی خوبی' لامتناہی یکسانیت ہے لیکن ایک اور انداز سے گیان چند اس خوبی کو خامی میں بدلتے بھی دیکھتے ہیں۔

''یہ بات بھی نہیں کہ مثنوی بے عیب یا مکمل صنفِ سخن ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو آج اس کا زوال کیوں ہوگیا ہوتا؟ اگر مسدس کی خامی بار بار بند کی تبدیلی ہے تو مثنوی کی کمزوری' اس کی لامتناہی یکسانیت ہے۔ کئی کئی ہزار اشعار کی مثنویاں ایک ہی سلسلے میں لکھی ہوتی ہیں۔ طبعِ انسانی تنوع پسند ہے۔'' ۲۸

مثنوی اگرچہ عربی زبان کا لفظ ہے لیکن اسے اصطلاح عربوں نے نہیں ایرانیوں نے بنایا۔ عربی میں مثنوی کے نمونے نہ ہونے کے برابر ہیں۔ مثنوی پر بڑا اور اہم کام ایران میں ہوا' ڈاکٹر گیان چند کی اطلاع کے مطابق سنسکرت میں مثنوی بالکل نہیں ملتی۔ ہندی میں اگرچہ اس کا کوئی مخصوص نام نہیں لیکن ہندی میں مثنوی ہر دور میں مقبول رہی۔ فرانسیسی اور جرمنی کی زبانوں میں بھی کچھ مثنویوں کی نشاندہی ہوئی ہے۔

اردو شاعری میں مثنوی کی اہمیت:

مثنوی وہ صنفِ سخن ہے جو اپنے تسلسل اور وسعت کی بدولت شروع ہی سے اردو زبان وادب کی خدمت کرتی دکھائی دیتی ہے۔ بزم و رزم کے جمیع واقعات' جزئیات کی تفاصیل' ذہنی وقلبی کیفیات' مافوق الفطرت عناصر وغیرہ کے بیان کے لئے مثنوی بہت موزوں ومناسب صنف ہے۔ اس میں اتنا دم خم ہے کہ سماجی' سیاسی' اقتصادی' نفسیاتی اور فلسفیانہ احوال وکوائف کو بہترین انداز میں پیش کرسکے۔ اس میں غزل کا سوز وگداز بھی ہے اور رمز وکنایہ بھی' اس میں مرثیے کی تاثیر بھی ہے اور قصیدے کا طنطنہ بھی' قافیہ اگر بعض اصناف کے پاؤں کی بیڑی ہے تو مثنوی کے پاؤں کی محض جھانجر۔ مثنوی کی اس امتیازی خصوصیت کے پیشِ نظر ادب میں اس کی خاص اہمیت واضح ہے۔

مثنوی میں جھوٹے' بے سروپا قصے بھی بیان ہوئے ہیں اور سچے واقعات بھی' صوفیانہ' مذہبی اور اخلاقی مثنویاں قاری کے دل ودماغ پر اچھا اثر ڈالتی ہیں اور ادب برائے زندگی کے قائلین کے لئے بھی اس میں دلکشی کے متعدد انداز ہیں۔

مثنوی جذبات ہی کی نہیں' اپنے زمانے کی تہذیب اور تمدن کی بھی عکاس ہوتی ہے۔ لوگوں کے رہن سہن کے طور طریقے' بول چال کا انداز' لباس ومتعلقات وغیرہ کی لفظی تصاویر اس دور کی سماجی تفاصیل کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتی ہیں لہٰذا مثنوی کے ذریعے کسی خاص دور کے سیاسی' عمرانی اور اقتصادی پہلوؤں سے آگاہی حاصل کی جاسکتی ہے۔

مثنوی کے مسلسل مطالعے سے زبان میں ہونے والے تغیرات وتجربات سے بھی آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ دکنی دور کی کوئی مثنوی آج کے قاری کے لئے اتنی سہل نہیں جتنی آج کی مثنوی ہے۔ گویا مثنوی' اپنے دور کے لسانی برتاؤ کی بھی امین ہوتی ہے۔ ماضی کی لفظیات سے آگاہی کا ایک ذریعہ مثنوی بھی ہے۔ اسی لسانیاتی تجزیے سے اردو محققین بعض تصانیف کے دورِ تخلیق کے تعین میں سعی کرتے ہیں۔

مثنوی میں نعتیہ عناصر: مثنوی یوں تو عام ادبی نقطۂ نظر سے اہم ہے ہی لیکن خاص طور پر نعتیہ ادب کے حوالے سے بھی بے حد اہم ہے۔ مثنوی میں نعتیہ عناصر کی شمولیت دو طریقوں سے ہوئی ہے۔ پہلا تو یہ کہ اکثر مثنوی نگاروں نے بزم یا رزم کا کوئی واقعہ نظم کرنے سے پہلے ایک دینی رواج کے طور پر مثنوی کا آغاز حمد ونعت سے کیا ہے۔ مسلمان حصولِ برکت کے لئے ہر کام کا آغاز اللہ کی حمد اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام سے کرتے ہیں۔ اسی جذبے نے فارسی مثنوی میں ظہور کیا اور فارسی کے تتبع میں اردو مثنوی میں بھی یہ روایت در آئی۔ یوں رسماً ہی سہی' لیکن اردو نعت کو ایک بڑا ذخیرہ ان مثنویوں کی وجہ سے میسر آیا۔

اکثر مثنویوں کے آغاز میں نعت کا یہ حصہ واقعی محض رسم کے طور پر ذیلی حیثیت سے آیا ہے لیکن ان نعتیہ اشعار کو رسمی و ذیلی کہہ کر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ان کی لسانی' تاریخی اور ادبی حیثیت ہے۔ مثنویوں کی ابتدا میں لکھے گئے یہ نعتیہ اشعار ضروری نہیں کہ شاعر کے دل کے ترجمان بھی نہ ہوں یا ان میں شاعر کا جذبہ اور تخلیقی اپج ظاہر نہ ہو۔ جہاں یہ شعر تخلیقی سطح پر شعریت کے بھرپور قرینے اور شاعر کے جذبے کا آئینہ بن کر ظہور پذیر ہوئے ہیں وہاں ان کی ادبی اہمیت بھی بڑھ جاتی ہے۔

مثنوی میں نعتیہ عناصر کی شمولیت کا دوسرا سبب موضوع کا براہ راست نعت سے متعلق ہونا ہے۔ یہ تعلق کلی طور پر بھی ہوسکتا ہے جیسے سیرتِ مبارکہ کی منظوم صورت اور جزوی طور پر بھی جیسے تصوف و اخلاق وغیرہ کے کسی ایک پہلو کا بیان۔ مثنوی کوئی قصہ ہو یا اخلاقی درس' اس کے آغاز میں حصولِ خیر و برکت کے لئے حمد کے بعد نعتیہ اشعار نے ایک ایسی مضبوط اور ہمہ گیر روایت کی حیثیت پائی جس کا بعض غیر مسلم شعراء کی مثنویوں پر بھی اثر نظر آتا ہے۔ فرمانِ خداوندی ''ورفعنا لک ذکرک'' کی ضیاباریاں مثنوی کی صنف میں بھی پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ بار ہیں۔

غیر نعتیہ موضوعات پر مشتمل مثنویوں میں حمد یا حمد کے بعد نعت کے اشعار کی کوئی خاص تعداد مقرر نہیں۔ یہ اشعار بیسیوں بھی ہوسکتے ہیں اور ایک یا دو بھی' بلکہ صدرالدین دکنی کی مثنوی ''کسبِ محویت'' (تصنیف ۱۰۷۶ھ) میں حمد و نعت کو ایک مصرع ہی میں سمیٹ لیا گیا ہے:

ناؤں لے اللہ محمد کا اول	کسب کا سب کو کہوں در محل ۲۹

یونہی پنڈت دیا شنکر نسیم نے محض ایک مصرع میں حمد اور نعت کو سمو لیا ہے

کرتا ہے یہ دو زباں سے یکسر حمدِ حق و نعت پیمبر ۳۰

دو تین یا زیادہ اشعار میں نعتیہ مضامین بیان کرنے کی مثالیں بہت ہیں۔ بطور نمونہ صدرالدین ہی کی دوسری مثنوی ''رموز الکاسبین'' سے نعتیہ اشعار نقل ہیں:

کروں حمد و ثنا حق کا اول میں	بھی نعت مصطفٰے کا خوش نما میں
ہے وہ دریائے کبریا کا ظاہر	یہ ادراک دو عالم سوں ہے باہر
اگر روں روں مری لک لک زباں ہو	پھر ہر یک زباں سوں لک لک بیاں ہو
رسولِ پاک پر لک لک صلوٰۃ	بر اہلِ آل و اصحاباں سو تحیات (۳۱)

شاہ صدرالدین' فخرالدین نظامی دکنی کے ہم عصر ہیں لیکن دونوں کی زبان میں کتنا بعد ہے۔ شاہ صدرالدین کے محولہ بالا اشعار کتنے آسان' رواں دواں اور معنی خیز ہیں۔ دکن کی واقعاتی مثنویوں میں نعت کے نمونے رسمی ہوتے ہوئے بھی شاعر کے دلی جذبات کے عکاس ہیں۔ لسانی اور تاریخِ ادب کے حوالے سے ان کی اہمیت مسلمہ ہے۔

برصغیر میں اسلامی عملداری کا اجمالی جائزہ اور ترویجِ ادب:

۹۳ھ/۷۱۲ء میں محمد بن قاسم نے ایک مظلوم و بے بس مسلمان خاتون کی پکار پر راجا داہر کو شکست دے کر برصغیر میں اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ حکومت ملتان تک پھیلتی چلی گئی۔ تقریباً تین سو سال بعد سلطان محمود غزنوی نے ۳۹۲ھ/۱۰۲۰ء میں سومنات پر حملہ کیا' اس کی فتوحات کے باعث پنجاب اور سرحد کے اکثر علاقے مسلمانوں کی حکومت کے زیرِ نگیں آ گئے' لاہور پایہ تخت بنا۔ ۱۱۹۳ء میں شمالی ہند میں بھی اسلامی حکومت قائم ہوگئی جو بنگال تک پھیل گئی۔ ۶۹۷ھ/ ۱۲۹۸ء میں علاؤالدین خلجی نے گجرات کو فتح کرلیا اور ۷۱۰ھ تک تمام دکن بھی مسلمانوں کی حکومت کا حصہ بن گیا جس کا مرکز دہلی تھا۔ ۷۲۸ھ میں محمد بن تغلق نے دہلی کے بجائے دولت آباد کو سلطنت کا مرکز قرار دیا اور تمام آبادی کو بھی نقل مکانی کا حکم دیا۔ محمد بن تغلق کے دورِ آخر میں جنوبی علاقوں کے رئیسوں نے بغاوت کردی۔ یوں ۱۳۵۰ء کو بہمنی سلطنت کی بنیاد پڑی۔ بعد میں جب بہمنی سلطنت کمزور ہوئی تو پانچ خود مختار ریاستوں میں بٹ گئی۔ گولکنڈہ' بیجاپور' احمد نگر' برار اور بیدر کی یہ ریاستیں بعد میں سمٹ کر صرف تین رہ گئیں (۱) عادل شاہی سلطنت (یوسف عادل شاہ کی ۸۹۷ھ/ ۱۴۹۰ء میں خود مختاری۔ اس سلطنت کا مرکز بیجاپور تھا۔ یہ سلطنت ۱۰۹۸ھ/ ۱۶۸۶ء تک قائم رہی۔ (۲) نظام شاہی سلطنت کا مرکز احمد نگر تھا۔ یہ ۱۴۹۰ء سے ۱۶۳۳ء تک قائم رہی۔ (۳) قطب شاہی سلطنت کا مرکز گولکنڈہ تھا' یہ ۱۴۹۰ء سے ۱۶۸۷ء تک قائم رہی۔ ۱۶۸۷ء میں مغلوں نے تمام دکن کو فتح کر کے اپنی عملداری میں شامل کرلیا۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے دہلی کو فتح کر کے عملاً اپنی حکومت بنالی۔ البتہ دکن پر سلاطین آصفیہ کا قبضہ جو اورنگ زیب عالمگیر کے بعد شروع ہوا تھا ۱۹۲۰ء تک رہا۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے باعث پاکستان معرضِ وجود میں آیا' جس کا مشرقی حصہ ۱۹۷۱ء میں الگ ہو کر بنگلہ دیش بن گیا۔ برصغیر میں اسلام کی اشاعت کا کام صوفیائے کرام کے بابرکت ہاتھوں سے ہوا۔ حضرت علی ہجویریؒ' حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ' حضرت فریدالدین گنج شکرؒ' حضرت شہباز قلندرؒ' حضرت سلطان باہوؒ' حضرت علی ہمدانیؒ' حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ' حضرت رحمان باباؒ' حضرت بہاءالدین زکریا ملتانیؒ جیسے بزرگوں کی خدمات اسلام

سے سب واقف ہیں۔ ان بزرگوں کی باطنی کشش، حسنِ سلوک، بے لوث ہمدردی اور بے خوفی وحق گوئی نے اسلام پھیلانے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ کچھ بزرگوں نے اسلامی احکامات کے علاوہ مقامی لوگوں کے مزاج، ذوق اور طبعی پسند کا بھی لحاظ رکھا، خصوصاً بزرگانِ چشت اہلِ بہشت نے قوالی سے تبلیغِ اسلام اور ترویجِ روحانیت کا کام لیا۔ اردو زبان کا ابتدائی ہیولیٰ بھی ایسی ہی مقدس ہستیوں کی مساعیِ جمیلہ سے تیار ہوا۔ آج کے ادبی و لسانی مورخ کو اردو زبان وادب کے قدیم ترین نمونوں کی تلاش میں ایسے ہی بزرگوں کے آثار واقوال سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔ محمد بن قاسم اور محمود غزنوی کی فتوحات سے برصغیر میں مسلمانوں کی آمد ورفت بلکہ مستقل سکونت کا دروازہ کھل گیا، یوں مسلمانوں کی آمد سے پہلے آریاؤں اور مقامی دراوڑوں کے لسانی اختلاط سے تیار ہونے والی مقامی بولی جب عربی، فارسی اور ترکی سے ہم آمیز ہوئی تو اس زبان کا ابتدائی ہیولیٰ ظہور پذیر ہوا جسے بعد میں اردو کہا گیا۔ مختلف علاقوں میں اس مروجہ عوامی بولی کو مختلف ناموں سے یاد کیا گیا۔ دکن میں اسے ہندوی / دکنی اور دکھنی کہا گیا ہے۔ صوفیائے اسلام نے برصغیر میں اسلام پھیلانے کے لئے بڑا دلچسپ (لیکن درحقیقت بہت سائنٹفک) طریقہ اختیار کیا۔ انہوں نے یہاں کے لوگوں کے رہن سہن کے طریقوں، تہذیبی وثقافتی نشانوں اور طبعی مرغوبات کا بغور جائزہ لیا اور مقامی لوگوں کو مقامی انداز میں اس طرح مائل بہ اسلام کیا کہ انہیں کسی چیز کی محرومی کا احساس بھی نہ ہوا اور وہ اسلام کے بے پایاں فیوض سے بھی متمتع ہو جائیں۔ صوفیاء نے یہاں کی بولی کو اپنایا۔ اسے سینے سے لگایا، اسے گری پڑی چیز سے اظہارِ خیال کا بہترین ذریعہ بنایا، اس میں اپنے دماغ کا عرق نچوڑ کر اسے ادبیاتِ عالیہ کے قابل بنایا۔ مسلمانوں کی آمد سے پہلے ہی سے یہاں موسیقی کا عام رواج تھا۔ کرشن کی شان میں لکھے گئے بھجنوں اور گیتوں کے مقابلے میں حمد، نعت اور اخلاق پر مبنی کلام کو محافلِ سماع کے ذریعے لوگوں کے دل ودماغ میں اتارا۔ ان کی باطنی پاکیزگی وخدمتِ خلق کے جذبے نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ یوں ہندو مہاراجوں اور ان کی فوجوں کے سامنے اسلام پھیلتا چلا گیا۔ صوفیائے کرام اور شعرائے محترم کی کاوشوں سے انواعِ نظم ونثر میں اسلامی عناصر جھلکنے لگے۔ انہی انواع واصناف میں سے مثنوی بھی ہے۔ دکنی عہد میں اسلامی ادب کے سب سے زیادہ عناصر مثنوی ہی میں ظاہر ہوئے۔

جنوبی ہند میں اردو مثنوی

''دکھنی زبان میں کسی غیر مسلسل نظم کے بجائے مسلسل نظم ہی کا آغاز ہوا اور مثنوی کی پہلی بنیاد رکھی گئی اور اس کے بعد رباعی، غزل، قصیدہ کا آغاز ہوا'' ۳۲
واضح رہے کہ اردو ادبیات کے دورِ اول میں سب سے زیادہ تخلیقی کام جنوبی ہند میں ہوا، لہٰذا اس دور کو اسی نام سے موسوم کیا گیا ہے لیکن یہاں جنوبی ہند بطور عہد ہے نہ کہ محض خطہ، لہٰذا دیگر علاقوں کے اہم ادیبوں کا ذکر بھی اسی کی ذیل میں آئے گا۔

اردو میں پہلا مثنوی نگار: ڈاکٹر جمیل جالبی (اور ان کے توسط سے ڈاکٹر ریاض مجید، حفیظ تائب اور ڈاکٹر عاصی کرنالی) کا خیال ہے کہ نظامی کی مثنوی ''کدم راؤ پدم راؤ'' دکن میں لکھی گئی پہلی مثنوی ہے۔ ان کے اس خیال سے ضمناً یہ بھی واضح ہے کہ نظامی کی مثنوی میں نعتیہ اشعار اردو نعت کا پہلا نمونہ ہیں (اس رائے سے اختلاف پہلے باب میں ہو چکا ہے)۔ دستیاب معلومات کی حد تک اس حقیقت سے اختلاف نہیں کہ محض علاقہ دکن کی حد تک سب سے پہلے مثنوی لکھنے کا اعزاز فخر الدین نظامی کو حاصل ہے (اگرچہ مثنوی کی ہیئت سے ہٹ کر دیگر شعری ہیئتوں میں اولین نعتیہ کلام کہنے کا شرف دکن میں خواجہ گیسودراز ؒ ہی کو حاصل ہے)۔

بھارت سے ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد کا تحقیقی مقالہ ''اردو شاعری میں نعت'' شائع ہوا ہے۔ اس میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ ملا داؤد کی مثنوی ''چندائن'' اردو کی پہلی مثنوی ہے۔ ڈاکٹر اسماعیل آزاد لکھتے ہیں:

> ''اردو کی سب سے پہلی تصنیف ملا داؤد کی مثنوی چندائن ہے جو اردو زبان کا اولین، لسانی وادبی نمونہ ہے، ملا داؤد شمالی ہند میں واقع قصبہ ڈلمو کے رہنے والے تھے، جو اس وقت رائے بریلی کا ایک قریہ ہے۔'' ۳۳

اگر ڈاکٹر اسماعیل آزاد کی تحقیق درست ہے تو دستیاب معلومات کی حد تک اردو کی پہلی مثنوی ''چندائن'' بنتی ہے۔ تحقیق میں اس طرح کی تبدیلی ناممکن نہیں۔ ہو سکتا ہے کل کلاں چندائن سے بھی قبل کی کوئی مثنوی دریافت ہو جائے، لہٰذا اولیت کا سہرا اس نو دریافت تصنیف کے سر باندھنا پڑے۔ اس میں فتح یا شکست کی بات نہیں، صرف حق اور درست کو مان لینے کا معاملہ ہے اور یہی امر تحقیق کہلاتا ہے۔ جب تک کوئی محقق ڈاکٹر اسماعیل آزاد کے تحقیقی نتائج کو غلط ثابت نہیں کر دیتا، کوئی جواز نہیں کہ ان کے اخذ کردہ نتائج کو نہ مانا جائے۔

ڈاکٹر اسماعیل آزاد کی تحقیق میں دو دعوے ملتے ہیں۔

الف۔ اردو کی پہلی تصنیف چندائن ہے (جسے تسلیم کرنے کی صورت میں فخر الدین نظامی کی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ دوسرے نمبر پر چلی جاتی ہے۔)

ب۔ فخری الدین نظامی کی طرح ملا داؤد کے ہاں بھی مثنوی کے آغاز میں حمد یہ نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔ یہ نعتیہ اشعار اردو نعت کا اولین نمونہ ہیں، لہٰذا

اولین نعت گو نظامی یا خواجہ بندہ نواز نہیں بلکہ مُلّا داؤد ہیں۔ (اسے تسلیم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ نعت گوئی میں مُلّا داؤد کے خواجہ بندہ نواز پر تقدم کے ثبوت میں جتنے دلائل درکار ہیں وہ فاضل محقق بہم نہیں پہنچا سکے۔ ثابت یہ کیا جانا چاہئے تھا کہ مُلّا داؤد کا نعتیہ کلام خواجہ بندہ نواز کے نعتیہ کلام سے پہلے لکھا گیا تھا جو' ان کی اپنی تحریر سے ثابت نہیں۔ اس حقیقت پر پہلے باب میں تفصیلی بحث ہو چکی ہے۔)' البتہ دعویٰ کی بناء پر ڈاکٹر صاحب موصوف کا فرض ہے کہ وہ اپنے دعویٰ کے جملہ ثبوت خود پیش کریں۔ بہر حال یہ نیا نظریہ دو مثنویوں میں سے کسی ایک کی اولیت کے حوالے سے تو ہے' مطلقاً نعتیہ اشعار کی اولیت کے حوالے سے درست نہیں۔ جہاں تک کدم راؤ پدم راؤ سے پہلے چندائن کے لکھے جانے کا تعلق ہے' اسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کیونکہ چندائن کا سالِ تصنیف ۷۸۱ھ بتایا گیا ہے جبکہ کدم راؤ پدم راؤ ۸۲۵ھ سے ۸۳۸ھ کے درمیانی عرصہ میں لکھی گئی ہے۔ چندائن کا تعلق شمالی ہند سے ہے دکن سے نہیں' لہٰذا دکن کی حد تک پہلی مثنوی ''کدم راؤ پدم راؤ'' ہی' ہے' تو اسے ماننے میں بھی کوئی ہرج نہیں۔ اب ''چندائن'' کے آغاز میں رسمی طور پر لکھے گئے نعتیہ اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔

پرش اک بسر جس اجیارا ناؤں محمد جگت پیارا
جہہ لگ ہے تھی سیری او تہ ناؤں منادی پھری
جہہ جھوا نہ ہو ناؤں نہ لیجا در سَر کاٹ اگن مکھ دیجا
دو سر ٹھاؤں دلی یوں کینھا وچن سنائی پنتھ کے دنیا
تہہ مارگ جو چال سرائی وہ مہ گت پہ چھا بڑھائی

پاپ پن کی ترکیالی یوں برے تمہار
دئی لکھا سب ماگھوں دہر کے ہم بھار[۳۴]

ان اشعار کے متعلق اسماعیل آزاد نے لکھا ہے کہ

''ملا داؤد کے مضامینِ نعت' دنیائے نعت کے عام مرغوب مضامین ہیں۔'' [۳۵]

ان اشعار کی زبان کو ڈاکٹر اسماعیل آزاد نے اردو زبان کا اولین لسانی و ادبی نمونہ قرار دیا ہے۔ ''چندائن' اردو کی علاقائی زبان اودھی میں لکھی گئی تھی۔ اسماعیل آزاد کے بقول چندائن کی زبان ''دکنی اردو' دہلوی اردو' لکھنوی اردو یا کسی دیگر علاقائی اردو سے علاقائی نوعیت کے اختلافوں کے باوجود قطعی طور پر اردو ہے۔''

دکن میں لکھی گئی پہلی اردو مثنوی ''کدم راؤ پدم راؤ'' کا مختصر سا تعارف اور نمونہ نعت:

فخر الدین نظامی کے تفصیلی حالاتِ زندگی نہیں ملتے۔ نصیر الدین ہاشمی کے بقول نظامی دکنی سلطان احمد شاہ ثالث (۸۶۵ھ تا ۸۶۷ھ) درباری شاعر تھا۔ اس نے ایک عشقیہ مثنوی لکھی ہے' جس کے اہم کردار کدم راؤ اور پدم راؤ ہیں۔ اس کے آغاز میں (فارسی روایت کی پیروی میں) حمد کے بعد نعت کے اشعار ہیں' جو کسی دکنی مثنوی میں موجود پہلے نعتیہ اشعار تسلیم کیے جاتے ہیں۔ یہ اشعار اتنے عسیر الفہم ہیں کہ قدیم دکنی پر عبور رکھنے والے عالم کے علاوہ عام لوگوں کے لیے ان کا سمجھنا تو کجا پڑھنا بھی دشوار ہے۔ نصیر الدین ہاشمی اور رفیع الدین اشفاق نے اس کے چار اشعار۔۔۔ ریاض مجید نے چھ اشعار اور اسماعیل آزاد نیز اکرم رضا نے ایک ایک شعر درج کیا ہے۔[۳۶] اکثر و بیشتر کسی کی کتابت من وعن دوسرے کے برابر و مطابق نہیں۔ لفظ' کچھ سے کچھ ہو گئے ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے یہ مثنوی خود مدوّن کی ہے اور اس کی صحت لفظی کا خیال رکھا ہے لہٰذا ان کے تحقیقی نسخے سے اس مثنوی کے نعتیہ اشعار کا انتخاب یہاں درج کیا جاتا ہے:

تُہیں ایک ساچا گُسائیں اَمر سَرے دوئے تیں جگ توڑ آدکر
پچھایا اَمولک رتن نور دھر کہ تے ویل پلکت کرن راج کر
اَمولک مکٹ سیس سنسار کا کرے کام بَردھار کرتار کا
محمد جرم آد بنیاد نور دوئے جگ سرے دے پرساد نور
نہ اکاس دھرتی نہ دنبو نہ چند نہ بھریا کُھوا دیتا نور سند
مشالا اسی کا جو دیسے گہیر جلے جگت اس تُہیں اسے دیہہ دھیر
بڑا رُکھ آنیا شرع کی اران دھرت پیر پکڑے گگن ڈال تھان

سیوا سیو تل تل کرے دِنّ مان	یکس ہت کھنڈا یکس ہَت دان
نبی پَر میں دند کیتا بنار	انگل ہت کر چند کیتا دو پھاڑ
محمد بڑا راوتِ جگت تھا	کہ شجرا چرن رائے جگ مگت تھا
خدا سنوریا مصطفیٰ سنوریا	خدا با صفا مصطفیٰ سنوریا
سنور فخر دیں اب کسی سنور سے	الو الامر اپنا اسی سنور سے
نظامی جس اوپر پھری ایک چک	رتن لال موتی بھرے تس مکھ ۳۷

نظامی کی زبان کا مطالعہ آج کے عام طالب علم کے لئے یقیناً دشوار ہے۔ یہ کلام اردو نعت کے اولین نمونوں میں سے ہے لہٰذا اس کی تاریخی حیثیت مسلمہ ہے۔ نظامی نے اس نعت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور ہونے' مبدائے تخلیق ہونے' اصلِ حیات ہونے' آپ کے عظیم معجزات جیسے انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اگر کوئی اردو نعت کا آغاز سے مطالعہ کرے تو یقیناً اس نتیجے پر پہنچے گا کہ نظامی کے نظم کردہ مضامین نعت کے اساسی مضامین ہیں۔

ڈاکٹر ریاض مجید نے ان اشعار پر یوں تبصرہ کیا ہے:

> ''نظامی نے اختصار کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ والاصفات' خلقت' حقانیت' ہمیشگی و ابدیت' رحمت للعالمینی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیوض و برکات کی نشاندہی کی ہے۔'' ۳۸

صدر الدین: ان کے حالاتِ زندگی نہیں ملتے۔ ان کی وفات ۸۷۶ھ میں ہوئی لہٰذا یہ دکن کے قدیم اور بزرگ صوفیاء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی مثنوی ''کسب محویت'' مسائلِ تصوف پر مشتمل ہے۔ اس میں نعت کے شعر بھی ہیں جو اپنی قدامت کے سبب تبرک کا درجہ رکھتے ہیں۔

ناوں لے اللہ محمد کا اول	کسب کا سب کو کہوں در ہر محل ۳۹

ان کے ایک دوسرے رسالہ ''رموز الکاسبین'' میں بھی حمد کے ساتھ نعت کا ذکر بھی موجود ہے:

کروں حمد و ثنا حق کا اول میں	بھی نعت مصطفیٰ کا خوش نما میں
ہے وہ دریائے کبریا کا ظاہر	یہ ادراکِ دو عالم سوں ہے باہر
اگر رُوں رُوں مری لک لک زباں ہو	پھر ہر یک زباں سوں لک لک بیاں ہو
رسولِ پاک پر لک لک صلوٰۃ	بر اہل و آل و اصحاباں سو تحیات ۴۰

شاہ اشرف: مثنوی ''کدم راؤ پدم راؤ'' (جو ۸۲۵ھ سے ۸۳۸ھ کے درمیانی عرصے میں لکھی گئی اور افسر صدیقی امروہوی کے بقول صدر الدین (م ۸۷۶ھ) کے بعد نویں صدی ہجری میں کسی مزید اہم شعری تصنیف کا پتہ نہیں چلتا۔

> ''۸۳۸ھ سے ۱۰۰۰ھ تک کسی اور منظوم کتاب کا سراغ نہیں ملتا' البتہ دسویں صدی کے آغاز میں اشرف (۸۶۴ھ تا ۹۳۵ھ) تخلص کے ایک شاعر نے ایک مثنوی تصنیف کی تھی' جس کا نام ''نوسرہار'' ہے۔ اسے ۹۰۵ھ میں تصنیف کیا گیا تھا۔ نوسرہار میں حمد کی ۱۴۵ ابیات کے بعد نعت کی ۳۱ ابیات ہیں۔ ہمارے سامنے نوسرہار کا جو مخطوطہ ہے وہ ناقص الاول ہے اور جو اوراق کم ہیں' انہی میں ابتدائی و نعتیہ ابیات بھی ہیں' اس لیے (اشرف کی نوسرہار سے) نعت کا نمونہ پیش نہیں کیا جا سکتا ہے۔'' ۴۱

ان کی ایک اور مثنوی ''لازم المبتدی'' میں نعتیہ کلام کا نمونہ ملتا ہے:

نام اللہ کا کروں بیان	دین نبیؐ کا کہوں عیان
اللہ صاحب' محمدؐ بندہ	جس کا کاج کیا یہ دھندہ
جے تج حکم ہے سن دھر کان	عمل کر اس پر یقیں کرمان ۴۲

اشرف کی مثنوی نوسرہار سے پہلے شاہ میراں جی شمس العشاق کی مثنویاں ملتی ہیں۔

شاہ میراں جی شمس العشاق: نصیر الدین ہاشمی نے ان کا سالِ وفات ۹۰۲ھ بتایا ہے۔ ۴۳ جبکہ ڈاکٹر اسماعیل آزاد نے ان کے بیٹے کے کلام کی اندرونی شہادتوں سے ۹۰۴ھ/ ۱۴۹۸ء طے کیا ہے۔ ۴۴ ان کی پانچ مثنویات ملتی ہیں (۱) شہادت الحقیقت (یا شہادت التحقیق)

(۲)مغزِ مرغوب ۲۳ اشعار(۳)خوش نغز(۷۲)اشعار(۴)خوش نامہ(۵)شکار نامہ۔ وہ عین جوانی میں دنیاوی علائق سے منہ موڑ کر مدینہ منورہ میں جا بسے۔ یہاں بارہ برس تک قیام کیا۔ گنبدِ خضرا کے احترام کا یہ عالم تھا کہ کبھی ادھر پشت نہ کی۔ سوتے بھی اس طرح کہ پیٹھ روضۂ مطہرہ کی طرف نہ ہو سکے۔ ایک شب جمعہ انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا کہ ہندوستان چلے جاؤ تو میراں جی نے بصد عجز عرض کی: انہیں ہندوستان کی زبان نہیں آتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''ہمہ زبان بشما خواہد شد'' چنانچہ انہوں نے ہندوستان آ کر مقامی ہندی کو وسیلۂ اظہار بنایا۔ حسبِ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میراں جی نے زیادہ سے زیادہ عوامی بولی کو اختیار کیا اور اس ضمن میں ادبی تقاضوں کی بھی پروانہ کی۔ شہادت نامہ ان کی سب سے اہم تصنیف ہے۔ اس مثنوی کے اشعار ۵۶۳ ہیں اور بحر ہندی ہے۔ ۴۵ انہوں نے حمد اور نعت کے علاوہ اخلاق و صوفیانہ خیالات کو منظوم کیا ہے۔ پیر اور مرید کے مابین مکالمے کو بھی لکھا ہے اور احادیث مبارکہ کی تشریح میں اشعار لکھے ہیں۔ مغزِ مرغوب میں حمد، نعت، منقبت تینوں کو ایک مصرع میں سمیٹ لیا ہے۔

اللہ محمد علی امام دائم ان سوں حال　　سب خاصوں سوں اللہ تو آکھوں کیا کمال ۴۶

مثنوی شہادت التحقیق سے نعت نمونہ درج ذیل ہے:

محمد نبی تیرا　　اس پر ایماں میرا
نادرس دیں اس باج　　سب عالم کیرا تاج
جو اس کے رخ آوے　　سو تیرا درس پاوے
اس بھول جے کوئی تھاکے　　تے دوزخ مان راکھے
وہ نبی اول نور　　پس عالم یہ معمور
یہ میم احد میں آیا　　تو احمد نام کوایا ۴۷

شیخ بہاء الدین باجن (م ۹۱۲ھ): ''خزائنِ رحمت'' کے آخر میں منظوم کلام دیا گیا ہے، ان کے دوہے جکریاں مشہور ہیں۔ نمونۂ نعت:

شرابِ محبت بھر بھر پیالے　　آتشِ عشقت نقل نوالے
پس روئے رسول مالا مالی　　نبی رسول کی چنوں جالی
باجن تیرا باؤلا تجھ کارن چمکے دھمکے　　نبی محمد مصطفٰے سیں نور جگ میں جھمکے ۴۸

شاہ علی محمد جیو گام دھنی (م ۹۷۳ھ/ ۱۵۶۵ء): ان کے دیوان ''جواہر اسرار اللہ'' میں نعتیہ کلام کا نمونہ بھی قابلِ ذکر ہے:

آدم آدمیں ہور جن سارے، اے نور نبی تے کیتے　　جیس بھرا کر آپ دکھایا ہم تم اوپر بول سو دیتے
ڈونگر جیواں ہور نباتات اے سب نور نبی کا جانوں　　احمد محمد ناؤں احد کے دو جا من منہ کوئی نہ آنوں
توریت ماں خدا ایں کہیا، مہتر موسیٰ حاتھ　　محمد رسول حبیب خدا کا، ساروں کہہ یہ بات
احمد بھی ہے توریت ما، کہیں محمد کیر ناؤں　　انجیل میں بھی احمد کہیا، مکے تھیں تس مولد تھانوں
احدیت تھیں وہ ہوا ظاہر حضرت نبی محمد میرا　　آئے صلب عبداللہ کے سنگلے تھانوں کرتے پھیرا
حبیب خدا کا، خاتم انبیاء، ساروں کا سرتاج　　جس کے مولود باجت گاؤ، عید ہمارے آج ۴۹

شاہ برہان الدین جانم (م ۹۹۰ھ): آپ میراں جی شمس العشاق کے صاحبزادے اور مسند نشین تھے۔ ان کی مثنویات وصیت الہادی، ارشاد نامہ اور منفعت الایمان میں نعتیہ عناصر موجود ہیں۔ ارشاد نامہ سے نعتیہ اقتباس درج ذیل ہے:

ختم نبوت جس کا نام　　بھیجنا درود اور سلام
اب میں سنوروں کروں بکھان　　نازل ہوا جس فرقان
احمد محمد جس کا ناؤں　　روزِ قیامت اس کا چھاؤں ۵۰

غلام مصطفٰے احمد آبادی: غلام مصطفٰے احمد آبادی کی مثنوی ''نور نامہ'' اس لحاظ سے قابلِ ذکر اور لائق لحاظ ہے کہ اس میں شاعر نے ایک مثنوی میں دو بحریں استعمال کی ہیں۔ ڈاکٹر محمد مظفر عالم جاوید صدیقی لکھتے ہیں:

''نور نامہ کی ابتداء جس بحر میں ہے وہ صفحہ ۹ تک برقرار رہی لیکن اس کے بعد مصنف نے وزن تبدیل کر دیا ہے۔'' ۵۱

یہ ''نور نامہ'' ۱۰۰۲ھ/۱۵۹۳ء میں لکھا گیا تھا۔ اس مثنوی کے دو دو شعر تبدیلی بحر کی مثال کے طور پر درج کیے جاتے ہیں۔ ابتدائی اشعار میں یہ بحر تھی:

سنو یاراں بولوں تمنا قدرت کی میں ساچی بات — نور نامہ کیوں ظاہر کیتا' سنو عزیزاں دل سنگات

یک دن حضرت پیغمبر مل بیٹھے تھے پنج تن پاک — تو لگ جبرئیل خوشی حال سوں آئے اپنے کن بیگی تھاک ۵۲

اب اسی مثنوی کے وہ اشعار جس میں شاعر نے بحر بدل لی:

شیخ نور قطب عالم کی اولاد — نور نامہ کا میں کیا بنیاد

فارسی تھا سو دکنی بات — لکھا مصطفٰی حُب سنگات ۵۳

اس سے ظاہر ہے کہ مثنوی کی ہیئت میں تبدیلی کا یہ تجربہ سولھویں صدی عیسوی کے اخیر میں ہو چکا تھا۔ بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ شاعر نے مثنوی کا آغاز جس بحر میں کیا وہ طویل تھی اور مشکل بھی' شاید آخر تک چلنا مشکل لگا' لہٰذا صفحہ نمبر ۱۰ سے نئی نسبتاً سہل اور مختصر بحر کو چن لیا گیا ہوگا۔ بحر میں تبدیلی کا یہ عمل کسی باعث ہو' یہ مثنوی کی ہیئت میں اولین تبدیلی اور تجربے کا مظہر تو ہے ہی۔

خوب محمد چشتی (۹۴۶ھ تا ۱۰۲۳ھ): گجرات کے معروف صوفی بزرگ ہیں۔ ان کی مثنوی ''خوب ترنگ (۹۸۶ھ)'' تصوف کے موضوع پر ہے اور دقیق مسائل کو بیان کرتی ہے۔ اس میں نعتیہ اشعار بھی ہیں:

ناؤں محمد تس کو دیت — اس تفصیل سے عالم کیت

اسی روح ارواح تمام — اسی جوں کے سب اجسام

جو سا آرسی وحدت جان — جسم محمدؐ اسے پہچان

ایک عکس جو اسلاماں ہووے — قلب محمدؐ کا ہے سوئے

مثل محمدؐ ہوئے نہ کوئے — سب اس کی تفصیل سو ہوئے ۵۴

سید بلاقی حیدر آبادی: یہ قطب شاہی دور کا شاعر ہے۔ (۱۵۲۵) اشعار پر مشتمل ''معراج نامہ'' لکھا جو ۱۰۵۶ھ/ ۱۶۴۶ء میں مکمل ہوا۔ اس کا معراج نامہ بہت مقبول ہوا۔ اس میں حمد و نعت کے علاوہ خلفائے راشدین کی منقبت بھی پیش کی۔ اس کے متن سے معلوم ہوتا ہے کہ بلاقی نے کسی فارسی تصنیف کو دکھنی میں منظوم کر دیا ہے۔ راجا رشید محمود نے معراج ناموں میں سید بلاقی کے معراج نامہ کی اولیت کا ذکر کیا ہے۔ ۵۵

بلاقی نے واقعاتِ معراج کو بڑی تفصیل اور اہتمام سے بیان کیا ہے' مثلاً ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کو یوں نظم کیا ہے:

کہ ہفتم سما کی سو در وانکوں — کہا کہوں در حال دروازہ کون

کہ دروان بولا کہ تو کون ہے — کہ اس وقت آیا سو کیا کام ہے

کہا میں ہوں جبریل گیا تھا زمیں — کہ لایا محمدؐ کو روح الامیں

کہ یو نام سن کر تہی سو کھولا باب — پر انور کا وہاں اجا شتاب

جو دیکھا نبی وہاں سو ہم جنس کون — کہ دیکھا تھا اوس تہار پر آلی نکون

کہ جبرائیل کون ہے پوچھا اس کا نام — کہ ابراہیم تیرا جد علیہ السلام ۵۶

بلاقی کے اس معراج نامہ کا ایک شعر اتنا مشہور ہے کہ تقریباً ہر قاری ادب کو یاد ہے:

ہزاروں درود و ہزاروں سلام
بحق محمد علیہ السلام

بلاقی نے ایک ''نور نامہ'' بھی لکھا ہے جو چھ سو اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ نور نامہ ۱۰۶۴ھ میں مکمل ہوا۔ نور نامہ کی ابتدا' ان اشعار سے ہوتی ہے:

کروں ناؤں اللہ کا ابتدا — منور وہ نور نور علا

کہ اس کا اوجلا سوں جو نور ہے — اس کا محمد نبی نور ہے

سو اس نور کے نور سوں نور کر — کہ جس کا اجالا پڑے جگ اوپر ۵۷

قدامت' واقعاتی سچائی' عقیدے کی پختگی اور قبولیتِ عام کے باعث یہ نور نامہ بھی یادگار ہے۔

شاہی (سلطان علی عادل شاہ ثانی' شاہی (۱۰۴۸ھ/ ۱۶۳۸ء تا ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء): سلطان محمد عادل شاہ کا اکلوتا بیٹا جو

انیس سال کی عمر میں تخت نشیں ہوا۔ اس کا دور اگر چہ ہنگامہ خیز تھا' تاہم اس نے بڑی جرأت سے حالات کا مقابلہ کیا' دشمنوں کو شکست دی اور امن و امان قائم کیا۔ اس ہنگامہ پرور دور میں بھی عیش وعشرت کا دلدادہ اور علماء و شعراء کا قدردان تھا۔ وہ خود اچھا شاعر تھا۔ کلیات میں قصائد' مثنویات' مخمس' ہجو' قطعہ' رباعی' فردیات سبھی کچھ ملا ہے۔ اس کی مثنوی ''خیبر نامہ'' ۲۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی منقبت پر مشتمل مضامین بھی ملتے ہیں۔ نمونہ کلام درج ذیل ہے:

جتے پیر پیراں میں تو دہور ہے — تیرا ہور نبیؐ کا ج یک نور ہے
نبیؐ کے پچھے سب میں تج سے شرف — وو شاہ رسولاں' تو شاہِ نجف ۵۸

محمد نصرت' ملا نصرتی (م ۱۰۸۵ھ): علی عادل شاہ ثانی' شاہی کے دربار کا ملک الشعراء تھا۔ مولوی عبدالحق نے لکھا ہے:

''نصرتی نے۔۔۔ ولی سے کم از کم ۶۰' ۷۰ برس قبل فارسی اور اردو کے ظاہر و باطن کے میل سے وہ بات پیدا کی ہے جس کی فرمائش شاہ سعداللہ گلشن نے ولی سے کی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ بحیثیت شاعر کے نصرتی کا درجہ ولی سے کہیں بلند ہے۔'' ۵۹

گلشن عشق (۱۰۶۸ھ) میں نعتیہ مضامین اپنی بہار دکھاتے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش' آپ کا نور مبارک معجزات اور معراج شریف کا ذکر ہے۔ گو یہ مثنوی منوہر اور مدمالتی۔۔۔ چندرسین اور چنپاوتی کے رومانی قصوں پر مشتمل ہے لیکن اس کا ابتدائی نعتیہ حصہ بھی خاص آب و تاب رکھتا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی مثنوی کے عنوانات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''عنوانات میں یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ ہر حصہ ایک شعر سے شروع ہوتا ہے جو مثنوی کے عنوان کا نام دیتا ہے' عنوانات کے یہ سب اشعار ایک ہی بحر اور ایک ہی زمین میں ہیں۔ اگر ان سب کو یکجا کر دیا جائے تو ایک طرف پوری مثنوی کا خلاصہ سامنے آجاتا ہے اور دوسری طرف ان کو ایک ساتھ پڑھنے سے ایک قصیدہ بھی بن جاتا ہے' جس میں وہ تمام خصوصیات موجود ہیں' جو ایک اچھے قصیدے میں ہونی چاہییں۔ اسی طریقہ کار کو نصرتی نے ''علی نامہ'' میں بھی برتا ہے اور اس کی پیروی ہاشمی بیجاپوری نے اپنی طویل مثنوی ''یوسف زلیخا'' میں کی ہے۔'' ۶۰

اس مثنوی سے نعت کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

رہے نامور سید المرسلین — کہ آخر ہے وے شافع المذنبین
عجب آفرینش کے دریا کا دُر — کہ جس نورتی بحر ہستی ہے پُر
تری شان سرتاج لولاک کا — ترے بخت توں تخت افلاک کا ۶۱

نصرتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضائل کا بیان بہت ہی محبت اور عقیدت سے کرتا ہے:

قدم تی ترے نامور فرش ہے — شرف ناک تجھ گرد تی عرش ہے
تمہیں حق سوں نت ہم زباں ہمکلام — تجے قاب قوسین ادنیٰ مقام
جتے مرسلاں میں تو اپروپ ہے — او طالب ہیں تو حق کا مطلوب ہے ۶۲

نصرتی زبردست شعری صلاحیتوں کا مالک تھا۔ درج ذیل اشعار سے اس کی شعری خوبیوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

سخن صاف مکھ کھول جب توں کریا — سمندر کی سپیاں میں موتی بھریا

گویا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کلام فرماتے ہیں تو سمندر کی سیپیوں میں موتی بھر جاتے ہیں۔ اس میں صنعتِ حسنِ تعلیل کا استعمال کس فنکارانہ انداز سے کیا ہے۔

یہ شعر ملاحظہ کیجیے جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نورانیت کا بیان عجیب ڈھنگ سے ہوا ہے کہ آپ کے طلوع کے ساتھ سورج بھی محو ہوا۔ یہ دراصل آپ کی ختم نبوت کی طرف اشارہ ہے۔ حسنِ تشبیہ بھی قابلِ ملاحظہ ہے کہ سورج نکلنے پر چراغ کیسے محو ہو جاتے ہیں:

جتے عالماں کے چراغاں تے نور — ہوا محو نکلے پہ تجھ ذات سور

معجزات نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر بڑی عقیدت سے ہوا ہے مثلاً معجزہ شق القمر' سوکھے نخل کا ہرا کرنا وغیرہ۔ ان اشعار میں صنعتِ تلمیح اپنی چمک دکھا رہی ہے:

ترا معجزہ معجزیاں کے اُپر — کہ کیتا گگن پر توں شق القمر
کیا جب توں ات فیض کی یک نظر — سو کا نخل پل میں ہوا بارور

معراج شریف کا ذکر بڑی تفصیل سے ہوا ہے۔ سید یونس شاہ نے لکھا ہے:

''اس عظیم واقعہ کی جزئیات نصرتی نے اس طرح شاعرانہ صناعی سے بیان کی ہیں کہ قاری عروجِ آدم کی شان دیکھ کر ایک انجانی خوشی سے سرشار ہو جاتا ہے۔ ملائک کا صف بہ صف استقبال کے لئے کھڑا ہونا' جنت کے محلات کا سنوارا جانا' غلمان وحور کا آپ کے لئے مصروفِ کار ہونا' آپ کی سواری کے لئے ایک تیز رفتار براق کی آمد جو اپنی تیزی اور بلند پروازی کی وجہ سے طرفتہ العین میں کونین کی سیر کرآئے۔ یہ سب نقشے نصرتی نے بڑی چابکدستی سے کھینچے ہیں۔'' ۶۳

دھر یا پردہ سوز جہاں جب حجاب — ہوئی حجلۂ راز کون نس نقاب
کھولی باٹ طالب کی مطلوب دھیر — مقاماں ہوئے وصل کے دل پذیر
ہوا امر تب پاک جبریل پر — حبیب اپنے تیں بلا لیا گھر
بہشتاں سنواری گیاں بے حساب — او چائے گیا دوز خیاں تے عذاب
جو دوڑے تو یک طرفتہ العین میں — سرب سیر کر آئے کونین میں
ادب سات جبریل ہوات قریب — گیا بیگ آٹھو اے خدا کے حبیبؐ
کہ طالب اہے حق تمن وصل کا — چلو ہے شرف رویتِ اصل کا
مرصع کی ہو صد رہے ہر فلک — رہیں مجلس آرا ہو صف صف ملک ۶۴

نصرتی کی دوسری مثنوی ''علی نامہ'' (۱۶۶۵ء) ہے' اس میں علی عادل شاہ ثانی' سلطانِ دکن کی جنگی فتوحات کا بیان ہے۔ ان مہمات کا تعلق ۱۶۵۶ء سے ۱۶۶۵ء کے درمیانی عرصہ سے ہے۔ بنیادی طور پر علی نامہ ایک رزمیہ ہے لیکن اس کی ابتداء میں تمہیدِ احمد کے بعد نعتِ مصطفےٰ ہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معراج کے بیان میں ایک سوبیس اشعار پیش کیے ہیں۔ اس مثنوی کے عنوانات بھی گلشنِ عشق کی طرح شعروں میں پیش کیے گئے ہیں جن کو یکجا کرنے سے قصیدہ لامیہ بن سکتا ہے۔ رزمیہ کے لئے جو جوشِ بیان' وسیع مشاہدہ اور فن پر عبور درکار ہوتا ہے وہ علی نامہ میں اپنے جوبن پر دکھائی دیتا ہے' حد یہ کہ نعتیہ اشعار بھی شاعر کے جوشِ دروں سے خالی نہیں:

تمہیں اے شہنشاہِ دنیا و دیں — شجاعت کی ہے صف کا کرسی نشیں
شرف کوں دلیری کی تج سینہ صدر — دیابت پکڑ تیغ کوں تو نج قدر
ترے کاج جس حق نے پیدا کیا — غزا کا شرف توں ہویدا کیا
ترا دبدبہ سن کے خوش دھات کا — زمیں پر نہ ٹہارے قدم لات کا ۶۵

ڈاکٹر جمیل جالبی کی رائے میں: ''بحیثیت شاعر نصرتی قدیم اردو کے عظیم ترین شاعروں میں سے ایک ہے جس نے بزمیہ اور رزمیہ دونوں قسم کی طویل مثنویاں لکھ کر اپنی شاعرانہ عظمت کا لوہا منوایا ہے۔'' ۶۶

نصرتی نعت کے حوالے سے اہم شاعر ہے کیونکہ

۱۔ اس نے غیر نعتیہ مثنوی کے آغاز میں رسمی نعت کی رسم کو رسم اور روایت سے ہٹ کر دل سے نباہا ہے اور اس کا نعتیہ کلام ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ بقول سید یونس شاہ:

''حق یہ ہے کہ نصرتی کے باقی کلام کو اٹھا کر دیکھا جائے تو ان نعتیہ ابیات کا پلہ شاعرانہ حیثیت سے بھاری رہے گا۔ بلاشبہ دکن کی یہ روایت رہی ہے کہ ہر شاعر مثنوی سے قبل حمد و نعت لکھتا ہے لیکن نصرتی کے ہاں یہ محض روایتی چیز نہیں رہی بلکہ اس کی فنکارانہ صلاحیتوں نے اسے خاصے کی چیز بنا دیا ہے۔ شاعری میں مبالغہ آرائی کے بغیر کام نہیں چلتا لیکن نصرتی نے نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ایسے مقامات کو ایک ماہرِ سخن کی طرح طے کیا ہے اور واقعیت اور سچائی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔'' ۶۷

محمد مختار: اس کا معراج نامہ' نور نامہ اور وفات نامہ (۱۱۱۱ھ) مشہور ہیں۔ مولودِ سرورِ عالم بے حد اہم ہے۔ اس کی مثنوی ''معراج نامہ'' دو ہزار سات سو پچاس ابیات پر مشتمل ہے۔ اسے ۱۰۹۴ھ میں لکھا گیا۔ اس میں مختار نے معراج کے حوالے سے عالمِ ملکوت کے احوال قلمبند کیے ہیں۔ بقول ڈاکٹر عاصی کرنالی:

''(یہ) پہلا معراج نامہ ہے جس میں مضامین کے لئے مختلف عنوانات قائم کیے گئے ہیں۔۔۔ عنوانات کی واقعاتی تقسیم' مثنوی کا پھیلاؤ اور بسط وضخامت نیز صحتِ روایات کے اعتبار سے یہ مثنوی نہایت وقیع اور ممتاز ہے۔'' ۶۸ بقول ڈاکٹر جمیل جالبی:

''مختار نے واقعاتِ معراج کو تفصیل سے ان روایات کا سہارا لے کر جو عوام و خواص میں مقبول تھیں' بیان کیا ہے۔ اس دور کی دوسری مثنویوں کی طرح اس کی زبان و بیان بھی صاف اور بحیثیت مجموعی ریختہ کے رنگ روپ سے قریب تر ہے۔ لسانی نقطۂ نظر سے اس مثنوی کی اہمیت یہ ہے کہ اس سے زبان اور ذخیرۂ الفاظ کی تبدیلیوں کو دریافت کیا جا سکتا ہے۔'' ۶۹

ڈاکٹر محمد مظفر عالم جاوید صدیقی کے نزدیک:

''یہ پہلی تفصیلی مثنوی ہے' جس میں صحتِ روایات کا اہتمام کیا گیا ہے......... اس کی سب سے بڑی خوبی اس کے بیان کا تسلسل اور روانی کے ساتھ ساتھ صدق و خلوص کی فراوانی ہے۔'' ۷۰

کہوں حمد اول اوسی راج کا — نبی کوں دیا تاج معراج کا ۷۱
خلائق ساری کیا کیا ہے ظہور — ولے سب تے اول نبی کا ظہور

عبدالمالک بھروچی (گیارہویں صدی ہجری): احمد آباد (گجرات) کے جنوب میں واقع ایک شہر بھروچی (برلبِ دریائے نربدا) کے باشندے لیکن زیادہ تر زندگی روحانی فیوض و برکات سمیٹتے سیر و سیاحت میں گزار دی۔ ان کی تین تصانیف مشہور ہیں:

۱۔ مولود نامہ (تصنیف ۱۰۰۹ھ/۱۶۰۰ء) تقریباً اڑھائی سو اشعار پر مشتمل مثنوی' جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واقعاتِ پیدائش منظوم کیے گئے ہیں۔ عبدالمالک بھروچی کو صحتِ واقعات کا بڑا احساس ہے' چنانچہ وہ مختلف احادیث سے اپنا مواد لیتا ہے' چونکہ طبیعت میں غرور و تکبر نہ تھا لہٰذا اپنے نام کے ساتھ اکثر عاجز' غریب جیسے الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں۔ واقعات بیان کرتے ہوئے وہ تشبیہ' استعارہ اور دیگر شعری خوبیوں کو بھی پیش کرتا ہے۔ ڈاکٹر مظفر عالم جاوید نے حضورِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کے حالات کا ایک انتخاب اشعار نقل کیا ہے:

مینے برس سب پہلے لے کر ربیع الاول منیں — احمد نبیؐ پیدا ہوئے جیوں چاند چودہویں رات منیں
تب ہوا یہ حکم رضواں کو کہ جنتاں کوں سنوار — سب بہشتوں سوں اوٹھا پردا' انیں حوران سنگار
ہور دیکھاؤ سب فرشتوں کوں نبیؐ کا نور آج — جس نبی کوں میں دیا جو دین و دنیا سو راج ۷۲

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد اپنے تحقیقی مقالے میں لکھتے ہیں:

یہاں واضح رہے کہ ''فتاحی پہلا شخص ہے' جس نے اپنی تخلیق کا نام مولود رکھا۔'' ۷۳

فتاحی کی مثنوی ''مولود'' ۱۰۹۵ھ میں لکھی گئی تھی جبکہ عبدالمالک بھروچی کا مولود نامہ ۱۰۰۹ھ میں لکھا گیا تھا' نیز محمد امین گجراتی کی اڑھائی ہزار اشعار پر مشتمل مثنوی ''تولد نامہ'' بھی تقریباً ۱۰۰۹ھ ہی کی حدود میں لکھی گئی۔

عبدالمالک کی دوسری مثنوی وفات نامہ ہے جو تقریباً ساڑھے تین سو اشعار پر مشتمل ہے' جس میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس دارِ فانی سے تشریف لیجانے کے واقعات نظم کیے ہیں۔ عبدالمالک کا کلام عقیدے کی پختگی اور ان کی دلی محبت کا آئینہ دار ہے۔

ان کی تیسری مثنوی ''نامۂ سلطان'' یا وصیت نامہ ہے۔ یہ وصیت نامہ دراصل حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کے نصائح پر مشتمل ہے' اس میں شاعر نے ان کی منقبت بھی بیان کی ہے۔ عبدالمالک کی سب مثنویوں میں نعتیہ اجزاء ہیں لیکن اس کا مولود نامہ خاصے کی چیز ہے' جس میں اس نے غیر مستند واقعات درج کرنے سے گریز کا اظہار کیا ہے' خود کہتا ہے:

مولود حضرت کے لکھے ہیں میں حدیثوں سوں اتار — سن کر اسے کچھ خیر کر جو کچھ دیا پروردگار ۷۴
عجب دیک محبوب ہے بے بدل — محمد شہِ انبیاء از ازل
اسی چار حرفاں کا ہے ناؤں آج — رکھے اس کو لولاک کا سرپہ تاج
سو ہر حرف کا میں ہوں یوں بیاں — کہ ہے میم محبوبیت کا نشاں
سوحے لے دلالت حمایت اُپر — حمایت کی ساری شفاعت اُپر
سو میم دگر سب مدد کی خبر — قیامت میں دیتا ہے امت اُپر
لہواں دال ہے او نشانی دوا — جو ہے درد عصیاں کا اوہے شفا ۷۵

ملا اسد اللہ وجہی (م ۱۰۷۰ھ/۱۶۵۹ء): اس کی مثنوی ''قطب مشتری (۱۰۱۸ھ) سلطان محمد قلی قطب شاہ اور اس کی محبوبہ

''مشتری'' کی داستانِ محبت ہے لیکن آغاز میں حمد کے بعد نعت کے (۲۶) اشعار ہیں، پھر معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عنوان سے ۱۳۴ اشعار نعتیہ ملتے ہیں۔ وجہی دکنی دور کا اہم شاعر ہے اس کے نعتیہ کلام کا نمونہ درج ذیل ہے:

محمد نبی ناؤں تیرا اَہے عرش کے اوپر چھاؤں تیرا اَہے
کہ چودہ ملک کا تو سلطان ہے علی سا ترے گھر میں مہمان ہے
اسی ہور یک لاکھ پیغمبر آئے ولے مرتبہ تیرا کوئی نہ پائے ۷۶

معراج کے موضوع پر وجہی نے لکھا ہے:

صفت کرتوں معراج کی رات کا کہ جاگیا اہے بخت تج بات کا
اتھا اس رین کو عجب کچھ نور کہ لاکھاں تی چانداں کاڑ وڑاں تی سور
نبی تھے اچھوں آپنے گھر منے جو غوغا کیے قدسی انبر منے
نبی آج ہمارے یہاں آئیں گے ہمیں سب انو کا درس پائیں گے ۷۷

ملا وجہی جو اپنی نثری تصنیف ''سب رس'' کے باعث مشہور ہوا' دکن کا اہم مثنوی نگار بھی ہے۔

ملا غواصی: سلطان قلی قطب شاہ درباری شاعر تھا۔ قلی قطب شاہ کے جانشین محمد قطب شاہ کے عہد میں مثنوی ''سیف الملوک اور بدیع الجمال'' ۱۰۳۵ھ میں تصنیف کی اور دو ہزار اشعار پر مشتمل اس مثنوی کو محض تین دن میں مکمل کیا جو اس کی قادر الکلامی کا ثبوت ہے۔ اس مثنوی کے آغاز میں حمد یہ اشعار کے بعد ۲۱ اشعار نعتیہ ہیں:

سچا توں محمد سچا مصطفےٰ سچا تو ہی احمد سچا مرتضےٰ
تو طٰہٰ تو یٰسین تو ابطحی تو ای تو مکی تو مرسل سہی
تجھیں ہاشمی ہور قریشی رسول جُگجَگ تو کہے سو کرے رب قبول
تو قائم تو حجت تو حافظ سچا توں شافع توں سابق توں واعظ سچا ۷۸

طوطی نامہ (۱۰۴۹ھ) غواصی کی دوسری مثنوی ہے۔ اس میں قریباً چار ہزار اشعار ہیں۔ ان میں ۲۴ نعتیہ اشعار ہیں:

رتن خاص دریائے لولاک کا جھلک لامکاں' نور افلاک کا
محمد نبی سید المرسلیں سدا روشن اس تے ہے دنیا و دیں
ازل محض اس کا خزینہ دِسے ابد عین اس کا مدینہ دِسے ۷۹

ابنِ نشاطی: ان کی مثنوی ''پھول بن'' مشہور ہے جو (۱۰۶۷ھ) میں لکھی گئی۔ قصے کے آغاز میں حمد کے بعد نعت پر مشتمل اشعار بھی ہیں:

محمد پیشوا ہے سروراں کا اہے سر خیل سب پیغمبراں کا
محمد توں نبی ہے آج برحق قمر کو اک اشارت میں کیا شق
اگر ہوتا نہ تو آدم نہ ہوتا نہ آدم بلکہ یہ عالم نہ ہوتا ۸۰

سید یحییٰ نشیط نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بے سایہ ہونے کے حوالے سے ان کے یہ اشعار نقل کیے ہیں:

سرج کی چھانوں کئی دیکھے نمیں کیں توں سورج تھا اسی تے چھانوں تجہہ نیں
زمیں رہی اس سبب یوں پست ہوکر کہ سایہ نیں پڑا تیرا تس اوپر ۸۱

ابن نشاطی کی زبان قابلِ لحاظ ہے' اسے فنِ شعر پر عبور حاصل ہے اور اس کا دلی جذبہ' اس کی عقیدت ومحبت ان اشعار سے ظاہر ہے۔ ڈاکٹر اسماعیل آزاد کی رائے میں ابنِ نشاطی نے شاعری میں خاص احتیاط کی ہے:

> ''ابنِ نشاطی اساسی طور پر انشا پرداز تھا' اس لیے اس نے مثنوی معرضِ بحث میں الفاظ کا استعمال تلفظ اور املاء کی صحت کے ساتھ کیا ہے اور صحتِ تلفظ واملاء کو ضرورتِ شعری کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھ جانے سے بچایا ہے۔
> مثنوی میں رواں دواں' زورِ بیاں اور موزوں تشبیہات اس کی انشا پردازی کی دین ہیں۔'' ۸۲

شہا جس دن جو رستا خیز ہوگا سُرج کا آنچ بھونج تیز ہوگا

تو کر ابن نشاطی کے سر اوپر	شفاعت کو ترے سایہ کو چھتر ۸۳؎

کمال خان رستمی بیجاپوری: محمد عادل شاہ کا درباری شاعر' جس نے ملکہ خدیجہ سلطان بانو عرف بڑے صاحب کی فرمائش پر فارسی ''خاور نامہ'' کا دکنی میں منظوم ترجمہ ۱۰۵۹ھ/ ۱۶۴۸ء میں کیا اور ترجمے کا نام بھی خاور نامہ ہی رکھا۔ اس کے کہل اشعار (۲۴۰۶۱) ہیں۔ اصل خاور نامہ کا مصنف ابن حسام اور زبان فارسی ہے۔ رستمی نے لفظ بلفظ ترجمہ نہیں کیا بلکہ اپنے شاعرانہ کمال سے اسے طبعزاد تخلیق کی چمک دمک دی ہے۔ اس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فرضی کہانیاں ہیں۔ تاریخی استناد سے ان واقعات کا مقام کیسا بھی ثابت ہو' ادبی نقطۂ نظر سے یقیناً یہ مثنوی بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اس کی بحر مختصر اور رواں ہے۔ کلام مترنم' سہل اور پرتاثیر ہے' جو رستمی کی قادر الکلامی کا ثبوت ہے۔

اس مثنوی کے آغاز میں پہلے حمدیہ اشعار ہیں' پھر ''گفتار جمع آسمان'' کے زیرِ عنوان علم نجوم کے حوالے سے بحث ہے' پھر آدم کی پیدائش اور فرشتوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد مناجات ہے' پھر نعتیہ اشعار ہیں۔ پہلے واقعۂ معراج پھر مدینہ منورہ کی صفت بیان کی ہے اس حصہ سے چیدہ چیدہ نعتیہ اشعار درج ذیل ہیں:

ترے گھر کا پردار روح الامیں	کیا اس اسی کام جاں آفریں
توں لولاک کے تاج کا تاجدار	تری باس تھے خوش نسیم بہار
علم نو ترا فتح عجم پر کیا	تجھ انا فتحنا جداں تھے دیا
ترے مکھ تھے عالم کوں ہے بھی بہار	ترا قد ہے جوں سرو در لالہ زار
توں پیدا اتھا جو کہ کونین نیں	سرا پردۂ قاب قوسین نیں
میری ماتی پر پانی ہوکر گزر	منجے رکھ اپس پانوں کی ماتی کر
جو نعلین تجھ' تاج کر سر رکھوں	فلک تھے اپس سیس اونچا کروں
بخش رستمی کے گناہاں تمام	جوں حسان مجھ کو توں دے احترام ۸۴؎

قدرتی: علی عادل شاہی دور کا شاعر ہے۔ اس نے ایک ضخیم مثنوی ''قصص الانبیاء'' لکھی۔ اس کے اشعار دس ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔ قصص الانبیاء ۱۰۹۵ھ میں لکھی گئی۔ نصیر الدین ہاشمی کے بقول رستمی کے خاور نامہ (جس کے اشعار ۲۴ ہزار ہیں) کے بعد قصص الانبیاء ضخامت کے لحاظ سے دوسری مثنوی ہے۔ ۸۵؎ قدرتی بنیادی طور پر ایک قصہ گو ہے' اس کے پاس رستمی یا نصرتی جیسی شعری صلاحیتیں نہیں۔ اس کے اشعار فن کی باریکیوں کے کم ہی حامل ہیں' وہ واقعات کو اکثر سادہ انداز میں بیان کر دیتا ہے۔ اس کے باوجود اتنی ضخیم مثنوی لکھنا ایک اعزاز ہے۔ قصص الانبیاء میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک اکیس انبیائے کرام کا ذکر ہے۔ چونکہ دستیاب مخطوطے میں آخری صفحات غائب ہیں لہٰذا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تذکرہ ہجرتِ حبشہ تک ہی ملتا ہے۔ نصیر الدین ہاشمی کے بقول:

> ''کتب خانہ آصفیہ کا مملوکہ نسخہ ناقص الآخر ہے لہٰذا ان صفحات کے اشعار پر کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں کتنے اشعار تھے۔ ممکن ہے پوری مثنوی کے اور چند سو یا چند ہزار اشعار ہوں۔'' ۸۶؎

یہ عظیم ضخامت بہرحال اس کی قادر الکلامی کو ثابت کرتی ہے۔

قدرتی کو مذہب سے دلی لگاؤ تھا اور قصص الانبیاء میں اس کا یہ لگاؤ صفحہ صفحہ پر ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قصے سے یہ انتخاب دیکھیے:

نہیں مسخرانی یو ہے' جان توں	قبولی ہوں میں اپنے ایمان سوں
سو جتنے تمارے اچھنگے جو خویش	بلا کر جمع کرتوں سارے قریش
سو میرا چچا ورقہ نوفل کتیں	بلا لیای توں میری منزل کتیں
محمدؐ کو ہاں تم بلا لیائے کر	کرو خواستداری میری آئے کر
نہیں مرد منج کوں کوئی محمدؐ بغیر	اس باج منکن نہیں کار خیر ۸۷؎

نعت کے چند اشعار بھی بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

خلیفہ ہے اس کا نبی مصطفےٰ کیا جس کیتی والیل ہور والضحیٰ
جو آدم کوں حق آپ ظاہر کیا اسی نور کے سات باہر کیا
انوکیرے سب پشت میانی تمام وہی نور ظاہر ہے دنیا میں نام ۸۸

شاکر: شاکر کا ''مولود نامہ'' ۱۱۰۰ھ سے قبل لکھا گیا تھا۔ وہ دکن کے معروف شاعر نہیں لیکن مولود نامہ قابلِ ذکر ہے۔ اگر چہ اس کا مخطوطہ ناقص الآ خر ہے پھر بھی دو ہزار پانچ سو سے زیادہ شعر بچ گئے ہیں۔ ۸۹

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت سے متعلق چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

نبی کے شعر یوجتے خاص و عام سو شاکر ہو رہیں گے محباں تمام
توں شاکر ہو اس باؤں پر فدا حقیقت تولد کا کر ابتدا
تولد ہوئے وقت پرٗ کوئی نہ تھے آمنہؓ کے نزدیک حوراں اتھے
بہشتی تھے حوراں ہزاراں ہزار بھرے آ کے حجرے منے بے شمار ۹۰

فتاحی: قطب شاہی عہد کا ایک مشہور شاعر جس نے (۱۰۹۵ھ/۱۶۷۳ء) میں مولود نامہ ''مفید الیقین'' تحریر کیا۔ دو ہزار سات سو اشعار پر مشتمل اس مثنوی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت' آپ کے معجزات' آپ کی سیرتِ پاک' آپ کی عظمت وشان جیسے موضوعات کو بڑی عقیدت ومحبت سے نظم کیا گیا ہے۔ اس کی بحر چھوٹی' رواں اور لے پُر تاثیر ہے۔ واقعات میں کہیں کہیں غیر مستند روایات بھی راہ پاگئی ہیں۔ لسانی اعتبار سے اس کی اہمیت ظاہر ہے۔ فتاحی نے ہر بیان سے پہلے ایک عنوان بھی قائم کیا ہے۔ یہ تمام عنوانات فارسی نثر میں ہیں۔ مولود نامہ......... مفید الیقین ایک ضخیم مثنوی ہونے' اصلاحی وتبلیغی مقاصد رکھنے اور اپنے ادبی محاسن کے باعث قابلِ ذکر ہے:

جو کوئی مصطفےٰ کا صفت نت کرے دو عالم کو اپر شرف بی دھرے
پورا وصف اس کا کہاں منج سکت کہ سبحان جس کا کیا ہے صفت
سو او ہاشمی ابطحی پاک ذات محمد قریشی جو عالی جناب ۹۱

فتاحی جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تخاطب کرتا ہے تو کمال عجز وادب سے کام لیتا ہے:

سو فتاحی میں بھوت گنہ گار ہوں جو امت میں تری بھوت خوار ہوں ۹۲

قاضی محمود بحری: طویل عمر پائی' سال ولادت ۱۰۴۲ھ ہے۔ ۱۰۹۸ھ تک بحری پچاس ہزار اشعار لکھ چکا تھا۔ اس وقت تک ولی کا دیوان منظرِ عام پر نہیں آیا تھا۔

ان کی مثنوی ''من لگن'' ۱۱۱۲ھ کی تصنیف ہے۔ یہ معلومات سید یونس شاہ نے بہم پہنچائی ہیں۔ وہ مزید لکھتے ہیں:

''بحری اگر چہ دہلی نہیں گئے' لیکن زبان میں دہلی محاورہ کے مطابق کئی جگہ کام لیا ہے۔ بحری نے ہندی ترکیبوں کے علاوہ ہندی فارسی تراکیب خوب وضع کی ہیں۔'' ۹۳

سید یونس شاہ نے من لگن میں موجود نعتیہ اشعار کی بہت تحسین کی ہے اور یہاں تک لکھا ہے کہ:

> ''حمد ونعت میں بحری نے خصوصی دھیان دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شاعر نے نعت کے میدان میں زبان و بیان کی چاشنی کے علاوہ غور وفکر کے مضامین کی جوت جگائی۔ بحری کی نعت پڑھتے ہوئے یہ محسوس ہوتا ہے گویا علامہ اقبال قدیم اردو میں مدح رسول کر رہے ہیں۔'' ۹۴

یعنی او شہنشاہ انبیاء کا پیارا نپٹ آپنے پیا کا
جن تاج تمام مقبلاں کوں سردار سگل جلے دلاں کوں
یک نور تے جس ہزار انوار یک سورتے جس کروڑ جھلکار
چادر کوں چندر کے پھاڑ لیتا پیوند پیمبری کوں دیتا
جس کوں کہے کنت کنزاً کرتار احببت او مصطفےٰ ہے مختار ۹۵

اس میں کوئی شک نہیں کہ مثنوی من لگن ادبیات میں اپنی خاص حیثیت کے پیشِ نظر یادگار ہے لیکن اس مثنوی میں موجود نعتیہ عناصر بھی اپنی اہمیت کے

حوالے سے خصوصی تذکرے کے لائق ہیں۔ یقیناً بحری دکنی دور کا ایک اہم نعت گو ہے۔

اسماعیل امروہوی (م ۱۱۲۳ھ/۱۲-۱۱۷۱ء):

عہد اورنگ زیب میں سرکاری عہدے پر فائز تھے۔ ان کا تعلق امروہہ (شمالی ہند) سے ہے۔ ان کی دو مثنویات مشہور ہیں:

۱۔ وفات نامہ بی بی (فاطمہؓ) محررہ ۱۱۰۵ھ/۱۶۹۳ء ۲۔ معجزۂ انار محررہ ۱۱۲۰ھ/۰۸-۱۷۰۸ء

پہلی مثنوی کے اشعار کی تعداد ۳۱۹ ہے جبکہ دوسری مثنوی کے اشعار ۱۴۸ ہیں۔ محمد سلیم الرحمٰن نے ان مثنویوں کی ایک اہمیت یوں بتائی ہے:

> ''اسماعیل امروہوی کی یہ دونوں مثنویاں لسانی اور ادبی اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ ان سے اس نظریے کو بہت تقویت ملتی ہے کہ ابتدائی دور میں شمالی ہند کے اردو شاعر اور ادیب محض دکنی اردو ادب سے متاثر ہو کر اردو کی طرف مائل نہیں ہوئے بلکہ ان کی تخلیقی سرگرمی خود شمالی ہند ہی کے حالات کی مرہونِ منت تھی۔'' ۹۶

یہ بیان خاصا اہم ہے۔ ولی کا دیوان ۱۱۱۲ھ/۰۰-۱۷۰۰ء میں دلی پہنچتا ہے اور مثنوی وفات نامہ بی بی اس واقعے سے سات برس قبل لکھی جا چکی تھی' یہ واقعی دلیل ہے اس امر کی کہ ادبی عمل تسلسل کا رہینِ منت ہوتا ہے' کوئی اہم واقعہ کتنا ہی فعال کیوں نہ ہو' اس کے زمینی حقائق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس مثنوی میں حمد کے بعد نعت کے سات اشعار ہیں' جن میں سے تین بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

کہوں نعت اب میں' محمد رسولؐ — دو عالم صدق دل سیں کچھ قبول
محمدؐ نبی ہیں گے درِ یتیم — ازل سے ابد تک ہوئے مستقیم
لبوں پر جو سردار ہیں مصطفےٰ — شفیع دن قیامت کے ہیں مجتبیٰ ۹۷

دوسری مثنوی ''معجزۂ انار'' میں حمد کے پانچ اور نعت کے تین شعر ہیں' ایک شعر بطور نمونہ درج ذیل ہے:

محمدؐ نبی ہیں کریم و شفیع — مراتب سبھوں پر کیا ہے رفیع ۹۸

سید اسماعیل امروہوی کے نعتیہ اشعار صاف' رواں اور پر تاثیر اور اپنی لسانی و ادبی اہمیت رکھتے ہیں۔

سید ولی محمد ولی دکنی (ربع اول' بارہویں صدی ہجری): وہ بے حد اہم شاعر' جس کے باعث نہ صرف دکنی شاعری میں اصلاح ہوئی بلکہ شمالی ہند کے پختہ فارسی گو شعراء نے بھی اردو شاعری کی طرف توجہ دی' جسے مولانا محمد حسین آزاد نے اردو شاعری کا باوا آدم قرار دیا۔ ایک زمانہ تھا جب ولی کو اردو کا پہلا شاعر تسلیم کیا جاتا تھا لیکن بقول خالد علیم:

> ''ولی کے سر پر جو اولیت کا تاج سجایا گیا تھا' وہ اب قصہ پارینہ بن چکا ہے۔ بے شمار دکنی مخطوطات' جو ولی سے پہلے لکھے گئے تھے اور اب دستیاب ہو چکے ہیں' یہ ثابت کرتے ہیں کہ اردو شاعری کا آغاز ولی سے کافی عرصہ پہلے ہو چکا تھا۔'' ۹۹

ولی کی اولیت تو قصہ پارینہ ہے لیکن اس کی افضلیت مسلمہ ہے۔ ولی کے دیوان میں غزل' قصیدہ' مخمس وغیرہ موجود ہیں۔ مثنویاں صرف دو ہیں' ان میں بھی ایک میں نعتیہ اشعار بھی ہیں:

عجب گلزار ہے وہ مظہرِ کل — کہ ہے جس باغ کا خورشید اک گل
وہی ہے بے دلاں کا دل کشا باغ — وہی ہے عاشقاں کا مرہم داغ
اسی کا ذکر ہے ایمانِ مومن — اسی کی یاد اطمینانِ مومن ۱۰۰

ان اشعار کی زبان اتنی صاف ہے کہ آج کی زبان کا دھوکہ ہوتا ہے۔ روانی' ترنم اور دلکشی اشعار سے ظاہر ہے۔

سید سراج الدین' سراج اورنگ آبادی (م ۱۱۷۷ھ): دکن کی طرح شمالی ہند میں بھی سراج کے کلام کو پذیرائی حاصل ہوئی۔ بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں' ان کی مثنوی ''بوستانِ خیال'' قابل ذکر ہے۔ اس کے علاوہ بھی گیارہ مثنویاں ان کے کلیات میں موجود ہیں۔ مثنوی کی ہیئت میں نعتیہ اشعار کا انتخاب درج ذیل ہے:

رسولِ خدا سید المرسلین — قیامت کے دن' شافع المذنبین
نبوت کی مسند کا ہے جانشیں — کیا جس کی تعظیم روح الامیں
عجب روزِ محشر کا سردار ہے — صفِ انبیاء میں وہ سالار ہے
رہِ شرع کا ہادیِ مستقیم — شریعت کے دریا کا درِ یتیم

حبیب خدا والیِ روزگار دو عالم کی اقلیم کا تاج دار ۱۰۱

ان کی ایک غزل ع۔ خبرِ تحیر عشق سن نہ جنوں رہا نہ پری رہی

بہت مشہور ہوئی۔ عہدِ حاضر میں حفیظ تائب نے اسی غزل کے انداز پر مشہور نعت کہی:

ع۔ رہی عمر بھر جو انیسِ جاں وہ بس آرزوئے نبیؐ رہی

میر ولی فیاض، ولی ویلوری: ان کا تعلق بارہویں صدی ہجری سے ہے۔ مثنوی ''روضۃ الشہد'' اسی نام کی ملا حسین واعظ الکاشفی کی فارسی تصنیف کا دکنی میں ترجمہ ہے۔ یہ مثنوی اگرچہ واقعاتِ کربلا پر مشتمل ہے لیکن آغاز میں سیرت کے واقعات بھی نظم کیے گئے ہیں جن میں نعتیہ عناصر موجود ہیں۔ ان کی دوسری مثنوی ''روضۃ الانوار'' ہے بقول ڈاکٹر ریاض مجید اس میں ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے کم و بیش تمام پہلوؤں اور احوال کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔۔۔ لیکن غیر معتبر روایات بھی جگہ پا گئی ہیں۔'' ۱۰۲ روضۃ الانوار سے نعتیہ انتخاب درج ذیل ہے:

گنہ کرتے تھے امت ہائے پیش	عذاباں ترت ان پر تھے سو تعیبں
کیاں کے تیں سو مسخ صورتاں کر	ہوئے تلپٹ کتے از بادِ صرصر
ولیکن تجھ امت کوں یا محمدؐ	بدی ان کی کوں کرنے کی ستی رد
تری امت ہے مجھ کوں بہت پیاری	غضب ہور قہر سوں یو ہیں کناری ۱۰۳

شاہ ابو الحسن قربی (م ۱۱۸۲ھ/ ۱۷۶۸ء): ''معراج نامہ'' ۱۱۴۰ھ کے بعد کی تصنیف ہے۔ واقعاتِ معراج بہت محتاط انداز میں صحیح روایات سے استفادہ کر کے لکھے ہیں۔ معراج نامہ قریباً ساڑھے پندرہ سوابیات پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر مظفر عالم جاوید صدیقی نے ان کے یہ دو نعتیہ اشعار درج کیے ہیں:

کیا ختم میں ذکر معراج کا	بنامِ محمد نبی مصطفےٰ
کیا ختم میں لے محمدؐ کا نام	علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام ۱۰۴

شفیق لچھمی نرائن رائے (پیدائش ۱۱۵۷ھ): ان کے والد کا نام رائے منسارام تھا جو آصف جاہ اول کے عہدِ حکومت میں اہم سرکاری منصب پر فائز تھے۔ شفیق مولانا غلام علی آزاد کے شاگرد تھے۔ شفیق نے ہندو ہونے کے باوجود سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واقعہ معراج کو نظم کیا ہے۔ بقول سید یونس شاہ:

> ''معراج نامہ شفیق کی ہمارے نبی کریم سے گہری عقیدت کا آئینہ دار ہے۔ اس معراجنامہ کی زبان کی صفائی اور الفاظ کا انتخاب قابلِ توجہ ہے۔ واقعہ نگاری میں خیال آفرینی کی وجہ سے بڑی دلکشی پیدا کی گئی ہے۔'' ۱۰۵

عجائب رات تھی وہ نور افشاں	کہ ہر کوکب تھا اک مہر درخشاں
کہوں گر رات اس کوں ہے تامل	کہوں گر دن تو عالم میں پڑے غل
غرض غفلت سبھوں پر چھا رہی تھی	خرد داروئے حیرت کھا رہی تھی
سفیرِ نیک پے انجام لایا	سلامِ حق کہا اور یہ سنایا
درِ حجرہ پہ دو آ جوڑ کر ہات	کہا سرور ترے پر حق کی صلوات ۱۰۶

سید یونس شاہ کی تحقیق ہے کہ

''نعتِ رسول اور سیرتِ پیغمبرؐ کو منظوم کرنے والا یہ پہلا غیر مسلم شاعر ہے۔ اس سے قبل دکن بلکہ گجرات و دہلی وغیرہ میں بھی کوئی نہیں ملتا۔'' ۱۰۷ شفیق نے غیر مسلم ہو کر نعت کی خدمت کا اعزاز حاصل کیا۔ اس ضمن میں اولیت کا سہرا اسے زیب دیتا ہے۔ یہ مثنوی کی ہیئت کے لئے بھی اعزاز ہے کہ سب سے پہلے کسی غیر مسلم نے اسی ہیئت میں نعتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لکھی ہے۔

نوازش علی شیدا (م ۱۲۰۵ھ): اس کی مثنوی ''اعجازِ احمدی'' (۱۱۸۶ھ) چار جلدوں اور چھتیس سو سے زیادہ اشعار پر مشتمل ہے۔ شیدا نے اس مثنوی میں نورِ محمدیؐ، ولادتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، آپ کی رضاعت، معجزات اور پھر سیرتِ مبارکہ کے واقعات تفصیل سے لکھے ہیں۔ شیدا نے تاریخ و شعریت کو ہم آہنگ کر دیا ہے۔ اس کی زبان میں صفائی ہے اور کلام میں روانی۔ غارِ حرا میں پہلی وحی کی کیفیت یوں لکھتا ہے:

ہوا سال چالیس پر ایک جب	سو اس کا کہتا ہوں احوال سب

سترویں تھی تاریخ رمضان کی دلیل اس پہ آیت ہے قرآن کی
لکھے کئی محدث ہیں ارباب دیں ربیع الاول کی اتھی بارویں
رسولِ خدا سیدِ کائنات امامِ دو عالم شہِ ممکنات
اتھے غارِ حرا میں بیٹھے ہوئے ردا کے اوپر اپنے تکیہ کیے ۱۰۸

ڈاکٹر اسماعیل آزاد کے بقول ''اعجاز احمدی'' کی پہلی جلد خلقِ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے چالیس سال تک کی عمر کے احوال وکوائف پر محیط ہے۔ دوسری جلد میں بعثت سے ہجرت تک کے حالات مرقوم ہیں' جبکہ تیسری جلد میں معجزاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بیان ہے۔ چوتھی جلد میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کا تذکرہ ہے۔ اس نے منظوم سیرتِ مقدسہ لکھ کر اردو ادب کے دامن کو مالا مال کیا ہے۔ وہ مزید لکھتے ہیں:

''وہ اکثر بیانِ واقعات کی تمہید میں بہت سے اخلاقی مضامین پیدا کرتا ہے۔ جو ایک طرف اس کے ذہن کی خلاقیت کے مظہر اور دوسری طرف ایمانی واخلاقی جذبات کے نہج کی غمازی کرتے ہیں۔'' ۱۰۹

شیدا کی دوسری مثنوی ''روضۃ الاطہار'' ۱۱۷۳ھ میں لکھی گئی۔ شاعر نے اسے بارہ مجالس میں تقسیم کیا ہے۔ اس کی پہلی مجلس حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذکرِ مبارک پر مشتمل ہے۔ باقی مجالس میں منقبت اور کربلا کے واقعات ہیں۔ اس مثنوی سے نعتیہ نمونہ درج ذیل ہے:

قیامت ہووے گی جس روز قائم یہی امید ہے مجھ دل میں دائم
تصدق سے تو اپنی صاحبی کے غلاموں میں اٹھا آلِ نبیؐ کے
ہزاروں سے درود اں اور تحیت نبی پر ان کے جو ہیں آلِ عترت ۱۱۰

نصیر الدین ہاشمی نے روضۃ الاطہار کو دکنی روایت کی آخری یادگار قرار دیا ہے۔ ۱۱۱

بقول اسماعیل آزاد: ''اس مذہبی تخلیق کی اہمیت لیل ونہار کی گردش سے کہنہ نہ ہو پائے گی۔'' ۱۱۲

اگرچہ شیدا کی مثنویوں میں دکنی زبان ترقی یافتہ صورت میں نظر آتی ہے لیکن مابعد کی مثنویات (جو شمالی ہند کی اردو سے نسبتہً زیادہ قریب ہیں) کی نسبت قدیم دکنی روایت سے زیادہ قریب ہے۔

مولانا محمد باقر آگاہ (م ۱۲۲۰ھ/ ۱۸۰۵ء): ان کے آٹھ رسالوں کا مجموعہ ''ہشت بہشت'' ہے۔ مظفر عالم جاوید صدیقی کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق' پہلے رسالے من دیپک (۱۱۸۴ھ) میں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تذکرہ ہے۔ دوسرے رسالہ ''من ہرن'' (۱۱۸۵ھ) میں نبوت کی بشارتوں کا بیان ہے۔ تیسرے رسالے ''من موہن'' (۱۱۸۶ھ) ولادتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بیان ہے۔ چوتھے رسالے ''جگ موہن'' (۱۱۸۵ھ) میں آٹھ برس کی عمر سے وفات تک کے حالات کا بیان ہے۔ پانچویں رسالہ ''آرام جاں'' (۱۱۸۶ھ) میں آپ کے خصائلِ مبارکہ کا بیان ہے۔ ساتویں رسالے ''من درپن'' (۱۲۰۶ھ) میں معجزاتِ نبوی کا ذکر ہے اور آٹھویں رسالے ''من جیون'' (۱۲۰۶ھ) میں آپ کے آداب اور آپ کی محبت کا تذکرہ ہے۔'' ۱۱۳

مولانا محمد باقر آگاہ خود صاحبِ علم وفضل تھے' دکنی ادبیات پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔ ان کی کل ۳۰۲ تصانیف میں سے اردو میں لکھی گئی کتب محض سولہ ہیں۔ انہوں نے پہلی مرتبہ سیرت سے متعلق دکنی ادب پر محققانہ نظر ڈالی تو شمائل ناموں اور دیگر ناموں میں انہیں غلط روایات کی بھرمار نظر آئی' لہٰذا انہوں نے صحیح روایات کے ساتھ معتبر اور مستند واقعاتِ سیرت کو نظم کرنے کا ارادہ کیا۔ ''ہشت بہشت'' کے آٹھوں رسالے ان کے اصلاحی جذبے کے مظہر ہیں۔ ان رسائل میں نعت کا عظیم ذخیرہ موجود ہے۔ ان کا دلی اخلاص ہر رسالے سے ظاہر ہوتا ہے' جس کی توفیق انہوں نے خدا تعالیٰ سے مانگی ہے:

خداوندا! بحقِ احمدِ خاص عطا ہر کام میں کر مجھ کوں اخلاص ۱۱۴

پہلے رسالے سے نعتیہ انتخاب:

نہ ہوتا گر تو اے سلطاں نہ کرتا میں یہ کل منڈاں
تا ارض و سما تا لوح و قلم تا جن و ملائک تا آدم
ان سب کو کیا ہوں تجھ خاطر اور تجھ کو کیا ہوں مجھ خاطر ۱۱۵

دوسرے رسالے سے نعتیہ انتخاب:

جس کے ہے نور سے جہاں پیدا جس کے ہیں مکھ پر کن فکاں شیدا

جس کی مشعل عدم کی ظلمت سوں
وہ بتائے وجود کی سب کوں
جس کا ہے دیکھنا خدا کا شہود
جس کا ہے نام وردِ ہر موجود ۱۱۶

چوتھے رسالے سے نعتیہ انتخاب:

جس سے صحرائے قدم ہے گلشن
جس سے ظلمات عدم ہے روشن
اس کی جان جلوہ گر ذات وصفت
انبیاء کو نہ ملی جز حیرت
جس کی امت میں رسولاں سارے
کوئی نعت اوس کی کیا کرے بارے ۱۱۷

پانچویں رسالے سے نعتیہ انتخاب:

حقیقت میں سب کا ہے مطلوب او
ہیں سب عاشقان اور محبوب او
او مہتاب ہے سب خلائق چکور
دو عالم میں ہے حسن کا اوس کے شور
سب اخلاقِ پاک اوس کے بے قال و قیل
کمالات روحی اوپر تھے دلیل ۱۱۸

پانچویں رسالے ہی میں آگاہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا مبارک نظم کیا ہے اور اعضائے مبارکہ کی صفت کے الگ الگ عنوان قائم کیے ہیں' مثلاً درصفت دہن مبارک ولب ودندانِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' کے زیرِ عنوان لکھا ہے:

او سلطانِ دیں بات کرتا تھا جب
چمکتا تھا نور او سکے دانتاں سو تب
تصدق سوں اوس لب کے اے کردگار
مجھے ذکر میں او سکے رکھ برقرار ۱۱۹

سراپا نگاری کے حوالے سے جب بھی نعتیہ ادب کا ذکر آئے گا' آگاہ کے لکھے اس سراپا مبارک کا ذکر بھی ضرور آئے گا۔

ساتویں رسالے سے نعتیہ انتخاب:

ہے گنجِ غیب کا مفتاحِ اسرار
ہے بیت القدس کا مصباح انوار
بہار حسن کا ہے صبحِ اول
فروغِ عشق کا ہے نورِ اکمل
ہے حسن و عشق کا وہ رقِ منشور
کہ جس کا عرش ہے یک آیت النور
ہے وہ ام الکتاب و نور قدسی
کہ جس کی آیۃ الکرسی ہے کرسی
مقامِ خاص او ادنیٰ ہے جس کا
خدا بن کوئی نہیں دانا ہے جس کا
ملائک جس کے تھے فوجِ معظم
نقیب اوس فوج کا جبریلِ اکرم ۱۲۰

مسلمانوں پر جب بھی کڑا وقت آیا ہے' انہوں نے دربارِ رسالت میں استغاثہ پیش کیا ہے' اس استغاثہ نگاری میں حالیؔ کی کوششوں (اور عملی نمونوں) کی اہمیت کا انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن آگاہ' ساتویں رسالے (۱۲۰۶ھ) میں کس اخلاص اور صدقِ دل سے فریاد کناں ہیں' ان اشعار میں استغاثوں پر مشتمل نعتیہ ادب کے ابتدائی خدوخال دیکھے جاسکتے ہیں:

میں اب کرتا ہوں اپنا عرض احوال
کرم سے سن اسے اے بحرِ افضال
تو بے شک رحمۃ للعالمیں ہے
دو جگ میں تو شفیع المذنبیں ہے
ہے تیرا جود وہ بارانِ رحمت
ہے رشحہ ایک جس کا سب یہ خلقت
تو سب کا اصل ہے سب فرع تیرے
تو سب کا نور ہے سب شمع تیرے
ملک اور ملک میں جتنے بڑے ہیں
ترے سب آستانے پر کھڑے ہیں
نہیں اس کمتریں میں بوئے ایماں
سرِ نو سے مجھے کر تو مسلماں
تری منزل میں کر میرا ٹھکانا
کر اپنے پائنتی میرا سرہانا
کدھر جائیں کہ یہ لشکر ہیں تیرے
اگر ہیں نیک و بدٗ چاکر ہیں تیرے
شفیع المذنبیں سن ان کی زاری
کر اپنے لطف سے اب ان کی یاری
تو اپنے دین کا ہے آپ حامی
ہے میری عرض یہ از راہِ خامی ۱۲۱

دکن ہی نہیں، مابعد ادوار کے نعتیہ ادب کے اکثر و بیشتر موضوعات بھی آگاہ کی ہشت بہشت میں سمٹ آئے ہیں۔ نعتیہ ادب کی تاریخ مولانا محمد باقر آگاہ کی خدمات کے تذکرے کے بغیر ہمیشہ ادھوری رہے گی۔

غلام محمود حسرت: حسرت نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موضوع پر ذوقی کی فارسی منظوم تصنیف کو دکنی زبان میں پیش کیا ہے۔ اس کا تاریخی نام ''معجز خاتم الانبیاء'' ہے، جس سے ۱۲۴۷ھ کے اعداد برآمد ہوتے ہیں۔ اس مثنوی کا عام نام ''ریاض السیر'' ہے۔ اس کے اشعار کی تعداد ساڑھے آٹھ ہزار کے قریب ہے، اس میں سیرت مطہرہ کے مختلف واقعات بیان ہوئے ہیں۔ چونکہ یہ ترجمہ ہے لہٰذا مصنف سے واقعات کے مستند ہونے کی توقع درست نہیں، اسی لیے ڈاکٹر مظفر عالم جاوید نے لکھا:

''مجلسی تقاضوں، ماحول اور مقامی اثرات کی وجہ سے کئی غیر مستند واقعات بھی ملتے ہیں۔''

اس مثنوی کی بحر رواں دواں ہے۔ ضخیم مثنوی ہونے اور سیرت کے موضوع سے وابستہ ہونے کے سبب یادگار ادبی تخلیق ہے۔

زہے معجز خاتم الانبیاء   یہی ہے وہ تاریخ بس جاں فزا ۱۲۲

قاضی محمود دریائی (۸۷۴ھ تا ۹۴۱ھ): گجرات کے معروف صوفی بزرگ ہیں اُن کے کلام میں سے نعتیہ نمونہ درج ذیل ہے۔

محمد کیری بنتی صاحب اتنی مانیں   نبی محمدؐ کی دوستی را مکھ پانیں
نبی محمد مصطفیٰؐ ری سا چاگروا رسول   محمود بندہ بینوی میری حاجت کریں قبول ۱۲۳

مولانا عبدی: ان کا تعلق پنجاب سے ہے ''فقہ ہندی'' ۱۰۷۴ھ/۱۶۶۳ء کی تصنیف ہے۔ اس میں موجود نعتیہ اشعار کا نمونہ درج ذیل ہے:

علم شریعت نال کے بھیجا پاک رسولؐ   جو کچھ بھیجا رب نیں سب ہم کیا قبول
یا رب اپنے فضل سوں بے حد بھیج درود   نبی محمد مصطفیٰ تجھ سوں ہو خوشنود
بھیجوں اس کی آل پر اور اصحاب تمام
تس بھیجوں احباب پر بہت درود سلام ۱۲۴

غلام قادر شاہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ): شیخ محمد فاضل بٹالوی کے صاحبزادے اور جانشین تھے۔ اردو میں شعر کہتے ہیں۔ ان کی مثنوی ''رمز العاشقین'' کے کچھ اقتباسات حافظ محمود شیرانی نے ''پنجاب میں اردو'' میں دیے ہیں۔ اس مثنوی سے چند نعت نمونے درج ذیل ہیں:

وہی وہی نہ دوجا کوئی   پر گھٹ ہو یا محمد ہوئی
احد محمدؐ ایک پچھا نوں   ایک ہی دیکھو ایک ہی جانوں
حمد کہو اور بہت درود   فھو الحامد والمحمود
اول آخر باطن ظاہر   ناہیں اس سے کو یو باہر
انا من نورہ سنو بیان   والکل نوری دھر و دھیان
سب بڈھیائی اسے مسلم   صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علیہ وآلہٖ   و من اشتاق بنور جمالہ
حمد کہوں اور بہت سلام   اول آخر نیک کلام
یا رب صل علیہ وآلہٖ   واجعلنی فی حبہٖ وآلہٖ ۱۲۵

ان اشعار کی بحر خالصۃً ہندی ہے۔ اشعار میں پنجاب رنگ نمایاں ہے۔ اشعار میں والہانہ پن اور بلا کا تسلسل ہے۔ ان اشعار میں تصوف کا مسئلہ وحدۃ الوجود جھلک رہا ہے۔ قدیم اردو کا نمونہ ہونے اور مبنی بر نعت ہونے کے باعث یہ اشعار نعتیہ ادب اردو میں سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس مثنوی میں وحدۃ الوجود کے حوالے سے وحدت اور تعین اول کے موضوع کے تحت کہا ہے:

دو جا وحدت جان پیارے   پر گھٹ ہوئے حقائق سارے
علم وجود اور نور شہود   اس برزخ موں کیا نمود
اول ہوکر ہو یا آخر   باطن ہوکر ہو یا ظاہر
سب اسماء و صفات کمال   ظاہر ہوئے علی الاجمال

اس	برزخ	کبریٰ	کا	جان		نام	حقیقت	احمد		جان
اصل	الاصل		محمدؐ	جان		سب کچھ	اس	سوں	ہو	یا عیاں
جے	نہ	ہوتا	نور	وجود		اس	آیئنے		موں	مشہود
کوئی	نقش	نہ	ہوتا	ظاہر		وھو	المرئی		وھو	الناظر
ہے	احدی	جمعی		الشان		فھو	الآن	کما	ھو	کان
ازلی	ابدی	نور		قدیم		فھو	الاحمد	لا	بالمیم	۱۲۶

اورنگ زیب عالمگیر کی فتوحاتِ دکن کے ساتھ شمالی ہند اور جنوبی ہند گویا ایک ہو جاتے ہیں۔ اس کا اثر ادب پر بھی پڑتا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

''عالمگیر کی فتوحاتِ دکن کے ساتھ جب شمال اور جنوب صدیوں بعد مل کر ایک ہو جاتے ہیں' تو ادبی روایت کی ہوائیں دکن سے شمال ہند کی طرف تیزی سے چلنے لگتی ہیں' اور وہ زبان جو چار صدی پہلے شمال سے دکن گئی تھی اب ادبی زبان بن کر خود شمال کے لئے ایک نمونہ' ایک معیار بن جاتی ہے۔'' ۱۲۷

۱۷۰۷ء وہ سن ہے جس میں اورنگ زیب عالمگیر اور ولی دکنی کی وفات ہوئی' لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ اٹھارہویں صدی عیسوی کے اوائل ہی سے جنوبی ہند کا دور شمالی ہند کی ادبیات سے آملا ہے۔ گویا ادبی حوالے سے دوسرے دور کا آغاز ہوتا ہے۔

دوسرے دور میں شمالی ہند کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اسی طرح جیسے پہلے دور میں ادبی لحاظ سے دکن کو مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ شمالی ہند کے شعراء میں اگرچہ ولی کے دیوان کے اثرات ظاہر ہو رہے تھے' لیکن بہر حال یہ شعراء دکنی شعراء سے مختلف ہیں۔ محض اسی لیے ۱۷۰۷ء کے بعد کے چند اردو شعراء (جن کا تعلق جنوبی ہند سے تھا) کا ذکر بھی یہیں کیا گیا ہے۔

رومانی اور لفظ نامہ سے شروع ہونے والی مثنویات کا اجمالی ذکر:

گزشتہ صفحات میں جنوبی ہند کی بعض اہم مثنویات کا ذکر کیا گیا ہے لیکن یہ حتمی اور مکمل قطعاً نہیں۔ خیال ہے کہ بہت سے شعراء کے دواوین ابھی تک دریافت ہی نہیں ہو سکے اور جو دریافت ہوئے وہ بھی کتنوں کی رسائی میں ہیں۔ مخطوطات کی کمیابی اور زبان کی غرابت بھی ایک مسئلہ ہے' تاہم نمائندہ اور اہم مثنویات کا ذکر ضرور ہو گیا ہے۔ اس عہد میں کچھ مثنویات ''نامہ'' کے نام کے ساتھ لکھی گئیں' مثلاً مولود نامہ' نور نامہ' معراج نامہ' وفات نامہ' معجزہ نامہ' وصیت نامہ' شمائل نامہ وغیرہ۔ ان تمام مثنویات کی روحِ رواں مذہب ہے لیکن مذہب سے ہٹ کر دیگر موضوعات (مثلاً رومانوی قصے' کسی اہم شخصیت کے سوانح حیات وغیرہ) پر بھی مثنویاں لکھی گئیں۔ حصولِ خیر و برکت کے لئے ان مثنویوں کے آغاز میں حمد اور نعت کے اشعار بھی شامل کیے گئے۔ اگرچہ یہ اشعار ذیلی و ضمنی سطح پر محض ایک روایت کو نباہتے ہوئے کہے گئے لیکن ان میں سے بعض اس دلجمعی کے ساتھ کہے گئے کہ ان کی حیثیت محض رسمی نہ رہی بلکہ وہ ذخائرِ نعت کا وقیع حصہ ٹھہرے (جیسے نصرتی کا کلام جو مثنوی گلشنِ عشق یا علی نامہ میں ملتا ہے وغیرہ) کچھ مثنویات کا تعلق اگرچہ مذہب سے تھا لیکن نعت براہِ راست ان کا موضوع نہ تھا لیکن ان میں نعتیہ اشعار در آئے ہیں جیسے فقہ کے مسائل یا تصوف پر مبنی مثنویات۔

یہاں بعض ایسی اہم مثنویوں کا محض ذکر مقصود ہے جن میں نعتیہ اشعار موجود ہیں' خواہ کم یا زیادہ۔ زیادہ اہم مثنویات کا گزشتہ صفحات میں جائزہ اور ان کے نعتیہ اشعار کا نمونہ پیش کیا جا چکا ہے۔

ا۔ وہ مثنویات جن کا موضوع براہِ راست نعت نہیں لیکن ان کے آغاز میں نعتیہ اشعار ملتے ہیں:

مقیمی	مثنوی ''چندن بدن و مہیار'' (۱۰۳۵ھ اور ۱۰۵۰ھ کے مابین لکھی گئی)
صنعتی بیجاپوری	''قصہ بے نظیر'' (۱۰۵۵ھ نعتیہ اشعار کی تعداد ۷۶)
طبعی	''بہرام و گل اندام'' (۱۰۸۰ھ' ۱۳۴۰ اشعار پر مشتمل مثنوی ۴۰ دنوں میں لکھی گئی)
عبدل	''ابراہیم نامہ'' (ابراہیم عادل شاہ کے سوانح حیات' ۵۰۷ اشعار)
عارف الدین عاجز	''لعل و گوہر''
ملک خوشنود	''ہشت بہشت'' ۱۶۴۰ء
غلام الدین مراد شاہ	''(۱) مراد المحبین '' (۲) مصیبتِ اہلِ بیت

سید میراں شاہ ہاشمی بیجاپوری (م ۱۱۰۹ھ)	''یوسف زلیخا'' (۱۰۹۹ھ)
محمد امین گجراتی	(۱) یوسف زلیخا (۲) گلزارِ چشت (۳) گنجِ مخفی (۴) شجرۃ الانبیاء (۵) گفتارِ عشق و عمل (۶) وجود العارفین (۷) قلندر نامہ
فقیر اللہ	مثنوی ''درِ مکنون'' (۱۲۰۴ھ)

ب۔ **نور نامہ:** اللہ نے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ پاک کو پیدا فرمایا اور اس نور سے کل شی کو پیدا فرمایا۔ یہ نعت کا قدیم سے موضوع ہے۔ اس خاص حوالے سے نور نامے لکھے گئے' جو سراسر نعتیہ مضامین کے حامل ہیں۔ یہ نور نامے نعتیہ ادب کا اہم حصہ ہیں۔

نور نامہ لکھنے والے چند اہم شعراء

محمد مختار	نور نامہ
ملک خوشنود	نور نامہ
شیخ احمد گجراتی	نور نامہ (۱۰۸۹ھ/۱۶۸۰ء)
شاکر دکنی	مولود نامہ نبیؐ (اس میں نورِ مبارک کا ذکر بھی ہے۔)
شریف	نور نامہ (۱۱۱۰ھ)
عبدالحمد ترین	نور نامہ ۱۰۸۹ھ
شاہ عنایت اللہ قادری کاکوروی	نور نامہ
سید احمد	نور نامہ
عبدللطیف	نور نامہ (عبداللہ قطب شاہ کا دور)
پیر مشائخ	نور نامہ
مخدوم حسینی	نور نامہ
سیدی	نور نامہ' دو سو اشعار

ج۔ **میلاد نامہ:** (مولود نامہ' تولد نامہ) لکھنے والے چند اہم شعراء

محمد مختار	مثنوی ''مولودِ سرورِ عالمؐ'' (۱۱۰۰ھ/۱۶۸۹ء۔ ۴۴۰ شعر' سراپا' معجزات' سیرت)
محمد امین گجراتی	تولد نامہ (۱۱۰۴ھ/۱۷۵۶ء) اس میں تقریباً ۱۴۸۲ ' اشعار ہیں
کریم الدین سرمست	مولود النبیؐ (۱۱۶۹ھ/۱۷۵۶ء) اس میں تقریباً ۱۱۰۰ ' اشعار ہیں

د۔ **معراج نامہ:**

فتاحی	معراج نامہ (۱۰۹۵ھ)
محمد امین گجراتی	معراج نامہ (۱۱۰۴ھ/۱۶۹۲ء۔ اس میں ۱۹۰ ' اشعار ہیں)
محمد حسین معظم قادری بیجاپوری	معراج نامہ (۱۰۸۰ھ/۱۶۶۹ء)
اعظم دکنی	معراج نامہ (۱۱۲۰ھ)
سید میراں شاہ ہاشمی	معراج نامہ (گیارہویں صدی ہجری)
شاہ کمال الدین کمال	معراج نامہ (۱۱۹۱ھ)
کمتر	معراج نامہ (تقریباً ۲۰۰ شعر ہیں)
مخدوم حسینی	معراج نامہ
پیر مشائخ	معراج نامہ

ہ۔ **معجزہ نامہ:**

نوازش علی شیدا	معجزہ نامہ گلشنِ ایماں

عالم گجراتی	جامع المعجزات (۴۵۰ محفوظ اشعار، بحوالہ مظفر عالم جاوید 'اردو میں میلاد نامے' ص:۲۹۴)
علی	قصیدہ ہرنی (۴۳۔ابیات بحوالہ مظفر عالم جاوید 'اردو میں میلاد نامے' ص:۳۰۳)
مخدوم حسینی	معجزاتِ رسالت ﷺ (۳۰۰ کے قریب اشعار)
جان محمد عاجز	معجزات النبی ﷺ (قریباً ۱۷۵۰ اشعار)
طالب دکنی	فاختہ نامہ

و۔ شمائل نامہ:

عبدالحمد ترین	شمائل نامہ (پشتو شمائل النبی ﷺ کا دکنی اردو میں ترجمہ۔۱۱۵۰ھ سے قبل کی تصنیف)
عثمان	شمائل نامہ (اوائل گیارھویں صدی ہجری کی تصنیف)

ز۔ وفات نامہ:

اس نام سے مثنوی لکھنے والے چند اہم شعراء:

امامی دکنی	وفات نامہ (۱۵۱۵ اشعار)
عبدالرسول	وفات نامہ (گیارھویں صدی ہجری)
محمد امین گجراتی	وفات نامہ (۱۱۰۴/۱۶۹۲ھ۔۳۴۷ اشعار)
علی بخش دریا	وفات نامہ (۱۱۱۱ھ/۱۶۹۹ء۔۱۲۴۲ اشعار)
غریب اللہ	وفات نامہ (۱۱۷۳ھ۔۷۵۰ اشعار)
دریا دکنی	وفات نامہ سرورِ کائنات ﷺ۔۱۳۵۰ اشعار)
محبوب عالم (عرف شیخ جیون)	وفات نامہ
عالم گجراتی	وفات نامہ (۱۰۸۷ھ/۱۶۷۶ء)
عبداللطیف	وفات نامہ (۱۰۷۴ھ/۱۶۶۳ء۔فارسی سے ترجمہ)
میر	وفات نامہ پیغمبر ﷺ (۱۵۰ کے قریب اشعار)
سوز	وفات نامہ رسالت مآب ﷺ (۸۵۰ کے اشعار)
راحت	وفات نامہ
فصیحی	وفات نامہ

غلام اعزاز الدین نامی وفات نامہ "مدینۃ الانوار" (۱۳۱۲ھ)

جنوبی ہند میں مثنوی نگاری کا مجموعی جائزہ:

i- دستیاب معلومات کی حد تک دکن میں سب سے پہلی اردو مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" فخر الدین نظامی نے ۸۲۵ھ سے ۸۳۸ھ کی درمیانی مدت میں لکھی۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کی تحقیق کے مطابق یہی اردو کی پہلی مثنوی ہے لیکن اگر دکن کے علاقے سے ہٹ کر دوسرے خطوں کو بھی پیشِ نظر رکھتے ہوئے دکنی دور کے مفہوم کو وسعت دے کر دیکھیں تو ڈاکٹر اسماعیل آزاد کی تحقیق کی رو سے شمالی ہند کے ملا داؤد کی مثنوی "چندائن" (تصنیف ۷۸۱ھ) اردو کی اولین مثنوی قرار پاتی ہے۔ چندائن دراصل نور کا اور چاندا نامی دو کرداروں کی رومانوی داستان ہے جبکہ "کدم راؤ پدم راؤ" بھی دو کرداروں کی محبت کی کہانی ہے۔ ان دونوں مثنویوں کے آغاز میں حصولِ برکت کے لئے لکھے گئے حمد و نعت کے اشعار ملتے ہیں۔ مثنوی کی ہیئت میں نعت کے ابتدائی نقوش بالترتیب "چندائن" اور "کدم راؤ پدم راؤ" میں دستیاب ہوئے ہیں۔

ii- نعتیہ نقوش کی تلاش اور دکن میں موضوعات کے حوالے سے مثنویوں کی یہ اقسام بنتی ہیں:

ل۔ وہ مثنویات جن کا موضوع براہِ راست نعت نہیں، کوئی رومانوی داستان، کوئی جنگی مہم، کوئی اخلاقی یا صوفیانہ بیان وغیرہ مثنوی کی اساس ہے اس کے کے آغاز میں حمد کے بعد لکھے گئے نعتیہ اشعار جیسے:

i۔ نصرتی کی "گلشنِ عشق"، اور وجہی کی "قطب مشتری" رومانوی داستانیں ہیں۔

ii۔ نصرتی کی "علی نامہ" اور رستمی کی "خاور نامہ" رزمیہ داستانیں ہیں۔

iii۔ شاہ برہان الدین جانم کی "ارشاد نامہ"، "وصیت الہادی" وغیرہ مضامین تصوف پر مشتمل ہیں۔

ایسی مثنویات میں نعتیہ اشعار محض رسماً لکھے گئے ہیں لیکن انہیں صرف رسمی کہہ کر یا ذیلی حیثیت دے کر یکسر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ نعتیہ ادب

کا ایک قابلِ لحاظ حصہ ایسی مثنویات کے شروع میں آنے والے نعتیہ ابیات پر مشتمل ہے؛ جن میں بعض فکری و فنی ہر لحاظ سے یادگار ہیں۔

ب۔ وہ مثنویات جن میں ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی ایک پہلو؛ سیرتِ مطہرہ کے کسی ایک باب یا آپ کے کسی تخصص کو موضوع بنایا گیا ہو؛ مثنویات کی یہ قسم نسبتاً زیادہ نعتیہ ذخیرہ رکھتی ہے۔ اس ضمن میں آپ کی (۱) پیدائش مبارک (۲) آپ کی معراج (۳) آپ کی وفات (۴) آپ کے نور کی تخلیق (۵) آپ کے معجزات اور (۶) آپ کے اخلاقِ عظیمہ کے پیشِ نظر لکھی گئی مثنویات جو بالترتیب (۱) مولود نامہ (میلاد نامہ یا تولد نامہ) (۲) معراج نامہ (۳) وفات نامہ (۴) نور نامہ (۵) معجزہ نامہ اور شمائل نامہ کہلائیں۔ (آخری دو قسم کی مثنویات بالعموم لفظ نامہ کے بغیر سامنے آئیں؛ جیسے معجزات النبی اور شمائلِ محمدیؐ)

ج۔ وہ مثنویات جن میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ مطہرہ کو موضوع بنایا گیا ہے۔ چونکہ ان کتب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی مبارک بیان ہوتی ہے لہٰذا ان میں نعتیہ عناصر سب سے زیادہ ہوتے ہیں۔ (جیسے میر فیاض ولی ویلوری کی روضۃ الانوار اور نوازش علی شیدا کی مثنوی اعجازِ احمدی وغیرہ)

iii- اگرچہ دکنی دور میں دوہے، رباعی، قصیدہ، غزل، مسمط کی کچھ شکلیں، ترکیب بند وغیرہ ہیئتوں اور اصناف میں بھی شاعری ملتی ہے لیکن سب سے زیادہ کلام مثنوی کی ہیئت ہی میں ملتا ہے۔ مقدار اور معیار ہر دو لحاظ سے مثنوی دکنی ادبیات میں چھائی ہوئی ہے۔ تقریباً ہر قابلِ ذکر سخنور نے مثنوی کی ہیئت میں کچھ نہ کچھ کہا ہے؛ اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ دکنی دور دراصل مثنوی کا دور ہے تو غلط نہ ہوگا۔

اگرچہ مثنوی باقی ادوار میں لکھی جاتی رہی لیکن اس کی مقدار کم ہوتی چلی گئی۔ ولی دکنی کے بعد اگرچہ دکنی ادبیات اور شمالی ہند کی ادبیات ہم رنگ ہو گئیں لیکن ولی کے بعد لکھی جانے والی دکنی مثنویات؛ خواہ اس میں شمالی ہند کی مثنویات کو بھی ملا لیا جائے؛ دکن کے ولی تک کے عہد کی مثنویوں کے برابر نہیں۔ دکنی عہد کے ساتھ ہی مثنوی کا عہد بھی یادگار بن کے رہ گیا۔ یہ ضرور ہوا کہ مثنوی نے شاعری اور لسانیات کی پرورش و تربیت کی جو عظیم خدمت سر انجام دی؛ اس سے کوئی مورخِ ادب صرفِ نظر نہیں کر سکے گا۔

اگر ہم ہیئتی حوالے سے مختلف اصناف کا جائزہ لیتے ہوئے نعتیہ عناصر کی بات کریں گے؛ تو نتیجہ یہی نکلے گا کہ مثنوی کی صنف سب سے پہلے اور غزل کے بعد سب سے آگے نظر آتی ہے؛ لیکن یہ جائزہ صرف دکن تک محدود ہو تو پھر غزل سمیت کوئی دکنی صنف مقدار یا معیار میں مثنوی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ دکنی دور دراصل مثنوی کا دور ہے؛ جس میں بڑا نعتیہ اثاثہ بھی موجود ہے۔

۵۔ اولیت کے حوالے سے بعض دکنی مثنویوں کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

☆ دنیائے اردو کی پہلی مثنوی چندائن دوسری کدم راؤ پدم راؤ ہے۔

☆ معراج ناموں میں سید بلاقی حیدر آبادی کے معراج نامہ کو اولیت حاصل ہے۔

☆ دکنی ادب میں مختار کی مثنوی ''معراج نامہ'' میں سب سے پہلے مثنوی کے مختلف حصوں کے لئے نثری عنوانات قائم کئے گئے۔ (اس کی وضاحت اسی باب کے گزشتہ اوراق میں موجود ہے)

☆ نصرتی وہ پہلا شاعر ہے جس نے دکنی مثنوی میں ایک خوبصورت اضافہ اور ایک کامیاب و قابلِ تحسین تجربہ کیا ہے۔ اس نے مثنوی کے جملہ عنوانات کی جگہ ایک ایک شعر لکھا۔ مثنوی کے تمام عنوانی اشعار کی بحر ایک ہی رکھی؛ اہتمام یہ کیا کہ اگر ان اشعار کو متن سے الگ کر کے یکجا کر دیا جائے تو ایک ایسا قصیدہ بن جائے جو نہ صرف قصیدے کے فنی لوازم پر پورا اترتا ہو بلکہ مثنوی کا خلاصہ بھی پیش کرتا ہو۔ نصرتی کے اس کامیاب تجربے کی بعد میں پیروی بھی کی گئی۔

☆ شفیق لچھمی نرائن رائے (م ۱۲۱۵ھ) وہ دکنی شاعر ہے جسے اردو اور فارسی گوئی میں ملکہ حاصل تھا؛ وہ تذکرہ نگار بھی تھا؛ گلِ رعنا اور چمنستانِ شعراء اسی کے لکھے ہوئے تذکرے ہیں۔ اس کی مثنوی ''معرج نامہ'' اس لحاظ سے قابلِ ذکر ہے کہ وہ کسی غیر مسلم شاعر کی طرف سے لکھی گئی ایسی پہلی مثنوی ہے؛ جس میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج کا تفصیلی ذکر ہے۔ اب تک دستیاب معلومات کی روشنی میں وہ پہلا غیر مسلم نعت گو ہے۔

☆ مختار کا معراج نامہ وہ پہلی تفصیلی مثنوی ہے؛ جس میں صحتِ روایات کا اہتمام کیا گیا ہے۔

شمالی ہند کا دور

دوسرا دور (۱۷۰۷ء تا ۱۸۵۷ء): ولی کا دیوان ۱۱۱۲ھ/ ۱۷۰۰ء میں دلی پہنچتا ہے۔ اہلِ دہلی نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس سے متاثر بھی ہوئے۔ یہاں فارسی گوئی نے اردو گوئی کی طرف قدم بڑھانا شروع کیا۔ یہ روایت کتنی ہی وقیع ہو یہ بھی حقیقت ہے کہ مغلوں کی فتوحات نے بھی ذہنی رجحان میں تبدیلی کے لئے زمین ہموار کی۔ شاہانِ سابق کے پایۂ تخت بدلنے کے باعث دہلی سے علم وادب نے بھی دیگر مراکز کی طرف سفر شروع کیا اور ہر پھر کر بات پھر دہلی تک آ گئی۔ دہلی کے مرکز بننے کا یہ مطلب نہیں کہ دیگر علاقوں جیسے دکن، پنجاب، سندھ وغیرہ میں اردو نہیں لکھی جا رہی تھی۔ ضرور لکھی جا رہی تھی لیکن مقدار و معیار میں شمالی ہند سے کم۔ حافظ محمود شیرانی کی پنجاب میں اردو، نبی بخش بلوچ کی سندھ میں اردو اور وفا راشدی کی بنگال میں اردو جیسی کتابیں اس پر شاہد ہیں۔ اس دور کو شمالی ہند سے منسوب کرنے کا مقصد یہی ہے کہ شمالی ہند کو اس عہد میں مرکزی حیثیت حاصل رہی۔

۱۷۰۷ء اورنگ زیب عالمگیر کا سالِ وفات بھی ہے لہٰذا اُصولاً یہ دور ۱۷۰۷ء سے ۱۸۵۷ء تک پھیلا ہوا ہے لیکن ادبی تبدیلیاں برسوں کے عمل کا نتیجہ ہوتی ہیں، لہٰذا ہمیں اس عہد کے اوائل کے بعض شعراء کو بوجوہ دکنی دور کے حوالے سے دیکھنا ہوگا اور بعض شعراء کے ۱۸۵۷ء سے پہلے پیدا ہو جانے کے باوجود تیسرے دور میں شامل ہونے کا باعث یہی ہے کہ ان کے کام کا عروج اسی دور میں ہوا۔ اٹھارہویں صدی عیسوی کے ایک عرصے تک کے شعراء کو دکنی دور میں رکھنے کا مقصد ان کے کلام کا اسی دکنی فضا سے زیادہ میلان ہے۔ اس دور میں، مغلوں کے ہاں تخت نشینی کے کسی باقاعدہ اور منطقی اصول کے فقدان کے باعث جو سیاسی وسماجی صورتِ حال پیدا ہوتی ہے، جو انارکی پھیلتی ہے اور قتل وغارت گری کا بازار گرم ہوتا ہے۔ اس میں اخلاقی اقدار بھی بدل جاتی ہیں۔ دلی کے شعراء دیگر علاقوں کی طرف مراجعت پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس عہد کا آشوب ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کی ناکامی سے ہمکنار ہو کر اپنے عروج پر جا پہنچا۔ اس دور میں مثنوی کی جگہ غزل اور قصیدے نے لے لی۔

نعتِ سید الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عمل جو ازل سے جاری ہے، دور میں بھی جاری رہتا ہے۔ اس دور میں نعتیہ مثنویوں کا جائزہ پیشِ خدمت ہے۔

شاہ حاتم (شاہ ظہور الدین حاتم، م ۱۷۸۲ء): خان آرزو کے شاگرد اور مرزا سودا کے استاد تھے۔ شاہ حاتم کا دور اگرچہ ایہام گوئی کی مقبولیت کا دور تھا اور خود حاتم کے ہاں ایہام گوئی کی مثالیں ملتی ہیں لیکن ان کے ہاں تازہ گوئی بھی صاف نظر آتی ہے۔ وہ ایک درویش آدمی تھے۔ ان کے ہاں حمدیہ اشعار خاصے ہیں۔ حمد ونعت پر مبنی ان کی مثنوی ''گلشنِ گفتار'' کا ذکر سید یونس شاہ نے کیا ہے۔ ۱۲۸

سودا (مرزا رفیع الدین سودا، م ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء): دلی میں مرزا محمد شفیع (پہلے سپاہی پھر تاجر) کے گھر پیدا ہوئے۔ عمر کا آخری حصہ فرخ آباد، فیض آباد اور لکھنؤ میں گزرا۔ ان کی شہرت کا سبب ان کے قصائد اور غزلیں ہیں لیکن مثنوی بھی لکھی۔ ایک مثنوی کا عنوان ہے۔ ''در نعت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' اس سے چند منتخب نعتیہ اشعار درج ذیل ہیں:

محمدؐ باعثِ ایجاد افلاک	محمدؐ علتِ غائی لولاک
محمدؐ کنت کنزاً کی گواہی	محمدؐ عالمِ علم الٰہی
محمدؐ ہے مشیر عالم غیب	محمدؐ رازدارِ حق ہے لاریب
محمدؐ جگ میں سالارِ رسل ہے	محمدؐ ماہرِ ہر جزو و کل ہے
دو عالم کی بنا وہ رہبری کو	جلا دے منصب پیغمبری کو
نہ پیدا خاک سے ہوتا جو وہ پاک	نہ پھرتے آسماں گردِ سرِ خاک
لیا جب نام پاک اپنا بہ تعظیم	یہ فرمایا انا احمد بلا میم
خدا کا اس کو ہم سمجھیں نہ ثانی	پر اس سے ہے حدیثِ من رانی

ہمیں کیوں کر نہ رحمت پر یقین ہو
کہ جب ایسا شفیع المذنبیں ہو ۱۲۹

سودا بڑا شاعر ہے۔ اس کا کلام بھی اہم ہے۔ مندرجہ بالا اشعار سے اس کی علمی دستگاہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کی تلمیحات دینی ادب سے ہی ماخوذ ہیں۔ ان اشعار سے ان کی طبع کی روانی کا اندازہ ہوتا ہے۔ جیسا شکوہ رکھتی ہے مگر اتنی خوبیوں کے باوصف سودا مندرجہ بالا مثنوی میں احتیاط سے کام نہیں لے سکے، مثلاً اسی نعت کا ایک شعر دیکھئے:

اسی کی ذات سے اثباتِ حق ہے   کہ اس کی ذات عینِ ذاتِ حق ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عینِ ذاتِ حق کہنا جسارت ہے۔ بہر حال سودا کا کلام اس دور کے حوالے سے بہت صاف ہے۔ اس نے اپنے علمی ذخیروں کو فنکاری سے جزوِ سخن بنایا ہے۔

مثنوی پنجم میں ''در نعت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' کے زیرِ عنوان بھی نعتیہ اشعار ہیں۔ بطور نمونہ چند ایک ملاحظہ کیجئے۔ اس میں سودا نے آدابِ نعت گوئی کے حوالے سے بات کی ہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو غایتِ حیات و کائنات قرار دیا ہے:

محمدؐ وہ کہ ہیں جتنے پیمبر   ہیں اوس کے مرتبے سے سب فروتر
نہ ہوتا وہ اگر زینت دہِ خاک   تصدق خاک کے ہوتے نہ افلاک
جہاں میں ہے یہ جتنا کچھ ہویدا   ہوا اس کے لیے سب کچھ یہ پیدا
یہ منہ اس کی ثنا لائق نہیں ہے   ثنا گر ان کا جبریل امیں ہے
بس اب بہتر ہے اس جاگہ خموشی   کہ ہو عجزِ سخن کی عیب پوشی ۱۳۰

ان اشعار میں سودا نے نعت گوئی کے لئے ادب کو اولین شرط قرار دیا ہے اور حمد کی نسبت نعت کہنے کو مشکل بتایا ہے اور ساری بحث کے بعد نتیجہ یہی نکالا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ثنا کسی کے بس کی بات نہیں لہٰذا خموشی بہتر ہے۔

میر تقی میر (م ۱۸۱۰ء): غزل کے بے تاج بادشاہ، مثنوی میں بھی نام کمایا۔ میر کی مثنویاں گویا اس کے عہد کا منظر نامہ ہیں۔ میر نے ایک مثنوی ''در نعت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' لکھی ہے۔ اس کے چند اشعار تبرکاً درج ذیل ہیں۔

ثنا جانِ پاک محمدؐ کے تئیں   درود و تحیات احمدؐ کے تئیں
دیا مجلس کبریا کا ہے وہ   شرف دودمان قضا کا ہے وہ
سب اس صفحے میں ہیں ظہورِ خدا   پر اس سے عبارت ہے نورِ خدا
جہاں وہ ہے واں جبرئیل امیں   اُڑے حشر تک تو پہنچتا نہیں
کروں اس کی قربت کا کیا میں بیاں   کہ تھا قابَ قوسین اَدنیٰ مکاں
بہ صورت اگر عبد مشہور ہے   حقیقت کو پہنچو تو معبود ہے
نہیں پاشکستوں کا اب دست گیر   محمد بن اور آل بن اس کے میرؔ ۱۳۱

میر کے ان اشعار سے لگتا ہے جیسے دکنی دور کی نعتیہ مثنوی کی تمام لکنت دور ہو گئی ہے۔ میر کا سوز وگداز اگرچہ اس کی غزلوں کے ساتھ وابستہ ہے لیکن ان اشعار میں بھی اس کی جھلکیاں مفقود نہیں۔ پاشکستہ اور دستگیر نیز گنہگار ہوں جیسے الفاظ میر کی داخلی کیفیات کے غماز ہیں۔ ایک شعر میں میر بھی نعت گوئی میں درکار خصوصی احتیاط کا خیال نہیں رکھ سکے۔

حقیقت کو پہنچو تو معبود ہے

حقیقت یہ ہے کہ حقیقت کو پا کر بھی یہی حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ حضورؐ اللہ کریم کے عبدؐ نبیؐ رسول اور محبوب ہیں لیکن درحقیقت ''معبود'' نہیں۔ معبود ہونا صرف شانِ الٰہیہ ہے، بہر حال میر نے مثنوی میں نعتیہ شعر کہہ کر اس روایت میں خوبصورت حصہ ڈالا ہے۔

قاسم (میر قدرت اللہ قاسم م ۱۸۳۰ء): ان کی مثنوی معراج نامہ معروف ہے۔ دو شعر بطور نمونہ درج ہیں:

پاک ہے وہ خالقِ جن و ملک   نور سے اس کے منور ہے فلک
پاک ہے وہ قادرِ ربِ جلیل   ہے محمدؐ اس کی قدرت کی دلیل ۱۳۲

ناسخ (امام بخش ناسخ م ۳۹-۱۸۳۸ء): ناسخ کے کلیات (جلد دوم، حصہ دوم) کے آخر میں ان کی ایک مثنوی ہے۔ اس میں حمدیہ اشعار کے بعد نعتیہ اشعار ہیں۔ ''مثنوی ناسخ'' سے منتخب نعتیہ اشعار درج ذیل ہیں:

وہی مرکزِ عالمِ کن فکاں   وہی باعثِ صحتِ جسم و جاں
چلے حکم کے ساتھ اکثر درخت   ہوئے نقشِ پا برسرِ سنگ سخت

کیا جس نے ماہ دو ہفتہ کو دو | بلائے نہ کیوں عمرِ رفتہ کو وو
وہ لاریب محبوب معبود ہے | وہی خلق آدم سے مقصود ہے ۱۳۳

پانچ مثنویاں ان سے یادگار ہیں۔ ان میں ایک معراج نامہ بھی ہے۔ اس سے کچھ منتخب اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

صاحبِ معراج پہنچے پائے عرش | دولتِ پابوس کو تاپائے عرش
عرش پر جاکر ہوئے مسند نشیں | خسرو ہر آسمان و ہر زمیں
اُدْنُ فرمایا خدا نے کتنی بار | یعنی ہو نزدیک اے عالی وقار
اس سے ہوتی تھی تعلی آپؐ کی | اس سے ہوتی تھی ترقی آپؐ کی ۱۳۴

ناسخ کے ایک میلاد نامہ میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا مبارک بھی پیش کیا گیا ہے۔ اس کے چند شعر:

ہیں طفیلی جس کے یہ شمس و قمر | کیسے ہوگا حسن اس کا کس قدر
کوئی عطر اس کے پسینے سا نہیں | یاں خجل ہے نکہتِ خلدِ بریں
جس طرف ہوتا تھا حضرت کا گزر | کوچے ہوتے تھے معطر سربسر
کہتے تھے اپنے گھروں میں خاص و عام | جاتے ہیں اس راہ سے خیرالانام
جسم چھو لیتا تھا گر ان کو کوئی | کتنے دن ہاتھوں سے خوشبو آتی تھی ۱۳۵

ناسخ کے ان اشعار میں جو خلوص، وارفتگی اور روانی ہے، وہ یقیناً قابلِ تحسین ہے۔ اس کے ہاں شعریت بھی اعلیٰ پائے کی ہے مثلاً سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ مبارک کا ذکر کر کے لکھا ہے:

یاں خجل ہے نکہتِ خلدِ بریں

سید اسماعیل شہید دہلوی (م ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء):

مثنوی ''سلکِ نور'' مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلوی کی اصل وجہ شہرت تحریک جہاد اور ان کی فقہی کتابیں ہیں۔ وہ ایک شاعر بھی تھے اور مثنوی سلکِ نور ان سے یادگار ہے۔ اس مثنوی میں ان کے نعتیہ اشعار بھی ملتے ہیں۔ بقول سید یونس شاہ:

> ''وہ جذبۂ عقیدت کے باوصف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے حقیقی پہلوؤں اور آپ کی ہمہ گیر عملی تعلیم کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔'' ۱۳۶

ان کی مثنوی سے درج ذیل اشعارِ نعت بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں:

نبی البرایا رسول کریم | نبوت کے دریا کا درِ یتیم
حبیبِ خدا سید المرسلین | شفیع الوریٰ ہادیٔ راہِ دیں
محمد ہے نام ان کا احمد لقب | بیاں ہوسکے منقبت ان کی کب
دل ان کا جو ہے مخزنِ سرِ غیب | مبرا خطا سے ہے بے شک و ریب
زبان ان کی ہے ترجمانِ قدم | ہوا باغِ دیں جس سے رشکِ ارم
بہ ظاہر جو ہے مقطع انبیاء | حقیقت میں ہے مطلع اصفیاء
ہے اول ہی پیدا ہوا ان کا نور | بظاہر کیا گو کہ آخر ظہور
جو اس میں تامل ذرا کیجئے! | ابھی نکتہ باریک پا لیجئے!
کہ جب سب سے اکمل وہ انساں ہوا | تو بے شک وہ تصویرِ رحماں ہوا
الٰہی ہزاروں درود اور سلام | تو بھیج ان پر اور ان کی امت پر عام ۱۳۷

ان اشعار میں نعت کے اکثر و بیشتر بنیادی موضوعات سمٹ آئے ہیں جیسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ہونا، اول ہو کر آخر میں مبعوث ہونا، انسانِ اکمل ہونا، باعثِ فخرِ کونین ہونا، حبیبِ خدا اور سید الانبیاء ہونا، شفیعِ خلائق اور مخزنِ سرِ غیب ہونا اور ان پر ان گنت درود و سلام پڑھنا، یہاں تک کہ شاعر نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''بے شک وہ تصویرِ رحماں ہوا'' تک کہہ دیا ہے۔ اس سے ان کے دلی جذبات اور بارگاہ نبوت میں قلبی عقیدت کا پتہ چلتا

ہے۔اشعار گو قدیم ہیں لیکن ان میں کوئی غرابت نہیں محسوس ہوتی "آج کا کلام ہی لگتا ہے۔مثنوی کی ہیئت میں ان کا یہ کلام تبرک کی حیثیت رکھتا ہے۔

رنگین (مرزا سعادت یار خاں رنگینؔ م ۱۲۵۱ھ/ ۱۸۳۵ء): رنگین کثیر اللسان تھے۔ ترکی مادری زبان تھی۔ اردو، عربی، فارسی، پشتو، پنجابی، ہندی، مرہٹی وغیرہ بخوبی جانتے تھے۔ رنگین ریختی کے موجد ہیں جس میں لکھنؤ کی بیگموں کی زبان و بیان میں دو دیوان لکھے۔ غزل کہی اور مثنوی بھی خوب لکھی۔ مثنوی میں بارہ بحروں کو استعمال کر کے اپنی قادر الکلامی کا لوہا منوایا۔ وہ اپنی رنگیں بیانی کے باعث بدنام بھی ہوئے لیکن ان کی مثنویوں میں حکیمانہ مسائل و نکات بھی ملتے ہیں۔ نعتیہ اشعار بھی کہے۔ ان کی مثنوی کے یہ اشعار ملاحظہ کیجئے:

سو پیمبر ہے وہ محمد پاک — رشکِ سرمہ ہے جس کے پاؤں کی خاک
خلق کرنا جو اس کا تھا منظور — تو کیا اس روش سے اس کا ظہور
شکر کرتے ہیں ہم ہزار ہزار — کہ ہمارا ہے ایسا حامیٔ کار
جن و انسان کا وہ رہبر ہے — بے شک و شبہ وہ پیمبر ہے ۱۳۸

رنگین نے "مسدس مثنوی رنگین" کے علاوہ متعدد مثنویاں لکھیں جن میں نعتیہ نمونے بھی موجود ہیں۔ رنگین نے حضرت کعبؓ کے مشہور قصیدے "بانت سعاد.........الخ" کو منظوم اردو میں پیش کیا ہے۔ سید یونس شاہ کا خیال ہے:

"یہ رنگین کی ایک اہم کوشش ہے اور اس میں وہ خاصا کامیاب رہا ہے۔" ۱۳۹

سو آیا نبی کی ہوں خدمت میں یاں — پشیمان و نالاں و منت کناں
یقیں ہے پشیمانی میری، رسول — بلا شک مقرر کرے گا قبول
اماں جان کی مجھ کو دے تو شہا — خدا نے کیا ہے وہ تجھ کو عطا
کلام اپنا جس سے حلال و حرام — یہ تفصیل سمجھے ہیں سب لا کلام
نہ لے مجھ سے بدلہ کہ ہوگا غضب — سخن چین و بد گو کے کہنے سے اب ۱۴۰

سعادت یار خاں رنگین کے حکیمانہ اور نعتیہ اشعار کا تقاضا ہے کہ اس کا از سرِ نو مطالعہ کیا جائے اور جنس و ہوس کے حوالوں کے علاوہ اس کے کلام کے دیگر خصوصاً نعتیہ پہلوؤں پر نگاہِ انصاف ڈال کر اس کے مقام و مرتبہ کا از سرِ نو جائزہ لیا جائے۔

مومن (حکیم محمد مومن خاں دہلوی م ۱۸۵۲ء): عالم فاضل لیکن شاہد باز شاعر تھے۔ ان کی معاملہ گوئی اور واردات بیانی مشہور ہے۔ دہلی کے اہم غزل گوؤں میں شمار ہوتے ہیں۔ شاہ اسماعیل شہید کی تحریکِ جہاد سے متاثر اور شوقِ شہادت میں شرابور دکھائی دیتے ہیں۔ غزل اور قصیدے کے علاوہ مثنوی بھی لکھی اور حسن و عشق کی داستانیں بیان کیں۔ مومن نے ایک مثنوی کے ذیل میں کچھ نعتیہ اشعار بھی کہے ہیں۔ انداز ساقی نامے کا ہے:

محمد سزائے ستایش گری — مدیح آفریں جس کی پیغمبری
وہی شافعِ خلق روزِ جزا — اسی کی گزارش پہ عفو و سزا
نکو خواہ ساری امم کا وہی — وسیلہ نجات و کرم کا وہی
وہی ساقیِ کوثر و سلسبیل — وہی آبرو بخش عبد ذلیل
نہ کیجئے اگر حسب شرعِ رسول — خدا کی بھی طاعت نہو دے قبول
یہ کیا جسمِ خاکی کی معراج ہے — کہ نقشِ قدم عرش کا تاج ہے ۱۴۱

ان اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ عشقِ مجازی کے ساتھ عشقِ حقیقی کی لذتوں سے بھی آگاہ تھے۔ ان اشعار کی بلند فکری عیاں ہے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر جس ذوق و شوق سے ہوا ہے وہ قابلِ تحسین ہے۔

غلام امام شہید (م ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۶ء): مثنوی کی ہیئت میں ان کے سلام کے چند شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

السلام اے گوہرِ تاجِ قبول — السلام اے زیبِ معراجِ قبول
السلام اے باعثِ ایجادِ خلق — السلام اے موجبِ بنیادِ خلق ۱۴۲

غلام امام شہید نے قصہ حلیمہ سعدیہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا مبارک بیان کیا ہے۔ چند شعر دیکھیے :

سر پہ چھوٹا سا عمامہ ہے سجا ۔۔۔ تن پہ ننھا سا ہے جامہ زیبا
گال اس گُل کے ہیں گورے گورے ۔۔۔ لال ہیں آنکھوں میں اس کے ڈورے
سامنے اس کے اگر آتا ہے ۔۔۔ آفتاب ابر میں چھپ جاتا ہے [۱۴۳]

عبداللہ واعظ ابن اسحاق: مثنوی "قصہ لیلیٰ مجنوں (۱۱۹۶ھ) رومانی داستان ہے۔ آغاز میں حمد کے چھ اشعار کے بعد نعت کا ایک شعر ہے لیکن کمال کا شعر ہے۔

الٰہی صفت احمد کی کہوں گا ۔۔۔ انہوں کا خاکِ پا ہوکر رہوں گا [۱۴۴]

نور اللہ: مثنوی "قصہ قاضی و چور کا" (۱۱۸۸ھ) حمد کے بعد نعت کے اشعار ہیں۔ نمونہ:

محمد نبی شاہِ لولاک ہیں ۔۔۔ محمد نبی گوہر پاک ہیں
مشرف ہوئے لی مع اللہ سے او ۔۔۔ مظفر ہیں نصر من اللہ سے او
ہوا نور ان کے سے سارا ظہور ۔۔۔ ہوا نور ان کے سے ظلمات دور
محمد نبی سرورِ شاہِ دیں ۔۔۔ کہا رب کہ ہے رحمتِ عالمیں [۱۴۵]

ان اشعار کی غنائیت، روانی، بلند فکری، زورِ تلمیح، شعریت اور تاثیر محتاجِ بیان نہیں۔ ان اشعار سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ذیلی وضمنی اشعارِ نعت بھی کتنے بلند پایہ ہوسکتے ہیں۔

مشرف دین: قصہ چوہے اور بلی کا (تعداد اشعار ۱۰۶) حمد کے بعد اشعارِ نعت کا نمونہ دیکھیے:

درودان محمدؐ پہ ہوویں نزول ۔۔۔ دگر آل و اصحاب پر بافضول
محمد نبیؐ ختم نبیوں کے ہیں ۔۔۔ وہ ناسخ سبھی دین نبیوں کے ہیں
اوپر ان کے ازواج پر روز و شب
بھی احباب احفاد پر باادب [۱۴۶]

عظیم الدین: قصہ لڑائی بڑ الالم کا (۱۲۱۴ھ) اس میں نعت کے دو شعر دیکھیے:

کیا اظہار قدرت خوب اپنا ۔۔۔ بنایا نور سے محبوب اپنا
اسی کے نور سے منڈان سارا ۔۔۔ کیا قدرت سے اپنا آشکارا [۱۴۷]

غلام رسول غلامی: قصہ تمیم انصاری (۱۲۱۸ھ) یہ وہی قصہ ہے جسے عادل شاہی دور میں ابراہیم صنعتی نے ۱۰۵۵ھ میں منظوم کیا تھا اور جس کا نام "قصہ بے نظیر" رکھا گیا تھا۔ غلامی نے بھی یہی واقعہ اپنے انداز میں نظم کیا ہے۔ غلامی نے طویل حمد لکھی ہے اور نعت کا حصہ بھی خاصا جاندار، طویل اور وقیع ہے۔ چند منتخب اشعارِ نعت درج ذیل ہیں:

کہا حق نے کہ اے میرے سچے یار ۔۔۔ تری خاطر خدائی کی میں اظہار
محمد مصطفیٰؐ محبوبِ سبحاں ۔۔۔ ہوا جن سے عطا امت کو ایماں
قیامت کے عذابوں سے چھڑاویں ۔۔۔ چھڑا کے آپ جنت میں لے جاویں
پڑھو یا رو درودان ان پر اخلاص ۔۔۔ کہ تا پاؤ مکاں جنت منے خاص

اس میں ایک ایسا شعر بھی ہے جو مقبولِ خاص وعام ہے اور اکثر مساجد کی دیواروں پر لکھا نظر آتا ہے:

چراغ و مسجد و محراب و منبر ۔۔۔ ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ [۱۴۸]

امداد حاجی حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ : مشہور صوفی بزرگ اور عالمِ دین، بریلوی اور دیوبندی علماء کے نزدیک یکساں قابلِ احترام غیر متنازعہ روحانی شخصیت۔ آپ نے "مثنوی تحفۃ العشاق" (مطبوعہ راشد کمپنی دیوبند) غذائے روح، جہادِ اکبر مع نالۂ امداد غریب میں اپنے خیالاتِ عظیمہ مثنوی کی ہیئت میں پیش کیے ہیں۔ ان منظومات میں نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی صاف جھلکتی ہے۔ مثلاً یہ اشعار ملاحظہ کیجیے:

حامد و محمودٌ ممدوحِ خدا | احمدِ مرسل محمد مصطفیٰ
بے وسیلوں کا وسیلہ ہے وہی | بلکہ ساروں کا وسیلہ ہے وہی
روشنیِ عرشؐ نورِ لامکاں | شمعِ بزمِ عالمِ کون و مکاں
راحت و روحِ روانِ کائنات | زندگانی پرور و جانِ حیات
باعثِ ایجادِ عالم ہے وہی | موجب بنیادِ آدم ہے وہی
گر نہ ہوتا پیدا وہ شاہِ نکو | یہ نہ ہوتا وہ نہ ہوتا' میں نہ تو ۱۴۹

نسیم (اصغر علی خاں نسیم ۱۲۱۳ھ تا ۱۲۸۲ھ): نسیم دہلی میں پیدا ہوئے' حکیم مومن سے اصلاح لی۔ واجد علی شاہ کے عہدِ حکومت (۱۸۴۷ء تا ۱۸۵۶ء) میں لکھنؤ آ گئے۔ غزل اور قصیدہ خصوصی میدان تھے لیکن مثنوی بھی بہت خوب لکھتے تھے۔ صاحبِ گلِ رعنا کے بقول:

> ''نسیم نے تمام اصنافِ سخن میں قدرت کامل پائی تھی' خصوصاً مثنوی میں ان کو ید بیضا حاصل تھا۔ ان کے کلام میں خیال کی دلفریبی اور بیان کی رنگینی کے ساتھ زبان کی صفائی اور پاکیزگی اس قدر نمایاں اور واضح ہے کہ اس کے ساتھ کسی دوسرے کا کلام لگا نہیں کھاتا۔'' ۱۵۰

''مثنوی سرورِ ولادت حضرت خاتم الرسالت'' سے چند نعتیہ اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

ملے جب باد و خاک و آتش و آب | بنے کچھ اور ہی صورت کے اسباب
عناصر نے وہ حسن اپنا دکھایا | خداوندِ دو عالم کو خوش آیا
خصوصاً جلوہء روئے محمدؐ | نظر برسوں رہی سوئے محمدؐ
یہی ہیں سرورِ اولادِ آدمؑ | یہی ہیں باعثِ بنیادِ عالم ۱۵۱

کافی (کفایت علی کافی' شہادت ۱۸۵۸ء): مولانا عبدالکافی اپنے دور کے جید عالمِ دین تھے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد ابوسعید رامپوری سے علم حدیث لیا' حکیم شیر علی سے طب کی تعلیم پائی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں نمایاں حصہ لیا۔ فخر الدین کلال کی مخبری پر گرفتار کر لیے گئے۔ ۱۸۵۸ء میں پھانسی کی سزا ہوئی۔ جب آپ شہادت گاہ کی طرف لیجائے جا رہے تھے تو اپنی یہ نعت پڑھ رہے تھے:

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائیگا | پر رسول اللہ کا دینِ حسن رہ جائیگا

کافی نے بہت وقیع نعتیہ مثنویات لکھیں۔ ان کا مجموع ''محامدِ رسولؐ'' قصیدہ نعتیہ' مثنوی خیابانِ فردوس اور نسیم جنت پر مشتمل ہے۔ ''خیابانِ فردوس'' میں حمد کے بعد باقاعدہ نعتیہ مثنوی ہے:

جنابِ محمد حبیبِ خدا ہیں | تمامی رسولوں کے وہ پیشوا ہیں
جو کچھ باغِ امکاں میں پیشِ نظر ہے | حبیبِ خدا کے سبب جلوہ گر ہے
وہ صلِ علیٰ نور ہے مصطفیٰ کا | کیا سب سے پہلے جسے آشکارا ۱۵۲

اس کے بعد فضائل درودِ پاک منظوم کیے گئے ہیں۔ آیات واحادیث سے مراد لیا گیا ہے۔ بطور نمونہ یہ شعر دیکھیے:

کیا یہ بھی ارشاد خیرالورا نے | حبیبِ خدا خاتمِ انبیاء نے
کہ جو میرے اوپر درود ایک بھیجے | تو ستر درود اس کو پہنچیں خدا سے ۱۵۳

کافی نے حضور نبی کریمؐ کی احادیث مبارکہ بیان کرتے ہوئے ایک سے زائد روایات بھی درج کی ہیں۔ مثلاً اوپر والی حدیث کی دیگر روایات کا ذکر یوں کیا ہے۔

ہوا اور بعضی حدیثوں میں وارد | پڑھے جو درود آپ پر بار واحد
تو اس کا ثواب اس قدر ہے مقرر | کیے اس نے دس بردہ آزاد لے کر ۱۵۴

کافی نے چہل احادیثِ مبارکہ بھی مثنوی کی ہیئت میں نظم کی ہیں۔ ایک حدیث مبارک ''المرء مع من احب'' کو یوں نظم میں پیش کیا ہے:

ابنِ مسعود سے روایت ہے | حاصلِ معنی محبت ہے
کہ جسے جس کسی سے الفت ہے | سبب و موجب معیت ہے

یعنی وہ ہو ویگا وہ اسی کے ساتھ
حب و الفت میں جس کی ہے دن رات ۱۵۵؎

کافی نے ''بہارِ خلد'' میں شمائل ترمذی کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ اس میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سراپا مبارک جو حضرت علیؓ سے مروی ہے، کس خوبی سے نظم کیا ہے، اسی حصہ سے یہ شعر بطور نمونہ ملاحظہ کیجئے:

یہ فرماتے علی مرتضیٰؓ ہیں
کہ وصاف جناب مصطفےٰ ہیں
کہ تھا بے حد نہ طولِ قدِ اقدس
نہ تھا ایسا کہ ہو کوتاہ از بس
میانہ قد مگر اس طرح کا تھا
کہ تھا مائل درازی کو وہ بالا
فقط سیدھے نہ پُر خم بال انؐ کے
خمی و راستی کے درمیان تھے
تنِ عالی نہ فربہ تھا سراسر
رخِ انور نہ تھا مطلق مدور
کچھ اک تدویر بھی لیکن نمایاں
بروئے مقتدائے دین و ایماں
سیہ چشمی کا عالم چشمِ بدور
درازی مژہ کی نور علی نور
کفِ دست و کفِ پائے نبیؐ میں
بزرگی تھی مناسب فربہی میں ۱۵۶؎

یہ اشعار کتنے صاف اور سلیس ہیں۔ شاعر کا کمال احتیاط ہے کہ اصل روایت میں کمی بیشی نہیں کرتا سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سراپائے اقدس کے بیان میں یہی احتیاط ضروری تھی لیکن یہ بھی مقامِ حیرت ہے کہ شاعر نے ترجمے کا حق بھی ادا کیا ہے۔ جب ترجمہ نظم بھی کرنا ہو تو شاعر کی دقت سمجھ آتی ہے لیکن کافی اس امتحان میں بھی سرخرو رہتے ہیں۔ کافی کی مثنویاں مستند متن، کمال اور احتیاط اور شاعر کے دلی ذوق و شوق کے باعث یادگار ہیں۔ زبان، ہموار اور صاف ہے اور شاعر کی قادر الکلامی کی دلیل بھی۔ کافی شہید اپنی نعتیہ خدمات کے حوالے سے ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔

ضمیر (میر مظفر حسین ضمیر، م ۱۲۷۳ھ): ان کی مثنوی ریحانِ معراج مشہور ہے۔ ان کے اشعار صاف، رواں اور مترنم ہیں۔

کروں حمدِ پروردگارِ قدیر
کریم و رحیم و سمیع و بصیر
وہی خالق ظلمت و نور ہے
دلوں سے قریں چشم سے دور ہے
بہ اعجازِ آلِ رسالت مآبؐ
کہی بیں دن میں یہ دس جز کتاب ۱۵۷؎

حسن (میر غلام حسن، حسن دہلوی، ۱۲۰۱ھ): میر حسن، میر غلام حسین ضاحک کے بیٹے تھے۔ ان کا گھر علمی مشاغل کے لئے مشہور تھا۔ ان کی مثنوی ''سحر البیان'' (۱۱۹۹ھ / ۸۴-۱۷۸۴ء) اردو کی مشہور تصانیف میں سے ہے۔ اس مثنوی کا آغاز حمدیہ اشعار سے ہوتا ہے۔ حمد کے بعد تیں شعر نعتیہ ہیں۔ چند شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

نبی کون؟ یعنی رسولِ کریم
نبوت کے دریا کا دُرِّ یتیم
ہوا گو کہ ظاہر میں اُمّی لقب
پہ علمِ لدنی کھلا دل پہ سب
بغیر از لکھے اور کیے بے رقم
چلے حکم پر اس کے لوح و قلم
نبوت جو کی اس پہ حق نے تمام
لکھا اشرف الناس، خیر الانام
بنایا سمجھ بوجھ کر خوب اسے
خدا نے کیا اپنا محبوب اسے
محمدؐ کے مانند جگ میں نہیں
ہوا ہے، نہ ایسا نہ ہوگا کہیں

(اس میں سرکارؐ کے عدم سایہ کی کئی تاویلیں پیش کی ہیں، مثلاً

نہ ہونے کا سایے کے تھا یہ سبب
ہوا صرف پوشش میں کعبے کی سب
وہ قد اس لیے تھا نہ سایہ فگن
کہ تھا کل وہ اک معجزے کا بدن
بنا سایہ اس کا لطیف اس قدر
نہ آیا لطافت کے باعث نظر
خوش آیا نہ سایے کو ہونا جدا
اسی نورِ حق کے رہا زیر پا
وہ ہوتا زمیں گیر کیا فرش پر
قدم اس کے سایے کا تھا عرش پر

سبھوں نے لیا پتلیوں پر اٹھا　　زمین پر نہ سایے کو گرنے دیا
سیاہی کا پتلی کی ہے یہ سبب　　وہی سایہ پھرتا ہے آنکھوں میں اب
نظر سے جو غائب وہ سایہ رہا　　ملائک کے دل میں سمایا رہا ۱۵۸؎

میر حسن کی دوسری مثنویات (میں بھی حمد و نعت کے اشعار پائے جاتے ہیں) اگرچہ اُن کی حیثیت سحر البیانی جیسی نہیں۔ مثلاً مثنوی رموز العارفین میں نعت کے یہ اشعار لکھے۔

وہ محمدؐ وارثِ کون و مکاں　　جس کی خاطر یہ بنے کون و مکاں
وہ محمدؐ رحمۃ للعالمین　　جس کا خادم ایک جبریل امیں
شافعِ محشر ہے وہ خیر البشر　　ہو درود اُس پر اور اُس کی آل پر ۱۵۹؎

نسیم (پنڈت دیا شنکر نسیم، م ۱۸۴۴ء): ان کی مثنوی گلزارِ نسیم مشہور ہے۔ یہ لکھنوی دبستان کی نمائندہ مثنوی ہے۔ اس کا آغاز ایسے شعر سے ہوتا ہے، جس کے ایک ہی مصرعے میں حمد اور نعت کو سمیٹ لیا گیا ہے:

کرتا ہے یہ دو زباں سے یکسر　　حمدِ حق و نعت پیمبر ۱۶۰؎

شوق (نواز مرزا تصدق حسین خان شوق، م ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء): مسلکاً شیعہ تھے۔ ۹۱ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اردو ادب میں ان کا نام ان کی رومانی مثنویوں کی وجہ سے زندہ ہے۔ ان کی مثنویوں کے آغاز میں حمد کے بعد ذیلی و ضمنی حیثیت سے نعتیہ اشعار بھی ملتے ہیں۔ **رشید حسن خان کے بقول:**

''اب تک کی مصدقہ معلومات کے مطابق شوق کی تین مثنویاں ہیں۔ فریبِ عشق، بہارِ عشق، زہرِ عشق۔'' ۱۶۱؎

مرزا شوق کی پہلی مثنوی فریبِ عشق ہے۔ اس کا پہلا شعر حمد یہ ہے، جس کے بعد تین اشعار نعتیہ ہیں:

بعدہٗ احمدؐ کی مدح کر تحریر　　کہ وہ دنیا میں ہے خدا کا وزیر
پایا آدم نے ہے اسی سے شرف　　تاجِ فرقِ پیمبرانِ سَلف
سچ کہ محبوبِ کبریا ہے وہ　　خَلق میں نائبِ خدا ہے وہ ۱۶۲؎

ان کی دوسری مثنوی زہرِ عشق میں پہلے تین شعر حمد یہ ہیں پھر دو شعر نعتیہ ہیں:

مدحِ احمدؐ زباں پر کیوں کر آئے　　بحر کوزے میں کس طرح سے سمائے
ذاتِ احمدؐ کو کوئی کیا جانے　　یا علیؑ جانے یا خدا جانے ۱۶۳؎

ان کی تیسری مثنوی بہارِ عشق ہے۔ جس کے پہلے دو شعر حمد کے ہیں اور تیسرا شعر نعتیہ ہے:

نعتِ احمدؐ کیا لکھے گا کیا مدّاح　　خَلق کا جس کے ہو خدا مدّاح ۱۶۴؎

واضح رہے کہ نواب مرزا شوق کے مندرجہ بالا اشعار کو محض تبرکاً شاملِ مقالہ کیا گیا ہے۔

تیسرا دور (۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء)

محسن کاکوروی (۱۲۴۲ھ/۱۸۲۶ء تا ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۵ء): اردو شاعری کی آبروئے نعت کے بے حد مقبول اور اہم شاعر تھے۔ ۹ برس کی عمر میں خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ اصولاً لکھنوی دبستانِ شاعری کے فرد تھے لیکن آپ نے نعت لکھ کر لکھنوی ہوس پرستی کا کفارہ ادا کرنے کی سبیل کی۔ آپ نے غزل، قصیدہ، رباعی میں نام کمایا۔ مثنوی میں بھی قابلِ ذکر اور یادگار کام کیا۔

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی لکھتے ہیں کہ:

''ان کی زیادہ تر نعتیں مثنوی ہی کی صنف میں ہیں۔'' ۱۶۵؎

درج ذیل بعض مثنویات محسن سے یادگار ہیں:

ا۔ مثنوی ''نعت مَبنع الطاف احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' ۱۳۱۱ھ ــــ ۴۱ اشعار پر مشتمل اس مثنوی میں حمد، نعت کے خالص اشعار، ذکرِ معراج اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبوبیت کے حوالے سے خوبصورت اشعار پیش کیے ہیں۔ کچھ شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

وہ دیباچۂ گلستانِ وجود | کہ جن پر ہے بلبل کا طغرا درود
کہے دیکھ کر صورتِ بے مثال | ہر آئینہ حیرت سے یا ذوالجلال
وہ عالم کہ دانائے سرِ قدم | وہ امّی کہ ہمرازِ لوح و قلم ۱۶۶؎

ii۔ مثنوی ''طلب دعائے خیر نفوسِ قدسیہ'' ۱۳۱۱ھ۔ اس میں پچپن اشعار ہیں۔ اس میں محشر کا میدان اور لوگوں کی نفسا نفسی اور آخر میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ شفاعت دکھائی گئی ہے۔ مکالمے کی خوبی نے اس مثنوی کی خوبی کو دوچند کر دیا ہے۔ حشر کا منظر یوں پیش کیا ہے:

کہیں کچھ زباں سے یہ طاقت کہاں | اشاروں سے ظاہر یہ طرزِ بیاں
کہ تن پر نہ کپڑا نہ منہ پر نقاب | سوا نیزے پر آگیا آفتاب ۱۶۷؎

اس عالم میں کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا۔ مخلوقِ خدا حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک مختلف انبیاء کے پاس جائے لیکن ہر نبی اذھبوا الٰی غیری کا فرمان سنائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوں رہنمائی فرمائیں گے:

سمجھ کر کہ مشکل ہے یہ ماجرا | مسیحا ہوئے اس طرح رہنما
کہ لو دامنِ شاہِ اقلیمِ دیں | مخاطب بہ یا شافع المذنبیں
محمد کہ شانِ خدا شانِ او | جحیم و جناں زیرِ فرمانِ او ۱۶۸؎

iii۔ مثنوی حشر وحشت افزا۔ ۱۳۱۱ھ۔ یہ ۳۹ اشعار پر مشتمل نامکمل سی مثنوی ہے پھر بھی قابلِ ذکر ہے۔ اس میں بھی حشر کا نقشہ پیش کر کے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفیع المذنبینی کا جلوہ دکھایا گیا ہے:

نہیں اب کسی کو برادر عزیز | کبھی تھا جو یوسف سے بڑھ کر عزیز
ہے سبزہ کو گلشن سے بیگانگی | پریشاں ہے جنگل میں دیوانگی
یہ بے الفتی ہے خدا کی پناہ | کہ کعبہ بھی قبلہ کی بھولا ہے راہ
نہ پہنچی نہ پہنچے گی بے بال و پر | زباں تک دعا اور دعا تک اثر
چلیں سوئے شاہانِ عالی جناب | پر و بال ذروں کا ہے آفتاب
سفارش کے ان سے طلب گار ہوں | جو وہ کشتی کھینچیں تو ہم پار ہوں ۱۶۹؎

iv۔ مثنوی ''شفاعتِ شفیع'' ۱۳۱۱ھ۔ حضرت نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسم پاک کے اعداد ۹۲ کی مناسبت سے اس مثنوی کے اشعار کی تعداد بھی ۹۲ رکھی گئی ہے۔ اس میں بھی حشر کے میدان کی ہولنا کی بیان ہوئی ہے اور آخر میں شافعِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لطف و کرم کا ذکر ہے۔ مخلوق کی دعا کا انداز نعتیہ مضامین سے پُر ہے:

دعا ایسی کہ بعدِ حمد و ثنا | کہ الحمد آمین کہنے لگا
کیا عرش نے بار بار آفریں | ہزار آفرین صد ہزار آفریں
ترے ہاتھ ہے اپنی بگڑی بنی | ہیں محتاج سب تو کریم و غنی
کہاں جز ترے مجرموں کی پناہ | ترحم صفائی کا سچا گواہ
ہوا خلد کی لائے روح الامین | کہ دامانِ محشر کی کلیاں کھلیں
چمن ہوگیا تختۂ روزگار | ہوا دشت پر خار اک سبزہ زار
چھپی اس کے سایہ میں دھوپ آج کی | نہ تھا جس کی قامت میں سایہ کبھی ۱۷۰؎

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی اس مثنوی کے متعلق رائے دیتے ہیں:

> ''اس مثنوی میں قرآن واحادیث کے حوالے بھی ہیں۔۔۔ منظر نگاری کے علاوہ محاکات کے حسین جلوے بھی محسن نے دکھائے ہیں۔ مکالمہ نگاری بھی اچھی ہے ضنائی اور رعایتِ لفظی بھی خوب ہے۔ اس مثنوی میں محسن کے تخیل کی پرواز لائقِ دید ہے۔'' ۱۷۱؎

۷۔ مثنوی ''شفاعتِ مکرر'' ۱۳۱۱ھ۔ اس کا موضوع بھی شفاعت ہے۔ قیامت کے دن آپ کی بار بار شفاعت کا نقشہ کھینچا گیا ہے، بالخصوص حشر کے میدان میں آپ کا سجدہ اور حضورِ باری میں شفاعت کا انداز بہت دلکش ہے:

شفیقِ جہاں احمد مجتبےٰ — شفیع الوریٰ خاتم الانبیاء
گرا سجدے میں باکمالِ ادب — سپاس و ثنائے خدا زیرِ لب
کیا شوق دل سے وہ پیارا سجود — کہ تھا وِرد سبحان ربی ودود
جھکے پھر کئی بار پیشِ خدا — کیے یوں ہی پیہم سجود و دعا
ہوا حکمِ ناطق کہ اے دردمند — ہے رحمت کو تیری شفاعت پسند ۱۷۲

منظر کشی، دلی جذبات کی عکاسی، مکالمے کی شان اور روانی و تسلسل اس مثنوی کی اہم خوبیاں ہیں۔ اسی طرح محسن کی باقی مثنویاں ہیں لیکن ان میں اہم تر درج ذیل دو مثنویاں ہیں۔

۱۔ مثنوی ''صبح تجلی'' .... حالِ ولادتِ اصبح اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۱۲۸۹ھ محسن کی بہت اہم مثنوی جو ۱۸۶ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس مثنوی کا موضوع رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت ہے۔ صبح ولادت کا ذکر حسیں قابلِ دید ہے:

بیضاوی صبح کا بیاں ہے — تفسیرِ کتاب آسماں ہے
ہے خاتمہ شب دل افروز — دیباچہ نگار نسخۂ روز
آثار سحر ہوئے نمایاں — سیپارہ لئے ہوئے ہے دوراں
والیل کو ختم کرچکا ہے — آمادۂ دورِ والضحیٰ ہے
عنوانِ فلک ہے دُرِ منثور — لوحِ زریں ہے سورۂ نور
اطراف بیاض مطلعِ صاف — والفجر کے حاشیے پہ کشاف
ہر دشت ہے مثلِ دشتِ ایمن — ہر کوہ برنگِ طور روشن
گردوں کے غلاف میں ہے پنہاں — مشکوٰۃ شریفِ مہرتاباں ۱۷۳

ان میں ایک قصیدے کا علمی شکوہ پایا جاتا ہے۔ بیضاوی صبح، تفسیر کتاب، دیباچہ نگار نسخہ روز، دورِ والضحیٰ، عنوانِ فلک، دُرِ منثور، لوحِ زریں، سورہ نور، حاشیے پر کشاف، دشتِ ایمن صرف الفاظ و تراکیب ہی نہیں بلکہ تلمیحات بھی ہیں۔ ایسی تلمیحات جنہیں منظر کشی میں رنگ بھرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ موضوع کے حوالے سے پاکیزہ ترین مناسبات کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت کے معجزات کا ذکر بھی بڑے حسیں پیرائے میں ہوا ہے:

نازل ہے زمیں پہ کبریائی — بندے کے لباس میں خدائی
اس وقت دیار میں عرب کے — مطلع سے تجلیاتِ رب کے
برجِ شرف قریشیاں میں — اور ہاشموں کے خانداں میں
کعبے کی زمینِ نامور سے — اور عبدالمطلب کے گھر سے
اسلام کا آفتاب چمکا — بے پردہ و بے نقاب چمکا ۱۷۴

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفت و ثنا کا اندازہ قابلِ دید ہے۔ شاعر کا والہانہ پن شعر شعر سے ظاہر ہے:

پیدا ہوئے سرورِ دو عالم — پیدا ہوئے فخرِ نوح و آدم
محبوبِ خدا نبی مرسل — صبحِ دو مبینِ روزِ اول
شاہنشہِ انبیاء محمدؐ — تاجِ سرِ اصفیاء محمدؐ
پیدا ہوئے حضرتِ پیمبر — صبحِ قدرت کے سعدِ اکبر
پیدا ہوئے قبلۂ طریقت — پیدا ہوئے کعبۂ حقیقت
مقصودِ ازل اجل واعلیٰ — منظورِ حضورِ حق تعالیٰ

سلطانِ فلک حشم محمدؐ مہر عرب و عجم محمدؐ ۱۷۵؎

حیرت ہے ایسے پاکیزہ اشعار، مقدس فضا اور شاعرانہ کمال کو تسلیم کرنے کے بجائے انہیں بعید از فہم قرار دے دیا جائے، جناب ڈاکٹر گیان چند رقم طراز ہیں:

"ان کے کلام میں نامانوس مذہبی تلمیحات اور رمزیات کثرت سے ہیں۔ ضلع جگت اور ایہام تناسب کا قدم قدم پر لحاظ رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو مثنویاں ان کا سرمایۂ افتخار رہیں، وہی سب سے زیادہ بعید از فہم ہیں۔ غرض ان کے چند اشعار پڑھنے پر ان کے علم و فضل کا اعتراف کر کے مجموعۂ کلام کو بند کر دینے کو جی چاہتا ہے۔" ۱۷۶؎

ڈاکٹر صاحب کی علمی خدمات کا دبے دبانہ اعتراف کرنے کے باوجود راقم الحروف کی رائے میں اس تنقیدی تبصرے سے اتفاق مشکل ہے۔ محسن یقیناً اس مقام سے بالا ہیں جس پر انہیں اس تبصرے میں دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ قطع نظر اس سے کہ گیان چند مسلمان نہ ہونے کے سبب شاید ان اشعار میں ملفوف جذبۂ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں پہچان سکے اور لکھنوی ماحول کی ہوس پرستانہ تاریکیوں میں نور کی ایک کرن کو محسوس نہیں کر سکے، ان اشعار میں نہ صرف یہ کہ شاعر کا دل دھڑک رہا ہے بلکہ دماغ بھی ضیاء بار ہے۔ محسن کی مثنویات (تجلی صبح اور چراغ کعبہ) کی شعریت سے انکار صرف ذاتی رائے پر ڈٹے رہنے کے سوا کچھ نہیں، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ نعتیہ مثنوی نگاری میں محسن کسی بڑے سے بڑے شاعر سے پیچھے نہیں۔

سید یونس شاہ کا خیال ہے:

"مضمون آفرینی اور خیال بندی محسن کے ہاں بھی ملتی ہے۔ انہوں نے رعایتِ لفظی، صنائع بدائع کا استعمال بھی بکثرت کیا ہے مگر اس لکھنوی خارجی تصنع کے باوجود ان کے ہاں ایک پاکیزہ فضا کا احساس ہوتا ہے، البتہ کہا جا سکتا ہے کہ علمی استعداد اور اپنی مذہبی اور تہذیبی روایات کو جانے بغیر محسن کے کلام کو سمجھنا قدرے دشوار ہے۔ موضوع کا تقاضا تو یہ تھا کہ زبان سادہ اور عام فہم ہوتی تا کہ ایک بڑا طبقہ اس سے فیض یاب ہو سکتا۔ اسی ضمن میں محسن کی معذوری بھی سمجھ میں آتی ہے، اس لیے کہ اہل لکھنؤ کو جب تک بنی سنوری زبان میں کچھ پیش نہ کیا جائے، وہ ادب کی کسی شے کو منہ نہ لگاتے تھے۔" ۱۷۷؎

ب۔ مثنوی "چراغ کعبہ" ۱۳۰۱ھ (۴۶۸) اشعار پر مشتمل یہ مثنوی محسن کی ایک طویل مثنوی ہے۔ اس کا موضوع واقعۂ معراج ہے اور بحر پنڈت دیا شنکر نسیم کی مثنوی "گلزارِ نسیم" کی ہے۔ سب سے پہلے شبِ معراج کی پاکیزہ فضا کا نقشہ کھینچا ہے اور شعریت کے اعلیٰ نمونے پیش کیے ہیں:

بھیگی ہوئی رات آبرو سے	داخل ہوئی کعبہ میں وضو سے
کیا سعیِ صفا سے رنگ فق ہے	سر سے پا تا عرق عرق ہے
نامحرموں سے چھپائے چہرا	پروین کو بنائے منہ کا سہرا
سناٹے کا دم انیس و ہمدم	انفاسِ ہوا رفیق و محرم
خوشبو وہ کہ ہار یاسمن کے	لپٹے ہوئے بالوں میں دلہن کے
یا تازہ بسی ہوئی ختن کی	کلیاں یوسف کے پیرہن کی
گرتے ہوئے ٹوٹ کر ستارے	ہیں رمی و جمار کے اشارے ۱۷۸؎

ڈاکٹر سید عبدالنعیم عزیزی لکھتے ہیں:

"چونکہ معراج رات میں واقع ہوئی تھی اور رات تاریک تھی لہٰذا اس مناسبت سے نصف شب کے بعد کی منظر کشی کرتے ہیں۔ نصف شب کے بعد رات بھیگ جاتی ہے، چونکہ رات کعبہ میں داخل ہوتی ہے لہٰذا تلازم ارکان حج کا کیا گیا۔ محسن نے یہاں ادائیگی حج کا تفصیلی بیان کیا ہے۔" ۱۷۹؎

ان اشعار میں علمی، ادبی اور مذہبی اصطلاحات نیز صنائع بدائع کو جس انفرادی رنگ میں استعمال کیا گیا ہے، اس کے متعلق ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی رقم طراز ہیں:

"انہوں نے لکھنوی شاعری کی عام روش کے مطابق صنعت گری اور رعایتِ لفظی کو نہ تو فی نفسہٖ مقصد شعر سمجھا ہے اور نہ ہی اسے اغراق و مبالغہ کے لئے استعمال کیا ہے۔ ان کی رعایت بے ساختہ تشبیہات و استعارات جاندار اور ان کا عام انداز شاعرانہ ہے لہٰذا ان تکلفات کی وجہ سے کلام میں کوئی الجھن اور پیچیدگی نہیں پیدا

ہوتی۔'' ۱۸۰؎

محسن کے ہاں نادرکاری کے نمونے دیکھنے ہوں تو اس کی تشبیہات پر ایک نظر ڈالنی چاہیے۔ براق کا بیان کتنی انوکھی اور اچھوتی تشبیہوں کے ساتھ کیا ہے' ملاحظہ کیجئے:

مہ پارہ فلک سے آنے والا — اطلس کو کتاب بنانے والا
یوں چرخ سے نکلے وہ سبک رو — فانوس سے جس طرح کہ پر تو
شیشے سے پری' چمن سے شبنم — سیپی سے گہر' حباب سے دم
گلشن سے بہار' جسم سے جاں — آنکھوں سے نیند' دل سے ارماں ۱۸۱؎

براق کے چرخ سے نکلنے کی تشبیہات کا محسن نے ڈھیر لگا دیا ہے لیکن اگر دو تشبیہات (۱) شیشے سے پری اور فانوس سے پرتو کے نکلنے تک ہی بات محدود رہتی تو بھی شاعر اپنے مقصد میں کامیاب ہی رہتا لیکن محسن نے ایک پر ایک اور بہتر سے بہتر تشبیہ لا کر اپنے فن کا لوہا منوایا ہے۔ یقیناً یہ وہ مقام ہے جس کی داد شاید میر انیس ہی دے سکتے ہیں جو ایک رنگ کے مضمون کو سو ڈھنگ سے باندھنے میں ماہر کامل ہیں۔ چراغ کعبہ ہی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرشِ علیٰ پر پہنچنے کا منظر ایسا ہے کہ جس کے بیان سے بڑے بڑے فصیح و بلیغ ادیب عاجز ہیں' جہاں جبریل کے پر جلتے ہوں وہاں انسان کی سوچ کیا کرے گی' لیکن مضمون تو پیش کرنا ہی تھا' لہٰذا محسن کا انداز دیکھئے:

دل کی تگ و دو تھی دم سے آگے — سر چار قدم' قدم سے آگے
امید کے تہہ نشیں سفینے — ٹوٹے ہوئے حوصلے کے زینے
نکلی ہوئی ہمتوں کی جانیں — اتری ہوئی چلے سے کمانیں
افتادۂ خاک بحر و ساحل — در ماندۂ راہ خضر منزل
طاؤسِ سپہر بال بستہ — عنقائے نجوم پر شکستہ ۱۸۲؎

اس مثنوی میں محسن نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا مبارک بھی پیش کیا ہے:

صورت کا وہ دل پذیر نقشا — جس سے ہے ہر آئینے کو سکتا
رخ میں صفتِ جمال دی ہے — صورت میں جان ڈال دی ہے
ابرو پہ جبیں مہ شمائل — رکھی ہوئی رحل پر حمائل
واللیل کا ترجمہ ہے گیسو — تفسیر اذا سجٰی ہے گیسو
اسرار دہن میں وحی منزل — اور حامل وحی ریشِ مرسل
اس گردنِ صاف کی بلندی — تکبیر فریضۂ سحر کی
رعنائی قامتِ مناسب — روزے میں اذان وقتِ مغرب ۱۸۳؎

ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی لکھتے ہیں:

''مثنوی (چراغ کعبہ) میں سراپا نگاری' کردار نگاری' منظر نگاری' واقعہ نگاری کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ محسن کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ جدت وندرت اور مضمون آفرینی کے باوجود اصلیت اور اعتدال کا دامن کہیں بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔'' ۱۸۴؎

چراغ کعبہ میں حمد' مدحِ جبریل' توصیفِ براق' مسجد اقصیٰ میں امامت' مختلف افلاک کے احوال' بیتِ معمور' دوزخ' جنت' عرش وغیرہ پر تشریف آوری کے مناظر بیان کیے ہیں۔ آخر میں مناجات کے اشعار ہیں:

جس طرح ملا تو اپنے رب سے — انداز سے شوق سے ادب سے
یوں ہی ترے عاصیانِ مہجور — اک دن ہوں تری لقا سے مسرور
صدقے میں ترے یہ آرزو ہے — دم میں وہ آخرت کریں طے
ہو حشر کا دن خوشی کی تمہید — جس طرح کہ صبحِ صادق عید ۱۸۵؎

انکے علاوہ بھی محسن کی کچھ مثنویات ہیں لیکن سب سے اہم صبح تجلی اور چراغ کعبہ ہی ہیں۔ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کی رائے ہے۔

''صبح تجلی اور چراغ کعبہ نہ صرف اردو کی مثنویات میں بے مثل ہیں بلکہ اردو مثنوی کی تاریخ میں ان کا ایک خاص مقام ومرتبہ ہے۔'' ۱۸۶

اردو مثنوی میں نعتیہ عناصر ملا داؤد کی چندائن اور نظامی کی کدم راؤ پدم راؤ میں پہلے پہل نمودار ہوئے تھے پھر دکن کی ایک بھرپور اور طویل روایت میں مثنوی اور نعت کا گہرا ساتھ رہا لیکن محسن کے ہاں آ کر نعتیہ مثنوی کا فن اپنے انتہائے کمال کو پہنچ گیا۔ پروفیسر خالد بزمی نے لکھا ہے:

''ان کی نعتوں میں نعت گوئی کے علاوہ جملہ فنی اور معنوی محاسن موجود ہیں۔ المختصر محسن کاکوروی کو نعت میں جو بلند مقام و مرتبہ حاصل ہے اس پر کسی مومن صادق اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رشک ہی ہوگا۔'' ۱۸۷

سید یونس شاہ نے بھی ان دونوں مثنویوں کی تحسین میں داد تحقیق دی ہے۔ان کے نزدیک:

''یہ دونوں مثنویاں اپنا جواب نہیں رکھتیں اور حق یہ ہے کہ اردو ادب کے ذخیرے میں یہ نادر اور بے مثل سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر محسن اور نہ لکھتے تو بھی یہ دونوں مثنویاں ان کی شہرت وبقائے دوام کے لیے کافی تھیں۔کوئی پہلو بھی تشنہ نظر نہیں آتا۔اکملیت ہر شعر سے عیاں ہے۔'' ۱۸۸

اقبال صدیقی نے محسن کاکوروی کو یوں خراج تحسین پیش کیا ہے:

''وہ برصغیر انشاء کے واحد نعت گو شاعر ہیں جنہوں نے قرآن واحادیث کی روشنی میں نعت گوئی کو ایک نیا موڑ دیا۔یہ موڑ تھا ہندوستان مزاج، ماحول اور جغرافیائی کیفیت کے ذریعہ اظہار عقیدت کا پاکیزہ طریقہ اختیار کیا۔'' ۱۸۹

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے محسن کی انفرادیت وجدت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

''محسن کی نعت میں تخلیقی شان پائی جاتی ہے، یہ اس لئے کہ نعت گوئی اگر چہ ہمیشہ سے موجود تھی لیکن اسے فن کی حیثیت سے کسی اردو شاعر نے محسن سے پہلے اختیار نہیں کیا۔'' ۱۹۰

محسن کاکوروی کی تصنیف ''سنبلستان رحمت'' میں ان کی مثنوی صبح تجلی بھی ملتی ہے۔اس کے چند شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

کعبے کی زمین نادر ہے اور عبدالمطلب کے گھر ہے
اسلام کا آفتاب چمکا بے پردہ و بے نقاب چمکا
پیدا ہوئے سرور دو عالم پیدا ہوئے فخر نوح و آدم
محبوب خدا نبی مرسل صبح دو مین روز اول
شاہنشہ انبیاء محمدؐ تاج سر اصفیاء محمدؐ ۱۹۱

محسن نے نعتیہ مثنویات میں سب سے اہم کام یہ کیا ہے کہ مثنوی کو ہمدوش قصیدہ کر دیا ہے۔فکری وفنی اعتبار سے بھی اور اجزاء کے اعتبار سے بھی۔ان مثنویوں میں غزل کی دلکشی بھی ہے، قصیدے کا شکوہ وتجمل بھی، روانی بھی ہے اور تسلسل بھی۔ علمی وقار نے ان مثنویوں کو خاصے کی چیز بنا دیا ہے۔اردو میں نعتیہ ادب کی تاریخ میں مثنوی اور مثنوی میں محسن کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کے بقول: محسن نے (مثنوی کو) اپنے فن سے نئی اور لازوال دولت بخشی، مضمون اور زبان دونوں کے اعتبار سے محسن کی مثنویاں ہماری شاعری میں بیش بہا اضافے ہیں۔یہ تحسین بہت خوب ہے لیکن محمد حسن عسکری نے جس طرح محسن کاکوروی کی تحسین کی ہے، وہ نعتیہ تنقید میں ہمیشہ یاد رکھی جائے گی:

''محسن کا کلام محض کامیاب یا اچھی شاعری نہیں، یہ ایک تہذیبی مظہر ہے۔اس سے ہمیں اپنی قوم کی اندرونی نشوونما اور اس کی سمت کا پتہ چلتا ہے۔۔۔دو شخص تو اسے پڑھتے ہی رہیں گے۔ایک حضرت جبرئیلؑ 'ایک میں'۔'' ۱۹۲

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے ''لکھنو کا دبستان شاعری'' میں محسن کی عظمت فکر وفن کا یوں اعتراف کیا ہے۔

i- ''محسن کی نعت میں تخلیقی شان پائی جاتی ہے، یہ اس لئے کہ نعت گوئی اگر چہ ہمیشہ سے موجود تھی لیکن اسے فن کی حیثیت سے کسی اردو شاعر نے محسن سے پہلے اختیار نہیں کیا۔'' ۱۹۳

ii- ''محسن کا کلام جذبات کی غیر فانی بنیادوں پر استوار ہے۔خلوص اور محبت، شیفتگی اور عقیدت جو محسن کی زندگی کے عناصر تھے، انہی سے ان کی شاعری نے ترکیب پائی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اب بھی اس میں صوری ومعنوی دلکشی پائی جاتی ہے۔اس اعتبار سے لکھنوی شعراء میں محسن اپنی

مثال آپ ہیں۔'' ۱۹۴

iii- ''صرف خلوص ومحبت اور اصلیت وصداقت نے محسن کا پایہ بلند نہیں کیا۔ اس موقع پر یہ امر بھی نظر انداز نہ کرنا چاہئے کہ ہر موقع پر شاعرانہ انداز بیان کو بڑی خوبی سے نبایا ہے۔'' ۱۹۵

''محسن کے یہاں والہانہ عشق اور محبت کے باوجود (حفظ مراتب کو نظر انداز کرنے) ایسی لغزشیں تلاش کرنے پر بھی نہیں ملیں گی۔'' ۱۹۶

iv- ''قرآن وحدیث پر ان کی نظر تھی' اس لئے حالات و واقعات کے بیان میں ان کا مضمون کبھی ان کے حدود سے باہر نہیں نکلتا تھا' لیکن اسی کے ساتھ فن شاعری کے ایسے کمالات کا اظہار کرتے تھے کہ ان پابندیوں کے باوجود کلام میں زور اور تاثیر پیدا کر لیتے تھے۔۔۔ انہوں نے اپنے کلام میں شاعری اور مذہب کے امتزاج کا ایسا مرقع پیش کیا ہے کہ مادیت اور الحاد کے اس دور میں بھی جس کی جاذبیت اور کشش باقی ہے۔'' ۱۹۷

v- ''محسن خالص ہندوستانی فضا کے شاعر ہیں اور اپنے ماحول کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ان کے خیالات' ان کی زبان' ان کی تشبیہات اور استعارات اسی ملک کی پیداوار ہیں۔ اسی لئے ان میں اثر بھی زیادہ ہے۔ مضمون کی بلندی اور فکری پرواز کے اعتبار سے بھی محسن کا کلام نادر ہے۔'' ۱۹۸

vi- ''محسن کے عہد کے لکھنو میں زندگی کے ہر شعبہ میں کمال صنعت کی داد دی جا رہی تھی۔۔۔ محسن نے اپنے ماحول کی ترجمانی کرتے ہوئے لفظی صناعی پر بھی توجہ کی ہے اور اس کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ ان کے کلام کی ظاہری خوبی اسی کوشش کی مرہونِ منت ہے' لیکن اس موقع پر بھی محسن نے اپنی انفرادیت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے اور ان کا قدم اعتدال کے راستہ سے نہیں ہٹا ہے۔۔۔ محسن نے صنعتی گری میں بھی شاعرانہ لطافت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ چنانچہ ان کی رعایت بے ساختہ' ان کی تشبیہات اور استعارات جاندار اور ان کا عام انداز شاعرانہ ہے۔ ان تکلفات کی وجہ سے کلام میں کوئی الجھن پیدا نہیں ہوتی۔۔۔ ان کا کلام اگر ایک طرف تعلیم یافتہ طبقے کیلئے جاذبیت رکھتا ہے تو دوسری طرف عوام الناس بھی اس کی خوبیوں پر سر دھنتے ہیں۔'' ۱۹۹

آخر میں ڈاکٹر صدیقی' محسن کاکوروی کی نعتیہ مثنوی نگاری کی قدر و منزلت کا یوں تعین کرتے ہیں۔

''(محسن نے مثنوی نگاری کو) اپنے فن سے نئی اور لازوال دولت بخشی۔ مضمون اور زبان دونوں کے اعتبار سے محسن کی مثنویاں ہماری شاعری میں بیش بہا اضافے ہیں۔'' ۲۰۰

امیر مینائی نے محسن کاکوروی کے متعلق رائے دی ہے کہ:

''ان کا کلام ایک عالَم ہے' خیالاتِ نادرہ کا' کہ اس کو دیکھ کر انسان حیران ہو جاتا ہے اور ان کا ہر شعر معراجِ بلاغت ہے۔'' ۲۰۱

حکیم عبدالحئی نے گلِ رعنا میں لکھا ہے:

''عام جوہر' ان کے کلام کا مضامین کی بلند پروازی' الفاظ کا شان و شکوہ' بندش کی چستی' استعاروں کی رنگینی اور قصہ طلب تلمیحات ہیں' جس میں ان کے معاصرین میں کوئی ان کا شریک نہیں بلکہ اردو شاعری میں اس کا جواب نہیں۔'' ۲۰۲

مشیر احمد علوی کاکوروی کا کہنا ہے کہ حضرت محسن کی نعت گوئی کا جواب آج تک نہ ہو سکا۔ ۲۰۳

مندرجہ بالا شواہد اور نمونہ ہائے کلام سے یہ نتیجہ اخذ کرنا بے جا نہیں کہ نعتیہ مثنوی نگاری میں محسن کاکوروی کو امام کی حیثیت حاصل ہے۔

امیر مینائی (۱۲۳۲ھ/۱۸۲۶ء تا ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء): امیر مینائی نعتیہ غزل' قصیدہ اور مثنوی لکھنے والے اہم شعراء میں شامل ہیں۔ یوں تو ان سے آٹھ مثنویاں یادگار ہیں۔ نورِ تجلی' ابرِ کرم' کبوتر نامہ' جشنِ مسند نشینی' نواب کلب علی خاں' کارنامہ' عشرت' مثنوی عاشقانہ' حکایت اویس قرنیؓ اور قصہ یہودی۔ نورِ تجلی۔۔۔ امیر کی اہم مثنوی ہے۔ اس میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ مبارک' ولادت باسعادت اور آپ کے معجزات کا ذکر ہے' نیز آپ کے خصائص وفضائل بھی بیان ہوئے ہیں۔ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک معجزہ یوں بیان ہوا ہے:

کہ اک عورت آئی حضورِ رسولؐ	بہت غم رسیدہ' نہایت ملول
کہ فرزند تھا مبتلائے جنوں	سوار اس کے سر پر بلائے جنوں
دھرا آپؐ نے اس کے سینہ پہ ہاتھ	تو قے آگئی ہاتھ دھرنے کے ساتھ

عجب پیٹ سے نکلی کالی بلی نہ تھی تے خدا نے نکالی بلا
یہ کہتا ہے راوی کہ بے اشتباہ بلا تھی وہ کتے کا پلا سیاہ
نکلتے ہی اس کے وہ اچھا ہوا بلا ٹل گئی مردہ زندہ ہوا ۲۰۴؎

قصہ یہودی اور حکایتِ اُوَیسؓ قرنی میں بھی نعتیہ عناصر بہت زیادہ ہیں' خصوصاً عاشقِ رسول حضرت اُوَیسؓ قرنی کا ذکر بہت ہی محبت سے کیا ہے:

عشقِ رسولِ مدنی کا ہے حال حضرت اُوَیسؓ قرنی کا ہے حال

اس میں اس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے' جس کے مطابق حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت کے مطابق آپ کو اپنا جبہ مبارک بھجوایا تھا۔ ان مثنویوں کے متعلق ڈاکٹر اسماعیل آزاد کی رائے ہے:

''یہ مثنویاں زبان و بیان کی خوبیوں سے مالا مال ہیں۔ مذہبی جوش کے وفور میں شاعر نے صحیح اور موضوع روایات کے درمیان امتیاز نہیں کیا اور بہت سی موضوع روایات نظم کر دی ہیں۔ ۲۰۵؎

خود امیر کو اس کا احساس تھا' چنانچہ شعرالہند (حصہ دوم) کے دیباچہ نگار کی شہادت کے مطابق امیر نے ان نامعتبرہ مولفات سے توبہ کر لی تھی۔ اس کے باوجود جہاں تک زبان و بیان کی خوبیوں کا تعلق ہے امیر مینائی کی مثنویاں یاد رکھی جائیں گی۔

بیان ویزدانی (سید محمد مرتضیٰ حسن' م ۱۱ مارچ ۱۹۰۰ء):

ان کے نعتیہ مجموعے ''قندیلِ حرم'' میں دو نعتیہ نظمیں مثنوی کی ہیئت میں پیش کی ہیں۔ مثنوی نہر لبن کے حوالے سے کہتے ہیں:

خاکِ در شہ سے شفا ہو مری دردِ محمد سے دوا ہو مری
لعلِ نبی دل میں لشکر گھول دے زلفِ نبیؐ دل کی گرہ کھول دے
روح فزا روضۂ پرنور ہے روضۂ رضواں کے منظور ہے
نورِ سہیل یمنی گرد ہو سرمۂ مکی مدنی گرد ہو
گرد و غبار اٹھ کے چھپائیں مجھے شمس و قمر دیکھ نہ پائیں مجھے
نیزہ پہ ہو مہر قیامت کو طول اور میں رہوں زیرِ لوائے رسولؐ
صورتِ نقشِ کفِ پا دے مجھے اور اسی کوچہ میں مٹا دے مجھے
جاں وہیں نکلے تو بڑی سیر ہو کاش بیاں خاتمہ بالخیر ہو ۲۰۶؎

بیان کے ان اشعار سے حبِ نبیؐ صاف ظاہر ہو رہی ہے' وہ بڑے قادر الکلام شاعر تھے۔ قندیل حرم میں مثنوی کی ہیئت میں زیادہ منظومات نہیں ملتیں' لیکن جو دو منظومات ملتی ہیں وہ بھی اتنی اہم ہیں کہ ان کے ذکر کے بغیر چارہ نہیں۔

عزیز لکھنوی: آپ کا مجموعہ ''صحیفہء ولا'' معروف ہے۔ ان کی شہرت کا اصل سبب تو نعتیہ قصائد ہیں۔ البتہ انہوں نے صحیفہء ولا کا دیباچہ منظوم تحریر کیا ہے۔ بقول پروفیسر سید یونس شاہ، یہ مقدمہ کیا ہے' عزیز نے گویا ایک نعت گلشن کھلا دیا ہے۔ اس مقدمے میں نعتیہ اشعار اپنی عجب بہار دکھاتے ہیں۔

بہارِ گلشن الفقر و فخری طرازِ دامنِ الفقر و فخری
نگینِ خاتمِ سلمان منا خدیوِ عالمِ سلمان منا
محمد شہسوار ملکِ ہستی محمد شہر یار ملکِ ہستی
محمد سرور و سردارِ عالم محمد رونقِ گلزارِ عالم
ہر اک ذرہ تھا جس پانی کا ترسا عرب کی خشک ریتی پر وہ برسا
دکھایا زور تسخیرِ نظر کا لگا کر سرمہ مازاغ البصر کا
ہوا رونق فزا بازینت و زین پہن کر پاؤں میں نعلین کونین
شرف اس کے درِ دولت نے پائے ملائک بھیس میں سائل کے آئے ۲۰۷؎

نذیر احمد ڈپٹی شمس العلماء (م ۱۹۱۲ء): اردو کے مشہور ادیب، ناول نگار، مترجم اور عالمِ دین، شاعر بھی تھے۔ ان کی نعتیہ کاوش مثنوی کی ہیئت میں درج ذیل ہے:

یہ تمنا ہے رب اکرم سے ۔۔۔ غسلِ میت ہو میرا زم زم سے
تبھی ٹھنڈک ہو میرے سینے میں ۔۔۔ خاک ہو جاؤں میں مدینے میں
اور کچھ چارۂ گناہ نہیں ۔۔۔ آپ کے در سو پناہ نہیں
کون پر ساں ہے مجھ سے ناکس کا ۔۔۔ کس کو طوفاں میں پاس ہو خس کا
میں ہوں مسموم آپ ہیں تریاق ۔۔۔ قابلیت نہ کوئی استحقاق
رحم کیجے کہ آپ رحمت ہیں ۔۔۔ آپ پشت و پناہ امت ہیں
مخلصی بخشیے خرابی سے ۔۔۔ کہیں کہہ دیجئے شتابی سے
صرف اتنا ہی عرض کرتا ہوں ۔۔۔ زیادہ ابرام سے بھی ڈرتا ہوں
ہم نے کی سب معاف بے ادبی ۔۔۔ سبقت رحمتی علی غضبی ۲۰۸؎

مولانا کے اشعار میں حقیقی نعت کی جھلک نظر آتی ہے۔ اگر وہ نعت کی طرف پوری توجہ دیتے تو یقیناً بڑے نعت گو شعراء میں شمار ہوتے۔

اسماعیل میرٹھی (۱۸۴۴ء تا ۱۹۱۷ء): مرزا غالب کے شاگرد اور حضرت سید غوث علی شاہ پانی پتی کے مرید تھے۔ بچوں کے لئے شاعری اور اپنی نظموں کے حوالے سے مشہور ہوئے۔ ان کے کلیات میں مثنوی کی ہیئت میں نعتیہ نظمیں بھی ملتی ہیں۔ ۸۰-۱۸۷۰ء کے درمیانی عرصے میں لکھی گئی ان کی نظم "رحمۃ للعالمین" کے چند شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔ (نظم کے آغاز میں حمد ہے، عجائباتِ عالم کا ذکر کر کے یہ سوال کیا ہے کہ یہ سب کچھ کس کے لئے ہے)

بنامِ خداوند حق و قدیر ۔۔۔ علیم و کلیم و سمیع و بصیر
بنایا ہے جس نے طلسم جہاں ۔۔۔ یہ خاکی زمیں نیک گوں آسماں
گل و لالہ و سبزہ و مرغ زار ۔۔۔ طیورِ خوش الحاں سرِ شاخسار
یہ نیرنگ عالم نہیں سرسری ۔۔۔ ہے استادِ کامل کی جادوگری
کسی گنج پر ہے مگر یہ طلسم ۔۔۔ کسی جان کے واسطے ہے یہ جسم
محمدؐ ہے وہ تاج دارِ ہدیٰ ۔۔۔ مدارِ نبوت، رسولِ خدا
بشیر و نذیر و رؤف و رحیم ۔۔۔ امین و شفیع و حبیب و کریم
وہی ہے ثمر نخلِ اظہار کا ۔۔۔ وہی ہے گہر بحر انوار کا
وہی میہمانِ گرامی ہے یہاں ۔۔۔ اسی کے لئے ہے یہ بزمِ جہاں
جمالِ الٰہی کا مظہر ہے وہ ۔۔۔ کمالِ خدائی کا منظر ہے وہ
اسی کی بدولت ہے یہ سب نمود ۔۔۔ کہاں کا عدم اور کہاں کا وجود ۲۰۹؎

ان اشعار کی اثر پذیری محتاجِ بیاں نہیں۔ مولانا اسماعیل میرٹھی نے نعت کے لئے جو انداز یہاں اختیار کیا ہے، اس کا بطورِ خاص ذکر نہ کرنا زیادتی ہوگی۔ پہلے اس کائنات کے حسن اور عجائبات کا ذکر کر کے اس کی دلکشی کو نمایاں کیا، پھر اس سب کچھ کی غایت اولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکرِ پاک کیا۔ ستاون (۵۷) اشعار میں سے صرف دس اشعار منتخب کیے گئے ہیں، تاہم ان سے بھی نظم کا مجموعی تاثر سامنے آ جاتا ہے۔

ان کی ایک اور نظم "شمعِ ہدایت" مثنوی کی ہیئت میں ہے۔ اس میں حمد کے بعد نعت کا حصہ لائقِ مطالعہ ہے:

ہاں یہ بھی سن رکھو تم دیتا ہوں میں گواہی ۔۔۔ ہادی مرا محمدؐ ہے بندۂ الٰہی
تاجِ رسالت اس کے سر پر خدا نے رکھا ۔۔۔ اوروں سے اس کو برتر صدق و صفا نے رکھا
اس کو خدا نے اپنا پیغام بر بنایا ۔۔۔ بے کم و کاست اس نے جو حکم تھا سنایا

وہ خاتم نبوت وہ سرورِ دو عالم — درگاہِ ایزدی کا تھا اک سفیرِ اعظم
حلم و وقار و نرمی خوش خوئی مہربانی — پیغمبری کی اس میں تھی یہ کھلی نشانی ۲۱۰

اس نظم کے الفاظ کتنے سادہ اور آسان لیکن مطالب کتنے گہرے اور دلچسپ ہیں۔ بچے بڑے بھی اس سے محظوظ ہو سکتے ہیں۔

شائق دہلوی (میر سید علی شائق۔۱۸۴۰ء تا ۱۹۲۰ء): مشہور شاعر اور نعت نویس۔ کلیاتِ شائق میں طویل مثنویات ہیں، جن کے متعلق ڈاکٹر جمیل جالبی کی رائے ہے، کہ ان مثنویوں کے قصے بھی دلچسپ و سبق آموز ہیں اور زبان و بیان بھی سادہ و پر اثر۔ ان کی پہلی مثنوی ''فضل باری میں''، ''زندگی، موت اور موت کے بعد کی زندگی کو موضوع بنایا گیا ہے اور اخلاقی اسباق پیش کیے گئے ہیں۔ اس میں حمد کے بعد نعتیہ اشعار بھی ہیں:

پڑھ کے صلِّ علیٰ ہزار ہزار — جلد لکھ نعتِ سید ابرار
منہ تو اب بھی نہیں ہے اس لائق — ہو ادا نعتِ سیدِ برحق
ابتدا انتہا اسی سے ہے — حق بھی ہم کو ملا اسی سے ہے ۲۱۱

''مثنوی اظہارِ قدرت'' کے آغاز میں حمد کے بعد نعتیہ اشعار بھی ملتے ہیں:

گر نہ ہوتی خلق ذاتِ مصطفیٰؐ — تو نہ ہوتی ہر دو عالم کی بنا
جبکہ ہو ہنگامۂ محشر عیاں — سایۂ دامن میں کر لینا نہاں
عرض کر کے حق سے بخشا لیجیو — جنت الفردوس دلوا دیجیو ۲۱۲

مثنوی شجرِ عشق میں بھی ذیلی حیثیت سے نعتیہ اشعار ملتے ہیں:

حضرتِ مصطفےٰ حبیبِ خدا — جن کے باعث بنے یہ ارض و سما
نور سے جن کے ہے جہاں پُرنور — جن کے باعث ہے دینِ حق کا ظہور
ہو درود و سلام حضرت پر — آل و اصحاب پر بھی شام و سحر ۲۱۳

''مثنوی گرو چیلا'' کے آغاز میں حمد کے بعد کے نعتیہ اشعار نسبۃً صاف، رواں اور زیادہ دلچسپ ہیں:

رسولِ خدا سرورِ جاوداں — امیرِ عرب مقتدائے جہاں
حبیبِ خدا پیشوا و امام — ہوئے معجزے آپ پر سب تمام
اک انگشت سے شق قمر کو کیا — کیا یہ عیاں آپنے معجزہ
یہ رتبہ ہوا کب کسی کو نصیب — خدا خود کہے جس کو اپنا حبیبؐ
درود ان پہ اور ان کی اولاد پر — فلک پر ہیں جب تک یہ شمس و قمر ۲۱۴

شائق دہلوی ایک بڑے نعت گو شاعر بھی ہیں۔ ان کے کلام میں غزلیہ ہیئت کے علاوہ گیت کی ہیئت میں بھی نعت نگاری ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی عام مثنوی میں رسمی و ذیلی حیثیت سے بھی نعتیہ اشعار لاتے ہیں تو ان کی پُر گوئی اور قادر الکلامی کا احساس ہوتا ہے۔

آہ (منشی ممتاز علی امیٹھوی پ ۱۸۶۲ء): کی مثنوی ''یادِ اسلام'' ۱۹۳۰ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی۔ مثنوی کا متن ۷۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ ہر صفحے پر اوسطاً ۱۵ اشعار لکھے گئے ہیں۔ اس مثنوی کا موضوع حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ کے اہم واقعات ہے۔ اسلام کو دینِ فطرت ثابت کرنے کے لئے آزاد خیال لوگوں کے شبہات کے جوابات بھی دیے گئے ہیں۔ آغازِ مثنوی میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت اور آپ کی تربیت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

محمد جو نور خدا تھے ازل میں — جو تخلیق کی ابتدا تھے ازل میں
سماوی صحیفوں مین تھی یہ شہادت — یہ موسیٰ و عیسیٰ نے دی تھی بشارت
کہ دنیا میں تشریف لائیں گے احمدؐ — ہدایت کو عالم کی آئیں گے احمدؐ
ہدایت کو دنیا مین آئے محمدؐ — بشارت تھی حق کی صدائے محمدؐ
محمد ابھی بطن مادر ہی مین تھے — کہ باپ آپؐ کے چل بسے اس جہاں سے

ابھی چھ برس ہی کی تھی عمر حضرتؐ	ہوئی مادر مشفقہ کی بھی رحلت
یتیم آپؐ کو جو خدا نے بنایا	کرشمہ خدائی کا اپنی دکھایا
رہے آپؐ دادا کی پھر تربیت مین	فقط دو برس سایۂ عاطفت مین ۲۱۵

شاعر پختہ گو ہے۔ حضرت آہ، امیر مینائی کے شاگرد رشید تھے لہٰذا لکھنوی اسلوب کی تمام ہنر کاریاں ان کے ہاں ملتی ہیں۔ حکیم سید اعجاز احمد نے ان کے متعلق لکھا:

''مصنف کی کہنہ مشقی و پختہ کاری کا اعلیٰ نمونہ سمجھنا چاہیے۔ مطالب کا تفنن اور الفاظ و معانی کی طرز ادا ہر موقع پر سامع کی توجہ کو اپنی طرف مائل کرتی ہے۔ حشو و رکن الفاظ سے تمام مثنوی پاک ہے۔ جا بجا صنائع لفظی و معنوی بھی بے تکلف وارد ہوئے ہین جن کے سبب فصاحت و سلاست بیان مین کہین فرق نہیں آیا۔'' ۲۱۶

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پاک بیان کرنے میں شاعر کو کمال حاصل ہے۔ صاف انداز' واضح روایت' دوٹوک لہجہ اور کمال سلاست' بلاشبہ ان اشعار کو سہل ممتنع کا نمونہ کہا جا سکتا ہے:

جو تھا قول حضرتؐ وہی فعل حضرتؐ	نمونہ ہے خود اس کا جو تھی ہدایت
جو اخلاق کے نکتے سب کو سکھاتے	عمل اسپہ حضرتؐ کا خود لوگ پاتے
وہی تھا جو اخلاق قرآن مین ہے	کہ خلق عظیم آپ کی شان مین ہے
خدا نے بڑا مہربان انؐ کو پایا	رؤف الرحیم آیہ قرآن مین آیا
وہ اپنا پرایا ہو یا دوست دشمن	سبھی پر وہ اخلاق تھا سایہ افگن
بڑے اور چھوٹے غریب اور تونگر	سبھی آپؐ کے خلق سے تھے مسخر
ہر اک پر تھا حضرتؐ کا لطف و عنایت	غریبون سے لیکن بہت تھی محبت
نصیحت تھی الفت غریبون سے رکھو	میسر ہو قرب خدا تاکہ تم کو
دعا تھی کہ مسکین رکھنا خدایا	اٹھانا تو مسکین یارب اٹھانا
برائی کا بدلا نہ لیتے محمدؐ	سدا درگزر کر ہی دیتے محمدؐ
نہ تھی حد محمدؐ کی دریا دلی کی	نہ رد کرتے درخواست جائز کسی کی
محمدؐ تھے بے مثل جود و سخا مین	وہ ہر چیز دے دیتے راہ خدا مین
نہوتا اگر پاس تو قرض لے کر	عطا کرتے سایل کو عالم کے سرورؐ ۲۱۷

ان اشعار میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی نعت پائی جاتی ہے جو سچی بھی ہے اور سُچی بھی اور تمام مثنوی کا یہی حال ہے۔ شاعر نے نعت میں سیرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس محبت سے پیش کیا ہے وہ قابل تحسین ہے۔

علامہ محمد اقبالؒ (م ۱۹۳۸ء): شاعر مشرق' حکیم الامت' نباض وقت' نابغہ بے بدل اور عظیم عاشق رسولؐ علامہ محمد اقبال انتہائی منفرد شان کے نعت گو تھے۔ انہوں نے براہ راست نعتیہ اشعار بھی کہے اور سیرت رسولؐ کو اپنانے کی ضرورت کو واضح کر کے جدید انداز کے قابل رشک نمونے بھی پیش کیے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن کو عام کرنے اور مقاصدِ نبوت کو پورا کرنے کیلئے ایک خاص نہج سے امت مسلمہ کی تربیت کر کے جس طرح اقبال نے نعت کہنے کی سعی کی ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ مثنوی کی ہیئت میں ان کی نظم ''بلالؓ'' عظیم نعتیہ عناصر پر مشتمل ہے۔

تجھے نظارے کا مثلِ کلیم سودا تھا	اُویسؓ طاقتِ دیدار کو ترستا تھا
مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا	ترے لئے تو یہ صحرا ہی طور تھا گویا
ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری	کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی	نماز اُس کے نظارے کا اک بہانہ بنی ۲۱۸

اقبال کی نظم ''ایک حاجی مدینے کے راستے میں'' بھی مثنوی کی ہیئت میں ہے۔ یہ نظم جہاں اقبال کے مرکزی افکار کی حامل ہے۔ جیسے خطر پسندی' سفر و تحرک' ہجرت الی الحق وغیرہ وہاں عشق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی مملو ہے۔ حج کے بعد ایک بخاری نوجوان قافلے کے ساتھ عازم مدینہ ہوتا ہے۔ راہ میں قافلہ لٹ جاتا ہے۔ قافلے والے پیدل ہو کر سوئے بیت اللہ واپس چلے جاتے ہیں لیکن یہ نوجواں رہرو مدینہ ہی رہتا ہے۔ چنانچہ راہ میں جان دے دیتا ہے۔ اقبال اس کی وفات پر یہ جذباتی نظم لکھتے ہیں۔ اس میں اس کی وفات کا منظر یوں کھینچا ہے۔ ع۔

''ہائے یثرب'' دل میں' لب پر نعرۂ توحید تھا

علامہ اقبال کے ہاں متعدد نعتیہ منظومات مثنوی کی ہیئت میں ملتی ہیں۔ راجا رشید محمود نے ان کی نظم ''بلادِ اسلامیہ'' کے ایک حصے کو ''خوابگاہِ مصطفےٰ'' کا عنوان دے کر اپنی مرتب کردہ کتاب ''مدینۃ النبی'' میں شامل کیا ہے۔ یہ عنوان بھی اقبال کے اشعار ہی سے لیا گیا ہے:

وہ زمیں تو ہے مگر اے خواب گاہِ مصطفےٰ — دید ہے کعبے کو تیری حجِ اکبر سے سوا
خاتمِ ہستی میں تو تاباں ہے مانندِ نگیں — اپنی عظمت کی ولادت گاہ تھی تیری زمیں
تجھ میں راحت اس شہنشاہِ معظم کو ملی — جس کے دامن میں اماں اقوامِ عالم کو ملی
جب تلک باقی ہے تو' دنیا میں باقی ہم بھی ہیں — صبح ہے تو اس چمن میں گوہرِ شبنم بھی ہیں ۲۱۹

محشر بدایونی: محشر بدایونی کے ایک طویل نظم ''ہمارے نبیؐ کی ثابت قدمی'' ۱۹۴۱ء میں لکھی گئی۔ اس میں عقبہ بن معیط کی گستاخی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اندازِ صبر دکھایا گیا ہے۔ تسلسل اور تجسس اس نظم کے خاص اجزاء ہیں۔ چند اشعار دیکھئے:

مصلائے حرم پر ایک دن استادہ تھے حضرت — نمازِ حق کی خاطر زینتِ سجادہ تھے حضرت
عقب سے ایک چادر لے کے چپکے سے بڑھا عقبہ — بہت ترکیب سے مسجد کی سیڑھی پر چڑھا عقبہ
کبھی تھا ڈر' کبھی غصہ عجب چکر میں آیا تھا — تماشا تھا کہ وہ کافر خدا کے گھر میں آیا تھا
گلے میں ڈال کر چادر' دیا اک زور کا جھٹکا — بلند اک قہقہہ کر کے زمیں پر پاؤں دے پٹکا
یہ سب کچھ تھا مگر محبوبِ رب کے صبر کو دیکھو — ادھر اس اختیار اور اس طرف اس جبر کو دیکھو ۲۲۰

محشر کی نظم ''طلوعِ نبوت'' بھی مثنوی کی ہیئت میں ہے' جو محشر کی نعت گوئی کی عجب شان دکھاتی ہے۔

سید شمس الحق شمس بخاری: سید شمس الحق شمس بخاری نے ''مثنوی جمالِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' لکھی ہے۔ اس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری کا ذکر یوں کیا ہے:

لو آیا وہ آیا من اللہ نور — ہوا نور ظاہر بشکلِ حضور

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا مبارک بیان کیا ہے۔ شاعر کا مطالعہ وسیع ہے لہٰذا وہ احادیث میں مذکور اشارات سے استفادہ کرتا ہے۔ یہ اشعار دیکھئے:

میانہ تھا قد قدرے مائل بہ طول — کتابی وہ چہرہ کھلا جیسے پھول
خوشی میں دمکتا جو رخ آپؐ کا — تو کھلتے تھے یوں معنی والضحیٰ
نہ فربہ نہ لاغر مبارک بدن — مناسب گٹھیلا وہ مضبوط تن
کشادہ وہ محرابی اونچی جبیں — وہ ابرو کی قوسیں بڑی دل نشیں
معارف کا گنجینہ سینہ کھلا — الم نشرح وسعت سے گویا کھلا ۲۲۱

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس مبارک' درود و سلام' میثاقِ انبیاء' دعائے ابراہیمؑ' بشارتِ عیسیٰؑ' آثارِ نبوت' نقلِ نور کے بعد ولادت باسعادت کے حوالے سے وجد آفریں اور ایماں پرور کلام پیش کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائل و اوصاف بھی بیان کیے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوبیت کا بیان بہت پرتاثیر ہے:

قسم روزِ روشن کی کھائی کبھی — کبھی شانِ حق نے شبِ تار کی
یہ کہہ کر محمدؐ کو تسکین دی — نہ چھوڑا تمہیں ہم نے پیارے کبھی
کبھی کہنا از راہِ لطف و کرم — بھلا تم سے کیسے خفا ہوں گے ہم ۲۲۲

مندرجہ بالا اشعار سے صاف واضح ہے کہ شاعر واقعہ بیان کرنے میں کس قدر محتاط ہے۔ وہ قرآن و حدیث کو اپنے خیال کا بنیادی ماخذ ٹھہراتا ہے۔ ازاں بعد ذکرِ معراج ہے۔ واقعۂ معراج کے بیان میں بھی شاعر کی یہی حزم و احتیاط سامنے آتی ہے:

ہوا رات کا اس لیے انتخاب — کہ ہے امرِ غیبی کو لازم حجاب

حرم سے چلے حضرتِ محترم | لیا جا کے اقصیٰ کی مسجد پہ دم
وہاں زیب برکنا ماحول تھا | وہ کہتا تھا گویا کہ صد مرحبا
کیا شانِ محبوب میں اہتمام | کہ دیکھے نشاناتِ ربِ انام
وہی تھا سمیع اور وہی تھا بصیر | یہ سمجھو کہ راجع کدھر ہے ضمیر
جو سرکارؐ نے دیکھا جو کچھ سنا | خدا جانے یا پھر حبیبِ خدا ۲۲۳

حرمتِ کعبہ اور جہاد کے بعد غزوات کا ذکر ہے' پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات کا ذکر کیا ہے۔ کتاب کا اختتام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود وسلام سے کیا ہے۔

اردو مثنویات میں بہت کم ایسی ہوں گی جو اس احتیاط کے ساتھ لکھی گئی ہوں۔ یقیناً یہ مثنوی فرقہ بندی کی حاشیہ آرائیوں سے پاک' دوٹوک اور سچے بیانات پر مشتمل ہے۔ شاعر نے مثنوی کے لئے بڑی مترنم اور مختصر بحر کا انتخاب کیا ہے لہٰذا کتاب غنائیت سے مملو ہے۔ تسلسل' صدق بیانی' عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم' اثر آفرینی' سادہ گوئی اس مثنوی کی اہم خصوصیت ہیں۔

صبا متھراوی: صبا متھراوی نے ایک نعت میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبوبیت کو موضوع بنایا ہے' جو مثنوی کی ہیئت میں ہے' اس کے دو شعر درج ذیل ہیں:

آئے بن کر چشمۂ رحمت محمد مصطفےٰؐ | جلوہ فرما ہوگئے حضرت محمد مصطفےٰؐ
جس طرح ہے خالقِ برحق کا مظہر یہ جہاں | ہے حبیبِ حق کی بھی محبوبیت اس سے عیاں ۲۲۴

حفیظ جالندھری (م ۱۹۸۳ء): نعتیہ مثنوی کی ادبی تاریخ میں حفیظ جالندھری نہت ہی اہم نام ہے۔ تین جلدوں پر مشتمل ان کا شاہنامۂ اسلام مثنوی کی ہیئت میں لکھا ہے۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی لکھتے ہیں:

''حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیمات' احکام' احادیث اور اعمال صالحہ نے معنوت ہو کر نعت کے سرمایے کو وقیع کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مرکز ومحور بنا کر تاریخ اسلام لکھی گئی۔۔۔ تو شاہ ناموں کی شکل اختیار کرلی۔'' ۲۲۵

عظیم فارسی شاعر فردوسی نے شاہنامہ لکھا اور شاہانِ عجم کے حالات قلمبند کیے' حفیظ جالندھری نے شاہنامۂ اسلام لکھا' وہ ''سببِ تصنیف'' میں لکھتے ہیں:

گئی دنیا سے آقائی محمدؐ کے غلاموں کی | بھلا بیٹھے ہیں یاد اپنے سلف کے کارناموں کی
ارادہ ہے کہ پھر ان کا لہو ایکبار گرماؤں | دلِ سنگیں سخن کے آتشیں تیروں سے برماؤں
کیا فردوسیِ مرحوم نے ایران کو زندہ | خدا توفیق دے تو میں کروں ایمان کو زندہ

یہاں حفیظ نے شاہ نامہ لکھنے کی غرض وغایت واضح کردی ہے' یعنی وہ اہلِ اسلام میں جہاد کی اصل روح پھونکنا چاہتا ہے۔ یاد رہے شاعر نے فردوسی سے کسی تقابل کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ بصد عجز وادب کہا:

تقابل کا کروں دعویٰ یہ طاقت ہے کہاں میری | تخیل میرا ناقص نامکمل ہے زباں میری
زبانِ پہلوی کی ہم زبانی ہو نہیں سکتی | ابھی اردو میں پیدا وہ روانی ہو نہیں سکتی ۲۲۶

شاعر نے شاہنامہ کے آغاز میں ایک نعت بھی دی ہے۔ یہ بھی شاہنامہ کی عام بحر میں ہے۔ جس میں رکن مفاعیلن کو چار بار فی مصرع برتا گیا۔ آغاز میں اس نعت کے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

محمد مصطفےٰ محبوبِ داور سرورِ عالم | وہ جس کے دم سے مسجودِ ملائک بن گیا آدم
غلاموں کو سریرِ سلطنت پر جس نے بٹھلایا | یتیموں کے سروں پر کردیا اقبال کا سایا
گداؤں کو شہنشاہی کے قابل کردیا جس نے | غرورِ نسل کا افسون باطل کردیا جس نے
دلایا جس نے حق انسان کو عالی تباری کا | شکستہ کر دیا ٹھوکر سے بت سرمایہ داری کا
وہ جس کا ذکر ہوتا ہے زمینوں آسمانوں میں | فرشتوں کی دعاؤں میں مؤذن کی اذانوں میں
وہ جس کے معجزے نے نظمِ ہستی کو سنوارا ہے | جو بے یاروں کا یارا بے سہاروں کا سہارا ہے ۲۲۷

یہ نعت بھی مثنوی کی ہیئت میں ہے۔ اس میں شاعر نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ان اوصاف کا ذکر کیا ہے' جن کے باعث انسانیت کی

فلاح ہو سکی' بے سہاروں کو سہارا ملا اور جن کے احکام پر عمل کرنے سے گداؤں کو شہنشاہی کے مرتبے تک فائز ہونے کا سلیقہ نصیب ہوا۔ یہ نعت اس حقیقت کا واضح اعلان ہے کہ تمام شاہنامہ کی اصل روح حضرت محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے اور وہی اصل ایماں ہیں:

ثنا خواں جس کا قرآں ہے ثنا ہے جس کی قرآں میں
اسی پر میرا ایماں ہے' وہی ہے میرے ایماں میں ۲۲۸

شاعر نے شاہنامہ کے تمہیدی حصوں میں خلافتِ انسانی' نورِ احمدی' حضرت ابراہیمؑ کے تفصیلی حالات' عربوں کی حالت زار' بازار عکاظ' اصحاب فیل کا ذکر کیا ہے۔ چوتھے باب میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا ذکر ہے۔ شاعر کا بیان تاریخی صداقت تو ہے ہی بے حد والہانہ بھی ہے۔ اگرچہ شاعر نے وہ بحر جو ابتداء میں مثنوی کے لئے مخصوص نہیں کی گئی تھی لیکن شاہنامہ جیسی اتنی بڑی تخلیق نے ثابت کر دیا کہ ماضی کی پابندیاں ناروا ہوں تو انہیں نظرانداز بھی کیا جا سکتا ہے۔ یہ بحر بہت رواں دواں' جوشیلی اور خاصی تیز ہے۔ پڑھنے والا لے اور سُر سے واقف ہو' تو اس بحر کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ حفیظ ایسے ہی سریلے شاعر اور شیریں لے والے تھے' چنانچہ جہاں شاہنامہ سناتے' ایک سماں پیدا ہو جاتا۔ ولادتِ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق یہ اشعار دیکھئے' جو فکری' تاریخی اور فنی لحاظ سے بلند پایا ہیں۔ شاعر کی والہانہ کیفیت بطور خاص قابلِ داد ہے:

ندا آئی دریچے کھول دو ایوانِ قدرت کے
نظارے خود کرے گی آج قدرت شانِ قدرت کے
یکا یک ہو گئی ساری فضا تمثال آئینہ
نظر آیا معلق عرش تک اک نور کا زینہ
خدا کی شانِ رحمت کے فرشتے صف بصف اترے
پرے باندھے ہوئے سب دین و دنیا کے شرف اترے
سحاب نور آ کر چھا گیا کے کی بستی پر
ہوئی پھولوں کی بارش ہر بلندی اور پستی پر
ہوا عرش معلّٰی سے نزولِ رحمت باری
تو استقبال کو اٹھی حرم کی چار دیواری ۲۲۹
صدا ہاتف نے دی اے ساکنان خطہ ہستی
ہوئی جاتی ہے پھر آباد یہ اجڑی ہوئی بستی
مبارکباد ہے ان کے لئے جو ظلم سہتے ہیں
کہیں جن کو اماں ملتی نہیں برباد رہتے ہیں
بصد اندازِ یکتائی بغایت شانِ زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہؓ کی گود میں آئی ۲۳۰

پھر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعت' لڑکپن' جوانی اور غار حرا کا ذکر کیا ہے۔ اعلانِ نبوت' مشرکین مکہ کی ریشہ دوانیوں اور اہلِ اسلام پر ان کے ظلم وستم کے بیان کے بعد ہجرتِ نبویؐ اور مدینہ پر جنگ کے بادلوں کا ذکر ہے۔ شاہنامہ اسلام کی اس پہلی جلد کی خاص خصوصیت وہ محبتِ رسولؐ ہے' جس کا اظہار شاعر کے لفظ لفظ سے ہو رہا ہے' مثلاً جب حضرت حلیمہ سعدیہؓ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گود لینے کے لیے سیدہ آمنہؓ کے گھر پہنچیں اور کونین کی سب سے بڑی دولت کو پہلوئے آمنہؓ میں دیکھا تو یتیم بچے کو گود لینے کا فیصلہ کر لیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معصوم صورت اور نورانی تبسم کا ذکر جس محبت سے شاعر نے کیا ہے' اسی کا حصہ ہے:

جو دیکھا آمنہؓ کو آمنہؓ کے لالؐ کو اس نے
خوشی سے تج دیا دنیا کے جاہ و مال کو اس نے
یہی وہ ماں تھی جس سے مادرِ گیتی کی عزت تھی
یہی بچہ تھا جس سے خالقِ ہستی کی عظمت تھی
حلیمہؓ نے اٹھایا آ کے بچہ دستِ الفت پر
برستا تھا تبسم سادگی بن بن کے صورت پر
کسی نے بھی نہ پائی تھی وہ دولت مل گئی اس کو
جو تھی معنے ہی معنی اب وہ صورت مل گئی اس کو
چلی ڈیرے کی جانب آج ایسے نور کو لے کر
مہ و خورشید صدقے ہو رہے تھے جس کے قدموں پر
پلایا دودھ جب اس طفل کو تو ہو گئی حیراں
کہ چھاتی بن گئی تھی دودھ کی اک نہر بے پایاں
یہ برکت روزِ اول ہی سے دیکھی جب حلیمہ نے
ہوئی حیران' اندیشے مٹائے سب حلیمہؓ نے ۲۳۱

اسی محبت' والہانہ پن اور جوش وخروش کا اظہار ان اشعار میں بھی نظر آتا ہے' جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے وقت اہلِ مدینہ کی دلی حالت سے متعلق ہیں:

ہوا چاروں طرف اقصائے عالم میں پکار آئی
بہار آئی' بہار آئی' بہار آئی' بہار آئی
جوان و پیر و مرد وزن سراپا چشم بیٹھے تھے
بہار آنے کو تھی گلشن سراپا چشم بیٹھے تھے
اب استقبال کو دوڑے بنی نجار سج سج کر
بڑھے انصار بن کر اونچی ہتھیار سج سج کر

جنوبی سمت اٹھا ایک نورانی غبار آخر
سوادِ شہر میں داخل ہوا ناقہ سوار آخر
فضا میں بس گئیں توحید کی آزاد تکبیریں
یہ تکبیریں تھیں باطل کے گلو پر تیز شمشیریں
مہاجر پیچھے پیچھے چل رہے تھے سربکف ہو کر
کھڑے تھے راہ میں انصار ہر سو صف بہ صف ہو کر
در و دیوار استادہ ہوئے تعظیم کی خاطر
زمیں کیا آسماں بھی جھک گئے تسلیم کی خاطر
مسلماں بیبیاں گھر کی چھتوں پر جمع ہو ہو کر
نظر سے چومتی تھیں عصمتِ دامانِ پیغمبرؐ
زباں پر اشرق البدر علینا کی صدائیں تھیں
دلوں میں مادعیٰ للہ داع کی دعائیں تھیں
کہیں معصوم ننھی بچیاں تھیں دف بجاتی تھیں
رسولِ پاکؐ کی جانب اشارے کر کے گاتی تھیں

کہ ہم ہیں بچیاں نجار کے عالی گھرانے کی
خوشی ہے آمنہؓ کے لال کے تشریف لانے کی ۲۳۲

ان اشعار میں بیان کا تسلسل، شاعر کا جذبِ دروں، منظر کشی کی شان، تاریخی استناد اور موسیقی و ترنم کی فراوانی پائی جاتی ہے اور یہ خصوصیات کسی مثنوی کی کامیابی کے لئے ضروری ہیں۔

شاہنامۂ اسلام کی دوسری جلد میں ذکرِ رزم ہے۔ غزواتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بیان سخت احتیاط کا متقاضی ہے اور شاعر کو اس کا احساس ہے، چنانچہ اس نے جگہ جگہ مستند کتابوں کے حوالے دیکر اپنی صدق بیانی کا اعلان کیا ہے۔ دوسری جلد میں غزوۂ بدر کی تفاصیل ملتی ہیں۔ لشکرِ مشرکین اور ان کے اسلحہ کا بیان قابلِ مطالعہ ہے۔ چند منتخب شعر دیکھیے:

اڈتی دوڑتی اٹھتی ہوئی بڑھتی ہوئی آندھی
زمیں پر پھیلتی افلاک پر چڑھتی ہوئی آندھی
نہاں اس ابر میں ڈھولوں کی دھم دھم دف کی دف دف تھی
مغلظ گالیاں تھیں، شور تھا، کتوں کی عف عف تھی
انانیت کے نعرے اشتروں کی بلبلاہٹ تھی
صدائے طبل میں بھونچال کی سی گڑگڑاہٹ تھی
وہ سرکش گردنیں اکڑی ہوئیں، اکڑے ہوئے سینے
زرہ کے حلقہ ہائے تنگ میں جکڑے ہوئے سینے
یہ لشکر گرز اٹھائے برچھیاں تولے ہوئے نکلا
علم کی شکل میں شیطان پر کھولے ہوئے نکلا ۲۳۳

اب لشکرِ اسلام کی حالت اور ان کے اسلحہ پر بھی نظر ڈالیے۔ ان اشعار کو ایجاز کا اعجاز قرار دیں، تو کچھ غلط نہ ہوگا:

نمائش تھی نہ شوکت تھی، نہ گھوڑے تھے، نہ جوڑے تھے
نہ کلغی تھی، نہ طرہ تھا، کمندیں تھیں نہ کوڑے تھے
تھے ان کے پاس دو گھوڑے، چھ زرہیں، آٹھ شمشیریں
پلٹنے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں

نہ تیغ و تیر پر تکیہ نہ خنجر پر نہ بھالے پر
بھروسا تھا تو اک سادی سی کالی کملی والےؐ پر ۲۳۴

جنگِ بدر میں اللہ کی مدد سے مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ یہ طویل واقعہ ہے لیکن اس کا ایک چھوٹا سا جز دشمنِ اسلام ابوجہل کا قتل ہے۔ دو انصاری نوجوان لڑکوں نے حضرت عبدالرحمٰن سے ابوجہل کا پتہ پوچھا اور بتایا کہ وہ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں:

قسم کھائی ہے ہم دونوں نے اس کو قتل کرنے کی
کہ اس سے بڑھ کے ہو سکتی نہیں اب عمر بھر نیکی
قسم کھائی ہے مر جائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو

اب چند اشعار ان جوانوں کے ابوجہل پر حملہ کرنے سے متعلق درج کیے جاتے ہیں تاکہ حفیظ کی منظر کشی کا فن سامنے آسکے:

ابوجہل سیہ دو پر نگاہیں گاڑ کر نکلے
قریشی فوج کے دل بادلوں کو پھاڑ کر نکلے
ہٹاتے مارتے اور کاٹتے بڑھتے گئے دونوں
بسانِ موج، اوجِ ریگ پر چڑھتے گئے دونوں
ہٹا وہ دیکھ کر ان کو یہ پھر اس کے قریں پہنچے
جہاں بوجہل پہنچا دونوں لڑکے بھی وہیں پہنچے
وہ پختہ کار، یہ کمسن یہ پیدل اور وہ گھوڑے پر
لگا مرکب کدانے خشمگیں شیروں کے جوڑے پر
ہوئے خائف نہ دھمکی اور نمائش سے نڈر لڑکے
جھپٹ کر جا پڑے یہ شیر لڑکے بے جگر لڑکے
ہوا میں گونج اٹھیں رعد کی مانند تکبیریں
گریں بوجہل پر دو تیز خون آشام شمشیریں

دہن سے آہ نکلی، ہاتھ سے تیغ و سپر چھوٹی
گرا گھوڑا بھی کھا کر زخم دونوں کی کمر ٹوٹی
تڑپا لوٹتا آدھا زمیں میں دب گیا مرکب
کسی نے یہ نہیں دیکھا مگر مر کب گیا مرکب
لکھی تھی راکب و مرکب کی قسمت میں نگوں ساری
زمیں پر لوٹتے تھے اس طرف حیواں ادھر ناری
زباں سے چیختا اور کفر بکتا ہی رہا کافر
مدد گاروں کو چاروں سمت تکتا ہی رہا کافر
وہ جنگ آور رسالہ جس کے بل پر زور تھا سارا
اسی میں گھس کے دو کمزور لڑکوں نے اسے مارا ۲۳۵

جنگ بدر میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مٹھی کنکروں کی کافروں کی طرف پھینکی تھی، قرآن میں اللہ نے وما رمیت اذا رمیت۔۔۔کی آیۂ مبارکہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ۲۳۶ یہ کنکریاں پھینکنا ایک بہت بڑا معجزہ بن گیا۔ اس کی روداد حفیظ نے یوں بیان کی ہے:

بدل ڈالی رسالتؐ کی صدا نے جنگ کی صورت
کہ اتری چہرہ افروزانِ خون و رنگ کی صورت
نظر آیا کہ مٹی ایک دستِ نور نے پھینکی
خدا کے ہاتھ نے یا بازوئے مامورؐ نے پھینکی
یہ مشتِ خاک اڑ کر جا پڑی ناپاک چہروں پر
اداسی چھا گئی پرہول وحشتناک چہروں پر
اٹھی وادی میں اک آوازِ اعجازِ پیمبرؐ سے
کہ جیسے طشت میں گرتی ہے کوئی چیز اوپر سے
ہوا کا ایک تند و تیز جھونکا دوڑ کر آیا
اڑا کر ساتھ ننھے ننھے ریزے ریت کے لایا
کیا ان ریت کے ذروں نے حملہ جنگجوؤں پر
الٹ کر جا پڑا دامانِ صحرا زشت روؤں پر
لہو نتھنوں سے جاری ہو گیا اور پھٹ گئیں آنکھیں
گڑھے مٹی سے جیسے پٹ گئے ہوں پٹ گئیں آنکھیں
فلک پر دفعتۃً کچھ ابر کے ٹکڑے ہوئے ظاہر
نہاں تھا اس میں شاید نور یوں کا لشکرِ قاہر
یہ ابر آتے ہی گرجا دشمنوں کی فوج کے اوپر
سنگھوڑوں کے جیسے خاکیوں نے اوج کے اوپر
جھکا بادل اٹھی آندھی بہم مل جل گئے آخر
فضا میں لشکرِ قدرت کے پرچم کھل گئے آخر
برائے اہلِ ایماں یہ نشانِ نصرتِ حق تھا
ادھر حق سرخرو تھا اس طرف باطل کا منہ فق تھا
نہتوں کو سہارا مل گیا دستِ پیمبرؐ سے
زمانہ گونج اٹھا نعرۂ اللہ اکبر سے ۲۳۷

حفیظ واقعہ بیان کرتے ہوئے اخلاقی اسباق اور واقعاتی نتائج بھی بیان کرتے ہیں۔ ایسے اشعار زریں اقوال سے کم نہیں ہوتے کیونکہ ان میں حقائق بیان ہوئے ہوتے ہیں۔ اسی واقعے میں یہ دو شعر بھی ہیں:

بروئے بازوئے تقدیر، تدبیریں نہیں چلتیں
جہاں شمشیر چل جاتی ہے تقریریں نہیں چلتیں
مگر عشاق اپنی جان کی پروا نہیں کرتے
خدا سے ڈرنے والے موت سے ہرگز نہیں ڈرتے ۲۳۸

شاہنامہ کی تیسری جلد بدر میں شکست پر کفارِ مکہ کا جوشِ انتقام اور غزوۂ احد کے واقعات و نتائج پر مبنی ہے۔ چوتھی جلد میں مختلف سرایا کا ذکر ہے، جنگِ خندق کا بیان مکمل تفصیل کے ساتھ ہوا ہے۔ حفیظ نے شاہنامۂ اسلام لکھ کر بڑی خدمتِ اسلام کی ہے۔ اگر کہا جائے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مبارک کے حالات و غزوات کے منظوم بیان میں حفیظ سب سے آگے ہیں، تو غلط نہ ہوگا۔ ادبی حوالے سے بھی مثنوی کی تمام خصوصیات اس میں پائی جاتی ہیں۔ بیان کا تسلسل، کرداروں کا جوش اور دلی کیفیات، منظر کشی، اخلاقی اسباق، اعلیٰ پائے کی شاعری کی جملہ لفظی و معنوی خوبیاں اس میں موجود ہیں لہٰذا ادبی طور پر بھی شاہنامۂ اسلام اپنے انداز کی بہترین تصنیف ہے۔

حفیظ جالندھری کے شاہنامۂ اسلام کے متعلق سید شمیم احمد نے لکھا ہے:

> ''شاہنامۂ اسلام منظوم سیرتِ رسولؐ بھی ہے اور ایک عظیم کارنامہ، جس طرح نثر میں علامہ شبلی کی سیرت النبی کا اردو میں جواب نہیں، اسی طرح نظم میں ''شاہنامۂ اسلام'' بھی اپنی مثال آپ ہے۔'' ۲۳۹

فضل جالندھری (فضل محمد فضل......حسان الہند) ''معجزاتِ رسولؐ'':

فضل جالندھری نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزاتِ مبارکہ منظوم کیے ہیں۔ مثلاً معجزہ شق القمر، رجعتِ آفتاب، ہرن کی آزادی، معراج شریف، قرآن مجید وغیرہ کے تحت مثنوی کی ہیئت میں شعر کہے ہیں۔ ان معجزات کے بیان میں واقعہ تو ہے ہی، خالص نعتیہ مضامین بھی ہیں۔ ایسے ہی چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

زمانے بھر کے نکتہ چین و نکتہ بین و نکتہ ور
سخن دان و سخن سنج و سخن فہم و سخن پرور

محقق، فلسفی، اسقف، ادیب و منشی و فاضل
منجم، ساحر و رمّال و کاہن راہب و عامل

وہ استادِ زماں جو مدعی تھے علم و حکمت کے
بحالِ بے کسی، اُمّیؐ کے آگے جھک گئے سارے

سراپا نور عبداللہ کا فرزندِ لاثانی
شہنشاہِ عرب، فخرِ جہاں، محبوبِ صمدانی

یہ گردوں اس کی گردِ پاک کی رفعت کو کیا پہنچے
زمیں سے اڑ کے دم بھر میں جو تا سرِ عرش عُلا پہنچے ۳۳۰

آغا نوری: انہوں نے بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزات کو مثنوی کی ہیئت میں پیش کیا ہے۔ انہوں نے معجزات کو نو جلووں (اقسام) میں تقسیم کیا ہے:

i۔ا عالمِ معانی (اس میں قرآنِ مجید کی پیشین گوئیوں سے متعلق معجزات ہیں)
ب۔ بیماروں کی صحت سے متعلق
ج۔ ہدایت کے حوالے سے ظہورِ برکات
ii۔ عالمِ ملائکہ
iii۔ عالمِ انسان (احیائے موتی، مریضوں کی شفا، ہدایت سے متعلق ظہورِ برکات)
iv۔ عالمِ جنّات
v۔ عالمِ علوی (شق القمر، رد الشمس)
vi۔ عالمِ بسائط (ہجرت، چاہِ قبا وغیرہ)
vii۔ عالمِ جمادات
viii۔ عالمِ نباتات
ix۔ عالمِ حیوانات

عالمِ علوی میں میں سے ایک معجزہ ''رد الشمس'' بطور نمونہ درج ذیل ہے:

روایت ہے علی ابن ابو طالبؓ کے زانوں پر
تھے محوِ خوابِ صہبا میں جنابِ احمد سرور

بڑھا جاتا تھا مغرب کی طرف پیہم شہِ خاور
سیاہی چھانے والی تھی تمام اقصائے عالم پر

مثالِ عمر گزری جا رہی تھی عصر کی ساعت
علیؓ بے بس تھے خوابِ استراحت میں تھے آنحضرتؐ

سمجھتے تھے ادائے فرض میں دیر اب نہیں اچھی
نظر آتی نہ تھی لیکن کوئی صورت جگانے کی

یہ سوچے وہ اگر میں چپ رہوں تو شام ہوتی ہے
جگاتا ہوں تو پھر رسمِ وفا بدنام ہوتی ہے

قضا کر دوں نمازِ عصر، یہ غفلت نہیں اچھی
جگا دوں نیند سے آقا کو یہ جرأت نہیں اچھی

خرد محوِ تحیّر ہے کس الجھن سے پڑا پالا
ادھر خوف خدا ہے اور ادھر پاسِ شہ والا

جگانا میرا طبعِ شاہ پر گر بار ہو جائے
یقیناً میری ساری بندگی بیکار ہو جائے

یہ شکل بندگی بھی کم نہیں طرزِ عبادت سے
نبیؐ آرام فرما ہیں مرے زانو پہ راحت سے

نمازِ عصر چھوڑوں گا نمازِ عشق کیوں چھوڑوں
وفا کی رسم کا یہ سلسلہ توڑوں تو کیوں توڑوں

اٹھے پیغمبرؐ صادق جونہی آرام فرما کر
گزارش کی علیؓ نے اے خدا کے خاص پیغمبرؐ

مجھے افسوس ہے وقتِ نمازِ عصر کھو بیٹھا
سعادت ایک پائی، دوسری سے ہاتھ دھو بیٹھا

خدا را اب خدا سے بخشوا دو یہ خطا میری
یہی ہے مدعا میرا، یہی ہے التجا میری

یہ سن کر کی دعا فخرِ رسلؐ نے ہاتھ پھیلا کر
الٰہی! از سرِ نو عصر کا ہنگام پیدا کر

دعا ٹکرائی بابِ عرش سے محبوبِ باریؐ کی
اجالے سے مبدل ہوگئی فوراً ہی تاریکی

نکالی دھوپ بھی اپنے کرم سے ربِ اکبر نے
وضو کر کے ادا کی، پھر نمازِ عصر حیدرؓ نے

مکاں سے لامکاں تک آپؐ کی فرماں روائی تھی
خدا کے وہ، خدا ان کا، انہیں کی سب خدائی تھی

زمین و آسماں تھے تابع فرماں محمدؐ کے ۔۔۔ زمانہ کس طرح بھولے گا یہ احساں محمدؐ کے ۲۴۱

ان کے متعلق مولانا عبدالماجد دریابادی نے لکھا:

''آغا نوری درّانی کا شمار خوش نصیبوں میں ہے' انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو فسق کی نہیں' طاعت کی راہ میں لگایا اور ان سے کام حق وحقانیت کی صدق وصداقت کی اشاعت کا لیا ہے۔ وہ غالباً پنجاب بلکہ اس کے بھی دیہات کے ہیں لیکن حیرت ہے اور حیرت سے زیادہ مسرت کہ ان کی زبان میں لکھنؤ والوں کی صحت و سلامت' شستگی و لطافت ہے۔'' ۲۴۲

مولانا اقبال احمد خان سہیل: آپ ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۴ء کو پیدا ہوئے۔ معروف عالم دین اور شاعر تھے۔ مولانا شبلی نعمانی کے تلمیذِ رشید تھے۔ ان کی مثنوی ''حکایتِ ہستی'' مشہور ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ روزِ ازل جب ایوانِ وحدت کے پردہ میں کوئی ارتعاش پیدا نہ ہوا تھا تو ہستی کی کیفیت کیا تھی:

حسن کو جب التفاتِ عشوہ فرمائی نہ تھا ۔۔۔ کوئی جلوہ جب شریکِ بزمِ تنہائی نہ تھا
بزمِ ہستی بے نیاز گردشِ ایام تھی ۔۔۔ صبح کا یہ روئے روشن تھا نہ زلفِ شام تھی
جوش میں آیا یکایک بحرِ ناپیدا کنار ۔۔۔ قلزمِ وحدت سے اٹھی ایک موجِ بے قرار
حسن نے چاہا کہ بزمِ کن فکاں پیدا کرے ۔۔۔ یہ زمیں یہ ماہ و خور یہ آسماں پیدا کرے
بسکہ صہبائے تجلی تھی بہت مینا گداز ۔۔۔ خاک کے پتلے کو اس دولت سے بخشا امتیاز
وہ نقیبِ رحمۃ للعالمین پیدا ہوا ۔۔۔ جنسِ آدمؑ خاکیِ جنت نشیں پیدا ہوا
پھر مشیت نے یہ چاہا عہد کی تعمیل ہو ۔۔۔ مقصدِ انسانیت کی آخری تکمیل ہو
پیکرِ انساں میں ہو اس نورِ وحدت کا ظہور ۔۔۔ جس کے صدقے میں ہوا ہے بزمِ کثرت کا ظہور ۲۴۳

یہ اشعار فکری وفنی' ہر دو اعتبار سے بلند پایہ ہیں۔ شعریت اور حقیقی واقعہ نگاری ہم رنگ ہیں۔

چوتھا دور (۱۹۴۷ء کے بعد)

قیامِ پاکستان (۱۹۴۷ء) کے بعد مثنوی کی ہیئت میں نعت لکھنے والے بعض اہم شعراء: پاکستان کا قیام برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑا واقعہ اور ایک بہت بڑا تجربہ تھا۔ مہاجرین نے لٹ پٹ کر اور غیر مہاجرین نے سب کچھ آنکھوں سے دیکھ کر بہت کچھ سیکھا۔ تقسیم کے وقت کی قتل و غارت گری' جلد بھولنے والی نہیں تھی۔ سب کچھ چھن جانے' دوستوں' عزیزوں کی جدائی اور مستقبل کے خدشات نے لوگوں کو مذہب کی طرف مائل کرنے میں اساسی کردار ادا کیا۔ یہاں ملنے والی مذہبی آزادی اور اپنائیت کے احساس نے' نیز اپنی مذہبی رسومات کی ادائی میں مکمل آزادی نے بھی لوگوں کا ذہن نعت گوئی کی طرف موڑ دیا۔ نعت گوئی کا کارواں ایک خاص رفتار سے آگے بڑھتا رہا لیکن بیسویں صدی کی آخری تین دہائیوں نے اس کی رفتار برق جیسی ہوگئی۔ صدرِ پاکستان جنرل ضیاء الحق کی اسلام دوستی اور نعت خوانی ونعت گوئی کو پسند کرنے کی فطرت' نیز نعت خوانوں کو نوازنے اور نعت پر صدارتی ایوارڈ کے اجراء نے بھی اس عمل کو خاصا تیز کیا۔ اس دور میں نہ صرف نعت کے موضوع پر باقاعدہ رسائل وجراید نکلے' نعت نمبر شائع ہوئے بلکہ نعتیہ مجموعے اس کثرت سے شائع ہوئے کہ پہلے تمام ریکارڈ ٹوٹ گئے۔ اگر چہ ضیاء الحق کا دورِ نعت گوئی کے فروغ کے لئے بہت اہم اور بہ حد زرخیز ہے لیکن اس کام کا آغاز ان سے پچھلی حکومت میں ہو چکا تھا۔ سید فیضی لکھتے ہیں:

''۱۹۷۴ء میں پاکستان میں مذہبی امور کی وزارت قائم کی گئی۔ اس وزارت کی کاوشوں سے (مارچ) ۱۹۷۶ء میں ''بین الاقوامی سیرت کانگرس منعقد ہوئی۔ اس میں پاکستان کے علاوہ دنیا بھر کے اسلامی ممالک کے منتخب مفکروں اور مشاہیر نے شرکت کی۔ کانگریس کی ایک قرارداد کی رو سے یہ بھی فیصلہ ہوا تھا کہ ہر ملک کی طرف سے ربیع الاول کے مہینے میں قومی سطح پر سیرت کانفرنس منعقد کرنے کا اہتمام ہونا چاہیے۔ ۲۴۴

اردو میں نعتیہ مثنوی کا چوتھا دور قیامِ پاکستان ۱۹۴۷ء کے بعد شروع ہوتا ہے۔ یہاں اس دور کے بعض اہم اور نمائندہ نعتیہ مثنوی نگاروں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

سیماب اکبر آبادی (۱۸۸۰ء تا ۱۹۵۱ء): ان کے مجموعہ کلام ''سازِ حجاز'' میں ۲۳ شعروں کی ایک نظم ''خدا کا آخری پیغام'' مثنوی کی ہیئت میں ملتی ہے۔ سازِ حجاز کی شعری خوبیاں اس مثنوی میں بھی جلوہ گر ہیں۔ شاعر کی پختہ گوئی اور فن پر مہارت کی مثال یہ مثنوی بھی ہے۔ اس کے دو

شعر درج ذیل ہیں:

وہ نور النور جو آئینہ انوارِ سرمد ہے
حدودِ فہمِ انسانی میں نام اس کا محمدؐ ہے

جہانِ روح پر الہام مطلق ہے پیام اس کا
زبانِ روح میں کچھ اور ہو جاتا ہے نام اس کا ۲۴۵

سیماب نے مثنوی کی ہیئت میں ایک اور خوبصورت نعتیہ نظم ''معراجِ رسولؐ'' لکھی ہے۔ اس میں شاعرانہ کمال عروج پر ہے۔ شاعر نے معراج کے سلسلہ میں جس حسنِ تعلیل سے کام لیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس کے نزدیک حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت پر آسماں شکوہ سنج ہوا کہ اسے اس شرف سے محروم کیوں رکھا گیا اور زمین پر محبوب خدا کی ولادت کیوں ہوئی؟

کیوں نوازا فطرتِ بالا نشیں نے خاک کو
کیوں یہ ذلت خیز محرومی ملی افلاک کو

اس کا جواب یہ دیا گیا:

عالمِ ارضی کی ہے تخلیق مشتِ خاک سے
سب نبی پیدا ہوئے تھے اس کی خاکِ پاک سے

اس لئے ختم النبیؐ کو بھی وہیں پیدا کیا
اور کردی نسلِ انساں کے شرف کی انتہا

تم نہ گھبراؤ یہاں بھی ہم بلائیں گے انہیں
عرش پر اک رات کو مہمان بنائیں گے انہیں ۲۴۶

معراج سے سرکارؐ کی واپسی کی بھی ایسی ہی شاعرانہ توجیہہ پیش کی گئی ہے جس میں نعت کے اجزا ظاہر ہیں:

تھا یہ منشا اب یہیں رہ جاؤ اے میرے حبیبؐ
عرش و کرسی کو تمہارا فخرِ قربت ہو نصیب

سلسبیل و کوثر و تسنیم کو دو آبرو
گلشنِ فردوس کو حاصل ہو تم سے رنگ و بو

ہوگئے خاموش یہ سن کر رسول مجتبےٰ
کہہ رہا تھا چپکے چپکے دل کہ جو تیری رضا

عرش گھبرایا وقارِ سیدِ ابرار سے
آسماں خم ہوگئے انسانیت کے بار سے

کوثر و تسنیم پر طاری ہوا یکسر سکوت
تھا ملائک کی زباں پر وردِ حیٌ لا یموت

رنگ جنت کا بھی اس تجویز سے فق ہوگیا
فیصلہ جو کچھ ازل کا تھا وہ برحق ہوگیا

لوٹ آئے جانبِ دنیا رسولِ کائنات
پیکرِ مردہ میں جیسے عود کر آئے حیات

محفلِ انساں میں پھر انسانِ کامل آگیا
قالبِ کونین میں کونین کا دل آگیا

عرشِ عالی ظرف انساں کے نہ قابل ہوسکا
آسماں بارِ نبوّت کا نہ حامل ہوسکا

جلوۂ احمدؐ سے دنیا ضو فشاں کردی گئی
یہ امانت پھر سپردِ خاکداں کر دی گئی ۲۴۷

سیماب ایک اہم اور منفرد نعت گو ہیں۔ انہوں نے بہت سی شعری ہیئتوں میں نعتیہ کلام کہا ہے۔ سازِ حجاز میں مثنوی کی ہیئت میں پائی جانے والی نظمیں بھی فکری و فنی ہر دو لحاظ سے قابلِ تحسین ہیں۔

شہاب امروہوی: ان کی ایک نعتیہ مثنوی میلاد کے موضوع پر ہے جو آستانہ دہلی میں شائع ہوئی۔ اس میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت سے پہلے کے عربوں کے حالات بیان کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کا ذکر ہے اور برکاتِ ولادت کا بھی:

ہوا ناگاہ مہرِ جلوۂ پیغمبرِ اطہر
عرب کے خطۂ تاریک میں ہر سو ضیا گستر

یکا یک بجھ گئے آتشکدے جتنے تھے دنیا میں
ہوئے بت سرنگوں لرزہ پڑا ایوانِ کسریٰ میں

عرب کا ذرہ ذرہ بن گیا رشکِ مہ و اختر
نظر اس وادیٔ ظلمت میں آیا نور کا منظر

فضائے دہر میں چھیڑا ربابِ معرفت اس نے
کیا اہلِ جہاں کو کامیابِ معرفت اس نے

چلایا جادۂ توحید پر خضرِ ہدایت نے
اجالا کر دیا عالم میں خورشیدِ رسالت نے ۲۴۸

ضیاء اللہ قادری بدایونی: ضیاء اللہ قادری بدایونی کا نعتیہ مجموعہ ''نغمۂ ربانی'' سراسر مثنوی کی ہیئت میں ہے۔ ۵۶ صفحات پر مشتمل اس طویل مثنوی کی بحر حفیظ کے شاہنامۂ اسلام والی ہے۔ آغاز حمد و نعت سے ہوتا ہے پھر آفرینش کے زیرِ عنوان حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نورِ پاک کا ذکر پاک ہے۔ تخلیقِ کائنات کے حوالے سے عرش، بہشت، کرسی، لوح و قلم کی پیدائش کا ذکر ہے، پھر پیدائشِ حضرت آدمؑ اور ان کے شرف کا بیان ہے۔ اس میں نعتیہ عناصر کے حوالے سے یہ اشعار ملاحظہ کیجئے:

کھلی جب آنکھ آدم کی تو دیکھا عرش پر لکھا
بخط نور نام مصطفےٰ کا خوشنما طغرا
بصد آداب پوچھا اے خدایہ نام کس کا ہے
محمدؐ کون ہیں دینِ میں اسلام کس کا ہے
ہوا ارشادِ حق یہ باعثِ تکوین عالم ہیں
ہیں ختم الانبیاء، تخلیق میں سب سے مقدم ہیں ۲۴۹

پھر حضرت حواؑ کا ذکر، آبادیٔ عالم، طوفانِ نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ کا خواب، اصحاب فیل کا واقعہ مذکور ہوا ہے، پھر حضرت عبداللہؓ (والد گرامی رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے حسن و جمال اور ان کی قربانی کا ذکر ہے۔ آثارِ ولادت کے حوالے سے یہ اشعار دیکھئے:

جہاں کا رنگ بدلا، باغ عالم میں بہار آئی
ہزاروں نزہتیں لیکر نسیم خوشگوار آئی
مٹیں بربادیاں آثار قحط و خشک سالی کی
بلائیں رد ہوئیں سب تنگدستی تنگ حالی کی
ہوئے الحمد للہ وہ حبیبِ کبریا پیدا
کئے اللہ نے جس کے لئے ارض و سما پیدا
وہ جب آئے تو بزمِ کن فکاں بہرِ سلام آئی
سلامی بن کے دنیا جانبِ خیرالانام آئی

آخر میں سلام کے اشعار ہیں۔ اس مثنوی پر حفیظ جالندھری کے فکر وفن کے واضح اثرات ہیں بلکہ اس مثنوی کے لکھنے کا باعث ہی ایک فرمائش بنی۔ ضیاء اللہ قادری کے بھتیجے شکیل ضیائی قادری راوی ہیں۔

> "۱۳۵۵ء (کذا............ھ) میں جب بدایوں میں حسنِ اتفاق سے ابوالاثر حضرت حفیظ جالندھری نے اپنی ترنم ریزیوں اور شاہنامہ اسلام کی جاذب توجہ نظموں سے اہلِ بدایوں کے قلوب میں سوز و گداز کی تازہ لہر پیدا کی۔ میں نے حضرت قبلہ سے التجا کی کہ تذکرہ ولادت باسعادت حضور رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اروا حنالیم الفدا اا پنے گھر کی مجلس یعنی شب دوازدہم شریف حضور میں پڑھنے کے لئے تحریر فرمایئے۔ دوسرے ہفتے ہی مجھے اور برادر عزیز محمد میاں قادری سلمہ کو داتا گنج بلایا گیا اور تقریباً چار سو اشعار کا مجموعہ ہم دونوں بھائیوں کے حوالہ کر دیا گیا۔" ۲۵۰

یہ حفیظ کے اثرات کی خارجی شہادت ہے لیکن بعض اشعار بھی داخلی طور پر حفیظ کے اثرات کی گویا منادی کر رہے ہیں، مثلاً

دریچے کھل گئے قصرِ جناں، ایوانِ جنت کے
ہوئے مصروف گل پاشی پرے حورانِ جنت کے

اور حفیظ کہتے ہیں:

ندا آئی دریچے کھول دو، ایوانِ قدرت کے
نظارے خود کرے گی آج قدرت شانِ قدرت کے

شاعر نے واقعات کی صحت کا خصوصی خیال رکھا ہے۔ شاعر کے عقیدے کی خوشبو مصرع مصرع میں محسوس کی جاسکتی ہے۔ شاعر کی دوسری مثنوی کا موضوع معراج شریف ہے۔ بحر، اسلوب اور لفظیات یہی ہیں۔ یہ بھی ایک کامیاب مثنوی ہے۔

ماہر القادری "ذکرِ جمیل": مولانا ماہر القادری نے "ظہورِ قدسی" کے عنوان سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت با سعادت پر جو نذرانہ نعت پیش کیا ہے وہ مثنوی کی ہیئت میں ہے۔ بلاشبہ اردو ادب میں یہ ایک خاصے کی نظم ہے۔ نہ شاعر کی وارفتگی میں کہیں کمی نظر آتی ہے اور نہ اس کا قلم جادۂ احتیاط سے باہر نکلتا ہے۔ لفظوں کا چناؤ، تراکیب سازی، روانی، تقدس کا خاص احساس اس نظم کی نمایاں خصوصیات ہیں اور شعریت، وہ تو مولانا کے شعر شعر سے ظاہر ہورہی ہے۔ چند منتخب اشعار:

سحر کا وقت ہے معصوم کلیاں مسکراتی ہیں
ہوائیں خیر مقدم کے ترانے گنگناتی ہیں
بہارِ شبنمِ گُل چُورہے کیفِ جوانی میں
نہا کر جیسے آئی ہے ابھی کوثر کے پانی میں
خوشی کے گیت گائے جا رہے ہیں آسمانوں پر
درودوں کے ترانے ہیں فرشتوں کی زبانوں پر
طرب کے جوش سے ایک ایک ذرہ مسکراتا ہے
زمیں کی آج قسمت پر فلک کو رشک آتا ہے
برستے ہیں گہر انوار کے میزاب رحمت سے
کبوتر رقص میں ہیں بامِ کعبہ پر مسرت سے
مسرت کے اثر سے مثلِ صبحِ خلد میں خنداں
حرم کے در، منیٰ کی وادیاں، عرفان کا میداں

ولادت باسعادت کے بعد مبارک باد کا نغمۂ نوری گونجتا ہے:

ابھی جبریل اترے بھی نہ تھے کعبہ کے منبر سے
کہ اتنے میں صدا آئی یہ عبداللہ کے گھر سے

مبارک ہو شہِ ہر دوسرا تشریف لے آئے — مبارک ہو محمد مصطفیٰؐ تشریف لے آئے
مبارک رہبروں کے پیشوا تشریف لے آئے — مبارک صدرِ بزمِ انبیاء تشریف لے آئے
مبارک پیکرِ صبر و رضا تشریف لے آئے — مبارک جدِ شاہِ کربلا تشریف لے آئے
مبارک حسن کو حسنِ ادا تشریف لے آئے — مبارک مظہرِ انوارِ حق تشریف لے آئے
وہ آئے جن کو رازِ کُن فکاں کا پردہ در کہیے — وہ آئے جن کو حق کا آخری پیغامبر کہیے ۲۵۱؎

''ذکرِ جمیل'' میں مولانا ماہر القادری نے ''جانوروں سے حسنِ سلوک'' کے عنوان سے ایک مختصر مثنوی لکھی ہے۔ کچھ منتخب اشعار ملاحظہ کیجیے:

ایک دن اک باغ میں پہنچے حضور — بن گیا ہر ذرہ رشکِ شمعِ طور
صحن میں اس باغ کے اک اونٹ تھا — صدمۂ جوع و عطش میں مبتلا
بلبلا اٹھا ستم کش جانور — رحمتِ عالمؐ کو آتا دیکھ کر
آئے سردارِ جہاں اس کے قریب — جاگ اٹھے اونٹ کے خفتہ نصیب
سر پہ اس کے ہاتھ پھیرا پیار سے — جانِ رحمت راحتِ کونینؐ نے
ہوگئے بے چین سردارِ عرب — اونٹ کے مالک کو فرمایا طلب
خدمتِ اقدس میں وہ حاضر ہوا — اس سے یوں حضرت نے سختی سے کہا
بے زباں کا اور یہ حالِ حزیں — غالباً تجھ کو خدا کا ڈر نہیں
سن کے یہ ارشاد مالک کانپ اٹھا — کام اس جملہ نے نشتر کا کیا
کی گئی تعمیلِ ارشادِ نبیؐ — اونٹ کو تسکین حاصل ہوگئی ۲۵۲؎

اگر چہ مندرجہ بالا اشعار انتخاب ہیں تاہم واقعہ کی تفصیل سامنے آجاتی ہے۔ بیان کا تسلسل اور مجموعی روحانی فضا کا سلسلہ ٹوٹتا نہیں۔ مولانا ماہر القادری کی ایک اور نعتیہ نظم ''حریتِ کاملہ کا مبلغِ اعظمؐ'' بھی مثنوی کی ہیئت میں ہے۔

ڈاکٹر مسعود رضا خاکی: ڈاکٹر مسعود رضا خاکی کے نعتیہ مجموعے ''معراجِ سخن'' میں یہ نظم ''عیدِ میلاد النبیؐ پر منظوم تقریر'' مثنوی کی ہیئت میں ملتی ہے۔ چند اشعار بطور نمونہ:

عزیزانِ ملت گرامی مقام — اگر اذن ہو تو کروں کچھ کلام
زبان و ادب کا مقرر ہوں میں — مگر لوگ کہتے ہیں شاعر ہوں میں
یہ محفل ہے سیرت کے اذکار کی — ہماری عقیدت کے اظہار کی
ثنائے جنابِ رسولِ خدا — عبادت ہے بے حد قبولِ خدا
صفاتِ الٰہی کے مظہر ہیں وہ — بشیر و نذیر و پیمبر ہیں وہ
اگر آپ چاہیں خدا کے حبیب — تو پھر اوج پر ہو ہمارا نصیب ۲۵۳؎

باقی صدیقی: ان کی نعتیہ نظم ''مدینے سے آنے والے بتا'' مثنوی کی ہیئت میں ہے۔ بطور نمونہ چند شعر:

کوئی تو بات مدینے سے آنے والے بتا — رہے ہیں کیسے مئے عشق کے پیالے بتا
مجھے بتا کہ وہ شہرِ جمال کیسا ہے — مسافروں کا مکینوں کا حال کیسا ہے
جہاں ہے روضۂ اقدس وہ کیا گلی ہوگی — کسی چمن میں نہ ایسی کوئی کلی ہوگی
حرم کے بعد وہی تو ہے اک مقامِ حیات — کہ جس کی دید سے ہوتی ہے آدمی کو نجات ۲۵۴؎

حافظ مظہر الدین مظہر: حافظ مظہر الدین مظہر نے اپنے طویل ''سفرنامۂ حجاز'' کا کچھ حصہ مثنوی کی ہیئت میں لکھا ہے۔ چند منتخب شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

کیا مستی و کیف کا سماں تھا — جب میں رہِ طیبہ کو رواں تھا
نغمات تھے لب پہ عاشقانہ — جبریل کی لے تھا ہر ترانہ
اے سرورِ سروران عالم — ہادی پیمبرانِ عالم
سلطانِ جہانِ خوش جمالاں — حامی و انیسِ خستہ حالاں
مجبور کو اذنِ حاضری دے — بندے کو مقامِ بندگی دے
سر میرا ہو تیرا آستاں ہو — یوں درد کی داستاں بیاں ہو ۲۵۵

مجید امجد (عبدالمجید امجد ۱۹۱۴ء تا ۱۹۷۴ء): دورِ حاضر کے وسیع کینوس کے بے حد اہم شاعر، فکری وفنی لحاظ سے عظیم صلاحیتوں کے مالک، شعری ہیئتوں میں وقیع تجربات کرنے کے حوالے سے بھی یادگار کام کیا۔ علامہ اقبال ﷫ کے بعد قابلِ ذکر شعراء میں شامل ہیں۔ اگر چہ مجید امجد نے غزل بھی لکھی لیکن ان کا بنیادی حوالہ نظم ہی ہے۔ نظم پابند بھی اور آزاد بھی، ہر نوع میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ ''نعتیہ مثنوی'' کے عنوان سے ان کی ایک طویل نظم ۹۷۔ اشعار پر مشتمل ہے۔

یہ مثنوی بالکل جدید انداز کی حامل ہے۔ ذیلی ورسمی قیود سے آزاد، اپنی دھن میں مسلسل آگے بڑھتی سوچ، لفظ لفظ نور، مصرع مصرع نگینہ، شعر شعر مٹھاس سے بھرا ہوا ہے۔ آغاز میں بعثت سے پہلے کے مکی دور کی ایک جھلک ہے:

شہرِ مکہ بتوں کی بستی ہے — چار سو تیرگی برستی ہے
لو وہ اک نور کی کرن پھوٹی — بزمِ آفاق جگمگا اٹھی

اب دیگر شعراء کے برعکس شاعر نے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بالکل اس انداز سے دیکھا ہے کہ ایک انسانِ کامل کیسے مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے دشمنوں میں زندگی بسر کرتا ہے:

دیکھنا اک یتیم بے ساماں — بے نوا، کم سخن، تہی داماں
جس نے یوں سال و سن گزارے ہیں — بھوک میں اپنے دن گزارے ہیں
پیرہن تن پہ تار تار اس کا — کوئی محرم نہ دوستدار اس کا
تپتی ریتوں پہ محوِ خواب کہیں — تیز کانٹوں سے زخمیاب کہیں
چلتی تیغوں کے درمیاں کبھی — کنکروں سے لہولہان کبھی

ان مصائب کے باوجود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رویہ کتنا مشفقانہ اور عظیم ہے:

ہاں مگر لب جب اس کے ہلتے ہیں — دل کے مرجھائے پھول کھلتے ہیں
جب وہ پیغامِ حق سناتا ہے — وجد میں دو جہاں کو لاتا ہے

اس کے بعد ہجرتِ سرکار کا ذکر ہے:

سوئے یثرب نبیؐ کی باگ اٹھی — کفر کے خرمنوں سے آگ اٹھی
روئے صحرا کے ٹیلے ٹیلے پر — آج قدغن ہے ہر قبیلے پر
اس طرف سے رسول اگر گزرے — تو وہ کٹوا کے اپنا سر گزرے
آہ وہ راستہ بیاباں کا — خطِ نوری جبینِ ایماں کا

شاعر جب تصور کرتا ہے کہ اس کا محبوب نبی صحراؤں میں سفر کرتا سوئے مدینہ رواں ہے، ناقہ راستوں کو رشکِ ماہ بنا رہا ہے تو اس کے دل کی محبت گویا ناقہ کے ساتھ چلنے لگتی ہے۔ شاعر کے دلی جذبات کس خوبصورتی سے سامنے آتے ہیں:

نقشِ پا دے کے جس کے سینے کو — میرا آقا گیا مدینے کو
کاش وہ خاک مجھ کو مل جائے — سرمۂ پاک مجھ کو مل جائے
میں اسے رکھ کے آنکھ کے تل میں — آنکھ کے تل میں، دیدۂ دل میں
جگمگاتا پھروں زمانے میں — زندگی کے سیاہ خانے میں

شاعر حسنِ خیال میں مدینہ منورہ پہنچ جاتا ہے اور مدنی دور کی پرنور ساعتیں دیکھتا ہے:

جو نبیؐ کے قریب ہیں وہ لوگ　　کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ
اس کے ابرو کے اک اشارے پر　　تیرتے ہیں لہو کے دھارے پر
ان کے قدموں میں دولتِ کونین　　ان کا ایک ایک سانس بدر و حنین

شاعر خیال ہی خیال میں جنگِ احد کے مناظر دیکھتا ہے، وہ اس واقعے کا خصوصی ذکر کرتا ہے جب ایک صحابی اپنی جان دے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلواروں کی زد سے بچاتا ہے۔ جب اس کی لاش پیشِ نبیؐ لائی جاتی ہے تو ابھی زندگی کی رمق باقی ہوتی ہے۔ وہ شہید ہونے سے پہلے آخری وقت میں کائنات کا سب سے خوبصورت کام کرتا ہے:

ابھی کچھ اس میں ہوش باقی ہے　　اک نفس کا خروش باقی ہے
دمِ آخر کے وقتِ مشکل میں　　ابھی کچھ آرزو سی ہے دل میں
اپنے سینے کے بل گھسٹتا ہے　　پائے محبوبؐ سے چمٹتا ہے
ان کے قدموں کو چوم لیتا ہے　　مسکراتا ہے جان دیتا ہے

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ وہ منظر ہے، جس کی نظیر کہیں اور نہیں مل سکتی۔ مجید امجد اس اوجِ سعادت پر بے قابو ہو کر کہتے ہیں:

آہ یہ رتبۂ فدائے نبی　　آخری سانس اور بہ پائے نبیؐ
کیا محبت ہے کیا ارادت ہے　　موت ان کے لیے عبادت ہے

اسی طرح شاعر جنگِ موتہ میں عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داستانیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر سناتا ہے۔ شاعر آخر میں یہ نتیجہ نکالتا ہے:

جس کے سر پر نبیؐ کا سایہ ہے　　اس کی دنیا ہے اس کی مایا ہے
روح میں شورشیں زمانوں کی　　سانس میں کروٹیں جہانوں کی
دل میں سامان سو اجالے کا　　ہاتھ میں پلّو کملی والے کا ۲۵۶

ان اشعار میں شاعر کا دل دھڑکتا محسوس ہوتا ہے۔ الفاظ کتنے سادہ لیکن معانی کتنے بلند ہیں۔ اگر مثنوی میں منظر نگاری، جذبات نگاری اور کردار نگاری نیز اخلاقی سبق کو تلاش کرنا ہو تو مجید امجد کی اس مثنوی میں سب کچھ موجود ہے اور اعلیٰ سطح پر موجود ہے۔ شاعر نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مافوق الفطرت حوالوں سے نہیں بلکہ عام زندگی سے ہم آہنگ حوالوں سے دیکھا ہے اور دوسرے انسانوں میں اس نورانی سیرت سے اخذِ نور کی روح پھونکی ہے۔ جدید دور میں اس جدید تر شاعر کی یہ نعتیہ مثنوی نعتیہ ادب کا وقیع حوالہ رہے گی۔

اختر الحامدی: معروف نعت گو ان کی ایک مثنوی کا موضوع معراج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس مثنوی کی بحر بہت رواں اور نغمہ باز ہے۔ مسجد اقصیٰ میں انبیاء کی نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امامت کرانا ایک بڑا اعزاز ہے۔ اختر الحامدی اسے یوں بیان کرتے ہیں:

امامِ انبیاء ہوئے خدا کا یہ بھی راز ہے　　نبی تمام جان لیں یہی شہِ حجاز ہے
حبیب کبریا ہیں یہ تمہارے پیشوا ہیں یہ　　تم ان کے مقتدی ہو سب، تمہارے مقتدا ہیں یہ
زمیں سے تا بہ آسماں، انہی کی مملکت تو ہے　　بہشت و عرش و فرش پر انہی کی سلطنت تو ہے
محبّ ہوں میں حبیب یہ، انہیں ہے اختیار کل　　یہ راز تھا کہ جان لیں تمام انبیاء رُسل ۲۵۷

اختر الحامدی کے کلام میں بلا کی روانی اور تاثیر ہے۔ فکر و فن پر استادانہ گرفت رکھتے ہیں۔ منظر کشی کی خوبی الگ ہے۔ دل کے جذبات پیش کرنے میں بھی کمال حاصل ہے۔ اسی معراج نامہ میں سراپا نگاری کی جھلک بھی ملتی ہے:

جبیں یہ وہ ہے جس سے پائیں ماہ و خور نے تابشیں　　یہ چشم وہ ہے جس سے ہوتی ہیں کرم کی بارشیں
یہ پاک زلف جس کی مدح کیجئے تمام رات　　زمیں سے تا جناں ہے جس کی بو سے مشکفام رات
یہ عارضِ حسین ہے کہ چودھویں کا چاند ہے　　یہ چاند کیا ہے مہر بھی یہاں خجل ہے ماند ہے
جو طور پر دکھائی تھی ذرا جھلک وہی تو ہے　　زمیں سے تا بہ لامکاں اسی کی روشنی تو ہے
نہیں نہیں یہ مراٰتِ جمالِ ذوالجلال ہے　　قسم خدا کی خود گواہ صاحبِ جلال ہے ۲۵۸

اختر الحامدی کا مجموعۂ کلام ''نعت محل'' مقبولِ عام ہے، جس کا ایک حصہ مثنوی پر بھی مشتمل ہے۔ ان کی مثنوی ''نور العرفان'' ولادتِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موضوع پر ہے۔ اس میں نعتیہ مضامین کی جھلک دیکھئے:

ہے عرش پر اقتدار جن کا ہے فرش پر اختیار جن کا
ہے چودہ طبق پہ جن کی شاہی ہیں جن کے ملائکہ سپاہی
جو قاسمِ رزق کبریا ہیں محبوبِ خدائے دوسرا ہیں
وہ بے کسوں بے بسوں کا حامی جن کے بشر و ملک سلامی
ہر کور وضعیف کا سہارا وہ آمنہ بی کا ماہ پارا ۲۵۹؎

ساعتِ ولادت کا روح پرور اور ایمان افروز ذکر کس خوبی سے کیا ہے:

حوروں نے لباس نور پہنا قدرت سے ملا حسین گہنا
شاغل بہ درود ہیں فرشتے مائل بہ سجود ہیں فرشتے
ہے عالمِ وجد و کیف میں عرش سجدے میں جھکا ہے جانبِ فرش
خوں اب نہیں کفر کی رگوں میں بت اوندھے پڑے ہیں مندروں میں
نزدیک ہے آمدِ شہِ دیں زنجیروں میں قید ہیں شیاطیں
وہ دیکھئے اڑ رہا ہے کیسا کعبے پہ محمدیؐ پھریرا
پرنور مکاں ہے آمنہؓ کا گھر رشکِ جناں ہے آمنہؓ کا ۲۶۰؎

اسی مثنوی میں اختر نے حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سراپا مبارک بھی بیان کیا ہے:

اللہ رے وہ حسین پیکر جس پہ ہو نثار ماہِ انور
ابرو ہیں کہ نور کی کماں ہیں محرابِ سجود گاہِ جاں ہیں
عیدین کے دو ہلالِ انور والنجم اذا ہوئی کے مظہر
آنکھیں ہیں کہ نور کے کٹورے صہبائے طہور کے کٹورے
رخسار ہیں مخملیں گلابی آئینوں میں ضو ہے آفتابی
بینی ہے کہ ہے الف خدا کا یا آخری حرف مصطفےٰ کا ۲۶۱؎

مثنوی کا مضمون اسی والہانہ پن سے آگے بڑھتا ہے۔ شاعر سلام کے شعر بھی لکھتا ہے' آخر میں شاعر درِ مصطفےٰ سے بھیک کا سوالی ہوتا ہے:

جو کچھ بھی ہوں میں برا بھلا ہوں سگ ہوں میں ترا ترا گدا ہوں
مانگوں جو آج مراد پاؤں جھولی میں حضور بھر کے جاؤں
سرکار پہ حال سب ہے روشن محشر میں رہوں میں زیرِ دامن
سب اہل و عیال کے سروں پر ہو سایۂ گیسوئے مطہر
اک اور ہے التجا ذرا سی دیدار کی ہے نگاہ پیاسی ۲۶۲؎

اختر الحامدی کے کلام کی روانی دامن دل کو کھینچتی ہے۔ اسلوب بیاں دل پر اثر کرتا ہے۔ تشبیہات کا معاملہ بہت نازک ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے مشبہ بہ ڈھونڈنا کتنا مشکل ہے' کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے زیادہ حسین کوئی مخلوق ہے ہی نہیں لہٰذا مشبہ بہ تلاش کرنا۔۔۔ یہ وہ مقام ہے جہاں انسان بے بس ہو جاتا ہے لیکن اختر کس آرام سے کہہ رہے ہیں:

بینی ہے کہ ہے الف خدا کا یا آخری حرف مصطفےٰ کا

یہاں شاعر کا فن واقعی قابلِ داد ہے۔ اختر کی یہ مثنوی ایک بھرپور ذو قیع وطویل مثنوی ہے جو اپنے انداز کی دیگر مثنویوں سے کسی طرح کم نہیں۔ سادگی اور سلاست اس کی مزید خوبیاں ہیں۔

فیض (مولانا سید فیض الحسن شاہ آلو مہار شریف): ان کے نعتیہ مجموعہ ''ارمغانِ فیض'' میں مثنوی کی ہیئت میں ان کی نظم

''طلوعِ مہر فاراں'' ملتی ہے۔اس میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت مبارکہ اور اس کے فیوض و برکات کا ذکر بہت والہانہ انداز میں کیا ہے:

جانے کس نے دل کے تاروں کو چھوا مضراب سے — روحِ خفتہ ایک ہی جنبش میں جاگی خواب سے
منتشر افراد اک دستے میں وابستہ ہوئے — آہوانِ دشت اک حلقے میں پابستہ ہوئے
ذرے جب باہم ملے خورشید زر افشاں بنے — قطرے باہم مل گئے اور بحرِ بے پایاں بنے
ہوگئی شہرت خدا کے آخری پیغام کی — اور بنا رکھی گئی قومیتِ اسلام کی
ہاں فضائے گلشنِ اسلام ہر سو ایک تھی — پھول تھے ہم رنگ سارے اور خوشبو ایک تھی ۲۶۳؎

مولانا مشہور مبلغ اور اپنے انداز کے منفرد مقرر تھے۔ان کی تقریر میں ایسی دلکشی ہوتی تھی کہ لوگ ذوق و شوق سے انہیں سنتے تھے۔ان کے نعتیہ کلام میں بھی ان کے مقررانہ انداز کی جھلکیاں محسوس کی جا سکتی ہیں۔انہیں عربی'اردو'پنجابی زبانوں پر مہارت حاصل تھی اور ادبیات کا مطالعہ بھی وسیع تھا۔ اس کے اثرات ان کی نعتوں میں موجود ہیں۔

مسرور کیفی: ان کی مثنوی ''ہالۂ نور'' مشہور ہے۔اس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لطف و کرم کا بیان ہے۔مدینہ منورہ میں پھر حاضری کی درخواست'بیماری سے خلاصی کے علاوہ حالاتِ حاضرہ کی اصلاح کی درخواست ہے:

دامن مرا مراد سے ایسا تو بھر دیا — قیدِ غمِ حیات سے بیگانہ کردیا
میرے حضور میں نے اگر زخم کھائے ہیں — واللہ مجھ کو آپ بہت یاد آئے ہیں
بیمار ہوگیا ہوں شفا چاہتا ہوں میں — شہرِ عرب کی آب و ہوا چاہتا ہوں
فتنہ فساد آج بھی امت میں عام ہے — اس کے بھی سدِ باب کا طالب غلام ہے ۲۶۴؎

نواب علی قاضی'ایم۔اے: نواب علی قاضی نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی مبارک کے واقعات نظم کیے ہیں۔ ان کا مجموعہ ''رسولِ کریمؐ'' گویا منظوم سیرتِ رسولؐ ہے۔نواب علی قاضی واقعہ نگاری میں محتاط رویہ اپناتے ہیں۔اگرچہ شعریت بھی ان کے ہاں ملتی ہے لیکن فوقیت واقعہ نگاری کو دی ہے۔عرب کے ابتدائی حالات'اجداد حضورؐ'ولادت باسعادت'بعثت'دعوت'ہجرت'طائف کا سفر'جنگِ بدر'احد' احزاب'خیبر'موتہ'حنین'تبوک کے واقعات پھر ذکرِ وفات ہے۔۱۷۶ صفحات میں شاعر نے تمام اہم واقعات بیان کر دیے ہیں۔شاعر کے اخلاص کا یہ عالم ہے کہ کہیں تخلص نظر نہیں آیا۔طائف کے سفر سے واپسی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جنات سے ملاقات کا واقعہ یوں بیان ہوا ہے:

نبیؐ چلتے چلتے گئے تھے کہاں — وہ طائف و مکہ کے تھے درمیاں
جو طائف کے خونریز تھے راہ گزر — تو مکے کے دشمن تھے دیوار و در
مگر آپ نخلہ میں ٹھہرے ذرا — تو دل کا چمن ہوگیا سب ہرا
خدا ساتھ تھا اور ذکرِ خدا — نئی اور بھی آرہی تھی صدا
نبیؐ پڑھ رہے تھے جو قرآن کو — سناتے نہ تھے آج انسان کو
نئے آج تھے سننے والے وہاں — سناتی تھی بے شک نبیؐ کی زباں
وہ جنات تھے جو چلے آئے تھے — نبیؐ پر جو ایمان بھی لائے تھے
سنا خود نبیؐ سے جو قرآن کو — تو دے دی جگہ دل میں ایمان کو
اندھیرے میں تھی نور کی یہ کرن — جو تھی حرکتِ کفر پر خندہ زن
پُر آشوب و پُر ہول تو تھے یہ دن — رسولؐ خدا تھے مگر مطمئن
وہ مقتل کی جانب چلے بے دھڑک — نہ تھا خوف کوئی نہ کوئی جھجک
وہ مکے میں پھر کام کرنے لگے — پیامِ خدا عام کرنے لگے ۲۶۵؎

سحر انصاری: پروفیسر سحر انصاری نے حضرت مرزا مظہر جان جاناں کی ایک فارسی نعت کا اردو میں منظوم ترجمہ کیا ہے اور زبان اور شعر کی بحر وہ استعمال کی ہے جو مرزا مظہر جان جاناں کے عہد میں رائج تھی۔اس نعت اور ترجمے کو ''ایک شاہکار نعت'' کے زیرِ عنوان'نعت رنگ کراچی میں شائع کیا گیا۔نمونہ دیکھیے:

خدا در انتظارِ حمد ما نیست ہماری حمد کا طالب خدا نہیں
محمدؐ چشم بر راہ ثنا نیست محمدؐ چشم بر راہ ثنا نہیں
محمدؐ از تو می خواہم خدا را رہوں خواہاں محمدؐ سے خدا کا
الٰہی از تو حُبِّ مصطفےٰ را خدا سے وصفِ حُبّ مصطفےٰ کا
دگر لب وا مکن مظہر فضولیست نہیں مظہر مناسب بالارادہ
سخن از حاجت افزوں تر فضولیست سخن کرنا ضرورت سے زیادہ ۲۶۶؎

حافظ لدھیانوی (حافظ سراج الحق لدھیانوی): آپ ۷ جولائی ۱۹۲۰ء کو پیدا ہوئے اور ۱۶ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو وفات پائی ۲۶۷؎

-آپ عہدِ حاضر میں بہت اہم نعت گو تھے۔ کبھی غزل کہتے تھے' پھر صرف نعت کے ہو کر رہ گئے۔ پچیس سے زیادہ نعتیہ مجموعے یادگار چھوڑے۔ ملک گیر شہرت کے حامل تھے۔ بلاشبہ ان کا شمار اکابرینِ نعت میں ہوتا ہے۔ زیادہ کلام تو غزل کی ہیئت میں کہا لیکن مثنوی کی ہیئت میں نعتیں لکھیں۔ ان کے پہلے مجموعے ''ثنائے خواجہ'' میں اللہ کی حمد بھی مثنوی کی ہیئت میں۔ اس میں بھی نعتیہ خوشبو ہے۔

کیا حمد بیاں ہو مجھ سے تیری میں کیا ہوں بساط کیا ہے میری
سینے کو متاعِ نور دے دے ذرے کو جمالِ طور دے دے
یوں قلب کو آئنہ بنا دے روشن ہو نورِ مصطفےٰؐ سے
دل محوِ جمالِ کبریا ہو لب پر مرے وردِ نعت کا ہو
آنکھوں کو عطا ہو در فشانی حافظ رہے محوِ نعت خوانی ۲۶۸؎

حمد و دعا کے بعد پہلی نظم (نعت) بھی مثنوی کی ہیئت میں ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے متعلق ہے:

وہ صبحِ نور سیاہی چھٹ گئی یکسر سحر نے نور پھیلایا در و بامِ تمنا پر
زمیں پر یوں نہ بکھری تھیں کبھی کرنیں ستاروں کی مہک تا عرشِ اعظم یوں نہ پہنچی تھی بہاروں کی
وہ آیا اس جہاں میں رحمۃ للعٰلمیں بن کر امانت کا امیں بن کر مسرت کی جبیں بن کر
ازل کے روز سے تھا شاہکار رحمتِ باری اسی کے واسطے دنیا و عقبیٰ کی ہے سرداری
جہاں میں دینِ حق کا بول بالا کر دیا جس نے ہر اک سو نورِ وحدت سے اجالا کر دیا جس نے ۲۶۹؎

اس کے بعد التجا بھی مثنوی کی ہیئت میں ہے اور یہ التجا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کی گئی ہے:

بچشمِ نم' غمِ ہستی سنا کر کہوں میں روضۂ اقدس پہ جا کر
عطا کرتی ہے اس در کی غلامی گدازِ قلبِ رومی رحمۃ اللہ علیہ سوزِ جامی رحمۃ اللہ علیہ
کریما! پادشاہا! شہریارا! تری رحمت کا ' مل جائے سہارا
کرم کی اک نظر مجھ پر خدارا نہیں یہ زندگی مجھ کو گوارا
ترے روضے پہ میری جان نکلے مری اک عمر کا ارمان نکلے
بھکاری جس جگہ سارا جہاں ہے یقیناً وہ ترا ہی آستاں ہے ۲۷۰؎

اس پہلے نعتیہ مجموعے کی پہلی باقاعدہ ''نعت'' بھی مثنوی کی ہیئت میں ہے۔

سارے قرآن میں ہے بیاں تیرا ہے خدا آپ مدح خواں تیرا
تو ہے شہکار کبریائی کا تو ہے آئینہ حق نمائی کا
تیرا دربان جبرئیل امیں تجھ سے روشن ہے قدسیوں کی جبیں
ہیں شہنشاہ جو زمانے کے وہ گدا تیرے آستانے کے
تو خدا کا ہے اور خدا تیرا روزِ محشر ہے آسرا تیرا
لب کو آہِ سحر عطا کر دے سازِ خاموش کو صدا کر دے

اشکِ غم حرفِ التجا ہوجائے خامشی شرحِ مدعا ہوجائے ۱۷۱؎

مندرجہ بالا اقتباسات اس امر کی گواہی ہیں کہ جس طرح اردو ادب نے اور اردو نعت نے ابتدائی بول چال مثنوی کی ہیئت میں کی اسی طرح حافظ لدھیانوی کی نعتیہ شاعری کے آغاز میں مثنوی کارفرما نظر آتی ہے۔ ان اشعار میں فکر وفن اپنے عروج پر ہے۔ دراصل حافظ صاحب نے عمرِ عزیز کی شعری ریاضت کو پابندِ نعت کیا تو وہ شاعری کے تمام گر سیکھ چکے تھے لہٰذا یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ شاعری کی ابتداء ہے۔

دوسرے نعتیہ مجموعے نشیدِ حضوری میں نظم بعنوان ''دربارِ رسالت میں'' ہے۔ اس میں حضوری کی کیفیت ہے۔ چند شعر ملاحظہ کیجئے:

اے زائرینِ شہرِ حبیبِ خدا سلام ہر لحہ بامراد ہو ہر گام شاد کام
تم کو ملا ہے اذنِ زیارت حضورؐ سے لبریز جاں ہے رحمتِ ربِ غفور سے
ہے روضۂ حبیب نگاہوں کے سامنے مسرور کردیا ہے محمدؐ کے نام نے
شاداں ہیں قلب روضۂ سرکارؐ دیکھ کر لطفِ نگاہِ سیدِ ابرار دیکھ کر ۱۷۲؎

ان اشعار سے ایک پر گو، منجھے ہوئے، راست باز اور قادر الکلام شاعر کا پتہ چلتا ہے۔ حافظ صاحب کی نعتیہ شاعری پر بچپن کا دور آیا ہی نہیں لہٰذا وہ ایک کامیاب نعت گو کے طور پر ابھر رہے ہیں۔ اس کا سبب ڈاکٹر وحید قریشی نے اپنے لفظوں میں یوں بتایا ہے:

''حافظ لدھیانوی بنیادی طور پر غزل گو تھے اور غزل سے نعت کی طرف آئے ہیں۔ اسی لیے ان کے ہاں اسلوب کا پس منظر اردو اور فارسی نعتیہ شاعری سے مربوط نہیں بلکہ غزل ہی کے لہجے کو انہوں نے نعت میں اختیار کیا ہے' جس سے اردو نعت گوئی کی روایت میں ایک خوشگوار تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ ان نعتوں میں غزل کی جذباتی فضا اور ایمائیت کے وہ لطیف پہلو پائے جاتے ہیں' جو غزل ہی کا طرۂ امتیاز تھے.......... حافظ اپنی تربیت کی بناء پر جذبے کی شدت کو فکر کی گہرائی سے ہم آہنگ کرنے کا ڈھنگ جانتے ہیں۔ ان کا یہ سرمایۂ خاص ثواب دارین کمانے کا سبب ہی نہیں تخلیقی سطح پر بھی ایک اہم پیش رفت ہے'' ۱۷۳؎

حافظ لدھیانوی کا چودھواں مجموعۂ نعت مثنویوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو حافظ صاحب کی مثنوی نگاری کا عروج قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس کا نام ہی ''نعتیہ مثنویاں'' ہے۔ اس کا پہلا حصہ ''مثنوی حجاز'' کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں زائر کے سفرِ حجاز کی داستاں بیان کی گئی ہے۔ آغاز میں شاعر دوبارہ حاضری کے لئے عرض کناں ہے:

دردِ مہجوری سے ہے جاں پر بنی رحمتِ عالمؐ رسولِ ہاشمی
پھر ملے مجھ کو حضوری کا شرف پھر بہم ہوجائے سامانِ طرب
پھر مواجہہ پر ہو میری حاضری قرب کی لذت سے ہوسرشار جی
گنبدِ خضرا ہو میرے روبرو میں کروں اشکِ محبت سے وضو

طلب صادق تھی اور کرم سرکارؐ مائل بہ سائل کہ آرزو پوری ہوئی:

مستقل تھا رحمتِ حق کا نزول کھل گیا یوں دفعتہً بابِ نزول
حاضری کی مل گئی مجھ کو نوید مژدہ لے کر آگئی صبحِ امید
تھا مرا جوشِ جنوں رختِ سفر شوق تھا ہر گام میرا راہ بر ۱۷۴؎

پھر روانگی، سمندر کا سفر، جدہ شریف کے ذکر کے بعد شاعر مکہ مکرمہ پہنچنے کا واقعہ بیان کرتا ہے:

شہرِ مکہ رحمتوں کا ہے مقام جلوہ گر اس میں رہے خیرالانام
اس زمیں پر ہے خدا کا پاک گھر جو ہے اک عالم کا مقصودِ نظر ۱۷۵؎

اسی طرح شاعر غارِ حرا کا ذکر کرتا ہے تو نعتیہ عناصر مزید آب وتاب کے ساتھ سامنے آتے ہیں:

مرکزِ انوار ہے غارِ حرا ہے عبادت گاہِ محبوبِ خدا
اس پہ محبوبِ خدا کے ہیں قدم ہے جبینِ چرخ ان ذروں پہ خم
وحیِ اول کی ہے شاہد یہ زمیں ہمسر اس کا سارے عالم میں نہیں ۱۷۶؎

شاعر غارِ ثور کو جلوہ گاہِ مصطفیٰ اور نورِ چشم اتقیا قرار دیتے ہوئے مدینہ منورہ کا ذکر شروع کرتا ہے۔ یہاں شاعر کی دھڑکنیں تیز محسوس ہوتی ہیں۔ ذکرِ

محبوب کمال ادب واحترام کے ساتھ ہورہا ہے:

ہو لطافت کیا بیاں اس شہر کی　　خوشبوؤں کا شہر ہے، شہرِ نبیؐ

نور میں لپٹے ہوئے ہیں بام و در　　حیرتوں میں گم ہے انساں کی نظر۲۷۷

حالِ دل اشکوں سے ہوتا ہے عیاں　　دھڑکنیں ہیں سوزِ جاں کی ترجماں۲۷۸

پھر سرکار کی سیرتِ مبارکہ کا طویل بیان ہے۔اس میں نعتیہ مضامین اپنی خاص چھب دکھاتے ہیں:

اے کہ تیری ذات ہے حسنِ ازل　　کائناتِ رنگ و بو کا ماحصل

تجھ سے ہے ایمانِ عالم کو ثبات　　تجھ سے تاباں شش جہات کائنات۲۷۹

خلق تیرا مظہرِ قرآن پاک　　حاصلِ ایمانِ عالم جانِ پاک

وجہِ تخلیق جہانِ ہست و بود　　زینتِ کون مکاں تیرا وجود ۲۸۰

اس کے بعد شاعر عشق، فقر، درد اور علم وغیرہ کی تشریح کرتا ہے۔پھر مسجدِ نبوی میں اعتکاف کا ذکر ہے۔آخر میں جنت البقیع اور اس کے بابرکت آسودگانِ قدس کا ذکر ہے۔مشاہیر اسلام کی توصیف ہے۔آخر میں مدینہ منورہ سے رخصت کا منظر ہے:

وقتِ رخصت اشکِ غم تھمتے نہ تھے　　تھے عجب قلب و نظر کے سلسلے

کس قدر درد آفریں تھی وہ بھی شام　　آخری تھا جب مواجہ پر سلام۲۸۱

ہر قدم تھا اک قیامت کا سماں　　چھوڑنا تھا مصطفےٰ کا آستاں

چھا گئیں راہوں میں پھرتا ریکیاں　　ہو بیاں کس طرح رخصت کا سماں۲۸۲

درج بالا اقتباسات سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ ''مثنوی حجاز'' صرف خارج کا سفرنامہ ہی نہیں اس میں شاعر کا دل بھی آرزوں سمیت دھڑکتا ہے۔کلام میں کہیں جھول کا احساس نہیں ہوتا۔تسلسل کے ساتھ بیان کا اپنا لطف ہے۔منظر نگاری بھی خوب ہے۔جس شخص کو زمینِ حجاز کی زیارت کا شرف حاصل نہیں وہ بھی حافظ صاحب کے ساتھ ساتھ ذہنی طور پر سفر میں شریک رہتا ہے۔شعریتِ حافظ میں کسے کلام ہے۔حافظ لدھیانوی اس دور کے اہم مثنوی گو ہیں۔ان کا اعزاز ہے کہ انہوں نے ایک پوری کتاب نعت مثنوی کی ہیئت میں لکھی ہے۔دوسری طویل ''مثنوی مطلع الفجر'' ہے۔اس میں حمد باری تعالیٰ کے بعد زمانہ جاہلیت کی منظرکشی ہے، پھر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کا ذکر ہے، پھر ولادتِ سرکار کی برکات کا تذکرہ:

ہوئی یک بیک ختم افسردگی　　ہر اک شے نے پائی نئی زندگی

دلِ مضطرب کو قرار آ گیا　　نظر آیا وہ چہرۂ حق نما

کوئی اس کا ہمسر جہاں میں نہیں　　وہ پیکر ہے سارے جہاں سے حسیں

وہی وستِ قدرت کا ہے شاہکار　　جمالِ مشیت ہوا آشکار ۲۸۳

پھر ریاضتِ غارِ حرا، تعلیمات، تکالیف، ہجرت اور مدینہ منورہ میں ورودِ مسعود کا بیان ہے۔یوں دیکھا جائے تو اس حصۂ مثنوی میں شاعر نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ مطہرہ کو بیان کیا ہے۔آخر میں شمعِ سبیل کے عنوان سے مثنوی ہے۔اس میں آپ کی ولادت سے پہلے عرب کی حالت اور آپ کی بعثت کے بعد آپ کے فیوض کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اس پوری کتاب کی بحر میر حسن کی سحرالبیان والی ہے۔یہ بحر رواں دواں اور ترنم خیز ہے۔اس بحر کو منتخب کرکے شاعر نے اپنے لیے بڑی سہولتوں کا سامان کرلیا۔چونکہ شاعر نعت گوئی میں محتاط رویوں کا حامل ہے لہٰذا افراط وتفریط سے بچتے ہوئے دلی جذبات کا اظہار ہوا ہے۔نعتیہ مثنویوں کا جائزہ لیتے ہوئے حافظ لدھیانوی کے اس شعری مجموعے کا ذکر ناگزیر ہے۔

حافظ لدھیانوی کے نعتیہ مجموعے ''اعترافِ عجز'' کے آغاز میں بھی ایک نعتیہ مثنوی ہے جو ۱۲۶۔اشعار پر مشتمل ہے ان کے ایک اور مجموعے ''نغماتِ مدحت'' کے آغاز میں نعتیہ ساقی نامہ مثنوی کی ہیئت میں ہے جو ۱۲۷۔شعروں پر مشتمل ہے۔

حافظ لدھیانوی کے نعتیہ مجموعے ''امام القبلتین'' میں بھی مثنوی کی ہیئت میں نعتیہ نظمیں ملتی ہیں۔ایک نظم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت سے متعلق ہے:

وہ نورِ اولیں تھا حرفِ کن کی غایتِ اولیٰ　　زمانے میں اسی کے نور کو جلوہ نما دیکھا

وہ آیا اس جہاں میں خیر و برکت کا نشاں بن کر	خدائے پاک کے لطف و کرم کا ترجماں بن کر
وہ آیا اس جہانِ تیرہ میں دورِ حسیں لے کر	دلوں کا نور لے کر دولتِ حسنِ یقیں لے کر۲۸۴؎

''آہنگ درود'' کے عنوان کی ایک اور مثنوی درود پاک کے فضائل و فیوض پر مبنی ہے۔

درودِ پاک قربِ مصطفےٰؐ کا اک وسیلہ ہے	شفاعت کی نویدِ جاں فزا کا ایک حیلہ ہے
درودِ پاک افسردہ دلوں کو نور دیتا ہے	نشانِ رہ دکھاتا ہے چراغِ طور دیتا ہے
درودِ پاک کی خوشبو مرے رنگِ ثنا میں ہے	اسی کا نور میری نعت میں میری صدا میں ہے ۲۸۵؎

یہ ایک طویل مثنوی ہے جو (۹۹) اشعار پر مشتمل ہے۔اس کی ایک خصوصی خوبی یہ ہے کہ اس کا ہر شعر لفظ ''درودِ پاک'' سے شروع ہوتا ہے۔شاعر نے بہت محنت اور عقیدت سے کلام لکھا ہے۔

حافظ لدھیانوی کی ایک اور شعری تصنیف ''معراجِ سفر'' ہے۔اس میں حجاز کے سفرنامے کے حالات منظوم کیے گئے ہیں۔یہ شعری مجموعہ ۱۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔سفرنامہ کے آغاز میں نغماتِ عشق کے عنوان سے جو اشعار ہیں'ان کی خصوصیت یہ ہے کہ ایک سو اشعار پر مشتمل اس مثنوی کا ہر شعر لفظ عشق سے شروع ہوتا ہے:

عشق سے کھلتے ہیں اسرارِ حیات	عشق ہے تفسیرِ شرحِ کائنات
عشق کا محور خدا کی ذات ہے	ہر زماں اس کی نئی اک بات ہے
عشق ذکرِ مصطفےٰؐ کا نام ہے	وِرد جس کا لب پہ صبح و شام ہے
عشق کا مرکز ہے شہرِ مصطفےٰؐ	جس سے ملتی ہے نگاہوں کو جلا ۲۸۶؎

پھر سفر کے تفصیلی حالات ہیں۔طیارے کا جدہ پھر مدینہ پہنچنا' مواجہہ شریف پر حاضری' مختلف زیارات و اسطوانات کا ذکر پھر مکہ مکرمہ میں حاضری' طواف' زیارات کے ذکر کے بعد جدہ میں نعت خوانی پھر مکہ واپسی اور طوافِ وداع اور ولادت گاہِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کا ذکر ہے۔وطن واپسی تک یہ منظوم سفرنامہ گویا قاری کو بھی اپنے ساتھ ساتھ رکھتا ہے۔حالاتِ سفر بیان کرنے کے لئے مثنوی کی ہیئت بہت کفایت کر سکتی تھی لہٰذا اسی کو چنا گیا۔اس کی بحر مولانا روم کی مثنوی والی ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلن / فاعلات۔یہ بحر رواں دواں اور پر جوش ہے' یہی وجہ ہے کہ یہ اشعار ایسا آہنگ رکھتے ہیں جو ترنم فشاں ہے۔عہدِ حاضر میں مثنوی کی ہیئت میں نعتیہ کلام کہنے والوں میں حافظ لدھیانوی کو کوئی ادبی مورخ نظر انداز نہیں کر سکتا۔

کالیداس گپتا رضا: ان کی ایک نعتیہ نظم جو مثنوی کی ہیئت میں ہے اور جس کا موضوع ولادتِ سرورِ کونینؐ ہے' کے چند منتخب اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

زمیں پہ روشنی نہیں' فلک پہ روشنی نہیں	سبب ضرور اس کا ہے کسی کو آگہی نہیں
اجڑ چکی ہیں دوستی و آشتی کی محفلیں	معمہ بن کے رہ گئی ہیں' زندگی کی منزلیں
زمانہ ہوگیا اسی ڈگر پہ کائنات ہے	اندھیری رات ہے یہاں' وہاں اندھیری رات ہے
مگر یہ آج کیا ہوا کہ ظلمتیں ہی چھٹ گئیں	بساطِ غم الٹ گئی' مصیبتیں پلٹ گئیں
رگِ حیات میں یہ کیا قرار سا اتر گیا	چمن کا رنگ ریتلی فضا میں کیسا بھر گیا
شگفتہ ہے کلی کلی' حسین پھول پھول ہے	یہ روز بے مثال ہے' ولادتِ رسولؐ ہے ۲۸۷؎

جگن ناتھ آزاد: انہوں نے ایک طویل نعتیہ نظم ''ولادت باسعادت'' لکھی ہے' جو ان کے مجموعے ''نسیم حجاز'' میں شامل ہے۔ اس میں ولادتِ سرکارِ دو عالمؐ سے متعلق چند شعر' مثنوی کی ہیئت میں نمونے کے طور پر درج ذیل ہیں:

غرض دنیا میں چاروں سمت اندھیرا ہی اندھیرا تھا	نشانِ نور گم تھا اور ظلمت کا بسیرا تھا
بشر بن کر زمانے کا جمالِ اولیں آیا	متاعِ صدق لے کر صادق الوعد و امیں آیا
وہ آیا جس کو کہیے فخرِ آدم ہادیِ اکرمؐ	وہ آیا جس کو کہیے زندگی کا محسنِ اعظمؐ
محمد مصطفےٰؐ یعنی وہ محبوبِ خدا آیا	دلوں نے سرخوشی پائی کہ احمد مجتبےٰ آیا ۲۸۸؎

عبدالعزیز خالد: منفرد اسلوب کے حامل اہم نعت گو شاعر۔عربی' فارسی' ہندی کے غیر مانوس الفاظ تراکیب بلکہ مصرعے تک جزوِ کلام بناتے ہیں۔بہت پرگو اور قادر الکلام شاعر ہیں۔تلمیحات کے استعمال میں خصوصی مہارت حاصل ہے۔ان کے ہاں مشکل گوئی بیدل یا غالب

جیسی نہیں بلکہ محض لفظی ہے یعنی اگر خالد کے مستعمل الفاظ کے معانی سمجھ آ جائیں تو شعر کی تفہیم میں مشکل نہیں رہتی۔ ان کا زورِ قلم زیادہ تر قصیدہ، غزل، آزاد نظم اور نظمِ معرّا میں صرف ہوا ہے۔ پھر بھی ان کے نعتیہ مجموعے طاب طابٌ میں مثنوی کی ہیئت میں نعتیہ کلام مل جاتا ہے۔ ایک نعت میں یوں مدحت سرا ہوئے ہیں:

قرۃ العینِ انفس و آفاق — ختم جس پر مکارمِ اخلاق
منکشف اس کے قلبِ روشن پر — کوئی اس سے نہیں ہے صادق تر
وہ کہ ہر ہست و بود کا محور — وہ کہ انسانِ اعظم و اکبر ۲۸۹؎

اس کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چند ارشاداتِ عالیہ بیان کیے ہیں۔ انداز ملاحظہ کیجئے:

رہے میری زباں پہ نام اس کا — خرد افروز ہے کلام اس کا
ان خیر الغنی غنی النفس — ان شر العمیٰ عمی القلب
اتقِ اللہ حیثما کُنتَ — اِجتهد رایك فان شئتَ
انما العلم خشیة اللہِ — وہی عالم ہے جو خدا سے ڈرے
جب تک آنکھوں میں ہے نمی یارب — سوزِ دل میں نہ ہو کمی یارب ۲۹۰؎

یہ اشعار خالد کے مخصوص عربی آمیز اسلوب کے عکاس تو ہیں ہی، خالد کی اس جرأت کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں جو انہوں نے مثنوی کی ہیئت میں اپنی من مرضی سے کی ہے۔ درج بالا اشعار میں دوسرا شعر قابلِ غور ہے۔ یہاں مثنوی کی ہیئت سے انحراف کرتے ہوئے دوسرے مصرع میں اور کوئی قافیہ لایا گیا ہے۔ یہی حال چوتھے شعر کا ہے۔ یہاں خالد نے کُنتَ اور شِئتَ کی تاء کی زبر کی آواز کو ہی قافیہ بنا لیا ہے۔ چوتھے شعر کے پہلے مصرع میں خشیة اللّٰہِ (ہ) کی زیر کی آواز ہی کو ڈرے کا ہم قافیہ قرار دیا ہے۔ مثنوی کی ہیئت میں اس ہیئتی تجربے اور قافیے میں من پسند تبدیلی کے انداز کو اہلِ علم و سخن قبول کرتے ہیں یا نہیں، یہ تو بعد کی بات ہے لیکن فی الحال خالد نے ایک اینٹ رکھ دی ہے دیکھیں اس پر عمارت بنتی ہے یا نہیں۔

ان کی ایک مثنوی بعنوان ''مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' ہے۔ ۴۸ اشعار کی یہ مثنوی خالد کی لفظیاتِ خاص اور اسلوبِ خاص کی حامل ہے۔ اس میں مدینہ منورہ کے مختلف اسماء اور صفات کو بڑی خوبی سے پیش کیا گیا ہے۔ شعر موتیوں کی لڑیاں لگتے ہیں۔ نظم شاعر کی مدینہ منورہ سے واپسی کے وقت کی بے قرار کیفیت کی امین ہے:

کیا کہوں بیتی دمِ رخصت، دلِ خالد پہ کیا — طائرِ جاں سینے میں بس پھڑ پھڑا کر رہ گیا ۲۹۱؎

خالد بزمی: ان کی ایک مثنوی ''خطبۂ حجۃ الوداع'' ہے۔ ۴۹ اشعار پر مشتمل یہ مثنوی حجۃ الوداع کے خطبہ کے مفاہیم پر مشتمل ہے۔ اشعار رواں دواں اور سہل ہیں۔ انسانیت و اسلام کے منشور پر مبنی اس خطبے کی ترجمانی بہت محتاط انداز میں کی گئی ہے۔ بحر چونکہ مترنم چنی گئی ہے لہٰذا اشعار بھی نغمگی سے معمور ہیں۔ نظم لائق مطالعہ ہے۔ شاعر کی عقیدت دیدنی ہے۔ لفظ لفظ خوشبوئے عقیدت سے معطر ہے۔ خطبے سے متعلق چند اشعار درج ذیل ہیں:

اسی نے تمہیں زندگی کی عطا — تمہیں مرد و عورت سے پیدا کیا
خدا کی نظر میں ہے وہ باوقار — جو تم میں زیادہ ہے پرہیزگار
عرب کا ہو یا وہ عجم کا مکیں — کسی کو کسی پر فضیلت نہیں
ہو گورا کہ کالا برابر ہیں سب — حقوق و فرائض میں ہمسر ہیں سب
ہوئے کالعدم قتل کے انتقام — ہوئے مال اور خوں کے دعوے حرام ۲۹۲؎

شاعر نے منظوم ترجمے کا حق ادا کیا ہے۔ ترجمہ اتنا صاف، سہل اور رواں ہے کہ اسے سہلِ ممتنع کہنا پڑتا ہے۔

خواجہ غلام جیلانی باصر: انہوں نے مثنوی کی ہیئت میں متعدد نعتیہ نظمیں لکھی ہیں۔ ایک نظم کا عنوان ''نویدِ رحمت'' ہے۔ اس میں حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کے ایمان افروز واقعات اور کیفیات لکھی گئی ہیں:

یکا یک اس جہاں میں رحمتِ پروردگار آئی — نویدِ آمدِ سرکارِ ختم المرسلیں لائی
محمد مصطفیٰؐ محبوبِ رب العالمین آئے — چراغِ رشد لیکر رہبرِ دنیا و دیں آئے

فضائیں چھائیں ہر سو اتحادِ روح پرور کی — زمانے بھر میں یوں گونجی صدا اللہ اکبر کی ۲۹۳ع

بعد میں ملتِ اسلامیہ کے زوال اور اس کے اسباب پر اظہارِ خیال کیا ہے اور اصلاحِ احوال کے لئے دعا کی گئی ہے:

الٰہی! لذتِ سوزِ دروں سے آشنا کر دے — ہمارے دل کے ہر گوشے میں عشقِ مصطفےٰ بھر دے ۲۹۴ع

دوسری نظم ''نذرِ عقیدت'' میں مدینہ منورہ اور روضۂ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توصیف ہے:

اے مدینے کی مقدس سرزمیں جنت نشاں — نور افگن رفعتوں پر تیری رحمت کا جہاں
ہر قدم پر عطر افشاں ہے نسیمِ جاں فزا — کیف و وجد و حال میں ہے باغِ ہستی کی فضا
روضۂ اقدس' بہشتِ مہبطِ انوار ہے — ذرہ ذرہ اس زمیں کا عالمِ اسرار ہے ۲۹۵ع

شاعر نے اپنے عشق و دلی گداز کا مضمون بڑے والہانہ انداز سے باندھا ہے:

آپؐ کی نعلین کا تسمہ ہو اس کا قلبِ زار — دل کی رگ رگ میں رہے ذوقِ محبت پائدار
روحِ مضطر' چشمِ گریاں' خستہ حال و بے قرار — اس کی شرحِ سوزِ غم یہ ہے بہ شکلِ اختصار ۲۹۶ع

رشید محمود راجا (ایڈیٹر ماہنامہ نعت لاہور): نعت کے بے لوث کارکن' نعت پر سب سے زیادہ کام کرنے والے اور خود سب سے زیادہ نعت کہنے والے۔ انہوں نے اکثر و بیشتر غزلیہ ہیئت میں نعتیں کہی ہیں لیکن مثنوی کی ہیئت میں بھی نعت لکھی ہے۔ ان کے مجموعۂ کلام ''منظومات'' میں ایک نعتیہ نظم ملتی ہے ''خواہشِ وصل کی تکمیل'' ان کی یہ نعتیہ نظم مثنوی کی ہیئت میں ہے۔ اس کا موضوع معراج ہے۔

کوئی محوِ خواب تھا' سویا ہوا تھا فرش پر — کوئی ملنا چاہتا تھا اس سے بامِ عرش پر
حکم کا بندہ کوئی سدرہ سے بطحا آ گیا — وہ کسی کو اب کسی کے پاس لے جانے کو تھا ۲۹۷ع

اس نظم میں شاعر نے صیغۂ تعمیم استعمال کر کے ایک خاص حسن پیدا کیا ہے۔

مظفر وارثی: ملک گیر شہرت رکھنے والے' عہدِ حاضر کے مترنم اور عالی فکر شاعر ہیں۔ نعتوں میں گیتوں کا سرور ہے۔ نئی سے نئی ہیئتوں میں لکھا لیکن ہر ہیئت میں خود کو منوایا۔ ان کی ایک نعتیہ نظم کا عنوان ''طلب'' ہے۔ اس کا اقتباس دیکھئے:

پیغمبرِ دیں' ہادیِ کل' رحمتِ یزداں — تو قبلۂ دل' تو کعبۂ جاں منبرِ ایماں
چمکے سرِ فارانِ نظر' تیری تجلی — ہر سانس ہے میرا ترے در کا متولی
قدموں میں ترے فقر کے' کونین کی شاہی — ہر ایک اشارہ ترا' قانونِ الٰہی
دل ہے مرا سوکھی ہوئی ڈالی مرے آقا — ہوں ایک ہی جھونکے کا سوالی مرے آقا ۲۹۸ع

''نورِ ازل'' میں نعتیہ مثنوی کا نمونہ موجود ہے۔ چند شعر یہ ہیں:

خدا کا وہ آخری پیمبر — کھڑا ہے فاراں کی چوٹیوں پر
سنا جو اعلانِ مصطفائی — سماعتِ کفر تلملائی
وہی صدا دور دور پہنچی — براہِ تحت الشعور پہنچی
اسی صدا سے وہ نور پھوٹا — نصیبِ جہل و غرور پھوٹا ۲۹۹ع

ان کی کتاب ''صاحب التاج میں'' درودِ تاج کا ترجمہ دیا گیا ہے۔ چند شعر ملاحظہ کریں:

سفر ان کا ہے معراج اور سدرۃ المنتہیٰ مستقر اور مقام ان کا ہے — قابَ قوسین کا مرتبہ' ان کا مطلوب ہے اور دارالسلام ان کا ہے
عاشقوں کے دلوں کی وہ تسکین ہیں اور مرادیں ہر اک صاحبِ شوق کی — حق شناسوں کے خورشید و خاور ہیں وہ' سالکیں رہِ عشق کی روشنی
جدِ امجد ہیں حسنین کے اور ہر جن و انساں کے آقا و مولا ہیں وہ — باپ قاسم کے بیٹے ہیں عبداللہ کے اور نورِ الٰہی کا حصہ ہیں وہ ۳۰۰ع

مظفر وارثی کو خدا نے دلکش ترنم سے نوازا ہے' لیکن وہ صرف ترنم کے زور پر مشاعرہ نہیں لوٹتے ان کے ہاں فکری عناصر بھی اتنے ہی دلچسپ اور بصیرت افروز ہیں جتنے کسی بہترین نعت گو میں ہونا چاہیے۔

سلیم احمد (م ۱۹۸۳ء): معروف ادیب ہیں۔ ایک دفعہ کسی آزار کا شکار ہو گئے۔ بہت پریشانی ہوئی لیکن ایک دن حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یاد کیا تو رب کریم نے صحت و عافیت سے نوازا۔ اس واقعے کو مثنوی کی ہیئت میں پیش کیا ہے۔ اپنی تاثیر اور والہانہ پن

کے باعث قابلِ ذکر ہے:

مجھے ہوگیا تھا اک آزار سا میں تھا اپنے اندر سے بیمار سا
یونہی کٹ رہی تھی مری زندگی کہ اک دن نویدِ شفا مل گئی
مجھے زندگی کا سلام آگیا زباں پر محمدؐ کا نام آگیا
محمدؐ قرارِ دلِ بے کساں کہ نامِ محمدؐ ہے آرامِ جاں
محمدؐ حکیم و محمدؐ کلام محمدؐ پہ لاکھوں درود و سلام ۳۰۱

منظور (ملک منظور حسین منظور): فردوسی اسلام نے ایک عظیم مثنوی ''جنگ نامۂ اسلام'' تین جلدوں میں پیش کی ہے۔ پہلی جلد کے دیباچے میں منظور نے قوم کی بقائے حیات کے لئے تاریخ اسلاف کے مطالعے کو ضروری قرار دیا اور لکھا ہے:

''قومی خودداری اور جذبۂ حمیت کے تحفظ کا واحد ذریعہ بھی یہی ہے اور یہی خیال ہے جو یہ رزمیہ لکھنے کے لئے راقم کے واسطے محرکِ اوّل ثابت ہوا ہے۔'' ۳۰۲

منظور نے واقعہ کو منظوم کرنے کی غرض وغایت دیباچے کے آخر میں بھی بیان کی ہے:

''جنگ نامۂ اسلام کے نفسِ مضمون کو نظم کرتے وقت بھی تاریخی واقعات کی تحقیق وتدقیق کے ساتھ اس امر کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ اس نظم کے مطالعہ سے ملتِ اسلامیہ کا ہر ایک فرد یکساں متاثر ہوکر اپنی ذات میں اسلاف کی سی صفاتِ حسنہ پیدا کرنے کی کوشش کرے اور ایک سچے مسلمان کے نمایاں اخلاقِ حمیدہ اس کے ہر قول وفعل سے ظاہر ہوں۔'' ۳۰۳

منظور میانوالی کے رہنے والے تھے۔ پہلی جلد ۱۹۳۵ء میں تیار ہوئی۔ حفیظ کے شاہنامۂ اسلام کی پلی جلد ۱۳۴۷ھ میں تیار ہوئی اور تیسری جلد کا مقدمہ (جو مولانا عبدالستار نیازی نے لکھا ہے) پر ۱۹۵۶ء درج ہے۔

جنگ نامہ اسلام کی پہلی جلد میں جنگِ بدر، جنگ سویق اور یہودیوں کی سازشیں بیان ہوئی ہیں۔ دوسری جلد میں جنگ احد کے تفصیلی واقعات ہیں جبکہ تیسری جلد میں جنگِ خندق کے حالات ہیں۔

منظور بھی اردو ادب کے اہم رزم نگار ہیں۔ اپنے مقاصدِ جلیلہ کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ جنگِ بدر میں فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خلقِ عظیم ایک نئی آن شان سے ظاہر ہوا وہ آپ کا مقتول کفار کے ساتھ حسنِ سلوک تھا۔ تفصیل منظور نے منظوم کی ہے:

کیا مدفون پھرواں آپؐ نے اپنے عزیزوں کو مجاہد غازیوں کی فوج کے چودہ شہیدوں کو
مہاجر سے فقط چھ یار تھے ان باوفاؤں میں کہ باقی آٹھ تو انصار تھے ان باوفاؤں میں
سپردِ خاک جس دم کرچکے ان جاں نثاروں کو تو فرمایا رسولِ پاکؐ نے اپنے پیاروں کو
کہ اے اہلِ وفا دیکھوں تقاضہ ہے مروت کا نجابت کا شرافت کا حقیقی آدمیت کا
کریمانہ نظر ہی چاہیے مغلوب دشمن پر عنایت بیشتر ہی چاہیے مغلوب دشمن پر
کنواں سا اک ابھی میدان میں تیار کر لیجئے جسے پھر لشکرِ مکہ کے مقتولوں سے بھر لیجئے
نہ کھا جائیں کہیں کوئی درندے آن کر ان کو کرو تذلیل تم ان کی نہ دشمن جان کر ان کو
کسی مقتول کا مثلہ تمہیں جائز نہیں ہرگز اسیروں کو ملیں تم سے نہ ایذائیں کہیں ہرگز
مجاہد تھے جو آئینِ غلامی پر کمر بستہ ہوئے تعمیلِ ارشادِ گرامی پر کمر بستہ ۳۰۴

غزوۂ احد میں جب حضورؐ زخمی تھے، ابنِ خلف نے آپ کا نام لے کر جنگ کے لئے پکارا۔ اس واقعہ کو منظور نے جس طرح بیان کیا ہے، قابلِ تحسین ہے۔ موقعے کی نزاکت، بانی اسلام کا وقار اور اپنے دل کی حالت سب کچھ ان اشعار میں آگیا ہے۔ متعلقہ اشعار کا ایک انتخاب ملاحظہ کیجئے: ابنِ خلف یوں للکارتا ہے:

کہ میں طالب ہوں خود ذاتِ محمدؐ سے لڑائی کا نکل آئے وہ خود یہ وقت ہے وعدہ وفائی کا
سنی یہ لاف موذی کی، رسولِ پاکؐ نے جس دم تو فرمانے لگے یوں مسکرا کر سیدِ عالم
کہ ہاں اس دم تقاضا ہے یہی حق کی مشیت کا کہ تو گھوڑے پہ ہو اور ہاتھ میں تیرے ہو یہ نیزہ

بتائیدِ خدائے دو جہاں میدان میں بڑھ کر — اسی نیزے سے تجھ کو قتل کردے حق کا پیغمبر
یہ فرما کر ہوئے آمادۂ پیکار جو حضرت — صحابہ نے ادب سے عرض کی اے آیۂ رحمت
شکستہ ہیں درِ شہوارِ دنداں کی اِدھر لڑیاں — اُدھر چہرے میں پیوستہ ہیں اب تک خود کی کڑیاں
ابھی تک خوں چکاں ہیں زخم سب محبوبِ باری کے — مقابل ہوں نہ حضرت اس طرح اس مردِ ناری کے
مناسب ہے غلاموں سے کوئی آگے بڑھے رَن میں — کہ جو اس دشمنِ نورِ خدا سے جا لڑے رَن میں
غرض کوشش صحابہ نے تو کی تا حدِ امکانی — مگر قائم تھے اپنے عزم پر محبوبِ سبحانیؐ
طلب کرتا ہے دشمن نام لے کر مجھ کو میداں میں — سراپا غیرتِ حق موجزن ہے اب رگِ جاں میں
یہ فرما کر بڑھا سوئے عدو وہ پاک پیغمبر — مجاہد فوج تھی اب سربسر تشویش کی پیکر
تحیر خیز تھا رَن میں نبیؐ کی شان کا عالم — نہ تھا دستِ مبارک میں کوئی ہتھیار بھی اس دم
بدن زخمی، نہتا اور پیدل راکبِ رفرف — یہ عالم دیکھ کر حیران تھی میدان میں ہر صف
لعین نے چھوٹتے ہی جوش سے نیزے کو حرکت دی — ہدف جس کا شعاعِ مصدرِ انوارِ رحمت تھی
زمیں سکتے میں تھی اور آسماں غرقِ تحیر تھا — وجودِ عالمِ امکاں بہ نزدیکِ تغیر تھا
کہ فوراً دین کے ہادی نے اعجازِ نبوت سے — بنانِ نیزہ ملعوں پکڑ لی دستِ قدرت سے
جھٹک کر قبضۂ بے دین سے پھر لے لیا نیزہ — وہیں ملعون پر اک آن میں سیدھا کیا نیزہ
نبیؐ کا ہاتھ کیا اٹھا کہ موذی کی قضا آئی — انی نیزے کی جا کر گردنِ ملعوں سے ٹکرائی
معاً اک چیخ کی آواز سے رن کی فضا گونجی — احد کی گھاٹیوں میں چار سو جو بر ملا گونجی
گرا گھوڑے سے نیچے دفعتاً ابنِ خلف زاری — لگا کرنے جہنم کی طرف چلنے کی تیاری
وفورِ کرب میں مٹی پہ بل کھانے لگا گر کر — پیاپے بیل کی مانند ڈکرانے لگا گر کر
مظفر ہو کے میداں سے جو واپس شاہِ دیں آئے — مبارکباد کو فی الفور جبریلِ امیں آئے [۳۰۵]

یہ اقتباس اگرچہ طویل ہے لیکن یہ بھی منتخب اشعار پر مشتمل ہے اور اس سے منظور کے اسلوب کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مناظر نگاری، جذبات نگاری اور واقعاتی تسلسل اس کی خاص خصوصیات ہیں۔ ملک منظور کا یہ ادبی شہکار خاص اہمیت کا حامل ہے۔

لالہ صحرائی: غزواتِ رسولِ مقبول کو منظوم صورت میں پیش کرنے کی سعادت لالہ صحرائی کو بھی حاصل ہے۔ ان کے مجموعے "غزواتِ رحمۃ للعلمین" میں بیس سے زاید غزواتِ نبی کے حالات منظوم صورت میں ملتے ہیں۔ واضح ہو کہ ابوالاثر حفیظ جالندھری یا ملک منظور کی تصانیف میں اتنے غزوات پر منظوم مواد نہیں ملتا۔ یہ ضرور ہے کہ لالہ صحرائی کی تصنیف اور متعلقہ غزوات کے واقعات نسبتاً مختصر ہیں۔ بطور نمونہ فتح مکہ کے واقعہ سے چند اشعار درج ہیں:

حضورؐ جب ہوئے داخل حدودِ مکہ میں — تو بھیجا شہر کی ہر سمت فوج کا دستہ
دیا یہ حکم رہے امن، قبضے کے دوراں — کسی کو قتل نہ کرنا مقابلے کے سوا
اماں جو چاہے اسے دینا عاجلانہ اماں — کوئی جو بھاگے تو پیچھا نہ کرنا تم اصلا
نہیں یہ قتل و قتال اور مار دھاڑ کا دن — ہے یومِ عظمتِ کعبہ کے پھر سے احیا کا
یہ دن تھا بیسواں رمضان کا ہوا تھا جب — دیارِ مکہ پہ توحید یوں کا پھر قبضہ
خبر جو مل گئی تکمیلِ کار روائی کی — پڑھا نبی نے بصد شوق شکر کا کلمہ
سمتِ کعبہ چلے، ربِ کعبہ کے پیارے — چلے صحابہ بھی ہمراہ، ہو کے وا رفتہ
حرم میں پہنچے تو مرکز بنے نگاہوں کا — طواف آقاؐ نے قصوئ پہ بیٹھے بیٹھے کیا
رکھے تھے کعبے کی چھت پر بھی مشرکوں نے بُت — چھڑی سے ان کو نبیؐ نے زمیں پہ دے پٹخا
زبانِ شیریں سے اور گداز لہجے میں — قریش بھائیوں کو یہ نبیؐ نے فرمایا
نہیں ہے تم پہ کوئی آج میری دار و گیر — ملے خدا کرے تم کو بھی ساتھ عفوِ خدا [۳۰۶]

جاوید القادری علامہ ''سیرتِ طیبہ منظوم'': علامہ جاوید القادری انگلستان میں رہائش پذیر ہیں۔ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کو منظوم صورت میں پیش کیا ہے۔ اس کی پہلی اور دوسری جلد ۲۰۰۳ء میں لاہور سے شائع ہوئیں۔ دونوں جلدوں میں تعارفی مضامین و تقاریظ کو چھوڑ کر اصل کلام (۱۲۴۴) صفحات (جلد اول ۶۴۴ اور جلد دوم ۶۰۰ صفحات) پر مشتمل ہیں۔ جاوید القادری کے بقول:

> ''تین سال کے مختصر عرصے میں کم و بیش ۲۴ ہزار اشعار پر مشتمل یہ مجموعہ زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر ہدیۂ قارئین ہو رہا ہے۔ کاوش ہذا کا ابتدائی حصہ علامہ نور بخش توکلی مرحوم کی تصنیف سیرتِ رسولِ عربیؐ' اور غزوۂ بدر کے بعد سے وصال تک کا دور۔۔۔ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہؒ کی روشنی میں قلم بند کیا گیا۔ تیسری جلد پر کام جاری ہے۔'' ۳۰۷

ڈاکٹر وزیر آغا کے نزدیک:

> ''اس کے لفظ لفظ سے ان کی بے پناہ عقیدت' روشنی کی طرح چھن چھن کر آ رہی ہے۔ انہوں نے سیرتِ طیبہ منظوم لکھ کر عالمِ اسلام کی جو بیش بہا خدمت کی ہے' اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔'' ۳۰۸

مولانا عبدالحکیم شرف قادری جیسے ثقہ عالمِ دین کی رائے میں:

> ''شاہنامۂ اسلام کے بعد ان کی کاوش منفرد حیثیت کی حامل ہے۔'' ۳۰۹

معروف روحانی شخصیت اور مشہور شاعر حضرت سید محمد امین نقوی شاہ صاحب کا ارشاد ہے:

> ''اردو ادب کی تاریخ میں آج تک اس قدر جامع' مبسوط' ہمہ جہت اور ضخیم منظوم کام کرنے کا شرف کسی کو نصیب نہیں ہوا۔۔۔علامہ موصوف کا ابتدائی کام ہی چوبیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے' جو بلاشبہ ایک منفرد اعزاز ہے۔'' ۳۱۰

ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری (سابق وزیر مذہبی امور) نے لکھا ہے:

> ''کلام ہذا اتنا خوبصورت اور وقیع ہے کہ قواعدِ نظم کے تقاضے پورے کرنے کے ساتھ ساتھ قاری کے ذوقِ لطیف کی تسکین کے سب تقاضوں کی بھی بحسن و خوبی تکمیل کرتا ہے۔'' ۳۱۱

انجینئر دلاور علی کے نزدیک:

> ''موقع محل کے مطابق' مناسب ترین الفاظ و تراکیب آپ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں۔ کلام کا تسلسل اور روانی قاری کو اپنے تلاطم آمیز دھارے میں بہائے چلے جاتے ہیں اور اس کے صوتی اور سرودی اثرات روح پر ایک وجدانی کیف پیدا کر دیتے ہیں' اور پھر مختلف واقعات کی منظر کشی اتنی جامع اور موثر ہے کہ پڑھنے والا خود کو متعلقہ منظر کا ایک حصہ سمجھنے لگتا ہے۔۔۔یہی فنِ منظر کشی کا عروج و کمال ہے۔'' ۳۱۲

اس وزن کی بحر بڑی مترنم اور رواں ہے۔ ہر مصرع میں فاعلن کی چار بار تکرار ہے۔ شاعر نے واقعات کے مآخذ کے طور پر جن کتابوں کو پیش نظر رکھا ہے' علمی حلقوں میں ان کا استناد مسلم ہے۔ انگلستان جیسے ملک میں بیٹھ کر ایسی ضخیم کتاب کا اتنے عرصے میں لکھا جانا یقیناً بڑی بات ہے۔ شاعر نے واقعات بیان کرنے میں ادب کے پہلو کو بطورِ خاص مدِ نظر رکھا ہے۔ بیان میں روانی' تسلسل اور جاذبیت ہے۔ بحر کا ترنم اشعار سے ظاہر ہے۔

شاعر نے واقعات کو سادہ بیان میں پیش کر دیا ہے۔ حفیظ جالندھری جیسی شعریت' تشبیہات کی فراوانی' استعاروں کی جدت اور دیگر شعری حربے یقیناً یہاں نہیں' لیکن پوری سیرتِ مطہرہ کو اشعار میں بیان کرنا' بجائے خود بڑی سعادت اور کمال کی بات ہے' جو لائقِ تحسین ہے۔ قاری کو کہیں کہیں شعری اسقام نظر آ سکتے ہیں' لیکن مجموعی طور پر یہ کتاب ادب میں بہرحال ایک اضافہ ہے۔ جس وجد آفریں جذبے اور خاص کیف میں یہ کتاب لکھی گئی' اس کی داد نہ دینا درست نہ ہوگا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلادِ مبارک کے حوالے سے یہ اشعار دیکھیے:

اپنے جوبن پر تاروں کی ہے انجمن — چاندنی بھی بنی بیٹھی ہے اک دلہن
آج ہر ذرہ اس عالم خلق کا — کر رہا ہے اسی شخصیت کی ثنا

آ گیا اب وہ نوشاہِ کل کائنات	جس کے ساتھ آئی ہے نوریوں کی برات ۳۱۳

محبوبِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے زیرِ عنوان یہ اشعار ملاحظہ کیجئے:

بارہ تاریخ ماہِ ربیع الاول	پیر کے دن کی اک ساعتِ بے بدل
صبحِ صادق کی پرنور دلکش گھڑی	اجلی اجلی فضا چاند تاروں جڑی
چاند عبداللہؓ کا، ماں کا نورِ نظر	شہر مکہ میں جب عبدِ مطلب کے گھر
عالمِ آب و گل میں ہوا جلوہ گر	ہوگئے ضوفشاں سارے دیوار و در
ایک نعمت جو انمول ذیشان تھی	فضلِ حق، رحمتِ رب رحمان تھی
جو دعائے براہیم کا تھی ثمر	تھی نوید مسیحا بھی جو سر بسر
آمنہؓ مائی کی گود میں آ گئی	ہر طرف نور کی اک رداء چھا گئی ۳۱۴

جنگِ بدر میں ابوجہل لعین کا عبرت ناک انجام یوں پیش کیا ہے:

جنگ کا جوش جو قدرے ٹھنڈا ہوا	لوگوں سے رب کے محبوب نے یہ کہا
کون ہے لائے بو جہل کی جو خبر	ہے وہ مردود کس حال میں اور کدھر
آپ کے حسب ارشاد فوراً گئے	حضرتِ ابن مسعود اس کام سے
جاکے انہوں نے دیکھا یہ منظر عجب	اس کو انصار کے دو جوانوں نے اب
ضربِ شمشیر سے ہے گرایا ہوا	ہے زمیں پر اسے چت لٹایا ہوا
باقی تاہم ہے کچھ زندگی کی رمق	اب سکھانے کو مردود کو اک سبق
چڑھ گئے مرد ملعون کے سینے پر	اس کی داڑھی پکڑ کر کہا سر بسر
اے شقی بے ایماں، مرد ظالم بتا	کیا نہیں تجھ کو اللہ نے رسوا کیا
اس پہ بو جہل ملعون گویا ہوا	مجھ کو اللہ نے رسوا بھلا کیا کیا
قتل تو ہے میرا جان لے برملا	جس طرح سے کسی شخص کو باخدا
قتل ہو قوم نے اس کی آ کر کیا	بجھ کے رہ جائے اک زندگی کا دیا
ایک افسوس البتہ ہے یہ بڑا	جس کا اظہار کرتا ہوں میں برملا
کاش بندہ کوئی قتل کرتا مجھے	ماسوا ایک دہقاں کے فرزند کے
طنز نے کام آسان تر کر دیا	بندۂ حق مگر ابنِ مسعود کا
ایک ہی پھونک سے انہوں نے رکھ دیا	کر کے گل کفر کا ٹمٹماتا دیا
ابنِ مسعود نے شاہِ ابرار کو	حق کے جیش کے سپہ سالار کو
قتلِ بو جہل کی آ کے دی جو خبر	لے گئے آپ تشریف خیر البشر
دیکھ کر اس کو گویا ہوئے برملا	یہ کہ فرعون ہے امت ہذا کا ۳۱۵

نعیم تقوی: انہوں نے ''دیارِ عقیدت'' میں اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بیان کی ہے، لیکن آغاز میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے نعتیہ اشعار بھی ہیں جو قابلِ قدر ہیں:

حبیبِ کبریا کا نوعِ انساں پر یہ احساں ہے	سوادِ دہر میں چھائی ہوئی تنویرِ ایماں ہے
دیا ایسا سبق شہؐ نے مساوات و اخوت کا	کہ اونچا ہوگیا سر تھا، خمیدہ آدمیت کا ۳۱۶

بدر فاروقی: ان کی طویل نظم ''کیوں سرِ بزمِ نگاراں تر دامن ہے تہی'' مثنوی کی ہیئت میں لکھی ہوئی ایک ایسی نعت ہے۔ جس میں ملتِ اسلامیہ کے زوال اور عالمِ اسلام کی بے حسی پر نوحہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو ترغیبِ عمل دلانے کی سعی کی گئی ہے۔ سب سے پہلے مسلمان سے شکوہ ہے:

کیوں ہے آج یوں افسردگی چھائی ہوئی	کیوں نگاہِ وقت ہے یوں تجھ سے کترائی ہوئی

کیوں ترا بھاری سفینہ ڈوبنے کی زد میں ہے　　کیوں تری دنیا زوالِ تیز کی پھر حد میں ہے

پھر خود ہی اس زوال وشکست کے اسباب بھی بیان کیے ہیں۔

ڈھنگ اپنائے ہیں تو نے غیر قوموں کے تمام　　وہ بھی ایسے جو کہ خود ان میں نہیں ہیں نیک نام
تیرے حاکم بھی نہیں تیرے' متاعِ غیر ہیں　　باتیں کرتے ہیں حرم کی پر وہ روحِ دیر ہیں
جب سے تیری بزم سے جاتا رہا ذوقِ جہاد　　غیر قوموں کی نظر میں ہوگیا تو کم سواد

کس دکھ سے کہتے ہیں:

ہے مسلمان نام کو' ایماں ترا مشکوک ہے　　جس جہاں کا تھا تو مالک' اس میں تو مملوک ہے

ان حالات میں مسلمانوں کو جو مشورہ دیا گیا ہے وہ نعتیہ عناصر سے تابناک ہے۔ کہتے ہیں:

اٹھ کہ تیری زندگی کی ایک سیدھی راہ ہے　　وہ رہِ خیر البشر ہے' جادۂ اللہ ہے ۳۱۷

دوسری نظم ''نوائے درد'' میں بھی یہی کچھ ہے' البتہ اس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں التجاے استعانت وامداد کی گئی ہے:

اے مرکزِ اخلاق اور اے شمعِ ہدایت　　اب امتِ بدحال پہ ہوجائے عنایت
مٹ جانے کو ہے دین' نظر کیجئے سرکارؐ　　اب دین ہے پھر آپ کی نظروں کا طلب گار
سرکار برے حال میں ہے امتِ مہجور　　مٹ جائے زمانے سے نہیں وقت یہ کچھ دور
فریاد ہے فریاد ہے اے شاہ مدینہ　　شیطان کے پھندے میں ہے امت کا سفینہ ۳۱۸

از ہرورانی: انہوں نے اپنے حمد ونعت کے مجموعے ''کشکول'' میں ایک طویل نظم ''جامی نامہ'' لکھی ہے' جو مثنوی کی ہیئت میں ہے۔ اس نظم میں حضرت جامی کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ بڑی منزلیں طے کر کے مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو دربانِ روضہ رسول کو خواب میں رسولِ اکرم کی زیارت ہوئی' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دربان کو حکم دیا کہ وہ سرحد مدینہ سے باہر جا کر فلاں قافلے والوں کو کہدے کہ فلاں آدمی (جامی) مدینے سے دور رہے' اسے مدینہ میں داخل نہ ہونے دیں۔ چنانچہ جامی کو منع کر دیا گیا:

جنابِ جامی کو روکا گیا جو سرحد پر　　تو قلبِ عاشق مضطر ہوا سوا مضطر
رہِ وصال پہ عاشق کا دو قدم چلنا　　رہِ فراق پہ جیسے جنم جنم چلنا
پکی جو فصلِ تمنا تو ابرِ غم چھائے　　ہوائے شہرِ مراد آکے اور تڑپائے
غضب کی دھوپ تھی جلتے تھے ریت کے ٹیلے　　حیات ڈھونڈتی پھرتی تھی موت کے حیلے
ستایا حد سے زیادہ جو تشنہ کامی نے　　پھر ایک راہ نکالی جنابِ جامی نے
ادھر وہ روپ بدل کر چلے مدینے کو　　وفورِ عشق سے گرمائے اپنے سینے کو
ادھر حضورؐ نگہباں کے خواب میں آئے　　خوشا وہ آنکھ کہ جس نے یہ مرتبے پائے ۳۱۹

چنانچہ مولانا جامی کو پھر روک دیا گیا۔ وہ تیسری بار بھی تیار ہوئے تو حضورؐ نے نگہبان کو پھر خواب میں حکم دیا کہ اسے روکا جائے' چنانچہ نگہبان نے جامی کو قید کروادیا:

ممانعت کو زباں کی جو بے اثر پایا　　جنابِ جامی کو والی نے جیل بھجوایا

اس پر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پھر نگہبان کے خواب میں تشریف لائے اور جامی کو جیل بھیجنے پر ڈانٹا اور مدینہ میں اس کے داخل نہ کرنے کا سبب بھی ارشاد فرمایا:

کہ یہ غریب ہے شامل مرے حبیبوں میں　　روئے زمیں پہ گنتی کے خوش نصیبوں میں
اگر یہ شخص چلا آتا میرے روضے پر　　خوش آمدید میں کہتا نکل کے خود باہر

یقیناً یہ قصہ بے حد پر اثر اور حیرت انگیز ہے۔ راقم الحروف (افضال احمد انور) نے مختلف نعت خوانوں سے یہی واقعہ مختلف ناموں سے سنا ہے۔ لاہور کے ایک معروف عالم نے یہ واقعہ شہیدی کے نام سے سنایا۔ حافظ محمد حسین حافظ لائل پوری نے یہی واقعہ پنجابی میں نظم کیا اور انہوں نے متعدد جگہ سنایا' لیکن یہ واقعہ دراصل ہے کس کا؟ یہاں جامی سے کون مراد ہے۔ عام ذہن تو عبدالرحمان جامی کی طرف جاتا ہے جو فارسی زبان کے مشہور شاعر

اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے حد پیار کرنے والے تھے‘ مگر وہ مولانا جامی تو سالہا سال مدینہ منورہ میں حاضری دیتے رہے۔ ان کے کلام سے بھی اس کی شہادت ملتی ہے:

مشرف گرچہ شد جامی زلطفش خدایا ایں کرم بارِ دگر کن

(یعنی اگرچہ جامی پہلے بھی ان کے لطف سے مشرف ہوا ہے خدایا یہ کرم دوسری بار فرما)۔ ازہر درانی نے مولانا جامی کی اس نعت کا منظوم اور ترجمہ ''جامی نامہ'' سے پہلے کیا ہے اور اسے جامی نامہ کا با قاعدہ حصہ بنایا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ازہر درانی کی مراد مولانا عبدالرحمان جامی ہی ہیں‘ لیکن روایت کا کوئی ثبوت‘ حوالہ نہیں دیا گیا۔ ایسی باتیں بے حوالہ مناسب نہیں۔

شمع باقر: انہوں نے ''سیرت النبی منظوم'' میں مثنوی کی ہیئت میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سیرت مبارکہ کے واقعات کو منظوم کیا ہے۔ مثنوی صاف‘ شستہ اور رواں دواں اشعار پر مشتمل ہے۔ اشعار پراثر ہیں‘ البتہ کہیں کہیں عروضی اسقام بھی نظر آ جاتے ہیں۔ پھر بھی ایک خاتون کی طرف سے سیرتِ مبارکہ کو منظوم انداز میں پیش کرنا قابلِ تحسین ہے۔ علاوہ ازیں مثنوی ہی کی ہیئت میں ایک اور نعتِ پاک بھی موجود ہے۔

حسن رضوی: انہوں نے اپنی نظم ''نذرِ احباب'' میں‘ حضور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جناب میں ایک منظوم درخواست پیش کی ہے کہ میرے جملہ اعزہ واحباب پر مہربانی فرمائی جائے۔ اردو کے نعتیہ ادب میں یہ ایک نئی چیز ہے کہ کسی نے اپنے اڑسٹھ عزیزوں کا نام نام لیکر ان کے لئے رحمت کی بھیک مانگی ہو۔ اس مثنوی کے چند شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

ہے جمشید رضوی بھی تیرا غلام محافل کا کرتا ہے جو اہتمام
وہ بلبل‘ وہ صابر‘ وہ باصر‘ وہ اختر سبھی نے لگائے ہیں نعتوں کے دفتر
شکیل اور جاوید پر مہرباں ہو سروں پر ہمیشہ ترا سائباں ہو
غضنفر کے دن پھیر دے میرے آقاؐ اسے رزق کے ڈھیر دے میرے آقاؐ
مدینے کے عاشق ہیں آغا امیر ترے در کے ہیں وہ بھی ادنیٰ فقیر ۳۲۰؎

۲۲۳ ‘ اشعار میں سے یہ محض پانچ شعر منتخب کیے گئے ہیں۔ بظاہر یہ مثنوی نام شماری ہے لیکن دلوں کے اخلاص کو تو اللہ کریم ہی بہتر جانتا ہے۔ کسی کو مناسب نہیں کہ وہ شاعر کے خلوصِ نیت پر شک کرے۔ بہر حال اپنی نوعیت کی یہ واحد مثال ہے جو اس انداز وطوالت سے جزوِ نعت بنی ہے۔

مسعود اختر جمال: ان کی مثنوی ''پیغمبرِ اسلام'' ایک طویل اور وقیع مثنوی ہے۔ اس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کے مختلف واقعات منظوم ہوئے ہیں۔ سرکارِ مدینہ کے احکامات کو کس خوبی سے نظم کیا ہے‘ اس مثال سے اندازہ کیا جا سکتا ہے:

قمار بازی جرم ہے‘ دختر کشی ہے معصیت جائز وہی افعال ہیں‘ روشن ہو جس سے عاقبت
انسانیت جس میں نہ ہو‘ وہ زندگی بیکار ہے جو ظلم انساں پر کرے‘ بے رحم و بد کردار ہے
دولت امانت رب کی ہے‘ اسراف بیجا مت کرو جھوٹی گواہی تم نہ دو‘ ایماں کا سودا مت کرو ۳۲۱؎

اس خوبصورت مثنوی میں خالص نعتیہ اجزاء دیکھنا ہوں تو یہ شعر دیکھیے:

وہ رحمۃ للعالمیں‘ پیغمبر دنیا و دیں وہ شافعِ روزِ جزا‘ محبوب رب العالمین
ظاہر ہے کیا‘ باطن ہے کیا‘ کیا عبد کیا معبود ہے اک حاصلِ تخلیق ہے اک نور لامحدود ہے ۳۲۲؎

کاوش بدری: ان کی مثنوی ''قبلہ نما'' بھی قابلِ ذکر ہے۔ اس میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سراپا مبارک سے متعلق چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

جسمِ اطہر عرشِ اعظم کی طرح فرق گویا پارۂ عم کی طرح
آنکھ جیسے کنگرے ہوں عرش کے ابروے خمدار جیسے معجزے
ہونٹ قفلِ غایت دل کی کلید نطق اک گنجینۂ نو کی نوید ۳۲۳؎

شاعر نے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصافِ حمیدہ کا ذکر بھی کیا ہے:

اس کے اخلاقِ حمیدہ بے مثال اس کا کردار مرجع لازوال
قول اس کا ایک پتھر کی لکیر اس کی محفل میں ہر اک روشن ضمیر ۳۲۴؎

تنویر پھول: انوارِ حرا میں ان کی ایک نعتیہ نظم مثنوی کی ہیئت میں ہے۔ جسے مصنف نے خود "مثنوی طیب" عنوان دیا ہے۔ اس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حوالے سے دین کے راستے اور شہد کو موضوع بنا کر بات کی گئی ہے:

یہ فرمایا نبی نے معرفت رب کی منور ہے
جو اس سے آگہی ہو شہد سے بے شک وہ بڑھ کر ہے ۳۲۵

پرواز (ریاض احمد پرواز): فیصل آباد کے معروف شاعر ہیں۔ دیگر اصناف کے ساتھ نعت بھی کہتے ہیں۔ ان کی ایک مثنوی "ردائے رحمت" تین سو تیرہ ابیات پر مشتمل ہے۔ اس میں حمد اور منقبت کے شعر بھی ہیں لیکن اکثر نعتیہ ہیں۔ اس میں حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ بھی ہے۔ مدینہ منورہ سے متعلق چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

اللہ اللہ وہ گنبدِ خضرا — آنکھ میں کس فراز سے اترا
ایک دنیا حسیں نظاروں کی — خوشنما پھول، چاند تاروں کی
چاندنی، رنگ اور خوشبو ہے — اک مدینہ ہزار پہلو ہے
بابِ جبریل کیا کھلا مجھ پر — ایک منظر کہ وا ہوا مجھ پر
سامنے ہے وہ صفۂ اصحاب — وصل چاہے یہ ماہیِ بے آب
بالمقابل وہ مہبطِ جبریل — واں پہ قرآن کی ہوئی تنزیل
ایک جانب ریاضِ جنت ہے — درمیاں حجلۂ رسالت ہے

ریاض پرواز نے ظاہری سفر کے علاوہ باطنی و ذہنی سفر کی کیفیات بھی رقم کی ہیں۔ روضۂ اقدس پر دل کھول کر مانگا ہے، پھر امتِ مسلمہ یاد آ گئی اور شاعر کی لے میں سوز پیدا ہو گیا۔ کس دردمندی سے کہتے ہیں۔

میرے مولا کرم ہو امت پر — خون روتا ہوں اس کی حالت پر
راہ زن ہوگئے ہیں متمکن — رہبری کر سکیں یہ ناممکن
دہر میں کتنے ہوگئے رسوا — نہیں رسوائیوں کی بھی پروا
سارے عالم میں آج خوار ہوئے — پستیوں کے مکیں شمار ہوئے
بھائی، بھائی کا آج دشمن ہے — آگ کی زد پہ یہ نشیمن ہے
ہوگئی ہے لہو کی ارزانی — اور مہنگا ہوا ہے اب پانی
اب تو گرداب میں سفینہ ہے — کتنا دشوار آج جینا ہے

شاعر نے نظم کے آخر میں بہت کچھ طلب کیا ہے۔ آخری شعر ہے:

حمد، میرا اصول ہوجائے — نعت، میری قبول ہوجائے ۳۲۶

یزدانی جالندھری: ان کی مثنوی "صبحِ سعادت" جس میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کو موضوع بنا کر گلہائے نعت پیش کیے گئے ہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کا ذکر کس والہانہ انداز سے کرتے ہیں، چند منتخب اشعار دیکھیے:

یک بہ یک ایسے میں آئی رحمتِ حق جوش میں — ہوگیا آغازِ راحت عالمِ غم کوش میں
لے کے پیغامِ طرب بادِ بہاری آگئی — سلسبیلِ رحمت و الطافِ باری آگئی
قلبِ ابراہیمؑ کی پوری ہوئی آخر دعا — گونج اٹھا ارض و سما میں نغمۂ راحت فزا
منتظر فطرت تھی جس صبحِ سعادت کے لیے — آئی وہ صبحِ حسیں جلوے رسالت کے لیے
قسمت عالم سنور جانے کی باری آگئی — صاحبِ ختمِ نبوت کی سواری آگئی
لرزے ایوانِ شہی، اونچے منارے گر پڑے — بت گرے سجدے میں، ٹھنڈے ہوگئے آتش کدے
بن کے تقدیرِ جہاں نجم الھدیٰ پیدا ہوا — نورِ حق، بدرالدجیٰ، شمس الضحیٰ پیدا ہوا
کارگاہِ دہر کے شام و سحر روشن ہوئے — ہوگئے بیدار دل، فکر و نظر روشن ہوئے

الصلوٰۃ والسلام اے مہبط روح الامین　　　الصلوٰۃ والسلام اے رحمۃ للعالمین ۳۲۷؎

ان کے متعلق احمد ندیم قاسمی کی رائے ہے:

"یزدانی جالندھری نے اپنی نعتیہ نظم میں اپنی قادرالکلامی سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ میلادالنبیؐ کے موضوع پر سینکڑوں شعراء اپنی عقیدتوں کا اظہار کر چکے ہیں مگر یزدانی کی اس نظم کی انفرادیت یہ ہے کہ انہوں نے نہ صرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری پر بلند پایہ اشعار کہے ہیں' بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود گرامی کو ایک ایسے تاریخی تناظر میں پیش کیا ہے کہ حقیقت مزید رخشندہ ہو جاتی ہے' پھر یزدانی نے تمام لفظیات کو نہایت سلیقے سے اشعار کی لڑی میں پرو دیا ہے۔۔۔ یزدانی کو اس نظم میں ہمہ جہت کامیابی نصیب ہوئی ہے۔" ۳۲۸؎

مثنوی کی ہیئت میں درود و سلام

اردو کے نعتیہ ادب کے ہر دور اور ہر شعر کی ہر ہیئت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام لکھا گیا ہے۔ مثنوی کے حصے میں یہ سعادت وافر آئی۔ دکنی دور ہی سے اس ہیئت میں صلوٰۃ وسلام پر مشتمل اشعار ملنا شروع ہو جاتے ہیں' لیکن مثنوی کی ہیئت میں ماہر القادری کے سلام کو خصوصی شہرت ملی۔

مولانا ماہر القادری: ان کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ انہوں نے جو سلام لکھا ہے وہ قبول عام کا درجہ حاصل کر چکا ہے' سلام کے اشعار دل کو متاثر کرتے ہیں۔ شاعر کی عقیدت عروج پر ہے۔ چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی　　　سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سمجھائے　　　سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں　　　سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں
سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا　　　سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا
سلام اس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا　　　سلام اس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا
سلام اس پر کہ جس نے جھولیاں بھر دیں فقیروں کی　　　سلام اس پر کہ مشکیں کھول دیں جس نے اسیروں کی
سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں　　　سلام اس پر بروں کو جس نے فرمایا کہ میرے ہیں
سلام اس پر کہ جس کا نام لے کر اس کے شیدائی　　　الٹ دیتے ہیں تختِ قیصریت' اوج دا رائی
درود اس پر کہ جس کا نام تسکینِ دل و جاں ہے　　　درود اس پر کہ جس کے خلق کی تفسیر قرآں ہے
درود اس پر کہ جس کے تذکرے ہیں پاکبازوں میں　　　درود اس پر کہ جس کا نام لیتے ہیں نمازوں میں ۳۲۹؎

"ماہر القادری کا انداز نعت گوئی بڑا دلپذیر اور فکر وخیال کی پاکیزگی و رعنائی کا آئینہ دار ہے' جسے خلوص کی حلاوت اور جذبے کی صداقت وطراوت شئے دیگر بنا دیتی ہے۔ زبان وبیان پر جو قدرت انہیں حاصل ہے' اس کا اظہار ان کی عام شاعری کی طرح ان کی حمدیہ نعتیہ شاعری میں بھی ہوا ہے۔ ان کے اشعار خوبیِ ادا حسنِ ابلاغ اور رعنائی اظہار کا بہترین نمونہ ہیں۔ نعت کے مخصوص آہنگ میں ان کے ہاں عشق ومحبت کی والہانہ سپردگی اور جذب ومستی کے ساتھ فکر کی پاکیزگی و رفعت' احساس کی نظافت وطہارت اور عقیدہ ومسلک کی صحت و درستی پہلو بہ پہلو چلتی ہے اور اس طرح ان کے تال میل سے ان کا وہ مخصوص اسلوب نعت گوئی وجود میں آتا ہے' جو انہیں عصر حاضر کے نعت نگاروں میں ایک ممتاز مقام عطا کرتا ہے۔" ۳۳۰؎

صائم چشتی: نے پنجتن پاک کے حضور نذرانہ سلام پیش کیا ہے۔ سب سے پہلے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور منظوم نذرانہ سلام ملتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذاتی نام مبارک "محمدؐ" کی اعداد کی نسبت سے اس سلام کے ۹۲ اشعار ہیں۔ یہ ایک طویل مثنوی ہے' جس کے ہر شعر کا آغاز لفظ سلام سے ہوتا ہے (اکثر شعروں کے آغاز میں سلام کا لفظ دونوں مصرعوں میں بھی ہے)۔

سلام اے نور اول' مظہر انوار ربانی　　　سلام اے سر قدرت کاشفِ اسرار ربانی
سلام اے روح اول' روح وجسم و جانِ دو عالم　　　سلام اے حسنِ دو عالم سلام اے شانِ دو عالم
سلام اے کنتُ کنزاً کی حقیقت جاننے والے　　　سلام اے سب سے پہلے ذات کو پہچاننے والے ۳۳۱؎

ان اشعار سے صائم چشتی کی پُر گوئی ظاہر ہے۔ وہ اعلیٰ ادبی خوبیوں کے حامل تھے۔ سیدہ نوازش رباب زہرا لکھتی ہیں:

"صائم چشتی کی نعتوں میں ادبی روایات کی پاسداری نظر آتی ہے اور ان کے ہاں بھی ایک صناعانہ حسن ملتا ہے' جس میں فکر و تخیل کی روحانی فضا کو الفاظ میں پرو کر خوبصورت مالا تیار کی گئی ہے۔ ممکن ہے ان کو اس جگر کاوی اور زہرہ گدازی میں سخت محنت و مشقت کرنا پڑتی ہو' لیکن اس کے بغیر جوہر کی تابنا کی محال ہے۔ ان کی شاعری لفظ و معنی کی ہم آہنگی میں حضرلانہ و عاشقانہ معانی' فنی تراکیب کے خوبصورت امتزاج کے ساتھ موجود نظر آتی ہے۔ ان کی شاعری میں شگفتگیِ طبع اور زندہ دلی کے والہانہ اظہار اور پاکباز خیالات کی خوشگوار فضا ہے۔" ۳۳۲

حفیظ جالندھری کے سلام ۔	سلام اے آمنہؓ کے لال اے محبوب سبحانی	سلام اے فخرِ موجودات فخرِ نوعِ انسانی
اور ماہرالقادری کے سلام ۔	سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی	سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

ان دونوں سلاموں کی بحر اور انداز میں سلام لکھنے والے بعض شعراء جنہوں نے مثنوی کی ہیئت اپنائی۔

عاجز (میاں محمد بشیر عاجز) ۔	سلام ان پر کہ جو پیدا ہوئے مکہ کی بستی میں	سلام ان پر کہ جملہ ہیں فضائل جن کی ہستی میں ۳۳۳
خلوت (غلام محی الدین) ۔	سلام اے رونقِ بزمِ جہانِ علوی و سفلی	سلام اے سرِ موجودات ظلِ ذات سبحانی ۳۳۴
شوق (اشتیاق حسین شوق) ۔	سلام اس پر جسے شرحِ نیاز و ناز کہتے ہیں	سلام اس پر جسے اہلِ نظر کا راز کہتے ہیں ۳۳۵
آزاد (جگن ناتھ آزاد) ۔	سلام اس ذاتِ اقدس پر' سلام اس فخرِ دوراں پر	ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیائے امکاں پر ۳۳۶
ناظر (خوشی محمد): ۔	سلام اس پر جسے حق نے عطا کی شانِ یکتائی	سلام اس پر کہ جس کے نور سے ہم نے ضیا پائی ۳۳۷
درد کاکوروی: ۔	سلام اس پر کیا جس نے معزز ابنِ آدم کو	برابر حق دیے جس نے تمام اقوامِ عالم کو ۳۳۸
منظر (عبدالحمید خاں منظر): ۔	سلام اے ابنِ عبداللہ سلام اے زینتِ مادر	سلام اے باعثِ دنیا سلام اے طاہر و اطہر ۳۳۹
شرف شیخوپوری: ۔	سلام اس پر کہ ختم المرسلیں جو بن کے آیا ہے	سلام اس پر کہ دو عالم کو جس نے جگمگایا ہے ۳۴۰
عقیل اٹاوی: ۔	سلام ان پر جو دشمن کے لئے تکلیف سہتے تھے	صلوٰۃ ان پر جو بھوکوں کو کھلا کر بھوکے رہتے تھے ۳۴۱
ضیاء۔ کریم بخش: ۔	سلام اس پر کہ جس نے فیض کے چشمے بہائے ہیں	سلام اس پر کہ جس نے علم کے موتی لٹائے ہیں ۳۴۲
مظفر وارثی: ۔	سلام ان پر کہ جن کی ذات پر قرآں ہوا نازل	سلام ان پر فرشتے رفعتوں کی جن کے تھے قائل ۳۴۳
بے چین (محمد حسین بے چین رجپوری):	سلام اس پر جسے بعد از خدا سب پر بڑائی ہے	سلام اس پر کہ جس کی عرشِ اعظم پر رسائی ہے ۳۴۴
ساجد (محمد نعمان): ۔	سلام اے تاجدارِ دین و دنیا ظلِ سبحانی	سلام اے کامگارِ رزمِ ہستی سرِ سلطانی ۳۴۵
نیر جہلمی: ۔	سلام اے شاہِ دوراں' روحِ قرآں السلام	سلام اے امتِ عاصی کے غم خوار و نگہباں السلام ۳۴۶
نصرت نوشاہی: ۔	سلام اے سرورِ عالی ہمم اے رحمتِ یزداں	سلام اے شافعِ امت حبیبِ خالقِ دوراں ۳۴۷
ہادی مچھلی شہری: ۔	سلام اس پر ہوئی معراج کی دولت جسے حاصل	سلام اس پر ہوا جو بارگاہِ قدس میں داخل ۳۴۸
یحییٰ اعظمی: ۔	سلام اس پر ہوئی جس سے منور بزمِ امکانی	سلام اس پر رخِ اقدس تھا جس کا شمعِ نورانی ۳۴۹

حافظ لدھیانوی: انہوں نے بحضور خیر الانامؐ کے عنوان سے مثنوی کی ہیئت میں سلام لکھا ہے۔ یہ ایک طویل سلام ہے جس میں ۱۲۱۹ اشعار ہیں۔ ہر شعر "سلام اس پر" سے شروع ہوتا ہے:

سلام اس پر خدا کے بعد جس کی شان یکتا ہے	جو ممدوحِ خدائے پاک ہے جو سب کا آقا ہے
سلام اس پر غلاموں کو عطا کی جس نے سلطانی	سکھائے جس نے مظلوموں کو اندازِ جہانبانی
سلام اس پر کہ جس کی دید کو بیتاب ہیں آنکھیں	سلام اس پر کہ جس کی یاد میں پُر آب ہیں آنکھیں ۳۵۰

راغب مرادآبادی: انہوں نے "بحضورِ خاتم الانبیاء" ایک طویل سلام لکھا ہے' جس کا ہر مصرع "سلام اس پر کہ" سے شروع ہوتا ہے۔ بطور نمونہ تین شعر درج ہیں:

سلام اس پر کہ دنیا کو پیامِ حق دیا جس نے سلام اس پر کہ بے ہمتا نظامِ حق دیا جس نے
سلام اس پر سنایا حکم جس نے لا تبذّر کا سلام اس پر بتایا بھید جس نے لا تصعّر کا
سلام اس پر کبھی ٹالا نہیں جس نے سوالی کو سلام اس پر برا سمجھا نہ جس نے خستہ حالی کو ۳۵۱

شوکت ہاشمی: ''سارے حرف گلاب''۔شوکت ہاشمی نے بھی مثنوی کی ہیئت میں ایک سلام لکھا ہے۔جس کا تخصص یہ ہے کہ اس کے ہر شعر کا پہلا مصرع ''سلام اس پر کہ جو۔۔۔۔ سے شروع ہوتا ہے جبکہ دوسرا مصرع'' درود اس پر کہ جو'' سے شروع ہوتا ہے۔

یہ ایک طویل سلام ہے' اس میں ۱۷۸ ' اشعار ہیں۔

سلام اس پر کہ جو باغِ جہاں میں رنگ و بو لایا درود اس پر کہ جو بے رنگ شاخوں میں نمو لایا ۳۵۲

طالق ہمدانی لدھیانوی: انہوں نے بھی مثنوی کی ہیئت میں سلام لکھا ہے۔اس نعت کا ہر مصرع لفظ سلام سے شروع ہوتا ہے۔(سلام کی یہ وہی روایت ہے،جس میں حفیظ جالندھری اور ماہر القادری نام پیدا کر چکے ہیں) طالق کے تین شعر ملاحظہ کیجئے:

سلام اس پر کہ جس کا حسنؑ یوسفؑ سے فزوں تر ہے سلام اس پر کہ جس کا جسمؑ اطہر ہے منور ہے
سلام اس پر بنایا آدمی کو آدمی جس نے سلام اس پر دیا دنیا کو درسِ زندگی جس نے
سلام اس پر جو چمکا دہر میں مہرِ مبیں ہوکر سلام اس پر جو آیا خلق میں سلطانِ دیں ہوکر ۳۵۳

گوہر ملسیانی: انہوں نے بھی اسی ہیئت اور اسی انداز میں سلام لکھا ہے۔بطور نمونہ ان کے دو شعر درج ہیں:

سلام اس پر کہ جو فاران کی چوٹی پہ چمکا تھا سلام اس پر کہ جو صحنِ حرم میں چاندا ترا تھا
سلام اس پر کہ دنیا میں اجالا کردیا جس نے سلام اس پر کہ دامن موتیوں سے بھر دیا جس نے ۳۵۴

غلام جیلانی باصر: انہوں نے گل ہائے عقیدت میں ایک سلام لکھا ہے' یہ مثنوی کی ہیئت میں ہے اور اس کا (آخری شعر کے سوا) ہر مصرع السلام سے شروع ہوتا ہے:

السلام اے عظمتِ انسانیت کے تاجدار السلام اے مظہرِ لطف و عطائے کردگار
السلام اے نورِ یزداںؑ سرورِ کون و مکاں السلام اے رحمتِ عالم شفیعِ عاصیاں
السلام اے ماہِ خوباں زینتِ عرشِ بریں السلام اے حاصلِ مخلوق نورِ اولیں ۳۵۵

شرقی (امیر الاسلام شرقی): شرقی کا کلام سید معراج نیّر نے ''خوابِ رفتہ'' میں مرتب کیا ہے۔اس میں شرقی کا ایک سلام مثنوی کی ہیئت میں ہے۔ہر مصرع کا آغاز سلام اس پر کہ۔۔۔ سے ہوتا ہے:

سلام اس پر کہ جو تعبیر تھا خوابِ حقیقت کی سلام اس پر کہ جو تنویر تھا برجِ رسالت کی
سلام اس پر امامت کی بچائی آبرو جس نے سلام اس پر دکھائی راہِ حق کی جستجو جس نے
سلام اس پر کہ جس پر زیست بھی قربان ہوجائے سلام اس پر کہ جس پر خود فدا ایمان ہوجائے ۳۵۶

ابوبکر ناظم: انہوں نے ''جہانِ شوق'' میں مثنوی کی ہیئت میں دو نعتیہ نظمیں لکھی ہیں۔ایک نظم سلام پر مشتمل ہے۔جس کے ہر شعر کا آغاز سلام اس پر کہ۔۔۔ سے ہوتا ہے:

سلام اس پر کہ جس کا نامِ نامی اسمِ اعظم ہے سلام اس پر کہ جو تنہائیوں کا میرا ہمدم ہے ۳۵۷

خلیق قریشی: انہوں نے ''برگِ سدرہ'' خلیق نے سترہ اشعار پر مشتمل سلام لکھا ہے۔جس کی ہیئت مثنوی کی ہے:

سلام اس پر ہوئی تشکیلِ نورِ اولیں جس سے درود اس پر ہے تکمیلِ پیامِ آخریں جس سے ۳۵۸

گوہر ملسیانی: انہوں نے ''مظہرِ نور'' بیس اشعار پر مشتمل ایک سلام لکھا ہے۔اس کے ایک مصرع کے سوا ہر مصرع ''سلام اس پر۔۔۔ سے شروع ہوتا ہے:

سلام اس پر کہ جو فاران کی چوٹی پہ چمکا تھا سلام اس پر کہ جو صحنِ حرا میں چاند اترا تھا ۳۵۹

ماجد صدیقی: ان کے نعتیہ مجموعہ ''سرِ نور'' میں ایک طویل مثنوی ''خلقِ عظیم'' ہے۔اس کا ایک حصہ سلام پر مشتمل ہے۔اس سلام کا تخصص

یہ ہے کہ اس کے ہر شعر سے پہلے ''سلام تجھ پر'' ہے' مثلاً

سلام تجھ پر کہ جس کے باطن کی روشنی سے جہاں میں ضو ہے — سلام تجھ پر بلند مہتاب و مہر کی جس سے اب بھی لو ہے ۳۶۰

صدر (صدر الدین احمد صدر): ان کے مجموعہ ''بادۂ عرفاں'' میں بھی سلام ملتا ہے۔ جس کے اشعار (و مصاریع) کا آغاز ''سلام انؐ پر کہ'' سے ہوتا ہے:

سلام ان پر کہ جن کے نور سے عالم ہوا پیدا — سلام ان پر کہ جن کے حسن پر حسنِ ازل شیدا

سلام ان پر کہ لولاک لما ہے شان میں جن کی — سلام ان پر بڑی توصیف ہے قرآن میں جن کی ۳۶۱

طفیل ہوشیار پوری: ان کے مجموعۂ نعت ''رحمتِ یزداں'' میں ایک نظم سلام پر مشتمل ہے۔ آخری شعر بطور نمونہ درج ذیل ہے:

السلام اے میرے مقصودِ نظر — السلام اے روضۂ خیر البشر ۳۶۲

عقیل اثاوی: انہوں نے بھی سلام لکھا ہے۔ پہلا مصرع سلام اور دوسرا صلوٰۃ سے شروع ہوتا ہے:

سلام ان پر کہ جن کی شان میں قرآں ہوا نازل — صلوٰۃ ان پر جنہیں معراجِ جسمانی ہوئی حاصل ۳۶۳

یزدانی جالندھری: ؎ الصلوٰۃ والسلام اے مہبطِ روح الامین — الصلوٰۃ والسلام اے رحمۃ للعٰلمین ۳۶۴

مسرور کیفی: انہوں نے نعتیہ مجموعہ ''سلام ان پر'' میں مثنوی کی ہیئت میں سلام لکھا ہے:

سلام ان پر خدا کے بعد جو یکتا ہیں' اعلیٰ ہیں — سلام ان پر جو عظمت اور رفعت کا حوالہ ہیں

سلام ان پر جو محبوبِ خداوندِ جہاں بھی ہیں — سلام ان پر ہمارے جو یہاں بھی ہیں' وہاں بھی ہیں ۳۶۵

عبدالعزیز خالد: ان کے نعتیہ مجموعے ''طاب طابؐ'' سے سلام کے اشعار کا نمونہ درج ذیل ہے:

سلام اے سیدِ اولادِ آدم — سلام اے موجبِ ایجادِ عالم

سلام اے عزت افزائے کفِ خاک — سلام اے سرورِ افلاک و املاک

سلام اے شاہکارِ صنعِ یزداں — سلام اے افتخارِ نوعِ انساں

سلام اے شہسوارِ رخشِ ایام — سلام اے رہبر افراد و اقوام ۳۶۶

عبدالعزیز شرقی:

السلام اے سرورِ کون و مکاں — السلام اے رحمتِ ہر دو جہاں

السلام اے شمعِ بزمِ کائنات — السلام اے ساقیِ آبِ حیات ۳۶۷

جگن ناتھ آزاد: انہوں نے بھی مثنوی کی ہیئت میں خوبصورت سلام لکھا ہے:

سلام اس ذاتِ اقدس پر' سلام اس فخرِ دوراں پر — ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیائے امکاں پر

سلام اس پر جو آیا رحمۃ للعالمین بن کر — پیامِ دوست لے کر صادق الوعدوا میں بن کر

سلام اس پر کہ جس نے بے زبانوں کو زباں بخشی — سلام اس پر کہ جس نے ناتوانوں کو تواں بخشی ۳۶۸

عبدالکریم ثمر نے ''ظہورِ قدسی'' کے عنوان سے نعتیہ نظم لکھی جو مثنوی کی ہیئت میں ہے:

آ گیا وہ وقت تھا صدیوں سے جس کا انتظار — خاکِ بطحا ہوگئی عرش بریں سے ہمکنار

ہو مبارک والیِ کون و مکاں پیدا ہوئے — کارواں میں اک امیرِ کارواں پیدا ہوئے

عالمِ اجسام میں تشریف لے آئے حضورؐ — نغمہ زن کیفِ مسرت سے ہوئے فاران وطور ۳۶۹

عبدالکریم ثمر ''سفرِ حجاز'' کے عنوان سے طویل نعتیہ نظم بھی مثنوی کی ہیئت میں لکھی ہے۔ اس میں خالص نعتیہ اجزاء کا ایک نمونہ درج ذیل ہے:

مصطفےٰؐ وہ صاحبِ وحی و کتاب — تاجدارِ ہل اتیٰ جس کا خطاب

مصطفےٰؐ وہ صاحبِ خلقِ عظیم — مصطفےٰ اُمّی لقب دُرِّ یتیم

مصطفےٰؐ وہ نورِ بزمِ کائنات — عظمتِ روحِ بشر' جانِ حیات

مسافرِ مدینہ جب مواجہہ شریف کے سامنے آتا ہے تو یوں سلام عرض کرتا ہے:

السلام اے رحمۃ للعلمین — السلام اے سبز گنبد کے مکیں
السلام اے بندۂ مولا صفات — قوت و تسخیر تیرے معجزات
السلام اے مصدرِ نابود و بود — پیکرِ انوارِ سامانِ وجود ۳۷۰

فداؔ (صوفی حاجی فضل الدین فدا کھیم کرنی، م۱۹۸۶ء): ''حدیثِ ایماں'' فدا کھیم کرنی نے حضرت پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کے موضوع پر ایک نعتیہ نظم، مثنوی کی ہیئت میں لکھی ہے۔ اس میں ذکرِ ولادت کے بعد دنیا پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احسانات کا ذکر ہے:

جل رہے تھے سوزِ حرماں سے دماغ — بجھ رہا تھا بزمِ ہستی کا چراغ
چھا گئے مکے پہ تارے نور کے — انس و جاں نے گائے نغمے نور کے
روشنی کی بھیک لیتے ہیں نجوم — ہر طرف ہے نورِ یزدانی کی دھوم ۳۷۱

قمرؔ سنبھلی (دہلی): نظم ''مسافرانِ حرم سے'' صرف ایک شعر درج کیا جاتا ہے:

پہنچ کے روضہ پہ دل کا پیام بھی کہنا — پڑھو سلام تو میرا سلام بھی کہنا ۳۷۲

جمالؔ (مسعود اختر جمال): ''پیغمبرِ اسلام'' کے زیرِ عنوان خوبصورت نظم کہی:

وہ پیکرِ انسانیت، وہ تاجدارِ انبیاء — وہ جس کے دل پر فاش ہے رازِ مقامِ کبریا ۳۷۳

ضیاءؔ (محمد صدیق حسن ضیا): ''مقامِ محمود'' کے عنوان سے مثنوی کی ہیئت میں نعت لکھی۔۳۷۴

قیصر الجعفری (بھارت) کی ایک مثنوی کی ہیئت میں نعت کا عنوان ہے ''مدینہ منورہ میں حضورؐ کا دار القیام''

بلند حضرت ایوب کا ستارا ہوا — کہ اک چراغ بھی سورج کا استعارا ہوا
گلی گلی انداز کر گیا ناقہ — انہیں کے گھر پہ پہنچ کر ٹھہر گیا ناقہ
اسی زمیں کی دعا کو قبول ہونا تھا — اسی مکان کو بیت الرسولؐ ہونا تھا ۳۷۵

سلیمؔ (سید علی اکبر سلیم، م۱۹۸۵ء): ان کے نعتیہ مجموعے میں مثنوی ہیئت میں نعتیہ منظومات بھی ہیں۔ ایک نعت میں گنبدِ خضرا کے سامنے کھڑے امتی کی دلی کیفیت کی نقشہ کشی کی ہے:

آنکھوں میں اشک ہونٹوں پہ آہیں رکی ہوئیں — ذہنوں میں اضطراب، نگاہیں جھکی ہوئیں
کوتاہیوں پہ اپنی پشیمان و شرمسار — مضطر ملول بے کس و بے تاب و بے قرار
سہمے ہوئے لرزتے ہوئے اور ڈرے ہوئے — بارِ گناہ اپنے سروں پر دھرے ہوئے
مجرم کھڑے ہیں والیِ بطحا کے سامنے — محشر بپا ہے گنبدِ خضرا کے سامنے ۳۷۶

ان کے بارے میں اکرم رضا نے لکھا ہے:

''یہ نعتیں مضمون آفرینی اور جذباتی پرواز کا خوبصورت نمونہ ہیں۔'' ۳۷۷

مثنوی ہی کی ہیئت میں ان کی اک اور نعت کے چند اشعار دیکھئے:

مقدر کو یا رب وہ دن بھی عطا ہو — سرِ بے نوا ہو درِ مصطفےٰ ہو
جو تم ہو کھویا تو منجدھار کیسا — یہ طوفان کیا ہے، جو تم ناخدا ہو
گنہگار ہیں تم پہ آنکھیں لگائے — ادھر ان پہ بھی چشمِ شفقت ذرا ہو ۳۷۸

شارقؔ (شفیق الدین): ان کے نعتیہ مجموعے ''نزول'' میں مثنوی ''زائرِ حرم سے'' ہے جس میں زائرِ مدینہ سے درخواست کی گئی ہے کہ سرکارؐ کی بارگاہِ کریمہ میں شاعر کا بھی سلام عرض کر دیا جائے:

مزارِ اقدس کی جالیوں کے قریب دل اپنا تھام لینا — بڑے ادب سے سلام کہہ کر نبی محمد کا نام لینا
جب آئے بسمل کو ہوش تو پھر سلامِ شارق بھی عرض کردے — مری طرف سے یہ قرض سمجھے ادا ضروری یہ فرض کردے ۳۷۹

سید شمس الحق بخاری: ان کی نظم ''شبِ وصال'' معراج کے واقعہ پر مبنی ہے:

قیودِ زمان و مکاں توڑ کر — گئے جس کے ساتھ معراج پر
جو سرکارؐ نے دیکھا جو کچھ سنا — خدا جانے یا پھر حبیبِ خدا
وہ اوجِ افق پر ہوا جلوہ گر — ہوا اپنے پیارے کے نزدیک تر
قریب آئے اتنے محبّ اور حبیب — کہ تھا قربِ قوسین بلکہ قریب ۳۸۰؎

ارقم (محمد افتخار الحق ارقم ڈاکٹر): ۹۔ اشعار کی ایک خوبصورت نعت مثنوی کی ہیئت میں کہی۔۳۸۱؎

عابد نظامی: ان کے ہاں فیضانِ کرم میں مثنوی کی ہیئت میں ایک نعت پاک ملتی ہے۔۳۸۲؎

صائم چشتی (شیخ محمد ابراہیم صائم): درج ذیل نعتیہ مجموعے میں مثنوی کی ہیئت میں نعتِ پاک ہے۔ ا۔ حسنِ کائنات ۳۸۳؎

نازش (محمد حنیف نازش قادری): نازش نے بھی مثنوی کی ہیئت میں درودِ تاج کا منظوم مفہوم چوبیس اشعار میں بیان کیا ہے۔ایک شعر بطور مثال یہ ہے:

درود انؐ پر کہ جو فتح و ظفر کے تاج والے ہیں — سلام انؐ پر کہ جو دولھا شبِ معراج والے ہیں ۳۸۴؎

عزیز احسن (کرم و نجات کا سلسلہ): مجموعۂ نعت میں ایک مثنوی بعنوان ''سلسبیلِ نور'' موجود ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے:

فلک سے تا فرشِ خاک اک سلسبیلِ نورِ ازل ہے جاری — مسرتوں کے چمن کھلے ہیں کرم پہ مائل ہے ذاتِ باری ۳۸۵؎

عندلیب (ش۔خ۔عندلیب): ایک نعتیہ نظم کے دو شعر دیکھیے:

جب ہوا برہم نظامِ زندگی — آپ کی رحمت سہارا بن گئی
غم یتیموں کا مٹایا آپؐ نے — اپنے سینے سے لگایا آپؐ نے ۳۸۶؎

مظہر..........سعیدہ عروج:

کائنات آج مکمل ہوئی آمد سے تری — ذاتِ انسان مدلل ہوئی آمد سے تری
تیری آمد کا یہ مفہوم تھا مکی مدنی — آدمی مظہرِ کردار کا ہوتا ہے دھنی ۳۸۷؎

بشیر (بشیر النساء بیگم حیدرآبادی):

گرد و غبارِ جہل سے افکار پاک ہوگئے — انوارِ ذوق و شوق سے دل تابناک ہوگئے
سر رشتۂ ربوبیت روئے زمیں پر آگیا — نورِ ظہورِ مصطفٰےؐ کون و مکاں پہ چھا گیا ۳۸۸؎

فضا (گوبند پرشاد فضا):

محمد رہنمائے انس و جاں — رسولِ کبریائے دو جہاں
نہیں ہرگز یہ طاقت ہے زباں کو — جو نعتِ مصطفٰے کچھ بھی بیاں ہو ۳۸۹؎

نشتر (سرداری لعل):

جنابِ محمدؐ شہِ انبیاء تھے — مگر دستگیرِ امیر و گدا تھے
فقط ایک نشتر ہی کیا مدح خواں ہے — ثنا خواں محمدؐ کا سارا جہاں ہے ۳۹۰؎

بابو سمبھو دیال دانش: ع ایک دن حضرت محمد مصطفٰے بانیٔ اسلام فخرِ انبیاء ۳۹۱؎

شکیل بدایونی: ''کلیاتِ شکیل'' نعتیہ نظم ''نورِ وحدت'' ۳۹۲؎

حسین سحر ''سعادت'': (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک سو اسمائے مبارکہ محض (۱۴) اشعار میں مثنوی کی ہیئت میں منظوم کیے گئے ہیں) ۳۹۳؎

زکی محمد کیفیؔ کیفیات: نظم "قصیدۂ نعتیہ" جو دراصل مثنوی کی ہیئت میں ہے۔ ۳۹۴

کرم حیدری: نِعَمُ (نظم: امت کے لئے چشمۂ انوار وہی ہے) ۳۹۵

ممتاز حسن نے اپنے مرتب کردہ نعتیہ انتخاب "خیر البشرؐ کے حضور میں" جن شعراء کا نعتیہ کلام (جو مثنوی کی ہیئت میں لکھا گیا) دیا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں:

ادا جعفری: اے رحمتِ تمام! یہ وقتِ نگاہ ہے — یہ امتِ جنابِ رسالت پناہ ہے ۳۹۶

ادیب سہارنپوری: چیخ اٹھنا چاہتی ہے غم سے گھبرا کر زمیں — رحمۃ للعالمین یا رحمۃ للعالمیں ۳۹۷

رحمٰن کیانی: ہادی و نادی و قائد و مقتدا — رہبر و رہنما مصطفیٰؐ مصطفیٰؐ ۳۹۸

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اپنے مرتب کردہ نعتیہ انتخاب "اردو کی نعتیہ شاعری" میں جن شعرا کا نعتیہ کلام (مثنوی کی ہیئت میں) دیا ہے۔ ان میں سے بعض یہ بھی ہیں:

اسیر بدایونی: شبِ معراج، معراجِ شب و روز — تجلی و سیاہی دیدہ افروز ۳۹۹

سحر انصاری: حاملِ خلقِ عظیم و صاحبِ صدق و یقیں — آپؐ کے قول حکیمانہ ہیں اب تک دلنشیں ۴۰۰

منظور حسین شور: خاک ہو جس کا نشیمن، عرش ہو جس کا مقام — اس کی شاہی کو سلام اس کی فقیری کو سلام ۴۰۱

جوہر چاندوڑی: میلاد النبیؐ (میلاد کے موضوع پر مثنوی کی ہیئت میں نظم) ۴۰۲

اختر (شاہ حکیم محمد اختر مولانا): "فیضانِ محبت" نظم "دیارِ مدینہ" ۴۰۳

مہر (مولانا غلام رسول): نظم "مسافرِ حجاز کا نغمۂ دلگداز"

اب بسوں گا جا کے میں اس سرزمینِ پاک میں — سو رہے ہیں سرورِ لولاک جس کی خاک میں
راہِ طیبہ میں سراغِ زندگی پاتا ہوں میں — رخصت اے ہندوستان سوئے عرب جاتا ہوں میں ۴۰۴

عزیز (مرزا احمد ہادی لکھنوی):

اے مدینے! خواب گاہِ حضرتِ ختمی مآب — سو رہا ہے یہ ترے آغوش میں کون آفتاب
نغمۂ توحید سے لبریز تیرا ساز ہے — طائرِ قدس آشیاں پیہم ترا دمساز ہے ۴۰۵

بسمل (عبدالرحیم بسمل کرانوی) "خاکِ حجاز":

خاکِ حجاز سرمۂ فلک ہے تو — گو سرزمیں ہے رتبے میں گویا فلک ہے تو
مکہ پہ تجھ کو فخر مدینے پہ ناز ہے — اس خاتم النبیؐ کے نگینے پہ ناز ہے ۴۰۶

منظور (منظور حسین):

جس نے پایا تھا لڑکپن سے ہی صادق کا لقب — اپنے بیگانے جسے خیر الامیں کہتے تھے سب
جس کے دل میں شوقِ دنیا تھی نہ حُبِّ جاں تھی — گوشۂ غارِ حرا جس کی ریاضت گاہ تھی ۴۰۷

ساغر نظامی:

ہر گھر نے گواہی دی ہر در نے گواہی دی — پیڑوں نے گواہی دی، پتھر نے گواہی دی
قدرت نے کہا بے شک انسان یہ افضل ہے — احمدؐ ہے محمدؐ ہے محمود ہے مرسل ہے ۴۰۸

نعتیہ مثنوی میں تخلص کی مثالیں:

صادق (صادق علی دریا آبادی بستوی): مولانا صادق علی انصاری، صادق بستوی ۱۹۲۸ء میں دریا آباد (یو پی) میں پیدا ہوئے۔ آپ دارالعلوم دیو بند کے فارغ التحصیل ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل، لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل تفسیر الہ آباد بورڈ سے فاضل معقولات، جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب کامل کے امتحانات پاس کیے۔ اپنے حکمت وطب کی تعلیم بھی حاصل کی۔ بھارت کے اس عاشقِ رسولؐ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کو منظوم لیکن غیر منقوط شکل میں پیش کرنے کا ارادہ کیا۔ تائیدِ ایزدی سے کامیاب ہوئے۔ ان کی کتاب کا نام ہے ''داعیِ اسلام'' یہ کتاب حفیظ جالندھری کے شاہنامۂ اسلام کی بحر میں لکھی گئی ہے۔ ۱۶۰ صفحات پر مشتمل اس کتاب کے آغاز میں حمد ونعت کے اشعار ہیں۔ سلام کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

سلام اس کو کہ اس کا ہر عمل وحیِ الٰہی ہے ‏ سلام اس کو کہ اس کا کلمہ گوہر مور و ماہی ہے
اسلام اس کو کہ اک اُمّی مگر اک ہادیِ کامل ‏ مطہر اور طاہر' اک رسول' اک حاکمِ عادل
سلام اس کو کہ وہ اک مصلح و ماوائے عالم ہے ‏ سلام اس کو کہ وہ علم و حکم کا کوہِ محکم ۹؎

اس کے کچھ عنوانات پر نظر ڈالیے۔ رسول اللہؐ کے گھر کا ماحول۔ داعیِ اسلامؐ کے داوا' مولودِ مسعود' وحیِ اول' دورِ الم وغیرہ' شاعر کی مشکلات کا اندازہ متبادل عنوانات پر ایک نظر ڈالنے سے ہوجاتا ہے' مثلاً

ابرہہ کا حملہ	=	اک حاکم حاسد کا حملہ'	۔ حلیمہ سعدیہؓ	=	داعیِ اسلام کی دائی ماں
وفات والدہ	=	ماں کے سائے سے محرومی	۔ زوجہ مطہرہ	=	داعیِ اسلام کی عروسِ مکرمہ
غارِ حرا	=	حرا کی کھوہ'	۔ پہلی وحی =		وحی اول
شق القمر	=	ماہ کامل کے دو ٹکڑے	۔ ہجرتِ اسلام	=	رحلۂ اہلِ اسلام وغیرہ

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے شاعر کے کمال کا یوں اعتراف کیا ہے۔

''غیر منقوط نظم میں لکھنے کا حوصلہ اور اس کی تکمیل بجائے خود ایک کارنامہ ہے اس لیے کہ اردو حروفِ تہجی میں غیر منقوط زیادہ ہیں' اس کے باوجود مصنف نے اس کتاب میں اپنے علمِ زبان اور تجرِ علمی کا ثبوت دیا ہے۔ شاعر نے عربی وفارسی کے علاوہ ہندی اور مقامی بولیوں کے الفاظ بھی ایسی چابک دستی سے استعمال کئے ہیں' جو اس نظم کے مزاج سے اس طرح ہم آہنگ ہوگئے ہیں کہ کہیں جھول محسوس نہیں ہوتا۔'' ۱۰؎

اس حیران کن مثنوی کے چند اشعار ''مولودِ مسعود'' سے بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

ہوئے والد ادھر ہادی کی آمد سے' عدم راہی ‏ رہا رحم و کرم اللہ کا اک ماں کا ہم راہی
سحر ہے سوم کی' ہے ماہِ سوئم' ماہ کی دس دو ‏ ہوئی ہادیٔ کل کی آمدِ مسعود اے لوگو
ملا ہے عبدہٗ لولاک اس ولدِ مکرم کو ‏ ملا ٹوٹے دلوں کو اک سہارا' اہلِ عالم کو
سحر ہوکر رہی اس طرح عالم کی مرادوں کی ‏ کلی کھِل کر رہی محروم لوگوں کے ارادوں کی
دعاؤں کا وہ معمارِ حرم کی' مدعا محکم ‏ ہوا ہر درد کا درماں' ہمارا ہادیِ اکرم ۱۱؎

یہ مثنوی یقیناً شاعر کے لئے بڑی سعادت کی بات ہے اور یقیناً شاعر کے کمال کا منہ بولتا ثبوت بھی' لیکن کہیں کہیں شاعر شعری تقاضوں سے کماحقہٗ عہدہ برآ نہیں ہوسکے' حد یہ کہ بعض جگہ عروضی خامیاں بھی ملتی ہیں۔ مثلاً کتاب کھولتے ہی جس پہلے شعر پر نظر پڑتی ہے' وہ یوں ہے:

ولی کی ہادیِ عالم' ملی اک علم والے سے ‏ ملا اک حوصلہ دل کو محرر کے مطالعے سے

(یہاں مطالعے کی ع حذف ہوگئی ہے اور مصرع وزن سے خارج ہوگیا ہے)۔ اسی طرح اوپر درج کیے گئے شعر میں سوم (س وْ م) باندھا گیا ہے جو دراصل (سِ وُم) اسی لیے ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کو بھی لکھنا پڑا:

''اگر چہ دو ایک جگہ ان کا استعمال کھٹکتا ہے۔ پھر بھی کلام کی سادگی اور سلاست وروانی میں کہیں فرق نہیں آتا۔'' ۱۲؎

یہ حقیقت ہے کہ کتاب کی سادگی' سلاست' روانی' متبادل الفاظ کے انتخاب کی مہارت اور مضمون پر گرفت قاری کے دل کو متاثر کرتی ہے۔ ناز انصاری کی یہ رائے درست ہے۔

''آپ نعت گوئی کے لئے قلم اٹھائیں تو آپ دیوانہ وار قلم برداشتہ نہیں لکھیں گے' آپ اس مقام تک جاسکتے

ہیں جو کفر و اسلام اور شرک و توحید کی سرحد ہے' اس لئے نعت گو شاعر پر اوزان اور بحور ہی کی پابندیاں عائد نہیں ہیں بلکہ اسلام کی عائد کردہ پابندیاں بھی ہیں۔ ان میں صادق صاحب نے تیسری پابندی اور شامل کر لی ہے کہ انہوں نے صنعتِ غیر منقوط اختیار کی۔'' ۱۳ھ

آخر میں واقعہ معراج سے متعلقہ چند اشعار اور درج ہیں تا کہ مثنوی کی مزید مثالیں سامنے آسکیں:

رسول اللہ گھر' والد کی لڑکی کے رہے سوئے	ادھر الرّوح' سردارِ ملائک آئے اس کمرے
اٹھا کر وہ رسول اللہ کو سوئے حرم لائے	کہا حکمِ الٰہی ہے مرے آگے' رسول آئے
ہوئے سرکارؐ اسراءِ سماوی کے لئے راہی	رہی حاصل ملک الرّوح کی اس لمحہ ہمراہی
رواں اس طور سے گھوڑا ہوا مسرور ہو ہوکر	رکا دارالمطہر دم کے دم مسحور ہو ہوکر
رسل سارے ہوئے دارالمطہر ہم کلام آ کر	ہوئے ہادی مرے سارے رسولوں کے امام آ کر ۱۴ھ

اس اقتباس کے پہلے شعر میں معراج کی رات رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرام فرمانے کی جگہ کے متعلق بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والد کی لڑکی کے گھر سوئے رہے۔ والد کی لڑکی تو بہن ہوتی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی یا سوتیلی بہن نہیں تھی البتہ چچازاد بہنیں تھیں۔ یہاں مناسب لفظ استعمال کرنے کی ضرورت تھی۔ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ ''داعی اسلام'' صادق دریا آبادی کی بڑی تصنیف ہے۔ شاعر نے اپنا خون جگر ہی نہیں' دماغ کا مغز بھی ان اشعار میں نچوڑ دیا ہے۔ ان کا کام یقیناً مولانا ولی رازی کے کام سے زیادہ مشکل تھا' جسے انہوں نے پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں' اسے معمولی جاننا سخت بدذوقی اور بددیانتی ہوگی۔ یہ غیر منقوط مثنوی صادق دریا آبادی کے نام کو زندہ رکھے گی اور تاریخ ادبِ نعت میں قابلِ ذکر مقام کی حامل رہے گی۔

اب مثنوی کی ہیئت میں لکھی گئی بعض مختصر نعتیہ منظومات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

تنویر پھول: ان کی کتاب ''قندیلِ حرا'' میں دو نعتیں' جو مثنوی کی ہیئت میں لکھی گئیں' غیر منقوط ہیں۔ وہ نعت جو صفحہ نمبر ۵۹ پر دی گئی ہے' نسبتہً سہل ہے' اس کے چند شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

احمد حامد اور مکرم	مرسل اکرم سرورِ عالمؐ
اسم محمدؐ اعلیٰ اولیٰ	وہ ہے ہوا ممدوحِ مولیٰ
مسلم عاصی کے وہ سہارے	حامی ہوئے سرکار ہمارے
ہر رہرو اس در کا سوالی	راہ دکھائے ہادیِ عالی
والی ماویٰ ہے وہ ہمارا	اسمِ محمدؐ دل کا سہارا ۱۵ھ

تنویر پھول کی ایک اور غیر منقوط نعتیہ نظم بھی مثنوی کی ہیئت میں لکھی گئی ہے۔ اس کے بھی چند شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

مکمل ہوئی وحی اس کے لیے	وہ سرِ الٰہی مدد وہ کرے
رسولِ ہدیٰ کا ہوا ہے کرم	ملی ہم کو اے دل حدودِ حرم
سدا دل مرا اسمِ احمد کہے	صدا آئے صلِ علیٰ کی اسے
کرو وردِ اسمِ محمدؐ مدام	ہے اس کے لئے ہی درود و سلام
عطائے الٰہی کرم کا حصول	کہ ہم ہوگئے محوِ مدحِ رسول ۱۶ھ

شوکت ہاشمی کے نعتیہ مجموعے ''سارے حرف گلاب'' ہیں۔ ۱۷۸ اشعار پر مشتمل ایک نعتیہ مثنوی مشتمل بر موضوع درود وسلام ہے۔ اس کا تخصص یہ ہے کہ اس مثنوی کے ہر شعر کا پہلا مصرع ''سلام اس پر'' اور دوسرا ''درود اس پر'' سے شروع ہوتا ہے۔ مثلاً:

سلام اس پر کہ جو باغِ جہاں میں رنگ و بو لایا	درود اس پر کہ جو بے رنگ شاخوں میں نمو لایا

راجا رشید محمود نے ''نعت میں ذکرِ میلادِ سرکارؐ'' کے زیرِ عنوان ایک بسیط اور وقیع تحقیقی مقالہ سپردِ قلم کیا جو نعت رنگ کراچی میں شائع ہوا۔ اس میں ہیئتوں کے حوالے سے بھی ذکرِ میلاد کرنے والے شعرائے کرام کے کلام کے نمونے دیے گئے۔ مثنوی کی ہیئت میں میلادیہ منظومات پیش کرنے والے شعراء میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

''قاضی غلام قاسم مہری...... قاضی غلام علی مہری...... سید محمد عبدالرزاق کلامی...... سید شمس الحق بخاری...... شہاب علی امروہوی...... صادق نسیم...... روحی علی اصغر...... نور بدایونی...... امین ہاشمی...... میر افق کاظمی...... احسان دانش...... یزدانی جالندھری...... ممتاز علی آہ...... سراج آغائی...... خاور لدھیانوی۔'' ۱۷؎

پروفیسر محمد اقبال جاوید نے قصیدہ بردہ شریف کے منظوم اردو تراجم پر ایک تحقیقی مضمون قلمبند کیا۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ مثنوی کی ہیئت میں درج ذیل شعراء نے قصیدہ بردہ شریف کو اردو نظم میں ڈھالا ہے۔

''عبداللہ ہلال صدیقی...... ڈاکٹر مہر عبدالحق۔'' ۱۸؎

راجا رشید محمود کی عظیم تالیف ''نعت کائنات'' میں مثنوی کی ہیئت میں نعتیں لکھنے والے جن شعرائے کرام کے نام دے گئے ہیں' ان میں سے بعض نام:
سید ضمیر جعفری' طالب حجازی' یوسف ظفر' عامر عثمانی' عبرت صدیقی' عزیز لکھنوی' عزیز وارثی' شریف غیرت قادری' گوبند پرشاد فضا' غلام مصطفےٰ قمر قمر ہاشمی' قیصر عباس' ماجد صدیقی' نظر زیدی' ساقی جاوید' مفتی احمد یار خاں سالک' شرقی بن شائق' شکیل بدایونی' شمس بخاری' شمس منیری' شہاب امروہوی' شہرت بخاری' صادق نسیم' جمیل قادری' جوہر چاندوڑی' خسروی' احسان دانش' درد کاکوروی' راغب مراد آبادی' رضا امروہوی' رعنا اکبر آبادی' محمد اکرم رضا' روحی سید علی اختر' ابوالمجاہد زاہد' زاہدہ خاتون شروانیہ' ادیب رائے پوری' ازہر درانی' اسیر بدایونی' بیگم افضال' میر افق کاظمی' انوار ظہوری' سعید بدر' کرپال سنگھ بیدار' بے نظیر شاہ' تاجور نجیب آبادی' ثاقب زیروی' عبدالکریم ثمر' ثمر مانچوی' سعیدہ عروج مظہر' طالب ممتاز قریشی' منظور احمد' منظور حسین منظور' منظور علی شیخ' غلام رسول مہر' عبدالغنی ناز' خوشی محمد ناظر' نسیم بستوی' وحیدہ نسیم' سرداری لعل نشتر' نشتر جالندھری' یحییٰ اعظمی۔

مثنوی کی ہیئت میں تجربے

مثنوی کی ہیئت بہت سیدھی سادی ہے لیکن اس میں کچھ لوگوں نے ہیئتی تجربے کیے ہیں' جن کی تفصیل درج ذیل ہے

۱۔ جنوبی ہند میں مثنویات کے آغاز میں ہندوی اوزان ملتے ہیں' مثلاً حضرت بہاء الدین باجن کی ایک جکری کا یہ بند' جس کے اشعار مثنوی جیسی ہیئت رکھتے ہیں (یہ نمونہ محض شعری بحر او وزنِ خاص کے حوالے سے درج ہے۔)

شراب محبت بھر بھر پیالے — آتشِ عشقت نقل نوالے
پس روئے رسولؐ مالا مالی — نبی رسولؐ کی چنوں جالی
بھکاری آیا عیدی مانگے — ہیری کا کچھ تجھ دھر سانگے
صحت تن اور عمر دراز — رزق فراخ توفیق نماز ۱۹؎

ان اشعار کی عربی و فارسی میں مستعمل شاعری کے اوزان میں تقطیع کار لا حاصل ہے۔ ان کی اپنی لَے' اپنی موسیقی اور اپنا رنگ ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کے لفظوں میں اسے ''ہندوی اوزان'' (موسیقی کا خاص نظام) کہنا غلط نہیں ہوگا۔ وہ اس ضمن میں رقمطراز ہیں:

> ''موسیقی کی یہ روح' لفظوں کی یہ حلاوت' جذبے کی یہ حرارت' جو باجن کے کلام میں اس گھولتی ہے۔ آج ہمیں اس لیے متاثر کرتی ہے کہ یہ موسیقی آج بھی زندہ ہے۔ شیخ باجن کا کلام گانے بجانے کے لئے مخصوص سروں کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے۔ اس میں ہند اسلامی تصوف کا مزاج سرایت کیے ہوئے ہے' جو ہندو اور مسلمان دونوں کو متاثر کرتا ہے......... شاہ باجن کے کلام میں اوزان سب ہندوی ہیں۔ فارسی و عربی لفظوں کو بھی اسی مزاج میں ڈھالا گیا ہے۔'' ۲۰؎

بعد میں فارسی اوزان بھی استعمال ہونے لگے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کے بقول شاہ علی محمد جیو گام دھنی کے کلام میں فارسی اوزان کا بھی پتا چلتا ہے۔ ''ہمیں دکنی مثنویات (اور دیگر کلام کو بھی) آج کے عروضی جکڑ بندیوں کے پیشِ نظر بے وزن اور خارج از بحر قرار نہیں دینا چاہیے بلکہ اس کے آہنگ کی تلاش میں اس دور میں موسیقی کے مروجہ طریق کار کو دیکھنا چاہیے۔ آج حالت یہ ہے کہ طلباء تو ایک طرف رہے' ہماری تعلیمی درسگاہوں کے اکثر اساتذہ بھی قدیم دکنی اشعار کو اہلِ دکن کی طرح پڑھ نہیں سکتے۔ جب دکن کے لوگ اس کلام کو سناتے ہیں تو کہیں جھول' سکتے یا جھٹکے کا احساس نہیں ہوتا۔ ضرورت اس نظامِ موسیقی و آہنگِ شعری کو سمجھنے کی ہے نہ کہ ان اشعار کو بے وزن کہنے کی۔

ڈاکٹر جمیل جالبی، بحری کے ہندی اوزان پر مشتمل ہونے کے متعلق مفید معلومات بتاتے ہیں:

"یہ ہندوی بحر (جو خوب محمد چشتی کی "خوب ترنگ"۔۔۔اشرف کی "نوسرہار" اور عالم گجراتی کے "وفات نامہ" میں ملتی ہے) آٹھویں صدی ہجری تک عام و مقبول رہی۔ یہی بحر میراں جی' جانم نے بھی استعمال کی ہے۔۔۔اس کی مقبولیت کا ایک سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بحر چھوٹی تھی اور اسے محفلوں میں ترنم کے ساتھ نہ صرف پڑھا جاسکتا تھا بلکہ اشعار بھی آسانی سے یاد ہو جاتے تھے' اسی لیے قدیم دور کی نصابی کتابیں جیسے حمد باری وغیرہ بھی اسی بحر میں لکھی گئی ہیں۔" ۴۲۱

۲۔ دکنی دور کی مثنویات کا مطالعہ کرتے ہوئے' ہمیں جہاں' وزن کے معاملے میں فراخ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے' اس دور کے مروجہ ہندوی وزن کے نظام کو قبول کرنا ہوگا' اسی طرح قافیے کے معاملے میں بھی وسعتِ قلبی کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ اگر چہ اکثر و بیشتر دکنی مثنویات (نعتیہ ہوں یا غیر نعتیہ) میں قافیے کا صحیح التزام ہے لیکن کہیں کہیں برعکس کیفیت بھی دکھائی دے سکتی ہے۔ اس ضمن میں سب سے پہلے کچھ مثالیں درج ہیں۔ صدرالدین (م ۷۳۸ھ) کی مثنوی کا ایک شعر ہے:

کروں حمد و ثنا حق کا اول میں   بھی نعت مصطفےٰ کا خوش نما میں ۴۲۲

سیدی کے نور نامہ (۱۱۵۰ھ) کا شعر ہے:

سیدی لبوں کی بندش مقدس ہوا   دوجی بند میانے سو کعبہ ہوا ۴۲۳

سوز کے وفات نامہ (تصنیف ۱۲۰۰ھ) کا ایک شعر درج ہے:

کرتوں مقصود سو محتاج کا   اس کو نصیب کرتوں دیدار کا ۴۲۴

کریم الدین سرمست کی مثنوی "مولود النبیؐ" (تصنیف ۱۱۶۹ھ) کا ایک شعر ہے:

کیا نعتِ نبی میں ختم نامہ   رکھیا صلوات پڑ کر سوں نامہ ۴۲۵

ان اشعار میں "اول اور نما"' "مقدس اور کعبہ' محتاج اور دیدار' اور "ختم اور سوں" کو ہم قافیہ باندھا گیا ہے جو یقیناً درست نہیں۔ کیا یہاں یہ نہیں سوچا جاسکتا کہ ابتدائی دور میں بعض شعرائے دکن کے ہاں یہ خیال بہر حال موجود تھا کہ ردیف سے قافیے کا کام بھی لیا جاسکتا ہے۔ یقیناً یہاں بھی یہی ہوا ہے۔ قافیے سے متعلق اس بحث کے حوالے سے سید بلاقی کی مثنوی "معراج نامہ" کے یہ اشعار بہت قابلِ توجہ ہیں (شبِ معراج' جبریل نے آسمان کے دربان سے کہا کہ دروازہ کھولو' تو اس نے پوچھا:

سو دربان بولا کہ توں کون ہے   کہ آیا ادھی رات کیا کام ہے
کہا میں جبرئیل کچھ کام تھا   گیا تھا زمیں پر جو فرمان تھا
دربان بولا دوجا کون ہے   کہ محبوب حق کا نبی خاص ہے ۴۲۶

ان اشعار میں قافیے دیکھیے: (کون' کام.........کام' فرمان.........کون' خاص) ______ لگتا ہے کہ آغاز میں دکنی شعراء ردیف سے قافیے کا فائدہ بھی لے لیتے تھے' خالد علیم کا بھی یہی خیال ہے۔

"دکن میں ابتدائی اردو شاعری میں ردیف' قافیہ اور الفاظ کے مخصوص اوزان کا اتنا اہتمام نہیں ہوتا تھا (مندرجہ بالا اشعار میں).........تھا کو ردیف نہیں بلکہ قافیہ ہی شمار کیا گیا ہے۔ ابتداء کا یہ طریقۂ کار بعد کے شعری قواعد و ضوابط سے مستثنیٰ ہے۔" ۴۲۷

آج قافیے سے بے نیاز جو غزل لکھنے کا تجربہ ہو رہا ہے وہ کتنا شعوری ہے جبکہ دکنی شعراء تو یہی کام صدیوں پہلے (لاشعوری طور پر ہی) کر بھی چکے ہیں۔ شاہ کمال الدین کے معراج نامہ (تصنیف ۱۱۹۱ھ) سے ایک شعر درج ہے:

تھے روایت اس میں شاید مختلف   ہم صحیح و ہم ضعیف و ہم غلط ۴۲۸

مندرجہ بالا شعر کے دونوں مصرعے ایک قافیہ نہیں رکھتے' یہاں ردیف بھی نہیں جو تھوڑا بہت بوجھ اٹھا کر الزام اپنے سر لے لے۔ یہاں مختلف کا قافیہ' غلط ____ ہے۔ یہاں بھی ہمیں سوچنا ہوگا کہ دکنی شعراء بعض اوقات پڑھنے کے انداز اور لے کے تاثر سے بھی قافیے کا کام لیتے تھے۔
بہر حال مثنوی کے ہیئتی حوالے سے ابتدائی دکنی مثنویات میں کہیں کہیں قافیے کی وہ لائنگ گرفت نظر نہیں آتی' جسے آج مثنوی میں ضروری خیال کیا

جاتا ہے۔ یہاں صرف مثال کے طور پر دو شعراء کے اشعار کی مثالیں دی گئی ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قدیم دکنی منظومات میں ایسی مثالیں بہت مل سکتی ہیں۔

۳۔ غلام مصطفےٰ احمد آبادی نے اپنی مثنوی نور نامہ میں دو بحروں کو استعمال کیا ہے۔ شروع سے صفحہ ۹ تک لمبی اور غیر مترنم بحر ہے‘ صفحہ ۹ کے بعد چھوٹی اور نسبتہً رواں دواں‘ مترنم بحر استعمال کی گئی ہے۔ مثنوی کی ہیئت میں یہ تجربہ بعد کے ادوار میں کیا گیا‘ غلام مصطفےٰ کا مثنوی میں دوسری بحر کولانا خواہ اس کی کوئی مجبوری رہی ہو لیکن یہ تجربہ ایک نئے دروازے کو ضرور کھول رہا ہے۔

۴۔ اس ابتدائی دور میں طبع زاد مثنویاں بھی لکھی گئیں اور دوسری زبانوں کے ادب کے ترجمہ کے لئے بھی۔ دکنی شعراء نے اپنی جودتِ طبع سے بہت کام لیا ہے۔ لفظی ترجمہ تو ویسے بھی بہت مشکل ہے لیکن اگر وہ منظوم بھی ہو‘ تو شاعر کی دقت کو سمجھا جاسکتا ہے۔ شاعر کی مجبوری بن جاتا ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ اپنے پاس سے ملائے۔ دکنی مثنویوں میں شعراء نے بڑی ہمت دکھائی ہے اور ترجمے کے فن کو جلا دی ہے۔ کچھ مثنوی نگاروں نے مولود نامہ‘ معراج نامہ‘ وفات نامہ وغیرہ تصنیفات میں بعض غیر مستند اور فرضی روایات بھی نقل کر دی ہیں۔ ان کی تاریخی حیثیت سے تو بحث ہو سکتی ہے لیکن ان میں شعریت اور شاعر کی طبیعت کے جوش کے اظہار میں کلام نہیں۔

۵۔ ماہرینِ فن جو مرضی لکھ دیں‘ مثنوی کے لئے حسنِ ترتیب‘ پلاٹ‘ مشاہدہ‘ واقعہ نگاری‘ منظر نگاری اور کردار نگاری کے ساتھ ساتھ مثنوی کے اندرونی اجزا (مثلاً حمد‘ نعت‘ منقبت‘ مدحِ بادشاہ‘ تعریفِ سخن‘ قصہ یا واقعہ اور تفصیل و انداز خاتمہ کے) حوالے سے جتنی مرضی خصوصیات یا لوازمات کا ذکر کریں‘ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب شرائط و لوازم ہر مثنوی میں نہیں مل سکتے۔ کہیں کچھ ہیں تو کہیں نہیں بھی ہیں۔ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی نے تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند کی چھٹی جلد (اردو ادب ا) میں میراں جی شمس العشاق سے ولی دکنی تک کی اہم مثنویوں کی ایک فہرست دی ہے‘ پھر اس خیال کا اظہار کیا ہے:

> ”اس فہرست پر نظر ڈالنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ان میں سے اکثر مثنویاں عام مسلمہ ادبی ڈھانچے کے مطابق نہیں ہیں‘ بلکہ عام قسم کی مسلسل نظمیں ہیں‘ جو دینی اور اخلاقی تعلیم و تربیت کے مقصد سے لکھی گئی ہیں۔“ ۴۲۹

مندرجہ بالا سطور میں مثنوی کی ہیئت میں ہونے والے ان تجربات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن کا تعلق دکنی دور سے ہے۔ اب مابعد ادوار میں ہونے والے ہیئتی تجربات پر ایک نظر ڈالی جاتی ہے۔

عبدالکریم ثمر: ان کے ہاں بھی مثنوی کی ہیئت میں ایک ہیئتی تجربہ ملتا ہے۔ ان کی نعتیہ نظم کے پانچ بند ہیں۔ ہر بند سات مصرعوں پر مشتمل ہے لہٰذا اس میں ترکیب بند کی خوشبو بھی رچ گئی ہے۔ ثمر نے جدت یہ کی ہے کہ ہر بند کا یہ آخری مصرع‘ باقی بندوں کے آخری‘ آخری مصرعوں سے ہم قافیہ و ہم ردیف رکھا ہے‘ جبکہ پہلے بند کا آخری مصرع نعت کے پہلے دو مصرعوں سے ہم قافیہ ہے:

نامِ نامی ہے محمدؐ آپ کا اور لقب ہے مصطفےٰ و مجتبیٰ
رحمتوں کا تاج سر پر آپ کے سر بہ سجدہ عرش در پر آپؐ کے
مونسِ خستہ دلاں ہیں آپ ہی دست گیرِ بے کساں ہیں آپؐ ہی
بے سہاروں کا سہارا آپ ہیں
ہادیِ قرآنِ ناطق آپ ہیں ملہم و مختار مطلق آپؐ ہیں
اشرف و محبوب پیغمبر ہیں آپ شرح حرف اول و آخر ہیں آپ
آپؐ نے بخشی گلستاں کو بہار سرو و گل پر آگیا تازہ نکھار
باغِ جنت کا نظارا آپ ہیں ۴۳۰

اسے مثنوی اور ترکیب بند کی مرکب ہیئت قرار دیا جاسکتا ہے۔ مصرعوں کی تعداد کے حوالے سے ذہن مسبع کی طرف بھی جاتا ہے۔

بدر فاروقی: ان کی ایک نعتیہ نظم ”شہِ ہر دو سرا“ بظاہر مثنوی کی ہیئت میں ہے لیکن شاعر نے اس کے تین بند بنا دیے ہیں۔ ہر بند کے آخر میں وہ دو مصرعے ٹیپ کے شعر کے طور پر آتے ہیں جو شاعر نے عنوان کے فوراً بعد‘ پہلے بند سے پہلے درج کیے ہیں۔ اس ترجیعی شعر کے باعث

اس نظم کی ظاہری شکل وصورت ترجیع بند کی ہوگئی ہے۔ دوسرے بند کے مصرعوں کی تعداد ۱۶ ہے لیکن پہلے اور تیسرے بند کے مصرعوں کی تعداد ۱۸،۱۸ ہے۔ دوسری تبدیلی یہ ہوئی ہے کہ پہلے اور دوسرے بند کے بعد جو ٹیپ کا شعر ہے وہ اپنی اصل ہیئت میں تیسرے بند کے بعد نہیں آیا بلکہ لفظی تغیرات کے ساتھ آیا۔ بطور نمونہ اس کے دوسرے اور تیسرے بند کے منتخب اشعار درج کیے جاتے ہیں' تا کہ صورتحال سامنے آ سکے:

بند نمبر ۲۔ یہ بھی ارماں ہے کہ ہو نعت میں سیرت داخل — یہ بھی خواہش ہے ملے فکر کو راہِ منزل!
چاہ ہے یہ بھی کہ ایمان سے تعبیر ہو وہ — یہ بھی خواہش ہے کہ قرآن کی تفسیر ہو وہ'
فکر یہ ہے کہ وہی منصف و عادل بھی ہو — چاہ یہ ہے کہ وہ اخلاق کا حامل بھی ہو!
یہ بھی ارماں ہے کہ وہ حامد و محمود بھی ہو — یہ بھی خواہش ہے کہ وہ شاہد و مشہود بھی ہو

سوچتا ہوں کہ لکھوں نعت پہ کیسے لکھوں
ہو بڑی بات جو اس بات کو کیسے سوچوں

بند نمبر ۳۔ فکر عاجز ہے مری اس کی ہے توصیف بہت — اُمّی کہتے ہیں جسے اس کی ہے تعریف بہت
روحِ کونین وہی' عظمتِ آدم بھی وہی — رحمتِ رب بھی وہی' ہادیِ اعظم بھی وہی
رفعتِ کون و مکاں' اس کے قدم پر رقصاں — عظمتیں یہ کہ ملائک ہوئے اس کے درباں
ہے یہی ذاتِ محمدؐ یہی حامد بھی ہے — ہے خدا ایک' اور اس کا یہی شاہد بھی ہے

سوچتا ہوں کہ لکھوں نعت پہ کیسے لکھوں
اور بڑی بات جو اس بات کو کیسے سوچوں ؎۴۳۱

مندرجہ بالا اشعار پر غور کرنے سے یہ حقیقت کھلتی ہے کہ یہ نظم مثنوی' ترجیع بند اور ترکیب بند کی مرکب صورت ہے۔

سید محمد ممتاز علی آہ: ان کے ہاں مثنوی میں ہیئتی تجربے کی یہ صورت سامنے آتی ہے کہ انہوں نے اشعار مثنوی کے درمیان غزل و قصیدہ کی ہیئت میں اشعار کہنے شروع کیے۔ اگرچہ یہ شکل ماقبل شعراء کے ہاں بھی مل سکتی ہے تاہم آہ کے تجربے کے نمونے کے طور پر چند شعر درج ذیل ہیں۔ پہلے مثنوی کی عام ہیئت کے دو شعر دیکھیے:

ہوا گو کچھ افسوس' ہمت نہ ہارے — جنابِ محمدؐ خدا کے سہارے
گلی راستے میلے بازار میں بھی — کیا کرتے تبلیغ خالق پرستی

اب بدلی ہوئی ہیئت کے کچھ شعر دیکھیے:

کچھ آیاتِ قرآن سناتے محمدؐ — خدا کے غضب سے ڈراتے محمدؐ
خدا ایک ہے یہ جتاتے محمدؐ — یقینِ نبوت دلاتے محمدؐ
صداقت کی خوبی بتاتے محمدؐ — تو وعدے کا ایفا سکھاتے محمدؐ
ہر اک شرک سے تھے بچاتے محمدؐ — دوئی کا تھے پردہ اٹھاتے محمدؐ ؎۴۳۲

حضرت وجیہہ السیما عرفانیؒ نے ایک نعتیہ نظم مثنوی کی ہیئت میں لکھی ہے۔ ۲۹، اشعار پر مشتمل اس نعت میں شاعر نے عقیدت کے موتی پروئے ہیں۔ مضمون تسلسل اور روانی کے ساتھ آگے بڑھتا ہے۔ کلام' شاعر کی علمی وسعت' روحانی شخصیت ہونے اور فن پر کامل عبور رکھنے کی غمازی کرتا ہے۔ انتخابِ الفاظ وتراکیب لائقِ تحسین ہے۔ شاعر نے اس نظم کے دو بند بنائے ہیں۔ پہلا بند ۱۳ جبکہ دوسرا بند ۱۶ شعروں میں مشتمل ہے۔ یوں یہ نعت مثنوی اور ترکیب بند کی ملی جلی ہیئت کا نقشہ پیش کرتی ہے۔ اس نظم کے کچھ منتخب اشعار ملاحظہ کیجئے:

آپؐ سے نور سرِ سدرہ و طوبیٰ ٹھہرا — آپؐ سے عالمِ دنیا' سرِ عقبیٰ ٹھہرا
آپ کے ہونے سے کل وقت وزماں' کون ومکاں — آپ کے واسطے جنات' فلک' عصرِ رواں
آپ سے نجم و کواکب کو ملا حسنِ شہود — آپ ہی سے ہیں قِدم اور حوادث بہ وجود
وہ اٹھے ہیں تو عوامل نے عمل روک دیا — وہ چلے ہیں تو ہر اک چیز نے دم سادھ لیا

یہ ہیں وہ سید ابرار جہاں، سرور کل
یہ ہیں کونین کے سردار نبیؐ ختم رسل ۴۳۳؎

مسلم (ابوالامتیاز ع۔س۔ مسلم): دور حاضر کے اہم نعت گو شاعر ہیں۔ ان کے ہاں فکر اور فن دونوں پر دسترس کا احساس ہوتا ہے۔ ان کے کلام میں ہیئتی تنوع بھی ہے۔ ان کے کلام سے ان کی دلی عقیدت اور علمی وقار ظاہر ہوتا ہے۔

مثنوی کی ہیئت میں ان کا کلام ان کی متعدد تصانیف میں موجود ہے۔ ان کے نعتیہ مجموعے زمزمۂ درود میں ایک نعتیہ نظم ''سلام الوداع'' موجود ہے۔ سلام کے یہ اشعار دل سے نکلے اور دل پر اترتے محسوس ہوتے ہیں۔ اس نظم کے تین منتخب اشعار درج ہیں:

اے صبا کہنا سلام اس صاحب لولاکؐ سے	حالِ دل کہنا مرا اس سائرِ افلاک سے
اس شفیع المذنبیں سے جھک کے یوں کہنا سلام	ہجر میں بے کل ہے تیرا اک غلام ابنِ غلام
چھوڑ کر جاتا ہوں اپنا دل یہیں پر یا رسولؐ	ہو سلامِ مسلمِ رنجور از احساں قبول ۴۳۴؎

ان کے نعتیہ مجموعے ''کعبہ وطیبہ'' میں ایک نعتیہ نظم کا عنوان ہے۔ ''بردرِ مصطفےٰ'' اس میں بظاہر مثنوی کی ہیئت میں عقیدت پیش کی گئی ہے لیکن شاعر نے اس نظم میں کچھ ہیئتی تجربے کیے ہیں جن سے مثنوی میں بے پناہ مزید وسعت کے امکانات روشن ہوئے ہیں۔ دو سو سے زیادہ اشعار پر مبنی اس نظم میں بہت سے ہیئتی تجربے کیے گئے ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

اس مثنوی کا ہر شعر مثنوی کے عام شعر کی طرح الگ لکھا گیا ہے، یہ پانچ اشعار ایسے ہیں کہ ہر مصرع آپس میں ہم قافیہ ہے۔ اس کے دو شعر دیکھیے:

بھگو کے اشکوں سے اپنا دامن	نہال ہوں پالیا ہے مامن
ملی ہے منزل، ملا نشیمن	سفینۂ آرزو کو چٹن

یوں یہ دس مصرعے گویا معشر کا ایک بند لگتے ہیں۔ اگلے دس مصرعے (پانچ شعر) بھی اسی طرح معشر کا دوسرا بند لگتے ہیں لیکن ان کا قافیہ پہلے اشعار سے مختلف ہے۔ دو شعر دیکھیے:

یہ درِ محمدؐ کا آستاں ہے	یہی مری خلدِ آشیاں ہے
بہارِ دائم ہے، بے خزاں ہے	بہشتِ دل، روضۂ جناں ہے

اس کے بعد دو شعر بالکل عام مثنوی کے لگتے ہیں:

یہیں ملی ہے پناہ مجھ کو	عطائے عفوِ گناہ مجھ کو
گھنا ہے ابرِ کرم کا سایا	حیات کا مدعا ہے پایا

اگلے چار مصرعے مربع کا ایک بند لگتے ہیں:

سحابِ رحمت کے ہیں پھواریں	شباب پر ہیں سدا بہاریں
جہانِ قلب و نظر سنواریں	تجلیاں روح کو نکھاریں

اگلے چھ مصرعے مسدس کا بند لگتے ہیں، پھر اگلے دو شعر گویا مربع کا بند ہیں۔ اس کے بعد مثنوی کا ایک عام شعر ہے۔ اگر اس کو پہلے چار مصرعوں کے ساتھ ملایا جائے تو مسدس ترجیع بند کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے، پھر اگلے آٹھ مصرعے گویا مثمن ترجیع بند کا ایک بند ہیں اور اگر پہلے چھ مصرعے لیے جائیں تو گویا مسدس کا ایک بند ہیں:

قدم قدم زندگی کے منظر	نظر نظر جلوۂ مکرر
پلائے ساقیِ حوضِ کوثر	نہ تشنگی ہوگی زندگی بھر
بفیضِ چشمِ حضورِ سرورؐ	چمک اٹھے آدمی کے جوہر

اب مثنوی کی ہیئت کے عام اشعار ہیں:

کھلے ہیں اسرار کے دریچے	عروج افکار کے دریچے
علوم و عرفاں کے در کھلے ہیں	رسومِ فکر و نظر کھلے ہیں
کھلا دبستانِ علم و حکمت	ہوا اجالا مٹی ہے ظلمت

دلوں کے تالے بھی کھل گئے ہیں نظر کے جالے بھی دھل گئے ہیں
اٹھے ہیں پردے بصارتوں کے کھلے ہیں روزن صداقتوں کے

اسی انداز کے پانچ مزید اشعار کے بعد آٹھ اشعار گویا ترکیب بند کا ایسا بند ہیں جس کا ہر مصرع دوسرے سے ہم قافیہ ہے:

حریمِ خیرالبشر مدینہ مدارِ ہر اک سفر مدینہ
مہاجرت کا نگر مدینہ بشارتوں کا ثمر مدینہ
ہدایتوں کا ڈگر مدینہ نجات کی رہ گزر مدینہ

اسی انداز کے مزید پانچ اشعار کے بعد چھ مصرعے (تین شعر) ایسے آ جاتے ہیں' جو بظاہر مسدس کا ایک بند لگتے ہیں:

فروغِ باغِ جناں سے بڑھ کر مشاعلِ کہکشاں سے بڑھ کر
بساطِ ہر دو جہاں سے بڑھ کر کمالِ لفظ و بیاں سے بڑھ کر
شرف میں کون و مکاں سے بڑھ کر زمیں ہے یہ آسماں سے بڑھ کر

اس کے بعد مصرعے اس انداز کے ہیں جیسے مربع کا ایک بند ہوں' پھر دو شعر مثنوی کی عام ہیئت جیسے ہیں' پھر مربع کے ایک بند جیسے چار مصرعے ہیں جن کے بعد پھر دو شعر عام مربع کا ایک بند لگتے ہیں۔ بعد ازاں تین شعر مثنوی کی عام ہیئت کے لگتے ہیں' پھر دو شعر (چار مصرعے) مربع کے ایک بند جیسے ہیں' پھر بارہ اشعار مثنوی کی عام ہیئت کے ہیں۔ ان اشعار میں نعتیہ عناصر دیکھئے:

عرب کی لوحِ جبیں کے تارے سجے فلک پر زمیں کے تارے
کئے نشاں ثبت وہ نبیؐ نے کہ آسماں نے چنے نگینے
وہ لیلِ اسراء فراز ان کا وہ عرش پر اعتزاز ان کا
عروجِ آدم کی یہ نشانی مکاں سے تاحدِ لامکانی
مری یہ معراجِ آرزو ہے انہی نشانوں کی جستجو ہے

پھر بارہ مصرعے اس انداز سے لائے گئے ہیں جیسے وہ ترکیب بند کا ایک بند ہوں۔ اس کے بعد مربع کے ایک بند کے چار مصرعے' پھر ایک شعر مثنوی کی عام ہیئت کا بعد ازاں مسدس کے ایک بند جیسے چھ مصرعے ہیں۔ اس کے بعد چار مصرعے مربع کے ایک بند جیسے ہیں۔ اس کے بعد بیس اشعار ایسے ہیں کہ ہر شعر کا ہر مصرع ایک ہی جیسا قافیہ رکھتا ہے۔ ان سب ۲۰ اشعار کی ردیف کا زینہ ہے۔ یہ بلاشبہ غزل کی ہیئت پر مبنی لگتے ہیں:

محمدِ مصطفےٰؐ کا زینہ یہ خاتم الانبیاء کا زینہ
رسول کے نقشِ پا کا زینہ یہ جادۂ ارتقاء کا زینہ
حیات کی ابتدا کا زینہ کمال کی انتہا کا زینہ
چراغِ غارِ حرا کا زینہ فرازِ ذہنِ رسا کا زینہ
درِ نبیؐ کے گدا کا زینہ مراحمِ بے بہا کا زینہ

اس کے بعد مثنوی آگے بڑھتی ہے لیکن زینہ ردیف معاً قافیے میں ڈھل جاتی ہے اور مثمن کے ایک بند کی ہیئت تیار ہو جاتی ہے۔ اس کے تین شعر ملاحظہ کیجئے:

سفر کے آداب کا قرینہ بلائے گرداب میں سفینہ
ملی بصارت کو چشمِ بینا ہے مہرِ طلعت چراغ سینہ
چمک اٹھا دل کا آبگینہ غبارِ داماں ہے طورِ سینا

اس کے بعد شاعر اگلے پانچ اشعار میں پچھلی ہیئت کو دہراتا ہے یعنی پھر سے قافیے کو ردیف بنا کر گویا معشر کا ایک بند بنا ڈالتا ہے۔ دو شعر بطور نمونہ ملاحظہ کیجئے:

طلوعِ ایماں کا مدینہ علوم و عرفاں کا مدینہ
دلیل و برہان کا مدینہ عزیز و سلطان کا مدینہ

پھر مثمن کے بند جیسے چار اشعار ہیں۔ ان کے بعد چودہ اشعار غزل کی ہیئت میں ہیں' وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ ہر مصرع آپس میں ہم قافیہ ہے:

فضا میں نکہت' ہوا معنبر — مشامِ جاں ہوگئے معطر
نگاہ روشن' نظر منور — نفس نفس طیب و مطہر
مدارِ عالم' یقیں کا محور — نفس نفس شانِ حق کا مظہر

غریب پرور' یتیم پرور
رسولِ رحمت' شفیعِ محشر

شعر شعر اور مصرع مصرع بلکہ لفظ لفظ سے عقیدت کی خوشبو آ رہی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے شاعر انتہائی وارفتگی اور سرشاری کے عالم میں گاتا چلا جا رہا ہے۔ ایک ایک مصرع پر سو سو مرتبہ سبحان اللہ کہنے کو دل چاہتا ہے' ذرا ان مصرعوں کی نعتیہ آب و تاب ملاحظہ کیجئے۔ (اب اسی انداز غزل کے سات شعر ہیں)

جمالِ نورِ خدا مجسم — حضور ربِ علا مکرم
حریم کونین میں مقدم — عروسِ محفل' وہ گھر کا محرم
وہ صاحبِ رفعتِ مسلم — زمین و افلاک میں معظم
اسی سے بزمِ جہاں منظم — وہی ہے شیرازہ بندِ عالم
دلوں کا درماں' جگر کا مرہم — مراحم و عاطفت کا پرچم

موزوں مثنوی کی عام ہیئت کے دو شعر ہیں جن کے بعد مربع ہیئت کے تین الگ الگ بندوں کے بعد مثنوی کی عام ہیئت کے چار شعر ہیں۔ یوں یہ مثنوی اسی سرشاری مگر فنکاری کے ساتھ آگے بڑھتی رہتی ہے:

حمید و حماد و حامد' احمدؐ — حمود و محمود و حق' محمدؐ
سعید و مسعود و سعد و اسعد — مجید و ماجد' وہ مجد و امجد

نظم کے آخر میں شاعر نے اپنا مؤدبانہ سلام پیش کیا ہے:

قبول ہو یہ حقیر تحفہ — سلام و عجز و وفا کا ہدیہ
درود تم پر' سلام تم پر — بہارِ رحمت' مدام تم پر
سلام ہو میرا کام آقا — سلامِ مسلم مدام آقا
سلامِ مسلم مدام آقا — سلام آقا' سلام آقا ۴۳۵

فکری لحاظ سے یہ نظام نظم بے حد کامیاب اور بے حد موثر ہے۔ فنی نقطۂ نظر سے بھی بہت اہم ہے۔ اصلاً اس ساری نظم کی ہیئت مثنوی ہے' لیکن شاعر کی کاریگری ہے کہ اس ایک گلدستے میں رنگ رنگ ہیئتوں کے پھول سجا دیے ہیں۔ الگ الگ خوشبو' رنگ اور شکل رکھنے کے باوجود وہ سب مل کر ایک ہیئت ''مثنوی'' کی ڈوری سے بندھے ہوئے ہیں۔

اس نظم میں مثنوی کی ہیئت میں جن دیگر ہیئتوں کے نشانات ملتے ہیں وہ یہ ہیں: ۱۔ مربع' مسدس' مثمن' معشر (گویا مسمط کی آدھی شکلیں یہاں موجود ہیں)۔ ۲۔ ترکیب بند ۳۔ غزل ۴۔ قطعہ ۵۔ فرد

گویا شاعر نے اس نظم کو مختلف ہیئتوں کا مظہر بنا دیا ہے لیکن مثنوی کی اصل سے باہر قدم نہیں نکالا۔ شاعر کا یہ ہیئتی تجربہ ہم عصروں کے لئے نئی راہوں کی تلاش میں چراغِ راہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اگر ذرا سی کوشش کی جائے تو اسی انداز میں سانیٹ' ترائیلے' قطعہ' رباعی جیسی ہیئتوں کو بھی مثنوی میں کھپایا جا سکتا ہے۔ یہ صرف ہیئتوں کی بات ہے۔ فکری سطح پر کم و بیش سب اصناف (جن کے لئے کوئی خاص ہیئت متعین نہیں) اس میں سما سکتی ہیں۔ یہ یقیناً مثنوی کی وسعت کی ایک بڑی دلیل ہے۔ میر انیس نے مرثیے کے لئے مسدس کی ہیئت میں اک رنگ کے مضمون کو سو ڈھنگ سے باندھنے کی بات کی تھی اور درست کی تھی لیکن یہاں تو معاملہ مثنوی کا ہے جس کی وسعت مسدس سے بہر حال زیادہ ہے۔ اس نظم میں شاعر نے مختلف ہیئتوں کے پھولوں کا جو گل دستہ پیش کیا ہے اس میں شاعر کی محنت اور مہارت دونوں دکھائی دے رہی ہیں۔ اگر ہیئتی تنوع کا یہ سلسلہ چل نکلا تو یقیناً مثنوی میں مزید خوبصورتی اور دلکشی پیدا ہوگی۔

اپنے ہیئتی تجربوں' عقیدت کی فراوانی' ایک خاص جذب و سرشاری اور نعت کے بہترین مضامین کے حوالے سے یہ مثنوی اردو ادب کے ہیئتی مطالعے میں ہمیشہ اہم گردانی جائے گی۔

نعیم صدیقی: ان کی نظم ''کلمۂ تشکر'' مثنوی کی ہیئت میں ہے۔ بیان رواں دواں اور دلی جذب سے مملو ہے۔ حافظ لدھیانوی کی تصنیف

''معراجِ سفر'' ملنے پر بطور شکر یہ یہ نظم لکھ کر بھیجی مگر اس میں نعتیہ عناصر قاری کا دامنِ دل کھینچتے ہیں:

کافی ہے مجھے رضا خدا کی عقبیٰ میں نگاہ مصطفیٰؐ کی
اندازِ سخن مرا جُدا ہے استاد مرا تو خود خدا ہے
تحسین کی گدا گری نہیں کی نقادوں سے دوستی نہیں کی

یہ نظم آٹھ حصوں پر مشتمل ہے‘ درمیان میں قصیدہ کی ہیئت کے تین شعر ہیں‘ جو مثنوی ہیئت سے میل نہیں کھاتے‘ یقیناً یہ ہیئتی تجربہ ہے اور سوچ کے کئی دروازے کھولتا ہے:

مرے سیارہ ہاں صاحب کمالات تہائی شب کٹی‘ نکلے رحالات
میں خوش ہوں‘ ہم سے مہنگے دام لے لے نچھاور تجھ پہ ہیں یک صد ریالات
دیارِ یار کا سیارہ ہاں تو بتاؤں کیا تجھے اپنے خیالات ؁۴۳۶

اس کے بعد باقی اشعار پھر سے پہلی بحر اور ہیئت میں ہیں۔ اسے مثنوی اور قصیدہ/غزل کی مرکب ہیئت قرار دیا جاسکتا ہے۔

علیم ناصری: سیارہ کی اشاعتِ خاص ۳۳ (جنوری‘ فروری ۱۹۹۳ء) میں علیم ناصری کی ایک نعت مثنوی کی ہیئت میں شائع ہوئی۔ اس میں ایک خوبصورت ہیئتی تجربہ کیا گیا ہے۔ پہلے آٹھ اشعار مثنوی کے عام انداز پر مشتمل ہیں:

توصیف حبیب کبریا کی توفیق ہے یہ مرے خدا کی
محبوب خدائے بحر و بر ہے مقصودِ وجودِ خشک و تر ہے ؁۴۳۷

اس کے بعد چھ اشعار ہیں جو ہیں تو مثنوی کی ہیئت میں کہ ہر شعر کا قافیہ الگ ہے لیکن ان چھ اشعار کی ردیف ایک ہی ہے ''کرنے والا'' بظاہر یہ چھ اشعار غزل کی مطلعوں کی طرح ہیں‘ گو ردیف نے انہیں غزلیہ ہیئت سے باندھ رکھا ہے لیکن ہر شعر کا قافیہ الگ ہونے کے باعث یہ مثنوی کی ہیئت سے بھی جڑے ہوئے ہیں۔ ایک میں دو (Two in one) ہیئتیں جلوہ بار ہیں۔ لطف یہ کہ آخری چھ اشعار شاعر کے ذوق شوق کے تحت اتنے رواں‘ اتنے تیز اور اتنے پُر اثر ہیں کہ ہیئت میں تجربے سے کسی قسم کی اجنبیت ظاہر نہیں ہوتی:

پستیوں کو بلند کرنے والا غارت گری بند کرنے والا
گرتوں کو سہارا دینے والا طوفاں میں کنارا دینے والا
کمتر کو عظیم کرنے والا ناداں کو علیم کرنے والا ؁۴۳۸

آخری شعر میں علیم ناصری نے جس خوبی سے تخلص کا استعمال کیا ہے‘ اس کی بطور خاص داد نہ دینا ظلم ہوگا۔ اگر یہ تجربہ رواج پا جائے تو مثنوی کے گلشنِ یکسانیت میں تنوع کے رنگا رنگ پھول کھل سکتے ہیں۔

O

گزشتہ اوراق میں جنوبی ہند کی مثنوی کی روایت سے لے کر عہدِ حاضر تک کے بعض اہم مثنوی نگاروں اور مثنوی کی ہیئت میں منظومات لکھنے والوں کا ذکر کیا گیا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ سب نام کسی مکمل اور حتمی فہرست کا باعث نہیں۔ یقیناً بہت سے نام رہ گئے ہیں۔ ان میں بعض اہم بھی ہو سکتے ہیں‘ تاہم کوشش کی گئی ہے کہ آغاز سے اب تک کی اردو نعتیہ مثنوی کا ایک جائزہ سامنے آجائے جس کے نتیجہ میں کہا جاسکتا ہے کہ جنوبی ہند کا دور مثنوی کا دور ہے جبکہ بعد میں غزل زیادہ ملتی ہے۔ قصیدہ بھی لکھا گیا اور دیگر ہیئتوں سے بھی کام لیا گیا لیکن مابعد ادوار میں مثنوی کی وہ ہمہ گیری نظر نہیں آتی جو دکنی دور کا خاصہ رہی ہے۔ دکنی دور کے بعد کے ادوار میں مثنوی کی ہیئت میں اگرچہ شاہنامہ اسلام جیسی وقیع و ضخیم کتابیں لکھی گئیں لیکن زیادہ تر مثنوی اپنی ہیئت کے حوالے سے زندہ رہی اور مختصر نظموں کو مثنوی کی ہیئت میں لکھنے کا زیادہ رواج ہوا۔ مثنوی کی ہیئت میں کیے گئے تجربات فکر انگیز بھی ہیں اور دور رس بھی۔ اردو مثنوی کی تاریخ اور اس کے ارتقاء میں نعت کی سرپرست کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکے گا۔

O

☆☆☆☆☆

باب سوم حوالہ جات وحواشی

۱۔ محمد نجم الغنی مولوی، بحرالفصاحت، لاہور: مقبول اکیڈمی ۱۹۸۸ء، ص:۱۰۴
۲۔ عبداللہ سید ڈاکٹر، مقالہ ''مثنوی'' مشمولہ ''اردو دائرۂ معارف اسلامیہ'' جلد ۱۸۔ لاہور: دانشگاہ پنجاب ۱۹۸۵ء، ص:۵۳۱
۳۔ ادارہ تحریر، اردو نعت، جلد ۱۷، کراچی: اردو نعت بورڈ، ص:۴۳۴، عمود ۱۱
۴۔ ساحل احمد، اردو نظم اور اس کی قسمیں، الہ آباد (بھارت) اردو رائٹرس گلڈ ۱۹۹۷ء، ص:۲۰
۵۔ سحر (دیبی پرشاد منشی سحر بدایونی)، معیار البلاغت، لکھنؤ: مطبع نامی پریس منشی نول کشور ۱۹۰۶ء، ص:۱۰۴
۶۔ سجاد بلوی، محبوب الشعراء، لائل پور: مکتبہ سیاح، س۔ن، ص:۵۱
۷۔ سلمان علی بنوری سید، اردو مثنوی کا ارتقاء، مقالہ مشمولہ ''خیابان'' اصناف سخن نمبر، پشاور یونیورسٹی، شعبۂ اردو، ۲۰۰۱ء، ص:۱۰۵
۸۔ گیان چند جین، اردو مثنوی شمالی ہند میں، جلد اول، دہلی: انجمن ترقی اردو ہند ۱۹۸۷ء، ص:۵۶
۹۔ کلیم الدین احمد، اردو شاعری پر ایک نظر، جلد اول، لاہور: نیشنل بک فاؤنڈیشن ۱۹۸۸ء، ص:۲۸۹
۱۰۔ جلال الدین احمد، تاریخ مثنویات اردو، ص:۶ (بحوالہ مجلہ خیابان، پشاور یونیورسٹی ۲۰۰۱، ص:۱۰۳)
۱۱۔ انور جمال، ادبی اصطلاحات، لاہور: نیشنل بک فاؤنڈیشن ۱۹۹۸ء، ص:۹۸
۱۲۔ شبلی نعمانی، شعر العجم، جلد چہارم، لاہور: انجمن حمایتِ اسلام، طبع اول، س۔ن، ص:۲۴۳
۱۳۔ خان رشید، مثنوی کے اوزان، مشمولہ مجلہ اقبال لاہور: بزم اقبال، اپریل۔ جون ۱۹۷۲ء، ص:۴۵
۱۴۔ جلال الدین احمد، تاریخ مثنویاتِ اردو، ص:۲۱ (بحوالہ گیان چند جین، اردو مثنوی شمالی ہند میں جلد ۱، ص:۲۶)
۱۵۔ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، ج:۱۸، ص:۵۳۲، عمود ۱
۱۶۔ حفیظ صدیقی ابوالاعجاز، کشاف تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان ۱۹۸۵ء، ص:۱۶۷، عمود ۱۱
۱۷۔ مجلہ خیابان، پشاور یونیورسٹی (اصناف سخن نمبر) ۲۰۰۱ء، ص:۱۰۳
۱۸۔ گیان چند جین، اردو مثنوی شمالی ہند میں، ص:۶۹
۱۹۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے الطاف حسین حالی، مقدمہ شعر وشاعری (مرتبہ وحید قریشی ڈاکٹر) لاہور: مکتبہ جدید ۱۹۵۳ء (مثنوی سے متعلق مباحث)
۲۰۔ شمیم احمد، اصناف سخن اور شعری ہیئتیں، لاہور: مکتبہ عالیہ ۱۹۸۳ء، ص:۲۵
۲۱۔ گیان چند جین، اردو مثنوی شمالی ہند میں، ص:۷۷
۲۲۔ ایضاً، ص:۸۰
۲۳۔ ایضاً، ص:۸۰
۲۴۔ ایضاً، ص:۸۰ تا ۸۷
۲۵۔ مجلہ خیابان، پشاور یونیورسٹی (اصنافِ سخن نمبر) ۲۰۰۱ء، ص:۱۰۷
۲۶۔ گیان چند جین، اردو مثنوی شمالی ہند میں، جلد اول، ص:۶۰
۲۷۔ مجلہ خیابان، پشاور یونیورسٹی (اصنافِ سخن نمبر) ۲۰۰۱ء، ص:۱۰۵
۲۸۔ گیان چند جین، اردو مثنوی شمالی ہند میں، ص:۵۹
۲۹۔ نصیر الدین ہاشمی، دکن میں اردو، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو ۱۹۸۵ء، ص:۶۲
۳۰۔ نسیم (پنڈت دیا شنکر) مثنوی گلزار نسیم، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس ۱۹۸۴ء، ص:۵۹
۳۱۔ نصیر الدین ہاشمی، دکن میں اردو، ص:۶۳
۳۲۔ ایضاً، ص:۴۲
۳۳۔ محمد اسماعیل آزاد، اردو شاعری میں نعت، لکھنؤ: نسیم بکڈپو ۱۹۹۲ء، ص:۴۰

۳۴۔ ایضاً، ص:۴۳
۳۵۔ ایضاً، ص:۴۳
۳۶۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے:
i۔ نصیر الدین ہاشمی، دکن میں اردو، ص:۶۱
ii۔ رفیع الدین اشفاق، اردو میں نعتیہ شاعری، کراچی: اردو اکیڈمی، ۱۹۷۶ء، ص:۱۲۷
iii۔ ریاض مجید، اردو میں نعت گوئی، لاہور: اقبال اکادمی، ۱۹۹۰ء، ص:۱۷۰
iv۔ مجلہ، شام وسحر، لاہور: (نعت نمبر ۶) جلد ۱۳، شمارہ ۱، ۲۔ جنوری، فروری ۱۹۸۷ء، ص:۶۸
۳۷۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر (مرتب) مثنوی کدم راؤ پدم راؤ، کراچی: انجمن ترقی اردو، پاکستان طبع اول، ۱۹۷۳ء، ص:۶۹ تا ۷۳
۳۸۔ ریاض مجید، اردو میں نعت گوئی، ص:۱۷۱
۳۹۔ نصیر الدین ہاشمی، دکن میں اردو، ص:۶۳
۴۰۔ ایضاً، ص:۶۳
۴۱۔ افسر صدیقی امروہوی، اردو ئے قدیم اور نعت گوئی: مشمولہ مجلہ الہام، بہاولپور نعت نمبر جلد ۲۴، شمارہ ۲۵، ۷ دسمبر، ۱۹۸۲ء، ص:۳۱
۴۲۔ یونس شاہ سید پروفیسر، تذکرہ نعت گویان اُردو، جلد اوّل، ص:۱۶۸
۴۳۔ نصیر الدین ہاشمی، دکن میں اردو، ص:۶۸
۴۴۔ محمد اسماعیل آزاد، اردو شاعری میں نعت، حصہ اول، ص:۴۰
۴۵۔ ایضاً، ص:۸۷
۴۶۔ ایضاً، ص:۸۹
۴۷۔ یونس شاہ سید پروفیسر، تذکرہ نعت گویان اردو، جلد اول، لاہور: مکہ بکس ۱۹۸۲ء، ص:۱۶۰
۴۸۔ عاصی کرنالی ڈاکٹر، اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر، ص:۲۵۱ (واضح رہے کہ یہ اشعار اگر چہ دو جکریوں سے لیے گئے ہیں لیکن ان اشعار میں چونکہ مثنوی کی روح کارفرما ہے اس لیے یہاں درج کیے گئے ہیں)
۴۹۔ محمود شیرانی، مقالات محمود شیرانی، (مرتبہ مظہر محمود شیرانی) جلد اول، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم، ۱۹۸۷ء، ص:۲۸۵
۵۰۔ یونس شاہ سید پروفیسر، تذکرہ نعت گویان اردو، جلد اول، ص:۱۶۵
۵۱۔ محمد مظفر عالم جاوید صدیقی ڈاکٹر، اردو میں میلاد النبی، ص:۲۷۱
۵۲۔ ایضاً، ص:۲۷۲
۵۳۔ ایضاً، ص:۲۷۱
۵۴۔ محمد اسماعیل آزاد، اردو شاعری میں نعت، حصہ اول، ص:۹۳
۵۵۔ رشید محمود راجا، نعت کائنات، لاہور: جنگ پبلشرز، ۱۹۹۳ء، ص:۷۵، عمود ا
۵۶۔ معراج نامہ بلاقی مخطوطہ نمبر ۶۸۸، مخزونہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور ورق نمبر ۱۳، (بحوالہ محمد مظفر عالم جاوید صدیقی ڈاکٹر، اردو میں میلاد النبی، ص:۲۸۰
۵۷۔ نصیر الدین ہاشمی، کتب خانہ سالار جنگ مرحوم کی اردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست، ص:۱۹۷ (بحوالہ محمد مظفر عالم جاوید صدیقی، اردو میں میلاد النبی، ص:۲۸۱
۵۸۔ یونس شاہ سید پروفیسر، تذکرہ نعت گویان اردو، جلد اول، ص:۱۷۳
۵۹۔ عبدالحق مولوی، دیباچہ مثنوی گلشن عشق، ص:۱۲۔ منقولہ عاصی کرنالی، اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر، ص:۲۶۶
۶۰۔ جمیل جالبی ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، جلد اول، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۷ء، ص:۲۳۶
۶۱۔ نصیر الدین ہاشمی، دکن میں اردو، ص:۲۱۵، نیز عاصی کرنالی، اردو حمد و نعت پر اردو شعری روایت کا اثر، ص:۲۶۸، نیز رفیع الدین اشفاق، اردو میں نعتیہ شاعری، ص:۱۴۸

۶۲۔ نصرتی، گلشن عشق (مرتبہ عبدالحق مولوی)، ص:۱۳
۶۳۔ یونس شاہ سید، تذکرہ نعت گویانِ اُردو، جلد اول، ص:۱۷۸
۶۴۔ ایضاً، ص:۱۷۹
۶۵۔ علی نامہ (مرتبہ عبدالحمید صدیقی، ص:۱، منقولہ محمد مظفر عالم جاوید صدیقی ڈاکٹر، اردو میں میلاد النبی، ص:۲۹۱
۶۶۔ جمیل جالبی ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، جلد اول، ص:۳۵۰
۶۷۔ یونس شاہ سید پروفیسر، تذکرہ نعت گویانِ اردو، جلد اول، ص:۱۸۰
۶۸۔ عاصی کرنالی ڈاکٹر، اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر، ص:۲۷۲
۶۹۔ جمیل جالبی ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، جلد اول، ص:۵۱۱
۷۰۔ مظفر عالم جاوید صدیقی ڈاکٹر، اردو میں میلاد النبی، ص:۲۸۶
۷۱۔ ایضاً، ص: ۲۸۶
۷۲۔ مولود نامہ مخطوطہ کتب خانہ ادبیاتِ اردو، حیدر آباد دکن ورق ۱۵، الف (بحوالہ مظفر عالم جاوید صدیقی ڈاکٹر، اردو میں میلاد النبی، ص:۲۸۳
۷۳۔ محمد اسماعیل آزاد، اردو شاعری میں نعت، ص:۴۶
۷۴۔ مظفر عالم جاوید صدیقی ڈاکٹر، اردو میں میلاد النبی، ص:۲۷۳
۷۵۔ عاصی کرنالی ڈاکٹر، اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر، ص:۲۷۳
۷۶۔ مجلّہ شام و سحر، لاہور: جنوری، فروری ۱۹۸۲ء، ص:۱۳۰، (مضمون دکن میں اردو نعت گوئی کی روایت از خالد علیم)
۷۷۔ یونس شاہ سید پروفیسر، تذکرہ نعت گویانِ اردو، جلد اول، ص:۱۴۶، نیز، اردو میں میلاد النبی، ص:۲۸۴
۷۸۔ مجلّہ شام و سحر، لاہور: جنوری، فروری ۱۹۸۲ء، ص:۱۳۱
۷۹۔ محمد اسماعیل آزاد، اردو شاعری میں نعت، ص:۱۱۹
۸۰۔ رفیع الدین اشفاق، اردو میں نعتیہ شاعری، ص:۱۴۶
۸۱۔ مجلّہ نعت رنگ نمبر ۱۵، کراچی، مئی ۲۰۰۳ء، ص:۱۲۵
۸۲۔ محمد اسماعیل آزاد، اردو شاعری میں نعت، ص:۱۳۷
۸۳۔ ایضاً، ص:۱۳۸
۸۴۔ رستمی بیجاپوری، خاور نامہ، کراچی: ترقی اردو بورڈ، ۱۹۶۸ء، ص:۱۳۔۱۲
۸۵۔ نصیر الدین ہاشمی، دکن میں اردو، ص:۲۴۶
۸۶۔ ایضاً، ص:۲۴۶
۸۷۔ ایضاً، ص:۲۴۷
۸۸۔ عاصی کرنالی ڈاکٹر، اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر، ص:۲۷۴
۸۹۔ مظفر عالم جاوید صدیقی ڈاکٹر، اردو میں میلاد النبی، ص:۳۰۷
۹۰۔ نصیر الدین ہاشمی، کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات، جلد اول، ص:۲۰۱، (بحوالہ اردو میں میلاد النبی، ۳۰۷ تا ۳۰۹)
۹۱۔ عاصی کرنالی ڈاکٹر، اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر، ص:۲۷۴
۹۲۔ تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند، جلد ۶، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۴۳۹
۹۳۔ یونس شاہ سید پروفیسر، تذکرہ نعت گویانِ اردو، جلد اول، ص:۱۹۹
۹۴۔ ایضاً، ص:۲۰۰
۹۵۔ ایضاً، ص:۲۰۰ تا ۲۰۲
۹۶۔ اسماعیل امروہوی، اردو کی دو قدیم مثنویاں (مرتبہ نائب حسین نقوی) لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۷۰ء، فلیپ کتاب ہذا

۹۷۔ ایضاً، ص:۱۰۴

۹۸۔ ایضاً، ص:۱۴۸

۹۹۔ مجلہ 'شام وسحر' لاہور: جنوری، فروری ۱۹۸۲ء، ص:۱۴۲

۱۰۰۔ رفیع الدین اشفاق 'اردو میں نعتیہ شاعری' ص:۷۵

۱۰۱۔ نصیرالدین ہاشمی 'دکن میں اردو' ص:۱۷۹

۱۰۲۔ ریاض مجید ڈاکٹر 'اردو میں نعت گوئی' لاہور: اقبال اکادمی پاکستان ۱۹۹۰ء، ص:۲۴۱

۱۰۳۔ نصیرالدین ہاشمی 'دکن میں اردو' ص:۳۳۷

۱۰۴۔ مظفر عالم جاوید صدیقی ڈاکٹر 'اردو میں میلاد النبیؐ' ص:۳۶۷

۱۰۵۔ یونس شاہ سید پروفیسر 'تذکرہ نعت گویان اردو' جلد اول، ص:۲۵۷

۱۰۶۔ افسر امروہوی، مضمون مشمولہ 'ماہ نور' (سیرت رسول نمبر) ۱۹۶۶ء، ص:۱۰۳، (بحوالہ تذکرہ نعت گویان اردو، ص:۲۵۷)

۱۰۷۔ یونس شاہ سید پروفیسر 'تذکرہ نعت گویان اردو' جلد اول، ص:۲۵۷

۱۰۸۔ مظفر عالم جاوید صدیقی ڈاکٹر 'اردو میں میلاد النبیؐ' ص:۳۳۲

۱۰۹۔ محمد اسماعیل آزاد 'اردو شاعری میں نعت' ص:۱۵۸

۱۱۰۔ مظفر عالم جاوید صدیقی ڈاکٹر 'اردو میں میلاد النبیؐ' ص:۳۳۴

۱۱۱۔ نصیرالدین ہاشمی 'دکن میں اردو' ص:۳۹۳

۱۱۲۔ محمد اسماعیل آزاد 'اردو شاعری میں نعت' ص:۱۵۸

۱۱۳۔ مظفر عالم جاوید صدیقی ڈاکٹر 'اردو میں میلاد النبیؐ' ص:۳۳۸

۱۱۴۔ رفیع الدین اشفاق 'اردو میں نعتیہ شاعری' ص:۱۹۷

۱۱۵۔ ایضاً، ص:۲۰۰

۱۱۶۔ ایضاً، ص:۲۰۱

۱۱۷۔ ایضاً، ص:۲۰۲

۱۱۸۔ ایضاً، ص:۲۰۳

۱۱۹۔ ایضاً، ص:۲۰۴

۱۲۰۔ ایضاً، ص:۲۰۹

۱۲۱۔ ایضاً، ص:۲۱۰۔۲۱۱

۱۲۲۔ مظفر عالم جاوید صدیقی ڈاکٹر 'اردو میں میلاد النبیؐ' ص:۳۳۳

۱۲۳۔ رسالہ اردو، جولائی ۱۹۲۰ء (بحوالہ یونس شاہ سید پروفیسر 'تذکرہ نعت گویان اردو' جلد اول، ص:۱۸۹)

۱۲۴۔ محمود شیرانی حافظ 'پنجاب میں اردو' ص:۳۰۹

۱۲۵۔ غلام قادر شاہ 'مثنوی رمز العشق' (مرتبہ گوہر نوشاہی) لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۷۲ء، ص:۳۵، نیز ۴۷

۱۲۶۔ ایضاً، ص:۳۷

۱۲۷۔ جمیل جالبی ڈاکٹر 'تاریخ ادب اردو' جلد اول، ص:۸۳

۱۲۸۔ یونس شاہ سید پروفیسر 'تذکرہ نعت گویان اردو' جلد اول، ص:۲۷۷

۱۲۹۔ سودا 'کلیات سودا' جلد دوم، لاہور: مکتبہ شعر و ادب س۔ن، ص:۶۰

۱۳۰۔ ایضاً، جلد دوم، ص:۸۶

۱۳۱۔ میر تقی میر 'کلیات میر' (جلد ششم) (مرتبہ کلب علی فائق) لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۴ء، ص:۹۳۔۹۲

۱۳۲۔ میر قدرت اللہ قاسم 'معراج نامہ' قاسم' میرٹھ: مطبع ہاشمی ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء' ص:۲

۱۳۳۔ ناسخ (امام بخش)' کلیات ناسخ جلد دوم حصہ دوم' لاہور: مجلس ترقی ادب' ۱۹۸۹ء' ص:۳۰۳

۱۳۴۔ ناسخ (امام بخش)' معراج نامہ ناسخ' مخطوطہ ورق ۷۔ب (منقولہ' اردو میں میلاد النبیؐ' ص:۴۰۳)

۱۳۵۔ ناسخ (امام بخش)' مولد شریف' ص:۱۶ (منقولہ' اردو میں میلاد النبیؐ' ص:۴۰۷)

۱۳۶۔ یونس شاہ سید پروفیسر' تذکرہ نعت گویان اردو' جلد اول' ص:۳۶۴

۱۳۷۔ مجلّہ ''نقوش'' رسولؐ نمبر ۱۰' لاہور: ادارہ فروغ اردو' ۱۹۸۴ء' ص:۶۸۵

۱۳۸۔ رنگین' مثنوی مسدس رنگین' کراچی: ادارہ ترقی ادب' کلیم پریس بلڈنگ ۱۹۵۲ء' ص:۱۸

۱۳۹۔ یونس شاہ سید پروفیسر' تذکرہ نعت گویان اردو' جلد اول' ص:۳۴۵

۱۴۰۔ ایضاً' ص:۳۴۵

۱۴۱۔ مومن خاں مومن' کلیات مومن' لکھنؤ: مطبع منشی نول کشور' ۱۹۳۰ء' ص:۴۱۰۔۴۰۹

۱۴۲۔ مظفر عالم جاوید صدیقی' اردو میں میلاد النبیؐ' ص:۴۱۷

۱۴۳۔ ایضاً' ص:۴۲۶

۱۴۴۔ خلیل الرحمان داؤدی' اردو کی قدیم منظوم داستانیں' لاہور: مجلس ترقی ادب' ص:۸۵

۱۴۵۔ ایضاً' ص:۱۹۹

۱۴۶۔ ایضاً' ص:۲۸۰

۱۴۷۔ ایضاً' ص:۲۹۹

۱۴۸۔ ایضاً' ص:۵۵۷

۱۴۹۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تحفۃ العشاق' بحوالہ نعت رنگ نمبر ۱۸' دسمبر ۲۰۰۵' ص:۴۰۸

۱۵۰۔ نسیم تخلیپ' کلیات نسیم' رائے مولانا حکیم سید عبدالحئی ندوی

۱۵۱۔ نسیم' کلیات نسیم' (مرتبہ کلب علی خاں فائق)' لاہور: مجلس ترقی ادب' ۱۹۶۶ء' منتخب اشعار' ص:۱۷۵ تا ۵۸۱

۱۵۲۔ کافی' محامد رسولؐ' کانپور: مطبع نول کشور' ۱۸۸۳ء' ص:۲

۱۵۳۔ ایضاً' ص:۴

۱۵۴۔ ایضاً' ص:۴

۱۵۵۔ ایضاً' ص:۲۳

۱۵۶۔ کافی' بہار خلد' مشمولہ ماہنامہ نعت لاہور' جلد ۵' شمارہ ۱۰' اکتوبر' ۱۹۹۲ء' ص:۳۱

۱۵۷۔ مظفر عالم جاوید صدیقی ڈاکٹر' اردو میں میلاد النبیؐ' ص:۴۳۰

۱۵۸۔ حسن (میر حسن دہلوی) سحر البیان' لاہور: عشرت پبلیشنگ ہاؤس' س۔ن۔ص:۱۹

۱۵۹۔ حسن (میر حسن دہلوی) مثنویات حسن' مرتبہ: ڈاکٹر وحید قریشی' لاہور: مجلس ترقی ادب' ۱۹۶۶ء' ص:۵۷

۱۶۰۔ نسیم' دیا شنکر' پنڈت' مثنوی گلزار نسیم' علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس' ۱۹۸۴ء' ص:۵۹

۱۶۱۔ شوق (نواب مرزا شوق) مثنویات شوق' نئی دہلی: انجمن ترقی اردو' ۱۹۹۸ء' ص ۳۷

۱۶۲۔ ایضاً: ص:۱۶۹

۱۶۳۔ ایضاً: ص:۲۴۲

۱۶۴۔ ایضاً: ص:۱۹۴

۱۶۵۔ (رسالہ) ''سفیر نعت'' (مرتبہ آفتاب کریمی) محسن کاکوروی کراچی: آفتاب اکیڈمی' ستمبر ۲۰۰۳' ص:۱۵۷

۱۶۶۔ محسن کاکوروی' کلیات نعت مولوی محمد محسن (مرتبہ مولوی محمد نور الحسن) کانپور: نامی پریس ۱۳۲۴ھ' ص:۱۶۹

۱۶۷۔ ایضاً ص:۱۶۴

۱۶۸۔ ایضاً ص:۱۶۸

۱۶۹۔ ایضاً ص:۱۶۳۔۱۶۲

۱۷۰۔ ایضاً ص:۱۷۵۔۱۷۳

۱۷۱۔ رسالہ ''سفیر نعت'' محسن کاکوروی نمبر' کراچی: ستمبر ۲۰۰۳ء ص:۱۶۳

۱۷۲۔ محسن کاکوروی' کلیات نعت مولوی محمد محسن' ص:۱۸۲۔۱۸۰

۱۷۳۔ ایضاً ص:۷۵

۱۷۴۔ چراغ تجلی (مرتبہ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی) بزم حمد و نعت ۱۹۹۴ء ص:۲۶

۱۷۵۔ ایضاً ص:۲۷

۱۷۶۔ گیان چند جین' اردو مثنوی شمالی ہند میں' جلد دوم' نئی دہلی: انجمن ترقی اردو ہند ۱۹۸۷ء ص:۲۵۷

۱۷۷۔ یونس شاہ سید پروفیسر' تذکرہ نعت گویان اردو' جلد دوم' لاہور: مکہ بکس ۱۹۸۴ء ص:۵۷۔۵۶

۱۷۸۔ چراغ تجلی (مرتبہ ابوالخیر کشفی)' ص:۲۹

۱۷۹۔ رسالہ ''سفیر نعت'' محسن کاکوروی نمبر' کراچی ستمبر ۲۰۰۳ء ص:۱۷۰

۱۸۰۔ ایضاً ص:۱۷۰

۱۸۱۔ ایضاً ص:۳۵

۱۸۲۔ گیان چند جین' اردو مثنوی شمالی ہند میں' جلد دوم' ص:۵۵

۱۸۳۔ رسالہ ''سفیر نعت'' محسن کاکوروی نمبر' کراچی ستمبر ۲۰۰۳ء ص:۱۷۳۔۱۷۲

۱۸۴۔ ایضاً ص:۱۱۶

۱۸۵۔ چراغ تجلی (مرتبہ ابوالخیر کشفی)' ص:۵۸

۱۸۶۔ رسالہ ''سفیر نعت'' محسن کاکوروی نمبر' کراچی: ستمبر ۲۰۰۳ء ص:۱۷۴

۱۸۷۔ ایضاً ص:۱۹۳

۱۸۸۔ یونس شاہ سید پروفیسر' تذکرہ نعت گویان اردو' جلد دوم' ص:۵۵

۱۸۹۔ رسالہ ''سفیر نعت'' محسن کاکوروی نمبر' کراچی: ستمبر ۲۰۰۳ء ص:۲۰۶

۱۹۰۔ ایضاً ص:۹

۱۹۱۔ محسن کاکوروی' مسدس بلستان رحمت' لکھنؤ: مطبع نامی پریس' ۱۳۰۷ھ ص:۱۴

۱۹۲۔ محمد حسن عسکری' ستارہ یا بادبان' کراچی: مکتبہ سات رنگ' ۱۹۶۳ء ص: [illegible]

۱۹۳۔ ابواللیث صدیقی ڈاکٹر' لکھنؤ کا دبستان شاعری' ص:۵۴۵

۱۹۴۔ ایضاً ' ص: ۵۴۸

۱۹۵۔ ایضاً ' ص: ۵۵۲

۱۹۶۔ ایضاً ' ص: ۵۵۹

۱۹۷۔ ایضاً ' ص: ۵۶۰

۱۹۸۔ ایضاً ' ص: ۵۶۱

۱۹۹۔ ایضاً ' ص: ۵۶۳

۲۰۰۔ ایضاً ' ص: ۵۶۷

۲۰۱۔ عبدالحئی سید حکیم' گل رعنا' اعظم گڈھ (بھارت): مطبع معارف۔ طبع چہارم' ۱۳۷۰ھ ص:۴۵۷

۲۰۲۔ ایضاً ' ص: ۴۵۷
۲۰۳۔ مجلّہ نگار، دسمبر ۱۹۳۵ء ' ص: ۴۷
۲۰۴۔ محمد اسماعیل آزاد، اردو شاعری میں نعت ' ص: ۳۶۷
۲۰۵۔ ایضاً ' ص: ۳۷۰
۲۰۶۔ بیان ویزدانی (محمد مرتضیٰ حسن، قندیل حرم، مرتبہ: ڈاکٹر سید صفدر حسین' لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز' ۱۹۷۴ء' ص: ۱۰۔۹
۲۰۷۔ عزیز لکھنوی' صحیفہ ولا' لکھنؤ' (بھارت): صدیق بک ڈپو' س۔ن' ص: ا
۲۰۸۔ رسالہ نقوش' نمبر ۱۰' رسول نمبر شمارہ نمبر ۱۳۰' لاہور: ادارہ فروغ اردو' جنوری ۱۹۸۴ء' ص: ۴۸۹
۲۰۹۔ اسماعیل میرٹھی' کلیات اسماعیل' دہلی: مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ' ۱۹۳۹ء' ص: ۲۴۔۲۱
۲۱۰۔ ایضاً' ص: ۳۱
۲۱۱۔ شائق دہلوی' کلیات شائق' کراچی: سید پبلی کیشنز' ۱۹۸۹ء ص: ۲۳۶
۲۱۲۔ ایضاً ' ص: ۲۵۵
۲۱۳۔ ایضاً ' ص: ۲۷۹
۲۱۴۔ ایضاً ' ص: ۳۰۱
۲۱۵۔ آہ (منشی ممتاز علی امیٹھوی) مثنوی ''یادِ اسلام''' لکھنؤ ۱۹۳۰ء' ص: ۱۲
۲۱۶۔ ایضاً' ص: ۲۶ (دیباچہ)
۲۱۷۔ ایضاً' ص: ۳۰
۲۱۸۔ محمد اقبال علامہ ڈاکٹر' کلیاتِ اقبال اُردو۔ لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز' ۱۹۷۳ء ' (بانگِ درا) ص: ۸۰
۲۱۹۔ رشید محمود راجا' مدینۃ النبی' لاہور: ایوانِ نعت' ۱۹۸۸ء' ص: ۹
۲۲۰۔ محشر بدایونی' حرفِ ثنا' لاہور: مقبول اکیڈمی' ۱۹۸۶ء' ص: ۱۲۲۔۱۲۱
۲۲۱۔ شمس الحق قادری شمس' مثنوی جمالِ محمدؐ' کراچی: ادارہ اشاعتِ تفسیر صدیقی' ۱۳۰۴ھ' ص: ۴۸
۲۲۲۔ ایضاً' ص: ۱۲۸
۲۲۳۔ ایضاً' ص: ۱۳۸
۲۲۴۔ صبا متھراوی' دربارِ رسالت میں' کراچی: مکتبہ اردو ادب' ۱۹۷۲ء' ص: ۷۲
۲۲۵۔ عاصی کرنالی' اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر' ص: ۲۲۳
۲۲۶۔ حفیظ جالندھری' شاہنامۂ اسلام' جلد اول' لاہور: مکتبہ تعمیرِ انسانیت' ۱۹۸۵ء' ص: ۲۷
۲۲۷۔ ایضاً' ص: ۲۶
۲۲۸۔ ایضاً' ص: ۲۶
۲۲۹۔ ایضاً' ص: ۱۱۲
۲۳۰۔ ایضاً' ص: ۱۱۶۔۱۱۴
۲۳۱۔ ایضاً' ص: ۱۱۲
۲۳۲۔ ایضاً' ص: ۱۹۸۔۱۹۷
۲۳۳۔ حفیظ جالندھری' شاہنامۂ اسلام' جلد اول' لاہور: مکتبہ تعمیرِ انسانیت' ۱۹۸۵ء' ص: ۶۷۔۶۴
۲۳۴۔ ایضاً' ص: ۶۸
۲۳۵۔ ایضاً' ص: ۱۰۶۔۱۰۷
۲۳۶۔ فرمانِ خداوندی' الانفال: ۱۷

۲۳۷۔ شاہنامۂ اسلام جلد دوم، ص:۱۱۵۔۱۱۴
۲۳۸۔ ایضاً، ص:۱۰۷۔۱۰۶
۲۳۹۔ رسالہ ''ماہِ نو'' اگست ۱۹۶۴ء مشمولہ ماہِ نو (چالیس سالہ مخزن۔ جلد اول، اگست ۱۹۸۷ء، ص:۳۲
۲۴۰۔ فضل جالندھری، معجزات رسول، لاہور: بزمِ مدینہ سعدی پارک ۱۹۴۲ء، ص:۲۵
۲۴۱۔ نوری آغا، معجزات منظوم، لاہور: نیو کامران پرنٹرز ۱۹۹۵ء، ص:۲۸۴
۲۴۲۔ ایضاً، ص:۱۴
۲۴۳۔ سہیل اقبال احمد خاں مولانا، موجِ کوثر، کراچی: بزمِ حمد و نعت، ۱۹۹۴ء، ص:۲۱۔۲۰
۲۴۴۔ فیضی سید، نعت خیر البشر، اسلام آباد: وزارت مذہبی امور ۱۹۷۷ء، ص:۳
۲۴۵۔ سیماب اکبر آبادی، ساز حجاز، کراچی: سیماب اکادمی ۱۹۸۲ء، ص:۶۲۔۶۱
۲۴۶۔ ایضاً، ص:۴۷
۲۴۷۔ ایضاً، ص:۵۳
۲۴۸۔ رسالہ ماہنامہ ''آستانہ'' دہلی، ستمبر ۱۹۵۹ء ص:۵۶ (بحوالہ میلاد النبیؐ مرتبہ راجا رشید محمود، ص:۱۰)
۲۴۹۔ ضیاء اللہ قادری بدایونی، نغمۂ ربانی، دہلی: آستانہ بکڈپو ۱۹۶۴ء، ص:۱۶
۲۵۰۔ ایضاً، ص:۴
۲۵۱۔ ماہر القادری مولانا، ذکر جمیل، لاہور: بزمِ فاران ۱۹۸۹ء، ص:۷۰۔۶۵
۲۵۲۔ ایضاً، ص:۱۰۰
۲۵۳۔ خاکی (ڈاکٹر مسعود رضا) معراج سخن، لاہور: فضلِ حق اینڈ سنز ۱۹۹۰ء، ص:۷۵
۲۵۴۔ رشید محمود راجا، (مرتبہ) مدینۃ النبیؐ، لاہور: ایوانِ نعت ۱۹۸۸ء، ص:۷۸
۲۵۵۔ مظہر (حافظ مظہر الدین حافظ) جلوہ گاہ، راولپنڈی: حریمِ ادب ۱۹۷۵ء، ص:۳۴۔۱۵
۲۵۶۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد (مرتبہ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا) لاہور: ماورا پبلشرز ۱۹۸۹ء، ص:۱۴۰۔۱۳۹
۲۵۷۔ رسالہ ماہنامہ ''نعت'' لاہور: جلد دوم اپریل ۱۹۸۹ء، شمارہ:۴، ص:۸۴
۲۵۸۔ ایضاً، ص:۸۳
۲۵۹۔ اختر الحامدی، نعت محل، لاہور: مکتبہ الرضا ۱۹۷۳ء، ص:۱۵۸
۲۶۰۔ ایضاً، ص:۱۶۱
۲۶۱۔ ایضاً، ص:۱۷۶
۲۶۲۔ ایضاً، ص:۱۷۴
۲۶۳۔ فیض الحسن شاہ فیض، ارمغان فیض، گوجرانوالہ: مرکزِ فیض الاسلام ۱۹۹۱ء، ص:۸۹
۲۶۴۔ مسرور کیفی، ہالۂ نور، کراچی: جہانِ نعت ۱۴۲۶ھ، ص:۱۵۔۵
۲۶۵۔ نواب علی قاضی، رسول کریمؐ، لاہور: علمی کتاب خانہ ۱۹۸۴ء، ص:۲۶
۲۶۶۔ صبیح رحمانی (مرتب) نعت رنگ کراچی، شمارہ نمبر ۳، ستمبر ۱۹۹۶ء، ص:۲۸۹۔۷۷
۲۶۷۔ انیس الرحمان + شبیر قادری (مرتبین) خوشبو کی ہجرت، فیصل آباد: حافظ لدھیانوی اکیڈمی ۲۰۰۰ء، ص:۲
۲۶۸۔ حافظ لدھیانوی، ثنائے خواجہ، فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۸۹ء، ص:۲۰
۲۶۹۔ ایضاً، ص:۲۸
۲۷۰۔ ایضاً، ص:۳۲۔۳۰
۲۷۱۔ ایضاً، ص:۳۵۔۳۳

۲۷۲۔ حافظ لدھیانوی'تشنیدِ حضوری'فیصل آباد: بیت الادب'طبع دوم'س۔ن'ص:۵۰
۲۷۳۔ ایضاً'ص:۱۵۸
۲۷۴۔ ایضاً'ص:۱۱
۲۷۵۔ ایضاً'ص:۱۹
۲۷۶۔ ایضاً ' ص:۲۱
۲۷۷۔ ایضاً 'ص:۲۵
۲۷۸۔ ایضاً'ص:۲۸
۲۷۹۔ ایضاً'ص:۳۰
۲۸۰۔ ایضاً'ص:۳۰
۲۸۱۔ ایضاً'ص:۸۸
۲۸۲۔ ایضاً'ص:۸۹
۲۸۳۔ ایضاً'ص:۱۰۴
۲۸۴۔ حافظ لدھیانوی'امام القبلتین'فیصل آباد: بیت الادب'۱۹۹۹ء'ص:۴۵
۲۸۵۔ ایضاً'ص:۳۷
۲۸۶۔ حافظ لدھیانوی'معراج سفر'فیصل آباد: بیت الادب'۱۹۹۶ء'ص:۲۹۔۳۰
۲۸۷۔ رشید محمود راجا'میلاد النبی'لاہور: مکتبہ ایوانِ نعت'۱۹۸۸ء'ص:۸۰
۲۸۸۔ آزاد(جگن ناتھ)'نسیم حجاز'نئی دہلی: محروم میموریل لٹریری سوسائٹی'۱۹۹۹ء'ص:۷۳۔۷۱
۲۸۹۔ خالد(عبدالعزیز)'طاب طاب'لاہور: مقبول اکیڈمی'ص:۱۱۴
۲۹۰۔ ایضاً'ص:۱۱۴
۲۹۱۔ ''سیارہ''لاہور: اشاعتِ خاص نمبر'جلد ۵۹'شمارہ نمبر ۶'ص:۲۷۔۲۴
۲۹۲۔ ایضاً'ص:۲۴
۲۹۳۔ باقر غلام جیلانی'گل ہائے عقیدت'لاہور: ناشر مصنف خود'باغبانپورہ'س۔ن'ص:۱۲
۲۹۴۔ ایضاً'ص:۱۴
۲۹۵۔ ایضاً'ص:۱۶۔۱۵
۲۹۶۔ ایضاً'ص:۲۷
۲۹۷۔ رشید محمود راجا'منظومات'لاہور: اختر کتاب گھر'۱۹۹۵ء'ص:۲۰
۲۹۸۔ مظفر وارثی'بابِ حرم'لاہور: ماورا پبلی کیشنز'۱۹۸۴ء'ص:۷۷
۲۹۹۔ مظفر وارثی'نورِ ازل'لاہور: ماورا پبلی کیشنز'۱۹۸۸ء'ص:۷۷
۳۰۰۔ مظفر وارثی'صاحب التاج'لاہور: علم و عرفاں پبلشرز'۲۰۰۳ء'ص:۳۱
۳۰۱۔ سلیم احمد'نقوش'رسول نمبر ۱۰'شمارہ ۱۳۰'۱۹۸۴ء'ص:۴۹۲
۳۰۲۔ منظور(ملک منظور حسین منظور)'جنگ نامۂ اسلام'حصہ اول'لاہور: اسلامی پبلشنگ کمپنی'۱۹۳۵ء'ص:۴۳
۳۰۳۔ ایضاً'ص:۳۵
۳۰۴۔ ایضاً'ص:۱۲۲
۳۰۵۔ منظور(ملک منظور حسین منظور)'جنگ نامۂ اسلام'حصہ دوم'لاہور: اسلامی پبلشنگ کمپنی'۱۹۷۱ء'ص:۱۸۸۔۱۸۲
۳۰۶۔ لالہ صحرائی'غزواتِ رحمۃ للعٰلمین'کراچی: ادارہ مطبوعات'تکبیر'۱۹۹۷ء'ص:۱۵۵۔۱۵۱

۳۰۷۔ جاوید القادری علامہ' سیرت طیبہ منظوم' جلد اول' لاہور: ادارہ فروغ مطالعہ سیرت' ۲۰۰۳ء' ص: ۵

۳۰۸۔ ایضاً' ص: ۷

۳۰۹۔ ایضاً' ص: ۸

۳۱۰۔ ایضاً' ص: ۵

۳۱۱۔ ایضاً' ص: ۵

۳۱۲۔ ایضاً' ص: ۷

۳۱۳۔ ایضاً' ص: ۶۰

۳۱۴۔ ایضاً' ص: ۴۷

۳۱۵۔ ایضاً' ص: ۲۷۱

۳۱۶۔ نعیم تقوی' سخن تمام روشنی' کراچی: مکتبہ مجلسِ افکار اسلامی' ۱۹۹۰ء' ص: ۱۰۴

۳۱۷۔ بدر فاروقی' اشکِ فروزاں' ص: ۱۰۶۔۱۰۰

۳۱۸۔ ایضاً' ۱۱۵۔۱۰۷

۳۱۹۔ از ہر درانی' کشکول' لاہور: اورینٹ پبلشرز' ۱۹۹۰ء' ص: ۹۳۔۸۳

۳۲۰۔ حسن رضوی' جمال احمد مرسل' لاہور: گورا پبلشرز ۱۹۹۷ء' ص: ۲۲۰۔۱۸۳

۳۲۱۔ مسعود اختر جمال' پیغمبر اسلام' الہ آباد: شاہین پبلی کیشنز' ۱۹۷۸ء' ص: ۲۳

۳۲۲۔ ایضاً' ص: ۴۴

۳۲۳۔ کاوش بدری' قبلہ نما' مدراس (بھارت): مجلسِ مصنفین ۱۹۶۹ء' ص: ۲۷

۳۲۴۔ ایضاً' ص: ۳۵

۳۲۵۔ تنویر پھول' انوار حرا' کراچی: حرا فاؤنڈیشن ۱۹۹۷ء' ص: ۲۸۱

۳۲۶۔ پرواز (ریاض احمد) ردائے رحمت' فیصل آباد' نعت اکادمی' ۱۹۹۵ء' ص: ۶۳۔۳۴

۳۲۷۔ یزدانی جالندھری' صبح سعادت' ص: ۲۴ تا ۳۱

۳۲۸۔ ایضاً' کتاب کا پس ورق

۳۲۹۔ ماہر القادری' ذکر جمیل' لاہور: بزمِ فاران' ۱۹۸۹ء' ص: ۷۳۔۷۱

۳۳۰۔ سیارہ' جنوری' ۱۹۸۹ء' ص: ۳۹۷ (مضمون ذکرِ جمیل)

۳۳۱۔ صائم چشتی' سلام بحضور پنجتن پاکؑ' فیصل آباد: چشتی کتب خانہ ۲۰۰۴ء' ص: ۷

۳۳۲۔ زہرا (سیدہ نوازش رباب زہرا) علامہ صائم چشتی بحیثیت نعت گوشاعر' مقالہ ایم اے اردو برائے پنجاب یونیورسٹی' لاہور' پیشکش ۲۰۰۰ء' ص: ۲۶

۳۳۳۔ عاجز (میاں محمد بشیر) مہکتے پھول' لاہور: خورشید گیلانی ٹرسٹ ۲۰۰۴ء' ص: ۶۱

۳۳۴۔ بدر (سید طفیل احمد) سلامِ قدس' لاہور: تاج کمپنی' ۱۳۷۴ھ' ص: ۷۸

۳۳۵۔ ایضاً' ص: ۸۰

۳۳۶۔ ایضاً' ص: ۸۲

۳۳۷۔ ایضاً' ص: ۸۹

۳۳۸۔ ایضاً' ص: ۱۴۳

۳۳۹۔ ایضاً' ص: ۱۵۲

۳۴۰۔ ایضاً' ص: ۱۷۱

۳۴۱۔ ایضاً' ص: ۲۱۰

۳۴۲۔ ایضاً، ص:۲۲۵

۳۴۳۔ ایضاً، ص:۲۳۱

۳۴۴۔ ایضاً، ص:۲۳۶

۳۴۵۔ ایضاً، ص:۲۵۵

۳۴۶۔ ایضاً، ص:۲۸۹

۳۴۷۔ ایضاً، ص:۲۹۳

۳۴۸۔ ایضاً، ص:۳۰۱

۳۴۹۔ ایضاً، ص:۳۱۵

۳۵۰۔ حافظ لدھیانوی، سلام محبت، فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۳ء، ص:۹

۳۵۱۔ راغب مراد آبادی، بحضور خاتم الانبیاء، کراچی: ناشر شاعر خود ۱۹۷۵ء، ص:۶۳۔۶۲

۳۵۲۔ شوکت ہاشمی، سارے حرف گلاب، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء (مختلف صفحات)

۳۵۳۔ طالق ہمدانی لدھیانوی، افکارِ جمیل، فیصل آباد: درگاہ چشتیہ، ۱۹۶۰ء، ص:۲۱۔۲۰

۳۵۴۔ گوہر ملسیانی، مظہر نور، صادق آباد: گوہر ادب پبلی کیشنز، ۱۹۸۲ء، ص:۱۰۴

۳۵۵۔ باصر (غلام جیلانی) گلہائے عقیدت، لاہور: ناشر مصنف خود س۔ن، ص:۳۵

۳۵۶۔ شرقی (امیر الاسلام شرقی)، خوابِ رفتہ (مرتبہ سید معراج نیّر) لاہور: مکتبہ عالیہ ۱۹۸۳ء، ص:۶۵

۳۵۷۔ ناظم (ابوبکر)، جہانِ شوق، لاہور: قلندر بابا پبلی کیشنز ۲۰۰۱ء، ص:۱۱۷

۳۵۸۔ خلیق قریشی، برگ سدرہ، فیصل آباد: نعت اکادمی ۱۹۹۱ء، ص:۸۷

۳۵۹۔ گوہر ملسیانی، مظہر نور، صادق آباد: مظہر فرید کالونی ۱۹۸۲ء، ص:۱۰۴

۳۶۰۔ ماجد صدیقی، سرِ نور، راولپنڈی: اپنا ادارہ ۱۹۷۶ء، ص:۳۱

۳۶۱۔ صدر (صدر الدین احمد) بادۂ عرفاں، دہلی: کوہ نور پرنٹنگ پریس ۱۹۵۵ء، ص:۶۵

۳۶۲۔ طفیل ہوشیارپوری، رحمتِ یزداں، لاہور: احسان اکیڈمی ۱۹۹۲ء، ص:۱۴۲

۳۶۳۔ ماہ نامہ ''نعت''، لاہور: جلد دوم، شمارہ ۱۲، دسمبر ۱۹۸۹ء، ص:۶۳

۳۶۴۔ ایضاً، ص:۴۷

۳۶۵۔ مسرور کیفی، سلام ان پر، کراچی: جہانِ نعت، ۱۴۲۴ھ، ص:۵

۳۶۶۔ خالد (عبدالعزیز) طاب طاب، ص:۲۲

۳۶۷۔ عبدالعزیز شرقی، فیوض الحرمین، ملتان: مکتبہ پیامِ اسلام، ۱۹۸۰ء، ص:۱۳۴

۳۶۸۔ آزاد (جگن ناتھ) نسیم حجاز، ص:۷۹

۳۶۹۔ ثمر (عبدالکریم) احسن تقویم، لاہور: محمد ظفر، فیروز پور روڈ، ۱۹۸۲ء، ص:۱۸

۳۷۰۔ ایضاً، ص:۱۶۴

۳۷۱۔ فدا (حاجی فضل الدین فدا کھیم کرنی) حدیث ایماں، لاہور: ناشر شاعر خود ۱۹۸۹ء، ص:۳۷

۳۷۲۔ سیارہ نمبر ۲۱، جلد ۴۹، شمارہ ۴، دسمبر ۱۹۸۵ء، ص:۶۴

۳۷۳۔ ماہ نامہ نعت، لاہور: مارچ ۱۹۹۲ء، جلد ۵، شمارہ ۲، ص:۹۶

۳۷۴۔ ایضاً، ص:۹۷

۳۷۵۔ نعت رنگ کراچی نمبر ۵، فروری ۱۹۹۸ء، ص:۳۰۲

۳۷۶۔ سلیم (سید علی اکبر) ثنائے حبیب، ص:۴۳

۳۷۷۔ ایضاً ص:۶ (دیباچہ)

۳۷۸۔ ایضاً ص:۲۹

۳۷۹۔ شارق (شفیق الدین) نزول، کراچی: اقلیم نعت، ۱۹۹۹ء، ص:۱۱۷

۳۸۰۔ ماہنامہ نعت، لاہور، جلد۲، شمارہ ۳، مارچ ۱۹۸۹ء، ص:۲۴

۳۸۱۔ ارقم (محمد افتخار الحق ڈاکٹر) ''اسمہ محمد''، داؤد پور (ضلع گجرات) مشربہ علم و حکمت ۱۹۹۶ء، ص:۳۱

۳۸۲۔ عابد نظامی، فیضان کرم، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۹۸۳ء، ص:۸۹

۳۸۳۔ صائم چشتی، حسن کائنات، فیصل آباد: چشتی کتب خانہ ۱۹۹۱ء

۳۸۴۔ ماہنامہ نعت، لاہور، جلد ۸، شمارہ ۹، ستمبر ۱۹۹۵ء، ص:۸۴

۳۸۵۔ عزیز احسن، کرم و نجات کا سلسلہ، کراچی: اقلیم نعت، ۲۰۰۵ء، ص:۱۴۳

۳۸۶۔ غوث میاں (مرتب) خواتین کی نعتیہ شاعری، کراچی: حضرت حسان محمد و نعت بک بینک، ۲۰۰۲ء، ص:۳۲۳

۳۸۷۔ ایضاً، ۴۱۲

۳۸۸۔ ماہ نامہ نعت، لاہور، جلد ۸، شمارہ ۷، جولائی ۱۹۹۵ء، ص:۷۶

۳۸۹۔ ماہ نامہ نعت، لاہور، جلد ۱۱، شمارہ ۳، مارچ ۱۹۹۹ء، ص:۹۴

۳۹۰۔ ماہ نامہ نعت، لاہور، جلد ۸، شمارہ ۱۱، نومبر ۱۹۹۵ء، ص:۳۱۸

۳۹۱۔ بابو سمبھو دیال دانش، اذان بتکدہ، لاہور: ظفر برادرس سلسلہ تالیفات نمبر ۲۳، ص:۵۰

۳۹۲۔ شکیل بدایونی، کلیات شکیل بدایونی، لاہور: مکتبہ اردو ادب، س۔ن، ص:۲۲

۳۹۳۔ حسین سحر، سعادت، ص:۲۹

۳۹۴۔ زکی (محمد کیفی) کیفیات، ص:۷۶

۳۹۵۔ کرم حیدری، نعم، لاہور: تاج کمپنی لمیٹڈ، ۱۴۰۰ھ، ص:۴۷

۳۹۶۔ ممتاز حسن، خیر البشر کے حضور میں، لاہور: ادارہ فروغ اردو، ۱۹۷۵ء، ص:۵۹

۳۹۷۔ ایضاً، ص:۶۳

۳۹۸۔ ایضاً، ص:۱۵۵

۳۹۹۔ فرمان فتح پوری ڈاکٹر، اردو کی نعتیہ شاعری، ص:۱۴۳

۴۰۰۔ ایضاً، ص:۱۷۴

۴۰۱۔ ایضاً، ص:۲۰۲

۴۰۲۔ رشید محمود راجا (مرتب) میلاد النبی، ص:۹۵

۴۰۳۔ اختر (شاہ حکیم محمد اختر مولانا) فیضان محبت، کراچی: کتب خانہ مظہری ۱۴۱۷ھ، ص:۵۰

۴۰۴۔ ماہنامہ نعت، لاہور، جلد ۱۱، شمارہ ۳، مارچ ۱۹۹۹ء، ص:۵۷

۴۰۵۔ ایضاً، ص:۶۳

۴۰۶۔ ایضاً، ص:۶۶

۴۰۷۔ ایضاً، ص:۷۰

۴۰۸۔ ایضاً، ص:۷۸

۴۰۹۔ صادق علی صادق، داعی اسلام، کراچی: الرحیم اکیڈمی، ۱۹۸۵ء، ص:۴۸

۴۱۰۔ ایضاً، ص:۲۴

۴۱۱۔ ایضاً، ص:۵۵

۴۱۲۔ ایضاً، ص:۴۴

۴۱۳۔ ایضاً، ص:۳۷

۴۱۴۔ ایضاً، ص:۱۰۸

۴۱۵۔ تنویر پھول، قندیلِ حرا، کراچی: جہانِ حمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء، ص:۵۹

۴۱۶۔ ایضاً، ص:۷

۴۱۷۔ نعت رنگ کراچی، شمارہ نمبر ۱۳، دسمبر ۲۰۰۲ء، ص:۱۰۰۔۹۸

۴۱۸۔ نعت رنگ کراچی، نمبر ۱۰، اپریل ۲۰۰۰ء

۴۱۹۔ جمیل جالبی ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، جلد اوّل۔ ص:۱۰۹

۴۲۰۔ ایضاً، ص:۱۱۰

۴۲۱۔ ایضاً، ص:۱۳۷

۴۲۲۔ نصیر الدین ہاشمی، دکن میں اردو، ص:۶۳

۴۲۳۔ مظفر عالم جاوید، اردو میں میلاد النبیؐ، ص:۳۲۰

۴۲۴۔ ایضاً، ص:۳۲۸

۴۲۵۔ ایضاً، ص:۳۲۵

۴۲۶۔ نصیر الدین ہاشمی، دکن میں اردو، ص:۱۳۳

۴۲۷۔ مجلہ شام وسحر، نعت نمبر ۲، جنوری۔فروری ۱۹۸۲ء، ص:۱۳۶

۴۲۸۔ مظفر عالم جاوید، اردو میں میلاد النبیؐ، ص:۳۳۶

۴۲۹۔ تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاک وہند، جلد ۶، ص:۳۱۷

۴۳۰۔ ثمر (عبدالکریم) شاخِ سدرہ، کراچی: اعجاز ٹریڈرز ۱۹۸۷ء، ص:۹۶

۴۳۱۔ بدر فاروقی، اشکِ فروزاں، ص:۵۱

۴۳۲۔ آہ (سید محمد ممتاز علی) مثنوی یادِ اسلام، لکھنؤ: ۱۹۳۰ء، ص:۱۷

۴۳۳۔ عرفانی (حضرت وجیہہ السیما عرفانی) میرے حضورؐ، ص:۴۳، ۴۱

۴۳۴۔ مسلم (ابو الامتیاز) زمزمۂ اردو، لاہور: مقبول اکیڈمی ۱۹۹۳ء، ص:۶۳۔۶۱

۴۳۵۔ ایضاً، کعبہ وطیبہ، لاہور: مقبول اکیڈمی ۱۹۳۱ء، ص:۱۵۹۔۱۲۳

۴۳۶۔ سیارہ، دسمبر ۱۹۹۱ء، ص:۶۳۔۵۹

۴۳۷۔ سیارہ اشاعت خاص ۳۳، جنوری فروری ۱۹۹۳ء، ص:۳۵
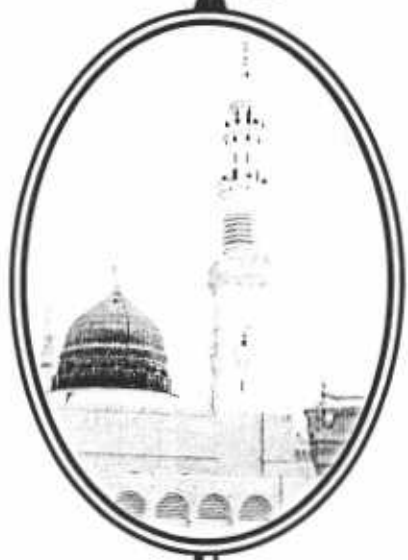
۴۳۸۔ ایضاً، ص:۳۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
باب
۴
قصیدہ اور غزل
صنفی و ہیئتی شناخت اور عہد بعہد جائزہ
اُردو نعت کا ہیئتی مطالعہ

باب چہارم قصیدہ اور غزل

صنفی و ہیئتی شناخت اور عہد بعہد جائزہ

ا۔ قصیدہ:

قصیدہ' عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا مادہ ق ص د ہے۔ مختلف لغات میں اس کے مختلف معانی ملتے ہیں۔ مثلاً المنجد میں لکھا ہے:

"القصیدہ من الشعر۔ وہ اشعار جو سات یا دس سے زیادہ ہوں۔"[۱]

اس کے مادہ "قصد" کے پیشِ نظر یہ معانی بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

"پُر مغز گودا' اونٹ کا موٹا ہونا' توجہ کرنا' اعتماد کرنا' کسی کی طرف چلنا' سیدھا ہو کر چلنا' کسی کو کسی کام پر مجبور کرنا' نفس پر قابو رکھنا' کسی معاملہ میں اعتدال و میانہ روی کرنا' استقامت اختیار کرنا' بے خطا نیزہ مارنا' سانپ کا ایسے ڈسنا کہ جانبر نہ ہو سکے۔ کسی کام کا ارادہ کرنا' خشک گوشت وغیرہ۔"[۲]

مندرجہ بالا دو معانی بہت اہم ہیں۔ ل ارادہ کرنا۔ قصد ارادہ کو کہتے ہیں۔ اوپر دیے گئے تمام معانی اسی کے تحت ہیں مثلاً توجہ کرنا' اعتماد کرنا' کسی کی طرف چلنا' سیدھا ہو کر چلنا' کسی کو مجبور کرنا' وغیرہ وغیرہ۔ ایسے امور ہیں جو دلی ارادہ کے بغیر ممکن نہیں۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ قصد کا بنیادی معنی ارادہ ہے۔

ب۔ پُر مغز و غلیظ گودا: ان دونوں معانی کی رو سے قصیدہ وہ کلام ہے جو بالا رادہ کہا گیا ہو اور دیگر اصناف کے مقابلے میں جسے مغز کی حیثیت حاصل ہو۔ اسی لیے ڈاکٹر سعادت سعید نے لکھا ہے:

"عربی' فارسی اور اردو لغات اور نقادوں نے بالاتفاق قصیدے کو ارادی شاعری کے زمرے میں شمار کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے پُر مغز ہونے کو بھی بنیادی اہمیت دی ہے۔ یوں قصیدہ دیگر اصنافِ سخن کے مقابلے میں منفرد اہمیت کا حامل ٹھہرا ہے۔۔۔ اس صنف میں بھاری بھرکم اور شان و شوکت کے حامل الفاظ و اسالیب' پُر مغز خیالات اور فلک رس افکار کا ہونا بھی ضروری ہے۔۔۔ قصیدہ کے اشعار عمدہ' مہذب کیے ہوئے اور پاکیزہ بھی ہونے چاہئیں۔[۳]

اصطلاحاً قصیدہ "ان اشعار کا نام ہے جو ایک مخصوص ہیئت میں کسی کی مدح یا ہجو' وعظ و نصیحت' پند و موعظت یا تعریفِ بہار یا شکایتِ روزگار وغیرہ میں لکھے جاتے ہیں۔ ان میں لفظی و معنوی صنعتوں کے ساتھ دقیق معانی' معرضِ اظہار میں آتے ہیں۔ قصائد میں شعراء اپنی طبیعتوں کا زور دکھاتے ہیں اور یوں ان کی شاعرانہ قدرت اور فنی مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔[۴]

شمیم احمد نے بھی ایسی ہی بات کہی ہے:

"اسے اصنافِ سخن میں وہی حیثیت حاصل ہے جو انسانی جسم میں مغزِ سر کو حاصل ہوتی ہے' لہٰذا اسے مغزِ سخن تصور کر کے قصیدہ کا نام دیا گیا ہے۔ لفظ قصیدہ کی ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ یہ لفظ.......... لفظ قصد سے مشتق ہے اور شاعر جب کسی کی مدح یا ذم کے اشعار کہتا ہے تو اس میں اس کے قصد اور ارادے کو دخل ہوتا ہے۔"[۵]

اگرچہ اصطلاح قصیدہ کا اطلاق' مخصوص ہیئت پر مبنی' کسی کی ذم پر مشتمل اشعار پر بھی ہوتا ہے لیکن بالعموم اس سے مراد مدحیہ اشعار لیے جاتے ہیں۔ اس کی تفہیم کے لئے قصیدے کا دربارِ شاہی سے جو تعلق رہا ہے اسے پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ حفیظ صدیقی لکھتے ہیں:

"(قصیدہ میں) مدح و ہجو' رزم و بزم' عرفان و اخلاق سبھی کچھ بیان ہوتا رہا ہے لیکن قصیدہ اردو میں براہِ راست عربی سے نہیں بلکہ فارسی کے توسط سے آیا ہے اور اردو کے قصیدہ گو شعراء نے قصیدہ نگاری میں بالعموم فارسی شعراء ہی کی تقلید کی ہے اور اردو شاعری کے آغاز کے وقت فارسی قصیدہ بڑی حد تک مدح کی تنگنائے میں محصور ہو چکا تھا' فارسی نمونوں کی تقلید کا نتیجہ یہ ہوا کہ قصیدے کو ایک سرکاری درباری صنف سمجھ لیا گیا۔ اس طرح قصیدہ اور مدح لازم و ملزوم ہو گئے اور جب درباروں اور درباری ماحول کا خاتمہ ہوا تو قصیدے کو بھی ایک متروک اور مردود صنفِ سخن قرار دیا گیا۔"[۶]

حفیظ صدیقی کا یہ خیال بالکل درست ہے کہ قصیدہ اور مدح لازم و ملزوم ہیں کیونکہ اردو میں مدحیہ قصائد کی نسبت ان قصائد کی تعداد جو ذم کے مضمون پر مشتمل ہیں' آٹے میں نمک سے بھی کم ہے' البتہ ان کا یہ کہنا کہ قصیدہ درباری ماحول سے کٹ کر متروک و مردود ہو گیا' یوں جو بقابل ترمیم ہے۔ اصل یہ ہے کہ قصیدہ دنیاوی بادشاہوں کی خوشامد سے نکل کر دین و دنیا کے شہنشاہ' سیدِ عرب و عجم پیغمبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت و ثنا سے

منسوب ہو کر مزید موقر ہو گیا ہے۔ جب سے قصیدہ نے نعت کی خدمت کا تمغا اپنے سینے پر سجایا ہے اس کی آب و تاب اور قدر و منزلت پہلے سے بھی بڑھ گئی ہے۔ نعت کا قصیدے پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ نعت نے اسے جھوٹ سے نکال کر سچ کی وادی میں پہنچایا۔ دنیا طلبی کی لالچ سے بچا کر داد و دہش سے بے نیاز کر دیا اور اس کے مغز میں دل کی شریانیں صالح خون پہنچانے لگیں۔ نعت نے قصیدے کے ذہن کو دل کا تابع کیا اور شکوہِ علمی کو دلی عقیدت کا پاسباں بنا دیا۔ نعت نے قصیدے کی دم توڑتی صنف کو نئی زندگی سے ہمکنار کر دیا۔ قصیدہ بالعموم درج ذیل اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے۔

ا۔ **تشبیب:** (جسے نسیب بھی کہا جاتا ہے) عرب شعراء قصاید کے آغاز میں محبوب کے شباب و حسن کی باتیں کیا کرتے تھے' ان عشقیہ اشعار کا نام تشبیب تھا اور اس کا مقصد سننے والوں کی بھرپور توجہ حاصل کرنا تھا۔ فارسی اور اس کی تقلید میں اردو قصاید میں تشبیب محض محبوب کے ذکرِ حسن و شباب تک محدود نہ رہی بلکہ اس کے موضوعات کا دائرہ بہت بڑھ گیا۔ شمیم احمد لکھتے ہیں:

''ہر قسم کے مضامین تشبیب کے طور پر قلم بند کیے جانے لگے مثلاً دنیا کی بے ثباتی' علوم و فنون کی بے قدری' پند و نصائح' شاعری کی تعریف' تاریخی واقعات' حکمت و نجوم' منطق و فلسفہ' ہیئت و موسیقی' تصوف و اخلاق' موسمِ بہار' رندی و سرمستی کی کیفیات' زمانے کی شکایت' خوشی و امید کے پیکر وغیرہ۔''۷

شمیم احمد نے تشبیب کے اشعار کیلئے درج ذیل خوبی کا حامل ہونا' ضروری قرار دیا ہے:

''تشبیب کی بنیادی خوبی یہ ہے کہ اس میں بیان کردہ مضامین' ممدوح کے منصب کے نہ صرف مطابق ہوں بلکہ بعد میں آنے والے مدحیہ اشعار سے معنوی ربط و مناسبت بھی رکھتے ہوں۔''۸

تشبیب چونکہ قصیدے کا ایک جزو ہے لہٰذا اسے قصیدے کی اصل ''مدحیہ اشعار'' سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے تاکہ قصیدہ توازن و تناسب کا حسن نہ کھو دے۔

تشبیب کو اگرچہ نسیب بھی کہا جاتا ہے لیکن ان میں ایک فرق بھی ہے۔

''شمس قیس رازی نے تشبیب اور نسیب میں یہ فرق قرار دیا ہے کہ نسیب محض رسماً عشق و محبت کے کوائف کا بیان ہے اور تشبیب واقعی بیتے ہوئے کوائف اور نیاز و ناز کے ان واقعات کی تصویر' جن سے شاعر خصاً متاثر ہوا ہے۔''۹

لیکن ڈاکٹر سعادت سعید اس سے مختلف بات کہتے ہیں:

''تشبیب میں غزلیہ تجربات و کوائف کا اظہار نسیب ہے اور دیگر مناظر و امور کا تذکرہ تشبیب۔ رمز و ایماء' خلوصِ اظہار' حقیقی یاد اور عشقیہ کیفیات کے آمیزے سے تیار ہونے والی تمہید نسیبی تمہید ہے اور رسمی عشق' روایتی خیالات اور تخیلی ناز و نیاز کے معاملات کے حوالے سے لکھی جانے والی تمہید تشبیبی تمہید ہے۔''۱۰

ام ہانی اشرف نے قصیدے کے اس تمہیدی حصے ''تشبیب'' کے لئے درج ذیل لازمی شرائط کا ذکر کیا ہے:

i۔ تشبیب کو نشاط انگیز ہونا چاہیے کیونکہ اس کا مقصد ممدوح کے ذہن کو مدح یا ہجو سننے کے لئے ہموار کرنا ہوتا ہے۔

ii۔ اس کے اشعار مدح یا ہجو سے کم ہوں' ورنہ اصل مقصد فوت ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے۔

iii۔ تشبیب کے اشعار کو ممدوح کے مرتبے اور حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے۔

iv۔ تشبیب میں بعض اوقات جو غزل شامل کی جاتی ہے اس کو بھی قصیدے سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ تشبیب کے اشعار مدح کے اشعار سے زیادہ نہ ہوں۔''۱۱

ب۔ گریز: شاعر کا تشبیب کہتے کہتے مدح کی طرف مڑنے کا جواز' گریز کہلاتا ہے۔ عربی زبان میں گریز کو توصل' خروج یا تخلص بھی کہتے ہیں۔''۱۲

تمہیدی اشعار کہتے کہتے شاعر کے لئے ضروری ہے کہ وہ مدح یا دوسرے موضوع کی طرف جانے کے لئے کوئی اچھا سا حیلہ' کوئی دلکش بہانہ اور کوئی منطقی قرینہ استعمال میں لائے۔ ام ہانی اشرف کے لفظوں میں:

''عربی تنقید میں اس ہنر کو دو سرکش بیلوں کو ایک جوئے میں جوتنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس کا سبب یہ ہے کہ مذکورہ حصہ تشبیب اور مدح کے با' ربط اجزا میں ربط پیدا کرتا ہے۔ گریز کا سب سے بڑا حسن' یہ خیال کیا جاتا ہے کہ تشبیب کہتے کہتے شاعر مدح کی طرف اس طرح گھوم جائے جیسے بات میں بات پیدا ہو گئی ہو۔ گریز کی یہی وہ خوبی ہے جس کی وجہ سے وہ قصیدے کا مہتم بالشان حصہ اور شاعر کے کمال کا معیار سمجھا جاتا ہے۔''۱۳

گریز عموماً ایک' دو (یا چند ایک) اشعار پر مشتمل جزوِ قصیدہ ہے۔

ج۔ مدح یا ذم: اس میں ممدوح کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔ یہی قصیدے کا اہم ترین حصہ اور خاص عنصر ہوتا ہے۔ شاعر یہاں مبالغہ آرائی کے جوہر دکھاتا ہے اور ممدوح کی شان میں زمین آسمان کے قلابے ملانے کی کوشش کرتا ہے۔ بقول شمیم احمد:

''قصیدے کا یہ وہ حصہ ہے جہاں شاعر کی قوتِ اظہار اور تخیل آفرینی کے تمام تر جوہر ایک ایک کر کے کھلتے جاتے ہیں۔۔۔ نہ صرف یہ کہ اس حصے میں ممدوح کی ذات ہی موضوعِ اظہار ہوتی ہے بلکہ اس کے جملہ متعلقات مثلاً ساز و سامان، سپاہ، ہاتھی، گھوڑے اور تلوار وغیرہ کو بھی موضوع بنایا جاتا ہے، اور ان سب چیزوں کی تعریف میں بھی وہی زورِ بیان صرف کیا جاتا ہے، جو خود ممدوح کی ذاتی صفات کے بیان میں کیا جاتا ہے۔'' ۱۴

قصیدہ ہجویہ ہو تو مدح کے بجائے موضوع ذم ہوگا۔ اگرچہ شاعر مدح میں حد درجہ غلو سے کام لیتا ہے لیکن مدح وہی قابلِ تحسین ہوتی ہے جو مناسب ہو اور جس کی گنجائش نکلتی ہو۔ ممدوح اگر گھر کے برتن اور زیورات بیچ بیچ کر ملازمین کی تنخواہیں پوری کر رہا ہو تو اسے حاتم طائی کا مربی بنا کر پیش کرنا یقیناً مناسب نہیں۔ یہ دنیاوی بادشاہوں کی بات ہے۔ نعت میں بھی مدح کچھ احتیاط اور تقاضے چاہتی ہے۔ کوئی شخص حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت و شان میں جو کچھ بھی کہے، وہ یقیناً حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی مقام و مرتبہ سے کم ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توصیف کا حق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے ادا نہیں ہو سکتا' لہٰذا کوئی شاعر مدحِ رسولؐ میں جو بھی کہہ دے، اگر وہ ادب کے دائرے میں ہے اور ان کے مقام و مرتبہ کے منافی نہیں تو جائز ہے۔ البتہ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ وہ نعوذ باللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو الٰہ کہہ دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقیناً معبود نہیں بلکہ محبوبِ معبود ہیں۔ بس اس ایک فرق کو ملحوظ رکھ کر جو بھی مدحِ نبیؐ میں کہا جائے وہ جائز ہے۔

د۔ حسنِ طلب اور دعا:

اس حصہ کو عرضِ مطلب بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس میں شاعر اپنے حالات بیان کر کے ممدوح سے امداد کا متمنی ہوتا ہے۔ مالی منفعت، اعزاز و اکرام اور صلۂ محنت کی درخواست کرتا ہے۔ آخر میں شاعر ممدوح کو درازیٔ عمر، افزونیٔ عز و جاہ اور بلندیٔ اقبال کی دعائیں دے کر قصیدہ ختم کر دیتا ہے۔ بعض اہلِ ادب حسنِ طلب اور دعا کو ایک ہی خانے میں شمار کرتے ہیں۔ قصیدے کا یہ آخری حصہ بھی جاندار ہونا چاہیے۔ بقول ڈاکٹر سعادت سعید: ''دعا کے اشعار کی تعداد زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔ دو، تین یا زیادہ سے زیادہ پانچ اشعار کی دعائیں دیکھنے میں آتی ہے۔'' ۱۵

قصیدے کی اقسام:

ڈاکٹر صابر کلوروی نے قصیدے کی درج ذیل اقسام کا ذکر کیا ہے۔

i۔ تمہیدیہ: ممدوح کے اوصاف کا بیان، قصیدے کے تمام اجزائے ترکیب کے ساتھ

ii۔ خطابیہ: ممدوح کی تعریف براہِ راست (تشبیب اور گریز کے بغیر)

iii۔ مدحیہ: صرف مدح کی گئی ہو۔

iv۔ ہجویہ: صرف برائی بیان کی گئی ہو۔

v۔ وعظیہ: پند و نصائح پر مبنی قصیدہ۔

vi۔ بیانیہ: رنگا رنگ موضوعات پر مبنی قصیدہ۔

vii۔ عشقیہ: جس قصیدے کی تشبیب عشق و عاشقی کے مضامین پر مشتمل ہو۔

viii۔ حالیہ: جس قصیدے کی تشبیب میں شاعر نے ذاتی حالات یا زمانے کی شکایت بیان کی ہو۔

ix۔ فخریہ: تشبیب میں اپنی سخن وری اور فنی مہارت کا اظہار کیا ہو۔'' ۱۶

شمیم احمد نے ایک اور قسم ''بہاریہ (اگر کسی قصیدے کی تشبیب کا موضوع بہار کے مضامین پر مبنی ہو) بھی بیان کی ہے۔'' ۱۷

شمیم احمد نے ان اقسام کو قصیدے کی انواع ماننے کے بجائے انہیں تشبیب کے مضامین کی اقسام قرار دیا ہے۔

''یہ تمام موضوعات دراصل از خود قصیدے کے نہیں، اس نوع کے قصیدے کا ایک ہی موضوع ہے اور وہ ہے مدح۔ یہ سارے موضوعات دراصل قصیدے کے ایک ابتدائی جزو تشبیب کے ہیں۔ لہٰذا یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ ایک جزو کی کثیر الموضوع حیثیت کے سبب قصیدے کی پوری صنف کو کیوں کر موضوعات کے لحاظ سے تقسیم کیا جا سکتا ہے؟ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مدحیہ قصیدے کی تشبیب نوع بہ نوع موضوعات پر مبنی ہوتی ہے۔'' ۱۸

اس خاص حوالے سے ڈاکٹر سعادت سعید کے مقالے میں جو اقسامِ قصیدہ گنوائی گئی ہیں، وہ بھی قابلِ غور ہیں۔ انہوں نے حمدیہ قصیدہ،

نعتیہ قصیدہ، منقبتی قصیدہ، مدحیہ قصیدہ (بادشاہوں، وزیروں وغیرہ کے لئے) منظریہ قصیدہ، وصفیہ قصیدہ، رثائیہ، ہجویہ، شہر آشوبیہ وغیرہ قسمیں بتائی ہیں اور یہ تقسیم بہر حال بہتر ہے۔

قصیدے کے اشعار کی تعداد: اس بارے میں مختلف آرا درج ذیل ہیں:

تنویر حسین نے لکھا: ''قصیدے کے لئے کم از کم پانچ اشعار ہونا ضروری ہیں لیکن زیادہ کی کوئی حد نہیں۔'' ۱۹

حفیظ صدیقی نے لکھا: ''قصیدے میں اشعار کی تعداد کم از کم پندرہ ہونی چاہیے۔ یہ حد بعض حضرات نے سترہ اور بعض نے پچیس مقرر کی ہے۔ قصیدے کے اشعار کی زیادہ سے زیادہ تعداد پوری قطعیت کے ساتھ معین تو نہیں تاہم بعض حضرات نے اسے ایک سو ستر تک محدود کیا ہے۔'' ۲۰

ڈاکٹر گیان چند نے قصیدے کے اشعار کی تعداد کے بارے میں لکھا ہے کہ ''کم سے کم تعداد سات سے لے کر پچیس تک بتائی گئی ہے۔'' ۲۱

اس سے صاف واضح ہے کہ کوئی سائنسی اصول نہیں، ہر ایک کا اپنا خیال ہے۔ پانچ اشعار سے کم کو جب کوئی غزل بھی نہیں مانتا تو قصیدہ کون مانے گا؟ قصیدے کے زیادہ سے زیادہ اشعار پر واقعی نہ کوئی پابندی ہے، نہ یہ لگائی جا سکتی ہے البتہ کم سے کم اشعار اتنے ضرور ہوں کہ قصیدے کا ڈھانچہ محسوس ہوں۔ اگر کوئی پانچ سات اشعار میں تشبیب، گریز، مدح اور دعا کے اجزا لا سکتا ہے اور اس کا موضوع واقعی قصیدہ ہی ہے تو اسے کون قصیدہ نہیں مانے گا۔

قصیدے کی ہیئت:

جہاں تک قصیدے کی ہیئت کا تعلق ہے اس کی ظاہری ساخت غزل جیسی ہے۔ پہلے شعر سے آخر تک اس کی بحر ایک ہی رہتی ہے۔ پہلا شعر مطلع کہلاتا ہے (اس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں) باقی کے تمام اشعار کا دوسرا مصرع مطلع کے ساتھ ہم قافیہ (ہم ردیف) ہوتا ہے۔ بعض اوقات درمیان میں بھی مطلع آتا ہے۔ مطلعے دو، تین یا زیادہ بھی ہو سکتے ہیں البتہ یہ یکے بعد دیگرے نہیں لائے جاتے ایک مطلع کے بعد دوسرے تک اشعار دیگر لائے جاتے ہیں۔ ہیئت کے اعتبار سے قصیدے کی دو اقسام ہیں۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

> ''ایک تمہیدیہ: جس میں قصیدے کے چاروں اجزا (تشبیب، مدح، گریز، دعا) موجود ہوتے ہیں۔ دوسرا مدحیہ: جو تشبیب اور گریز کے بغیر براہِ راست مدح سے شروع ہوتا ہے۔'' ۲۲
>
> غزل کی طرح قصیدے کا آخری شعر مقطع کہلاتا ہے بشرطیکہ شاعر نے اس میں اپنا تخلص استعمال کیا ہو۔ قصیدے کا پہلا اور آخری شعر بطور خاص بہت جاندار ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر سعادت سعید کے بقول: ''مطلع کے لئے ضروری ہے کہ وہ اتنی مقناطیسی کشش رکھتا ہو کہ ممدوح، قاری یا سامع اپنی دیگر تمام ذہنی مصروفیات کو بالائے طاق رکھ کر قصیدہ کے اشعار کی جانب متوجہ ہو جائے۔'' ۲۳
>
> اسی طرح مقطع یا آخری شعر کے متعلق ان کی رائے ہے: ''(قصیدے کا) خاتمہ اس قدر محکم ہو کہ اس پر اضافہ ممکن نہ ہو اور یہ بھی کہ اس کے بعد اس سے بہتر شعر کی گنجائش نہ رہے۔'' ۲۴
>
> قصیدے کی ہیئت کے تعین کے بارے میں بھی اختلاف سا نظر آتا ہے۔ شمیم احمد کی رائے ہے کہ: ''قصیدے کی صنفی حیثیت کے معاملے میں ایک مخصوص ہیئت پر اصرار غیر ضروری اور نامناسب ہے قصیدہ اپنے موضوعاتی تناظر کے لحاظ سے یوں ہی ایک محدود اور سکڑی ہوئی صنف ہے۔ اس کے لئے کسی مخصوص ہیئت پر بیجا اصرار زیادتی کی بات ہے۔'' ۲۵
>
> اس کے برعکس ڈاکٹر سعادت سعید دو ٹوک انداز میں کہتے ہیں: ''قصیدہ میں ہیئت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ مسدس، مخمس، قطعہ، ترکیب بند، ترجیع بند، مثنوی یا کسی اور غیر غزلیہ ہیئت میں لکھی گئی نظموں کو مدحیہ نظمیں تو کہا جائے گا، صنفِ قصیدہ کی حدود میں انہیں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ قصیدہ کے پہلے شعر کے دونوں مصرعوں کا اور بقیہ اشعار کے دوسرے مصرعوں کا ہم قافیہ و ہم ردیف ہونا ضروری ہے۔'' ۲۶

بنظر انصاف دیکھا جائے تو یہاں شمیم احمد کے نقطۂ نظر کی تائید نہیں کی جا سکتی۔ اگر قصیدے سے اس کی ہیئت ہی چھین لی جائے گی تو پیچھے کیا بچے گا؟ سعادت سعید یقیناً درست کہتے ہیں کہ قصیدے کی مخصوص ہیئت ہی اس کی شناخت ہے نہ کہ مخمس، مسدس وغیرہ۔ شمیم احمد دیگر ہیئتوں پر مشتمل کلام مدح کو مدحیہ یا مدحیہ نظم کا نام دے سکتے ہیں لیکن قصیدے کی ہیئت نہیں بدلی جا سکتی۔ سعادت سعید تو یہ بھی کہتے ہیں کہ قصیدہ چار اجزاء (تشبیب، گریز، مدح، دعا) پر بھی مشتمل ہو سکتا ہے اور دو اجزا پر بھی۔ بعض قصائد محض ایک جز مدح پر ہی مشتمل ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق ان کا کہنا ہے:

> ''مدحیہ مضامین پر مشتمل قصائد کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے قصائد کے لئے ضروری ہے کہ ان کی ہیئت قصیدے کی ہو۔'' ۲۷

راقم الحروف کی رائے میں قصیدے کے لئے جو شکوہِ علمی، جوشِ بیان، مضمون آفرینی، مشکل زمینیں، تسلسلِ خیال اور ربط و ضبط ضروری ہے وہ قصیدے کے مخصوص قافیائی نظام کے تحت ہی ممکن ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ محترم شمیم احمد کی مندرجہ بالا رائے کی پذیرائی نہیں ہو سکی۔

نعتیہ قصیدہ: عہد بعہد جائزہ

دکنی دور:

سلطان محمد قلی قطب شاہ (۹۷۲ھ تا ۱۰۲۰ھ): اردو کا پہلا صاحبِ دیوان شاعر، جس نے مثنوی، غزل، رباعی، نظم وغیرہ کہہ کر اردو ادب کے دامن کو مالا مال کیا۔ اس کے کلیات میں قصاید بھی پائے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر اسماعیل آزاد نے محمد قلی قطب شاہ کے دیوان میں بارہ قصائد کی موجودگی کا ذکر کیا ہے، جن میں سے چھ ناقص ہیں، نعت و منقبت کے علاوہ اس نے عید، عیدِ قرباں، نوروز اور بسنت کے موضوعات پر بھی قصائد کہے ہیں۔ ان قصائد کا اہم موضوع ''مذہب'' ہے۔ اس کے عید و نوروز کے قصائد میں نعت و منقبت کے مضامین بھی باندھے ہیں۔

باغ محمد شاہی کی تعریف میں جو قصیدہ لکھا ہے، اس کے آغاز کا یہ شعر سید یونس شاہ نے نقل کیا ہے:

محمدؐ ناؤں تھے بستا، محمدؐ کا اے بن سارا ۔۔۔ سو طوباں سوں سہاتا ہے جنت نمنے چمن سارا

عید میلاد النبیؐ کے موضوع پر جو قصیدہ لکھا ہے، اس کا مطلع ہے:

نبی مولود لیایا ہے خبر سر تھے خوشی کا ۔۔۔ سدا صلوات بھیجو سب محمدؐ ہور علیؑ کا ۲۸

ڈاکٹر اسماعیل آزاد اس قصیدے کے متعلق رقمطراز ہیں: ''(بغیر تشبیب) یہ پورا قصیدہ مربوط ہے اور اس میں مثالی تسلسل ہے، مذہبی عقیدت کا اظہار بہت فطری ہے۔ قصیدہ کا اختتام دعا اور مناجات پر ہے۔'' ۲۹

ہر موضوع پر لکھتے ہوئے نعتیہ مضامین کو بھی شامل کرنا گویا قلی قطب شاہ کی فطرت کا خاصہ ہے، چنانچہ اس کے قصائد میں بھی ''محمدؐ ہور علیؑ'' کا ذکر آ جاتا ہے۔ سید یونس شاہ نے لکھا ہے:

''قدامتِ زبان آج اس شاعر کے کلام اور ہمارے درمیان پردہ بنی ہوئی ہے ورنہ شاعری کے فن اور موضوع و تخیل کے اعتبار سے اس کی شاعری میں تمام خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں۔ یہ پہلا شاعر ہے جس نے اردو کو اس کے بچپنے میں ہی اپنے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنایا ہے۔ جس کی صلاحیت فارسی میں صدہا سال کے بعد پیدا ہوئی۔ یہ شاعر کا کمال اور اس کا ادبی اجتہاد ہے کہ اس نے اردو زبان میں مختلف تہذیبوں کے مذہبی، ثقافتی اور جذباتی عناصر کو سمیٹنے کی کوشش کی اور بیک وقت عربی، فارسی، ترکی، ہندی اور مقامی اجزاء سے اس نے ایک مرقع ادب تیار کیا جس میں ہر شخص اپنی پسند کے پھول تلاش کر سکتا ہے۔'' ۳۰

سلطان محمد قلی قطب شاہ بنیادی طور پر مناظرِ فطرت، حسن اور مذہب کا شاعر ہے اور اس مثلث کے یہی تین زاویے اس کے قصاید میں بھی موجود ہیں۔

شاہی (سلطان علی عادل شاہ ثانی۔ شاہی، ۱۰۴۸ھ تا ۱۰۸۳ھ): بیجاپور کا آٹھواں بادشاہ، عمدہ شاعر بھی تھا۔ اس کے کلیات میں قصیدوں کی تعداد چھ ہے۔ رفعت مبارز الدین کا خیال ہے کہ نصرتی کے بعد دکنی قصیدہ نگاروں میں شاہی سب سے بہتر قصیدہ نگار ہے۔ ۳۱

سید یونس شاہ اس کی ایک خاص اوّلیت کا یوں ذکر کرتے ہیں: ''گولکنڈہ اور بیجاپور کے تمام شاعروں میں یہ فخر صرف شاہی کو حاصل ہے کہ اس نے دکھنی زبان میں سب سے پہلے نعتیہ قصیدہ لکھا۔'' ۳۲

اس کے چھ قصائد میں پہلا حمدیہ اور دوسرا نعتیہ ہے۔ اس نعتیہ قصیدہ کے دو شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

محمدؐ شاہ مرسل کا منگیا جب نعت کہنے میں ۔۔۔ مٹھائی پاکے من میرا یو مضموں چن کہ لیایا ہے
محمدؐ سا نہیں پیدا کیا کرتار ترجگ میں ۔۔۔ اوسی کے عشق تیں سو نسار ترجگ کا بھرایا ہے ۳۳

ان دو شعروں میں جو خلوص، محبت اور والہانہ پن ہے، اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شاہی کی طبیعت قصیدہ کہنے میں رواں ہے۔ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بے مثل مانتا ہے اور عالم رنگ و بو کا اصل سبب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عشق بتاتا ہے۔ ابتدائی نعتیہ قصائد میں ہی یہ رنگ و نزہت یقیناً قابلِ تعریف ہے۔

نصرتی (م ۱۰۸۵ھ): دکن کا بہت اہم شاعر۔ گلشنِ عشق اور علی نامہ دونوں مثنویاں اس کی شہرت کا سبب بنیں، تاہم مثنوی

کے علاوہ قصیدہ، رباعی، غزل میں بھی طبع آزمائی کی۔ قصیدہ چزخیہ سے اس کے چند شعر بطور نمونہ درج ہیں:

صلواۃ وسلم علی روحِ شفیع الورا | جس کے کلیجے ستی ہے جو حمایت اپن
ہے جو اولوالعزم ہور بعضے نبی مرسلاں | حشر کوں ماحی اہے بیچ کلمہ اوتن
آہ نرا دھار ہو ڈوبا ہوں گرداب میں | یا نبی اللہ مجھے کھینچ لے اپنے رخن
لطیف کی شیرینی یوں بخش مری بات کوں | دیکھ جو مکھ جل بھئین طوطی شکر سخن
من کے کپٹ کیا نگر خلق میں پرگٹ کروں | ظاہر و باطن کا حال تجھ ہے سگل مہر ہن ۳۴

یہ اشعار اگرچہ قدیم ہیں لیکن زبان کی غرابت کے باوجود قصیدے کا علمی شکوہ صاف ظاہر ہے۔

شاہ افضل قادری: مثنوی ''محی الدین نامہ ۱۰۹۸ھ/ ۱۶۸۶ء کے باعث مشہور ہوئے لیکن قصیدگے میں بھی مہارت حاصل تھی۔ سید یونس شاہ نے ان کے قصیدے کے دو شعر نقل کیے ہیں۔

خدا ہور مصطفےٰ ہور مرتضےٰ ہور کل دلی رکھتے | نپٹ عاقل، نپٹ کامل، نپٹ گیانی نپٹ گمبھر
دکھن میں شعر تھا افضل ولے ایسا نہ تھا حقا | تیا نرم و تیا گرم و تیا شیریں تیا دلبر ۳۵

جنونی گجراتی: ان کے ''قصیدہ معجزہ'' کا ذکر نصیر الدین ہاشمی نے ''دکن میں اردو'' میں کیا ہے۔ یہ قصیدہ ۱۱۰۲ھ میں لکھا گیا۔

''یہ قصیدہ حضرت مولانا روم کے اس کلام کا ترجمہ ہے جس میں حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ابو جہل کے مکالمے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزے ظاہر کیے گئے ہیں۔ شاعر ہندی زبان میں نعت لکھنے کا سبب بیان کرتے ہوئے اپنا تخلص بھی بتاتا ہے۔''۳۶

سب عاقلوں کے سدھ گئے ان کی صفت کہتے منیں
بس میں جنونیں (جنونی) کیا کہوں کیا آسرا ہے اس اندر

اول کہوں حمدِ خدا یارا ستو تم کان دھر | جس نے زمین و آسماں پیدا کیا شمس و قمر
ستار وہ کرتار وہ غفار وہ جبار وہ | قہار وہ داتار وہ اس میں نہیں کوئی دگر

میں مانگتا ہوں یہ ہوئے اپنیں دلوں میں جادام
یا رب بحقِ مصطفےٰ برخلق عالم کرم کر ۳۷

ولی دکنی (۱۷۰۷ء): ولی باکمال شاعر ہیں۔ بہت سی شعری ہیئتوں میں کلام کہا۔ چھ قصائد بھی لکھے۔ یہ سب حمد، نعت اور منقبت پر مشتمل ہیں۔ پہلے قصیدے کا عنوان ''در حمد و نعت و منقبت و موعظت'' ہے۔ اس کے کچھ ابتدائی شعر دیکھیے۔

لے زباں پر تو اول اول | نامِ پاکِ خدائے عزوجل
لائق حمد نہیں ہے اس بن اور | اس اُپر متفق ہیں اہلِ ملل

نعت کے چند شعر ملاحظہ کیجئے:

بعدِ حمدِ خدائے بے ہمتا | یاد کر نعتِ سید مرسل
جس کی ہمت کی ہے ترازو میں | دو جہاں مثلِ دانۂ خردل
اس کی مجلس میں آ ہورہے کھڑا | صفِ آخر میں جوہر اوّل
گر ہو وہ آفتاب گرم عتاب | آسماں جائیں مثل موم پگھل
دیکھ اس کے جلال و عظمت کوں | بادشاہاں کا دنگ ہے دنگل
گر کرے بحر پر غضب کی نظر | ماہیاں جائیں جل کے بھیتر جل
اس فصاحت اگے دے مجکوں | نطقِ سحباں عبارتِ مہمل
کاملاں سُوں سنا ہوں یہ نکتہ | عشق اس کا ہے ہادیِ اکمل
نام اس کا ہے حرزِ ہر مومن | یاد اس کی ہے دافعِ کلول

دیکھ اس زلف و مکھ کوں بے جا ہے　　　بحر اور بر میں عنبر و صندل ۳۸ء

حیرت ہوتی ہے کہ دکنی دور میں ایسا صاف پُر شکوہ دلکش اور رواں دواں نعتیہ قصیدہ لکھا گیا۔ ایک خاص طرح کی تمکنت اور علمی شان و شوکت بھی موجود ہے۔ الفاظ کا انتخاب شاعر کی قادر الکلامی کا غماز ہے۔ یہ قصیدہ (۱۲۳) اشعار پر مشتمل ہے اور شاعر کی قوتِ اظہار کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ولی کا دوسرا قصیدہ اس عنوان کا حامل ہے۔ ''در نعت حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''

اس کے ابتدائی شعر ملاحظہ کیجیے:

عشق میں لازم ہے اول ذات کوں فانی کرے　　　ہو فنا فی اللہ دائم یادِ یزدانی کرے

یاد کے گلزار پر دو نین کر ابرِ بہار　　　بیچ کھا سینے میں دل کوں سنبلستانی کرے

شاعر کہتا ہے کہ مرتبہ خلت پناہی اسے حاصل ہوتا ہے جو حضرت اسماعیلؑ کی طرح قربانی پیش کرے کامل لوگ راہِ عشق کی تکالیف برداشت کرتے ہیں۔ سچا عاشق فقر کے بوریا کو تختِ شاہی سے کم نہیں جانتا۔

بوریائے بے ریا کوں تخت سوں بوجھے ادھک　　　اس پر ہوکر سلیماں شکرِ رحمانی کرے

اس قصیدے میں ولی نے یہ اشعار بطور تشبیب لکھے ہیں اور کہا ہے کہ اللہ کا دوست وہ ہوتا ہے جو مصائبِ عشق بخوشی جھیلتا ہے۔ اب گریز کا شعر دیکھیے:

زندگی پاوے ابد کی جگ نہیں وہ خضرِ وقت　　　جو اپس کوں فدوی محبوب سبحانی ؐ کرے

یہیں سے مدح شروع ہوتی ہے۔ شاعر محبوبِ سبحانی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہِ راست تخاطب کرتا ہے۔

یا محمدؐ دو جہاں کی عید ہے تجھ ذات سوں　　　خلق کوں لازم ہے جی کوں تجھ پہ قربانی کرے

وہ اچھے آزاد جو بازار میں تجھ حسن کے　　　بندگی میں آپ کو جیوں ماہِ کنعانی کرے

نوح تجھ رحمت کی کشتی باج کہیں پاوے نہ تھاہ　　　تجھ غضب کا گر سمندر جوشِ طوفانی کرے

رتبۂ عالی میں دیکھے حق نزیک اپنا کلام　　　گر کلیم اللہ آ تیری ثنا خوانی کرے

تب مسیحا فقر کے خط کو سکھے گا تجھ نزیک　　　مشق کرنے فقر کی جب لوحِ پیشانی کرے

تجھ قدم پر جو اپس کا سیس راکھے جیوں سرج　　　وہ قیامت لگ اپس چہرے کوں نورانی کرے ۳۹ء

ان اشعار میں شاعر کا جذبۂ دل کسی قدر ظاہر ہے۔ دلی شیفتگی کا یہ عالم ہے کہ ہر مضمون بہتر سے بہتر ہے۔ ولی کا یہ قصیدہ (۳۹) اشعار پر مشتمل ہے اور اپنی مثال آپ ہے۔ خود ولی کو بھی احساس تھا کہ اس سے کتنا خوبصورت اور ایمان افروز قصیدہ ہو گیا ہے۔

عارفاں بولیں گے جان و دل سوں لاکھوں آفریں　　　جب ولی تیری مدح میں گوہر افشانی کرے

ڈاکٹر محمود الٰہی اس کے قصائد کے متعلق رقم طراز ہیں:

> ''ولی نے اپنے اخلاف کو غزل کی زبان کے ساتھ قصیدے کی بھی زبان دی۔ یہ ہماری بھول ہوگی اگر ہم ولی کا زمانہ نظر انداز کر دیں۔ غزل کی زبان میں ایک شانِ محبوبیت ہوتی ہے اور قصیدے کی زبان میں مجاہدانہ آن بان۔ ولی نے غزل اور قصیدے میں زبان کے اس فرق کو ملحوظ رکھا ہے۔'' ۴۰ء

ولی نے دوسرے قصیدے کی تشبیب میں جس طرح مسائل تصوف بیان کیے ہیں وہ صرف ایک صوفی منش بزرگ ہی کی شان ہے۔ ولی نے قصائد کو اپنی دینی وابستگی سے ہم رنگ رکھا ہے۔ ولی کی عظمت کا اعتراف ڈاکٹر سعادت سعید یوں کرتے ہیں:

> ''ولی کے قصائد شمالی ہند کے قصیدہ نگاروں کے لیے اردو قصیدہ کا نقشِ اول ٹھہرتے ہیں۔'' ۴۱ء

ڈاکٹر محمود الٰہی نے ولی کی زباندانی کے حوالے سے لکھا ہے:

> ''اس کی شاعرانہ عظمت لسانیاتی انقلاب پذیری اور لب ولہجہ و اندازِ بیان کی تبدیلی کی وجہ سے بڑھ گئی ہے۔ ولی سے پہلے دکنی شعراء کی زبان ادبی زبان تو بن گئی تھی مگر اس میں وہ سلاست و روانی نہ تھی جو اثر آفرینی کا سبب بنتی ہے۔ ولی اور نصرتی کے زمانے میں بہت زیادہ بُعد نہیں مگر دونوں کی زبان کا فرق ایک قابلِ لحاظ لسانی ارتقاء کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ ولی کی زبان وہ ہے جس پر موجودہ شعر و ادب کی عمارت کھڑی ہے۔ ولی کی یہ بہت بڑی جرأت تھی کہ شاعری کی مروجہ دکنی زبان میں اتنی عظیم تبدیلی کو قبول کیا۔'' ۴۲ء

ولی کی اس کامیابی کا اصل راز فارسی زبان وسخن کی کامیاب تقلید تھی۔ دکن میں ولی سے پہلے ولی جیسا نعتیہ قصیدہ کہنے والا نظر نہیں آتا۔

آزاد۔ سید امیر الدین (۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء تا ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء): سورت کے رہنے والے تھے۔ برما چلے گئے اور پرم کے مقام پر معلمی کرتے رہے۔ ان کا ایک نعتیہ قصیدہ ہے جسے مدحیہ کہا جاسکتا ہے۔ نمونے کے چند اشعار دیکھیے:

درس خواں ہوں بہارِ بوستانِ عشقِ احمدؐ کا ‎ ‎ نہ کیوں ہو بلبلِ دل کو سبق یادِ محمدؐ کا
گریبانِ کفن کو پھاڑ چل نکلوں گا مدفن سے ‎ ‎ مچے گا شور محشر میں شہا جب تیری آمد کا
کھلے بندوں ابھی اڑ پہنچوں سوئے گلشنِ یثرب ‎ ‎ جو ٹوٹے رشتۂ تارِ نفس روحِ مقید کا
تمنا ہے یہی آزاد کی واں اپنے مولا سے ‎ ‎ تصدق ہو کے مرجاؤں رسولؐ اللہ کے مرقد کا ۴۳

آزاد کے قصیدے میں محبت کی چاشنی موجود ہے، وہ محبت جس کے بغیر حقیقی نعت لکھی ہی نہیں جاسکتی۔

دکنی عہد کے قصیدے کا مجموعی جائزہ: سلطان قلی قطب شاہ سے ولی دکنی اور اس کے متبعین تک اردو نعتیہ قصیدہ قدم قدم آگے بڑھتا نظر آتا ہے۔ اردو نعتیہ قصیدے کے اس اولین دور میں یہ صنف طفولیت سے لڑکپن تک کا سفر کرتی ہے۔ ولی کے ہاں (اس دور کے حوالے سے) ایک واضح ارتقاء اور ایک غیر مبہم عروج دکھائی دیتا ہے۔ سلطان قلی قطب شاہ، شاہی اور ولی کی زبان میں فرق صاف محسوس کیا جاسکتا ہے۔ ولی تک پہنچتے پہنچتے زبان خاصی ہموار، جاندار اور شاندار ہو جاتی ہے۔ ولی کے ہاں نعتیہ قصائد اپنے اجزاء سمیت نظر آتے ہیں۔ اگر کہا جائے کہ ولی، دکنی عہد کا کامیاب ترین نعتیہ قصیدہ نگار ہے، تو غلط نہیں ہوگا۔ نعتیہ قصائد جس تقدس، عقیدت، شیفتگی اور علمی شکوہ کے حامل ہو سکتے ہیں، وہ ولی کے ہاں صاف دکھائی دیتا ہے۔ چونکہ یہ قصائد جلب زر، حصول منصب یا دنیاوی عزت کے لئے نہیں لکھے گئے لہٰذا ان میں بے لوث تمنائیں جھلکتی ہیں۔ اسی وجہ سے ولی کے ہاں تاثر گہرا بھی ہے اور پائیدار بھی ہے۔ ولی کا سودا سے تقابل مناسب نہیں سودا یقیناً ولی سے بڑے قصیدہ نگار ہیں۔ ولی کی اصل عظمت مستقبل کے پیشِ نظر لسانی تبدیلیوں کو قبول کرنا ہے اور صرف ذاتی طور پر انہیں اپنانا ہی نہیں۔ ایک عالم کو اپنا ہموا بنا کر نئی لسانی روش کی داغ بیل ڈالنا بھی ہے جبکہ سودا کے ہاں قصیدہ اپنی انتہائی بلندیوں کو چھوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

نعتیہ قصیدہ شمالی ہند میں

مرزا رفیع سودا سے پہلے شمالی ہند میں نعتیہ ادب نے اتنی ترقی نہیں کی تھی۔ بقول ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد:

"متقدمین شعراء کے یہاں نعت کے دو ایک شعر تبرکاً ملتے ہیں لیکن سودا کے ہاں نعت گوئی ایک صنفِ سخن کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔" ۴۴

سودا نے اگرچہ غزل بھی لکھی لیکن ان کے اصلی جوہر قصیدے میں نمایاں ہوتے ہیں۔ سودا نے پچاس سے زیادہ قصائد لکھے ان میں سے دو نعتیہ ہیں۔ کلیات میں پہلے قصیدے کا عنوان ہے۔ "قصیدہ در نعت حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ" اس قصیدہ کا مطلع ہے:

ہوا جب کفر ثابت، ہے وہ تمغائے مسلمانی ‎ ‎ نہ ٹوٹی شیخ سے زُنّارِ تسبیح سلیمانی ۴۵

شاعر مطلع میں اپنے اعتقاد پر ثابت قدمی کو عینِ اسلام قرار دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ شیخ کو بھی ثابت قدمی سے کام لینا ہوگا۔ یہ اچانک مصرع قاری کی توجہ اپنی جانب کھینچ لیتا ہے اور وہ یکسو ہو کر قصیدہ سننے پر مائل ہو جاتا ہے۔ شاعر کے نزدیک محض لباسِ فقر پہن لینے سے مقامِ فقر حاصل نہیں ہوتا بلکہ پہلے ہنرِ فقر پیدا کرنا پڑتا ہے۔ شاعر حسنِ تشبیہ سے کام لیکر اپنے دلی مطلب کو واضح کرتا ہے۔

ہنر پیدا کر اول، ترک کچھ تب لباس اپنا ‎ ‎ نہو جوں تیغ بے جوہر وگرنہ ننگِ عریانی

یہ قصیدے کی تشبیب ہے۔ اسے اخلاقی مضامین سے سجایا گیا ہے۔ شاعر کی بات دل پر اثر کرتی ہے۔

فراہم زر کا کرنا باعثِ اندوہِ دل ہووے ‎ ‎ نہیں کچھ جمع سے غنچہ کو حاصل جز پریشانی
خوشامد کب کریں عالی طبیعت اہلِ دولت کی ‎ ‎ نہ جھاڑے آستینِ کہکشاں شاہوں کی پیشانی
عروجِ دستِ ہمت کو نہیں ہے قدرِ بیش و کم ‎ ‎ سدا خورشید کی جگ پر مساوی ہے زر افشانی
اکیلا ہو کے رہ دنیا میں گر چاہے بہت جینا ‎ ‎ ہوئی ہے فیضِ تنہائی سے عمرِ خضر طولانی

یہ تمام اسباق اخلاقی ہیں۔ زر کا باعثِ اندوہِ دل ہونا ایک حسین تشبیہ سے ثابت کیا ہے۔ غنچہ جتنا بھی زر حاصل کرلے، اسے بکھرنا اور پریشان ہونا پڑتا ہے۔ یہ حسنِ تعلیل بھی ہے۔ عالی طبع لوگ، اہلِ دولت کی خوشامد نہیں کرتے جیسے کہکشاں کی آستین، شاہانِ وقت کی پیشانی کبھی

صاف نہیں کرتی۔ سورج کی تشبیہ سے ثابت کیا ہے کہ جس طرح سورج کی روشنی ہر نیک و بد پر مساوی پڑتی ہے' یونہی دستِ ہمت کسی کم و بیش کو خاطر میں نہیں لاتا۔ یہ کتنی صاف' سچی اور دلکش تشبیہ ہے۔ مصرع مصرع دامنِ دل کھینچتا ہے۔ حضرتِ خضر کی عمر کی درازی کا سبب یہ بتایا ہے کہ وہ دنیا میں اکیلے رہ کے جیتے ہیں۔ اس میں تنہائی' گوشہ گیری اور ترکِ دنیا کی تلقین کی ہے۔ دراصل ایک وعظ کے نکات ہیں لیکن شاعر نے انہیں وعظ سے شعر میں ڈھال دیا ہے۔ شعری حربوں اور صنائع کے استعمال سے وعظ بھی شعر کی طرح دلکش ہوگیا ہے۔ ساری تشبیب ایسے ہی اخلاقی مسائل و نکات پر مشتمل ہے۔ شاعر مطلع ثانی کہتا ہے۔

عجب نادان ہیں جنکو ہے عُجب تاجِ سلطانی　　فلک بالِ ہما کو پل میں سونپے ہے مگس رانی

مطلعِ ثانی کے بعد دوسری تشبیب شروع ہوتی ہے۔ شاعر پہلے حسنِ مجازی کے ساتھ اپنی واردات کی کہانی کہتا ہے۔ حیرانی' پریشانی کا ذکر کرنے کے بعد کہتا ہے:

خدا کے واسطے باز آ تو' اب خوباں کے ملنے سے　　نہیں ہے ان سے ہرگز فائدہ غیر از پشیمانی

بس یہیں سے شاعر مضمون بدلنے کی تیاری کرتا ہے اور گریز کے شعر کہتا ہے۔

نکال اس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے　　برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیفِ مسلمانی

زہے دینِ محمدؐ پیروی میں اس کے جو ہوویں　　رہے خاکِ قدم سے اس کی چشمِ عرش نورانی

یہیں سے مدح شروع ہوتی ہے:

ملک سجدہ نہ کرتے آدمِ خاکی کو گر اس کی　　امانت دار نورِ احمدیؐ ہوتی نہ پیشانی

پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لائے ہوئے دین کا اعجاز بتایا ہے۔ انداز شاعرانہ ہے اور شعریت اوجِ بخت پر ہے۔

پلے ہے آشیاں میں باز کے بچہ کبوتر کا　　شباں نے گرگ کو گلہ کی سونپی ہے نگہبانی

شاعر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نظامِ رحمت کا ذکر کرتے کرتے کس حسرت سے کہتا ہے کہ اگر ہم نے وہ عہدِ درخشانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پایا ہوتا تو اپنی آنکھیں ان کی زیارت سے ٹھنڈی کرتے۔

ہزار افسوس اے دل ہم نہ تھے اس وقت دنیا میں　　وگرنہ کرتے یہ آنکھیں جمال اس کے سے نورانی

شاعر پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یوسفِ ثانی کہتا ہے پھر معاً توبہ کرتا ہے کہ یہ غلط سوچ تھی' حضور تو حدیث شریف من رانی فقد رای الحق کے مصداق تھے۔ سودا نے اس قصیدے میں ایک شعر کہا ہے۔

حدیث من رانی دالّ ہے اس گفتگو اوپر　　کہ دیکھا جس نے اس کو ان نے دیکھی شکلِ یزدانی

بے شک حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شکلِ یزداں نہیں بلکہ محبوبِ یزداں ہیں لیکن خود شاعر کو بھی اس کا احساس ہے کہ حضور اللہ نہیں ہیں۔

غرض مشکل ہمیں ہوتی کہ پیدا کرکے ایسے کو　　خدا گر یہ نہ فرماتا نہیں کوئی مرا ثانی

سودا کے نزدیک خدا لاشریک وثانی ہے اور حضور کو دیکھنے والے نے شکلِ یزدانی دیکھی ہے' اس سے آگے کی سوچ.......... آدمی کو کہیں سے کہیں لے جاسکتی ہے لہٰذا شاعر چپ ہوکر رہ جاتا ہے۔

بس آگے مت چل اے سودا' میں دیکھا فہم کو تیری　　کر استغفار اس منہ سے اب ایسے کی ثنا خوانی ۴۶؎

قصیدے کا یہ اختتام بڑا ڈرامائی' اچانک لیکن مبنی برحقیقت ہے۔

یہ سودا ہی کا نہیں' دکنی عہد کے بعد شمالی ہند کا بھی پہلا' بھرپور اور کامیاب ترین نعتیہ قصیدہ ہے۔ سودا نے تشبیب' گریز اور مدح جیسے اجزائے قصیدہ کو استعمال میں لاکر قصیدہ گوئی میں اپنی مہارت منوائی ہے۔ علمی شکوہ' دبنگ لہجہ' فکری طمطراق اس قصیدے کی نمایاں خوبیاں ہیں۔

کلیات کا دوسرا قصیدہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت اور حضرت علیؓ کی منقبت میں ہے۔

چہرۂ مہروش ہے ایک سنبلِ مشک فام دو　　حسنِ بتاں کے دور میں' ہے سحر ایک شام دو ۴۷؎

اس قصیدے کی مشکل ردیف نے زمین کو سنگلاخ بنا دیا ہے لیکن قصیدہ پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ شاعر نے خوب سوچ سمجھ کر یہ ردیف منتخب کی ہے۔ تشبیب میں حسن و عشقِ مجازی کا تذکرہ بھی ہے۔

خوں جو کیا ہے بے گنہ تو نے مرا دل و جگر　　لیوینگے تجھ سے حشر میں' اپنے یہ انتقام دو

شاعر نے یہاں بھی تشبیہات کا ڈھیر لگا دیا ہے' شعریت اوجِ کمال پر ہے۔

ابروئے یار کا خیال' دل میں رہے ہے روز و شب ہووے جو تیغ آبدار' کیوں نہ کرے نیام دو

پھر شاعر زندگی کی تلخ حقیقتوں کا ذکر کرتا ہے۔ فکرِ معاش' تفرقہ بازی کا ذکر کر کے نجات کی راہ چاہتا ہے بس یہیں سے گریز کا شعر برآمد ہوتا ہے۔

کہتی ہے مجھ سے مغفرت ہووے گی خوب یہ غزل ہم رہِ نعت و منقبت کر اسے انصرام دو

شاعر نے باقی اشعار میں نعت و منقبت کو واقعی یکجا رکھا ہے۔ حسنِ مطلع دیکھیے:

مثلِ زبانِ خامہ ہیں گر نبی و امام دو معنی تو ان میں ایک ہیں گو کہ ہوئے بنام دو

ان کے طوافِ روضہ کو پہنچے کبھو نہ جبرئیل رکھ کے زمین پہ ایک گام' تا نہ کرے سلام دو ۴۸

سچ یہ ہے کہ قصیدہ کو حسنِ خاتمہ تک لا کر سودا نے ایک انتہائی مشکل زمین میں انتہائی مشکل مضمون کو انتہائی ہنرمندی سے پیش کیا ہے۔

دونوں قصیدے کامیاب ہیں اور سودا کی فکر و فن پر دسترس کو ثابت کرتے ہیں۔ خلیق انجم نے لکھا ہے:

''قصیدے کا اندازِ بیاں دوسرے اصنافِ سخن سے مختلف ہوتا ہے۔ مضمون آفرینی جوشِ بیان' پختگی کلام' مشکل زمینیں' شکوہِ الفاظ' روانی و سلاست اور جدتِ ادا وغیرہ قصیدہ کی خصوصیات ہیں۔ سودا کے قصائد میں یہ تمام خوبیاں موجود ہیں۔''۴۹

سودا نے اپنے قصائد کے لئے سب رنگ ڈھنگ فارسی کی شعری روایت سے لیا۔ سنگلاخ زمینوں کا استعمال' انتخابِ الفاظ و تراکیب' علمی شکوہ وغیرہ سب کچھ فارسی سے سیکھا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ قصیدے میں سودا کی عزت و شہرت کا اصلی سبب محض یہی دو نعتیہ قصیدے ہیں۔ سودا کے باقی قصائد بھی قابلِ لحاظ ہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ ان قصائد میں سودا نے دماغ کے علاوہ دل سے بھی کام لیا ہے۔ ڈاکٹر محمود الٰہی لکھتے ہیں:

''اصل میں سودا کی شہرت ان کے مذہبی قصیدوں کی بنیاد پر ہے' جن میں انہوں نے اپنے دل کی دھڑکنوں کو شامل کر دیا ہے اور جن کو فنکاری کا اعلیٰ نمونہ بنا دیا ہے۔''۵۰

سودا ایک اچھا نعتیہ قصیدہ گو ہے۔ یہ ضرور ہے کہ سودا نے دینی ادب کی جھولی میں آغاز ہی میں ایسے نعتیہ قصائد ڈالے' جو یقیناً موثر' دلکش اور کامیاب تھے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اردو نعتیہ ادب میں قصیدے کی تاریخ' سودا کے ذکر کے بغیر ادھوری رہے گی۔

قائم چاند پوری (م ۱۲۰۸ھ): ان کا نعتیہ قصیدہ (۷۲) اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کی تشبیب اخلاقی مضامین اور ابنائے زمانہ کی شکایت پر مبنی ہے۔ اپنے مصائب کا ذکر جاری تھا کہ گریز کا مرحلہ آ گیا۔

سروشِ غیب نے ناگاہ گوشِ دل میں مرے جنابِ حضرتِ حق سے دیا یہ لاکے پیام

کہ تھا تو ہمہ دوزخ تو فعلِ بد کے سبب پہ بخشے جرم ترے میں پئے شفیع انام

ذکرِ شفیعِ انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی مدح شروع ہو جاتی ہے۔

میں قصرِ قدر کی اس کے کہوں سو کیا رفعت کہ پہلی سیڑھی ہے جس کی نہ آسماں کا یہ بام

قصیدے کے آخر میں شاعر اپنی گفتگو کو ہرزہ سرائی قرار دے کر خود کو خاموشی کی تلقین کرتا ہے۔

بس اب اس ہرزہ سرائی سے باز آ قائم ادب ضرور ہے ظالم کہ ہے ادب کا مقام ۵۱

سودا کے عہد میں قائم کا کلام اگرچہ سودا جیسی رفعت نہیں رکھتا لیکن قائم نے نعتیہ مضامین میں جو جدتیں پیدا کی ہیں' اس کے باعث قابلِ ذکر ضرور ہے۔

مصحفی (غلام ہمدانی' م ۱۲۴۰ھ): انہوں نے نعتیہ قصیدہ لکھا ہے جس کی ردیف ''انگشت'' نے زمین ہی کو سنگلاخ نہیں ٹھہرایا بلکہ مضامین کو بھی عسیر الفہم کر دیا ہے۔ بطور نمونہ دو شعر درج ذیل ہیں:

محمدِ عربی معجزوں کا جس کی کبھی نہ کر سکے فلکِ پیر کا شمار انگشت

وظیفہ جس کا پڑھے ہے یہ دانۂ شبنم دعا میں جس کی ہے کھولے ہوئے چنار انگشت ۵۲

حکیم مومن خاں مومن (م ۱۲۶۸ھ): مومن شمالی ہند کے اہم نعتیہ قصیدہ گو ہیں۔ انہوں نے ۹۷ اشعار پر مشتمل نعتیہ قصیدہ لکھا ہے۔ علمی اصطلاحات' فکری ترفع' قادر الکلامی اور حبِّ نبیؐ اس قصیدے کی اہم خصوصیات ہیں۔ اس کا مطلع ہے:

چمن میں نغمۂ بلبل ہے یوں طرب مانوس کہ جیسے صبحِ شبِ ہجر نالہ ہائے خروس

اس قصیدے کی تشبیب بہاریہ ہے۔ مومن نے منظر نگاری میں عجب کرشمے دکھائے ہیں:

ہے اس طرح فرح انگیز کوکوے قمری　　که جیسے فوج مظفر میں شور و غلغلِ کوس
غبارِ صحنِ چمن کیمیائے عیش و نشاط　　بہارِ لالہ و گل سیمیائے عرضِ شموس
صفا سے وہ در و دیوارِ باغ کا عالم　　کہ آشیانہ میں دشوار طائروں کا جلوس
ہجومِ سبزہ نے کی بسکہ رنگ آمیزی　　زمیں پہ چادرِ مہتاب بن گئی ہے سدوس

یہ ذکرِ باغ و بہار جاری ہے کہ مرغِ گلستاں نے مطلعِ رنگیں پڑھ دیا:

زبانِ لال کہاں اور مدیحِ تاجِ خروس　　گرا ہے خاک پہ کیا لعل افسرِ کاؤس

اس مطلعِ ثانی کے بعد پہلے ذکرِ باغ و بہار پھر شروع کیا ہے اور جو کسر رہ گئی تھی وہ بھی پوری کی:

ہوائے سیر چمن زار کی وہ مستی ہے　　کہ خلق کو ہوئی مشکل حفاظتِ ناموس

شاعرانہ مضامین کا بہاؤ قابلِ لحاظ ہے کس جوش و خروش سے کہتے ہیں:

عجب نہیں مئے گل رنگ کی ہوس سے اگر　　خود آکے شیشۂ خالی میں ہو پری محبوس
مزاج دہر میں یہ اعتدال آیا ہے　　کہ جس نبات کو دیکھو وہ صالحِ الکیموس
کہیں جہان میں کائی نظر نہیں آتی　　کہ صرفِ رنگرزاں ہوگئی بجائے ایوس

پھر خوبیِ ہوا بیان کی ہے:

ہوائے جنبشِ اوراق سے ہیں عطر فروش　　لغات ورد کہ ہیں ثبت صفحۂ قاموس
فسوں گری دمِ مشاطۂ نسیم کی دیکھ　　کہ مشکِ نافہ ہوئے غنچہ ہائے زلفِ عروس

اب شاعر کو گریز کی فکر ہے۔ وہ کہتا ہے کہ عین بہار کے اس عالم میں اور باغ کی اس کیفیت میں بھی اس کے دل کا غنچہ نہیں کھلا۔ اس رنگ و بو میں بھی ہوا اس کے دلِ مایوس کو روشن نہ کر سکی۔

غریقِ آب خجالت ہوا کے فیض سے ہوں　　کہ گل ہوا ہے مرا غنچۂ دلِ مایوس

پھر کون سی ہوا اس کے دل کی کلی کو کھلا سکتی ہے؟

ہوا ہے کونسی ایسی مگر مدینے کی　　دمِ مسیح کو ہے جس کی حسرتِ پابوس
شرف مدینے کو جس سے ہے ہو نہ ہو وہ ہو　　جسے بتاتے ہیں محبوب حضرت قدوس

یہیں سے مدح شروع ہوتی ہے۔ غور کیا جائے تو شاعر نے اس تشبیب میں پورا زور دماغ صرف کر دیا ہے اور بہت چابکدستی سے گریز کا مرحلہ طے کر کے وادیِ مدح میں قدم رکھا ہے۔

جو شمعِ بزم کہوں اس کے روئے تاباں کو　　کتان و ماہ بنے نورِ شعلہ و فانوس
وہ کون احمدِ مرسلؐ شفیعِ ہر دو سرا　　جو خلق کا سبب اور باعثِ معاد و نفوس
جہاں مطاع و شہنشاہِ آفتاب نشاں　　فلک سریر و قمر طلعت و ملک ناموس
کرم میں دوں اسے نیساں سے کس طرح تشبیہ　　گروں میں جان کے کیونکر ترقیِ معکوس

اسی انداز سے مطلعِ ثالث کے بعد پھر مدح شروع ہو جاتی ہے۔ پھر شاعر اپنے ذاتی مصائب کا بیان شروع کرتا ہے۔

شہا ستم ہے کہ تیرے مدیح خواں پہ کرے　　ہزار گو نہ ستم روزگارِ نامانوس
ملے ہیں خاک میں کیا کیا مرے فنون و علوم　　خدا کسی کو نہ دے ایسے طالعِ منکوس

پھر اپنی طبی حذاقت، نثری عظمت اور شعری خوبیوں کا زور و شور سے ذکر کیا ہے اور اس دعا پر قصیدہ ختم کیا ہے۔

مدام پھولے پھلے دوستوں کا نخلِ مراد　　رہین داغِ عدو کا رہے دلِ مایوس ۵۳

حقیقت یہ ہے کہ ایسے ایسے مشکل قافیے ایسی آسانی سے مومن نے باندھے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ ان اشعار سے شاعر کی قادر الکلامی اور علمی وجاہت کا احساس ہوتا ہے۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت و ثنا اور ان کے حضور استغاثہ بھی قابلِ تعریف ہے۔ مومن نے قصیدے کے سب اجزاء حسن و خوبی سے استعمال کیے ہیں۔ مومن اپنے دور کا اہم نعتیہ قصیدہ گو ہے۔

میر نظام الدین ممنون: ان کے ہاں تین نعتیہ قصائد ملتے ہیں۔ ایک قصیدے کا مطلع ہے:

نگاہ و غمزہ و ابرو و مژگانِ جفا کیشاں — رگِ جاں میں، جگر میں، دل میں، سینے میں رکھیں پنہاں

اس کے متعلق ڈاکٹر محمود الٰہی لکھتے ہیں:

''یہ قصیدہ خوبصورت تراکیب کا ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ اس کے ہر شعر میں انہوں نے چار باتوں کا ذکر کیا ہے۔ اور ہر بات کے لئے وہ دلکش الفاظ کا انتخاب کرتے ہیں۔ لفظی حیثیت سے دیکھا جائے تو اس قصیدے کے اکثر مصرعوں کے ارکان مرصع ہیں۔ یوں بھی ممنون نے مرصع ارکان کو اردو قصیدے میں رائج کیا جس کی تقلید ذوق نے بھی کی ہے۔ ترصیع میں جس ترنم اور روزن کی ضرورت ہوتی ہے، وہ ممنون کے یہاں بدرجہ اتم موجود ہے۔''۵۴

شہیدی (کرامت علی خاں شہیدی، م ۱۲۵۶ھ): شہیدی کا دیوان ۱۲۶۸ھ/ ۱۸۵۱ء میں طبع ہوا۔ لکھنؤ میں ملازمت کی لیکن عمر کا آخری حصہ بریلی میں گزارا۔ ان کی شہرت میں ان کے اس شعر کو بہت دخل ہے۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھے — قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقید کا

یقیناً وہ قبولیت کی گھڑی تھی/ جب شہیدی نے یہ شعر کہا۔ شہیدی ۱۲۵۵ھ میں حج کو روانہ ہوئے۔ شیفتہ اس سفر میں ان کے ساتھ تھے۔ نثار احمد فاروقی لکھتے ہیں:

''راستہ میں جہاز تباہ ہوگیا۔ ایک جزیرے میں پناہ گزیں ہوئے یہاں چنا اور باجرا ابال کر کھانے پر مجبور ہوئے۔ سب حاجیوں کے ساتھ شہیدی بھی اسہال کبدی کا شکار ہوئے۔ شیفتہ ان کے ساتھ تھے، وہ تیمارداری کرتے رہے۔ یہاں سے نکل کر جب وہ لوگ مدینہ منورہ پہنچے تو بیماری کے باعث شہیدی نڈھال تھے۔ جب گنبدِ خضرا نظر آیا، تو شیفتہ نے فرطِ جذبات سے پکارا ''شہیدی دیکھو، وہ گنبدِ خضرا نظر آ رہا ہے۔ شہیدی نے غشی کے عالم میں آنکھیں کھول کر نظارہ کیا اور روح پرواز کر گئی۔''۵۵

شہیدی کا دیوان مختصر ہے۔ اس میں ایک نعتیہ قصیدہ بھی ہے، جس کا مطلع ہے:

رقم پیدا کیا کیا طرفہ بسم اللہ کی مد کا — سرِ دیواں لکھا ہے میں نے مطلع نعتِ احمد کا

شہیدی نے اس مدحیہ قصیدے میں براہِ راست مدحِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے قصیدے کا آغاز کیا ہے۔ مدح کے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

طلوعِ روشنی جیسے نشاں ہو شہ کی آمد کا — ظہورِ حق کی حُجت ہے، جہاں میں نورِ احمدؐ کا
دبستانِ ازل میں وہ معلم عقلِ کل کا تھا — نہ تھا نام و نشاں جن روزوں اس لوحِ زبرجد کا
چمن پیرائے کن فراش جس کی بزمِ رنگیں میں — بہارِ آفرینش ایک بوٹا اس کی مسند کا

قصیدے میں شہیدی نے تلمیحات سے بھی بہت کام لیا ہے۔ اس کا بھی کچھ نمونہ ملاحظہ کیجئے:

شبِ معراج چڑھ کر عرش پر دم میں اتر آیا — بیاں اس قلزمِ معنی کی ہو کیا جزر اور مد کا
رواں تسنیم و کوثر ایک قطرہ آب سے جس کے — کروں کیا وصف اس دُرِّ یتیم بحرِ سرمد کا

قصیدے میں شہیدی نے بعض عجیب عجیب نکات بھی بیان کیے ہیں، جس سے ان کا والہانہ پن تو ظاہر ہوتا ہی ہے، اس کی علمیت کا شکوہ بھی سامنے آتا ہے۔

کشادہ عقدۂ باطن میں کافی نامِ حق اس کو — کھلا کرتا ہے بن کنجی ہمیشہ قفل ابجد کا
وفاتِ ظاہری سے جوہرِ جاں میں نہ فرق آیا — وہ جسمِ پاک کو محسود تھا روحِ مجرد کا
ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل — خواص اس برزخِ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدّد کا

اس قصیدے کے کچھ اشعار ایسے ہیں جس میں اس نے مدینہ منورہ اور روضۂ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حوالے سے کچھ تمنائیں کی ہیں۔ ذاتِ حق نے اس کی دعائیں قبول کیں اور اس کی وفات کے واقعات اس قبولیت کے گویا گواہ بن گئے۔ چند اشعار ایسے بھی:

ہوئی ہے ہمت عالی مری معراج کی طالب — میسر ہو طواف اے کاش مجھ کو تیرے مرقد کا
کبھی نزدیک جاکر آستانے پر ملوں آنکھوں — کبھی گر دور بیٹھوں میں کروں نظارہ گنبد کا
مدینہ کی زمیں کے گر نہ لائق ہو مرا لاشہ — کسی صحرا میں واں کے لقمہ ہوں میں دام اور دد کا
تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے — قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقید کا ۵۶

اس قصیدے کے آخر میں شہیدی کا والہانہ پن دامنِ دل کو کھینچتا ہے۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ زندگی کی اصل سمجھتا ہے' اسی عشق کی راہ میں موت اس کی سب سے بڑی تمنا ہے (جو پوری بھی ہوئی) شہیدی کا یہ قصیدہ مشہورِ عوام وخواص ہے۔

شہیدی کا دیوان (۹۸) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس مختصر سے دیوان میں نعتیہ کلام مزید مختصر ہے۔ ایک نعتیہ قصیدہ' چند غزلیں اور چند خمسے باقی سب کچھ مجازی غزلیں ہیں' مگر ان کے قصیدے کو وہ قبولِ عام حاصل ہوا کہ اردو نعتیہ ادب کے اکابر بھی شہیدی کا نام احترام سے لیتے ہیں۔

نعتیہ قصیدہ تیسرے دور میں

لطف بریلوی (محمد لطف علی خاں' م ۱۲۹۸ھ): قصیدے کی ہیئت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا مبارک لکھا ہے:

شکار دل کو کیا ہے مرے' اُن آنکھوں نے ہر اک غزال حرم بن رہا ہے جن کا شکار
یہ وصف دیدہ و دانستہ ہے اُن آنکھوں کا بھرا ہے نشۂ عشقِ خدا کا ایسا خمار
جو ہوشیار کو دیکھا بنایا مست الست جو دیکھا مست ہے تو ظرف کردیا ہشیار ۵۷

لطیف بریلوی کے یہ اشعار اگرچہ تیسرے دور سے تعلق رکھتے ہیں لیکن روانی اور سلاست کے حوالے سے آج کے اشعار لگتے ہیں۔

اب مزید کچھ اہم شعراء کے قصائد کے منتخب اشعار درج کیے جاتے ہیں۔

امیر مینائی (م ۱۳۱۸ھ): تین نعتیہ قصائد ان سے یادگار ہیں۔ ایک قصیدے کا مطلع ہے۔

تفکر امتیازِ جان و جاناں میں ہے کیا حد کا عروض اب تک نہ آیا ہاتھ اس بیتِ معقد کا

تشبیب میں اخلاقی مضامین اور تصوف کے مسائل بیان کیے ہیں۔ فنا و فقر کے یہ مضامین بہت شاعرانہ خوبیوں کے حامل ہیں۔

نَـفَـخـتُ فِـيـهِ مـن روحـى کے معنی سے ہوا ثابت خزانہ ہے محیط اس چشمۂ روحِ مجرّد کا
گیا شبہ' سمجھ میں آیہ حَبـلُ الـوريـد آیا رگِ گردن مقام خاص ہے محبوب سرمد کا
سمٹنا تھا بھنور کا جو وہی تھا موج کا بڑھنا کھلیں آنکھیں تو عالم ایک دیکھا جزر کا مد کا
کلیدِ فہم دندانِ طمع کیا تیز کرتی ہے کبھی ممکن نہیں ہے کھولنا اس قفلِ ابجد کا
لحاظِ ضبط معنی چاہیے مشتاقِ معنی کو جدا کرنا ہے بے جا لفظ میں حرف مشدد کا
حباب آسا' ہیں آنکھیں بند تیری' ورنہ ظاہر ہے کہ ہر موجہ ہے اس دریا میں جادہ راہِ مقصد کا
ادھر نالہ کیا دل نے ادھر مقصود حاصل تھا دعا سے تا اجابت فاصلہ ہے تیر کی زد کا

اس کے بعد نعتیہ غزل ہے۔ پھر مطلعِ ثالث ہے۔ اس میں اسمِ محمدؐ کے رموز بیان کیے ہیں۔

الف آدم میں ہے ممدودٗ احمد میں ہے بے مد کا سبب یہ ہے کہ واں سایا تھا' یاں سایانہ تھا قد کا
بلاؤں سے بچے جو نام لے دل سے محمدؐ کا اثر میم مشدد میں ہے ذوالقرنین کی سد کا
جو آنکھیں ہوں تو نام پاک سے پیدا ہے یکتائی کہ آغوشِ احد میں جلوہ گر ہے میم احمدؐ کا

اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک' معراج شریف' عالم کن فیکوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کا ذکر ہے۔

کبھی ایوبؑ کے شافی' کبھی یعقوبؑ کے حامی بھرا ذرّہ عنایت سے نہ دامن کس کے مقصد کا
بنا آیاتِ قرآں کی ہے ان کی ذات سے محکم قیام ان کے سبب کعبے کے ارکان مشیّد کا
اصولِ خمسۂ اسلام جو مشہور ہیں پانچوں مخمّس آپ کے دیوانِ ارشادِ مؤکد کا
فروغِ دیں جوشش گانہ ہیں شائع اہل ایماں میں مسدس آپؐ کے فکرِ مضامینِ مجدّد کا
قمر کو کس طرح کرتی نہ وہ انگشت دو ٹکڑے انہیں دو نقطۂ زیریں کا طالب لفظ تھا ید کا
شکم پر سنگِ اسود اور فاقے سے شکم خالی ہوا ثابت کہ کعبہ بھی مقلد ہے محمدؐ کا
شبِ معراج کیا اس مقتدا نے مرتبہ پایا خدا مشتاق شہرہ قدسیوں میں آمد آمد کا ۵۸

وفورِ عقیدت' صنائع کا خلاقانہ استعمال' زبان کی صفائی' محاورے کی بندش ان کے قصائد کی اہم خوبیاں ہیں۔

محسن کاکوروی (م ۱۹۰۵ھ): ان کا لامیہ قصیدہ اتنا مشہور ہوا کہ شاید ہی کوئی اور نعتیہ قصیدہ اتنا مشہور ہوسکا ہو۔ اس کا مطلع ہے:

سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل

اس کی تشبیب میں ہندوانہ رسوم کا ذکر کیا ہے۔ اس میں سری کرشن، گوپیوں، راکھیوں، ہنڈولے کے میلے، اشنان، لات، ہبل وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل — برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل
گھر میں اشنان کریں سر و قدانِ گوکل — جا کے جمنا پہ نہانا بھی ہے اک طولِ امل
خبر اڑتی ہوئی آئی ہے جہاں میں ابھی — کہ چلے آتے ہیں تیرتھ کو ہوا میں بادل
کالے کوسوں نظر آتی ہیں گھٹائیں کالی — ہند کیا ساری خدائی میں بتوں کا ہے عمل
جانبِ قبلہ ہوئی ہے یورشِ ابرِ سیاہ — کہیں پھر کعبہ میں قبضہ نہ کریں لات و ہبل
دہر کا ترسا بچہ ہے برق لیے جل میں آگ — ابر چوٹی کا برہمن ہے لیے آگ میں جل
ابر پنجاب تلاطم میں ہے اعلیٰ ناظم — برق بنگالہ ظلمت میں ہے گورنر جنرل
نہ کھلا آٹھ پہر میں کبھی دو چار گھڑی — پندرہ روز ہوئے پانی کو منگل منگل
دیکھیے ہوگا سری کشن کا کیونکر درشن — سینۂ تنگ میں دل گوپیوں کا ہے بیکل
راکھیاں لے کے سلونوں کی برہمن نکلیں — تارِ بارش کا تو ٹوٹے کوئی ساعت کوئی پل
اب کے میلا تھا ہنڈولے کا بھی گرداب بلا — نہ بچا کوئی محافہ نہ کوئی رتھ نہ بہل
ڈوبنے جاتے ہیں گنگا میں بنارس والے — نوجوانوں کا سنیچر ہے یہ بڑھوا منگل
تہ و بالا کیے دیتے ہیں ہوا کے جھونکے — بیڑے بھادوں کے نکلتے ہیں بھرے گنگا جل
کبھی ڈوبی کبھی اوچھلی مہِ نو کی کشتی — بحرِ اخضر میں تلاطم سے پڑی ہے ہلچل
شبِ دیجور اندھیرے میں ہے بادل کے نہاں — لیلیٰ محمل میں ہے ڈالے ہوئے منہ پہ آنچل
شاہدِ کفر ہے مکھڑے سے اٹھائے گھونگٹ — چشمِ کافر میں لگائے ہوئے کافر کا جل
جوگیا بھیس کیے چرخ لگائے ہے بھبوت — یا کہ بیراگی ہے پربت پہ بچھائے کمل
شب کو مہتاب نظر آئے دن کو خورشید — ہے یہ اندھیر مچائے ہوئے تاثیرِ زحل
وہ دھواں دھار گھٹا ہے کہ نظر آئے نہ شمع — گرچہ پروانہ بھی ڈھونڈے اسے لے کر مشعل
نور کی پتلی ہوئی پردۂ ظلمت میں نہاں — چشمِ خورشید جہاں بیں میں ہیں آثارِ سبل
آتشِ گل کا دھواں بامِ فلک تک پہنچا — جم گیا منزلِ خورشید کی چھت میں کاجل
ابر بھی چل نہیں سکتا وہ اندھیرا گھپ ہے — برق سے رعد یہ کہتا ہے کہ لانا مشعل
جس طرف سے گئی بجلی پھر ادھر آ نہ سکی — قلعۂ چرخ میں ہے بھول بھلیاں بادل
فیضِ ترتیبِ ہوا نے یہ دکھائی تاثیر — زرِ محلول ہے اخگر تو کھرل ہے منقل
آبِ آئینہ تموج سے بہا جاتا ہے — کہیے تصویر سے گرنا نہ کہیں دیکھ سنبھل

اس تشبیب پر بہت اعتراضات بھی ہوئے اور اس کے دفاع میں بھی بہت کچھ لکھا گیا۔ بہر حال محسن نے یہ سب ذکر اس لیے کیا کہ اسے بنیاد بنا کر مدح کی طرف آئے۔ گریز کے یہ اشعار دیکھیے۔

کتنا بے قید ہوا کس قدر آوارہ پھرا — کوئی مندر نہ بچا اس سے نہ کوئی استھل
کبھی گنگا پہ بھٹکتا ہے کبھی جمنا پر — گھا گرا پر کبھی گزرا کبھی سوئے چمبل
چھینٹے دینے سے نہ محفوظ رہے قلزم و نیل — نہ بچا خاک اڑانے سے کوئی دشت و جبل
ہاں یہ سچ ہے کہ طبیعت نے اڑایا جو غبار — ہوئی آئینۂ مضمون کی دو چنداں صیقل
روئے معنے ہے بہکنے میں بھی اعلیٰ کی طرف — تاکتا ہے تو ثریا کی سنہری بوتل
اک ذرا دیکھتے کیفیتِ معراجِ سخن — ہاتھ میں جامِ زحل شیشۂ مہ زیرِ بغل
گرتے پڑتے ہوئے مستانہ کہاں رکھا پاؤں — کہ تصور بھی وہاں جا نہ سکے سر کے بل

یعنی اس نور کے میدان میں پہنچا کہ جہاں — خرمنِ برقِ تجلی کا لقب ہے بادل
تارِ باراں مسلسل ہے ملائک کا درود — پے تسبیحِ خداوند جہاں عزوجل

اس میں براہِ راست تخاطب ہے اور مدحِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان ہوئی ہے۔

گل خوشرنگ رسول مدنی عربی — زیب دامان ابد طرۂ دستار ازل
نہ کوئی اس کا مشابہ ہے نہ ہمسر نہ نظیر — نہ کوئی اس کا مماثل نہ مقابل نہ بدل
اوجِ رفعت کا قمر نخل دو عالم کا ثمر — بحر وحدت کا گہر چشمۂ کثرت کا کنول
مہر توحید کی ضو اوج شرف کا مہ نو — شمع ایجاد کی لو بزمِ رسالت کا کنول
مرجع روح امیں زیب دہ عرش بریں — حامیٔ دینِ متیں ناسخ ادیانِ و ملل
ہفت اقلیم ولایت میں شہ عالی جاہ — چار اطراف ہدایت میں نبی مرسل

قصیدے کے آخر میں محسن نے مناجات لکھی ہے۔

سب سے اعلیٰ تری سرکار ہے سب سے افضل — میرے ایمان مفصل کا یہی ہے مجمل
ہے تمنا کہ رہے نعت سے تیرے خالی — نہ مرا شعرؔ نہ قطعہؔ نہ قصیدہؔ نہ غزل
دین و دنیا میں کسی کا نہ سہارا ہو مجھے — صرف تیرا ہو بھروسا تری قوت ترا بل
ہو میرا ریشۂ امید وہ نخلِ سرسبز — جس کی ہر شاخ میں ہوں پھول ہر اک پھول میں پھل
آرزو ہے کہ ترا دھیان رہے تا دمِ مرگ — شکل تیری نظر آئے مجھے جب آئے اجل ۵۹

محسن کا یہ قصیدہ ادبی خوبیوں سے مالا مال ہے۔ اس قصیدے کی تشبیب نے ادبی بحثوں کے دروازے کھول دیے۔ محسن قصیدے کے اہم شاعر ہیں اور نعتیہ ادب کی تاریخ ان کے ذکر کے بغیر ادھوری رہے گی۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی (م ۱۹۲۱ء): آپ صحیح معانی میں بحرالعلوم اور نابغۂ عصر تھے۔ عربی فارسی اردو پر ید طولیٰ حاصل تھا۔ اپنے وقت کے بے حد اہم مفتی تھے۔ ان کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد ایک ہزار تک بتائی جاتی ہے۔ ان کا ایک اہم حوالہ ان کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ ان کا کلام ان کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بے پناہ علم کا مرکب ہے۔ ان کے ہاں نعتیہ غزلوں کے علاوہ قصائد بھی ملتے ہیں۔ ان کا مشہور سلام بھی قصیدے کی ہیئت میں ہے:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند — اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
سیّدہ زاہرہ طیبہ طاہرہؓ — جانِ احمدؐ کی راحت پہ لاکھوں سلام

ان کا قصیدہ معراجیہ اردو نعتیہ ادب میں شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے — نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے
یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی — وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے
نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا — حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے
خوشی کے بادل امنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے — وہ نغمہ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آ رہے تھے
غبار بن کر نثار جائیں کہاں اب اس رہگذر کو پائیں — ہمارے دل حوریوں کی آنکھیں فرشتوں کے پر جہاں بچھے تھے
خدا ہی دے صبر جانِ پرغم دکھاؤں کیونکر تجھے وہ عالم — جب ان کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دولھا بنا رہے تھے
اتار کر ان کے رخ کا صدقہ یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا — کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے
وہی تو اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے — نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لیے تھے
بچا جو تلووں کا ان کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن — جنھوں نے دولھا کی پائی اترن وہ پھول گلزارِ نور کے تھے
تجلیِ حق کا سہرا سر پر صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور — دو رویہ قدسی پرے جما کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے

جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن — مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نا مرادی کے دن لکھے تھے
ابھی نہ آئے تھے پشتِ زیں تک کہ سر ہوئی مغفرت کی شلک — صدا شفاعت نے دی مبارک گناہ مستانہ جھومتے تھے
براق کے نقشِ سم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے — مہکتے گلبن، لہکتے گلشن ہرے بھرے لہلہا رہے تھے
نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر، عیاں ہو معنی اول آخر — کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے
یہ جوششِ نور کا اثر تھا کہ آبِ گوہر کمر کمر تھا — صفائے رہ سے پھسل پھسل کر ستارے قدموں پہ لوٹتے تھے
بڑھا یہ لہرا کے بحرِ وحدت کہ دھل گیا نام ریگِ کثرت — فلک کے ٹیلوں کی کیا حقیقت یہ عرش و کرسی دو بلبلے تھے ۶۰

یہی جوشِ عقیدت، علمی وجاہت اور قادرالکلامی آخر تک رواں رہتی ہے۔ اسے اردو کے شہکار قصائد میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے متعلق ڈاکٹر ریاض مجید نے لکھا ہے:

''اگر مولانا احمد رضا خان کی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ اردو نعت کی ترویج و اشاعت میں ان کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔ کسی ایک شاعر نے اردو نعت پر وہ اثرات نہیں ڈالے جو مولانا احمد رضا خان کی نعت گوئی نے۔'' ۶۱

ثابت رضوی (افضل حسین ثابت سیّد مولوی): حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت و باسعادت کے موضوع پر ان کا قصیدہ قابلِ ذکر ہے۔ شاعر نے تشبیب میں موسمِ سرما کی شدت کا نقشہ کھینچا ہے۔ چند منتخب اشعار دیکھیے۔

بہت سردی ہے سائل ہوں مئے یاقوتِ احمر کا — الا یا ایّھا الساقی کہ تو ساقی ہے کوثر کا
سمجھ کر گل ہر انگارے کو بلبل گرد پھرتی ہے — ذرا دیکھو مزے سے سینکنا ہر بازو و پَر کا
حرارت خانۂ دل میں چھپی بیٹھی ہے دہشت سے — دھواں منہ سے نکلتا ہے تو دل پر شک ہے مجمر کا
لرزتا ہے جگر آخر سرایت کر گئی سردی — اثر ہر ایک شے میں ہے ہمارے دامنِ تر کا

اس شدید سردی میں شاعر آفتابِ نور سے اکتسابِ فیض کرنا چاہتا ہے۔ یہی گریز کا مرحلہ ہے۔

یہ سردی دُور ہووے آفتابِ نور اے ساقی — مگر تیرا گدا طالب نہیں ہے ایک ساغر کا
جو گرما جاؤں سردی میں تو شعرِ گرم و تر نکلیں — کہ اس افسردگی میں قصد ہے مدحِ پیمبر کا

یہیں سے مدح شروع ہوتا ہے۔ شاعر نے چونکہ عنوان میں ذکرِ ولادتِ مصطفٰےؐ کا اشارہ کر دیا ہے لہٰذا مدح بھی موضوعِ مذکور کے گرد گھومتی ہے۔

نہ کیوں دل شاد ہو، میلاد ہے اس نورِ داور کا — جو میرا مالک و مختار ہے اللہ کے گھر کا
اذاں کے وقت پیدائش میں قدرت کا اشارہ ہے — انہیں سے ہو گا آوازہ بلند اللہ اکبر کا
زمیں پر کنگرے چودہ گرے ہیں طاقِ کسریٰ کے — عدد طٰہٰ کے گن لو یہ لقب ہے اس مطہر کا

قصیدے میں شیعہ عقائد ظاہر ہیں مثلاً بجائے بارہ ربیع الاوّل کے تاریخِ ولادت سترہ ربیع الاوّل بتائی گئی ہے اور دن بجائے پیر کے جمعہ کا۔ حضرت علیؓ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا برابر کا بھائی کہنا وغیرہ قصیدے کا اختتام بانیٔ محفل کیلئے دعاؤں پر کیا گیا ہے۔ بعض دیگر دعائیں بھی اسی دائرے میں آتی ہیں۔

کھلے راہِ عراق اور شیعہ کالج اور چشمِ دل — عطا کر دین و دنیا ساتھ صدقہ علمِ حیدرؓ کا ۶۲

بدر فاروقی (شاہ محمد زبیر ۱۹۲۴ء): ان کا نعتیہ قصیدہ ''حدیثِ غمِ دوراں'' کے زیرِ عنوان ان کے نعتیہ مجموعے اشکِ فروزاں میں موجود ہے۔ تشبیب میں شاعر نے نعت گوئی کے آداب بتائے ہیں۔

محفلِ نعت ہے اے بدر کہو کوئی غزل — خامہ ہشیار رہے لکھنے میں ہوجائے نہ شل
روحِ گمراہ ذرا ہوش میں آ اور سنبھل — ذکرِ احمد میں کوئی لفظ نہ نکلے اسفل
ذکر ہے اس کا کہ جس کا نہیں ثانی کوئی — جس کے قدموں پہ گرے دہر کے شاہانِ دول

اس کے بعد مدح و توصیفِ پیغمبرِ اسلام میں سعی کی گئی ہے۔

جس کے کردار سے پایا ہے زمانے نے عروج — جس کی گفتار بنے جن و بشر روحِ عمل
جس کا اخلاق بنے نظمِ جہاں اک دستور — جس کے اوصاف سے جلتی ہے دلوں کی مشعل

اس کے بعد ذاتی و اجتماعی مصائب و آلام کے پیشِ نظر استغاثے کے اشعار ہیں۔

اس کو ہی آج سنانا ہے غمِ دل اپنا — اے حدیثِ غمِ دوراں پئے فریاد نکل
اے رسولِ عربی ہاشمی و مطلبیؐ — دل میں ہے آگ لگی جان ہے بے حد بے کل
امتی آپ کے دنیا میں جو تھے عرش مقام — آج وہ قعرِ مذلت میں ہیں مابینِ ملل

عصرِ حاضر میں اہلِ اسلام پر مصائب و ادبار کی جو آندھیاں چھائی ہوئی ہیں اس پس منظر میں یہ قصیدہ روحِ عصر بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اور شاعر کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا آئینہ دار بھی ہے۔

قصیدے کے الفاظ خصوصاً قافیوں کا انتخاب شاعر کے علمی ذوق کا عکاس ہے۔

میرے ہر سانس میں ہے سوزِ غمِ درد نہاں — آہِ سوزاں تو نکل سوزِ زباں بن کے نکل
میرے اعمال مری فکر و نظر کچھ بھی نہیں — ہو عنایت کی نظر رحمتِ کل ختمِ رسل

مضامین کے تسلسل شوکتِ علمی کے اظہار علاوہ مدح اور وفورِ جذبات کے حوالے سے یہ ایک کامیاب قصیدہ ہے۔ پروفیسر آفاق صدیقی نے بدر فاروقی کا کلام کے حوالے سے لکھا:

''یہ نعتیہ مجموعہ کلام حسنِ انسانیت .... صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دامنِ رحمت سے والہانہ عقیدت و محبت کا اظہار بھی ہے اور ملتِ اسلامیہ کے عصری مسائل کا آئینہ دار بھی۔ اس شعری مجموعے میں محض روایتی اور رواجی طرزِ اظہار کے بل بوتے پر نعتیہ اشعار کا گلدستۂ عقیدت پیش کرنے کی شان و شوکت نہیں بلکہ چند ایسی منظومات بھی شاملِ اشاعت ہیں جو تاریخی و تہذیبی شعور کی بالیدگی سے دردمندانہ شکوہ سنجی اور موجودہ دور میں مسلمانوں کی حالتِ زار پر اصلاحی دلسوزی کے فکر و احساس کو ظاہر کرتی ہیں۔'' ۶۲ ؎

چوتھا دور (قیامِ پاکستان ۱۹۴۷ء کے بعد)

قیامِ پاکستان کے بعد جہاں نعت غزلیہ ہیئت میں سب سے زیادہ لکھی گئی۔ وہاں قصائد کی صورت میں بھی جلوہ گر ہوئی۔ اس دور میں ادبی رسالوں میں بھی نعتیہ قصائد ملتے ہیں۔ یہاں بعض اہم نعتیہ قصیدہ نگاروں کا اجمالی ذکر کیا جاتا ہے۔

خالد (عبدالعزیز خالد): خالد (عبدالعزیز خالد پ ۱۹۲۷ء)۔ خالد ایک قادر الکلام شاعر ہیں جو اپنے خاص رنگ کے موجد ہیں۔ یہ خاص رنگ فارسی ہندی خصوصاً عربی کے مشکل بھاری بھرکم اور غیر مانوس الفاظ کے بے تکلف استعمال سے پیدا ہوتا ہے۔ الفاظ ہی نہیں بلکہ غیر معروف تراکیب اور مصرعے تک ان کے ہاں اس کثرت اور تیزی سے استعمال ہوتے ہیں کہ ان کے معانی سے نابلد قاری سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ ایک طرف ایسا ناہموار ادق اور کھردرا کلام ہے تو دوسری طرف بے حد سادہ شیریں مترنم اور رواں دواں کلام بھی ہے۔ اُن کا کلام اُس ندی جیسا ہے جو کبھی سنگلاخ پہاڑوں سے گزرتی ہے اور کبھی دلکش باغوں میں سے۔

مُنحَمنّا۔ اُن کا نعتیہ قصیدہ ہے۔ ۱۲۰ صفحات پر پھیلا ہوا یہ طویل قصیدہ اردو ادب میں ایک نئی شے ہے۔ اس میں چند شعر دیکھیے۔

ہے غلغلہ فلنعم المجئ جاء کا — ہیں فرشِ راہ دل و دیدہ تن بدن جاجم
براجمان ہوئے آکاش پر مکٹ دھاری — سلج سہاس سے چھلکائے پریم رس پتیم
یہ سرب بھومی کا راجہ مہابلی سمراٹ — اپار اتھاہ اننت ایک انیک وسواتم
یہی للن یہی یوگیشور یہی کاہن — سدا تماہ اپراجت انویم و ذروم ۶۳ ؎

لیکن اسی منحمنا میں ایسے صاف سادہ رواں اور دلکش شعر بھی ہیں

مطاعِ آدم و انجمؐ متاعِ لوح و قلم — محمدؐ امّی محبوب کبریا صلعم
محمدؐ انجمنِ کن فکاں کا صدر نشیں — محمدؐ افسرِ آفاق و سرورِ عالم
جمیل و اجمل و کامل مکمل و اکمل — ستم زدہ بشریت کا محسنِ اعظم
طبیعتِ متوازن سے باغِ دل کی ہوا — بہار ہو کہ خزاں معتدل بہر موسم ۶۳ ؎

فارقلیط بھی ان کا نعتیہ مجموعہ ہے جو سراسر نعتیہ قصیدے پر مشتمل ہے۔ منحمنا کی نسبت یہ زیادہ صاف جامع اور ہموار ہے۔ ۳۲۵ صفحات پر پھیلا ہوا یہ طویل قصیدہ سات عنوانات (جسے خالد نے سات کتابیں قرار دیا ہے) پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ یا پہلی کتاب کا آغاز نعت میں اظہارِ عجز سے ہوتا ہے۔

میں فرشِ زمیں ہوں، تو سقفِ سما ہے　　میں سانسوں کا مہماں تو موج ہوا ہے
شہنشاہِ لولاک و مولائے سدرہ　　تو میرے تخیل سے بھی ماورا ہے
دمِ گفتگو منہ سے کرنوں کی بارش　　دہن مہرتاباں کو شرما رہا ہے

اس قصیدے میں خالد نے حضور نبی اکرم ﷺ کا سراپا مبارک بھی پیش کیا ہے۔

ہے چشم سیہ رُو کشِ نجم ثاقب　　رُخِ دلربا صبح کا کوکبہ ہے
کنارِ شفق میں لڑی موتیوں کی　　گلِ نودمیدہ لبوں پر فدا ہے
چلے تُو تو خوشبو چلے آگے آگے　　بدستِ صبا مجمرِ غالیہ ہے
چمکتی ہے بجلی سی ابرِ سیہؔ میں　　ترا چہرہ زلفوں میں لودے رہا ہے
ہے گنجینہ علمِ لدنّی کا سینہ　　سرِ پُشت، نقشِ نبوّت کھدا ہے
ہے روئے مُدوّر، منیرو منور　　نجومِ درخشاں میں کس کی ضیاء ہے ۶۳۔ب

خالد نے تاریخ اسلام سے رزم و بزم کے متعدد واقعات مجمل انداز میں بیان کئے ہیں۔ خالد کے اس قصیدے کو عام قصیدے کے لوازم و خصائص سے ہٹ کر دیکھنا پڑے گا۔ یہ قصیدہ دراصل اپنے اجزا وہی رکھتا ہے جو خالد کے ذہن میں ہیں اور ان کی ترتیب بھی وہی جو خالد کے ذہن میں ہے۔ خالد نے روایتی قصیدے کے اجزاء کی رسمی پاسداری نہیں کی لیکن وہ اپنے انداز کے لاجواب قصائد ہیں۔ اسی لیے گوہر ملسیانی نے اسے آزاد قصیدہ نگاری قرار دیا ہے۔ ۶۳۔ج

ان اشعار کی ہیئت بظاہر غزل کی ہے، لیکن غزل کی ریزہ خیالی چونکہ اس میں نہیں لہٰذا اس ہیئت کیلئے قصیدہ ہی موزوں نام بنتا ہے۔ عبدالباری آسی ان کے اسلوب کے حوالے سے لکھتے ہیں "ان کے بوجھل اشعار بہت بوجھل ہیں اور صاف اشعار بہت سبک، پیارے اور خوبصورت ہیں"۔ ۶۳۔د

عبدالباری عباسی نے فارقلیط کو طویل نظم قرار دیا ہے۔ ۶۳۔ہ

خالد کے متعلق بعض مشاہیر کی آرا درج ذیل ہیں۔

سید مقصود زاہدی: ایک مدت میں ایک ایسا شاعر اردو زبان نے پیدا کیا ہے جو ہر طرح کی شاعری پر قادر ہے اور ہر صنف ادب میں اظہارِ خیال کر سکتا ہے۔ اردو ادب کے جو چند بڑے نعت گو ہیں اُن میں سے ایک عبدالعزیز خالد بھی ہیں۔ ۶۳۔و

ڈاکٹر سید عبداللہ: خالد نے نعت نگاری کا ایک انداز خاص ایجاد کیا ہے اور جسطرح وہ ایک خاص الخاص اسلوب کا موجد ہے اسی طرح وہ نعت نگاری میں بھی مخترع و مجتہد ثابت ہوا ہے۔ خالد کی نعت پھیل کر تاریخ اسلام اور تذکرۂ مدّ و جزر بن گئی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ نعت کا نیا تصور ہے۔ خالد کا شوقِ نعت بے تاب و بے حساب ہے۔ جس کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ اس میں نعت گوئی کی ہر طرز کا پیوند لگا ہوا ہے۔ ۶۳۔ز

ڈاکٹر فرمان فتح پوری: ان کے یہاں فکرِ اسلامی ہر جگہ مشعلِ راہ بنائے رکھنے کی کوشش اور فنی اظہار و ابلاغ میں مروجہ اسالیب سے بچ کر چلنے کی روش دو ایسی چیزیں ہیں، جو فی الواقع اُن کے کلام کے مطالعہ کے وقت قاری کو غالب اور اقبال کی یاد دلاتی ہیں۔ ۶۳۔ح

عفت موہانی: خالد صحیح معنوں میں اقبال کے بعد حکیم الامت اور مفکرِ اعظم کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔ ۶۳۔ط

ڈاکٹر عاصی کرنالی: اس نے تجربہ ہی ایسا کر ڈالا کہ تلاطم کیا، طوفان آ گیا، بحرِ ساکن کی سطح کیا تہیں بھی الٹ پلٹ ہو گئیں، ایسا انوکھا، منفرد اچھوتا اور ان چھوا تجربہ، جس سے ادبِ اُردو کی صدیوں کی صدیاں تہی دامن تھیں۔ اُس نے ادب کو سوچ اور اظہار کے اعتبار سے "محدودیت" سے نجات دی۔ ۶۳۔ی

عبدالعزیز خالد اردو ادب ہی نہیں نعت کے بھی بے حد اہم شاعر ہیں۔ فارقلیط اور منحمنا جیسے قصائد نعتیہ ادب میں اُس کا نام زندہ رکھیں گے۔

ان کا رائیہ قصیدہ بعنوان "نعت و نامِ رسولِ تہامی" (۵۵) اشعار پر مشتمل ہے، تشبیب میں شاعر "طیبہ میں نظارگیِ روضۂ اطہر" کی بات کرتے ہوئے بیت اللہ کو بھی یاد کرتا ہے، دونوں محترم مقامات کو کم و بیش "حرمت میں برابر" تصور کرتا ہے۔ پھر وہ سوچتا ہے کہ روضۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرش کے ہم پایہ ہے۔ یہاں اسے وہ حدیثِ مبارکہ یاد آتی ہے، جس میں فرمایا گیا کہ میری تربت کو بتِ معبود نہ بنانا۔ یہی گریز ہے اس کے بعد شاعر براہِ راست ذاتِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تخاطب کرتا ہے۔

اے تاجورِ طیبہ و اے سرورِ عالم　　تاجِ سرِ عالم ہے ترا گنبدِ اخضر

اے فخرِ بنی آدم و اے خیرِ خلائق　　انسان کا چمکا ترے آنے سے مقدر ۶۳۔ک

مدح کے اس حصے میں شاعر کی کثرتِ مطالعہ، علمی وجاہت، حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، قادر الکلامی اور فنی مہارت کا احساس ہوتا ہے۔ شاعر کی حزم و احتیاط قابلِ داد ہے، وہ افکار ہی نہیں الفاظ کے چناؤ میں بھی اعلیٰ بصیرت کا ثبوت دیتا ہے۔ ایک خاص جوش اور سرمستی کی کیفیت شروع سے آخر تک موجزن ہے۔

تو قاصد و مقصود ہے تو صادق و مصدوق　　تو صاحبِ لولاک ہے تو شافعِ محشر
جو پی چکے ہاتھوں سے ترے جامِ ولا کا　　رکھ دیتے ہیں خود بڑھ کے سرِ نوکِ سناں سر
خوشبوئیں رچی تھیں، جو تری موجِ نفس میں　　اب تک ہے مدینے کی فضا ان سے معطر
بالاترے اوصاف، حدِ لوح و قلم سے　　ہر حرف ثنا کا ترے پائے سے فروتر
جبریلؑ کا پر ملک ہو میری تو لکھوں میں　　ہوتی ہے کہاں ایسے رقم نعتِ پیمبرؐ ۶۳۔ل

یقیناً یہ ایک کامیاب نعتیہ قصیدہ ہے۔

اثر لودھیانوی: ان کے نعتیہ مجموعے ''عکسِ جمال'' میں نعتیہ قصیدہ ملتا ہے۔ یہ مدحیہ قصیدہ ہے۔ آغاز ہی سے بارگاہِ نبوت میں شاعر کا تخاطب شروع ہو جاتا ہے۔

خوشا اے راکبِ رخشِ زمانی　　خوشا سیاحِ ملکِ لامکانی
کہیں پائی رفعنا کی بشارت　　کہیں مازاغ کی ہے شادمانی
ترا ذکر مبیں قرآں کے پارے　　ترا منشور ہے سبعِ مثانی
سمجھ پائی نہ تیرے مرتبے کو　　ہے شرمندہ خرد کی نکتہ دانی ۶۳۔م

یونہی یہ قصیدہ آخر تک براہِ راست مضامین تخاطب سے متعلق ہے۔ شاعر نے فارسی اور عربی الفاظ ہی نہیں شعر بھی داخلِ قصیدہ کیے ہیں: مثلاً

دو عالم روز و شب در گفتگویش　　جمیع آیات فی الاوصاف و شانہٖ
فانی خائف مخلوب رجل　　وَاِنّی مفلسٌ محرومٌ عانہٖ

قصیدے کے آخر میں دعائیہ رنگ ہے۔ یہ دعا ذاتی اور ملی دونوں مقاصد کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

ہے پر آشوب مایوسی کا دریا　　نہ لے ڈوبے یہ میری ناتوانی
عطا فرمایئے اذنِ حضوری　　چراغِ صبحدم سے زندگانی

اعظم (محمد اعظم چشتی، م ۱۹۹۳ء): اعظم چشتی پاکستان کے معروف نعت خواں تھے، وہ نعت گو بھی تھے اور ملک بھر میں ان کا نعتیہ کلام بڑے ذوق و شوق سے پڑھا جاتا تھا۔ وہ غزل کے ایک منجھے ہوئے شاعر تھے اور نعت لکھتے ہوئے غزل کے تمام امکانات کا استعمال کرنے کے قائل تھے۔ انہوں نے جو نعتیہ قصیدہ رائیہ لکھا ہے وہ خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے اس قصیدے کے متعلق لکھا ہے:

> ''یہ قصیدہ شاعر کی قادر الکلامی کا ناقابلِ تردید ثبوت ہے۔ اگر مجموعۂ نعت ''معراج'' صرف اسی ایک قصیدے پر مشتمل ہوتا تو جب بھی وہ مدتوں پڑھے جانے کا مستحق تھا۔''۶۴

اس قصیدے میں شاعر نے اپنے عجزِ کلام کا اعتراف کیا ہے اور کمال محبت و عقیدت سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح سرائی کی ہے۔ فنی طور پر قصیدے کے جملہ اجزاء پورے ہیں۔

تشبیب میں شاعر مدح گوئی کا تصور کرتے ہی جیسے کانپ جاتا ہے اور سوچتا ہے کہ وہ تو گنہگار ہے، اس کے اہل نہیں۔

میں سراپا خطا و فسق و فجور　　معصیت کوشیوں کے نشے میں چور
میں اک حسرتِ بریدہ پا　　میں کہ اک التجائے نا منظور
نہ کسی باغ کا گلِ خوش رنگ　　نہ کسی انجمن کی آنکھ کا نور

کافی اظہارِ عجز کے بعد وہ فیصلہ کرتا ہے اور یہی گریز کا مقام ہے۔

میں اور اوصافِ خواجۂ گیہاں　　میں اور اندازۂ کمالِ حضورؐ

یہاں سے مدح شروع ہوتی ہے:

نور سے اس کے ہر جہاں روشن	ذکر سے اس کے لا مکاں معمور
ناز بردار جن کے زہرہ جبیں	زیر پا جن کے قیصر و فغفور
رازداں جن کا جبرئیل امیں	ریزہ خواروں میں شبلی و منصور
وہ کہ ہیں قدسیوں کی جاں کا سکوں	وہ کہ ہیں فرشیوں کے دل کا سرور

اسی والہانہ پن اور کیف و سرور میں شاعر کا قلم چلتا رہتا ہے اور وہ بحرِ مدحت سے قیمتی موتی نکال نکال کر زیبِ قرطاس کرتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے۔

لب ادراک دم بخودٗ خاموش	محوِ حیرت شعور و تحت شعور

قصیدہ کے آخر میں حسنِ طلب اور دعا کو یکجان کرتے ہوئے کس خوبصورت طریقے سے کیا خوبصورت خواہش کی ہے:

آپؐ کا ساتھ چاہتا ہوں میں	دائمی قرب چاہتا ہوں حضورؐ
عرصہ حشر ہو کہ باغِ ارم	آپؐ کی مدح پر رہوں مامور ۶۵

یقیناً یہ ایک بھرپور، تاثر خیز اور جامع قصیدہ ہے۔ نعت نے قصیدے کی صنف کو مرنے سے بچایا ہے۔ دنیا کے بادشاہوں کی شان میں لکھنے والے تمام اردو قصیدہ نگار یکجا ہو جائیں تو بھی نعتیہ قصیدہ نگار تعداد میں زیادہ نظر آتے ہیں۔ ان میں اعظم چشتی کا یہ نعتیہ قصیدہ یادگار رہے گا۔

حافظ لدھیانوی (سراج الحق م ۱۹۹۹ء): ان کا ایک نعتیہ قصیدہ ان کے چوتھے نعتیہ مجموعے کیفِ مسلسل میں موجود ہے۔ اس کا عنوان ''قصیدہ مدحت والتجا'' ہے۔ قصیدہ کے آغاز میں نعت گوئی کی راہنما قوت لطفِ ہادیٔ اعظم کو قرار دیتے ہوئے شہرِ نبی مدینہ منورہ کی توصیف کی ہے۔

یہ وہ زمیں تو نہیں جس پہ روز و شب گزرے	زمینِ شہرِ نبیؐ کا ہے اور ہی عالم
پناہِ عالمیاں آستانِ خلد نشاں	رہینِ منتِ سرکارؐ عظمتِ آدم
وہ جس سے شہر مدینہ ہے مرکزِ انوار	اسی وجود سے وابستہ ہے جمالِ حرم ۶۵۔الف

پھر حضور پرنور ﷺ کی صفت وثنا ہے۔ آخر میں امت مسلمہ کے اجتماعی غم بیان کرتے ہوئے بارگاہ نبوت میں استغاثہ پیش کیا ہے۔

حضورؐ کس کو سنائیں حکایتِ غمِ دل	جہاں میں کوئی نہیں اپنا مونس و ہمدم
سکوں کی دولتِ جاوید چھن گئی ہم سے	دل و نگاہ کی ہر کیفیت ہوئی مبہم
وہ ارضِ پاک ہے صیہونیت کے قبضے میں	غبارِ راہ میں ہے شورِ نالہ و ماتم
حضورؐ آج ہے مسلم پہ کفر کی یلغار	ہو اس پہ بہرِ خدا اک نگاہِ لطف و کرم
گزر گئی ہے قیامت ترے غلاموں پر	عدو نے ڈھائے ہیں افغانیوں پہ ایسے ستم ۶۵۔ب

اس قصیدے کا انداز بہت دلکش اور شاعر کا بیان دل پر اثر کرنے والا ہے موجودہ عالمی حالات کے تناظر میں کہا جاسکتا ہے کہ حافظ لدھیانوی نے اس قصیدے میں روحِ عصر بھر دی ہے۔ حافظ لدھیانوی کا ایک اور نعتیہ قصیدہ ان کے مجموعے مطلع فاراں میں بھی موجود ہے۔ اس کے مضامین بھی کم و بیش وہی ہیں جو محولہ بالا پہلے قصیدے کے ہیں۔ اس قصیدے کے آخر میں شاعر کبھی خدا سے اور کبھی حضور اکرم ﷺ سے تخاطب کرتا ہے

جو غلاموں پہ تیرے بیت گئی	اس کو آقاؐ بیاں کریں کیوں کر
تجھ سے عفو و کرم کے طالب ہیں	ہم گنہگار، خالقِ اکبر ۶۵۔ج

شاعر کا دل جس طرح مسلمانوں کے غم میں تڑپتا ہے اس کا گداز قاری بھی محسوس کرتا ہے۔ اس قصیدے کے چند اشعار دیکھئے۔

زخم خوردہ ہے مسجدِ اقصیٰ	اس سے آتی نہیں اذانِ سحر
در و دیوار پر ہے سناٹا	ہے تباہی کا ہر طرف منظر
اہلِ دیں پر ہے یورشِ کفار	ظلم توڑے گئے نہتوں پر
محشرستاں ہے خطۂ افغاں	ساری دنیا ہے جس کی نوحہ گر
آبرو چھن گئی ہے کلیوں کی	کوئی لیتا نہیں گلوں کی خبر

بشرؔ ۶۵د قبائے ہے آلودہ خون سے زخموں پُور پُور بدن ہے

حافظ لدھیانوی کے نعتیہ مجموعہ ''فردوسِ خیال'' کی ابتدائی طویل نعتوں کو بآسانی مدحیہ قصائد قرار دیا جاسکتا ہے۔ اگر چہ ان میں قصیدہ کے (مدح کے علاوہ دیگر) اجزا نہیں ملتے تاہم قصیدہ چونکہ صرف مدح پر بھی مشتمل ہوسکتا ہے لہذا یہ نعتیں قصائد ہیں۔ ان کا علمی شکوہ، ربط و تسلسلِ مضامین اور لفظیات بھی انہیں قصیدہ ثابت کرتی ہیں۔ ایک قصیدے کے محض دو اشعار بطور نمونہ ملاحظہ کیجئے:

مدحتِ سید عالمؐ میں ہے مصروف قلم — ہے لبوں پر مرے توصیف رسول اکرمؐ
جس کے پیکر سے ہُوا صبحِ سعادت کا ظہور — رہنما آج بھی ہے اس کا ہر اک نقشِ قدم ۶۵ہ

حافظ لدھیانوی کے نعتیہ مجموعے ''آہنگ ثنا'' میں بھی ایک قصیدہ ۹۳۔ اشعار پر مشتمل ہے یہ براہ راست مدح سے شروع ہوتا ہے تشبیب وغیرہ اس میں نہیں۔ یہ ہر لحاظ سے مدحیہ قصیدہ ہے۔ اس قصیدے کے چند منتخب اشعار درج ذیل ہیں۔

مرے لب پر جو ذکرِ مصطفےٰؐ ہے — دلوں کا نور، روحوں کی غذا ہے
شفیع المذنبیںؐ ہے ذات اس کی — وہی اک شافعِ روزِ جزا ہے
مری اس کے غلاموں سے ہے نسبت — یہ عظمت کی، شرف کی انتہا ہے
وہی اک ہادیٔ اعظم ہے جس کے — زمانہ نقشِ پا کو چومتا ہے
وہی بیکس کا ہے ملجا و ماویٰ — وہی گرتے ہوؤں کو تھامتا ہے
خیالوں کی ہے رَو سوئے مدینہ — کرم مجھ پر مسلسل ہو رہا ہے ۶۵و

اگر چہ حافظ لدھیانوی کے نعتیہ قصائد اپنی جگہ خوب ہیں لیکن مجموعی طور پر ان کی نعتیہ غزلوں کی اہمیت زیادہ ہے اور وہی حافظ لدھیانوی کی پہچان کا اصل حوالہ ہیں۔

نعیم تقوی: اس دور کے نعتیہ قصیدہ نگاروں میں اپنی شناخت رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی نے لکھا ہے:

> ''قصیدہ نگاری کا چلن ختم ہو چلا تھا' نعیم تقوی صاحب نے ذکرِ رسول کے لئے ایک بار پھر اس صنف کو چن کر اس کے امکانات کی طرف جدید ادبی دنیا کو متوجہ کرایا ہے.......... تقوی صاحب کے نعتیہ قصائد متوسط ہیں.......... یہ متوسط قصائد طویل قصائد کا دیباچہ ثابت ہوں گے۔''۶۶

پہلا قصیدہ ''ظہورِ مقدس'' ہے۔ اس کی تشبیب بہاریہ ہے۔ بہار کے رنگ و بو کا باعث بتاتے ہوئے شاعر گریز کا مرحلہ طے کر جاتا ہے۔

ارض و سما میں یومِ ولادت کی دھوم ہے — ظلمت کدہ بنوعِ چراغاں بدل گیا

اس کے ساتھ ہی شاعر حالاتِ حاضرہ کی تصویر کشی میں کھو جاتا ہے۔

محرومیٔ بصیرت امکاں تو دیکھیے — قرآں سے آج حافظِ قرآں بدل گیا
کہتی ہیں مسجدیں کہ نمازی ہوں بے ریا — سچ ہے بلالِ وقت کا عنواں بدل گیا
بلقیسِ زندگی کی بہاریں ہوا ہوئیں — اس دور نارسا میں سلیماں بدل گیا ۶۷

اس قصیدہ میں مدح و ثناء کا حصہ براہ راست تو کم ہے لیکن اس کے پس منظر میں اس حقیقت کو بیان کرتا ہے کہ اس حالت کا سبب محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمی ہے۔ مثلاً یہ شعر دیکھیے:

ذکرِ رسول کے لئے نذرانہ چاہیے — کس سے کہیں کہ حافظِ قرآں بدل گیا
تحصیلِ نذر میں ہیں فقیہانِ بے نیاز — اسلام کا بدلنا تھا' آساں بدل گیا

اس قصیدے پر قصیدے سے زیادہ شہرِ آشوب کا دھوکہ ہوتا ہے۔ البتہ دوسرے قصیدہ ''مدح شہِ ذیشاںؐ'' میں مدح کا حصہ وافر ہے۔ پہلے قصیدے میں مشکل اور دور تک اور دیر تک ساتھ نہ دے سکنے والی ردیف نے مدح کے لئے شاعر کا رہوارِ قلم روکے رکھا لیکن اس قصیدہ میں ایسی کوئی مجبوری نہیں تھی لہٰذا شاعر نے کھل کر مافی الضمیر کا اظہار کیا۔

وہ جس نے سنوارے ہیں سدا گیسوئے امکاں — وہ جس کی تجلّی سے رخِ دہر ہے تاباں
یکجا نظر آتے ہیں جہاں تمکنت و عجز — کیفیتِ اضدادِ حسیں ہے وہ نمایاں

معروضی و موضوعی حقائق ہیں نظر میں | سر تا بقدم ذات ہے جب علم فراواں ۶۸

آخری دو قصائد سبحان الذی اسریٰ اور قاب قوسین معراج کے واقعے سے متعلق ہیں' ان میں مدح کا حصہ بھی وافر ہے۔ مجموعی طور پر نعیم کے قصائد اس کے دلی جذبات اور وفورِ شوق کے ترجمان ہیں اور نعتیہ ادب میں قابلِ ذکر بھی۔

رشید وارثی: ان کا خطابیہ قصیدہ ''توصیفِ نبی اکرمؐ'' نعتیہ ادب میں قابلِ ذکر ہے۔ اس میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تخاطب ہے۔ لہجہ مودبانہ' انداز دلکش اور مضامین قابلِ تحسین ہیں۔ اٹھائیس اشعار کے اس قصیدے کے چند اشعار بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں تا کہ رشید وارثی کے اس فن پارے کی اہمیت اجاگر ہو سکے۔

اے صاحبِ لولاک! ترا نامِ مبارک | اقصائے دو عالم میں یونہی گونج رہا ہے
تو بحرِ سخا' موجِ کرم' کانِ عطا ہے | تپتے ہوئے صحراؤں پہ رحمت کی گھٹا ہے
طوّاف حرم کے ہیں ترے جن و ملائک | ہر لب پہ دم طوف درودوں کی صدا ہے
قرآن ترے مصحفِ سیرت کا ہے عنواں | ہر قول ترا نطقِ خدا عقدہ کشا ہے
منصب ہے ترا ختمِ رسل' رحمتِ عالم | رتبے میں سوا تجھ سے فقط ذاتِ خدا ہے
قدموں میں ترے ارض و سما کے ہیں خزانے | اعزاز تجھے قاسمِ نعمت کا ملا ہے
آسودہ ترے ذکر سے رہتے ہیں دل و جاں | اور نام ترا باعثِ ایجابِ دعا ہے
جاری ہے ازل سے ترا دریائے مروّت | رتبہ جو تجھے مالکِ کوثر کا ملا ہے
ہستی ہے تری باعثِ تکوینِ دو عالم | قامت پہ تری خلعت لولاک لما ہے ۶۹

رئیس نعمانی: ''چراغ نوا'' ان کا نعتیہ مجموعہ ہے۔ اس میں اکثر نعتیں غزلیہ ہیئت میں ہیں۔ ایک قصیدہ بھی موجود ہے۔ شاعر قصیدے کی تشبیب میں کہتا ہے کہ اگرچہ میں ہر اک بات نظم کر سکتا ہوں لیکن

یہ سب افسانے ہیں دوست | ڈھونڈ نہ ان میں صدق و ثبات
سننا ہے تو مجھ سے سن | قرآں کی سچی آیات

یہاں سے گریز شروع ہوا۔ مدحِ نبیؐ یوں شروع ہوتی ہے۔

نعتِ نبی ہے دل کا سکوں | گو ہے یہ بھی مشکل بات
مخلوقات میں بے ہمتا | ہے کوئی تو آپؐ کی ذات

اس کے بعد عالمِ انسانیت پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احسانات کا ذکر ہے۔ شاعر کا انداز خاصا محتاط نعت گو کا ہے۔

آپؐ نے آ کر دنیا کو | سکھلائے آدابِ حیات
لوگ خدا کو مان گئے | بھول گئے سب لات و منات
اپنے ہوں یا بیگانے | سب پہ ہیں آپؐ کے احسانات
روحِ نظم و فکر و عمل | آپؐ کی سیرت' آپؐ کی ذات
دنیا کی سب خیر و فلاح | آپؐ کی طاعت کی برکات
القصہ انساں کے لیے | اسوۂ کامل آپؐ کی ذات ۷۰

سجاد سخن: سجاد سخن کے نعتیہ مجموعہ ''رنگ روشنی خوشبو'' کی آخری نعت ''نعتیہ قصیدہ'' ہے۔ جس میں مدح کے ساتھ تمنائیہ کیفیت بھی ملتی ہے۔ (۱۶) اشعار پر مشتمل اس قصیدے کے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں۔

خوشا تقدیر خوشہ چیں ہوں گلزار رسالت کا | مرا ہر شعر گلدستہ ہے اظہارِ عقیدت کا
بہت بے مایہ ہوں لیکن تمنا ہے حضوری کی | مرے آقا بھرم رکھ لیجئے پندارِ محبت کا
مجھے سرکار یہ اعزاز سلطانی سے بڑھ کر ہے | کہ میں جار و بکش کہلاؤں دربارِ نبوت کا
خدا سے دے کے ان کا واسطہ جو مانگو پاؤ گے | سخن صاحب دعاؤں میں اثر ہوتا ہے نسبت کا ۷۱

محمد فیاض الدین نظامی: انہوں نے حضرت شیخ امام محمد شرف الدین البوصیری رحمتہ اللہ علیہ کے قصیدہ بردہ شریف کا اردو میں منظوم ترجمہ کیا ہے۔ ترجمہ رواں دواں با محاورہ اور دلکش ہے۔ شاعر کی محنت قابلِ داد ہے بطور نمونہ ایک شعر کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

کیوں کہ دنیا اور عقبیٰ آپ کی بخشش سے ہیں اور علومِ باطنی سے آپ کے لوح و قلم ۲؎

فدا خالدی دہلوی: ان کا قصیدہ بیالیس اشعار پر مشتمل ہے۔ تشبیب کے حصے میں قدیم عرب کی تمدنی زندگی اور اخلاقی بدحالی کا نقشہ کھینچا ہے۔

ابتر تھی فضا تیرگی جہل تھی چھائی ناواقفِ اسرارِ محبت تھی خدائی

ہر ذہن میں وہ بغض و عداوت کا دھواں تھا جاری تھی ہمہ وقت قبیلوں میں لڑائی

دختر کو دبا آتے تھے زندہ ہی زمیں میں نادان سمجھتے تھے برائی کو بھلائی ۳؎

یہ بیان خاصا طویل ہے پھر رحمتِ خداوندی جوش میں آتی ہے اور دنیا کے حالات درست کرنے کے لئے مشیت نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا۔ یہیں مطلع ثانی شروع ہوتا ہے۔

بدلی وہ فضا رحمتِ حق جوش میں آئی ظلمت میں کرن پھوٹی بنے راہنمائی ۴؎

پھر نورِ مجسم، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت با سعادت ہوئی۔ آپ نے شرک، ظلم اور ہر طرح کی برائی کے خلاف جہاد کیا۔ عالمِ انسانیت پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کا ذکر بڑا دلکش ہے۔

منسوب ہوا نامِ محمد سے وہی نور تنویرِ ہدایت متشکل نظر آئی

بندوں کو خبردار کیا عظمتِ رب سے گردن ستم وجور سے انساں کی چھڑائی

تبدیل کیے ذہن برائی کی طرف سے نفرت رہی باقی نہ عداوت نہ لڑائی

وہ ذاتِ گرامی جسے اللہ نوازے وہ جس کے لئے محفلِ کونین سجائی ۵؎

یہ قصیدہ تشبیب، گریز اور مدح پر مشتمل ہے۔ عالمِ انسانیت پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے پایاں احسانات اس کا خاص موضوع ہے۔ آج بھی اگر عالمِ اسلام متحد ہونا چاہے اور دنیا کسی پر امن عالمگیر اتحاد کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنا چاہے تو اسے اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رہنمائی لینا ہوگی۔ انسان کے ذاتی اور اجتماعی تمام مسائل کا حل اسی ذات گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں مضمر ہے:

کرتا ہوں فدا ختم قصیدے کو دعا پر اللہ درِ سرورِ دیں تک ہو رسائی ۶؎

نصیر الدین نصیر سید پیر گولڑہ شریف: ''دیں ہمہ اوست'' ان کا نعتیہ مجموعہ ہے۔ اس میں ان کا قصیدہ ''مصحفِ اسرارِ الٰہ'' ہے۔ اس کی تشبیب میں شاعر نعت لکھنے کا ارادہ کرتا ہے اور روحِ حضرت حسانؓ سے امداد کا طالب ہوتا ہے۔

عبدِ عاجز کو ہے شوقِ رقمِ نعتِ رسولؐ ذہنِ حسانؓ ادھر بھی ہو توجہ مبذول

شاعر حضرت حسانؓ کے کلام کی تعریف کرتا ہے۔ ان کے فضل و شرف کو سراہتا ہے

منبرِ نعت کی تو نے ہی صدارت پائی شعر تیرے صفِ اعدا پہ تھے سیف مسلول

پھر اپنی گزارش پیش کی ہے:

اک ذرا اس شہِ خوباں کے خدوخال بتا جس کا جلوہ ترے اشعار کی ہے شانِ نزول

اس پر روحِ حسانؓ جواب دیتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عام بشر نہ سمجھا جائے۔ یہاں کچھ براہِ راست عربی اشعار بھی آئے ہیں جو موقع محل کی مناسبت سے بہت اچھے لگتے ہیں۔ اس سے شاعر کو اطمینان ہوتا ہے۔

دل سے بے ساختہ جملے یہ ادا ہونے لگے مرحبا صلِ علےٰ اے مرے ذی جاہ رسولؐ

یہیں سے براہِ راست مدح شروع ہوتی ہے۔ اردو فارسی اشعار میں توصیف ہے۔ آخر میں حسنِ طلب ہے۔

تا قیامت تری چوکھٹ سے نہ اٹھوں آقا اس توقف سے جو لے کام مری عمر عجول

یوں دیکھا جائے تو یہ قصیدہ ہر لحاظ سے جامع اور مکمل ہے۔ اجزاء پورے ہیں۔ علمی طنطنہ، شوکتِ الفاظ، عقیدے کا اظہار سب کچھ موجود ہے۔ حُبِّ نبی اور دلی سرشاری آخر تک ساتھ چلتی ہے۔ ۷؎ پیر صاحب کو قصیدہ لکھنے میں مکمل فنی مہارت حاصل ہے۔ وہ عہدِ موجود کے اہم نعت

گو ہیں جن کے کلام میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی جوبن پر ہے اور فنی دسترس بھی درجہ کمال پر نظر آتی ہے۔

عابد نظامی: ان کا نعتیہ مجموعہ فیضانِ کرم ہے۔ اس میں ۲۹۔ اشعار پر مشتمل نعتیہ قصیدہ ہے۔ یہ قصیدہ میمیہ ہے بغیر عنوان کے بظاہر غزلیہ نعت، لیکن لفظی شکوہ اور معنوی ترفع سے اسے قصیدہ قرار دیتا ہے۔ اس میں تشبیب، گریز مفقود ہیں۔ براہِ راست مدح سے آغاز ہوتا ہے۔ پہلا شعر ہے۔

رسولِ رحمت و رافت، پیمبر ملہم — بنائے کون و مکاں جانِ جاں جمیل شیم

اس میں سرکار کے اسٹھ اسمائے مبارکہ موزوں کیے گئے ہیں۔ ایک شعر:

وہ جن کے در کے غلاموں کی چاکری کے طفیل — ہیں میرے در کے گدا قیصر و سکندر و جم

اکتیس (۳۱) صحابۂ کرام جو حضورؐ کے دوست ہیں کے نام بھی موزوں ہیں۔ اختتام دعائیہ ہے:

مرے حضورؐ زمانہ ہمارا دشمن ہے — میرے حضورؐ! نگاہِ کرم، نگاہِ کرم ۷۸؎

پیر کرم شاہ الازہری نے عابد نظامی کے متعلق لکھا ہے:

> ''ڈھونڈے سے بھی تصنع اور تکلف کا نام و نشان ان کے ہاں نہیں ملتا۔ ان کا کلام پڑھنے سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی بلبل شیدا، شاخِ گل پر بیٹھا محبوب کو دیکھ رہا ہے۔ اس کے دل میں اٹھنے والے جذبات خود بخود گیت کا روپ اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اس میں اس کا صرف اتنا حصہ ہے کہ وہ گیت، اس کی زبان سے ادا ہو رہے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حسن کو اپنے عاشق کے آئینہ دل، میں اپنا عکسِ جمیل نظر آیا ہے اور خود ہی زمزمہ سنج ہے۔'' ۷۹؎

ضیا نیّر: ان کا نعتیہ میمیہ قصیدہ براہِ راست مدحِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شروع ہوتا ہے۔

وہی ہیں باعثِ تکوینِ جملہ موجودات — کہ فوقِ عرش ہوا جن کا اسمِ پاک رقم
انہی کے نعلینِ پاک کے تصدق سے — نظامِ عالمِ افلاک و ارض ہے قائم
رموزِ کہنہ و نو ان پہ آئنہ ہیں تمام — کہ ہے مثال کفِ دست ان پہ سب عالم ۸۰؎

قصیدے کے آخر میں ملی استغاثہ ہے۔ شاعر نے سوزِ دروں سے کہا ہے:

زوالِ فکر و عمل سے ہوئی ہے زار و زبوں — حضورؐ آپؐ کی امت ہے مبتلائے الم
بنی ہے وادیِ جنت نظیر اک مقتل — وہ چیرہ دستوں نے ڈھائے ہیں اس پہ ظلم و ستم
یہود کے ہے تسلط میں قبلۂ اول — ہے زخم زخم فلسطین سر سے تا بہ قدم ۸۱؎

قصائد میں ملی آشوب کا ذکر عصرِ موجود کا ایک خاص اضافہ ہے اور ضیا نیّر اس روحِ عصر سے اچھی طرح واقف ہیں۔

کیفی (محمد زکی) (المتوفی ۱۹۷۵ء): ان کے مجموعۂ کلام کیفیات میں ایک نعتیہ قصیدہ بعنوان ''قصیدۂ مدحیہ'' ہے۔ (۲۳) اشعار پر مشتمل یہ قصیدہ عشقِ نبیؐ میں ڈوب کر لکھا گیا ہے۔ اس میں ولادتِ سرکارِ دو عالمؐ کو موضوع بنایا گیا ہے۔

آئے وہ جن کے دم سے ہے رونقِ بزمِ رنگ و بو — بزمِ رسل کے تاجدار، محرمِ رازِ کن فکاں
شانِ غِنا کہ آپؐ کے قدموں پہ تاجِ قیصری — فقر کی شان یہ کہ ہے، ایک گلیم بھی کہاں
کون و مکاں میں روشنی ان کی ازل سے تا ابد — سلسلہ ان کے نور کا پھیل گیا کہاں کہاں ۸۲؎

احسان دانش نے ان کے متعلق لکھا ہے: ''زکی کیفی کی شاعری دیکھ کر اس بات کا احساس، یقین میں بدل جاتا ہے کہ انساں کے محدود جسم میں ان دیکھی لامحدود طاقت ہے۔'' ۸۳؎

جعفر بلوچ: ان کا نعتیہ قصیدہ ان کے مجموعۂ کلام ''بیعت'' میں شامل ہے۔ شاعر نے تشبیب میں فلسفیانہ انداز سے دنیا پر نظر ڈالی ہے اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ سائنس کی طرح فلسفے کے مسلمات بلکہ بعض مذاہب کے نظریات تک بدل رہے ہیں۔

افراد و ملل کی زندگی میں — ہنگامہ اک انقلاب کا ہے
مذہب بھی بہت ہیں یوں تو لیکن — پابند کوئی مقام کا ہے

اس پس منظر میں شاعر کو ایک ایسا دین بھی دکھائی دیتا ہے جو زمان و مکاں کے ہر تقاضے پر پورا اترتا ہے۔

ایسا بھی ہے ایک دین لیکن — ہر عصر و مکاں کو جو رسا ہے

اور دین کی یہ اکملیت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیضانِ پاک سے ہے۔ یہیں سے گریز کرتے ہوئے شاعر مضامین مدح شروع کرتا ہے۔ شاعر کا بیان والہانہ انداز سلجھا ہوا اور حد درجہ عشق و محبت میں ڈوبا ہوا ہے۔

ہر دل جو ادب گہِ وفا ہے　　پیغمبرِ پاک کا حرا ہے
لولاک لما خلقت الافلاک　　ہر مطلعِ زیست پر لکھا ہے
عالم عالم ہے ان کی رحمت　　اور لطفِ عمیم جابجا ہے
ہیں آپ امین اور صادق　　دشمن بھی یہ بات مانتا ہے

اس کے بعد عالمِ انسانیت پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احسانات کا ذکر شروع ہوتا ہے۔

پیغامِ اخوت و مساوات　　انساں کو حضورؐ نے دیا ہے

شاعر کی نظر دور تک دیکھتی ہے اور بدلتے مناظر اس کے لئے بہت سے نتائج پیدا کر رہے ہیں لہٰذا وہ کہتا ہے:

اک گھر ہیں تمام براعظم　　سرحد کا تصور اٹھ گیا ہے

ازاں بعد شاعر حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ کرتا ہے۔ قصیدے کے اس حصے میں شہر آشوب کا رنگ پیدا ہو گیا ہے۔ اس سے قصیدے کی معنوی سرحدیں پھیلی ہیں۔

حد یہ ہے کہ اہلِ دیں میں باہم　　اک معرکہ صف بہ صف بپا ہے

اس ذکر کے بعد شاعر مطلعِ ثانی لاتا ہے اور ایک غزل شروع کرتا ہے۔ یہ غزل نعتیہ ہے:

ساقیؐ کی نظر کی رمز پا کر　　حالات کا رخ بدل رہا ہے
گلزار بھی زر لٹا رہے ہیں　　سبزہ بھی گہر اگل رہا ہے

آخر میں حسنِ طلب کا در کھلتا ہے لیکن یہاں بھی شاعر جدت سے کام لیکر نئی معنویت سامنے لاتا ہے۔

مدحت کے بعد شاعر اکثر　　کہتے ہیں طلب کا مرحلہ ہے
لیکن درِ رحمتِ دو عالم　　ہم پر کبھی بند بھی ہوا ہے؟
وہ دستِ کشادہ و مکرم　　کب منتظرِ طلب رہا ہے
الطافِ پیمبرِؐ حجازی　　تخمین و شمار سے ورا ہے

اس خوبصورت اور پرعقیدت قصیدہ کا مقطع درج ذیل ہے۔

جعفر کو جو ہے غلام انہی کا　　دھڑ کا تہی دامنی کا کیا ہے ۸۴؎

مندرجہ بالا اشعار منتخب ہی سہی لیکن ان سے بھی قصیدے کی خصوصیات کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ شاعر کا بیان سہل، سادہ اور والہانہ ہے۔ روایت سے جڑا ہوا لیکن جدت سے ہمکنار ' یہ قصیدہ ادب کی تاریخ میں قابلِ ذکر رہے گا۔ ہیئتی حوالے سے اس قصیدے میں تمام اجزائے قصیدہ موجود ہیں۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک کامیاب قصیدہ ہے۔ روحِ عصر کے شامل ہونے کے باعث شاعر کی حالاتِ حاضرہ پر گہری نظر کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ مجموعی طور پر یہ قصیدہ قابلِ ذکر ہی نہیں قابلِ تحسین بھی ہے۔

خالد احمد: ''تشبیب'' ان کے نعتیہ قصائد کا مجموعہ ہے۔ اس میں تین نعتیہ قصائد شامل ہیں۔ محمد کاظم نے ان قصائد کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

''پہلا قصیدہ تقریباً (۱۲۵) اشعار پر مشتمل ہے۔.......... دوسرا قصیدہ (۳۰۰) سے زائد اشعار پر مشتمل ہے۔..........
تیسرا قصیدہ.......... قدرے مختصر ہے۔'' ۸۵؎

خالد احمد کا پہلا قصیدہ نونیہ ہے۔ شاعر نے اس کے لئے بہت مختصر بحر منتخب کی ہے یعنی فی مصرع فعلن فعلن فع۔ اس مختصر بحر میں ایسا طویل' پرتاثیر اور ادبی خوبیوں کا حامل قصیدہ لکھنا یقیناً اعزاز کی بات ہے۔ خالد قصیدہ کے آغاز میں گلشنِ صد امکان کی بات کرتا ہے۔ ہجر کے اندیشوں اور وصال کے ذرائع پر غور کرتا ہے۔ کس حکمت بھرے انداز میں کہتا ہے۔

کان میں ہر گل کے　　شبنم دے یہ اذان
سیج کی بھینٹ چڑھیں　　ہوں قبر مکان
پھولوں کی منزل　　کلچیں کا دامان

اس کے بعد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تخاطب ہے۔ مودبانہ لہجہ کتنا والہانہ بھی ہے۔

اے بحرِ برہاں تکوینِ امکان
اے تجسیم النور اے عین الاعیان
اے رازِ ابجد قفلِ زمان و مکان
اے ازلوں کے نور اے انتوں کی جان
جس کی قوسوں میں جھولیں آٹھ جہان
مدح کو آیا ہے ایک قصیدہ خوان
نذر کو لایا ہے اپنا عجز بیان

اتنی مختصر بحر میں ایسے بھرپور انداز میں ادائے مطلب کار آساں نہیں۔ خالد جہاں بے حد سادہ بیانی سے کام لیتا ہے وہاں بھی معجزۂ فن متشکل ہوتا ہے۔

میرے پاک نبی میں تیرے قربان
اے کونِ انوار اے نورِ اکوان

پھر روایتی قصیدے کی غزل بیان ہوئی ہے لیکن اس غزل میں خالد نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سراپا مبارک بیان کیا ہے:

لانبی سیہ پلکیں بہت سیہ چشمان
وہ خم دار بھنویں مگر ذرا گنجان
کرن کرن کم کم چمکیلی مسکان
وہ قد زیبا ہے ہر بت کا بطلان

براہِ راست تخاطب میں خالد کا ادب اور عجز قابلِ ذکر ہے۔

تیرے جگراتے صبحوں کے نگران
تیرا صدق نماز تیرا خلق اذان
تیرے بول حدیث تیری چپ قرآن

اس کے بعد مطلعِ ثانی آتا ہے۔

عالم الحزن کی شان تیری ایک اڑان

آخر میں خالد بارگاہِ نبوتؐ میں ایک سائل کی طرح دامانِ تمنا پھیلاتا ہے۔

آقا اے آقا جانِ استحسان
میری سمت نظر میرے دین ایمان
میرا ہاتھ پکڑ اے دستِ احسان ۸۶

حق یہ ہے کہ قصیدے کی بلند آہنگی، علمی اصطلاحات، لفظی شکوہ، ترکیب سازی کا جادو اور تہہ در تہہ معانی کی ارزانی قصیدے کی جان ہوتی ہے لیکن خالد نے برعکس تجربہ کیا مختصر بحر، دھیما لہجہ، سادہ گوئی جیسے عناصر ہی سے قصیدے کی وہ عمارت کھڑی کی کہ ناظرین سے خراجِ تحسین وصول کر رہی ہے۔ نعت کسی بھی ہیئت میں کہی جائے اگر اس میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہیں تو اس کا کوئی شعر کسی کو پسند نہیں آئے گا۔ خالد نے اس قصیدے میں عام روایتِ قصیدہ کے مطابق ذہن کا خطاب نہیں بلکہ دل کا بیان پیش کیا ہے، جذبہ صادق ہے اس لیے سادگی میں پرکاری کی شان پیدا ہوگئی ہے۔

دوسرا قصیدہ تائیہ ہے۔ اس کی بحر فعلن فعلن فعلن فعلن فع/فعل ہے۔ یہ نسبتۂ مترنم بحر ہے۔ اس میں بھی خالد نے گویا

ع۔ کاغذ پہ رکھ دیا ہے کلیجہ نکال کے۔

آغاز میں برکھا رت کے ذکر کو جانِ تشبیب بنایا ہے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خطاب شروع ہوتا ہے۔

آپؐ ہیں وجہِ موجودات کافِ کُن ہے آپؐ کی ذات
آپؐ رضائے الٰہی ہیں آپؐ ہیں محورِ تشکیلات

آپؐ امام ہیں نبیوں کے آپؐ کے ہاتھ میں سب کا ہاتھ
آپؐ خطیب رسولوں کے قاموسِ جامع کلمات
آپؐ کا ہمسر کوئی نہیں اور نہیں یہ فخر کی بات

خالد نے اپنے بیانِ عجز کا اظہار جس قرینے سے کیا ہے اس پر ہزار جادو بیانیاں قربان کی جاسکتی ہیں۔ اپنے حوالے سے دربارِ نبوت میں عرض پرداز ہے۔

مدحِ تکوینِ غایات میری بساط مری اوقات
میں کلوا میں کل ہارا میرے سائے بھی ظلمات
زعم قصیدہ نگاری کا زورِ بیاں نہ شکوہِ لغات
جدت و ندرت سے عاری ترکیبات و تشبیہات
تحریریں ہکلاتی ہیں کر نہیں پاتا ٹھیک سے بات

خالد نے شہدائے کربلا کا ذکر کر کے قصیدے میں مرثیے کی خوشبو پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ادبی لحاظ سے یہ اہم اضافہ ہے۔

آئے سرِ دریائے فرات کچھ فلاحِ کشتِ حیات
قولِ مبینؑ کردارِ مبیں یہ چہرے ہیں یا آیات
نیزوں پر اونچے ہوں گے اسمِ محمدؐ کے رایات
اے بے پردہ مستورات آپ کی چادر صبر و صلوٰۃ
کس کا بیٹا تھا اکبر اصغر تھی کس کی سوغات
یہ احمد کی کونپل تھی کوزے میں تھا بند فرات

خالد نے مرثیہ ہی نہیں بلکہ منقبت کو بھی نعتیہ قصیدے میں پیش کیا ہے۔ یہ ایک اور اہم رجحان ہے۔

آپؐ کے چار جلیس انیس چاروں آپؐ کی تنویرات
اک صدیق اکبر ہیں اک فاروق فرعیّات
ایک کرن عثمان غنی ذوالنورین ہے جن کی ذات
اک دل بانگِ خیر علی بابِ شہر دینیّات ۸۷

قصیدہ کے آخر میں خالد نے حسنِ طلب کے حوالے سے اپنے بزرگوں کی نجات کی درخواست کی ہے۔ اپنے عزیزوں اور دوستوں کے لئے خیر طلب کرنے کے بعد اپنے لیے سلامتی کا سوال کیا ہے۔ غور کیا جائے تو خالد کا دوسرا قصیدہ بے حد اہم ہے۔ پہلے قصیدے کی طرح اس میں اجزائے قصیدہ بیان ہوئے ہیں۔ دوسرے قصیدے میں فکری تنوع قابلِ داد ہے' قصیدے میں مرثیے اور منقبت کو شامل کر کے خالد نے فکر کی تنوع پیدا کیا ہے۔ بے شک دنیاوی بادشاہوں کے قصیدے ختم ہو چکے لیکن شاہِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قصیدہ کبھی ختم نہ ہوگا' کیونکہ ان کا قصیدہ تو خود ذاتِ الٰہیہ نے بیان کیا ہے۔

خالد کا تیسرا قصیدہ ''بادِ نوال'' ہے۔ مختصر بحر میں یہ مترنم قصیدہ بھی فکری و فنی لحاظ سے قابل ذکر ہے۔ اس قصیدے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خالص نعت سے متعلق چند منتخب اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

زوّار آفاق معراجِ اقبال
سرّ سریرآرا برہانِ متعال
خاکِ نشینِ حال نیرِ استقبال
آپ کے ساتھ ہیں ابرار و ابدال
آپؐ کی سیرت ہے جانِ استکمال ۸۹۔الف

خالد نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کا نقشہ بھی پیش کرنے کی سعی کی ہے۔

اے عینِ الابیات اے بیتِ الافضال
آپ کا ترکہ ہے ترکِ مال و منال

چمڑے کا گدّا بھرتی ثمر کی چھال
بسترِ دوہرا ٹاٹ نیند ہو جس پہ محال
آدھی نانِ جویں پانی ایک پکھال ۸۸۔ب

خالد نے چھوٹی بحر میں اس پائے کے نعتیہ قصائد کہہ کر جو عظمت حاصل کی ہے تاریخ ادب میں اس کا ذکر احترام سے کیا جائے گا۔

رفیع الدین ذکی قریشی: ان کی کتاب ''مہر فاراں'' میں ایک قصیدہ رائیہ ہے جو (۳۲) اشعار پر مشتمل ہے۔ اولین تین اشعار تمہید یہ ہیں۔

کھل گئے ہیں میرے فکر و ذہن میں نکہت کے در مدحِ سرکار دو عالم آج ہے پیشِ نظر
ایک محشر تھا بپا خیر الوریٰ سے پیشتر زندگی تھی بس خسارہ ہی خسارہ سر بہ سر
آدمیت سرنگوں تھی' شطینت تھی سرفراز مقصدِ تخلیق سے تھا ابنِ آدم بے خبر ۹۰

تشبیب میں شاعر نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے پہلے دور ابتلا کا نقشہ کھینچا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی برکات اور دنیا کو حاصل ہونے والے فیوض کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد براہِ راست مدح شروع کی ہے۔

یا شفیع المذنبین یا سرور و خیر البشر مجھ سے عصیاں کار پر بھی ہو عنایت کی نظر ۹۰۔الف

شاعر نے گریز میں کمال کیا اور ایک ہی شعر ایسا برجستہ کہا ہے کہ شاعر کو براہِ راست مدح تک لے جاتا ہے۔ گریز ملاحظہ ہو۔

آپ کی آمد تھی گویا اک نوید انقلاب کردیا جس نے نظامِ جبر کو زیر و زبر

شاعر مدح میں ۹ ۔اشعار میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرتا ہے اور آخری شعر میں مدحت کے ساتھ تمنا یا دعا کا رنگ بھی جھلکنے لگتا ہے۔ مدح لمبی ہے۔ بعد میں شاعر نے امتِ مسلمہ کی زبوں حالی کا نقشہ کھینچا ہے اور حسنِ طلب میں مسلمانوں کے لئے قرونِ اولیٰ کی عظمت طلب کی ہے۔ مہرِ فاراں میں موجود رفیع الدین ذکی کا قصیدہ تکنیکی لحاظ سے اچھی کاوش ہے۔ قصیدے کے سب اجزاء پورے ہیں۔ اس قصیدے کے بارے میں حفیظ تائب نے لکھا ہے:

> ''آشوبِ امت کی تفصیلات ان کی نعت میں مسلسل اور جا بجا ملتی ہیں۔ وہ آشوبِ زماں کے ساتھ ساتھ عظمتِ رفتہ کا ذکر بھی کرتے ہیں اور اس دورِ سعادت کے لوٹ آنے کے آرزومند ہیں۔ وہ آشوبِ امت کے اسباب وعلل کی طرف بھی اشارے کرتے چلے جاتے ہیں۔ آشوبِ ملت کے بیان کے بعد وہ اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نگاہِ التفات' استمداد و استعانت اور دعا کی التماس کرتے ہیں اور یوں ایک نہایت دردمند مسلمان اور شیدائی اسلام کے طور پر سامنے آتے ہیں۔'' ۹۱

عزیز لکھنوی: ان کے نعتیہ مجموعے ''صحیفہ ولا'' میں نعتیہ قصیدہ ملتا ہے۔ یہ قصیدہ حسن وعشق کے مکالمے پر مبنی ہے۔

کہا یہ عشق نے پیغمبری موسیٰ کو دی میں نے کہا یہ حسن نے وہ آگ تھی میری ہی سلگائی
کہا یہ عشق نے غش مجھ کو آیا طورِ سینا پر کہا یہ حسن نے وہ آنکھ تھی میں نے ہی جھپکائی
کہا یہ عشق نے منزل مری ہے قلبِ حیدر میں وہیں کرتا ہوں سیرِ عالم توحید و یکتائی
شبِ معراج اتنی دور جس کے پاس جاؤگے ہمیشہ سے مری منزل میں ہے وہ مست رعنائی
نہ فصلِ دو کماں ہے اور نہ اتنی پردہ داری ہے اسی کی جنبشِ ابرو کا تنہا ہوں تماشائی ۹۲

اپنے انداز کا یہ منفرد قصیدہ ہے۔ اس میں ڈرامائی عناصر' متاثر کن ہیں۔ شاعر کا علمی شکوہ اور فن پر کامل گرفت نظر آتی ہے۔ اپنے خاص ڈرامائی کوائف کی وجہ سے یہ نعتیہ قصیدہ یادگار رہے گا۔

فدا (صوفی حاجی فضل الدین فدا فہیم کرنی): فدا عمر بھر اخلاقیات وسیرتِ رسولؐ کے حوالے سے دورِ حاضر کے اخلاقی بحران کی اصلاح کے لیے سرگرم عمل رہے۔ وہ ممتاز نعت گو شعراء میں سے ہیں۔ ان کی کتاب ''حدیث ایماں'' میں صفحہ نمبر ۲۵ تا ۳۱ پر ایک نعتیہ قصیدہ بھی ہے۔ یہ قصیدہ مدحیہ ہے اور بغیر تشبیب اور گریز کے ہے۔

بصد خلوص کہا ہے قصیدۂ مرسلؐ قبول کاش کریں اس کو احمدِ مختارؐ
چراغِ محفل دارین احمدِ مختارؐ ضیائے سینۂ کونین سید ابرار
مدینہ آپ سے پہلے تھا ظلمتوں کا غبار ہوا ہے آپ کے قدموں سے پیکرِ انوار

یہاں کائنات پر آپؐ کے احسانات کا ذکر ہے۔ سرکارؐ کے جمال اور حسن مدینہ کا ذکر ہے۔ دنیا کو تہذیب و تمدن سکھانے میں آپ کا کردا' آپ کی نورانیت' سخاوت' شانِ محبوبی' معجزات' شفاعت' معراج' بدن کی خوشبو کا ذکرِ پاک ہے۔ آخر میں امت کے مصائب و مسائل بیان کیے ہیں۔ اسے اہم استغاثہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

مگر اسیرِ جہالت ہے ملت بیضا　　حضورؐ درپئے آزار دین کے غدار
بتانِ حرص و ہوس کے وہی پجاری ہیں　　جو دے رہے تھے زمانے کو تیشۂ ایثار
یہ کور چشم ہیں متوالے خود نمائی کے　　شعورِ زیست کے جلوے انہیں کہاں درکار ۹۳

قیصر بارہوی: قیصر بارہوی عصرِ حاضر کے اہم مرثیہ نگار ہیں۔ ان کے قصائد کا ایک مجموعہ ''بارگاہ'' کے نام سے چھپا ہے۔ اس میں (۳۴) قصائد ہیں۔ یہ سب قصائد مذہبی موضوعات پر ہیں۔ پہلا قصیدہ نعتیہ ہے۔ جس کا عنوان ''معراج'' ہے۔ اس نعتیہ قصیدے کی تشبیب میں شاعر نے عالمِ حشر میں اپنے وزنِ عصیاں اور نقشۂ عدل کا ذکر کیا ہے۔ یہ تصور ہی روح فرسا ہے لہٰذا شاعر کہتا ہے:

خود فریبی میں گزرا ہوا رنگِ دنیا　　یاد آئے گا مگر مقصدِ بے جا ہوگا
حسرت و یاس کی تاریکیاں کہتی ہوں گی　　اب نہ دنیا میں پلٹ کر ترا جانا ہوگا
کانپتے جسموں پہ تھراتی ہوئی مایوسی　　زندگی ہوگی مگر موت کا نقشہ ہوگا
آفتاب آئیگا' آئے گا سوا نیزے پر　　حشر تو حشر کے میدان میں برپا ہوگا

اس فضا سے باہر نکلنے اور مدح کی طرف آنے کے لئے شاعر کو گریز کے مضمون کی تلاش تھی لہٰذا اس کے ذہن میں یہ خیال در آیا۔

ہاں مگر حشر کے میداں کا اسے خوف نہیں　　جس کے اوپر شہِ کونین کا سایہ ہوگا
بخدا عظمتِ دارین ملے گی اس کو　　ذکرِ محبوبِ خدا جس کا وسیلہ ہوگا
ہر بلندی اسے تسلیم کرے گی بخدا　　جو بشر صاحبِ معراج کا شیدا ہوگا

یہیں مطلعِ ثانی کا جواز پیدا ہوا۔

ذکرِ معراج میں قیصر کوئی تازہ مطلع　　فکرِ اعلیٰ میں یقیناً رخِ اعلیٰ ہوگا
وقت کے نام پہ وہ وقت بھی کیسا ہوتا　　جب لبِ عرش نے انسان کو چوما ہوگا

یہاں سے مدح شروع ہوتی ہے لیکن معراج کے حوالے سے' کیونکہ یہی اس کا عنوان ہے۔

آسماں حدِ نظر میں سمٹ آئے ہوں گے　　عرش کا فاصلہ طولِ شبِ اسرا ہوگا
مرضیٔ طالب و مطلوب ہو جس کی زینت　　محوِ حیرت ہوں وہ کس شان کا رستا ہوگا
قابِ قوسین کی منزل سے بہت دور سفر　　وسعتِ لفظِ مسافت سے زیادہ ہوگا
آپؐ محبوب ہیں نعلین سمیت آجاؤ　　کسی پہچان کے لہجے میں یہ جملہ ہوگا

یہاں سے براہِ راست تخاطب اور مدح کے بیان کا تسلسل قابلِ دید ہے۔

اے شہنشاہِ رسل حاصلِ تخلیقِ حیات　　کون اب آپؐ سا کونین میں پیدا ہوگا
کون پاسکتا ہے یہ قربِ خدا کی منزل　　کیا کسی اور کا یہ رتبۂ اعلیٰ ہوگا
جس قدر چاند ہیں سب آپؐ کے قدموں کا غبار　　کہکشاؤں کا جمال آپ کا رستہ ہوگا
اے رئیسِ دو جہاں فخرِ وجودِ آدم　　ہر زمانہ بخدا آپؐ کا صدقہ ہوگا
ہر زمانے پہ محیط آپؐ کی معراج کا ذکر　　ہر ترقی کا سبب آپؐ کا چرچا ہوگا

یہ بجز نفسِ نبیؐ کون بتا سکتا ہے
گفتگو کیسے ہوئی کس کا وہ لہجہ ہوگا ۹۴

یوں ہم دیکھتے ہیں کہ مشکل زمین کے باوجود شاعر نے قصیدے کے اہم اجزاء تشبیب' گریز' مدح سے انصاف کیا ہے اور حق یہ ہے کہ قصیدے میں عرق ریزی و جگر سوزی سے کام لیا ہے۔ اشعار میں شکوہِ لفظی کی نسبت بیان کے تسلسل اور تسبّل کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔

میر افق کاظمی امروہوی: ان کا مجموعہ ''فروغِ محامد'' متعدد اصنافِ سخن اور ہیئتوں پر مشتمل ہے۔ نعتیہ قصائد بھی موجود ہیں۔ افق کے تین

نعتیہ قصائد درج ہیں۔ ایک سے بڑھ کر ایک ہے۔ یہاں ان کے دوسرے نعتیہ قصیدے کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اس قصیدے کا عنوان ہے "گلِ رعنائے رسالت" تشبیب میں شاعر اپنی شاعرانہ عظمت کا ذکر کرتا ہے:

غزل، قصیدہ، رباعی، مسدس و خمسہ — ہر ایک صنف میں کی میں نے شعر آرائی

لیکن ضمیر یہ آواز دیتا ہے:

مرا ضمیر بالآخر پکار اٹھا اک دن — یہ شاعری ہے عبث، لغو ہے یہ گویائی
شعور اگر ہے تو لکھ حمد و نعت کے اشعار — جو ہو تو رنگِ حقیقت میں خامہ فرسائی
صدا یہ سنتے ہی دل کا ہوا عجب عالم — کلامِ رسمی و عصری سے طبع اکتائی
قلم اٹھایا مگر میں نے کہہ کے بسم اللہ — یہ نامِ حق کی کرامت نے شان دکھلائی
کہ نامِ پاک محمدؐ زبان پر آیا — پڑھا درود طبیعت بھی جوش پر آئی

یہیں سے مطلعِ ثانی طلوع ہوتا ہے:

بسوئے مکہ سرورآفریں گھٹا چھائی — نسیم، مژدۂ تازہ، بہار کا لائی

اس کے بعد بہاریہ مضامین ہیں پھر مدحِ سرکارِ دوعالم شروع ہوتی ہے۔

حبیبِ خاص خدا کا ہوا جہاں میں ظہور — وہ شکل غیب سے بزمِ شہود میں آئی
اگر جہان میں آتا نہ وہ شہِ لولاک — قسم خدا کی نہ ہوتی یہ بزم آرائی
وہ کون جس کی شریعت ہے تا ابد قائم — وہ کون جس نے دو عالم کی سروری پائی
وہ جس نے جوڑ دیا رشتہ عبد و مولا کا — خدا سے ملنے کی بندوں کو راہ دکھلائی

مدح کے ساتھ ساتھ شاعر نے مضامین سیرت کو بھی کمال محبت سے جزوِ قصیدہ بنایا ہے۔

مطیعِ حق ہوئے جس وقت دشمنانِ شدید — بنا لیا انہیں اپنا عزیز تر بھائی
نہ انتقامِ مظالم لیا نہ طعن کئے — نہ قید و بند کسی کی پسند فرمائی

خدا کے بعد وہ سب سے بزرگ و برتر ہیں
ہے ان کی شان میں حیران عقل و دانائی ۹۵

قصیدہ کا اختتام اچانک اور ڈرامائی انداز میں ہوتا ہے لیکن کتنا درست اور جاذب روح ہے:

افق ہو بعد درود و سلام ختم کلام — کہ نعت میں نہیں آسان خامہ فرسائی

اس قصیدے کے مطالعے سے افق کی قدرتِ شعر گوئی ظاہر ہوتی ہے۔ انہیں الفاظ و مضامین پر زبردست دسترس حاصل ہے۔ وہ قصیدے کے فنی تقاضوں کو سمجھتے ہیں اور انہیں نگاہ میں رکھ کر قصیدہ کہتے ہیں۔ یقیناً وہ اپنے دور کے اہم قصیدہ نگاروں میں سے ہیں۔

نفیس فتح پوری (انصار حسین سید): ان کے مجموعۂ کلام "افکارِ نفیس" میں دو نعتیہ قصائد بھی ہیں۔ پہلا قصیدہ لامیہ ہے۔ تشبیب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت سے قبل کے عرب ماحول کا نقشہ ہے۔ پھر اس سسکتی انسانیت پر خدا کو رحم آیا اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عالمِ رنگ و بو میں بھیجا گیا۔ یہی گریز ہے اور اس کے بعد مضامین مدح ہیں۔

صنعتِ خالقِ بے مثل کا شہکار عظیم — جس کی صورت سے نمایاں ہوئے انوارِ ازل
وحشیوں کو متمدن کیا اس خوبی سے — کہ بنے رشکِ گلستانِ ارمؔ دشت و جبل
دے کے درس، امن و اخوت کا زمانے بھر کو — نسل اور رنگ کا ذہنوں سے کیا دور خلل ۹۶

حسنِ طلب کے حوالے سے بارگاہِ نبوت میں گزارشات دیکھیے:

فخر ہے ان کے غلاموں کی غلامی پہ مجھے — خاکِ پا ان کی بصیرت کو مری ہے کاجل
آپ کا نام رہے وردِ زباں تا بہ حیات — آپؐ ہی یاد ہوں جس وقت مجھے آئے اجل

صرف ہو عمرِ نفیس آپؐ کی مداحی میں

تا بہ مرگ آئے نہ پائے کبھی ایماں میں خلل ۹۷

اشعار سادہ، آسان اور رواں ہیں۔ یہ قصیدہ مختصر بھی ہے اور پراثر بھی۔ دوسرا نعتیہ قصیدہ نونیہ ہے۔ اگر چہ پہلے قصیدہ (کل اشعار ۱۹) سے کچھ طویل (کل اشعار ۳۰) ہے لیکن سادگی اور سلاست میں پہلے قصیدے ہی کی طرح ہے۔ اختصار اور سادگی کے باوجود اجزائے قصیدہ کا پایا جانا ایک ایسی خوبی ہے جس کا ذکر کیا جانا ضروری ہے۔

ظفر شارب: ظفر شارب نعتیہ قصیدہ ''کاسۂ فکر'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ قصیدہ فکر وفلسفہ کے مضامین، حالات حاضرہ، احوال امت اور مدح پیمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مشتمل ہے۔ علم کی شوکت اور محبت کی وارفتگی اس قصیدے میں ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ اس قصیدے کی تشبیب میں شاعر آج کی دنیا کے حالات پر نظر ڈالتا ہے۔ اسے سائنسی ایجادات نظر آتی ہیں اور وہ اقرار کرتا ہے کہ علمی طور پر آج دنیا بہت آگے جا چکی ہے۔

اب ہے دریاؤں کی شوریدہ سری معنی خیز — جل رہے ہیں اسی پانی سے چراغِ الفت
سینۂ سیلِ حوادث پہ سفینے ہیں رواں — سر اٹھانے کی سمندر کو نہیں ہے جرأت
ہے خلاؤں کے خم و پیچ میں اب پائے بشر — کفِ تحقیق میں ہے کون و مکاں کی وسعت

چاند پر پاؤں بھی رکھ کر نہ رکا اک لحظہ
اللہ اللہ یہ انسان ثریا رفعت ۹۸

معاً شاعر کو خیال آتا ہے کہ یہ سب سائنسی ترقی دراصل معراجِ پیغمبرِ اسلامؐ کے طفیل ہے۔ بس یہی گریز ہے۔

یہ مرا دور ہے معراجِ پیمبرؐ کے طفیل — ارتقا ساری اسی کی ہے رہینِ منت
پھر نہ کیوں میں بھی اسی صاحبِ معراج کی سمت — سر کو نیوڑھا کے بصد عجز کہوں ''یا حضرت''
کاسۂ فکر میں بھر دیجئے رموزِ انوار — تاکہ ہوتی رہے تمیزِ جنون و حکمت
گو ہے مجموعۂ احکامِ الٰہی قرآں — لیکن اعمال ہی حضرت کے ہیں ہم پر حجت

بعد ازیں شاعر نے عشق وعقل کے حوالے سے ملتِ اسلامیہ پر اس کے علمی وتمدنی اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ پھر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں استغاثہ پیش کیا ہے۔

یا نبی آپ ہیں مولا مرے آقا میرے — آپ سے کرتا ہوں فریاد برائے امت

اسی میں مدحتِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلو بھی شامل ہو جاتا ہے۔

جس کا سایہ نہیں، اب اس کا ہے سایہ ہم پر — جو خدا جلوہ ہے اب اس کی ہے حاصل جلوت
برق سے تیز ہے براقِ پیمبر کا سفر — صرف اک آن ہے صدیوں کے سفر کی مدّت
آنکھ ہی وہ ہے کہ جس آنکھ میں ہے انؐ کا جمال — دل وہی دل ہے کہ جس دل میں ہے انؐ کی چاہت
آپؐ کے دستِ تصرف میں ہمارے اجسام — آپؐ کے حکم پہ واجب ہے عمل کی سنت
آپؐ کی منزلِ عظمت کو بشر کیا سمجھے — قابَ قوسین تو ادنیٰ ہے مقامِ رفعت

اس کے بعد چند معجزاتِ پیغمبرؐ کا ذکر ہے۔

آپؐ کے دستِ تصرف کا اثر ہے ورنہ — سنگریزوں کی گواہی ہے خلافِ خصلت
معبدوں میں جو بھڑکتی تھی وہ ٹھنڈی ہوئی آگ — آپؐ آئے تو ملی سارے جہاں کو راحت

عالمِ انسانیت پر آپؐ کے احسانات وفیوض کا ذکر بھی بڑے والہانہ انداز میں ہوا ہے۔

آپؐ نے مرد کا ہم سر کیا اس کو ورنہ — گھر کے سامان میں شامل تھی بچاری عورت

قصیدے کے خاتمہ کے قریب شاعر کا جوشِ عقیدت کن بلندیوں پر ہے، ذرا ملاحظہ کیجئے۔

جائے گی بعدِ فنا دوشِ ہوا پر اک دن — خاک ہوکر درِ سرکارؐ پہ میری میّت

یوں ہم دیکھتے ہیں کہ اس قصیدے میں علمی شوکت بھی ہے اور ماضی وحال امت پر دردمندانہ تبصرہ بھی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت وثنا بھی ہے اور اپنی عقیدت کا والہانہ اظہار بھی۔ آخر میں حسنِ طلب کے پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔

قاسمِ نعمتِ ربّ، شافعِ محشر ہیں حضورؐ میں کسی غیرِ خدا کی نہیں کرتا منت
کیا عجب بخش دیں سرکار بطیبِ خاطر
ہم برہنہ نفسوں کو سرِ محشر خلعت ۹۹

چونکہ فکری لحاظ سے یہ ایک بلند پایہ قصیدہ ہے اور اس تائیہ قصیدے میں، اجزائے قصیدہ بھی پورے شامل ہیں لہٰذا اسے نمایاں اور قابلِ ذکر قصیدوں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

تائب (حفیظ تائب، ۱۹۳۱ء، ۲۰۰۴ء): عہدِ حاضر کے بہت اہم نعت گو تھے۔ ان کا نعتیہ قصیدہ ان کے پہلے مجموعے "صلو علیہ و آلہٖ" میں "آیۂ نور" کے عنوان سے موجود ہے۔ ۱۴۹ اشعار پر مشتمل یہ قصیدہ فکر وفنی ہر دو اعتبار سے قابلِ تحسین ہے۔ قصدِ نعت کے وقت شعور وتحتِ شعور کی جملہ قوتوں کی یکجائی کے بیان سے قصیدے کا آغاز ہوتا ہے۔ روحِ عروجؑ کی دستگیری کے فیض سے مدح شروع ہوتی ہے اور کائنات پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احسانات کے خوبصورت ذکر تک جاتی ہے۔ یہ قصیدہ بے ردیف ہے۔ شعور، غفور قافیہ ہے۔ شاعر نے عام قصیدہ گو شعراء کے تتبع میں مدح کے اندر غزل کے قافیے دیا، قرار ہیں اور دور ردیف ہے۔ غزل کے بعد پھر مدح شروع ہوتی ہے۔ دعا وحسنِ طلب کے حصے میں شاعر کتنی دلکش دعا مانگتا ہے۔

حرزِ جاں ہو مجھے ثنائے رسولؐ رگ و پے میں ہو کیف و جذب و سرور
قبر میری بحقِّ ختمِ رُسل ہو فراخ و معنبر و پُر نور
آخرت کے سبھی مراحل میں میرے نزدیک تر ہوں میرے حضورؐ ۹۹ (

انور جمال: انور جمال نے دو نعتیہ قصائد (۱) میمیہ اور (۲) تائیہ لکھے ہیں۔ قصیدہ میمیہ کے آغاز میں ماہِ تمام ساکنانِ چمن سے کہتا ہے کہ

میرے چلنے سے ہے مدارِ حیات میری گردش ہے روز و شب کا نظام
میں بہاتا ہوں رات بھر آنسو تم نے رکھا ہے شبنم اس کا نام

یہ تشبیب یقیناً زبردست ہے لیکن............ یہیں سے گریز کا آغاز بھی ہوتا ہے۔

سن کے باتیں یہ ماہِ کامل کی بزمِ گلشن میں مچ گیا کہرام
مل کے کہنے لگے کہ اے مہتاب مہر گردوں کی روشنی کے غلام
ذرہ ذرہ ہے آفتاب یہاں تم نہیں جانتے زمیں کا مقام
شکلِ احمد میں اتری دنیا پر
رحمتِ ذوالجلال والاکرام

اس کے بعد براہِ راست مدح شروع ہوتی ہے جو مطلعِ ثانی کے بعد بھی جاری رہتی ہے۔ انور جمال کا اندازِ مدحت بے حد دلکش اور زبان کوثر وتسنیم میں دھلی ہوئی لگتی ہے۔ ایک خاص سرشاری اور وارفتگی کے عالم میں کہتے ہیں:

وہ نبی و رسول و پیغمبر اس کی ہر سانس پر درود و سلام
خامشی اس کی اعتکافِ صلوٰۃ گفتگو اس کی ہے اذانِ صیام
اس کے قدموں کی دھول ہیں مہ و مہر وہ شہِ ارضؐ آسمان خرام ۱۰۰

حقیقت یہ ہے کہ انور جمال کا قصیدہ اپنے ڈرامائی عناصر، والہانہ پن، فن پر کامل عبور اور عقیدت کی فراوانی کے پیشِ نظر عہدِ حاضر کے اہم قصائد میں شمار کیے جانے کے قابل ہے۔ انور جمال ہی کا دوسرا قصیدہ تائیہ ہے۔ جس کی تشبیب برکھا رُت سے تعلق رکھتی ہے، جس میں:

رنگ و خوشبو کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کے ہاتھوں زرد موسم ہوا تاراج، خزاں کو ہوئی مات

اس دعویٰ کے بعد گریز کی شوکت اور ایجاز کی عظمت دیکھیے:

صبح دم خالقِ باری کی تجلی چمکی آمدِ احمدِ مرسل کی ہیں ساری برکات

اس کے بعد براہِ راست مدح شروع ہوتی ہے۔

ذکر اب تیرا ہے اے شاہِ رفیع الدرجات نعت اب تیری ہے اے ماہِ جمیع الحسنات

نعت مضمون ہو اور فکر و تخیل میرا ... پر جبریل قلم' چشمۂ زمزم ہو دوات
علم والوں کا جو ہے چرخ وہ ہے تیری زمیں ... عقل والوں کی جو صدیاں ہیں وہ تیرے لمحات ۱۰۱

انور جمال کا یہ نعتیہ قصیدہ بھی اپنا جواب آپ ہے۔ انور جمال کا نام اردو نعتیہ قصائد گو شعراء میں احترام سے لیا جائے گا۔ انور جمال کا نعتیہ قصیدہ خصوصی ذوق و شوق کا مخزن ہے۔ روانی' شکوہِ علمی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احسانات کے ذکرِ جمیل نے اس قصیدے کو قابلِ ذکر بنا دیا ہے۔ آغاز میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کی برکتوں کا ذکر بڑے والہانہ انداز میں کیا گیا ہے۔

خشک دھرتی پہ اتر آئی ہے ایسی برسات ... کھل کے برسی ہے گھٹا دھل گئے سب ڈال اور پات
شاخساروں پہ پرندے ہیں کہ چہکارتے ہیں ... کہیں سبحان ترانۂ کہیں کو کو نغمات

شاعر کہتا ہے یہ سب باغ و بہار آمدِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سبب سے ہے۔ اس کے ساتھ ہی براہِ راست تخاطب شروع ہوتا ہے۔ پھر آپ کی مدحت کے حوالے سے عجز و بیاں کو موضوع بنایا ہے۔

لاکھ پہلو تری توصیف کے رہ جاتے ہیں ... کس قرینے سے لکھوں تیرے کمالات و صفات
منطق و فلسفہ و حکمت و دانش خاموش ... علم و ادراک و تفکر ہیں کہ ہیں بے اوقات

عالمِ رنگ و بو پر احسانات رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا والہانہ بیان قابلِ تحسین ہے۔

موسم گل ہے کہ ہے تیرے تبسم کا خراج ... ابر پارے ہیں کہ ہے تیرے پسینے کی زکوٰۃ
ماہ و خورشید کہ کرتے ہیں تلاوت تیری ... شاخِ گل' برگِ شجر پڑھتے ہیں تیرے آیات
کاسہ برکف تری دہلیز پہ شاہان و ملوک ... ترے دروازے سے پاتے ہیں سلاطیں خیرات ۱۰۲

حافظ (حافظ عبدالغفار پ ۱۹۴۸ء): ان کے نعتیہ قصیدہ دو سو بارہ اشعار پر مشتمل ہے اور قصیدے کے تمام اجزاء کا حامل ہے۔ اکثر قصیدے ردیف کے بغیر ہوتے ہیں کیونکہ ردیف مضمون کے تسلسل اور فطری بہاؤ میں رکاوٹ بن سکتی ہے لیکن حافظ کے اس قصیدے میں ردیف نے اپنا حسن دکھایا ہے۔

تشبیب میں شاعر خود کو کسی دھن میں دیکھ کر کہتا ہے کہ فکرِ سخن ہے تو نعت کہنی چاہئے۔ نعت بھی ایسی کہ تمام آدابِ نعت گوئی کا لحاظ رکھا گیا ہو۔

لایئے بحرِ تخیل سے وہ موتی ڈھونڈ کر ... ہو الگ سارے سخن دانوں سے لہجہ آپ کا
امتیازِ مرسل و مرسل ہے لازم شعر میں ... آگے بڑھ جائے کہیں حد سے نہ خامہ آپ کا ۱۰۳

نعت گوئی کے آداب کے ذکر کے بعد گریز کا مرحلہ آتا ہے۔

کر کے اب موقوف اے حافظ یہ اندازِ سخن ... کیجئے وہ جو کہ ہے مقصودِ اعلیٰ آپ کا

پھر مدح کا حصہ شروع ہوتا ہے۔ چند اشعار مدح دیکھئے۔

منہ مرا چھوٹا ہے لیکن بات ہے کتنی بڑی ... آپؐ کی محفل میں پڑھتا ہوں قصیدہ آپ ہے
یوں تو سارے انبیاء ہیں ذکر کے قابل مگر ... ذکر ہے کون و مکاں میں سب سے اچھا آپ کا
کچھ نہ ہوتا' گر نہ ہوتی ذاتِ اقدس آپؐ کی ... لے کے آیا ہے عدم سے ہم کو ہونا آپؐ کا
خیرہ کر سکتا نہیں اس آنکھ کو خورشید بھی ... جلوہ فرما جس کی پتلی میں ہو جلوہ آپؐ کا

حافظ نے قصیدے کی روایت کے تتبع میں قصیدے میں متعدد مطلعے استعمال کئے ہیں۔ مثلاً

ہر قدم پر کام آتا ہے حوالا آپ کا ... معتبر ہے نام کتنا میرے آقا آپ کا

آپؐ کی سیرت کا بیان اور عالمِ رنگ و بو پر آپؐ کے احسانات کے ذکر کے بعد طلب و دعا کا حصہ ہے۔

اے دلیلِ صبحِ ایماں' کشتۂ ظلمت ہوں میں ... میری شب کو بھی میسر ہو سویرا آپؐ کا
کوثر و تسنیم کی خواہش نہیں ہرگز مجھے ... میں فقط ہوں تشنۂ دیدار مولا آپؐ کا
دم لبوں پر ہے میرا پہنچے اجل آنے کو ہے ... انتظار اب ہے بس اے جانِ مسیحا آپؐ کا

اپنے اجزا کے مکمل ہونے اور مجموعی تاثر کے حوالے سے یہ ایک کامیاب قصیدہ ہے' جس کی تفہیم بھی مشکل نہیں۔ مشفق خواجہ نے اس قصیدے کے متعلق لکھا ہے۔

"اس طویل قصیدے میں شاعری اور عقیدت کا ایسا امتزاج نظر آتا ہے جو محسن کاکوروی کے نعتیہ کلام کا خاصہ ہے۔"
ڈاکٹر اسلم فرخی کے بقول:
"یہ قصیدہ زورِ بیان، قدرتِ کلام، فنی مہارت اور پاکیزگی کا بڑا دلکش نمونہ ہے۔"
نعتیہ قصائد کی یہ فہرست یقیناً نامکمل ہے لیکن اتنا ضرور ظاہر کرتی ہے کہ نعتیہ قصائد بھی شروع ہی سے لکھے جا رہے ہیں۔ اوپر ذکر کیے گئے شعراء کے علاوہ بھی بہت شعراء نے قصائد لکھے۔ چند اہم نام درج ذیل ہیں:
"اقبال سہیل، حافظ مظہر الدین، مولانا حسن رضا بریلوی، حفیظ تائب، صبا اکبر آبادی، نیاز فتح پوری، مولانا نعیم صدیقی، شمیم یزدانی، اصغر علی شاہ، حافظ لدھیانوی، خالد بزمی، خالد علیم، ریاض چودھری، خالد احمد، بشیر احمد تمنا، راز کاشمیری، حافظ چشتی، تونسوی وغیرہ۔
اردو قصیدوں میں نعت کا سرمایہ وسیع بھی ہے اور وقیع بھی۔ نعت نے اس قصیدے کو پھر سے نئی زندگی دے دی جو شاہوں کے درباروں کے اجڑنے کے بعد قریب موت تھا۔ یہ نعت کا قصیدے پر احسان ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

قصیدے کی ہیئت میں تجربے

علیم ناصری: اردو نعتیہ ادب میں ایک وقیع اور معتبر نام۔ نعتیہ قصائد کے حوالے سے بھی شہرت پائی۔ ان کے نعتیہ مجموعے "طلع البدر علینا" میں ایک نعتیہ قصیدہ بھی ہے۔ یہ قصیدہ حمد و نعت، نونیہ ہے اور اسے "موجِ راوی" کا عنوان دیا گیا ہے۔ اردو ادب میں اس کی کئی اہمیتیں ہیں اور یہ نعتیہ قصائد کی تاریخ میں ایک نہ بھلایا جاسکنے والا قصیدہ ہے۔
دریائے راوی کے کنارے شاعر سکون و جنوں کے مناظر دیکھتا ہے۔ اسے راوی کا مضطر پانی سرور و سرود کا حامل دکھائی دیتا ہے جو پہاڑوں کا خراج بحیرہ عرب تک پہنچا رہا ہے۔ شاہ جہاں کا مقبرہ اسے بے ہاؤ ہو، پارہ دری ویران اور مزار نور جہان تیرہ و تار لگتا ہے لیکن بادشاہی مسجد ماضی کے جلال و جمال سمیت رنگ و نور بانٹ رہی ہے۔ مینار پاکستان فقط سیر گاہ اور خود شاعر کی طرح زار و زبوں لگتا ہے۔ قلعہ باعثِ حزن و ملال مناظر دکھا رہا ہے۔ اس پس منظر میں شاعر راوی کی موج سبک رو سے پوچھتا ہے:

آئی کدھر سے ہے تو، اب ہے کہاں کا سفر — کس کی طلب میں ہے شوق لحہ بہ لحہ فزوں
سن کے رکی دفعتہً کہنے لگی اٹھ کے یوں — حق کی نشانی ہے ایک میرا درون و بروں

واضح رہے کہ یہ سب تشبیب کا حصہ ہے۔ موجِ راوی بولتی ہے تو قصیدے کا قافیہ بدل جاتا ہے۔ فزوں، دروں، جنوں، فسوں کی جگہ نہیں، کہیں، زمیں وغیرہ قوافی لے لیتے ہیں۔ موجۂ آب کا بیان، شاعر کی شوخیٔ طبع کا عکاس ہے۔

دشت و بیاباں مرے، ریگ و خیاباں مرے — سیل میں جلوہ فروز، بحر میں خلوت گزیں
کشت میں میری نمو، رود میں میرا شہود — ابر مرا آسماں، آب جو میری زمیں
تند ہوائیں مری، کالی گھٹائیں مری — رعد مرا ہم سفر، برق مری ہم زمیں
دوشِ ہوا پر کبھی ہے مری لمبی اڑان — پھر کبھی دریا میں ہوں، غوطہ زن و تہ نشیں
میری نظر میں نہیں کچھ بھی یہ پست و بلند — کوہ پہ میری کلاہ کاہ پہ میری جبیں

یہ محض نعرہ بازی نہیں، ان کے پیچھے سائنسی حقائق ہیں۔ شاعر نے کمال مہارت سے سائنس کو شعر کا چولا پہنا دیا ہے۔ شوکتِ الفاظ، بیان کی وجاہت اور لہجے کا خمار سب کے سامنے ہے۔ کلاہ اور کاہ کے الفاظ یونہی نہیں آ گئے، شاعر کی نگاہِ انتخاب کا عکس بن کر آئے ہیں۔ موج شاعر کو اپنی گفتگو میں شامل کرتی ہے۔

میں کہ ہوں پانی کی بوند تو کہ ہے مشتِ غبار — میں بھی نحیف و حزیں تو بھی نحیف و حزیں
کارکنانِ اجل مشتغل و مستعد — میرے یسار و یمیں تیرے یسار و یمیں

جب ہر طرف کارکنانِ قضا نظر آئے تو معاً وہ ذات یاد آئی جو باقی و غیر فانی ہے، یہی مرحلۂ گریز ہے اور یہیں سے شاعر اللہ جل مجدہٗ کی توصیف شروع کرتا ہے۔

زندۂ جاوید ہے ذاتِ خدائے احد — خالق ہر دو سرا، جان و جہان آفریں

ذاتِ لم یزل وحدہٗ لاشریک کی حمد و ثناء کے بعد شاعر ارضِ بسیط کے حادثہ ہائے وجود و شہود پر غور کرتا ہے، مجمعِ قحط و بلا، شوکتِ شاہنشہاں،

کشمکشِ خیر و شر وغیرہ کو بیان کرتا ہے، اُمم سابقہ کی نافرمانیاں اور عذابِ الٰہی کا تذکرہ کرتا ہے۔

ملتیں اکثر ہوئیں موردِ رجز و عقاب ۔۔۔ صاعقہ و رجم و غرق صرصر و سیلِ رواں

اب یہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدحت کا آغاز ہوتا ہے۔

حق نے بالآخر کیا مہرِ رسالت طلوع ۔۔۔ جس سے منور ہوئی بزمِ زمان و مکاں
ارضِ عرب پر ہوئی حق کی نگاہِ کرم ۔۔۔ بعثتِ اُمی ہوئی اُمتوں کے درمیاں
رتبۂ اسرا کسی اور نے پایا نہیں ۔۔۔ احمدِ مرسل ہوا سائرِ ہفت آسماں
دہر میں اس کا وجود رحمتِ عالم تمام ۔۔۔ جس سے عرب کی زمیں ہوگئی عنبر فشاں

موجِ آب سے یہ باتیں سن کر شاعر بھی نعت کی تحریک پاتا ہے، چنانچہ خود نعت کہنے لگتا ہے لیکن اب پھر قافیہ بدل جاتا ہے۔ اس طرح قصیدے کا چوتھا مطلع سامنے آتا ہے:

ابطحی و ہاشمی شاہ زمین و زمن ۔۔۔ پاک نظر پاک رُو پاک زبان و دہن
مجمع جملہ صفات، اسم محمد کریمؐ ۔۔۔ صاحبِ خلقِ عظیم ذوالکریم و ذوالمنن
سر سے قدم تک تمام نکہت و نور و طہور ۔۔۔ علم و بصیرت کا شہر حلم و حیا کا چمن ۱۰۳؎

بعد ازاں خلفائے راشدین کی تعریف ہے جس سے قصیدے میں منقبت کی خوشبو بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ یوں یہ قصیدہ بڑی کامیابی سے اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اس قصیدے کی بحر وہی ہے جو علامہ اقبالؒ نے نظم ''ذوق و شوق'' میں استعمال کی ہے۔ علمی شکوہ کے اظہار کے لئے یہ بحر معروف ہے۔

فکری و فنی طور پر اس قصیدے کی کچھ خصوصیات کی طرف اشارہ ضروری ہے۔

i۔ اس قصیدے میں حمد، نعت اور منقبت کے مضامین مل جاتے ہیں۔

ii۔ تشبیب میں مناظرِ فطرت کا بیان ہے، جس سے قصیدے کی خوبصورتی میں اضافہ ہوا۔

iii۔ فنی طور پر فطری مناظر کے حوالے سے جذبات کی تجسیم وغیرہ۔ نیز ڈرامائی عناصر کے پیدا ہونے سے قصیدے کا حسن دوبالا ہو گیا ہے۔

iv۔ فنی و ہیئتی حوالے سے اس ایک قصیدے میں چار مطلعے لائے گئے ہیں۔ چاروں کا قافیہ الگ الگ ہے۔ اگرچہ تمام قوافی نونیہ ہیں لیکن مختلف الآہنگ ہیں۔ جیسے جنوں، زمیں، زماں اور زمن کہ سب کے آخر میں ن ہے لیکن سب کا انداز و مزاج جدا ہے۔ ہیئتی تجربے کے حوالے سے بھی یہ قصیدہ یادگار ہے۔

مسلم (ابوالامتیاز ع۔ س۔ مسلم): ان کی کتاب ''زمزمہ درود'' میں ایک نعتیہ قصیدہ بھی شامل ہے جو صفحہ نمبر (۴۴) تا (۵۱) پھیلا ہوا ہے۔ اس قصیدے میں ہیئت کا ایک خوب صورت تجربہ کیا گیا ہے۔ اس کے آخری شعر کے دونوں مصرعے آپس میں ہم قافیہ و ہم ردیف ہیں لیکن باقی اشعار سے یہ قافیہ اور ردیف میں مختلف ہیں۔

مسلم ابوالامتیاز نے ہی اپنی ایک دوسری کتاب ''کعبہ و طیبہ'' میں ایک نظم ''بردرِ مصطفےٰ'' غزل کی ہیئت میں لکھی ہے۔ جس میں شاعر نے منفرد تجربہ کیا ہے نظم کا آغاز غزل کی ہیئت میں کیا ہے۔ پھر مثنوی کی ہیئت اپنائی ہے پھر غزل کی اور پھر مثنوی کی۔ یوں یہ نظم، غزل اور مثنوی کے امتزاج کا رنگ پیش کرتی ہے۔

اصطلاحاً ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ قصیدہ نہیں:

بعض شعراء کرام نے اپنی دانست میں نعتیہ قصائد لکھے لیکن وہ قصیدے کی ہیئت استعمال نہیں کر سکے۔ اگر معناً نعتیہ قصیدے سے مراد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مطلق صفت و ثنا لی جائے، تو بے شک یہ منظومات قصیدہ کہلا سکتی ہیں، لیکن اگر قصیدہ ایک ادبی اصطلاح ہے، اس کی مخصوص ہیئت متعین ہے تو اس ہیئت میں نہ لکھ سکنے والوں کی نعت اصطلاحاً نعتیہ قصیدہ نہیں کہلا سکتی۔ یہاں کچھ ایسی مثالیں پیش کرنا مقصود ہے، جو اصطلاحاً قصیدہ نہیں۔

ڈاکٹر منظور الحق مخدوم: ان کے نعتیہ مجموعہ ''تاجدارِ حرم'' میں نعتیہ نظم ملتی ہے۔ اس نظم کا عنوان ہے۔ ''نذرانۂ مخدوم'' اس عنوان کے بالکل نیچے ایک ضمنی عنوان درج ہے۔ ''قصیدۂ نعتیہ'' ۱۰۴؎

گویا مخدوم نے اپنی دانست میں یہ نعتیہ قصیدہ لکھا ہے، لیکن اسے ادبی اصطلاح کے حوالے سے قصیدہ نہیں مانا جا سکتا کیونکہ یہ قصیدے کی

ہیئت میں نہیں لکھا گیا۔ یہ دراصل مربع ہیئت میں لکھی گئی نعتیہ نظم ہے لہٰذا اس کا ذکر مربع ہیئت کی ذیل میں ہونا چاہیے نہ کہ قصیدے کے طور پر۔ اس نظم کے پہلے بند کے آخری دو مصرعے اور دوسرے بند کے پہلے دو مصرعے درج ذیل ہیں تا کہ اندازہ ہو سکے کہ مخدوم کی محولہ بالا نظم مربع ہے قصیدہ نہیں۔

اور شامِ ابد ہے ترے انوار سے روشن — واللیل ہیں گیسو ترے والشمس ہیں رخسار
صورت سے ہویدا ہے مصور کی جلالت — سیرت تری صورت گرِ تقدیسِ خدا ہے ۱۰۵

کیفی (محمد زکی): کیفی کے مجموعۂ کلام "کیفیات" میں ایک نعتیہ نظم کا عنوان دیا گیا ہے۔ "قصیدۂ نعتیہ" ۱۰۶

یہ بھی دراصل اصطلاحاً قصیدہ نہیں بلکہ مثنوی ہے۔ اس کے دو شعر بطور نمونہ درج ہیں تا کہ اس کا قصیدے کی ہیئت میں نہ ہونا واضح ہو سکے:

پردے اٹھے نگاہ سے ہر شے نکھر گئی — تنویرِ صبح' رات کے رخ پر نکھر گئی
دشت و جبل سے نور کے کوندے لپک پڑے — کلیوں کے جام پھولوں کے ساغر چھلک پڑے ۱۰۷

قمرا جنالوی: ان کا نعتیہ مجموعہ "قصیدہ بنام خیر المرسلین" لاہور سے ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا۔ کتاب کے نام کے علاوہ' صفحہ نمبر ۳ پر یہ عبارت جلی حروف میں تحریر کی گئی ہے: "قمرا جنالوی کا تاریخی قصیدہ"

اسکے متعلق معروف نقاد ڈاکٹر عبادت بریلوی نے بھی لکھا کہ یہ قصیدہ ہے: "بارہا اس قصیدے کو پڑھنے کو جی چاہتا ہے' میں نے کئی بار پڑھا۔" ۱۰۸

احمد ندیم قاسمی نے بھی اس کے لئے لفظ قصیدہ استعمال کیا۔ ۱۰۹

مندرجہ بالا بزرگوں نے قمرا جنالوی کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے اس فن پارے کو غالباً معنوی لحاظ سے قصیدہ کہہ دیا ہے اگر چہ حقیقت یہ ہے کہ ہیئتی حوالے سے یہ قصیدہ نہیں بلکہ مخمس ہے۔ جب لفظ بطور اصطلاح استعمال ہوگا تو اس کا مفہوم بھی اصطلاحی لیا جائے گا۔ اب اس نظم کے دو بند دیکھئے جس سے یقین ہو سکے کہ ادبی اصطلاح کے حوالے اور ہیئتی اعتبار سے یہ قصیدہ نہیں ہے:

پڑے ہیں دل میں اگرچہ گھاؤ — یہ کیا جنوں ہے یہ کیا لگاؤ
نہ اتنے گستاخ ہوتے جاؤ — نہ کوئی ایسا کلام لکھو
قمر نبیؐ کو پیام لکھو
یہ دل کی باتیں' یہ غم کے قصے — حضورِ بطحا سے تم کہو گے؟
بھلا تمہاری بساط کیا ہے — نہ کوئی رودادِ خام لکھو
قمر نبیؐ کو پیام لکھو ۱۱۰

ان دو بندوں سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہ قصیدہ کی ہیئت نہیں بلکہ مخمس ترجیع بند کی ہیئت ہے لہٰذا اس نعتیہ نظم کا ذکر قصیدے میں نہیں مخمس کی ذیل میں ہونا چاہیے۔ اسی مجموعے میں قمرا جنالوی نے اپنی ایک نظم کو "نعتیہ قصیدہ بنام خیر الانامؐ" کا عنوان دیا ہے۔ یہ نظم مجموعے کے صفحہ ۹۳ پر رقم ہے۔ یہ بھی اصطلاحاً قصیدہ نہیں بلکہ ایسی نعتیہ نظم ہے جو قطعات پر مشتمل ہے۔ حافظ لدھیانوی کے نعتیہ مجموعے "یا صاحب الجمال" میں مربع مستزاد ہیئت میں ایک نعت ہے جس کا عنوان اگر چہ "قصیدہ مدحت والتجا" رکھا گیا ہے۔ تاہم یہ بھی اصطلاحاً قصیدہ نہیں کیونکہ اس کی ہیئت قصیدے کی نہیں۔ بے چین رجپوری کی ایک نعت ان کے مجموعے "ضوبار حرم" کے آغاز میں موجود ہے۔ اس کا عنوان ہے "قصیدہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ" لیکن یہ نظم بھی اصطلاحاً قصیدہ نہیں کیونکہ یہ قصیدہ کی ہیئت میں نہیں بلکہ مسدس کی ہیئت میں ہے۔ اس نظم کے ۳۶ بند ہیں اور بلاشبہ اس میں حضور نبی اکرم ﷺ کی مدحت بھی موجود ہے لیکن قصیدہ کی ہیئت میں نہ ہونے کے سبب اسے ہم اصطلاح کے طور پر قصیدہ کی ہیئت میں لکھا ہوا منظوم کلام نہیں کہہ سکتے۔

ب۔ غزل

تعریف' صنفی و ہیئتی شناخت:

غزل اصلاً عربی زبان کا لفظ ہے لیکن اسے ادبی اصطلاح اہلِ ایران نے بنایا۔ غزل کے لغوی معانی ہیں "ذکرِ زناں و عشق بازی با ایشاں و شرحِ زیبائی معشوق و بیانِ سوز و گداز و حدیثِ اشتیاق و دل باختگی۔" ۱۱۱

شمس قیس رازی نے المعجم میں کتے اور ہرن (کلب و غزل) کے حوالے سے غزل کی جو تشریح کی ہے' اس کے پیشِ نظر انور جمال کا خیال ہے کہ "اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ لفظ غزل' غزال سے ہی نکلا ہوگا۔" ۱۱۲

''ہرن کی وہ ضعیف' دردناک' پرسوز اور رحم انگیز آواز جو شکاری کتوں میں گھر جانے کے وقت اس کے حلق سے نکلتی ہے غزل کہلاتی ہے۔'' [۱۱۳]

حفیظ صدیقی کا خیال ہے کہ ''شروع میں اول الذکر معانی سے غزل کے موضوعات اور موخر الذکر معانی سے غزل کا لہجہ متعین ہوا۔'' [۱۱۴]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غزل وہ صنفِ سخن ہے جس میں حسن و عشق کی باتیں دلی سوز و گداز سے کی جائیں۔ قصیدہ.........غزل سے پہلے موجود تھا۔ اس کے آغاز میں تشبیب کا جو حصہ ہوتا تھا' شعراء اس میں محبوب کے حسن و شباب کی باتیں کر کے کلام کو رنگین اور دلکش بناتے تھے' تشبیب کے اسی حصہ کو نسیب بھی کہا جاتا تھا۔ تشبیب یا نسیب کا یہ حصہ ایرانیوں نے قصیدے سے الگ کر کے اسے ایک الگ ادبی صنف ٹھہرایا اور اسے غزل سے موسوم کیا۔ غزل کی ظاہری شکل و صورت بالکل قصیدے جیسی ہے۔ یہ ہیئتی مماثلت بھی اس بات کی دلیل ہے کہ غزل دراصل قصیدے کا ایک جزو ہے جو قصیدے سے الگ ہو کر الگ صنف تو بن گئی ہے' لیکن ہیئت وہی ہے۔ غزل کی ہیئتی شناخت درج ذیل امور سے وابستہ ہے۔

ا۔ **بحر**.........ہر غزل کسی مخصوص شعری بحر میں لکھی جاتی ہے اور شروع سے آخر تک یہی بحر برقرار رہتی ہے۔ چنانچہ سنبل نگار کے بقول:

''غزل کے تمام مصرعے کسی ایک بحر میں ہوتے ہیں۔'' [۱۱۵]

اگر ایک غزل کا ہر مصرع یا ہر شعر یا چند شعر کسی دوسری بحر میں ہوں تو اس کی ہیئتی شناخت متزلزل ہو جائے گی۔

ب۔ مخصوص ترتیب قوافی.........عموماً غزل تین حصوں پر مشتمل ہوتی ہے۔

i۔ **مطلع:** غزل کا پہلا شعر بشرطیکہ اس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوں' اگر دونوں مصرعے ہم قافیہ نہ ہوں تو یہ غزل کا پہلا شعر تو ہوگا لیکن اصطلاحاً اسے مطلع نہیں کہا جائے گا۔

ii۔ **مقطع:** غزل کا آخری شعر بشرطیکہ اس میں شاعر نے اپنا تخلص بھی استعمال کیا ہو۔ اگر تخلص استعمال نہیں ہوا تو غزل کا آخری شعر مقطع نہیں کہلاتا۔

iii۔ مطلع اور مقطع کے درمیان کے تمام اشعار۔ ان کا دوسرا دوسرا مصرع مطلع سے ہم قافیہ ہوتا ہے۔

غزل کی ہیئتی شناخت کا اکثر و بیشتر مدار اسی ترتیبِ قافیہ پر ہے کہ اس کے اشعار قصیدہ کی طرح ہوتے ہیں۔ ہر شعر کا دوسرا دوسرا مصرع آپس میں ہم قافیہ ہوتا ہے۔ اس ضمن میں بعض ضروری وضاحتیں درج ذیل ہیں۔

i۔ مطلع غزل کی شان ضرور ہے لیکن خود اتنا ضروری نہیں کہ مطلع کے بغیر غزل اپنی ہیئت کھو دے۔ شعراء نے مطلع کے بغیر بھی غزلیں کہی ہیں اور اہلِ ادب انہیں غزل ہی مانتے ہیں۔ (اس ضمن میں علامہ اقبال کی غزلوں کی مثال سب کے سامنے ہے)

ii۔ مقطع بھی ضروری نہیں۔ مقطع گویا غزل پر شاعر کی ملکیت کا دعویٰ بھی ہوتا ہے اور غزل کے اختتام کا اعلان بھی لیکن مقطع کے بغیر غزلوں کی ایک بہت بڑی تعداد اس کے لازمی نہ ہونے کا ثبوت بھی ہے۔ غزلیہ ہیئت میں نعتیں کہنے والے کچھ شعراء نے بربنائے اخلاص نعتیہ غزل میں تخلص استعمال نہیں کیا۔ (جیسے حفیظ صدیقی' عبدالعزیز شرقی وغیرہ)

iii۔ شعراء نے اپنی مرضی سے اس ہیئت میں طرح طرح کی خوبصورتی شامل کی ہے مثلاً

ایک مطلع کے بجائے ایک اور مطلع کہہ دینا (جسے حسنِ مطلع کہتے ہیں)

بعض شعراء کے ہاں حسنِ مطلع کے بعد بھی ایک یا زیادہ مطلع نما اشعار پائے جاتے ہیں۔

بعض شعراء نے پہلے سے آخری مصرع تک تمام مصرعوں کو ہم قافیہ و ہم ردیف رکھا ہے۔

بعض شعراء مقطع میں آنے والے تخلص کو آخری شعر کے بجائے پہلے شعر (یا مطلع) میں لائے ہیں۔

بعض نے اپنا تخلص مطلع مقطع کے بجائے اپنی مرضی سے درمیان میں آنے والے کسی شعر میں استعمال کیا ہے۔

بعض نے اپنے تخلص کو ردیف بنا کر پہلے شعر سے آخری شعر تک استعمال کیا ہے۔

اگرچہ ردیف شاعر کو ایک دائرہ تک محدود رکھتی ہے تاہم شعر کے ترنم اور حسن میں اضافے کا باعث بھی بنتی ہے' لہٰذا شعراء نے ردیف کو غزل کا لازمی حصہ کبھی نہیں سمجھا۔ اگر ردیف ہے تو بجا اور اگر نہیں ہے تو بھی غزل کی ہیئت متاثر نہیں ہوتی۔

ج۔ غزل کے اشعار کی تعداد.........یہ بہت گھمبیر مسئلہ ہے۔ حفیظ صدیقی لکھتے ہیں:

''غزل کے لئے کم از کم پانچ اشعار کا ہونا ضروری ہے۔ زیادہ سے زیادہ اشعار کی کوئی حد مقرر نہیں تاہم گیارہ شعروں

تک غزل کو طول مناسب سمجھا جاتا ہے۔ غزل میں تعداد اشعار کا طاق ہونا انسب سمجھا جاتا ہے۔"۶؎

درج بالا اقتباس میں "سمجھا جاتا ہے" الفاظ اس کی لازمی تعیین کی طرف اشارہ نہیں کرتے' یعنی اگر شاعر نے بارہ شعروں پر مشتمل غزل کہہ دی ہو تو وہ بھی بہر حال غزل ہی ہے۔ اشعارِ غزل کے طاق ہونے کی وجہ روحانی نسبت کے علاوہ اگر کوئی ہے تو راقم کے علم میں نہیں۔ بزرگوں نے اسے مناسب گردانا ہے تو اسے مان لینے میں کیا ہرج ہے لیکن یہ غزل کی ہیئتی شناخت کی اساسی شرائط میں سے نہیں ہے' شاید اسی لیے پروفیسر رفیع الدین ہاشمی نے تعداد اشعار کی قید کو بے معنی چیز قرار دیا ہے۔۷؎

غزل کی صنفی شناخت۔۔۔ ہیئتی شناخت کے علاوہ غزل کی ایک صنفی شناخت بھی ہوتی ہے۔ غزل کا ہر شعر ایک مکمل اکائی ہوتا ہے۔ اس کے مضمون کے لئے قطعاً ضروری نہیں کہ پہلے یا بعد والے شعر کے ساتھ اس کا کوئی منطقی ربط ہو۔ چونکہ غزل کا ہر شعر الگ مضمون رکھتا ہے لہٰذا کلیم الدین احمد نے اس کے فکری انتشار کے باعث اسے نیم وحشی صنفِ سخن قرار دیا۔ اس بناء پر اس کی مخالفت بھی کی گئی لیکن سچ یہ ہے کہ یہی منتشر الخیالی ہی تو غزل کا اصل حسن اور اصلی خوبی ہے۔ اسی خوبی کے باعث وہ غزل' جس کے موضوعات کی بنیاد ہی حسن و عشق اور شباب و رباب تھا' دنیا جہان کے موضوعات کو اپنے اندر سمو گئی۔ غزل کے مختلف اشعار' مختلف مضامین کے باعث ہی بارہ مصالحے کی چاٹ سے زیادہ لذیذ ہوتے ہیں۔ مذہبی' عمرانی' سیاسی' اقتصادی غرض ہر طرح کا مضمون غزل کے شعر میں لایا جاسکتا ہے۔ اس کے باوجود کہ ارتباطِ فکر اور تسلسلِ خیال غزل کے لئے غیر ضروری ہے ایک چیز اور بھی ہے جو ان بکھرے موتیوں کو ایک ہار میں پروئے رکھتی ہے۔ شمیم احمد کے بقول:

> "غزل گو شاعر زندگی کے تمام تر خارجی مظاہر کو اپنی ذات اور فکر کا جزو بنائے انہیں واقعے کی طرح خود کو ان سے علیحدہ (Detach) کر کے بیان نہ کرے' بلکہ انہیں اپنی ہی ذات کی ایک واردات بنا کر پینٹ کرے۔ شاعر کی ذات و شخصیت کی' ہر بیان و اظہار میں یہ شرکت (جسے ہم غزل کی مخصوص کیفیت کا نام دے سکتے ہیں)' پوری غزل اور اس کے ہر شعر کے بطن میں جاری و ساری ہونی چاہیے۔"۸؎

شمیم احمد کے اس بیان کا آسان سا مطلب یہ ہے کہ شاعر کی قلبی حالت اور داخلی کیفیت ان منتشر افکار کو ایک اندرونی وحدت عطا کرتی ہے اور یہی داخلیت غزل کی صنفی شناخت میں اہمیت رکھتی ہے۔ ہمیں فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ بعض شعراء کے ہاں مسلسل مضمون بھی غزل کی زینت بنا ہے۔ ایسے شعراء کی تعداد بھی خاصی ہے۔ (مثلاً مولانا حالی کے ہاں) اگر غزل کے تمام اشعار ایک ہی خیال کے گرد گھومتے ہوں تو ایسی غزل کو غزلِ مسلسل کہتے ہیں۔ غزلِ مسلسل میں بھی شاعر کی فنکاری داخلی تنوع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتی۔ یوں غزل کا بھرم قائم رہتا ہے۔

اگر شاعر ایک خیال پیش کرنے کے بعد محسوس کرے کہ ابھی بہت کچھ کہنا باقی رہ گیا ہے تو وہ اپنی غزل میں مزید اشعار شامل کر کے اس مضمون یا خیال کو طویل بنا دیتا ہے یا ایک غزل کہہ کر اسی بحر' قافیے اور ردیف میں ایک اور غزل کہہ ڈالتا ہے۔ جسے دو غزلہ کا نام دیا جاتا ہے۔ سہ غزلہ' چہار غزلہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ نو غزلہ کی مثال تو انشاء کے ہاں ملتی ہے۔ غزل کے مضامین مسلسل ہوں یا غیر مسلسل' اچھا شاعر غزل کے ہر شعر کی منفرد حیثیت اور الگ اکائی کی کیفیت کا ضرور اہتمام کرتا ہے۔

غزل میں شاعر کی داخلی کیفیت کی طرح رمز و ایماء بھی غزل کی صنفی شناخت میں معاون ہے۔ غزل کا شاعر توضیح کے بجائے اشارہ و کنایہ سے کام لیتا ہے۔ تشبیہات و استعارات کو بھی استعمال میں لاتا ہے۔ چونکہ اسے ایک لمبا چوڑا مضمون محض دو مصرعوں میں مکمل کرنا ہوتا ہے' لہٰذا اس کی مجبوری بھی ہے کہ وہ اشارہ و کنایہ سے کام لے۔ البتہ اگر شاعر یہ محسوس کرے کہ اس کا مضمون ایک شعر میں مکمل نہیں ہوسکا' وہ اسے مزید اشعار تک پھیلا کر بیان کرنا چاہے تو اس مضمون کے حامل پہلے شعر کے بعد "ق" لکھ دیتا ہے جو قطعہ بند کا مخفف ہے اور جس کا یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ بات جاری ہے۔

مندرجہ بالا معروضات سے واضح ہے کہ غزل کی ہیئت بظاہر سادہ سی ہے لیکن غزل گوئی اتنی سادہ نہیں۔ ناصر کاظمی نے کہا تھا:

کہتے ہیں غزل قافیہ پیمائی ہے ناصر — یہ قافیہ پیمائی ذرا کر کے تو دیکھو

غزل کی ایک اور خصوصیت اس کی علامتی دنیا ہے۔ ساقی' شراب' پیالہ' پھول' چاند' خنجر' قتل وغیرہ جب غزل میں استعمال ہوتے ہیں تو لغوی معانی کے بجائے علامتی معانی میں۔ غالب نے کہا تھا:

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو — بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

غزل کے شارح کو الفاظ کے لغوی معنی سے ہٹ کر ان خاص معانی پر توجہ مرکوز کرنا پڑتی ہے' جو شاعر کے پیش نظر تھے۔ ان مخصوص معانی کا تعین اس قرینے اور لفظ کے استعمال کے مخصوص انداز سے ہوتا ہے' جو شاعر کی محنت سے شعر میں در آتا ہے۔ چنانچہ غزل میں مختلف الفاظ (بلکہ بسا

اوقات متضاد الفاظ) ایک خاص معنی کے حامل ہوتے ہیں۔ پھول سے مراد محبوب لیا جاتا ہے لیکن محبوب کیلئے صنم' پتھر' قاتل کے الفاظ بھی مستعمل رہے ہیں۔ چاند' تارا' سورج وغیرہ کو بھی محبوب کے معانی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اہم چیز شاعر کا ان لفظوں کو استعمال کرنے کا ڈھنگ اور فنی مہارت ہے۔ لفظوں کا یہ استعمال مجازی محبوب کیلئے ہے۔ غزل جب نعت بنتی ہے تو سب کچھ بدل جاتا ہے۔ اگرچہ غزل کی ہیئتی وصنفی شناخت بہتر طور برقرار رہتی ہے لیکن فکر کے زاویے' سوچ کے انداز اور معانی کے پہلو بدل جاتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' اللہ کے محبوب' آخری نبی' محسنِ انسانیت اور مخلوق میں بزرگ ترین ہستی ہیں۔ لہٰذا ان کا ادب مخصوص تقاضے رکھتا ہے۔ ان کی بارگاہ میں شوخی' بے جا مبالغہ' تعلّی' جھوٹ وغیرہ کا کیا کام۔ یہاں تو عجز' ادب اور غلامی کا سکہ چلتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات یا ان کی کسی نسبت کیلئے تشبیہ لانے سے پہلے ہزار بار سوچنا چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خلاف حقیقت تشبیہ' ادب کے برعکس استعارہ یا سوئے ظن پر مبنی لفظ استعمال ہو جائے تو ایمان ہی جاتا رہے۔ عرش سے نازک تر اس ادب گاہ میں حاضری کے اصول وضوابط کو مدنظر رکھے بغیر نعتیہ غزل نہیں کہی جا سکتی۔ نعتیہ غزل میں بھی الفاظ اپنے لغوی معانی سے ہٹ کر استعمال ہو سکتے ہیں۔ سیاق وسباق شاعر کے لائے ہوئے قرینے اور نعت کی پاکیزہ فضا کا خیال رکھے بغیر ان معانی تک رسائی آسان نہیں۔

غزل کی مقبولیت:

غزل بہت سخت جان صنفِ سخن ہے۔ ہزار مخالفتوں کے باوجود زندہ ہے۔ سنبل نگار کے بقول:

> ''اردو میں جب سے تنقید کا آغاز ہوا' اس وقت سے غزل کی مخالفت بھی شروع ہو گئی۔ حالی کو اس میں سنڈاس کی بدبو محسوس ہوئی۔ کلیم الدین احمد نے اسے نیم وحشی صنفِ سخن ٹھہرایا۔ عظمت اللہ خاں نے مشورہ دیا کہ غزل کی گردن بے تکلف اڑا دینی چاہیے۔ ایسی شدید مخالفت کے باوجود غزل کی مقبولیت میں ذرہ برابر کمی نہ آئی' اضافہ ہی ہوتا رہا اور غزل نے اپنی توانائی کا ایسا ثبوت دیا کہ آج کوئی اس صنفِ سخن کے خلاف لب کشائی کی جرأت بھی نہیں کر سکتا۔''۱۱۹

آیئے غزل کی مقبولیت کے اسباب پر ایک نظر ڈالیں۔

i۔ غزل کی مقبولیت کا پہلا سبب اس میں جذبے کا پایا جانا ہے۔ ڈاکٹر محمد اسلام کا کہنا ہے: ''غزل میں ہمہ گیر جذباتی اثرات ہونے کی وجہ سے ہر فرد خواہ اس کا مخالف ہو یا موافق دونوں اس کے شیدائی ہیں کیونکہ اس سے محفلوں میں گرمی' زندگی میں سوز وساز' دلوں میں ولولے اور امنگیں زندگی بسر کرنے اور برتنے کا طریقہ' آدابِ محفل کا درس' مجلس کی زندگی کا انداز معلوم ہو جاتا ہے اس لئے یہ رندوں سے لے کر صوفیوں تک' مردوں سے لیکر عالموں تک لڑکوں سے لیکر بوڑھوں تک' جاہلوں سے لیکر عالموں تک بلا قید مذہب وملت برصغیر پاک و ہند کے طول وعرض میں مقبول عام ہو گئی ہے۔''۱۱۹۔الف

ii۔ اختصار وایجاز۔ شاعر ایک لمبے چوڑے مضمون کو دو مصرعوں میں مکمل کرتا ہے۔ یہ اختصار سب کو بھلا لگتا ہے۔

iii۔ فکری تنوع۔ چونکہ غزل میں رنگا رنگ مضامین ملتے ہیں لہٰذا قاری کو پسند آتے ہیں۔ تنوع پسندی انسان کی جبلت میں شامل ہے۔

iv۔ چونکہ غزل کو مقبولِ عام صنف کا درجہ حاصل ہے' لہٰذا شعراء عوامی پسند کی خاطر بھی غزل کہتے ہیں۔

v۔ اگر غزل کا شعر آسان الفاظ اور بلند معانی پر مشتمل ہونے کے باعث سہل ممتنع بن جاتا ہے تو وہ سنتے ہی یاد بھی ہو جاتا ہے۔

ان اسباب کا دائرہ وسیع ہے تاہم مندرجہ بالا مجمل اشاروں سے بھی اس کی مقبولیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ تمام انواعِ شاعری میں غزل ہی زیادہ کہی گئی ہے۔ رشید احمد صدیقی نے ''جدید غزل'' کو ''ام الاسالیب'' کا درجہ دیا ہے۔

vi۔ غزل کہنا دشوار ہونے کے باوجود ایک لحاظ سے آسان بھی ہے کہ قافیہ ڈھونڈ و اور قافیے کی رعایت سے موزوں کلام کہہ لو۔ یہی وجہ ہے کہ مبتدی شعراء عموماً آغاز میں غزلیں ہی کہتے ہیں۔

vii۔ غزلیہ مشاعرے عام ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس طویل اور مشکل قصائد (وغیرہ) کے مشاعرے کتنے ہوتے ہیں' سب کے سامنے ہے۔ غزل کو پسند کرنے والوں کا حلقہ بھی بہت وسیع ہے۔ بقول رشید احمد صدیقی:

> ''اردو والے بات بات پر شعر پڑھتے ہیں۔۔۔ اس کا سبب یہی ہے کہ غزل نے ہر موقع کیلئے برمحل اشعار اس کثرت سے فراہم کر دیئے ہیں کہ ان کا بے اختیار زبان پر آتے رہنا' تعجب کی بات نہیں۔۔۔ غزل میں داستان نہیں سناتے' تاثیر دکھاتے یا تجربہ بیان کرتے ہیں۔ اندرون بینی' بیرون بینی سے اکثر زیادہ آسان ہوتی ہے۔۔۔ غزل مختصر ترین افسانوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔''۱۱۹۔ب

قصیدہ اور غزل کا فرق: اس میں شک نہیں کہ قصیدہ اور غزل کی ہیئت ظاہری ایک ہی ہے۔ قصیدے اور غزل میں رشتہ بھی ماں بیٹی کا ہے کیونکہ غزل نے قصیدے کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔ غزل دراصل قصیدے کے ابتدائی حصہ تشبیب 'نسیب کی جدید شکل ہے' اسی لئے اصلاً دونوں کی ہیئت یا ظاہری شناخت ایک جیسی ہے۔ پھر بھی ہمیں قصیدے اور غزل کی ہیئت میں شناخت کیلئے بعض امور کو مدِّ نظر رکھنا ہوگا۔ ایک طویل نعت کو دیکھ کر اسے غزل کی ہیئت یا قصیدے کی ہیئت قرار دیتے ہوئے غور وفکر کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہئے' خصوصاً اس حقیقت کے پیش نظر کہ قصیدہ مختصر بھی ہوسکتا ہے اور غزل لمبی بھی ہوسکتی ہے' لہٰذا ہر لمبی غزل کو دیکھ کر قصیدہ یا ہر مختصر قصیدے کو دیکھ کر اس پر غزل کا لیبل نہیں لگایا جاسکتا۔ اس ضمن میں فیصلہ کرتے ہوئے' ہمیں یہ حقیقت مدِّ نظر رکھنی چاہئے کہ قصیدے کے اجزاء اور مضامین مربوط ہوتے ہیں۔ اس میں تسلسل کی خوشبو ہوتی ہے جب کہ غزل کا ہر شعر اپنے آپ میں ایک الگ اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ غزلِ مسلسل میں بھی مضامین وموضوعات کی یک رنگی کے باوجود شاعر ہر شعر میں کوئی نہ کوئی انفرادی پہلو ضرور رکھ دیتا ہے' جس سے اس کے غزل ہونے کا بھرم قائم رہتا ہے۔ لہٰذا یہی تسلسل فکر یا انتشارِ خیال قصیدے اور غزل میں تفریق وتمیز کی بنیاد ہے۔ یعنی اگر ایک نعت میں فکری تسلسل اور معنوی ربط وضبط ہے اور کلام منطقی ترتیب کے ساتھ آگے بڑھتا ہے تو وہ قصیدے کی ہیئت کہلائے گا۔ خواہ اس میں اجزائے قصیدہ مکمل طور پر ہوں یا نہ ہوں اور خواہ وہ مختصر نعت ہو۔ اس کے برعکس اگر ایک نعت کا ہر شعر الگ اکائی رکھتا ہو اور اسے کسی شعر کی معنوی تفہیم کیلئے' پہلے یا بعد والے شعر کی احتیاج نہ ہو (قطعہ بند شعروں کے استثناء کے ساتھ) تو وہ غزل کی ہیئت میں لکھی گئی نعت کہلائے گی' خواہ وہ نعت سینکڑوں' ہزاروں اشعار پر مشتمل ہو' پس اصول یہ طے ہوا کہ قصیدے اور غزل میں مابہ الامتیاز فکری تسلسل وانتشار ہے۔ اس ضمن میں یہ اصول فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ قصیدے کیلئے اس میں قصیدے کے تمام اجزاء (تشبیب' گریز' دعا وغیرہ) کا پایا جانا ضروری نہیں۔ قصیدہ محض مدح پر مشتمل بھی ہوسکتا ہے اور نعتیہ غزل بھی محض مدح پر مشتمل ہوسکتی ہے۔ اس صورت میں کلام کے اختصار یا طوالت کے بجائے محض خیال کے تسلسل یا انتشار کے پیش نظر کلام کے غزلیہ ہیئت یا قصیدے کی ہیئت میں ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔

غزلِ مسلسل اور قطعہ کا فرق: پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی لکھتے ہیں:

> ''قطعہ اور غزلِ مسلسل میں فرق یہ ہے کہ قطعہ میں مطلع نہیں ہوتا اور غزلِ مسلسل میں ہوتا ہے اور غزلِ مسلسل میں ہر بیت کا مضمون پورا ہو جاتا ہے اور تکمیلِ معنی کے واسطے وہ دوسری بیت کا محتاج نہیں ہوتا برخلاف قطعہ کے اس میں سب بیتوں کو ملا کر مضمون پورا ہوتا ہے۔'' ۱۱۹۔ج

لیکن ہمیں اس حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ ادبی قطعات میں کہیں مطلع لکھا بھی گیا ہے۔

نعتیہ غزل

عام غزل اور نعتیہ غزل میں وہی فرق ہے جو مجاز اور حقیقت میں ہوتا ہے۔ عام غزل کی طرح نعتیہ غزل کی ہیئت بھی وہی ہوتی ہے اور خصوصیات بھی وہی جو عام غزل سے وابستہ ہوتی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ عام غزل اگر مجازی محبوب کی تعریف ہے تو نعتیہ غزل حجازی محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وثنا ہے۔ اور یہ کوئی معمولی فرق نہیں یقیناً یہ فرش اور عرش کا فرق ہے۔ نعت' اس کا تقدس' اس کے تقاضے اور اس کی خصوصیات ہر صنفِ شعر سے الگ اور ممتاز ہیں۔ غزل تو صرف ہیئت' ڈھانچے اور پیکر کا کام دیتی ہے۔ نعت کا موضوع بہر حال اپنے تقاضے رکھتا ہے۔

نعتیہ غزل کے موضوعات بھی ان گنت ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اطہر کی صفت وثنا' آپ کی سیرتِ مبارکہ' آپ کے خصائص ومعجزات' آپ کے ارشادات وخطبات' آپ کے مناسبات ومتعلقات' آپ کی محبت' آپ کے احسانات والطاف غرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق رکھنے والی ہر بات نعت کا موضوع بن سکتی ہے۔ آپ پر درود وسلام' آپ کے حضور استغاثہ وغیرہ بھی نعت ہی ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس نے عام غزل میں مہارت حاصل کرنے کے بعد نعت لکھی ہے۔ سابقہ ریاضت اس کے کام آئی ہے۔ اس کی نعت نکھری ہے اور دلوں کو فتح کرنے کا راز بن گئی ہے۔ پروفیسر شفقت رضوی نعت کی مختلف ہیئتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

> ''جدید دور میں مختلف ہیئتوں میں نعت کہی گئی ہے۔ غزل' نظم' قصیدہ' مثنوی کے علاوہ مثلث' رباعی' مخمس' مسدس' مثمن' قطعہ سے لے کر سانیٹ' ہائیکو' واکا' ماہیا' کافی' نظمِ آزاد' نثری نظم' سی حرفی وغیرہ۔'' ۱۲۰

ان رنگ برنگ ہیئتوں میں غزل ہی وہ ہیئت ہے جس میں آج سب سے زیادہ نعت کہی گئی ہے۔ ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی رقم طراز ہیں:

''آج کی نعت کا سب سے توانا اور سب سے جدید وہی حصہ ہے' جو غزل کے فارم میں لکھا گیا ہے۔ اس کا ایک سبب تو غزل کے اپنے امکانات ہیں اور دوسرا سبب یہ ہے کہ آج کے بہترین نعت گو وہی شاعر ہیں' جنہوں نے غزل کی صنف کو مسخر کیا اور اس میں اپنے ہنر کو تسلیم کرایا۔'' ۱۲۱۔ یوں لگتا ہے جیسے

خدمتِ نعت کا سب سے زیادہ شرف غزل ہی کی ہیئت کو بخشا گیا ہے اور نعت اس شعری پیکر میں خوب دلکشی دکھاتی ہے۔ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی لکھتے ہیں:

''غزل بڑی کافر صنفِ سخن ہے۔ ایسی صنف جو کسی مصلحت کے در پر اپنے مزاج اور اداؤں کو قربان نہیں کرتی، لیکن در خیرالوریٰ پر آ کر سجدۂ تسلیم و رضا بجالاتی ہے کہ اس کی کل بدنی کو وہ گل فضائل جاتی ہے، جس کے بغیر وہ مکمل نہیں تھی۔'' ۱۲۲

ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی نے جو بات نثر میں کہی، وہی بات دوسرے انداز میں معروف شاعر محمد ثناءاللہ ظہیر نے شعر کی صورت میں یوں بیان کی:

غزل نے اپنی جوانی سنبھال کر رکھی ۱۲۳   کہ ایک دن اسے آقاؐ کی نعت ہونا تھا

آج کا ادیب تسلیم کرتا ہے کہ نعت سب سے زیادہ غزلیہ ہیئت میں ہی کہی گئی ہے۔ محمد اقبال جاوید کے بقول:

''آج زیادہ تر غزل ہی کے لب و لہجہ میں نعت سرائی ہو رہی ہے کہ غزل ایک ایسی نغماتی فکر ہے جو کائنات کی وسعتوں کو ناپ سکتی ہے، دلِ گداختہ اسے جنم دیتا، ذہن کی پختگی اسے سنوارتی اور تخیل کی رفعت اسے تاثر عطا کرتی ہے۔ اس کا ہر شعر آہ کی طرح اٹھتا اور آنسو کی طرح گرتا ہے۔ یہ ان رموز کی بچی عکاس ہے جو ذرہ سے خورشید تک اور دامانِ باغباں سے کفِ گل فروش تک پھیلے ہوئے ہیں۔'' ۱۲۴

غزل کی ہیئت میں سب سے زیادہ نعت کہی گئی ہے اس کا ایک سبب مشاعرے بھی ہیں کیونکہ مشاعرہ طویل مثنوی، دقیق قصیدے کا متحمل نہیں ہوتا۔ دیگر اصناف میں وہ خاص غنائیت بھی نہیں جو غزل کی پہچان ہے۔ غزل نے اپنی تخلیق کے روزِ اول سے آج تک جتنے زمانے، رجحان، ہنگامے، مزاج دیکھے ہیں، عشق، سیاست، روحانیت، معاشرت، مزاح غرض ہر مضمون کو ادا کرنے کی جو صلاحیت حاصل کی ہے، دو ہی مصرعوں میں بات مکمل کر کے داستاں گوئی سے بچنے کا ہنر سیکھا ہے۔ یہ سب کچھ اس نے خدمتِ نعت میں پیش کر دیا ہے۔ غزل پہلے ہی سونا تھی خادمِ نعت بن کر ام الاصناف ہو گئی ہے۔ مقدار اور معیار میں نعتیہ غزل ہی دیگر ہیئتوں کی نسبت زیادہ وقیع و رفیع مقام پر فائز ہے۔

اردو نعتیہ غزل عہد بعہد

پہلا دور (دکنی عہد: آغاز تا ۱۷۰۷ھ)

دکنی دور میں سب سے زیادہ مثنوی لکھی گئی۔ تاہم غزلیں بھی محرومِ التفات نہ رہیں۔ قلی قطب شاہ کے ہاں نعتیہ غزلیں ملتی ہیں جن کا عروج ولی دکنی کے ہاں نظر آتا ہے۔ اس دور کے چند اہم غزلیہ ہیئت میں لکھنے والے نعت گو درج ذیل ہیں۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ (۹۷۲ھ/۱۵۶۵ء تا ۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء): ہندوستان پر مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر کی حکمرانی تھی کہ ۹۸۸ھ میں محمد قلی قطب شاہ، گول کنڈہ کا تخت نشیں ہوا۔ اس نے ۳۲ برس تک حکمرانی کی اور ۴۸ برس کی عمر میں ۱۰۲۰ھ میں وفات پائی۔ اس کے کئی تخصصات ہیں۔

ا۔ وہ مذہبی تہوار اور رسومات بڑی عقیدت اور دھوم دھام سے مناتا تھا۔ مثلاً محرم، ربیع الاول، عیدالفطر، عیدالاضحیٰ وغیرہ کی تقریبات۔ خصوصاً عیدِ میلاد النبیؐ تو بہت جوش و خروش سے مناتا تھا۔ بسنت، برسات جیسی دوسری تقریبات بھی مناتا۔

ب۔ وہ دکن کا پہلا صاحبِ دیوان شاعر ہے۔ اس کا دیوان پچاس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔

ج۔ وہ دکن کا پہلا شاعر ہے جس نے اپنے کلام کے لیے سترہ تخلص استعمال کیے۔ بحر اور وزن کے مطابق اپنا تخلص بنا لیتا جیسے محمد، محمد شاہ، محمد قلی، محمد قطب، قطبِ زماں، قطب شہ، محمد قطب شہ سلطان، قطب شاہ نواب، معانی، قطبِ معنی وغیرہ۔ ۱۲۵

د۔ اس نے زندگی کی ہر چھوٹی بڑی، اہم و غیر اہم بات کو شاعری کا موضوع بنایا۔ اس کے کلیات میں شاید ہی کوئی صنفِ سخن ایسی ہو جس پر طبع آزمائی نہ کی گئی ہو۔ اس میں قصیدے، مثنویاں، مرثیے، غزلیات، قطعات، نظمیں اور رباعیات غرض سبھی کچھ ہے۔ ۱۲۶

ہ۔ سلطان محمد قلی قطب شاہ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات سے بہت محبت تھی۔ وہ اپنے نام کے جزو ''محمد'' کو اپنے لیے بڑی سعادت سمجھتا تھا۔ وہ ایک رنگین مزاج، عاشق طبع، تفریح طلب اور عیش کوش حکمران تھا اور اپنے جاہ و منصب اور مال و منال کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیض و کرم سمجھتا تھا۔ عشقِ مجازی کی رنگینیوں اور کامرانیوں کو بھی اسی حوالے سے دیکھتا تھا۔ وہ علماء اور شعراء کا بھی بڑا قدر دان تھا۔

و۔ اگرچہ حضرت محمد حسینی بندہ نواز کے کلام میں رباعی موجود ہونے کا ذکر سید یونس شاہ اور ڈاکٹر عاصی کرنالی نے کیا ہے ۱۲۷ لیکن محمد قطب

شاہ کو پہلا با قاعدہ نعتیہ رباعی گو قرار دیا جاتا ہے۔کلیات میں ۳۹ رباعیات مختلف موضوعات پر موجود ہیں، جن میں نعتیہ بھی ہیں۔

ز۔ سید یونس شاہ کے بقول اس کے ''نعتیہ ابیات روایتی انداز نہیں رکھتے بلکہ یہ شاعر کی شعوری کوشش کا نتیجہ ہیں۔۱۲۸''

ح۔ وہ پہلا دکنی شاعر ہے، جس نے اپنے کلام کے مقطعوں میں بالارادہ نعتیہ مضامین پیش کیے ہیں، کبھی وہ مقطع میں حضرت علیؓ کی منقبت پر مبنی مضمون بھی لاتا ہے۔

ط۔ سید یونس شاہ کے بقول: ''محمد قلی قطب شاہ وہ پہلا اردو شاعر ہے، جس نے نعت کو غزل کے معیار کے مطابق رکھا اور مستقل طور پر پانچ (نعتیہ) غزلیں لکھیں، جن کے اشعار کی تعداد (۴۳) ہے۔۱۲۹'' ان پانچ نعتیہ غزلوں کے مطلعے اور منتخب اشعار درج ذیل ہیں:

تجھ مکھ اجت کے جوت تھے عالم دیپہارا ہوا — تج دین تھے اسلام لے مومن جگت سارا ہوا
یک لک اسی پیغمبراں اچ جگت میانے ولے — تج پر نبوت ہے ختم، سب تھے توں ہی پیارا ہوا
باتاں گہرسیاں نویلیاں واریا جو تیرے ناؤں پر — سو جائے کر اسمان پر، ہر یک بچن تارا ہوا

☆☆☆

دیا بندے کو حق نبیؐ کا خطاب — حکم دے دیا نور جوں آفتاب
نبی ناؤں لے کر کسی تھے نہ ڈر — تو رسڑی ثمن دے دندیاں کوں سوتاب
نہ بھاوے منج پیو بن ہور کچ — میں تیری ہوں چیری منج آپ راب

☆☆☆

اسمِ محمدؐ تھے رہے جگ میں سو خاقانی مجھے — بندہ نبیؐ کا جم رہے سچی ہے سلطانی مجھے
اس ناؤں کی بڑپن جھلک، مجھ سربلندی تا فلک — آکہیں سدا سارے ملک، تو یوسفِ ثانی مجھے
کیا ڈر مجھے فرعون کا، ہور سامری افسون کا — موسیٰ عصا زیتون کا، ہے تیغِ ربانی مجھے

☆☆☆

چاندؔ سورج روشنی پایا تمارے نور تھے — آبِ کوثر کو شرف ٹھنڈے کے پانی پور تھے
دل پرم جینے تھے دیتا گل صبا بوئے وصال — کیا رہنا ہے منج کوں، آؤں یا نہ آؤں دور تھے
تو سلیماں ثانی و تج برج فیروزی و فتح — مشتری پایا شرف، تیری نظر منظور تھے
اے معانیؔ رات دن، نامِ محمدؐ وِرد کر — تجھ دعا با مدّعا ہے رتبہ منصور تھے

☆☆☆

خدا منج مہر سوں آپی نبی صدقے کیا رافع — منجے تختِ سلیماں جوں دہی آپی دیا رافع
یقیں کر دل میں مانیاں ہوں خدا جسکوں اپنے دیتا — وہ ہرگز زیر ہونا کیا جس کوئی خدا رافع ۱۳۰

نعتیہ غزلوں سے ہٹ کر بھی اس کی معتدبہ غزلوں کے مقطعے اکثر نعتیہ مضامین کے حامل ہوتے ہیں۔صرف دو مثالیں درج ذیل ہیں:

قطبا نبی کے ادھار تھی رحمت ہے نت کرتار ہے — تو تج علی کے پیار تھی تل تل نوا انعام ہے

☆☆☆

نبیؐ صدقے قطبا کا من تجھ سوں لاگیا — کہ اب جیو میں تیرا کیتا ہے ٹھارا ۱۳۱

محمد قلی قطب شاہ نے متعدد نظمیں بھی لکھی ہیں۔ڈاکٹر جمیل جالبی کے نزدیک یہ ''صرف اس لحاظ سے نظمیں کہی جاسکتی ہیں کہ وہ خاص موضوعات پر لکھی گئی ہیں، ورنہ ہر نظم فارم کے اعتبار سے غزل ہے۔''۱۳۲

سلطان قطب شاہ کی مجاز پسندی اور عیش کوشی کے مدِ نظر بعض ناقدین نے اس کے ہاں پائے جانے والے نعتیہ عناصر کو خود غرضی اور مطلب پرستی سے مملو قرار دیا ہے۔اگر قلی قطب شاہ کے ماحول پر نظر ڈالی جائے اور اس شاہانہ کروفر پر بھی جو اسے پیدائش کے ساتھ ہی میسر تھا تو اس کا یہ عمل بھی غنیمت لگتا ہے کہ وہ عیش میں یادِ خدا و رسولؐ سے غافل نہیں ہوا۔اگر وہ اپنے اوپر ہونے والے تمام احسانات کو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرم گردانتا ہے تو اس کے خلوص پر شک کا جواز نہیں بنتا۔شاید یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر اسماعیل آزاد نے لکھا:

''اس کی نعتوں میں خود غرضی اور مطلب پرستی کے عناصر کی فراوانی ہے لیکن خاص بات یہ ہے کہ اس خود غرضی میں وہ خلوص وصداقت ہے جو بے لوثی میں کم دیکھنے کو ملتی ہے۔ انہوں نے برا بھلا جو کچھ بھی کہا' دل کی گہرائی سے کہا ہے۔ ان کی ہر نعت ایک جذبہ اور ایک موڈ کی ترجمانی کرتی ہے۔ ۱۳۱۔ الف

بہر حال یہ امر قابل ذکر ہے کہ اردو کے پہلے صاحب دیوان' غزل گو کے ہاں نعتیہ غزلیں ملتی ہیں جن میں خلوص بھی ہے اور شعریت بھی۔ عملی طور پر جب وہ اپنے جسمانی تلذذ کے واقعات' اپنی پیاریوں کے حسن کے احوال بیان کرتے ہوئے نبی طاہر ومطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر شروع کر دیتا ہے تو حیرت ہوتی ہے' ان کا کرم اپنی جگہ لیکن ان کا ذکر پاک جس تقدس کا متقاضی ہے' اس کا خیال ضرور رکھا جانا چاہیے تھا۔ اس کی تفصیل ڈاکٹر جمیل جالبی کی تاریخ ادب اردو میں دیکھی جا سکتی ہے کہ وہ مجازی ذکر میں کیسے نعت کے مضامین لے آتا ہے۔ بہر حال وہ دکن کا اہم غزل گو ہے جس کے ہاں اردو نعتیہ غزل کے ابتدائی نمونے بھی پائے جاتے ہیں۔ اس کے ذکر کے بغیر اردو نعتیہ ادب کی تاریخ ادھوری رہے گی۔

عبداللہ قطب شاہ (۱۰۲۳ھ/۱۶۱۴ء تا ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء): گولکنڈہ کا حکمران جو شعر وسخن میں اپنے نانا سلطان محمد قلی قطب شاہ کا پیروکار تھا۔ اس کے ہاں نعتیہ غزلیں ملتی ہیں۔ ڈاکٹر اسماعیل آزاد کی عبداللہ کے بارے رائے درج ذیل ہے:

''ان کا نعتیہ کلام قطب شاہ کے نہج پر ہے۔ ان کے یہاں سامنے کے جذبات' سیدھے سادے الفاظ میں منظوم ہیں۔ ان میں جذبات کی گہرائی اور تجربات کی گہرائی مفقود ہے۔ شراب پیالہ' محبت کا رس' وصل اور عورت کے انگ انگ کی لذت کوشی ان کی شاعری کے موضوعات ہیں اور بزعم خود ان کو یہ سب کچھ نبیؐ کے طفیل سے حاصل ہوا ہے۔ ان کے ہاں اکثر مقطع میں نبیؐ کے فیض والی بات کہی گئی ہے۔'' ۱۳۳

درج ذیل اشعار کو سرسری طور پر بھی پڑھیں تو اسماعیل آزاد کی رائے سے اختلاف کی گنجائش نہیں رہتی۔

جوانی وہی ہے جو عاشق کو کام آئے — کہ عاشق ہے جانی یہ عاشق بے چارا
توں محبوب مطلوب ہے حظ دینے ہاری — تو معشوق عاشق ہے حظ لینے ہارا
یو لوچن یو جوبن' یو گالاں یو ہونٹاں — ہمیں اس کے عاشق' یو حق ہے ہمارا
ملیا سیج پر تج سوں موہن پیاری — نبی صدقے عبداللہ سلطان پیارا
نبی کے صدقے عبداللہ کدم کلا سنے کوں لا — تجے بلا لیا ملا سگل گلا چندر کلا ۱۳۴

ان کی ایک نعتیہ غزل کے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

لکھ فیض سوں پھر آیا دن دین محمدؐ کا — آفاق صفا پایا' دن دین محمدؐ کا
یوں عید ہمن ساجے نصرت کے بجیں باجے — ہے جگ کے نبی راجے' دن دین محمدؐ کا
گلشن میں شریعت کے' پھل کھلے طریقت کے — پر مل سوں حقیقت کے' دن دین محمدؐ کا
روشن ہوئے اسماناں' جمکائے رتن کھاناں — خط لیوائے مسلماناں' دن دین محمدؐ کا
جو بارہ اماماں ہیں' لکھ ان پہ سلاماں ہیں — ہم ان کے غلاماں ہیں' دن دین محمدؐ کا
صدقے نبی عبداللہ شہ کوں ہے مدد اللہ — پنجتن گوا باللہ' دن دین محمدؐ کا ۱۳۵

عبداللہ قطب شاہ کا کلام فکری وفنی لحاظ سے سلطان قلی قطب شاہ کے کلام کا فیض ہے۔ وہی رنگ' وہی سوچ ہے۔

محبوب عالم شیخ جیون: ہریانہ کے قصبہ جھجر کے رہنے والے تھے' یہ گیارہویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ یہ سید میراں بھیک چشتی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ انہوں نے ایک ''وفات نامہ'' لکھا ہے۔ یہ وفات نامہ بطرز مرثیہ ہے اور غزل کی ہیئت میں ہے۔ سید یونس شاہ نے لکھا ہے:

''مصنف نے حضرت عائشہؓ' حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کی زبان سے وفات نامے کا اظہار کیا ہے۔ یہ شیخ جیون کی اپج ہے' جو اس درد نامہ کے مرثیوں کی حیثیت کو منفرد کرتی ہے۔ مصنف انہیں دوہرہ کا نام دیتا ہے۔'' ۱۳۶

لیکن دیکھا جائے تو اس کی ہیئت بہر حال غزل کی ہے اور اس میں نعتیہ عناصر صاف ظاہر ہیں لہٰذا غزلیہ ہیئت کی نعت کے نمونے کے طور پر اس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

محمد یاد ناں چوکوں پڑا دن رات کرلاؤں — کھڑا فریاد ماں کوکوں' محمدؐ سا کہاں پاؤں

محمدؐ کہہ محمدؐ کہہ پوکاروں میں سدا اللہ — پھروں گھر گھر یہی کہہ کہہ محمدؐ نانوں پہنچاؤں
کروں ہا ہا محمدؐ بن' سہوں پھاہا پڑا نس دن — گئے سب چین ہردم میں کسے دکھ بات بتلاؤں
نہ سنگی ہے نہ کو ساتھی' پھٹی اس درد میں ماں چھاتی — پھٹی تن کی سبھی ناتی محمدؐ باجھ من پاؤں
عجب محبوب عالم تھا' نہایت خوب بالم تھا — مرانت پرت پالم تھا' رہا ہے بیٹھ کس ٹھاؤں ۱۳۷

ان اشعار کی سادگی' روانی اور تسلسل اسے ایک مسلسل غزل کی چمک دے رہا ہے۔ یہاں ظاہر ہے کہ اس ابتدائی دور میں بھی غزل نعت کی خدمت میں دل سے کمربستہ نظر آتی ہے۔

قاضی محمود بحری (پیدائش ۱۰۴۲ھ): یہ ولی دکنی کے معاصر ہیں۔ اصل شہرت مثنوی ''من لگن'' کے باعث پائی۔ کلیات بحری اور بنگاب نامہ بھی قابلِ ذکر تصانیف ہیں۔ قاضی محمود بحری نے غزل کی ہیئت میں نعت کہی ہے جس کا نمونہ درج ذیل ہے:

محمدؐ گر مدد ہوگا ہمارا — سکل دکھ درد رد ہوگا ہمارا
اگر عالم سکل آگا عدو ہو — ھو اللہ الصمد ہوگا ہمارا
کرم اس کا دس آگا کم ہو ہر گاہ — اگر کو لا اسد ہوگا ہمارا
موحّد کا معما کھول محمود — اور احمدؐ گر احد ہو گا ہمارا ۱۳۸

لطف النساء امتیاز (پ ۱۱۵۴/۵۵ھ): ان کے دیوان میں نعت مبارک موجود ہے۔ پہلا شعر یہ ہے:

اے وجی مصطفٰے ہو صاحبِ لولاکؐ کے — حکم پر ہیں جن و انس اور ساکناں افلاک کے ۱۳۹

نور (شیخ محمد نور): یہ شیخ فاضل کے پیر بھائی ہیں۔ ان کے ہاں بھی نعتیہ نمونے غزل کی ہیئت میں ملتے ہیں۔ ایک شعر ملاحظہ کیجئے:

حق کی حضوری بخش مجھ مجلس محمد مصطفٰےؐ — وہ قرب انبیا کر مجھے دو جگہ ہواں میں شاد تر ۱۴۰

ولی دکنی (م ۱۷۰۷ء): ولی دکنی ادبیات میں ایک زندہ نام ہے۔ رباعی' قصیدہ وغیرہ کے علاوہ غزل بھی کہی اور خوب کہی۔ غزلوں کا ایک پورا دیوان موجود ہے۔ ان کے مجازی رنگ میں بھی کہیں کہیں ایسے اشعار آ جاتے ہیں جو صرف حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے لئے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً

زلف و رخ ہے ترا جوں لیل و نہار — مجھ کوں واللیل والضحٰی کی قسم
مصحفِ رخ ترا ہے صورتِ فجر — مجھ کوں والنجم اذا ھویٰ کی قسم ۱۴۱

ایک اور نعت میں مضمون آفرینی دیکھیے:

روح بخشی ہے کام تجھ لب کا — دمِ عیسیٰ ہے' نام تجھ لب کا
حسن کے خضر نے کیا لبریز — آبِ حیواں سوں جام تجھ لب کا
منطق و حکمت و معانی پر — مشتمل ہے کلام تجھ لب کا
رگِ یاقوت کے قلم سوں لکھیں — خط پرستاں پیام تجھ لب کا
ہے ولی کی زباں کوں لذت بخش — ذکر ہر صبح و شام تجھ لب کا ۱۴۲

ایک اور غزل میں نعتیہ تب وتاب قابلِ دید ہے۔

ہم کوں شفیعِ محشرؐ وہ دیں پناہ بس ہے — شرمندگی ہماری عذرِ گناہ بس ہے
نئیں آرزو کہ بیٹھوں مسند پہ سلطنت کی — تیری گلی میں آنا' یہ دست گاہ بس ہے
درکار نئیں ہے مسجد' سجدے کوں عاشقاں کے — محراب تجھ بھواں کے اے قبلہ گاہ بس ہے ۱۴۳

رحمت (حافظ رحمت اللہ احمد آبادی):

یہ صوفی شاعر تھے۔ انہوں نے ایک مولود نامہ ۱۱۵۲ھ/۱۷۳۹ء میں لکھا تھا۔ غزلیہ ہیئت میں خاصی نعتیں کہیں۔ نمونہ کلام درج ذیل ہے:

چل جانبِ مدینہ موسیٰ کوں یاد کر کر — احمدؐ کا شوق دل میں اب اختیار کر کر
روضہ کے بالمقابل ہتھ جوڑ کر کھڑا رہ — صلو علیٰ محمدؐ کہہ توں پکار کر کر
یا ایہا المزمل تم پاس ایک عرض ہے — جنت میں تم لیجائیو مجکو پیار کر کر ۱۴۴۔الف

رحمت کی زبان اتنی صاف نہیں جتنی اس دور میں متبعین ولی کی ہو چکی تھی۔

دوسرا دور (شمالی ہند کا عہد: ۱۷۰۷ء تا ۱۸۵۷ء)

دکنی عہد میں اگرچہ سب سے زیادہ نعتیہ مثنوی لکھی گئی لیکن غزل پر بھی خاصا کام ہوا یہاں تک کہ غزل ولی کے ہاں دکنی عہد کے عروج کی چیز دکھائی دیتی ہے۔ ولی کے ہاں غزلوں میں نعتیہ آثار ملتے ہیں۔ ولی کا دیوان شمالی ہند میں پہنچتا ہے تو یہاں بھی غزل تیزی سے پر پرزے نکالنے لگتی ہے۔ یہاں تک کہ میر و سودا کا عہد غزل کا زریں عہد بن کر سامنے آتا ہے۔

شمالی ہند کے عہد میں عام غزلوں میں کہیں کہیں نعت پر مبنی اشعار بھی ملتے ہیں لیکن خصوصی طور پر نعتیہ غزلیں بھی ملتی ہیں۔ شمالی ہند میں غزل کی ہیئت میں لکھی گئی اہم نعتوں کا جائزہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

غلام قادر شاہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ): بٹالہ کے معروف روحانی بزرگ شیخ محمد فاضل کے فرزند اور جانشین ہیں۔ ان کی مثنوی ''رمز العاشقین'' مشہور ہے۔ وہ وحدۃ الوجود کے بڑے داعی تھے۔ انہوں نے غزل کی ہیئت میں اردو نعت بھی کہی ہے۔ اس کا نمونہ حافظ محمود شیرانی کے حوالے سے درج ذیل ہے:

سب دیکھو نور محمدؐ کا، سب دیکھو نور محمدؐ کا ‌ سب بیچ ظہور محمد کا، سب دیکھو نور محمدؐ کا
وہ نقطہ علم ازل کا ہے، وہ اول ہر اول کا ہے ‌ وہ مجمل ہر مجمل کا ہے، سب دیکھو نور محمدؐ کا
وہ منشا سب اسماء کا ہے وہ مصدر سب اشیاء کا ہے ‌ وہ سرّ ظہور خفا کا ہے سب دیکھو نور محمدؐ کا
کہیں ظاہر ہو مشہود ہو یا، کہیں باطن ہو مستور ہو یا ‌ کہیں ناظر ہو منظور ہو یا، سب دیکھو نور محمدؐ کا
کہیں کلمہ حق کا نور اللہ، کہیں بیچ پنگوڑے عبداللہ ‌ سبحان اللہ سبحان اللہ، سب دیکھو نور محمدؐ کا
وہ آپ ہی آپ عیان ہو یا، کہیں کثرت کا سامان ہو یا ‌ ہر شان ہو وہ ہر شان ہو یا، سب دیکھو نور محمد کا
کہیں غوث تمام کہایا ہے، کہیں مولا، نام دھرایا ہے ‌ کہیں عبد غلام کہایا ہے، سب دیکھو نور محمدؐ کا ۱۴۵

شرف النساء شرف (پ ۱۲۴۵ھ، وفات قبل ۱۳۳۰ھ): ڈاکٹر محی الدین قادری زور کے بیان کے مطابق ان کے دیوان میں ایک ہزار اشعار ہیں۔ غزلیہ ہیئت میں نعت کا نمونہ

مظہر کبریا نہیں ملتا ‌ سرور انبیاء نہیں ملتا
جان لب پر ہے ہجر میں جس کے ‌ وہ مسیحا مرا نہیں ملتا

☆☆☆

رب سے جو مانگا وہی تجھ سے ملا ‌ اور ایسا حق کا پیارا کون ہے
جان دے آخر نبی کے عشق میں ‌ جز شرفؔ مشتاق ایسا کون ہے ۱۴۶۔الف

اشرف (محمد اشرف گجراتی): یہ خود کو ولی کا شاگرد گردانتے تھے۔ ولی کے دور کی تمام خصوصیات ان کے کلام میں پائی جاتی ہیں۔ غزل کی ہیئت میں ان کی ایک نعت بھولا ناتھ لائبریری (بھارت) کے دیوانِ ولی کے حاشیے میں ملتی ہے، جس کا نمونہ کلام درج ذیل ہے۔

شفیع روزِ محشر ہیں محمدؐ ‌ ہر ایک گمرہ کے رہبر ہیں محمدؐ
جو ہیں شاہنشہِ ملکِ شریعت ‌ انو کوں سر پہ افسر ہیں محمدؐ
بزرگ ان سیں نہیں ہے، کہ خدا بعد ‌ ہر ایک مہتر سوں بہتر ہیں محمدؐ
سپہر دین حق اوپر اے اشرفؔ ‌ عجب خورشید انور ہیں محمدؐ ۱۴۷

ان کی ایک اور نعتیہ غزل کے تین شعر ملاحظہ کیجئے۔

پیشوائے رسل محمدؐ ہیں ‌ ہادیِ جز و کل محمدؐ ہیں
چشمِ اخلاص سوں اگر دیکھو ‌ معنیِ چار قل محمدؐ ہیں
راہِ حق بیچ کیوں پڑوں بھولا ‌ رہنمائے سبل محمدؐ ہیں ۱۴۸

مرزا محمد رفیع سودا: (م ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) ان کی شہرت کا دار و مدار ان کے قصائد پر ہے لیکن انہوں نے نعتیہ غزلیں بھی کہی ہیں۔ ان کی ایک نعتیہ غزل کے اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

دِلا دریائے رحمت قطرہ ہے آب محمدؐ کا | جو چاہے پاک ہو پیرو ہو اصحاب محمدؐ کا
محمدؐ علم کا گھر ہے، علی اوسکا ہے دروازہ | غلام اس کا ہو تو جو کلب ہو باب محمدؐ کا
زمین و آسمان ہوں کیوں نہ روشن نور سے اس کے | کہ ہے اک پر تو خورشید مہتاب محمدؐ کا
ادا کس کی زباں سے ہوسکے شکر اس کی نعمت کا | دو عالم ریزہ چین حق نے کیا تاب محمدؐ کا
ہوا ہے کیا کچھ اہلِ بیت پر سودا نہ دم مارا | خدا بن کون ہے آگاہ آداب محمدؐ کا ۱۴۹

بقول پروفیسر ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق، سودا کی ''نعتیہ غزل میں تغزل کا رنگ نہیں ہے۔ اوصاف کا بیان ہے اور یہ خصوصیت ان کے نعتیہ کلام میں ہر جگہ موجود ہے۔ ۱۵۰

قائم چاندپوری (المتوفی ۱۷۹۳ء): میر و سودا کے ہم عصر تھے۔ قصیدے اور مثنوی کی ہیئت کے علاوہ غزل کی ہیئت میں بھی نعتیہ کلام کہا ہے۔ بطور نمونہ ایک نعتیہ غزل کے دو اشعار ملاحظہ ہوں۔

مقدور کسے نعت پیمبرؐ کی رقم کا! | ہر دم ہے دمِ تیغ پہ یاں راہ قلم کا!
یا ختم رسل! گرچہ گنہ گار ہے قائم! | پر اس کو بھروسا ہے ترے فضل و کرم کا ۱۵۱

ان کے متعلق ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد نے لکھا ہے:

''وہ یقینی طور پر سودا کو مستثنیٰ کر کے اپنے عہد کا سب سے بڑا نعت گو ہے۔'' ۱۵۲ الف

یقین (انعام اللہ خان، م ۱۱۶۹ھ): ایہام گوئی کے ردِعمل کے شعرا میں یقین کا نام خاصا معروف ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے یقین کے اسلوب شعر کے متعلق کہا ہے کہ ''یقین کی غزل میں لطافت و شائستگی کے ساتھ ایک شگفتگی و شیرینی کا احساس ہوتا ہے۔ ۱۵۳

انعام کی نعتیہ غزلیں بھی شگفتگی اور شیرینی سے خالی نہیں ہیں۔ نعتیہ آہنگ دیکھیے:

کون کرسکتا ہے اس خلاقِ اکبر کی ثنا | نارسا ہے شان میں جس کے پیمبرؐ کی ثنا
سربر آ اس منہ سے ہو سکتی ہے نعتِ رسولؐ | یا ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ، حیدرؓ کی ثنا ۱۵۴

سراج اورنگ آبادی (م ۱۷۶۴ء): سراج اورنگ آبادی یقین کے ہم عصر تھے۔ نعتیہ غزلیں بھی کہیں۔ نمونہ حسب ذیل ہے:

نام تیرا مطلع فہرست ہے دیوان کا | ہے زباں کا ورد خاصا اور وظیفہ جان کا
یا محمد تجھ کرم سیں ہوں سدا امیدوار | جلوۂ ایمان دے اور بھید کہہ انسان کا ۱۵۵

شاہ حاتم: (م ۱۷۹۲ء) اردو غزل کے اساتذہ میں حاتم بہت بڑا نام ہے۔ تازہ گوئی کی تحریک میں میر و سودا کو متاثر کیا۔ آخری عمر میں درویش ہو کر علائق سے کنارہ کش ہو گئے۔ غزل میں نعت کا رنگ ملاحظہ ہو:

اول خدا نے نور تمہارا عیاں کیا | اس نور سے بنایہ زمین و زماں کیا
تجھ در پر آرزو میں سلیماں مثال مور | کیونکر نہ ہو کہ تجھکو شہِ خسرواں کیا
حاتم کا دل ہوا تھا سراپا اگر ضعیف | تجھ عشق نے یہ پھر سرِ نو سے جواں کیا ۱۵۶

میر حسن (م ۱۲۰۱ھ، م ۱۷۸۶ء) ان کی شہرت کا دارو مدار تو ان کی مثنوی سحر البیان پر ہے لیکن انہوں نے غزلیں بھی لکھیں۔ ''غزلیاتِ میر حسن'' میں پانچ سو سے زیادہ غزلیات ہیں۔ یہ میر حسن کی غزلوں کا تحقیقی کلیات ہے۔ غزلوں کے اندر اکا دکا حمدیہ اشعار اور نعتیہ اشعار نظر آ جاتے ہیں۔ مثلاً غزل نمبر ۹۳ کا مطلع ہے:

عرش سے کرسی پہ جس دم شہِ لولاک چڑھا | قلزم رحمتِ حق، تا سرِ افلاک چڑھا ۱۵۷

البتہ غزلیات کے اس کلیات کے آغاز میں حمدیہ غزل کے بعد نعتیہ غزل ہے۔

حلّال خلق کی ہے وہی مشکلات کا | دو جگ میں آسرا ہے محمدؐ کی ذات کا
ہے خاصہ و خلاصۂ کونین اس کی ذات | اس کے لئے ظہور ہے کل کائنات کا
اس واجب الوجود نے کل کائنات دے | مختار کردیا ہے اسے ممکنات کا
احمد کی دوستی حسن اور ان کی آل کی | رکھیو سدا کہ ہے یہی باعث نجات کا ۱۵۸

آزردہ (مفتی صدرالدین آزردہ): یہ ذوق اور غالب کے دور کے معروف شاعر ہیں۔ ان کے ہاں غزل کی ہیئت میں نعتیہ کلام بھی ملتا ہے۔

آستاں ہے ترے در کا وہ تجلی پر تو ... پہنچے پا سنگ کو جس سے جبلِ طور نہیں
کوئی ساون ہے کہ خورشید جہاں تاب سحر ... خاک در سے ترے دریوزہ گر نور نہیں
پایۂ عرش بڑھانا تھا وگرنہ یہ نام ... لوح پہ عرش کی ہوتا کبھی مسطور نہیں ۱۵۹

فاضل (شیخ ابوالفرج محمد فاضل الدین بٹالوی المتوفی ۱۱۵۱ھ): بٹالہ (پنجاب) سے تعلق تھا۔ چالیس کتابیں اور رسالے ان کی یادگار ہیں۔ اردو میں شعر کہتے تھے۔ فاضل بٹالوی، ولی اورنگ آبادی کے ہم عصر ہیں۔ ۱۵۹۔الف

ان کی ایک نعتیہ غزل کے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں جو حافظ محمود شیرانی نے پروفیسر آذر کی مملوکہ بیاض سے لیے ہیں۔

ناہیں مرا چھوٹ تم کوئی انظر بحالی یا نبیؐ ... ہے رین دن غفلت بڑی، انظر بحالی یا نبیؐ
اس فضل سوں راکھو مجھے من عزل درجات الصفا ... فریاد کرتا ہر گھڑی، انظر بحالی یا نبیؐ
میں ہوں خرابی میں پڑا، الطفل سوء الخلق حیف ... اس غم ستی چھاتی سڑی، انظر بحالی یا نبیؐ
رؤ رو لکھوں، رو رو بھروں قصاً قصاً عاصیاً ... افواج عصیاں سوں جھڑی، انظر بحالی یا نبیؐ
فاضل پکارے رین دن، اشفع شفیع المذنبین ... فریاد کرتا ہر گھڑی، انظر بحالی یا نبیؐ ۱۵۹۔ب

اس نعت میں دولسانی مزا موجود ہے، عربی اور اردو، عربی ردیف نے اسے بہت پر اثر بنا دیا ہے۔ ردیف ہی ہر شعر کو دائرہ نعت تک محدود رکھتی ہے۔ اہل پنجاب کے لئے یہ اعزاز ہے کہ ان کے ہاں بھی بالکل ابتدائی تحریروں میں نعت کے نمونے مل جاتے ہیں۔

غزلیہ ہیئت میں ان کی ایک نعت ڈاکٹر جمیل جالبی نے نقل کی ہے:

عرش اور فرش پر دیکھو جو محبوب رب کا ہے ... تمامی دین دنیا موں محمدؐ ہے محمدؐ ہے
تمام اوراقِ ہستی ہی پڑھے ہیں جان و دل سوں میں ... خدا کے سِرّ کا دفتر محمدؐ ہے محمدؐ ہے
ہویا ہے جان و تن میرا ستارا نور روشن کا ... گئی ظلمات جاں سو سب محمدؐ ہے محمدؐ ہے
احد احمد تمہیں دیکھو کرم سیں سب نوازا ہے ... خدا کے فیض کا مظہر محمدؐ ہے محمدؐ ہے
نواز و فضل کر اپنا، طفیل شاہ محی الدین ... کہے فاضل لکھوں دل پر، محمدؐ ہے محمدؐ ہے ۱۵۹۔ج

یہ نعت غزلیہ ہیئت میں ایک زبردست تجربے کی مظہر ہے۔ اس غزل میں ردیف ''محمدؐ ہے محمدؐ ہے'' اور قافیہ ....) (موں، دفتر، سب، مظہر، دل پر) گویا قافیے کا اہتمام نہیں۔ بیسویں صدی کے آخر میں بے قافیہ غزل کا جو تجربہ ہوتا تھا۔ اس کے ابتدائی نقوش اس نعت میں صاف دیکھے جاسکتے ہیں۔

میر محمدی بیدار (المتوفی ۱۷۹۴ء): شکوہِ لفظی اور تراکیب کا اہتمام ملتا ہے۔ تغزل کا رنگ نعت میں پایا جاتا ہے۔

ہے نام ترا باعثِ ایجاد رقم کا! ... محتاج نہیں وصف ترا لوح و قلم کا!
شاہِ دو جہاں، فخر زماں، سرور پاکاں ... ہے کحل بصر ذرۂ خاک اس کے قدم کا ۱۶۰

جرأت، شیخ قلندر بخش (المتوفی ۱۸۱۰ء): لکھنو کے اس بانکے غزل گو کی شہرت تو عامیانہ شاعری بن گئی، لیکن ان کے ہاں فنی پختگی کا اظہار نعتیہ غزل میں بھی ہوا ہے۔ دو شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

محمدؐ ہے نبی ممدوح ذات کبریائی کا! ... کہے بندہ گر اس کی مدح دعویٰ ہے خدائی کا
سپہر معرفت کا ہے وہ مہر الوہیت ... کہ جس کا دینِ روشن آئینہ ہے حق نمائی کا ۱۶۱

انشاء (میر انشاء اللہ خاں انشاء م ۱۲۳۳ھ): بہت عالم فاضل، خوش مزاج، ذہین و طباع اور حاضر دماغ انسان تھے۔ حافظہ غضب کا تھا۔ مختلف زبانوں، عروض اور دیگر متعدد علوم و فنون پر دسترس رکھتے تھے۔ قادرالکلام شاعر تھے۔ ان کیلئے بے نقط عبارت رکھنا بھی ایسا ہی سہل تھا جیسے عبارت منقوط لکھنا۔ مزاج میں چلبلاپن بھی بہت تھا۔ جس کی وجہ سے ان کی بہت سے صلاحیتیں اپنے عروج سے ہمکنار نہ ہوسکیں۔ ان کے کلام میں نعتیہ غزلیں بھی ملتی ہیں۔ سید یونس شاہ کا خیال ہے۔

''انشاء کے کلام میں حمد و نعت اور منقبت و سلام کے جو مضامین ملتے ہیں ان میں بھی جذبات و خلوص کی کمی کا احساس ہوتا ہے۔ اس ضمن میں ادبی روایت کو ہی نبھانے پر اکتفا کیا ہے۔۔۔ جو زور اور صفائی ان کے باقی کلام میں ہے، وہ یہاں

نہیں ملتی۔اسی قسم کے ابیات میں انشاء کے علم وفضل کا احساس تو ہوتا ہے لیکن جذبہ وخلوص نظر نہیں آتا۔'' ۱۶۲؎
مندرجہ بالا رائے اس نعت کے حوالے سے جو انشاء نے اپنے کلیات کے آغاز میں لکھی ہے لیکن اسی نعت کے متعلق ڈاکٹر اسماعیل آزاد کی رائے اس کے برعکس ہے:

''اس (نعت) میں بلا کا سوز وگداز ہے۔ مطلع کا ایک مصرع اردو اور دوسرا عربی میں لکھ کر اس نے عربی زبان میں اپنی مکمل مہارت کے ساتھ ساتھ برجستگی اور بے ساختگی میں بھی یدطولی رکھنے کا ثبوت دیا ہے۔'' ۱۶۳؎

نمونہ کلام درج ذیل ہے:

ہر چند کہ عاصی ہوں پر امت میں ہوں اس کی — جس کا ہے قدم عرشِ معلی سے بھی بالا
مولائے جہاں رہبر عشاق محمدؐ — سب عقدۂ مشکل کا مرے کھولنے والا ۱۶۴؎

ان اشعار کا بغور مطالعہ کیا جائے تو سید یونس شاہ کی رائے کی نفی کا احساس ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان اشعار میں انشاء کا دل دھڑکتا ہوا صاف محسوس ہوتا ہے، جو عشق ومحبت اور سوز وگداز نعت لکھنے کیلئے ضروری ہے وہ مصرع مصرع سے ظاہر ہے۔

غمگین (میر سید علی غمگین، ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۱ء): غمگین کے ہاں نعتیہ شاعری کے نمونے غزل کی ہیئت میں پائے جاتے ہیں۔ان کا نعتیہ کلام گہرے غور وخوض اور حقیقی محبت کا نتیجہ ہے۔ان کی نعتیہ غزل کے چند اشعار درج ہیں:

ظاہر و باطن ہے حمد و نعت ہر انسان کا — معنی و صورت یہ مطلع ہے مرے دیوان کا
ہے مرا ظاہر محمد اور باطن ہے خدا — قال یہ ہے، حال کھونا اپنے ہے ایمان کا
معرفت پر اس کے حق کی معرفت موقوف ہے — مرتبہ ایسا ہے عالی حضرت انسان کا ۱۶۵؎

نظیر اکبر آبادی (م ۱۸۳۰ء): وہ عوامی شاعر جس نے عوامی جذبات کو عوامی تہواروں کے حوالے سے عوامی لب ولہجہ میں بیان کیا۔ ان کے ہاں غزلیہ ہیئت میں باقاعدہ نعتیں نہیں ملتیں البتہ عام غزلوں میں کہیں کہیں نعتیہ اشعار کا رنگ نظر آجاتا ہے۔مثلاً ایک غزل کے درج ذیل شعر دیکھیے جن میں حمد بھی موجود ہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت مبارک بھی۔

دریا و کوہ و دشت و ہوا ارض اور سما — دیکھا تو ہر مکاں میں وہی ہے رہا سما
ہے کون سی وہ چشم نہیں جس میں اُس کا نور — ہے کونسا وہ دل کہ نہیں جس میں اس کی جا
قمری اسی کی یاد میں کو کو کرے ہے یار — بلبل اسی کے شوق میں کرتی ہے چہچہا
دیکھا جو خوب غور سے ہم نے تو یاں نظیر
بازارِ مصطفیٰ ﷺ ہے خریدار ہے خدا ۱۶۶؎

لکھنؤ کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہاں بڑے بڑے نامور شعراء پیدا ہوئے اور شعراء نے دیگر مضامین کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو بھی موضوع سخن بنایا۔ جس سے لکھنؤ میں نعتیہ شاعری وجود میں آئی۔ جس کی جھلکیاں لکھنوی شعراء کی غزلوں میں ملتی ہیں۔ یہاں لکھنؤ کے بعض اہم شعراء کا ذکر کیا جاتا ہے، جن کے ہاں غزل کی ہیئت میں نعتیں ملتی ہیں۔

شاہ نیاز بریلوی (م ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء): ان کے مجموعہ ''دیوانِ نیاز'' سے سید افضال حسین نقوی نے اُردو نعت، تاریخ وارتقاء میں ان کی دو نعتیں درج کی ہیں۔ایک نعت کے دو شعر بطور نمونہ درج ہیں۔

دشت پیمائی سے ہے اپنی بیاباں نازاں — اپنی پابوسی سے ہے خارِ مغیلاں نازاں
رشک میں ہیں مرے آنسو ترے درِّ یتیم — مت گہر ریزی پہ ہو بارشِ نیساں نازاں ۱۶۶؎۔الف

ناسخ (شیخ امام بخش ناسخ، م ۳۹-۱۸۳۸ء): لکھنوی دبستان کے اہم شاعر ہیں۔ زبان اردو کی اصلاح کیلئے ان کی خدمات معروف ہیں۔ان کی نعت غزلیہ ہیئت میں بھی ملتی ہے۔

دکھا اس کو جہاں میں غل ہے جس کی آمد آمد کا — الٰہی ہوں بہت مشتاق دیدار محمدؐ کا
عبور اللہ نے اس کو دیا ہے علمِ باطن پر — لیا ہر چند ظاہر میں نہ درس اک حرفِ ابجد کا

مسیحا بہرِ بیعت آئے گا چرخِ چہارم سے | نہیں موسیٰؑ سے کم رتبہ ترے جلوے کے بیخود کا ۱۶۷

ان اشعار کی زبان بہت صاف ہے۔ ناسخ کا نعتیہ کلام عقیدے اور عقیدت کی آمیزش سے تیار ہوا ہے۔

خواجہ وزیر (۱۲۷۰ھ): یہ ناسخ کے ہونہار شاگردوں میں سے ہے۔ طبیعت میں درویشی پائی جاتی تھی۔ سید یونس شاہ نے ان کے نعتیہ کلام کے متعلق لکھا ہے۔

"انہیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے حد عقیدت تھی اور اس کا حاصل ان کی وہ نعتیہ غزلیں ہیں جو ان کے کلام میں پاکیزگی کی خوشبوئیں بکھیرتی ہیں۔" ۱۶۷۔الف

خواجہ وزیر کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ عقیدت ومحبت کا اظہار ان کی نعتیہ غزلوں سے ہوتا ہے۔ ان کی نعتیہ غزل کے اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

اللہ رے حسنِ رخِ نیکوئے محمدؐ | ہے چشمِ خداوند جہاں سوئے محمد ﷺ
نظروں میں شفاعت نے عمل تول لیے ہیں | پلّے پہ ہے امت کے ترازوئے محمد ﷺ
بخشش میں وہ مصروف یہ سرگرمِ شفاعت | اللہ سے ہے ملتی ہوئی خوئے محمد ﷺ
کرتی ہے گناہ خلق، خدا کچھ نہیں کہتا | واقف ہے کہ نازک ہے بہت خوئے محمد ﷺ ۱۶۸

ظفر (بہادر شاہ ظفر، م ۱۸۶۲ء): آخری مغل فرماں روا، جس کی زندگی میں عبرت کے کئی نمونے موجود ہیں۔ بنیادی طور پر غزل کے شاعر تھے اور ان کی غزل میں ان کی زندگی کی محرومیوں اور مشاہدات کی داستانیں سمٹ آئی ہیں۔ بہادر شاہ ظفر کے مجموعہ کلام میں نعتیں غزل کی ہیئت میں بھی شامل ہیں۔ نمونہ کلام درج ذیل ہے:

فقط اس پر تصدق کیا دل انسان جاتا ہے | اسے تو دیکھ کر جبریل بھی قربان جاتا ہے
نہیں محروم رہتا کوئی اس کے آستانے سے | جو بے سامان آتا ہے وہ با سامان جاتا ہے
ظفر صلِ علیٰ کیا نام پیارا ہے محمدؐ کا | کہ دل اس نام پر سو جان سے قربان جاتا ہے ۱۶۹

ان اشعار سے دلی عقیدت ظاہر ہو رہی ہے۔ ظفر کے حساس شاعر ہونے اور واردات وکیفیاتِ دل کے بیان کرنے کے ہنر کے سب معترف ہیں۔

ذوق (شیخ ابراہیم ذوق، م ۱۸۵۴ء): ذوق کے ہاں بھی نعتیہ شاعری کے آثار پائے جاتے ہیں۔ ان کی ایک نعتیہ غزل کے چند اشعار بطور نمونہ درج ہیں:

رہے نام محمدؐ لب پہ یا رب اول و آخر | الٹ جائے بوقتِ نزع جب سینے میں دم میرا
محبت اہلِ بیت مصطفےٰ ﷺ کی نور برحق ہے | کہ روشن ہوگیا دل مثلِ قندیلِ حرم میرا ۱۷۰

مومن خان مومن، حکیم: گلستانِ نعت میں مومن کے قصائد اور مثنوی مہکتے گلابوں کی طرح ہیں۔ غزل کی ہیئت بھی نعت کے وصف سے محروم نہ رہی ہے اور آغاز غزلیات میں حمد کے ساتھ نعت کے اشعار بھی ملتے ہیں۔

گلوئے خامہ میں سرمہ مدادِ دودۂ دل ہے | مگر لکھتا ہے وصفِ خاتمہ جلدِ رسالت کا
مرا جوہر ہو سرتا پا صفائے مہرِ پیغمبر | مرا حیرت زدہ دل آئنہ خانہ ہو سنت کا ۱۷۱

شہیدی (میر کرامت علی شہیدی، ۱۲۵۶ھ / ۱۸۴۰ء): شہیدی کے ہاں مقدار کے لحاظ سے بہت زیادہ نعتیں نہیں ملتیں۔ قصیدہ کے علاوہ غزلیہ ہیئت کی چند نعتیں ہیں، لیکن انہیں قبولِ عام حاصل ہے۔ ان کی ایک نعت کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

ہے سورۂ والشمس اگر روئے محمدؐ | واللیل کی تفسیر ہوئی موئے محمدؐ
جب روئے محمدؐ کی نظر آئی تجلّی | سمجھا میں شبِ قدر ہے گیسوئے محمدؐ
کعبہ کی طرف منہ ہو نمازوں میں ہمارا | کعبہ کا شب و روز ہے منہ سوئے محمدؐ
رضواں کے لیے لے چلو سوغات شہیدیؔ | گر ہاتھ لگے خار و خسِ کوئے محمدؐ ۱۷۲

کافی (مولانا کفایت علی کافی مرادآبادی، ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء): اپنے وقت کے جید علماء میں شمار ہوتے تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں حصہ لیا اور فخر الدین کلال کی مخبری پر انگریزوں نے انہیں پھانسی کی سزا دی۔ مولانا کافی نعت گو تھے،

اپنی وہ نعت پڑھتے ہوئے پھانسی کے پھندے کی طرف بڑھے جس کا پہلا شعر ہے:

کوئی گل باقی نہ رہے گا نہ چمن رہ جائے گا پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا

کافی نے نعتوں کیلئے زیادہ تر غزلیہ ہیئت استعمال کی ہے۔ ان کا کلام ان کے دلی اخلاص کا عکاس ہے۔ محبتِ نبی ؐ، میلادِ مصطفےٰؐ درود پاک، معراجِ حبیبِ خدا اور یادِ مدینہ ان کے پسندیدہ موضوعاتِ نعت ہیں۔

بقول ڈاکٹر ریاض مجید: ''کافی کیلئے نعت گوئی ایک رسم نہیں، ایک قلبی واردات کا درجہ رکھتی ہے۔'' ۲۷۱۔ل

کافی ایک بھرپور نعت گو ہیں جن کا کلام مابعد شعرائے نعت کیلئے مشعلِ راہ بنا۔

بطور نمونہ دیوان کافی سے چند اشعار نعتیہ درج ذیل ہیں:

بہار خلد ہے روئے محمدؐ شمیم جاں فزا بوئے محمدؐ

دلِ وحشی ہے زنجیریں تڑاتا بشوق یادِ گیسوئے محمدؐ

کوئی پیدا ہوا ایسا نہ ہوگا عدیم المثل ہے خوئے محمدؐ

بس اے کافی! ہے آگے جائے آداب کہاں تو اور کہاں روئے محمدؐ ۲۷۳

معروف دہلوی: معروف دہلوی کا نعتیہ کلام ان کی غزل کی طرح دہلوی دبستان کی جملہ خوبیوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

شافعِ محشر کا یاں دیکھو جمال نقش پا تا رہے خوابِ عدم میں بھی خیال نقش پا

کیا کہا تم گشتگانِ دشتِ وحشت خیر نے رہنمائی سے جہاں میں ہے کمال نقشِ پا ۲۷۴

تیسرا دور (دورِ جدید: ۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء)

عیش دہلوی (حکیم آغا جان، ۱۱۹۳ھ / ۱۷۷۹ء تا ۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۴ء) کلیات عیش: ''عیش کا تعلق ابتداء میں آخری مغلیہ تاجدار بہادر شاہ کے فرزند دوم شاہ رخ مرزا سے تھا۔ وہ شاہزادے کے ذاتی معالج کی حیثیت سے ان کی ڈیوڑھی سے وابستہ تھے۔'' ۲۷۴۔الف

مومن، غالب اور ذوق کے ہم عصر تھے۔ دبستانِ دہلی کی خصوصیات ان کے کلام میں موجود ہیں۔ دو دیوان پر مشتمل کلیات میں نعتیہ غزلیات بھی ملتی ہیں۔ دو شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

ہم مدیحِ عالم میں رکھتے ہیں وہ ہاں اپنا مدح جس کی سمجھیں فخر اہل آسماں اپنا

سرورِ دو عالم کا ہوں جہاں میں مداح پیشوا مجھے سمجھیں کیوں نہ انس و جاں اپنا ۲۷۴۔ب

لطف (علی خاں لطف بریلوی، م ۱۸۸۲ء): آپ محلہ سوداگراں بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے محض روایت کی پاسداری میں نعت نہ کہی تھی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور نعت سے وابستگی کا یہ عالم تھا کہ نعت کو ایسی سرمستی اور عشق سے لکھا کہ تحریک بنا دیا۔ دیگر اصناف کی طرح غزل کے پیرایۂ کو بھی نعت گوئی کے لئے استعمال کیا۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری لکھتے ہیں:

''نعتیہ غزلوں میں وفور، شیفتگی، جوش، عقیدت اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخلص وابستگی کا اظہار صاف سادہ زبان اور نرم لہجے میں کیا گیا ہے۔ اس کی غزلوں میں جاری و ساری داخلیت، تڑپ، اضطراب اور بیان و اظہار کا خلوص قابلِ توجہ ہے۔'' ۲۷۴۔ج

راجا رشید محمود نے لطف کے نعتیہ مجموعہ دیوانِ لطف (مجموعہ ''دیوانِ لطف'' سراپائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج نامہ، منظوم غزل و قصائدِ نعتیہ'') لکھنؤ، مطبع مجتبائی، ۱۳۱۳ھ کا انتخاب ماہنامہ نعت کی خصوصی اشاعت ۱۹۹۶ء میں پیش کیا ہے۔ ایک نعت کے تین شعر دیکھئے۔

کس کو ہے قرب خدا ایسا سوائے مصطفیٰؐ عرش، فرشِ مصطفیٰؐ، قوسین جائے مصطفیٰؐ

دے مجھے دارین میں یا رب برائے مصطفیٰؐ ذوقِ عشقِ مصطفیٰؐ، شوقِ بقائے مصطفیٰؐ

عاصیوں پر بابِ رحمت حشر میں کھل جائے گا وا ہوئے جس دم لبِ معجز نمائے مصطفیٰؐ ۲۷۴۔د

ان کی ایک اور نعت کے دو شعر ملاحظہ کیجئے:

باعث پیدائش خلقِ خدا پیدا ہوئے پیشوا و مقتدیٰ و رہنما پیدا ہوئے

نور سے اسلام کے عالم منور ہوگیا واہ کیا بدرالدجےٰ صلِ علیٰ پیدا ہوئے

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق، لطف علی خان کی نعت گوئی کے متعلق لکھتے ہیں:

''۔۔۔نعت نبیؐ میں تغزل کا جو رنگ لطف نے پیش کیا ہے، وہ بعد کے نعتیہ غزل گو شعراء کے لیے جادۂ اعتدال پر قائم رکھنے کے لیے اچھا نمونہ تھا۔''۵ے۱

آزاد بیکانیری:

ہم کو پیدا کیا خالق نے نبیؐ کے باعث — بالیقیں بخشے گا ہم سب کو اُسی کے باعث
جب کہا حشر میں دوزخ سے بچو گے کیسے — سب گنہگار پکارے کہ نبیؐ کے باعث۶ے۱

منشی شنکر لال ساقی (۱۸۲۰ تا ۱۸۹۰ء): غالب اور ذوق کے ہم عصر تھے۔ غیر مسلم ہونے کے باوجود بہت پیاری نعت کہتے ہیں:

نعت لکھتا ہوں مگر شرم مجھے آتی ہے — کیا مری ان کے ثنا خوانوں میں ہستی ہوگی

مشکل اور آسان سبھی طرح کی زمینوں میں طبع آزمائی کی ہے۔

تھی شب معراج میں سارے فلک پر چاندنی — نورِ محبوب خدا سے تھی منور چاندنی ۷ے۱

فقیر (مولوی محمد الدین فقیر، مصنف ''مٹھی روٹی''): ان کا نعتیہ مجموعہ ''دیوانِ محمدیؐ'' ۱۲۹۳ھ میں طبع ہوا۔ سب نعتیں غزلیہ ہیئت میں بصورت دیوان دی گئی ہیں۔

آزاد ہو گئے ہیں غمِ دوسرا سے ہم — رکھتے ہیں عشق حضرتِ خیر الوریٰ سے ہم
رو رو کے مانگتے ہیں دعا یہ خدا سے ہم — آنکھیں مَلیں قدومِ شہِ انبیاؐ سے ہم ۸ے۱

نوٹ: راجا رشید محمود کے کتب خانہ میں ''دیوانِ محمدیؐ'' کا جو نسخہ راقم الحروف کو دیکھنے کا موقع ملا، وہ ناقص الاوّل ہے۔ دیوان ص ۳ سے شروع ہوتا ہے لہٰذا مطبع کا مکمل پتہ نہیں چلتا نہ کتاب کے آخر میں کوئی وضاحت ہے۔

محمد الدین فقیر کے یہ نعتیہ شعر خوب مشہور ہوئے۔ آج بھی بعض محافل میں سنائی دیتے ہیں۔

رَبِّ سَلِّم علیٰ رسولِ اللہ — مرحبا مرحبا رسول اللہ
جا کہوں کاش میں صلوٰۃ و سلام — تیرے روضے پہ یا رسول اللہ
کیا ہی محبوب ہیں ہر اک دل کے — وہ حبیبِ خدا رسول اللہ ۸ے۱۔الف

کمتر (سید سراج الدین عرف باوا میاں قادری) ۱۸۵۰ تا ۱۹۱۱ء: ریاست راھن پور میں چیف جج تھے۔ بہت مخیّر تھے ہر ماہ کی گیارہویں کو نیاز دلاتے تھے۔ نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہت ذوق وشوق سے کہتے تھے۔ ان کے کلام کے چھوٹے چھوٹے گلدستے (۱) میلاد نامہ (۲) امدادِ پیغمبری (۳) پیغام مجبوری (۴) فروغِ ایزدی (۵) فروغِ دل (۶) عطائے خیر المرسلینؐ (۷) الارمغاں (۸) الغتہ شائع ہوئے۔۹ے۱

غزل کی ہیئت میں ان کے نعتیہ کلام کے کچھ نمونے درج ذیل ہیں:

وہ در کی خاک کو کحل البصر ہم اپنی کرتے ہیں — جبیں سائی کو جس جا مہر و مہ سر اپنا دھرتے ہیں
نہ کیوں عرشِ بریں کو فخر کفشِ پا سے اس کے ہو — قدم بوسی کو جس کے در پہ کروبیں اترتے ہیں
خدائے پاک فرماتا ہے سچے ہیں وہی مومن — محبت جی سے بڑھ کر جو نبیؐ سے کر گزرتے ہیں

ان کی ایک اور نعتیہ غزل کے تین شعر درج ذیل ہیں۔

مسجدِ نبوی میں لازم ہے موذن ہو بلالؓ — کچھ نہیں محراب ابرو وہ کہ جس میں تل نہ ہو
جب ملائک تم پہ ہوتے ہیں تجہ دل سے فدا — میں تو اک انسان ہوں کیوں دل مرا مائل نہ ہو
تاب کیا کمتر نگہ کو ہوتی ان کے دید کی — جلوہ گاہ میں آنکھ کا پردہ اگر حائل نہ ہو ۱۸۰

حامد بدایونی، حامد بخش:

''کلامِ حامد'' کتاب میں مدح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (غیر منقوط کلام کا دیوان) اور گلزار نظم حامد، دو نعتیہ دیوان ہیں آخر میں گلشنِ شادابِ منقبت میں مناقب ہیں۔ ۱۸۰ے۱

رہا اس کا محکوم ملکِ دو عالم — مسلم ہوا حکم عام محمدؐ

ہوا لمعۂ مردمک ہر ملک کا ملا سرمۂ گردِ گامِ محمدؐ ۱۸۰۔ب
ڈھونڈتی پھرتی ہے محشر میں گنہگاروں کو امتی تیری شفاعت کے ہیں ممنوں کیا کیا
کوئی تشبیہ تو مل جائے دہن کی تیرے غنچے اس فکر میں کرتے ہیں جگر خوں کیا کیا ۱۸۰۔ج

اقبال احمد خاں سہیل اعظم گڑھی:

''موج کوثر'' (۴۸) صفحات کے اس مجموعے میں ایک مثنوی دو نعتیہ غزلیں اور کچھ قصائد ہیں۔

احمدِ مرسل فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مظہرِ اول مرسل خاتم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۱۸۰۔د
کتابِ فطرت کے سرورق پہ جو نامِ احمدؐ رقم نہ ہوتا تو نقشِ ہستی ابھر نہ سکتا' وجودِ لوح وقلم نہ ہوتا ۱۸۰۔ہ

حافظ پیلی بھیتی (حافظ خلیل الدین حسن حافظ) ۱۸۶۰ء تا ۱۹۲۹ء: غزل کی ہیئت میں ان کے آٹھ نعتیہ دیوان ہیں۔ جن کا انتخاب راجا رشید محمود نے شائع کیا ہے۔

۱۔ **پہلا دیوان:** ''نعتِ مقبولِ خدا'' ۱۳۰۳ بدایوں میں شائع ہوا' اس میں ۹۹ نعتیں غزلیہ ہیئت میں ہیں۔ علاوہ ازیں ایک سلام اور ۲۸ رباعیات ملتی ہیں۔ کل صفحات ۱۰۴ ہیں۔

درِ حضرت پہ ہو اے کاش رسائی میری جب میں جانوں کوئی امید بر آئی میری
دولتِ فقر کی خیرات جو دے دیں مولا پادشاہی پہ کرے فخر گدائی میری
خارِ صحرائے مدینہ جو ملے مدت میں پھوٹ کر روئی بہت آبلہ پائی میری
کاش وہ پاس بلا کر یہ کہیں حافظؔ سے
لے ہوئی اب تو جدا تجھ سے جدائی میری ۱۸۱

۲۔ **دوسرا دیوان:** ''نغمۂ روح'' ہے' جس میں ۶۵ غزلیہ ہیئت میں نعتیں' ۲ نعتیہ ترجیع بند' ۱۱ نعتیں رباعیات ہیں۔ یہ ۱۳۰۹ھ میں بدایوں سے شائع ہوا۔ کل صفحات ۱۴۸ ہیں۔

رحمتِ عام وہ ہوا صلِ علیٰ محمدٍ خاص حبیبِ کبریا صلِ علیٰ محمدٍ
پہلے ہوا درود خواں' آپ خدائے انس و جاں پھر ہمیں حکم یہ دیا صلِ علیٰ محمدٍ
ان کی ثنا کرے ادا' بندے کی یہ مجال کیا جن کی ثنا کرے خدا' صلِ علیٰ محمدٍ ط

۳۔ **تیسرا دیوان:** ''خمخانۂ حجاز'' ہے۔ ۱۳۱۵ھ میں بدایوں سے چھپا۔ اس میں غزلیہ ہیئت کی ۱۳۹ نعتیں اور ۱۳ نعتیہ رباعیات ہیں۔ کل صفحات ۲۷۱ ہیں۔

نہ تھی کوئی بھی نیکی مگر ثواب ملا حساب سے تو ہمیں اجر بے حساب ملا
الٰہی اب تو نہیں دل کو انتظار کی تاب ملا جو تجھ سے مجھے اس سے تو شتاب ملا
ہزار بار پٹے اس کے پاؤں دھو دھو کر جو کوئی بارگہِ شہؐ کا باریاب ملا

چوتھا دیوان ''آئینۂ پیغمبر'' ہے۔ ۱۳۳۰ھ میں بدایوں سے چھپا۔ غزلیہ ہیئت میں ۱۰۴ نعتیں ہیں۔ علاوہ ازیں ۱۲۱ رباعیات ہیں۔ کل صفحات ۲۱۸ ہیں۔

پانچواں دیوان ''بیاضِ نعت'' ہے۔ یہ ۱۳۳۲ھ میں بدایوں سے شائع ہوا۔ اس میں غزلیہ ہیئت کی ۱۲۵ نعتیں اور ۱۸۱ رباعیات ہیں۔ کل صفحات ۲۵۲ ہیں۔

چھٹا دیوان ''نغمۂ جگر دوز'' ہے۔ یہ ۱۹۲۲ء میں بریلی سے شائع ہوا۔ اس میں ۹۵ نعتیں غزلیہ ہیئت میں ہیں۔ ۱۷ رباعیات ہیں۔ کل صفحات ۱۴۸ ہیں۔

ساتواں دیوان ''لذّتِ درد'' ہے۔ یہ ۱۳۳۸ھ کو بریلی سے شائع ہوا۔ اس میں ۹۷ غزلیہ ہیئت کی نعتیں ہیں۔ ۸۴ رباعیات بھی ہیں۔ کل صفحات ۱۴۸ ہیں۔

ساتواں دیوان ''لذّتِ درد'' ہے۔ یہ ۱۳۳۸ھ کو بریلی سے شائع ہوا۔ اس میں ۹۷ غزلیہ ہیئت کی نعتیں ہیں۔ ۸۴ رباعیات ہیں۔ کل صفحات ۱۳۲ ہیں۔

آٹھواں دیوان ''میخانۂ خلد'' ہے۔ ۱۳۴۰ھ میں بریلی سے شائع ہوا۔ اس میں غزلیہ ہیئت کی ۱۳۰ نعتیں ہیں۔ کل صفحات ۱۷۴ ہیں۔

ان آٹھ دیوانوں میں غزلیہ ہیئت پر مشتمل نعتوں کی تعداد ۸۳۳ بنتی ہے۔ ۱۸۲

خواجہ رضی حیدر کے بقول حافظ پیلی بھیتی کا کلام انیس دواوین پر مشتمل ہے۔ ۱۸۳

محمد یوسف طرب کشمی نے لکھا ہے کہ حافظ پیلی بھیتی نے تقریباً پندرہ ہزار نعتیں اور دو ہزار کے قریب نعتیہ رباعیاں لکھی ہیں۔ ۱۸۴

غزلیہ ہیئت میں حافظ پیلی بھیتی کے تین نعتیہ شعر ملاحظہ کیجئے۔

ہاں اجل! سچ ہے کہ جینے کا بھروسا کیا ہے — تو اگر طیبہ میں آ جائے تو پروا کیا ہے
ایک بے سایہ کی رحمت کا ہے سایہ مجھ پر — حشر کی دھوپ قیامت ہے تو پروا کیا ہے
بات کی بات میں قُم کہہ کے جلائے مُردے — تیری کیا بات، تری بات کا کہنا کیا ہے ۱۸۵؎

مولانا ابوالکلام آزاد (م ۱۹۵۸ء): ان کی ایک نعت، جو غزلیہ ہیئت میں ہے۔ ''شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری'' میں شامل ہے۔ بطور نمونہ چند شعر دیکھیے:

موزوں کلام میں جو ثنائے نبی ہوئی — تو ابتدا سے طبع رواں منتہی ہوئی
دل کھول کر رسولؐ سے میں نے کیے سوال — ہرگز طلب میں عار نہ پیشِ سخی ہوئی
سالک ہے جو کہ جادۂ عشقِ رسولؐ کا — جنت کی راہ اس کے لیے ہے کھلی ہوئی ۱۸۶؎

مہر علی شاہ، سید پیر ''مراۃ العرفان'' (۱۸۵۰ تا ۱۹۳۷ء): پیر مہر علی شاہؒ کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت اور عقیدت بیان کی محتاج نہیں ہے۔ آپ کی پنجابی نعتوں نے بہت شہرت پائی اور آپ کی پنجابی نعتیں زبانِ زد عام ہیں۔ لیکن آپ کے عارفانہ کلام کے مجموعہ ''مراۃ العرفان'' میں موجود ایک اردو نعتیہ غزل کے حسب ذیل اشعار بتاتے ہیں کہ پیر مہر علی شاہ صاحب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت میں اردو میں بھی لکھتے تھے۔

مدینے میں بلا بھیجو قریب وادی حمرا! — تڑپ کر ڈال لوں میں ہاتھ پھر سیمین ساقن میں
مجھے کیا غم ہے محشر کا مرا حامی ہے جب وہ شاہؐ — کہا لولاک و طٰہٰ و مزمل جس کی شانن میں

پیر مہر علی شاہؒ اپنی شاعری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سراپا نگاری اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسن کے جلووں کا بیان لطف لے لے کر کیا کرتے ہیں۔ اس غزل میں بھی اس وصف کو جانے نہ دیا۔ فرماتے ہیں:

نگارے والضحیٰ روئے و والیل بجے موئے! — ابھی گذرے ہیں اس رہ سے بھری خوشبو مشامن میں ۱۸۷؎

مجوب (زینت بی بی مجوب): ان کے نعتیہ مجموعے ''گلبنِ نعت'' مطبوعہ ۱۹۱۳ء میں تیس نعتیں غزلیہ ہیئت کی ہیں۔ بطور نمونہ ایک نعت کے چند شعر درج ہیں:

کروں کیا کسکو دکھلاؤں ترے بن یارسول اللہ — طبیعت مضمحل، خاطر پریشاں، دل مکدر ہے
ترا وصفِ مقدس ہے الم نشرح لك صدرك — تری مدح و ثنا میں سورۂ والنجم و کوثر ہے

سراسر مردہ دل افسردہ خاطر ہوں میں یا حضرت
تری فرقت میں یہ دنیا مجھے میدانِ محشر ہے ۱۸۸؎

مجوب کا کلام ان کے دلی جذبات کا آئینہ دار اور ادبی اعتبار سے قابلِ قدر ہے۔ یقیناً انہوں نے عشقِ رسول کو اپنے شعروں کی زینت بنا کر ادب میں قابلِ رشک مقام حاصل کیا ہے۔

غریب سہارنپوری (محمد خاں غریب سہارن پوری): انہوں نے اپنے نعتیہ مجموعے ''خزینۂ رحمت یعنی عطریاتِ غریب'' میں (۲۵۶) اردو نعتیں غزل کی ہیئت میں پیش کی ہیں۔ ان کے اشعار ان کے عشقِ رسولؐ کے آئینہ دار ہیں۔ بطور نمونہ چند شعر درج ہیں:

جب مدینے کو چلے صاحبِ ایمان بہت — رہ گئے روتے ہوئے بے سرو سامان بہت
ہند سے شہرِ مدینہ کبھی جانا نہ ہوا — قبر میں ساتھ چلے، حسرت و ارمان بہت
دیکھ کر آپؐ کو کرتے ہیں سب اسلام قبول — تم سلامت ہو تو دنیا میں مسلمان بہت ۱۸۹؎

جوہر میرٹھی (مفتی بدیع الدین جوہر): انہوں نے اپنے نعتیہ مجموعے ''جواہر نعتِ پیغمبر'' مطبوعہ ۱۸۹۹ء میں غزل کی ہیئت میں نعتیں کہی ہیں۔ دیوان ردیف وار ہے۔ ایک نعت کے تین شعر درج ہیں:

دل کو ہر دم ہے شبیہِ مصطفےٰ بھاتی ہوئی — رہ گئی تصویر یوسف جس سے شرماتی ہوئی

سن کے ذکر مصطفےٰ پھولی سماتی ہی نہیں
آج گلشن میں صبا پھرتی ہے اتراتی ہوئی

رخ سے پردہ یا نبی اپنا اٹھا دیجیے ذرا
حسرتیں دیدار کو پھرتی ہیں گھبراتی ہوئی ۱۹۰

محمد ابراہیم آزاد (۱۸۶۸ء تا ۱۹۴۶ء): یو پی سے تعلق تھا۔ ''ثنائے محبوبِ خالق'' نعتیہ مجموعہ ہے جو ۱۹۳۲ء میں مرتضائی پریس آگرہ سے شائع ہوا۔ یہ راجستھان (بھارت) سے منظرِ عام پر آنے والا پہلا نعتیہ مجموعہ ہے۔ اس کتاب کو دو حصوں پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ حصہ اول (کل صفحات ۱۷۶) جس میں نعتیں ہیں اور حصہ دوم میں قصائد و مناقب (ص ۱۷۷ تا ۳۰۴) حصہ دوم کی ہر نظم میں حمد کے بعد نعتیہ مضامین بھی ہیں۔ ۱۹۱

غزلیہ ہیئت میں لکھی گئی ان کی نعتوں سے چند منتخب اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

i- آنکھیں ترس رہی ہیں زیارت کو آپ کی
کس کا نصیب لاؤں جو دیدار ہو نصیب

ii- بیٹھا رہوں میں روضۂ اقدس کے سامنے
دل کو نثار جان کو قربان کئے ہوئے

iii- دشمنِ جاں خلقِ مولاً سے بنے ہیں جاں نثار
سرکشوں کے سر جھکے ہیں شہ کا احسان دیکھ کر ۱۹۱۔الف

میر سعید اللہ سعید امرتسری (۱۸۸۴ء تا ۱۹۲۶ء): ''ذخیرۂ آخرت'' مجموعۂ کلام ہے۔ محکمہ انہار میں ڈپٹی کلکٹر رہے۔ حضرت امیر ملت جماعت علی شاہ محدث علی پوری سے بیعت تھے۔ بڑے دیندار اور عاشقِ صادق تھے۔ نعتیہ کلام میں عجب وارفتگی اور کیف ہے۔ بقول محمد صادق قصوری ''نعت پڑھتے تو خود روتے تھے اور ساری محفل کو رلاتے تھے۔''

آپ کے دم سے کائنات کی ہے ابتدا انتہا رسول اللہ
ہم غریبوں پہ بھی نظر کیجئے شاہِ ہر دوسرا رسول اللہ ۱۹۲

بیدم شاہ وارثی (م ۱۹۳۶ء): سید غلام حسین بیدم شاہ وارثی اٹاوہ (یو۔پی) کے رہائشی سید انوار حسین کے صاحبزادے مولانا نثار اکبر آبادی کے شاگردِ رشید اور حضرت وارث شاہ عالم نوازؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ دیوہ شریف میں اپنے مرشدِ پاک کے قدموں میں مدفون ہیں۔ آپ کے دو مطبوعہ دیوان ہیں۔ پہلا جانِ بیدم اور آخری مصحفِ بیدم ہے۔ آپ کا کلام حقیقت و معرفت سے بھرپور اور غنائیت سے مملو ہے۔ انتخابِ الفاظ حسنِ ترکیب سازی منفرد طرزِ ادا تازہ سوچ سوز و گداز ایک خاص سرشاری آپ کے کلام کا طرۂ ہے۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے کلام سے نمایاں ہے۔ ۱۹۳

نعت گوئی میں بیدم شاہ وارثی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ ان کی نعتوں میں غزل محض ہیئت کے طور پر ہی نہیں بلکہ اپنے تمام تر فنی لوازم کے ساتھ موجود ہے۔ غزل کا سوز و گداز ایمائیت اور اجمال سب کچھ بیدم کی نعت میں پایا جاتا ہے۔ بطور نمونہ ایک نعت کے چند شعر دیکھئے۔

عدم سے لائی ہے ہستی میں آرزوئے رسولؐ
کہاں کہاں لئے پھرتی ہے جستجوئے رسولؐ

خوشا وہ دل کہ ہو جس دل میں آرزوئے رسولؐ
خوشا وہ آنکھ جو ہو محوِ حسنِ روئے رسولؐ

تلاشِ نقشِ کفِ پائے مصطفےٰؐ کی قسم
چنے ہیں آنکھوں سے ذرّاتِ خاکِ کوئے رسولؐ

عجب تماشا ہو میدانِ حشر میں بیدم
کہ سب ہوں پیشِ خدا اور میں روبروئے رسولؐ ۱۹۳۔الف

خواجہ حسن نظامی نے ان کے کلام کے متعلق لکھا ہے:

''کلامِ بیدم سے اردو میں روحانی جان پیدا ہوگئی۔۔۔۔ جب تک اردو کے دم میں دم باقی ہے کلامِ بیدم ہمیشہ باقی رہے گا۔'' ۱۹۳۔ب

بطور نمونہ غزل کی ہیئت میں مصحفِ بیدم سے چند اشعار درج کیے جاتے ہیں:

آئی نسیم کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کھنچنے لگا دل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کعبہ ہمارا کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
مصحفِ ایماں روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حسرت موہانی (۱۸۷۸ء تا ۱۹۵۱ء): رئیس المتغزلین حسرت موہانی نے غزل کے پیرائیہ میں اس رنگ سے نعت کہی کہ ان کے ہاں بعض اوقات عشقِ مجازی پر بھی عشقِ حقیقی کا گمان ہونے لگتا ہے۔ بقول پروفیسر شفقت رضوی:

''حسرت نے نعت گوئی بھی کی ہے اور عام غزلوں میں بھی اپنے جذبۂ بے اختیار سے مجبور ہو کر نعتیہ شعر شامل کر دیے ہیں گویا مجاز کی شاعری کرتے ہوئے بھی ان کے ذہن کے گوشے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت کی شمع روشن رہتی تھی جو ان کو نعتیہ شعر کہنے پر مجبور کرتی تھی۔'' ۱۹۴

نعتیہ غزلیات کے کچھ اشعار میں نعتِ نبی کا رنگ دیکھیے:

سرمۂ طور میں کہاں وہ اثر | دشتِ یثرب کے جو غبار میں ہے
بڑھ گئی آج امیری سے فقیری اپنی | کہ شہِ حق نے مجھے داخلِ خدام کیا
غریبوں سے کہتی ہے رحمت یہ ان کی | کہ ہیں بے نواؤں کے حاجت روا ہم
حشر میں تاب جہنم سے مفر اور کہاں | اہل عصیاں کو ترے سایۂ رحمت کے سوا

ایسی بیسیوں مثالیں حسرت کے ہاں مل جائیں گی۔ غزل میں نعتیہ اشعار کے علاوہ پوری پوری غزلیں بھی مل جاتی ہیں جن میں مکمل طور پر نعت ہی کا بیان ہے۔ ایک غزل کے دو شعر ملاحظہ ہوں:

روزِ محشر سایہ گستر ہے جو دامانِ رسولؐ | تابِ دوزخ سے ہیں بے پروا غلامانِ رسولؐ
نور سے ایمانِ خالص کے منور تھا جہاں | اب کہاں سے آئے وہ عہد درخشانِ رسولؐ ۱۹۵

حسرت (محمد عبدالقدیر صدیقی، مولانا ۱۸۷۱ء تا ۱۹۶۲ء): رمزات الاشواق، نسیم عرفان اور زمزمہ محبت جیسے نعتیہ مجموعوں کے باعث نعت گوئی میں شہرت پائی۔ ان کی نعتیہ خمریاں مشہور ہیں۔ غزل کی ہیئت میں بھی نعتیں لکھی ہیں۔ ڈاکٹر اسماعیل آزاد کی رائے ہے:

"ان کا کلام ہر جگہ جادۂ شرع کے اندر ہے۔ انہوں نے عبد و معبود کے دائرہ حدود و عمل کو باہم مدغم نہیں کیا۔" ۱۹۵۔ الف

حسرت قدیر حسرت نے غزل کے پیرائیہ کو بھی نعت کے لیے استعمال کیا ہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک کو ردیف کے لیے بھی کئی جگہ پر استعمال کیا ہے۔ مثلاً چند مختلف غزلوں میں اسم محمدؐ کا بطور ردیف استعمال ملاحظہ ہو:

کیا پوچھتے ہو مرتبہ و شانِ محمدؐ | جبریلِ امیں خادم و دربانِ محمدؐ ۱۹۶
شہنشاہِ کون و مکاں ہیں محمدؐ | دو عالم کی روحِ رواں ہیں محمدؐ ۱۹۷
حبیبِ خدا ہیں ہمارے محمدؐ | شہِ انبیاء ہیں ہمارے محمدؐ ۱۹۸
سرورِ جملہ مرسلاں صلِ علیٰ محمدؐ | قبلۂ جملہ قدسیاں صلِ علیٰ محمدؐ ۱۹۹
کروں گا دل و جاں کو قربانِ محمدؐ | دکھلا دے الٰہی رخِ تابانِ محمدؐ ۲۰۰
سلام تم پر ہو یا محمدؐ | ہو مصطفٰیؐ مجتبٰیؐ محمدؐ ۲۰۱

امیر مینائی (م ۱۹۰۰ء): ملک الشعراء امیر مینائی کی نعتیہ غزلوں کے اشعار کی تعداد (۱۷۰۰) سے زائد ہے۔ بقول عاصی کرنالی:

"نعت کو تغزل کی چاشنی دے کر امیر نے اس کی شعری کیفیت میں اضافہ کر دیا ہے۔ غزل میں جو ایک لطافتِ زبان و بیان ہوتی ہے اور اس کے تلازمات میں جو فنی اور معنوی جمال ہوتا ہے، اس کے تلازمے کو برقرار رکھتے ہوئے نعت کہہ کر امیر نے ایک ایسی کیف آفریں فضا پیدا کر دی ہے جو روح کو وجد میں لے آتی ہے۔ ۲۰۲

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق لکھتے ہیں:

"امیر کا جذب اور کیف اشعار میں اکثر ڈرامائی کیفیت پیدا کر دیتا ہے اور الفاظ کی نشست، موزونیت اور صوتی ربط اپنے زیر و بم سے رقص کا سماں پیدا کر دیتا ہے۔" ۲۰۳

نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

زہے رحمت کہ ختم انبیاء کی آمد آمد ہے | حبیبِ خاص، محبوبِ خدا کی آمد آمد ہے
ملائک مژدہ دیتے ہیں گنہگارانِ امت کو | کہ خوش ہو، شافعِ روزِ جزا کی آمد آمد ہے
خدا دے لاکھ جانیں تو امیر اس دم کروں قربان | مرے مولیٰ، مرے حاجت روا کی آمد آمد ہے ۲۰۴

محسن کاکوروی (۱۸۲۶ء تا ۱۹۰۵ء): محسن کاکوروی اہم نعت گو شاعر ہیں۔ ان کا قصیدہ لامیہ بہت مشہور ہوا، لیکن انہوں نے غزل کی ہیئت میں بھی نعتیں کہی ہیں۔ ان کا نعتیہ غزلوں میں عقیدت محبت کے ساتھ غزل کا رنگ و آہنگ بھی نظر آتا ہے۔ ان غزلیہ نعت کا انداز ملاحظہ کیجئے:

سوائے آئینۂ جلوۂ شہ لولاک | نہ تھا محل کوئی تصویرِ کن فکاں کے لیے
نہ تھا بجز قدِ بالائے سرورِ عالم | جو کوئی تیر تھا قوسین کی کمان کے لیے

خدا کے سامنے محسن پڑھوں گا وصف نبی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ سجے ہیں جہاز یہ باتوں کے لامکاں کے لیے ۲۰۵

داغ دہلوی (م ۱۹۰۵ء): یہ غزل کے مشہور شاعر ہیں۔ حسن وعشق کے معاملات اور قلبی کیفیات نیز عاشقانہ واردات کا بیان اچھوتے انداز سے کرتے ہیں۔ عام غزلوں میں مہارت نعتیہ غزل میں بھی کام آئی۔ ان کی نعتیہ غزلیں ان کے کمالِ فن کا بیان بھی ہیں اور ان کے دل میں موجود عشقِ رسول کا ثبوت بھی۔ غزل کی ہیئت میں ان کی ایک نعت کے بعض اشعار بطور نمونہ کلام درج ذیل ہیں:

کرو غم سے آزاد یا مصطفیٰ ﷺ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ تمھیں سے ہے فریاد یا مصطفیٰ ﷺ
نہ پامال مجھکو زمانہ کرے ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ نہ مٹی ہو برباد یا مصطفیٰ ﷺ
زباں پر ترا نام جاری رہے ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کرے دل تری یاد یا مصطفیٰ ﷺ
نہ چھوٹے کبھی مجھ سے راہِ صواب ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ نہ ہو ظلم و بیداد یا مصطفیٰ ﷺ
عطا مجھکو اللہ ہمت کرے ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ بجا لاؤں ارشاد یا مصطفیٰ ﷺ
مجھے گھیر رکھا ہے امراض نے ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ مٹے ان کی بنیاد یا مصطفیٰ ﷺ
مجھے رات دن فکر ہے قرض کی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ اسی سے ہوں ناشاد یا مصطفیٰ ﷺ
رہوں حشر میں آپ کی ذات سے ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ طلب گارِ امداد یا مصطفیٰ ﷺ
عنایت کی ہوجائے اس پر نظر ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ رہے داغؔ دل شاد یا مصطفیٰ ﷺ ۲۰۶

رضا بریلوی (۱۹۲۱ء): مولانا احمد رضا خان بریلوی ایک جید عالم دین تھے۔ ان کے تبحر علمی کا ایک زمانہ معترف ہے، بلاشبہ اُنھیں نابغۂ عصر کہا جاسکتا ہے۔ ایک ماہ میں قرآن مجید حفظ کرنا، کم وبیش ایک ہزار تصانیف کا ذخیرہ، دینی ادب کی جھولی میں ڈالنا، فتویٰ نویسی میں اپنی رائے کا لوہا منوانا، قرآن مجید کا نادر اُردو ترجمہ کرنا، دینی علوم کے علاوہ جدید سائنسی انکشافات کی حامل کتابیں لکھنا خصوصاً ریاضی، لوگارتھم، منطق، فلسفہ وغیرہ میں اپنی مہارت کاملہ کو پیش کرنا وغیرہ ان کی حیرت ناک خصوصیات ہیں، لیکن اُردو ادب میں وہ ایک نعت گو کے حوالے سے بھی قابل رشک پہچان رکھتے ہیں۔ ان کا نعتیہ کلام اُن کے تبحر علمی کا عکاس اور اُن کے عشقِ رسول کا مظہر ہے۔ اُن کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ''حدائق بخشش'' کے نام سے مشہور ہے۔

رضا بریلوی وہ خوش قسمت نعت گو ہیں جن کے نعتیہ کلام نے مابعد شعراء پر بے انتہا اثر ڈالا اُس کی بڑی وجہ ان کے کلام میں موجود عشق و تاثیر کی فراوانی ہے۔ یہی وہ سعادت آثار نعت گو ہیں جن کے نعتیہ کلام کے حوالے سے سب سے زیادہ لکھا گیا۔ پی۔ ایچ۔ ڈی، ایم فل اور ایم اے کے جامعاتی مقالات کے علاوہ متعدد رسائل وجرائد کے نمبر اور سینکڑوں مضامین ان کی شاعرانہ عظمت کی دلیل ہیں۔

بدقسمتی سے بعض لوگوں نے ان سے مسلکی اختلاف کی بناء پر اعتناء نہیں برتا۔ اس کی ایک مثال ممتاز حسن کے ہاں بھی نظر آتی ہے، جنہوں نے احمد رضا کا ذکر تک اپنے تذکرہ ''خیر البشر کے حضور میں'' نہیں کیا۔ طرح طرح کی مخالفتوں کے باوجود رضا بریلوی کی شہرت پاک و ہند سے بڑھ کر دنیا بھر میں پھیل گئی۔ ان کے لکھے ہوئے سلام ''مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' کو وہ مقبولیت اور شہرت نصیب ہوئی، جس کا کوئی شاعر سوچ ہی سکتا ہے۔

مولانا رضا بریلوی کی نثری تصانیف کی طرح ان کے نعتیہ کلام میں بھی ان کا تبحر علمی نمایاں ہے۔ بعض اشعار اگرچہ آسان ہیں لیکن بعض بے حد مشکل بھی ہیں، لیکن ان کی نعت سننے والا عالم ہو یا عامی، ہر کوئی متاثر ہوتا ہے، اگر یہ کہا جائے کہ ان کی مکمل شخصیت ان کی شاعری میں جلوہ گر ہے تو غلط نہیں ہوگا۔ شخصیت کی نعتیہ شاعری میں نمود کی بہترین مثال مولانا رضا بریلوی کے ہاں ہی نظر آتی ہے۔

شمس بریلوی نے ان کی نعتیہ شاعری کا فکری وفنی جائزہ لیا ہے، خصوصاً انہوں نے ان کے کلام میں ضائع بدائع کے خوبصورت استعمال کا عمدگی سے کھوج لگایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''آپ نے اس راہ (منزل عشق کے تمام مدارج) کو بڑی احتیاط سے طے فرمایا ہے..... دیارِ محبوب کا اشتیاق بھی ہے اور درِ محبوب پر عرض بھی کر رہے ہیں لیکن تقدیس وتکریم کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹتا اور یہی وہ خصوصیت ہے جو جناب رضا ؒ کو تمام نعت گو شعراء میں اسی طرح ممتاز کرتی ہے جس طرح علمِ شریعت اور طریقت میں آپ کا مقام دیگر علمائے کرام سے بہت ارفع واعلیٰ تھا''۔ ۲۰۶۔ الف

ڈاکٹر اقبال اختر القادری نے کلامِ رضا میں محاوروں کا استعمال کے موضوع پر قلم اُٹھایا اُن کا کہنا ہے۔

''ان کے پاس الفاظ کا لامحدود ذخیرہ ہے جسے وہ اس خوبی سے استعمال کرتے ہیں کہ پڑھنے والا ششدر رہ جاتا ہے..... وہ آفاقی شاعر تھے''۔ ۲۰۶۔ ب

رضا بریلوی مقام مرتبہ کے حوالے سے اُردو کے تمام نعت گو شعراء کے امام و سرخیل ہیں۔ اُن کی نعتیہ خدمات کو کبھی بھلایا نہیں جا سکتا۔

مولانا احمد رضا بریلوی کی شخصیت اور فکر و فن کے حوالے سے بعض مشاہیر کی آرا درج ذیل ہیں:۔

داغ دہلوی: داغ دہلوی نے رضا بریلوی کی انفرادیت اور مقام و مرتبہ کو یوں بیان کیا ہے۔ (احمد رضا بریلوی کا) یہ سب کا سب کلام سراپائے حال ہے، یہ کس شاعر کے بس کی بات ہے؟ ۲۰۶۔ج

علامہ اقبال: ''ہندوستان کے دورِ آخر میں مولانا احمد رضا خاں جیسا طباع اور ذہین فقیہہ پیدا نہیں ہوا۔ ان کی ذہانت، فطانت، جودتِ طبع، کمالِ فقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عادل ہیں۔'' ۲۰۶۔د

مولانا محمد علی جوہر: اقبال نے مسلمانوں کے ذہن و فکر کو قرآن کی طرف موڑ دیا اور مولانا احمد رضا خان نے مسلمانوں کے قلوب کو صاحبِ قرآن کی طرف موڑ دیا۔'' ۲۰۶۔ہ

نیاز فتح پوری: ''ان کے کلام سے جو پہلا تاثر پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی رسول کا ہے۔ ان کے کلام سے ان کے بے کراں علم کے اظہار کے ساتھ افکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے'' ۲۰۶۔و

رئیس امروہوی: ''ان کی شاعری کیف و سرور سے لبریز ہے، جس سے عجب طرح کا انشراح صدر ہوتا ہے۔ روح پر استہزازی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔'' ۲۰۶۔ز

اشفاق احمد رضوی: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا کلام مالا کلام ہے۔ شریعت و قرآن پاک کی روشنی میں ہر شرعی نقص اور ہر طرح کے عیبِ غلو سے پاک و صاف ہے۔'' ۲۰۶۔ح

علی عباس جلالپوری: ''حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قادری بریلوی نے فارسی اور اُردو میں بے مثال نعتیں لکھی ہیں۔۔۔۔۔ ان کا ایک ایک لفظ عشقِ رسولؐ میں بسا ہوا ہے اور انہیں سُن کر سامعین کے دل عشقِ رسولؐ سے سرشار ہو جاتے ہیں۔ ادبی لحاظ سے بھی یہ نعتیں حسنِ بیان کے اچھوتے نمونے ہیں۔'' ۲۰۶۔ط

افتخار اعظمی: ان کا نعتیہ کلام اس پایہ کا ہے کہ انہیں طبقہ اولیٰ کے نعت گو شعراء میں جگہ دی جانی چاہئے۔ انہیں فن اور زبان پر پوری قدرت حاصل ہے، ان کے یہاں تصنع اور تکلف نہیں، بلکہ بے ساختگی ہے، چونکہ رسولِ پاکؐ سے انہیں بے پناہ محبت اور عقیدت تھی، اس لئے ان کا نعتیہ کلام شدتِ احساس کے ساتھ ساتھ خلوصِ جذبات کا آئینہ دار ہے۔'' ۲۰۶۔ی

وارث جمال بستوی: ''حدائق بخشش'' صرف نعتوں کا ایک دلکش مجموعہ ہی نہیں بلکہ خدا اور رسول کی عظمت و محبت سے خالی اذہان و قلوب کے لیے ایک کیمیائے سعادت ہے۔'' ۲۰۶۔ک

احمد ندیم قاسمی: ''ان کے عشق کی شدت بے پناہ ہے اور اسی لئے ان کی نعت کی اثر آفرینی بھی بے پناہ ہے''۔ ۲۰۶۔ل

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی: ''ان کا دل چونکہ عشقِ نبویؐ میں کباب تھا، اس لئے نعت میں خلوص اور سوز ہے جو بغیر عمیق جذبات کے پیدا نہیں ہو سکتا۔'' ۲۰۶۔م

ڈاکٹر وحید قریشی: اُردو کی نعتیہ روایت میں ان کا کلام خاص طور پر اہمیت رکھتا ہے۔'' ۲۰۶۔ن

ڈاکٹر سلام سندیلوی: ''آپ حبِ رسولؐ میں غرق تھے، اس لیے آپ کی مذہبی شاعری میں صداقت موجود ہے۔ آپ کی شخصیت اور شاعری میں فاصلہ نہیں ہے، بلکہ آپ کی شخصیت آپ کی شاعری ہے، اور آپ کی شاعری آپ کی شخصیت۔ شخصیت اور شاعری میں اس قدر ہم آہنگی اُردو کے چند ہی شعراء کے ہاں ملے گی۔'' ۲۰۶۔ق

کالی داس گپتا رضا: ''اُن کے صاحبِ فن اور مسلم الثبوت شاعر ہونے میں شبہ نہیں اور ان کی نعتیہ غزلیں تو مجتہدانہ درجہ رکھتی ہیں۔'' ۲۰۶۔ر

ڈاکٹر طلحہ رضوی برق: ''اُردو کی کلاسیکی شاعری کے وہ سارے اوصاف، جن پر اہلِ زباں کو ناز ہے، حضرت رضا کے کلام میں بکھرے پڑے ہیں۔ شوخیٔ طبع کے باوجود آپ نے بڑی احتیاط سے عروسِ سخن کو ان تمام زیورات سے آراستہ کیا ہے، جو نعت گوئی کے تقدس و احترام کے ساتھ اس کے حسن کو چار چاند لگاتے ہیں۔۔۔ انہیں زبان و بیان پر ملکہ حاصل تھا، فارسی، عربی میں مہارت کے ساتھ ساتھ زبانوں کا ستھرا شعور رکھتے تھے۔ ان کی اُردو لکھنؤ کی با محاورہ ٹکسالی زبان ہے۔ کلام کی سنجیدگی، لب و لہجہ کی بلند آہنگی، طنطنہ اور زور اس میدان میں بے مثل اُستادی کی دلیل ہے۔'' ۲۰۶۔ش

عابد نظامی: عابد نظامی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ''مولانا ماہر القادری' مولانا محمد جعفر ندوی پھلواری اور کوثر نیازی (ایک جلسہ کے سلسلے میں) ملتان میں ایک کوٹھی میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ رات کو یہ دلچسپ مذاکرہ چھڑ گیا کہ اُردو کا سب سے بڑا نعت گو شاعر کون ہے؟ اُردو کے بڑے بڑے شاعروں کے اشعار مقابلے میں پیش ہونے لگے۔ یہ مباحثہ کافی دیر تک جاری رہا۔ بالآخر سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے اچھے نعتیہ شعر (زیادہ تعداد میں) اُردو کے کسی شاعر نے نہیں کہے۔'' ۲۰۶۔ت

مولانا کوثر نیازی: ''(قرآن سے نعت گوئی سیکھنے کے) معیار کو سامنے رکھ کر ہم نعتیہ شاعری کے ذخائر پر نظر ڈالتے ہیں تو اس پر صرف ایک ہی شاعر پورا اُترتا ہے اور وہ خود احمد رضا خاں بریلوی ہیں۔۔۔۔ میں بلاخوف تردید کہتا ہوں کہ تمام زبانوں اور تمام زمانوں کا پورا نعتیہ کلام ایک طرف اور شاہ احمد رضا کا سلام۔ ع ''مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' ایک طرف۔ دونوں کو ایک ترازو میں رکھا جائے، تو احمد رضا کے سلام کا پلڑا پھر بھی جھکا رہے گا۔ میں اگر یہ کہوں کہ یہ سلام اُردو زبان کا قصیدہ بُردہ ہے تو اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ نہ ہوگا'' ۲۰۶۔س

یوسف صابر: ''جہاں تک نفسِ شعر کا تعلق ہے، آپ سب سے آگے نظر آتے ہیں۔ آپ کے دیوان میں بہت سے ایسے اشعار ملتے ہیں، جن پر ہم عصر شعراء کے تمام دواوین نچھاور کیے جاسکتے ہیں۔'' ۲۰۶۔ع

ڈاکٹر جمیل جالبی: ''اُن کی ذات عشقِ مصطفےٰ سے عبارت تھی، ان کی نظموں اور غزلوں کا ایک ایک حرف عشقِ رسولؐ میں ڈوبا ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نعت گو شعراء میں کوئی شاعر' علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ہم پلہ نہیں ہے۔'' ۲۰۶۔ف

ڈاکٹر وحید اشرف: ''ان کی شخصیت ایسی پہلودار اور جامع علوم ہے کہ آپ کے کسی پہلو پر سیر حاصل بحث کیلئے اس فن کا ماہر ہی اس سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ اُردو شاعری میں تمام شعراء کی نعت گوئی کو پیشِ نظر رکھ کر فیصلہ کیا جائے، تو امام احمد رضا اس میدان میں بھی درجۂ امامت پر فائز نظر آئیں گے۔'' ۲۰۶۔ص

پروفیسر فاروق احمد صدیقی: ''تمام نعت گویوں میں از متقدمین' متاخرین حضور اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا صاحب کا مقام اور ان کا کلام کئی جہت سے سب سے ممتاز اور منفرد نظر آتا ہے۔۔۔۔ اُردو کا کوئی بھی نعت گو آپ سے زیادہ وسیع المعلومات، اسرارِ شریعت کا رازداں، کتاب و سنت کے بحرِ زخار کا سچا شناور اور صاحبِ فضل و کمال نہیں ہوا۔۔۔۔۔ ان کا کلام فکرِ بلند اور فنِ لطیف کا شاہکار نمونہ ہے۔'' ۲۰۶۔ث

ڈاکٹر فرمان فتح پوری: ''مولانا احمد رضا خاں صاحب ممتاز ترین نعت گو شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ مقبول ترین نعت گو شاعر بھی ہیں۔'' ۲۰۶۔خ

پروفیسر مسعود احمد: ''آپ نے نعت گوئی کو مسلکِ شعری کے طور پر اپنایا اور اس مضمون میں خوب دادِ سخن دی۔ آپ کی نعتیں جذباتِ قلبیہ کا بے سروپا اظہار نہیں بلکہ آدابِ عشق و محبت کی آئینہ دار ہیں۔ اس حیثیت سے اُردو ادب میں آپ نعت گو شعراء کے سرتاج ہیں۔'' ۲۰۶۔ذ

ڈاکٹر نسیم قریشی: (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) ''نعت گوئی میں کوئی ان کا ثانی نہیں ہے'' ۲۰۶۔ض

راجا رشید محمود: ''انہوں نے ایسی سنگلاخ زمینوں میں ملاحتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھول کھلائے ہیں، مفاہیم و معانی کے وہ باب وا کیے ہیں اور سادگی و پرکاری کی وہ مینا کاری کی ہے کہ ذوق عش عش کر اُٹھتا ہے۔۔۔۔ اُن کے ہاں فکر کی گہرائی ہے، جذبوں کی سچائی ہے، محاسن کی فراوانی ہے، انہوں نے قلب کی واردات کو صوت و آہنگ کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔۔ رضا بریلوی تو اُردو نعت گوؤں کے بلاشبہ امام ہیں۔'' ۲۰۶۔ظ

ڈاکٹر ریاض مجید: نے اگرچہ مولانا احمد رضا بریلوی کے فکر و فن کی زبردست تحسین کی ہے لیکن انہوں نے محسن کاکوروی کو سب سے بڑا نعت گو شاعر قرار دیا اور مولانا رضا بریلوی کو دوسرا بڑا نعت گو لکھا ہے۔ ''محسن کاکوروی کے بعد (احمد رضا خاں مولانا) اُردو کے دوسرے بڑے نعت گو ہیں۔

مولانا احمد رضا اُردو نعت کی تاریخ میں واحد شخصیت ہیں' جنہوں نے اپنے وسیع مطالعہ کو پوری طرح اپنے فنِ نعت میں برتا...... تبحرِ علمی، زورِ بیان، اور وابستگی و عقیدت کے عناصر ان کی نعت میں یوں گھل مل اور رچ بس گئے ہیں کہ اُردو نعت میں ایسا خوشگوار امتزاج کہیں اور دیکھنے میں نہیں آیا۔ (ان کی) نعتوں میں قصیدوں کا سا شکوہ مگر مثنوی کی سی روانی ہے۔ علمی وجاہت کے ساتھ ربط و تسلسل کا احترام ان طویل نعتوں کی خوبی ہے۔ قصیدہ سلامیہ اُردو زبان کا سب سے مقبول قصیدہ ہے۔'' ۲۰۶۔غ

اس کے برعکس معروف محقق اور جید عالم دین ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے مولانا احمد رضا کو اُردو کا سب سے بڑا نعت گو قرار دیا ہے۔

''یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جاسکتی ہے کہ اُردو نعت میں مولانا کا مقام و مرتبہ ہر نعت گو شاعر سے بلند ہے۔ جذبوں کی صداقت کا حوالہ ہو یا اثر آفرینی کا، کوئی بھی دوسرا اُن سا نہیں ہے۔ ابھی تک کسی اور کو وہ حیثیت حاصل نہ ہو سکی، جو مولانا کو حاصل ہے۔ محسن کاکوروی کا نام بلاشبہ بڑا ہے، اُن کے قصاید میں والہانہ پن ہے، مگر نعت کا جو Canvas مولانا نے وسیع کیا ہے، وہ بس اُنہی کا حصہ ہے۔'' ڈاکٹر اسحاق قریشی ۲۰۶۔اب

رضا بریلوی کی فکری وفنی صلاحیتوں کا اظہار قصاید میں خوب خوب ہوا ہے لیکن نعتیہ غزلیں بھی کسی سے کم نہیں۔ ''حدائق بخشش'' کی پہلی نعت کے یہ شعر ہی دیکھ لیجئے:

واہ کیا جو دو کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا
تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا ۲۰۶۔(ج

غزلیہ ہیئت میں لکھی گئی چند اور نعتوں کے چند منتخب شعر درج ذیل ہیں۔

سرتا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول
لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول
کیا بات رضا اُس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

زمین و زماں تمہارے لیے مکین و مکاں تمہارے لیے
چنین و چناں تمہارے لیے بنے دو جہاں تمہارے لئے
دہن میں زبان تمہارے لیے بدن میں ہے جاں تمہارے لیے
ہم آئے یہاں تمہارے لیے، اُٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی
جن کے تلووں کا دھوون ہے آبِ حیات
ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی
سارے اچھوں سے اچھا سمجھئے جسے
ہے اُس اچھے سے اچھا ہمارا نبی ۲۰۶۔(د

عظیم شاعر مابعد شعراء پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ یہی حال احمد رضا خاں بریلوی کا ہے۔ ہیئتی حوالے سے بھی ان کا قلم اس دور میں مروّج ہیئتوں (مثنوی، غزل، قصیدہ، رباعی وغیرہ میں خوب چلا ہے۔ فکری طہارت، سوچ کی بلندی اور مضامین کا بے پایاں تنوع، بیان کی وسعت اثر آفرینی، عشقِ رسولؐ کا فیضان اُن کے کلام کی اہم خوبیاں ہیں۔ انہیں زبان و بیاں پر جو زبردست قدرت خداوند کریم نے دی ہے وہ محتاجِ بیاں نہیں۔ صحابہ کرام کی نعتوں میں حضور پر نورؐ کے دفاع میں مضامین ملتے ہیں۔ احمد رضا بریلی اُردو میں دنیائے نعت کے وہ پہلے شاعر ہیں جنھوں نے کمال سنجیدگی سے اس جانب توجہ دی اور شان و مقامِ مصطفےٰؐ سے فروتر بات کہنے والوں کا محاسبہ کیا۔ اُردو نعت میں ان کا یہ خاص اضافہ ہے۔ بلاشبہ وہ اُردو کے سب سے بڑے نعت گو شاعر ہیں۔ محسن کاکوروی اپنا قصیدہ سنانے ایک دفعہ مولانا رضا بریلوی کے پاس آئے لیکن مولانا کا قصیدہ سُن کر اپنا قصیدہ سنانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود محسن کاکوروی بھی اُن کی عظمت کے دل سے قائل تھے۔

جمیل قادری (جمیل الرحمان قادری رضوی): ان کے نعتیہ مجموعے ''قبالۂ بخشش'' کو ردیف وار ترتیب دیا گیا ہے۔ نعتوں کے اندر کہیں کہیں مناقب بھی ہیں۔ اکثر نعتیں غزلیہ ہیئت میں ہیں۔ ان کی نعت عقیدہ اور عقیدت سے مرکب اور پختہ گوئی سے عبارت ہے۔

اے شہنشاہِ مدینہ الصلوٰۃ و السلام
زینتِ عرشِ معلّی الصلوٰۃ و السلام
ربّ ہب لی اُمّتی کہتے ہوئے پیدا ہوئے
حق نے فرمایا کہ بخشا الصلوٰۃ و السلام
میں وہ سنّی ہوں جمیلِ قادری مرنے کے بعد
میرا لاشہ بھی کہے گا الصلوٰۃ و السلام ۲۰۶۔(ہ

فقیر (محمد حسین) ان کا مجموعہ ''سفینۂ عشقِ مدینہ یعنی دیوان فقیر'' ۱۲۹۱ھ میں اشاعت پذیر ہوا۔ مدینہ منورہ صرف انکی کتاب کے نام کا ہی جزو نہیں بلکہ ان کے نعتیہ مضامین کا مرکزی نقطہ بھی ہے۔

کیوں چُھپ گیا آنکھوں سے مری ہائے مدینہ
یا رب! مجھے پھر نظر آجائے مدینہ
پھرتے تھے ہم اس میں کبھی خود بہر زیارت
پھرتا ہے اب آنکھوں میں جو صحرائے مدینہ
ہم جیسے غلاموں کو فقیر اب کہیں پھر بھی
پہنچائے مدینے میں وہ مولائے مدینہ

توصیفِ مدینہ کے بعد ان کا دوسرا محبوب مضمون درود و سلام ہے۔

جن کا مدینہ ہے مقامؐ اُن پہ درود اور سلام
ان پہ درود اور سلامؐ ان پہ درود اور سلام ۲۰۶۔(و

حسن رضا خان بریلوی (م ۱۹۰۸ء): یہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے برادرِ اصغر اور مشہور عالمِ دین ہیں۔ شاعری میں مرزا داغ دہلوی کے شاگرد تھے۔ ان کی عام غزلیں بھی ادب کا بہترین معیار پیش کرتی ہیں، لیکن بعد میں صرف نعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہو کر رہ گئے۔ غزل کی ریاضت اور مہارت نعت میں، بہت کام آئی۔ ان کا کلام شرعی تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ ان کے ہاں عشقِ رسولؐ مصرع مصرع

سے ظاہر ہے۔ان کے نعتیہ کلام میں غزلیہ ہیئت میں کہی گئی نعتیں بھی شامل ہیں۔نمونہ کے طور پر ایک نعتیہ غزل درج ذیل ہے:

نگاہِ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں
لیے ہوئے یہ دل بے قرار ہم بھی ہیں

ہمارے دست تمنا کی لاج بھی رکھنا
ترے فقیروں میں اے شہر یار ہم بھی ہیں

ادھر بھی تو سنِ اقدس کے دو قدم جلوے
تمہاری راہ میں مشتِ غبار ہم بھی ہیں

کھلا دو غنچۂ دل صدقہ بادِ دامن کا
امیدوارِ نسیم بہار ہم بھی ہیں

تمہاری ایک نگاہِ کرم میں سب کچھ ہے
پڑے ہوئے تو سر رہ گزار ہم بھی ہیں

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

یہ کس شہنشہِ عالی کا صدقہ بٹتا ہے
کہ خسروؤں میں پڑی ہے پکار ہم بھی ہیں

ہمارے بگڑی بنی ان کے اختیار میں ہے
سپرد انہیں کیے سب کاروبار ہم بھی ہیں

حسؔن ہے جس کی سخاوت کی دھوم عالم میں
انہیں کے تم بھی ہو اک ریزہ خوار ہم بھی ہیں ۲۰۷

حسن بریلوی کا نعتیہ ذخیرہ ادب میں فکری وفنی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام اور پڑھے لکھے لوگوں کی محافل میں نعت خواں حضرات ان کا کلام بڑی عقیدت سے پڑھتے ہیں۔ان کا کلام دلوں پر عجیب کیفیت طاری کرتا ہے۔ان کی ایک نعت کے چند اشعار مزید درج ذیل ہیں:

سیرِ گلشن کون دیکھے دشتِ طیبہ چھوڑ کر
سوئے جنت کون جائے در تمہارا چھوڑ کر

سرگزشت غم کہوں کس سے ترے ہوتے ہوئے
کس کے در پر جاؤں تیرا آستانہ چھوڑ کر

بے لقائے یار ان کو چین آ جاتا اگر
بار بار آتے نہ یوں جبریل سدرہ چھوڑ کر

کون کہتا ہے دل بے مدعا ہے خوب چیز
میں تو کوڑی کو نہ لوں ان کی تمنا چھوڑ کر

مر ہی جاؤں میں اگر اس در سے جاؤں دو قدم
کیا بچے بیمارِ غم قربِ مسیحا چھوڑ کر

مر کے جیتے ہیں جو انکے در پہ جاتے ہیں حسن
جی کے مرتے ہیں جو آتے ہیں مدینہ چھوڑ کر ۲۰۷۔الف

مولانا حسن بریلوی کے کلام میں محاورے کی درست بندش، روز مرہ کا صحیح استعمال، انتخابِ الفاظ وقوافی و بحور، حسنِ تراکیب اور غنائیت و ترنم کی خوبیاں اپنی چھب دکھاتی ہیں۔ان کے کلام کا اصل سرمایہ وہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، جو ان کی ہر نعت سے ظاہر ہے۔ان کی ایک اور بہت مشہور نعت کے چند شعر درج ذیل ہیں۔

عجب رنگ پر ہے بہارِ مدینہ
کہ سب جنتیں ہیں نثارِ مدینہ

مبارک رہے عندلیبو! تمہیں گل
ہمیں گل سے بہتر ہے خارِ مدینہ

مری خاک یا رب نہ برباد جائے
پسِ مرگ کر دے غبارِ مدینہ

ملائک لگاتے ہیں آنکھوں میں اپنی
شب و روز خاکِ مزارِ مدینہ

جدھر دیکھیے باغِ جنت کھلا ہے
نظر میں ہیں نقش و نگارِ مدینہ

رہیں انکے جلوے، بسیں انکے جلوے
مرا دل بنے یادگارِ مدینہ

شرف جن سے حاصل ہوا انبیا کو
وہی ہیں حسؔن افتخارِ مدینہ ۲۰۷۔ب

مولانا محمد علی جوہر (۱۹۳۰ء): ان کے کلام میں بھی غزلیہ ہیئت میں کہی گئی نعتیں شامل ہیں۔نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں:

تنہائی کے سب دن ہیں، تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں

ہر لحظہ تشفی ہے، ہر آن تسلی ہے
ہر وقت ہے دل جوئی، ہر دم ہیں مداراتیں

کوثر کے تقاضے ہیں، تسنیم کے وعدے ہیں
ہر روز یہی چرچے، ہر روز یہی باتیں

معراج کی سی حاصل، سجدوں میں ہے کیفیت
اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کراماتیں

بے مایہ سہی لیکن، شاید وہ بلا بھیجیں
بھیجی ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں ۲۰۷۔ج

فقیر (محمد حسین) ان کا مجموعہ "سفینۂ عشق مدینہ یعنی دیوان فقیر" ۱۲۹۱ھ میں اشاعت پذیر ہوا۔مدینہ منورہ صرف انکی کتاب کے نام کا ہی

جزو نہیں بلکہ ان کے نعتیہ مضامین کا مرکزی نقطہ بھی ہے۔

کیوں چُھپ گیا آنکھوں سے مری ہائے مدینہ — یا رب! مجھے پھر نظر آجائے مدینہ
پھرتے تھے ہم اس میں کبھی خود بہر زیارت — پھرتا ہے اب آنکھوں میں جو صحرائے مدینہ
ہم جیسے غلاموں کو فقیر اب کہیں پھر بھی — پہنچائے مدینے میں وہ مولائے مدینہ

توصیفِ مدینہ کے بعد ان کا دوسرا محبوب مضمون درود وسلام ہے۔

جن کا مدینہ ہے مقام اُن پہ درود اور سلام — ان پہ درود اور سلام ان پہ درود اور سلام۲۰۷ د

احمد حسین خاں، منشی ارمغانِ بے بہا:

منشی احمد حسین خاں مترجم ڈویژنل کورٹ لاہور کے مرتب کردہ اس انتخابِ نعت کے آغاز میں صفحہ (۲۲) تک ان کی اپنی پندرہ نعتیہ غزلیں ہیں۔ یہ انتخاب دسمبر ۱۸۹۴ء میں مرتب ہوا اور ۱۸۹۶ء میں چھپا۔ احمد (تخلص) کا نمونہ نعت یہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نعت میں مضامین نو کے انبار لگاتے ہیں۔

وصفِ ابرو سن لیا ہے کیا فرشتوں سے کہیں — چرخ پر کیوں ماہِ نو نونِ ندامت ہوگیا ۲۰۸ الف
گدائی وہ میسر ہے مجھے عشق محمدؐ میں — کہ کاسہ بھی بنایا ہمدمؔ فغفور کے سر کا ۲۰۸ ل
ہجرِ حضرتؐ میں مرا دیکھ کے جلنا اے شمع — رشک سے آگ سی لگ جاتی ہے پروانے کو ۲۰۸ ب
جب تھے پرند مظہر اعجازِ مصطفیٰ — اک کھلبلی سی پڑ گئی اصحاب فیل میں ۲۰۸ ج
کافر کو قدر تب ہو رسالت مآب کی — دیکھا ہو شپرہ نے جو نور آفتاب کا ۲۰۸ د

انیسہ ہارون شروانیہ "انیسیات":

سرورق پر تاریخ طباعت درج نہیں البتہ شاعرہ نے تمہید کے آخر میں جنوری ۱۹۴۲ء لکھی ہے جبکہ کیفی چڑیا کوٹی نے کتاب کی "تقریب" ۱۰ اپریل ۱۹۴۴ء کو تحریر کی۔ لگتا ہے کہ کتاب ۱۹۴۶ء میں چھپی ہوگی۔ دورِ اوّل صفحہ (۱۹) سے (۴۱) تک ہے اس میں زیادہ تر نعتیں ہیں جو شاعرہ نے دورانِ سفرِ حرمین الشریفین قلم بند کیں۔ دورِ حال صفحہ (۶۵) سے (۱۲۸) تک ہے۔ جس میں حمد، حمد و نعت اور نعتیں ہیں کتاب میں زیادہ تر نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں۔ ۲۰۸ ہ

(۱۸۲) صفحات کے اس مجموعۂ کلام میں (۱۸) نعتیہ غزلیات ملتی ہے۔ بہت سی حمدیں ہیں، ایک میلادیہ نعت اور ایک "قطعۂ معراجِ مبارک" ہے۔ نعتیہ غزلوں میں اس طرح کے اشعار ہیں:

ہر دم رخِ انور کا ہے جلوہ مرے دل میں — کیا صل علیٰ نور اتر آیا مرے دل میں ۲۰۸ و
دعا کرتے ہیں یا رب احد قوی — گنوا کر گوہر دنداں محمدؐ ۲۰۸ ز
مٹا سکتی نہیں اسلام کو گردش زمانے کی — رواں ہیں اب بھی ہر بازار میں سکے محمدؐ کے ۲۰۸ ح
چھوڑ کر گوشۂ دہلیزِ رسولِ اکرمؐ — در بدر ٹھوکر کھاؤں، مجھے سودا کیا ہے ۲۰۸ ط

خادم مہائمی "ریاضِ فردوس":

۱۹۴۵ء میں شائع ہونے والے اس مختصر مجموعے میں ایک حمد، (۳۱) نعتیہ غزلیں ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے:

دل شمعِ نبوت کا ہے پروانۂ الفت — جاں حسنِ نبیؐ کے لیے نذرانۂ الفت
دنیا کے خردمندوں کو کیا لائیں نظر میں — اے شاہِ دو عالمؐ ترے دیوانۂ الفت ۲۰۸۔ی

مفتی غلام سرور لاہوری "کلیاتِ سرور":

اس کلیات میں صفحہ (۱۸) سے (۲۵۹) تک نعتیہ غزلیں ہیں۔ بعد میں دیگر اصناف ہیں۔ کتاب (۳۵۲) صفحات پر مشتمل ہے۔ چند نعتیں فارسی زبان میں ہیں۔

زمیں پر جب محمد مصطفیٰؐ پیدا ہوا ہوگا — سرِ چرخِ بریں سوئے زمیں اس دن جھکا ہوگا
کلام اللہ میں جس کا ثنا خواں خود خدا ہوگا — بھلا اس سے بڑا رتبہ کسی کا اور کیا ہوگا ۲۰۸۔ک
تیری خاطر ہوگیا وحدت کا کثرت میں ظہور — حق نے تیرے واسطے سارا جہاں پیدا کیا ۲۰۸۔ل
نبیؐ کی ذات ہے فرماں روائے ہفت اقلیم — فلک جھکا رہے جس کی طرف سرِ تسلیم ۲۰۸۔م

فصاحت لکھنوی (م ۱۹۳۰ء): ان کی نعتیہ غزل کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

طیب و طاہر نہ کیوں ہوتی لسانِ مصطفیٰ — موج کوثر کی وہ تھی کوثر دہانِ مصطفیٰ
اور ہے معلوم کس کو عز و شانِ مصطفیٰ — بس خدا و مرتضیٰ ہیں رتبہ دانِ مصطفیٰ
کیوں حفاظت اور نگہبانی نہ کرتا کبریا — سیکڑوں کافر عدو اور ایک جانِ مصطفیٰ
اور کوئی مجمع اصحاب میں واقف نہ تھا — تھے علیؑ دانندۂ سرِ نہانِ مصطفیٰ
آستاں بوسی کو قدسی جانتے ہیں اپنا فخر — عرش سے برتر ہے توقیرِ مکانِ مصطفیٰ
جنگ موتا واحد کیا خندق و خیبر میں بھی — تھے ید اللہ افسرِ کل ناصرانِ مصطفیٰ
قعرِ دوزخ حشر میں ہے دشمنوں کے واسطے — خلدِ اعلیٰ ہے برائے دوستانِ مصطفیٰ
دو کماں سے بھی تھا کم فرق ان میں اور اللہ میں — تھی شبِ معراج ایسی قدر و شانِ مصطفیٰ
اے فصاحت بخت لے جائے مدینہ میں اگر — یہ جبیں ہو اور سنگِ آستانِ مصطفیٰ ۲۰۹

منیر سندیلوی، حافظ منیر الدین سندیلوی ایڈووکیٹ (۱۸۶۴ تا ۱۹۳۳ء): ضلع لکھنؤ کے علاقہ سندیلہ کے رہنے والے تھے۔ عربی، فارسی، ہندی، اردو اور انگریزی زبانوں پر عبور تھا۔ عربی، فارسی، ہندی اردو میں کلام بھی کہتے۔ ان کا مجموعۂ کلام ''سراج المنیر'' چار حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک یادگار ''مسدس نعتیہ'' بھی لکھا۔ سراج المنیر میں غزلوں کے علاوہ حمد، نعت اور منقبت پر مشتمل کلام بھی ہے۔ غزلیہ ہیئت پر مشتمل اردو نعتیں اپنی سادگی، اثر آفرینی اور روانی کے باعث قابلِ ذکر ہیں:

اے صلِ علیٰ دیدۂ سرشارِ محمدؐ — ہر مردمکِ چشم ہے بیمارِ محمدؐ
ہے آیۂ رحمت، خط و رخسارِ محمدؐ — لولاک لما جبہ و دستارِ محمدؐ
تا حشر نہ یہ آگ بجھے جان و جگر کی — اے تشنگیٔ حسرتِ دیدارِ محمدؐ ۲۱۰

عزیز (عزیز یار جنگ، م ۱۹۴۸ء): غزلیہ ہیئت میں ان کا نذرانہ عقیدت جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا ہے۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

شیرازۂ کونین یہ وابستہ ہے جس سے — اک حلقہ ہے وہ آپ کے گیسوئے رسا کا
ہے ذاتِ نبی باعثِ تخلیق دو عالم — مضموں یہ کہے دیتا ہے لولاک لما کا
سر پر ہو مرے گردِ رہ وادی طیبہ — سمجھونگا میں سایہ اسے کعبے کی ردا کا
کیا پرسشِ محشر کا عزیز اب مجھے کھٹکا — جب ہاتھ میں دامن ہے شہ عقدہ کشا کا ۲۱۰۔الف

اختر شیرانی (م ۱۹۴۸ء): یہ اردو کے معروف محقق حافظ محمود شیرانی کے صاحبزادے تھے۔ وہ اردو کے معروف رومانوی شاعر ہیں۔ ان کے کلام میں نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ملتی ہے۔ غزلیہ ہیئت میں کہی گئی ان کی ایک نعت کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

مسند نشینِ عالمِ امکاں تمہیں تو ہو — اس انجمن کی شمع فروزاں تمہیں تو ہو
دنیائے ہست و بود کی زینت تمہیں سے ہے — اس باغ کی بہار کا ساماں تمہیں تو ہو
روشن ہے جس کی ضو سے شبستانِ زندگی — وہ ماہِ نیم ماہِ درخشاں تمہیں تو ہو
تم کیا ملے کہ دولتِ ایماں ملی ہمیں — ایمان کی تو یہ ہے کہ ایماں تمہیں تو ہو
اختر کو بے نوائی دنیا کی فکر کیا — ساماں طراز بے سرو ساماں تمہیں تو ہو ۲۱۰۔ب

چوتھا دور (۱۹۴۷ء کے بعد)

مولانا ضیاء القادری (علامہ یعقوب حسین، م ۱۹۷۰ء): یہ بہت پر گو شاعر تھے۔ راجا رشید محمود ان کے متعلق رقم طراز ہیں:

''شاید ہزاروں نعتیں کہیں اور ان گنت منقبتیں لکھیں۔ اگرچہ ''آئینہ انوار''۔ ''دیارِ نبی ﷺ''۔ ''نغمہ ہائے مبارک'' اور ''نغمۂ ربانی'' بھی لسان الحسان علامہ ضیاء القادریؒ کی نعتوں کے مجموعے ہیں، لیکن تجلیات نعت یا گنجینہ اوصاف خیر الوریٰ ﷺ اور خزینہ بہشت ۔۔۔ شہ پارے ہیں۔'' ۲۱۰۔ج

قیام پاکستان سے بہت پہلے نعت گوئی میں ان کی صلاحیتوں کے لوگ قائل ہو چکے تھے۔ ان کا مجموعہ ''نغمہ ربانی'' ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء میں طبع ہو چکا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد ان کا نعتیہ کلام بھارت اور پاکستان کے نامور رسائل و جرائد کی زینت بنتا رہا۔ ماہنامہ ''نعت'' لاہور میں ان کا منتخب نعتیہ کلام جولائی اور اگست ۱۹۸۹ء کے خصوصی شماروں میں کلام ضیاء (حصہ اوّل و دوم) کے عنوان سے شائع ہوا۔ دونوں شمارے ۲۲۴ صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان میں شائع ہونے والی ان کی تمام نعتیں راجا رشید محمود نے مختلف رسائل و جرائد سے اکٹھی کیں جو تمام کی تمام غزل کی ہیئت میں کہی گئی ہیں۔ ان کی ایک نعت کے چند شعر ملاحظہ کیجئے:

ہے دل جلوہ گاہِ خیالِ محمدؐ — بہشتِ نظر ہے جمالِ محمدؐ
ہے یکتا وہ حسن و جمالِ محمدؐ — محمدؐ فقط ہیں مثالِ محمدؐ
بنے کحلِ مازاغ اہلِ بصر کو — جو مل جائے گردِ نعالِ محمدؐ ۲۱۰۔د

راجا رشید محمود نے ان کے مقام و مرتبہ کا تعین یوں کیا ہے:

''مولانا رضا بریلوی کے بعد جس شاعر نے نعت کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھا اور سرکار کی مدح گوئی کو یوں شعار کیا کہ ان کے بغیر نعت کی تاریخ مرتب نہیں ہو سکتی۔ وہ لسان الحسان مولانا یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونی تھے۔'' ۲۱۔ہ

کیا حسیں وہ شکلِ محبوب ابد آثار ہے — حسنِ قدرت خود ازل سے آئنہ بردار ہے
سنگ ریزے کلمہ خواں ہیں، جانور فرماں پذیر — ان کے آگے عاجزی سے خم سرِ اشجار ہے ۲۱۰۔و

مولانا ضیاء القادری کا نعتیہ مجموعہ ''دیارِ نبیؐ'' ان کے سفرِ حج و زیارات پر مبنی ہے۔ یہ ساری کتاب غزلیہ ہیئت میں ہے۔ اس میں مولد النبیؐ کے زیرِ عنوان درج چند شعر دیکھیے:

دنیائے انس و جاں میں فردوس میں جناں میں — ہے مولد النبی کا اعزاز دو جہاں میں
کاشانۂ ولادت محبوبِ کبریا کا — ہے قبلۂ عقیدت، سکانِ لامکاں میں
اس گھر کا ذرہ ذرہ ہے مستحق عظمت — پیدا ہوئے خدا کے محبوب جس مکاں میں
یہ مولدِ مقدس اب بے نشان سا ہے — شاید چھپا دیا ہے حق نے اسے جناں میں ۲۱۱

اختر الحامدی (سید محمد مرغوب، پ ۱۹۲۱ء): ایک اہم نعت گو ہیں۔ کلام کو قبولِ عام کی سند ملی۔ پہلے بیدل بدایونی پھر ضیاء القادری کی شاگردی اختیار کی۔ نعت کے اہم محقق، نقاد اور معروف شاعر نیز ماہنامہ نعت لاہور کے مدیر راجا رشید محمود ان کے شاگرد رشید اور جانشین ہیں۔ ان کے درج ذیل نعتیہ مجموعے مشہور ہیں۔

i- نعت محل، صفحات ۲۲۴۔ ۲۱۲
ii- کمالِ رسولؐ، صفحات ۳۲۔ ۲۱۲۔الف
iii- بہارِ عقیدت، صفحات ۳۲۔ ۲۱۲۔ب
iv- انوارِ عقیدت، صفحات ۳۲۔ ۲۱۲۔ج

''نعت محل'' سے غزلیہ ہیئت میں لکھی گئی ایک نعت کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

یہ عرشِ بریں ہے کہ مدینے کی زمیں ہے — ساجد ہیں فرشتے بھی جہاں میری جبیں ہے
ہر صبح مبیں ہے ترے چہرے کی تجلی — ہر شام حسیں سایہ گیسوئے حسیں ہے
جب تک نہ ہو اس جانِ عبادت کا تصور — واللہ عبادت کوئی مقبول نہیں ہے ۲۱۲۔د

عبدالحکم اختر نے ان کے متعلق لکھا ہے:

''حضرت اختر الحامدی نے جو کچھ بھی لکھا ہے، مئے طیبہ سے سرشار اور مستِ جام بادۂ الفت ہو کر لکھا ہے۔ انہیں فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے سچی محبت ہے۔ موصوف کا نعتیہ کلام ان کی قلبی کیفیت کا نقشہ پیش کر رہا ہے۔ ان کا کلام تصنع سے بیگانہ اور سوز و گداز کی دولت سے مالا مال ہے۔'' ۲۱۳

ان کے نعتیہ مجموعے ''نعت محل'' میں غزلیہ نعتیں بھی شامل ہیں۔ مثال ملاحظہ کیجئے۔

ہیں دو عالم زیرِ فرمانِ حبیبِ کبریا — اے تعالی اللہ یہ شانِ حبیبِ کبریا

حشر میں زیرِ لواء الحمد ہیں وقفِ جمال ہے یہ اعزاز غلامان حبیب کبریا
عقل انساں گم' ملک ناواقفِ اوجِ حضور ہے خدا خود مرتبہ دان حبیب کبریا
طور کا منظر نگاہوں میں ہے اخترؔ صبح و شام جلوہ گر ہے دل میں ارمان حبیب کبریا ۲۱۴؎

قمر جلالوی: استاد سید محمد حسین قمر جلالوی غزل کی قدیم شعری روایت کے امین تھے' ان کے مجموعے ''عقیدتِ جاوداں'' میں چودہ نعتیں غزل کی ہیئت میں ملتی ہیں۔ ان نعتوں پر رنگِ تغزل چھایا ہوا ہے۔ ایک نعت کے چند شعر درج ذیل ہیں:

مدینے کی حسرت مجھے جس قدر ہے خدا جانتا ہے نبیؐ کو خبر ہے
جدھر دیکھتا ہوں' نبیؐ کی ہے صورت محبت کی نظروں میں کتنا اثر ہے
زمینِ مدینہ سے تا عرشِ اعظم پیمبر کی بے نقشِ پا رہگزر ہے
ہمارے جنوں کا عقیدہ تو دیکھو ادھر لے چلا ہے مدینہ جدھر ہے ۲۱۵؎

ترمذی' شیر محمد: ان کی تالیف ''شانِ مصطفےٰ'' میں ''پیکرِ رحمت'' کے نام سے ان کی ایک اپنی نعتیہ نظم شامل ہے۔ یہ طویل نظم غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ہے۔ شاعر کا جذبۂ عشق قابلِ قدر ہے۔

اے کہ تاجِ سروری ہے مجھ کو تیری خاکِ پا سرفرازانِ جہاں ہیں تیرے کوچے کے گدا
مشعلِ بزمِ دو عالم تیری ذات پُرصفات تجھ سے پھیلی ہے جہاں میں نورِ وحدت کی ضیاء
حسنِ محبوبی ہے تیرا پر تو نورِ ازل تو مکان و لامکاں میں مظہرِ شانِ خدا ۲۱۶؎

اس طویل نعتیہ نظم کے متعلق مولانا غلام رسول مہر رقم طراز ہیں:

''یہ ایک مثالی نعت ہے اور بہت سی خوبیوں کی حامل ہے۔ اس نعت کی بعض خصوصیات نے مجھے بطورِ خاص متاثر کیا ہے۔ ایک خصوصیت تو یہ ہے کہ اس میں حضرتِ ممدوح کی رفعتِ شان کے پیشِ نظر زیادہ سے زیادہ احتیاط مرعی رہی ہے......... یہ منظوم مدح جس اطہر واقدس ذات سے منسوب ہے' اس کے سوا کسی دوسرے وجود پر اس کا اطلاق نہیں ہوسکتا......... پُرشکوہ الفاظ کے باوجود ساری نعت میں ایک والہانہ بے ساختہ پن جھلک رہا ہے۔'' ۲۱۷؎

کاروانِ زندگی کی منزلِ مقصود تو اور تو ہی آرزوئے خالقِ ارض و سما
جس کو تیری لو نہ ہو' ہے زندگی اس پر حرام زندۂ جاوید ہے جو تیری الفت میں مٹا
اے کریمِ دل نواز' اتنا ہو مجھ پر بھی کرم وقتِ آخر میرا سر ہو' تیرے قدموں پر دھرا
غیر کے در سے جبینِ ترمذی کو کیا غرض جبکہ ٹھہرا قبلۂ دل آستانِ مصطفےٰؐ ۲۱۸؎

حافظ لدھیانوی (سراج الحق ۱۹۲۰ء تا ۱۹۹۹ء): آپ حافظِ قرآن اور معروف نعت گو شاعر تھے۔ محکمہ قومی بچت میں ایک آفیسر کی حیثیت سے ملازمت کی۔ ۱۹۷۴ء میں مدینہ منورہ میں پہلی حاضری کے موقع پر داڑھی رکھی وہ بہت پُرگو' بلند فکر اور قادر الکلام شاعر تھے باقاعدہ نعت گوئی سے پہلے عام غزل لکھا کرتے تھے۔ **''خامۂ مژگاں''** اُن کی غزلوں کا مجموعہ ہے۔ ان کی غزل میں وہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں جو ایک بلند پایہ غزل گو میں ہونی چاہئیں۔ غزل میں یہ دستگاہ ان کی نعت نویسی میں بھی کام آئی۔ ڈاکٹر وحید قریشی کے بقول:

''حافظ لدھیانوی کی نعتوں میں غزل کی جذباتی فضا اور ایمائیت کے لطیف پہلو پائے جاتے ہیں' جو غزل ہی کا طرۂ امتیاز ہیں۔ غزل کا لوچ اور رس ان نعتوں کا ایک خاص کشش کا باعث بنتا ہے'' ۲۱۸؎۔ الف

حافظ لدھیانوی کی پہلی برسی کے موقع پر شایع ہونے والے کتابچے میں بعض اہلِ ادب کی حافظ لدھیانوی کے بارے میں آراجمع کی گئی ہیں۔ ان میں سے بعض کا خلاصہ درج ذیل ہے:

ا حافظ کے سینۂ بے کینہ میں نعت ہی نعت گونج رہی ہے۔ (حفیظ جالندھری)

ب حافظ صاحب کے کلام میں مشاہدہ و تجربہ اور مشق و ریاضت دونوں موجود ہیں (فیض)

ج حافظ لدھیانوی ان سخنوروں میں ہیں جنھیں بیک وقت بلند معیار شاعر' آداب دان' سلیقہ مند اور معیار پر پورا اترنے والا نعت گو کہا جاسکتا ہے۔ (ڈاکٹر سید عبداللہ)

د حافظ لدھیانوی کی روحانی فریاد وفغاں اور خلوص ومحبت نے اشعار کی صورت اختیار کرلی ہے۔(احسان دانش)

ہ ان کی نعتوں کے ایک ایک لفظ میں معنی ومفہوم کی پوری دنیا آباد ہے۔(احمد ندیم قاسمی)

و نعت کہنے کے لئے جس گداز کی ضرورت ہے وہ حافظ صاحب کے دامن میں موجود ہے۔(حافظ مظہر الدین)

ز حمد ونعت گو شاعر کی آئندہ نسلیں ان سے روشنی حاصل کرتی رہیں گی۔(عاصی کرنالی)

ح نعت گوئی میں ان کا مقام بہت بڑا تھا۔(وزیر آغا)

ط انہوں نے غزل کی طرح نعت گوئی میں بھی منفرد اسلوب اختیار کیا۔(مشفق خواجہ)

ی حافظ لدھیانوی کی روح میں ایک ازلی تنویر اور ایک سرمدی کیف موجزن تھا۔(حافظ افضل فقیر)

ک حافظ صاحب ادب کے کئی میدانوں میں قابل قدر خدمات سرانجام دینے کے بعد رفتہ رفتہ ہمہ تن نعت بلکہ فنا فی النعت ہو گئے تھے۔(حفیظ تائب)

ل حافظ کے اشعار سادگی و پرکاری کا حسین امتزاج ہیں۔(گوہر ملسیانی)

م ان کی نعتوں میں تاثیر کے ساتھ ساتھ فنی پختگی بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔(ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا)

ن ان کی نعت شائستگی فکر اور جذب واثر میں اپنے ہم عصر نعت گو شعراء سے ممتاز نظر آتی ہے۔(ڈاکٹر احسن زیدی)

س اردو ادب مدت تک حافظ لدھیانوی کی انفرادیت کو خراج محبت پیش کرتا رہے گا۔(ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی)

ع ان کی نعت میں حسن تغزل اور کیف نعت کا دل پذیر امتزاج ہے۔(ڈاکٹر ریاض مجید)

مندرجہ بالا آرا سے حافظ لدھیانوی کی مقبولیت' مقام ومرتبہ اور ہر دلعزیزی کا اندازہ ہوتا ہے۔

انیس الرحمان' شبیر قادری' خوشبو کی ہجرت' فیصل آباد' حافظ لدھیانوی اکادمی' ۲۰۰۰ء

حافظ لدھیانوی کی نعت دل کے سوز وگداز' خیالات کی پاکیزگی' عشق رسول ﷺ اور فنی مہارت سے مرکب ہے۔ انہوں نے اس کثرت سے نعتیں کہیں کہ ایک وقت میں وہ اردو میں سب سے زیادہ نعتیہ مجموعے پیش کرنے والے شاعر تھے۔ بعد ازاں راجا رشید محمود کی نعتیہ تخلیقات کی تعداد جب ان سے بہت آگے بڑھ گئی تو سب سے زیادہ اردو نعت لکھنے کا شرف انہیں حاصل ہوگیا۔ معیار ومقدار ہر دو حوالے سے حافظ لدھیانوی اس دور کے اکابر نعت گو شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ اور اس حقیقت سے انکار مشکل ہے کہ عہد حاضر کو عہد نعت بنانے والوں میں حافظ لدھیانوی بھی شامل ہیں۔

حافظ لدھیانوی کی نعتیہ کتب: ''قرآن ناطق'' حافظ لدھیانوی کا وہ نعتیہ مجموعہ ہے جس کے سرورق پر چھبیسواں نعتیہ مجموعہ لکھا ہوا ہے' لیکن ان کی جملہ نعتیہ تصانیف کو گنا جائے تو یہ تعداد پوری نہیں ہوتی۔ حافظ لدھیانوی کا پہلا مجموعہ نعت ''ثنائے خواجہ'' ہے جو پہلی بار ۱۹۷۱ء میں شائع ہوا۔ ''صلّ علی النبی'' ان کا چھٹا نعتیہ مجموعہ ہے اگرچہ سرورق پر ''چھٹا مجموعہ'' لکھا ہوا تو نہیں البتہ اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۰ پر محمود بٹ کا یہ بیان موجود ہے کہ ''پانچ دیوان ان عنوانات کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں: ثنائے خواجہ' نشید حضوری' کیف مسلسل' مطلع فاراں اور نعتیہ قطعات'' ان کا پہلا دیوان ثنائے خواجہ اور زیر اشاعت دیوان ''صلّ علی النبی'' ان کا چھٹا دیوان ہے'' ۲۱۸۔ب

مجموعہ ''صلّ علی النبی'' جون ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا اور ''یا صاحب الجمال'' جولائی ۱۹۹۰ء میں اشاعت پذیر ہوا جو شاعر کا اصلاً ساتواں مجموعہ نعت ہے۔ صرف ایک مہینہ کے وقفے کے بعد شاعر کے دوسرے مجموعے کا منصۂ شہود پر آنا بڑی بات ہے اور یقیناً تحسین وتبریک بھی لیکن جب دسمبر ۱۹۹۱ء میں اگلا مجموعہ نعت سامنے آیا تو اس پر جلی حروف میں تحریر تھا ''نواں نعتیہ دیوان'' سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ نواں مجموعہ نعت ہے تو آٹھواں کونسا ہے؟ اس کے بعد ہر مجموعہ نعت پر مجموعے کا نمبر موجود ہے۔ آخری مجموعہ نعت ''قرآن ناطق'' ہے' جس پر چھبیسواں مجموعہ نعت تحریر ہے۔

حافظ لدھیانوی کا ایک نعتیہ کتابچہ ''سلام بحضور خیر الانام'' بیت الادب کی طرف سے چھاپ کر فی سبیل اللہ تقسیم کرایا گیا۔ ۲۳ صفحات پر مشتمل یہی کتابچہ ''سلام بار دیگر اسی عنوان سے چھپوا کر فی سبیل اللہ بانٹا گیا اس کے کل صفحات ۳۹ ہیں۔ اس کا پہلا شعر ہے

سلام اس پر خدا کے بعد کس کی شان یکتا ہے ۔۔۔ جو ممدوح خدا ہے جو سب کا آقا ہے

اس کتابچے اور پہلے شائع ہونے والے کتابچے پر سال تصنیف درج نہیں۔ نہ یہ مجلّا ہے ۲۱۸۔ج اگر اسے الگ اور باقاعدہ تصنیف کا درجہ دیا گیا ہے' تو وضاحت کرنا چاہئے تھی' بہر حال یہ ضرور ہے کہ اس کتابچے کے تمام اشعار پہلے مجموعے ''ثنائے خواجہ'' اور پچیسویں مجموعے ''امام القبلتین'' میں شامل ہیں۔ تو کیا ایسا کرنے سے یہ کتابچہ مستقل تصنیف رہا یا انتخاب کی حیثیت اختیار کر گیا؟ بہر حال اگر یہ انتخاب ہے تو اسے مستقل

تصنیف کہنا محلِ نظر ہے۔ یوں اصولاً حافظ لدھیانوی کے جملہ نعتیہ مجموعوں کی تعداد چھبیس نہیں پچیس بنتی ہے۔ شائد یہی وجہ تھی کہ فرزند حافظ محترم انیس الرحمان نے خوشبو کی ہجرت میں اپنے والد بزرگوار پر مضمون تحریر کیا تو اسمیں خود حافظ صاحب کا ایک فرمان زیب قرطاس کیا ہے۔

''میں ہر بار مواجہ شریف پر دامن پھیلا کر نعت کے ایک دیوان کی خیرات مانگتا ہوں۔ میں نے دیکھا دینے والے نے ہر حاضری کے عوض دو دو دیوان عطا کیے اور یوں دو حج اور تیرہ چودہ حاضریوں کا ثمر ۲۴ نعتیہ دیوانوں کی صورت میں دنیا کے سامنے ہے۔ ۲۱۸۔د

حقیقت یہ ہے کہ صرف نعتیہ مجموعوں کی تعداد پچیس بنتی ہے البتہ اس کتابچے کو بھی جسمیں سلام لکھا گیا ہے مستقل تصنیف مان لیا جائے تو یہ تعداد ۲۶ ہو سکتی ہے۔ حافظ لدھیانوی کا نعتیہ کلام غزل' مثنوی' قطعہ' ترانہ' رباعی وغیرہ کی ہیئتوں میں ملتا ہے اب حافظ صاحب کی غزلیہ ہیئت میں لکھی گئی نعتیہ تصانیف پر ایک نظر ڈالی جاتی ہے۔

i۔ ''ثنائے خواجہ'' حافظ لدھیانوی کا پہلا نعتیہ مجموعہ ہے۔ ۱۶۰ صفحات پر مشتمل اس نعتیہ مجموعے کے آغاز میں حفیظ جالندھری' حافظ مظہر الدین اور ڈاکٹر سید عبداللہ جیسے اکابر ادب نے تقاریظ لکھی ہیں۔ ایک نعت مثلث مستزاد اور ایک مربع ترجیع بند کی ہیئت میں ہے۔ باقی تمام نعتیں غزل کی ہیئت میں کہی گئی ہیں۔ ایک غزل کے چند شعر دیکھئے۔

جس رحمت عالمؐ کا ہے احسان جہاں پر — صد شکر ہے اس کی ثنا میری زباں پر
بلوایا ہے محبوبؐ کو خالق نے وہاں پر — جل جاتے ہیں جبریل امیں کے بھی جہاں پر
حافظ بھی ہے پھیلائے ہوئے دامنِ امید — اے ابر کرمؐ چشم کرم سوختہ جاں پر ۲۱۸۔ہ

ii۔ ''تشہید حضوری'' حافظ لدھیانوی کا دوسرا مجموعہ نعت ہے۔ ۱۶۰ صفحات کی اس کتاب میں دو کے علاوہ باقی سب نعتیں غزل کی ہیئت میں کہی گئی ہیں۔ بطور نمونہ دو شعر دیکھئے۔

سکوں خیرؐ البشر کے نام میں ہے — اسی کے دم سے جاں آرام میں ہے
میں چوموں شوق سے روضے کی جالی — یہ اک حسرت دلِ ناکام میں ہے ۲۱۸۔و

iii۔ ''کیف مسلسل'' ۱۵۲ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں ایک قصیدہ اور ایک مربع کے علاوہ تمام نعتیں غزلیہ ہیئت میں ہیں۔

آرزو بن کے جو' ہر قلب پریشاں میں رہے — پیکرِ نور وہی چشمِ ثناخواں میں رہے
نعتِ محبوبِ خدا ہے مرے فن کی معراج — چھوڑ کر وادیِ گل کون بیاباں میں رہے ۲۱۸۔ز

iv۔ مطلع فاراں: ۱۶۰ صفحات کے اس نعتیہ مجموعے میں اکثر نعتیں غزل کی ہیئت میں کہی گئی ہیں شاعر نے کیفیاتِ حضوری کو بڑے ذوق وشوق سے بیان کیا ہے۔

مدینہ وجہ تسکینِ دو عالم — اسی کی یاد ہے درمانِ ہر غم
ہر اک منظر یہاں جنت نشان ہے — نہیں فردوس سے یہ سرزمیں کم ۲۱۸۔ح

مطلع فاراں کے متعلق حفیظ تائب نے لکھا ہے: ''اس مجموعے کا سب سے نمایاں رنگ حضوری ہے' جسے حافظ اتنے بوقلموں زاویوں سے پیش کرتے ہیں کہ دھنک کے منظر نگاہوں میں گھوم گھوم جاتے ہیں''۔ ۲۱۸۔ط

پروفیسر اسرار احمد سہاوری نے مطلع فاراں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ''اس مجموعے اہم ترین آہنگ تغزل کا آہنگ ہے۔ ۲۱۸۔ی

v۔ صلِّ علی النبیؐ: ۱۶۰ صفحات کے اس نعتیہ مجموعے کی اکثر نعتیں غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ہیں۔

جس سے بزم زیست فروزاں' تمہی تو ہو — تخلیق کائنات کا عنواں تمہی تو ہو
آتا ہے تیرا نام ہی نامِ خدا کے ساتھ — ہے جس کا نام شاملِ ایماں تمہی تو ہو ۲۱۸۔ک

vi۔ یا صاحب الجمالؐ: یہ مجموعہ بھی ۱۶۰ صفحات پر مشتمل ہے اس نعتیہ مجموعے کی اکثر و بیشتر نعتیں بھی غزل کی ہیئت میں کہی گئی ہیں۔

محوِ توصیفِ مصطفیٰؐ ہونا — ہے فرشتوں کا ہمنوا ہونا
آرزوئے حبیب ﷺ میں جینا — غمِ دنیا سے ہے رہا ہونا
وجہِ عزّ و شرف ہے شاہوں کو — درِ سرکار ﷺ کا گدا ہونا ۲۱۸۔ل

vii۔ جذبِ حسانؓ: ۱۶۰ صفحات پر مشتمل اس مجموعے کی تمام نعتیں غزل کی ہیئت میں کہی گئی ہیں۔

نعلِ سرکار ﷺ تاج ہے سر کا آئنہ ہے مرے مقدر کا
وہ کہاں ذرّہ مدینہ کہاں کیسا پھیکا ہے رنگ گوہر کا ۲۱۸۔م

viii۔ تائیدِ جبریلؑ: یہ کتاب بھی ۱۶۰ صفحات پر مشتمل ہے اس کی اکثر نعتیں بھی غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ہیں۔

مدحِ سرکارؐ میں کیا زمزمہ پیرائی ہے ایک خوشبو مرے الفاظ میں در آئی ہے
کون اس شہر کی عظمت کا کرے اندازہ جس کی خود خالقِ اکبر نے قسم کھائی ہے
کر دیا جس نے ہر اک سانس معطّر میرا ایسی خوشبو درِ اقدس سے صبا لائی ہے ۲۱۸۔ن

ix۔ معراجِ فن: ۱۵۲ صفحات پر مشتمل اس مجموعہ کی نعتیں غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ہیں۔

لب پہ جب نعت مصطفیٰؐ آئی دل کو حاصل ہوئی شکیبائی
میری نظروں میں ہے جمالِ حرم لطف دینے لگی ہے تنہائی ۲۱۸۔س

x۔ آہنگِ ثنا: یہ کتاب ۱۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسمیں ایک قصیدے کے علاوہ باقی سب نعتیں غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ہیں۔

بسر ہو زندگی مدح و ثنا میں رہوں مشغول ذکرِ مصطفیٰؐ میں
فلک ساماں مدینے کی زمیں ہے جداعالم سے ہے نوروضیاء میں ۲۱۸۔ع

طارق ہاشمی نے اس کتاب کے متعلق لکھا: ''آہنگِ ثنا'' بلند پایہ اور پر تاثیر نعتیہ اشعار سے معمور ہے جس سے نہ صرف قاری اپنے جذبات کی تسکین محسوس کرتا ہے بلکہ اس پر فکر کے بھی نئے درواہوتے ہیں۔ ۲۱۸۔ف

xi۔ اعترافِ عجز: ۱۶۰ صفحات پر مشتمل اس مجموعے میں ایک مثنوی اور ایک مستزاد کے علاوہ سب نعتیں غزل کی ہیئت میں کہی گئی ہیں۔

جو حضوری کا ہے سامان لائی لطف دینے لگی ہے تنہائی
تیرے در پر ہے ناصیہ فرسا شانِ نادر شکوہِ دارائی ۲۱۸۔ص

xii۔ نغماتِ مدحت: حافظ لدھیانوی کا یہ مجموعہ نعت ۱۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی اکثر نعتیں بھی غزل کی ہیئت میں لکھی ہوئی ہیں۔ بطور نمونہ اس کتاب کے بھی دو شعر درج ذیل ہیں۔

مدینے کا لبوں پر ہے ترانہ نگاہوں میں ہے ہر منظر سہانا
مری نعتوں میں خوشبو ہے حرم کی معطّر جس سے ہے سارا زمانہ ۲۱۸۔ق

''نغماتِ مدحت'' پر تبصرہ کرتے ہوئے علیم ناصری نے لکھا: ''حافظ صاحب نے (آقائے زماں ﷺ) کے ایک ایک وصف کو متنوع انداز و اسلوب اور طرح طرح کے رنگ سے باندھا ہے اور ایک قادرالکلام شاعر کی یہی خوبی ہے کہ ''اک رنگ کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں'' کا منظر نظر آئے۔ ۲۱۸۔ر

xiii۔ نقوشِ حرم: ۱۶۰ صفحات پر مشتمل اس نعتیہ مجموعے کی تمام نعتیں غزل کی ہیئت میں کہی گئی ہیں۔

وہ جس کا تذکرہ ہے غیر فانی مرے لب پر اسی کی ہے نشانی
مواجہ پر مرے اشکوں نے کی ہے مری کیفیتوں کی ترجمانی ۲۱۸۔ش

xiv۔ کیفیاتِ دوام: ۱۶۰ صفحات پر مشتمل اس نعتیہ مجموعے کی تمام نعتیں غزل کی ہیئت میں کہی گئی ہیں۔ ایک نعت کے تین شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

چوموں میں ہر اک منظرِ طیبہ کو نظر سے مدت سے مری آنکھ زیارت کو ہے ترسے

ہر شخص محبت سے مجھے دیکھ رہا ہے — آیا ہوں جو پلٹ کر مدینے کے سفر سے
ملتا ہے سوالی کو طلب سے بھی زیادہ — محروم نہیں لوٹا کوئی ترے در سے ۲۱۸۔ت

''کیفیات دوام'' کے دیباچے میں عاصی کرنالی نے لکھا: ''اتنی منازلِ تخلیق فن طے کر لینے کے بعد اور اتنی عظیم و وقیع نعتیں کہہ لینے کے بعد' اب تو ان کے بارے میں صرف یہ اعتراف و اظہار کیا جانا چاہئے کہ حافظ اور نعت ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔ ۲۱۸۔ث

xv۔ آئینۂ کرم: ۱۶۰ صفحات پر مشتمل اس مجموعے کی سب نعتیں غزلیہ ہیئت میں کہی گئی ہیں۔

دیکھے ہیں حضوری میں عجب رنگ عطا کے — اشکوں میں نظر آتے ہیں الفاظ دعا کے
حاصل ہے ہر شخص کو تسکیں کا ساماں — انداز نرالے ہیں مدینے کی فضا کے ۲۱۸۔خ

xvi۔ حدیث عشق: یہ کتاب بھی ۱۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور اس کی تمام نعتیں بھی غزلیہ ہیئت میں ہیں۔

ہر ذرّۂ طیبہ مری آنکھوں کا ہے تارا — ہو اس کی زیارت مری قسمت میں دوبارہ
سینے میں سلگتی رہی پھر دید کی حسرت — اک بار جس نے کیا مدینے کا نظارہ ۲۱۸۔ذ

xvii۔ مطلع الفجر: ۱۶۰ صفحات پر مشتمل اس مجموعہ نعت میں ایک نعت مربع ہیئت میں ہے باقی سب نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں۔

دل کی دھڑکن میں ہے مقام ترا — ذکر ہوتا ہے صبح و شام ترا
وہ زمیں ہوگئی فلک رفعت — جس جگہ بھی ہوا قیام ترا ۲۱۸۔ض

xviii۔ مصدرِ خیر: ۱۶۰ صفحات پر مشتمل اس مجموعے میں ایک کے سوا باقی سب نعتیں غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ہیں۔

میرا ہر سانس حضوری کا تمنائی ہے — دردِ ہجراں سے مری جان پہ بن آئی ہے
نغمہ شوق میں ہیں عجز کے پہلو کیا کیا — در اقدس پہ فدا شوکتِ دارائی ہے ۲۱۸۔ظ

اس کتاب کے آغاز میں حفیظ تائب نے حافظ لدھیانوی کی مجموعی نعت گوئی کا جائزہ لیتے ہوئے انہیں ان تھک نعت نگار قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: نعت میں قطعات و رباعیات کے مستقل مجموعے اور حرمِ نبویؐ کے ترانے ان کی اوّلیات میں سے ہیں۔ مقدار کے لحاظ سے وہ اپنے عہد کے سب نعت نگاروں کو بہت پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ ۲۱۸۔غ حفیظ تائب کا حافظ صاحب کی رباعیات کے حوالے سے اولیت کا دعویٰ محلِ نظر ہے کیونکہ علامہ شبلی کی رباعیوں کا مجموعہ ''زادِ سفر'' ان سے پہلے شائع ہو چکا تھا اور مقدار کے لحاظ سے سب سے آگے بڑھ جانے کا دعویٰ اس وقت تک تو ٹھیک تھا لیکن بعد میں راجا رشید محمود کے نعتیہ مجموعوں کی تعداد حافظ صاحب کے مجموعوں کی تعداد سے بڑھ گئی تو مقدار میں سب سے آگے بڑھنے کا شرف راجا رشید محمود کو حاصل ہو گیا۔

xix۔ امام القبلتین: حافظ لدھیانوی کا یہ مجموعہ نعت ۱۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ چند مثنویات کے علاوہ باقی سب نعتیں غزل کی ہیئت میں کہیں۔ ''آہنگِ درود'' کے زیرِ عنوان جو ۱۹۹ اشعار پر مشتمل طویل نعت ہے' اس کے ہر شعر کا پہلا مصرع ''درود'' سے شروع ہوتا ہے۔

درودِ پاک ہے صبحِ ازل سے جاری و ساری — ہے وابستہ اسی کے ورد سے روحوں کی سرشاری

سلام بحضور سیّد خیر الانام ﷺ ۲۰۱ اشعار پر مشتمل ہے اور ہر شعر کے پہلے مصرعے کا آغاز لفظ سلام سے ہوا ہے۔

سلام اُس پر خدا کے بعد جس کی شان یکتا ہے — جو ممدوحِ خدائے پاک ہے جو سب کا آقا ہے ۲۱۸۔ب ب

لفظ درود' سلام کے حوالے سے یہ ان دونوں نعتوں کا تخصص ہے۔ ۲۱۸۔ب ج

xx۔ قرآن ناطق: ۱۶۰ صفحات پر مشتمل اس نعتیہ مجموعے میں ایک کے سوا باقی سب نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں۔ بطور نمونہ یہ شعر دیکھئے۔

نغمہ ہے مری روح کا طیبہ کی ہوا میں — خوشبو ہے شہیدوں کی مدینے کی فضا میں
ہر لمحہ تری زیست کا تھا درسِ مسلسل — اخلاق کا سو رنگ تھا ایک ایک ادا میں

ہر رنگ میں یکتائے زمانہ ہے تری ذات ثانی ہے کہاں تیرا کوئی جودو سخا میں ۲۱۸۔ب ج

حافظ لدھیانوی کے مندرجہ بالا مجموعہ ہائے نعت' محامدِ رسول کے وقیع اور وسیع ذخیرے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ان کا پہلا نعتیہ مجموعہ ''ثنائے خواجہ' ۱۹۷۱ء میں شائع ہوا۔وہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو اللہ کو پیارے ہوگئے اور ''قرآن ناطق' 'جون ۱۹۹۹ء میں شائع ہوا۔یہ ان کی زندگی میں شائع ہونے والا آخری مجموعہ نعت تھا' یہ مجموعے حافظ لدھیانوی کی ان تھک نعتیہ خدمات کے اعتراف کیلئے کافی ہیں۔اور آج راجا رشید محمود کے بعد مقدار کے لحاظ سے سب سے زیادہ نعتیں کہنے والے وہی ہیں۔حافظ لدھیانوی کی نعتوں کا اکثر و بیشتر حصہ غزل کی ہئیت میں لکھا ملتا ہے۔نعت گوئی کی طرف آنے سے پہلے وہ ایک منفرد' توانا اور تازہ فکر غزل گو کی حیثیت سے خود کو منوا چکے تھے۔غزل کے دور کی ریاضت نعت گوئی میں پوری طرح کام آئی۔اور بلاشبہ انہوں نے نعت گوئی میں ایک تازہ انداز کو متعارف کرایا۔حافظ لدھیانوی کے نعتیہ موضوعات محبتِ رسول ﷺ سیرتِ رسول ﷺ یادِ مدینہ' درود وسلام اور ذکرِ مناسباتِ نبی ﷺ ہیں۔انہوں نے اپنے عہد کے مسائل کو استغاثوں کے رنگ میں جزو نعت بنایا ہے۔ان کا خاص تخصص مقدار کے علاوہ معیار کو بھی برقرار رکھنا ہے۔۱۹۷۱ء کے بعد جوں جوں انکی عمر بڑھتی گئی نعت گوئی کا شوق بھی بڑھتا گیا۔

۱۹۷۱ء ایک مجموعہ نعت ''ثنائے خواجہ''

۱۹۸۰ء ایک مجموعہ نعت ''نشیدِ حضوری''

۱۹۸۱ء دو مجموعہ ہائے نعت (i) ''نعتیہ قطعات'' (ii) ''کیفِ مسلسل''

۱۹۸۵ء ایک مجموعہ نعت ''سلام بحضور خیر الانام ؐ' (اگر چہ اس پر سالِ اشاعت درج نہیں لیکن راقم الحروف کی باوثوق معلومات کے مطابق یہ کتابچہ ۱۹۸۵ء میں شائع ہوا)

۱۹۸۷ء ایک مجموعہ نعت ''مطلعِ فاراں''

۱۹۹۰ء دو مجموعہ ہائے نعت (i) ''صلِّ علی النبیؐ'' (ii) ''یا صاحب الجمال ؐ'

۱۹۹۱ء ایک مجموعہ نعت ''جذبِ حسان ؓ'

۱۹۹۲ء دو مجموعہ ہائے نعت (i) ''تائیدِ جبریلؑ'' (ii) ''نعتیہ رباعیات''

۱۹۹۴ء ایک مجموعہ نعت ''معراجِ فن''

۱۹۹۵ء دو مجموعہ ہائے نعت (i) ''آہنگِ ثنا'' (ii) ''نعتیہ مثنویاں''

۱۹۹۶ء دو مجموعہ ہائے نعت (i) ''اعترافِ عجز'' (ii) ''فردوسِ خیال''

۱۹۹۷ء دو مجموعہ ہائے نعت (i) ''ممدوحِ کائنات'' (ii) ''نغماتِ مدحت''

۱۹۹۸ء پانچ مجموعہ ہائے نعت (i) جنوری ''نقوشِ حرم'' (ii) فروری ''کیفیاتِ دوام'' (iii) مارچ ''آئینہ حرم'' (iv) ستمبر ''حدیثِ عشق'' (v) اکتوبر ''مطلع الفجر''

۱۹۹۹ء تین مجموعہ ہائے نعت (i) جنوری ''مصدرِ خیر'' (ii) فروری ''امام القبلتین'' (iii) جون ''قرآن ناطق''

مندرجہ بالا جائزہ اس حقیقت کو ثابت کرتا ہے کہ جیسے ہی انہیں احساس ہوا کہ اب زندگی کا چراغ کسی وقت بھی گُل ہو سکتا ہے' انہوں نے بیماری کے باوجود اپنی نعت گوئی اور اشاعتِ نعت کے کام کو تیز تر کر دیا۔آخری دو سالوں کی کارکردگی سے صاف ظاہر ہوتا ہے جیسے اُنہیں احساس ہو گیا تھا کہ اب انہیں سب کچھ سمیٹنا اور محفوظ کرنا ہے۔غزل کی ہئیت میں نعت لکھنے والوں میں حافظ لدھیانوی کا نام ہمیشہ احترام سے لیا جاتا رہے گا۔

مسلم (ابوالامتیاز ع۔س۔ مسلم): ان کے نعتیہ مجموعے **''زمزمہ درود''** میں (۹۷) نعتیں غزل کی ہیئت میں ملتی ہیں۔ جن کے (۹۰) فیصد اشعار کا پہلا لفظ سلام ہے۔ شاعر کہنہ مشق اور جدید شعری تقاضوں سے آگاہ ہے۔ والہانہ پن کے ساتھ ساتھ احتیاط بھی پائی جاتی ہے۔ بطور نمونہ ان کی ایک غزل کے دو شعر درج ذیل ہیں:

سلام ان پر جو ہیں محبوب و نازِ کردگار وہ جو ہیں دونوں جہاں میں کامیاب و کامگار
سلام ان پر کہ جو ہیں جلوۂ کن کا مدار وہ جو ہیں خالق مطلق کا یکتا شاہکار ۲۱۹

ع۔س مسلم کا امتیاز یہ ہے کہ اس کتاب میں انہوں نے غزل کی ہیئت میں جتنی بھی نعتیں کہی ہیں ان میں اکثر نعتوں کا ہر مصرع مقفی باندھا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اس طرح کی ہیئت پر تجربات کی مثالیں دیگر شعراء کے ہاں بھی ملتی ہیں۔ ان کی تخصیص یہ ہے کہ انہوں نے جدت کو ایک دو نعتوں میں نہیں بلکہ ''زمزمہ درود'' کی غزلیہ ہیئت میں لکھی گئی صفحہ (۶۹) سے (۱۸۱) تک کی نعتوں میں اپنایا ہے اور انہوں نے مذکورہ نعتوں میں ردیف استعمال نہیں کی۔ مزید برآں ان کے قوافی میں بھی جدت ہے۔ اس مجموعے میں (۸۸) غزلیہ نعتیں شامل ہیں جن کا خاص وصف یہ ہے کہ ہر غزل کا مطلع لفظ ''سلام'' سے شروع ہوتا اور (۹۰) فیصد اشعار کا پہلا لفظ بھی یہی ہے۔

''اللہ و رسول'': اس مجموعے میں غزلیہ نعتوں کی تعداد (۳۵) ہے ان غزلیات میں شاعر کا اسلوب پختہ ہے اور نعت کی روایت کو احسن طریقے سے نبھایا ہے۔ ان کی ایک نعت کے تین شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

نعتِ رسولِ پاکؐ میں میرے جو لب کھلے دارین کی فلاح کے ابواب سب کھلے
اُمّی لقب رسولؐ کے فیضانِ علم سے دروازہ ہائے دانش و علم و ادب کھلے
کیا جُود و مہر و شفقت و رحمت کا ہو بیاں وہ مطلع سحر ہے کہ بس بے طلب کھلے ۲۲۰

حفیظ تائب نے اس کتاب کے متعلق رائے دی ہے:

> ''یہ کتاب بصیرت و محبت کا دل نشیں صحیفہ ہے جس میں نعت کا ہر رنگ اور ہر ذائقہ موجود ہے۔ اس میں شاعر کی وسعتِ نظر کی کچھ نئی جہات بھی دکھائی ہیں اور عام مضامین کو بھی منفرد و متنوع پیرائے میں پیش کیا ہے۔ یوں یہ مجموعہ اردو کے نعتیہ ادب میں ایک رفیع و وقیع اضافہ ہے۔'' ۲۲۰۔الف

''کعبہ و طیبہ'': اس مجموعے کا نعتیہ حصہ ''طیبہ'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس مجموعے میں (۱۰) نعتیہ غزلیں شامل ہیں۔ اس کتاب کے متعلق ابوالحسن علی ندوی کا کہنا ہے:

> ''ان کی شاعری ۔۔۔ حمد و نعت کی شاعری ہے۔ ان کے یہاں توحید و رسالت کا فرق نمایاں طور پر موجود ہے، خالق و مخلوق کے امتیاز کا شعور ہے، عقیدت کے ساتھ عقیدہ کا ہوش بھی ہے۔'' ۲۲۰۔ب

اس کتاب کے دو شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

پائے اطہر جدھر گئے ہوں گے سارے رستے سنور گئے ہوں گے
کہکشائیں وہیں بنی ہوں گی وہ جہاں سے گزر گئے ہوں گے ۲۲۰۔ج

''زمزمہ سلام'': ۲۰۸ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں وہ نعتیں شامل کی گئی ہیں جن کا تعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے سے ہے۔ شاعر کی قادر الکلامی شعر شعر سے ظاہر ہے۔ بطور نمونہ تین شعر درج ذیل ہیں۔

سلام ان پر جو سر آغازِ نورِ اولیں ہیں کمالِ مدعا ہیں جو پیامِ آخریں ہیں
سلام ان پر جو تکمیلِ ہدیٰ، اتمامِ دیں ہیں ضمیرِ حق ہیں، شرحِ دیں ہیں، بنیادِ یقیں ہیں
سلام ان پر کہ جو ہنگامہ کن کے امیں ہیں چراغِ منزلِ عرفاں ہیں، شمس العارفیں ہیں ۲۲۰۔د

اس کتاب کے متعلق مدیر معارف ضیاء الدین اصلاحی رقم طراز ہیں:

> ''مصنف کا کلام شاعرانہ لطافتوں اور نزاکتوں سے بھی معمور ہے۔ انہوں نے اپنے طرزِ ادا کی جدت و تازگی سے پامال خیالات میں بھی دلکشی و رعنائی اور لطافت و دلاویزی پیدا کر دی ہے ۔۔۔ شاعر کی نازک خیالی اور جدتِ ادا و حسنِ اسلوب اس میں آب و تاب پیدا کر دیتے ہیں۔ ۲۲۰۔ہ

ایک خاص بات ان کا ایک اور تجربہ ہے اسی کتاب کے صفحہ نمبر (۳۷) پر ایک غزل بعنوان ''مرسَل و مرسِل'' ہے، جس کے ہر شعر کا پہلا مصرع حمدیہ اور دوسرا مصرع نعتیہ ہے۔ دو شعر بطور مثال پیش کیے جاتے ہیں:

ثنا اس کی محمدؐ سا نبی جس نے بھیجا — سلام اس پر جو ہے محبوب اور مہمان اس کا
ثنا اس کی ہے جس کے حکم سے بادل برستا — سلام اس پر کہ جو ہے رحمتِ عالم سراپا
ثنا اس کی جو ہے مالک القدّوس و اعلیٰ — سلام اس پر جو ہے تخلیقِ اوّل، نورِ اولیٰ ۲۲۰۔ز

''حمد و نعت'': ان کے نعتیہ مجموعہ ''حمد و نعت' میں غزل کی ہیئت میں کہی گئی نعتیں بھی خاص ذوق و شوق کی حامل ہیں۔ شاعر نے اپنے ذہن کا عرق اور دل کا سوز و گداز ان نعتوں میں پیش کر دیا ہے۔ بطور نمونہ چند شعر درج ذیل ہیں۔

اے کاش مقدّر ہو مدینے کا سفر بھی — دل تو ہے ترا نذر کروں جان و جگر بھی
دل کھول کے بتلاؤں تجھے ہجر کے گھاؤ — پھر پیش کروں عجز سے یہ دامنِ تر بھی
قدموں میں بکھیروں ترے گلہائے عقیدت — راہوں میں لٹاؤں تری اشکوں کے گہر بھی ۲۲۰۔ح

ان کی اس کتاب کے متعلق ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی نے لکھا ہے:

''ع۔س۔ مسلم کی ان نعتوں کو پڑھیئے۔ ان کی داد کیلئے جدید ''لفظیات'' کی دنیا میں آپ کو مناسب لفظ نہیں ملیں گے۔ کیوں کہ یہ کیف و مستی اور جذب و شوق کی شاعری ہے۔۔۔ مسلم کا یہ مجموعہ ان کے نفسِ مطمئنۃ کا آئینہ ہے۔ اور اس نفسِ مطمئنۃ کی اساس قول و حیات و آثارِ ختم المرسلینؐ پر اعتبار و اعتماد ہے۔۔۔ یہ نعتیں بلکہ ''شرارِ معنوی'' گردش میں ہیں یارو۔'' ۲۲۰۔ط

ع۔س۔ مسلم اس دور کے اہم شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے بڑی عقیدت لیکن بڑی محنت سے نعتیہ نذرانے پیش کئے ہیں۔ ملک کے اہم نقادوں نے ان کے فکر و فن کو سراہا ہے۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی رقم طراز ہیں:

''جناب ع۔س۔ مسلم نعت گو شعراء کی اس صنف میں شمار کیے جا سکتے ہیں جنہوں نے صرف نعت کہنے کو اپنے تخلیقی اظہار کا حوالہ اور وسیلہ بنایا ہے اور اسی کو اپنے تشہیرِ فن اور جوہرِ تخلیق کا مظہر گردانا ہے۔ ۲۲۰۔ی

عزیز احسن کی رائے ہے:

''ع۔س۔ مسلم نہ صرف نظری طور پر حمد و نعت کے مختلف اَبعاد سے واقف ہیں بلکہ وہ اس شاعری کے حِسّی تجربات کی پرکھ پر بھی قادر ہیں۔ ''سرو دِ نعت'' میں جو فکری نکات اٹھائے گئے ہیں اور جو مباحث چھیڑے گئے ہیں نعت کلچر کے فروغ کے لئے ان نکات کو پیشِ نظر رکھنا ضروری اور ان مباحث کا بار بار اعادہ لازمی ہے۔ ۲۲۰۔ک

بجگین رجپوری بدایونی (باباجی' سید محمد حسین رجپوری بدایونی' ۱۹۱۱ تا ۲۰۰۱ء): وہ عظیم نعت گو جنہوں نے ساری عمر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفت و ثناء لکھتے ہوئے گزار دی۔ ان کی درج ذیل کتابیں مشہور ہوئیں۔ ۱۔ نیرِ حرم ﷺ ۲۔ تجلائے حرم ﷺ ۳۔ اضواءِ رحمتِ رحمٰن ﷺ ۴۔ لمعاتِ مرتاضِ حرّیٰ ﷺ ۵۔ تاجدارِ مرسلاں ﷺ ۶۔ شمعِ حرم ﷺ ۷۔ ضوبارِ حرم ﷺ ۸۔ فخرِ رسل شہہ اُمم آقا حضور ﷺ ۹۔ حبیب ذی المنن ﷺ ۱۰۔ فیضانِ محسنِ اعظمؐ ۱۱۔ اضاءتِ سرورِ کونین ﷺ۔ ان کے مندرجہ بالا تمام نعتیہ مجموعوں کو مکتبہ بجگین' وحدت کالونی لاہور نے کلیاتِ بجگین رجپوری (جلد اوّل تا جلد دوم) شائع کر دیا ہے۔ ان کے نعتیہ مجموعوں کا مختصر تعارف اور نمونہ کلام درج ذیل ہے۔

۱۔ نیرِ حرم: اس نعتیہ مجموعے میں (۴۹) غزلیہ نعتیں ہیں۔ ایک نعت کے تین شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

ساعت جو آئی شاہِ اممؐ کے ظہور کی — قندیل ضو فشاں ہوئی عالم میں نور کی
کیا خوب رحمتیں ہوئیں ربِ غفور کی — تشریف آوری ہوئی جس دم حضورؐ کی
راہوں میں بارشیں ہوئیں حضرتؐ کے نور کی — ہفت آسماں کہ جب ہوئے منزل حضورؐ کی ۲۲۱

۲۔ تجلاّئے حرم: کلیاتِ بجین (جلد اوّل) کے مطابق یہ کتاب ۱۱۶صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں غزل کے علاوہ مثلث، مربع، مخمس، مسدس ہیئتوں میں نعتیہ کلام ملتا ہے۔ اکثر و بیشتر نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں۔ ایک نعت کے تین شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

کیا خوب! ہیں ختم الرسل کی ذوالعلائیاں ہوتی ہیں شیریں کام اس در پر گدائیاں
ظلمت جہاں سے کی عدم فخرِ انام نے صدق و صفا و عدل کی دیں آشنائیاں
بابِ کرم ہے آپؐ کا عالم میں بے مثال ہیں عکسِ نور طور کی جلوہ نمائیاں ۲۲۱۔ الف

۳۔ اضواءِ رحمتِ رحمٰن ﷺ: ۷۲صفحات پر مشتمل اس نعتیہ مجموعے میں اکثر نعتیں غزلیہ ہیئت میں ہیں۔ بطور نمونہ دو شعر درج ذیل ہیں۔

خلق پر ہیں آپؐ کے احساں رسولؐ ہاشمی واہ! رحمت سایہ یزداں، رسولؐ ہاشمی
جسم و جان و دل کی جملہ پاکیاں بجین کو ہوں عنایت سرورِ پاکاں رسولؐ ہاشمی ۲۲۱۔ ب

۴۔ لمعاتِ مُرتاضِ حرا ﷺ: بجین کا یہ مجموعہ ۸۸صفحات پر مشتمل ہے۔ اگرچہ دوسری ہیئتوں میں کہی گئی نعتیں بھی موجود ہیں لیکن اکثر و بیشتر نعتیں غزلیہ ہیئت میں کہی گئی ہیں۔ بطور نمونہ دو شعر درج ذیل ہیں۔

ہیں محمد ﷺ مصطفےٰ وہ خاصِ خاصانؐ خدا کوئی اندازہ نہیں ہے جن کے احسانات کا
ابرِ رحمت آپ ﷺ کا کھل کھل کے برسا ہر طرف ہو گیا فردوس منظر یہ جہاں زیرِ سما ۲۲۱۔ ج

۵۔ تاجدارِ مُرسلاں ﷺ: ۶۶صفحات پر مشتمل اس نعتیہ مجموعے کی بھی اکثر نعتیں غزلیہ ہیئت میں ہیں۔

سبب تخلیقِ عالم کا محمد ﷺ مصطفا ٹھہرے ازل کی ابتدا ٹھہرے ازل کی انتہا ٹھہرے
غبار آلود چہرے دھوئے یکسر آبِ رحمت سے یتیموں، بیکسوں کے آپؐ واحد آسرا ٹھہرے ۲۲۱۔ د

۶۔ شمعِ حرم ﷺ: اس کتاب کے صفحات ۲۷ ہیں اور اس میں بھی زیادہ تر نعتیں غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ہیں۔

کر کے حضرت نے مجلاّ ہوش و اذہان و خرد صاف سینے کر دیئے از جذبہء بغض و حسد
رحمۃ للعالمیں! دیں بھیک روحانی ہمیں ہیں شہیرِ خلق آپ از فیض و روحانی مدد ۲۲۱۔ ہ

۷۔ ضوبارِ حرم ﷺ: کلیاتِ بجین رنچوری (جلد دوم) میں صفحہ ۲۷ تا ۱۱۳ پر موجود اس نعتیہ مجموعے میں بھی سب سے زیادہ غزلیہ ہیئت میں کہی گئی نعتیں ہیں۔ بطور نمونہ اس مجموعے کی ایک نعت کے یہ شعر ملاحظہ کیجئے۔

احسانِ مصطفائی سبحانہ تعالیٰ فیضانِ مصطفائی سبحانہ تعالیٰ
تمیزِ حق و باطل ہوتی ہے جن سے ہر اک برہانِ مصطفائی سبحانہ تعالیٰ ۲۲۱۔ و

۸۔ فخرِ رسل، شہِ اُمم، آقا حضور ﷺ: یہ کتاب کلیاتِ بجین (جلد دوم) کے صفحہ ۱۱۴ سے ۱۸۴ تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس میں بھی سب سے زیادہ نعتیں غزل کی ہیئت میں کہی گئی ہیں۔

غموں کا مداوا ہمارا پیمبر سراپا مدارا ہمارا پیمبر
مصیبت زدوں کا شفیق اور ملطف ہے رحمت سراپا ہمارا پیمبر ۲۲۱۔ ز

۹۔ حبیبِ ذی المنن ﷺ: یہ کتاب کلیاتِ بجین (جلد دوم) کے صفحہ ۱۵۸ تا ۲۶۷ تک پھیلی ہوئی ہے۔

کیا کہنا حضرت کی رفعت صلی اللہ علیہ وسلم کیا کہنا حضرت کی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم
آنحضرت کی تہدیدوں سے بالاطراف بہ خلوت جلوت بد عنصر پر چھائی ہیبت صلی اللہ علیہ وسلم ۲۲۱۔ ح

۱۰۔ فیضانِ محسنِ اعظم ﷺ: یہ کتاب کلیاتِ بجین (جلد دوم) کے صفحہ ۲۶۸ سے ۳۴۹ تک پھیلی ہوئی ہے۔

دل کی ٹھنڈک اور آنکھوں کی بصارت چاندنی اے خوشا کیا خوب از انوارِ حضرت چاندنی
اللہ اللہ جسمِ حضرت سے ہے جو کہ پھیلتی جان و دل کو ہے عطا کرتی وہ فرحت چاندنی ۲۲۱۔ ط

۱۱۔ اضاءتِ سرورِ کونین ﷺ: یہ کتاب کلیاتِ بجین (جلد دوم) کے صفحہ ۳۴۹ تا ۴۲۷ پھیلی ہوئی ہے۔

واہ! نبی کی یکتا شان آپ ہیں فخرِ انس و جان

آپ کے حکموں کے پابند رہیں ہمیشہ ہم ہر آن ۲۲۱۔ی

بخچین رجپوری کی پُرگوئی اور بسیار نویسی شاید بعض نقادوں کے نزدیک کہیں کہیں اعلیٰ معیار سے ہم آہنگ نہ رہ سکی ہو لیکن اس میں شک نہیں کہ کلیات کی کتابت آج کے جدید کمپیوٹر کے دور کے باوصف قلم سے کی گئی ہے اور پروف ریڈنگ میں وہ محنت نہیں ہو سکی جو ایسی کتابوں کی شایانِ شان ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نعتیہ کلیات میں کہیں کہیں کسی جھول کا احساس بھی ہو سکتا ہے۔ بخچین رجپوری ایک عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شاعر تھے۔ ان کا عقیدہ اور عقیدت ان کی نعتوں سے ظاہر ہے۔ اس قدر زیادہ نعتیں کہہ جانا بذاتِ خود بڑے اعزاز کی بات ہے۔ کتابت' پروف اور عروض کی ان خامیوں کے باوجود نعتیہ ادب کا کوئی بھی سنجیدہ مورخ بخچین رجپوری کو نظرانداز نہیں کر سکے گا۔

حفیظ صدیقی: ان کے نعتیہ مجموعہ ''لازوال'' میں ۴۲ نعتیں ہیں۔ یہ سب غزلیہ ہیئت میں ہیں۔ سادگی' پاکیزگی مضامین اور والہانہ پن حفیظ صدیقی کی نعتوں کا خاصہ ہے۔

اس حقیقت کا مجھ کو یقیں ہے دہر میں کوئی تجھ سا نہیں ہے
بڑھ کے خورشید سے تیرا چہرہ چاند سے تیری روشن جبیں ہے
از ازل تا ابد اس جہاں میں تجھ سا صادق' نہ تجھ سا امیں ہے
جس نے چومے قدم تیرے شاہا بڑھ کے افلاک سے وہ زمیں ہے ۲۲۲

ان کے دوسرے نعتیہ مجموعے ''لامثال'' میں بھی ۴۲ غزلیہ نعتیں شامل ہیں۔

بسی سانسوں میں خوشبوئے محمد ﷺ کھنچا جاتا ہے دل سوئے محمد ﷺ
ابد تک فیض پائے گا زمانہ ازل سے ہے رواں جوئے محمد ﷺ
عطا ہے اس قدر بے مثل اس کی نہیں کہنا' نہیں خوئے محمد ﷺ
خداوندا نہیں اب تابِ فرقت دکھا دے جلوہ روئے محمد ﷺ ۲۲۲۔الف

لامثال میں ۴۰ ایسی نعتیہ غزلیں ہیں جن میں مضامین کے حوالے سے ریزہ خیالی پائی جاتی ہے' جب کہ ۲ غزلیہ نعتیں مسلسل مضامین کی حامل ہیں۔ حفیظ صدیقی ملک کے معروف شاعر و ادیب ہیں لیکن وہ بہت مخلص عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ہیں۔ ان کے اخلاص کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے اپنی کسی نعت میں کبھی اپنا تخلص استعمال نہیں کیا۔ وہ لامثالؒ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

''(۱) میں نعت لکھتے ہوئے (اور سنتے ہوئے بھی) سراپا عجز رہنے کی سعی کرتا ہوں۔ (۲) نعت میں کبھی اپنا تخلص استعمال نہیں کرتا اور ہر ممکن طریقے سے شاعرانہ تعلّی سے بچنے کی پوری کوشش کرتا ہوں۔'' ۲۲۳

شاعر کے نزدیک کلام میں اپنا تخلص نہ لانا بھی عجز ہے۔ سبحان اللہ! یہ قابلِ تحسین نکتہ ہے (اس کتاب میں بھی پہلی کتاب کی طرح کہیں تخلص استعمال نہیں ہوا)۔ اس سے شاعر کی ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عقیدت' اخلاص اور کمٹ منٹ ظاہر ہوتی ہے۔

ستار وارثی: آیۂ رحمت' معطر معطر اور حرفِ معتبر انکے نعتیہ مجموعے ہیں۔ راجا رشید محمود نے ماہ نامہ نعت کا مارچ ۱۹۹۳ء کا ایک نمبر ان کیلئے مخصوص کیا ہے۔ وہ بڑے عاشقِ رسولؐ اور بڑے شاعر تھے۔ بقول ڈاکٹر ایم شمس الدین:

''ان کے ہاں عشق اور اس کی گوناگوں کیفیات اور سرمستی ملے گی' اور اس کے علاوہ کچھ نہیں' کیونکہ اس عشق کے بغیر زندگی کی قدریں بے معنی ہو جاتی ہیں۔ عجمی' عربی اور ہند عجمی تہذیب کا سنگم وارثی صاحب کی شاعری میں ہے...... ان کا عشقِ رسول اُن کی ربودگی' اُن کی معرفت اور سپردگی درمیان کی ایک کڑی ہے' جو مشرق و مغرب کو ایک نقطہ پر ملاتی بھی ہے اور جمع بھی کر لیتی ہے۔ ۲۲۳۔الف

ان کا نعتیہ مجموعہ ''معطر معطر'' ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے' جس میں ۷۸ نعتیں ہیں۔ سب کی سب غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ہیں۔ کلام پختہ اور عشق و سرور سے علو ہے۔

بہارِ صبحِ ازل ہے جمالِ روئے رسولؐ جسے بھی دیکھیئے ہے محوِ آرزوئے رسولؐ ۲۲۳۔ب

حرفِ معتبر: ۲۶۴ صفحات پر مشتمل اس کتاب کی نعتیں غزلیہ ہیئت میں ہیں۔ اس کتاب کا تخصص یہ ہے کہ ہر نعت کا سرِعنوان حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کسی اسمِ پاک کو بیان کیا گیا ہے۔ اسمائے مبارکہ کی نثر میں تشریح بھی کی گئی ہے۔ ضروری نہیں کہ عنوانِ نعت' نعت کے

اندر کے مضامین کا بھی حصہ ہو۔ آپؐ کے اسمِ پاک عبداللہ کے زیرِ عنوان نعت کا ایک شعر ہے۔

وہ بارگہِ ناز ہے دربارِ محمدؐ — مشتاق نگاہی بھی جہاں سوءِ ادب ہے ۲۲۳۔ج

فقیر (حافظ محمد افضل، صوفی، فقیر، م ۸جنوری ۱۹۹۴ء): پاکستان کی ایک بہت بڑی علمی اور روحانی شخصیت تھے وہ رونقِ احباب اور محافل کی زینت تھے۔ جون ۱۹۳۶ء کو ان کی پیدائش لاہور میں ہوئی۔ ایم اے فارسی میں اول آئے، جس پر انہیں گولڈ میڈل ملا۔ شیخوپورہ، گوجرہ، ڈیرہ غازی خاں میں پڑھاتے رہے پھر کیفیاتِ تصوف کی کثرت کے باعث گورنمنٹ سروس چھوڑ دی انہیں عربی، فارسی، اردو اور پنجابی پر زبردست دسترس حاصل تھی۔ وہ حافظ قرآن تھے اور ان کا حافظہ بہت بہتر تھا۔ انہوں نے ۱۹۹۱ء تک پانچ حج اور متعدد بار عمرہ ادا کرنے کا شرف حاصل کیا۔ یہی وجہ تھی کہ مدینہ کی یادیں ان کی رگوں میں خون بن کر دوڑتی تھیں۔ وہ خود عاشقِ رسولؐ تھے اور عشقِ رسولؐ کی دولت اپنے احباب اور مریدوں میں بانٹتے تھے۔ مدینہ منورہ کا ذکر ان کی شاعری کا اہم موضوع ہے۔

جانِ جہان: یہ ان کا پہلا نعتیہ مجموعہ ہے۔ اس میں (۶۲) نعتیں غزلیہ ہیئت پر مشتمل ہیں۔ ایک خاص سرشاری ان کے شعر شعر سے ظاہر ہے مصرع مصرع ان کی قادر الکلامی کا گواہ ہے۔ انہیں عروض پر زبردست مہارت حاصل تھی۔ یہاں ''جانِ جہاں'' سے چند شعر بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں:

شہِ نبیؐ ہے نور سراپا لیے ہوئے — آغوشِ ذرہ ہے یدِ بیضا لیے ہوئے
محوِ جمالِ گنبدِ خضرا ہے چشمِ شوق — پلکوں میں اک طلاطم دریا لیے ہوئے
اندازِ التفاتِ پیغمبر ہے دیدنی — کوئی نظر اٹھی نہ تقاضا لیے ہوئے
ہر لفظ آپ نعت کے پیکر میں ڈھل گیا — دیدارِ مصطفیٰؐ کی تمنا لیے ہوئے ۲۲۴

عطائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم: یہ ان کا دوسرا مجموعہ نعت ہے۔ اس میں غزلیہ ہیئت میں (۵۸) نعتیں ملتی ہیں۔ حافظ صاحب کو شعرِ سخن پر زبردست مہارت حاصل تھی۔ فارسی کے اکابر شعراء خصوصاً میرزا بیدل کا کلام انہیں ازبر تھا۔ بیدل اور غالب جیسے مشکل شعراء کی تشریح ان کا خاص میدان تھا۔ ان کا شکوہِ علمی ان کی نعتوں سے جھلکتا ہے۔ انتخابِ الفاظ و تراکیب خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کتاب کے دیباچے میں پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار لکھتے ہیں:

> ''ان (نعتوں) میں صوفی محمد افضل کا ذوق و شوق، قرآن و حدیث کا مطالعہ اور زبان و بیان پر قدرت کے علاوہ احساسِ ذمہ داری شامل ہیں۔ جن کے بغیر نعت توشۂ آخرت تو کہی جاسکتی ہے مگر فنِ نعت گوئی میں اسے کوئی خاص مقام حاصل نہیں ہوسکتا۔'' ۲۲۵

ان کی قادر الکلامی اور مخصوص ادبی انفرادیت ایک مثال سے واضح کی جاتی ہے۔

کیا اہلِ خرد کو نہیں معلوم کہ ہر خیر — آغوشِ ادا ہائے پیمبر میں پلی ہے

آغوش میں پلنا ادب ہے لیکن آغوشِ ادا میں پلنا جانِ سخن اور معراجِ ادب ہے۔ اس مجموعے کی ایک نعت کے چند شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

کیا ربط جاں ہے گنبدِ خیرالوریٰ کے ساتھ — موجِ نظر اٹھی ہے تو صلِ علیٰ کے ساتھ
مہکا گئی ہے دامنِ ساعاتِ زندگی — اک صبح جو طلوع ہوئی مصطفیٰؐ کے ساتھ
یوں سیدالوریٰ سے ہے وابستہ کائنات — جس طرح آفتاب ہو اپنی ضیاء کے ساتھ
بزمِ الست ہوکہ نظر گاہِ بود و ہست — نامِ رسولِ پاک ہے نامِ خدا کے ساتھ
آپ اولِ وجود ہیں آپ آخرِ شہود — کیا ابتدا کا رابطہ ہے انتہا کے ساتھ
سرگرمیٔ عمل اگر ایماں میں ہے فقیر — یہ بھی عطا ہے آپ کی پیہم عطا کے ساتھ

تائب (حفیظ تائب، ۱۹۳۱ء تا ۲۰۰۴ء): عہدِ حاضر کے معتبر، اہم اور معروف نعت گو شاعر تھے۔ وہ نعتیہ ادب میں بطور تخلیق کار اور نقاد عزت سے یاد کیے جاتے ہیں۔ انہوں نے نعت گو شعراء کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کی اور انہیں مناسب رہنمائی عطا کی۔ نعتیہ مجموعوں کے دیباچہ نگاروں کے طور پر بھی ان کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔

ان کے نعتیہ مجموعے ''صلوا علیہ و آلہٖ'' میں پچاس سے زیادہ نعتیں غزلیہ ہیئت میں ہیں۔ عشقِ رسولؐ ان کی نعتوں کی خصوصی

خوبی ہے۔ عجز و انکسار، بھرپور تاثیر، تخئیل کی بلندی، فن پر کامل عبور اور غنائیت ان کی اہم خصوصیات ہیں۔

رہی عمر بھر جو انیسِ جاں، وہ بس آرزوئے نبیؐ رہی — کبھی اشک بن کے رواں ہوئی، کبھی درد بند کے دبی رہی

شہِ دیں کے فکر و نگاہ سے، مٹے نسل و رنگ کے تفرقے — نہ رہا تفاخرِ منصبی، نہ رعونتِ نسبی رہی

وہی ساعتیں تھیں سرور کی، وہی دن تھے حاصلِ زندگی — بحضور شافعِ امتاں، مری جن دنوں طلبی رہی ۲۲۵۔ الف

حفیظ تائب نے امتِ مسلمہ کے مسائل و مصائب کے حوالے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں استغاثہ پیش کیا ہے۔

دے تبسم کی خیرات ماحول کو، ہم کو درکار ہے روشنی یا نبیؐ — ایک شیریں جھلک ایک نوری ڈلک، تلخ و تاریک ہے زندگی یا نبیؐ

اے نوید مسیحا تری قوم کا حال عیسیٰ کی بھیڑوں سے ابتر ہوا — اس کے کمزور اور بے ہنر ہاتھ سے چھین لی چرخ نے برتری یا نبیؐ

کام ہم نے رکھا صرف اذکار سے، تیری تعلیم اپنائی اغیار نے — حشر میں منہ دکھائیں گے کیسے تجھے، ہم سے ناکردہ کار امتی یا نبیؐ

دوسرے نعتیہ مجموعے ''وسلّموا تسلیما'' میں ۴۴ نعتیں غزلیہ ہیئت میں ہیں جو نیاز و گداز اور قربِ حضور کے زیرِ عنوان درج ہیں۔ ان غزلوں کی نعتیہ آب و تاب اور فنی مہارت سے حفیظ تائب کی قادر الکلامی ظاہر ہوتی ہے۔ قرب و حضور کی چاروں غزلیں خصوصی طور پر مسلسل مضامین کی بہار دکھاتی ہیں۔

مدینے کی جنت مرے سامنے ہے — جمالِ رسالت مرے سامنے ہے

ہٹے درمیاں سے زمانوں کے پردے — وہ دورِ سعادت مرے سامنے ہے ۲۲۵۔ ب

ان کا تیسرا مجموعہ نعت ''وہی یٰسین وہی طٰہٰ'' ہے۔ ۱۳۶ صفحات کی اس کتاب میں غزل کی ہیئت میں ۵۸ نعتیں موجود ہیں۔

کس طرح چاند نگر تک پہنچوں — آپؐ بلوائیں تو در تک پہنچوں

میں کہ آنسو ہوں مگر خاک کا رزق — کاش معراجِ نظر تک پہنچوں

ڈھانپ لے عیب مرے خاکِ بقیع — ایسے انجامِ سفر تک پہنچوں ۲۲۵۔ ج

اس مجموعے کے حوالے سے رشید اختر خاں لکھتے ہیں۔

''حفیظ تائب کی نعتیہ شاعری کی ایک خاص کیفیت سرمستی ہے جو نعتِ رسولؐ کہنے سے قبل پوری قوت و توانائی کے ساتھ حاوی رہتی ہے۔'' ۲۲۶

غزل کی ہیئت میں ان کا کچھ غیر مدوّن کلام ''کلیاتِ حفیظ تائب'' میں بھی موجود ہے۔ ۲۲۷

ان کے چوتھے مجموعے ''کوثریہ'' میں بھی غزل کی ہیئت میں کہی گئی ۷ نعتیں ملتی ہیں۔ بطورِ نمونہ ایک غزل کے تین شعر دیکھئے جن میں مضمون کے تسلسل نے عجب چاشنی پیدا کر دی ہے۔

میں صرف حرفِ تمنا ہوں یا رسول اللہؐ — بس اک نگاہ کا جویا ہوں یا رسول اللہؐ

زمینِ شور کا اک بے گیاہ ٹکڑا ہوں — سحابِ لطف کا پیاسا ہوں یا رسول اللہؐ

رفاقت آپؐ کی دائم مجھے نصیب رہے — میں اس جہاں میں اکیلا ہوں یا رسول اللہؐ ۲۲۸

حفیظ تائب کی نعتیہ خدمات کا انکار نہیں کیا جا سکتا وہ یقیناً اس دور کے نمائندہ شاعروں میں سے ہیں۔ ان کے مضامین میں نعت کا کینوس بہت وسیع ہے۔ ذاتِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے انتہا محبت، صفاتِ رسولؐ سے والہانہ لگاؤ، سیرتِ رسولؐ کی ترویج کی تمنا کے علاوہ امت کے مسائل و مصائب کے حوالے سے بارگاہِ نبوت میں استغاثہ کے موضوعات کے خصوصی پہلو ہیں۔ وہ ایک قادر الکلام شاعر ہیں۔ غزل کا پورا لوچ، لیکن آدابِ نعت کا حد درجہ پاس، وارفتگی لیکن حسنِ عجز و ادب، فکر کی تازگی لیکن دائرہ شریعت کے اندر، یہ حفیظ تائب کی نعت کی خصوصیات ہیں۔ ان کی طبیعت کی سادگی، عاجزی، مٹھاس اور بے ریائی ان کی نعتوں میں بھی جھلکتی ہے۔ فنِ شعری پر انہیں مہارت حاصل ہے۔ ان کا ذخیرہ الفاظ وسیع ہے اور وقیع بھی۔ ادائے مطلب کیلئے سبک، رواں دواں اور مترنم الفاظ و تراکیب کا استعمال ان کا عام وصف ہے۔ بحر اور قافیے کے انتخاب میں بھی وہ کمال دکھاتے ہیں۔ چونکہ انہوں نے دنیا کو ایک عاشقِ رسول کی نظر سے دیکھا ہے لہٰذا ان کے کلام کا مرکزی نقطہ بھی عشقِ رسولؐ ہی ہے۔ ذاتی کیفیات اور کائناتی مسائل کو ذکرِ رسولؐ کے ضمن میں بیان کرنا ان کا وصفِ خاص ہے۔ ان کو دیکھ کر، پڑھ کر اور ان کے کہنے پر بہت لوگوں نے نعت گوئی کی طرف توجہ دی۔ مبتدی نعت گو حضرات کی حوصلہ افزائی اور رہنمائی کیلئے وہ ہمیشہ مستعد رہے۔ حافظ لدھیانوی، احمد ندیم قاسمی، حافظ افضل فقیر،

راجا رشید محمود اور صبیح رحمانی جیسے شعرائے نعت ان کے ذاتی دوست تھے۔ ان کی ذات کو نعت کا ایک شاداب و معطر دبستان کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ اکابرینِ نعت کے ذکر میں حفیظ تائب کا نام ہمیشہ احترام سے لیا جائے گا۔ دورِ حاضر میں نعت گوئی کے حوالے سے حفیظ تائب کی جس قدر خدمات ہیں ان کا احاطہ چند صفحات میں کرنا ممکن نہیں ہے۔ بقول احمد ندیم قاسمی:

''حفیظ تائب نے صنفِ نعت پر بعینہٖ وہی احسان کیا ہے جو غالب' اقبال اور آج کے بعض نمایاں شعراء نے غزل پر کیا ہے۔'' ۲۲۹

ریاض (سید محمد ریاض الدین سہروردی): ان کے نعتیہ کلام ''دیوان ریاض'' میں (۳۱۳) غزلیہ نعتیں ہیں۔ سید ریاض الدین سہروردی ریاض ملک کے نامور نعت گو اور نعت خوان۔ ان کا کلام بہت پختہ' معیاری' رواں دواں اور دلکش ہے۔ اسلامی تلمیحات ان کے ہاں خاص چھب دکھاتی ہیں۔ ان کے ہاں تشبیہات واستعارات کی اپنی شان ہے۔ ان کے کلام پر احمد رضا خاں بریلوی کے کلام کا بہت اثر ملتا ہے۔ انہوں نے بہت سی نعتیں اعلیٰ حضرت کی زمینوں میں بھی کہی ہیں۔ چونکہ وہ سروں اور فن کی باریکیوں سے شناسا تھے لہٰذا ان کا کلام مترنم اور نغمہ ریز ہے۔

ان کا کلام دیوان کی صورت میں ہے۔ الف سے ی تک کسی حرف کی کوئی نعت دیکھ لیں' آدمی جھومنے لگتا ہے۔ ادب رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بدرجہ کمال ہے۔ ان کا بہر صورت اکابرین شعرائے نعت میں شمار ہوتا ہے۔ شاہ صاحب کے ہاں (۳۱۳) نعتیں ہیں۔ ان کے ہاں ایک خاص ذوق وشوق' وارفتگی' علمی شکوہ' کلام پر دسترس' فن پر کامل عبور' دلی وابستگی ملتی ہے۔

بخت یاور ہوگئے ان کی نظر ہونے کے بعد — مے محبت کی ملی تشنہ جگر ہونے کے بعد
شانِ سلطانی نظر آنے لگی مجھ کو حقیر — ان کی نعلینِ مقدس تاج سر ہونے کے بعد
ہوگیا دورِ نبوت ختم تا روز جزا — تاجدارِ انبیاء کے جلوہ گر ہونے کے بعد
عرش اعظم کی خبر لاتی ہیں آنکھیں اے ریاض — خاکِ پائے مصطفےٰ نورِ بصر ہونے کے بعد ۲۳۰

محمود (سید محمود حسن رضوی محمود الٰہ آبادی): محمود رضوی کا نعتیہ مجموعہ ''انوار محمود المعروف بہ شمع حرم'' ۱۹۵۳ء میں شائع ہوا۔ (یہ کتاب غالباً انڈیا سے شائع ہوئی۔ اس کے اول آخر کے صفحات ناقص ہیں حتیٰ کہ ناشر وطابع تک کے بارے میں بھی کوئی معلومات نہیں ملتی ہیں۔ کتاب کے اندر بھی کہیں کہیں صفحات ناقص ہیں۔ مسرور کیفی کے برادر اصغر محمد رمضان میمن نے اس خستہ کتاب کی فوٹو کاپی چوہدری محمد یوسف ورک (نعت لائبریری شاہدرہ والے) کو پیش کی جس سے راقم الحروف نے استفادہ کیا)۔

ان کا کلام معیاری' پختہ' استادانہ مہارت' مقبولِ عام' شیریں اور دل پسند ہے۔ شعریت خصوصاً تغزل کی چاشنی ہر جگہ موجود ہے۔ البتہ بعض مقامات پر ایسا کلام بھی در آیا ہے جسے نعت کی نسبت عام غزل کا شعر کہنا زیادہ موزوں لگتا ہے مثلاً

اسی سے بارگہِ حسن تک رسائی ہے — زہے نصیب یہ عشقِ مجاز کیا کہنا

البتہ عشقِ سرکارؐ سے لبریز نعتیں دل کھینچتی ہیں۔ نعتوں کے علاوہ مناقب کے موضوعات پر بھی اشعار ہیں اور اصلاحِ معاشرہ کے لئے بھی غزلیہ ہیئت کی اس میں کل (۲۰۰) نعتیں ہیں۔ ان میں اکثر مضامین نعت کے ہیں البتہ بعض جگہ کئی شعر خالصۃً نعت سے ہٹ کر عام غزل کا بھی لگنے لگتا ہے۔ ان غزلوں کے ایک انتخاب کی اشد ضرورت ہے۔ ان کا منتخب بلاشبہ ملوک الکلام ہے۔ محمود رضوی کے نعتیہ کلام کا نمونہ درج ذیل ہے۔

زہے رفعت و آبروئے محمدؐ — بہشتِ دو عالم ہے کوئے محمدؐ
کرم داورِ حشر کا ہے یہ مجھ پر — کہ حاضر ہوں میں روبروئے محمدؐ
سراسر تو کعبہ کے آگے جھکا ہے — مگر دل کو ہے جستجوئے محمدؐ
مدینہ بنی جا رہی ہے یہ محفل — کہ محفل میں ہے گفتگوئے محمدؐ ۲۳۱

جمال (محمد عبداللہ): ان کا مجموعۂ نعت ''مہرِ جہاں فروز'' غزلیہ ہیئت پر مبنی ہے۔ حفیظ تائب نے ان کی نعت کی تحسین کرتے ہوئے لکھا ہے:

''محمد عبداللہ جمال کی نعت کی کن کن خوبیوں کو گنواؤں۔ اس میں وہ سب کچھ ہے جو دورِ موجود کی نعت میں ہونا چاہیے۔ شرف نسبت کا تشکر' انعام واکرام کا اعتراف اور روحِ عصر کے حوالے سے مزید رحمت کی طلب' ان کے محبوب موضوع ہیں۔'' ۲۳۲

نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں:

اپنے لیے ہے ایک ہی مشعل حیات کی — تنویریں بانٹ دیتی ہے سنت حضورؐ کی
آسان گو نہیں ہے سفر آخرت کا وہ — آسان کر ہی دے گی یہ نسبت حضورؐ کی ۲۳۳

دارا (طفیل دارا): ان کا مجموعہ نعت ''بعد از خدا'' غزلیہ ہیئت پر مبنی نعتوں کا مجموعہ ہے۔ زبان و بیان اور بلاغ مطلب پر انہیں مکمل دسترس حاصل ہے۔ حفیظ تائب نے ان کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''وہ (دارا) ''بعد از خدا'' کے وسیلے سے سلسلۂ حسانؓ سے وابستہ ہونے کا شرف حاصل کر رہے ہیں اور غالباً اسی بنا پر اپنے آپ کو دربار مصطفیٰؐ میں نئی آواز قرار دیتے ہیں' یہ الگ بات کہ نعتیہ شاعری میں ان کا لہجہ بھی نیا' اچھوتا اور منفرد ہے۔'' ۲۳۴

نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں:

بشر کی انتہا تم ہوٗ خدا کے رازداں تم ہو ظہورِ لامکاں تم ہوٗ متاعِ دو جہاں تم ہو
دیارِ غیر میں رہ کر ہمیں جینا نہیں آتا ہماری سرزمیں تم ہوٗ ہمارا آسماں تم ہو ۲۳۵

محمد اعظم چشتی: محمد اعظم چشتی کا نام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدح خوانوں میں بہت نمایاں اور مقام بہت بلند ہے۔ دور جدید میں نبی کریم کی مدحت کی روایت کو مستحکم اور مقبول بنانے والے چند بڑے اسماء میں اعظم چشتی کا نام ضرور شامل ہوتا ہے۔ وہ نعت گو بھی ہیں اور نعت خواں بھی۔ بقول کوثر نیازی:

''اعظم چشتی کی نعتوں کا مطالعہ کیا جائے تو ان میں عشق بھی نظر آئے گا اور علم بھی۔ جذبے کی گہرائی بھی ہوگی اور فن کی گیرائی بھی۔ وہ اپنی نعتوں میں بے تکلف قرآنی آیات' دینی اصطلاحات اور تصوف کے اشارات و کنایات استعمال کر جاتا ہے اور اس کے باوجود شعریت کی روح برقرار رہتی ہے۔ وہ نعت کے لیے غزل کا پیرائیہ استعمال کرتا ہے مگر شریعت کا مزاج برہم نہیں ہوتا۔'' ۲۳۶

اعظم کے ہاں ہر دور میں نعتیہ غزل عشق و مستی کے اظہار کا وسیلہ رہی ہے۔

دی زبان حق نے ثنائے مصطفےٰ کے واسطے دل دیا حُبِ حبیب کبریا کے واسطے ۲۳۷
ان کی محفل میں کسے تاب سخن ہے اعظم دل کا افسانہ نگاہوں سے بیاں ہوتا ہے ۲۳۸
اپنا معیار زمانے سے جدا رکھتے ہیں ہم تو محبوب بھی محبوبِ خدا رکھتے ہیں ۲۳۹

صائم چشتی (شیخ محمد ابراہیم صائم): ملک کے معروف نعت گو شاعر تھے۔ ان کے شاگردوں کا سلسلہ بھی وسیع ہے۔ ایک دور تھا جب پاکستان میں اکثر انہی کی نعتیں پڑھی جاتی تھیں۔ درج ذیل کتابوں میں غزلیہ ہیئت میں نعتیں ملتی ہیں۔

(۱) شانِ کائنات (۲) یا محمدؐ (۳) ارمغانِ مدینہ (۴) جانِ بہار (۵) نوائے صائم (ہر سہ جلد) (۶) جلوے (۷) نظارے (۸) فردوسِ نعت (۹) شاہِ خوباں۔ فردوسِ نعت سے نعت کا ایک شعر درج کیا جاتا ہے:

فروغِ خُلد طیبہ کی زمیں ہے مدینہ فرش پر عرشِ بریں ہے
نبی کوئی بھی کتنا محترم ہو مرے محبوبؐ کے زیرِ نگیں ہے ۲۴۰

مسرور کیفی: پاکستان کے نعت گو شعراء میں ایک قابلِ ذکر نام۔ ایک وقت تھا جب مسرور کیفی کے متعلق خیال تھا کہ انہوں نے سب سے زیادہ نعتیہ مجموعے ادب کی جھولی میں ڈالے ہیں۔ پھر حافظ لدھیانوی نے بیس سے زیادہ نعتیہ مجموعے پیش کر کے اولیت کا شرف حاصل کیا لیکن ان کے بعد مشہور محقق' نقاد اور نعت گو راجہ رشید محمود نے حافظ لدھیانوی سے کہیں زیادہ نعتیہ مجموعے شائع کر کے اولیت کی سعادت حاصل کر لی۔ پھر بھی مسرور کیفی کے نعتیہ مجموعے بھی جس مقدار میں ہیں وہ قابلِ لحاظ ہے۔

مسرور کیفی کے درج ذیل نعتیہ مجموعے مشہور ہیں:

۱۔ چراغِ حرا ۲۔ ملجا و ماویٰ
۳۔ جمالِ حرم ۴۔ مولائے کل
۵۔ نور یزداں ۶۔ میزابِ رحمت
۷۔ سید الکونین ۸۔ سجدہ حرف
۹۔ آئینۂ انوار ۱۰۔ کرم در کرم
۱۱۔ دیارِ نور ۱۲۔ رنگ ثنا

ان کی کچھ کتابیں ہالۂ نور' مرحبا اور ان پر سلام پہلے بھی ان کے مجموعوں میں شامل تھیں لیکن بعد میں الگ مختصر پمفلٹوں کی صورت میں شائع

ہوئیں۔ان کی کچھ زیر طبع نعتیہ کتب ان کی زندگی کے بعد شائع ہوئیں۔ان کی ایک اہم تصنیف نعت نگار (جس میں پانچ سو نعت گو شعرا میں سے ہر ایک پر ایک شعری نظم کہی گئی ہے) بھی اپنے نوعیت کی منفرد اور اہم کتاب ہے۔مسرور کیفی کے ہاں مختلف شعری ہیئتوں میں نعتیہ کلام ملتا ہے لیکن ان کی نعتوں کا غالب حصہ غزلیہ ہیئت پر مبنی ہے۔مسرور بے شک ایک پر گو شاعر ہیں لیکن ان کی زود نویسی نے بعض جگہ معیار کو متاثر کیا ہے۔یہاں ان کی بعض نعتیہ کتب میں موجود غزلیہ ہیئت کی نعتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ا۔ سید الکونین: یہ کتاب مارچ ۱۹۸۶ء میں اشاعت پذیر ہوئی۔اس کی ایک غزل کے چند شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

دل شکستہ دوستو، اے غم کے مارے دوستو! | آؤ چلتے ہیں محمدؐ کے دوارے دوستو
آنکھ میں عشقِ نبی کے یہ شرارے دوستو | حشر کے دن کام آئیں گے ہمارے دوستو
اس زمیں پر سجدہ ریزی کے مزے کچھ اور ہیں | جس زمیں کے سارے کنکر ہیں ستارے، دوستو
جلوہ گاہِ ناز کی تابانیاں، رعنائیاں | کوئی کیسے اپنی آنکھوں میں اتارے دوستو ۲۴۱

ب۔ سجدۂ حرف: اس کتاب سے نعتیہ غزل کا نمونہ درج ذیل ہے:

کھوٹا ہوں یا کھرا ہوں | سرکار آپؐ کا ہوں
اللہ رے یہ عظمت | قدموں میں آ گیا ہوں
اب کیا کرے گی گردش | کملی میں جا چھپا ہوں ۲۴۲

ج۔ آئینۂ انوار: اس میں غزلیہ ہیئت کی (۵۶) نعتیں ہیں۔اس کتاب میں بجائے نو کے بجائے نعت سات اشعار پر مبنی ہے۔

د۔ کرم در کرم: اس کتاب میں غزلیہ ہیئت کی (۵۱) نعتیں ہیں۔ہر نعت نو اشعار پر مشتمل ہے۔ہر نعت دو صفحات پر اس طرح شائع ہوئی ہے کہ پہلے صفحے پر چار شعر اور اگلے صفحے پر پانچ شعر ہیں۔

ہمیں تو خدا نے یہاں رکھ دیا ہے | مگر دل نہ پوچھو کہاں رکھ دیا ہے
مرے کملی والے نے رحمت کا اپنی | مرے سر پہ کیا سائباں رکھ دیا ہے
مدینے سے آ کر یہ بھولے ہوئے ہیں | سکونِ دل و جاں کہاں رکھ دیا ہے ۲۴۳

ھ۔ دیارِ نور: یہ کتاب ۲۰۰۲ء میں شائع ہوئی۔اس میں غزلیہ ہیئت کی (۵۰) نعتیں ہیں۔ہر نعت نو اشعار پر مشتمل ہے۔نعت نمونہ درج ذیل ہے:

سر پر عطا کا تاج سجائے ہوئے ہیں ہم | خود کو درِ نبیؐ پر جھکائے ہوئے ہیں ہم
ان کے کرم کو ان کی محبت کو دیکھ کر | کیا کیا نہ دل میں آس لگائے ہوئے ہیں ہم
طائف میں آپؐ کو جو لگائے گئے تھے زخم | لگتا ہے اپنے دل پہ لگائے ہوئے ہیں ہم ۲۴۴

ان اشعار سے مسرور کیفی کا والہانہ پن ظاہر ہے۔یہی اس کے کلام کی بڑی پہچان ہے۔ان کے اشعار سادہ، رواں دواں اور سلیس ہوتے ہیں۔

خالد (ڈاکٹر خالد عباس الاسدی): ان کا مجموعۂ نعت ''باگاہِ ادب میں'' تمام تر غزلیہ ہیئت میں ہے۔ان کی نعت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت کا تذکرہ اس زاویۂ نگاہ سے ہوتا ہے کہ اسے بنی نوعِ انسان اپنے لیے رہنما بنا کر ہی کامیاب ہو سکتی ہے۔ان کے کلام میں شہرِ محبوب میں حاضری کی طلب اور لگن بار بار ظاہر ہوتی ہے۔نمونہ کلام درج ذیل ہے:

جو پتھروں کے دور کے پتھر تھے آپؐ نے | ان کو کرم سے لعلِ بدخشاں بنا دیا
اٹھی جو دھول ناقۂ حضرت کے پاؤں کی | حق نے اسے جہاں کی افشاں بنا دیا ۲۴۵

نازش (محمد حنیف نازش قادری): ان کا مجموعۂ نعت ''آبرو'' غزلیہ ہیئت میں لکھی گئی نعتوں کا مجموعہ ہے۔ڈاکٹر ریاض مجید نے ان کے کلام کی تحسین ان الفاظ میں کی ہے:

> ''جناب حنیف نازش کی نعتوں میں تراکیب کا خاص اہتمام ملتا ہے،ان کی کئی ردیفیں خوبصورت، پر فضا اور پر تاثیر ہیں اور انہوں نے نعتیہ مضامین کے اظہار و ترسیل کے لیے ان سے نمایاں کام لیا ہے۔'' ۲۴۶

نمونہ کلام درج ذیل ہے:

کیا ان کو نظر آئیں گے سرکار کے جلوے | جن کور نصیبوں کی نظر پاک نہیں ہے

اے گنبدِ خضریٰ! نہیں وہ آنکھ کوئی آنکھ | جو ہجر میں تیرے لیے نم ناک نہیں ہے ۲۴۷

ان کے متعلق حفیظ تائب نے لکھا ہے۔ ''اسلوب کی شائستگی اور عمدگی کو ہر کہیں قائم رکھ کر فنِ نعت گوئی کے تمام تقاضے پورے کئے ہیں۔ ان کی ایک مشہور نعت کے یہ شعر دیکھئے۔

زائرِ کوئے جناں آہستہ چل | دیکھ ' آیا ہے کہاں آہستہ چل
در پہ آیا ہوں بڑی مشکل کے بعد | اے مری عمرِ رواں آہستہ چل

مرزا (عبد الشکور بیگ): مرزا عبد الشکور بیگ حیدر آباد دکن (انڈیا) کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے فیصل آباد کے ڈاکٹر عبد الشکور ساجد کو مدینہ منورہ میں اپنا کلام لکھوایا اور انہوں نے اس مختصر سے کلام کو نکہتِ مدینہ کے نام سے پاکستان میں شائع کیا ہے۔ ان کے کلام میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جذبہ موجزن ہے اور ایک روحانی کسک بھی ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں:

نہ کوئی عمل ہے سنانے کے قابل | نہ منہ ہے تمہارے دکھانے کے قابل
دکھا سبز گنبد تو بولی یہ آنکھیں | یہ نقشہ ہے دل میں جمانے کے قابل
شفاعت کے صدقے میں جنت ملے گی | عمل ہیں جہنم میں جانے کے قابل
لگاتے ہیں اس کو بھی سینے سے آقا | جو ہوتا نہیں منہ لگانے کے قابل ۲۴۸

مسعود چشتی: ''تسکین قلب'' کے شاعر ہیں۔ ان کا یہ مجموعہ غزلیہ نعتوں اور نعتیہ قطعات پر مشتمل ہے۔ غزل کی ہیئت میں انہوں نے چھوٹی اور بڑی بحریں بڑی روانی سے استعمال کی ہیں۔ نمونہ کلام درج ذیل ہے:

رہے نہ خوفِ لحد پھر ذرا بھی اے مسعودؔ | رہیں جو نزع کے وقت آں جناب آنکھوں میں ۲۴۹

شوکت ہاشمی: عصرِ حاضر کے ایک بے حد اہم نعت گو تھے۔ ان کے درج ذیل نعتیہ مجموعے مشہور ہیں۔

۱۔ سارے حرف گلاب۔ اس میں غزلیہ ہیئت میں لکھی گئی ۶۳ نعتیں ہیں۔

اب مجھے آرزو ہے جینے کی | زندگی ہوگئی مدینے کی
دیکھ سرکارؐ کے حضور میں ہے | بات کر نعت کے قرینے کی
آپ کے نور سے منوّر ہے | یہ جو دنیا ہے میرے سینے کی ۲۵۰

۲۔ حرفِ معتبر...... غزل کی ہیئت میں کہی گئی ۴۳ نعتیں شامل کتاب ہیں

بس جہاں بھی روشنی ہوگی | میرے آقاؐ کے نام کی ہوگی
میں غمِ مصطفےؐ میں زندہ ہوں | اس سے بڑھ کر کوئی خوشی ہوگی؟

۳۔ فیضانِ رحمت...... اس میں غزلیہ ہیئت کی ۶۳ نعتیں ہیں۔

یہ بارگاہِ رسالتؐ ہے سوچ کر آنا | درود پڑھتے ہوئے چشمِ تر آنا
تجھے میں خاکِ مدینہ سے مشکبو کروں | ہوائے گلشنِ ہستی ذرا اِدھر آنا
شہیدِ عشقِ رسالت مآب ہو جائے | کہا تھا کس نے مدینے سے لوٹ کر آنا
یہی تو اہلِ محبت کی شان ہے شوکت | کہ ذکرِ اسمِ پیمبر پہ آنکھ بھر آنا ۲۵۱

''(شوکت ہاشمی) نعت گوئی میں قابلِ رشک مقام رکھتے ہیں۔ ان کی انفرادیت ان کے عجز و ادب سے ظاہر ہوتی ہے۔ عشقِ رسولؐ ہی ان کا مرکزی موضوع ہے۔ اور یہی ان کا امتیاز بھی۔

نظیر (اصغر حسین خاں نظیر لودھیانوی):

ان کے نعتیہ مجموعہ ''آفتاب حرا'' میں (۴۳) نعتیہ غزلیں موجود ہیں جن میں عجب سرشاری' روانی' متعلقات نبوت سے بے پناہ محبت' پختہ گوئی اور قادر الکلامی کی جھلک نظر آتی ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ کیجئے:

ہادیِ دوراں' حاملِ قرآں' صلی اللہ علیہ وسلم | مصدرِ دانش' مظہرِ عرفاں' صلی اللہ علیہ وسلم
دوش پہ رخشاں' امن کا پرچم' لطفِ مجسم رحمت عالم | مشفقِ اعظم' محسنِ انساں' صلی اللہ علیہ وسلم

خلق کے والی، گنجِ لعالی، جود مثالی، بحر نوالی ہاتھ کے خالی، صاحب احساں صلی اللہ علیہ وسلم ۲۵۲؎

بیکل اتساہی: اہم نعت گو ہیں۔ ان کی نعتیں قبولِ عام کا شرف پا چکی ہیں۔ ان کے اشعار سے ان کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر ہوتا ہے، ان کے نعتیہ مجموعے والضحیٰ سے نعت کے یہ شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

خزاں سے کوئی طلب نہیں ہے بہار لے کر میں کیا کروں گا
نگاہِ ساقی رہے سلامت خمار لے کر میں کیا کروں گا
کہاں وہ حالِ بلال حبشی کہاں وہ عشقِ اویسِ قرنی
نبی کی فرقت میں جی رہا ہوں قرار لے کر میں کیا کروں گا
کوئی ہے شامِ وطن پہ رقصاں کوئی ہے صبحِ چمن پہ نازاں
بساط میری ہے خاکِ طیبہ نکھار لے کر میں کیا کروں گا ۲۵۳؎

ان کے ایک نعتیہ مجموعے "پیامِ رحمت" سے بھی ایک نعت کے درج ذیل شعر ملاحظہ کیجئے۔

سرکارِ دوعالمؐ کے رُخ پر انوار کا عالم کیا ہوگا جب زلف کا ذکر ہے قرآں میں رُخسار کا عالم کیا ہوگا
محبوبِ خدا کے جلووں سے ایمان کی آنکھیں روشن ہیں بے دیکھے ہی جب یہ حالت ہے، مختار کا عالم کیا ہوگا
جب اُن کے گدا بھر دیتے ہیں شاہانِ زمانہ کی جھولی پھر کوئی بتائے آقاؐ کے دربار کا عالم کیا ہوگا ۲۵۳؎ ا

یہ نعت اپنے علائم و رموز کے حوالے سے ٹھیٹھ غزل ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہاں محبوب مجازی نہیں بلکہ محبوبِ حجازی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ دردِ جدائی، دل کی کیفیت، سوز و گداز، داخلی ہیجانات وغیرہ وہ تمام لوازم موجود ہیں۔ جو کسی کامیاب غزل کا خاصہ ہوتے ہیں۔

بدر فاروقی: بدر فاروقی بھی اہم نعت گو شاعر ہیں۔ ان کے نعتیہ مجموعے "اشکِ فروزاں" میں غزل کی ہیئت میں لکھی گئی نعتیں دامنِ دل کو کھینچتی ہیں۔ پروفیسر آفاق صدیقی کے بقول:

"ان کے کلام کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ انہوں نے شعر و ادب کو ذہنی تربیت کا وسیلہ، اخلاقی و روحانی تطہیر کا ذریعہ اور اسلام کے تہذیبی، ثقافتی تشخص کا خزینہ سمجھ کر قبول کیا ہے۔" ۲۵۴؎

بدر فاروقی کی ایک غزل کے چند شعر ملاحظہ کیجئے:

شہِ کونین ختمی مرتبت، وجہِ ضیاء آئے زمیں پر آسماں کے راز لیکر مصطفٰےؐ آئے
کھلے ہیں باب ہائے خلد اور مسرور ہیں حوریں سرِ عرشِ بریں معراج کو حق آشنا آئے
مچی ہے دھوم عرش و فرش پر بارش ہے رحمت کی کہ دنیا میں امام الاتقیا و انبیا آئے ۲۵۵؎

ڈاکٹر فرمان فتح پوری، بدر فاروقی کی نعت گوئی کے متعلق لکھتے ہیں:

"بدر فاروقی صاحب کا نعتیہ کلام والہانہ لگاؤ کا مظہر ہے، ایسا مظہر جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں خود سپردگی اور از خود رفتگی سے مملو نذرانہ محبت و عقیدت کی مثال بھی ہے اور بساطِ سخن پر شاعرانہ ہنرمندیوں اور نکتہ آفرینیوں کا اوجِ کمال بھی۔" ۲۵۶؎

فدا خالدی دہلوی: بیخود دہلوی کے شاگرد ہیں۔ ان کے نعتیہ مجموعے "م ص" میں (۵۳) نعتیہ منظومات ہیں جو غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ہیں۔ فدا خالدی غزل اور رباعی تو عرصہ سے کہہ رہے تھے، نعت کی طرف آئے تو یہ ریاضت کام آ گئی۔ نعت گو شعراء نے کچھ عرصہ سے (۹۲) نعتوں پر مشتمل مجموعۂ نعت پیش کرنا شروع کیا۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم پاک "احمد" (جس کے اعداد ۵۳ ہیں) کی نسبت سے (۵۳) نعتیں کہنے اور ایک مجموعہ پیش کرنے کا رجحان ہوا۔ غیر شعوری طور پر ہی سہی، فدا خالدی کے ہاں بھی (۵۳) نعتیں ہی ملتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک مکمل نعتیہ مجموعے کا مواد صرف غزلیہ نعتوں میں ہی دستیاب ہے۔

فدا خالدی اہلِ زبان ہیں۔ انہیں فن پر دسترس حاصل ہے۔ غزل کے دائرے میں رہ کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی ایک نعت کے چند شعر دیکھیئے:

نظر پہنچی مہِ کون و مکاں تک اندھیرے روکتے مجھ کو کہاں تک

جدھر دیکھوں نظر آتا ہے روضہ محبت مجھ کو لے آئی یہاں تک
نکل آئی مری کشتی بھنور سے تمہارا نام آیا تھا زباں تک
توجہ تم نہ فرماؤ تو آقاؐ نہیں ملتا حقیقت کا نشاں تک ۲۵۷

ثمر (عبدالکریم): ان کے نعتیہ مجموعے ''شاخِ سدرہ'' میں (۱۰۱) سے زیادہ ایسی نعتیں ہیں جو صرف غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ہیں۔ یہ نعتیہ غزلیں ثمر کی قادرالکلامی کی دلیل ہیں۔ مقدار و معیار ہر دو حوالے سے ان کی نعتیں نعتیہ تاریخِ ادب کا خوبصورت گوشہ ہیں۔ ان کی ایک نعت کے دو اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

وہ سربراہِ دو عالم وہ خواجۂ کونین وہ تاجدارِ مدینہ وہ سید ثقلین
وہ جس کے حسن کا پرتو ہے ظلِ ربِ جلیل وہ نورِ دیدۂ ہستی وہ حاصلِ کونین ۲۵۸

''شعر والہام'' مجموعۂ کلام کے آخری حصے میں (صفحہ ۱۹۳ تا ۲۳۱) نعتیں ہیں جن میں چند ثلاثیاں ہیں' باقی سب نعتیہ غزلیں ہیں۔ ۲۵۸۔ الف

جو بہائم خو تھے' جو غارتِ گر تہذیب تھے بڑھ گئے آخر فرشتوں سے بہ فیضانِ رسولؐ ۲۵۸۔ ب
تیری نظر میں قوتِ تسخیرِ کائنات تابندہ تیرے نور سے کاشانۂ حیات ۲۵۸۔ ج

''احسن تقویم'' (۱۶۸) صفحات کے مجموعۂ نعت میں زیادہ تر نعتیہ غزلیات ہیں۔

مقامِ شوق میں روشن ہے قدسیوں کی جبیں ضمیرِ ارض ہے تاباں حضورؐ کی خاطر
فرازِ طور پہ بہرِ کلیمؑ ایک جھلک تجلیاتِ فراواں حضورؐ کی خاطر ۲۵۸۔ د

ذوقی (مظفر نگری)

(حافظ محمود الحسن صدیقی) یہ احسان دانش کے شاگردِ رشید ہیں۔ اس وقت ان کا شمار اُستاد شعراء میں ہوتا ہے۔ خوش قسمتی سے بہت ذہین اور معروف شعراء میں بھی مقبول ہیں۔ ان کے ایک نعتیہ مجموعے ''نجم سحر'' ۱۹۸۰ء پر سیرت النبیؐ ایوارڈ بھی ملا۔ ان کے شاگردوں کا حلقہ بھی وسیع ہے۔ عاشقانہ ذوق و شوق' مضمون آفرینی اور قادرالکلامی ان کے اشعار سے ظاہر ہے۔ ''وسیم فردوس'' ان کا دوسرا مجموعہ نعت ہے۔ اس کی ایک نعت سے چند شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

کبھی فرش پر رواں ہیں' کبھی عرش پر ٹھکانہ یہ مرے نبیؐ کی منزل' یہ مقام سرورانہ
یہ کرم ہے مصطفےٰؐ کا' کہ خزاں کی آگ میں بھی مری سوچ کے چمن میں' ہے بہار کا خزانہ
مرے گھر میں کیوں نہ اُتریں مہ و مہر عظمتوں کے شب و روز پڑھ رہا ہوں' میں درود عاجزانہ
میں بفیضِ عشق ذوقی وہ ثنا گرِ نبیؐ ہوں
جسے رحمتوں نے ڈھونڈا' سرِ حشر والہانہ ۲۵۸۔ ہ

''عشقِ رسولؐ نے ان کے کلام میں اثر و تاثیر کی وہ حرارت پیدا کردی ہے کہ جو پڑھے گا' کیفیتِ عشق سے سرشار ہو جائے گا...... ذوقی مظفر نگری جملہ محاسنِ شعری کے ساتھ نعت کے حوالے سے عصرِ جدید کے تقاضوں' نفاذِ اسلام اور اتحادِ عالمِ اسلام کی ضرورت و اہمیت نمایاں کرنے میں کامیاب ہیں۔'' ۲۵۸۔ و

فدا (صوفی حاجی فضل الدین فدا کھیم کرنی' م ۱۹۸۶ء):

فدا' ذوقی مظفر نگری کے شاگرد تھے۔ ان کی کتاب ''حدیث ایماں'' میں (۴۷) غزلیہ نعتیں ہیں۔ کلام سے بطور نمونہ ایک غزل کے دو اشعار پیشِ خدمت ہیں:

محبوب جب سے سرورِ دیں کا خیال ہے جو ذرہ ہے نگاہ میں خلدِ جمال ہے
قسمت میں جس کی نورِ اذانِ بلالؓ ہے وہ شخص خوش نصیب ہے صاحب کمال ہے

منیر قصوری: ان کی کتاب چادرِ رحمت ان کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ہے۔ شاعر کے موضوعات' امیدِ شفاعت' حاضریٔ طیبہ کی تمنا' ذات و صفاتِ رسولؐ کی تحسین' ذاتی وملی آشوب پر استمداد بدرگاہ نبویؐ ہیں ان کی نعتیہ غزل میں حد درجہ چاشنی ہے۔ تین اشعار بطور نمونہ درج ہیں:

مرے حضورؐ کی رحمت سے کچھ بعید نہیں — مجھے بھی چادرِ رحمت نصیب ہو جائے
حضورؐ زندگی کی شام ہونے والی ہے — حضور اب تو زیارت نصیب ہو جائے
حضورؐ پستیِ امت لہو رلاتی ہے — حضورؐ پھر اسے رفعت نصیب ہوجائے ۲۶۰ع

لالہ صحرائی (محمد صادق): علیم ناصری نے لکھا:

''نعت کے میدان میں اگرچہ وہ مبتدی ہیں مگر اس مجموعے میں ان کے بیشتر اشعار ان کے جذبۂ دل کی ترجمانی پوری مشاقی سے کرتے ہیں جن کی مثالیں مقدمہ نگاروں نے مہیا کر دی ہیں۔ بایں ہمہ ہمارے خیال میں ان کے اندر عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو کسک اور عقیدت و محبت کی جو چنگاریاں ہیں' ان کو زیادہ تابناک کرنے کے لئے زبان و بیان کے مزید بلند معیار کی ضرورت ہے' اوزان و بحور کا تو ان کے ہاں باستثنائے چند ٹھیک ٹھاک اہتمام ہے' البتہ زبان اور فکر و فن کے حسین امتزاج کی بھی ضرورت ہے.......... توقع ہے.......... اس مجموعے کا دوسرا ایڈیشن نقشِ اول سے یقیناً بہتر ہوگا۔ بہرحال اپنی موجودہ شکل میں بھی وہ قارئین کے لیے وجدانی مسرتوں کا سامان کرتا ہے۔''۲۶۱ع

لالہ صحرائی کے مجموعہ نعت ''لالہ زار نعت'' میں کل (۱۰۱) غزلیہ نعتیں ہیں۔

''غزواتِ رحمۃ للعالمینؐ (منظوم)'': لالہ صحرائی نے اس کتاب میں غزواتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منظوم شکل دی ہے۔ واقعات کی پیشکش میں مستند مواد سے کام لیا ہے۔ سیرت کے اس پہلو کو اگرچہ پہلے بھی شعراء نے اردو نظم غزلیہ ہیئت میں لکھی ہے اور ساری کتاب میں تمام منظومات کا قافیہ یکساں رکھا ہے یعنی منشا' گرتا' پیدا' خدا' وفا' اعدا' گیا وغیرہ ہے ردیف کا استعمال نہیں کیا گیا۔

حرف ''بہائے جنت'' نظم میں ردیف ''غزوات'' کا استعمال ہے اس کا قافیہ بھی سزا' ہوا' روا وغیرہ ہے۔ تمہید میں حکیم جہاد کے عنوان سے نظم کا قافیہ ردیف اس روش سے ہٹ کر ہے یعنی مٹانے کو' گرانے کو' زمانے کو' ورنہ باقی ساری کتاب میں ایک ہی قافیے کا اہتمام خود پر لگائی ہوئی پابندی ہے۔

شاہ مصباح شکیل نے تقریظ میں لکھا ہے کہ:

تین ماہ کے قلیل عرصہ میں لالہ صحرائی نے پونے دو ہزار اشعار کہہ کر زیرِ نظر کتاب ''غزواتِ رحمۃ للعالمینؐ'' کو منصہ شہود پر لانے کی توفیق پائی۔ مزید لکھتے ہیں کہ:

''غزواتِ رحمۃ للعالمینؐ' اس لحاظ سے اردو زبان میں ایک منفرد مجموعہ سخن ہے کہ صرف غزواتِ نبوی کو اب تک کسی شاعر نے موضوعِ سخن نہیں بنایا۔ اس اعتبار سے یہ شعری کارنامہ انفرادیت کا حامل ہے۔'' ۲۶۲ع

مختلف منظومات میں وزن مختلف ہوگیا ہے لیکن ہیئت یعنی غزل اور قافیہ (الف پر ختم ہونے کی تخصیص) وہی رہا۔ اگرچہ حفیظ جالندھری اور بعض شعرائے کرام نے واقعاتِ سیرت بیان کرتے ہوئے غزوات کو بھی منظوم کیا ہے لیکن محض غزوات ہی کے تفصیلی ذکر کی پہلی بھرپور کاوش لالہ صحرائی کے ہاں ہی نظر آتی ہے۔ بقول عاصی کرنالی:

''غزوہ نگاری کی شعری روایت کے تسلسل کے باوجود اب تک تمام غزوات کو یکجا کر کے سلکِ نظم میں پرونے کا خیال سب سے پہلے لالہ صحرائی کے دل میں پیدا ہوا۔ اس اعتبار سے یہ اس موضوع پر اولین کوشش ہے' اور اس اعتبار سے منفرد و ممتاز بھی۔''۲۶۳ع

اسلام کے اس رزم نامے میں جذباتِ محبت' آنحضرت سے عشق' اسلام کا درد' واقعہ گوئی' سچائی' روایات کا استناد سب کچھ موجود ہے۔ ۲۶۴ع۔ا

منظر نگاری کا یہ عالم ہے کہ لگتا ہے سارا منظر آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے۔ جنگِ احد میں جنگ کا ایک منظر ملاحظہ کیجئے:

رنگِ پسپائی جو دیکھا لشکرِ کفار میں — غازیوں کے رخ پہ رنگِ سرخوشی چھانے لگا
ساتھ ہی کفار کے مالِ غنیمت کے لیے — مومنانِ خام کی جانب سے غل سا پڑ گیا
ایسے میں لپکے غنیمت پر وہ تیر انداز بھی — جن کو آقا نے پہاڑی پر مقرر تھا کیا
لشکرِ کفار نے دیکھا جو خالی یہ محاذ — بھاگتے قدموں کو اپنے اس نے پھر ٹھہرا لیا
کاٹ کر اک لمبا چکر وسعتِ کہسار کا — اک رسالہ حملہ آور ہوگیا کفار کا
جب ہوا حملہ عقب سے ناگہاں انداز میں — لشکرِ اسلام اس افتاد سے گھبرا گیا
لوٹ آئے سارے دشمن پھر محاذِ جنگ پر — ساتھ ہی پھر جنگ کا پانسہ پلٹنے سا لگا

ہر لحاظ سے یہ کتاب قابلِ تعریف ہے۔ احمد ندیم قاسمی اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

''غزوات کی یہ شاعری بھی میری نظر میں نعت نگاری ہی کا ایک رخ ہے۔ اس تازہ تصنیف کا ہر شعر ہر لحاظ سے مکمل ہے۔'' ۲۶۳؎

نعت دھنک: ان کی اس کتاب میں (۱۷۱) غزلیہ نعتیں موجود ہیں۔ ان میں مرزا غالب کی زمینوں میں بھی کچھ نعتیں ہیں اور نعتیہ نظمیں بھی ہیں جن کی ہیئت غزلیہ ہے۔ ان کی غزلیہ نعت کا نمونہ درج ذیل ہے:

طیبہ کی رہگزر نہیں' روضہ پہ حاضری نہیں — زندہ تو ہوں یہاں' مگر زندگی زندگی نہیں
چاند ہی اور تھا وہاں گنبد سبز کے قریب — چاند تو ہے یہاں بھی اک' چاندنی چاندنی نہیں
روضے کا نقطۂ کلس' مرکزِ کیفِ عاشقاں — وہ جو نہیں ہے سامنے' کوئی خوشی' خوشی نہیں ۲۶۴؎

نعت چراغاں: ان کے اس نعتیہ مجموعے میں (۱۶۳) نعتیہ غزلیں شامل ہیں۔ بطور نمونہ اشعار ملاحظہ کیجئے:

ہجر کا صدمہ سہتے سہتے — ہائے مدینہ کہتے کہتے
آیا مدینے کے گلشن میں — ویرانوں میں رہتے رہتے
مولا اٹھوں میں روز محشر — آقا آقا کہتے کہتے
ڈھل گئے مدحت کے شعروں میں — آنسو آنکھ سے بہتے بہتے ۲۶۵؎

نعت سویرا: لالہ صحرائی کے اس مجموعہ کلام میں (۱۴۷) غزلیہ نعتیں شامل ہیں۔ نمونہ کلام درج ذیل ہے۔

آیا ہوں مدینے میں تپ ہجر کا مارا — اے شہرِ خنک! کرلے مجھے جذب خدارا
وہ اشک بہا ذکر پیمبرؐ میں جو شب کو — چمکا ہے وہی بن کے مقدر کا ستارا ۲۶۶؎

باران نعت: ان کے اس مجموعہ نعت میں (۱۰۰) غزلیہ نعتیں ہیں۔ دو شعر ملاحظہ کیجئے:

سیدھے سادے مضامین سادگی سے باندھے گئے ہیں، ان کا پیارا اسلوب' دل کو بھاتا ہے۔

ان کی سواری فرش سے تا آسماں گئی — یہ ساری کائنات محمدؐ کی ہے گلی
تنہا کبھی نہ چھوڑا خدا نے حضورؐ کو — تنہا ہمیں نہ چھوڑیں قیامت میں یا نبیؐ
مدحت کے ساتھ طاعتِ آقا یہ ہے نظر — اللہ نے اس طرح مری قسمت سنوار دی ۲۶۷؎

نعتیہ مجموعوں کی تعداد کے پیشِ نظر ان کا نام بھی نعتیہ ادب میں زندہ رہے گا۔ ان شاء اللہ

محمد افضل حیدری' ڈاکٹر: ان کے نعتیہ مجموعے ''ہم مدینے چلے'' میں (۴۵) نعتیں غزلیہ ہیئت میں ہیں اور ایک نعت ہندی پوربی الفاظ کا مرقع ہے۔ نمونہ کلام درج ذیل ہے:

مدنی پیا آؤ مورے دوار — کرپا کرو مورے پالن ہار
تو ہے میں پاؤں' دل میں بساؤں — کب ہووت پیا موہے دیدار
ساون مورا ''سونا'' بن تورے سانوریا — دکھاؤں کسے مورے سجنوا اپنا سُندر سنگار
مدینے مجھے بلوئیو' سبز گنبد دکھلئیو — کرتے رہیو مورے پیا ایسا کرم بار بار
دکھیارا ہوں مورے پیا توری دید کا پیاسا — اب تو سنیو چیتم افضل کی پکار ۲۶۸؎

ہلال جعفری (سید اشرف علی جعفری ہلال ۱۹۲۱ء تا ۲۰۰۱ء): ان کے نعتیہ کلام ''ہلال حرم'' میں (۱۰۲) غزلیہ نعتیں شامل ہیں۔ نمونہ کلام درج ذیل ہے:

آقا یہ ہلال آپ کا منگتا ہے گدا ہے — ہاتھوں میں' لیے کاسۂ اُمید کھڑا ہے
پروازِ تخیل ہے کہ دل جھوم رہا ہے — چٹکی میں قلم لب پہ محمدؐ کی ثنا ہے
مشاطۂ قدرت کو شرف جس سے ملا ہے — وہ کاکل پیچاں محمدؐ کی ادا ہے
چھائی ہوئی گردوں پہ جو رحمت کی گھٹا ہے — سایہ تری کملی کا کہیں دیکھ لیا ہے ۲۶۹؎

وحید (سید وحید الحسن وحید ہاشمی): ان کے نعتیہ مجموعے یٰسین میں (۸۶) غزلیہ نعتیں ہیں۔ نعتیہ غزل کی مثال درج ذیل ہے:

احساسِ کمتری کو مٹایا حضورؐ نے
ذروں کو آفتاب بنایا حضورؐ نے
یہ ہے کمالِ بندگی و شانِ عاجزی
سب کچھ لٹا کے کچھ نہ لٹایا حضورؐ نے
بو جہل و بو لہب کا مٹا کر غرور و ناز
سلمان کو گلے سے لگایا حضورؐ نے
انسان پر یہ کم ہے احسان آپؐ کا
انسان کو خدا سے ملایا حضورؐ نے ۲۷۰

قادرالکلامی، فنی پختگی، زبان وبیان پر مہارت، الفاظ وبیاں پر قدرت، جامع الفاظ، دلکش تراکیب، باادب مضامین، ذات وکائنات کے جملہ مسائل، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نوازشات، آپ کے اخلاق کا ذکر، دنیا پر بے پایاں احسانات، آپ کے فضائل ومحاسن کا ذکر، روانی، غنائیت، ترفع یہ ساری خوبیاں ان کے کلام میں پائی جاتی ہیں۔

انور جمال: انور جمال کے نعتیہ مجموعے ''حسنت جمیع خصالہٖ'' میں (۲۶) غزلیہ نعتیں شامل ہیں۔ غزلیہ نعت کی مثال ملاحظہ کیجئے۔ اس غزل کا ہر شعر ''اے'' سے شروع ہوتا ہے:

اے وقت! میں مرعوب نہیں شوکتِ جم سے
نسبت مرے کشکول کو ہے شاہِ امم سے
اے دردؔ نہ منت کش پیغام رساں ہو
واقف ہیں وہ ہر وقت مری حالتِ غم سے
اے گنبدِ خضرا کی فضاؤں کے کبوتر
رتبہ ہے فزوں تر ترا مرغانِ حرم سے
اے خالقِ تاثیر! وہ اسلوبِ دعا دے
لب چومنے نازل ہو مہک بابِ کرم سے
اے فکر! تو اظہار کا پیرایہ نیا ڈھونڈ
لکھ نعتِ کے اشعار کو پلکوں کے قلم سے
اے انورِ مہجور کے ممدوح مسیحا
تریاق! کہ مرتا ہوں میں حالات کے سم سے ۲۷۱

حامد امروہوی (مرزا حامد حسین، پ ۱۹۳۶): بھارت کے معروف نعت گو شاعر ۱۹۹۱ء سے شکاگو (امریکہ) میں رہائش پذیر ہیں۔ ان کے بعض اشعار بے حد مقبول ومشہور ہوئے، جیسے:

محشر میں پہلے دید رسالت مآبؐ ہو
پھر اس کے بعد ہو جو حساب کتاب ہو
شاہانِ زمانہ کا مقام اپنی جگہ ہے
سرکارِ دو عالمؐ کا غلام اپنی جگہ ہے
کیا صبا پھر رہی ہے اتراتی
کیا مدینے سے ہو کے آئی ہے ۲۷۱۔الف

ان کے نعتیہ مجموعہ ''مدحت کے پھول'' کل صفحات ۲۱۵ میں ۶۸ نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں، جب کہ ''خیابانِ ارم'' کل صفحات ۱۶۹ میں ۳۹ نعتیں غزلیہ ہیئت میں ہیں۔ ۲۷۱۔ب ب

حامد کی نعتوں میں محبت کی چاشنی، خلوص کی شیرینی، عقیدت کی فراوانی، عجز وانکسار کی بہتات اور فکر وفن کی یکجائی ملتی ہے۔ نیر جہاں کے بقول:

''مدحت کے پھول، پہلا نعتوں اور غزلوں کا مجموعہ ہے جو سرزمین امریکہ میں تخلیق ہوا۔ اس حقیقت کے مدنظر اس کتاب نے شمالی امریکہ میں نعتیہ شاعری کو نہ صرف خوداعتمادی بخشی ہے بلکہ نعتیہ شاعری کی تاریخی اہمیت کے سلسلے میں یہ ایک ادبی دستاویز ہے۔'' ۲۷۱۔ج

شورش کاشمیری (عبدالکریم شورش): رسالہ چٹان کے مدیر، شعلہ نوا مقرر اور اپنے رنگ کے شاعر تھے۔ سیاست ان کے افکار واشعار کا مرکزی نقطہ تھا تاہم خواجۂ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعتیں بھی لکھیں۔ ''چہ قلندرانہ گفتم'' میں پندرہ نعتیں منظومات غزل کی ہیئت میں ہیں۔ روانی، سرشاری، فکر وفن پر کامل عبور ان کے اشعار سے ظاہر ہے۔ یہ تند وتیز مقرر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جب مدح سرا ہوتا تو اس کا لہجہ اور انداز عجز ونیاز کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ بطور نمونہ چند شعر درج ذیل ہیں۔

نقدِ جاں لے کے چلو دیدۂ تر لے کے چلو
گھر سے نکلو تو یہی رختِ سفر لے کے چلو
سامنے سرورِ کونینؐ کا دروازہ ہے
کوئی تو بات بہ عنوانِ دگر لے کے چلو
نعت گوئی کی تمنا ہے تو اس کوچہ میں
رومی وجامی وقدسی کا اثر لے کے چلو ۲۷۱۔ب

☆☆☆☆

جہاں سجدہ کناں ہونے سے ایماں تازہ ہوتا ہے
رسول اللہؐ کے دربار کا دروازہ ہوتا ہے

جہاں کیا چیز ہے' دونوں جہاں اس ذات پر قرباں — خدا کی ذات کا اس ذات سے اندازہ ہوتا ہے
محمدؐ کے سوا کون و مکاں میں کچھ نہیں شورش — کلام اللہ سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے۱۷۔ج

صہبا اختر: ان کے نعتیہ مجموعے''اقرا'' میں ص ۱۹۳ سے ۲۵۵ تک غزلیہ ہیئت میں لکھی گئی نعتیں ہیں لیکن ان کے علاوہ بھی کتاب کے دیگر حصوں میں غزلیہ ہیئت پر مبنی نعتیں ہیں۔صہبا اختر کی قادر الکلامی میں کسی کو کلام نہیں۔ان کی پُر گوئی' دبنگ انداز' تازہ گوئی اور نادرہ کاری مسلّمہ ہے۔عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی نعتوں کا سب سے قیمتی اثاثہ ہے۔ایک نعت کے چند شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

میں اپنی روح میں پہلے انہیں تصور کرتا ہوں — پھر اس کے بعد' ان کے نام کو تحریر کرتا ہوں
ہوائے عشقِ احمد سے مر دامن ہے وابستہ — اسی کی قید میں ہوں میں' جسے زنجیر کرتا ہوں
بہت شکوہ تھا میرے دیدۂ کو غربی کا — سپردِ دیدۂ و دل' نعت کی جاگیر کرتا ہوں ۱۷۔د

منیر کمال (پ ۱۹۱۳ء): ان کا نعتیہ مجموعہ''بارانِ رحمت'' ہے۔۱۶۸ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں ۹۶ نعتیں ہیں۔سب کی سب غزل کی ہیئت میں ہیں۔کما' حقیقۃ کمال کے شاعر ہیں۔غزل کا پورا رچاؤ' حُبِ رسولؐ کے ساتھ ان کے کلام میں موجود ہے۔ایک غزل کے چند شعر درج ذیل ہیں۔

آپؐ کی خاک پا تک پہنچے — ہم بھی عرشِ عُلیٰ تک پہنچے
پہلے نام محمدؐ چوما — پھر ہم نامِ خدا تک پہنچے
اُس کی تجلّی' اس کی خوشبو — جو اس جانِ صبا تک پہنچے ۱۷۔ہ

حسین سحر: ان کا نعتیہ مجموعہ''تقدیس'' ہے۔اس میں غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ۴۸ نعتیں ہیں۔کل صفحات ۱۲۸ ہیں۔

اک جہاں کی بادشاہی کیلئے — آپؐ کے در کی غلامی چاہیے
ظلموں کو ہے ضرورت نور کی — آپؐ کا اسمِ گرامی چاہیے
خاکِ طیبہ تیرے ذرّے چوم کر — آسمان سے ہم کلامی چاہیے ۱۷۔و

ولی محمد واجد: ان کے نعتیہ مجموعے''والضحیٰ'' میں ۰ ۷ نعتیں غزل کی ہیئت میں ملتی ہیں۔کل صفحات ۱۶۰ ہیں۔ڈاکٹر عاصی کرنالی نے ان کے متعلق لکھا ہے:

''ہم ولی محمد واجد کی نعت میں وہ تمام اوصاف ومحاسن پاتے ہیں جن کی توقع ہمیں ایسے شاعر سے ہونی چاہئے جو عاشقِ رسولؐ ہو' صاحبِ علم و آگہی ہو۔ذکاوت و فراست سے بہرہ ور ہو۔'' ۱۷۔ز

نگاہوں میں سبز گنبد کے جلوے' ہیں خاموش لب اور دعا ہو رہی ہے — نگاہے خدارا' خدارا نگاہے' مصیبت کی اب انتہا ہو رہی ہے
سرِ مصطفیٰؐ زانوائے مرتضیٰؓ پر' ہے کتنا عجب روح پرور یہ منظر — نماز خدا تو قضا ہو رہی ہے' نمازِ محبت ادا ہو رہی ہے ۱۷۔ح

راجا رشید محمود''مدیر ماہنامہ نعت لاہور'': دنیائے نعت کے سب سے فعال کارکن ہیں۔جنوری ۱۹۸۸ء میں ماہنامہ نعت جاری کیا' جو بفضلہٖ آج تک جاری ہے۔انہیں دنیائے اسلام میں نعت کے موضوع پر سب سے زیادہ کام کرنے کی سعادت حاصل ہے۔اللہ نے انہیں یہ توفیق بھی ارزانی کی اردو میں سب سے زیادہ نعتیں کہنے کا انہیں شرف حاصل ہوا۔

راجا رشید محمود ۲۳ اگست ۱۹۳۹ء کو ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں راجا غلام محمد کے ہاں پیدا ہوئے۔والدین سے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولت پائی۔فاضل اردو' ایم اے اردو کے امتحانات اعزازی نمبروں سے پاس کیے۔سرٹیفکیٹ ان لائبریری سائنس میں اول پوزیشن حاصل کی۔ ۱۷۲

سن ۲۰۰۰ء تک ان کے چودہ مجموعہ ہائے نعت شائع ہوئے۔(جبکہ مقالے کی تکمیل کے وقت ۲۰۰۷ء میں ان کے (۴۲) مجموعہ ہائے نعت شائع ہوئے۔یہ مجموعے (۴۷۵۴) صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ راجا رشید محمود نے اردو زبان میں سب سے زیادہ نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر اپنے مکتوب محررہ ۲۱ فروری ۲۰۰۷ء میں راقم الحروف (افضال احمد انور) کو لکھتے ہیں:

''آپ کے علم میں ہوگا کہ اردو زبان کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں سیرت لٹریچر' اسلامی دنیا کی تمام زبانوں سے زیادہ اور وقیع ہے۔خصوصاً مدحِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نعت کے میدان میں تو پاکستان کا اردو ادب' سب پر فوقیت اور سبقت

رکھتا ہے۔ یہ ایک نہایت خوش گوار علامت ہے۔ جو اس ملکِ خداداد کے اچھے مستقبل کا پتہ دیتی ہے۔ آپ یقین کیجئے کہ عربی کی قدیم و جدید شاعری کے علاوہ فارسی ترکی اور دیگر اسلامی زبانوں میں یہ صورت حال بالکل نہیں ہے۔ یہ صرف یہاں ہی ہے کہ ایک شاعر اپنے آپ کو صرف نعتِ نبیؐ اور مدحِ رسول کے لیے مختص اور محدود کر دیتا ہے۔'' ۲۷۳

راجہ رشید محمود کی اولیات اور نعتیہ خدمات' بذاتِ خود ایک بہت بڑے مقالے کا موضوع ہے۔ دورِ حاضر کے معروف ماہرِ تعلیم' اہم مقالہ نگار اور علمی و ادبی محافل کی جان۔ ڈاکٹر سید محمد سلطان شاہ (صدر شعبہ علوم اسلامیہ جی سی یونیورسٹی لاہور) نے ''شاعرِ نعت'' کے عنوان سے ایک تحقیقی کتاب لکھی ہے۔ ۲۷۴ جو (۵۳۶) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس ضخیم اور وقیع تصنیف میں ڈاکٹر سلطان شاہ نے راجہ رشید محمود کے محض (۱۸) اردو مجموعہ ہائے نعت کا علمی اور تحقیقی جائزہ لیا ہے۔ انہوں نے شاعر کے تخصصات اور اولیات پر کھل کر لکھا ہے۔ انہوں نے راجہ رشید محمود کی نعتیہ شاعری کا فنی تجزیہ بھی کیا ہے اور ان کے کلام کی ایک ایک خوبی کو واضح کیا ہے۔ ''صنائع'' لفظی و معنوی کے استعمال کی ایسی ایسی مثالیں پیش کی ہیں کہ بے اختیار داد دینا پڑتی ہے۔ راجہ رشید محمود کے (۴۲) نعتیہ مجموعے اگر اردو میں سب سے زیادہ نعتیہ متن پر مشتمل ہیں اور ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کی محولہ بالا خط میں درج رائے صحیح ہے تو یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ اردو میں کہی گئی ہے اور اردو میں بھی سب سے زیادہ نعت کہنے کا اعزاز راجہ رشید محمود کو حاصل ہے۔

یہاں راجہ رشید محمود کے مجموعہ ہائے نعت کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے اور بطور نمونہ منتخب اشعار درج کیے جاتے ہیں۔

مدحتِ سرور: (۵۳) نعتیہ غزلیات کا مجموعہ ہے۔ ۲۷۵

تیقن دیکھ اصحابؓ نبیؐ کا ۔۔۔ پھرا کوئی کہاں ایمان لاکر
نہیں ان کے سوا ممدوح کوئی ۔۔۔ مرے ہاتھوں میں دو قرآن لاکر ۲۷۶
ہر نظام افراط و تفریط ضوابط کا شکار! ۔۔۔ دینِ سرورؐ ہی میں حسنِ اعتدال آیا نظر ۲۷۷

اوراقِ نعت: مجموعہ نعت میں (۵۳) نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں۔ ۲۷۸

نبیؐ کے نامِ مبارک سے سارے رنج مٹے ۔۔۔ ہر ایک زخم کا اک اندمال' کیا کہنے!
نبیؐ کا شہرِ حسیں تک بھی یو سفتاں ہے ۔۔۔ تو پھر خود آپ کا حسن و جمال کیا کہنے ۲۷۹

تسبیحِ نعت: شاعر کا بائیسواں اردو مجموعۂ نعت جس میں غزل کی ہیئت میں (۱۰۱) نعتیں ہیں۔ ۲۸۰

ہجرِ طیبہ میں رہی دل میں جو ہلچل صبح تک ۔۔۔ اس نے محمودِ حزیں کو رکھا بے کل صبح تک
شام سے جو میں ہوا ہوں اس عبادت میں مگن ۔۔۔ میں رہوں گا شاملِ صلِ علیٰ کل صبح تک ۲۸۱
نفع میں' نقص کے غربال میں چاہے رکھیں ۔۔۔ میرے آقا مجھے جس حال میں چاہے رکھیں ۲۸۲
آقا نے جو نظام دیا' اس میں حشر تک ۔۔۔ کرنا نہیں ذرا سا بھی ردو بدل ہمیں ۲۸۳

مدیحِ سرکار: (۶۳) نعتیہ غزلیات اور (۶۳) نعتیہ فردیات کا مجموعہ۔ ۲۸۴

ذکر اس کا ہو رہا ہے گھر گھر مؤدبانہ ۔۔۔ ہو آیا جو نبیؐ کے در پہ مؤدبانہ ۲۸۵
نظروں کے سامنے جو کھلی ہیں گلکیاں ۔۔۔ ان میں تلاشِ نقشِ کفِ پا کیا کروں
عصیاں مرے جلو میں ہیں' دل میں ہراس ہے ۔۔۔ محشر میں کیسے آپؐ کا میں سامنا کروں ۲۸۶

حی علی الصلوٰۃ: ایک حمد (۶۳) نعتیہ غزلیں اور (۶۳) نعتیہ فردیات۔ پورے مجموعے کے ہر شعر میں درود پاک کا ذکر ہے۔ ۲۸۷

درود پڑھتے رہیں گے بلا توقف ہم ۔۔۔ ہمارا حشر میں جس وقت ''وائیوا'' ہوگا
بہشت میں بھی محافل درود کی ہوں گی ۔۔۔ پہنچ گئے جو وہاں اور کام کیا ہوگا ۲۸۸

صباحِ نعت: (۵۳) نعتوں کا ایک اور مجموعہ جس کی ساری نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں۔

خنداں ہیں پھول ذکرِ نبیؐ کے چہار سمت ۔۔۔ اس گلستاں کو دیکھ نہ پائی خزاں کی آنکھ
نظارگیِ ناظرِ رب کیسے ہوسکے ۔۔۔ محمود ہم ہیں کون' ہماری کہاں کی آنکھ ۲۸۹

احرامِ نعت: (۶۳) نعتیہ غزلیات کا ایک مجموعہ۔ ۲۹۰

کھلے گل روح و جاں میں حاضریٔ شہرِ سرورؐ کے
جونہی آیا نسیمِ گلشنِ الطاف کا جھونکا
مری ان بھیگتی آنکھوں پہ کیا تنقید کرتے ہو
نبیؐ سے ہجر کے غم میں تو اک سوکھا تنا رویا ۲۹۱؎
جو شب کو نعت کہنا چاہی' تارے کھکھلا اٹھے
یہ جذبہ دل میں جو پہلے پہر اٹھا' نسیم آئی
بہارِ آمدِ سرورؐ کا فیضِ لطف و رحمت ہے
خزاں کا اس جہاں سے ہر ضرر اٹھا' نسیم آئی ۲۹۲؎

شعاعِ نعت: (۹۲) نعتوں کا ایک مجموعہ جس کی ہر نعت غزل کی ہیئت میں ہے۔ ۲۹۳؎

مہروں کا کھیل دیکھیے آقا! بساط پر
مسلم تلے ہیں کفر سے بھی ارتباط پر
آقا حضورؐ! آپ کی امت نے آج کل
ہر اک قدم رکھا ہے رہِ انحطاط پر ۲۹۴؎
وہ تو شہنشوں سے کہیں ہیں عظیم تر
آقاؐ کے جو گدا ہوں انھیں مت گدا سمجھ
عصیاں شعار ہوں مگر سرکارؐ کا تو ہوں
تو بات کر نبیؐ کی' مرا سر جھکا سمجھ ۲۹۵؎

دیوانِ نعت: ردیف وار (۵۳) نعتیہ غزلیات کا مجموعہ۔ ۲۹۶؎

درِ رسولؐ پہ جانے سے پہلے آنسو پونچھ
ابھی نہ جا وہاں اے چشمِ تر! توقف کر
نکال لینا مری جان عزرئیل ابھی
سلام کرنے دے مجھ کو ٹھہر! توقف کر ۲۹۷؎

تجلیاتِ نعت: خواجہ حیدر علی آتش زمینوں میں ایک حمد اور (۵۳) نعتیہ غزلیں۔ ۲۹۸؎

مجھے درکار ہوگا جس قدر خرچ
مدینے کا نبیؐ دیں گے سفر خرچ ۲۹۹؎
روشنی اپنے گڑھوں میں بھی وہ بھر لیتا ہے
بھیک ذراتِ مدینہ سے قمر لیتا ہے ۳۰۰؎

وارداتِ نعت: (۶۳) نعتیہ غزلیات کا مجموعہ۔ ۳۰۱؎

رکھ نعوتِ مصطفیٰؐ کے واسطے مختص سخن
گلشنِ نعتِ رسولِ پاکؐ سے یوں پھول چن ۳۰۲؎
ہوگیا ہے حالِ مسلم جس قدر ناگفتہ بہ
میرے آقا! کیا رہے گا عمر بھر ناگفتہ بہ ۳۰۳؎

بیانِ نعت: (۵۳) نعتیہ غزلیات کا ایک اور مجموعہ۔ ۳۰۴؎

رہا کبھی نہیں واقف الم کا میں یا رب
کہ تھا نعوت میں عادی نہ کم کا میں یا رب ۳۰۵؎
زندگی میری بُری ہے یا بھلی ہے یا رب
غیرِ سرورؐ کی ثنا سے تو بری ہے یا رب
شہرِ سرکارؐ کی مٹی کا دفینہ بن جاؤں
یہ لگن کب سے مرے دل کو لگی ہے یا رب ۳۰۶؎

مینائے نعت: امیر مینائی کی غزلوں کی زمینوں میں (۵۳) نعتیہ غزلیات۔ ۳۰۷؎

نجانے کب سے ملک منتظر تھے اسرا کے
زیادہ پل سے بھی وہؐ میہماں رہے نہ رہے
میں رہنا چاہوں گا شہرِ رسول اکرمؐ میں
کوئی بھی شکل ہو' یہ میری جاں رہے نہ رہے ۳۰۸؎

حمد میں نعت: ''اللہ'' کے عدد کے لحاظ سے (۶۶) نعتیہ غزلیں جن میں حمد اور نعت برابر ہیں۔ ۳۰۹؎

حمدِ خدا کے متن پہ گر حاشیہ لکھوں
نعتِ حبیبِ رب کے سوا اور کیا لکھوں ۳۱۰؎
لطفِ خدا ہے مجھ پہ یہ حد سے بڑھا ہوا
ماحولِ نعت میں میں پلا اور بڑا ہوا ۳۱۱؎
آمدِ سرورِ کونینؐ ہے حجت تیری
مالک الملک! ظہور ان کا ہے حکمت تیری ۳۱۲؎
''ہر چیز کو جہاں میں قدرت نے دلبری دی''
یہ دلبری ، و لیکن بوساطتِ نبیؐ دی ۳۱۳؎

التفاتِ نعت: مجموعہ (۵۳) نعتیہ غزلیات پر مشتمل ہے۔ ۳۱۴؎

ہاتفِ غیبی یہ دیتا ہے ندا ہر دور میں
ہیں احادیثِ پیمبرؐ رہنما ہر دور میں
حفظِ ناموسِ نبیؐ کے واسطے ہے رہنما
غازی علم الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ذوقِ وفا ہر دور میں ۳۱۵؎

ورفعنا لک ذکرک: (۱۳۶) صفحات' (۲) حمدیں۔ غزل کی ہیئت میں (۷۳) نعتیں۔ ۳۱۶؎

دن پہ بھی رات کا منظر تھا مسلط پہلے
روئے پر نور سے ہر صبح کے تیور چمکے

جب بھی آیا ہے کوئی زائرِ طیبہ واپس کتنے تارے مری پلکوں کے افق پر چمکے ۳۱۷

حدیثِ شوق: غزل کی ہیئت میں (۷۸) نعتیں۔ ۳۱۸

نظر جھکی ہے درِ مصطفیٰ پہ یوں میری کہ اوجِ عرش بھی حدِ نظر میں رہتا ہے
کبھی یہاں سے مدینہ کبھی وہاں سے یہاں مرا خیال مسلسل سفر میں رہتا ہے ۳۱۹

شہرِ کرم: مجموعۂ نعت کے ہر شعر میں مدینہ منورہ کا ذکر ہے۔ پہلے حصے ''مصطفیٰ نگر'' (صفحہ ۱۵ تا ۱۰۸) میں (۹۲) نعتیہ غزلیات ہیں۔ ۳۲۰

اس واسطے کہ اپنا کہیں مصطفیٰؐ مجھے اپنا بنا لیا ہے پیمبرؐ کے شہر کو
محمود مجھ کو پاس بلاتا رہے گا اب میں نے منالیا ہے پیمبرؐ کے شہر کو ۳۲۱

سلامِ ارادت: غزل کی ہیئت میں (۹۲) سلام بحضور سید الانام علیہ الصلوٰۃ السلام۔ ۳۲۲

موقع جو دیں حضورؐ ذرا سا سلام کو بدلوں بشکلِ عرضِ تمنا سلام کو
آقاؐ کا جب ظہور ہوا' سر کے بل گرے لات و منات اور وہ عزیٰ سلام کو ۳۲۳

حرفِ نعت: حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمِ گرامی ''احمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعداد ''۵۳'' کی نسبت سے (۵۳) نعتیں غزل کی ہیئت میں۔ ۳۲۴

رسولِ پاکؐ کے احکام پر ہونا عمل پیرا اسی بنیاد پر قائم وقارِ آدمیت ہے
حضور سرورِ والاؐ کے دونوں رخ مسلم ہیں وہ نورِ حق بھی ہے جو شاہکارِ آدمیت ہے ۳۲۵

نعت: غزل کی ہیئت میں (۵۳) نعتیں جن کے ہر شعر میں 'نعت'' کا ذکر ہے۔

عروضی ہوں' نہ عالم ہوں' نہ دانشور' مگر پھر بھی مدد فرماتے ہیں آقاؐ مری خود نعت کہنے میں
محبت جس کو آقاؐ سے نہ ہو وہ کیسے صوفی ہے قلندر وہ ہے جس کو ہو تو اجد نعت کہنے ہیں ۳۲۶

کتابِ نعت: غزل کی ہیئت میں (۵۳) نعتیں ہیں۔ ۳۲۷

حبیبِ کبریا صلِ علیٰ اعلیٰ نمونہ ہیں رواداری کا' عفو و درگزر کا اور تحمل کا
فرشتوں نے' رسلؐ نے اور حورانِ بہشتی نے سرِ افلاک دیکھا طنطنہ ان کے تجمل کا ۳۲۸

دیارِ نعت: میر تقی میر کی زمینوں میں (۵۳) نعتیہ غزلیات۔ ۳۲۹

ان کی پہچان کی خاطر ہوئے عالم تخلیق یہ تگ و دو تھی زمانے کو خبر کرنے کی
یادِ سرورؐ نے جو آنکھوں سے نکالا پانی فکر تھی آب کو گویا کہ گہر کرنے کی ۳۳۰

تابشِ نعت: اس مجموعہ نعت میں ایک حمد اور غزل کی ہیئت میں (۵۳) نعتیں ہیں۔ ۳۳۱

ہے قبۂ حضورؐ کی شادابی مستقل ہر اور تازگی تو ہوئی تار عنکبوت
ٹوٹے نبیؐ کے شہر میں یہ تو زہے نصیب اب ڈوری سانس کی تو ہوئی تار عنکبوت ۳۳۲

صدائے نعت: شاعر کے اس اکتالیسویں اردو مجموعۂ نعت میں ایک حمد اور (۵۳) نعتیہ غزلیات ہیں۔ ۳۳۳

اصحابؓ جاں نثار پیمبرؐ کے ارد گرد کھنچتا ہے جیسے دائرہ محور کے ارد گرد ۳۳۴
مقام ان ذروں کا تاروں سے بھی بڑھ کر ہے بے شبہ وہ ذرے جو نبیؐ کی کرتے تھے اکثر قدم بوسی ۳۳۵

منہاجِ نعت: ایک حمد اور (۹۳) نعتیہ غزلوں کا مجموعہ۔ ۳۳۶

یہ سارے جمادات و نباتات وغیرہ ہیں رحمتِ آقاؐ کی علامات وغیرہ
جب آگے نکیرین کے رکھوں گا میں نعتیں پوچھیں گے وہ کیا مجھ سے سوالات وغیرہ ۳۳۷

عنایتِ نعت: (۵۳) غزلیہ نعتوں کا مجموعہ۔ ۳۳۸

اور تو تصویر کوئی بھی نہیں ٹکتی یہاں رکھتا ہے محفوظ طیبہ کا ہر اک منظر دماغ

دوری و مجبوری طیبہ کا یہ دیکھا اثر — چشم پُرنم جان پُراندوہ اور مضطر دماغ ۳۳۹

مرقعِ نعت: شیخ امام بخش ناسخ کی زمینوں میں (۶۳) نعتیہ غزلیں۔۳۴۰

الفت آقاؐ کی جو ہو قلب کے اندر پیدا — خیال ہی نارِ جہنم کا ہو کیونکر پیدا ۳۴۱
سرورِ ہر دو جہاںؐ کا جب دیار آنکھوں میں ہے — ایک دریائے عقیدت اشکبار آنکھوں میں ہے ۳۴۲

نیاز نعت: مجموعہ نعت میں ایک حمد اور (۵۳) نعتیں (سب غزل کی ہیئت میں) ہیں۔۳۴۳

اک نہ اک آتا رہا آگے قد آور مسئلہ — حل درودِ پاکِ مرسلؐ سے ہوا ہر مسئلہ ۳۴۴
سرورِ کونینؐ کے دم سے ہیں سب انوارِ صبح — ہے اسی خاطر جہاں میں قائم استمرارِ صبح ۳۴۵

بستانِ نعت: (۵۳) نعتیہ غزلوں کا ایک مجموعہ۔۳۴۶

چلا میں نعت گوئی میں اگر حسانؓ کے پیچھے — ردائف آگے آگے چل رہی تھیں، قافیے پیچھے ۳۴۷
اس میں ہے حسنِ عقیدت کا ثمر ہر شکل میں — نعت ہے حسن ہنر، حسنِ ہنر ہر شکل میں ۳۴۸

سرودِ نعت: ایک حمد اور (۵۳) نعتیہ غزلیات کا مجموعہ۔۳۴۹

استعاروں اور تشبیہوں میں برتو احتیاط — نعت میں جتنی بھی ہو جدت، سمجھ کر سوچ کر!
شہرِ سرورؐ میں مؤدب رکھنا اپنے آپ کو — خاکِ طیبہ پر قدم، حضرت! سمجھ کر سوچ کر ۳۵۰

یہاں راجا رشید محمود کی کچھ ایسی تالیفات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں انہوں نے نعت گوئی پر تحقیقی نوعیت کا کام کیا ہے۔ درج ذیل منتخبات نعت میں عام طور پر غزل کی ہیئت میں نعتیں جمع کی گئی ہیں:

راجا رشید محمود (مرتب) نعتِ خاتم المرسلینؐ ۳۵۱
راجا رشید محمود (مرتب) قلزمِ رحمت (امیر مینائی کی نعتوں کا انتخاب) ۳۵۲
راجا رشید محمود (مرتب) خواتین کی نعت گوئی ۳۵۳
راجا رشید محمود (مرتب) غیر مسلموں کی نعت گوئی ۳۵۴
راجا رشید محمود (مرتب) میلاد النبیؐ ۳۵۵
راجا رشید محمود (مرتب) حمد و نعت ۳۵۶
راجا رشید محمود (مرتب) مدینۃ النبیؐ ۳۵۷
راجا رشید محمود (مرتب) مدحِ سرورِ کونینؐ ۳۵۸
راجا رشید محمود (مرتب) سخنِ نعت ۳۵۹
راجا رشید محمود (مرتب) مدحِ رسولؐ ۳۶۰
راجا رشید محمود (مرتب) نعتِ حافظ ۳۶۱
حافظ پیلی بھیتی کے آٹھ دواوین کا انتخاب

مظفر وارثی پاکستان کا وہ مترنم شاعر، جو عالمی پہچان رکھتا ہے۔ اِن کا کلام صرف ترنم ہی نہیں بلکہ اپنے بلند فکری معیار کے حوالے سے بھی پہچانا جاتا ہے۔ اُردو نعت میں مظفر وارثی نوبہ نو شعری ہیئتوں میں لکھنے کے باعث بھی شہرت رکھتے ہیں۔ ان کی کتابوں سے نعتیہ غزلوں کے نمونے درج ذیل ہیں۔

i- نورِ ازل......

حق نما، حق صفات، آپؐ کی ذات — شاہکارِ حیات، آپؐ کی ذات
خالقِ کائنات، ذاتِ خدا — مقصدِ کائنات، آپؐ کی ذات
شرق و غرب آپ کے نشانِ قدم — جہتِ شش جہات، آپؐ کی ذات ۳۶۲

ii- دل سے درِ نبیؐ تک......

دل پہ لکھا، لب پہ رہا، صلِ علیٰ محمد — حد آخری، پہلا سرا، صلِ علیٰ محمد

ایسی بہت راتیں ہوئیں، رب سے مری باتیں ہوئیں — تو رب نے بھی مجھ سے کہا، صلِ علیٰ محمد
پت جھڑ میں بھی ساون ملیں، مانگوں کلی، گلشن ملیں — جانِ کرم ، روحِ سخا، صلِ علیٰ محمد ۳۶۳

iii- کعبۂ عشق......

نبیؐ کے راستے کی خاک لوں گا — میں سب سے قیمتی پوشاک لوں گا
محل مینار کیا کرنے ہیں مجھ کو — مدینے کے خس و خاشاک لوں گا
حضورؐ آئیں گے جب میری لحد میں — زمیں سے قیمتِ افلاک لوں گا ۳۶۴

vi- صاحب التاج......

وجودِ خاک، خورشیدِ نبوت کی قبا ٹھہرا — تو چشمِ آدمیت میں جمالِ مصطفیٰ ٹھہرا
محمدؐ کی بڑائی کا ثبوت اتنا ہی کافی ہے — تریسٹھ سال کا، سارے زمانوں سے بڑا ٹھہرا ۳۶۵
اُسی کی انگلیوں میں وقت کے دونوں سرے دیکھے — کہیں وہ ابتدا ٹھہرا، کہیں وہ انتہا ٹھہرا
اُسی کی ٹھوکروں میں منزلِ مقصود رہتی تھی — اُسی کی جھونپڑی میں زندگی کا ارتقاء ٹھہرا ۳۶۶

منظور حسین خیامی: منظور حسین خیامی کا مجموعہ نعت ''اوصاف پیغمبرؐ'' غزل کی ہیئت کا حامل ہے۔ الفاظ میں فارسی کا استعمال عام ہے۔ شعر نمونہ کے لیے حاضر ہے:

ماہ کنعاں کی نہ وہ باقی رہی پھر روشنی — جب سے دیکھا ہے عرب کے ماہِ کامل کی طرف ۳۶۷

محمد افضل کوٹلوی: قادر الکلام شاعر ہیں۔ ان کا مجموعہ ''عرش تمنا'' نعتیہ غزلیات پر ہی مشتمل ہے۔ عقیدت و محبت کا عالم یہ ہے

سمجھا کہ مل گئی ہے زمانے کی سروری — مجھ کو کسی نے جب ترے در کا گدا کہا ۳۶۸
جہاں میں شانِ محبوب خدا کچھ اور کہتی ہے — بشکل نور لیکن یہ ادا کچھ اور کہتی ہے

غضنفر جاوِدچشتی: نور ہمہ نور میں (۷۶) نعتیہ غزلیں شامل ہیں۔ نمونہ شعر ملاحظہ ہو۔

جاوِد پہنچ کے کوچۂ خیرالانام تک — آگے چلی نہ بات مرے انتخاب کی ۳۶۹

طاہر سلطانی: حمد و نعت کے معروف شاعر ہیں۔ ''ہر سانس پکارے صلِ علیٰ'' اور ''نعت میری زندگی'' کے حوالے سے شہرت پائی ہے۔ جہان حمد اور ارمغان حمد کے مدیرِ اعلیٰ بھی ہیں۔ رنگِ کلام یوں ہے:

طاہر نبیؐ کا عشق میسر نہ ہو جسے — اس کی ہر اعتبار سے بیکار ہے حیات ۳۷۰

احسن (حکیم شریف احسن): ان کے نعتیہ مجموعہ عبدہٗ و رسولہٗ میں غزل کی ہیئت میں لکھی گئی نعتوں کی تعداد (۹۴) ہے۔ ان کے علم و فن پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں:

''ان کی لفظیات کے پس منظر میں ان کا گہرا مطالعہ لو دیتا نظر آتا ہے۔ ان کے ہاں عربی لفظ اپنے صحیح تلفظ اور مفاہیم میں استعمال ہوتے ہیں۔ جو ان کے علمی مرتبے کی نشاندہی کرتے ہیں۔ نعت گوئی ان کے لیے اظہارِ محض نہیں، کارِ محبت و عبادت ہے۔'' ۳۷۱

ان کی نعتیہ شاعری میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ محبت کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطا کردہ نظامِ اخلاق و عبادت اور معاشرت کا بڑی خوبصورتی سے تذکرہ ملتا ہے۔ ان کی ایک غزل سے دو شعر بطور مثال پیش ہیں:

رسولِ مہر و محبت کا دیکھئے اعجاز — پیاسے خون کے باہم ہوئے ہیں شکر و شیر
نہ نذرِ آتشِ دوزخ ہوں دشمنِ جاں بھی — تمام عمر وہ کرتے رہے یہی تدبیر ۳۷۲

زماں سہرابی: زماں سہرابی کا یہ مجموعہ نعت، دیگر اصناف کے علاوہ (۱۳۸) غزلیات کا حامل ہے۔ ان نعتیہ غزل کی لفظیات روایتی ہے اور مختصر اور طویل بحور کے کامیاب تجربات ان کی نعتیہ شاعری کو منفرد بناتے ہیں۔ ان کے بعض شعر نفیس سہل ممتنع کی خوبصورت مثال ہیں مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

ذکر آیا جہاں ان کا قرآن میں — میرے ہونٹوں پہ نعتِ نبیؐ آ گئی ۳۷۳
مسکرانے لگی پھر مری زندگی جب تصور میں آئے ہمارے نبیؐ

دل کے گلشن میں فصلِ بہار آ گئی ہر کلی کو نئی زندگی مل گئی ۳۷۴؎

ممتاز ظافر: مجموعہ نعت ''بدرِ کمال'' ممتاز ظافر کی ایسی کاوش ہے جو عشقِ مصطفیٰ سے مملو ہے۔ ان کا عشق بے باک نہیں حدِ ادب کو پہچانتا ہے اور اسے ہمیشہ ملحوظِ خاطر رکھتا ہے۔ اس مجموعے میں (۴۳) نعتیہ غزلیں شامل ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے:

بخشی تیرے کرم نے جلا ذوق و شوق کو اندھی عقیدتوں کا بھی قائل نہیں ہوں میں ۳۷۵؎

قمر صدیقی: ان کے مجموعہ ''حرف حرف روشنی'' میں جتنی بھی نعتیں شامل ہیں وہ سب کی سب غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ہیں۔ ان کی تعداد (۳۸) ہے۔ ان کی ایک نعت کی ردیف ان کا تخلص ''قمر'' ہے ایک شعر بطور مثال پیش ہے:

گردشِ دوراں سے کیوں ہراساں ہوں قمر شاہِ بطحا کی غلامی پر میں نازاں ہوں قمر ۳۷۶؎

امیر اختر بھٹی: ''توشۂ آخرت'' یہ کتاب دراصل مناقب کی کتاب ہے آغاز میں غزلیہ ہیئت میں چند نعتیں بھی شامل ہیں۔

علمِ نبیؐ کا اٹھا کر درود پڑھتے چلو نظر نظر سے ملا کر درود پڑھتے چلو ۳۷۷؎

علیم صبا نویدی: ان کا نعتیہ مجموعہ ''ن'' ہے۔ اس کی تمام نعتیں غزل کی ہیئت میں کہی گئی ہیں۔ نویدی دورِ حاضر کے اہم نعت گو ہیں۔ خصوصاً نعتیہ ادب میں نت نئے تجربات کرنے اور جدید ہیئتوں میں کلام کہنے کے حوالے سے انہیں خاصی اہمیت حاصل ہے۔ پروفیسر میر محمود حسین نے ان کے متعلق لکھا ہے:

''آپ کی نعتیں روایتی نہیں' اس میدان میں بھی آپ اپنے انفرادی جوہر دکھاتے ہیں۔ آپ کا ہر موضوع ہر جگہ نور' روشنی اور اجالا ہے۔'' ۳۷۸؎

بطور نمونہ کلام تین شعر دیکھیے:

نورِ احمد چھپا ہے سینے میں آ گیا لطف اور جینے میں
جسم ہندوستاں کی نذر ہوا آنکھ پہنچی مری مدینے میں

ہر نفس ہے صبا نویدیؔ اب
عکسِ یادِ رسولؐ سینے میں ۳۷۹؎

اگرچہ صبا والہانہ کلام کہنے والے شاعر ہیں لیکن وارفتگی میں احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ ان کے موضوعات عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مملو ہیں۔ ان کا اسلوب سہل رواں اور تازہ ہے۔ بقول ڈاکٹر سلیمان اطہر:

''علیم صبا نویدی.......... پرشکوہ الفاظ' بھاری بھرکم تشبیہات اور استعارات وغیرہ سے اپنے پڑھنے والوں کو مرعوب نہیں کرتے' وہ سیدھی سادی زبان' سیدھے سادے اشارات اور سیدھا سادا اسلوب اختیار کرتے ہیں۔'' ۳۸۰؎

بدر القادری مولانا: ''جمیل الشیم'' ان کا نعتیہ مجموعہ ہے۔ نعتوں پر عنوانات درج ہیں لیکن یہ عنوانات اصولاً ردیف یا قوافی نظم سے اخذ کیے گئے ہیں لہٰذا ضروری نہیں کہ وہ نظم کے مجموعی موضوع کی طرف بھی کامل اشارہ کریں۔ اصولاً یہ نظمیں دراصل غزل کی ہیئت میں لکھی گئی نعتیں ہیں' جن پر شاعر نے عنوان کا اہتمام بھی کیا ہے۔ ایک نعت کے چند شعر دیکھیے:

ان کا روئے حسیں دیکھتے رہ گئے نور والی جبیں دیکھتے رہ گئے
جب مدینے کی گلیوں میں جانا ہوا عرش زیرِ زمیں دیکھتے رہ گئے
وہ تو سدرہ کے آگے بڑھے بے خطر اور روح الامیں دیکھتے رہ گئے
گزرے جس راہ سے نازشِ مہ وشاں وقت کے نازنیں دیکھتے رہ گئے ۳۸۱؎

علامہ ارشد القادری نے ان کے اندازِ سخن کے حوالے سے لکھا ہے:

''مولانا کے نعتیہ کلام میں حضرت فاضل بریلوی کا رنگ پوری طرح جھلکتا ہے' فکر ہی نہیں' اسلوبِ بیاں' تعبیرات اور آہنگ میں بھی فاضل بریلوی کے خرمنِ شعر و ادب سے انہوں نے بھرپور خوشہ چینی کی ہے۔'' ۳۸۲؎

مولانا بدر القادری کے کلام میں ان کا علمی وفور صاف جھلکتا ہے انہیں فنِ شعر پر عبور حاصل ہے۔ ان کا ذخیرۂ الفاظ وسیع و وقیع ہے۔ ان کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ان کے کلام سے جھلکتا ہے۔

پایا ہے وہ الطاف و کرم آپؐ کے در پر
مرنے کی دعا کرتے ہیں ہم آپؐ کے در پر
ان قدموں کو وہ عظمتِ سر دیتے ہیں پہلے
پھر رکھتے ہیں عشاق قدم آپؐ کے در پر
مجرم کو چھپا لیتے ہیں کملی میں یہ سن کر
سرکارؐ چلے آئے ہیں ہم آپؐ کے در پر ۳۸۳ع

واصف علی واصف (شبِ راز) (شبِ چراغ): واصف علی واصف کی اردو نعت ان کے دونوں مجموعوں میں موجود ہے۔ ان کی یہ کتابیں خالص نعتیہ نہیں ہیں ان میں مناقب حمد اور نعت شامل ہیں۔ واصف کے ہاں لفظی شکوہ کی بجائے عاجزی اور لہجے کی نرمی نمایاں ہیں۔ وہ نعت میں اپنے قومی مسائل کا تذکرہ اور استغاثہ بھی کرتے نظر آتے ہیں۔ شب راز سے ایک شعر:

غمِ دنیا، غمِ عقبیٰ، غمِ ارض وطن ہم کو
جو ہم سے کٹ گئے ان کا بھی ہے غم یارسول اللہؐ ۳۸۴ع

اور شبِ چراغ سے ایک شعر ملاحظہ فرمائیں:

مرنے والوں کی آخری خواہش
مرے آقا مجھے دکھا چہرہ ۳۸۵ع

آفتاب وارثی: حافظ آفتاب احمد میر المعروف حافظ آفتاب وارثی (۱۹۱۷ تا ۱۹۹۷ء) علاقہ جلال پور جٹاں ضلع گجرات کی اہم علمی و دینی شخصیت تھے۔ عمر بھر خطابت کی۔ ''سوز جہاں تاب'' ''انوارِ شہِ لولاک'' نعتیہ مجموعے ہیں۔ غزلیہ ہیئت میں ان کا کلام حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آئینہ دار ہے۔

بادہ حُبِ نبی سے دل مرا سرشار ہے
لوگ کہتے ہیں کہ تجھ کو وہم کا آزار ہے
ان کے دیوانے ہوئے دانائے رازِ کن فکاں
ہوگیا جب نور عرفاں دل پہ جلوہ بار ہے
مـــارمـیـــت ازرمـیـــت ہے ہوا اعلان یہ
دستِ ربّ العالمیں دستِ شہِ ابرار ہے ۳۸۶ع

شعیب آبرو فیض آبادی (نظر نظر طیبہ): بندش الفاظ اور انتخاب مضامین میں سلیقہ شعاری نظر آتی ہے۔ نظر نظر طیبہ میں موجود غزل کی ہیئت میں کہی گئی (۶۶) نعتیں فکری اور فنی ہر دو لحاظ سے بہترین ہیں۔ ایک نعت کے دو شعر نمونہ کے طور پر پیشِ خدمت ہیں:

اے کہ ترا وجود ہے حسن و جمالِ دلبری
تیرے نفس کا زیر و بم جاہ و جلال کشوری
در پہ ترے جھکی رہی کبر و غرور کی جبیں
تیرے حضور سرنگوں عظمت و شانِ قیصری ۳۸۷ع

خاکی (عزیز الدّین خاکی پ۱۹۶۶ء) عزیز الدین خاکی نعت گو ہی نہیں نعت خواں بھی ہیں۔ اس لیے ان کی نعتوں میں وہ سلاست بدرجہ اتم پائی جاتی ہے جو عوامی مذاق کو متاثر کر سکے۔ ذکرِ صلِ علیٰ میں (۳۷) نعتیہ غزلیں موجود ہیں۔ نعت خوانی پر فخر کا اظہار دیکھیے۔ ''دنیائے نعت'' نامی مجلّہ کے باعث نعتیہ صحافت میں بھی ایک نام رکھتے ہیں۔ ''ذکرِ صلِ علیٰ'' ان کا مشہور نعتیہ مجموعہ ہے۔ ذکرِ خیر الوریٰ اور نغماتِ طیبات بھی ان کے اہم نعتیہ مجموعے ہیں۔ ذکرِ صلِ علیٰ سے بطور نمونہ نعت کے یہ شعر دیکھیے:

میرے آقاؐ احمدِ مختار ہیں
ہر دُکھی دل کے وہی غم خوار ہیں
پیش کرنے کے لئے سرکار میں
چشمِ تر میں آنسوؤں کے ہار ہیں
جن پہ اُن کا نامِ نامی ہے رقم
بحرِ غم سے وہ سفینے پار ہیں ۳۸۸ع

''نغماتِ طیبات'' سے بھی غزل کی ہیئت میں کہی گئی ایک نعت کے یہ شعر دیکھیے۔

بخشی گئی جو نسبت حسّانِ مصطفیٰؐ
روزِ ازل سے مجھ پہ ہے احسانِ مصطفیٰؐ
مجھ کو رسولِ پاکؐ سے نسبت پہ ناز ہے
میں ہوں غلام حلقہ بگوشانِ مصطفیٰؐ
ہر اِک ورق پہ مدحتِ سرکارؐ پاؤ گے
خاکی پڑھو جو غور سے قرآنِ مصطفیٰؐ ۳۸۸ع

عزیز الدین خاکی کے ہاں نعت خوانی پر فخر کے اظہار کا ایک انداز دیکھیے

نعت خواں پہلے ہوں میں اور نعت گو ہوں بعد میں
میں عزیز الدین خاکی ہوں ثنا خوانِ رسولؐ ۳۸۹ع

موسیٰ نظامی کلیم (نورِ کونینؐ): اس مجموعہ میں (۴۷) نعتیہ غزلیں ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے:

پوچھتے کیا ہو مدینے سے میں کیا لایا ہوں
میں مدینے کو نگاہوں میں بسا لایا ہوں
دل بھی میرا ہے وہیں جان بھی میری ہے وہیں
تنِ بے جان کو کاندھوں پہ اٹھا لایا ہوں

جان و دل رکھ کے میں طیبہ میں امانت کی طرح　　پھر وہاں جانے کے اسباب بنا لایا ہوں
اس نے سرکارِ مدینہ کے قدم چومے ہیں　　خاکِ طیبہ کو میں پلکوں پہ سجا لایا ہوں ۳۹۰؎

ناظم بزمی (کاروانِ شوق): نعتیہ دیوان میں سے نمونہ کلام حاضر ہے:

مدینے کا سفر ہے اور میں ہوں　　رہِ بطحا گمر ہے اور میں ہوں
قدم خود اٹھ رہے ہیں سوئے منزل　　یہ سب ان کی نظر ہے اور میں ہوں
مرے آقا نے بلوایا ہے مجھ کو　　یہ الفت کا ثمر ہے اور میں ہوں
دل ان کا' جان انؐ کی عشق ان کا　　یہی زادِ سفر ہے اور میں ہوں ۳۹۱؎

قمر یزدانی (ساغر کوثر): شاعر کے اس مجموعے میں (۶۷) نعتیہ غزلیں ہیں۔ رنگِ سخن قدیم ہے۔ ایک غزل کے دو اشعار بطور نمونہ درج ہیں۔

خامۂ فطرت کا نقشِ اولیں تیرا وجود　　ہے عیاں تیری نگاہِ پاک پر غیاب و شہود
تیری بعثت سے ملی حق و صداقت کو حیات　　تیری آمد سے ہے طاری کفر و باطل پر جمود ۳۹۲؎

قمر یزدانی (مہر درخشاں):

ثنائے خواجۂ دوراں مدام کی میں نے　　تمام عمر اسی میں گزار دی میں نے
فرشتے عرش سے آئے سلامِ شوق لیے　　کبھی جو نعتِ شہِ دو سرا کہی میں نے
طلب نہیں ہے زمانے میں چاکری کی مجھے　　حبیب قدس کی کرلی ہے چاکری میں نے
مری نظر پہ کھلے باب علم و عرفاں کے　　شعورِ نعت میں پائی ہے آگہی میں نے
عرب کے چاند کی عالم فروز کرنوں سے　　دل و نظر میں سمولی ہے چاندنی میں نے
قمر یہ فیض ہے مدحِ شہِ دو عالم کا　　کہ روح و قلب میں پائی ہے سرخوشی میں نے ۳۹۳؎

ساغر صدیقی (سبز گنبد): غزل کی ہیئت میں اٹھارہ نعتیں ہیں۔ خاص جذب وشوق کے شاعر ہیں۔ ان کی بعض نعتیں بہت مقبول ہیں۔

جب بھی نعتِ حضور کہتا ہوں　　ذرے ذرے کو طور کہتا ہوں
شامِ بطحا کی زرفشانی کو　　مطلعِ صبحِ نور کہتا ہوں
بوریا جو تری عنایت ہے　　اس کو تختِ سمور کہتا ہوں ۳۹۴؎
بزمِ کونین سجانے کے لیے آپؐ آئے　　شمعِ توحید جلانے کے لئے آپؐ آئے
ایک پیغام جو ہر دل میں اجالا کروے　　ساری دنیا کو سنانے کے لئے آپؐ آئے
ایک مدت سے بھٹکتے ہوئے انسانوں کو　　ایک مرکز پہ بلانے کے لئے آپؐ آئے ۳۹۵؎

سجاد مرزا: سجاد مرزا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سچی عقیدت اور محبت رکھتے ہیں اور حمد و نعت آپ کے شاعری کے خاص موضوعات ہیں۔ ''کیف دوام'' میں موجود نعتوں میں سے (۶۵) نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں۔ مختصر بحر کے پُر لطف تجربوں میں سے ایک ملاحظہ ہو:

کملی والے　　در پہ بلالے
دیکھیے آقا　　ہمیں اجالے
بڑھتے طوفاں　　آپ نے ٹالے
تجھ بن نیّا　　کون سنبھالے ۳۹۶؎

ان کے نعتیہ مجموعہ ''چراغ آرزو'' میں (۴۲) نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں اور نت نئی ردیفوں کے استعمال سے ندرت پیدا کی ہے۔

سجاد مرزا کے مجموعہ حمد و نعت ''شوق نیاز'' میں بھی (۴۶) نعتیہ غزلیں موجود ہیں۔ پروفیسر اسرار احمد سہاروی لکھتے ہے:

> ''سجاد مرزا بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں اور اسی کوچے سے ہو کر نعت کے میدان میں آئے۔ اس لیے ان کی ہر نعت میں تغزل کی جھلک نظر نوازی کرتی نظر آتی ہے۔'' ۳۹۸؎

مختصر بحر یں سجاد مرزا کی طبیعت کی روانی اوپر دی گئی ہے۔ طویل بحر میں ان کی جولانی ملاحظہ کریں:

بھٹکنے والوں کو دے سہارا، بہکنے والوں کو دے سنبھالا
بدل دے ان کو تو روشنی میں، نظر جو آئیں غبار منظر ۳۹۹؎

منظور الحق مخدوم، ڈاکٹر (تاجدارِ حرم): مجموعہ نعت میں (۱۷) غزلیں ہیں، ص:۲۶ تا ۱۸۰۔ شاعری میں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جلوہ گری ہے۔ عام طور سے زبان و بیان کی نزاکتوں کا خیال رکھا گیا ہے۔ دو غزلوں کے اشعار نمونے کے طور پر نقل کیے جا رہے ہیں:

کچھ شب و روز مدینے میں گزارے تھے کبھی — اب تصور میں وہ دن رات لیے پھرتا ہوں
مجھ خطاکار کا محشر میں جو سر اونچا ہے — ہوں غلام ان کا، مراعات لیے پھرتا ہوں ۴۰۰؎
میری پلکوں پہ تری الفتِ بے پایاں نے — جڑ دیے گوہرِ نایاب، عنایت تیری
لذتِ نالۂ شبگیر ہے احساں تیرا — راحتِ دیدۂ بے خواب عنایت تیری ۴۰۱؎

اصغر نثار قریشی (حریمِ عرش): مجموعہ نعت میں (۶۸) غزلیں ہیں، ص:۲۲ تا ۱۲۷۔ سیماب اکبر آبادی کے شاگرد اُستاد کے رنگ میں لکھتے ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے:

عرش کی معراج، جبریلِ امینؑ، قرآنِ پاک — اس نرالے کے لیے ہر شے نرالی چاہیے
آیئے آجایئے آجایئے — مجھ کو دل کی سلطنت کا ایک والی چاہیے ۴۰۲؎

ترا حسن رقصاں ہے منظر بہ منظر، تری دلکشی جا بہ جا کار فرما
دو عالم میں ہے تیری خاطر نمائش، دو عالم ہیں جلوہ نما تیری خاطر ۴۰۳؎

گوہر ملسیانی (جذباتِ شوق): مجموعہ نعت میں چند حمدوں کے علاوہ (۴۹) نعتیہ غزلیں ہیں۔ ۴۰۴؎

نمونہ کلام یہ ہے:

اس قدر سادہ نظامِ زندگی ہے آپؐ کا — پاؤں میں روندی گئیں ماہ و حشم کی ساعتیں ۴۰۵؎
اطاعت سے رسول اللہ کی جس نے بھی منہ موڑا — رہے گا حشر کے میدان میں وہ شخص شرمندہ ۴۰۶؎

گوہر ملسیانی (متاعِ شوق): مجموعہ نعت میں ایک حمد، (۵۳) نعتیہ غزلیات اور (۲) قطعات ہیں۔ ۴۰۷؎

ان نعتوں میں سوز و گداز اور عقیدت کی مٹھاس رچی بسی ہے۔ نمونہ یہ ہے:

زندگانی کا سلیقہ آپؐ نے سکھلا دیا — نوعِ انساں پر ہے بے پایاں عنایت آپؐ کی
کلفتوں میں آپ کی سیرت مری دمساز ہے — ہر خوشی میں ساتھ ہے چشمِ عنایت آپؐ کی ۴۰۸؎

طفیل ہوشیار پوری (رحمت یزداں): طفیل ہوشیار پوری نے مختلف ہیئتوں میں نعت کہی اور ہندی زبان کی گھلاوٹ اور شیرینی نے ان کے کلام میں جو لطف پیدا کیا اس کی مثالیں ان کی نعتیہ غزلوں میں نظر آتی ہیں۔

سلسلہ تیرے کرم کا بیکراں ہے یا نبیؐ — ترے صدقے یہ زمیں بھی آسماں ہے یا نبیؐ
تو گلستانِ عرب کا وہ معطر پھول ہے — جس کی خوشبو از مکاں تا لامکاں ہے یا نبیؐ ۴۰۹؎

عابد سعید عابد: نجات، زیارت، رسائی، قبولیت، عافیت اور ودیعت جیسے نعتیہ شعری مجموعوں کے خالق عابد سعید عابد کے ہاں بھی نعتیہ غزلیں بکثرت ملتی ہیں اور حضور پاک ﷺ کی محبت میں سرشار ہو کر شاعر سو سو طرح سے اظہارِ عشق کرتا ہے۔ خاص طور پر چھوٹی بحریں عابد کو مرغوب لگتی ہیں۔

دھوپ طیبہ کی چھاؤں جیسی ہے — ان کی رحمت گھٹاؤں جیسی ہے ۴۱۰؎
اجالا ان کے در سے لے کے عابد — میں خود کو اب بدلنا چاہتا ہوں ۴۱۱؎
ادب سے لیا جب بھی نام محمدؐ — دیا مجھ کو ساقی نے جامِ محمدؐ
سمجھنے سے میرا ادراک قاصر — خدا جانتا ہے مقامِ محمدؐ ۴۱۲؎

نذیر قیصر (اے ہوا مؤذن ہو): نذیر قیصر اگرچہ مسیحی ہیں اور ان کی پہچان غزل اور نظم ہے مگر انہوں نے نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی موضوع بنایا ہے۔ وہ جدید لہجے کے شاعر ہیں اور فکر و فن دونوں لحاظ سے تازگی کی پہچان ہیں۔ عاصی کرنالی نے ان کے نعتیہ مجموعے "اے

ہوا موزوں ہو" کے متعلق لکھا ہے:

"اسلوب کی تازگی، نادرہ کاری، خوبصورتی اور انفرادیت نے اسے حرف حرف متاعِ دل پذیر بنا دیا ہے۔ نذیر قیصر کی شاعری استعارہ، تمثیل اور تصویر کاری کی فضاؤں میں بال کشا ہوئی ہے اور بلند سے بلند تر افق کی جانب مائلِ پرواز رہتی ہے۔" ۱۳ھ

ان کی ایک غزل کے دو شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

چوموں پاؤں وہ ہجرت والے ہجرت والے برکت والے
میرے زخموں پر بھی رکھ دے اپنے ہاتھ شفاعت والے ۱۴ھ

محمد شیر افضل جعفری: اردو غزل کے معروف شاعر ہیں۔ ان کے شعروں میں پنجاب رنگ نمایاں ہوتا ہے، یہ رنگ پنجاب کی ثقافت و تاریخ کے علاوہ لفظیات تک پھیلا ہوا ہے۔ انور سدید کے بقول:

"شیر افضل جعفری پنجاب رنگ بلکہ "جھنگ رنگ" کے وہ سچے کول اور سوہنے شاعر تھے، جن کی شاعری میں اس سرزمین کا حسن اور مستی رچ بس گئی تھی اور غزل کا مطلع پڑھتے ہی احساس ہو جاتا تھا کہ یہ شیر افضل جعفری کی غزل ہے۔" ۱۵ھ

غزلیہ ہیئت میں لکھی گئی نعتوں میں بھی یہی جھنگ رنگ نمایاں ہے۔ "چناب رنگ" "سانولے من بھانورے" "شہرِ سدا رنگ" اور "موج موج کوثر" ان کے مجموعہ ہائے کلام ہیں۔ پاکستانی رسائل و جراید میں بھی ان کا کلام بکثرت چھپتا رہا ہے۔ غزلیہ ہیئت میں ان کی ایک نعت کے تین اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

ڈول جاتی ہوئی ڈالی میں ادا تیری ہے پھول پتی کی ہتھیلی پہ حنا تیری ہے
گھومتی جھومتی پروا میں ترا میگھ بھنور سبز سنبل کی لہک میں بھی لٹا تیری ہے
لاج کڑیوں کے ترانوں پہ ترا پاک الاپ کال چڑیوں کی اذانوں میں نوا تیری ہے ۱۶ھ

غزلیہ ہیئت میں نعت کے چند اور شعر دیکھیے:

پاک سائیںؐ کے میٹھے بول دل کی نمکین دھڑکنوں میں گھول
وہ ترے آس پاس، تیرے کول تو فضا و خلا میں ڈانوا ڈول
دل کے باجے پہ گنگنا کے درود رحمتوں کے حسین گھونگھٹ کھول ۱۷ھ

سید افتخار حیدر: ان کے مجموعۂ کلام "صبحِ ازل" میں (۲۳) نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں۔ غزل کی ایمائیت و غنائیت، مصرعوں کا رواں اور سہل ہونا، کلام کا فکری و فنی عظمتوں کا حامل ہونا ان کی نعتوں سے ظاہر ہے۔ شاعر کا عشقِ رسول مصرع مصرع سے پھوٹا پڑتا ہے۔ والہانہ اور مؤدبانہ انداز نے ان کے نعتیہ کلام کو پرکشش بنا دیا ہے۔ ان کی ایک نعت کے یہ اشعار دیکھیے:

خیال آتے ہی دل میں انؐ کا تجلیوں کا پیام آیا
عطا ہوا جب بھی اذنِ مدحت، تو قدسیوں کا سلام آیا
میں رینگتا انؐ پاک گلیوں میں جاکے سر ان کے در پہ رکھوں
بلالؓ پوچھیں کہ کون ہو تم، کہوں، غلامِ غلام آیا ۱۸ھ

ابرار کرت پوری: ان کی نعتیں غزلیہ ہیئت میں بھی ملتی ہیں۔ ان نعتوں میں شاعر کا وفورِ شوق، والہانہ پن اور فکری پختگی قابلِ تحسین ہے۔

ہر ایک مطلعِ اول رخ و جمال کے نام غزل غزل ہے مری مشکبو خیال کے نام
مرے نصیب کی کچھ ساعتیں لکھی جائیں فضائے شہرِ رسالت، ترے وصال کے نام ۱۹ھ

خالد عرفان: ان کا نعتیہ مجموعہ "الہام" ایک خاص حوالے سے خصوصی دلکشی رکھتا ہے، یہ سائنس کا حوالہ ہے۔ خالد نے سائنسی رویوں کو وقفِ مدحتِ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا ہے۔ آپ سے بے پناہ محبت اور ان کی اتباع کا جذبہ بھی ان کے ہاں کسی سے کم نہیں لیکن انہوں نے اس محبت کے ساتھ ساتھ خصوصی تدبر و تفکر کو بھی اپنے کلام میں پیش کیا ہے۔ ان کے خیالات کا ماحصل یہ ہے کہ سائنس اپنی تشکیل کے لئے افکار و اعمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محتاج ہے۔ غور کیا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ ان کا انداز، لہجہ، سوچ کا زاویہ اور پیشکش کا طریقہ .... ہر چیز نئی ہے، یہ خالی جدت نہیں بلکہ گہرے غور و فکر سے مملو جدت ہے۔ نعت میں اس آب و تاب کے ساتھ سائنسی حوالوں کی بات خالد عرفان کا خاص

کارنامہ ہے جو قابلِ تبریک بھی ہے اور لائقِ تحسین بھی۔ ان کی نعتیہ غزلیں ان کے مخصوص اور جدید تر انداز کی حامل ہیں۔ ان کی ایک غزل دیکھیے:

اور ہی مزا ہے کچھ اس ادا سے جینے کا جسم ہے کراچی میں روح ہے مدینے میں
چند ساعتیں رہ کر مصطفیٰ تو لوٹ آئے روشنی ابھی تک ہے، آسماں کے زینے میں
بیکراں سمندر سے ڈوب کر ابھر آیا ان کے نام کا طغرہ نصب تھا سفینے میں
اب تو سانس بھی جیسے، دست بستہ آتی ہے شہر انؐ کی یادوں کا بس گیا ہے سینے میں

اس جدید لہجے میں نعتِ مصطفیٰ خالدؔ
کچھ ذرا سلیقے سے، کچھ ذرا قرینے سے ۳۲۰؎

غزلیہ ہیئت میں کہی گئی نعتوں کے چند مزید اشعار دیکھیے۔ ایک شعر میں جغرافیے کی اصطلاح برتی ہے۔

بھٹکے ہوؤں کو نقشۂ جغرافیائی دے ان کا وجود خضرؑ کو بھی رہنمائی دے

ان کی تشبیہات دامنِ دل کو کھینچتی ہیں:

عشقِ نبی سپردِ قلم کر رہا ہوں میں جیسے کہ ماں کے ہاتھ بیٹا کمائی دے

اس شعر میں حضور اکرم ؐ کو ایک طرفہ انداز سے باعثِ حیات قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

میں اس جہان میں آکر بکھر گیا ہوتا اگر حضورؐ نہ ہوتے، تو مرگیا ہوتا

''الہام'' غزل کی ہیئت میں لکھی جانے والی نعتوں میں اپنی تازگی، شگفتگی اور انفرادیت کے سبب سے ہمیشہ احترام سے دیکھی جائے گی۔

رشید وارثی: ان کے نعتیہ مجموعے ''خوشبوے التفات'' میں غزلیہ ہیئت میں کہی گئی خاصی نعتیں ہیں۔ رشید وارثی نے ہر نعت پر عنوان لکھنے کا التزام کیا ہے، جس سے اس کے نظم ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر و بیشتر یہ عناوین ایسے چنے گئے ہیں جو عمومی ہیں اور موضوع کے تخصص کا اعلان نہیں کرتے۔ جیسے مدحتِ شاہ مدینہ' نعتِ شہِ خوباں' ہدیہ نعت' توصیفِ رسولؐ مدحتِ حضور اکرمؐ ذکرِ سرکارِ دو عالم............ وغیرہ لہٰذا یہ غزلیہ ہیئت کی نعتیں ہیں، جنھیں غزل کے تحت ہی رکھا جاسکتا ہے۔ بہر حال وہ عنوان ایسا ضرور منتخب کرتے ہیں جو اکثر اشعار کی بھرپور نمائندگی کرسکے۔ ان کی نعتوں میں ایک علمی وقار محتاط رویہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور فنی مہارت ظاہر ہوتی ہے۔ افتخار عارف کے نزدیک:

''خوشبوئے التفات'' میں ہر صفحے پر ایسے ایمان افروز اور پر اثر شعر نظر آتے ہیں، جو جناب وارثی کی فنی دسترس کی گواہی دیتے ہیں۔''۳۲۱؎

ان کی ایک نعت کے چند شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

میرے لب پہ نعتِ رسول ہے، میرے دل میں یادِ حبیب ہے
یہ مرے نصیب کی بات ہے، رگِ جاں سے بھی وہ قریب ہے
اے سفیرِ کشورِ لامکاں، اے سراپا رحمتِ دو جہاں
میرا سر ہو اور ترا آستاں، یہی التجائے غریب ہے
کبھی نقشِ پا ترے عرش پڑ سر ناز ہے کبھی فرش پر
یہ نیاز و ناز کا سلسلہ بخدا عجیب و غریب ہے ۳۲۲؎

نور محمد جرال: بسلسلہ روزگار جدہ (سعودی عرب) میں مقیم ہیں۔ حرمین شریفین پر حاضری کی بہت سعادتیں حاصل ہیں۔ ان کے کلام میں حضوری کی کیفیات قائم ہیں۔ ملتِ اسلامیہ کا درد بھی شعر بن کر ان کی غزلوں کا حصہ بنتا ہے۔ غزلیہ ہیئت میں ان کی نعتیں 'عینِ نور'' میں اپنی بہار دکھاتی ہیں۔ عینِ نور میں (۳۵) نعتیں غزلیہ ہیئت میں موجود ہیں۔

نصیب سر کو وہ سجدہ ہوا مدینے میں قضائیں ہوگئیں ساری ادا مدینے میں
یہ احترامِ شہِ دوسرا سے واقف ہے سنبھل کے چلتی ہے بادِ صبا مدینے میں
مری خطائیں بھی جنت کی مستحق ٹھہریں جو حسن بخت سے آئے قضا مدینے میں
حضور اشکِ ندامت قبول کر لیجیے صدائیں دیتا ہے اک بے نوا مدینے میں ۳۲۳؎

جمیل نقوی: جمیل نقوی بھی قابلِ ذکر نعت گو ہیں۔ غزلیہ ہیئت میں ان کی (۲۳) نعتیں دلی جذبات کی ترجمان ہیں۔ ان کا اسلوب سادہ اور مضمون قابلِ تحسین ہوتا ہے۔ ایک نعتیہ غزل کے تین شعر درج ذیل ہیں:

مجھ پر بھی کرم ہو گلِ گلزارِ مدینہ — بس ایک نظر لطف کی سرکارِ مدینہ
اے نورِ مجسم ترے جلوؤں کے تصدق — پر تو ہیں ترے حسن کا انوارِ مدینہ
دل میں یہ تمنا ہے زباں پر یہ دعا ہے — اللہ دکھا دے مجھے سو بار مدینہ ۲۴؎

اعجاز احمد رحمانی: غزل کی ہیئت میں لکھنے والے اہم نعت گو ہیں۔ ان کے مجموعے ''پہلی کرن آخری روشنی'' میں غزلیہ ہیئت کی اڑسٹھ نعتیں ہیں۔ ان کی نعتوں کے متعلق ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کا کہنا ہے:

''اعجاز مصطفےٰ کی نعتوں میں اردو نعت گوئی کی روایات کے احترام کے ساتھ ساتھ ایک بے قرار روح کی تڑپ اور بے چینی کا عکس بھی نظر آتا ہے۔ ایک طرف تو دامانِ رسول کی خوشبو ہر غم سے فراغ کی ضمانت ہے اور دوسری طرف عہدِ حاضر کی زندگی کے تضادات اور آج کے انسان کا المیہ' اس مثالی انسان کے کردار وحیات سے رجوع کی دعوت ہے۔'' ۲۵؎

عظمتوں کی جبیں جہاں خم ہے — وہ دیارِ رسولِ اکرم ہے
یہ بھی فیضِ رسولِ اکرم ہے — دھوپ سایہ ہے آگ شبنم ہے
جس زمیں پر ہیں مصطفےٰ کے قدم — وہ زمیں کیا ہے عرشِ اعظم ہے
خاکِ پائے رسول کیا کہنا — غازۂ عارضِ دو عالم ہے ۲۶؎

حزیں کاشمیری: غزل، نظم اور رباعی کہنے میں نام کمایا۔ ان کا نعتیہ رباعیات کا مجموعہ ''لمعاتِ نور'' ہے۔ اس کے شروع میں ایک نعت غزلیہ ہیئت میں بھی دی گئی ہے۔ یہ نعت رباعی کے وزن میں کہی گئی ہے۔ اس کے چند شعر بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں۔

سر سے پا تک جو ہے منور آقاؐ — ہے نور کا بیکراں سمندر آقاؐ
توصیف تری ہوئی ہے عالم عالم — اللہ بھی ہے ترا ثنا گر آقاؐ
توسین کے ساحلوں پہ جا اترا ہے — وحدت کے محیط کا شناور آقاؐ
اُمّی ہے لقب ترا ز روئے قرآں — علم و حکمت کا تو ہے مصدر آقاؐ ۲۷؎

نسیم سحر: بسلسلہ روزگار سرزمینِ سعودی عرب میں مقیم ہیں۔ روضۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حاضری کے وافر مواقع نصیب ہوئے' اسی لیے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے کلام کا قیمتی جوہر ہے۔ ''یہ جو سلسلے ہیں کلام کے'' ان کا نعتیہ مجموعہ ہے' جس میں اکثر و بیشتر غزل کی ہیئت میں نعتیں ہیں۔ ایک نعت کے یہ شعر بطور نمونہ دیکھیے:

سکھائے ہمیں یہ قرینہ مدینہ — کہ کہتے رہیں ہم مدینہ مدینہ
بہشت بریں ایک انگشتری ہے — اس انگشتری کا نگینہ مدینہ
یہ آقاؐ کی چشمِ عنایت ہے کیسی — محبت ہے سینہ بہ سینہ مدینہ
نہیں جس کو طوفان کا کوئی خطرہ — ہے محفوظ ایسا سفینہ مدینہ
کروں میں جو کثرت سے ذکرِ محمدؐ
تو ہو جائے میرا بھی سینہ مدینہ ۲۸؎

منور ہاشمی: ان کی نعتیہ غزلوں میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک کلیدی حوالہ ہے۔ اسی نسبت سے انہیں مدینہ منورہ سے بھی بے پناہ محبت ہے۔ دل کا شوق' مدینہ منورہ میں حاضری کی تڑپ' حضوری کی کیفیات ان کی نعتوں سے جھلکتی ہیں۔

اپنی آنکھوں سے کوئی اور نہ منظر دیکھوں — اب جو دیکھوں تو فقط روضۂ اطہر دیکھوں
دیکھ کر روضۂ اطہر جو پلٹنا چاہوں — ایک لمحہ بھی نہ گزرے کہ پلٹ کر دیکھوں
تیرے کوچے کے گداؤں کو ملی ہے عظمت — خود کو رہتے میں شہنشاہ سے بڑھ کر دیکھوں ۲۹؎

اثر لودھیانوی: ایک کامیاب نعتیہ غزل گو ہیں۔ ان کی نعتیں صرف ہیئت کی حد تک ہی غزل نہیں بلکہ غزل کی جملہ خصوصیات کی بھی حامل

ہیں۔ غزل کا مکمل فن ان کی نعتوں میں ملتا ہے۔ ایک ایک شعر گویا کوزے میں دریا بند ہے۔

چلی ہے لے کے صبا التجائیں سوئے رسولؐ　　خدا کرے کہ یہ ہو باریاب کوئے رسولؐ
انہیں کے عارض و گیسو کے یہ کرشمے ہیں　　چمن میں رنگِ نبی ہے گلوں میں بوئے رسولؐ
خود اپنا جلوہ جو قدرت نے دیکھنا چاہا　　کیا صفات کا آئینہ روبروئے رسولؐ
نہیں قرار کہیں مہر و ماہ و انجم کو　　لیے لیے انہیں پھرتی ہے جستجوئے رسولؐ
اثر عدم کی مسافت بھی کٹ ہی جائے گی
ہے اس سفر کے لیے توشۂ آرزوئے رسولؐ ۴۳۰

نعیم تقوی: ان کی ایک نعتیہ نظم غزل کی ہیئت میں ہے۔ یہ اٹھارہ اشعار پر مشتمل ہے لیکن اس کا ہر مصرع ایک دوسرے کے ساتھ مقفیٰ ہے۔ یوں شاعر نے جس پابندی کا التزام کیا اسے آخر تک بڑی خوبصورتی سے نباہا ہے۔ مثلاً چند اشعار دیکھیے:

زہے حسن و جمال اوجِ شاہِ گنبدِ خضرا　　بہار نو ہے نظمِ دو عالم لائی ہے مژدہ
بہاریں ہی بہاریں ہیں، خزاں کا زرد ہے چہرہ　　تقدس اپنے دامن لیے نکہت ہے آوارہ
نہیں ممکن کہ ہو توصیفِ نطقِ سیدِ بطحا　　انہیں کے واسطے قرآن میں ماینطق آیا
غلامِ سرورِ کونین وہ ہو ہی نہیں سکتا　　مقامِ عبدیت جو دل سے اے تقوی نہیں سمجھا ۴۳۱

انجم (قمر الدین احمد انجمؔ پ ۱۹۲۶ء): ان کا نعتیہ مجموعہ ''حسنت جمیع خصالہٖ'' ۲۰۸ صفحات پر مشتمل ہے جس میں ۳۵ نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں۔ وقار صدیقی نے ان کی نعت کے متعلق لکھا ہے:

''قمر انجم نعت دماغ سے نہیں دل سے کہتے ہیں اور آنسوؤں سے لکھتے ہیں۔'' ۴۳۱۔الف

چونکہ وہ ایک نعت خواں بھی ہیں لہٰذا قدرتی طور پر ان کے کلام میں غنائیت بھی وافر پائی جاتی ہے۔

مجھے آپؐ نے بلایا یہ کرم نہیں تو کیا ہے　　مرا مرتبہ بڑھایا یہ کرم نہیں تو کیا ہے ۴۳۱۔ب

حشمت یوسفی: جمالِ الہام میں ان کی غزلیہ ہیئت میں لکھی گئی نعتیں موجود ہیں۔ ایک غزل کے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

ورائے فہم و بیاں ہے علوے شانِ رسولؐ　　نہیں خدا کے سوا کوئی رتبہ دانِ رسولؐ
زمیں پہ عرشِ بریں پہ، کھلی فضاؤں میں　　جدھر نگاہ کرو نت نئی ہے شانِ رسولؐ
پہاڑ، دشت، سمندر، شجر، حجر، صحرا　　زبانِ حال سے کہتے ہیں داستانِ رسولؐ
یہ خوشبوئیں یہ ہوائیں یہ رنگتیں، یہ دھنک　　سمجھنے والوں کے حق میں ہیں ترجمانِ رسولؐ ۴۳۲

حشمت یوسفی بہت پختہ فکر اور فنکار شاعر ہیں۔ زبان و بیان پر انہیں زبردست دستگاہ حاصل ہے۔ کہیں کہیں اس کے بیان سے اختلاف کی گنجائش تو نکلتی ہے لیکن اس کی فنی پختگی بالائے اعتراض ہے۔ ایک ایسی ہی مثال دیکھیے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ''رب شان'' اور ''بھگوان'' کہا گیا ہے:

اس انسان کے بل بل جاؤں جو انساں رب شان ہوا
روپ سروپ جھروکے سے وہ جھانکا تو بھگوان ہوا ۴۳۳

حشمت یوسفی کے متعلق وزیری پانی پتی کا کہنا ہے:

''وہ صوفیانہ ذوق و مزاج کے آدمی معلوم ہوتے ہیں اور یہ بھی اندازہ ہوا ہے کہ شعر گوئی میں ان کی مداومت پختہ ہے۔ فنی پختگی میں ان کا بینک بیلنس خطیر ہے اور ''جمالِ الہام'' ان کی کہنہ مشقی کی منہ بولتی تصویر ہے۔'' ۴۳۴

تنویر پھول: غزل کی ہیئت میں نعت لکھنے والے اہم شعراء میں سے ہیں۔ ان کی تصنیف ''قندیلِ حرا'' میں نوے سے زیادہ نعتیں ہیں جو غزلیہ ہیئت میں لکھی گئی ہے۔ ان کی ایک نعت کے یہ اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

خاکِ پائے شہنشاہِ معراج سے پاگیا بالیقیں آسماں رفعتیں
مرغ سدرہ بھی حیرت سے تکتا رہا، اس نے دیکھی تھیں ایسی کہاں رفعتیں

رب نے قرآن میں خود رفعنا کہا' ذکرِ شاہِ امم گوشے گوشے میں ہے
مدحتِ شانِ سلطان کونین میں ہوگئی خود ہیں رطب اللساں رفعتیں
ہیں وہ انسانِ کاملؐ شہِ ذی حشم ان کی توصیف لکھتے ہیں لوح و قلم
رفعتوں کی کوئی ان کی حد ہی نہیں ہوگئیں ان سے عظمت نشاں رفعتیں۳۵؎

''انوارِحرا'' بھی ان کی نعتیہ غزلیات شائع ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر نجم الہدیٰ کے بقول:

''تنویر پھول کی شاعری میں وسیع مطالعہ اور عمیق مشاہدے کے اثر سے فکر و فلسفہ کی نگاہ پیدا ہوگئی ہے............(ان کا) عقیدہ راسخ بھی ہے' عقیدت بھی ہے' صحیح اور متوازن فکر بھی ہے اور مثالی دنیا کی تعمیر کا ارمان بھی ہے۔''۳۶؎

ان کے تین شعر دیکھیے:

معطر کیوں نہ ہو کوئے محمدؐ — ہے بہتر مشک سے بوئے محمدؐ
یہی حسرت ہے میرے دل میں ہر دم — کروں نظارۂ روئے محمدؐ
خدا واللیل خود فرما رہا ہے — یہی ہے شانِ گیسوئے محمدؐ۳۷؎

سجاد رضوی: سجاد رضوی کی ایک نعتیہ نظم ''حقیقتِ نعت'' غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ہے جسے راجا رشید محمود نے کتاب ''حمد و نعت'' میں شامل کیا ہے۔ بطور نمونہ چند شعر درج ذیل ہیں:

نعت کیا ہے تپشِ دل کا وفورِ اظہار — نعت کیا ہے' دلِ بے تاب کو سامانِ قرار
نعت ہے سایۂ رحمت میں ضیا پاشیِ نور — جس کے صدقے میں ہوا کون و مکاں کا اظہار
نعت ہے ان کی ثنا خوانی کی جرأت کا نشاں — مدح خواں جن کا ہے قرآن میں ربِ مختار
نعت گر دل میں نہ ہو حمدِ خدا بے معنی — نعت ہے صیغۂ احمد میں فرشتوں کا شعار۳۸؎

محمد فیروز شاہ: جوان جذبوں' گہری سوچ اور راست فکر رکھنے والے تازہ گو شاعر ہیں۔ نعت کہنے سے پہلے غزل کے صحرا کی خاک چھان چکے تھے لہٰذا نعت لکھنا ان کے لئے مہکتے باغ میں سانس لینا ثابت ہوا۔ ان کے نعتیہ مجموعے ''باوضو آرزو'' میں غزل کی ہیئت میں لکھی گئی خاصی نعتیں ہیں۔ ایک نعت کے یہ اشعار دیکھیے۔

شبِ الم میں ہے اسم تیرا' نویدِ صبحِ جمال آقا
ترے کرم کے جو عکس پھیلیں' چھٹے غبارِ ملال آقا
ہم اپنی آنکھوں کو رہن رکھ کر' شبوں سے خورشید مانگتے ہیں
ہماری بے ذہن سوچ کو پھر' بصیرتوں سے اجال آقا
اداس لمحوں کی ظلمتوں کے حصار میں ہیں نجانے کب سے
دلوں کو' اجڑے ہوئے گھروں کو عطا ہو تیرا خیال آقا
یہ رنگ و بو کا جہان خود اک گدا ہے دربارِ عالیہ کا
میں نعت لکھوں تو سوچتا ہوں کہاں سے لاؤں مثال آقا۳۹؎

ذرا اس نعت کے مندرجہ بالا اشعار کی کچھ تراکیب پر ایک نگاہ دوڑایئے:

''شبِ الم' نویدِ صبحِ جمال' غبارِ ملال' بے ذہن سوچ' اداس لمحوں............ان تراکیب سے شاعر کی جدت پسندی اور تازہ گوئی کا اندازہ ہوتا ہے۔ میانوالی شہر سے تعلق رکھنے والے اس شاعر کی ایک خاص پہچان اس کی نعت بن گئی ہے اور یہ اعزاز بڑا اعزاز ہے۔

محشر بدایونی: ان کے نعتیہ مجموعے ''حرفِ ثنا'' میں (۳۷) نعتیں غزلیہ ہیئت میں لکھی ہوئی ملتی ہیں۔ ان کی نعتیں سادگی لیکن وفورِ محبت سے لبریز ہیں۔ ان کی ایک نعت کے چند شعر بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں:

ہے عظیم اسوۂ مصطفائی بہت — دو جہاں کم ہیں اور اک چٹائی بہت
آپ نے ان کو بھی آساں کردیا — جن زمینوں نے کی بے وفائی بہت

ہاتھ جالی کی جانب ہیں آنکھیں ہیں نم　　فاصلہ کم ہے رنج جدائی بہت ۴۴۰

ممتاز گنگوہی: ان کی غزلیہ ہیئت میں نعتیں ''چمنِ مناقب'' میں موجود ہیں۔ چھبیس نعتوں میں سے ایک نعت کے تین شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

خود خداوند ہوا عاشق شیدا کس کا　　یا نبی تیرے سوا رتبہ ہے ایسا کس کا
پہنچے قوسین میں حضرت تو خدا نے یہ کہا　　آمرے پاس کہ اس وقت ہے پردہ کس کا
سن کے یہ حکم حضوری ہو ہمیشہ کے لیے　　پھر ہو ممتاز بھلا ایسا نصیبہ کس کا ۴۴۱

شبنم رومانی: ملک کے اہم شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی نعتیں بھی شعر و ادب کا سرمایہ ہیں۔ انہیں فن پر کامل عبور حاصل ہے۔ غزلیہ ہیئت کی ایک نعت کے چند شعر دیکھیے:

نام ان کا جو حرز جاں نہیں ہے　　سمجھو کہ کہیں اماں نہیں ہے
سرکارؐ کا جو نہیں ہے قاری　　قرآن کا نکتہ داں نہیں ہے
ہشیار کہ بابِ مصطفےٰؐ میں　　گنجائشِ این و آں نہیں ہے
چپ میں بھی ہے کیفِ نعت گوئی　　مدحت کی کوئی زباں نہیں ہے
دل پر تو ہے داغ عشق سرکارؐ
ماتھے پر اگر نشاں نہیں ہے ۴۴۲

قیصر نجفی: ان کے نعتیہ مجموعہ ''رب آشنا'' میں غزلیہ ہیئت میں لکھی گئی نعتیں ادب کا سرمایہ ہیں۔ سیرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے قیصر کی نعتوں میں جا بجا ملتے ہیں۔ انداز والہانہ بھی ہے اور عالمانہ بھی۔ ان کی ایک غزل کے چند شعر دیکھیے:

قدر میں گو ماہ و انجم سے ہے بڑھ کر آفتاب　　آپؐ کے لیکن ہے سنگِ در سے کم تر آفتاب
آپؐ کی تخلیق کے صدقے میں روشن ہوگیا　　ورنہ کوہِ وقت کا تھا ایک پتھر آفتاب
آپؐ کی تحویل میں ہے عالمِ امکاں حضورؐ　　آپؐ چاہیں تو بدل دے اپنا محور آفتاب ۴۴۳

عاصی کرنالی: عاصی کرنالی ایک منجھے ہوئے بزرگ شاعر ہیں۔ فارسی کی شعری روایت پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ ''اردو حمد و نعت پر فارسی کی شعری روایت کا اثر'' کے موضوع پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھ چکے ہیں۔ ان کی نعتیہ غزلیں اور نظمیں اردو ادب کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ زکی زاکانی کی رائے ہے:

> ''جنابِ عاصی کا کلام تسامحات سے بالعموم پاک ہے۔ سلاست، روانی، بندش کی چستی، محاورے کا صحیح استعمال زبان کی شستگی، فنِ شعر پر حاکمانہ دسترس کلامِ عاصی کے نمایاں جوہر ہیں۔'' ۴۴۴

ہے تری بعثت کی خاطر انجمن آراستہ　　دہر کے آئینہ خانے کو جلا تجھ سے ملی
تیرے صدقے میں ہوا جاری نظامِ برق و باد　　بیج کو پانی، درختوں کو ہوا تجھ سے ملی
تو ہمارا نقطۂ آغاز تو خطِ کمال　　ابتدا تجھ سے ملی اور انتہا تجھ سے ملی ۴۴۴۔الف

عاصی کرنالی کے نعتیہ مجموعہ ''نعتوں کے گلاب'' کے آخر میں دو نظمیں ''شبِ معراج'' اور ''اے امتِ رسول'' بھی موجود ہیں۔ یہ نظمیں اپنی جدت، تازہ لہجے اور فیضانِ اقبال کے باعث قابلِ ذکر ہیں۔ ''شبِ معراج'' میں فرشتوں کو حکمِ خداوندی ہوتا ہے:

ہے آج کی شب آمدِ مہمانِ گرامی　　تم بزمِ سماوات کو آئینہ بنا دو
ہر نجمِ فروزاں کو ملے چاند کی قامت　　ہر پیکرِ مہتاب کو سورج کی قبادو
زہرہ ہو کہ خورشید، عطارد ہو کہ مریخ　　پھولوں کی طرح دوست کے قدموں میں بچھا دو ۴۴۴۔ب

عاصی کرنالی کا نعتیہ مجموعہ مدحت پختہ گوئی اور بلند فکری کا آئینہ دار ہے۔ شاعر کی محبت رسول شعر شعر سے ظاہر ہے۔

اڑ کر فضائے طیبہ سے جاتا، مگر کہاں　　اللہ تیرا شکر ہے ٹوٹے ہیں پر کہاں
میں کیسے مہر و ماہ سے تشبیہ دوں تجھے　　میں جس مقام پر ہوں خیال دگر کہاں ۴۴۴ج

''حرفِ شیریں'' بھی عاصی کرنالی کا خوبصورت مجموعۂ نعت ہے۔ غزلیہ ہیئت میں کہی گئی نعتیں شاعر کی قادر الکلامی اور دلی عشق کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

جو روشنی مدینے کے دیوار و در میں ہے　　دامانِ شمس میں ہے نہ جیبِ قمر میں ہے
سارے دلوں کا نور ہے اُلفت حضورؐ کی　　اُتری ہوئی یہ چاندنی ایک ایک گھر میں ہے ۴۴۵

نعتیہ ادب میں عاصی کرنالی کا نام بطور نعت گو اور محقق نعت اہمیت کا حامل ہے

رازؔ کاشمیری: پروفیسر محمد یونس حسرت، ننکانہ لکھتے ہیں:

''انہوں نے نعت میں قصیدہ، نظمِ معرا، نظم آزاد اور غزل کی ہیئت کے تمام تجربے کیے ہیں اور نئی نئی زمینوں میں نعت کہہ کر ایک طرف سہل ممتنع کا نمونہ پیش کیا ہے تو دوسری طرف سادگی و پرکاری کی بہار دکھائی ہے۔''۴۴۶

پڑھتا رہا حضورؐ کی سیرت تمام رات — ہوتی رہی ہے یوں بھی زیارت تمام رات
طیبہ کے بام و در رہے خوابوں میں جلوہ گر — پیشِ نظر رہی مرے، جنت تمام رات

بشیر احمد مسعود: ''فکرِ معطر''

کہاں تھا مجھ کو مدحت کا سلیقہ — بھلا ہو میری آشفتہ سری کا ۴۴۷

حنیف اسدی ''آپ''

گماں تھے ایسے کہ آثار تک یقیں کے نہ تھے — حضورؐ آپ نہ ہوتے تو ہم کہیں کے نہ تھے ۴۴۸

عزیز لدھیانوی ''اذنِ حضوری''

آپ کل کائنات کے سردار — آپ ہی ہیں، حبیب ربِ غفور ۴۴۹

محمد وکیل جیلانی، سید ''مدحتِ رسول اللہ''

سوائے حُبِ نبیؐ اور مری طلب کیا ہے — رہوں مدام حضوری میں روز و شب کیا ہے ۴۵۰

ریاض احمد پرواز ''طلع البدر علینا''

مسحور فضائیں تو مدینہ میں ملیں گی! — رحمت کی گھٹائیں تو مدینے میں ملیں گی ۴۵۱

انصار الٰہ آبادی، شاہ ''سراج السالکین''

عجیب جلوۂ راز و نیاز ہیں آقا — کہ حق تعالیٰ حقیقت، مجاز ہیں آقا ۴۵۲

پرویز اختر ''صاحبِ معراج''

جیسے ہی میرے حال کی ان کو خبر ہوئی — اِک پل میں مری شامِ الم کی سحر ہوئی ۴۵۳

عبد الجبار اثر ''ثنائے آقا''

اہلِ ایمان و عمل کی شان ہے عشقِ نبیؐ — خالقِ کونین کا بھی مان ہے عشقِ نبیؐ ۴۵۴

اسرار احمد سہاوری، پروفیسر ''ذوقِ عرفان''

مرے لب پہ رہتی ہے مدحت تمہاری — یہ توفیق بھی ہے عنایت تمہاری ۴۵۵

ماجد صدیقی ''سرِ نور''

یہ فیض تیری نگاہ کا ہے کہ میں بھی ہوں درد سے شناسا — خمیر میں ہے مرے پگھلنا، گداز سے پُر ہے دل کا کاسا ۴۵۶

سہیل غازی پوری ''مشعرِ علم''

چھپا لیجیے مجھے کملی میں آقا! — بُرا ہوں یا بھلا ہوں آپ کا ہوں ۴۵۷

مبارک مونگیری ''ذکرِ ارفع''

مجھ پہ اتنا تو کرم سرکارؐ ہونا چاہیے — خواب ہی میں آپ کا دیدار ہونا چاہیے ۴۵۸

حافظ عبد الغفار حافظ ''ارمغانِ حافظ''

سرمایۂ کونین، بشیر آپؐ، نذیر آپؐ — حقا کہ ہیں محبوبِ خداوند قدیر آپؐ ۴۵۰

شیخ صدیق ظفر ''جمالِ حرف''

یوں تو کتنے ہی انبیا آئے — آپؐ کی شان سب سے اعلیٰ ہے ۲۶۰؎

عبدالرحمٰن انجم ''مظہرِ شرف''

رہے گی دنیا اور نہ اس کے دلکش منظر رہیں گے باقی — آپ کی نسبت رہے گی دائم صلی اللہ علیہ وسلم ۲۶۱؎

محمد عاشق ''عقیدت کے پھول''

دل کی دھڑکن میں سنا جاتا ہے پیغامِ رسولؐ — ذہن میں خود ہی سما جاتا ہے پیغامِ رسولؐ ۲۶۲؎

عزیز فاطمہ میتو ''ثمرِ نور''

مرے خوابوں میں اکثر آپ نے مجھ کو تسلی دیؐ — مری مایوسیوں میں رحمت اللعالمین آئے ۲۶۳؎

ظہیر صدیقی ''خیر الوریٰ''

ہے کائنات کی دولت نبیؐ کے قدموں میں! — ہے دو جہانوں کی عظمت نبیؐ کے قدموں میں ۲۶۴؎

شاعر لکھنوی ''نکہت و نور''

عجب ہے کیف، عجب ہے خمار آنکھوں میں — بسا ہوا ہے نبیؐ کا دیار آنکھوں میں ۲۶۵؎

اسرار عارفی ''ھادیٔ برحق''

آپ کا اسمِ گرامی ہے نوید رحمت! — جس سے بگڑا ہوا ہر کام سنبھل جاتا ہے ۲۶۶؎

عطاالرحمٰن شیخ ''عطائے حرمین'': آپؐ مشکل کشا، آپؐ حاجت روا، آپؐ ہی ہیں مریضوں کے غم کی دوا ۲۶۷؎

محبت میں اُنؐ کی خدا پا لیا ہے — طلب سے بھی کچھ ما سوا پا لیا ہے ۲۶۸؎

تابش صمدانی ''برگِ ثناء''

مظہرِ نورِ حق جلوہ بار آگیا — حسنِ عالم پہ گویا نکھار آگیا ۲۶۹؎

کنیز فاطمہ ''عقیدت''

کنیز خطاکار آئی ہے در پر — وہ روضے کو باچشمِ تر دیکھتی ہے ۲۷۰؎

سعید (نواب سعید اللہ خاں) ''سعادتِ سعید''

فقرِ نبی اگر ہو کسی کی نگاہ میں — زر کی ہوس نہ عشق ہو مال و منال کا ۲۷۱؎

سید انوار ظہوری ''حرفِ منزہ''

وہ رمز آپؐ نے دینِ مبیں کے بتلائے — احاطہ کر نہ سکی جن کا فہم افلاطوں ۲۷۲؎

افسر ماہ پوری ''طور سے حرا تک''

چراغ شام لکھیں، جلوہ حسن سحر لکھیں — رسولِ محترم کو پر تو شمس و قمر لکھیں ۲۷۳؎

محمود احمد مفتی ''نعت میرا بھرم''

شب کے پچھلے پہر کی تنہائیاں روشن ہوئیں — یوں درودِ پاک نے سانسوں کو اختر کر دیا ۲۷۴؎

نصرت عبدالرشید بیگم ''دعائے نیم شبی''

اے مظہرِ نورِ جمالِ خدا، تیری صدق و صفا کا کیا کہنا — اے کانِ حیا، اے ابرِ سخا، تیرے لطف و عطا کا کیا کہنا ۲۷۵؎

انور فیروز پوری "مختارِ کل"

تخلیقِ کائنات کی پہلی کرن ہیں آپؐ — آئینہ کمالِ ید ذوالمنن ہیں آپؐ ۴۷۶؎

کرم حیدری "نغم"

ربطِ دل تم سے، وفا تم سے، عقیدت تم سے — میرے آقا، مرا ایماں ہے محبت تم سے ۴۷۷؎

عطار (محمد الیاس قادری مولانا) مغیلانِ مدینہ:

مدت سے مرے دل میں ہے ارمانِ مدینہ — روضے پہ بلا لیجئے سلطانِ مدینہ
کر دیجئے دیدار سے آنکھیں مری ٹھنڈی — اے جانِ جہاں سید و سلطانِ مدینہ ۴۷۸؎

فاروق نازاںؔ "سجدوں کی معراج"

مجھ پہ چشمِ کرم ہو یا حضرتؐ — سب کے دل سے اتر رہا ہوں میں ۴۷۹؎

کفیل احمد قادری "نورِ ایماں":

کاش بن جائے گھر مدینے میں — میں رہوں عمر بھر مدینے میں ۴۸۰؎

سلیم اختر فارانی "ضیائے ہفت رخشاں"

مرحبا مرحبا اے شہہ مرسلیں — تو نے بخشا ہمیں آ کے نورِ یقیں ۴۸۱؎

عظمت اللہ خاں "گلشنِ صلی علیٰ"

جہاں کے حکمراں جن کی گلی میں جھک کے چلتے ہیں — میں انؐ کے نام سے منسوب ہوں کیا خوش نصیبی ہے ۴۸۲؎

عابد علی شاہ، پیرزادہ "نگاہِ مدینہ"

گر ہو کرم تو دیکھ لوں دربار آپؐ کا — بیٹھا ہے انتظار میں بیمار آپؐ کا ۴۸۳؎

محمد جان انجم "مینائے کوثر"

انجم آیا ہوں میں لے کے اشکِ غم ان کے حضور — کاش ہوجائے قبول، ان کو یہ نذرانہ مرا ۴۸۴؎

یزدانی جالندھری "توصیفِ خیر البشرؐ"

جو خلیل اللہ کے لب پر، جو لبِ عیسیٰؑ پہ تھی — وہ دعا خیرالبشر ہیں، وہ خبر خیر البشر ۴۸۵؎

محمد سبطین ضیغم نقوی جالندھری امید "تحیۃ النعت"

سراپا نور سردار دو عالم — امام دوسرا نورؐ علیؑ نور ۴۸۶؎

مسرور بدایونی "آیۂ رحمت"

گھر میں عبدالمطلب کے آ گیا نازِ خلیل — خلق میں خلقِ مجسم، حسن میں حسنِ جمیل ۴۸۷؎

نگار فاروقی "ازل تا ابد"

سکونِ روح کی جب دل کو چاہ ہوتی ہے — تو نعتِ سید خیرالانام لکھتے ہیں ۴۸۸؎

بہزاد لکھنوی "کرم بالائے کرم"

پھر مچلنے لگا ہے دل بہزاد — خاتم الانبیاء کی یاد آئی ۴۸۹؎

منیر قصوری "چادرِ رحمت"

محفلِ جاں سجی ہوئی آپؐ کے دم قدم سے ہے — میری تو کائنات ہی آپؐ کے دم قدم سے ہے ۴۹۰؎

محمد اقبال نجمی ''آپ ؐ کی باتیں''

وہ روحِ تمنا وہ خیر البشرؐ — وہ رکھتے ہیں ہر جا ہماری خبر ۴۹۱

صبا اکبر آبادی ''دستِ دعا''

فردوس سے رتبے میں کوئی کم ہے مدینہ — آرام گہہ سرورِ عالمؐ ہے مدینہ ۴۹۲

عاصم گیلانی، سید ''وسیلہ''

رنج و غم نے بے بسی میں مجھ کو بہکایا بہت — اک تصرف آپ کا، ایسے میں کام آیا بہت ۴۹۳

محمد نذیر رانجھا

اپنے رانجھا کو عطا کر فکرو فن کا ارتقاء — مہر کامل میں بھی تیری روشنی سے زندہ ہوں ۴۹۴

محمد رمضان اطہر ''حرفِ طیب''

تیرے ہی فیض نے مجھے مائلِ شعر کردیا — ورنہ مرے کلام میں ایسی بلندیاں کہاں ۴۹۵

محمود گیلانی، سید ''گلِ نایاب''

یہ آج مرے دم میں جو دم ہے مرے آقاؐ — یہ تیری عطا، تیرا کرم ہے مرے آقاؐ ۴۹۶

محسن (محسن احسان) ''اجمل و اکمل:

محمد مصطفیٰؐ کی یاد دل سے کم نہیں ہوتی — یہ وہ سورج ہے جس کی روشنی مدہم نہیں ہوتی
گدایانِ کرم پر کچھ کرم فرمایئے آقاؐ — کہ کچھ بھی آبروئے قطرۂ شبنم نہیں ہوتی ۴۹۷

سید قمر ہاشمی ''مرسلِ آخرؐ'':

گلابوں میں بھی ایسی خوشبو کہاں — حضورؐ آپ کے جو پسینے میں ہے ۴۹۸

سید محمد عبدالعزیز شرقی:

ان کا مجموعہ نعت ''فیوض الحرمین'' ہے۔ ان کی ایک نعتیہ غزل سے دو شعر ملاحظہ فرمائیں:

تیری اک نگاہِ کرم پہ ہے مرے بخت و دل کا معاملہ — کوئی چارہ گر میرے درد کا تیری رحمتوں کے سوا نہیں
نہ سکون ہے نہ قرار ہے مجھے کیا جو فصلِ بہار ہے — ترے در سے دور، رہوں اگر، مری زندگی میں مزا نہیں ۴۹۹

وزیر (سید وزیر شیرازی)

محمدؐ سا کوئی آیا نہیں ہے — کسی نے یہ شرف پایا نہیں ہے
خسارے میں رہے گا وہ ہمیشہ — جو ایماں آپ پر لایا نہیں ہے ۵۰۰

شاکر کنڈان

یہ کس مقام پہ ٹوٹا ہے خواب، صد افسوس — کہ رہ گئے تھے جو طیبہ کے بام، بس دو گام ۵۰۱

باقی افضل: ان کے نعتیہ مجموعے ''پناہ بے کساں'' میں (۱۳۳) نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں۔ نعتوں کے اوپر سرکارؐ کا کوئی اسمِ پاک بطور عنوان دیا گیا ہے۔ کئی نام دوبارہ آئے ہیں۔ یہ اسمائے گرامی بطور تبرک دیے گئے ہیں۔ ہر نعت اس عنوان کے مطابق نہیں۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

میں نے خوابوں میں اور خیالوں میں — تجھ کو خیر الانام دیکھا ہے ۵۰۲

ساقی گجراتی: مختار احمد ساقی گجراتی نعتیہ ادب میں ایک معتبر نام ہے۔ ان کا مجموعۂ نعت ''زادِ عقبیٰ'' بیالیس نعتوں پر مشتمل ہے جو غزل کی ہیئت میں ہیں۔ ڈاکٹر تحسین فراقی نے ان کے متعلق لکھا ہے:

''غزل گوئی کی مشق اور مزاولت ساقی کے کام آئی ہے اور انہوں نے ہمیں ایک ایسا نعتیہ مجموعہ فراہم کر دیا ہے' جو دلکش بھی ہے' نظر افروز بھی اور کیف انگیز بھی لیکن اس کیفیت انگیزی میں جہاں غزل کی متعین ہیئت کو دخل ہے' وہیں اس سے کہیں زیادہ اہم اور فیصلے کن محرک شاعر کا وہ جذبۂ صادق اور عشقِ شور انگیز ہے جس کے بغیر کامیاب نعت گوئی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا........(یہ) مجموعہ سوز و گداز' ایمان' یقین' سپردگی اور سیرت نگاری کے تاثر آفریں عناصر سے مرتب ہوا ہے۔''۵۰۳؎

ساقی پختہ مشق شاعر ہیں۔ دیگر فکری وفنی خوبیوں کے ساتھ ساتھ غنائیت بھی ان کے کلام کا تخصص ہے۔

وجہِ تسکینِ دل و جاں شہِ مکی مدنی ؐ | آپؐ ہیں مخزنِ ایماں شہِ مکی مدنی ؐ
آپؐ کے دم سے کھلے مہر و وفا کے غنچے | مہکا آدم کا گلستاں شہِ مکی مدنی ؐ
آپؐ کا قولِ متیں' وحیِ مبیں ہے ظاہر | آپؐ ہیں پیکرِ قرآں شہِ مکی مدنی ؐ

کاش مل جائے مجھے دھوپ کے صحراؤں میں
آپؐ کا سایۂ داماں شہِ مکی مدنی ۵۰۴؎

ریاض مجید: نعتیہ تخلیق وتحقیق کے حوالے سے اُن کے نام کو علمی حلقوں میں سند اعتبار حاصل ہے۔ وہ پختہ فکر، عروض کے ماہر اور فنی باریکیوں سے آشنا شاعر ہیں۔ انہوں نے اُردو نعت گوئی پر پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کی ہے۔ ''اللّٰھم صلِ علیٰ محمد'' ریاض مجید کا اوّلین نعتیہ مجموعہ ہے۔ اس میں غزل کی ہیئت میں کہی گئی ۶۲ نعتیں موجود ہیں۔ شاعر کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے حافظ محمد افضل فقیر صوفی نے لکھا ہے:

''معارف ومحسوسات ریاض مجید کے آئینہ وجدان میں مرئی ہیں اور اس نے بڑی قادرالکلامی سے اُن کی تصویر کشی کی ہے، چنانچہ مشاہدات، حضوری، مراقبات، اویسی نسبتیں اور اس طرح کی دوسری متصوفانہ اصطلاحات اس کے نعتیہ کلام میں اپنے معنوی حسن کے ساتھ جلوہ ریز ہیں۔ ہمارے شاعر نے عرفانیات کے اس تذکرے سے عارف وعامی کے لئے سامانِ بہجت مہیا کیا ہے۔ ۵۰۵؎

ڈاکٹر ریاض مجید کی ایک نعت کے چند شعر دیکھئے:

چمن کی طرح مہکتا ہے گنبدِ خضرا | مراقبے میں ہمکتا ہے گنبدِ خضرا
کسی مکاں میں بھی ایسا مکیں نہیں ہوگا | اس افتخار میں یکتا ہے گنبدِ خضرا
دُعا جو مانگتے ہیں آپؐ کے وسیلے سے | ہتھیلیوں پہ چمکتا ہے گنبدِ خضرا
نہیں جو عرشِ معلّی پہ لوح و کرسی کی | وہ شان فرش پہ رکھتا ہے گنبدِ خضرا ۵۰۶؎

ریاض مجید کا دوسرا مجموعۂ نعت ''سیدنا محمدؐ '' ہے۔ غزلیہ ہیئت پر مشتمل ۴۵ انعتوں کا یہ وسیع وضخیم مجموعہ ہے۔ اس مجموعے کا تخصص یہ ہے کہ شاعر نے اس مجموعے میں زیادہ سے زیادہ عروضی اوزان استعمال میں لانے کا التزام کیا ہے۔ کتاب کے آخر میں ان نعتوں کے اوزان کی تخریج بھی کی گئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کو یقیناً اس میں اوّلیت حاصل ہے۔ کہ انہوں نے اس نعتیہ مجموعے میں سب سے زیادہ شعری اوزان استعمال کیے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ مجموعہ یادگار بن گیا ہے۔ ''شانِ نزول'' کے زیر عنوان شاعر نے پیش لفظ میں کہا ہے:

''میری کوشش تھی کہ دیوان میں ہر نعت منفرد اور مختلف بحر میں ہو اور بحور کی تعداد کے مطابق ہو، مگر...... چار' چھ مقامات پر بعض بحور کی تکرار بھی ہوگئی ہے''

اتنی بحور میں اتنی زیادہ نعتیں پیش کرنا یقیناً کارِ آساں نہیں، یہ کام جس دماغی صلاحیت، شعری ریاضت اور محنتِ شاقہ کا متقاضی ہے، وہ شاعر کو حاصل ہے، اس دیوان سے بطور نمونہ تین شعر درج ذیل ہیں:

ہے لب پر بات شاہِ ذوالمنن کی | مہک ہے خوں میں مدحت کے سخن کی
خزاں آثار ہے ہر گوشۂ ذات | تمنا ہے مدینے کے چمن کی
صدا آتی ہے ہر اک موئے تن سے | صدا '' صلّ وسلم دائماً '' کی ۵۰۷؎

اُردو نعت کے جید محقق' نعت گوئی میں خصوصی مقام رکھنے والے اس شاعر کا تیسرا نعتیہ مجموعہ ''اللّٰھم بارک علیٰ محمد'' ہے جو ۶۲ نعتوں پر مشتمل ہے جو سب کی سب غزلیہ ہیئت میں کہی گئی ہیں۔ ان کی نعتوں میں مدینہ منورہ میں حاضری کی کیفیات بھی ملتی ہیں اور بارگاہِ نبوّت میں نیاز نامے بھی۔ ڈاکٹر اسحاق قریشی نے کتاب کے دیباچہ میں لکھا ہے۔

''وہ شعر کی فنی عظمت، اسلوبی بندش اور اس کی ایصالی منزل سے آشنا بھی ہے اور نعت کے تقدیسی مقام، ملکوتی رفعت اور سرعی حرمت سے آگاہ بھی ہے۔''

ہمیشہ قریۂ اُمّی لقب میں رہتے ہیں   جہاں کہیں بھی ہو حدِ ادب میں رہتے ہیں
اَزل کے دن سے ہیں تیرے غلام ابن غلام   غرورِ نسبت و فخرِ نسب میں رہتے ہیں
ریاض ان کو ہی ملتا ہے حاضری کا شرف   جواُن کی یاد جوان کی طلب میں رہتے ہیں ۵۰۸

عارف رضا ''عطا کی خوشبو'': عارف رضا کے پہلے نعتیہ مجموعے عطا کی خوشبو جس میں (۶۴) نعتیہ غزلیں شامل ہیں۔اس نے بہت شہرت پائی۔اس کی وجہ اخلاص کے ساتھ فنی پختگی بھی تھی۔بقول حافظ لدھیانوی' عارف رضا نے ''اپنی فنی ریاضت کے مطابق اس غزلیہ انداز کو اپنانے کی سعی کی ہے۔ ۵۰۹

رنگ شاعری ملاحظہ ہو:

آقائے نامدار کی مدحت ہے میرا فن   ہے کلک شاخِ نورُ زباں آہوئے ختن
ہم دردِ اِنس و جاں وہ محبت میں معتبر   اسؐ کی وِلا سے دہر میں ہے طرفہ بانکپن ۵۱۰

عارف رضا کے دوسرے مجموعہ نعت ''ثنا کی خوشبو'' میں بھی شاعر نے غزل کے پیرائیہ اور آہنگ کو استعمال کیا۔اس مجموعے میں (۶۵) نعتیں اور دوسرا کلام شامل ہے۔ایک نعت کے دو اشعار پیش ہیں:

پڑھتے ہوئے سلام مدینے غلام چل   سر کو جھکا کے پیشِ شہ خوش کلام چل
دل طشتِ نورُ آنکھ ہو خوانِ درِ حضورؐ   لے کر یہ ارمغان بہ صد احترام چل ۵۱۱

ارشاد اعجاز رانا:

ارشاد اعجاز رانا نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت اور عقیدت کے اظہار کے لیے نعتیہ غزل کے پیرائیہ کو پسند کیا ہے،ان کے مجموعہ نعت "صل وسلم دائماً" میں لکھیں۔(۶۳) نعتیں ہیں جو بھی غزلیہ ہیں۔کتاب کے پیش لفظ میں تخصص' کے عنوان سے ڈاکٹر ریاض مجید راقم طراز ہیں:

''زیر نظر کتاب.......... میں جہاں نبی اکرمؐ کی ذات والا تبار سے عقیدت وشیفتگی پر مشتمل بہت سی اعلیٰ نعتیں ملتی ہیں۔وہاں مسجد نبویؐ کے حوالے سے منظومات بھی آئی ہیں۔جو اس کتاب کو اردو نعتیہ ادب میں منفرد اور تخصص کا حامل گردانتی ہیں۔'' ۵۱۲

نمونہ کلام یہ ہے:

دنیا میں رنج و غم کا مداوا حضور ہیں   عقبیٰ میں مغفرت کا وسیلہ حضور ہیں ۵۱۳

ارشاد اعجاز رانا کے دوسرے مجموعہ نعت "خیر الخلق کلھم" میں (۹۹) نعتیں غزل ہی کی ہیئت میں کہی گئی ہیں۔کتاب کے پیش لفظ لواءِ الحمد میں نادر جاجوی رقم طراز ہیں۔

''کتاب کا ہر ورق تحدیثِ نعت کا ورق ہے۔جا بجا قافیوں کی تجدید کا احساس ہوتا ہے۔نعت کے نئے مضامین کا ورود ایک القائی صورت میں تشکیل پا رہا ہے۔'' ۵۱۴

جو ان کے قدموں میں آئے تو ایسی موت اعجاز   مرے لیے تو سراپا سرور ٹھہرے گی ۵۱۵

بشیر رحمانی: بشیر رحمانی کا نعتیہ مجموعہ بشارتیں ان کی فنی پختگی کی دلیل ہے۔ان کے بارے میں احمد ندیم قاسمی کی رائے یہ ہے:

''وہ بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں اس لیے انہیں اظہار محبت' اظہار عقیدت' اظہار وارفتگی میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی اور عالم وارفتگی میں بھی حد ادب کا بطور خاص خیال رکھتے ہیں۔یوں بشیر رحمانی کی نعت' نعتوں کے ہجوم میں ایک قابل تحسین انفرادیت کی حامل ہے۔'' ۵۱۶

اس کتاب میں (۶۳) غزلیہ ہیئت کی نعتیں ہیں۔آخر میں دو نظمیں نظامِ مصطفیٰؐ اور ختم نبوت ہیں۔یہ مسلسل مضمون رکھتی ہیں البتہ ہیں غزل کی ہیئت میں۔نمونہ کلام ملاحظہ کیجئے:

تاریکیوں کو نور کا پیکر بنا دیا ذرہ لگا جو پاؤں کو اختر بنا دیا
پرکار سے کرم کے رسول کریمؐ نے صدق و صفا کا روح کو محور بنا دیا
اس کارسازِ وقت نے جب اک نگاہ کی بگڑے ہوئے جہاں کا مقدر بنا دیا
اک آبلہ جو پاؤں کا پھوٹا سراب پر ایماں کے موتیوں کا سمندر بنا دیا
بخشا گدائے راہ کو مخزن یقین کا نادار سائلوں کو تونگر بنا دیا ۵۱۷

کلام سادہ ہے۔ مضامین محنت سے لاتے ہیں۔ بیان میں محبت کی نرمی ہے۔

تائب (عبدالغنی): عبدالغنی تائب کے نعتیہ مجموعہ ''ارمغان نیاز'' میں (۸۳) غزلیہ نعتیں ہیں۔ نمونہ کلام درج ذیل ہے۔

پروردگار آنکھ کو ایسی صفائی دے ہر وقت جس کو گنبدِ خضرا دکھائی دے
وردِ زباں ہو ہر گھڑی بس یادِ مصطفےٰؐ کانوں میں حمد و نعت ہی ان کی سنائی دے
وارفتگیٔ شوق کو منزل ہو اب نصیب لرزیدہ پا کو شہرِ نبیؐ تک رسائی دے ۵۱۸

امیر نواز امیر نیازی: شہرِ نعت فیصل آباد میں نعت گوئی کے حوالے سے امیر نواز کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں رہا۔ نعت گوئی اور نعت گویان کے ساتھ ان کا اخلاص' بے مثال ہے۔ ماہانہ نعتیہ مشاعرے کا اہتمام بھی کرتے ہیں اور نعت کی ترویج کے لیے ''متاج امیر'' کے نام سے مجلّہ بھی شائع کرتے ہیں۔ جس میں شعراء کے تازہ نعتیہ کلام کے ساتھ ساتھ' کتب نعت پر تبصرے' خبریں اور مضامین بھی شامل ہوتے ہیں۔ امیر کے نعتیہ کلام میں اغلب حصہ غزل ہی کا ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور عقیدت کو ذریعہ نجات سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں۔ میں ''غلام آپ کا'' سے ایک نعتیہ شعر دیکھیے:

نعت میں سوچ کر نہیں لکھتا میرے اندر سے وہ نکلتی ہے ۵۱۹

ان کے دوسرے مجموعہ ''نعت کروں تحریر'' سے بھی نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

خود اپنی بخششوں کے واسطے میری ثنائیں ہیں یہی ہیں التجائیں بھی' یہی میری دعائیں ہیں
تری چوکھٹ ہو' سر میرا' بسر ہو زندگی ایسے یہی ہے آرزو میری' یہ میری التجائیں ہیں ۵۲۰

ریاض احمد قادری ''نکہتِ نعت'': ریاض قادری کی نعت گوئی کے متعلق ڈاکٹر ریاض مجید کہتے ہیں:

''ریاض احمد قادری کی نعتیہ شاعری نعت کے جدید اسلوب کے بطن سے پھوٹتی ہے خصوصاً ان کی وہ نعتیں جو تازہ بحروں اور زمینوں میں لکھی گئی ہیں' تازہ طرزِ نعت کی نمائندہ ہیں ان کی نعت گوئی غزل کی صنف میں اظہار پذیر ہوئی ہے۔'' ۵۲۱

نمونہ کلام حسب ذیل ہے:

صبا طیبہ سے ان کی دید کا پیغام لے آئے خدا ان کے غلاموں میں مرا بھی نام لے آئے ۵۲۲
بنا عقیدت سے سب جہان نعت کا گلستاں ہر ایک لمحہ ہر اک سماں نعت کا گلستاں ۵۲۳

احمد شہباز خاور: قندیل مدحت' احمد شہباز کا تمام مجموعہ نعتیہ غزل پر مشتمل ہے۔ پس ورق میں سید امین علی شاہ نقوی لکھتے ہیں:

''زبان و بیان کی حلاوت و سلاست دل و دماغ کو مسحور کرتی دکھائی دیتی ہے۔ اگر احمد شہباز خاور کو شہبازِ نعت کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔'' ۵۲۴ نمونہ کلام:

آنکھوں میں عکس گنبدِ خضرا ہے ان دنوں دل تجلۂ درود میں رہتا ہے ان دنوں ۵۲۵

ستار وارثی: ''آیہ رحمت'' اور ''معطر معطر'' جیسے معروف نعتیہ مجموعوں کے خالق کا مجموعہ ''حرفِ معتبر'' نعتیہ غزلوں کا مجموعہ ہے۔ صفحہ بہ صفحہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفاتی نام اور ان کی شرح بھی کی گئی ہے۔ ستار وارثی کی شاعرانہ خلاقی ملاحظہ ہو:

فرازِ عشق یہ تیرا مقام ہے آقا کہ اس مقام سے اونچا کوئی مقام نہیں ۵۲۶
وہ مالکِ جنت شہِ افلاک و زمیں ہے کونین کی ہر شے میں وہی جلوہ نشیں ہے ۵۲۷

قتیل شفائی ''نذرانہ'': معروف غزل گو اور گیت نگار قتیل شفائی نے آقائے نامدارؐ کے حضور جو نعت کا نذرانہ پیش کیا اس میں نعتیہ غزلیں بھی شامل ہیں۔ قتیل کی غنائیت و نغمگی ان نعتوں سے بھی ہویدا ہے۔

نظر نظر میں وہ نور یقین تھے تب بھی | وہ جب رسولِ خفی تھے امیں تھے تب بھی ۵۲۸؎

قمر الزماں قمر قادری ''صاحب قاب قوسین'': قمر الزمان کے نعتیہ مجموعہ میں اگر چہ دیگر اصناف شعر میں بھی نعتیں ملتی ہیں لیکن غالب حصہ نعتیہ غزلوں کا ہے جن کی تعداد (۶۳) ہے۔ قمر کی بعض زمینیں بالکل نئی ہیں۔ ردیف اور قافیے میں بھی جدت کا مظاہرہ کرتے نظر آتے ہیں۔ طویل بحریں ہیں اور مختصر بھی۔ بعض نعتوں کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

دکھ درد کے مارے ہیں اور تیرے سوالی ہیں | ہم دید کے طالب ہیں کیا اس کے سوا لیں گے
بس ایک تمنا ہے اب دل میں قمر میرے | سب دنیا کہے مجھ کو سرکارؐ کا دیوانہ
دل نبیؐ کا راز داں ہوتا گیا | دور دل کا ہر گماں ہوتا گیا ۵۲۹؎

عابد نظامی ڈاکٹر خواجہ ''میانِ دو کریم'فیضانِ کرم: ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی کا یہ مجموعہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے سبحان اللہ و بحمدہ' میں حمدیں ہیں' جبکہ دوسرا حصہ 'عبدہ' ورسولہ'' نعتوں پر مشتمل ہے اور دوسرے حصے میں (۴۲) نعتیں ہیں اور سبھی غزل کی ہیئت میں کہی گئی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا عالم یہ ہے:

خدا کی ذات کا عرفاں انہی کو حاصل ہے | جو لوگ عظمتِ خیرالوریٰ سمجھتے ہیں ۵۳۰؎

قوافی اور ردائف کی ندرت قابلِ دید ہے۔ عابد نظامی کے مجموعہ ''فیضان کرم'' میں غزل کی ہیئت میں (۶۹) نعتیں ملتی ہیں۔ نمونہ کلام حاضر ہے۔

قلب' شاداں ہے سنہری جالیوں کے سامنے | روح فرحاں ہے سنہری جالیوں کے سامنے
مل رہا ہے گنبدِ خضرا کے سائے میں سکوں | راحتِ جاں ہے سنہری جالیوں کے سامنے
جگمگاتے ہیں سرِ مژگاں مسرت کے دیے | کیا چراغاں ہے سنہری جالیوں کے سامنے
آنکھ سے آنسو ہیں جاری' کپکپی ہونٹوں پہ ہے | جسم لرزاں ہے سنہری جالیوں کے سامنے ۵۳۱؎

ارشد (مولانا محمد ہارون الرشید ارشد): ان کے نعتیہ مجموعۂ کلام ''آبشار کرم'' میں (۸۷) غزلیہ نعتیں شامل ہیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ کیجئے:

آپ محبوبِ خدائے دو جہاں' خیرالبشرؐ | آپ خیرالانبیاء' خیرالزماں' خیرالبشر
آپ سرخیلِ گروہِ انبیاء ہیں اس لیے | آپ منزل' آپ میرِ کارواں' خیرالبشر
دہر میں بھی آپ کے دامن میں ملتی تھی پناہ | حشر میں بھی آپ ہوں گے سائباں خیرالبشر
اللہ اللہ ہر لقب ممنونِ ختم المرسلیں | نازِ ابراہیمؑ فخرِ خانداں' خیرالبشر
جس نے اک لمحہ غلامی کی ہے دل سے آپؐ کی | اس نے پالی ہے حیاتِ جاوداں خیرالبشر ۵۳۲؎

مولانا ارشد الہ آبادی کے بارے میں خالد بزمی سرآغاز میں لکھتے ہیں:

''مولانا محمد ہارون الرشید الہ آبادی اردو کے نامور شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے کلام میں فصاحت و بلاغت' سلاست' سادگی' روانی وغیرہ سب کچھ موجود ہے۔''۵۳۳؎

مولانا ارشد کی تین نعتیں غزل کی ہیئت میں ایسی ہیں کہ ساری ساری نعت بقید یک قافیہ ہیں۔ یہ ہیئت میں خاصے کی چیزیں ہیں۔ بہ قید یک قافیہ ''عقیدت'' درج ذیل ہے۔

درِ خواجہؒ پہ پھر اشعارِ مدحت لے کے آیا ہوں | میں خوش قسمت ہوں سوغاتِ عقیدت لے کے آیا ہوں
بہارِ زندگی' خوشبوے ایماں' موجِ روحِ دل | حضورِ خواجہ گلہائے عقیدت لے کے آیا ہوں
وہ آنسو ہوں کہ جس میں ہر سمندر ڈوب جاتا ہے | میں دل کی آنکھ میں اشکِ عقیدت لے کے آیا ہوں ۵۳۴؎

نصیر الدین نصیر' سید پیر گولڑہ شریف: پیر نصیر الدین کے نعتیہ مجموعہ ''دیں ہمہ اوست'' میں دیگر اصناف نعت کے ساتھ (۱۳۱) اردو نعتیہ غزلیات بھی شامل ہیں۔ نمونہ کلام درج ذیل ہے۔

دل کسی حال میں ایسا نہیں ہونے دیتا | بے نیاز شہِؐ بطحا نہیں ہونے دیتا
کرم ان کا مجھے رسوا نہیں ہونے دیتا | مجھ پہ غالب' غمِ دنیا نہیں ہونے دیتا
جو مدینے کی تجلی سے ہوا ہے حاصل | وہ تعلق مجھے تنہا نہیں ہونے دیتا ۵۳۵؎

محمد افتخار الحق ارقمؔ ڈاکٹر: ان کے مجموعہ میں کل (۳۷) نعتیں غزل کی ہیئت میں موجود ہیں۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔

دیکھیے کیا مرتبہ ہے آپؐ کا خود خدا مدحت سرا ہے آپؐ کا
اور کوئی راستہ سیدھا نہیں صرف سیدھا راستہ ہے آپؐ کا
کہکشاں گو ہم سفر ہے آپؐ کی ماہِ تاباں نقشِ پا ہے آپؐ کا ۵۳۶

حافظ مظہر الدین (بابِ جبریل): پیر محمد کرم شاہ الازہری ان کے متعلق رقم طراز ہیں:

''.........نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جتنی بڑی سعادت ہے اتنا ہی یہ مشکل کام ہے۔ جمالِ نبوت دلوں کو کھینچتا ہے اور ہیبت نبویؐ کے باعث آنکھ میں یہ ہمت نہیں کہ جی بھر کر نظارہ کر سکے۔ ایک طرف جلوہ ہائے جمال کی فراوانی ہے جو قلب و نظر کو حلقہ بگوش بنائے ہوئے ہے ادھر تجلیاتِ جلال کی لمعہ افشانی ہے جو بجلی بن کر کوندرہی ہے۔ عاشقِ مسکیں کے لئے نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن والا معاملہ ہے۔'' ۵۳۶۔ا

عموماً توحیدِ الوہیت اور سرکار کی تنقیصِ شان کے حوالے سے شعراء احتیاط کی باتیں کرتے ہیں۔ پیر صاحب نے ایک نیا پہلو مزید دکھایا ہے۔ اہم نعت گو ہیں۔ فنی طور پر بہت ہی باثروت ہیں۔ فکر و فن دونوں عروج پر ہیں۔ مضامین میں عشقِ رسولؐ بے حد زیادہ ہے۔ ایک عاشق کا دل شعر شعر میں دھڑکتا ہے۔ آمد بہت ہے۔ (اس کتاب کے دیباچے میں میاں اویس احمد مظہر نے امین راحت چغتائی کا اقتباس نوائے وقت سے دیا ہے۔

''حافظ مظہر الدین علیہ الرحمۃ جدید عہد کی اردو نعت کے بانی اور ایک صاحبِ منزل و مقام آشنا شاعر آج کی نعت میں خیال' اسلوب' بیان اور الفاظ کے انتخاب میں جو بھی نیا پن نظر آ رہا ہے وہ بلاشبہ حافظ صاحب کی عطا ہے۔'' ۵۳۶۔ب

نمونہ کلام یہ ہے:

ذرے ذرے میں ہے دل اے سارباں آہستہ چل یہ ہے راہِ سرورِ کون و مکاں آہستہ چل
اے حدی خواں اے امیر کارواں' آہستہ چل ہے شریکِ کارواں اک' خستہ جاں' آہستہ چل
ہے زمیں خاموش چپ ہے آسماں' آہستہ چل روبرو ہے روضۂ شاہِ جہاں' آہستہ چل
اس زمیں پر رات دن ہوتا ہے رحمت کا نزول یہ زمیں ہے بوسہ گاہِ قدسیاں آہستہ چل
ہر قدم اٹھے کمالِ احتیاط و ضبط سے تو ہے سوئے منزلِ طیبہ رواں' آہستہ چل ۵۳۷

''میزاب'' بھی حافظ مظہر الدین کا نعتیہ مجموعہ ہے۔

اس میں (۲۷) غزلیہ نعتیں ہیں۔ یہ حافظ مظہر کا آخری مجموعہ نعت ہے۔ ۵۳۸

حضرت شاہ نفیس الحسینی: پہلے ان کا نعتیہ مجموعہ ''گلہائے حسینی کے نام سے چھپا۔ بعد ازاں ''برگِ گل'' کے نام سے بے حد خوبصورت مجموعہ نعت سامنے آیا۔ اس میں شاہ صاحب کی (۱۵) نعتیں ہیں۔ ان کی یہ نعت بے حد مشہور ہوئی ہے۔

اے رسولِ امیں' خاتم المرسلیں تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق و یقیں' تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
اے براہیمی و ہاشمی خوش لقب' اے تو عالی نسب اے تو والا حسب
دودمانِ قریش کے درِ ثمیں' تجھ سا کوئی نہیں' تجھ سا کوئی نہیں
دستِ قدرت نے ایسا بنایا تجھے' جملہ اوصاف سے خود سجایا تجھے
اے ازل کے حسیں' اے ابد کے حسیں' تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
بزمِ کونین پہلے سجائی گئی' پھر تری ذات منظر پہ لائی گئی
سید الاولین' سید الآخریں' تجھ سا کوئی نہیں' تجھ سا کوئی نہیں
سدرۃ المنتہی رہگزر میں تری' قاب قوسین گردِ سفر میں تری
تو ہے حق کے قریں' حق ہے تیرے قریں' تجھ سا کوئی نہیں' تجھ سا کوئی نہیں ۵۳۹

حمید (زائرِ مدینہ حمید لکھنوی) ۱۹۲۰ء تا ۱۹۶۵ء) ''گلبانگِ حرم'' کے شاعر کو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اُن کے شہر کرم

مدینہ منورہ سے بے حد محبت ہے اور اُن کا کلام حضوری اور حاضری کی کیفیات کا دلکش بیان ہے۔ راجا رشید محمود نے ماہ نامہ عت میں انپر ایک خصوصی نمبر ''حمید لکھنوی کی نعت'' شائع کیا ہے۔ اس سے اُن کی ایک غزل کی ہئیت میں کہی گئی نعت کے یہ شعر بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں۔

دیکھے تو کوئی رحمتِ سلطانِ مدینہ ‌ ‌ میں اور درِ دولت سلطانِ مدینہ
فردوسِ نظر ' کعبۂ ارباب محبت ‌ ‌ ہے رشکِ ارم جنت سلطانِ مدینہ
بے چارہ حمید اپنی خطاؤں پہ خجل ہے ‌ ‌ دیکھ اے نگہِ رحمتِ سلطانِ مدینہ ۵۳۹؂

ا۔ د۔ نسیم: ''نسیم طیبہ'' میں شاعر نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے (۹۹) ناموں کی نسبت سے (۹۹) نعتیں شامل کی ہیں اور لطف کی بات ہے کہ سبھی غزلیں ہیں۔ نمونہ کے لئے ایک شعر درج ہے:

نبیؐ کے نور سے روشن ہیں زندگی کے چراغ ‌ ‌ نگاہِ عشق کے اور چشم آگہی کے چراغ ۵۴۰؂

ریاض حسین چودھری: ان کا خاص حوالہ نعت میں استغاثے کی جدید انداز کی پیشکش ہے۔ ان کی نعتیں گویا ملی شاعری کا حصہ ہیں۔ شدید حساسیت ان کے کلام کی پہچان ہے۔ پابند اور آزاد ہئیت میں شعر گوئی میں یکساں مہارت رکھتے ہیں۔ غزل کی ہئیت میں بھی خوبصورت اور دلکش نعتیں کہی ہیں۔

رزقِ ثناء...... بطور نمونہ ایک نعت کے یہ شعر دیکھئے، جس میں شاعر کا ملی احساس عروج پر ہے۔

جبینِ اُمت پہ لکھ دیا ہے' ہوا نے حرفِ زوال آقاؐ ‌ ‌ مدد مدد یا رسولِ برحق کرم کرم بے مثال آقاؐ
رہے گا کب تک غبارِ کشتِ مراد روشِ ہوائے غم پر ‌ ‌ گھٹا کے بھیگے ہوئے لبوں پر سلگ اُٹھا ہے سوال آقاؐ
ہم اپنا ماضی بھلا چکے ہیں' نقوش عظمت مٹا چکے ہیں ‌ ‌ اداس اُمت برہنہ سر ہے' ملے دعاؤں کی شال آقاؐ
ہتھیلیوں پر سروں کے سورج سجا کے نکلی ہیں میری نسلیں ‌ ‌ غلام زادوں کے اس وطن کی' ہو اَب تو عزت بحال آقاؐ ۵۴۰؂

متاعِ قلم......

قلم ذکرِ نبیؐ میں جب گل افشاں ہونے لگتا ہے ‌ ‌ حریمِ دیدۂ تر میں چراغاں ہونے لگتا ہے
کوئی زائر مدینے کا اگر رختِ سفر باندھے ‌ ‌ گدازِ ہجر پلکوں پرنمایاں ہونے لگتا ہے
چھڑے جب تذکرہ مضروبِ طائف کا سرِ مقتل ‌ ‌ مرے اندر کا کافر بھی مسلماں ہونے لگتا ہے
حدودِ وقت سے آگے ہیں روشن نقشِ پا اُنؐ کے ‌ ‌ تصور ہی سے جن کے دل فروزاں ہونے لگتا ہے ۵۴۰؂

سجاد سخن: سجاد سخن کے نعتیہ مجموعہ ''رنگ روشنی خوشبو'' میں (۲۶) نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں۔ ایک شعر نمونہ کے لیے درج ہے۔

سخن حسانؓ و جامی کی طرح مدحِ شہِ دیں میں ‌ ‌ ملے وہ فکر وہ پیرایۂ اظہار مجھ کو بھی ۵۴۱؂

نعیم صدیقی: مجلّہ ''سیارہ'' کی روحِ رواں 'اسلامی فکر کے داعی اور ناقابلِ فراموش نعت گو جن کا مجموعۂ نعت ''نور کی ندیاں رواں' محتاجِ تعارف نہیں۔ وہ جدید لہجہ' توانا آہنگ اور دینی سوچ کے نمائندہ شاعر ہیں۔ خدا نے انہیں فکری و فنی دسترس سے نوازا ہے۔ قصیدہ، غزل، نظم آزاد، غرضیکہ ہر انداز کے شعر کہنے میں کمال رکھتے ہیں۔ غزل کی ہئیت میں بھی انفرادی شان کی حامل نعت کہتے ہیں۔ پہلے ایک مختصر بحر میں ایک نعت کے کچھ شعر دیکھئے۔

اونچی اُنؐ کی ذات ‌ ‌ اُجلی اُنؐ کی بات
باتیں بھی پیغام ‌ ‌ نظریں بھی آیات
کیا جاں بخش کلام ‌ ‌ کیا دلکش عادات ۵۴۱؂

اب ایک لمبی بحر کے یہ شعر دیکھیے۔

اے نعت نگار ہنر مندو' کوئی ایسی زندہ نعت کہو' روحوں کے اندھیرے چھٹ جائیں' کوئی ایسی زندہ نعت کہو
پھر روحِ صداقت جاگ اُٹھے' رنگین منافق لفظوں کے' رشتے ہونٹوں سے کٹ جائیں' کوئی ایسی زندہ نعت کہو
افشا ہوں محمدؐ کے جلوے' اور گرد کے جو طوفاں اُٹھے ہیں' چار طرف وہ چھٹ جائیں' کوئی ایسی زندہ نعت کہو

احسان و وفا کی راہوں میں، جادو کے گڑھے جو کھودے ہیں باطل نے، وہ سارے کٹ جائیں، کوئی ایسی زندہ نعت کہو۵۴۱ب

ان کا مخصوص انفرادی رنگ دیکھنا ہو، تو یہ اشعار دیکھئے۔

ہے چہرہ چاند، ساری شخصیت ہے چاندنی آہا — گواہی دی نگاہوں نے تمہی یٰس تمہی طاہا
بصد پیرایہ ہر سوالعکاسِ حُسنِ کُل دیکھا — تکلم ہا، تبسم ہا، تجلی ہا، تماشا ہا
حضورِ پاکؐ شاہی کو مٹانے کیلئے آئے — ملے اذنِ تخاطب تو کہوں میں کس طرح ''شاہا''
مرے اعمال نامے سے بس اک نیکی یہی نکلی — کہ میں نے اُن کو پورے دل سے، پوری جان سے چاہا۵۴۱ج

حافظ (حافظ محمد حسین حافظ): ان کے اسلوب کی سلاست اور مضامین کی رفعت نے ان کے کلام کو ہر خاص و عام کے لیے دلچسپی کا حامل بنا دیا اور آپ کی نعتیں عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ازبر ہیں۔ آپ کے مجموعہ نعت ''سرکار کی گلی میں'' (۴۸) کے قریب نعتیہ غزلیات کے بہت سے اشعار ضرب المثل کی حد تک مشہور ہو چکے ہیں مثلاً

جاؤں گی بن کے جوگن سرکار کی گلی میں — واروں گی اپنا تن من سرکار کی گلی میں ۵۴۲
سرکار مدینہ کی کیا شان نرالی ہے — اک میں ہی نہیں ان کی سب دنیا سوالی ہے ۵۴۳

رفیع الدین ذکی:

''مہرِ فاراں'' میں ذکی کی (۰۷) نعتیں ایسی ہیں جو غزل کی ہیئت میں ہیں اور قافیے کے التزام میں کئی غزلوں نے اپنا بھرپور اظہار کیا ہے۔ کہتے ہیں:

رہے صبح و مسا ہونٹوں پہ نعتِ سید والا — ذکی! جب تک ہے دم میں دم زباں میں تابِ گویائی ۵۴۴

طویل بحر میں نعت کہنا رفیع الدین ذکی کو خاصا مرغوب ہے نعتیہ کتب میں موجود ایسی نعتیں جو غزل کی ہیئت میں ہیں، اگرچہ ان پر عنوانات دیے گئے ہیں مگر وہ اصل میں ان نعتوں کے ایک ایک مصرعے کو شہ سرخی بنایا گیا ہے وگرنہ اصل میں وہ غزل ہی کی ہیئت میں ہیں۔ جیسے ''فیضان'' میں سے ایک شعر ملاحظہ کیجئے:

بساطِ آرزو میں نے بھی اس در پر بچھالی ہے — وہ در، وہ در ہے جس در کی ہر اک دنیا سوالی ہے ۵۴۵

ریاض حسین زیدی، سید: ریاض دورِ جدید کے اہم نعت گو شاعر ہیں۔ ان کی کتاب ''ریاضِ مدحت'' میں (۸۸) نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں۔ بقول عاصی کرنالی:

> ''شاعر نے اپنے شعر سے فکر و فن کے تقاضے پورے کیے ہیں اور نہایت استعداد و لیاقت کے ساتھ اچھی نعتیں کہی ہیں۔ ان کے یہاں زبان و بیاں، لفظیات اور پیرائیہ اظہار کے محاسن اسی شعور کے آئینہ دار ہیں۔''۵۴۶

ریاض کی نعتیں تغزل کے ساتھ ساتھ عشقِ نبیؐ سے بھی لبریز ہیں:

یاں نیت اعمال کو ہے اذنِ حضوری — جو جھکتا گیا ہے، وہ ثمر بار ہوا ہے ۵۴۷
سرورِ نعت لے گیا حضور شہِ ریاض کو — زہے کرم کہ مٹ گیا ہے فرق ماہ و سال کا ۵۴۸

ان کے دوسرے نعتیہ مجموعے ''جمالِ سید لولاک'' میں (۴۷) نعتیں غزل کی ہیئت میں کہی گئی ہیں۔ اس مجموعے میں شاعر نے بعض غزلوں کی طوالت درجن بھر شعروں سے بھی زیادہ رکھی ہے، جس سے ان کے کلام میں بھرپور اظہار ملتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور عقیدت اس مجموعے میں بھی اپنا رنگ دکھاتی ہے۔

زبان ذکر نہ کیوں کر کرے محمدؐ کا — خدا کو پیارا ہے جو دم بھرے محمدؐ کا ۵۴۹
نعت گوئی سے بڑا فیض اٹھایا میں نے — مدحِ اصنام سے دامن کو چھڑایا میں نے ۵۵۰

فریدی (غلام فریدی): ''المعراج'' اس مجموعے میں (۱۸) نعتیہ غزلیں شامل ہیں۔ ایک غزل کا ایک شعر بطور مثال درج ہے۔

ہوں میں ثنا خوان ترا اور خدا بھی — لیکن ہے تیری نعت کا کب مجھ میں قرینہ ۵۵۱

ابومنیب محمد اصغر اعجاز: ''سراجِ منیر'' ابومنیب کے نعتیہ مجموعے میں (۳۷) نعتیہ غزلیں شامل ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ان کے شاعری کا خاص موضوع ہے۔

یہی آرزو ہے مدینے میں جاؤں — تیرا قرب اے شاہِ بطحا میں پاؤں ۵۵۲

رشید ہادی: رشید ہادی کے دو اردو نعتیہ مجموعے جمال مدینہ اور بہار گنبدِ خضرا ۲۰۰۱ء تک طبع ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کو ہادی اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے اور شاعری میں تلمیحات واستعارات کا استعمال بھی سادگی سے کرتے تھے تاکہ ان کی نعتیں ہر خاص و عام کو متاثر کر سکیں۔ بہار گنبدِ خضرا میں (۴۲) نعتیہ غزلیں شامل ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے:

ان کی یادیں بھی ایک نعمت ہیں — دل میں اک انجمن سجاتی ہیں
کملی والے کی نسبتیں واللہ — ذلتوں سے مجھے بچاتی ہیں ۵۵۳

منیر کمال: صبحِ صادق میں اگرچہ نعتوں پر عنوانات دیے گئے ہیں لیکن (۷۹) نعتیں غزل ہی کی ہیئت میں ہیں۔ رنگ شاعری ملاحظہ ہو:

دوریوں نے تو نگاہوں میں اندھیرے بھر دیے — زندگی بس ان کی چوکھٹ کے قریں اچھی لگی
اس جنونِ عشق میں سجدے کہاں اور ہم کہاں — ان کے روضے پر جو جا پہنچی جبیں اچھی لگی ۵۵۴

شاعر علی شاعر: ''صاحب خیر کثیر'' نوجوان نعت گو شاعر علی شاعر کے چار چھوٹے نعتیہ کتابچے 'حضورِ انور، دل ہے یا مدینہ، رحمتِ تمام، عقیدت' قبولِ عام حاصل کر چکے ہیں۔ ان کی کتاب صاحبِ خیر کثیر ان کا پہلا بڑا نعتیہ مجموعہ ہے۔ ایک شعر پیشِ خدمت ہے:

پیکر انوار کی مدحت کے چن چن کر گلاب — مغفرت کے واسطے میں لکھ رہا ہوں یہ کتاب ۵۵۵

احمد ندیم قاسمی: ''جمال'' ایک دعا (۱۹) نعتیہ غزلیات اور ایک نعتیہ نظم کی حامل یہ کتاب (۷۷) صفحات پر مشتمل ہے۔

یوں تو ہر دور مہکتی ہوئی نیندیں لایا — تیرا پیغام مگر خواب نہ بننے پایا
راحتِ جاں ترے خورشیدِ محبت کا طلوع — دھوپ کے روپ میں ہے ابرِ کرم کا سایہ ۵۵۶

سلیم گیلانی: ''سیدنا'' (۲۴۹) صفحات کے اس مجموعۂ نعت میں ایک حمد ایک نعتیہ کافی، تین قطعات اور (۹۲) نعتیں غزل کی صنف میں ہیں۔ ۵۵۷

ہر سانس حیاتِ اطہر کا تفسیرِ رضائے ربانی
سیرت سے تری انساں پہ کھلے قرآن کے در عرفان کے در
ہر حال میں بحرِ صدق و صفا، ہر رنگ میں مخزنِ جود و سخا
غربت میں بھی تو سائل پرور، عسرت میں بھی تو آسودہ نظر ۵۵۸

عزیز (ملک نصر اللہ خاں عزیز م ۱۹۷۶ء): ''کاروانِ شوق'' ان کا نعتیہ مجموعہ ہے۔ دو شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

تو پیکر جما ہے تو پیکر جلال — تجھ کو خدا نے بخشی ہے ہر ایک برتری
ممکن نہیں کہ تیری ثنا ہو سکے مگر — یہ قول تیری مدح میں ہے حرف آخری ۵۵۹

۵۵۹۔ گوہر ملسیانی، عصرِ حاضر کے نعت گو، صادق آباد، گوہر ادب

ان کے بارے میں گوہر ملسیانی نے لکھا ہے۔

''عزیز کا اُسلوب جاندار اور متاثر کن ہے۔ خلوص ومحبت کے اظہار میں بھی فن کو مجروح ہونے نہیں دیا۔ شعریت ہے اور مضامین کے اظہار میں خدمت ہے۔'' ۵۶۰

شہزاد مجددی

یہی میرا فریضہ ہے یہی میری عبادت ہے — میں اہلِ نعت میں سے ہوں، میسر یہ سعادت ہے ۵۶۱

کوکب (قاضی عبد النبی):

ابنِ آدم کا اعتبار ہیں آپؐ — بزمِ کونین کا وقت ہیں آپؐ ۵۶۲

طارق (عبد القیوم خاں طارق سلطان پوری)

کردار کی اخلاق کی عظمت تیری سیرت — مجموعۂ ہر خیرو سعادت تیری سیرت
مذکور ہے اس میں تری ایک ایک ادا ہے — قرآن سے ظاہر تری صورت تری سیرت ۵۶۳

نازماکپوری ''جرن سرن'': ''رہبرِ اعظمؐ'' ''حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منظوم سیرت ہے جو غزل کی ہیئت میں مختلف واقعات

پر مشتمل ہے۔ تعمیرِ کعبہ کے سلسلے میں کہی گئی غزلوں میں سے پہلی غزل کے دو شعر یہ ہیں:

دیوار کعبہ کی مرمت ہورہی تھی جس گھڑی — پیشِ نظر تفصیل تھی اس وقت سب چھوٹی بڑی
اک مختصر سی بات پر طوفان برپا ہوگیا — تھی سنگ اسود سے جڑی تکرار کی پہلی کڑی ۵۶۴؎

عزیز حاصلپوری ''جامِ نور'':

صاحبِ افسرِ زمیں، صدر نشینِ آسماں — بعثتِ پاک آپ کی وجہِ نمودِ دو جہاں ۵۶۵؎
ترا آستاں فخرِ کون و مکاں ہے — ترے آستاں کی زمیں آسماں ہے ۵۶۶؎

موسیٰ لودھیانوی، غلام مصطفیٰ: نعتیہ دیوانِ موسیٰ۔ کتاب میں ردیف وار نعتیہ غزلیات ہیں۔

گر کسی کو ہے طلب ایوانِ جنت کی تو ہو — یا محمدؐ! ہے ہمیں تو آپ کے در کی تلاش ۵۶۷؎

رضا امروہوی ''ایمان وایقاں'':

جلوۂ حسنِ پیمبرؐ سے سجائے رکھیے — دل کو آئینۂ محبوب بنائے رکھیے
جہل و باطل کے اندھیروں میں اجالے کے لیے — مشعلِ دینِ محمدؐ کو جلائے رکھیے ۵۶۸؎

ساجد اسدی ''ابوالفجر'':

ابوالفجر، پیامبرِ مغفرت: مخزنِ نعتِ مقبول۔ اس مجموعۂ نعت میں غالب کی تمام غزلوں پر نعتیں ہیں۔ پہلی دو نعتوں کے مطلعے یہ ہیں:

ہے درخشاں ایک پہلو یہ مری تقدیر کا — واسطہ ہے انؐ کی رحمت سے مری تقصیر کا ۵۶۹؎
اک نور تھا حضورؐ کا، ربِ ودود تھا — اس کائنات کا نہ کہیں جب وجود تھا ۵۷۰؎

رہبر چشتی، صوفی مسعود احمد ''رہبرِ رہبراں'':

مجموعۂ نعت صفحہ (۲۰) سے (۱۵۵) تک نعتیں ہیں جن میں پانچ نعتیں چھوڑ کر تمام اردو نعتیہ غزلیات ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے:

عالم نو بہار میں کوئی مجھے خوشی نہیں — آپ کے در سے دور ہوں، یہ کوئی زندگی نہیں
وہ تو کرم نواز ہیں، ان کا کرم تو عام ہے — میری طلب میں ہے کمی ان کے یہاں کمی نہیں ۵۷۱؎

''نبی الحرمین'' کتاب کے صفحہ (۴۳) سے آخر صفحہ (۱۶۰) تک دو نعتیہ نظموں اور ایک تضمین کے علاوہ تمام نعتیہ غزلیں ہیں۔ نمونہ یہ ہے۔

خدا نے مصطفیٰؐ کی نعت میں قرآں اتارا ہے — خلاصہ دیکھ کر پڑھ کر ذرا ہر ایک آیت کا ۵۷۲؎
اک سبق ہے اہلِ دل کے واسطے انؐ کی حیات — کس قدر محکم ہے دیکھو رنگِ عرفانِ رسولؐ ۵۷۳؎

خلیل صمدانی ''گلزارِ خلیل'': خلیل احمد خلیل صمدانی ایڈووکیٹ بیکانری، صاحبِ دیوان نعت گو شیخ محمد ابراہیم آزاد بیکانری کے بیٹے تھے۔ ان کے مجموعۂ کلام ''گلزارِ خلیل'' میں ایک حمد کے بعد صفحہ (۵۵) سے (۸۴) تک غزلیہ نعتیں ہیں۔ صفحہ (۸۵) سے (۱۴۴) تک غزلیں ہیں اور آخر (۱۹۲) تک نعت کا رنگ یہ ہے:

جو آیا حشر میں پلہ نظر دامانِ رحمت کا — اتر کر رہ گیا منہ یک بیک مہرِ قیامت کا
تری شانِ کرم نے گوہرِ یکتا اسے سمجھا — اگر ٹپکا کوئی قطرہ مرے اشکِ ندامت کا ۵۷۴؎

کشفی لکھنوی ''چراغِ حرم'': (۶۴) صفحات کے اس مجموعۂ نعت میں (۵۰) نعتیہ غزلیں ایک حمد اور تین نعتیہ قطعات ہیں۔ دو نعتوں سے نمونے کے اشعار درج ذیل ہیں:

دلِ ناداں نبیؐ کے نقشِ پا کی روشنی میں چل
تجھے مل جائے گی خود تیری منزل، کیوں پریشاں ہے
ہزاروں آندھیاں اٹھیں، ہزاروں انقلاب آئے
بہ فیضِ مصطفیٰ کشفی چراغِ دیں فروزاں ہے ۵۷۵؎

جو ہے یکتا وہی گوہرِ بے بہا ارضِ طیبہ کے سینے میں موجود ہے
جس کا ثانی نہیں دو جہاں میں کہیں، فضلِ رب سے مدینے میں موجود ہے
کفر کی آندھیوں کا نہیں ہم کو ڈر سیل و طوفاں کا ہم تک نہ ہوگا گزر
ناخدائے رسالت کا لطف و کرم جب ہمارے سفینے میں موجود ہے ۵۷۶؎

فضا کوثری: ''آیاتِ نورانی'' اس مختصر مجموعۂ نعت (۶۴) صفحات میں (۴۲) نعتیہ غزلیں ایک حمد، پانچ مناقب اور پانچ نعتیہ قطعات ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے:

انوار محمدؐ کی کرنیں دل اور نظر میں رقصاں ہیں — اطوارِ محمدؐ پر خود کو پابند شریعت کرتا ہوں ۵۷۷؎
اصحابؓ ذی وقار ہیں یوں زیبِ انجمن — تارے ہوں جیسے ماہِ درخشاں کے سامنے ۵۷۸؎

شاد قادری: گنجینۂ نعت و مناقب مجموعہ کلام میں (۳۴) نعتیہ غزلیں ہیں۔ نمونہ یہ ہے:

حیات و موت کی تفریق کیا عشقِ محمدؐ میں — وہی منزل بقا کی ہے، وہی منزل فنا کی ہے ۵۷۹؎
عمر فاروقؓ نے تو اس لیے چوما تھا صرف اس کو — رسول اللہ نے بوسہ لیا تھا سنگِ اسود کا ۵۸۰؎
انھی کے واسطے تخلیقِ دوعالم خدا نے کی — یہ پہلا باب ہے تاریخ میں ہر اک زمانے کی ۵۸۱؎

ظفر ہاشمی، پیرزادہ سید: ''آہنگِ ظفر'' اس مجموعہ کلام میں ایک حمد، ایک دعا اور چھے نعتیں بھی ہیں۔ ۵۸۲؎ نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں۔

گئے عرش پر جسم و جاں مصطفیٰؐ کے — وہاں ہیں قدم کے نشاں مصطفیٰؐ کے ۵۸۳؎

حسین سحر (تقدیس): مجموعے میں دو حمدیں، ایک آزاد نظم اور (۴۷) نعتیہ غزلیات ہیں۔ تین غزلوں کا ایک ایک شعر درج ذیل ہے:

جس کو عشق شہِ لولاک لما مل جائے — لازمی ہے کہ اسے قربِ خدا مل جائے ۵۸۴؎
اس رہ پہ اس کے نقشِ قدم ثبت ہیں جہاں — انسان کیا، ملک کا گزر بھی محال ہے ۵۸۵؎
آیا ہے ان کی یاد کا جھونکا جو ذہن میں — محسوس ہو رہا ہے کہ بادِ چمن چلی ۵۸۶؎

حسین سحر ''تجلی'': شاعر کا دینی شاعری کا یہ مجموعہ (۱۲۸) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں (۳۴) نعتیہ غزلیات ہیں۔ ایک غزل کے دو شعر بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں:

ہر سانس ہے تیری دلِ کونین کی دھڑکن — اسرارِ الٰہی کا ہے مخزن ترا سینہ
اعجاز ہے یہ رحمتِ عالمؐ کی نظر کا — کافور ہوئی تیرگی نخوت و کینہ ۵۸۷؎

حسین سحر ''سعادت'': اس مجموعے حمد و نعت میں (۴۳) غزلیہ نعتیں اور درود تاج کے ترجمے پر مشتمل ایک آزاد نعتیہ نظم ہے۔ نعتیہ غزلوں کا نمونہ یہ ہے:

آپؐ ہی کی بارشِ رحمت کا یہ اعجاز ہے — دشمنوں کے دل سے جو داغِ کدورت دھو گئی ۵۸۸؎
ہمارے علم نے تاریخ کا ہر صفحہ دیکھا ہے — یہ کہتی ہے ہماری آگہی، ان سا نہیں کوئی ۵۸۹؎

حسین سحر ''تنویر'': شاعر کے اس چوتھے مجموعہ نعت میں (۶) حمدیں اور (۳۷) نعتیہ غزلیات ہیں۔ آخر میں منقبت اور سلام کے عنوان سے (۱۳) منظومات ہیں۔ ایک نعتیہ غزل کے دو اشعار ہیں:

نہیں ہے میری زباں کو ضرورتِ الفاظ — کہ میری آنکھوں میں اظہار کی نمی ہے بہت
حضورؐ! ابرِ کرم سے ہمیں کریں سیراب — ہماری زیست میں احساسِ تشنگی ہے بہت ۵۹۰؎

راسخ عرفانی ''حدیث جاں'': اس کتاب میں صفحہ (۱۳) سے (۲۰) تک حمد اور حمد و نعت ہے اور صفحہ (۲۳) سے آخر صفحہ (۱۱۲) تک نعتیہ غزلیں ہیں۔ نمونہ یہ ہے:

نکھرے نکھرے ہیں عجب نعتِ رسالت کے حروف — گل مہک بن کے کتابوں میں بسے میں کیا کہا ۵۹۱؎
بے کیف بہاروں کا تصور ہی عجب تھا — ہر پھول تھا مجبور خزاں آپؐ سے پہلے ۵۹۲؎
قدسیوں کی چادریں کبھی خلوتِ معراج میں — بچھ گئیں پائے نبیؐ میں آسمانوں کی طرح ۵۹۳؎

راسخ عرفانی ''نسیم منیٰ'': اس مجموعۂ نعت میں چند حمدوں کے بعد ایک نظم ''درودِ مسعود'' ہے اور صفحہ (۲۷) سے (۱۱۲) تک نعتیہ غزلیات ہیں۔ حفیظ تائب نے ان کے متعلق لکھا کہ راسخ عرفانی کی نعت میں تاریخی اور عصری حوالے سے بڑی خوبصورتی سے در آتے ہیں ۵۹۴

دو غزلیہ اشعار یہ ہیں:

راہ تیرہ میں ضیاء ان کے نقوشِ پاکی — رہروِ عشق کو قندیل سفر ہوتی ہے ۵۹۵
یہ معجزہ کہ گھٹ کے بھی کافر کے ہاتھ میں — دی کھل کے کنکروں نے شہادت حضورؐ کی ۵۹۶

راسخ عرفانی ''نکہتِ حرا'': اس مجموعۂ نعت میں صفحہ (۱۱۷) سے (۱۲۶) تک نعتیہ غزلیں ہیں۔ آخر میں ''نعت کیا ہے؟'' کے عنوان سے ایک نظم ہے۔ ایک نعتیہ غزل کے دو شعر ہیں:

پیشِ نظر ہیں منظر اسرا کی رونقیں — چادر بچھی ہے نور کی پائے رسولؐ میں
قرنوں کا اضطراب تھا سینے میں جاگزیں — آخر ملا قرار ولائے رسولؐ میں ۵۹۷

راسخ عرفانی ''ارمغانِ حرم'': اس مجموعۂ نعت میں (۶) حمدوں کے بعد صفحہ (۲۵) سے (۹۰) تک نعتیں ہیں۔ جن میں سے ''شبِ معراج'' اور ایک ''نازو نیاز'' کے عنوان سے دو نعتیہ نظمیں ہیں۔ باقی سب غزل کی ہیئت میں ہیں۔

جس روز یہ بچھی تھی محمدؐ کی راہ میں — اس روز سے ہے پیار مجھے کہکشاں کے ساتھ ۵۹۸
درِ حضورؐ پہ پہنچوں تو ان کی نذر کروں — چمک رہے ہیں جو پلکوں پہ آبگینے سے ۵۹۹
برہنہ سر تھیں قبائل کی عزتیں راسخ — دریدہ حسن کی چادر تھی آپؐ سے پہلے ۶۰۰

اے آر چنگیز ریٹائرڈ جسٹس ''گلدستہ حمد و نعت'': اس کتاب میں صفحہ (۱۳) سے (۱۷۶) تک غزل کی ہیئت میں حمدیں نعتیں ہیں۔ آخر میں دیگر منظومات ہیں۔ کتاب میں حسن ترتیب بھی نہیں اور شاعری بھی اسقام سے پاک نہیں۔ ۶۰۱ نمونہ کلام یہ ہے:

ہوں نازاں ملی مجھ کو ایمان کی دولت — مجھے مل گیا آستانِ محمدؐ ۶۰۲
ہے تیری شہادت پہ یقیں شاہدِ اعظم — ایمان ہوا تیری گواہی سے ہی محکم ۶۰۳

الطاف احسانی، سید الطاف علی:

''نقوشِ عقیدت'' بڑے سائز کے اس نعتیہ دیوان صفحات (۱۶۰) میں چار حمدیں، مثنوی کی صورت میں ایک نظم ''عجزِ فکر و نظر'' اور غزل کی ہیئت میں صفحہ (۱۱۸) تک نعتیں ہیں۔ ۶۰۴

یوں مٹایا آپ نے آقا سنگِ اسود کا نفاق — دشمنوں کے دل پہ بھی گزری نہ کوئی بات شاق
یہ نہ تھا ممکن کہ کوئی لا سکے تابِ جلال — اک نظر میں گرد تھا شاہوں کا سارا طمطراق
ہے زمانے پر عیاں شق القمر کا معجزہ — گفتگو سرکارؐ کی مٹھی میں کرتے تھے سنگ ۶۰۵
مدحتِ خیرالبشرؐ سے مجھ کو ہر دم کام ہے — یہ ہے معمولِ سحر میرا، یہ شغلِ شام ہے
جھک رہی ہے روضۂ اطہر پہ اس کی بھی جبیں — معترف عظمت کا ان کی، چرخِ نیلی فام ہے ۶۰۶

مصنف ہذا کا ایک اور نعتیہ مجموعہ ''شعاعِ ایمان ہے'' یہ مولود شریف ہے۔ اس میں تمام نعتیں وہی ہیں جو اُن کے مجموعۂ نعت ''نقوشِ عقیدت'' میں موجود ہیں۔ صرف تین نعتیں ایسی ہیں جو ''نقوشِ عقیدت'' میں نہیں لیکن وہ غزل کی ہیئت میں نہیں اس لیے ان کا ذکر یہاں نہیں کیا جا رہا۔

شبیر بخاری ''سوزِ دروں'': اس مجموعۂ کلام میں (۳) حمدیں اور (۶) نعتیں ہیں۔ نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں۔

جبیں خم، چشم پرنم، ہر قدم لرزیدہ لرزیدہ — تری چوکھٹ پہ پہنچا ہے غلام آہستہ آہستہ
''ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر'' — درود آہستہ آہستہ، سلام آہستہ آہستہ ۶۰۷

طالب حسین طالب ''پھول حمد و نعت کے'': یہ مجموعۂ حمد و نعت بچوں کے لیے لکھا گیا ہے۔ صفحہ (۱۵) سے (۶۴) تک حمدیں اور پھر آخر (۹۶) تک نعتیں ہیں۔ تمام نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں۔

نبیؐ کا پیار دل میں جاگزیں ہے — مجھے آلام کی پروا نہیں ہے

زمانے کے چمن کا ہر نظارہ انھی کے دم قدم سے دلنشیں ہے ۲۰۸؎

حسن عسکری کاظمی ''سرورِ کائنات'':

کتاب میں (۲) حمدیں، (۴) نعتیہ نظمیں اور (۸۵) غزلیہ نعتیں ہیں۔

ان پر درود بھیجنا ہم سب پہ فرض ہے اس کی سند ملی ہمیں ام الکتاب سے

اتری ہے دل میں گنبدِ خضرا کی روشنی جیسے شعاع مہر ہو چشم حباب میں ۲۰۹؎

غلام جیلانی باصر، خواجہ ''گل ہائے عقیدت'': اس مختصر کتاب صفحات (۴۸) میں چند نعتیں مثنوی کی صورت میں اور (۵) نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں۔

پر تو حسنِ خدا ہے آپ کا حسن و جمال زلف ہے واللیل تو بدرالدجیٰ رخسار ہے ۲۱۰؎

صوفی تبسم، غلام مصطفیٰ ''سرشکِ تبسم'': اس مجموعۂ کلام میں ایک حمد اور (۱۲) نعتیں ہیں جن میں گیارہ غزل کی ہیئت میں ہیں۔

رخشندہ ترے حسن سے رخسارِ یقیں ہے تابندہ ترے عشق سے ایماں کی جبیں ہے ۲۱۱؎

اک آن میں طے مرحلۂ کون و مکاں تھا کیا تنگ تھی یہ وسعتِ دوراں ترے آگے ۲۱۲؎

علی اکبر سلیم، سید ''ثنائے حبیب'': (۶۳) صفحات کے اس مختصر مجموعے میں پانچ نعتیں غزل کی ہیئت میں بھی ہیں، مثنویاں زیادہ ہیں:

ہر اک گناہ گار کی امید ہیں حضورؐ ان کا اگر ہے کوئی تو سرکارؐ آپ ہیں

دشمن بھی تھے گواہ صداقت پہ آپ کی وہ جانتے تھے، صاحبِ کردار آپ ہیں ۲۱۳؎

آفتاب اسلام آغا ''نوائے ازل'': مجموعۂ نعت میں دو حمدوں، ایک حمدیہ قطعہ اور ایک نعتیہ نظم بعنوان ''شبِ معراج'' کے علاوہ صفحہ (۱۵) سے (۶۴) تک نعتیہ غزلیں ہیں۔

آپ ہیں یا خدا ہے رسولِ خدا! اور دنیا میں کوئی ہمارا نہیں
خود بتا دیجئے، کس کو آواز دیں، آپ جیسا تو کوئی سہارا نہیں ۲۱۴؎

آفتاب اسلام آغا ''نوائے ابد'': (۱۲۸) صفحات کے اس مجموعہ نعت میں صفحہ (۲۵) سے آخر تک (سوائے ایک پنجابی اور دو فارسی نعتوں کے) تمام اردو غزلیں ہیں۔

ہر چیز ان کے نورِ ازل سے ہے فیض یاب کون و مکاں میں ہیں وہی رخشندہ آفتاب ۲۱۵؎

مولانا غلام محمد ترنم: مولانا غلام محمد ترنم اور ان کا نعتیہ کلام (مرتب حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ) کتاب میں شاعر کے حالاتِ زندگی کے علاوہ ان کی ایک حمد اور (۱۷) نعتیں (غزل کی ہیئت میں) شامل ہیں۔

جلوہ ہر سمت ہے اے شمع تجلا تیرا مظہر نور خدا ہے رخِ زیبا تیرا

اس کے دامن سے مٹے داغ سیہ کاری کے جن نے بھی دیکھ لیا نقشِ کفِ پا تیرا ۲۱۶؎

انجم وزیر آبادی، محمد جان (مینائے کوثر): اس مجموعہ نعت میں (۹۵)، اردو نعتیں غزلیہ ہیئت میں ہے۔

ہر ذرہ مہِ کامل، ہر پھول گلستاں ہے خاکِ درِ طیبہ ہے یا گلشنِ رضواں ہے ۲۱۷؎

سکوں دل کو ملا یادِ نبیؐ میں اس قدر مجھ کو کہ میرے حق میں ہر کلفت مسرت ہوتی جاتی ہے ۲۱۸؎

ازہر درانی، اذکار ازہر خاں ''کشکول'': اس مجموعۂ حمد و نعت میں صفحہ (۷) سے (۴۸) تک حمدیں اور صفحہ (۴۹) سے (۸۰) تک نعتیہ غزلیں، (۳) قطعے اور (۵) نعتیہ فردیات ہیں۔ آخر میں ایک نعتیہ مثنوی ''جامی نامہ'' ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے:

پیکرِ اوصافِ دو عالم ہے صورت آپ کی رہبرِ اخلاقِ انسانی ہے سیرت آپ کی ۲۱۹؎

تھے سبھی کوہ و دمن، جن و ملائک معذور کوئی آسان نہ تھا صاحبِ قرآں ہونا ۲۲۰؎

اقبال صلاح الدین ''حدیث آشنا'': اس مجموعۂ نعت کے (۱۶۰) صفحات پر ایک حمد، (۲) آزاد نظمیں اور (۴۴) نعتیہ غزلیں ہیں۔

ہر بڑائی آپ کی نسبت سے پہچانی گئی عظمتوں کا راز پنہاں آپؐ کی عظمت میں ہے ۲۲۱؎

وہ جو کہتا ہے، معاذ اللہ، محمدؐ ہیں کہاں ہاں! اسے کہہ دو کہ مجھ سے آنکھ تو آکر ملا ۲۲؎۶

جعفر بلوچ (بیعت): (۱۲۰) صفحات کے اس مجموعۂ نعت میں تین حمدیں، (۵۰) نعتیں، (۹) نظمیں اور ایک نعتیہ قصیدہ ہے۔

زمانے بھر کو دیے ہیں دارین کے خزینے مرے نبی نے
مجھے بھی بخشے ہیں دین و دنیا، مرے نبیؐ نے مرے نبیؐ نے
جہاں تھے تشکیک و جہل و اوہام کے تعفن بھرے بسیرے
وہاں بسائے علوم و ایقان کے مدینے مرے نبیؐ نے ۲۳؎۶
حسنِ روایت کے ابلاغ کامل کی تدبیر یہ ہے
جو ہیں پاک نبیؐ کے پیرو، ہم ان کی تقلید کریں ۲۴؎۶

اکرم علی اختر ''کیف و سرور'': (۱۲۸) صفحات کی اس کتاب میں ایک دعا، (۲) حمدیں اور باقی نعتیہ غزلیات ہیں۔ نمونہ یہ ہے:

کنکر بھی مارتا ہے خدا ان کے ہاتھ سے ان کی رضا، خدا کی رضا ایک ہی تو ہے
ماخذ تو ایک ہی ہے کتاب و حدیث کا ان کا کہا خدا کا کہا، ایک ہی تو ہے ۲۵؎۶
باغ جنت میں سکونت، نار دوزخ سے نجات مومنو! مضمر مرے سرکارؐ کے اسوہ میں ہے ۲۶؎۶

اکرم علی اختر ''صہبائے نور'': (۸۰) صفحات کے اس مجموعۂ نعت میں دو حمدیں اور غزل کی ہیئت میں (۶۳) نعتیں ہیں۔

اخلاق میں بے مثل تو تخلیق میں یکتا نازاں ہے خدا خود اسی تخلیقِ حسیں پر ۲۷؎۶
کرنے لگا ہوں جب سے اطاعت حضورؐ کی تائیدِ ایزدی بھی مری ہم نوا بنی ۲۸؎۶

سخی کنجاہی ''حضوریوں کے رنگ'': (۱۲۸) صفحات کے اس مجموعۂ کلام میں صفحہ (۳۵) سے (۱۲۸) آخر تک غزل کی ہیئت میں نعتیں ہیں۔

آپ کی تقلید میں ہے سارے عالم کا بھلا ہر ادائے دل نشیں ہے غیر فانی آپ کی ۲۹؎۶
آگہی کے نور سے تو نے منور کردیا تیری رحمت نے مجھے پتھر سے گوہر کردیا ۳۰؎۶

ضیا نیّر ''سفرِ نور'': (۱۱۹) صفحات کے اس مجموعۂ نعت میں ایک حمد، ایک نعتیہ قصیدہ اور (۷۱) نعتیں (غزل کی ہیئت میں) ہیں۔

رکھے تھے قدم جس پر شہِ دنیا و دیںؐ نے وہ خاکِ حرم سجدہ گہِ اہلِ نظر ہے
اجرام سماوی بھی ہیں سرکارؐ کے تابع دیتا یہ خبر معجزۂ شقِ قمر ہے ۳۱؎۶

خالد بزمی، پروفیسر محمد یونس ''سنہری جالیوں کے سامنے'': (۱۳۶) صفحات کے اس مجموعے میں (۶) حمدیں، ایک مناجات، ''بلغ العلیٰ بکمالہٖ'' اور ''یا صاحب الجمال ویا سید البشر'' کے منظوم ترجمے کے علاوہ غزلیہ نعتیں ہیں۔

اگر میں جان نثار صاحبِ معراجؐ ہوجاتا مرے ہر کل سے بہتر پھر مرا ہر آج ہوجاتا
ولید و عتبہ و شیبہ کی قسمت میں نہ تھا ورنہ وہ بحرِ لطف ان کے حق میں بھی مواج ہوجاتا ۳۲؎۶

وجیہ السیما عرفانی، محمد ''میرے حضورؐ'': (۱۳۴) صفحات کے اس مجموعۂ نعت میں (۴۴) منظومات غزل کی ہیئت میں ہیں۔ کچھ دیگر ہیئتیں بھی موجود ہیں۔ (ایک نعتیہ غزل فارسی میں ہے)۔

آگہی کی منزلیں یا بے خودی کی نعمتیں جو بھی ہو، ہر حال میں ہو حسبِ ایمائے رسولؐ
اک جہانِ بے جہاں میں کیفِ نکہت، روحِ نور رحمتِ لا انتہا، حسنِ تجلائے رسولؐ ۳۳؎۶

شفیق الدین شارق ''نزول'': (۱۳۵) صفحات کی اس کتاب میں حمدوں، نعتیہ نظموں، رباعیات اور ہائیکو کے علاوہ (۵۸) نعتیہ غزلیات ہیں۔

محبوب رب الارض و سماوات بالصفات ان کے سوا ہے کون، بتائے کوئی مجھے
ان پر نثار کر نہ سکوں میں یہ جان و دل اس درجہ تو عزیز نہیں زندگی مجھے ۳۴؎۶

زکی کیفی، محمد ''کیفیات'': مجموعۂ کلام کے صفحہ (۴۱) سے (۶۲) تک نعتیں ہیں اور سب غزل کی ہیئت میں ہیں۔ آخر میں ''رہوانِ حجاز سے'' اور ''زائرین حرم'' دو نظمیں بھی ہیں۔ غزل کا نمونہ یہ ہے:

دعائیں پیغمبروں کو لوٹیں درِ خدا سے قبول ہوکر جہاں کو تھا انتظار جن کا وہ آئے آخر رسول ہوکر

یہی ہے حسرت، یہی تمنا کہ جان نکلے رہِ حرم میں | پسِ فنا بھی پھرا کروں میں دیارِ طیبہ کی دھول ہو کر ۲۳۵

خواتین کی نعت گوئی:

خواتین شاعرات نے بھی اپنے نعتیہ اشعار میں حبِ رسول کا ثبوت دیا ہے۔ مثنوی، قصائد، مسمط، ترکیب بند، ترجیع بند، مستزاد، غزل، رباعی، قطعہ وغیرہ کے ساتھ ساتھ جدید شعری ہیئتوں میں بھی خواتین کی لکھی ہوئی نعتیں ملتی ہیں۔ اس ذخیرے میں بھی سب سے زیادہ نعت غزل کی ہیئت میں کہی گئی ہے۔ مصادر کے طور پر شاعرات کے نعتیہ مجموعوں کے علاوہ درج ذیل کتب و جرائد سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ ''تذکرہ نعت گو شاعرات'' (مرتب) ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری۔ اس میں پچاس نعت گو شاعرات کی نعتیں ہیں۔ سیّدہ سردار بیگم اختر کے نعتیہ مجموعہ ''صحیفۂ درخشاں'' کی ایک نعت کے یہ دو شعر ڈاکٹر ابو سلمان نے نقل کئے ہیں۔

ہر اشک مرا گوہرِ تابندہ کی صورت | ہر سانس مری شعلۂ بیدرِ مدینہ
اے سیّدہ اے اخترِ بیدار خبردار | خدمت ہے بڑی خدمتِ دربارِ مدینہ ۲۳۶

۲۔ ''خواتین کی نعت گوئی'' (خصوصی شمارہ۔ ماہنامہ نعت لاہور۔ مدیر راجا رشید محمود) یہ نمبر جولائی ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا۔ اس میں ۲۲۹ نعت گو شاعرات کی نعتیں ہیں اور اکثر غزل کی ہیئت میں ہیں۔ راجا رشید محمود نے جس محنت شاقہ کا ثبوت دیا ہے اور مآخذ کی نشاندہی کی گئی وہ تحقیق کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اس میں پروین شاکر (۱۹۵۲ء تا ۱۹۹۴ء) نعت بھی درج ہے۔

سوادِ شہر مدینہ کے رو برو ہونا | ضروری ہوگیا آنکھوں کا باوضو ہونا
عجب طرح کسی صحرا نشیں کی یاد آئی | کہ چشمِ خشک مری، چاہے آبجو ہونا ۲۳۷

۳۔ خواتین کی نعتیہ شاعری، مرتبہ غوث میاں۔ اس میں ۲۲۴ نعت گو شاعرات کا نعتیہ کلام ہے۔ یہ ضخیم مجموعہ ۵۴۴ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ بطور نمونہ نوشی گیلانی کی نعت کے یہ شعر بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں۔

بہ احتیاطِ عقیدت بہ چشمِ تر کہنا | صبا حضور سے حالِ دل و نظر کہنا
حصارِ جبر میں ہوں اور یہاں سے بھی ہجرت | میں جانتی ہوں کہ ممکن نہیں مگر کہنا
میں خاکِ شہرِ مدینہ پہن کے جب نکلوں | تو مجھ سے بڑھ کے کوئی ہوگا معتبر کہنا؟
یہ عرض کرنا کہ آقا مری بھی سن لیجئے | بجز تمہارے نہیں کوئی چارہ گر کہنا ۲۳۸

غیر مسلم شعراء کی نعت گوئی:

فرمانِ خداوندی ''ورفعنا لک ذکرک'' کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلمان شعراء نے بھی ختمی مرتبت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عقیدت کے نذرانے پیش کیے ہیں۔ اگر غیر مسلم شعرائے کرام کی نعتوں پر ایک سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو اس وسیع ذخیرے میں بھی سب سے زیادہ نعتیں غزل کی ہیئت میں کہی ہوئی ملیں گی۔ درج ذیل کتب و رسائل سے اس حقیقت کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔

۱۔ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، مرتبہ فانی بدایونی:

۱۶۸ صفحات پر مشتمل اس مجموعہ نعت سے بطور نمونہ منشی پیارے لال رونق دہلوی کی ایک نعت کے تین شعر درج ذیل ہیں۔

تو ہے محبوب، خدا چاہنے والا تیرا | مرتبہ سارے رسولوں میں ہے بالا تیرا
نور سے تیرے منوّر ہوئے دونوں عالم | نظر آتا ہے ہر اک سمت اُجالا تیرا
گرمیِ شوقِ مدینہ سے تو ہاں بسم اللہ | جانِ بیتاب ہوا، دیس نکالا تیرا ۲۳۹

۲۔ اذانِ بتکدہ، مرتبہ ظفر برادرس:

۶۴ صفحات پر مشتمل اس مجموعے میں بھی صرف ہندو شعراء کا نعتیہ کلام جمع کیا گیا ہے۔ اس میں سے مہاراجہ سرکشن پرشاد شاد کی ایک نعت کے تین اشعار ملاحظہ کیجئے۔

بلوائیں مجھے شاد جو سلطانِ مدینہ | جاتے ہی میں ہو جاؤں گا قربانِ مدینہ

وہ گھر ہے خدا کا تو یہ محبوبِ خدا ہیں	کعبہ سے بھی اعلیٰ نہ ہو کیوں شانِ مدینہ
لے جاؤں گا میں ساتھ فقط عشقِ محمدؐ	تحفہ ہے مرے پاس یہ شایانِ مدینہ
کافر ہوں کہ مومن ہوں خدا جانے میں کیا ہوں	پر بندہ ہوں اُن کا جو ہیں سلطانِ مدینہ ۶۴۰

۳۔ ماہنامہ نعت لاہور۔ غیر مسلموں کی نعت نمبر:

راجا رشید محمود نے بڑی محنت سے غیر مسلموں کی نعت پر نمبر نکالے۔

۱۔ غیر مسلموں کی نعت' ماہ نامہ نعت لاہور' حصہ اوّل۔ ۶۴۱

۲۔ غیر مسلموں کی نعت' ماہ نامہ نعت لاہور' حصہ دوم۔ ۶۴۲

۳۔ غیر مسلموں کی نعت' ماہ نامہ نعت لاہور' حصہ سوم۔ ۶۴۳

۴۔ غیر مسلموں کی نعت' ماہ نامہ نعت لاہور' حصہ چہارم۔ ۶۴۴

مندرجہ بالا خصوصی نمبروں میں ۶۹ غیر مسلم شعراٗ کی ۱۳۱ نعتیں شائع کی گئی ہیں۔ دیگر مضامین و مقالات کے علاوہ بعض غیر مسلم شعراء کے دواوین و مجموعہ ہائے نعت کا بھرپور تعارف بھی پیش کیا گیا ہے۔

ماہنامہ نعت لاہور ہی نے ایک خصوصی اشاعت ''غیر مسلموں کی نعت گوئی'' کے نام سے نومبر ۱۹۹۵ء میں پیش کی۔ اس میں پہلی مرتبہ ۲۱۶ غیر مسلم شعراٗ کا نعتیہ کلام دیا گیا۔ ان میں ہندوؤں کے علاوہ سکھ' عیسائی' اور مرزائی شعراٗ بھی شامل ہیں۔ بطور نمونہ کالکا پرشاد کے یہ دو شعر دیکھئے' جو لافانی شہرت رکھتے ہیں۔

چاند سورج کو کوئی ہاتھوں پہ میرے لا دے	کونین کی دولت مرے دامن میں چھپا دے
پھر کالکا پرشاد سے پوچھے کہ وہ کیا لے	نعلینِ محمدؐ کو وہ آنکھوں سے لگادے ۶۴۵

اس ضمن میں راجا رشید محمود کی محنت شاقہ کی داد نہ دینا' بخل ہوگا' اُنہوں نے یہ نمبر تحقیقی تقاضوں کے عین مطابق نکالے ہیں۔ حوالہ جات و حواشی کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۴۔ بہر زماں' بہر زباں مرتبہ نور احمد میرٹھی:

اس میں ۳۳۶ غیر مسلم شعراء کا نعتیہ کلام دیا گیا ہے۔ یہ مجموعہ ۹۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ مرتب نے حوالہ جات بہم پہنچائے ہیں۔ اس مجموعہ سے پنڈت رگھوناتھ سہائے کی نعت کے یہ شعر ملاحظہ کیجئے:

زمانہ ہے زیرِ پناہ محمدؐ	ہے ارض و سما بارگاہِ محمدؐ
شعورِ بشر جلوہ گاہِ محمدؐ	خرد کی ہے معراج راہِ محمدؐ
وہاں پھوٹ نکلا ہے رحمت کا چشمہ	جہاں پڑ گئی ہے نگاہِ محمدؐ ۶۴۶

مندرجہ بالا مصادر و مراجع کے علاوہ بھی کچھ کتب (جیسے ''ہندو شعراٗ کا نذرانۂ عقیدت'' مرتبہ و شائع کردہ مکتبہ رضائے مصطفیٰؐ گوجرانوالہ) اور کچھ مضامین جیسے ''اعترافِ عظمت'' از خالد بزمی (مشمولہ شام و سحر نمبر ۱) ''غیر مسلم شعراء کی اُردو نعت'' از آفتاب نقوی (مشمولہ سلسبیل: سیرتِ مصطفیٰؐ نمبر ۱۹۸۱ء وغیرہ) میں بھی اس حوالے سے مواد شائع ہوا ہے۔ جہاں تک غیر مسلم شعراء کی نعتوں کے مجموعوں کا تعلق ہے، بطور نمونہ محض ایک مجموعہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

''ہندو کی نعت'' یہ چودھری دلورام کوثری کا نعتیہ مجموعہ ہے جسے خواجہ حسن نظامی نے ۱۹۳۷ء میں شائع کیا۔ ۳۲ صفحات پر مشتمل اس مجموعے میں بیس سے زیادہ نعتیں غزل کی ہیئت میں کہی گئی ہیں۔ ایک نعت کے یہ شعر بطور نمونہ ملاحظہ کیجئے۔

کوثری تنہا نہیں ہے مصطفیٰؐ کے ساتھ ہے	جو نبیؐ کے ساتھ ہے کبریا کے ساتھ ہے
کس لیے پھر درپے آزار ہیں اشرارِ قوم	اس کا کیا کر لیں گے جو خیرالوریٰ کے ساتھ ہے
رحمۃ للعٰلمین کے حشر میں معنے کھلے	خلق ساری شافعِ روزِ جزا کے ساتھ ہے
لے کے دلّو رام کو حضرت گئے جنّت میں جب	غُل ہوا ہندو بھی محبوبِ خدا کے ساتھ ہے ۶۴۷

یہاں اس حقیقت کا اظہار بے جا نہ ہوگا کہ محترم دلورام کوثری نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ ان کے نعتیہ مجموعے ''ہندو کی نعت'' کے تیسرے

ایڈیشن ۱۹۳۷ء کے دیباچے میں خواجہ حسن نظامی نے لکھا ہے:

''افسوس کہ چودھری صاحب کا انتقال ہوگیا' وہ مرنے سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے اور اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے وفات پائی۔'' ۶۴۸

''ہندو کی نعت'' کا تیسرے ایڈیشن کا جو نسخہ' پنجاب یونیورسٹی لاہور کے حکیم محمد موسیٰ کولیکشن (ذخیرہ حکیم موسیٰ امرتسری' نمبر ۵۰۵۴) میں محفوظ ہے' اس کے سرورق پر محقق عصر حضرت حکیم موسیٰ امرتسری کا یہ قلمی نوٹ درج ہے۔

''دتو رام کوثری مسلمان ہو گئے تھے' اور اپنا نام کوثر علی کوثری کر لیا تھا۔ لاہور میں فوت ہو کر میانی صاحب کے گورستان میں دفن ہوئے تھے' رحمۃ اللہ تعالیٰ'' (یہ نوٹ ۱۴ دسمبر ۱۹۹۳ء کا محررہ ہے)

مندرجہ ذیل مجموعۂ ہائے نعت میں اکثر نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں:

سکندر لکھنوی' گلستانِ ثنا (کل صفحات ۳۰۴) ۶۴۹
صدیق فتح پوری' اظہارِ عقیدت (کل صفحات ۱۷۶) ۶۵۰
آفتاب کریمی' آنکھ بنی کشکول (کل صفحات ۱۴۸) ۶۵۱
جمیل عظیم آبادی' وحدت و مدحت (کل صفحات ۲۲۴) ۶۵۲
محمد اسلم میتلا' محفلِ سرکارؐ (کل صفحات ۸۰) ۶۵۳
واحد لدھیانوی' واحد ظہیر (کل صفحات ۶۴) ۶۵۴
نشاط واسطی' نشاطِ سخن (کل صفحات ۱۸۱) ۶۵۵
غنی دہلوی' نسیم حجاز (کل صفحات ۲۴۰) ۶۵۶
ندیم نیازی عیسیٰ خیلوی' وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین (کل صفحات ۱۲۸) ۶۵۷
صابر کوثر' حرا کا چاند (کل صفحات ۱۱۲) ۶۵۸
اختر ہوشیار پوری' برگِ سبز (کل صفحات ۱۶۴) ۶۵۹
ضامن حسنی' ضامنِ حقیقت (کل صفحات ۱۵۲) ۶۶۰
ضیاء الحسن ضیاء' ضیائے مصطفیٰؐ (کل صفحات ۱۸۲) ۶۶۱
خورشید فاطمہ تجمیع' جانِ کون و مکاں (کل صفحات ۶۸) ۶۶۲
ہاشم ضیائی بدایونی' ہاشم رضا خاں' خلوت ہاشم (کل صفحات ۱۱۲) ۶۶۳
نظیر شاہجہان پوری' ارم در ارم (کل صفحات ۲۹۵) ۶۶۴
نیر اسعدی' نعت ہی نعت (کل صفحات ۲۰۰) ۶۶۵
نور علی شکوری' پیرزادہ' حرفِ تمنا (کل صفحات ۱۲۶) ۶۶۶
ریحانہ تبسم فاضلی' خطیب الامم (کل صفحات ۱۲۸) ۶۶۷
محمد احمد شاد' بابِ رحمت (کل صفحات ۲۲۲) ۶۶۸
گوہر ہوشیار پوری' آرزو حضوری کی (کل صفحات ۲۴۳) ۶۶۹
خورشید ایلچپوری' خورشیدِ رسالت (کل صفحات ۹۰) ۶۷۰
اصغر علی شاہ' سید' پیامبرِ فجر (کل صفحات ۱۴۴) ۶۷۱
لیث قریشی' تاباں تاباں (کل صفحات ۱۸۶) ۶۷۲
نور صابری' صبحِ نور (کل صفحات ۲۴۰) ۶۷۳
رشید میواتی' عقیدتوں کی مہک (کل صفحات ۱۱۲) ۶۷۴
گہر اعظمی' انصار الحق قریشی' حضورؐ میرے (کل صفحات ۲۷۲) ۶۷۵

خادمی اجمیری' نکہت و نور (کل صفحات ۱۸۰) ۶۷۶۔

محمد عباس اثر' اثر ریز (کل صفحات ۲۲۸) ۶۷۷۔

رابعہ نہاں' سیدہ' نور جھروکے (کل صفحات ۱۲۰) ۶۷۸۔

قمر حجازی' نوید سحر (کل صفحات ۱۹۲) ۶۷۹۔

صابر کاسگنجوی' محمد ایوب قریشی' قندیلِ نور (کل صفحات ۱۲۸) ۶۸۰۔

احمد حسین قریشی قلعہ داری' ڈاکٹر' حمد و نعت (کل صفحات ۳۲۰) ۶۸۱۔

حافظ بصیر پوری' افقِ شام (کل صفحات ۲۰۳) ۶۸۲۔

عابد بریلوی' جشنِ آمدِ رسولؐ (کل صفحات ۲۰۸) ۶۸۳۔

رضاء اللہ حیدر' مدینہ یاد آتا ہے (کل صفحات ۱۷۳) ۶۸۴۔

طور نورانی' چراغ طور (کل صفحات ۸۸) ۶۸۵۔

صدیق ظفر' شیخ' جمال حرف (کل صفحات ۲۸۷) ۶۸۶۔

نورین طلعت عروبہ' حاضری (کل صفحات ۱۶۰) ۶۸۷۔

صدرالدین انصاری' حاصلِ حیات (کل صفحات ۲۰۷) ۶۸۸۔

محمد سعید فضل کریم' ڈاکٹر' ممدوحِ کردگار (کل صفحات ۱۲۸) ۶۸۹۔

عبدالغنی تائب' "ارمغانِ نیاز" (کل صفحات ۱۴۴) ۶۹۰۔

عزیز صابری (اب عزیز احسن) جواہر النعت (کل صفحات ۲۴۰) ۶۹۱۔

اخلاق عاطف' جانِ رحمت (کل صفحات ۲۳۲) ۶۹۲۔

مرتضیٰ اشعر' محمدؐ (کل صفحات ۹۶) ۶۹۳۔

عبدالرؤف صدیقی' خزینۂ نعت (کل صفحات ۲۳۶) ۶۹۴۔

بزمِ ادب (مرتب)' رحمتِ تمامؐ (کل صفحات ۱۷۳) ۶۹۵۔

حفیظ تائب (مدیر) گلِ چیدہ (۱) (کل صفحات ۶۴) ۶۹۶۔

رئیس احمد' حریمِ نعت (کل صفحات ۲۲۴) ۶۹۷۔

حبیب اللہ حبیب و دیگر' انوارِ حرم (۴'۵'۶) (کل صفحات ۲۶۱) ۶۹۸۔

ادارہ مجلسِ احباب ملت' انوارِ حرم (۷ تا ۱۰) (کل صفحات ۲۶۰) ۶۹۹۔

ادارہ مجلسِ احباب ملت' انوارِ حرم (۱۱ تا ۱۴) (کل صفحات ۴۰۷) ۷۰۰۔

ادارہ مجلسِ احباب ملت' انوارِ حرم (۱۵) (کل صفحات ۳۳۵) ۷۰۱۔

محمد حسین صادق' نعتیہ کلام (کل صفحات ۹۲) ۷۰۲۔

فقیر چشتی' محمد افتخار ولی خاں پیلی بھیتی' مشاعرہ (کل صفحات ۱۰) ۷۰۳۔

احمد مستقیم' خواجۂ الھادیٔ منیر (کل صفحات ۱۲۸) ۷۰۴۔

یوسف مثالی' درود ان' سلام ان پر (کل صفحات ۲۰۸) ۷۰۵۔

رفیق احمد کلام رضوی' گلدستہ (کل صفحات ۱۹۶) ۷۰۶۔

انیس احمد نوری' مجموعۂ نعت' حصہ اول (کل صفحات ۳۵۴) ۷۰۷۔

انیس احمد نوری' مجموعۂ نعت' حصہ دوم (کل صفحات ۲۵۶) ۷۰۸۔

محمد عثمان پیرزادہ' سید' مجموعۂ نعت (کل صفحات ۲۱۵) ۷۰۹۔

یامین وارثی' شانِ مصطفیؐ (کل صفحات ۱۱۶) ۷۱۰۔

شکیل مصطفیٰ اعوان، نخلستان	(کل صفحات ۱۹۲)	۱۱ے
ریاض ندیم نیازی، میرے آقا میرے حضورؐ	(کل صفحات ۱۳۹)	۱۲ے
فاروق احمد ملک ایوانِ نعت (۲)	(کل صفحات ۶۴)	۱۳ے
فاروق احمد ملک ایوانِ نعت (۳)	(کل صفحات ۱۱۲)	۱۴ے
فاروق احمد ملک ایوانِ نعت (۴)	(کل صفحات ۱۱۲)	۱۵ے
مشتاق علوی، نعت وسلام	(کل صفحات ۸۰)	۱۶ے
شہزاد احمد، نوائے نعت (جیبی سائز)	(کل صفحات ۹۶)	۱۷ے
محبت خان بنگش، شانِ محمدؐ (بڑا سائز)	(کل صفحات ۷۶)	۱۸ے
راحت علی رحمانی، سیدِ نورِ کائنات	(کل صفحات ۱۶۰)	۱۹ے
حامد رضا خاں، محمد مدحت	(کل صفحات ۵۶)	۲۰ے
محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، گلدستہ	(کل صفحات ۶۴)	۲۱ے
شفیق طارق، صلوٰۃ وسلام	(کل صفحات ۱۰۴)	۲۲ے
نذر صابری، گلدستہ	(کل صفحات ۳۰)	۲۳ے
گل بخشالوی، دربارِ رسالت	(کل صفحات ۱۳۴)	۲۴ے
قمر وارثی، اختر لکھنوی، خوشبو سے آسمان تک	(کل صفحات ۲۵۶)	۲۵ے
قمر وارثی، جلوے حیات آراستہ	(کل صفحات ۲۸۸)	۲۶ے
قمر وارثی، آب وتابِ رنگ ونور	(کل صفحات ۳۰۴)	۲۷ے
قمر وارثی، جمال اندر جمال	(کل صفحات ۳۰۴)	۲۸ے
قمر وارثی، مہکا مہکا حرف حرف	(کل صفحات ۳۲۰)	۲۹ے
قمر وارثی، روشن گلیاں جھلمل کوچے	(کل صفحات ۳۵۲)	۳۰ے
قمر وارثی، کرم عطا شرف نصیب	(کل صفحات ۳۵۲)	۳۱ے
قمر وارثی، وابستگی	(کل صفحات ۳۰۴)	۳۲ے
قمر وارثی، رفعتیں	(کل صفحات ۳۳۶)	۳۳ے
قمر وارثی، منزلِ آگہی	(کل صفحات ۲۵۶)	۳۴ے
قمر وارثی، تجلیاں	(کل صفحات ۳۶۸)	۳۵ے
قمر وارثی، آپ سراپا نور	(کل صفحات ۳۶۴)	۳۶ے

نعت کے قریباً ہر شاعر نے غزل کی ہیئت میں اپنے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت وتوصیف کی ہے اور نعت کے ہر مجموعے میں اس صنف میں کہی گئی کاوشیں ملتی ہیں:

راغب مراد آبادی، بدر الدجیٰؐ	(کل صفحات ۲۰۸)	۳۷ے
نور سہانپوری، باغِ کلام نور	(کل صفحات ۱۶۲)	۳۸ے
بشیر احمد بشیر، بات تری ورق ورق	(ص ۴۵ تا ۶۳ نعتیہ غزلیں، کل ص ۱۹۰)	۳۹ے
بشیر احمد بشیر، رحتِ نوا	(کل پانچ نعتیں ہیں)	۴۰ے
شمس منیری، گلبانگ	(ص ۲۲۳ تا ۲۳۸ تک نعتیہ غزلیات ہیں)	۴۱ے
سراج آغائی، سراج الدین، کلام سراج	(ص ۵ تا ۲۶ نعتیں ہیں زیادہ نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں)	۴۲ے
محمد قاسم حسین ہاشمی، بہشتی چراغ	(کل صفحات ۱۹۱)	۴۳ے

حمید الدین احمد حمید' سید' میلاد مطہر (دس نعتیہ غزلیں بھی شامل ہیں) ۴۴ے

حافظ جونپوری شیخ اسماعیل' حافظ الاسلام (حصہ دوم) (کل صفحات ۹۶) ۴۵ے

نجم بریلوی' حافظ نجم الدین' شمعِ نجم (کل صفحات ۱۶) ۴۶ے

ادیب رائے پوری' اس قدم کے نشاں ۴۷ے

ادیب رائے پوری' تصویر کمال محبت ۴۸ے

ادیب رائے پوری' مقصود کائنات مرتبہ شہزاد احمد ۴۹ے

عاصم احمد' النور والمنیر ۵۰ے

احمد ظفر' صفات ۵۱ے

عارف سیمابی' عرفانیات ۵۲ے

صدر انصاری' صدر الدین' حاصل نعت ۵۳ے

صبا متھراوی' مصدر الہام (کل صفحات ۱۶۲) ۵۴ے

آباد پیلی بھیتی' میخانہ تصور (کل صفحات ۱۶۲) ۵۵ے

سعادت حسین خاں وارثی شیدا' نعتِ حبیبؐ (کل صفحات ۱۶۲) ۵۶ے

اسرار عارفی' ہادیٔ برحقؐ (کل صفحات ۱۶۲) ۵۷ے

امیر الاسلام شرقی' خواب رفتہ (غزل کی ہیئت میں ۴۲ نعتیں ہیں) ۵۸ے

برق اجمیری' افکار برق ۵۹ے

فیاض احمد کاوش' نور و نکہت (کل صفحات ۱۶۰) ۶۰ے

مسعود رضا خاکی' ڈاکٹر' معراجِ سخن (مرتب) حسن سلطانی کاظمی) (کل صفحات ۱۰۸) ۶۱ے

ادب سیمابی' شاخِ طوبیٰ (کل صفحات ۱۱۲) ۶۲ے

نیر حامدی' نعتِ نیر (کل صفحات ۴۸) ۶۳ے

منظور حسین منظور' ارمغانِ عقیدت (کل صفحات ۱۱۲) ۶۴ے

جمیل نظر' ایقان (کل صفحات ۱۴۸) ۶۵ے

غالب عرفان' م صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کل صفحات ۶۵) ۶۶ے

اختر لکھنوی' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کل صفحات ۱۱۲) ۶۷ے

بدر ساگری' القلم (کل صفحات ۱۱۲) ۶۸ے

شیر افگن جوہر' سائبانِ رحمت (کل صفحات ۱۷۳) ۶۹ے

سہیل اختر' قوس عقیدت (کل صفحات ۱۶۰) ۷۰ے

طیب قریشی اشرفی دہلوی' جانِ ایمان (کل صفحات ۱۹۲) ۷۱ے

کمال الدین شیدا' مرزا' ارمغان شیدا (کل صفحات ۱۶۰) ۷۲ے

ایاز صدیقی' ثنائے محمدؐ (کل صفحات ۱۱۲) ۷۳ے

اصغر سودائی' شہِ دوسرا (کل صفحات ۱۸۱) ۷۴ے

غزل کی ہیئت میں ایک شاعر: ایک نعت ''نعت ھی نعت'' کے زیرِ عنوان ماہنامہ نعت لاہور کے اب تک تیرہ شمارے مرتب کیے جا چکے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ ہر شاعر کی ایک ایک نعت جمع ہو جائے۔ اس طرح شعراء نعت کا ایک انسائیکلو پیڈیا مرتب ہو جائے گا۔ کوشش کی جارہی ہے کہ نعت کے تمام اہم شاعر جمع ہو جائیں اور کسی نعت گو کی ایک سے زیادہ نعت اس میں نہ آئے۔

تیرہ حصوں میں (۹۸۲) شعراء کرام کی ایک ایک نعت ''نعت ہی نعت'' میں شائع ہوئی ہے اور ابھی یہ سلسلہ بھی جاری ہے۔ نعت ہی نعت حصہ اول تا

سیزدہم (اکتوبر۱۹۹۳ء فروری اکتوبر۱۹۹۴ء مارچ ستمبر ۱۹۹۵ء فروری ۱۹۹۶ء اپریل دسمبر ۱۹۹۸ء اکتوبر۱۹۹۹ء اگست ۲۰۰۰ء اور ستمبر۲۰۰۱ء) میں غزل کی ہیئت میں جن شعراء کرام کی ایک ایک نعت شائع ہو چکی ہے ان کے اسماء گرامی باعتبار حروف تہجی درج ذیل ہیں:

آبرو (شعیب آبرو فیض آبادی) شعیب آبرو فیض آبادی' آثم فردوسی' اعزاز احمد آذر' آرزو اشرفی' آرزو جے پوری' انور حسین آرزو لکھنوی' سادھو رام آرزو' ابوالکلام آزاد' پنڈت جگن ناتھ آزاد' آزاد بیکانیری' محمد حسین آسی' آسی خانپوری' آفتاب اسلام آغا' محمد منصور آفاق' آفاق صدیقی' سید آل احمد رضوی' آہ امیٹھوی۔ ابرار کرتپوری' ابصار عبدالعلی' خواجہ عبدالسمیع پال اثر صہبائی' میرزا جعفر علی اثر لکھنوی' اثر لودھیانوی' بوا سنگھ اثیم' امان اللہ اجمل جنڈیالوی' مفتی اجمل سنبھلی' احسان الحق فارق' احسان رانا' جاوید احسن' حفیظ الرحمٰن احسن' حفیظ الرحمان احسن' حکیم شریف احسن' منظور احسن عباسی' سید محمد مرغوب اختر الحامدی' اختر انصاری اکبرآبادی' شوری لال اختر امرتسری' اختر پٹھانکوٹی' اختر پرتاب گڑھی' اختر حیدرآبادی' اختر سعیدی' سلیم اختر فارانی' اختر لکھنوی' محمد رمضان اختر' محمد مسعود اختر' محمود اختر کیانی' اختر بجنوری' اختر قدیری' اختر شیرانی' اختر ہوشیارپوری' اکرم علی اختر' تجمل حسین اختر' ہری چند اختر' اخگر سرحدی' ادا جعفری بدایونی' ادب سیمابی' محمد خاں ادیب گجراتی' محی الدین ادیب' ادیب رائے پوری' ادیب مکن پوری' ہارون الرشید ارشد' اقبال ارشد' ارشد میر' مشتاق احمد ارم حسانی' ارمان اکبرآبادی' محمد احمد اریب' منظور عباس ازہر' ازہر درانی' اسد ملتانی' اسرار احمد سہاروی' اسرار عارفی' اسعد شاہجہانپوری' اسعد مبارکپوری' اسلم انصاری' اسلم کمال' محمد اسلم مبتلا' اسلم یوسفی' علمدار حسین اسلم' اسماعیل داؤدی' بشیر زیدی اسیر' قدرت اللہ اشرف' علی حسین اشرفی میاں' علی مظہر اشعر' اشک امرتسری' اصغر سودائی' اصغر گونڈوی' اصغر علی شاہ' سید اطہر حسین' اطہر صدیقی' اطہر محسن' اطہر فاروقی' اعجاز رحمانی' بشیر اعجاز' افتخار احمد صدیقی افتخار' محمد اعظم چشتی' افسر صدیقی امروہوی' افسر ماہ پوری' افسر عباس زیدی' افشاں عباسی' افضل الفت' محمد شیر افضل جعفری' افضل روپڑی' محمد افضل کوٹلوی' افق کاظمی امروہوی' افقر موہانی وارثی' علامہ محمد اقبال' اقبال حیدر' اقبال سرہندی' اقبال صفی پوری' اقبال صلاح الدین' اقبال عظیم' اکبر حمیدی' اکبر کاظمی' اکبر وارثی میرٹھی' الطاف احسانی' الطاف انصاری' الطاف مشہدی' المعی حیدرآبادی' سید امجد الطاف' امجد حیدرآبادی' امجد اسلام امجد' امداد نظامی' امداد ہمدانی' امید فاضلی' امیر مینائی' امین اعظمی' محمد امین' سید انجم جعفری' انجم رومانی' انجم نیازی' محمد جان انجم وزیرآبادی' مشرف حسین انجم' انجم رضوانی' انجم یوسفی' سید انصار الہ آبادی' نصر لدھیانوی' انوار فیروز' انور بریلوی' انور سدید' انور صابری' انور فیروزپوری' افضال احمد انور' انور حسین انور' ریاض انور' انور جہلمی' انور مسعود' لطیف انور' انیسہ ہارون شروانیہ' اوج اعظمی' محمد حبیب اللہ اوج' اوصاف شیخ' ایاز صدیقی' مامون ایمن۔

بابر (ادریس بابر) انور بابر چشتی' نواب عالم بارھوی' باسط ممتاز سید' خواجہ نظام جیلانی باصر' رئیس باغی' سجاد باقر رضوی' افضل باقی' باقی احمد پوری' باقی صدیقی' بدر القادری' بدر فاروقی' بدر شمسی' بدر ساگری' سعید بدر' نادر علی برتر' طلحہ رضوی برق' برق اجمیری' برگ یوسفی' برہم ناتھ دت' خالد بزمی' ذکاء اللہ بسمل' بسمل نیازی' بسمل الہ آبادی' بسمل بدایونی' بشیر افغانی' بشیر احمد بشیر' بشیر احمد قادری' بشیر رحمانی' بشیر زواری' بشیر صدیقی' بشیر فاروق' سید حسام الدین بقا' محبت خاں بنگش' بہار کوٹی' بہزاد لکھنوی' بیاض سونی پتی' بیان ویزدانی میرٹھی' بے تاب نظیری' بے چین رجپوری' بیدل پانی پتی' بیدل فاروقی' بیدم وارثی' بیکس فتح گڑھی' بیکل اتساہی بلرامپوری' بیکل لکھنوی' بیگم افضال۔

پرتو روہیلہ' پرواز جالندھری' الطاف پرواز' یعقوب پرواز' پرویز بزمی' پیام شاہجہانپوری' پیامی مرادآبادی۔

تنویر پھول۔ تاباں عابدی' تابش الوری' تابش دہلوی' تابش صمدانی' قمر تابش' تاج عرفانی' تارا چند لاہوری' حفیظ تائب' عبدالغنی تائب' صوفی غلام تبسم' م م تبسم کاشمیری' توصیف تبسم' محمد افضل تحسین' تحسین فراقی' سید شیر محمد ترمذی' شفاعت ترنم دیوبندی' غلام محمد ترنم امرتسری' نعیم تقوی' عبدالمجید تمنا' تنویر آصف۔

ثاقب زیروی' ثاقب عرفانی' عبدالکریم ثمر' ثمر محمدآبادی' ثمر ہوشنگ آبادی۔

جاذب قریشی' جام نسیمی' جام نوائی بدایونی' معراج جامی' غضنفر علی جاوید' انعام الحق جاوید' محمد خال جذبی' قلندر بخش جرات' جرم محمد آبادی' جعفر بلوچ' جعفر شیرازی' جعفر ملیح آبادی' سید محمد جعفری' جگر مرادآبادی' قاسم جلال' حسن اختر جلیل' جلیل قدوائی' جلیل مانکپوری' محمد عبداللہ جمال' یوسف جمال انصاری' جمال نقوی' صادق جمیل' محمد جمیل جیلانی' جمیل عظیم آبادی' جمیل قادری رضوی' جمیل ملک' جمیل نقوی' جمیل یوسف' جواز جعفری' جوش مچھلی شہری' شبیر حسن خاں جوش ملیح آبادی' چندر پرکاش جوہر' نعیم الرحمان جوہر' جوہر بلیاوی۔

حاذق (فخر الدین حاذق) حافظ امرتسری' مفتی احمد میاں حافظ' میاں حافظ برکاتی' حافظ خلیل الدین حسن' حافظ پیلی بھیتی' حافظ چشتی تونسوی' حافظ لدھیانوی' حافظ محمد صادق' عبدالغفار حافظ' الطاف حسین حالی' حامد حسن حامد' علی حامد' حامد بدایونی' حامد یزدانی' بشیر حامد' وزیر علی شاہ

حامی، حبیب اللہ حاوی، طیب حزیں، حزیں انصاری، حزیں لدھیانوی، قیوم حسان، حسرت موہانی، حسرت حسین حسرت، محمد یونس حسرت، حسرت قریشی، حسن رضا خان بریلوی، حسن عسکری کاظمی، عابد حشری، حشمت یوسفی، ابوالاثر حفیظ جالندھری، حفیظ صدیقی، حفیظ ہوشیار پوری، شان الحق حقی، صدیق حل حمری صدیقی، عبدالحمید خاں حمید، حمید حافظی، پیرزادہ حمید صابری، حمید صدیقی لکھنوی، حمید عظیم آبادی، حنیف اسعدی، حیات وارثی لکھنوی، سید افتخار حیدر، ثقلین حیدر، حیدر اعظمی، حیرت الہ آبادی، غلام نبی حیرت جلالپوری، حیرت شاہ وارثی۔

خادم رزمی، خادم کھیتلی، خادمی اجمیری، خاطر غزنوی، محمد افضل خاکسار، خاکی کاظمی امروہوی، عزیز الدین خاکی، ڈاکٹر مسعود رضا خاکی، خالد احمد شفیق، خالد عرفان، خالد علیم، انور محمود خالد، سیف اللہ خالد، عبدالعزیز خالد، منصور احمد خالد، خالد عباس، سید خالد یزدانی، رحمان خاور، خورشید خاور امروہوی، خاور نوری، ایوب خاور، خاور لدھیانوی، خرم خلیق، کنور محمد اعظم خاں خسروی، خلش مظفر، محی الدین خلوت، خلیق قریشی، خلیفہ عبدالحکیم، مفتی خلیل خاں برکاتی، خلیل صمدانی، خلیل میرٹھی، خورشید ایلچپوری، خورشید بیگ میلسوی، خورشید رضوی، سلامت علی خیال، وحید خیال، خیال مینائی، علیم اللہ خیالی۔

دانش (احسان دانش) درد اسعدی، درد کاکوروی، درد وارثی لکھنوی، احمد یار خاں دولتانہ۔

ذاکر قادری، رفیع الدین ذکی قریشی، ذکی رضا رائے بریلوی، ذوقی مظفر نگری، بابا ذہین شاہ تاجی۔

راجا (ظفر علی راجا) آصف راز، راز الہ آبادی، عبدالسنان راز کاشمیری، امین راحت چغتائی، راحت نقوی، راسخ دہلوی، راسخ عرفانی، راغب مرادآبادی، راقم علیگ، رام ریاض، اقبال راہی، غلام مرتضیٰ راہی، انعام راہی، راہی ضیائی، ایس اے رحمان، بشیر رزمی، رسا بریلوی، رسا جالندھری، سلطان رشک، رشک ترابی، رشید احمد گیتا رضا، محمد اکرم رضا، عارف رضا، سید ہاشم رضا، رضوان مراد آبادی، انجم رضوانی، تبسم رضوانی، محمد حسین رضی، خواجہ رضی حیدر، رعنا ناہید رعنا، رعنا اکبر آبادی، رفعت سلطان، رفیق عزیزی، روحی کنجاہی، روش صدیقی، روشن نگینوی، رونق بدایونی، پیارے لال رونق دہلوی، صوفی مسعود احمد رہبر چشتی، رئیس احمد، رئیس امروہوی، رئیس وارثی، ریاض احمد قادری، ریاض النبی خاں ریاض، ریاض جالندھری، ریاض حسین چودھری، ریاض سیالکوٹی، ریاض مجید۔

ز۔خ۔ش (زاہدہ خاتون شروانیہ) ابوالمجاہد زاہد، زار عظیم آبادی، زاہد الحسن زاہد، سیف زلفی، زبیر کنجاہی، زیب عثمانیہ، زیب غوری، زیبا ناروی، سید نظر زیدی۔

ساجد اسدی، اقبال ساجد، غلام حسین ساجد، محمد امین ساجد سعیدی، ساحر صدیقی، ساحر قدوائی، لطیف ساحل، ساغر صدیقی، ساغر مشہدی، ساقی کاکوروی، ساقی گجراتی، سالک رام سالک، سائل دہلوی، آغا سائل کاشمیری، سبطین بدایونی، محمد سبطین شاہجہانی، سید سجاد رضوی، اقبال سحر، حسین سحر، سحر انصاری، سخن دہلوی، سراج آغائی، سرفراز قریشی، حکیم سرو سہارنپوری، سرور اکبر آبادی، سرور انبالوی، سرور بارہ بنکوی، سرور بجنوری، سرور جاوید، سرور جاوید، سرور کاشمیری، مفتی غلام سرور لاہوری، سعید اقبال سعدی، سعید اللہ خاں، سعید وارثی، سعید اختر سعید، طاہر سعید ہارون، عین سلام، سلمان گیلانی، سید اکبر سلیم، سلیم احمد، سید سلیم گیلانی، حضور احمد سلیم، حافظ محمد سلیم تابانی، سمیع اللہ قریشی، اقبال سہیل اعظم گڑھی، سہیل بنارسی، سہیل غازی پوری، سہیل عباس، حکیم محمد نبی خاں جمال سویدا، سیف الدین سیف، سیماب اکبر آبادی۔

شاد (سرکشن پرشاد شاد) غفار شاد، محمد احمد شاد، شاد عظیم آبادی، شاد قادری، ظفر شارب، مقبول شارب، شفیق الدین شارق، شاعر لکھنوی، شافی الہ آبادی، شائق الہ آبادی، حمید شاکر، شاکر القادری، شاکر نظامی، شاہد کوثر، شبیر شاہد، صدیق شاہد، عبدالسنان شاہد، شاہد حمید، اصغر ایاز شاہین، شبنم کمالی، شبیر بخاری، شرر صہبائی، امیر الاسلام شرقی، عبدالعزیز شرقی، شعری بھوپالی، مفتی محمد شفیع، شفیق بستوی، شفیق جونپوری، شفیق صدیقی، شفیقی عبدی پوری، شکیل بدایونی، عبدالغنی شمس، شمس بریلوی، شمس الحق شمس پینسوی، شمشاد لکھنوی، شمیم آنولوی، شمیم صبائی متھراوی، شمیم ہمت نگری، چودھری برکت علی شمیم یزدانی، شوذب کاظمی، شورش کاشمیری، محمود شوکت، شوکت تھانوی، شوکت عابدی، شوکت ہاشمی، عبدالعلی شوکت، سید مسعود حسن شہاب دہلوی، شہرت بخاری، شہزاد احمد، شہزاد مجددی، کرامت علی شہیدی، شہیر نجمی، چندی پرشاد شیدا، رام سروپ شیدا، کمال الدین شیدا، شیدا انبالوی، شریف شیوہ۔

صابر آفاقی، صابر القادری بریلوی، صابر براری ضیائی، صابر جالندھری، صابر سنبھلی، صابر سہارنپوری، ایوب صابر، صابر قدیری، صابر کا سکھوی، صابر کاغذ نگری، صابر گیلانی، حافظ محمد صادق، آغا صادق، صادق دہلوی، صادق نسیم، صبا اکبر آبادی، صبا متھراوی، صبا مصباحی، علیم صبا نویدی، صبوحی دہلوی، صبیح رحمانی، صحرائی گورداسپوری، صدق جائسی، صدیق فتح پوری، عبدالمجید صدیقی، صفدر رام پوری، صفدر حسین صفدر، صفی احمد، صفیہ شمیم ملیح آبادی، فضل حسین صمیم، سلمان صہبا، صہبا اختر۔

ضامن حسنی، ضمیر جعفری، ضمیر فاطمی، ضمیر یوسف، ضیاء القادری بدایونی، ضیاء محمد ضیاء، ضیاء الحسن ضیاء، مظفر احمد ضیاء، یٰسین ضیاء۔

ظفر (سراج الدین ظفر) یوسف ظفر، ظفر اکبر آبادی، ظفر بناری، ظفر سعید، ظفر علی خاں، احمد ظفر، صابر ظفر، ظفر اقبال، ظفر

الحق چشتی' سید ظفر ہاشمی' ظہور جارچوی' سید انوار ظہوری' ظہیر رضوی' ظہیر غازی پوری' ظہیر کاشمیری۔

عابد آغائی' عابد انصاری' عابد بریلوی' عابد نظامی' عبدالرحمان عاجز مالیر کوٹلوی' عادل صدیقی' تاجدار عادل' وہاب عادل' امر سنگھ عارج' عارف امرتسری' عارف سیالکوٹی' عارف عبدالمتین' عثمان عارف نقشبندی' عاشق کیرانوی' عاشق القادری' سید عاشور کاظمی' سید عالم گیلانی' شریف احمد عاصی کرنالی' عاصی نظامی' عاطر ہاشمی' اخلاق عاطف' عاقب بخاری' فیض عالم یوسفی' جمیل الدین عالی' عبرت صدیقی' عبیدہ سید' محمد عثمان صدیقی' عثمان قرنی' پروفیسر غلام رسول عدیم' پنڈت بالمکند عرش ملسیانی' عرش ہاشمی' محمد حسین عرشی امرتسری' غالب عرفان' راؤ عبداللہ عزمی' عزیز حاصل پوری' عزیز صابری (عزیز احسن)' عزیز فریدی' عزیز لدھیانوی' نصر اللہ خاں عزیز' حکیم مظفر عزیز' عزیز لکھنوی' عشرت حسینی' صلاح الدین عشقی فاروقی' احمد فراز' عطاء الرحمٰن شیخ' عظمت اللہ خان' عقیل گیاوی' علی اختر' علیم بیکانیری' علیم ناصری' عنایت علی خاں' عنوان چشتی' مجتہد الدین عیش بدایونی' عیش شجاع آبادی' عیش ٹونکی۔

غافل کرنالی' غالیہ فضل' غریب سہارنپوری' غنی دہلوی۔

فاخر (احمد فاخر)' فاروق احمد صدیقی' سید احمد صدیقی فاضل لکھنوی' فائق بدایونی' فائق بریلوی' حکیم افتخار فخر' زاہد فخری' ابوالطاہر فدا حسین فدا' فدا خالد دہلوی' فضل الدین فدا لکھیم کرنی' فراز صدیقی' فیروز شاہ رامپوری' فراست رضوی' عظیم الوقار فرقان' فرقت لکھیم پوری' فرمان فتح پوری' فصاحت لکھنوی' فضل حق' فضل روپڑی' فضل کریم فضلی' عبدالعزیز فطرت' فطرت قریشی' حنیف بیگ فطرت' حافظ محمد افضل فقیر' دلاور فگار' فیاض ہریانوی' فیروز نظامی' محمد فیروز شاہ' فیروز شاہ رامپوری' فیروز طغرائی' فیض لدھیانوی' صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ' فیض رسول فیضان' سید فیضی' عمر فیضی۔

قابل (عظمت علی خاں قابل)' محمد قاسم جیبی' قاضی عبدالرحمان' قائم نقوی' قتیل شفائی' قصری کانپوری' غلام قطب الدین فریدی' غلام مولا قلق' قمر امرتسری' قمر سہارنپوری' قمر شاہجہان پوری' قمر صدیقی' قمر مرادآبادی' قمر لدھیانوی' قمر میرٹھی' قمر وارثی' قمر ہاشمی شہید' غلام حسین قمر یزدانی' انوار قمر' قمر حیدر قمر' غلام مصطفیٰ قمر' قمر لکھنوی' قیس زنگی پوری' سعید قیس' امر چند قیس جالندھری' قیصر بارہوی' قیصر فاروقی' قیصر نجفی' قیصر وارثی' نذیر قیصر۔

کاشر (سلیم کاشر)' کاشف نعمانی' کفایت علی کافی مرادآبادی شہید' رشید کامل' سعید الدین کامل' سید ماجد علی کاوش زیدی' فیاض احمد کاوش' کرار حسین' کرار نوری' کرشن موہن' کرم حیدری' کشفی لکھنوی' اکرم کلیم' کلیم عثمانی' محمد خاں کلیم' عطا حسین کلیم' قیصر کلیم' موسیٰ نظامی کلیم' فضل اکبر کمال' محمد کریم الدین کمال' غلام علی کمتر' اصغر علی کوثر' حمید کوثر' کوثر جائسی' کوثر حجازی' کوثر نقوی' کوثر نیازی' صابر کوثر' قاضی عبدالنبی کوکب' سعید کوکب' کیف ٹونکی' محمد زکی کیفی۔

گفتار خیالی' گلزار بخاری' غلام رسول گوہر جماعتی' فیض محمد گوہر جماعتی' گوہر جعفری' گوہر ہوشیارپوری' محمد طفیل گوہر ملسیانی' امین گیلانی' **لالہ** صحرائی' محمد لطیف

ماجد الباقری' ماجد جائسی' ماجد صدیقی' راجا فرم ماجد' مانی جائسی' ماہر القادری' مائل قریشی احمد آبادی' مائل نقوی' متین بدایونی' وحید متین' عمر الدین مثالی' یوسف مثالی' محمد عبدالاول مجذوب' عظیم الحسن مجذوب' محسن احسان' محسن جلگانوی' محسن کاکوروی' محسن نقوی' محشر بدایونی' نثار احمد محشر رسول نگری' محمود قریشی بریلوی' راجا رشید محمود' محمود گیلانی' قاضی اعجاز محور' محوی صدیقی' مختار اجمیری' مختار بخاری' صوفی خورشید عالم مخمور سدیدی' مذاق العیشی' مراد ہاشمی' غلام مرتضیٰ ملک' مرزا شکور بیگ' طفیل حسین مزدور' حافظ محمد مستقیم' مسرور بدایونی' مسرور کیفی' مسعود چشتی' مسعود الحسن مسعود قریشی' ع س مسلم' مشتاق مبارک' محمد عبداللہ مضطر گجراتی' مظفر احمد قادری' سید مظفر حسین' مظفر وارثی' حافظ مظہر الدین' مظہر امام' مظہر عرفانی اجمیری' سعیدہ عروج مظہر' معراج قدیر شارق' عارف معین بلے' معین حیدرآبادی' معین نظامی' عبدالرؤف مفتی' مقبول احمد قادری' مقرب آفندی' ممتاز بجنوری' ممتاز گنگوہی' بشیر منذر' منزہ لطیف' مظفر حسن منصور' منصور ملتانی' منظر ایوبی' منظر عارفی' منظر قدیری' منظر کلیمی' منظور احمد منظور' منظور حسین منظور' منظر امام' منظور علی شیخ' مرزا محمد منور' ثقلین احمد منور بدایونی' مرزا منور بیگ' منور ہاشمی' منیر کمال' غلام مصطفیٰ موسیٰ' لودھیانوی' منظور احمد مہجور' مکان شریفی' ابوالعلی مہر' مرتضیٰ احمد خاں میکش۔

نصیر ناداں' نادر جاجوی' ناز بریلوی' ناز خیالوی' چرن سرن ناز مانکپوری' غلام زبیر نازش' محمد متین نازش بدایونی' نازش حیدری' محمد حنیف نازش قادری' ولی حمزہ نازش قادری' امام بخش ناسخ' صلاح الدین ناسک' ارشد محمود شاد' ناصر شہزاد' ناصر زیدی' ناصر فارانی' ناصر ہاشمی' ناطق مرادآبادی' خوشی محمد ناظر' بشیر حسین ناظم' روپ کشور نامی' اصغر نثار قریشی' رشید نثار' نثار اکبرآبادی' محمد اقبال نجمی' نجم بریلوی' احمد ندیم قاسمی' ندیم نیازی' نذر جالندھری' ڈپٹی نذیر احمد دہلوی' نسیم الحق عثمانی' نسیم بستوی' نسیم سحر' نسیم شاہجہان پوری' الف۔ د۔ نسیم' سردار عبدالرب نشتر' عبدالحکیم نشتر جالندھری' ایس اے نصرت' نصرت نوشاہی' نصیر احمد' نصیر الدین نصیر گولڑوی' جمیل نظر' قیوم نظر' فیروز نظر' مناظر حسین نظر' سید نظر رضوی' اصغر حسین خاں نظیر لودھیانوی' نظیر علی شاہ نظیر' سید محمد نعیم الدین مرادآبادی' فضل الرحمان نواز' نور سہارنپوری' نور صابری' نور محمد جرال' کرار نوری' محمد نوید' ازہر' سیدہ رابعہ نہاں' نیاز رسول' نیاز سواتی' راجا محمد عبداللہ نیاز' محمد شریف الدین نیر سہروردی' ضیاء نیر' نیر اسعدی' نیر حامدی' نیر واسطی۔

واجد سحری' صلاح الدین واحد رضوی' واصف اکبرآبادی' کیپٹن سید واصف علی واصف' واصف علی واصف' واصف علی بریلوی'

واصف ردولوی' بشیر احمد وشیر' وجاہت حسین وجاہت' وزیری پانی پتی' صابر وسیم' وسیم فاضلی' وسیم ممتاز' وصی سیتاپوری' وفا چشتی' ناظم علی وقار انبالوی' وقار صدیقی' وکیل جیلانی' ولی کرنالی' ولی ہاشمی' شیو پرشاد وہبی۔

ھادی مچھلی شہری' ہاشم ضیائی بدایونی' انور جاوید ہاشمی' وحید الحسن ہاشمی' سید ہلال جعفری' پورن سنگھ ہنر' ہوش ترمذی۔

یاسر (خالد اقبال یاسر)' یزدانی' جالندھری۔ ۵۷۷

ہمارے مقالے کی تحدید سال ۲۰۰۰ء تک ہے۔ ۲۰۰۲ء کے ماہنامہ نعت کے مئی کے شمارے میں نعت ہی نعت کے عنوان سے ۹۸۲ شعرائے کرام کی ایک ایک نعت شائع ہوئی جبکہ مقالے کی تسوید (۲۰۰۶ء) کے وقت اگست ۲۰۰۶ء کے شمارے میں نعت ہی نعت کا (۱۶) واں شمارہ شائع ہوا۔ ان سولہ حصوں میں (۱۱۶۱) شعراء کی ایک ایک نعت شائع ہوئی۔ محض ایک یا دو مثالوں کو چھوڑ کر سب شعراء کی نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں۔ (۹۸۲) شعراء کی فہرست اوپر درج کر دی گئی ہے۔

نعتیہ غزل میں تخلص کی صورتیں:

الف۔ غیر منقوط نعت گوئی

غزل کی ہیئت میں لکھی جانے والی نعتوں میں سے بعض کا تخلص غیر منقوط ہوتا ہے۔ اس صنعت کا استعمال کار آسان نہیں۔ فیضی کی سواطع الالہام سے ولی محمد رازی کی "ہادی عالم" تک نثری کاوشوں کی ایک تاریخ ہے۔ عام شعر بھی غیر منقوط لکھے گئے اور شعراء نے نعت میں بھی اس صنعت کا خوب استعمال کیا۔ ذیل میں چند اہم شعراء کی غزل کی ہیئت میں کہی گئی غیر منقوط نعتوں کا ایک جائزہ پیش خدمت ہے۔

حامد (مولوی حامد بخش حامد): راقم الحروف کی معلومات کی حد تک غیر منقوط نعتیہ کلام' دیوان کی صورت میں پہلی بار مولوی حامد بخش حامد کے ہاں نظر آتا ہے۔ ان کا دیوان "مدح رسول ﷺ" ۱۳۰۳ھ (۱۸۸۵ء) میں شائع ہوا۔ اشعار سے شاعر کی حب رسولؐ اور فنی مہارت کا ثبوت ملتا ہے۔ ایک نعت کے چند شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

کرو ورد ہر دم کلامِ محمدؐ کہ ہو موردِ رحمِ عامِ محمدؐ
ملا اہل اسلام کو رحم داور ہوا وہ سرورِ دوامِ محمدؐ
ہوا لمعہ مردمک ہر ملک کا ملا سرمۂ گردِ گامِ محمدؐ ۵۷۶

چودھری کوثر علی کوثری (سابق دلّو رام کوثری) کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے بھی اسلام لانے سے قبل ایک غیر منقوط نعتیہ دیوان لکھا تھا لیکن وہ راقم الحروف کو دستیاب نہیں ہو سکا۔

راغب مراد آبادی: ان کا غیر منقوط نعتیہ مجموعہ "مدح رسولؐ" کے نام سے ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا۔ شاعر نے کتاب کے آغاز ہی میں وضاحت کر دی ہے کہ ان کا یہ مجموعہ ۱۹۷۹ء ہی میں تصنیف ہو چکا تھا لیکن اسے زیور طبع سے آراستہ ہونے کا موقع ۱۹۷۹ء میں ملا ہے۔ موجودہ دور کے مسائل اور نعتیہ دیوانوں کی اشاعت کے رستے میں حائل مجبوریوں کے پیشِ نظر اس بیان کی صداقت اظہر من الشمس ہے۔ یہ مجموعہ نعت ۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس مجموعہ سے ایک نعت کے تین شعر ملاحظہ کیجیے

رسول مکرم محمدؐ محمدؐ مرا وِرد ہر دم محمدؐ محمدؐ
مونسِ وہ اسلام کا اللہ اللہ وہ مُرسلؐ وہ ملہم محمدؐ محمدؐ
حصول مرام اس کا اسمِ مطہر مدد گارِ آدم محمدؐ محمدؐ ۵۷۷

سید محمد امین علی نقوی: ان کا غیر منقوط نعتیہ مجموعہ "محمدؐ ہی محمدؐ" ہے۔ یہ فیصل آباد کی معروف روحانی شخصیت ہیں۔ جناب سید محمد امین علی نقوی نے ۲۲۴ صفحات پر مشتمل یہ نعتیہ مجموعہ صنعت عاطلہ (غیر منقوط) میں پیش کیا ہے۔ حضرت ابوانیس برکت علی لدھیانوی رحمتہ اللہ علیہ نے پیش لفظ میں اس کی تحسین کی ہے اور بتایا ہے کہ "اردو ادب کی تاریخ میں اتنے قلیل عرصہ (۱۵ جنوری ۸۵ء تا ۱۵ فروری ۸۵ء) میں منصۂ شہود پر آنے والی اپنی نوعیت کی پہلی اور منفرد کاوش بلاشبہ لائق داد و تحسین ہے۔ اللہ کرے کہ مصنف کی فکری عمق' فنی بصیرت اور علو ہمتی کا آئینہ دار یہ ادبی شہکار اردوئے معزا اور فن نعت گوئی کے ایک نئے باب کا نقطۂ آغاز ہو" ۵۷۸

محمد امین نقوی کے یہ اشعار رواں دواں اور دامن دل کھینچنے والے ہیں۔

رہو سرکارؐ کے در کے سوالی ملے گی روح کو آسودہ حالی

محمد ہر دو عالم کے لیے ہے   الٰہِ دہر کا مہرِ کمالی
رسولوں کا ہوا سردار و سرور   وہ ہے صدرالعلی مولی الموالی۷۹ے

یوسف طاہر یوسف طاہر کا نعتیہ مجموعہ ''روحِ عالم'' ۱۹۹۷ء میں شائع ہوا ۱۸۵ صفحات پر مشتمل اس غیر منقوط مجموعے کی نعتیں بہت دلکش ہیں۔ شاعر نے مدحتِ مصطفیٰ ﷺ کرتے ہوئے گویا اپنے دماغ کو نچوڑ کر شعری فن پارے پیش کیے ہیں۔

محمد مطہر سماں لے کے آئے   محمد حرائے اماں لے کے آئے
محمد سا کوئی دلاور کہاں ہے   ہم کی وہ سہم و کہاں لے کے آئے
ہوئے وہم کے دور سائے مکمل   کہ وہ ردِ وہم و گماں لے کے آئے۸۰ے

ب۔ حرف الف کے بغیر لکھی گئی نعتیں: جس طرح بعض شاعروں نے ایسے حروف پر مشتمل نعتیں لکھی ہیں جن میں کوئی نقطے والا حرف استعمال نہیں کیا' اسی طرح بعض اربابِ فن نے ایسی نعتیں بھی لکھی ہیں جن میں حرف ''الف'' استعمال نہیں کیا۔ یہ بھی یقیناً ایک مشکل فن ہے لیکن اس کی تاریخ خاصی پرانی ہے۔ مولائے کائنات حضرت علیؑ کا خطبہ اس صنعت میں مشہور ہے۔

رشید وارثی۔ ان کے نعتیہ مجموعہ ''خوشبوئے التفات'' میں ایک ایسی نعت غزل کی ہیئت میں لکھی ملتی ہے' جس میں شاعر نے بالقصد حرف (الف) استعمال نہیں ہونے دیا۔ وہ اسے ایک تخصص قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس نعت میں حرف ''الف'' کہیں استعمال نہیں ہوا ہے۔ اس اعتبار سے اردو نعت گوئی میں شاید یہ پہلا تجربہ ہے۔''۸۱ے

اس نعت کے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

دل میں بسی ہوئی ہے محبت حضورؐ کی   ہر لحہ میرے لب پہ ہے مدحت حضورؐ کی
مجھ کو نہیں ہے کوثر و تسنیم کی طلب   پل بھر سہیٔ ملے مجھے قربت حضورؐ کی
کیسے ہو سرِّ منزلِ قوسین منکشف   جبریل سہہ سکے نہ معیت حضورؐ کی
مہر و مہ و نجوم و فلکؑ خطۂ زمیں   لوح و قلم حضورؐ کے جنت حضورؐ کی ۸۲ے

رشید وارثی صاحب کے شعر خوب ہیں اور یہ تجربہ یقیناً قابلِ داد ہے لیکن ان کا یہ خیال درست نہیں کہ ان کی یہ نعت وہ پہلا تجربہ ہے' جس میں حرف الف استعمال نہیں ہوا' شاید کے لفظ کے استعمال سے ان کی احتیاط پسندی ظاہر ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۹۲ء میں سید محمد امین علی نقوی کا نعتیہ مجموعہ ''حسنِ محمدؐ'' شائع ہو چکا ہے۔

سید محمد امین علی نقوی: حرف ''الف'' کے استعمال کے بغیر سید محمد امین علی نقوی کا جو شعری مجموعہ اربابِ علم و فن سے خراجِ تحسین حاصل کر رہا ہے اُس کا نام ہے ''حُسنِ محمدؐ'' ''یہ مجموعہ (۱۳۰) صفحات پر مشتمل ہے۔ کسی شعر میں حرف الف استعمال نہیں ہوا ہے۔ رشید وارثی صاحب کا مجموعہ ۲۰۰۴ء میں شائع ہوا جبکہ ۱۹۹۲ء میں نقوی شاہ صاحب اردو ادب کی جھولی میں اس تخصص کا گلدستہ رکھ چکے تھے۔ بطور نمونہ ان کی ایک نعت کے تین شعر درج ذیل ہیں۔

محمد ہیں محبوب ربِ مجید   محمد ہیں سب خوبیوں میں وحید
محمد ہیں مجموعۂ علمِ حق!   محمد ہیں فکر و نظر کے سعید
محمد ہیں توحیدِ حق کی دلیل   محمد ہیں سب مُرسلوں کی نوید ۸۳ے

غزلیہ نعتوں میں تخصص کی اور بھی بہت سی شکلیں ہیں۔ مثلاً عاصم گیلانی' حفیظ صدیقی اور عبدالعزیز شرقی وغیرہ نعت گو شعراء نے نعتوں کے مقطعے نہیں لکھے کیونکہ وہ بربنائے اخلاص و نفیِ ذات نعت کے مقطعے میں اپنا تخلّص لانا پسند نہیں کرتے۔ یہ جذبہ یقیناً قابلِ قدر ہے۔

علاوہ ازیں راجا رشید محمود کے ہاں بھی تخصصاتِ نعت عام ملتے ہیں مثلاً

الف۔ آغازِ ۲۰۰۷ء تک ان کے ۴۲ مجموعہ ہائے نعت شائع ہوئے۔ یہ ان کا تخصص بھی ہے اور لائقِ تحسین اوّلیت بھی ہے۔

ب۔ ان کے نعتیہ مجموعے ''شہرِ کرم'' کے ہر شعر میں مدینہ منورہ کی تعریف ہے۔

ج۔ ان کے ایک نعتیہ مجموعے کا نام ہی ''نعت'' ہے اس کے ہر شعر میں نعت کا ذکر ہے۔

د۔ ان کے ایک مجموعہ ''حمد و نعت'' کی ۶۶ منظومات میں حمد و نعت ساتھ ساتھ ہیں۔

د۔ ان کے ایک نعتیہ مجموعے ''حی علی الصلوٰۃ'' کے ہر شعر میں درودِ پاک کا ذکر ہے۔
و۔ ان کے ایک نعتیہ مجموعے م''عرفانِ نعت'' کی ہر نعت میں قرآنی حوالے موجود ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ راجا رشید محمود کی اوّلیات وتخصصات نعتیہ ادب کا قابلِ ذکر و قابلِ قدر کارنامہ ہیں۔ موجودہ دور کے نعتیہ ادب کے تذکرے میں راجا رشید محمود کی خدمات کا اعتراف ناگزیر ہے۔

ڈاکٹر ریاض مجید کے نعتیہ مجموعے'' اللّٰھُمَّ بَارِکْ علی مُحمدِ ''میں سے سب سے زیادہ شعری بحریں استعمال کی گئی ہیں۔ یہ یقیناً اُن کا تخصص بھی ہے اور اس میدان میں اُن کی اولیت بھی۔ سید نفیس الحسینی کا نعتیہ مجموعہ ''برگ گل'' صوری محاسن میں گویا سب سے بازی لے گیا ہے۔ نعت کی غزلیہ ہیئت میں تخصص کی یہ سب صورتیں یقیناً قابلِ تحسین اور لائق تبریک ہیں۔

نعتیہ غزل میں ہیئتی تجربات:

ا۔ نعیم صدیقی کی ایک خوبصورت نعت سیارہ کے مئی جون ۱۹۸۸ء کے شمارے میں شائع ہوئی۔ اس کے آخری شعر کو مقطع بنانے کے بجائے شاعر نے حسنِ مطلع کی شکل دے دی۔ پہلے تین شعر دیکھیے:

نوری ہستی پھر بھی انساں عقلیں غلطاں' نظریں حیراں
جیسے سورج' جیسے کرنیں خود ہی دعویٰ' خود ہی برہاں
سر در سجدہ' پابر سدرہ حیراں قدسی' حوریں غلماں

اب اس نعت کا آخری شعر دیکھیے:

مومن سچے دل سے قرباں دشمن لرزاں' حاسد ترساں

اور اس نعت کے آخر میں شاعر کا نوٹ ہے ''مطلع بہ صورت مقطع ارادۃً لکھا گیا ہے۔''۸۴ے

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر نے مطلع کو آخر میں لانے کا التزام کیا ہے۔

ب۔ عبدالکریم ثمر نے اپنے نعتیہ مجموعے ''احسنِ تقویم'' میں ایک نعت لکھتے ہوئے ایک ہیئتی تجربہ کیا ہے۔ یہ نعت ویسے تو غزل کی ہیئت میں ہے لیکن ثمر نے خلافِ روایت وطرز اس کے مطلع سے پہلے اور آخری شعر کے بعد آدھے آدھے مصرعوں پر مشتمل دو ٹکڑے اضافی دیے ہیں۔

اے قصرِ فردوس کے والی!

صورت بھی من موہنی تیری' سیرت بھی کردار بھی عالی
عالم عالم گونج رہی ہے' صدق بیانی' صدق مقالی
عرشِ بریں ہے تیرا شائق ذاتِ مکرم' خیر خلائق
مجھ کو بھی تفویض ہو آقا' جذبِ اویسؓ سوزِ بلالیؓ
جسمِ معطر' روحِ گلستاں' شان ہے تیری' خلد بد اماں
یاد میں تیری جھوم رہا ہے' پتہ پتہ ڈالی ڈالی
شمس و قمر میں طلعت تیری' عالم عالم رحمت تیری
میری طرف بھی ایک تجلی' میرا بھی کشکول ہے خالی
ہر لحظہ ہر آن مسلسل' چشمِ تصور دیکھ رہی ہے
روضے کے پُرنور مناظر' روضے کی رخشندہ جالی

اے قصرِ فردوس کے والی!۸۵ے

اگر چہ غزل کی ہیئت میں دوسرے مصرعے کے بعد ایک ٹکڑا اضافی بڑھا کر مستزاد کی شکل پیدا کر لی جاتی ہے لیکن یہاں مستزاد کا عمل دخل نہیں کیونکہ مستزاد ہوتا تو ہر شعر کے آخر میں یہ اضافی ٹکڑا بڑھتا۔ یہاں پہلے مصرعے سے پہلے اور آخری مصرعے کے بعد اضافی ٹکڑا لا کر یقیناً ہیئت میں ایک تجربہ کیا گیا ہے۔ اس سے غزل میں گیت کی سی لے پیدا ہو رہی ہے۔

آزاد غزل:

آزاد غزل بھی نثری نظم کی طرح روایتی پابندیوں کے خلاف بغاوت کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوئی۔ ڈاکٹر انور سدید نے اس کی غیر

مقبولیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

''اس (آزاد غزل) تجربے کو سب سے پہلے مظہر امام نے ۶۲۔۱۹۶۱ء میں متعارف کرایا تھا، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غزل کی تہذیبی روایت کے سامنے یہ تجربہ نمایاں کامیابی حاصل نہیں کر سکا۔'' ۸۶ے

فیض احمد فیض کی ایک آزاد غزل میں نعتیہ عناصر لو دیتے ہیں' نمونہ کے طور پر یہ اشعار دیکھئے:

شوقِ دیدار کی منزلیں پیار کی منزلیں
دل میں پہلی لپک عشق کے نور کی حسنِ دلدار کی منزلیں ۸۷ے

علیم صبا نویدی نے ''نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربے'' میں آزاد غزل پر روشنی ڈالی ہے:

''آزاد غزل ایک خاص مزاج کی متقاضی ہے۔ عام طور پر غزل میں فکر و آہنگ کا تسلسل نہیں ہوتا۔ لیکن آزاد غزل کا بنیادی وصف ہے کہ اس میں توازن کے ساتھ تسلسل کی زیریں لہریں اپنا کام کرتی رہیں ورنہ آزاد غزلوں میں ایک طرح کا جھول پیدا ہو جاتا ہے اور جانے انجانے طور پر آزاد غزل کا دامن ہاتھ سے چھوٹتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

آزاد غزل میں بڑی وسعت' پھیلاؤ اور کشادگی ہے۔ ترسیل و ابلاغ کا مسئلہ نہایت آسانی کے ساتھ حل ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں فکر و آہنگ کے علاوہ ایک اور تیسری چیز ہے وہ ہے اس کی فضا آفرینی جب تک فن کار کا مزاج آزاد غزل سے ہم آہنگ نہیں ہوتا' فضا آفرینی کا حق مشکل سے ادا ہوتا ہے۔ محض الفاظ کے در و بست اور طبع آزمائی سے آزاد غزل کے خدوخال اجاگر نہیں ہوتے۔

جدید غزل سے ہٹ کر اگر غزل کے روایاتی عناصر اور زبان کے تلازمے کا تجزیہ کیا جائے تو موضوع کے اعتبار سے اردو غزل غالب سے آگے بڑھ نہ سکی اور اردو غزل کی تاریخ میں غالب ایک منفرد آواز ہے' لیکن اس آواز کو بھی آخر شکوہ سنج ہونا پڑا کہ غزل میں فکر کے اظہار کے لیے وہ وسعت نہیں ہے جتنی دوسری اصناف سخن مثلاً قصیدہ' مثنوی' مسدس' مخمس میں ملتی ہے۔ آہنگ اور فکر کا جو پھیلاؤ متذکرہ اصناف میں ملتا ہے اس سے ادبی اور فضا میں اس کے کچھ نئے امکانات ضرور پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن بحور و اوزان کی ایک طرف پابندی اور قیود نے جدید غزل کو کو بھی چند خانوں میں بانٹ کر رکھ دیا۔ چنانچہ آزاد غزل جدیدیت کے عصری تقاضوں کے پیشِ نظر ذمہ داری کے ساتھ اپنی ہم سائیگی کا حق ادا کرتی ہے۔'' ۸۸ے

علیم صبا نویدی اپنی جدت پسند طبع کے حوالے سے معروف ہیں۔ بے شک انہوں نے ادب کی جھولی میں بہت کچھ ڈالا ہے جس کے لئے ان کا نام ادبی تاریخ میں احترام سے لیا جاتا رہے گا۔ ان کا مندرجہ بالا بیان اگرچہ مفصل ہے لیکن آزاد غزل کے حدود قیود پر مکمل روشنی نہیں ڈالتا۔ خصوصاً اس کی ہیئت پر وہ روشنی نہیں ڈالی گئی جس کی ضرورت تھی۔ بہر حال ادب میں تجربات کے کھلے دل و دماغ کے ساتھ خوش آمدید کہنا چاہیے۔ ہر نیا تجربہ اگر جاندار ہوگا تو زندہ رہے گا' ورنہ طاقِ نسیاں کا بجھا ہوا چراغ بن کر رہ جائے گا۔ علیم صبا نویدی نے آزاد غزل کی جو تاریخ لکھی ہے اس کے مطابق: ''راقم نے پہلی آزاد نعتیہ غزل مناظر عاشق ہرگانوی کے حکم پر لکھی تھی اور اس غزل نے ماہنامہ ''کہسار'' ۱۹۸۹ء میں اور آزاد غزل کے پہلے مجموعے ''ردِ کفر'' میں جگہ پائی تھی۔'' ۸۹ے

علیم صبا نویدی نے آزاد غزل کے جو نمونے دیے ہیں۔ ان میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

۱۔ **علیم صبا نویدی:**

مصطفائی روشنی چاروں طرف
نور آور' تاجور ہے زندگی چاروں طرف
پڑھ رہا ہے دل درودِ مصطفیٰ
مسکرا اٹھا ہے نورِ آگہی چاروں طرف
آپ کا فیضِ مبارک کائناتِ فکر میں
دلکشی ہی دلکشی چاروں طرف
محوِ سجدہ ہوگئی ہے کتنی سانسوں کی نظر
ہے عجب شانِ نبیؐ چاروں طرف
آپؐ آئے نور آیا
رحمتیں ہی رحمتیں ہیں' بے خودی چاروں طرف

۲۔ **شعیب راہی:**

سارے قطروں کو جو بکھرے تھے ملایا اس نے
جام وحدت کا پلایا اس نے
چاند کو بانٹ کے دو ٹکڑوں میں
معجزہ کیسا دکھایا اس نے

لے لیا ہاتھ میں دامانِ محمدؐ جس نے	دین و دنیا کو بتایا اس نے
عشق میں حسن ہوا جلوہ نما	نور سے پیکرِ محبوب بسایا اس نے
دہشت غربت میں بھی راہی کو نوازا اتنا	تاج شہرت کا پہنایا اس نے

۳۔ **افتخار احمد شاہین:**

رسالت کا مہ کامل وہ خورشید زمن آیا	یہ دنیا سج گئی کیسی جو جانِ انجمن آیا
تھی وحشت سے عبارت زندگی صحرا نشینوں کی	محمد مصطفیٰ آئے تو روشن ہوگئی دنیا
محمد مصطفیٰ آئے تو جینے کا چلن آیا	اندھیرا جب بڑھا ہے تو وہ مہر ضوفگن آیا
سلیقہ گفتگو کا تجھ کو کب آتا تھا اے شاہین	لیا جب نام احمدؐ کا تو یہ طرزِ سخن آیا

۴۔ **انور مینائی:**

راہ پتھر بھی کرتے تھے محمد کو سلام	آپؐ کا جو تھا نہایت احترام
صاحب خلق عظیم و صاحب کوثر نبیؐ	آپؐ کے ہم سب غلام
اسوۂ احمد سے جس نے روشنی ذرا پائی	ہوگیا وہ شاد کام
آپ کو معراج کی عزت ملی، رفعت ملی	آپؐ ہیں سارے رسولوں کے امام
آپ نے تریسٹھ برس میں	کر دیا وہ دین کا جو آپؐ کے ذمہ تھا کام ۹۰؎

علیم صبا نویدی نے بعض آزاد نعتیہ غزلوں کا ایک ایک شعر بطور نمونہ بھی دیا ہے، اس کا بھی انتخاب درج ذیل ہے۔

۵۔ **مظہر امام:**

اے مرے محبوبؐ مرے قدموں کو تقدیس بخش دے	پاؤں میں چھالے لئے تجھ تک میں آ گیا ہوں

۶۔ **حفیظ بنارسی:**

گرچہ دیکھے ہوئے اک عمر ہوئی	میری نظروں میں ابھی تک تری تابانی ہے

۷۔ **کرشن موھن:**

اوڑھ لے اپنے رخ پر نقاب کرم	انؐ سے ملنا ہے تو یہ بھی اعجاز رکھ لے ذرا

۸۔ **عتیق احمد عتیق:**

میرے باہر کی اک اک دشا کو بھی مہکا کے جو لے گیا	میرے اندر وہؐ سوداگر رنگ و بو کون تھا

۹۔ **حنیف ترین:**

ہر گھڑی سامنے آنکھوں کے کھڑے رہتے ہیں	میرے جینے کے وسیلے ہیں یہی

۱۰۔ **محمد سالم:**

اپنے اندر آگہی کی روشنی پھوٹی تو میں	قلب نورانی میں آخر کھوگیا

۱۱۔ **دانش فرازی:**

اک پرندہ اجڑے معبد کے کلس سے یہ صدا دیتا ہے	سونے والو جاگ اٹھو کوئی آیا ہے نور کا خزانہ لٹاتا ہوا

۱۲۔ **حرمت الاکرام:**

اس دیئے سے ہے کہ محرابِ تمنا روشن	عمر تا عمر رہا نام نبیؐ کا روشن

۱۳۔ **آزاد گلاٹھی:**

اپنے اندر آگہی کی روشنی پھوٹی تو میں	قلب نورانی میں آخر کھوگیا ۹۱؎

مندرجہ بالا آزاد غزلوں اور آزاد غزلوں کے نعتیہ اشعار کے انتخاب کو پڑھ کر یہ احساس قطعاً پیدا نہیں ہوتا کہ ادب میں کوئی معرکہ آرا کام ہو چکا ہے یا غالب نے جس وسعتِ بیاں کو طلب کیا تھا اس کے تمام نہیں تو آدھے چوتھائی تقاضے ہی پورے ہو چکے ہیں، مگر کسی بھی تجربے کے امکانات مستقبل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر اس ہیئت کو میر انیس، غالب، اقبال یا مجید امجد جیسا کوئی نابغہ ادیب مل گیا تو اس کے فروغ کے سامان ہو جائیں گے۔ ورنہ یہ ہیئت قصۂ پارینہ بن جائے گی۔ سرِ دست اس آزاد غزل کی توانائیوں کو ظہور پذیر ہونا ہے لہٰذا اس کا خیر مقدم کیا جانا چاہیے۔

☆☆☆☆☆

باب چہارم حوالہ جات وحواشی

۱۔ المنجد (عربی/اردو) کراچی: دارالاشاعت، ۱۹۷۵ء، ص: ۸۰۸، عمود ا

۲۔ ایضاً، ص: ۸۰۸-۸۰۷

۳۔ سعادت سعید، اردو قصیدہ کا تہذیبی وفنی مطالعہ، مقالہ برائے پی ایچ ڈی اردو، مملوکہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، ص: ۳۱

۴۔ ایضاً، ص: ۳۴

۵۔ شمیم احمد، اصناف سخن اور شعری ہیئتیں، لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۸۳ء، ص: ۴۳

۶۔ حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء، ص: ۴۲، عمود ا

۷۔ شمیم احمد، اصناف سخن اور شعری ہیئتیں، ص: ۴۹

۸۔ ایضاً، ص: ۵۰

۹۔ حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، ص: ۱۴۲، عمود ا

۱۰۔ سعادت سعید، اردو قصیدہ کا تہذیبی وفنی مطالعہ، (مقالہ پی ایچ ڈی) ص: ۴۳

۱۱۔ ام ہانی اشرف، اردو قصائد کا سماجیاتی مطالعہ، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۹۹ء، ص: ۱۷

۱۲۔ محمود الٰہی ڈاکٹر، اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ، لکھنؤ: اتر پردیش اردو اکادمی، ۱۹۸۳ء، ص: ۴۹

۱۳۔ ام ہانی اشرف، اردو قصائد کا سماجیاتی مطالعہ، ص: ۱۹

۱۴۔ شمیم احمد، اصناف سخن اور شعری ہیئتیں، ص: ۴۹

۱۵۔ سعادت سعید، اردو قصیدہ کا تہذیبی وفنی مطالعہ، ص: ۵۵

۱۶۔ مجلہ ''خیابان'' پشاور یونیورسٹی، شعبۂ اردو (مرتبین منور روٴف، صابر کلوروی)، ۲۰۰۱ء، ص: ۳۴

۱۷۔ شمیم احمد، اصناف سخن اور شعری ہیئتیں، ص: ۴۶

۱۸۔ ایضاً، ص: ۴۸

۱۹۔ تنویر حسین، اصنافِ ادبِ اردو، لاہور: اورینٹ پبلشرز، ۱۹۹۳ء، ص: ۴۸

۲۰۔ حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، ص: ۱۴۲

۲۱۔ گیان چند ڈاکٹر، ادبی اصناف، گجرات: اردو اکادمی، ۱۹۸۹ء، ص: ۳۲

۲۲۔ رفیع الدین ہاشمی، اصنافِ ادب، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۷۶ء، ص: ۴۱

۲۳۔ سعادت سعید، اردو قصیدہ کا تہذیبی وفنی مطالعہ، ص: ۵۷

۲۴۔ ایضاً، ص: ۵۶

۲۵۔ شمیم احمد، اصناف سخن اور شعری ہیئتیں، ص: ۵۵

۲۶۔ سعادت سعید، اردو قصیدہ کا تہذیبی وفنی مطالعہ، ص: ۴۰

۲۷۔ ایضاً، ص: ۴۱

۲۸۔ محمد اسماعیل آزاد، اردو شاعری میں نعت، لکھنؤ: نسیم بک ڈپو، ۱۹۹۲ء، ص: ۹۷

۲۹۔ ایضاً، ص: ۹۷

۳۰۔ یونس شاہ سید پروفیسر، تذکرہ نعت گویان اردو، جلد ا، لاہور: مکہ بکس، ۱۹۸۳ء

۳۱۔ رفعت مبارز الدین (مرتب) کلیاتِ شاہی، ص:۳۹، بحوالہ سید یونس شاہ، تذکرہ نعت گویانِ اردو، جلد اول، ص:۱۷۲

۳۲۔ یونس شاہ، سید، تذکرہ نعت گویانِ اردو، جلد اوّل، ص:۱۷۲

۳۳۔ ایضاً، ص:۴۷۴

۳۴۔ عاصی کرنالی، ڈاکٹر، اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر، کراچی: اقلیم نعت ۲۰۰۱ء، ص:۲۶۹

۳۵۔ یونس شاہ، سید، تذکرہ نعت گویانِ اردو، جلد ا، ص:۱۵۶

۳۶۔ نصیر الدین ہاشمی، دکن میں اردو، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۵ء، ص:۱۶۳

۳۷۔ ایضاً، ص:۱۶۴

۳۸۔ نور الحسن ہاشمی (مرتب) کلیاتِ ولی، دہلی: انجمن ترقی اردو ۱۹۴۵ء، ص:۳۳۳

۳۹۔ ایضاً، ص:۳۳۱

۴۰۔ محمود الٰہی، ڈاکٹر، اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ، لکھنؤ: اتر پردیش اکادمی، ۱۹۸۳ء، ص:۱۵۸

۴۱۔ سعادت سعید، ڈاکٹر، اردو قصیدہ کا تہذیبی و فنی مطالعہ، مقالہ پی ایچ ڈی اردو، مملوکہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، ص:۲۲۴

۴۲۔ محمود الٰہی، ڈاکٹر، اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ، ص:۱۵۳

۴۳۔ ظہیر الدین سید مدنی، سخنورانِ گجرات، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۱ء، ص:۱۸۲

۴۴۔ محمد اسماعیل آزاد، اردو شاعری میں نعت، ص:۲۴۱

۴۵۔ سودا (مرزا رفیع الدین) کلیاتِ سودا، لاہور: مکتبہ شعر و ادب، س۔ن، ص:۲۲۲

۴۶۔ ایضاً، ص:۲۲۴

۴۷۔ ایضاً، ص:۲۲۵

۴۸۔ ایضاً، ص:۲۲۵

۴۹۔ خلیق انجم، مرزا محمد رفیع سودا، علی گڑھ: انجمن ترقی اردو ہند ۱۹۶۶ء، ص:۲۴۳

۵۰۔ محمود الٰہی، ڈاکٹر، اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ، ص:۱۸۷

۵۱۔ محمد اسماعیل آزاد، اردو شاعری میں نعت، ص:۲۶۲

۵۲۔ ایضاً، ص:۲۷۲

۵۳۔ مومن خان مومن، کلیاتِ مومن، لاہور: مکتبہ شعر و ادب، س۔ن۔ص:۱۶۔۱۱

۵۴۔ محمود الٰہی، ڈاکٹر، اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ، ص:۳۱۹

۵۵۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، شاگردانِ مصحفی، لاہور: مکتبہ عالیہ، ص:۳۹

۵۶۔ شہیدی (کرامت علی خاں) دیوانِ شہیدی، لکھنؤ: مطبع منشی نولکشور، طبع چہارم ۱۳۲۱ھ/۱۹۱۳ء، ص:۳

۵۷۔ محمد اسماعیل آزاد، اردو شاعری میں نعت، ص:۳۳۶

۵۸۔ امیر مینائی، محامد خاتم النبیین، لکھنؤ، نولکشور ۱۹۱۲ء، ص:۵ تا ۱۱

۵۹۔ محسن کاکوروی، کلیاتِ محسن، کانپور: نامی پریس ۱۳۲۳ھ، ص:۹۴ تا ۱۲۳

۶۰۔ رضا (احمد رضا خاں بریلوی) مولانا، حدائق بخشش، کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی ۱۹۷۶ء، ص:۱۸۰ تا ۱۸۸

۶۱۔ ریاض مجید، ڈاکٹر، اردو میں نعت گوئی، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۰ء، ص:۴۲۰

۶۲۔ ثابت رضوی (افضل حسین سیّد) صبرِ جمیل (جلد دوم) 'المعروف برقِ غم دہلی: مطبع اثنا عشری' س۔ن' ص:۱۷۵

۶۲۔الف بدر فاروقی' اشکِ فروزاں' (دیباچہ از آفاق صدیقی) کراچی: ایجوکیشنل پریس ۱۹۹۰ء' ص:۱۰

۶۳۔ خالد (عبدالعزیز) 'مخمنا' لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۷۵ء' ص:۳۷

۶۳۔الف ایضاً ص:۹ نیز صفحات مابعد

۶۳۔ب عبدالعزیز خالد' فارقلیط' لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز' طبع IV ۱۹۸۵ء' ص:۱۵ و مابعد

۶۳۔ج گوہر ملسیانی' عصرِ حاضر کے نعت گو' ص:۱۹۱

۶۳۔د ایضاً ص:۱۰۰۶

۶۳۔ہ ایضاً ص:۱۰۰۳

۶۳۔و حسین سحر' خالد۔شخص و شاعر' لاہور: آئینہ ادب ۱۹۷۶ء' ص:۳۹

۶۳۔ز ایضاً ص:۴۳۔

۶۳۔ح ایضاً ص:۵۳

۶۳۔ط ایضاً ص:۶۹

۶۳۔ی ایضاً ص:۱۳۳

۶۳۔ک مجلّہ سیارہ نمبر ۳۱' لاہور' جلد ۶۱' شمارہ ۴' دسمبر ۱۹۹۱ء' ص:۳۷

۶۳۔ل ایضاً' منتخب اشعار' ص:۳۷ تا ۳۹

۶۳۔م اثر لودھیانوی' عکسِ جمال' :۲۸

۶۴۔ (پیشوائی' ص:۱۴)' معراج مشمولہ کلیاتِ اعظم

۶۵۔ اعظم چشتی' کلیاتِ اعظم' (معراج) لاہور: خزینہ علم و ادب' ۲۰۰۰ء' ص:۵۵

۶۵۔الف حافظ لدھیانوی' کیفِ مسلسل' فیصل آباد: بیت الادب' ۱۹۸۹ء' ص:۳۲

۶۵۔ب ایضاً' ص:۳۵

۶۵۔ج حافظ لدھیانوی' مطلعِ فاراں' فیصل آباد: بیت الادب' ۱۹۸۷ء' ص:۳۳

۶۵۔د ایضاً' ص:۵۷

۶۵۔ہ حافظ لدھیانوی' فردوسِ خیال' فیصل آباد: بیت الادب' ۱۹۹۶ء' ص:۳۵

۶۵۔و حافظ لدھیانوی' آہنگِ ثنا' فیصل آباد: بیت الادب' ۱۹۹۵ء' ص:۱۷

۶۶۔ نعیم تقوی' بصیرت' کراچی: مجلس افکارِ اسلامی' ۱۹۷۸ء' ص:۷

۶۷۔ ایضاً' ص:۲۵

۶۸۔ ایضاً' ص:۲۰

۶۹۔ رشید وارثی' خوشبوئے التفات' کراچی: بزمِ وارث ۱۴۲۵ھ' ص:۷۶

۷۰۔ رئیس نعمانی' چراغِ نوا' علی گڑھ: محمد ارشد' اے ۱۱۸/۴۔ لوکو کالونی' ۲۰۰۰ء' ص:۳۹

۷۱۔ سجاد سخن' رنگ روشنی خوشبو' کراچی: دبستانِ وارثیہ' ۱۹۹۵ء' ص:۱۵۷

۷۲۔ منیر (حافظ محمد افضل منیر: مرتب) قصیدہ بُردہ شریف' (از امام محمد شرف الدین البوصیری رحمۃ اللہ علیہ) منظوم اردو ترجمہ از محمد فیاض الدین نظامی، لاہور: الفاروق بک فاؤنڈیشن' ۱۹۹۹ء' ص:۲۷۷

۷۳۔ فدا خالدی' م ص' کراچی: اشتیاق پرنٹنگ پریس ۱۹۸۳ء' ص:۱۴۸

۷۴۔ ایضاً' ص:۱۵۰

۷۵۔ ایضاً، ص:۱۵۱
۷۶۔ ایضاً، ص:۱۵۲
۷۷۔ نصیر (پیر سید نصیر الدین نصیر گولڑوی)، دیں ہمہ اوست، گولڑہ شریف: مہریہ نصیریہ پبلشرز، ۲۰۰۰ء، ص:۵۵
۷۸۔ عابد نظامی، فیضانِ کرم، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۹۸۳ء، ص:۱۴
۷۹۔ ایضاً، ص:۵
۸۰۔ ضیا نیرؔ، سفرِ نور، لاہور: المدینہ پبلی کیشنز، ۱۹۷۷ء، ص:۱۱۶
۸۱۔ ایضاً، ص:۱۱۸
۸۲۔ کیفی (محمد زکی)، کیفیات، لاہور: ادارہ اسلامیات، ۱۹۷۷ء، ص:۹۷
۸۳۔ ایضاً پشت سرورق کتاب ہٰذا
۸۴۔ جعفر بلوچ، بیعت، لاہور: الفیصل، اردو بازار، طبع اول ۱۹۸۹ء، منتخب اشعار ص:۱۱۳ تا ۱۱۷
۸۵۔ خالد احمد، تشبیب، لاہور: التحریر، ۱۹۸۴ء، ص:۱۳
۸۶۔ ایضاً، مختلف صفحات سے انتخاب متعلق بہ قصیدہ نونیہ
۸۷۔ ایضاً، دوسرے قصیدے کے منتخب اشعار مختلف صفحات سے۔
۸۸۔ ایضاً، ص:۱۰۳
۸۹۔ ایضاً، ص:۱۱۴
۹۰۔ رفیع الدین ذکی، مہر فاراں، لاہور: تذر سنز، ۱۹۹۰ء، ص:۱۹
۹۰۔الف ایضاً، ص:۲۰
۹۱۔ ایضاً، ص:۱۲
۹۲۔ عزیز لکھنوی، صحیفۂ ولا، لکھنؤ، صدیق بکڈپو، س۔ن، ص:۸
۹۳۔ فدا کلیم کرنی، حدیثِ ایماں، لاہور: ناشران پسرانِ شاعر، برانڈرتھ روڈ، ۱۹۸۹ء، ص:۷
۹۴۔ قیصر بارہوی، بارگاہ، لاہور: بارہوی گولڈن جوبلی آرگنائزیشن، ۱۹۹۲ء، ص:۱۱ تا ۲۰
۹۵۔ افق (میر افق کاظمی)، فروغِ محامد، ملتان: ناشر مصنف خود، ۱۹۶۶ء، ص:۳۴ تا ۳۸
۹۶۔ نفیس فتح پوری، افکارِ نفیس، کراچی: ناظر پرنٹنگ پریس، ۱۹۷۷ء، ص:۳
۹۷۔ ایضاً، ص:۳
۹۸۔ شارب (ظفر شارب)، کاسۂ فکر، لاہور: علی مختشم، س۔ن، ص:۳ تا ۴
۹۹۔ ایضاً، منتخب اشعار، ص:۶ تا ۲۶
۹۹۔الف تائب (حفیظ تائب)، صلو علیہ و آلہٖ، لاہور: سیرت مشن پاکستان، ۱۹۷۸ء، ص:۲۸
۱۰۰۔ انور جمال، لالوک لما، ملتان: کاروانِ ادب، ۱۹۸۴ء، منتخب اشعار، ص:۷۸ تا ۸۱
۱۰۱۔ ایضاً، ص:۸۲ تا ۸۷
۱۰۲۔ مجلّہ ادبیات، شمارہ ۲۰، جلد ۵، اسلام آباد گرما ۱۹۹۲ء، ص:۱۵ تا ۱۷
۱۰۳۔ علیم ناصری، طلع البدر علینا، لاہور: مکتبہ قدوستہ، ۱۹۹۹ء، ص:۵۰ تا ۶۵
۱۰۳۔الف حافظ (حافظ عبدالغفار)، قصیدۂ رسولِ تہامیؐ، کراچی: انجمن ترقی نعت، ۱۹۸۸ء، ص:۲۴
۱۰۳۔ب ایضاً: ص:۱۰
۱۰۳۔ج ایضاً: ص:۱۲
۱۰۴۔ مخدوم (ڈاکٹر منظور الحق)، تاجدارِ حرم، لاہور: کرم پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء، ص:۴
۱۰۵۔ ایضاً، ص:۴۱

۱۰۶۔ کیفی (محمد زکی) کیفیات، لاہور: ادارہ اسلامیات، ۱۹۷۷ء، ص: ۷۶
۱۰۷۔ ایضاً، ص: ۷۶
۱۰۸۔ قمر اجنالوی، قصیدہ بنام خیر الانام، لاہور: مکتبہ القریش، ۱۹۹۰ء، ص: ۲۷
۱۰۹۔ ایضاً، ص: ۳۱
۱۱۰۔ ایضاً، ص: ۴۵
۱۱۱۔ زین العابدین، تحول شعر فارسی، ص: ۵۲ (حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات) قومی زبان، ۱۹۸۵ء، ص: ۱۲۹، عمود ۱۱
۱۱۲۔ انور جمال، ادبی اصطلاحات، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۹۸ء، ص: ۸۰
۱۱۳۔ حفیظ صدیقی، ابوالاعجاز، کشاف تنقیدی اصطلاحات، ص: ۱۲۹، عمود ۱۱
۱۱۴۔ ایضاً، ص: ۱۲۹
۱۱۵۔ سنبل نگار، اردو شاعری کا تنقیدی مطالعہ، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۲۰۰۴ء، ص: ۱۵
۱۱۶۔ حفیظ صدیقی، ابوالاعجاز، کشاف تنقیدی اصطلاحات، ص: ۱۳۰،
۱۱۷۔ رفیع الدین ہاشمی، اصناف ادب، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۷۶ء، ص: ۳۲
۱۱۸۔ شمیم احمد، اصنافِ سخن اور شعری ہیئتیں، لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۸۳ء، ص: ۶۳
۱۱۹۔ سنبل نگار، اردو شاعری کا تنقیدی مطالعہ، ص: ۱۰
۱۱۹۔الف محمد اسلام ڈاکٹر، اردو غزل کی مختصر تاریخ، کراچی: مکتبہ سعیدی پریس، ۱۹۷۱ء، ص ۱۰
۱۱۹۔ب رشید احمد صدیقی جدید غزل، ۱۹۵۵ء، ص: ۱۳ (منقولہ اردو غزل کی مختصر تاریخ، از محمد اسلام)، ص: ۱۳
۱۱۹۔ج حمید اللہ شاہ ہاشمی، فنِ شعر و شاعری اور روحِ بلاغت، لاہور: مکتبہ دانیال، ۲۰۰۴ء، ص: ۱۹۱
۱۲۰۔ شفقت رضوی، نعت رنگ کا تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ، کراچی: مہر منیر اکیڈمی، ۲۰۰۴ء، ص: ۵۰
۱۲۱۔ ابوالخیر کشفی ڈاکٹر، مضمون "نعت کے عناصر" مشمولہ نعت رنگ نمبر ۵، فروری ۱۹۹۸ء، ص: ۲۴
۱۲۲۔ ابوالخیر کشفی، نعت اور تنقید نعت، کراچی: طاہر میموریل سوسائٹی، ۲۰۰۱ء، ص: ۲۴
۱۲۳۔ مجلّہ "آفرینش" (مدیر مقصود وفا، فیضی) فیصل آباد، شمارہ نمبر ۲، خزاں ۲۰۰۱ء، ص: ۱۴
۱۲۴۔ محمد اقبال جاوید، پروفیسر، مضمون "بیدم شاہ وارثی کی نعتیہ تاب و تب" مشمولہ نعت رنگ نمبر ۱۱، کراچی مارچ ۲۰۰۱ء، ص: ۲۵۳
۱۲۵۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، جلد اول، ص: ۴۱۱
۱۲۶۔ ایضاً، ص: ۴۱۳
۱۲۷۔ یونس شاہ سید، تذکرہ نعت گویانِ اردو، جلد اول، ص: ۱۲۹
نیز عاصی کرنالی، اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر، ص: ۲۴۹
۱۲۸۔ یونس شاہ سید، تذکرہ نعت گویانِ اردو، جلد اوّل، ص: ۱۴۰
۱۲۹۔ ایضاً، ص: ۱۴۲
۱۳۰۔ ایضاً، ص: ۱۴۳، نیز عاصی کرنالی، اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر، ص: ۲۵۷
نیز محمد اسماعیل آزاد، اردو شاعری میں نعت، جلد اوّل، ص: ۹۹
۱۳۱۔ یونس شاہ سید، تذکرہ نعت گویانِ اردو، جلد اوّل، ص: ۱۴۱
۱۳۱۔الف محمد اسماعیل آزاد، اردو شاعری میں نعت، جلد اوّل، ص: ۱۰۲
۱۳۲۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، جلد اول، ص: ۴۱۸
۱۳۲۔الف محمد اسماعیل آزاد، اردو شاعری میں نعت، ص: ۱۰۲
۱۳۳۔ ایضاً، ص: ۱۱۶
۱۳۴۔ ایضاً، ص: ۱۱۶۔۱۱۷

۱۳۵۔ ایضاً، ص:۱۱۷
۱۳۶۔ یونس شاہ سید، تذکرہ نعت گویان اردو، جلد اول، ص:۱۹۴
۱۳۷۔ ایضاً، ص:۱۹۴
۱۳۸۔ ایضاً، ص:۲۰۲
۱۳۹۔ مجلّہ نعت رنگ، کراچی نمبر ۴، مئی ۱۹۹۷ء، ص:۱۷۵
۱۴۰۔ محمود شیرانی حافظ، پنجاب میں اردو، ص:۳۱۸
۱۴۱۔ ولی دکنی، دیوان ولی (مرتبہ فرحت صبا)، لاہور، خیام پبلشرز، ۱۹۹۰ء، ص:۷۸
۱۴۲۔ ایضاً، ص:۳۰
۱۴۳۔ ایضاً، ص:۱۱۸
۱۴۴۔ ظہیر الدین سید مدنی، سخنوران گجرات، ص:۱۴۰
۱۴۵۔ محمود شیرانی حافظ، پنجاب میں اردو، ص:۳۲۸
۱۴۶۔ مجلّہ نعت رنگ، کراچی نمبر ۴، مئی ۱۹۹۷ء، ص:۱۷۸
۱۴۷۔ ظہیر الدین سید مدنی، سخنوران گجرات، نئی دلی: ترقی ادب بیورو، ۱۹۸۱ء، ص:۱۰۳
۱۴۸۔ ایضاً، ص:۱۰۴
۱۴۹۔ سودا، کلیات سودا، جلد اول، لاہور: مکتبہ شعر و ادب، س۔ن، ص:۲
۱۵۰۔ رفیع الدین اشفاق سید ڈاکٹر، اردو میں نعتیہ شاعری، کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۶ء، ص:۱۸۸
۱۵۱۔ قائم چاندپوری، کلیات قائم، جلد اول (مرتبہ اقتدا حسن) لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۵ء، ص:۲
۱۵۲۔ محمد اسماعیل آزاد، اردو شاعری میں نعت، جلد اوّل، ص:۲۶۳
۱۵۳۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، جلد دوم، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۷ء، ص:۳۷۹
۱۵۴۔ مجلّہ نقوش، ''رسول نمبر ۱۰''، شمارہ ۱۳۰، جنوری ۱۹۸۴ء، ص:۶۲۶
۱۵۵۔ ایضاً، ص:۶۲۷
۱۵۶۔ ایضاً، ص:۶۲۸ نیز تذکرہ نعت گویان اردو، جلد اوّل (از سید یونس شاہ) ص:۲۷۷
۱۵۷۔ میر حسن، غزلیات میر حسن (مرتبہ ڈاکٹر محمد ذکی الحق) پٹنہ (بھارت) خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۹ء، ص:۵۳
۱۵۸۔ ایضاً، ص:۲۱۔۲۰
۱۵۹۔ محمد اسماعیل آزاد، اردو شاعری میں نعت، جلد اوّل، ص:۲۸۷
۱۵۹۔الف محمود شیرانی، حافظ، پنجاب میں اردو، لاہور: مکتبہ معین الادب، طبع دوم، ۱۹۴۹ء، ص:۳۱۴
۱۵۹۔ب ایضاً، ص:۳۱۵
۱۵۹۔ج جمیل جالبی ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، جلد اوّل، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۷ء، ص:۶۴۷
۱۶۰۔ مجلّہ نقوش، ''رسول نمبر ۱۰''، شمارہ ۱۳۰، ص:۶۳۰
۱۶۱۔ جرأت (شیخ قلندر بخش)، کلیات جرأت (مرتبہ ڈاکٹر اقتدا حسن) لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۸ء، ص:۲
۱۶۲۔ یونس شاہ سید، تذکرہ نعت گویان اردو، جلد اوّل، ص:۳۱۸
۱۶۳۔ محمد اسماعیل آزاد، اردو شاعری میں نعت، جلد اوّل، ص:۲۶۸
۱۶۴۔ یونس شاہ سید، تذکرہ نعت گویان اردو، جلد اوّل، ص:۲۶۹
۱۶۵۔ مجلّہ نقوش، ''رسول نمبر ۱۰''، شمارہ ۱۳۰، ص:۶۳۴
۱۶۶۔ نظیر اکبر آبادی، کلیات نظیر (مرتبہ عبدالباری آسی)، لکھنؤ: مطبع تیج کمار وارث، نولکشور، ۱۹۵۱ء، ص:۸۳۷
۱۶۶۔الف افضال حسین نقوی سید، اردو نعت تاریخ و ارتقاء، کراچی: ڈار پبلیکیشنز، ۱۹۸۹ء، ص:۷۴

۱۶۷۔ محمد اسماعیل آزاد' اردو شاعری میں نعت ا' ص:۲۸۲
۱۶۷۔الف یونس شاہ سید' تذکرہ نعت گویان اردو' جلد اول' ص:۳۹۸
۱۶۸۔ ایضاً' ص:۳۹۸
۱۶۹۔ ایضاً' ص:۴۰۷
۱۷۰۔ ذوق شیخ محمد ابراہیم' کلیات ذوق (مرتبہ ڈاکٹر تنویر احمد علوی) لاہور: مکتبہ شعروادب' ۱۹۸۸ء' ص:۳۴۸
۱۷۱۔ مومن خان مومن' کلیاتِ مومن' لاہور: مکتبہ شعروادب' س۔ن۔ منتخب ص:۵۰
۱۷۲۔ شہیدی (کرامت علی خاں)' دیوانِ شہیدی' لکھنو: مطبع نول کشور' ۱۹۱۳ء' ص:۲۶
۱۷۲۔ا ریاض مجید ڈاکٹر' اردو میں نعت گوئی' ص:۳۱۳
۱۷۳۔ یونس شاہ سید' تذکرہ نعت گویان اردو' جلد اول' ص:۳۸۱
۱۷۴۔ مجلہ نقوش ''رسول نمبر ۱۰'' شمارہ ۱۳۰' ص:۶۳۲
۱۷۴۔ا عیش دہلوی' (حکیم آغا جان) کلیاتِ عیش' (مرتبہ ڈاکٹر حبیبہ بانو) نئی دلی: ترقی اردو بیورو' ۱۹۹۲ء' ص:۳۹
۱۷۴۔ب ایضاً' ص:۱۴۸
۱۷۴۔ج محمد اسماعیل آزاد' اردو شاعری میں نعت ا' ص:۳۲۸
۱۷۴۔د ماہنامہ نعت لاہور' مدیر رشید محمود راجا' لطف بریلوی کا نعت نمبر' جنوری ۱۹۹۶ء' ص:۱۹
۱۷۵۔ رفیع الدین اشفاق' اردو نعتیہ شاعری' ص:۲۵۵
۱۷۶۔ ماہ نامہ 'نعت' لاہور: آزاد بیکانیری کی نعت' ستمبر ۱۹۹۰' ص:۲۶
۱۷۷۔ رفیع الدین اشفاق' اردو نعتیہ شاعری' ص:۲۷۵
۱۷۸۔ فقیر (محمد الدین مولوی)۔ ''دیوان محمدی'' مطبوعہ ۱۲۹۳ھ' ص:۳۲
۱۷۸۔ا ایضاً' ص:۴۳
۱۷۹۔ ظہیر الدین سید' مدنی' سخنوران گجرات' ص:۲۳۸
۱۸۰۔ ایضاً' ص:۲۴۸
۱۸۰۔ا حامد بدایونی' کلام حامد' دہلی (بھارت) ناشر فرزند شاعر عبداللہ' ۱۹۸۹ء
۱۸۰۔ب حامد بدایونی' مدح رسول کرم' دہلی (بھارت) ناشر فرزند شاعر عبداللہ' ص:۵
۱۸۰۔ج حامد بدایونی' گلزار نظم حامد' دہلی (بھارت) ناشر فرزند شاعر عبداللہ' ص:۲۵
۱۸۰۔د سہیل' اقبال احمد' موج کوثر' کراچی: بزم حمد و نعت' ۱۹۹۴ء' ص:۳۶
۱۸۰۔ہ ایضاً' ص:۴۸
۱۸۱۔ حافظ پیلی بھیتی' نعت حافظ (مرتبہ راجا رشید محمود) لاہور: مقبول اکیڈمی' ۱۴۰۷ھ' ص:۲۰۶
۱۸۲۔ حافظ پیلی بھیتی' نعت حافظ' (مرتبہ راجا رشید محمود)' لاہور: مقبول اکیڈمی' ۱۴۰۷ھ' ص:۸ تا ۲۳
۱۸۳۔ رسالہ ''الہام'' نعت نمبر' ۱۹۸۲ء' ص:۱۳۵' بحوالہ نعت حافظ' مرتبہ رشید محمود' ص:۸
۱۸۴۔ رسالہ ''الہام'' بہاولپور' نعت نمبر ۱۹۸۲ء' ص:۱۲۴' مضمون: اردو کا ایک گمنام نعت گو از محمد یوسف طرب شمسی بحوالہ ''نعت حافظ'' ص:۲۳
۱۸۵۔ ''نعت حافظ'' مرتبہ راجا رشید محمود' لاہور: مقبول اکیڈمی' ۱۴۰۷ھ' ص:۲۳۷
۱۸۶۔ محمد سلیم چودھری (مرتب) شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری' لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی' ۱۹۹۶ء' ص:۴۳
۱۸۷۔ مہر علی شاہ' سید' پیر' مراۃ العرفان' گولڑہ شریف (اسلام آباد)' مطبع پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز' ۱۹۸۶ء' ص:۱۲
۱۸۸۔ محجوب' زینت بی بی' گلبن نعت' لاہور: مفید عام پریس' ۱۹۱۳ء' ص:۱۲
۱۸۹۔ غریب سہارنپوری' خزینہ رحمت' سہارنپور (بھارت): نیو پریس' ۱۹۰۳ء' ص:۳۷

۱۹۰۔ جوہر میرٹھی' جواہر نعت پیغمبر' میرٹھ (بھارت)' نامی پریس' ۱۸۹۹ء' ص: ۲۶

۱۹۱۔ تابش صمدانی' (مضمون) ''میرے بزرگوں کی نعتیہ شاعری'' مشمولہ اوج (ادبی مجلّہ: گورنمنٹ کالج شاہدرہ' لاہور) مدیر آفتاب نقوی شہید' نعت نمبر ۲' ۱۹۹۲۔۱۹۹۳' ص: ۱۲۵

۱۹۱۔ا ایضاً ص: ۱۲۶

۱۹۲۔ محمد صادق قصوری (مضمون) ''سلسلہ جماعتیہ کے نعت گو شعراء'' مشمولہ نعت رنگ ۲ کراچی' ص: ۱۳۰

۱۹۳۔ محمد اقبال جاوید (مضمون) بیدم شاہ وارثی کی نعتیہ تاب وتب' ص: ۲۲۸

۱۹۳۔ (بیدم (شاہ وارثی)' مصحف بیدم' لاہور: الکتاب' ۱۹۸۱ء' ص: ۲۳

۱۹۳۔ب ایضاً مقدمہ کتاب ہذا ص: ۷

۱۹۴۔ شفقت رضوی' پروفیسر' اردو میں نعت گوئی' کراچی' جہان حمد پبلی کیشنز' ۲۰۰۲ء' ص: ۱۴۸

۱۹۵۔ حسرت موہانی' کلیات حسرت موہانی' لاہور: مکتبہ معین الادب' ۱۹۷۶ء' ص: ۲۹۸

۱۹۵۔ا ایضاً ص: ۱۵

۱۹۶۔ حسرت' محمد عبدالقدیر صدیقی' کلیاتِ حسرت' حیدرآباد (دکن) حسرت اکیڈمی' س۔ن' ص: ۱۴

۱۹۷۔ ایضاً' ص: ۱۵

۱۹۸۔ ایضاً' ص: ۱۵

۱۹۹۔ ایضاً' ص: ۱۶

۲۰۰۔ ایضاً' ص: ۱۶

۲۰۱۔ ایضاً' ص: ۱۷

۲۰۲۔ عاصی کرنالی' اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر' ص: ۳۲۵

۲۰۳۔ رفیع الدین اشفاق' اردو نعتیہ شاعری' ص: ۳۰۶

۲۰۴۔ امیر مینائی' محامدِ خاتم النبیین' آگرہ: مطبع مفید عام' ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء' ص: ۱۱۷

۲۰۵۔ محسن کاکوروی' کلیات مولوی محمد محسن' (مرتبہ مولوی محمد نورالحسن) کانپور: نامی پریس' ۱۳۲۳ھ' ص: ۱۴

۲۰۶۔ مجلہ نقوش ''رسول نمبر ۱۰'' شمارہ ۱۳۰' ص: ۶۶۲

۲۰۶۔الف شمس بریلوی' کلام رضا کا تحقیقی وادبی جائزہ' کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی' ۱۹۷۶ء' ص: ۲۳۵

۲۰۶۔ب سہ ماہی ''الکوثر'' مدیران: محمد ملک الظفر اور ڈاکٹر مظفر حسن عالی' سہسرام (بھارت): اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۸ء' ص: ۲۹

۲۰۶۔ج یوسف صابر پروفیسر' چودھویں صدی ہجری کی ایک عظیم شخصیت' فیصل آباد: جماعتِ غوثیہ ۱۹۸۳ء' ص: ۹۰

۲۰۶۔د لیٰسین اختر مصباحی' امام احمد رضا' اربابِ علم ودانش کی نظر میں'' کراچی' مکتبہ رضویہ ۱۹۷۷ء' ص: ۹۴

۲۰۶۔ہ کوثر نیازی مولانا' اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی ایک ہمہ جہت شخصیت' فیصل آباد: انجمن فدایانِ رسول س۔ن۔ ص ۱

۲۰۶۔و جمال' (محمد وارث)' امام شعر وادب' اعظم گڑھ: حق اکیڈمی' ۱۹۷۸ء' ص: ۱۱۲

۲۰۶۔ز نذر حسین شاہ سید: سلام رضا' فیصل آباد: مرکزی جماعتِ غوثیہ ۱۹۸۶ء' ص: ۴

۲۰۶۔ح لطیف احمد چشتی' (مرتب) انوارِ رضا لاہور: شرکت حنفیہ لمیٹڈ' ص: ۶۱۶

۲۰۶۔ط مرید احمد چشتی' جہانِ رضا' لاہور: مرکزی مجلسِ رضا' ۱۴۰۱' ص: ۱۰۹

۲۰۶۔ی مقدمہ ''ارمغانِ حرم'' منقولہ انوارِ رضا' ص: ۶۱۹

۲۰۶۔ک لطیف احمد چشتی' (مرتب) انوارِ رضا' ص: ۶۳۶

۲۰۶۔ل مرید احمد چشتی' خیابانِ رضا' لاہور: عظیم پبلیکیشنز' ۱۹۸۲ء' ص: ۴۲

۲۰۶۔م ایضاً: ۴۳

۲۰۶۔ن ایضاً' ص: ۱۱۷

۲۰۶۔ق لطیف احمد چشتی، (مرتب) انوارِ رضا، ص: ص:۵۶۵
۲۰۶۔ر ایضاً، ص:۵۷۷
۲۰۶۔ش ایضاً، ص:۵۸۷
۲۰۶۔ت عبدالحکیم شرف قادری، یادِ اعلیٰ حضرت، لاہور: مکتبہ قادریہ۔س۔ن، ص:۳۷
۲۰۶۔س کوثر نیازی، مولانا، امام احمد رضا خاں بریلوی ایک ہمہ جہت شخصیت، روزنامہ جنگ لاہور، ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۹۰ء
۲۰۶۔ع یوسف صابر پروفیسر، چودھویں صدی ہجری کی ایک عظیم شخصیت، فیصل آباد: جماعتِ غوثیہ ۱۹۸۳ء، ص:۹۰
۲۰۶۔ف روزنامہ جنگ لاہور، ۲۰ نومبر ۱۹۸۴ء (یہی مضمون روزنامہ جنگ لاہور کے ۱۵/اپریل ۲۰۰۵ء کے ایڈیشن میں بھی شائع ہوا)
۲۰۶۔ص لطیف احمد چشتی (مرتب) انوارِ رضا، ص:۵۴۷
۲۰۶۔ث ایضاً، ص:۵۹۳۱
۲۰۶۔خ طاہر سلطانی (مرتب) امام احمد رضا، کراچی: جہانِ حمد پبلیکیشنز ۲۰۰۵ء، ص:۱۰۰
۲۰۶۔ذ لطیف احمد چشتی، (مرتب) انوارِ رضا، ص:۶۵۴
۲۰۶۔ض ایضاً، ص:۶۵۸
۲۰۶۔ظ شاعر لکھنوی، تاریخ نعت گوئی میں حضرت رضا بریلوی کا منصب، لاہور: مرکزی مجلسِ رضا، ۱۹۷۷ء، ص:۸
۲۰۲۔غ ڈاکٹر ریاض مجید، اردو میں نعت گوئی، ص:۴۰۹
۲۰۶۔اب نعت رنگ نمبر ۱۸، کراچی، (مدیر صبیح رحمانی) اقلیم نعت دسمبر ۲۰۰۵ء، ص:۶۳
۲۰۶۔اج رضا بریلوی (مولانا احمد رضا خاں) حدائقِ بخشش، ص:۹
۲۰۶۔اد احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ "حدائقِ بخشش۔ کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی، ۱۹۷۶ء، ص:۱۱۰
۲۰۶۔اہ جمیل قادری، قبالۂ بخشش، لائل پور: مکتبہ نوریہ رضویہ۔س۔ن (اصل کتاب طبع اوّل ۱۳۴۱ھ میں چھپی تھی) ص:۴۴
۲۰۶۔او فقیر محمد حسین، سفینۂ عشقِ مدینہ یعنی دیوانِ فقیر، دہلی: مطبع فاروقی ۱۲۹۱ھ، ص۱۳۳
۲۰۷۔ حسن رضا خاں بریلوی، ذوقِ نعت، بریلی: رضوی کتب خانہ، ص:۵۸
۲۰۷۔الف ایضاً ص:۴۱
۲۰۷۔ب ایضاً ص:۲۶
۲۰۷۔ج نقوش رسول نمبر ۱۰ شمارہ ۱۳۰، ص:۶۸۲
۲۰۷۔د ایضاً، ص:۶۸۳
۲۰۸۔ احمد حسین خان منشی، ارمغان بے بہا، لاہور: کارخانہ پیسہ اخبار ۱۸۹۶ء، ص:۵
۲۰۸۔ا ایضاً، ص:۷
۲۰۸۔ب ایضاً، ص:۱۳
۲۰۸۔ج ایضاً، ص:۱۵
۲۰۸۔د ایضاً، ص:۱۷
۲۰۸۔ہ انیسہ ہارون شروانیہ، انیسیات، حیدرآباد دکن: اردو محل، ۱۹۴۶ء
۲۰۸۔و ایضاً، ص:۳۷
۲۰۸۔ز ایضاً، ص:۷۹
۲۰۸۔ح ایضاً، ص:۸۰
۲۰۸۔ط ایضاً، ص:۸۵
۲۰۸۔ی خادم مہائمی، ریاضِ فردوس، بمبئی: مطبع کریمی، ۱۹۴۵ء، ص:۱۳
۲۰۸۔ک مفتی غلام سرور لاہوری، کلیاتِ سرور، لاہور: مطبع اسلامیہ، ۱۹۱۰ء، ص:۶۰

۲۰۸۔ل ایضاً، ص:۶۶

۲۰۸۔م ایضاً، ص:۲۰۸

۲۰۹۔ نقوش رسول نمبر ۱۰ شمارہ ۱۳۰ ص:۶۸۳

۲۱۰۔ سلیم فاروقی، (مضمون) حافظ منیر الدین احمد منیر سندیلوی کی نعتیہ شاعری، مشمولہ نعت رنگ نمبر ۲، ص:۱۳۱

۲۱۰۔الف مجلّہ نقوش ''رسول نمبر ۱۰'' شمارہ ۱۳۰، ص:۷۰۷

۲۱۰۔ب مجلّہ نقوش ''رسول نمبر ۱۰'' شمارہ ۱۳۰، ص:۷۰۶

۲۱۰۔ج رشید محمود راجا، تعارف، ''سلام ضیاء'' مشمولہ ماہنامہ نعت لاہور، اکتوبر ۲۰۰۱ء، ص:۲

۲۱۰۔د رشید محمود راجا (مدیر) ماہنامہ نعت لاہور، جولائی ۱۹۸۹ء، ص:۳۹

۲۱۰۔ہ ایضاً، ص:۵

۲۱۰۔و ایضاً، ص:۷۶

۲۱۱۔ ضیاء القادری، دیارِ نبیؐ، لاہور: مکتبہ ارباب اردو، ۱۹۵۰ء، ص:۱۹۶

۲۱۲۔ اختر الحامدی، نعت محلؐ، لاہور: مکتبہ الرضا، ۱۹۷۴ء

۲۱۲۔الف اختر الحامدی، کمالِ رسولؐ، حیدرآباد: مکتبہ بزمِ رضا، ۱۹۶۰ء

۲۱۲۔ب اختر الحامدی، بہارِ عقیدت، خانیوال: رضوی بک سٹور، س۔ن

۲۱۲۔ج اختر الحامدی، انوارِ عقیدت، صفحات ۳۲

۲۱۲۔د اختر الحامدی، نعت محلؐ، لاہور: مکتبہ الرضا، ۱۹۷۴ء، ص:۸۲

۲۱۳۔ ایضاً: ص:۳۴

۲۱۴۔ اختر الحامدی (سید محمد مرغوب) نعت محلؐ لاہور، مکتبہ الرضا، ۱۹۷۳ء، ص:۵۶

۲۱۵۔ قمر جلالوی، عقیدتِ جاوداں، کراچی، شیخ شوکت اینڈ سنز، س۔ن، ص:۱۰

۲۱۶۔ ترمذی (شیر محمد) شانِ مصطفیٰؐ لاہور ملک دین محمد اینڈ سنز، ۱۹۵۳ء، ص:۲۴

۲۱۷۔ ایضاً، ص:۱۴

۲۱۸۔ ایضاً، ص:۳۲

۲۱۸۔(الف) انیس الرحمٰن + شبیر قادری (مرتبین) خوشبو کی ہجرت، فیصل آباد، حافظ لدھیانوی اکادمی ۲۰۰۰ء ص:۸

۲۱۸۔ب حافظ لدھیانوی صلِّ علی النبیؐ فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۰ء ص:۱۰

۲۱۸۔ج حافظ لدھیانوی صلِّ علی النبیؐ فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۰ء ص:

۲۱۸۔د انیس الرحمٰن + شبیر قادری (مرتبین) خوشبو کی ہجرت، فیصل آباد، حافظ لدھیانوی اکادمی ۲۰۰۰ء ص:۳۱

۲۱۸۔ہ حافظ لدھیانوی ثنائے خواجہ فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۷۱ء ص:۹۱

۲۱۸۔و حافظ لدھیانوی نشیدِ حضوری فیصل آباد: بیت الادب س ن، ص:۹۹

۲۱۸۔ز حافظ لدھیانوی کیفِ مسلسل، فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۸۹ء ص:۴۷

۲۱۸۔ح حافظ لدھیانوی، مطلعِ فاراں، فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۸۷ء ص:۱۲۶

۲۱۸۔ط ایضاً، ص:۲۱۸

۲۱۸۔ی مجلّہ سیارہ نمبر ۲۷ لاہور (مدیر حفیظ الرحمٰن احسن) جلد ۵۵ شمارہ ۵ جنوری ۱۹۸۹ء ص:۴۰۶

۲۱۸۔ک حافظ لدھیانوی، صلِّ علی النبیؐ، فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۰ء ص:۱۱۱

۲۱۸۔ل حافظ لدھیانوی، یا صاحب الجمال، فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۰ء ص:۱۳۵

۲۱۸۔م حافظ لدھیانوی، جذبِ حسانؓ، فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۱ء ص:۱۰۳

۲۱۸۔ن حافظ لدھیانوی، تائیدِ جبریلؑ، فیصل آباد: بیت الادب س ن، ص:۲۱۸

۲۱۸۔س حافظ لدھیانوی' معراجِ فن' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۴ء ص: ۹۲
۲۱۸۔ع حافظ لدھیانوی' آہنگ ثنا' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۵ء ص: ۶۱
۲۱۸۔ف مجلہ سیارہ نمبر ۲۷ لاہور (مدیر حفیظ الرحمٰن احسن) جلد ۶۸ شمارہ ۳ مئی ۱۹۹۵ء ص: ۱۱۳
۲۱۸۔ص حافظ لدھیانوی' اعترافِ عجز' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۶ء ص: ۱۱۴
۲۱۸۔ق حافظ لدھیانوی' نغماتِ مدحت' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۷ء ص: ۱۰۷
۲۱۸۔ر مجلہ سیارہ نمبر ۲۷ لاہور (مدیر حفیظ الرحمٰن احسن) جلد ۴۷ شمارہ ۳ مئی ۱۹۹۸ء ص: ۲۶۱
۲۱۸۔ش حافظ لدھیانوی' نقوشِ حرم' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۸ء ص: ۹۰
۲۱۸۔ت حافظ لدھیانوی' کیفیاتِ دوام' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۸ء ص: ۱۲۷
۲۱۸۔ث ایضاً' ص: ۱۲
۲۱۸۔خ حافظ لدھیانوی' آئینہ کرم' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۸ء ص: ۱۰۸
۲۱۸۔ذ حافظ لدھیانوی' حدیثِ عشق' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۸ء ص: ۱۳۵
۲۱۸۔ض حافظ لدھیانوی' مطلع الفجر' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۸ء ص: ۶۹
۲۱۸۔ظ حافظ لدھیانوی' مصدرِ خیر' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۸ء ص: ۱۲۴
۲۱۸۔غ ایضاً' ص: ۱۲
۲۱۸۔ب ب حافظ لدھیانوی'' امام القبلتین'' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۹ء ص: ۱۲۷
۲۱۸۔ب ج حافظ لدھیانوی'' قرآن ناطق'' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۹ء ص: ۷۳
۲۱۹۔ مسلم (ابوالامتیاز ع۔س مسلم) زمزمہ درود' لاہور: مقبول اکیڈمی' ۱۹۹۳ء' ص: ۱۰۸
۲۲۰۔ مسلم (ابوالامتیاز ع۔س مسلم) اللہ و رسول' لاہور: مقبول اکیڈمی' ۱۹۹۳ء' ص: ۹۷
۲۲۰۔الف ایضاً: ص: ۲۵
۲۲۰۔ب مسلم (ابوالامتیاز ع۔س مسلم) کعبہ و طیبہ' لاہور: مقبول اکیڈمی' ۱۹۹۳ء' ص: ۱۰
۲۲۰۔ج ایضاً: ص: ۱۰۳
۲۲۰۔د مسلم (ابوالامتیاز ع۔س مسلم) زمزمہ سلام' لاہور: مقبول اکیڈمی' ۱۹۹۳ء' ص: ۱۲۵
۲۲۰۔ہ ایضاً: ص: ۲۳
۲۲۰۔ز ایضاً: ص: ۳۷
۲۲۰۔ح مسلم (ابوالامتیاز ع۔س مسلم) حمد و نعت' لاہور: مقبول اکیڈمی' ۱۹۸۹ء' ص: ۱۸۱
۲۲۰۔ط ایضاً: ص: ۴۳
۲۲۰۔ی طاہر تونسوی ڈاکٹر' جہت ساز تخلیقی شخصیت' (ابوالامتیاز ع۔س۔ مسلم)' لاہور: القمر انٹر پرائزز' ۲۰۰۳ء' ص: ۳۶
۲۲۰۔ک آفاق صدیقی + رؤف نیازی (مرتبین)' کوزہ گرِ جہانِ فن' (ابوابوالامتیاز ع۔س۔ مسلم) لاہور: القمر انٹر پرائزز' ۲۰۰۳ء' ص: ۱۱۹
۲۲۱۔ بجین رجپوری' نیرِ حرم' لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز' ۱۹۸۸ء' ص: ۱۴۳
۲۲۱۔الف بجین رجپوری' تجلائے حرم ﷺ مشمولہ کلیاتِ بجین رجپوری (جلد اوّل)' لاہور: مکتبہ بجین' ۲۰۰۳ء' ص: ۹۷
۲۲۱۔ب بجین رجپوری' اضوائے رحمتِ رحمٰن ﷺ مشمولہ کلیاتِ بجین رجپوری (جلد اوّل)' لاہور: مکتبہ بجین' ۲۰۰۳ء' ص: ۳۶
۲۲۱۔ج بجین رجپوری' لمعاتِ مُرتاضِ حری ﷺ مشمولہ کلیاتِ بجین رجپوری (جلد اوّل)' لاہور: مکتبہ بجین' ۲۰۰۳ء' ص: ۶۷
۲۲۱۔د بجین رجپوری' تاجدارِ مُرسلاں ﷺ مشمولہ کلیاتِ بجین رجپوری (جلد اوّل)' لاہور: مکتبہ بجین' ۲۰۰۳ء' ص: ۲۹
۲۲۱۔ہ بجین رجپوری' شمعِ حرم ﷺ مشمولہ کلیاتِ بجین رجپوری (جلد اوّل)' لاہور: مکتبہ بجین' ۲۰۰۳ء' ص: ۱۷
۲۲۱۔و بجین رجپوری' ضوبارِ حرم ﷺ مشمولہ کلیاتِ بجین رجپوری (جلد اوّل)' لاہور: مکتبہ بجین' ۲۰۰۳ء' ص: ۵۶
۲۲۱۔ز بجین رجپوری' فخرِ رسل شہِ اُمم آقا حضور ﷺ مشمولہ کلیاتِ بجین رجپوری (جلد اوّل)' لاہور: مکتبہ بجین' ۲۰۰۳ء' ص: ۱۵۸
۲۲۱۔ح بجین رجپوری' حبیبِ ذی المنن رسول ﷺ مشمولہ کلیاتِ بجین رجپوری (جلد اوّل)' لاہور: مکتبہ بجین' ۲۰۰۳ء' ص: ۲۶۳

۲۲۱۔ط بخین رنچپوری' فیضانِ محسنِ اعظم ﷺ مشمولہ کلیاتِ بخین رنچپوری (جلد اوّل)' لاہور: مکتبہ بخین' ۲۰۰۳ء' ص: ۲۸۹

۲۲۱۔ی بخین رنچپوری' اضاءتِ سرورِ کونین ﷺ مشمولہ کلیاتِ بخین رنچپوری (جلد اوّل)' لاہور: مکتبہ بخین' ۲۰۰۳ء' ص: ۴۰۷

۲۲۲۔ حفیظ صدیقی' لازوال' صدیقی پبلی کیشنز' ۱۹۹۲ء' ص: ۷۵

۲۲۲۔الف حفیظ صدیقی' لامثال' صدیقی پبلی کیشنز' ۱۹۹۵ء' ص: ۴۵

۲۲۳۔ ایضاً' لامثال' ایضاً' ۱۹۹۵ء' ص: ۱۸

۲۲۳۔الف ماہ نامہ نعت لاہور (ستار وارثی کی نعت) مارچ' ۱۹۹۳ء' ص: ۳۷

۲۲۳۔ب ستار وارثی' مطرِ معطر' کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی' ۱۹۸۶ء' ص: ۲۹

۲۲۳۔ج ستار وارثی' ''حرفِ معتبر'' کراچی: بزمِ وارث' ۱۹۹۴ء' ص: ۱۲۷

۲۲۴۔ فقیر (حافظ محمد افضل صوفی) جانِ جہاں' لاہور' مکتبہ کاروان' ۱۴۰۳ھ' ص: ۵۱۔۵۰

۲۲۵۔ فقیر (حافظ محمد افضل صوفی) عطائے محمد' لاہور' قاضی پبلی کیشنز' ۱۹۹۱ء' پیش لفظ کتاب ہذا' ص: ۱۳

۲۲۵۔الف حفیظ تائب' صلّوا علیہ وآلہٖ' لاہور: سیرت مشن پاکستان' ۱۹۷۸ء' ص: ۴۲

۲۲۵۔ب تائب (حفیظ تائب)' وسلّموا تسلیما' لاہور: القمر انٹر پرائزز' ۱۹۹۶ء' ص: ۱۷۷

۲۲۵۔ج تائب (حفیظ تائب)' وہی یٰسین وہی طٰہٰ' لاہور: القمر انٹر پرائزز' ۱۹۹۸ء' ص: ۳۹

۲۲۶۔ بیاض (مدیر: خالد احمد) جلد ۸' شمارہ ۱۲' دسمبر ۲۰۰۰ء' جنوری ۲۰۰۱ء' ص: ۴۱

۲۲۷۔ تائب (حفیظ تائب)' کلیاتِ حفیظ تائب' لاہور: القمر انٹر پرائزز' ۲۰۰۵ء' ص: ۵۲۴ تا ۵۳۱

۲۲۸۔ تائب (حفیظ تائب)' کوثریہ' لاہور: القمر انٹر پرائزز' ۲۰۰۳ء' ص: ۷۶

۲۲۹۔ تائب (حفیظ تائب)' وسلّموا تسلیما' لاہور: القمر انٹر پرائزز' ۱۹۹۶ء' پیش لفظ کتاب ہذا

۲۳۰۔ ریاض (سید محمد ریاض الدین سہروردی)' دیوانِ ریاض' کراچی: رضا پبلشنگ ہاؤس' س۔ن' ص: ۵۷

۲۳۱۔ محمود (سید محمود حسن رضوی محمود الٰہ آبادی) انوارِ محمود' انڈیا: ۱۹۵۳ء' ص: ۹۰

۲۳۲۔ جمال محمد عبداللہ' مہر جہاں فروز' کراچی' ۱۴۲۳ھ' ص: ۸

۲۳۳۔ ایضاً' ص: ۱۲۷

۲۳۴۔ دارا طفیل' بعد از خدا' لاہور: آئینۂ ادب' ۱۹۸۲ء' ص: ۱۸۹

۲۳۵۔ ایضاً' ص: ۳۶

۲۳۶۔ محمد اعظم چشتی' نیرِ اعظم' مضمون پیش گفت' لاہور: خزینۂ علم و ادب' ۲۰۰۰ء' ص: ۱۷

۲۳۷۔ محمد اعظم چشتی' غذائے روح' ص: ۱۴

۲۳۸۔ محمد اعظم چشتی' رنگ و بُو' ص: ۳۹

۲۳۹۔ محمد اعظم چشتی' معراج' ص: ۱۰۳

۲۴۰۔ صائم چشتی' فردوسِ نعت' فیصل آباد' چشتی کتب خانہ' ۱۴۰۶ھ' ص: ۲۸

۲۴۱۔ مسرور کیفی' سید الکونین' کراچی: ادارہ فروغِ ادب' ۱۹۸۶ء' ص: ۷

۲۴۲۔ ایضاً' سجدہ حرف' ۱۹۸۸ء' ص: ۸۹

۲۴۳۔ ایضاً' کرم در کرم' ۲۰۰۰ء

۲۴۴۔ ایضاً' دیارِ نور' ۲۰۰۲ء

۲۴۵۔ خالد (ڈاکٹر عباس الاسدی)' بارگاہِ ادب میں' اسلام آباد: شیخ سالم بن محمد میموریل اکیڈمی' ۱۹۹۶ء' ص: ۸۳

۲۴۶۔ نازش (محمد حنیف) آبرو' ناشر مصنف خود' ۲۰۰۳ء' ص: ۲۷

۲۴۷۔ ایضاً' ص: ۶۱

۲۴۸۔ مرزا عبدالشکور بیگ' نکہتِ مدینہ' فیصل آباد' المصطفےٰ تھنکرز فورم' ۱۴۲۳ھ' ص: ۲۶

۲۴۹۔ مسعود چشتی، تسکین قلب، کراچی، راغب مراد آبادی اکیڈمی ۱۹۸۹ء، ص: ۱۱۰

۲۵۰۔ شوکت ہاشمی، فیضان رحمت، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء، ص: ۱۷۰

۲۵۱۔ شوکت ہاشمی 'فیضان رحمت' لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء ' ص: ۱۷۰

۲۵۲۔ نظیر (اصغر حسین خاں)، آفتاب حرا، لاہور، مجلس اردو، ۱۹۸۸ء، ص: ۴۰

۲۵۳۔ بیکل اتساہی، والضحیٰ، بلرام پور، گونڈہ (بھارت) ناشر ڈاکٹر صوفیہ بلقیس ۱۹۹۲ء، ص: ۲۰

۲۵۳۔الف بیکل اتساہی، پیام رحمت، گونڈہ (بھارت) مکتبہ: امجدی ۱۹۶۴ء، ص: ۱۴

۲۵۴۔ بدر فاروقی، اشک فروزاں، کراچی، ایجوکیشنل پریس، ۱۹۹۰ء، ص: ۱۱

۲۵۵۔ ایضاً، ص: ۱۹

۲۵۶۔ ایضاً، فلیپ

۲۵۷۔ فدا خالدی دہلوی، م ص، کراچی، اشتیاق پرنٹنگ پریس، ۱۹۸۳ء، ص: ۲۴

۲۵۸۔ ثمر عبدالکریم، شاخ سدرہ، لاہور: اعجاز ٹریڈرز، ۱۹۸۷ء، ص: ۱۳۷

۲۵۸۔الف ثمر عبدالکریم، شعر والہام، لاہور: مکتبہ عرفان، ۱۹۶۲ء

۲۵۸۔ب ایضاً، ص: ۲۰۲

۲۵۸۔ج ایضاً، ص: ۲۱۱

۲۵۸۔د ایضاً، احسن تقویم، لاہور: ناشر فرزند شاعر محمد ظفر، ۱۹۸۲ء، ص: ۳۰

۲۵۸۔ہ ذوقی مظفر نگری۔ وسیم فردوس' لاہور: صدیقی برادران، ۱۹۸۹ء ' ص: ۲۴

۲۵۸۔و ایضاً ' ص: ۴

۲۵۹۔ فدا (صوفی حاجی فضل الدین) حدیث ایماں، لاہور: ناشر مصنف کے صاحبزادگان ۱۹۸۹ء، ص: ۶۵

۲۶۰۔ منیر قصوری، چادر رحمت، لاہور: مجلس سخن ۱۹۹۳ء، ص: ۸۰

۲۶۱۔ مجلہ سیارہ، لاہور: دسمبر ۱۹۹۱ء، ص: ۵۰۲

۲۶۲۔ لالہ صحرائی (محمد صادق)، غزوات رحمت للعلمین، کراچی: ادارہ مطبوعات تکبیر، ۱۹۹۷ء، ص: ۱۴

۲۶۳۔الف ایضاً، ص: ۱۴

۲۶۳۔ب ایضاً، ص: ۸

۲۶۴۔ لالہ صحرائی (محمد صادق)، نعت دھنک، جہانیاں ضلع خانیوال، روان اسلم نیوز ایجنسی، ۲۰۰۰ء، ص: ۱۹۶

۲۶۵۔ لالہ صحرائی (محمد صادق)، نعت چراغاں، ص: ۱۲۲

۲۶۶۔ لالہ صحرائی (محمد صادق)، نعت سویرا، لاہور، یمانی پرنٹرز، ۲۰۰۰ء، ص: ۱۰۰

۲۶۷۔ لالہ صحرائی (محمد صادق)، باران نعت، کراچی، ادارہ مطبوعات تکبیر، ۱۹۹۲ء، ص: ۱۴۴

۲۶۸۔ محمد افضل حیدری، ہم مدینے چلے، لاہور، مکتبہ جمال کرم، ۲۰۰۱ء، ص: ۵۹

۲۶۹۔ ہلال جعفری، ہلال حرم، ملتان، مکتبہ اہل قلم، ۱۹۸۴ء

۲۷۰۔ وحید الحسن وحید ہاشمی، یٰسین، لاہور: الحبیب پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء

۲۷۱۔ انور جمال، حسنت جمیع خصالہٖ، ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۰ء، ص: ۵۲

۲۷۱۔الف حامد امروہوی، مدحت کے پھول، نئی دہلی: اسلامک بک فاؤنڈیشن (طبع دوم) ۲۰۰۱ء

۲۷۱۔ب حامد امروہوی، خیابان ارم، نئی دہلی: اسلامک بک فاؤنڈیشن (طبع اوّل) ۲۰۰۰ء

۲۷۱۔الف ماہنامہ ''شاعر'' بمبئی، جلد ۷۸، شمارہ ۴، اپریل ۲۰۰۷ء، ص: ۱۳

۲۷۱۔ب شورش کاشمیری، چہ قلندرانہ گفتم، لاہور: مطبوعات چٹان

۲۷۱۔ج ایضاً: ص: ۲۶

۲۷۱۔د صہبا اختر' اقرا' کراچی: ایجوکیشن پریس' ۱۹۸۱ء' ص: ۲۱۶
۲۷۱۔ہ کمال (منیر کمال)' بارانِ رحمت' فیصل آباد: نعت اکادمی' ۱۹۸۸ء' ص: ۳۸
۲۷۱۔و سحر (حسین سحر)' تقدیس' ملتان: کتاب نگر' ۱۹۸۹ء' ص: ۵۸
۲۷۱۔ز واجد (ولی محمد واجد)' والضحیٰ' ملتان: کتاب نگر' س۔ن' ص: ۲۹
۲۷۱۔ح ایضاً: ص: ۴۱
۲۷۲۔ اظہر محمود راجا' راجا رشید محمود' ادارہ پاکستان شناسی' ۲۰۰۷ء' ص: ۴
۲۷۳۔ مکتوب ڈاکٹر ظہور احمد اظہر بنام راقم (افضال احمد انور) ۲۱ فروری ۲۰۰۷ء
۲۷۴۔ محمد سلطان شاہ ڈاکٹر' شاعرِ نعت' راجا رشید محمود' لاہور' الجلیل پبلشرز' ۲۰۰۴ء
۲۷۵۔ رشید محمود راجا' مدحت سرور' لاہور: مکتبہ ایوان نعت' ۲۰۰۲ء
۲۷۶۔ ایضاً' ص: ۱۲
۲۷۷۔ ایضاً' ص: ۳۴
۲۷۸۔ رشید محمود راجا' اوراق نعت' لاہور' مکتبہ ایوانِ نعت' ۲۰۰۲ء
۲۷۹۔ ایضاً' ص: ۳
۲۸۰۔ رشید محمود راجا' تسبیح نعت' ماہنامہ نعت' لاہور' اپریل ۲۰۰۳ء
۲۸۱۔ ایضاً' ص: ۳۰
۲۸۲۔ ایضاً' ص: ۱۰۵
۲۸۳۔ ایضاً' ص: ۱۴۵
۲۸۴۔ رشید محمود راجا' مدیح سرکار' ماہنامہ نعت' لاہور' اگست ۱۹۹۷ء
۲۸۵۔ ایضاً' ص: ۳۳
۲۸۶۔ ایضاً' ص: ۴۵
۲۸۷۔ رشید محمود راجا' حی علی الصلوٰۃ' ماہنامہ نعت' لاہور: نومبر ۱۹۹۸ء
۲۸۸۔ ایضاً' ص: ۳۰
۲۸۹۔ رشید محمود راجا' صباحِ نعت' ماہنامہ نعت لاہور: جون ۲۰۰۳ء' ص: ۱۳
۲۹۰۔ رشید محمود راجا' احرام نعت' ماہنامہ نعت لاہور: نومبر ۲۰۰۳ء
۲۹۱۔ ایضاً' ص: ۴۷
۲۹۲۔ ایضاً' ص: ۶۳
۲۹۳۔ رشید محمود راجا' شعاعِ نعت' ماہنامہ نعت لاہور: فروری ۲۰۰۴ء
۲۹۴۔ ایضاً' ص: ۹۳
۲۹۵۔ ایضاً' ص: ۹۷
۲۹۶۔ رشید محمود راجا' دیوانِ نعت' ماہنامہ نعت لاہور: مارچ ۲۰۰۴ء
۲۹۷۔ ایضاً' ص: ۳۷
۲۹۸۔ رشید محمود راجا' تجلیاتِ نعت' ماہنامہ نعت لاہور: جون ۲۰۰۴ء
۲۹۹۔ ایضاً' ص: ۸۰
۳۰۰۔ ایضاً' ص: ۸۸
۳۰۱۔ رشید محمود راجا' وارداتِ نعت' ماہنامہ نعت لاہور: اگست ۲۰۰۴ء
۳۰۲۔ ایضاً' ص: ۹

۳۰۳۔ ایضاً، ص:۹۵
۳۰۴۔ رشید محمود راجا، بیان نعت، ماہنامہ نعت لاہور: نومبر ۲۰۰۴ء
۳۰۵۔ ایضاً، ص:۱۲
۳۰۶۔ ایضاً، ص:۴۸
۳۰۷۔ رشید محمود راجا، مینائے نعت، ماہنامہ نعت لاہور: دسمبر ۲۰۰۴ء
۳۰۸۔ ایضاً، ص:۱۷
۳۰۹۔ رشید محمود راجا، حمد میں نعت، ماہنامہ نعت لاہور: جنوری ۲۰۰۵ء
۳۱۰۔ ایضاً، ص:۶۳
۳۱۱۔ ایضاً، ص:۷۳
۳۱۲۔ ایضاً، ص:۸۳
۳۱۳۔ ایضاً، ص:۱۰۳
۳۱۴۔ رشید محمود راجا، التفات نعت، ماہنامہ نعت لاہور: اپریل ۲۰۰۵ء
۳۱۵۔ ایضاً، ص:۴۳
۳۱۶۔ رشید محمود راجا، ورفعنا لک ذکرک، لاہور: پاپولر پبلشرز، ۱۹۷۷ء
۳۱۷۔ ایضاً، ص:۱۹
۳۱۸۔ رشید محمود راجا، حدیث شوق، لاہور: سلیم بک سنٹر، ۱۹۸۶ء
۳۱۹۔ ایضاً، ص:۱۴
۳۲۰۔ رشید محمود راجا، شہر کرم، لاہور: اختر کتاب گھر ۱۹۹۶ء
۳۲۱۔ ایضاً، ص:۲۹
۳۲۲۔ رشید محمود راجا، سلام ارادت، لاہور: مکتبہ ایوان نعت، ۲۰۰۱ء
۳۲۳۔ ایضاً، ص:۳۹
۳۲۴۔ رشید محمود راجا، حرف نعت، ماہنامہ نعت لاہور: نومبر ۲۰۰۰ء
۳۲۵۔ ایضاً، ص:۵۱
۳۲۶۔ رشید محمود راجا، نعت، ماہنامہ نعت لاہور: مئی ۲۰۰۱ء
۳۲۷۔ رشید محمود راجا، کتاب نعت، ماہنامہ نعت لاہور: نومبر ۲۰۰۱ء
۳۲۸۔ ایضاً، ص:۷
۳۲۹۔ رشید محمود راجا، دیار نعت، ماہنامہ نعت لاہور: دسمبر ۲۰۰۲ء
۳۳۰۔ ایضاً، ص:۹
۳۳۱۔ رشید محمود راجا، تابش نعت، لاہور، ماہنامہ نعت، اکتوبر ۲۰۰۶ء
۳۳۲۔ ایضاً، ص:۷۵
۳۳۳۔ رشید محمود راجا، صدائے نعت، ماہنامہ نعت لاہور: دسمبر ۲۰۰۶ء
۳۳۴۔ ایضاً، ص:۳۱
۳۳۵۔ ایضاً، ص:۵۱
۳۳۶۔ رشید محمود راجا، منہاج نعت، ماہنامہ نعت لاہور: جنوری ۲۰۰۷ء
۳۳۷۔ ایضاً، ص:۱۸
۳۳۸۔ رشید محمود راجا، عنایت نعت، ماہنامہ نعت لاہور: جولائی ۲۰۰۵ء

۳۳۹۔ ایضاً، ص:۲۲
۳۴۰۔ رشید محمود راجا، مرقع نعت، ماہنامہ نعت لاہور: اگست ۲۰۰۵ء
۳۴۱۔ ایضاً، ص:۱۱
۳۴۲۔ ایضاً، ص:۱۲
۳۴۳۔ رشید محمود راجا، نیاز نعت، ماہنامہ نعت لاہور: دسمبر ۲۰۰۵ء
۳۴۴۔ ایضاً، ص:۱۷
۳۴۵۔ ایضاً، ص:۳۱
۳۴۶۔ رشید محمود راجا، بوستان نعت، ماہنامہ نعت لاہور: جنوری ۲۰۰۶ء
۳۴۷۔ ایضاً، ص:۹
۳۴۸۔ ایضاً، ص:۲۹
۳۴۹۔ رشید محمود راجا، سرود نعت، ماہنامہ نعت لاہور: مئی ۲۰۰۶ء
۳۵۰۔ ایضاً، ص:۹
۳۵۱۔ رشید محمود راجا، (مرتب) نعت خاتم المرسلینؐ، لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۸۸ء
۳۵۲۔ رشید محمود راجا، قلزم رحمت، لاہور: اقبال برادرز، ۱۹۸۷ء
۳۵۳۔ ایضاً، دیباچہ
۳۵۴۔ رشید محمود راجا، (مرتب) خواتین کی نعت گوئی، لاہور: نعت کدہ، ۱۹۹۵ء
۳۵۵۔ رشید محمود راجا، غیر مسلموں کی نعت گوئی، لاہور: نعت کدہ، ۱۹۹۴ء
۳۵۶۔ رشید محمود راجا، میلاد النبیؐ، لاہور: مکتبہ ایوان نعت، ۱۹۸۸ء
۳۵۷۔ رشید محمود راجا، حمد و نعت، لاہور: مکتبہ ایوان نعت، ۱۹۸۸ء
۳۵۸۔ رشید محمود راجا، مدینۃ النبیؐ، لاہور: مکتبہ ایوان نعت، ۱۹۸۸ء
۳۵۹۔ رشید محمود راجا، مدح سرور کونینؐ، لاہور: مکتبہ ایوان نعت، ۱۹۸۸ء
۳۶۰۔ رشید محمود راجا، تحسین نعت، لاہور: مرکز معارف اولیاء محکمہ اوقاف پنجاب ۲۰۰۲ء
۳۶۱۔ رشید محمود راجا، مدح رسولؐ، لاہور: پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، ۱۹۷۳ء
۳۶۲۔ رشید محمود راجا، نعت حافظ (حافظ پیلی بھیتی) لاہور: مقبول اکیڈمی،
۳۶۳۔ مظفر وارثی، نور ازل، لاہور: ماورا پبلشرز، ۱۹۸۸ء، ص:۳۵
۳۶۴۔ مظفر وارثی، دل سے در نبیؐ تک، لاہور: القمر انٹر پرائزز، ۱۹۹۲ء، ص:۱۱۹
۳۶۵۔ مظفر وارثی، کعبۂ عشق، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء، ص:۵۳
۳۶۶۔ مظفر وارثی، صاحب التاج، لاہور: علم و عرفان پبلشرز، ۲۰۰۰ء، ص:۱۲۳
۳۶۷۔ خیامی، منظور حسین، اوصاف پیغمبر، لاہور: گڈ بکس، ۱۹۹۸ء، ص:۴۳
۳۶۸۔ محمد افضل کوٹلوی، عرش تمنا، فیصل آباد: نوری بکڈ پو، س۔ن، ص:۶۳
۳۶۹۔ غضنفر جاوید چشتی، نور ہمہ نور، لاہور: خزینۂ علم و ادب، ۲۰۰۱ء، ص:۸۶
۳۷۰۔ طاہر سلطانی، نعت میری زندگی، کراچی: ادارہ چمنستان حمد و نعت، ۱۹۹۷ء، ص:۶۸
۳۷۱۔ ریاض مجید (مضمون) حکیم شریف احسن کی نعت گوئی مشمولہ عبدہٗ و رسولہٗ، فیصل آباد: نعت اکادمی، ۲۰۰۰ء، ص:۲۶
۳۷۲۔ احسن (حکیم شریف احسن) عبدہٗ و رسولہٗ، ایضاً، ص:۹۰
۳۷۳۔ زمان سہرابی، ذکر رسولؐ، کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء، ص:۱۰۹
۳۷۴۔ ایضاً، ص:۵۴

۳۷۵۔ مختار ظافر' بدر کمال' گوجرانوالہ' فروغ ادب اکیڈمی' ۱۹۹۰ء' ص: ۱۷۷
۳۷۶۔ قمر صدیقی' حرف حرف روشنی' روالپنڈی: مطبوعات حرمت' ۱۹۸۲ء' ص: ۸۴
۳۷۷۔ امیر اختر بھٹی' توشۂ آخرت' جھنگ صدر' مجید بکڈپو' ۲۰۰۲ء' ص: ۲۳
۳۷۸۔ صبا نویدی علیم' ن' ٹمل ناڈو (بھارت) اردو پبلی کیشنز' ۱۹۹۰ء
۳۷۹۔ ایضاً' ص: ۵۱
۳۸۰۔ ایضاً' ص: ۸۸
۳۸۱۔ بدر القادری' مولانا' جمیل الشیم' اعظم گڑھ (بھارت): المجمع الاسلامی' ۱۹۹۰ء' ص: ۲۵
۳۸۲۔ ایضاً' ص: ۶
۳۸۳۔ ایضاً' ص: ۸۹
۳۸۴۔ واصف علی واصف' شب راز' لاہور: کاشف پبلی کیشنز' س ن' ص: ۲۱
۳۸۵۔ واصف علی واصف شب چراغ' لاہور: کاشف پبلی کیشنز' ص: ۲۲۱
۳۸۶۔ شاکر کنڈان' نعت رسول مقبولؐ اور شعرائے جلال پور جٹاں' کراچی: نعت رنگ نمبر ۸' ص: ۱۷۰
۳۸۷۔ شعیب آبروفیض آبادی' نظر نظر طیبہ' کراچی: بزم حمد و نعت' ۱۹۹۳ء
۳۸۸۔ خاکی (عزیز الدین) ذکر صلِ علیٰ' کراچی: تنظیم استحکام نعت' ۱۹۹۴ء ' ص: ۵۲
۳۸۸۔ل عزیز الدین خاکی' نغمات طیبات' کراچی: تنظیم استحکام نعت' ۱۹۹۶ء ' ص: ۹۱
۳۸۹۔ خاکی (عزیز الدین خاکی القادری): ذکر صلِ علیٰ' کراچی: تنظیم استحکام نعت' ۱۹۹۴ء' ص: ۴
۳۹۰۔ کلیم (موسیٰ نظامی)' نور کونینؐ لاہور: اظہار سنز' ۱۹۹۸ء' ص: ۴۷
۳۹۱۔ ناظم بزمی' کاروان شوق' گوجرانوالہ: فروغ ادب اکیڈمی' ۱۹۸۴ء' ص: ۱۳۳
۳۹۲۔ قمر یزدانی' ساغر کوثر' مریدکے' مکتبہ اشرفیہ' ۱۹۸۸ء' ص: ۵۴
۳۹۳۔ قمر یزدانی' مہر درخشاں' سیالکوٹ' اسلامی کتب خانہ' ۱۹۸۰ء
۳۹۴۔ ساغر صدیقی' سبز گنبد' لاہور: ٹیکنیکل پبلشرز' ۱۹۸۶ء' ص: ۲۱
۳۹۵۔ ایضاً' ص: ۲۸
۳۹۶۔ سجاد مرزا' کیف دوام' گوجرانوالہ: فروغ ادب اکادمی' ۱۹۸۸ء' ص: ۴۷
۳۹۷۔ سجاد مرزا' چراغ آرزو' گوجرانوالہ: فروغ ادب اکادمی' ۱۹۹۲ء' ص: ۴۵
۳۹۸۔ سجاد مرزا' شوق نیاز' گوجرانوالہ: فروغ ادب اکادمی' ۱۹۹۸ء' دیباچہ کتاب ہذا
۳۹۹۔ ایضاً' ص: ۳۶
۴۰۰۔ مخدوم منظور الحق' ڈاکٹر' تاجدار حرم' لاہور: کرم پبلی کیشنز' ۱۹۹۶ء' ص: ۲۷۔۲۶
۴۰۱۔ ایضاً' ص: ۴۳
۴۰۲۔ اصغر نثار قریشی' حریم عرش' لاہور: ہمدرد کتب خانہ' ۱۹۹۶ء' ص: ۳۰
۴۰۳۔ ایضاً' ص: ۳۵
۴۰۴۔ گوہر ملسیانی' جذبات شوق' صادق آباد: گوہر ادب پبلی کیشنز' ۲۰۰۳ء
۴۰۵۔ ایضاً' ص: ۸۰
۴۰۶۔ ایضاً' ص: ۹۲
۴۰۷۔ گوہر ملسیانی' متاع شوق' صادق آباد: گوہر ادب پبلی کیشنز' 1995ء
۴۰۸۔ ایضاً' ص: ۷۵
۴۰۹۔ طفیل ہوشیار پوری' رحمت یزداں' لاہور: احسان اکیڈمی' ۱۹۹۲ء' ص: ۱۰۳

۴۱۰۔ عابد سعید عابدؔ نجات راولپنڈی: فیض الاسلام پریس ۲۰۰۱ء ص:۴۳
۴۱۱۔ عابد سعید عابدؔ زیارت راولپنڈی: فیض الاسلام پریس ۲۰۰۳ء ص:۵۶
۴۱۲۔ عابد سعید عابدؔ رسائی راولپنڈی: فیض الاسلام پریس ۲۰۰۴ء ص:۵۱
۴۱۳۔ عاصی کرنالی (مضمون) "اے ہوا موذن ہو" مشمولہ ادبیات سہ ماہی اسلام آباد شمارہ:۲۴ جلد:۶ ۱۹۹۳ء ص:۲۶۷
۴۱۴۔ قیصر نذیر "اے ہوا موذن ہو" لاہور: جسارت پرنٹرز ۱۹۹۲ء ص:۳۹
۴۱۵۔ انور سدید (مضمون) مشمولہ اوراق لاہور جلد ۲۵ شمارہ ۲۔۱ جنوری ۱۹۹۰ء ص:۵۰۶
۴۱۶۔ ماہنامہ ماہِ نو جلد ۴۱ شمارہ ۵ مئی ۱۹۸۸ء ص:۴۱
۴۱۷۔ ادبیات سہ ماہی اسلام آباد: جلد ۱ شمارہ ۳ جنوری مارچ ۱۹۸۸ء ص:۱۹۲
۴۱۸۔ افتخار حیدر رسید صبح ازل گجرات المکہ پبلی کیشنز ۱۹۹۴ء ص:۳۱
۴۱۹۔ ابرار کرت پوری 'ورفعنا لک ذکرک' نئی دہلی (بھارت) مرکز علم و دانش ۱۹۸۷ء ص:۹۷
۴۲۰۔ خالد عرفان الہام کراچی: فاران پبلی کیشنز ۱۹۸۶ء ص:۶۳
۴۲۱۔ رشید وارثی خوشبوئے التفات کراچی: بزم وارث ۱۴۲۵ھ ص:۲۰
۴۲۲۔ ایضاً ص:۸۵
۴۲۳۔ نور محمد جرال عین نور لاہور: زاویہ ۲۰۰۰ء ص:۴۷
۴۲۴۔ جمیل نقوی ارمغان جمیل کراچی: الیٹ پبلشرز ۱۴۰۸ء ص:۶۸
۴۲۵۔ اعجاز احمد رحمانی پہلی کرن آخری روشنی کراچی: عالمگیر پیکیجز ۱۹۸۲ء حرف اوّل ص:۱۲
۴۲۶۔ ایضاً ص:۷۷
۴۲۷۔ حزیں کاشمیری لمعات نور لاہور اردو کتاب گھر ۱۹۹۹ء ص:۱۷
۴۲۸۔ نسیم سحر یہ جو سلسلے ہیں کلام کے اسلام آباد: القلم ۱۹۹۶ء ص:۴۹
۴۲۹۔ منور ہاشمی لوح بھی تو قلم بھی تو اسلام آباد: استعارہ ۱۹۹۸ء ص:۵۱
۴۳۰۔ اثر لودھیانوی عکس جمال گوجرانوالہ: یوسفی برادرز ۱۹۸۶ء ص:۷۸
۴۳۱۔ نعیم تقوی بصیرت کراچی: مجلس افکار ۱۹۸۷ء ص:۳۳ تا ۳۶
۴۳۱۔ا انجم (قمر الدین احمد انجم) "حسنت جمیع خصالہٗ" کراچی: پاکستان نعت کونسل ۱۹۷۹ء ۱۳۹۹ھ ص:۲۴
۴۳۱۔ب ایضاً ص:۷۷
۴۳۲۔ حشمت یوسفی 'جمال الہام' کراچی: بارگاہ ادب ۱۹۸۵ء ص:۵۵
۴۳۳۔ ایضاً ص:۵۳
۴۳۴۔ ایضاً دیباچہ ص:۲۸
۴۳۵۔ تنویر پھول قندیل حرا کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز ۲۰۰۳ء ص:۴۹
۴۳۶۔ تنویر پھول انوار حرا کراچی حرا فاؤنڈیشن ۱۹۹۷ء ص:۲۲
۴۳۷۔ ایضاً ص:۱۱۵
۴۳۸۔ رشید محمود راجا (مرتب) حمد و نعت لاہور: مکتبہ ایوان نعت ۱۹۸۸ء ص:۳۹
۴۳۹۔ محمد فیروز شاہ باوضو آرزو راولپنڈی: پنڈی اسلام آباد سوسائٹی ۲۰۰۴ء ص:۳۶
۴۴۰۔ محشر بدایونی حرف ثنا لاہور: مقبول اکیڈمی ۱۹۸۶ء ص:۴۳
۴۴۱۔ ممتاز گنگوہی چمن مناقب سہارنپور (بھارت) شیخ رکن الدین تاجران کتب س ن ص:۶۴
۴۴۲۔ شبنم رومانی حرف نسبت کراچی: جہانِ حمد و نعت پبلی کیشنز ۲۰۰۲ء ص:۱۸

۴۴۳۔ قیصر نجفی، رب آشنا، کراچی: جہان حمد و نعت، پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء، ص:۱۰۵
۴۴۴۔ سیارہ، نمبر ۲۶، جلد ۵، شمارہ ۴۔۳، مئی جون ۱۹۸۸ء، ص:۴۳۳
۴۴۴۔الف عاصی کرنالی، نعتوں کے گلاب، ملتان صدر، کاروان ادب، ۱۹۸۰ء، ص:۵۸
۴۴۴۔ب ایضاً، ص:۱۰۱
۴۴۴۔ج عاصی کرنالی، مدحت، لاہور: شیخ اکیڈمی، ۱۹۷۶ء، ص:۹۲
۴۴۵۔ عاصی کرنالی، حرفِ شیریں، کراچی: ایجوکیشنل پریس، ۱۹۹۳ء، ص:۶۷
۴۴۶۔ سیارہ، لاہور، شمارہ ۲۶، مئی جون ۱۹۸۸ء، ص:۳۳۸
۴۴۷۔ مسعود بشیر احمد، فکرِ معطر، فیصل آباد: مجلس معین ادب، ۲۰۰۰ء، ص:۸۲
۴۴۸۔ حنیف اسدی، آپ، کراچی: اقلیم نعت، ۱۹۹۶ء، ص:۹۵
۴۴۹۔ عزیز لدھیانوی، اذنِ حضوری، گوجرانوالہ فروغ ادب اکیڈمی، ۱۹۹۹ء، ص:۳۵
۴۵۰۔ محمد وکیل جیلانی، سید، مدحت رسول، فیصل آباد: مطبوعات ادارہ پیغام، ۱۹۸۹ء، ص:۷۷
۴۵۱۔ پرواز، ریاض احمد، طلع البدر علینا، فیصل آباد، مبصر پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء، ص:۱۱۶
۴۵۲۔ انصار الٰہ آبادی، شاہ، سراج السالکین، کراچی: حدیقہ صلوٰۃ و سلام، ۱۹۹۳ء، ص:۱۵۱
۴۵۳۔ اختر پرویز، صاحبِ معراج، کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء، ص:۱۰۲
۴۵۴۔ اثر، عبدالجبار، ثنائے آقا، ۲۰۰۰ء، ص:۴۷
۴۵۵۔ اسرار احمد سہاوری، ذوقِ عرفان، گوجرانوالہ: ادارہ فروغ ادب، ۱۹۹۸ء، ص:۴۹
۴۵۶۔ ماجد صدیقی، سرِ نور، راولپنڈی: اپنا ادارہ، ۱۹۸۰ء، ص:۲۱
۴۵۷۔ سہیل غازی پوری، شہرِ علم، کراچی، شعری دائرہ، ۱۹۸۷ء، ص:۱۰۳
۴۵۸۔ مبارک مونگیری، ذکرِ ارفع، کراچی: مبارک مونگیری میموریل اکیڈمی، ۱۹۹۴ء، ص:۶۷
۴۵۹۔ حافظ عبدالغفار حافظ، ارمغانِ حافظ، کراچی: اقلیم نعت، ۲۰۰۲ء، ص:۴۷
۴۶۰۔ ظفر (شیخ صدیق ظفر)، جمالِ حرف، لاہور: ماورا پبلشرز، ۲۰۰۳ء، ص:۴۳
۴۶۱۔ انجم عبدالرحمٰن، شہرِ شرف، فیصل آباد: انجمن فقیران مصطفےٰ، اعوان نعت محل، ۲۰۰۶ء، ص:۷۵
۴۶۲۔ محمد عاشق، عقیدت کے پھول، لاہور: عارف پبلی کیشنز، س ن۔ ص:۳۹
۴۶۳۔ عزیز فاطمہ میتو، ثمرِ نور، فیصل آباد: نوری بکڈپو، ۱۹۷۶ء، ص:۷۹
۴۶۴۔ ظہیر صدیق، خیر الوریٰ، لاہور: الجمیل پرنٹرز، ۱۹۷۹ء، ص:۱۴
۴۶۵۔ شاعر لکھنوی، نکہت و نور، کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء، ص:۲۸
۴۶۶۔ اسرار عارفی، ہادیٔ برحق، کراچی: نعت نما، جنوری ۱۹۹۷ء، ص:۲۹
۴۶۷۔ عطاء الرحمٰن شیخ، عطائے حرمین، لاہور: ادبستان، ۱۹۹۸ء، ص:۶۳
۴۶۸ ایضاً، ص:۵۵
۴۶۹۔ تابش صمدانی، برگِ ثنا، ملتان: خلیل صمدانی، اکادمی، ۱۹۸۸ء، ص:۴۳
۴۷۰۔ کنیز فاطمہ، عقیدت، کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء، ص:۳۵
۴۷۱۔ سعید (نواب سعید اللہ خاں)، سعادتِ سعید، لاہور: ظہوری اکیڈمی، ۱۹۹۲ء، ص:۷۹
۴۷۲۔ انوار ظہوری، سید، حرفِ منزہ، ایضاً، ۱۹۹۳ء، ص:۱۱۴
۴۷۳۔ افسر ماہ پوری، طور سے حرا تک، کراچی: افسر ماہ پوری، میموریل اکیڈمی، ۱۹۹۲ء، ص:۹۱
۴۷۴۔ محمود احمد مفتی، نعت میرا بھرم، فیصل آباد: مخزن حمد و نعت، ۲۰۰۵ء، ص:۶۱
۴۷۵۔ نصرت عبدالرشید بیگم، دعائے نیم شبی، لاہور: ادارہ عبارات، ۲۰۰۰ء، ص:۹۹

۴۷۶۔ انور فیروز پوری' مختار کل' لاہور: بزم عرفان مصطفےٰ' ۱۹۷۷ء' ص:۳۶
۴۷۷۔ کرم حیدری' نعم' کراچی: تاج کمپنی' س ن ۔ص:۴۱
۴۷۸۔ عطار (محمد الیاس قادری مولانا)' مغیلانِ مدینہ' کراچی: مکتبہ المدینہ' س۔ن' ص:۶۸
۴۷۹۔ نازاں' فاروق' سجدوں کی معراج' کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز' ۲۰۰۱ء' ص:۴۰
۴۸۰۔ کفیل احمد قادری' نور ایماں' کراچی: ضیاء الدین پبلی کیشنز' س۔ن' ص:۳۰
۴۸۱۔ سلیم اختر فارانی' ضیائے ہفت رخشاں' گوجرانوالہ: ایوان حمد و نعت' ۱۹۹۹ء' ص:۴۲
۴۸۲۔ عظمت اللہ خاں' گلشن صلِ علیٰ' فیصل آباد: سدرہ پبلی کیشنز' ۲۰۰۰ء' ص:۸۱
۴۸۳۔ عابد علی شاہ پیرزادہ' نگاہ مدینہ' لاہور: فکشن ہاؤس' ۱۹۹۸ء' ص:۵۹
۴۸۴۔ انجم محمد جان' مینائے کوثر' لاہور: تاج کمپنی' س ن' ص:۱۵
۴۸۵۔ یزدانی جالندھری' توصیف خیر البشر' لاہور: سید پبلشرز' س ن' ص:۳۲
۴۸۶۔ ضیغم محمد سبطین نقوی' تحیته النعت (حصہ اول) فیصل آباد: اسوہ پریس' ۱۹۹۶ء' ص:۶۸
۴۸۷۔ مسرور بدایونی' آیۂ رحمت' فیصل آباد: نعت اکادمی' ۱۹۸۴ء' ص:۱۲۶
۴۸۸۔ نگار فاروقی' ازل تا ابد' کراچی: احمد برادرز پرنٹرز' ۱۹۹۹ء' ص:۱۳۷
۴۸۹۔ بہزاد لکھنوی' کرم بالائے کرم' کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی' س ن' ص:۵۱
۴۹۰۔ منیر قصوری' چادرِ رحمت' لاہور: مجلس سخن' ۱۹۸۳ء' ص:۴۹
۴۹۱۔ نجمی' محمد اقبال' آپ کی باتیں' گوجرانوالہ: فروغ ادب اکیڈمی' ۱۹۸۸ء' ص:۴۷
۴۹۲۔ صبا اکبر آبادی' دست دعا' کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز' ۲۰۰۳ء' ص:۱۱۳
۴۹۳۔ عاصم گیلانی' سید' وسیلہ' لاہور: کوہ نور پریس' ۱۹۸۵ء' ص:۲۱
۴۹۴۔ شاکر کنڈان' نعت گویان سرگودھا' سرگودھا ادارہ فروغ ادب' ۲۰۰۶ء ص:۴۰۱
۴۹۵۔ اطہر محمد رمضان' حرف طیب' فیصل آباد: ادراک پبلی کیشنز' ۱۹۹۷ء' ص:۷۵
۴۹۶۔ محمود گیلانی' سید' گل نایاب' لاہور: سرخیل پبلشرز' ۱۹۹۹ء' ص:۳۸
۴۹۷۔ محسن احسان' اجمل و اکمل' اسلام آباد: القلم' ۱۹۹۶ء' ص:۴۸
۴۹۸۔ قمر ہاشمی سید' مرسل آخر' کراچی: ہمدرد فاؤنڈیشن پریس' ۱۹۸۷ء' ص:۱۴۰
۴۹۹۔ شرقی (سید محمد عبدالعزیز)' فیوض الحرمین' ملتان: مکتبہ پیام اسلام آباد' ۱۹۸۰ء' ص:۹۴
۵۰۰۔ شاکر کنڈان' نعت گویان سرگودھا' ص:۱۱۸
۵۰۱۔ ایضاً' ص:۴۱۲
۵۰۲۔ باقی' افضل' پناہ بے کساں' لاہور: گروپ پبلی کیشنز' ۱۹۹۸ء' ص:۹۴
۵۰۳۔ ساقی گجراتی' زادِ عقبیٰ' لاہور: عمران اکیڈمی' ۱۹۷۸ء' ص:۱۹ اور ۲۹
۵۰۴۔ ایضاً' ص:۳۵
۵۰۵۔ ریاض مجید، اللّٰھم صلِ علیٰ محمد' 'فیصل آباد نعت اکادمی' ۱۹۹۴ء ' ص:۱۴
۵۰۶۔ ایضاً' ص:۲۵
۵۰۷۔ ریاض مجید' سیدنا محمدؐ' 'فیصل آباد، نعت اکادمی' ۲۰۰۳ء ' ص:۲۰۵
۵۰۸۔ ریاض مجید' اللّٰھم بارک علیٰ محمد' 'فیصل آباد نعت اکادمی ۲۰۰۵ء ' ص:۶۵
۵۰۹۔ عارف رضا' عطا کی خوشبو' فیصل آباد: نعت اکادمی' ۱۹۹۱ء' دیباچہ
۵۱۰۔ ایضاً' ص:۴۱
۵۱۱۔ عارف رضا' ثنا کی خوشبو' فیصل آباد: نعت اکادمی' ۲۰۰۰ء' ص:۴۹

۵۱۲۔ ارشاد اعجاز رانا' صلّ وسلم دائماً' فیصل آباد: زاویہ ۲۰۰۰ء' ص:۱۵
۵۱۳۔ ایضاً' ص:۱۲۵
۵۱۴۔ ارشاد اعجاز رانا' خیر الخلق کلھم' لاہور: مکتبہ الحسنات' ۲۰۰۲ء' ص:۱۳
۵۱۵۔ ایضاً' ص:۶۳
۵۱۶۔ بشیر رحمانی' بشارتیں' لاہور: دستاویز مطبوعات' ۲۰۰۰ء' فلیپ
۵۱۷۔ ایضاً' ص:۱۰۵
۵۱۸۔ تائب' عبدالغنی' ارمغان نیاز' لاہور: زاویہ پبلشرز' ۱۹۹۵ء
۵۱۹۔ امیر نواز امیر نیازی' میں غلام آپؐ کا' فیصل آباد: مثال پبلشرز' ۲۰۰۳ء' ص:۱۸
۵۲۰۔ امیر نواز امیر نیازی' نعت کروں تحریر' ایضاً' ۲۰۰۲ء' ص:۳۵
۵۲۱۔ ریاض احمد قادری' نکہت نعت' فیصل آباد: سنگت پبلی کیشنز' ۱۹۹۹ء' ص:۲۲
۵۲۲۔ ایضاً' ص:۹۶
۵۲۳۔ ایضاً' ص:۱۲۸
۵۲۴۔ خاور' احمد شہباز' قندیل مدحت' فیصل آباد: وقاص پریس' ۱۹۹۶ء' پس ورق
۵۲۵۔ ایضاً' ص:۳۳
۵۲۶۔ ستار وارثی' معطر معطر' کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی' ۱۹۸۶ء' ص:۴۲
۵۲۷۔ ستار وارثی' حرف معتبر' نیویارک' اردو مرکز' ۱۹۹۴ء' ص:۶۳
۵۲۸۔ قتیل شفائی' نذرانہ' لاہور: الحمد پبلی کیشنز' ۲۰۰۰ء' ص:۲۶
۵۲۹۔ قمر الزماں قمر قادری' صاحب قاب قوسین' فیصل آباد: اعوان نعت محل' ۲۰۰۵ء' ص:۱۱۱
۵۳۰۔ عابد نظامی ڈاکٹر خواجہ' میاں دو کریم' لاہور: الفیصل ناشران کتب' س ن' ص:۹۲
۵۳۱۔ عابد نظامی ڈاکٹر خواجہ' فیضان کرم' لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز' ۱۹۹۳ء' ص:۱۷
۵۳۲۔ ارشد (مولانا محمد ہارون الرشید)' آبشار کرم' لاہور: ظفر سنز پرنٹرز' ۱۴۱۲ھ' ص:۷۵
۵۳۳۔ ایضاً' ص:۵
۵۳۴۔ ایضاً' ص:۲۹
۵۳۵۔ نصیر الدین نصیر' سید' پیر' دیں ہمہ اوست' گولڑہ شریف' مکتبہ مہریہ' ۱۹۷۶ء' ص:۱۳۲
۵۳۶۔ ارقم' محمد افتخار الحق' اسمہ احمد' گجرات' شربہ علم وحکمت' ۱۹۹۶ء' ص:۳۳
۵۳۶۔الف محمد کرم شاہ الازہری پیر' دیباچہ' باب جبریل (از حافظ مظہر الدین' راولپنڈی' مکتبہ حریم ادب) ۱۹۷۸ء'
۵۳۶۔ب روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور' ۲۹ مئی ۱۹۸۱ء (منقولہ کتاب ہذا' ص:۱۲)
۵۳۷۔ حافظ مظہر الدین' باب جبریل' راولپنڈی' مکتبہ حریم ادب' ۱۹۷۸ء' ص:۸۳
۵۳۸۔ حافظ مظہر الدین' میزاب' راولپنڈی: ادارہ منہاج القرآن' ۱۹۹۶ء
۵۳۹۔ نفیس الحسینی' گلہائے نفیس' کراچی: مکتبہ لودھیانوی' س ن۔
نیز نفیس الحسینی' برگ گل' لاہور' نفیس منزل' ۲۰۰۲ء' ص:۶۷
۵۳۹۔ل ماہنامہ نعت'' حمید لکھنوی کی نعت'' (مدیر راجا رشید محمود) لاہور' جون ۱۹۹۹ء ' ص:۳۳
۵۴۰۔ ا۔ د۔ نسیم۔ نسیم طیبہ' لاہور: مکتبہ عالیہ' ۱۹۹۳ء' ص:۵۵
۵۴۰۔ل ریاض حسین چودھری' رزق ثنا' لاہور: خزینہ علم وادب' ۱۹۹۹ء ' ص:۶۵
۵۴۱۔ سجاد سخن' رنگ روشنی خوشبو ' کراچی: دبستان وارثیہ' ۱۹۹۵ء' ص:۹۸
۵۴۱۔ل نعیم صدیقی' نور کی ندیاں رواں' لاہور: ادارہ معارف اسلامی' ۱۹۸۷ء' ص:۳۰

۵۴۱۔ب ایضاً ص:۲۸

۵۴۱۔ج ایضاً ص:۴۷

۵۴۲۔ حافظ محمد حسین حافظ ' سرکار کی گلی میں ' فیصل آباد: حافظ اکیڈمی ' ۱۹۹۷ء ' ص:۲۰

۵۴۳۔ ایضاً ' ص:۴۴

۵۴۴۔ ذکی ' رفیع الدین ' مہر فاراں ' لاہور: نذر سنز ' ۱۹۹۰ء ' ص:۸۴

۵۴۵۔ ذکی ' رفیع الدین ' فیضان ' لاہور: مکتبہ القریش ' ۲۰۰۱ء ' ص:۳۵

۵۴۶۔ ریاض حسین زیدی ' ریاض مدحت ' ساہیوال: ادب سرائے ' ۲۰۰۰ء ' ص:۲۶

۵۴۷۔ ایضاً ' ص:۷۴

۵۴۸۔ ایضاً ' ص:۱۶۵

۵۴۹۔ ریاض حسین زیدی ' جمال سید لولاک ' ایضاً ' ص:۳۵

۵۵۰۔ ایضاً ' ص:۱۰۳

۵۵۱۔ فریدی ' غلام فرید ' المعراج ' فیصل آباد: چشتی کتب خانہ ' س ن ' ص:۲۵

۵۵۲۔ اعجاز ' ابو منیر محمد اصغر ' سراج منیر ' ٹوبہ ٹیک سنگھ: فتح مراد پبلی کیشنز ' گوجرہ ' ۱۹۹۸ء ' ص:۴۸

۵۵۳۔ رشید ہادی ' بہار گنبد خضریٰ ' فیصل آباد: نعت اکیڈمی ' ۲۰۰۰ء ' ص:۴۳

۵۵۴۔ منیر کمال ' صبح صادق ' فیصل آباد: نعت اکیڈمی ' ۱۹۸۹ء ' ص:۵۳

۵۵۵۔ شاعر علی شاعر ' صاحب خیر کثیر ' کراچی: شمع بک ایجنسی ' ۲۰۰۵ء ' ص:۲۴

۵۵۶۔ قاسمی ' احمد ندیم ' جمال ' لاہور: بیاض ' ۱۹۹۲ء ' ص:۲۷۔۲۶

۵۵۷۔ سلیم گیلانی ' سیدنا ' لاہور: ادارہ ثقافتِ پاکستان ' ۱۹۷۸ء

۵۵۸۔ ایضاً ' ص:۶۵

۵۵۹۔ گوہر ملسیانی ' عصر حاضر کے نعت گو ' صادق آباد ' گوہر ادب

۵۶۱۔ ''نعت'' ماہنامہ لاہور۔نومبر ۲۰۰۵ء ص:۱۴۵

۵۶۲۔ ''نعت'' ماہنامہ لاہور۔ستمبر ۱۹۹۴ء ص:۹۰

۵۶۳۔ ''نعت'' ماہنامہ لاہور۔دسمبر ۱۹۹۶ء ص:۷۱

۵۶۴۔ ناز مانک پوری ' چرن سرن ' رہبر اعظمؐ دہلی (بھارت) ' ناشر شاعر خود ' ۱۹۸۶ء ' ص:۵۲

۵۶۵۔ عزیز حاصل پوری ' جام نور ' لاہور: آئینہ بک ڈپو ' ۱۹۶۱ء ' ص:۲۶

۵۶۶۔ ایضاً ' ص:۴۷

۵۶۷۔ موسیٰ لدھیانوی (غلام مصطفیٰ) نعتیہ دیوان موسیٰ ' لدھیانہ: ۱۳۲۹ھ ' ص:۱۷

۵۶۸۔ ریاض امروہوی ' ایمان وایقان ' نئی دہلی (بھارت): دلنواز ' پبلی کیشنز ' ۱۹۸۳ء ' ص:۸

۵۶۹۔ ساجد اسدی ' ابوالعجز ' پیام مغفرت ' کراچی: بزم احباب اسدی ' ۱۹۷۵ء ' ص:۷

۵۷۰۔ ایضاً ' ص:۸

۵۷۱۔ رہبر چشتی ' صوفی ' مسعود احمد ' رہبر رہبراں ' کراچی: انجمن رہبر اسلام ' ۱۹۹۳ء ' ص:۹۵

۵۷۲۔ رہبر چشتی ' صوفی ' مسعود احمد ' نبی الحرمین ' کراچی: انجمن رہبر اسلام ' ۱۹۹۵ء ' ص:۶۸

۵۷۳۔ ایضاً ' ص:۹۸

۵۷۴۔ خلیل صمدانی ' گلزار خلیل ' بیکانیر: (راجستھان) آزاد منزل ' ۱۹۶۸ء ' ص:۶۴

۵۷۵۔ کشفی لکھنوی ' چراغ حرم ' لکھنو اردو سماج پبلی کیشنز ' ۱۹۷۲ء ' ص:۲۳

۵۷۶۔ ایضاً، ص:۲۸
۵۷۷۔ فضا کوثری، آیات نورانی، بنگلور: محبوب بک ڈپو، سروش، مچھلی شہری، ۱۹۵۷ء، ص:۴۰
۵۷۸۔ ایضاً، ص:۴۳
۵۷۹۔ شاد قادری، گنجینۂ نعت ومناقب، بدایوں، شاعر خود، محلہ سوتھہ، ۱۹۸۶ء، ص:۲۳
۵۸۰۔ ایضاً، ص:۴۶
۵۸۱۔ ایضاً، ص:۴۸
۵۸۲۔ ظفر ہاشمی، پیرزادہ سید، آہنگِ ظفر، کراچی: مکتبہ اشاعت اردو، ۱۹۸۳ء
۵۸۳۔ ایضاً، ص:۳۵
۵۸۴۔ سحر حسین، تقدیس، ملتان: کتاب نگر، ۱۹۸۹ء، ص:۴۹
۵۸۵۔ ایضاً، ص:۸۱
۵۸۶۔ ایضاً، ص:۹۱
۵۸۷۔ سحر حسین، تجلی، ملتان کینٹ: کتاب نگر، ۱۹۹۸ء، ص:۳۸
۵۸۸۔ سحر حسین، سعادت، ملتان: کتاب نگر، ۱۹۹۸ء، ص:۵۱
۵۸۹۔ ایضاً، ص:۷۱
۵۹۰۔ سحر حسین، تنویر، ملتان: کتاب نگر، ۲۰۰۰ء، ص:۳۱
۵۹۱۔ راسخ عرفانی، حدیث جاں، گوجرانوالہ: مکتبہ نور ادب، ۱۹۸۱ء، ص:۲۷
۵۹۲۔ ایضاً، ص:۳۱
۵۹۳۔ ایضاً، ص:۴۷
۵۹۴۔ راسخ عرفانی، نسیم منیٰ، گوجرانوالہ: مکتبہ نور ادب، ۱۹۸۵ء، ص:۹
۵۹۵۔ ایضاً، ص:۶۵
۵۹۶۔ ایضاً، ص:۸۲
۵۹۷۔ راسخ عرفانی، نکہت حرا، گوجرانوالہ: مکتبہ نور ادب، ۱۹۸۹ء، ص:۷۹
۵۹۸۔ راسخ عرفانی، ارمغان حرم، گوجرانوالہ: مکتبہ نور ادب، ۱۹۷۷ء، ص:۲۷
۵۹۹۔ ایضاً، ص:۵۱
۶۰۰۔ ایضاً، ص:۸۴
۶۰۱۔ اے۔آر چنگیز (ریٹائرڈ جسٹس)، گلدستہ حمد و نعت، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۵ء
۶۰۲۔ ایضاً، ص:۸۷
۶۰۳۔ ایضاً، ص:۱۰۹
۶۰۴۔ الطاف احسانی (سید الطاف علی)، نقوش عقیدت، کراچی: المعین مطبوعات، س ن
۶۰۵۔ ایضاً، ص:۱۰۱۔۱۰۲
۶۰۶۔ ایضاً، ص:۲۹
۶۰۷۔ شبیر بخاری، سوز دروں، لاہور: مخدوم جہانیاں اکادمی، ۱۹۸۰ء، ص:۲۲
۶۰۸۔ طالب حسین طالب، پھول حمد و نعت کے، لاہور: طارق پبلی کیشنز، ۱۹۸۲ء، ص:۸۷
۶۰۹۔ حسن عسکری کاظمی، سرور کائنات، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء، ص:۵۲۔۵۱
۶۱۰۔ باصر غلام جیلانی خواجہ، گل ہائے عقیدت، لاہور: شاعر، باغبانپورہ، س ن، ص:۲۹
۶۱۱۔ صوفی تبسم غلام مصطفیٰ، سرشک نعت (مرتبہ صوفی گلزار احمد)، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۸ء، ص:۸

۶۱۲۔ ایضاً، ص:۱۳

۶۱۳۔ سلیم، علی اکبر، سید، ثنائے حبیب، لاہور: غازی علم الدین شہید اکیڈمی، ۱۹۸۲ء، ص:۲۲

۶۱۴۔ آفتاب اسلام آغا، نوائے ازل، لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۹۵ء، ص:۱۵

۶۱۵۔ آفتاب اسلام آغا، نوائے ابد، لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۹۶ء، ص:۴۹

۶۱۶۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری (مرتب) مولانا غلام محمد ترنم اوران کا نعتیہ کلام، لاہور: سنی لٹریری سوسائٹی، ۱۹۹۵ء، ص:۴۹

۶۱۷۔ انجم وزیر آبادی (محمد جان)، مینائے کوثر، کراچی: تاج کمپنی، س ن، ص:۴۷

۶۱۸۔ ایضاً، ص:۶۴

۶۱۹۔ ازہردرانی، اذکار ازہرخاں، کشکول، لاہور: اورینٹ پبلشرز، ۱۹۹۰ء، ص:۳۹

۶۲۰۔ ایضاً، ص:۶۵

۶۲۱۔ اقبال صلاح الدین، حدیث آشنا، لاہور: مطبع اسلامیہ، ۱۹۱۰ء، ص:۶۳

۶۲۲۔ ایضاً، ص:۱۱۹

۶۲۳۔ جعفر بلوچ، بیعت، لاہور: الفیصل ناشران کتب، ۲۰۰۱ء، ص:۲۹

۶۲۴۔ ایضاً، ص:۳۵

۶۲۵۔ اختر اکرم علی، کیف وسرور، لاہور: سہیل پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء، ص:۱۶

۶۲۶۔ ایضاً، ص:۸۱

۶۲۷۔ اختر اکرم علی، صہبائے نور، لاہور: سہیل پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء، ص:۳۷

۶۲۸۔ ایضاً، ص:۴۱

۶۲۹۔ نجی کنجاہی، حضوریوں کے رنگ، لاہور: مکتبہ اسلامیہ، ۱۹۹۶ء، ص:۵۷

۶۳۰۔ ایضاً، ص:۸۹

۶۳۱۔ ضیاء نیر، سفرنور، لاہور: المدینہ پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء، ص:۳۲

۶۳۲۔ خالد بزمی (پروفیسر محمد یونس) سنہری جالیوں کے سامنے، لاہور: القمر انٹر پرائزز، ۱۹۹۳ء، ص:۳۳

۶۳۳۔ وجیہ السیما عرفانی، میرے حضورؐ، لاہور: مقبول پرنٹرز، ۱۹۸۵ء، ص:۶۴

۶۳۴۔ شارق، شفیق الدین، نزول، کراچی: اقلیم نعت، ۱۹۹۹ء، ص:۶۰

۶۳۵۔ ذکی کیفی، محمدؐ، کیفیات، لاہور: دائرہ اسلامیات، ۱۴۰۸ھ، ص:۴۸

۶۳۶۔ ابوسلمان شاہجہانپوری، تذکرہ نعت گوشاعرات، کراچی: مکتبہ شاہد، ۱۹۸۴ء ص:۱۶

۶۳۷۔ ماہ نامہ نعت لاہور، مدیر راجا رشید محمود، جولائی ۱۹۹۵ء، ص:۹۳

۶۳۸۔ غوث میاں، خواتین کی نعتیہ شاعری، کراچی: حضرت حسان حمد ونعت، بک بینک، ۲۰۰۲ء، ص:۴۵۴

۶۳۹۔ فانی بدایونی، ہندو شعرا کا نعتیہ کلام، لائل پور: عارف پبلشنگ ہاؤس، ستمبر ۱۹۶۲ء، ص:۵۴

۶۴۰۔ ظفر برادرس (مرتب) اذان بتکدہ، لاہور: ظفر برادرس۔ س۔ن، ص:۳۸

۶۴۱۔ رشید محمود راجا (مرتب)، ماہ نامہ نعت لاہور، غیر مسلموں کی نعت نمبر ۱۔ اگست ۱۹۸۸ء

۶۴۲۔ رشید محمود راجا (مرتب)، ماہ نامہ نعت لاہور، غیر مسلموں کی نعت نمبر ۲۔ جون ۱۹۸۸ء

۶۴۳۔ رشید محمود راجا (مرتب)، ماہ نامہ نعت لاہور، غیر مسلموں کی نعت نمبر ۳۔ جون ۱۹۹۰ء

۶۴۴۔ رشید محمود راجا (مرتب)، ماہ نامہ نعت لاہور، غیر مسلموں کی نعت نمبر ۴۔ جولائی ۱۹۹۲ء

۶۴۵۔ ماہ نامہ نعت لاہور، ''غیر مسلموں کی نعت گوئی'' نومبر ۱۹۹۵ء ص:۲۴۸

۶۴۶۔ نور احمد میرٹھی، بہرزماں، بہرزباں۔ مرتبہ (نور احمد میرٹھی)، کراچی: ادارہ فکرِنو، ۱۹۹۶ء ص:۱۳۰

۶۴۷۔ دلورام کوثری، ہندو کی نعت، دہلی: مطبع محبوب المطابع ۱۹۳۷ء، ص:۲۱

۶۴۸۔ ایضاً ، ص:۱
۶۴۹۔ سکندر لکھنوی، گلستان ثنا، کراچی: خلیل بک ڈپو، ۱۹۸۶ء
۶۵۰۔ صدیق فتح پوری، اظہار عقیدت، کراچی: پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء
۶۵۱۔ آفتاب کریمی، آنکھ بنی کشکول، کراچی: اقلیم نعت، ۱۹۹۷ء
۶۵۲۔ جمیل عظیم آبادی، وحدت ومدحت، کراچی: راشد پبلی کیشنز، ۱۹۸۵
۶۵۳۔ محمد اسلم مبتلا، محفل سرکار، ضلع خانیوال مبتلا پبلی کیشنز، ۱۹۹۲ء
۶۵۴۔ واحد لدھیانوی، واحد ظہیر، ملتان: مکتبہ اہل قلم، ۱۹۸۶ء
۶۵۵۔ نشاط واسطی، نشاط سخن، لاہور: فسکو پریس، ۱۹۹۱ء
۶۵۶۔ غنی دہلوی، نسیم حجاز، لاہور: اردو اکیڈمی، ۱۹۹۱ء
۶۵۷۔ ندیم نیازی عیسیٰ خیلوی، وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین، رحیم یار خاں: ندیم اکیڈمی، ۱۴۱۰ھ
۶۵۸۔ صبا کوثر، حرا کا چاند، کراچی: مکتبہ کوثر، ۱۹۸۷ء
۶۵۹۔ اختر ہوشیار پوری، برگ سبز، اسلام آباد: ماڈرن بک ڈپو، ۱۹۸۷ء
۶۶۰۔ ضامن حسنی، ضامن حقیقت، حیدرآباد: بزم فروغ ادب، ۱۹۸۶ء
۶۶۱۔ ضیاء الحسن ضیاء، ضیائے مصطفیٰ، کراچی: مکتبہ حسیب، ۲۰۰۲ء
۶۶۲۔ خورشید فاطمہ مجیح، جان کون ومکاں، کراچی: مدحت پبلشرز، ۲۰۰۲ء
۶۶۳۔ ہاشم ضیائی بدایونی، خلوت ہاشم، کراچی: غوث محمد خاں، ۱۳۸۲ھ
۶۶۴۔ نظیر شاہجہان پوری، ارم درارم، کراچی: مکتبہ ارباب قلم، ۱۹۹۲ء
۶۶۵۔ نیر اسعدی، نعت ہی نعت، کراچی: ناشر شاعر خود، ۱۹۸۷ء
۶۶۶۔ نور علی شکوری، پیرزادہ، حرف تمنا، چکوال، ایوان ادب، ۲۰۰۴ء
۶۶۷۔ ریحانہ تبسم فاضلی، خطیب الامم، کراچی: ناشر: شاعرہ خود، ستمبر ۱۹۹۴ء
۶۶۸۔ محمد احمد شاد، باب رحمت، لاہور: مکتبہ امتیاز ۱۹۹۹ء
۶۶۹۔ گوہر ہوشیار پوری، آرزو حضوری کی، لاہور: اظہار سنز، ۱۹۹۶ء
۶۷۰۔ خورشید ایلچپوری، خورشید رسالت، کراچی: مکتبہ الفخری، ۱۹۸۷ء
۶۷۱۔ اصغر علی شاہ، سید، پیامبر فجر، ملتان: خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران، ۱۹۸۵ء
۶۷۲۔ لیث قریشی، تاباں تاباں، کراچی: القمر پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء
۶۷۳۔ نور صابری، صبح نور، شجاع آباد: مکتبہ النور ۱۹۹۲ء
۶۷۴۔ رشید میواتی، عقیدتوں کی مہک، لاہور: خزینۂ علم وادب، نومبر ۲۰۰۵ء
۶۷۵۔ گہر اعظمی، انصار الحق قریشی، حضور میرے، کراچی: جہانِ حمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء
۶۷۶۔ خادمی اجمیری، نکہت ونور، حیدرآباد: بزم فروغ ادب، نومبر ۱۹۸۵ء
۶۷۷۔ محمد عباس اثر، اثر ریز، سیالکوٹ: ناشر محمد تنویر عباس، ۱۹۸۲ء
۶۷۸۔ رابعہ نہاں، سیدہ، نور جھروکے، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، مئی ۱۹۸۲ء
۶۷۹۔ قمر حجازی، نوید سحر، اوکاڑا: جنجوعہ اکیڈمی، ۱۹۷۸ء
۶۸۰۔ صابر کاسگنجوی، محمد ایوب قریشی، قندیل نور، اسلام آباد: شاعر ۱۹۷۷، اشاعت اول، ۱۹۸۳ء
۶۸۱۔ احمد حسین قریشی قلعہ داری، ڈاکٹر، حمد ونعت، گجرات: مکتبہ ظفر، ۱۹۹۳ء
۶۸۲۔ حافظ بصیر پوری، افق شام، بصیر پور: مکتبہ گہوارۂ ادب س ن
۶۸۳۔ عابد بریلوی، جشنِ آمد رسول، کراچی: شاعر، ستمبر ۲۰۰۱ء

۶۸۴۔ رضاءاللہ حیدر' مدینہ یاد آتا ہے' لاہور: زاویہ' ۲۰۰۴ء
۶۸۵۔ طورنورانی' چراغِ طور' گجرات: ناشر شاعر خود' ۱۹۸۷ء
۶۸۶۔ صدیق ظفر' شیخ' جمالِ حرف' لاہور: ماورا پبلشرز' مئی ۲۰۰۳ء
۶۸۷۔ نورین طلعت عروبہ' حاضری' لاہور: ماورا پبلشرز ۲۰۰۲ء
۶۸۸۔ صدرالدین انصاری' حاصلِ حیات' بھوپال: بزمِ معیارِ ادب ۱۹۸۵ء
۶۸۹۔ محمد سعید فضل کریم' ڈاکٹر' ممدوحِ کردگار' اسلام آباد: شاعر' ۱۹۹۱ء
۶۹۰۔ عبدالغنی تائب 'ارمغانِ نیاز' لاہور: زاویہ پبلشرز ۱۹۹۴ء
۶۹۱۔ عزیز صابری (اب عزیز احسن)' جواہرالنعت' کراچی: بزمِ یوسفی' ۱۹۸۱ء
۶۹۲۔ اخلاق عاطف' جانِ رحمت' سرگودھا: مجلسِ خدام اسلام' ۱۴۰۴ھ
۶۹۳۔ مرتضیٰ اشعر' محمدؐ' ملتان: بزمِ فکرِ نوع' ۱۹۹۳ء
۶۹۴۔ عبدالرؤف صدیقی' خزینۂ نعت' کراچی: ٹریڈ کرانیکل ۱۹۹۸ء
۶۹۵۔ بزمِ ادب (مرتب) رحمتِ تمامؐ 'کراچی: بزمِ ادب نیشنل بینک آف پاکستان' ۱۹۸۸ء
۶۹۶۔ حفیظ تائب (مدیر) گلِ چیدہ (۱)' لاہور: سیرت مشن پاکستان' اپریل ۱۹۸۳ء
۶۹۷۔ رئیس احمد' حریمِ نعت' کراچی: اقلیمِ نعت' ۱۹۹۵ء
۶۹۸۔ حبیب اللہ حبیب ودیگر (مرتبین) انوارِ حرم (شمارہ: ۴'۵'۶)' مجلسِ احبابِ ملت' ۱۹۹۶ء
۶۹۹۔ ادارہ مجلسِ احبابِ ملت (مرتب) انوارِ حرم (شمارہ: ۷ تا ۱۰)' مجلسِ احبابِ ملت' ۱۹۹۹ء
۷۰۰۔ ادارہ مجلسِ احبابِ ملت (مرتب) انوارِ حرم (شمارہ: ۱۱ تا ۱۴)' مجلسِ احبابِ ملت' ۲۰۰۱ء
۷۰۱۔ ادارہ مجلسِ احبابِ ملت (مرتب) انوارِ حرم (شمارہ: ۱۵)' مجلسِ احبابِ ملت' ۲۰۰۲ء
۷۰۲۔ محمد حسین صادق' نعتیہ کلام' لاہور: صداقت بک ڈپو (مطبوعہ پنجابی پریس' لاہور باہتمام لالہ دیوان چندم بار سوم س ن
۷۰۳۔ فقیر چشتی' محمد افتخار ولی خاں پیلی بھیتی' مشاعرہ' بدایوں: نظامی پریس' ۱۳۶۸ھ
۷۰۴۔ احمد مستقیم' خواجہ' الھادیٔ منیر' مرکزی انجمن سہروردیہ' س ن
۷۰۵۔ یوسف مثالی' درود اُن سلام اُن پر' لاہور: مشتاق بک کارنر ۲۰۰۲ء
۷۰۶۔ رفیق احمد کلام رضوی' گلدستہ سلام بحضور سید انامؐ کراچی: مدنی بک ڈپو' ۱۹۸۸ء
۷۰۷۔ انیس احمد نوری' مجموعۂ نعت' حصہ اول' مکتبہ نوریہ رضویہ س ن
۷۰۸۔ انیس احمد نوری' مجموعۂ نعت' حصہ دوم ' مکتبہ نوریہ رضویہ س ن
۷۰۹۔ محمد عثمان پیرزادہ' سید' مجموعۂ نعت' لاہور: نوری بک ڈپو ۱۹۸۳ء
۷۱۰۔ یامین وارثی' شانِ مصطفیٰؐ' لاہور: جہانگیر بک ڈپو' ۱۹۸۷ء
۷۱۱۔ شکیل مصطفیٰ اعوان' نخلستان' کراچی: فائن آرٹ اینڈ کمپنی' س ن
۷۱۲۔ ریاض ندیم نیازی' میرے آقا میرے حضورؐ' لاہور: جہانگیر بک ڈپو' ۱۹۸۷ء
۷۱۳۔ فاروق احمد ملک' ایوانِ نعت (۲)' لاہور: مکتبہ ایوانِ نعت' ۱۹۸۷ء
۷۱۴۔ فاروق احمد ملک' ایوانِ نعت (۳) لاہور: مکتبہ ایوانِ نعت' جنوری ۱۹۸۷ء
۷۱۵۔ فاروق احمد ملک' ایوانِ نعت (۴) لاہور: مکتبہ ایوانِ نعت' فروری ۱۹۸۸ء
۷۱۶۔ مشتاق علوی' نعت وسلام' راولپنڈی: اسلام آباد پبلی کیشنز' س ن
۷۱۷۔ شہزاد احمد' نوائے نعت' کراچی: انجمن ترقی نعت س ن
۷۱۸۔ محبت خان بنگش' شانِ محمدؐ کوہاٹ: ادارۂ علم وادب ۱۹۸۳ء
۷۱۹۔ راحت علی رحمانی سید' نورِ کائناتؐ کراچی: شیخ سعدی پبلی کیشنز ۲۰۰۳ء

۴۲۰۔ حامد رضا خاں محمد' مدحت' کراچی: بزم ابراہیم' س ن
۴۲۱۔ محمد مسعود احمد' پروفیسر ڈاکٹر' گلدستہ' لاہور: رضا اکیڈمی' ۱۹۹۷ء
۴۲۲۔ شفیق طارق' صلوٰۃ وسلام' لاہور: قاضی آرٹ پریس' بار دوم ۱۹۸۷ء
۴۲۳۔ نذر صابری' گلدستہ' اٹک' محفل شعر وادب' س ن
۴۲۴۔ گل بخشالوی' دربار رسالت' کھاریاں: قلم قافلہ' ۱۹۹۱ء
۴۲۵۔ قمر وارثی' خوشبو سے آسمان تک' کراچی: دبستانِ وارثیہ ۱۹۹۵ء
۴۲۶۔ قمر وارثی' جلوے حیات آراستہ' کراچی: دبستانِ وارثیہ ۱۹۹۶ء
۴۲۷۔ قمر وارثی' آب و تاب رنگ و نور' کراچی: دبستانِ وارثیہ ۱۹۹۷ء
۴۲۸۔ قمر وارثی' جمال اندر جمال' کراچی: دبستانِ وارثیہ ۱۹۹۸ء
۴۲۹۔ قمر وارثی' مہکا مہکا حرف حرف' کراچی: دبستانِ وارثیہ ۱۹۹۹ء
۴۳۰۔ قمر وارثی' روشن گلیاں جھلمل کوچے' کراچی: دبستانِ وارثیہ ۲۰۰۰ء
۴۳۱۔ قمر وارثی' کرم عطا شرف نصیب' کراچی: دبستانِ وارثیہ ۲۰۰۱ء
۴۳۲۔ قمر وارثی' وابستگی' کراچی: دبستانِ وارثیہ ۲۰۰۲ء
۴۳۳۔ قمر وارثی' رفعتیں' کراچی: دبستانِ وارثیہ ۲۰۰۳ء
۴۳۴۔ قمر وارثی' منزل آگہی' کراچی: دبستانِ وارثیہ ۲۰۰۴ء
۴۳۵۔ قمر وارثی' تجلیاں' کراچی: دبستانِ وارثیہ ۲۰۰۵ء
۴۳۶۔ قمر وارثی' آپ سراپا نور' کراچی: دبستانِ وارثیہ ۲۰۰۶ء
۴۳۷۔ راغب مراد آبادی' بدر الدجیٰ' کراچی: رہبر پبلشرز ۱۹۹۱ء
۴۳۸۔ نور سہارن پوری' باغ کلام نور' سہارنپور: شیخ محمد یامین اینڈ سنز' ۱۳۵۰ھ
۴۳۹۔ بشیر احمد بشیر' بات تری ورق ورق' ساہیوال: ادارہ فروغ فن ۱۹۸۹ء
۴۴۰۔ بشیر احمد بشیر' رخت نوا' لاہور: عمیر پبلشرز' جون ۱۹۹۵ء
۴۴۱۔ شمس منیری' گلبانگ' پٹنہ: آزاد پریس' س ن
۴۴۲۔ سراج آغائی' سراج الدین' کلام سراج' کراچی: محمد یٰسین سراجی' نشتر روڈ' ۱۹۸۵ء
۴۴۳۔ محمد قاسم حسین ہاشمی' بہشتی چراغ' بریلی: خانقاہ مصطفائی شریف ۱۹۲۱ء
۴۴۴۔ حمید الدین احمد حمید' سید' میلاد مطہر' کراچی: اکادمی بازیافت' س ن
۴۴۵۔ حافظ جونپوری شیخ اسماعیل' حافظ الاسلام (حصہ دوم)' مطبع کریمی' ۱۳۴۲ھ
۴۴۶۔ نجم بریلوی' حافظ نجم الدین' شمع نجم' بریلی: مطبع نادری' ۱۳۳۳ھ
۴۴۷۔ ادیب رائے پوری' اس قدم کے نشاں' کراچی: شاعر' ناظم آباد' ۱۹۷۷ء
۴۴۸۔ ادیب رائے پوری' تصویر کمال محبت' کراچی: شاعر' ۱۹۷۹ء
۴۴۹۔ ادیب رائے پوری' مقصود کائنات' مرتبہ شہزاد احمد' کراچی: مدحت پبلشرز ۱۹۹۸ء
۴۵۰۔ عاصم احمد' النور المنیر' ملتان کینٹ: کتاب نگر' مارچ ۲۰۰۵ء
۴۵۱۔ احمد ظفر' صفات' لاہور: الحمد پبلی کیشنز' ۲۰۰۰ء
۴۵۲۔ عارف سیمابی' عرفانیات' کراچی: سیماب اکادمی' ۱۹۸۵ء
۴۵۳۔ صدر انصاری' صدر الدین' حاصل نعت' بھوپال: بزم معیار ادب' ۱۹۸۵
۴۵۴۔ صبا متھراوی' مصدر الہام' کراچی: مکتبہ اردو ادب' ۱۹۸۱ء
۴۵۵۔ آباد پیلی بھیتی' میخانہ تصور' کراچی: شاعر' ناظم آباد: ۱۹۸۲ء
۴۵۶۔ سعادت حسین خاں وارثی شیدا' نعت حبیب' سکھر: مکتبہ نوریہ رضویہ ۱۹۸۰ء

۷۵۷۔ اسرار عارفی' ہادیٔ برحق' کراچی: نعت نما' ۱۹۹۷ء
۷۵۸۔ امیر الاسلام شرقی' خواب رفتہ' لاہور: مکتبہ عالیہ ۱۹۸۳
۷۵۹۔ برق اجمیری' افکار برق' کراچی: جے سنز انٹرنیشنل' نومبر ۱۹۹۲ء
۷۶۰۔ فیاض احمد کاوش' نور وبہجت' سیالکوٹ: اسلامی کتب خانہ' ۱۹۷۹ء
۷۶۱۔ مسعود رضا خاکی' ڈاکٹر 'معراج سخن' (مرتب) حسن سلطانی کاظمی)' لاہور: فضل حق اینڈ سنز' ستمبر ۱۹۹۰
۷۶۲۔ ادب سیمابی' شاخ طوبیٰ' ملتان: ایم ایس ادب' ۱۹۶۷ء
۷۶۳۔ نیر حامدی' نعت نیر' کراچی: نعت نما' اکتوبر ۱۹۹۷ء
۷۶۴۔ منظور حسین منظور' ارمغان عقیدت' گوجرانوالہ: کتاب مرکز' ۱۳۹۰ھ
۷۶۵۔ جمیل نظر' ایقان' کراچی: جمیل نظر فاؤنڈیشن ۱۹۹۴ء
۷۶۶۔ غالب عرفان' م صلی اللہ علیہ وسلم' کراچی: بزم تخلیق ادب پاکستان' ۱۹۹۹ء
۷۶۷۔ اختر لکھنوی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم' کراچی: قلم نشان پاکستان ۱۹۸۸ء
۷۶۸۔ بدر ساگری' القلم' حیدر آباد: شاعر ۱۴۰۶ھ
۷۶۹۔ شیر افگن جوہر' سائبان رحمت' کراچی: دبستان وارثیہ ۲۰۰۵ء
۷۷۰۔ سہیل اختر' قوس عقیدت' کوئٹہ: وجدان پبلی کیشنز ۱۹۸۴
۷۷۱۔ طیب قریشی اشرفی دہلوی' جان ایمان' دہلی: شاعر ۱۹۸۶ء
۷۷۲۔ کمال الدین شیدا' مرزا' ارمغان شیدا' سرینگر کشمیر' گلشن پبلشرز ۱۹۸۳ء
۷۷۳۔ ایاز صدیقی' ثنائے محمدؐ' ملتان: شاعر ۱۹۹۳ء
۷۷۴۔ اصغر سودائی' شہ دوسرا' سیالکوٹ: بزم رومی و اقبال ۱۹۸۹ء
۷۷۵۔ رشید احمد راجا (مرتب) ماہنامہ "نعت" (نعت ہی نعت نمبر۔ تیرھواں حصہ)' جلد ۱۵' مئی ۲۰۰۲ء' ص: ۷۶ تا ۸۴
۷۷۶۔ حامد (مولوی حامد بخش) مدح رسول اکرم' بدایوں: مطبع نسیم سحر' ۱۳۰۳ھ ص: ۸
۷۷۷۔ راغب مراد آبادی' مدح رسولؐ' کراچی: ناشر شاعر خود' ۱۹۸۳ء ص: ۱۲۷
۷۷۸۔ نقوی (سید محمد امین علی نقوی) محمدؐ ہی محمدؐ' فیصل آباد: سدرہ پبلی کیشنز' طبع دوم ۱۹۹۹ء ص: ۶
۷۷۹۔ ایضاً ۱۲۷
۷۸۰۔ طاہر (یوسف طاہر قریشی)۔ روح عالم' فیصل آباد: نعت اکادمی ۱۹۹۷ء ۱۴۴
۷۸۱۔ رشید وارثی' خوشبوئے التفات' کراچی: بزم وارث' ۲۰۰۴ء ص:
۷۸۲۔ ایضاً' ص: ۵۸
۷۸۳۔ نقوی (سید محمد امین علی نقوی) حسن محمدؐ فیصل آباد: ناشر' شاعر خود ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء ص: ۴۵
۷۸۴۔ مجلہ سیارہ' لاہور: شمارہ نمبر ۲۶' مئی جون ۱۹۸۸ء' ص: ۳۲
۷۸۵۔ ثمر (عبد الکریم) احسن تقویم' لاہور: محمد ظفر' فیروز پور روڈ' ص: ۶۵
۷۸۶۔ انور سدید' ڈاکٹر۔ اُردو ادب کی مختصر تاریخ' اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۹۱ء 'ص: ۵۴۲
۷۸۷۔ ایضاً ' ص: ۵۴۳
۷۸۸۔ علیم صبا نویدی' نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربے' چنئی (بھارت) ٹمل ناڈو اردو پبلی کیشنز: ۲۰۰۶ء' ص: ۱۱۱
۷۸۹۔ ایضاً' ص: ۱۱۲
۷۹۰۔ ایضاً' ص: ۱۱۳۔۱۱۲
۷۹۱۔ ایضاً' ص: ۱۱۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب

۵

نعتیہ

مسمّط، ترکیب بند، ترجیع بند

باب پنجم　　نعتیہ مسمّط، ترکیب بند، ترجیع بند

مسمّط .... تعریف اور مختلف صورتیں:

مسمّط عربی زبان کا لفظ ہے، سہ حرفی سمط اس کا مادہ ہے۔ تسمیط کا لفظی مطلب دھاگے میں موتیوں کو پرونا ہے۔ اسی تسمیط کا مفعول مسمّط ہے، جس کا مطلب ہے موتیوں کی لڑی۔ اردو لغت میں اس کے متعلق یہ معلومات درج ہیں:

''مسمّط .... لڑی میں پروئے ہوئے موتی۔ موتیوں کو، یعنی موتیوں کی لڑی کو کہتے ہیں۔''[۱]

اس کا اصطلاحی مطلب مولوی نجم الغنی نے یوں لکھا ہے:

''اصطلاحِ شعر میں اسے کہتے ہیں کہ چند مصرعے متحد الوزن والقوافی جمع کر کے بند اول کریں۔ اسی طرح اور کئی بند اسی وزن میں لکھیں اور ہر بند کا قافیہ جدا ہو، لیکن مصرع آخر ہر بند کا قافیے میں بند اول کے تابع ہو۔''[۲]

شمیم احمد نے اس اصطلاح کو زیادہ وضاحت سے بیان کیا ہے۔ ان کے نزدیک:

''مسمّط ایک مخصوص وضع یا ہیئتی نظام کا نام ہے۔ خواہ اس ہیئت کی ترکیب تین تین مصرعوں سے ہوئی ہو، خواہ چھ چھ مصرعوں سے۔ مصرعوں کی تعداد کچھ بھی ہو سکتی ہے۔ ان سب کی وضع یا ان کی ترتیب کا انحصار جس اصول پر مبنی ہے، اس اصول کا اصطلاحی نام مسمّط ہے اور یہ مخصوص ہیئت، ہر بند میں مصرعوں کی تعداد کے لحاظ سے الگ الگ ناموں سے جانی جاتی ہے۔......... مسمّط کا ہیئتی نظام یہ ہے کہ نظم کے پہلے بند کے تمام مصرعے آخری مصرعے کے سوا علیحدہ علیحدہ قافیوں میں باندھے جاتے ہیں۔ ہر بند کا آخری مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہوتا ہے۔''[۳]

اس کے مختلف بندوں میں مصرعوں کی تعداد کے پیشِ نظر اس کی مختلف اقسام ہیں۔ یہ اقسام تعداد میں آٹھ ہیں۔ مولوی نجم الغنی رامپوری نے ان کا تعارف یوں کرایا ہے:

ا۔ **مثلث:** ہر بند میں تین تین مصرعے ہوں۔ پہلے تینوں مصرعوں کا ایک قافیہ ہو باقی بندوں میں دو مصرعے، قافیۂ جداگانہ میں لکھ کر تیسرے مصرع میں قافیۂ بند اول کی رعایت سے ہو۔

ب۔ **مربع:** اس میں چار چار مصرع اسی طرح ہوتے ہیں پھر دوسرے بند میں تین مصرع قافیۂ جداگانہ میں لکھ کر چوتھا مصرع قافیۂ بند اول کی رعایت سے لکھا جاتا ہے۔

ج۔ **مخمس:** پانچ پانچ مصرع کے بند لکھے جائیں اور ہر بند کا پانچواں مصرع پہلے بند کے پانچویں مصرع کے قافیے پر ہو یعنی پہلے بند کے پانچوں مصرع اور باقی بندوں کا صرف پانچواں مصرع متحد القوافی ہوں۔

د۔ **مسدس:** اس میں چھ چھ مصرع کا بند ہوتا ہے اور ہر بند کا مصرع ششم قافیہ میں بند اول کا تابع ہوتا ہے۔

ہ۔ **مسبع:** یہ سات مصرع کا بند ہوتا ہے۔ پہلے بند کے ساتوں مصرع متحد الوزن والقوافی اور دوسرے تیسرے، چوتھے بند کے، جہاں تک اتفاق ہو چھ مصرع اور قافیہ پر......... اور ساتواں مصرع ہر بند کا مثل قافیہ بند اول کے ہوتا ہے۔

و۔ **مثمن:** ہر بند آٹھ مصرع کا ہوتا ہے۔ پہلے بند کے آٹھوں مصرعے متحد الوزن والقوافی اور بندوں کا صرف آٹھواں مصرع قافیہ میں تابع، بند اول کا۔

ز۔ **متسع:** نو، نو مصرع کا بند (مندرجہ بالا شرائطِ قافیہ کے ساتھ)

ح۔ **معشر:** دس، دس مصرع کا بند (مندرجہ بالا شرائطِ قافیہ کے ساتھ)[۴]

نجم الغنی رامپوری کے محولہ بالا بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک ایسی نظم جس کے مختلف بند ہوں اور ہر بند میں جتنے برابر مصرعے ہوں، ان کی تعداد کے حساب سے ان کا نام رکھا جائے گا۔ جیسے مثلث کا مطلب ہے 'تین والی' گویا وہ نظم جس کے ہر بند میں تین مصرعے ہوں۔ اسی طرح مربع سے معشر تک۔ اس میں ایک نکتہ قابلِ غور ہے کہ نجم الغنی نے مسمّط کی ہر قسم کے لئے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ اس کے پہلے بند کے تمام مصرعے آپس میں ہم قافیہ ہوں جبکہ باقی ہر بند کے آخری کے علاوہ سب مصرع آپس میں ہم قافیہ ہوں لیکن آخری مصرع پہلے بند کے ساتھ ہم قافیہ ہو۔

ہر بند کے مصرعوں کی تعداد کی حد تک تو بات اور تھی لیکن آخری مصرعے کے پہلے بند کے ساتھ ہم قافیہ ہونے کی شرط، غیر حقیقی تھی۔ اسی لیے بعض شعراء نے اسے درخورِ اعتناء نہ سمجھا۔ اس پر بعض ناقدین نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ مثلاً انشاء اللہ خاں انشاء نے دریائے لطافت میں اسے ''نئی چیز'' قرار

دیتے ہوئے لکھا:

"ریختہ گویوں نے مسدس کو (قاعدۂ مذکورہ سے الگ) ایک نئی چیز قرار دیا ہے وہ یہ کرتے ہیں کہ چار مصرعے ایک قافیے میں کہہ کر اور دو مصرعے دوسرے قافیے میں کہہ کر پہلے چار مصرعوں سے ملحق کرتے ہیں اور اسے ایک بند کہتے ہیں۔ اسی طرز پر اور بند کہہ کر ایزاد کرتے ہیں۔ مسبع سے معشر تک اصناف قدماء میں رائج تھیں اب کوئی نہیں کہتا۔" ۵

ایسی ہی بات مولوی نجم الغنی نے بھی کہی:

"ریختہ گویوں نے ایسے چھ مصرعوں کو جن میں چار ایک وزن اور قافیے کے ہوں اور دو مصرع اسی وزن اور دوسرے قافیہ کے بطور گرہ کے ایک مطلع کی طرح واقع ہوں' مسدس قرار دیا ہے اور اس کو مسمط میں شمار کرنا محض غلطی ہے' اس لیے کہ مسدس کی تعریف ایسے اشعار پر صادق نہیں آتی۔ مسمط میں اول بند میں سب مصرعوں کا متحدالوزن والقوافی ہونا اور بندوں کے صرف مصرع آخر کا باعتبار وزن اور قافیہ کے بند اول کا تابع ہونا شرط ہے۔ وہ بات ایسے اشعار میں پائی نہیں جاتی۔ اس لیے کہ ان میں دو مصرع آخر کے علیحدہ قافیہ رکھتے ہیں' اور چار مصرع دوسرے قوافی میں ہوتے ہیں۔ یہی حال تمام بندوں کا ہوتا ہے کہ دو شعروں میں قافیہ اور ہوتا ہے اور تیسرے شعر کا قافیہ اور ہوتا ہے۔ پس اس قسم کا مسدس داخلِ مسمط نہیں۔" ۶

عملاً دیکھا گیا کہ اس پابندی کو شعراء نے برقرار نہیں رکھا۔ اردو میں انیس و دبیر کے ہاں مسدس کی توانا روایت ہے اور وہ اس مندرجہ بالا قانون کے مطابق نہیں۔ پھر حالی کا مسدس بھی اس قانون سے بے نیاز ہے۔ اس کے بعد تو گویا ایک رسم چل پڑی۔ ڈاکٹر اختر پرویز نے اس کو بے جا پابندی قرار دیتے ہوئے لکھا:

"یہ بے جا قسم کی سختی ہے' جس کی بدولت یہ لوگ علم و ادب اور اصنافِ شعر میں ارتقاء کو نظر انداز کرنے پر مجبور ہو گئے۔ حالانکہ ارتقاء کا عمل اس دنیا کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔" ۷

ڈاکٹر اختر پرویز نے بڑی جرأت سے جملہ تبدیلیوں کی وکالت کرتے ہوئے یہ قرار دیا کہ مسدس کی یہ شکل ہی نہیں بلکہ دیگر شکلیں بھی مذکورہ بالا پابندی سے روگردانی کے باوجود مسمط ہی ہیں۔

"مسدس ہو یا مثمن' مربع ہو یا مثلث یا مسمط کی کوئی شکل' اگر بندوں میں مصرعوں کی تعداد مقررہ حدود کے اندر ہے اسے مسمط ہی سمجھنا چاہیے۔ چاہے قافیائی نظام میں روایت سے انحراف ہی کیوں نہ ہو۔" ۸

مثلث سے معشر تک' مسمط کی یہ آٹھ شکلیں مذکورہ بالا ہیئتی پابندی قافیہ کے باعث روایتی شکل میں بھی ہو سکتی ہیں اور اس مخصوص پابندی سے ہٹ کر قافیے کی وجہ سے دوسری شکل پر بھی مبنی ہو سکتی ہیں۔ مسمط کی ہر شکل ترکیب بند بھی ہو سکتی ہے اور ترجیع بند بھی۔

مسمط کی کوئی شکل (مثلاً مسدس) ترکیب بند یوں ہو گی کہ ہر بند کے پہلے چار مصرعے کسی اور قافیہ پر مشتمل ہوں اور پانچویں چھٹے مصرعوں کے قافیے الگ ہوں (لیکن آپس میں ہم قافیہ ہوں) اسی طرح مسمط کی کوئی بھی شکل ترجیع بند بھی ہو سکتی ہے۔ اگر اس کے ہر بند کا آخری مصرع یا شعر بغیر کسی تبدیلی کے ہر بند کے آخر میں من وعن آئے۔

مسمط کی بعض شکلوں میں قوافی کی ترتیب کی کچھ شکلیں شمیم احمد نے دی ہیں۔ مثلاً

مثلث..........پہلی شکل..........مثلث کے پہلے بند کے تینوں مصرعے ہم قافیہ ہوں اور بعد کے ہر بند کے پہلے دو مصرع آپس میں ہم قافیہ جبکہ تیسرا مصرع پہلے بند کے ساتھ ہم قافیہ ہو (فرض کیا اس کے چار بند ہیں)۔

i۔ ا ا ا .... ب ب ا .... ج ج ا .... د د ا

ii۔ ا ا ا .... ب ب ا (بغیر تبدیلی کے) ج ج ا .... د د ا (مثلث ترجیع بند)

iii۔ ا ا ب..........ج ج ب.......... د د ب .... ہ ہ ب

iv۔ مثلث کی ایک شکل مستزاد ہے' جسے بصورت ترجیع میں بھی لایا جا سکتا ہے۔ گویا ہر بند ا ا + مختصر ترجیعی فقرہ.......... ب ب + مختصر ترجیعی فقرہ) کی شکل کا ہو گا۔

v۔ ا ا ا .... ب ب ب .... ج ج ج .... د د د

vi- ا ا ا .... ب ا ا .... ج ا ا .... د ا ا

vii- ا ب ج .... ہ و ج .... ز ح ج........... ط ی ج

viii- ا ب ب .... ج ب ب .... د ب ب .... ہ ب ب

ix- ا ب ا .... ج د ج .... ہ و ہ .... ز ح ز [۹]

یہ جملہ صورتیں محض مثلث کی ہیں۔ان میں اضافوں کی بہت گنجائش ہے۔ یہی حال دیگر صورتوں یعنی مربع سے معشر تک کا ہے' بلکہ ان میں تبدیلیوں کی گنجائش اور وسعت مثلث سے کہیں زیادہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک بند میں مصرعوں کی تعداد جس قدر بڑھتی جائے گی نئی سے نئی شکلوں کی گنجائش بھی ویسے ہی نکلتی آئے گی۔

مسمّط کی جملہ صورتوں میں مخمس اور مسدس کی ہیئت نسبتۂ زیادہ استعمال ہوئی ہے۔ متسع معشر نسبتۂ بہت کم۔

ترکیب بند اور ترجیع بند:

جن نظموں کے مختلف بند ہوتے ہیں' ان کی دو قسمیں بے حد معروف ہیں: ترکیب بند اور ترجیع بند۔ ترکیب بند میں ہر بند کا آخری شعر تبدیل ہوکر آتا ہے، جبکہ ترجیع بند میں ہر بند کا آخری شعر ایک ہی ہوتا ہے، جو بار بار دہرایا جاتا ہے۔

مسمّط کی مختلف اقسام کا مطالعہ

مثلث: وہ نظم جس کے ہر بند میں تین مصرعے ہوں' مثلث کہلاتی ہے۔ (تفصیل پیچھے درج کی جا چکی ہے۔)

اردو نعتیہ مثلث کا جائزہ: حضرت سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز ؒ اردو کے پہلے نعت گو شاعر ہیں۔ان کا کلام مختلف بیاضوں اور مخطوطوں سے لے کر محققینِ ادب نے پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر نصیر الدین ہاشمی نے ''دکن میں اردو'' میں ان کا جو نعتیہ کلام دیا ہے اس میں وہ نعت بھی شامل ہے۔ جو مثلث کی ہیئت میں ہے۔اس کے تین بند درج ذیل ہیں:

واحد اپنی آپ تھا' اپیں آپ نجھایا پر کہ جلوے کارنے الف میم ہو آیا
عشقوں جلوہ دینے کر کاف نوں بسایا

لولاک لما خلقت الافلاک خالق پالائے فاضل افضل جتنے مرسل' ساجد مسجود ہو آئے
امت رحمت بخشش ہدایت تشریف پائے [۱۰]

آخر میں حضرت بندہ نواز نے اپنا تخلص شہباز بھی استعمال کیا ہے۔

مخفی ناؤں معشوق رکھ ظاہر شہباز کہلائے عشق کے جینی چندر بند اپنی آپ دکھائے
الان کما کان پھر آپسیں آپ سمائے [۱۱]

ایک اور نعتیہ مثلث کے تین بند درج ذیل ہیں:

اور معشوق بے مثال ہے نور نبی پایا نور نبی رسول کا او میرے جیو میں بھایا
اپسکوں اپنے دکھنے کیسی آرسی لایا

کھڑے کھڑے پیو جیو میں اپسیں آپ دکھاوے ایسی میٹھی معشوق کوں کوئی کیوں دیکھے پاوے
جتھ دیکھے او سی کوں اسے اور نہ بھاوے

کل شی محیط ہے اسی کون پچھانے جو کوئی عاشق اس پیو کے اسی جیو میں جانے
اسی دیکھت گم ہو رہے' جیسی میں دیوانے [۱۲]

ہیئت ان دونوں مثلثوں کی یہ ہے کہ مثلث کے بندوں کے باقاعدہ آغاز سے پہلے دو مصرعے دیے گئے ہیں۔ یہ دو مصرعے گانے والے کے لئے بطور اشارہ ہو سکتے ہیں کہ وہ ہر بند کے بعد انہیں دہرائے۔ مثلاً اوپر درج کیے گئے پہلے مثلث کے آغاز میں یہ شعر ہے:

اے محمد ہجلو جم جم جلوہ تیرا
ذات تجلی ہوگی سیس سپور نہ کیہرا [۱۳]

اور دوسرے مثلث کے آغاز میں یہ شعر درج ہے:

میں عاشق اس پیو کا جنے مجھے جیو دیا ہے
او پیو میرے جیو کا برما لیا ہے [۱۴]

یہ مثلث ہیئت کے لئے اعزاز ہے کہ اردو میں باقاعدہ نعت کے اولین نقوش اس ہیئت میں بھی دستیاب ہیں۔

خواجہ محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز ؒ کے مندرجہ بالا اشعار میں نعت کے وہی مضامین بیان ہوئے ہیں جو چودہ سو سال کی نعتیہ تاریخ کا اساسی سرمایہ ہیں۔ مثلاً اوپر درج مثلث کے پہلے بند کا مضمون مشہور حدیث قدسی کنت کنزاً مخفیاً سے لیا گیا ہے۔ دوسرے بند میں حدیثِ مبارکہ لولاک لما خلقت الافلاک کی تلمیح باقاعدہ موجود ہے۔ اس کے ساتھ ہی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف اور ان کے فیوض واحسانات کا ذکر ہے۔ تیسرا بند وحدۃ الوجود کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اس مضمون سے نعت گو شعراء نے جتنی خوشہ چینی کی ہے وہ شاید وجودی صوفیاء کے اخذ وجذب سے بھی زیادہ ہے۔ دوسرے مثلث کے پہلے بند میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازلی وابدی محبوبیت کی طرف اشارہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک کا ذکر ہے، دوسرے بند میں بتایا گیا ہے کہ انہیں دیکھنے والے پھر کسی اور کو نہیں دیکھتے۔ تیسرے بند میں خواجہ بندہ نواز نے اپنے اس عشق کا ذکر کیا ہے، جو انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں دیوانہ ہونے والوں کی کیفیت کا بیان ہے۔

مندرجہ بالا اشعار خالص نعتیہ مضامین کے حامل ہیں۔ ان کی شیرینی، سوچ اور تاثیر قابلِ ذکر بھی ہے اور قابلِ تحسین بھی۔ خواجہ بندہ نواز کے بعد کے دو بزرگوں ملا داؤد اور نظامی دکنی کا کلام نسبتۂ ادق، غیر رواں اور غیر مانوس ہے اس کا اصل سبب خواجہ بزرگ کا بہت عرصہ تک دہلی میں رہنا ہے۔ ان کے طبعی رجحان کا فارسی زبان وادب کے قریب ہونا بعید از فہم نہیں۔ اسی لیے ملا داؤد یا نظامی کے غیر عربی فارسی الفاظ واسلوب کی نسبت ان کا اسلوب سادہ اور صاف ہے۔

نجم النساء (نجم النساء منور علی) معروف شاعرہ ہیں، ان کی ایک نعتیہ مسدس کا ایک بند بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

تو ہے خیر البشر تو ہے خیر الانام
ہے زمانے میں بے مثل تیرا کلام
السلام السلام السلام [۱۵]

نازمانکپوری، چمن سرن: ان کی کتاب رہبرِ اعظم ؐ ہے۔ پیش لفظ میں شاعر نے اپنی ایک نعتیہ مثلث بھی نقل کی ہے، اگرچہ کتاب غزل کی ہیئت میں منظومات پر مشتمل ہے۔ مثلث کا پہلا بند یہ ہے:

رہرو کی بات کر، نہ کسی رہنما کی بات
اب تو تمام ہوگئی ارض و سما کی بات
کرو وقتِ آخری ہے، رسول خداؐ کی بات [۱۶]

موسیٰ نظامی کلیم: ''نورکونین'' کے شاعر ہیں ان کی اس کتاب میں صفحہ نمبر ۱۵۵ اور ۱۶۰ پر مثلث ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے:

جہانِ انسانیت کے رہبر مشیتِ ایزدی کے مظہر
سلام تم پر درود تم پر [۱۷]

سید محمود رضوی: ''انوارِ محمود المعروف بہ شمعِ حرم'' اس مجموعہ نعت میں مثلث ہیئت پر مشتمل نعت کے دو بند ملاحظہ کیجئے:

شجر میں حجر میں گہر میں شرر میں قمر میں نظر میں دلوں میں جگر میں
جمالِ محمدؐ کی جلوہ گری ہے
ہر اک ابتدا میں ہر اک انتہا میں ہر اک مقتدا میں ہر اک پیشوا میں
کمالِ محمدؐ کی جلوہ گری ہے [۱۸]

صائم چشتی: انہوں نے بھی نعتیہ مثلث لکھی ہے۔ ایک بند بطور نمونہ پیشِ خدمت ہے۔

مدینے پاک کی بستی ہمیں یا رب دکھا دینا ہماری کشتیِ غم کو کنارے پر لگا دینا
ہمیں طوفانِ عالم سے بچا صدقے محمدؐ کے [۱۹]

ریاض الدین سہروردی: ان کے نعتیہ مثلث کا ایک بند درج ذیل ہے:

کی ہے جو اللہ نے پیدا خلائق خاص و عام سب طفیلی آپؐ کے ہیں، آپؐ کا ہے یہ مقام

آپؐ نورِ اولیں ہوؐ الصلوۃ والسلام ۲۰

ان کے ایک اور نعتیہ مثلث کا ایک بند یہ ہے:

درد محبت نعمت رب کی' درد بڑا سرمایہ　　　درد ہی ہے ہر درد کا درماں اور رحمت کا سایہ
درد کو ایسے لیا کروں یاد نبیؐ کی کیا کرو ۲۱

ارقم (محمد افتخار الحق ارقم' ڈاکٹر): ان کے مجموعہ کلام ''اسمہٗ احمدؐ'' میں ایک نعتیہ مثلث بھی پایا جاتا ہے جس کے آٹھ بند ہیں۔ایک بند درج ذیل ہے۔

اے　رئیس　الاذکیا　تاجدار　اصفیا
نازش　ہر　دوسرا ۲۲

محسن احسان: ان کا ایک مثلث ملی درد' جذبۂ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور کیف و تاثیر سے مملو ہے۔آٹھ بندوں پر مشتمل اس مثلث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں استغاثہ پیش کرتے ہوئے شاعر نے عہدِ حاضر کے آشوب کا ذکر کیا ہے۔ہر بند کے تینوں مصرعے آپس میں ہم قافیہ ہیں۔محسن احسان نے یہ التزام بھی کیا ہے کہ نظم کا ہر مصرع لفظ ''حضور'' سے شروع ہوتا ہے۔جس سے تخاطب کا تاثر مزید گہرا ہو گیا ہے۔بطور نمونہ ایک بند درج ذیل ہے:

حضورؐ الاماں آج اسلام کا کفر سے فاصلہ کچھ نہیں　　　حضورؐ آج قرآن طاقوں کی آرائشوں کے سوا کچھ نہیں
حضورؐ آج ہے حاکمِ وقت سب کچھ یہاں پر خدا کچھ نہیں ۲۳

رشید وارثی: انہوں نے بھی مثلث کی ہیئت میں ایک نعت لکھی ہے۔اس میں ہر بند کے پہلے دو مصرعے ہم قافیہ ہیں جبکہ تیسرا مصرع پہلے مصرع کے ساتھ ہم قافیہ ہے۔نمونہ کے طور پر اس کے تین بند درج ذیل ہیں:

جب سے مجھے سرکارؐ مدینہ کی لگن ہے　　　قسمت پہ مری رحمتِ باری کی پھبن ہے
اللہ رے کیا عظمت سلطانِ زمن ہے

وہ جانِ جہاں دستِ مشیت کا ہے شہکار　　　اللہ کا محبوبؐ ہے وہ سیدِ ابرار
اس شاہ کی مدحت ہی سے تاباں مرا فن ہے

میں بندۂ مجبور ہوں' وہ سرورِ دوراں　　　میں خستہ و رنجور ہوں' وہ شاہد خوباں
میں زرعۂ بے آب ہوں' وہ رشکِ چمن ہے ۲۴

محمد فیروز شاہ: ان کے نعتیہ مجموعے ''باوضو آرزو'' میں دو نعتیں مثلث کی ہیئت میں لکھی ہوئی ملتی ہیں۔(ا) صفحہ (۲۱) پر اور (ب) صفحہ (۵۶) پر۔پہلی نظم میں ہر بند کا آخری مصرع ٹیپ کا مصرع ہے　آمدِ مصطفےٰ مرحبا مرحبا

دل کا غنچہ کھلا' روح کو سکھ ملا　　　آج تشریف لائے حبیب خدا
آمدِ　مصطفےٰ　مرحبا　مرحبا

دہر میں' شہر میں' عشق کی لہر میں　　　ماہِ روئے نبیؐ سے اجالا ہوا
آمدِ　مصطفےٰ　مرحبا　مرحبا ۲۵

خالد بزمی: ان کے نعتیہ مجموعہ ''سنہری جالیوں کے سامنے'' میں ایک نعتیہ مثلث ہے۔اس کے سات بند ہیں۔پہلے بند کا آخری مصرع ٹیپ کے طور پر ہر بند کے آخر میں آیا ہے۔

سب سے بڑے رسول پر کیوں نہ درود بھیجئے　　　ذاتِ خدا' ملائکہ' آدمی زاد اور جن
صلِ علیٰ محمدٍ' صلِ علیٰ محمدٍ

میری یہی ہے آرزو' میری زبان پر رہے　　　لمحہ بہ لمحہ روز و ماہ اور تمام سال و سن
صلِ علیٰ محمدٍ' صلِ علیٰ محمدٍ ۲۶

حضرت وجیہہ السیما عرفانی: ان کی ایک نعت مثلث ہیئت میں لکھی گئی ہے۔اس میں عربی تراکیب استعمال کی گئی ہیں۔مزایہ ہے کہ یہ تمام مثلث اردو کا اردو اور عربی کا عربی ہے۔اردو ان معانی میں کہ تراکیب ادق اور عسیر الفہم نہیں اور عربی ان معانی میں کہ اصلاً عربی زبان

ہی کی ہیں۔دو بند ملاحظہ کیجئے:

یا رسول العربؑ یا نبی العجم یا کریم الوریٰ یا شفیع الامم
الصلوٰۃ علیک السلام علیک
یا امام الرسلؑ سید الانبیاء یا وحید العلیٰ یا قسیم الکرم
الصلوٰۃ علیک السلام علیک ۲۷

عبدالعزیز شرقی: ان کے نعتیہ کلام میں مثلث ہیئت میں بھی نعتیں ملتی ہیں۔ان کی کتاب ''فیوض الحرمین'' سے ایک نعتیہ مثلث کے دو بند بطور مثال درج کیے جاتے ہیں:

اے عازمِ مدینہؑ روشن ہو تیرا سینہ جب ساحلِ عرب پر پہنچے تیرا سفینہ
مجھ کو بھی یاد رکھنا، مجھ کو بھی یاد رکھنا
مسجد کو آتے جاتے، اے زائرِ مدینہ جب چومنے لگو تم، منبر کا پہلا زینہ
مجھ کو بھی یاد رکھنا، مجھ کو بھی یاد رکھنا ۲۸

ارمان اکبر آبادی:

زہے قسمت مرا سر ہو، ترا در ہو تو کیا کہنا ترے در پر فنا، سجدے میں یہ سر ہو تو کیا کہنا
ترا دستِ کرم بھی، میرے سر پر ہو تو کیا کہنا
زیارت روئے انور کی میسر ہو تو کیا کہنا یہ الطاف و کرم مجھ پر مکرر ہو تو کیا کہنا
مکرر ہو تو کیا کہنا اور اکثر ہو تو کیا کہنا ۲۹

لالہ صحرائی: لالہ صحرائی نے نعتیہ مثلث بھی لکھے ہیں۔نمونہ کلام درج ذیل ہے:

وہ پیغمبر ہیں یگانہ اور یکتا ہے خدا شک نہیں ہے اس میں کچھ میں نے یہ سب سچ کہا
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۳۰

وحیدہ نسیم: ان کی نعت سے مثلث کا نمونہ پیش ہے:

نشۂ وحدت ، جام تمہارا دل کا سکوں پیغام تمہارا
وردِ زباں ہے نام تمہارا
نائب حق ہو شاہِ مدینہؐ تم پہ لٹاؤں دل کا خزینہ
پار کرو امت کا سفینہ ۳۱

امانت علی شاہ نظامی: امانت علی شاہ کے نعتیہ کلام سے مثلث کے دو بند پیش خدمت ہیں:

اے خدا کے لاڈلے محبوبؐ رب! آئے ہیں ہم جھولیاں پھیلائے سب
بہر حق بھر دے ہماری جھولیاں
آستاں تیرا کمالِ کبریا، مظہرِ شانِ جمالِ کبریا
تیری گلیاں ہیں محبت کا نشاں ۳۲

نقوی (سید محمد امین نقوی): ''حسن محمدؐ'' نقوی شاہ صاحب کی ایسی کتاب ہے جس کا یہ تخصص ہے کہ اس کتاب میں انہوں نے حرف ''الف'' استعمال نہیں کیا۔انہوں نے اس کتاب میں مثلث ہیئت میں بھی ثنائے مصطفیٰ میں لکھا ہے اور اس مثلث میں اہم بات یہ ہے کہ اس کا ہر مصرع لفظ ''محمدؐ'' سے شروع ہوتا ہے۔بطور مثال ایک بند درج ذیل ہے:

محمدؐ ہیں کنزِ علوم و فنون محمدؐ رہ معرفت کے صعود
محمدؐ پہ ہر دم کروڑوں درود ۳۳

اس مثلث کے ہر بند میں دوسرا اور تیسرا مصرع ہم قافیہ ہیں۔ساری مثلث میں عشق و مستی کی ایک خاص لہر جاری و ساری نظر آتی ہے۔نعتیہ مثلثوں میں اس نظم کا درجہ مسلم رہے گا۔اس نظم کا دوہرا تخصص (ہر مصرع کا آغاز اسمِ پاک ''محمدؐ'' سے، نیز سارے مثلث میں حرف الف کا نہ پایا جانا) بھی

یادگار رہے گا۔ محمد امین نقوی شاہ کے ایک اور نعتیہ مثلث کا یہ بند بھی دیکھئے۔

محمدؐ نبیؐ ہیں محمدؐ رسولؐ
محمدؐ سکون و سرور و عقول
محمدؐ پہ بھیجو درودوں کے پھول ۳۴

سعادت حسن آس:

ان کے دم سے مہکی مہکی ہے سارے جہاں کی پھلواری
ان سے زندہ ہے نام وفا ان سے روشن دنیا ساری
جس فیض کی دنیا ہے طالب وہ فیض حبیبؐ رب کا ہے
جن کی انگلی کی جنبش سے دو ٹکڑے چاند بھی ہوجائے
کیسے پھر ممکن ہے ان کی محفل میں قسمت سو جائے
اس کو گوہر کردیتے ہیں جس کو کچھ پاس ادب کا ہے ۳۵

آسی لکھنوی: ان کا مثلث ترجیع بند کی صورت میں ہے، کیونکہ ہر بند کا آخری مصرع ایک ہی ہے۔

وہی ہیں طاہر وہی مطہر وہی ہیں شافع وہی پیمبرؐ
وہ سب سے افضل وہ سب سے بالا وہ سب کے رہبر وہ سب سے برتر
تحیت ان پر درود ان پر صلوٰۃ ان پر سلام ان پر
شفیق سب کے ادیب سب کے انیس سب کے خلیل سب کے
رفیق سب کے حبیب سب کے رئیس سب کے کفیل سب کے
تحیت ان پر درود ان پر صلوٰۃ ان پر سلام ان پر
مہ منور ہیں وہ عرب کے نہ ایران پر نہ کوئی ہالہ
جہاں کے حق میں سبب طرب کے بہ لطف برتر بہ خلق اعلیٰ
تحیت ان پر درود ان پر صلوٰۃ ان پر سلام ان پر ۳۶

سکندر لکھنوی: ان کے مجموعہ نعت "تسکینِ روح" میں ایک نعتیہ مثلث ہے۔ جس کے ہر بند کے پہلے دو مصرعے آپس مقفیٰ ہیں اور ہر تیسرا مصرع مطلع سے مقفیٰ ہے۔ ایک بند ملاحظہ فرمائیں:

اللہ نے رتبے کو محمدؐ کے بڑھایا معراج کی شب عرشِ معلیٰ پہ بلایا
اللہ رے یہ مرتبہ و شانِ محمدؐ ۳۷

عاصی کرنالی: اُردو حمد و نعت پر فارسی روایت کے اثرات پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے والے اہم محقق نعت ہیں، معروف و معتبر نعت گو شاعر بھی ہیں۔

ان کے مجموعہ نعت "حرفِ شیریں" سے ایک مثلث کا ایک بند بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

یہ ہے سلام کا ثمر یہ ہے درود کی جزا روح مری ہے شادماں قلب مرا ہے مطمئن
صلِ علیٰ محمدؐ صلِ علیٰ محمدؐ
آئینہ وجود کا سارا غبار ڈھل گیا بڑھ گیا نیکیوں کا شوق آنے لگی بدی سے گھن
صلِ علیٰ محمدؐ صلِ علیٰ محمدؐ
ذکرِ رسولؐ سے چٹک عطرِ درود سے مہک بے حد و بے شمار پڑھ کتنا پڑھا ہے یہ نہ گن
صلِ علیٰ محمدؐ صلِ علیٰ محمدؐ ۳۸

مزید مثال یہ ہے

اب کوئی لمحہ کوئی پل کٹتا نہیں درود بن　　اب یہی کام صبح و شام اب یہی شغل رات دن
صلِ علیٰ محمدؐ صلِ علیٰ محمدؐ ۳۹

عبدالکریم ثمر: انہوں نے ''احسن تقویم'' میں کئی نعتیہ نظمیں مثلث کی ہیئت میں لکھی ہیں۔ (مثلاً اس نظم کا نمونہ جو صفحہ نمبر ۳۹ پر موجود ہے)۔

نبی ہے خیر مجسم نبی ہے خیر کثیر　　نبی کا چہرۂ انور کہ ہے کتابِ منیر
نبی کے فقر سے لرزاں شکوہِ تاج و سریر

نبی ہے معدنِ برکات نورِ عرش مقام　　پیامِ رحمت و شفقت نویدِ امن و سلام
نبی کے شہرِ مقدس کی خاک ہے اکسیر ۴۰

ان کی ایک اور نعتیہ مثلث بھی ملتی ہے اس کے چند بند ملاحظہ کیجئے:

وہ بے بسوں کے مربی وہ بے کسوں کے جلیس　　وہ کائنات کے محسن، ستم کشوں کے انیس
وہ قدسیوں کے مکرم وہ مرسلوں کے رئیس

نبی لباسِ بشر میں ہے نور کا پیکر　　نبی کا نام جو آتا ہے میرے ہونٹوں پر
تو چھیڑ دیتے ہیں قدسی بھی نغمۂ تقدیس

نبیؐ کے گھر کی زیارت بڑی سعادت ہے　　نبی کی طاعتِ کامل، خدا کی طاعت ہے
نبی کے حکم پر سجدہ ہے سجدۂ تقدیس ۴۱

عبدالکریم ثمر کے ہاں ''احسن تقویم'' میں ایک اور نعت مثلث کی ہیئت میں ملی ہے۔ جس کا نمونہ یہ ہے:

نبی مکرم و محسن مدبر و مخدوم　　نبیؐ کے نور سے تاباں ہیں مہر و ماہ و نجوم
نبی کا لحنِ مقدس ہے نغمۂ معصوم

نبی ہے صاحبِ آفاق سرورِ لولاکؐ　　نبیؐ کی سوچ ورائے تخیل و ادراک
نبی ہے عالمِ امکاں کی عظمتِ معلوم

نبی کے لطف سے ناچیز بن گئے ہیں چیز　　ادب سے سرورِ عالمؐ کی چوم کر دہلیز
چمک اٹھا ہے مرا بھی ستارۂ مقسوم ۴۲

عبدالکریم ثمر نے ''شاخِ سدرہ'' میں بھی ایک نعتیہ نظم مثلث کی ہیئت میں کہی ہے۔ پانچ بندوں پر مشتمل اس نظم کے ہر بند میں قافیے کی ترتیب درج ذیل ہے۔

رسولِ پاکؐ ہیں اسرارِ زیست کے محرم　　کروں میں کیسے شہِ انبیاء کی نعت رقم
لغت خموش ہے لفظوں کا دائرہ بھی ہے کم

فروغِ فکر و تدبر نہ ذوقِ فرزانہ　　خیال و علم و فراست سے دل ہے بیگانہ
کتابِ حکمت و دانش کا حاشیہ بھی ہے کم ۴۳

اس آخری بند کے آخر میں پہلے بند کے دوسرے مصرعے کو دہرایا گیا ہے۔ یہ مثلث کی ہیئت میں اضافہ تو ہے ہی اس سے شاعر تاثر کو مزید گہرا کرنے میں کامیاب رہا ہے۔

عبدالکریم ثمر کے مجموعہ ''شعر والہام'' میں بھی مثلث ہیئت میں لکھی ہوئی تین نعتیں ملتی ہیں۔

ہے کملی دوش پر، قدموں میں فرِ شہریاری ہے　　بندھے ہیں پیٹ پر پتھر مگر ہو ضرب کاری ہے
وقار و عظمت و اجلال ہیں گرویدہ گرویدہ

تصرف میں ہے نورِ عرش و کرسی اوجِ افلاکی　　خوشا پیغمبرِ سر چشمۂ اسرارِ لولاکی
شبِ معراج ہیں سرگوشیاں پوشیدہ پوشیدہ ۴۴

مشیت نے بنامِ مصطفےٰ جلوے جو بکھرائے　　تو عرشی بھی زمیں پر بہرِ پا بوسی اتر آئے
حضوری میں مودب عظمت و فکر و نظر آئے

محمدؐ باعثِ تخلیقِ عالم ہادیِ دوراں　　جلالِ عظمتِ آدمؑ جمالِ عالمِ امکاں

انہی کے فیض سے آثار ہستی کے ابھر آئے ۴۵
مبارک شہنشاہ ابرار آیا قبا پوش آیا کلہ دار آیا
دو عالم کا مخدوم و مختار آیا ۴۶

ثمر کے مندرجہ بالا اشعار سے واضح ہے کہ ان کا قلم مثلث کی ہیئت میں کامیابی سے چلتا ہے۔

ابرار کرت پوری:

بحر صداقت روحِ امانت' رب کے دلارے عاشقِ امت
ایک نظر کی سب کو چاہت' لاج رہے اے عظمتِ انساں
آپؐ سراپا رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم
مظہر اول مرسل خاتم' اسوۂ اجمل' حسنِ مجسم
یکتا و اعلیٰ ہادیٔ ارحم' وحی منزل' بولتا قرآں
فخرِ رسالت' رہبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم
نرم نرم اور کومل ہے' دلکش پر تو شانِ غزل ہے
روحِ تغزل فکر وعمل ہے' آپؐ کی ہستی باعثِ ایماں
نور فشاں عالم در عالم صلی اللہ علیہ وسلم ۴۷

ارشاد علی ارشاد:

یاد سے جس کی آباد ہیں بحر و بر جس کے جلووں پہ قربان شمس و قمر
اس شہہؐ ہفت کشور پہ لاکھوں سلام
جن کی رحمت نے ادنیٰ کو اعلیٰ کیا پست کو جس نے دنیا میں بالا کیا
اس شہہؐ ہفت کشور پہ لاکھوں سلام
اس پہ ارشادؔ عاصی کو بھی ناز ہے 'امتی امتی' جس کی آواز ہے
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھو سلام ۴۸

اقبال عظیم:

ہم گنہگاروں پہ بھی چشمِ کرم اے شناسائے رموزِ کیف و کم
شافعِ محشر' پناہِ مذنبین
زندگی ہے مبتلائے تیرگی پھر عطا ہو اس کو نورِ آگہی
جوہرِ آئینۂ علم و یقیں
زہر کی تلخی ہے اب حالات میں دم گھٹا جاتا ہے اس ظلمات میں
المدد اے سبز گنبد کے مکیں ۴۹

باسط بسوانی:

ملتے تھے کسی سے جو کبھی سیدِ والا کرتے تھے سلام آپ ہی ادنیٰ ہو کہ اعلیٰ
کیا شمعِ مساوات کا پھیلا ہے اجالا
ملنے کو جو آتا تھا' کیا کرتے تھے عزت پیش آتے تواضع سے' بٹھاتے بہ مسرت
فرماتے نہ تھے اپنی طرف سے اسے رخصت ۵۰

بے چین رجپوری: ان کا مثلث بصورت ترجیع بند ہے۔

پہنچے یہ تا عرشِ اعظمؒ ان سے پایا دینِ محکم — بے بس لوگوں کے یہ ہمدمؒ ہیبت ان کی پرچم پرچم
یہ محسنِ اعظم رحمتِ عالمؐ فخرِ جن و انساں ہیں
بے چین ان سے نافے مہکےؒ پھول اور پتے مہکے لہکے — گلشنِ بلبل ان سے چہکےؒ سنورے انساں بہکے بہکے
یہ محسنِ اعظم رحمتِ عالمؐ فخرِ جن و انساں ہیں ۵۱؎

حفیظ تائب:

یَـــا اَیُّھَـــا الْـــمُـــزَّمِّـــلُ — کس خلق کا پیکر ہے تو
قرآں ہے گویا ہو بہو
تو کائناتِ حسن ہے — تیری زکوٰۃِ حسن ہے
یہ آب و گلؒ یہ رنگ و بو
سب رنگ میں اک رنگ سے — بتلا دیا کس ڈھنگ سے
دل پر بٹھا کر نقشِ ھو
تھے وہ نجوم اہتدا — بخت ان کے تھے کتنے رسا
بیٹھے جو تیرے روبرو ۵۲؎

تسکین قریشی:

حرمِ پاک میں جب وقتِ حضوری آتا — زیرِ لب پڑھتے ہوئے صلِ علیٰ صلِ علیٰ
ہاتھ باندھے ہوئے نظروں کو جھکائے جاتے
چشمِ رحمت سے جو درپردہ اشارہ ہوتا — غلبۂ شوق میں یہ حال ہمارا ہوتا
بیٹھتے یوں کہ نہ اٹھتے نہ اٹھائے جاتے
دیکھتے جلوۂ پنہاں کی جہاں کوئی جھلک — سر بہ زانو کسی گوشے میں وہیں پہروں تک
عالمِ کیف میں ڈوبے ہوئے پائے جاتے ۵۳؎

جمیل نقوی:

جو مظہرِ ذاتِ کبریا ہیں — جو آفرینش کی ابتدا ہیں
جمالِ فطرت کا آئنہ ہیں
جو محرمِ رازِ کن فکاں ہیں — جو ملہمِ غیب کی زباں ہیں
جو رونقِ بزمِ عرشیاں ہیں
جو صبر بھی ہیںؒ صبور بھی ہیں — جو شکر بھی ہیںؒ شکور بھی ہیں
شفیعِ یوم النشور بھی ہیں ۵۴؎

شمس مینسوی:

کیا کیا نہ ہم کو اپنے مقدر پہ ناز ہو — جو بے حجاب جلوۂ میرِ حجازؐ ہو
دیدار کبریا کا بہ شکلِ مجاز ہو
نقشے میں میری چاہ کے ایسے کھنچے ہوں وہ — نظروں میں بھی سمائے ہوںؒ دل میں بسے ہوں وہ
معراجِ عاشقی ہے جو ایسی نماز ہو
بن جائے میرا کامؒ سنور جائے زندگی — ہو محوِ دیدِ گنبدِ خضرا نظر مری
سامان یوں بہم کہیں اے کارساز ہو ۵۵؎

فدا خالدی:

اے شفیعِ امم اک نگاہِ کرم
دور ہوں سب الم

چھا گئی تیرگی تنگ ہیں امتی
چاہیے روشنی ۵۶

فدا خالدی کے ہاں عاشقانہ سرشاری جاذبِ توجہ ہے۔

ہیں فدا آپ پر آپ ہیں راہبر
اور جائیں کدھر ۵۷

فرحت شاہجہانپوری:

پاسدارِ جہاں، شافع المذنبین مونسِ بے کساں، راحت العاشقیں
خلق کے غمگسار، السلام السلام
آئے سر تا بپا، ہو کے تفسیرِ کن نطق ما ینطق زیبِ تعمیر کن
وجہِ صبر و قرار، السلام السلام
مبدءِ عاشقی، خود فدا ہوگیا اک ستارہ حسیں، جگمگانے لگا
پیکرِ جلوہ بار، السلام السلام ۵۸

قتیل شفائی:

لے کے آیا ہوں میں کچھ محبت کے پھول چاہے بے رنگ ہیں، پھر بھی کر لے قبول
میرے سوہنے نبیؐ، میرے پیارے رسولؐ
تو ہے آقا مرا، میں ہوں تیرا گدا کب سنے گا سخی تو مری التجا
ہوگا کب تیری رحمت کا مجھ پر نزول
آدمیت کی ہیں جس طرح منزلیں ہے خطر کیوں نہ ہم اس ڈگر پر چلیں
تو نے سب چن لئے راستے کے ببول ۵۹

کامل صدیقی:

چاک داماں کئے بچشمِ تر آئے ہیں تیرے آستانے پر
پیش کرنے گناہگار سلام
اے سراپائے جلوۂ یزداں تجھ سے قائم ہے نظمِ کون و مکاں
اے دو عالم کے اعتبار سلام
جلوۂ حسنِ لامکاں ہے تو وجہِ تخلیقِ دو جہاں ہے تو
کنت کنزاً کے رازدار سلام ۶۰

فیاض کاوش:

رنج و غم ہیں ہزاروں اکیلا ہوں میں دور طیبہ سے کرتا ہوں آہ و بکا
میرے مولا مدینے مجھے بھی بلا
کاش حاصل ہوں مجھ کو بھی وہ رونقیں بزمِ طیبہ ہو اور میں ہوں نغمہ سرا
میرے مولا مدینے مجھے بھی بلا
مانتا ہوں، سراپا گنہگار ہوں ایک تیری ہی رحمت کا ہے آسرا
میرے مولا مدینے مجھے بھی بلا ۶۱

مظفر وارثی:

اپنی خاص عنایت صرف بھی فرماتے ہیں خود اس کی توسیع ظرف بھی فرماتے ہیں

عشق جسے دیتے ہیں بے مقدار محمدؐ

کیوں نہ مظفرؔ میرے پاؤں پڑے خوش بختی میری گردن میں بس ان کے نام کی تختی

میری سب خوشیاں سارے تہوار محمدؐ ۶۲

منشور محمد عبدالصبور:

انؐ کے ثناخواں یوسفِ کنعاں انؐ کے طالب موسیٰ عمراں

انؐ کے مبشر عیسیٰؑ مریم

صبحِ ازل ہے انؐ سے معطر شامِ ابد ہے ان سے منور

مالکِ جنتؑ نیر اعظم

جسم ہے ان کا نور کا پیکر ان کا پسینہ بھی ہے معطر

زلف کا ہے کچھ اور ہی عالم

کس نے دیکھا جلوۂ جاناں کس نے پایا قربِ یزداں

ان کے سوا ہے کون وہ محرم ۶۳

منور بدایونی:

کسی پتھر کے نیچے میری تربت ہو مدینے میں!
وہ پتھر بھی انہی کے در کا پتھر ہو تو کیا کہنا
جو اس پتھر پہ نقشِ پائے سرورؐ ہو تو کیا کہنا
طوافِ روضۂ شہ کا رہے سودا میرے سر میں
اسی گردش میں روز و شب مرا سر ہو تو کیا کہنا
یہی چکر مری قسمت کا چکر ہو تو کیا کہنا ۶۴

منیر کمال:

فیض تیرا جو عام ہو جائے ہم فقیروں کا کام ہو جائے

شہر یاروں میں نام ہو جائے

میں گنہگار ہوں مرے آقاؐ میں خطاکار ہوں مرے آقاؐ

ایک بیمار ہوں مرے آقاؐ

بھیک کچھ مرے نام ہو جائے تجھ پہ مرا سلام ہو جائے

زندگی کو دوام ہو جائے

کیسی بے کیف زندگانی ہے زخم خوردہ مری جوانی ہے

منتشر زیست کی کہانی ہے ۶۵

طفیل ہوشیار پوری:

میرا کردار خطا ہے ترا معیار عطا سر ندامت سے جھکائے ہوئے میرے آقا

تیرے دربار میں آپہنچا ہوں اے سرورِ دیں

تیری خاطر ہوا ہنگامۂ تخلیق بپا مہر تصدیق ہے اس بات پہ لولاک لما

تو ہی طاہا تو ہی والنجم ہے تو ہی یٰسیں

آدمیت کا اجالا ہوا تیرے دم سے بول انسان کا بالا ہوا تیرے دم سے

تیرے افکار مقدس تیرے اذکار حسیں ۶۶

مثلث مستزاد:

حافظ لدھیانوی کے پہلے نعتیہ مجموعے ''ثنائے خواجہ'' میں ایک نعت مثلث مستزاد کی ہیئت میں ہے۔ پہلا بند درج ذیل ہے

تو رحمت عالم ہے دو عالم کی ضیا ہے   تو صاحب معراج ہے، محبوب خدا ہے

کیا سمجھے گا رتبہ ترا انسان کا ادراک   اے صاحب لولاک ۶۶۔الف

مثلث مستزاد کا یہی تجربہ دوسرے مجموعے ''نشید حضوری'' میں بھی دہرایا گیا ہے۔ مثلث مستزاد ہیئت میں حافظ لدھیانوی کی ایک اور خوبصورت نعت ان کے مجموعے ''اعتراف عجز'' کے صفحہ ۱۳۱ پر ملتی ہی۔ اس نظم کا رنگ و آہنگ او پر والے مستزاد کے عین مطابق ہے۔

مربع

وہ نظم جس کے ہر بند میں چار مصرعے پائے جائیں' مربع کہلاتی ہے۔ مربع ہیئت میں لکھی گئی نعتوں کے کچھ نمونے درج ذیل ہیں:

محمد: حافظ محمود شیرانی نے محمد نام کے ایک شاعر کی مربع ہیئت میں ایک نظم اردو کے ابتدائی نمونوں کی ذیل میں دی ہے۔ یہ ان کے بقول بارھویں صدی ہجری کے نصف دوم کے شاعر ہیں۔ اس مربع کا ایک بند دیکھیے' جو سراسر نعتیہ مضمون کا حامل ہے:

قربان خدا کے ہوں' جس راہ دکھالا ہے   اور ہوش دیا مجھ کوں جس سیتی یہ بھالا ہے

محبوب مرا سندر سب جگ کا اوجالا ہے   اور عرش و فرش کے بیچ سب چیزیں سیں بالا ہے ۶۷

تسخیر (سخاوت حسین بدایونی): تسخیر (سخاوت حسین بدایونی) نے ذکرِ ولادتِ شاہ طیبہ کی ذیل میں جو سلام لکھا ہے' مربع ہیئت میں ہے۔ اس کا ایک بند بطور نمونہ درج ذیل ہے:

یہ رسولِ کبریا ہے' یہ حبیبِ انبیاء ہیں   یہ جابِ مصطفےٰ ہیں یہ ہمارے رہنما ہیں

یا نبی سلام علیک' یا رسول سلام علیک   یا حبیب سلام علیک' صلوٰت اللہ علیک ۶۷۔ الف

احمد شجاع حکیم:

''گرد کارواں'' مربع ہیئت میں لکھی گئی منظومات کا مجموعہ ہے۔ حکیمانہ خیالات اس کتاب کی وجہ شہرت ہیں۔ کتاب کو مختلف موضوعات کے حوالے سے تقسیم کیا گیا ہے۔ ''احترامِ رسولؐ'' کے زیر عنوان مربع کا ایک بند دیکھیے۔

اسی کا دل ہے سرشار ولائے آلِ پیغمبرؐ   جسے عشقِ محمدؐ سے کوئی فیضان ہو جائے

نہیں ممکن کہ پائے دولتِ حسنِ عمل ساحرؔ   متاعِ عشق سے محروم جو انسان ہو جائے ۶۷۔ب

روضۂ رسولِ کریمؐ کے حوالے سے کہتے ہیں:

وہ عتبۂ حبیب خدا' وہ جہانِ حسن   ہے دو جہاں میں ملت بیضا کی آبرو

ہفت آسماں غبار ہوں تیری نگاہ میں   اس مرکزِ شرف سے اگر آشنا ہو تو ۶۷۔ج

احترامِ سنتِ رسولؐ کے حوالے سے کہتے ہیں:

معیارِ حسن و قبح مسلمان کے لئے   اللہ کے رسولؐ کا ہے اسوۂ حسن

موزوں وہی طریق ہے مسلک وہی روا   جو ہو قرینِ سنتِ پیغمبر زمن ۶۷۔د

ضیاء القادری: یہ معروف نعت گو ہیں۔ ماہنامہ نعت لاہور نے اپنے دو خصوصی شماروں اکتوبر ۲۰۰۱ء اور مارچ ۲۰۰۳ء میں ان کے لکھے ہوئے سلاموں کا انتخاب پیش کیا ہے۔ اکثر سلام مسمط کی ہیئت میں لکھے گئے ہیں۔ مربع کی ہیئت میں لکھے گئے ایک سلام کا ایک بند بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

صبا مدینہ میں میرا سلام پہنچانا   بفرطِ عجز و بصد احترام پہنچانا

یہ نذر میری تو اے نیک نام پہنچانا   حضورِ شاہ دو عالمؐ سلام پہنچانا ۶۷۔ہ

فدا خالدی دہلوی: فدا خالدی دہلوی کی پابند نعتیہ نظم ''پہلی کرن'' مربع ہیئت میں ہے۔ اس کے دو بند ملاحظہ کیجئے:

وہ نور کی پہلی کرن   راحت اثر ظلمت شکن

زینت دہ ہر انجمن   صلِ علیٰ صلِ علیٰ

☆☆☆

وہ بے کسوں پر مہرباں وہ پاسبانِ عاصیاں
وہ ضامنِ امن و اماں صلِ علیٰ صلِ علیٰ ۶۸

رہبر چشتی (صوفی مسعود احمد): رہبر چشتی (صوفی مسعود احمد) کے نعتیہ مجموعہ ''نبی الحرمین'' میں مربع ہیئت میں ایک نعت ملتی ہے۔ اس کے کل سات بند ہیں۔ ہر بند کے پہلے دو مصرعے آپس میں ہم قافیہ ہیں جبکہ آخری دو مصرعے آپس میں بھی ہم قافیہ ہیں اور باقی بندوں کے آخری دو مصرعوں سے بھی ہم قافیہ ہیں۔ واضح رہے کہ چوتھا مصرع ٹیپ کا مصرع ہے

.... ا	.... ج	.... د
.... ا	.... ج	.... د
.... ب	.... ب	.... ب
.... ب	.... ب	.... ب

اس نعت کے بطور نمونہ دو بند دیکھیے:

میں اب کے برس بھی نہیں پہنچا جو مدینے فرقت مجھے طیبہ کی نہیں دیتی ہے جینے
چلتے ہیں مرے دل پہ جدائی کے یہ آرے دیکھوں گا کسی روز مدینے کے نظارے

☆☆☆

طوفان بدل دے گا خود اپنا ہی قرینہ فرمائیں گے جب مجھ پہ کرم شاہِ مدینہ
کشتی مری لگ جائے گی اس وقت کنارے دیکھوں گا کسی روز مدینے کے نظارے ۶۹

شورش کاشمیری: ان کا ایک نعتیہ ترجیع بند مربع ہیئت میں ہے۔ اس کا عنوان ''مدینہ کے مسافر'' ہے۔ اس نعتیہ نظم کے ۱۳ بند ہیں۔

رسالت کے علم لہرا رہے ہیں حدی خوانوں کے جھمگٹ گا رہے ہیں
فضا میں روشنی پھیلا رہے ہیں مدینہ کے مسافر جا رہے ہیں
ہر اک دکھ کا مداوا آ گیا ہے زہے ملجا و ماویٰ آ گیا ہے
خوشا قسمت بلاوا آ گیا ہے مدینہ کے مسافر جا رہے ہیں۶۹۔ الف

انجم (قمرالدین احمد انجم): ان کے نعتیہ مجموعے ''حسنت جمیع خصالہٗ'' سے نعتیہ مربع کا ایک بند بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

مرے دل میں ہے یادِ محمدؐ کوئی اور نہ دل میں آئے
جو ہے نور ہی نور کا مسکن وہاں کیسے ٹکیں گے سائے۶۹۔ب

مخدوم (ڈاکٹر منظور الحق): مخدوم (ڈاکٹر منظور الحق) نے ایک نعتیہ نظم ''نذرانۂ مخدوم'' لکھی ہے اگر چہ انہوں نے اس عنوان کے نیچے ''قصیدۂ نعتیہ'' کے الفاظ لکھے ہیں لیکن قصیدے کی ہیئت میں نہ ہونے کے سبب اس نظم کو اصطلاحاً قصیدہ نہیں مانا جاسکتا۔ (یہ بحث قصیدے کی ذیل میں ہو چکی ہے)۔ دراصل یہ نظم ایک مربع ہے۔ اس نظم کے انیس بند ہیں۔ اس مربع کا ہر بند قطعہ جیسی شکل و صورت رکھتا ہے۔ (چہار مصراعی قطعہ مراد ہے) اس کے ہر بند کا دوسرا اور چوتھا مصرع ہم قافیہ ہے۔ اس نظم میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سراپا مبارک بھی نظم کیا گیا ہے اور دوسرے نعتیہ موضوعات بھی ہیں۔ بطور نمونہ ایک بند درج ذیل ہے:

گردن کہ سر افگندہ ہے گردوں کی بلندی سر تیرا سر عرش معلی ہے سرفراز
آنکھوں میں سرا پردۂ اسرار کے جلوے گویائی میں گویا ہیں مسیحائی کے اعجاز ۷۰

جمیل نقوی: جمیل نقوی کا نعتیہ مربع ''درود ان پر سلام ان پر'' مشہور ہے۔ ایک بند بطور نمونہ درج ہے:

جو محرمِ رازِ کن فکاں ہیں جو ملہمِ غیب کی زباں ہیں
جو رونقِ بزمِ عرشیاں ہیں درود ان پر سلام ان پر اے

ڈاکٹر مسعود رضا خاکی: ڈاکٹر مسعود رضا خاکی نے مربع ہیئت میں نعتیہ نظم ''عیدِ میلاد النبیؐ'' لکھی ہے۔ بطور نمونہ اس کا ایک بند درج ذیل ہے:

ہر انجمن میں حمدِ خدا ہو رہی ہے آج مخلوق اپنا داغ خطا دھو رہی ہے آج

میلادِ مصطفےٰؐ کی زمانے میں دھوم ہے　　　　گھاٹے میں ہے وہ قوم کہ جو سو رہی ہے آج ۲؎

صہبا اختر: ان کے نعتیہ مجموعہ ''اقراء'' میں ایک نظم بعنوان ''نجو محمدؐ '' ہے۔ یہ نظم مربع ہیئت میں کہی گئی ہے۔(ہر بند کے چاروں مصرعے مساوی الوزن' ہر بند کا آخری مصرع پہلے بند کے مصرعوں کا ہم قافیہ ہے) لیکن چوتھے مصرعے کے بعد ایک ٹکڑا (فاعلاتن فاعلن) مزید لکھتا ہے جو ٹیپ کا ٹکڑا ہے جس سے مربع ہیئت میں ترجیع اور مستزاد کا رنگ پیدا ہو گیا ہے۔ اس نظم کے دس بند ہیں۔ پہلا بند بطور نمونہ درج ذیل ہے:

مصطفےٰؐ وہ نام ہے جس نام کی حد کچھ نہیں
قلزمِ آبِ رواں' کہسار مجمد کچھ نہیں
خاکِ لالہ رنگ و آفاقِ زبر جد کچھ نہیں
صبح ہائے روشن و شب ہائے اسود کچھ نہیں
جز محمدؐ کچھ نہیں ۲؎۔الف

حفیظ تائب: آپ کی نعتیہ نظم ''معراج مصطفےٰؐ'' مربع ہیئت میں ہے۔ اس کے دو ابتدائی بند بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

تسخیرِ عرصۂ دوسرا آپؐ کے لیے　　　　اعزازِ سیرِ عرشِ علا آپؐ کے لیے
انوارِ لامکاں تھے پیمبرؐ کے منتظر　　　　بابِ مشاہدات کھلا آپؐ کے لیے

☆☆☆

اسرا کی شب خدا نے ہزار اہتمام سے　　　　اسرارِ کائنات بتائے حضورؐ کو
گلزارِ خلد' چشمۂ کوثر' حریم قدس　　　　سب رنگ' سب مقام دکھائے حضورؐ کو ۳؎

تنویر پھول: ''انوارِ حرا'' میں ان کی تین نعتیہ نظمیں مربع ہیئت میں ہیں۔ پہلی نظم کے چار بند ہیں۔ چوتھا مصرع ٹیپ کا ہے
رحمت للعالمینؐ! میری مدد فرمائیے۔
ہر بند کا تیسرا چوتھا مصرع ہم قافیہ ہے۔ دوسری نظم کے چھ بند ہیں۔ ہر بند کا آخری مصرع پہلے بند کے چوتھے مصرع سے ہم قافیہ ہے۔ اگرچہ دوسرے سے چھٹے بند تک ٹیپ کا یہ مصرع اپنے بندے کے دیگر مصرعوں سے ہم قافیہ نہیں۔ تیسری نظم کے سات بند ہیں۔ پہلے بند کا آخری مصرع باقی بندوں کے آخری مصرعوں سے ہم قافیہ ہے۔ بطور نمونہ تنویر پھول کی پہلی نظم کے دو بند ملاحظہ کیجئے:

یا شفیع المذنبیں! میری مدد فرمائیے　　　　سبز گنبد کے مکیں! میری مدد فرمائیے
سرورِ دنیا و دیں! میری مدد فرمائیے　　　　رحمت للعالمینؐ! میری مدد فرمائیے

☆☆☆

آپؐ محبوبِ خدا ہیں' قاسم کوثر ہیں آپؐ　　　　دونوں عالم کے ہیں سرور' شافعِ محشر ہیں آپؐ
تاجدارِ مرسلیں! میری مدد فرمائیے　　　　رحمت للعالمینؐ! میری مدد فرمائیے ۴؎

ثمر (عبدالکریم): ان کے نعتیہ مجموعے ''شاخِ سدرہ میں'' مربع ہیئت میں لکھی ہوئی ایک نعتیہ نظم ملتی ہے' جو درود و سلام کے موضوع پر مشتمل ہے۔ اس میں ثمر کا اظہارِ محبت عروج پر ہے۔ اس نظم کے پانچ بند ہیں۔ اس کے دو بند دیکھیے:

مظہرِ شانِ کبریا صلِ علی محمد　　　　ذکرِ رسول پاک ہے میری زباں پہ رات دن
ذہن و دماغ پر سکوں' قلب و نظر ہیں مطمئن　　　　صلِ علی نبینا صلِ علی محمد

☆☆☆

حسرت یک نگاہ میں آنکھ سے اشک ہیں رواں　　　　بار گہِ رسولؐ میں شام و سحر درود خواں
حور و ملک بھی روز و شب جن و بشر بھی رات دن　　　　صلِ علی نبینا صلِ علی محمد ۵؎

مربع ہیئت میں عبدالکریم کی ایک اور نعت اپنی سادگی' روانی اور فرطِ عقیدت سے مملو ہے۔ پہلے بند کے چاروں مصرعے ہم قافیہ ہیں۔ باقی ہر بند کا آخری مصرع پہلے بند کے چوتھے مصرع کے ساتھ ہم قافیہ ہے۔ دوسرا بند درج ذیل ہے:

وہ رحمتِ تمام ہے لاکھوں میں انتخاب　　　　جس کا حریم ارض و سما میں نہیں جواب
نورِ قدم سے ہوگئے ذرے بھی آفتاب　　　　جس کی نظر میں ایک ہیں صدیقؓ اور بلالؓ ۶؎

☆☆☆

جانِ عالم ہیں سرورِ عالمؐ نور ہستی پیمبر اعظمؐ
شامِ گیتی پہ اک طلوعِ سحر برگِ گل پر طراوت شبنم

☆☆☆

بابِ عالی پہ ہیں درود میں محو ساکنانِ نعیم و خلد ارم
شبِ معراج ہوگیا ثابت ماہ و انجم بھی ہیں نقوشِ قدم

گویا پہلے بند کے چاروں مصرعے ہم قافیہ ہیں جبکہ دوسرے بند میں صرف دوسرا اور چوتھا مصرع ہم قافیہ ہیں۔ باقی بندوں میں ترتیب قافیہ یہی ہے۔ البتہ آخری بند کے بعد دو مصرعے زاید لکھے ہیں جس سے مسدس کے ایک بند کی صورت پیدا ہوگئی ہے۔

نو شگفتہ بہار کی کلیاں غم کی آتش میں ہورہی ہیں بھسم
برق و باراں کے تیز طوفاں میں سرو و گل کے چراغ ہیں مدھم
اے رسالت کے نیّر تاباں تیرہ بختوں پہ اک نگاہِ کرم ۷۶؎

خضر برنی: ان کے نعتیہ مجموعے ''شاہنامۂ رسالت'' کی ایک اور نعتیہ نظم مربع ہیئت میں کہی گئی ہے۔ مثلاً ''بنیادِ کرم'' اس کے سات بند ہیں۔ ہر بند کے پہلے تین مصرعے ہم قافیہ اور چوتھا مصرع ٹیپ کا ہے۔ اسے مربع ترجیع بند کہا جاسکتا ہے۔

صداقت نہ ہوتی شرافت نہ ہوتی خطابت نہ ہوتی' ثقافت نہ ہوتی
میسر جہاں کو لطافت نہ ہوتی محمدؐ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا ۷۷؎

وجیہہ السیما عرفانی: ان کے نعتیہ مجموعہ ''میرے حضورؐ'' میں مربع ہیئت میں لکھی گئی ایک نعت ہے۔ اس کے چودہ بند ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکت اس کا اساسی موضوع ہے۔ اس کے دو بند ملاحظہ کیجئے:

وہ جس کا ایک تبسم ظہورِ صبحِ امید تصورات میں سیمائے مطلعِ خورشید
خیال جس کا تماشائے کن فکاں کی نمود حضور جس کا تقاضائے کلمۂ تمجید

☆☆☆

پناہِ عالمیاں' دستگیر ملتجیاں کمالِ بندہ نوازی' جمالِ جانِ جہاں
وہ مصطفیٰ وہ محمدؐ وہ منتہائے نظر وہ دل وہ کیف' وہ دنیا' وہ دین وہ ایماں ۷۸؎

مندرجہ بالا اشعار سے واضح ہے کہ شاعر کے نزدیک حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اصلِ حیات وایماں ہیں۔ حضرت عرفانی کی ایک اور مربع نظم ہے۔ جس میں ہر بند کے پہلے تین مصرعے آپس میں ہم قافیہ ہیں جبکہ چوتھا مصرع' پہلے بند کے چوتھے مصرع کے ساتھ ہم قافیہ ہے۔ اس کا ایک بند یہ ہے:

ذرا بات کہہ دیں تو جھومیں دل و جاں ہر احساس ہوجائے شیریں و تاباں
کرم تازہ ہوجائے' زندہ ہو ایماں کہ گویائیاں ان کی ہیں نورِ پیہم ۷۹؎

قمر (قمرالزماں قادری): ان کے نعتیہ مجموعے ''صاحب قاب قوسین'' میں مربع ہیئت کی ایک نعت ہے۔ اس کے دو بند ملاحظہ فرمائیں:

آپؐ کا صدقہ کون و مکاں ہے شان انساں کی شانِ زماں ہے
رحمتِ عالم مرشدِ اعظم صل اللہ علیہ وسلم

☆☆☆

سب سے اعلیٰ درس شریعت سب سے ارفع نورِ ہدایت
سرمایہ ہے اسم اعظم صل اللہ علیہ وسلم ۸۰؎

بابر (محمد ریاض بابر): ان کے نعتیہ مجموعہ ''ریاضِ مدینہ'' میں نعتیہ مربعے بھی پائے جاتے ہیں۔ ان کی نعتیہ شاعری کا نمونہ ملاحظہ کیجئے:

ان کے بن جاؤ تم پھر ملے گا تمہیں
دین کا راستہ اُلفت مصطفیٰ ۸۱؎

جاذب قریشی: ان کے مجموعۂ ''نعت کے جدید رنگ'' میں مربع ہیئت میں ایک نظم ''روشنیاں'' ہے۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے:

ان کے سب حرف ستاروں کی طرح ذہن کو روشنیاں دیتے ہیں
ان کے خوابوں کی عبارت پڑھ کر لوگ خورشید بنا لیتے ہیں ۸۱

مربع ہیئت میں تجربات

اللہ داد خان لغاری نواب صوفی، م ۱۳۰۰ھ: ان کے نعتیہ کلام میں بھی مربع ہیئت میں نعت موجود ہے، مگر انہوں نے تیسرے مصرعے کو توڑ کر دو چھوٹے مصرعے بنا دیے ہیں اور ہیئت کا تجربہ کیا ہے۔ مثال درج ذیل ہے:

'والشمس' ہے رو کی قسم، 'واللیل' گیسو کی قسم
مشکین اس مو کی قسم، مجھ کوں وہ ابرو کی قسم
مجھ کو خدا و مصطفیٰ
ہیں دو جہاں میں آسرا ۸۲

اس نظم میں ہر بند کے آخری دو مصرعے عام مصرعوں کی طوالت سے آدھے ہیں اور یہ مربع کی ہیئت سے انحراف ہے۔ اسے مربع میں تجربہ قرار دیا جائے گا۔

واجد ندیم: ان کی ایک نعت مربع ہیئت میں شائع ہوئی ہے۔ اس نعت کے آٹھ بند ہیں۔ ہر بند کے پہلے تین مصرعوں کا عروضی وزن اور ہے اور چوتھے مصرع کا وزن کوئی اور ہے۔ ایک بند ملاحظہ کیجئے:

بٹی ہوئی تھی قبیلوں میں سر زمینِ عرب
عداوتوں میں گرے تھے سبھی مکینِ عرب
برادری کی لڑی میں پرو دیا کس نے
محمدؐ، محمدؐ، محمدؐ، محمدؐ ۸۳

سلیم (علی اکبر سید):

ان کے نعتیہ مجموعے ''ثنائے حبیب'' میں ایک نعتیہ نظم مربع ہیئت میں ہے۔ نظم بڑی ذوق وشوق سے لکھی گئی ہے۔ قاری پر بھی سرشاری کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اس نظم کے چھ بند ہیں۔ اس میں ہیئتی تجربہ ملتا ہے۔ پہلا بند ہے۔

ساری تاریخ ابنِ آدم کی
اس کے حالات کی کہانی ہے
اک حکایات کا تسلسل ہے
گزرے لمحات کی کہانی ہے

اس بند کے قوافی کی ترتیب درج ذیل ہے۔

.... ا
.... ب
.... ا
.... ب

دوسرا بند من وعن اسی ترتیب پر مبنی ہے۔ اب تیسرا بند دیکھیے:

متقی بھی تھے ان میں زاہد بھی
میر عسکر بھی تھے مجاہد بھی
دلربا بھی حسیں بھی تھے ان میں
سینکڑوں مہ جبیں بھی تھے ان میں

ان اشعار میں قافیے کی ترتیب مثنوی جیسی ہے، یعنی

.... ا
.... ا
.... ب
.... ب

باقی کے چاروں بند اسی اندازِ قافیہ پر مبنی ہیں۔ یہاں شاعر نے عمداً قافیے کو غزل کی ہیئت مثنوی کی ہیئت میں بدلا ہے۔ یہ تبدیلی ہیئتی تجربہ ہے۔ بہر حال اس نظم کا آخری بند گویا نظم کی جان ہے۔ ملاحظہ کیجئے:

نام جس کا مٹا نہیں سکتا
وقت جس کو بھلا نہیں سکتا
ایک ہی اس جہاں میں آیا ہے
اور وہ آمنہؓ کا جایا ہے ۸۴

بے چین رجپوری کے ہاں ایک نعت مربع ترجیع بند کی ہیئت میں کہی گئی ہے۔ اس نظم کے سات بند ہیں، ہر بند چار مصرعوں پر مبنی ہے۔ پہلے تین مصرے آپس میں ہم قافیہ ہیں، جبکہ چوتھا مصرع ٹیپ کا ہے۔ لیکن چھٹے بند میں محض تین مصرے ہیں۔ تیسرا مصرع ٹیپ کا ہے۔ گویا یہ نظم مربع اور مثلث کی آمیزش کا نمونہ بن گئی ہے۔ ہوسکتا ہے شاعر (یا مرتب اشعار) اس بند کا ایک شعر دینا بھول گیا ہو، لیکن موجودہ حالت میں ہیئتی تجربہ نظر آ رہا ہے۔

نعت ان کے کلیات کے حصہ دوم کے صفحہ نمبر ۶۷ پر موجود ہے۔

عبدالکریم ثمر: ان کی کچھ نعتیہ منظومات "احسنِ تقویم" میں بھی ملتی ہیں جو مربع ہیئت میں ہیں۔ نمونہ درج ذیل ہے۔ ایک نعت استغاثہ کا رنگ لیے ہوئے ہے اس نعت میں ہیئتی تجربہ بھی ملتا ہے۔

رسولِ عالمیاں صاحبِ حضور و سرور — حضور آپؐ کی رحمت ہے بے حدود و ثغور
زمیں سے تا بہ ثریاؔ تجلیوں کا ظہور — حضور میرے حضور

اس بند میں چوتھا مصرع پہلے تین مصرعوں سے چھوٹا ہے' یہ مربع کی روایت سے مختلف چیز ہے۔ لہٰذا اسے ہیئتی تجربہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس کا ایک بند اور ملاحظہ کیجئے:

دعا کا وقت ہے اے صاحبِ جلال و جمالؐ — اگر فضا میں سلگتی رہی یہ بادِ شمال
پھر آدمی کی نیابت کرے گا — کون حضورؐ ۸۵

مربع مستزاد: حافظ لدھیانوی کی ایک نعت "یا صاحب الجمال ﷺ" "مربع مستزاد ہیئت میں ملتی ہے۔ بطور نمونہ اس کا ایک بند درج ذیل ہے۔

ہے حسن ترا جلوہ نما کون و مکاں میں — آئینہ ادراک میں انداز بیاں میں
تابانی افکار میں، تزئین جہاں میں — کونین میں ہے شہر ترا مطلع انوار ---اے سیدِ ابرارؐ ۸۶

مربع ترجیع بند: اگرچہ پچھلے اوراق میں مربع ترجیع بند کی مثالیں بھی بیان ہو چکی ہیں تاہم مربع ترجیع بند کی ہیئتی حوالے سے نمایاں اور منفرد شکل کو واضح کرنے کے کیلئے ایک اور شاعر کا اس ہیئت میں کلام پیش خدمت ہے۔ مربع ترجیع بند کی ہیئت میں حافظ لدھیانوی کی ایک خوبصورت نعت ان کے پہلے مجموعے "ثنائے خواجہ" میں ملتی ہے۔ اس نعت کا ایک بند درج ذیل ہے۔

آیۂ حکمت، مظہر قرآں — منزلِ عرفاں، دولت ایماں
اس کو ملا ہے دین محکم — صلی اللہ علیہ وسلم ۸۶۔ا

مربع ترجیع بند کی ہیئت میں حافظ لدھیانوی کی ایک اور نعت "مطلع الفجر" میں شامل ہے۔ اس کا پہلا بند درج ذیل ہے۔

بے مثل تیرا شہر حسیں ہے — جس کا کہیں بھی ثانی نہیں ہے
ہے ذات تری محبوب داور — اللہ اکبرٗ اللہ اکبر ۸۶۔ب

حافظ لدھیانوی کا دوسرا مجموعہ نعت "نشید حضوری" ہے اس میں ایک نعت کا ہر بند چار چار مصرعوں پر مشتمل ہے لیکن پہلے دو مصرے اصل وزن و بحر میں ہیں جبکہ آخری دو مصرعوں کو آدھے آدھے وزن کے برابر کر کے اوپر نیچے لکھا گیا ہے یہ مربع اصل ہیئت میں تجربہ ہے کیونکہ مربعہ میں ہر بند کے چاروں مصرے

ہم وزن ہوتے ہیں۔ حافظ لدھیانوی نے اسی نعت میں ایک تجربہ اور کیا ہے، وہ یہ کہ اوپر والے دونوں مصرعے باہم مقفّی ہیں اور نیچے والے کسی اور قافیے میں ہم قافیہ ہیں۔ چوتھا مصرع ٹیپ کا ہے۔ ہر بند کی شکل ایسی بنتی ہے۔

اے زینت کون و مکاں، اے رونق بزم جہاں
اے باعث آرامِ جاں، ہر لحہ تجھ سے ضوفشاں
ہر سانس تجھ سے انگبیں
اے رحمۃ للعٰلمین ۸۶۔ ج

مخمس

وہ نظم جس کے ہر بند میں پانچ مصرعے ہوں، مخمس کہلاتی ہے۔ نعتیہ ادب سے مخمس کے نمونے درج ذیل ہیں۔

حضرت خواجہ محمد حسینی بندہ نواز گیسودرازؒ اردو کے اولین نعت گو شاعر ہیں۔ ان کے کلام میں نعتیہ مخمس کے نمونے بھی ملتے ہیں۔ سید یونس شاہ نے ان کے مخمس کا ایک بند نقل کیا ہے۔ جو نعتیہ ہے، جسے بطور نمونہ یہاں درج کیا جارہا ہے۔

کہاں لگ کھینچیا رہے توں دنیا کی پریشانی گا جتے لگ فکر ہی دینے کی دنیا دیکھے تو ہے فانی
دنیا میں یوں ہمیں آئے کہ جو آئے ہیں مہمانی توسٹ غفلت آپس تن کی کہ ہو ہوشیار اے گیانی
سمجھ کر دیکھ ہے تجھ میں نبیؐ کا نور نورانی ۸۷

تاریخ ادب اردو میں مخمس کی ہیئت کو یہ اعزاز حاصل رہے گا کہ دستیاب معلومات کی حد تک اولین نمونہ ہائے نعت میں اس ہیئت کا وجود بھی ملتا ہے۔ اردو مخمس کی خوش قسمتی ہے کہ اردو ادب کی تاریخ کا پہلا مخمس نعتیہ مضامین کا حامل ہے۔ مندرجہ بالا اشعار کے حوالے سے پروفیسر یونس شاہ رقم طراز ہیں:

"تبلیغی مقاصد میں زور اور دلچسپی پیدا کرنے کے لئے موسیقی کو جاننے اور کلام میں برتنے کی ضرورت کو انہوں نے محسوس کر لیا تھا۔ آپ کے نعتیہ ابیات میں روایتی انداز قصیدہ نہیں پایا جاتا بلکہ فکری اور منطقی قوتوں کا احساس نمایاں ہوتا ہے.........(مندرجہ بالا مخمس کے متعلق لکھتے ہیں)........اس میں پہلے چار مصرعوں میں یہ مضمون بیان کیا ہے کہ اے نادان شخص! تو کب تک دنیا کی پریشانیوں میں مبتلا رہے گا' تو جب تک جئے گا' یہ دنیا تجھے غم و فکر میں قید رکھے گی۔ تجھے معلوم نہیں کہ دنیا میں تو مہمان ہے۔ اس لیے غفلت کو چھوڑ اور ہوشیار ہو جا۔ اس لیے کہ تجھ میں نبی کا نور ہے۔ سمجھ کر دیکھ ہے تجھ میں نبی کا نور نورانی، یہ اسلوب بیان موثر اور دلنشیں ہے' جو نہ صرف دل بلکہ دماغ کو بھی اپیل کرتا ہے۔" ۸۸

تصوف، روحانیت اور شاعری میں آپ کو بلند مقام حاصل ہے۔ آپ کے مابعد شعراء نے آپ کی تحسین کی ہے۔ ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم لکھتے ہیں:

"سلطان ابراہیم عادل شاہ والی بیجاپور نے' جو موسیقی کا عاشق اور ماہر تھا' "نورس" کے نام سے ایک کتاب میں ہندی راگ راگنیوں کے تحت جو شعر یا کبت لکھے ہیں' اس میں انہوں نے خواجہ بندہ نوازؒ کو جس انداز سے خراج عقیدت پیش کیا ہے' اس سے خواجہ موصوف کے ہندی موسیقی میں مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔" ۸۹

مشہور دکنی شاعر نصرتی نے "گلشنِ عشق" میں خواجہ موصوف کو یوں خراج تحسین پیش کیا ہے

زباں دھوکے پھل نیر سوں کھ میں لاؤں یو سید محمد حسینی کا ناؤں
جتے عاشقاں میں اچھے سرفراز جتے جگ کا مخدوم بندہ نوازؒ
اوو شہباز جس عرش اچھے آشیاں جے صید گہ وسعت لامکاں ۹۰

شاہ وجیہ الحق ابدالی (۱۱۲۴ھ تا ۱۲۰۰ھ) بقول سید شمیم احمد: "اردو کی قدیم ترین نعتوں میں شاہ وجیہ الحق ابدالی کی نعت بہت موثر اور اس وقت کے لحاظ سے نئے طرز کی ہے۔" ۹۱ ان کے ایک خمسہ کے چار بند درج ذیل ہیں:

دو جگ کے سردار محمدؐ نبیوں کے سالار محمدؐ
امت کے غم خوار محمدؐ سب کے پالنہار محمدؐ
صلی اللہ علیہ وسلم

میں ہوں بہت ناچار محمدؐ ناؤ پھنسی منجدھار محمدؐ
کوئی نہ کھیون ہار محمدؐ تم ہی اتارو پار محمدؐ
صلی اللہ علیہ وسلم

تم پر جان نثار محمدؐ عشق تمہارا یار محمدؐ
مشکل ہے یہ کار محمدؐ تم ہی نباہن ہار محمدؐ
صلی اللہ علیہ وسلم

دلبر و ہم دلدار محمدؐ جی چاہے دیدار محمدؐ
ایک نظر اک بار محمدؐ ہوجائے سب کار محمدؐ
صلی اللہ علیہ وسلم ۹۲

ولی: ان کے دیوان میں مخمسات کی تعداد اٹھارہ ہے۔ بقول سید یونس شاہ:

''ہر مخمس پندرہ بیس بندوں سے کم کا نہیں ہے۔ ولی کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ بیّن ثبوت ہے کہ ان کے مخمسات میں اکثر و بیشتر بندوں کے مضامین نعتیہ ہیں۔ ہر مخمس میں ایک آدھ بند ضرور نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا آپ کو ملے گا.........ایک مکمل مخمس نعت میں لکھا ہے۔ اس میں مضامین کا تنوع بھی ہے اور زبان کی شیرینی بھی۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ غزل اور قصیدہ مل گئے ہیں۔'' ۹۳

اس مخمس کے دو بند بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

تجھ نور کی بخشش ستی' یہ سور ہور چندر ہوا تیری زلف کی اس سول یہ مشک اور عنبر ہوا
یک پل میں تیرا مرتبہ افلاک سوں برتر ہوا پیاسے محباں دیکھ کر تو ساقیِ کوثر ہوا
فردوس سوں بھی بڑھ کے ہے یہ انجمن سب دن اچھو

یٰسؔ و طٰہٰ والضحیٰ نازل ہوئے تجھ شان میں واللیل اور والشمس ہے تجھ زلف ومکھ کے دھیان میں
افلاک سب پیدا ہوئے لولاک کے الحان میں تجھ یار سوں راحت اچھو ہر موموناں کی جان میں
تیرے چرن کی خاک سوں روشن بتن سب دن اچھو ۹۴

ان اشعار میں ملفوف جذبۂ عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قاری کے دل کو کھینچتا ہے۔

نظیر اکبرآبادی (المتوفی ۱۸۳۰ء): نظم کا شاعر جسے اس کے اپنے عہد میں کم اور بعد کے ادوار میں زیادہ پہچانا گیا اور مانا بھی گیا۔ مناظرِ فطرت کی سچی عکاسی ان کا خاص موضوع ہے۔ غزل' قطع' رباعی وغیرہ میں اپنا جوہر دکھایا۔ مثنوی بھی لکھی۔ ان کی ایک نعت مخمس ہیئت میں ملتی ہے۔ ''نظیر بارگاہِ رسالت میں'' اس کے کچھ منتخب بند بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

تم شہ دنیا و دیں یا محمدؐ مصطفیٰ سر گر وہ مسلمیں ہو یا محمدؐ مصطفیٰ
حاکم دین متیں ہو یا محمدؐ مصطفیٰ قبلۂ اہل یقیں ہو یا محمدؐ مصطفیٰ
رحمتہ للعالمیں ہو یا محمدؐ مصطفیٰ

آسماں تم نے شب معراج کو روشن کیا عرش و کرسی کو قدم اپنے سے دے نور و ضیاء
رنگ و بوگلشن کی جنت کے بڑھائی برملا جس جگہ وہم ملائک کو نہیں ملتی ہے جا
واں کے تم مسند نشیں ہو یا محمدؐ مصطفیٰ

ہے تمہاری پشت پر مہر نبوت کا نشاں اور تمہارا وصف ہے طٰہٰ و یٰسیں میں عیاں
معجزے جو ہیں تمہارے انکا کب ہووے بیاں کشور اعجاز جو ہے اس کے تم با عزو شاں
صاحب تاج و نگیں ہو یا محمدؐ مصطفیٰ ۹۵

اسی نعت کا دوسرا حصہ ''مطلع ثانی'' کے عنوان سے ہے۔ اس کا بھی ایک اقتباس درج ذیل ہے۔

تم ظہورِ اولیں ہو یا محمدؐ مصطفیٰ ہم دمِ جاں آفریں ہو یا محمدؐ مصطفیٰ
وجہ قرآن مبیں ہو یا محمدؐ مصطفیٰ نزہت بستان دیں ہو یا محمدؐ مصطفیٰ

زینتِ خلد بریں ہو یا محمدؐ مصطفٰے

احمدؐ مختار ہو تم یا شہِ ہر دوسرا ہے تمہارے حکم کے تابع قدر بھی اور قضا
خلق میں خواہش سے تم جس امر کی رکھو بنا دیر اک پل درمیاں آوے تو یہ امکان کیا
جس گھڑی چاہو وہیں ہو یا محمدؐ مصطفٰے

آپ کے نقش قدم سے جو مشرف ہو زمیں دیکھتا ہے اس کی رفعت رات دن عرش بریں
راز تو خلقت کے تم کو ہی کھلے ہیں شاہ دیں اور جو جو کچھ کہ ہیں اسرار رب العالمیں
سب کے تم برحق امیں ہو یا محمدؐ مصطفٰے ۹۶

انشا (انشاءاللہ خاں ۱۸۱۸ء): انشا کے دیوان میں، حضورؐ پر درود وسلام پر مبنی ایک مخمس ہے جو ان کے شاعرانہ مذاق کی نمائندگی کرتا ہے اس مخمس کا ہر آخری مصرع عربی زبان میں ہے اور ٹیپ کے مصرعے کے طور پر مخمس میں آتا ہے۔ دو بند بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

آپ خدا نے جب کہا صلِ علیٰ محمدٍ کیوں نہ کہیں پھر انبیاء صلِ علیٰ محمدٍ
عرش سے آتی ہے صدا صلِ علیٰ محمدٍ نورِ جمالِ مصطفیٰ صلِ علیٰ محمدٍ
صلِ علیٰ نبینا صلِ علیٰ محمدٍ

لمعۂ ذاتِ کبریا، باعثِ خلق جزو و کل فخرِ جمیع مرسلیں، رہبر و ہادیٔ سبل
نور سے جس کے ہوگئی آتشِ کفر بجھ کے گل بعدِ نماز تھا یہی ورد و وظیفۂ رسل
صلِ علیٰ نبینا صلِ علیٰ محمدٍ ۹۷

مفتی غلام سرور لاہوری: ان کے کلیات میں ۱۹ نعتیں مخمس کی ہیئت میں ہیں، جو ان کی شعری فنون پر دسترس کی شاہد ہیں۔ عشق مصطفٰےؐ ان کی نعتوں کا خاصہ ہے۔ ایک نعت کے یہ دو بند دیکھیے:

واسطہ بیشک دلی رکھتا ہے وہ اللہ سے جس کو ہے حاصل خدا کی چاہ تیری چاہ سے
درگہِ حق میں پہنچتا ہے تری درگاہ سے بھولتا ہرگز نہیں دنیا میں حق کی راہ سے
یاد جو رکھتا ہے حضرت دل میں تیری یاد کو

تیرے بند ہیں فقط سب بندگانِ اہلِ دیں بادشاہانِ زمانہ ہیں غلام کمترین
سرنگوں رہتی ہیں سرداران با تاج و نگیں آپ کے محکوم ہیں سب حاکمانِ سر زمیں
مانتے ہیں مرشدانِ دیں ترے ارشاد کو ۹۸

☆☆☆

ایک اور مخمس کا یہ بند بھی ملاحظہ کیجیے:

چاند اور سورج کا تیرے نور سے چمکا ہے نور جلوہ تیرے نور کا روشن ہوا نزدیک و دور
تیری خاطر ہیں نبی، جن و بشر، غلمان و حور تیری ہستی سے فقط ہستی نے پایا ہے ظہور
کردیا آباد تو نے عالمِ ایجاد کو ۹۹

ارمان اکبرآبادی:

کوئی انوارِ لاہوتی کو پیہم دیکھنا چاہے کمالِ حسن انسانی کا عالم دیکھنا چاہے
جو برقِ طور کے جلووں کو برہم دیکھنا چاہے خدا کی رحمتوں کو جو مجسم دیکھنا چاہے
تو آجائے دکھا دیں گے اسے صورت محمدؐ کی

سرِ عرشِ علیٰ نعلین خانہ بن گیا جس کا زمانے میں حریمِ ناز کعبہ بن گیا جس کا
جمالِ وادیٔ ایمن نمونہ بن گیا جس کا بنا کر آپ صورت گر ہی شیدا بن گیا جس کا
گر ایسی تھی کوئی صورت تو تھی محمدؐ کی ۱۰۰

اکبر الٰہ آبادی:

ذکرِ رسولؐ پاک ہے فخرِ زبان انس و جن روح کو اس سے ہے سرور، قلب ہے اس سے مطمئن

ولولۂ دلِ جواں قوتِ خاطرِ مسن سنئے اگر بہ گوشِ ہوش، ورد ملک ہے رات دن
صلِ علیٰ محمدٍ صلِ علیٰ محمدٍ

خضرِ رکوع ہے یہی، شوق سجود اسی سے ہے حالتِ ذوق وجد کا دل میں ورود اسی سے ہے
دینِ خدائے پاک کی شان و نمود اسی سے ہے منبعِ خیر ہے یہی، ہمتِ جود اسی سے ہے
صلِ علیٰ محمدٍ صلِ علیٰ محمدٍ ۱۰۱

احسن (علی احسن مارہروی): محسن کاکوروی کی نعتیہ نظم "نظمِ دل افروز" پر علی حسن۔احسن مارہروی نے تخمیس کی ہے۔بطور نمونہ ایک بند درج بند ہے۔

اے سرورِ دیں رتبہ ترا سب سے بڑا ہے تو نامِ خدا نورِ خدا شمعِ ہدیٰ
سبب اس کا یہ فرماتے تھے وہ ہر بزمِ اطہر میں ہے منزل اک مہِ کنعاں کی قلبِ زار و مضطر میں
یہ مہمانِ عزیز اترا ہے کس اجڑے ہوئے گھر میں ۱۰۲

مولانا الطاف حسین حالی کے مشہور استغاثے ؎ "اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے"
کی تخمیس احسن مارہروی نے کی ہے۔بطور نمونہ کلام ایک بند درج ذیل ہے۔

اے سرورِ دیں رتبہ ترا سب سے بڑا ہے تو نامِ خدا نورِ خدا شمعِ ہدیٰ ہے
تو واقفِ اسرار ہے پھر دیر یہ کیا ہے اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے ۱۰۳

رضا (مولانا احمد رضا خاں بریلوی):

دور تھے بھید سب فہم و ادراک سے لا کے دے دی خبر ہفت افلاک سے
راز ہیں منکشف شاہِ لولاکؐ سے فیض پہنچا رضاؔ احمدؐ پاک سے
ورنہ تم کیا سمجھتے، خدا کون ہے ۱۰۴

ظفر (مولانا ظفر علی خاں):

شرق ہے تجھ سے مستفیض غرب ہے تجھ سے فیض یاب دونوں جہاں کی رحمتیں، ہوگئیں تیری ہمرکاب
جو ترے در کی خاک تھے، ہوگئے آسماں جناب لطف ترا ہے بے شمار، فیض ترا ہے بے حساب
عرش سے اور فرش سے تجھ پہ سلام اور صلوٰۃ

سارے جہاں کی حکمتیں تیرے کلام پر نثار سارے جہاں کی دولتیں تیرے نظام پر نثار
ہم تری ذات پر فدا، ہم ترے نام پر نثار تیری گلی میں ہوں مقیم، تیرے مقام پر نثار
عرش سے اور فرش سے تجھ پہ سلام اور صلوٰۃ ۱۰۵

نعیم (نعیم الدین مرادآبادی): ان کا دیوان ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے اس میں مولانا جامی کی غزل پر مخمس کی صورت میں تضمین کی گئی ہے۔نمونہ کلام درج ذیل ہے:

یہ ہجراں و حرماں کے صدمے اشد یہ دوری کے رنج و الم بے عدد
ہمارے غموں کی نہیں کوئی حد نہ پیکے کہ از آں پیامش برد
نہ بادے کہ روزے سلامش برد ۱۰۶

اس کے علاوہ انہوں نے اپنی غزل پر بھی خمسہ لکھا ہے۔مثال ملاحظہ فرمائیں:

کریمِ خلق ہو واصف ہے آپ کا رحماں کریمِ خلق ہو مداح ہے آپ کا قرآں
کرم تمہاری کریمی کا بندۂ احساں بمدحِ جود تو ابرِ محیط رطب لساں
زفیضِ عام تو در بحر و بر صباحا کی ۱۰۷

انجم وزیرآبادی (محمد جان پ ۱۹۱۱ء): مینائے کوثر میں مخمس ہیئت میں نعت کے چند اشعار دیکھیے:

الصلوٰۃ والسلام یا شہِ خیرالانام

واجب صد احترام آپ کا ہے پاک نام
الصلوٰۃ والسلام

خواجۂ عالی مقام چرخ پہ محوِ خرام
حاملِ حسنِ کلام آپ پر لاکھوں سلام
الصلوٰۃ والسلام

یا شہِ دنیا و دیں رحمتہ للعلمیں
آپ سا کوئی نہیں آپ ہیں سب کے امام
الصلوٰۃ والسلام ۱۰۸

بدر ساگری (حیدرآباد): ان کا ایک نعتیہ خمسہ میلاد النبیؐ کے موضوع پر ہے۔ اس کے دو بند درج ذیل ہیں:

گلشنِ دہر میں تازگی آئی چاند تاروں میں بھی دلکشی آ گئی
ظلمتیں چھٹ گئیں، روشنی آ گئی نورِ حق آ گیا، آگہی آ گئی
آپ کیا آگئے زندگی آ گئی

راز جس کو ازل کا بنایا گیا بزمِ گیتی کو جس سے سجایا گیا
نور جس کا ہر اک شے میں پایا گیا بدر رحمت کی وہ چاندنی آ گئی
آپ کیا آگئے زندگی آ گئی ۱۰۹

صوفی فقیر (حافظ محمد افضل فقیر): ان کا ایک خمسہ ''جانِ جہاں'' میں ملتا ہے۔ عشقِ رسولؐ جو حافظ فقیر کی ہر نوع کی نعتیہ شاعری کی اساس ہے۔ اس خمسے میں بھی جلوہ بار ہے اس کا پہلا بند درج ذیل ہے:

آنکھ ہے فراق میں لحہ لحہ اشکبار آستاں سے دور ہے جانِ درد مند و زار
دید کی نوید کا ہر گھڑی ہے انتظار دل سے ایک ہی صدا اٹھ رہی ہے بار بار
اذنِ حاضری ملے اے حبیبؐ کردگار ۱۱۰

انور فیروز پوری (مختارِ کل): انور فیروز پوری کے ہاں مخمس کی ہیئت میں چند نعتیں ملتی ہیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں:

پہلے تو حسین جامہ پہنایا محمدؐ کو پھر دید کی خاطر خود بلوایا محمدؐ کو
خلوت گہہ یکتا میں بٹھلایا محمدؐ کو ہر سرِّ خفی اپنا سمجھایا محمدؐ کو
اللہ سے کوئی پوچھے توقیر محمدؐ کی ۱۱۱

جعفر بلوچ: جعفر بلوچ کی کتاب بیعت میں ان کی ایک نظم ''ثنائے شہ لولاکؐ'' بھی شامل ہے جو مخمس ہیئت میں مرزا غالب کی ایک فارسی غزل پر تضمین کی گئی ہے۔ اس نظم کا آخری بند ملاحظہ فرمائیں:

شاعر ہوں میں ستارہ نگار و گہر رقم وجدان و عقل میں نے کیے نعت میں بہم
اظہارِ عجز میں مری آنکھیں مگر ہیں نم غالبؔ ثنائے خواجہؐ بہ یزداں گزاشتم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است ۱۱۲

خضر برنی: ان کا مجموعۂ نعت ''شاہنامۂ رسالت'' ہے۔ اس میں مخمس ہیئت کی متعدد نعتیہ نظمیں ملتی ہیں۔ ''محرمِ ہوش'' میں سعدی کے مصرع ''بلغ العلیٰ بکمالہٖ'' کو تضمین کیا ہے۔

کریں اے خدا ترا شکر ہم کیے دل سے دور جہاں کے غم
یہ ہمارے حال پہ ہے کرم ملے سارے نبیوں کے محترم
بلغ العلیٰ بکمالہٖ ۱۱۳

خضر برنی کی ایک اور نظم ''محسنِ اعظم''، مخمس ہیئت میں ہے۔ اس نظم کے سات بند ہیں۔ ہر بند میں پہلا اور دوسرا مصرع ہم قافیہ ہے۔ چوتھا اور پانچواں مصرع آپس میں ہم قافیہ ہے۔ پانچواں مصرع ٹیپ کا ہے۔ بطور نمونہ ایک بند درج ذیل ہے:

دولت تھی نہ کوئی جاہ و حشم، پھر دعوتِ ایماں کیا کہنا — اک کلمۂ حق کا درس دیا، یہ عہد یہ پیماں کیا کہنا
یوں صبر رضا کے والی نے غربت میں دکھائی شانِ کرم — کچھ ایسا خضر دکھلایا ہے کردار مدینے والے نے
احسان کیا ہے دنیا پر سرکار مدینے والے نے ۱۴؎

علاوہ ازیں کتاب میں اعلیٰ صفات، عنوانِ راحت، عرفان کا مسکن بھی مخمس ہیئت میں ہیں۔ ''معراج کا دولہا'' خضر برنی کا قابلِ ذکر مربع ہے۔ اس نظم میں واقعاتِ معراج بیان نہیں ہوئے ہیں بلکہ صاحب معراج صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنی دلی محبت کا ذکر کیا ہے۔ اس نظم میں ہر بند کے پہلے تین مصرعے آپس میں ہم قافیہ ہیں۔ چوتھا اور پانچواں مصرع آپس میں ہم قافیہ ہیں۔ بطور نمونہ اس کے دو بند درج ذیل ہیں:

آج کا دن ہے مبارک کوئی مہماں ہوگا — صحنِ گلشن میں مسرت کا چراغاں ہوگا
نگہِ ناز کا بس خواب ہی احساں ہوگا — میرے اللہ نے رحمت کی ودیعت کی ہے
میں نے معراج کے دولہا سے محبت کی ہے ۱۵؎

عطرِ گل، نازِ چمن، روحِ بہاراں کہیے — رونقِ دہر کی تنظیم کا عنواں کہیے
ان کی اک ذات کو تسکین کا ساماں کہیے — عشق کی راہ میں تکمیلِ عبادت کی ہے
میں نے معراج کے دولہا سے محبت کی ہے ۱۶؎

ساغر صدیقی: درویش شاعر ساغر صدیقی کے ہاں بھی مخمس ہیئت میں ایک نعت ملتی ہے۔ اس کے کچھ بند ملاحظہ کیجئے:

تیرا دعویٰ تیرا مسلک قابلِ صد احترام
اے غریبوں اور ناداروں کے رکھوالے سلام

کہکشاں ہے تیرے رہوارِ مقدس کا غبار — تیرے نقشِ پا ہیں فردوسِ بریں کے لالہ زار
دو جہانوں کے مقدر پر ہے تیرا اختیار — خالقِ کون و مکاں کے روبرو تیرا قیام
تیرا دعویٰ تیرا مسلک قابلِ صد احترام

تیرے در پر سرنگوں ہیں آفتاب و ماہتاب — تو نے ختم المرسلیں کا حق سے پایا ہے خطاب
فکرِ انساں ہو نہیں سکتی وہاں تک باریاب — طائرِ سدرہ کو بھی حاصل نہیں تیرا مقام
تیرا دعویٰ تیرا مسلک قابلِ صد احترام

تیرے کوچے کی ہوا ہے چارہ سازِ رنج و غم — اک نویدِ جانفزا اک مژدۂ ابرِ کرم
تیرے قدموں کی قسم کھاتے ہیں پتھر کے صنم — ظلمتِ دوراں میں شمعِ آگہی تیرا کلام
تیرا دعویٰ تیرا مسلک قابلِ صد احترام ۱۷؎

واضح رہے کہ ساغر صدیقی کی یہ نعت عجیب ہی ڈھنگ سے کتاب ''سبز گنبد'' میں لکھی گئی ہے، مصرعوں کی ترتیب ایسی ہے کہ ہیئت کی دریافت مشکل ہو جاتی ہے۔ ماضی میں عام روایت تھی کہ اصل ہیئت سے پہلے دو مصرعے لکھ دیتے تھے جو پڑھنے والا بند کے بعد دہرایا کرتا تھا۔ ان دو مصرعوں کے بعد اصل ہیئت کی ترتیب شروع ہوتی۔ اس انداز سے ان اشعار کو لکھا گیا تو اندازہ ہوا کہ یہ مخمس کے اشعار ہیں۔

صوفی محمد مسعود احمد رہبر: انہوں نے ''رہبرِ رہبراں'' میں احمد رضا بریلوی کی ایک مشہور نعت ''سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبیؐ'' پر تضمین لکھی ہے۔ اس مخمس کے دو بند درج ذیل ہیں:

فرش سے عرش تک ہے دو عالم میں غل — دے رہے ہیں گواہی چمن میں یہ گل
وہ ازل ہو ابد ہو کہ ہو جزو کل — خلق سے اولیاء، اولیاء سے رسل
اور رسولوں سے پیارا ہمارا نبیؐ

مانگنا ہے تو پھر بے طلب پایئے — یہ تمنا لئے مانگنے آیئے
پر یہ ہے شرط کہتے یہی جایئے — کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی ۱۸؎

ابرار کرتپوری: ان کا مخمس ترجیع بند بھی خوبصورت نعتیہ نظم ہے۔ ہر بند کے پہلے تین مصرعے ہم قافیہ ہیں۔ چوتھا اور پانچواں مصرع آپس

میں ہم قافیہ ہیں۔

عبدِ کامل ہو، یٰسین و طٰہٰ بھی ہو — صاحبِ قولِ فیصل ہو، آقا بھی ہو
بالیقیں تم ہدایت سراپا بھی ہو — سب کو ایماں سے تم نے منور کیا
اول المسلمیں، خاتم الانبیاء ۱۱۹

ثمر یونس علی سید مانچوی:

ثمر یونس علی سید مانچوی نے ''چراغِ طور'' میں متعدد نعتیہ خمسے لکھے ہیں۔ مثلاً نعتیہ خمسہ بر صفحہ ۱۱۔ نعتیہ خمسہ بر صفحہ ۱۳۔ شمع نبوت۔ آمنہؓ کا لالؐ۔ غازی کا لقب۔ پروانوں میں باتیں۔ چراغِ دین۔ آمنہؓ کا چاند۔ عاشق کا بیان۔ صاحبِ معراج۔ نعتیہ خمسہ بر صفحہ ۲۷۔ چراغِ طور۔ نورِ نبی سے پیارا مدینہ بنایا۔ خمسہ نعتیہ بر صفحہ ۲۷۔ اس فہرست سے ظاہر ہے کہ ثمر مانچوی مخمس کے اہم شاعر ہیں۔ ثمر کے خمسوں میں ایک والہانہ پن پایا جاتا ہے۔ ان کا کلام عوام میں خاصا مقبول ہے۔

منزل کا پتہ جام کے پینے سے ملا — یہ رنگِ وفا دل کے نگینے سے ملا ہے
یہ عشق بھی اس دل کے سفینے سے ملا ہے — ہر طالب و سائل کو قرینے سے ملا ہے
یہ نور زمانے کو مدینے کو مدینے سے ملا ہے
اک عرش نشیں گنبدِ خضرا میں مکیں ہے — خدمت کے لئے دیکھیے جبریلِ امیں ہے
محبوب کا محبوب، حسینوں کا حسیں ہے — اللہ کا گھر دور مدینے سے نہیں ہے
اللہ کا گھر بھی اسے زینے سے ملا ہے ۱۲۰

اثر لودھیانوی: ان کے ہاں تین نعتیں مخمس کی ہیئت میں لکھی ہوئی ملتی ہیں۔ دو نظموں کا تعلق درود و سلام سے ہے۔ ان کے ایک خمسہ کا ایک بند ملاحظہ کیجئے:

ابھرے جو سرِ غرور سے، پیشِ خدا جھکا دیے — خاک نشیں اٹھائے تو شاہنشاہ بنا دیے
رنگِ جلال بھی عیاں، کیفِ جمال بھی عیاں — حسنِ نیاز و ناز کے جلوے سبھی دکھا دیے
صلِ علیٰ نبینا صلِ علیٰ محمدٍ ۱۲۱

تیسرے خمسہ میں ''ذوق وشوق'' (کلامِ اقبال) کے چند شعروں پر تضمین ہے:

غایتِ ہست و بود تو محورِ کن تری جناب — تجھ سے معانی آفریں مصحفِ زندگی کے باب
نے ترے مرتبے کی حد نے تری شان کا جواب — ''لوح بھی تو قلم بھی تو' تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب ۱۲۲

گوہر ملسیانی: ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کو ٹیپ کا مصرع قرار دے کر نعتیہ مخمس لکھنے والوں کی خاصی تعداد ہے۔ ان میں گوہر ملسیانی کا نام بھی مثال ہے۔ ان کی نظم کا ایک بند ملاحظہ کیجئے:

میری تمنا کشتِ منور — شہر مدینہ حسن کا منظر
چشمۂ زمزم، بادۂ کوثر — علم کا دریا، خیرِ مجسم
صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲۳

قمر اجنالوی: ان کی نعتیہ نظم ''نعتیہ قصیدہ بنام خیر الانام (ا)'' دراصل مخمس ہیئت میں ہے۔ یہ بہت شاندار، محبت بھری اور عقیدت بھری نعتیہ نظم ہے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی، احمد ندیم قاسمی، قتیل شفائی اور ڈاکٹر عبد السلام خورشید نے اس کی تحسین کی ہے۔

اس مخمس کے ننانوے بند ہیں۔ آغاز کے بندوں میں شاعر نے مدحِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کی ہے۔

وہ رحمۃ العالمین لقب ہیں — وہ شافع المذنبیں حسب ہیں
وہ خاتم المرسلیں نسب ہیں — وہ ہیں وسیم الحرام لکھو
قمر نبیؐ کو پیام لکھو
جمال بدرالدجیٰ ہے ان کا — کمال خیرالوریٰ ہے ان کا

خیال صلِ علیٰ ہے ان کا یہ بات بالا کلام لکھو
قمر نبیؐ کو پیام لکھو
کلام تھے وہ کلیم تھے وہ چراغ بزم حریم تھے وہ
بڑے رحیم و کریم تھے وہ کریم لکھو کرام لکھو
قمر نبیؐ کو پیام لکھو ۱۲۴

ازاں بعد شاعر نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں احوالِ ملت پیش کیا ہے۔

سناؤ ملت کا حال ابتر بکھر چکا ہے ہر ایک دفتر
نہ کوئی مرکز نہ کوئی محور ہے رنگِ تفریق عام لکھو
قمر نبیؐ کو پیام لکھو
رخِ حرم سے جمال غائب اذاں سے روحِ بلالؓ غائب
ہوئے ہیں اہلِ کمال غائب کہ اب ہے ہو کا مقام لکھو
قمر نبیؐ کو پیام لکھو ۱۲۵

ان حالات میں شاعر بارگاہِ رسالت میں اصلاحِ احوال کے استغاثہ پیش کرتا ہے۔

کھلیں عرب پر عجم کے گیسو پھر آئے چین و ختن کی خوشبو
جہاں میں سایہ کناں ہو ہر سو کرم کے ابر و غمام لکھو
قمر نبیؐ کو پیام لکھو
مٹے دلوں سے ہوس پرستی ہو صاف ستھرا نظامِ ہستی
خدا کے بندے خدا کی بستی حیات ہو شاد کام لکھو
قمر نبیؐ کو پیام لکھو ۱۲۶

یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ شاعر نے مخمس ہیئت میں ایسی نعتیہ نظم کہی ہے جس میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفت وثنا بھی ہے،احوالِ عالمِ اسلام بھی اور اصلاح کے لئے بارگاہِ نبوت میں استغاثہ بھی۔ نظم پر تاثیر ہے اور قاری کو غور خوض پر مجبور کرتی ہے۔ روانی، تسلسل، ترنم وغیرہ قابلِ لحاظ ہے۔ ٹیپ کا مصرع البتہ محسوس ہوتا ہے۔ اگر شاعر اس کو مخمس کا ترجیع بند نہ بناتا تو خیال کی ادائی میں اور زیادہ سہولت بہم پہنچتی۔ ہر بند پر یہ مصرع مضمون کو کسی حد تک پابند رکھتا ہے۔ نظم میں داخلی و خارجی کوائف کا بیان موجود ہے۔

عبدالکریم ثمر: انہوں نے ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کو ٹیپ کا مصرعہ بنا کر خمسہ لکھا ہے۔ نمونہ درج ذیل ہے:

رحمتِ عالم خیر سراپا نورِ ازل تکوین کا منشا
کار گہِ بستانِ ابد میں اک مثبت پیان محمدؐ
صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲۷

کیفی (ابوالکیف کیفی سرحدی):

رحمتِ کردگار کو آپ پہ لاکھ ناز ہے درسِ حیات آپ کا سلسلۂ نماز ہے
کل جو نیازمند تھا آج وہ بے نیاز ہے وحدتِ فکر کے لیے ذوقِ جنوں نواز ہے
صلِ علیٰ محمد صلِ علیٰ محمد
آپ کے در سے ہے نصیب طالبِ خیر کو نجات آپ کے در سے پا گیا جھک کے ہر ایک قربِ ذات
آپ کے در پہ شام سے تابہ سحر تجلیات آپ کے در کی خاک ہے سرمۂ چشم کائنات
صلِ علیٰ محمد صلِ علیٰ محمد
کیفِ بہار زندگی کیفِ نظر کے ساتھ ہے پرتوِ حسنِ کائنات نورِ سحر کے ساتھ ہے
اپنی جبیں کی آبرو سجدۂ سر کے ساتھ ہے کیفی کو عشق حاصلِ علم و ہنر کے ساتھ ہے

صلِ علیٰ محمد صلِ علیٰ محمد ۱۲۸؎

نازمانکپوری، چرن سرن۔ رہبرِ اعظم: کتاب تو غزل کی ہیئت میں سیرت النبیؐ کے مختلف واقعات کی منظوم شکل ہے لیکن پیش لفظ بعنوان ''نظرِ ثانی'' میں شاعر نے اپنا ایک نعتیہ مخمس بھی دیا ہے۔ جس کا ایک بند یہاں نقل کیا جارہا ہے۔

دل کی تسکین کسی چیز سے ہوسکتی نہیں
دولتِ عشق جو مل جائے کمی کوئی نہیں
اور دولت یہ کبھی زہد سے ملتی ہی نہیں
گر نہیں عشقِ رسول عربیؐ کچھ بھی نہیں
کبر و نخوت کے سوا زہد میں کیا رکھا ہے ۱۲۹؎

خورشید ایلچپوری (خورشیدِ رسالت): کتاب میں غزل کی ہیئت میں نعتوں کے علاوہ ایک نعتیہ مخمس بھی ہے۔ ایک بند یہ ہے:

آئینہ صفات مقدر ہے آپؐ سے
تخلیق کائنات منور ہے آپؐ سے
نقشِ رہِ حیات اجاگر ہے آپ سے
پہچان ذاتِ حق کی سراسر ہے آپؐ سے
افسانہ حیات کا عنوان آپؐ میں ۱۳۰؎

طفیل ہوشیارپوری:

اک گذارش ہے لیے آیا ہوں درِ عالی پر
آنکھ گریاں ہے فلسطین کی پامالی پر
دل پریشان ہے کشمیر کی بدحالی پر
آج ہر دل میں ہے اک داغ غریب الوطنی
میرے مولا مرے آقاؐ

بے گناہوں کا لہو بہتا ہے پانی کی طرح
سلسلے پھیلے ہے دریا کی روانی کی طرح
رہ گئی شوکتِ اسلام کہانی کی طرح
اب نہ وہ روح جہاد اور نہ وہ تیغ زنی
میرے مولا مرے آقاؐ

بابِ رحمت مری سرکار کھلے گا کہ نہیں
حق کی میزان پہ انصاف تلے گا کہ نہیں
داغِ مظلومی انسان دھلے گا کہ نہیں
تا بہ کہ اپنے مقدر میں یہ خوں پیرہنی
میرے مولا مرے آقاؐ ۱۳۱؎

فضا کوثری: ان کے نعتیہ مجموعہ ''آیاتِ نورانی'' میں مخمس نعتیہ نظم کا نمونہ بھی ملتا ہے۔

وہ کس کی تہِ دل سے امداد نہیں کرتے
تقصیر ہے اپنی ہی جو یاد نہیں کرتے
ورنہ وہ کسی پر بھی بیداد نہیں کرتے
اخلاق کی عظمت کو برباد نہیں کرتے
وہ شاد تو کرتے ہیں ناشاد نہیں کرتے

ناراض نہیں دیکھا، غیروں پہ کبھی ان کو
لوگوں نے ستایا بھی نفرت نہ ہوئی ان کو
ہر ایک سے دنیا میں الفت ہی رہی ان کو
کچھ ایسی طبیعت ہی فطرت سے ملی ان کو
آفات میں گھر کر بھی فریاد نہیں کرتے ۱۳۲؎

بیکل اتساہی، بلرام پوری (بھارت):

آپ کا روپ دیکھ کر چاند کو چاندنی ملی
پھولوں کو زلفِ پاک کے صدقے میں تازگی ملی
آپ جو مسکرا دیے رات کو روشنی ملی
آپ کی جب نظر اٹھی، دنیا کو زندگی ملی
صلِ علیٰ شفیعنا صلِ علیٰ محمد

روئے مبیں پہ زلفِ پاک زہد و رضا کی رات ہے
کون و مکاں کی آپ کے زیرِ قدم حیات ہے
مونسِ بیکساں حضورؐ! آپ کی پیاری ذات ہے
آپ کا عشق و احترام باعثِ صد نجات ہے
صلِ علیٰ شفیعنا صلِ علیٰ محمد

شمس و قمر سے خوبرو کملی میں آمنہؓ کا لال
بعد از خدا بزرگ ہے، جس کی نہیں کوئی مثال
چپ ہو تو عظمتِ جلال، بولے تو رحمتِ جمال
جو ہے سراپا معجزہ، وہ جو ہے پیکرِ کمال

صلِ علی شفیعنا صلِ علیٰ محمد ۱۳۳

صدرالدین صدر: ان کے نعتیہ خمسہ سے تین بند بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

سردار انبیا ہو سرتاج اصفیا ہو ملت کے رہنما ہو امت کے پیشوا ہو
ممدوحِ عاشقاں ہو مختار و دل ربا ہو ہو بادشاہِ عالم محبوبِ کبریا ہو
صلِ علی محمد صلِ علیٰ محمد

والشمس والضحیٰ ہے آقا تمہاری صورت زلفِ معنبریں پر واللیل ہے شہادت
ہر صبح صبحِ خنداں ہر شام شامِ عشرت طیبہ کی سرزمیں ہے صدر شکِ طور و جنت
صلِ علی محمد صلِ علیٰ محمد

حور و ملک ہیں عاشق جن و بشر ہیں شیدا ہے حسن سے ہویدا عرفانیت کا جلوہ
اک نورِ دل ربا ہو کونین میں سراپا واصف ہو جس کا خالق، اس کی ثنا ہو پھر کیا
صلِ علی محمد صلِ علیٰ محمد ۱۳۴

رشید وارثی: ان کا ایک مخمس جو احمد رضا بریلی کے سلام پر تضمین ہے، ایک خوبصورت پیشکش ہے۔ اس کے دو بند ملاحظہ کیجئے:

تاجدارِ نبوت پہ لاکھوں سلام شانِ ختمِ رسالتؐ پہ لاکھو سلام
جلوۂ نورِ وحدت پہ لاکھوں سلام مصطفیٰؐ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

سدرۃ المنتہیٰ جس کی ہے رہ گزر جس کا شیدا ہے خود مالکِ بحر و بر
وہ شہنشاہِ لولاک، خیرالبشر صاحبؐ رجعتِ شمس، و شق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام ۱۳۵

عابد نظامی: ان کی خمسہ میں دلی وارفتگی پائی جاتی ہے۔ ایک بند بطور نمونہ درج ذیل ہے:

حضورؐ مجھ کو مدینے اگر بلائیں گے حضورؐ ہجر کی کلفت اگر مٹائیں گے
حضور خوب میں جلوہ اگر دکھائیں گے حضور دل میں اگر ایک بار آئیں گے
ہر بار کہے گی زبان صلِ علیٰ ۱۳۶

نصیرالدین نصیر سید پیر گولڑہ شریف: ان کے خمسہ میں محبتِ مصطفےؐ اور مذہبی جذبہ شدت سے پایا جاتا ہے بطور مثال ان کا ایک خمسہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس خمسہ کا عنوان ''عید میلاد النبیؐ'' ہے۔

یہ صبحِ مسرت خوشیاں مناؤ درود و سلام اپنے ہونٹوں پہ لاؤ
محمدؐ کے جلووں پہ قرباں جاؤ ادب سے نصیر اپنی آنکھیں جھکاؤ
شہنشاہِ کون و مکاں آرہے ہیں ۱۳۷

خادم مہائی (ریاضِ فردوس): حضرت سعدی کی غزل پر نعتیہ خمسہ بصورت تضمین لکھا ہے۔ علاوہ ازیں جامی، امیر مینائی، داغ دہلوی کی نعتوں پر چار خمسے لکھے ہیں۔ ایک نعتیہ خمسہ کے علاوہ دو مخمس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر بھی ہیں۔ ۱۳۸

شاد قادری: انہوں نے حضرت عبدالقدیر قدر قادری بدایونی کی نعت پر تضمین لکھی ہے۔ ایک بند درج ذیل ہے۔

دورِ ظلمات میں وہ مہرِ رسالت بن کر ہر سیہ خانے میں اک شمعِ حقیقت بن کر
گوشہ گوشہ میں تجلی گہ عبرت بن کر نورِ حق آ گیا آئینۂ وحدت بن کر
چمکی تقدیرِ جہاں عالمِ کثرت بن کر ۱۳۹

فضا کوثری: زائرِ حرم حمید لکھنوی اور ابوالحسن حیدری کے اشعار پر فضا کوثری نے ''آیاتِ نورانی'' میں مخمس ہیئت میں تضمین لکھی ہے۔ ۱۴۰

عزیز حاصل پوری: انہوں نے مولانا احمد رضا بریلوی کے مشہور سلام ''مصطفےؐ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' کی تخمیس لکھی ہے۔

داورِ محشرِ خدا ہے شافعِ محشر ہے تو نائبِ یزداں، حبیبِ خالقِ اکبر ہے تو

حشر کے دن ساقی میخانۂ کوثر ہے تو　　اور ہم تشنہ لبوں کی لاج تیرے ہاتھ ہے
غمزدوں ٹوٹے دلوں کی لاج تیرے ہاتھ ہے
خدا کی سب کنجیاں ہیں ایک تیرے ہاتھ میں　　مغفرت سامانیا ہیں ایک تیرے ہاتھ میں
بخت کی بیداریاں ہیں ایک تیرے ہاتھ میں　　پابجولاں مجرموں کی لاج تیرے ہاتھ میں
بے کسوں بے آسروں کی لاج تیرے ہاتھ ہے ۱۴۱

اختر الحامدی (سید مرغوب پ ۱۹۲۱ء): نعتیہ غزلوں کی طرح اختر الحامدی کے خمسے بھی مشہور ہیں۔ وہ ایک راست فکر، پختہ گو اور قادر الکلام شاعر ہیں۔ تضمین نگاری میں انہیں خاص مہارت حاصل ہے۔ انہوں نے مولانا عبدالرحمان جامیؔ، مولانا احمد رضا خاں، مولانا ضیاء القادری، مولانا نثیر حامدی کی نعتوں پر تضمین لکھی ہیں۔ یہ سب مخمس کی ہیئت میں ہیں۔ مولانا ضیاء القادری کی ایک نعت پر تضمین کا پہلا بند ملاحظہ کیجئے۔

انوار کی بارش ہوتی ہے ضو بارگھٹائیں ہوتی ہیں　　ڈوبی ہوئی کیفِ حمد میں جب بلبل کی نوائیں ہوتی ہیں
پھولوں پہ نسیمِ جنت کی قربان ادائیں ہوتی ہیں　　طیبہ کے شگفتہ باغوں کی دلکش وہ فضائیں ہوتی ہیں
خوشبو سے معطر دم بھر میں عالم کی ہوائیں ہوتی ہیں ۱۴۲

اختر الحامدی نے اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی کے مشہور سلام ''مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' کی تضمین مخمس کی ہیئت میں لکھی ہے۔ اس طویل مخمس کے ۱۷۱ بند ہیں۔ اتنی لمبی نظم میں فکر اور فن کے توازن کو برقرار رکھنا بجائے خود ایک بڑی بات ہے۔ یہ تضمین اختر الحامدی کی قادر الکلامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اعلیٰ حضرت کے کلام پر تضمین لکھتے ہوئے اس علوئے فکر اور مہارت فن کے تمام تر تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایسا علمی شاہکار تیار کرنا، اختر الحامدی ہی کا کام ہے۔

اخترِ برجِ رفعت پہ لاکھوں سلام　　آفتابِ رسالت پہ لاکھوں سلام
مجتبیٰ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام　　مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
جس کی عظمت پہ صدقے وقارِ حرم　　جس کی زلفوں پہ قرباں بہارِ حرم
نوشہ بزمِ پروردگار حرم　　شہریارِ ارم، تاجدارِ کرم
نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام ۱۴۳

حزیں کاشمیری ''لمعاتِ نور'':

میں سیہ کار کج اندیش خطاکار احقر　　خوف مجھ پر ہے مسلط مری حالت ہے دگر
مر نہ جاؤں مرے آقا تری حسرت لے کر　　چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقب و ہاشمی و مطلبی ۱۴۴

میر افق کاظمی: انہوں نے ''فروغ محامد'' میں قدسی کی اسی نعت پر تضمین لکھی ہے۔ ایک بند ملاحظہ کیجئے:

حبذا خالقِ کونین کے محبوب نبیؐ　　بے بہا دُرِ یتیم صدفِ مطلبی
واہ چہ عالی نسبی واہ چہ والا حسبی　　مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی ۱۴۵

یہ تضمین بھی مخمس ہیئت میں ہے اور دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

تنویر پھول: انوار حرا میں ان کی دو نعتیہ نظمیں مخمس ہیئت میں ملتی ہیں۔ پہلی نظم میں پانچواں مصرع ہر بند کے پانچویں مصرع کے ساتھ ہم قافیہ ہے۔

حبیبِ خدا جونہی تشریف لائے　　تو طیبہ کے باغات سب لہلہائے
جو بطحا کے دولہا مدینے میں آئے　　ہے شاداں عروسِ بہارِ مدینہ
لگی جھومنے شاخسارِ مدینہ ۱۴۶

دوسری مخمس نظم میں پانچواں مصرع ٹیپ کا ہے　　مرے حضور! مری جان آپؐ پر قرباں

حضور آپ پہ سو بار جان و دل ہیں نثار　　ہمیشہ امتِ عاصی کے آپ ہیں غم خوار

گناہگاروں کی خاطر نہ رات میں سوئے بہائے آنسو کبھی فکر میں رہے بیدار
مرے حضور! مری جان آپؐ پر قرباں ۱۴۷

حضرت وجیہہ السیما عرفانیؒ : کی ایک نعتیہ نظم جو مخمس کی ہیئت میں ہے بہت وجد آفریں ہے اس کے کل بائیس بند ہیں۔ ہر بند کا آخری مصرع ٹیپ کا مصرع ہے۔ ہر بند کا پہلا، دوسرا اور چوتھا مصرع ہم قافیہ ہے۔ دو بند درج ذیل ہیں:

رحم ہی رحم اور نور ہی نور صلی اللہؐ میرے حضورؐ
عالم کن میں اصلِ حیات عالمِ دل میں کیف و سرور
صلی اللہ میرے حضور

اسم محمدؐ مایہ جاں یادِ محمدؐ حرف رواں
ذکرِ محمدؐ وردِ ہمیش روح معطر دلِ شاداں
صلی اللہؐ میرے حضور ۱۴۸

سید حبیب احمد حبیب تلہری: انہوں نے بھی اعلیٰ حضرت کے سلام "مصطفےٰؐ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" پر تضمین لکھی ہے۔ یہ مکمل تضمین ہے۔ سید حبیب احمد حبیب تلہری فنِ تاریخ گوئی میں یدطولیٰ رکھتے ہیں۔ شاعرانہ باریکیوں کو خوب سمجھتے ہیں۔ ان کا کلام فکری وفنی اعتبار سے قابلِ تحسین ہے۔ دو بند بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

تجلی شان قدرت پہ لاکھوں سلام حق نما سرِّ وحدت پہ لاکھوں سلام
دلربا نور طلعت پہ لاکھوں سلام مصطفےٰؐ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام ۱۴۹

ان کی ہر ایک پیاری ادا پر درود جلوۂ عارضِ دلربا پر درود
در دنداں کی نوری ضیاء پر درود نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام ۱۵۰

رہبر چشتی (صوفی مسعود احمد): نے ایک نعت مخمس ہیئت میں لکھی ہے۔ اس نظم کے چھ بند ہیں۔ ہر بند کے پہلے چار مصرے آپس میں ہم قافیہ ہیں جبکہ پانچواں مصرع، پہلے بند کے پانچواں مصرع کے ساتھ ہم قافیہ ہے۔ دو بند بطور نمونہ ملاحظہ کیجئے

اللہ کو محبوب ہیں اطوارِ محمدؐ نبیوں کو ملی دولتِ انوارِ محمدؐ
جبریل سنا کرتے ہیں گفتار محمدؐ ہم روز کیا کرتے ہیں اذکارِ محمدؐ
اے صلِ علیٰ مدحتِ سرکارِ محمدؐ

سونی ہے مری حسرت و ارمان کی محفل دن رات تڑپتا ہوں میں اب صورتِ بسمل
یا رب ہے مدینہ مری جب آخری منزل کہتا ہے مچل کر یہی ہر بار مرا دل
ہو پیشِ نظر کاش وہ دربارِ محمدؐ ۱۵۱

انجم جعفری:

شافع انس و جاں، رحمت عالمینؐ باعثِ کن فکاں، وجہِ خلدِ بریں
صادق القول، عادل، خلیق و امیں حرفِ رازِ ازل، حسنِ طبع حسیں
خاتم الانبیاءؑ خاتم المرسلیں ۱۵۲

رانا بھگوان داس:

یا نبی المحترم یا خواجۂ ارض و سما یا رسول المحتشم یا شافعِ روز جزا
ہادیٔ کلِ امم یا مظہر نورِ خدا مرحبا اہلاً و سہلاً یا حبیب کبریا
الصلوٰۃ والسلام یا محمد مصطفیٰ

مالکِ عرشِ عظیم و صاحب خلد بریں رحمتہ للعالمیں محبوبؐ رب العالمیں

یا حبیب المرسلین و یا نبی الآخرین یا رسول المسلمین المومنین العاشقیں
الصلوٰۃ والسلام اے سرورِ دنیا و دیں ۱۵۳

حیرت الٰہ آبادی:

فردوسِ بریں کیا ہے یارو وہ مدینہ ہے ہر شہر سے افضل ہے ہر بات میں یکتا ہے
جس سمت نظر اٹھے سرکارؐ کا جلوہ ہے جس نے درِ اقدس کو اک بار بھی دیکھا ہے
واللہ قدم اس نے فردوس میں رکھا ہے ۱۵۴

راغب مرادآبادی:

محمدؐ علیمِ وجود و عدم محمد مہِ چرخِ جود و کرم
محمدؐ ادا سنجِ لوح و قلم محمدؐ سے روشن خدا کا ہے نام
محمدؐ پہ لاکھوں درود و سلام

محمدؐ ہیں دانندۂ کائنات محمدؐ ہیں بینندۂ شش جہات
محمدؐ شناسندۂ حسنِ ذات محمدؐ کا بعدِ خدا ہے مقام
محمدؐ پہ لاکھوں درود و سلام ۱۵۵

دردکاکوروی:

وہ جس دل کو ہونا ہے شایانِ شاہی جسے چاہیے ساز و سامانِ شاہی
ہو جس دل میں مدت سے ارمانِ شاہی جسے ہو تمنائے ایوانِ شاہی
وہ بن جائے پہلے گدائے محمدؐ ۱۵۶

بیکل رجپوری: ان کے کلیات (حصہ اوّل و دوم) میں متعدد نعتیں مخمّس کی ہیئت میں ہیں۔ ان کے ایک مخمّس کا ایک بند بطور نمونہ درج ذیل ہے:

محسنِ اعظمؐ رسول اللہؐ شاہِ مرسلیں جنسِ انساں آپؐ کے لطف و کرم کی ہے رہیں
شعبہ شعبہ آپؐ نے عالم میں اصلاحات کیں ہو گئے حالات بہتر بگڑی تقدیریں بنیں
خواجۂ عالمؐ زہے شانِ رسالت آپؐ کی ۱۵۷۔الف

تضمین

جب کوئی شاعر کسی دوسرے شاعر کے کلام کو بنیاد بنا کر اُس کے شعروں (یا مصرعوں) پر اضافہ کرتے ہوئے اپنی طرف سے مصرعوں یا شعروں کا اضافہ کرتا ہے تو اسے تضمین کہتے ہیں۔ تضمین اگرچہ مسمّط کی کسی بھی شکل کی ہو سکتی ہے اور غزل کی بھی، لیکن بالعموم سب سے زیادہ تضمینیں مخمّس کی ہیئت میں ملتی ہیں۔ صرف اسی لئے تضمین کا ذکر مخمّس کی ذیل میں کیا گیا ہے۔ ’’تضمین۔ اس کے لغوی معنی ہیں ملانا یا شامل کرنا اور اصطلاحی معنی ہیں کسی مشہور شعر کو اپنی نظم میں داخل کرنا یا چسپاں کرنا یا کسی مصرع پر مصرع لگانا۔ اردو میں بیشتر تضمینیں مخمّس کی شکل میں ہیں۔ بند کے چار مصرعوں میں سے آخری دو مستعار ہوتے ہیں۔ ان پر تین مصرعوں کا اضافہ تضمین نگار شاعر کرتا ہے۔ اس انداز سے کہ پہلے چار مصرعے ہم قافیہ رہیں۔‘‘ ۱۵۸

نمونے کے طور پر حکیم مومن خاں مومن کی وہ تضمین درج ذیل ہے جو انھوں نے قدسی کی مشہور نعت پر کی ہے۔

مومن (حکیم مومن خاں مومن):

اردو کے بے شمار شاعروں نے قدسی کی مشہور نعت ’’مرحبا سیدی مکی مدنی العربی‘‘ پر تضمین کی ہے۔ مومن خاں مومن نے بھی اسی نعت پر تخمیس کی ہے۔ ایک بند ملاحظہ فرمائیں:

دشتِ عالم سرا سیمہ گذاری اوقات آج تک منزلِ مقصود نہ پائی ہیہات
مدد اے خضرِ کرامت کہ نہیں پائے ثبات ما ہمہ تشنہ لبا نیم و توئی آبِ حیات

لطف فرما کہ زمدی گزرد تشنہ لبی ۱۵۹؎

محمد عمر قاضی: (مرتب) نے "حدیثِ قدسی" میں قدسی کی نعت

مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی — دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

پر لکھی گئی تضامین جمع کردی ہیں۔ درج ذیل شعراء کے تضمینیں (جو مخمس ہیئت میں ہیں) شاملِ کتاب ہیں

حکیم منور علی خان آشفتہ رئیس میرٹھ:

۱۔ حکیم منور علی خان آشفتہ رئیس میرٹھ: پہلا بند بھی بطور نمونہ درج ہے۔

تجھ پہ روشن ہے شہا مری حاجت طلبی — عرض کرنا تری درگاہ میں ہے بے ادبی
میں تو کیا تجھ سے مدد چاہتے ہیں سارے نبی — مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

۲۔ **امرناتھ آشفتہ:**

زیبِ کونین بہارِ چمن مطلبی — نہوا اور نہوگا کوئی تجھ سا نبی
شافعِ روزِ جزا سرورِ عالی نسبی — مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

۳۔ **امانت علی نانوتوی۔**

تو ہی ممدوحِ خدا اے شہِ والا نسبی — بندہ جو حمد کا دعوی کرئے ہے بے ادبی
دیکھ کر شان تری کہتا ہے ہر شیخ و صبی — مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

۴۔ **محمد امیر:**

مثلِ خورشید ہے روشن تری عالی نسبی — نام لینا ہے ترا غیر وضو بے ادبی
آبِ کوثر سے زبان دھوکے یہ کہتے ہیں نبیؐ — مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

۵۔ **محمد نظام الدین جوش:**

عرصۂ حشر میں اے ہاشمی و مطلبی — دیکھ کر منزلت و قدر تری سارے نبی
اس وسیلہ سے کریں اپنی شفاعت طلبی — مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

۶۔ **محمد علی خاں بہادر حیدر:**

یوں تو پیدا کیے خالق نے ہزاروں ہی نبیؐ — سر پہ یہ تیرے ہی دستارِ شفاعت ہے پھبی
تجھ کو جبریل بھی کہتا ہے بصد بوالعجبی — مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

۷۔ **محمد حیات خاں حیات:**

اے شہِ ہر دو سرا تو ہوا نبیوں کا نبی — انبیاء تجھ سے کریں کیوں نہ شفاعت طلبی
ہوا القاب ترا ہاشمی و مطلبی — مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

۸۔ **منشی خلیل اللہ خلیل:**

اے کہ ہے ختم تری ذات پہ عالی نسبی — آئے جب حشر کا دن بہرِ شفاعت طلبی
دیکھ کر تجھ کو کہیں جملہ ولی اور نبی — مرحبا سید مکی مدنی العربی

دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

۹۔ الطاف حسین جستہ:

مرحبا زیب دہِ مسند عالی نسبی مرحبا صاحب اورنگِ شفاعت طلبی
مرحبا سرورِ دیں، ہاشمی و مطلبی مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

۱۰۔ میاں ذائق:

شربتِ وصل کی تیرے ہے مجھے تشنہ لبی خاطرِ غم زدہ رہتی ہے اسی غم میں دبی
تر زباں ہے ترے اوصاف میں ہر ایک نبی مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

۱۱۔ محمود بیگ راحت:

سرورا مدح سرا تیرا ہے ہر ایک نبی خادمِ در ہیں ملائک ترے اے مطلبی
رہی امت کی سدا تجھ کو شفاعت طلبی مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

۱۲۔ مرزا خجستہ بخت سالک

فخرِ عالم ہے تو اے ہاشمی و مطلبی واہ والا حسبی واہ یہ عالی نسبی
کون کونین میں اے عرش مکان تجھ سا نبی مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

۱۳۔ بہادر شاہ ظفر (بادشاہ دہلی)

سرورا تو وہ نبی جس کے نہیں بعد نبی دیکھ کر شان تری عرش کی بھی شان دبی
انبیا تجھ سے کہیں وقت شفاعت طلبی مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی ۱۶۰

حدیث قدسی نامی مجموعے میں درج ذیل شعراء کرام کی تضمینیں بھی ملتی ہیں: مولوی محمد صدیق روحیؔ، میاں رحمتؔ، عبدالرحمان سوزشؔ، احمد جان شررؔ، سندر لال شگفتہؔ، مرزا قادر بخش صابرؔ، فصیح الدین ضمیرؔ، رحیم بخش طربؔ اور محمد شاہ میر طرارؔ کی تضامین بھی ملتی ہیں۔

مخمس میں ہیئتی تجربات

بدرالقادری مولانا: ''جمیل الشیم'' میں ان کا ایک مخمس بعنوانِ ''درود و سلام'' ہے۔ مصرعوں کی ترتیب خاص ہے، جس کا اندازہ اس بند سے ہو سکتا ہے۔

وہی شمعِ ایماں، وہی نورِ دل انہی سے تجلی بکف طورِ دل
وہ روحِ صلوٰۃ و زکوٰۃ و صیام صلوٰۃ و تحیہ درود و سلام
رسولِ گرامی قدم پر مدام

اس نعت کے کل بیس بند ہیں۔ پہلے بند کے علاوہ باقی ہر بند کا اندازہ یہی ہے اور ہر بند میں خاص ترتیب سے پانچ مصرعے لائے گئے ہیں، البتہ پہلا بند صرف چار مصرعوں پر مشتمل ہے۔ جو اس طرح ہے:

صلوٰۃ و تحیہ درود و سلام رسولِ گرامی قدم پر مدام
سراپا کرم رحمتِ عالمیں سپہر حشم، قدوۃ القائدیں ۱۶۱

یہیں سے ہیئت میں تجربے کی نشاندہی ہوتی ہے۔ دراصل شاعر نے ہر بند کے آخر میں آنے والے ٹیپ کے دونوں مصرعوں کو اوپر لکھ دیا ہے، جس سے اشکال ہوتا ہے کہ یہ بند الگ ساخت کا ہے۔ ٹیپ کے مصرعوں کو الگ کر دیا جائے تو باقی نظم پورے ۱۹ بندوں پر مشتمل ہموار نظم دکھائی دے گی۔

راجا رشید محمود (مخمسات نعت): یہ دنیائے نعت میں مخمسات کا پہلا مجموعہ ہے جو شاعری کی اوّلیت کا شاہد ہے۔ پانچ پانچ بند پر مشتمل پچاس نعتیہ مخمسات کا یہ مجموعہ ۱۱۲ صفحات پر چھپا ہے۔

پھر جائے رنج و آفت و کرب و بلا کا رخ — مٹ جائے ایک دن تیز قضا کا رخ
کرنا نہ اور سمت دلِ مبتلا کا رخ — دیکھو گے تندرستیوں کا ارتقا کا رخ
کر لو جو شہِ نور کے دارالشفا کا رخ ۱۶۲

صبح والشمس کی ہے چہرہ نمائی بے شک — رات والیل کے معنیٰ میں سمائی بے شک
مہر کی قدر رخِ شہؐ نے بڑھائی بے شک — دھج نئی گیسوئے پرخم نے دکھائی بے شک
رخ و کاکل سے ہوا صبح و مسا کا آغاز ۱۶۳

یہ دنیائے نعت میں مخمسات کی ہیئت میں پہلا مجموعۂ نعت ہے۔ ۱۶۴

اس مجموعہ میں راجہ رشید محمود نے کچھ ہیئتی تجربے بھی کیے ہیں۔ مثلاً

۱۔ وہ خمسے جن کے ہر بند کے آخری دو مصرعے قافیہ (یا ردیف) کے پابند ہیں۔ ۱۶۵

۲۔ وہ خمسے جن کے پہلے دو بندوں کا ہر مصرع ایک ہی ردیف میں ہے۔ ۱۶۶

۳۔ وہ خمسے جن کے پہلے بیس مصرع ایک ہی ردیف میں ہیں۔

۴۔ وہ خمسے جن کے پہلے بند میں قافیے کا التزام ہے بعد کے ہر بند کا پانچواں مصرع پہلے بند کے ساتھ قافیے کے طور پر آپس میں ردیف کے طور پر ہم آہنگ ہے۔ ۱۶۷

۵۔ وہ خمسے جن کے ہر بند کا چوتھا مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہے جبکہ پانچواں مصرع ردیف کا بھی پابند ہے۔

۶۔ اس خمسے کے پہلے دو بند ہم قافیہ ہیں، جبکہ ہر پانچویں مصرعے کو ردیف کا بھی پابند کیا ہے۔ ۱۶۸

۷۔ وہ خمسہ جس میں صرف پانچویں مصرعے کو ردیف کا پابند رکھا گیا ہے۔ ۱۶۹

راجا رشید محمود کا یہ مجموعۂ مخمسات اپنی اولین پیشکش کے علاوہ فکری وفنی حوالوں سے بھی یادگار ہے۔

رہو تم تر زباں سرکارؐ کی نعتِ مبارک میں — قلم رکھو رواں، سرکارؐ کی نعتِ مبارک میں
رہو مضطر بہ جاں، سرکارؐ کی نعت مبارک میں — کرو سیرت بیاں، سرکارؐ کی نعت مبارک میں
رہو پھر کامراں نام، سرکارؐ کی نعت مبارک میں ۱۷۰

مخمس میں ہیئتی تجربات

وجیہہ السیما عرفانیؒ: ان کے نعتیہ مجموعے ''میرے حضورؐ'' میں ایک نعت اگرچہ مخمس ہیئت میں لکھی گئی ہے لیکن اس میں ایک ہیئتی تجربہ بھی کیا گیا ہے۔ بالعموم مخمس کے ہر بند کے پانچوں مصرعے مساوی الوزن ہوتے ہیں۔ حضرت عرفانیؒ کے نعتیہ مخمس کے ہر بند کے مصرعے مساوی التعداد تو ہیں مساوی الوزن نہیں۔ پہلا دوسرا اور تیسرا مصرع ایک ہی وزن پر مشتمل ہے جبکہ چوتھا اور پانچواں مصرع مصغر حالت میں ہیں۔ پہلے ایک بند ملاحظہ کیجئے:

اے ختمِ رسل، شاہِ امم، سیدِ لولاک — ملت کے گراں حال پہ وجدان ہے غمناک
کیوں عرش بریں چپ ہے، کہاں نالہ ہے شب چاک — خاموش ہیں افلاک
اے سیدِ لولاک ۱۷۰

آخری دونوں مصرعے چھوٹے ہیں۔ اوپر والے تینوں مصرعوں میں وزن کا رکن تین بار دہرایا گیا ہے لیکن یہاں صرف ایک ایک بار باندھا گیا ہے۔ اس سے بند کے آخر میں تیزی آگئی ہے۔ نیز مستزاد کی بو بھی پیدا ہوگئی ہے۔ اسے مخمس ہیئت میں خوشگوار تبدیلی قرار دیا جاسکتا ہے۔

انجم (قمر الدین انجم): ان کے نعتیہ مجموعے ''حسنت جمیع خصالہ'' سے نعتیہ مخمس کا نمونہ درج ذیل ہے۔

رحمت للعالمیں — سرورِ دنیا و دیں
عینِ حق نورِ یقیں — جاں نشین و دل نشیں
مقتدا و مدّعا
یا حبیب مرحبا ۱۷۱

زائرِ مدینہ بہزاد لکھنوی: ان کی ایک نعت کے سات بند ہیں۔ ہر بند پانچ مصرعوں پر مشتمل ہے۔ ہر بند میں مصرعوں کی تعداد اس کے مخمس ہونے کی شاہد ہے لیکن بہزاد نے اسمیں ہیئتی تجربہ کر کے اسمیں کچھ جدتیں پیدا کی ہیں۔ پہلے اس کا ایک بند بطور نمونہ دیکھئے۔

السلام اے فروغِ سحر، جانِ شام
السلام السلام السلام السلام
آپ محبوبِ حق
آپ مطلوبِ حق
آپ مرغوبِ حق آپ مقصودِ عام ۱۷۲

پہلے اور دوسرے مصرعے کا وزن فاعلن X ۴ ہے۔ تیسرے اور چوتھے مصرعوں کا وزن فاعلن X ۲ ہے۔ گویا یہ مصرعے پہلے، دوسرے مصرعوں کی نسبت آدھے، آدھے ہیں۔ پانچواں مصرعہ پھر فاعلن X ۴ کی وزن میں ہے۔ لیکن یہاں بھی پانچویں مصرعے کا پہلا آدھا حصہ اوپر والے دوسرے تیسرے مصرعوں کے برابر (ہم وزن) اور ہم قافیہ ہے۔ جبکہ اس پانچویں مصرعے کا دوسرا حصہ پہلے دوسرے مصرعوں کے ساتھ ہم قافیہ ہے۔ ایک اور جدت یہ ہے کہ پہلا اور دوسرا مصرع مل کر ٹیپ کا شعر بن گئے ہیں۔ یوں ٹیپ کا مصرع (یا شعر) جو عموماً بند کے آخر میں ہوتا ہے، یہاں بند کے آغاز میں ہے۔ یہ ہیئتی تبدیلیاں خوشگوار بھی ہیں اور ان کی پیروی آسان بھی ہے۔ شاعر نے ٹیپ کے دونوں مصرعے نعت کے آخر میں ایک بار پھر دہرا دیے ہیں۔ جس سے ٹیپ کا شعر ہر بند کے آخر میں بھی تصور کیا جاسکتا ہے۔ یہ ہیئتی تجربہ یقیناً قابلِ توجہ ہے۔ شاعر نے یہی تجربہ ۱۷۹ صفحے کی نعت میں بھی دہرایا ہے۔

مسدس

وہ نظم جس کے کئی بند ہوں اور ہر بند چھ چھ مصرعوں پر مشتمل ہو، مسدس کہلاتی ہے۔

نعتیہ مسدس کا جائزہ:

یہاں اہم نعتیہ مسدسوں کے نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔

لطف النساء امتیاز:

دکنی دور کی شاعرہ، ڈاکٹر اشرف رفیع کی تحقیق کے مطابق یہ دکن کی پہلی خاتون ہیں جن کا دیوان ۱۲۱۲ھ/ ۱۷۹۶ء میں مرتب ہوگیا تھا۔ ۱۷۳
ان کے دیوان میں مسدس کی ہیئت میں بھی نعتِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ملتی ہے۔ اس کا ایک بند بطور نمونہ درج ذیل ہے:

میں دل سے مصطفیٰؐ کا جاں فدا ہوں — عجب شیرِ یزداں با صفا ہوں
جہاں میں بندۂ خیر النساءؓ ہوں — یہی ہر دم کہوں گا اور کہا ہوں
محب اہل بیت مصطفیٰؐ ہوں
غلامِ خاندانِ مرتضیٰؓ ہوں ۱۷۴

میر (میر تقی): میر کے دل میں حُبِّ نبیؐ کی شمع فروزاں تھی، اس جذبے کا اظہار میر نے نعت میں کیا ہے۔ ان کا ایک مسدس جو نعتیہ ہے اس کا ایک بند درج ذیل ہے

جب تلک تاثیر کا تھا کچھ گماں — گہ قرآں خواں میرؔ تھے گہ سجہ خواں
وقت یکساں تو نہیں اے دوستاں — اب یہی ہے ہر زماں وردِ زباں
رحمت للعالمینی یا رسولؐ
ہم شفیع المذنبینی یا رسولؐ ۱۷۵

نظیر اکبر آبادی (م۔ ۱۸۳۰ء): ان کا ایک مسدس "در ثنائے پیغمبر خداؐ" بہت مشہور ہے۔ اس کا ایک بند بطور نمونہ درج ذیل ہے۔
(اس میں سعدی کے کلام پر تضمین کی ہے)

وہ شاہِ دو عالم امیرِ اُمم | بنے واسطے جس کے لوح و قلم
سدا جس کے چومیں ملائک قدم | کروں اس کا رُتبہ میں کیونکر رقم

حبیب خدا اشرف انبیاء
کہ عرشِ مجیدش بود متکا ۱۷۵؎

قیصر (محمد امین الدین): انہوں نے اپنی تصنیف ''گلدستۂ نبوت'' میں ایک مسدس ہیئت کی نظم میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا مبارک لکھا ہے۔ اس کا ایک بند بطور نمونہ درج ذیل ہے:

گردنِ صاف میں ہے نورِ خدا جلوہ کناں | مہر اس مہر نبوت کی ضیا پائے کہاں
دوشِ پرنور پہ ہے عرشِ معلی کا گماں | مدحت دستِ خداداد میں قاصر ہے زباں

یہ وہی ہاتھ ہیں جو عرشِ علیٰ تک پہنچے
کس طرح طائرِ فکر اپنا خدا تک پہنچے

انگلیاں آپ کی ہیں رشک دہ شاخِ نبات | اس کی تعریف میں لب بند ہیں نکلے گی کیا بات
کس زباں سے میں کروں سینۂ روشن کی صفات | جس کے آگے یدِ بیضا کی تجلی ہے بات

اس شکم کو جو ہم نورِ خدا کہتے ہیں
نافِ پرنورؐ کو گرداب ضیاء کہتے ہیں ۱۷۶؎

میر انیس: ان کے مرثیے ''فرزندِ پیمبرؐ کا مدینے سے سفر ہے'' کے کچھ بند نعتیہ شہرآشوب کا نمونہ لیے ہوئے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہٗ جب مدینہ منورہ سے رخصتِ سفر باندھتے ہیں تو اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اطہر پر حاضری دیتے ہیں۔

پیدل شہِ دیںؑ روضۂ احمدؐ پہ سدھارے | تربت سے صدا آئی کہ آؤ مرے پیارے
تعویذ سے شبیر لپٹ کر یہ پکارے | ملتا نہیں آرامؑ نواسے کو تمہارے

خط کیا ہیںؑ اجل کا یہ پیام آیا ہے نانا
آج آخری رخصت کو غلام آیا ہے نانا

شہرآشوب کے حوالے سے میر انیس کا یہ بند بطور نمونہ درج ہے۔

امت میں عجب غدر ہے یا صاحبِ معراج | ہیں دشمنِ دیں مالکِ تخت و علم و تاج
دنیا کا زر و مال میسر ہے انہیں آج | میں گوشہ نشیں فاقہ کش و بیکس و محتاج

اپنا علم و تخت اسی دن گیا نانا
جب والدہ سے باغِ فدک چھن گیا نانا ۱۷۷؎

مفتی غلام سرور لاہوری: ان کے کلیات میں تین مسدس بھی ملتے ہیں۔ ان کے مطالعے سے یہ حقیقت کھلتی ہے کہ ہر ہیئت جس میں وہ لکھتے' کمال کی نعت پیش کرتے۔ ایک مسدس کے یہ دو بند ملاحظہ کیجیے۔

فروغ چہرۂ شام و سحر نورِ محمدؐ ہے | چراغ خانہ شمس و قمر نورِ محمدؐ ہے
ضیائے دیدۂ اہلِ نظر نورِ محمدؐ ہے | صفائی سینہ ہر بے خبرؑ نورِ محمدؐ ہے
مکاں سے لا مکاں تک جلوہ گر نورِ محمدؐ ہے | اِدھر نورِ محمدؐ اُدھر نورِ محمدؐ ہے
کبھی مشرق سے سورج بن کے یہ چہرہ دکھاتا ہے | کبھی ماہِ منور ہو کے مغرب میں سماتا ہے
کبھی چرغ فلک بن کر زمیں پر چرغ کھاتا ہے | کبھی وہ روز روشن اور کبھی شب بن کے آتا ہے
مکاں سے لا مکاں تک جلوہ گر نورِ محمدؐ ہے | اِدھر نورِ محمدؐ ہےؑ اُدھر نورِ محمدؐ ہے ۱۷۸؎

امیر مینائی (منشی امیرؒ م ۱۹۰۰): ان کا ایک نعتیہ مسدس جس میں میلادِ مصطفےٰؐ کی برکات کا ذکر بھی ہے اور ایک خاص معجزے کا بھی۔ اس کے پچاس سے زیادہ بند ہیں۔ ابتداء میں نورِ مصطفےٰؐ کا ذکر ہے۔

یہ نور تھا اس دم کہ نہ تھا اور کوئی نور | شیشوں میں حجابات کے مانند پری نور

دریائے عطا میں تھی اس میں تھا یہی نور جنت میں کبھی سایۂ رحمت میں کبھی نور
پیشانیِ پرنور سے قطرے جو چھنے ہیں
جتنے ہیں نبی سب انہی قطروں سے بنے ہیں ۱۷۸؎

لوح و قلم و عرشِ بریں روضۂ رضواں قدسی و ملک کرسی و مہر و مہِ تاباں
کوثر ہو کہ تسنیم ہو حوریں ہوں کہ غلماں افلاک و زمیں جن و بشرؑ عالمِ امکاں
سب نے شرف اس مطلعِ انوار سے پایا
جو جس نے کہ پایا اسی سرکارؐ سے پایا ۱۷۹؎

دوسرے مسدس "لیلتہ القدر" میں معراج شریف کا واقعہ تفصیل سے بیان ہوا۔ پھر میلاد مصطفےٰؐ کے واقعے کو نظم کیا ہے۔ معراج سے متعلق ایک بند بطور نمونہ درج ذیل ہے:

بزم دنیٰ میں سیدِ والا پہنچ گئے پھر تا بخلوتِ فتدلیٰ پہنچ گئے
بالائے اوجِ سرِ فاوحیٰ پہنچ گئے قوسین بلکہ تا حد ادنیٰ پہنچ گئے
کیا رفتہ رفتہ بارگہِ کبریا ملی
زینہ بزینہ بام ہویت پہ جا ملی ۱۸۰؎

تیسرے مسدس "صبح ازل" میں ولادت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا واقعہ منظوم کیا ہے۔ طویل مسدس ہے۔

اس شاہ کی آمد ہے جو ہے شاہِ دو عالم وہ ماہ چمک پر ہے جو ہے نیرِ اعظم
اس کے قدم آتے ہیں جو آدم سے ہے اقدم ہوتا ہے عیاں نورِ خدا ہے جو مجسّم
نقشِ قدم اس کا ہے کلس گنبدِ دیں پر
آئے ہیں ملک شوقِ زیارت سے زمیں پر ۱۸۱؎

ممتاز گنگوہی: کا مسدس کی ہیئت میں کچھ نعتیہ کلام چمن مناقب میں ملتا ہے۔ ایک مسدس کے چند بند بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

آج کچھ گلشنِ دنیا کی عجب ہے رنگت ہر طرف پھیلی ہے پھولوں کی ہوا میں نکہت
دیکھ کر سرو اکڑتا ہے خود اپنا قامت گوشِ گل کہے بلبل خبر تہنیت
پیشوائی کے لئے بادِ بہاری آئی
باغِ عالم میں محمدؐ کی سواری آئی

طائرِ سدرہ یہاں آتے ہیں بہرِ گلگشت کیا ہے خوشبو کہ ملک سونگھ کے ہوجاتے ہیں مست
باغبانِ ازلی نے یہ کیا بندوبست حوصلے دیکھ کے رضوان کے ہوجاتے ہیں پست
تازہ تقدیر یہ ممتاز ہماری آئی
باغِ عالم میں محمدؐ کی سواری آئی ۱۸۲؎

ممتاز گنگوہی کا ہی ایک نعتیہ مسدس "کب" کے عنوان سے ہے، سے راجا رشید محمود نے اپنی کتاب مدینتہ النبیؐ میں شامل کیا ہے۔ ایک بند بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

اب تو لِلّٰہ کرو نظرِ کرم یا مولا خون برساتے ہیں یہ دیدۂ غم یا مولا
تابِ فرقت کی نہیں تیری قسم یا مولا حسرتیں زیادہ ہیں اور زیست ہے کم یا مولا
جلوۂ نورِ خدا نورِ نظر کب ہوگا
یا نبیؐ آپؐ کی چوکھٹ پہ یہ سر کب ہوگا ۱۸۳؎

حسن رضا حسن سید (المتوفی ۱۹۰۸ء): ان کے مجموعہ "محفلِ اعجاز" میں ایک نعتیہ مسدس ہے۔ اس کے کل ۵۲ بند ہیں۔ اس مسدس کا تعلق ہمارے طے کردہ ادوار میں سے تیسرے دور کے ساتھ ہے۔ (۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء) سید حسن رضا قادر الکلام شاعر تھے۔ زبان کے ماہر، شعری فن میں کامل اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت رکھنے والے۔ اس کی دلیل ان کا زیرِ نظر مسدس ہے۔ اس مسدس میں ولادتِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر ہے۔ نعتِ پیغمبر لکھنے کے ارادے کے ساتھ ہی جو خوشی ہوئی اُس کا بیان دیکھیے:

تحریرِ مدح شہ سے قلم بھی ہے شاد شاد مضمونِ کہنہ بھول کے آتے نہیں ہیں یاد
ہر حرف میں ہے شامِ شبِ عیش کا سواد معنًا ہے لفظ لفظ میں ترکیب اتحاد
پنہاں ہے سوزِ عشقِ نبی اس میں اس طرح
رہتا ہے نے میں شعلۂ آواز جس طرح ۱۸۴؎

پھر محفلِ میلاد کی تیاریوں کا ذکر ہے لیکن کس سرشاری و سرخوشی کے ساتھ:

کہہ دو کہ شامیانۂ ظلِ کرم تنے رحمت کا فرش بزمِ شہنشاہ میں بچھے
جبریل لائیں دوڑ کے گلزارِ خلد سے نورستہ پھول ہار بنانے کے واسطے
فانوسیں مثلِ شمع سے خود سرمہ کش رہیں
مرد نگیاں بھی نور کے عالم پہ غش رہیں ۱۸۵؎

اب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا میلاد مبارک پڑھا جاتا ہے۔ سب سے پہلے نورِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر کرتے ہیں:

وہ نور طور پر جو بنا برقِ کوہِ طور وہ نور جس سے کون و مکاں کا ہوا ظہور
وہ نور جس سے ہوگئی ظلماتِ کفر دور وہ نور جس کی شان میں پنہاں تھی شانِ نور
منظور ہوکے قدرتِ خلاق بن گیا
سردر انبیاء شہِ آفاق بن گیا ۱۸۶؎

تقسیم چار حصوں پہ حق نے کیا اسے کرسی و عرش، لوح و قلم، مہر و مہ بنے
ارض و سما و خلد و سقر بھی عیاں کئے تخلیقِ کائنات کے سامان سب ہوئے
ارواحِ انبیاء و ملک کا ظہور تھا
غلمان تھے کہیں تو کہیں خیلِ حور تھا ۱۸۷؎

پھر اس نورِ مبیں کی حضرت سیدہ بی آمنہؓ کے ہاں ولادت باسعادت کا ذکرِ جمیل کیا ہے۔ ولادت باسعادت کے وقت معجزات کا ذکر کیا ہے۔ شاعر کا انداز بیاں دلکش اور روح پرور ہے۔

آتش کدے جو گرم تھے سب سرد ہوگئے ابلیس کے گروہ پہاڑوں میں جا چھپے
لات و منات کعبے میں ہیبت سے گر پڑے گردن کشانِ کفر و ضلالت کے سر جھکے
غل پڑ گیا کہ مخزنِ اجلال آگیا
مفتاحِ فتح صاحبِ اقبال آگیا ۱۸۸؎

سید حسن رضا حسن کا یہ اسلوب انیس و دبیر کے مرثیوں کی شوکتِ لفظی کی یاد تازہ کرتا ہے۔ مضامین سب وہی ہیں جو دکنی مثنوں کا طرۂ امتیاز ہیں لیکن اسلوب نیا اور انداز نرالا ہے۔ یہی اس مسدس کی اہم خصوصیت ہے۔ نعتیہ ادب میں اس کا ذکر بہت احترام سے لیا جاتا رہے گا۔

سید حسن رضا حسن نے ایک اور مسدس ''سحرِ حلال ہے شہِ معجز نما کی مدح'' لکھا ہے جو حضرت علیؓ کی مدح میں ہے۔ اس میں نعتیہ عناصر بھی بہت سے پائے جاتے ہیں۔ اس مسدس کے کل ۹۲ بند ہیں۔ اصلاً حضرت علی کی مدح اس کا موضوع ہے لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس معجزہ کا تفصیلی ذکر ہے، جس میں آپ کی دعا سے ایک ضعیف اونٹ جوان ہوگیا اور اس پر بیٹھ کر علقمہ شہر تشریف لے گئے۔ وہاں ایک شخص نے آپؐ سے معجزہ طلب کیا:

یہ بات کہہ کے بولا کہ اے شاہِ انس و جاں ہیں آپ اگر نبیؐ تو کریں معجزہ عیاں
کہنے لگے یہ اس سے شہنشاہِ دو جہاں کیا چاہتا ہے جلد مفصل تو کر بیاں
گمراہ بولا مجھ کو کرامت دکھایئے
اک چیز میں منگاتا ہوں اس کو بتایئے

یہ کہہ کے اک مشیر کی جانب جو کی نگاہ لایا ردا میں باندھ کے ہرنی وہ رو سیاہ
پردے میں رکھ کے بولا کہ اے عرش بارگاہ اس کو بتائیں آپ جو ہیں حجت اللہ

ہنس کر کہا کہ علمِ لدنی سے پایا ہے
آہوئے مردہ باندھ کے چادر میں لایا ہے ۱۸۹

آپ ؐ کی دعا سے وہ ہرنی زندہ ہوگئی اور اس نے آپ ؐ کے نبیؐ برحق ہونے کی گواہی دی۔ یہ واقعہ اور طویل ہوتا ہے اور اس کا تاریخی استناد ایک الگ موضوع ہے۔ بہرحال واقعہ یہ ہے کہ اس مسدس میں نعتیہ عناصر لَو دیتے ہیں اور ماضی کی رواں دواں' کامیاب نظم ہونے اور اس میں اجزائے نعت کے پائے جانے کے سبب سے قابلِ ذکر ہے۔

مولانا الطاف حسین حالی (م ۱۹۱۵ء): اردو میں جو شہرت حالی کی نظم ''مد وجزرِ اسلام'' کو حاصل ہوئی' وہ محتاجِ بیاں نہیں۔ مسدس کا نام لیتے ہی حالی کی یہ نظم یاد آ جاتی ہے کیونکہ یہ مسدس کی ہیئت میں لکھی گئی ہے۔ حالی نے یہ نظم ۱۸۷۹ء میں لکھی۔ اس میں مسلمانوں کے شاندار ماضی کے تذکرے کے بعد اسلامیانِ ہند کی حالتِ زار کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس میں کچھ بند نعتیہ کلام پر مشتمل ہیں۔

مسدس حالی کے یہ بند بھی اتنے موثر اور انقلاب آفریں ثابت ہوئے کہ نعتیہ ادب کو ایک نیا رجحان مل گیا۔ وہ رجحان یہ تھا کہ نعت میں تذکارِ محبت بجا لیکن سیرتِ رسولؐ پر عمل کر کے عظمتِ رفتہ کو حاصل کیا جائے۔ اس سے نعتیہ مضامین کے حدود وسیع ہوئے۔ اس مسدس کے متعلق سر سید نے کہا:

''جب خدا پوچھے گا کہ تو کیا لایا؟ میں کہوں گا حالی سے مسدس لکھوا لایا ہوں۔'' ۱۹۰

مولوی عبدالحق نے لکھا:

''یہ نظم اپنے طرز کی بالکل جدید ہے اور جس قدر جدید ہے' اسی قدر ہر پہلو سے کامل ہے۔'' ۱۹۱

بلاشبہ یہ ایک قومی و ملی نظم ہے لیکن اس کے اثرات نعتیہ ادب پر بھی واضح ہیں۔ اس کے یہ بند دیکھیے:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا — مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا — وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا' ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی' غلاموں کا مولیٰ

خطا کار سے در گزر کرنے والا — بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کو زیر و زبر کرنے والا — قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

مسِ خام کو جس نے کندن بنایا — کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا — پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ ہوا کا
ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا ۱۹۲

ان اشعار کی سادگی' سلاست' روانی اور تاثیر دل پر اثر کرتی ہے، مولانا الطاف حسین حالی نے غزل' تنقید' نظم گوئی میں جس طرح نئی روح پیدا کی' بالکل اسی طرح اُردو نعت کو بھی ایک نیا رُخ دیا۔ حالی نے نعت میں سیرت کے پہلوؤں پر زور دیا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسدس کے یہ بند اُس دلی محبت سے خالی ہیں جو عام شعرائے نعت کا خاصہ ہے۔ نعت گوئی میں حالی کی خدمات فراموش نہیں کی جا سکتی ہیں۔

منیر سندیلوی (حافظ منیر الدین سندیلوی' ۱۸۶۴ء تا ۱۹۳۳ء): سندیلہ ضلع لکھنو کے ایڈووکیٹ حافظ نذیر الدین احمد کے صاحبزادے تھے۔ ۱۴ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ ابتدائی تعلیم ساگر جبل پور اور لکھنو سے حاصل کی۔ ۱۸۹۴ء میں لندن سے بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ گورنر جنرل نے انہیں سنٹرل انڈیا ایجنسی کا پبلک پراسیکیوٹر مقرر کیا۔ ایک ہندوستانی ریاست کے قانون مشیر مقرر ہوئے۔ انہیں زندگی میں بے پناہ دولت' عزت اور شہرت ملی لیکن طبیعت میں درویشی تھی لہٰذا ڈاکٹر مہاراجوں کی مصاحبت سے دُور رہتے۔

وہ عربی' فارسی' ہندی اور اردو کے قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کا کلام اکثر سماع کی محفلوں کی زینت بنتا۔ ان کا کلام ''سراج المنیر'' (حصہ اول تا چہارم) اور ایک نعتیہ مسدس پر مشتمل ہے۔ سراج المنیر فارسی' ہندی اور اردو کلام پر مشتمل ہے' جس میں غزلوں کے علاوہ نعتیں بھی ہیں۔

ان کا مسدّس ''مسدّس نعتیہ'' کے نام سے دار الطبع دربار جاورہ سے ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا۔ سلیم فاروقی نے ان کے حالات اور کلام کا نمونہ بڑی محنت سے نعت رنگ کے تیسرے شمارے میں شائع کرایا۔ ان کے بقول مولانا حالی کے مسدّس کا مشہور بند جس کا پہلا مصرع ہے ''وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا'' سن کر متاثر ہوئے اسی وقت دو بند اسی بحر میں کہے اور پھر اسے مکمل کیا۔ یہ ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کے کل ۵۶ بند ہیں۔ ۱۹۲۔ الف

منیر سندیلوی کی مسدّس محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور سادگی وسلاست کا مخزن ہے۔ تمام اشعار کیف و تاثیر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متعلق ایک بند پیش خدمت ہے۔

کہا آمنہؓ سے ملائک نے آ کر
مبارک ہو یہ آپ کو ماہ پیکر
یہ انوارِ حق کا سراپا ہے مظہر
کہ ہو گا یہی زیب محراب و منبر
یہ نجم الہدیٰ ہے یہ کیف الوریٰ ہے
حبیب خدا خاتم الانبیاؐ ہے ۱۹۲۔ ب

علامہ اقبالؒ (م ۱۹۳۸ء): اقبالؒ نے ایسی نعت لکھی، جو روایت سے قطعاً مختلف تھی اور سب سے زیادہ دل آویز اور بامعنی۔ اقبال معمولی نعت گو نہیں، انہوں نے نعت کے فن کو فرش سے عرشِ علیٰ تک پہنچا دیا۔ وہ ٹکڑوں میں نعت کہنے کے بجائے اس کی کلی حیثیت کے قائل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبالؒ کا تمام کلام ایک طرح سے نعت ہی ہے۔ نعت لکھنے کے لیے جو عشقِ رسولؐ درکار ہے وہ اقبال کے پاس بفضلہٖ وافر ہے۔ چونکہ ان کے خیالات، افکار اور معیارات کا مرکز و محور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہے لہٰذا کلام اقبال ایک طرح سے نعت ہی ہے۔ اقبال کے تصورات خودی، بے خودی، مردِ مومن، عشق، فقر وغیرہ سب کا مرکز و محور بھی ذاتِ رسولؐ ہے لہٰذا اقبال کا مصرع مصرع ذہن ہی نہیں دل کو بھی سیراب کرتا ہے۔

کلامِ اقبال میں مسدّس کی ہیئت پر مبنی حصہ بھی ہے اور اس حصے میں نعتیہ تب و تاب بھی ہے۔ آیئے مسدّس کی ہیئت میں اقبال کے کچھ نعتیہ اشعار ملاحظہ کریں ان اشعار کا تعلق بانگِ درا کی نظم جواب شکوہ سے ہے:

مثلِ بو قید ہے غنچے میں پریشان ہوجا — رخت بردوش ہوائے چمنستاں ہوجا
ہے تنک مایہ تو ذرے سے بیاباں ہوجا — نغمۂ موج سے ہنگامۂ طوفاں ہوجا
قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کردے
ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو — چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو — بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے ۱۹۳

ان اشعار کی دلکشی، سرمستی اور عشق و محبت کی فراوانی محتاج بیان نہیں۔

بیان (سید محمد مرتضیٰ حسن، بیان و یزدانی): ان کا ایک مسدّس ترجیع بند مشہورِ عالم ہے

گلشن کا رنگ رشکِ تجلی طور ہے — گل میں ادائے چہرۂ رنگیں ضرور ہے
نرگس کو شوقِ چشم نکو کا سرور ہے — اس طرح شاخ شاخ پہ شورِ طیور ہے
کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر چمن میں محمدؐ کا نور ہے
شوقِ نبیؐ سے ہے گلِ کوزہ بھرا ہوا — ناز و نیاز گسترِ نازو ادا ہوا
شمشاد میں ہے عشق کا طرۂ لگا ہوا — ہے انتخاب دفترِ گل میں لکھا ہوا
کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر چمن میں محمدؐ کا نور ہے ۱۹۴

شیخ محمد تقی ادراک: شیخ محمد تقی ادراک کا مسدس ''غزوۂ بدر'' اگرچہ غزوۂ بدر کے حالات پر مشتمل ہے لیکن اس میں نعتیہ عناصر اسپنج میں پانی کی طرح ہیں۔ بدر کے میدان میں فتح مندی کے بعد رسولِ کریم کا اللہ کے حضور شکر ادا کرنا' ایسی مثال ہے جس سے اسلام کے جشن منانے کا حقیقی طریقہ (سجدۂ شکر) سامنے آتا ہے۔

یہ کہہ کے سر بہ سجدہ ہوئے آپؐ ایک بار — کرنے لگے یہ عرض خدا سے بہ انکسار
میں کیا ہوں اور کیا ہیں مرے یار جاںنثار — تیرے کرم سے پست ہوئی فوج نابکار
جز تیرے کوئی لائقِ حمد ثنا نہیں
حلالِ مشکلات بشر دوسرا نہیں ۱۹۵

دل محمد خواجہ: ان کا نعتیہ مسدس ''پیکرِ نور'' کے عنوان سے کتاب ''شانِ مصطفٰےؐ'' میں موجود ہے۔ اس نظم کے تیس بند ہیں۔ شیر محمد ترندی نے اس نظم کو خواجہ دل محمدؒ کی شاعری کا شاہکار قرار دیا ہے۔ ۱۹۶

اس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسن و جمالِ مبارک کی صفت وثنا کی گئی ہے۔ سراپا مبارک کا بیان ایسا دلکش ہے کہ روح جھوم جھوم جاتی ہے۔

رخ وہ نہ ہوسکے' رخِ خورشید دو بدو — کیا آبرو ہلال کی' ابرو کے رو برو
ابرو تھے دستِ حق سے بنے ان کے موبمو — وہ روئے پاک نورِ مجسم تھا ہو بہو
رخ تھا رخِ بہار سحر گاہِ عید کا
جیسے ورق کھلا ہو کلامِ مجید کا ۱۹۷

صدقِ مقال پر وہی شاہد زبانِ صدق — بازو تھے یا ترازوئے عدلِ جہانِ صدق
آنکھیں تھیں پرحیا کہ دو جامِ چکانِ صدق — پنجہ تھا ان کا پنجۂ شیر و ژیانِ صدق
چیتے تھے غم کے گھونٹ جگر لالہ زار تھا
سر تھا کہ راہِ صدق و صفا میں نثار تھا ۱۹۸

فدا علی سید: فدا علی سید نے ''معراج النثر میں'' میں نثر کے علاوہ اشعار بھی پیش کیے ہیں۔ اشعار مسدس کی ہیئت میں ہیں۔ یہ اشعار کتاب میں جگہ جگہ موجود ہیں۔ ان میں جو اشعار نعتیہ ہیں وہ بھی کم نہیں۔ بطور نمونہ مسدس کے یہ اشعار ملاحظہ کیجئے۔ (ولادتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موقع پر ظہورِ معجزات کے تحت ذکر ہے)

فارس میں تھا جو خانۂ آتش وسیع تر — جس میں ہزار ارسال سے تھی آگ شعلہ ور
اکبار آنچ آگئی اس گھر پہ بے خطر — ایسی بجھی وہ آگ نہ باقی رہا اثر
دریائے فیض چشمۂ رحمت سے بہہ گئے
سب گھر خود اپنی آگ میں جل تھل کے رہ گئے

کسریٰ کے طاق میں ہوئی ہلچل پھر اس قدر — پتھر کے کنگرے گرے چودہ زمین پر
جادو گروں کے سحر سے کم ہوگئے اثر — قابو رہا نہ کاہنوں کو اپنے علم پر
احکام سابقین پیمبر بدل گئے
فردیں الٹ پلٹ ہوگئیں دفتر بدل گئے ۱۹۹

اس کتاب میں نثر و نظم میں واقعاتِ کربلا بھی ہیں لیکن آغاز میں جو حصہ مضامینِ نعت پر مشتمل ہے یقیناً قابلِ ذکر ہے۔

مضطر (سید افتخار حسین سید): ان کی مسدس ہیئت میں لکھی گئی نعت کا پہلا بند ملاحظہ فرمائیں:

سن اے بادِ صبا تو جانبِ طیبہ اگر گزرے — تو جا کر تھا منا بابِ حریم خاص کے پردے
درِ اقدس پہ سر اپنا جھکا کر میری جانب سے — بصد آداب کہنا یہ کہ اے مالک مدینہ کے
جوارِ خواص میں دو گز جگہ مل جائے مضطرؔ کو
نہ ہو محتاج بعد مرگ لاشہ کنج مرقد کا ۲۰۰

نیاز فتح پوری: نیاز فتح پوری کا ایک نعتیہ مسدس راجا رشید محمود نے اپنی مرتب کردہ کتاب ''مدینۃ النبیؐ'' میں دیا ہے۔ اس مسدس کا عنوان

''خاکِ حجاز'' ہے اور موضوع سرزمینِ پیغمبر ہے۔ بطور نمونہ ایک بند دیکھیے۔

جاذبیت تجھ میں کیوں ہے اس قدر خاکِ حجاز ہے تری ترکیب میں پنہاں کشش کا کیا وہ راز
آفرینش مبتلا تیری جہاں پامالِ ناز تیرا ہر ذرہ ہجومِ سجدۂ فرقِ نیاز
ہے ہوا تیری کو موجِ بادۂ سر جوش ہے
تیری خاموشی ہے یا اک شورِ ناؤ نوش ہے ۲۰۱

مولانا محمد طیب: مولانا محمد طیب (مہتمم دارالعلوم دیوبند) کی ایک نعت کا ایک بند دیکھیے۔ اور شاعر کے عشقِ رسول ؐ کی خوشبو محسوس کیجئے۔

سر فاران چمکا تھا جو خورشیدِ جہاں ہوکر بتائی راہ جس نے رہنمائے گمرہاں ہوکر
گیا تھا عرشِ اعظم پر جو حق کا میہماں ہوکر شرف پایا تھا جس نے انبیاء میں آسماں ہوکر
رہی شیدا چمن پر جس کے فصلِ بے خزاں برسوں
قدم چوما کیا جس کی زمیں کے آسماں برسوں ۲۰۲

مسرور انہونوی (عنایت علی سید): مسرور انہونوی (عنایت علی سید) کا ایک نعتیہ مسدس ''آئینۂ حیات سید انام ؐ موسومہ بہ کارنامۂ اسلام'' ہے۔ (۲۸۳) صفحات اور (۱۹۰) عنوانات پر مشتمل اس کتاب کو سید توسل حسین مینجر یونائیٹڈ انڈیا پریس' نظیر آباد' لکھنؤ نے شائع کیا۔ اس کتاب کا تعارف شاکر کنڈان نے کرایا ہے۔ ۲۰۳

مسرور نے اس مسدس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حالات اور معجزات و پیغامات کو منظوم صورت میں پیش کیا ہے۔ اعلانیہ تبلیغ کا حکم ربی ملنے پر آپ نے اہلِ مکہ کو بلوایا اور تبلیغ دیں کی' اس واقعہ سے متعلق مسرور لکھتے ہیں:

مکے کے ہر قبیلے کو فرما کے پھر طلب کہنے لگے رسولِ خدا سیدِ عرب
اے اہلِ مکہ مجھ سے کہو صاف صاف سب کذاب و مفتری ہوں کہ صادق میں عبدِ رب
سب نے بالاتفاق کہا تم ہو راستباز
جھوٹا تمہیں بنا سکے کوئی ہے کب مجاز
یہ سن کے ان سے بولے شہنشاہِ بحر و بر حق نے مجھے بنایا ہے تم سب کا راہبر
جو کچھ کہوں میں راست اسے سمجھ سر بسر یہ بت کہ جن کے سجدے میں رکھتے ہو اپنا سر
واللہ تم سبھوں کے ہیں یہ دشمنِ مبیں
ان سب کو توڑو ذاتِ خدا کا کرو یقیں ۲۰۴

اختر الحامدی (سید محمد مرغوب): ان کے نعتیہ مجموعے ''نعت حق'' میں تین نعتیں مسدس کی ہیئت میں لکھی ہوئی ملتی ہیں۔ ۱۔ مدداے آمنہؓ کے لال۔ ۲۔ فریادِ مجسم۔ ۳۔ قدموں میں بلا لیجئے۔ آخری مسدس کا پہلا بند درج ذیل ہے۔

آنکھیں ہی مری نقشہ دیدارِ مدینہ ہر وقت تصور میں ہیں انوارِ مدینہ
فردوسِ نظر ہیں در و دیوار مدینہ ہے شوق نہ میں بوی دربار مدینہ
للہ کرم احمد مختارِ مدینہؐ
قدموں میں بلا لیجئے سرکارِ مدینہؐ ۲۰۴۔ل

فدا خالدی دہلوی: فدا خالدی دہلوی کی ایک نظم ''صبحِ ولادت نبی مکرمؐ'' ہے۔ یہ مسدس ہیئت میں لکھی گئی ہے۔ پہلا بند ہے:

وہ پو پھٹی' وہ نورِ خدا کا ہوا ظہور بدلا شب سیاہ کا اندازِ پُر غرور
اے لو وہ آسمان سے برسا زمیں پہ نور پائی ہر ایک ذرے نے شانِ چراغ طور
اک صبحِ پُر بہار' ضیاء بار ہوگئی
دنیا تمام نیند سے بیدار ہوگئی ۲۰۵

نور بدایونی (نور جہاں بیگم ۱۹۰۵ء تا ۱۹۸۰ء) ان کی ایک نعت کا ایک بند بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

آگیا اقلیم اکملت لکم کا شہریار صاحبِ معراج و رفرف آستاں عالی وقار

ملتِ اسلامیہ کا آخری وہ تاج دار مایہ دار علم، میدانِ عمل کا شہسوار
پَر کانپے کفرِ باطل کا دل تھرا گیا
فوجِ حق لے کر پہ سالارِ اعظم آگیا ۲۰۵؎

فدا خالدی دہلوی ہی کی دوسری نظم ''شاہکار'' ہے۔

جمالِ شاہِ دیں سے جو نگاہ ہم کنار ہو
نفس نفس قدم قدم جہانِ خوشگوار ہو
جہاں جہاں نظر ٹکے
بہار ہی بہار ہو ۲۰۶؎

آسی ضیائی، پروفیسر: انہوں نے ''حسرتِ نعت'' میں تین نعتیہ نظمیں پیش کی ہیں۔

ا۔ معذرتِ نعت (ایک نعتیہ مشاعرے کی دعوت کے جواب میں) ب۔ دھائی ج۔ احتجاج

یہ تینوں مسدس کی ہیئت میں لکھی گئی ہیں۔فکری اعتبار سے اس کی مندرجات قابلِ توجہ ہیں۔بطور نمونہ پہلی نعت کا دوسرا بند درج ذیل ہے:

اللہ اکبرُ الاماں! میں اور ان کا نعت خواں! یہ تاب میری' یہ تواں! یہ ہمت شرح و بیاں!
ہیہات' اس قابل کہاں' میرا قلم' میری زباں! عاجز خرد' قاصر گماں' جانے جو ان کی عزو شاں!
کس کی پذیرائی ہوئی' معراج میں اس شان کی؟
اللہ نے کھائی قسم قرآں میں کس کی جان کی؟ ۲۰۷؎

آسی ضیائی کی ان منظومات پر حفیظ الرحمٰن احسن نے تبصرہ کیا ہے۔جس سے ان نظموں کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

''جناب آسی ضیائی کی یہ نعتیہ نظمیں محض روایتی نعتیں نہیں ہیں بلکہ اسلوب اظہار اور فکری اور جذباتی اپیل کے اعتبار سے ایک منفرد حیثیت رکھتی ہیں۔اس میں شبہ نہیں کہ نعت گوئی کی توفیق ملنا بجائے خود ایک سعادت ہے' لیکن جب وہ مخاطبین کے دلوں میں حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق وافزائش کا وسیلہ ثابت ہو' بلکہ اس سے بھی بڑھ کر وہ اتباع واطاعتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ وتحریک میں ڈھل جائے تو پھر یہ ایک ایسی سعادت ہے جس کے توشۂ آخرت و وسیلۂ نجات ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔جناب آسی کی یہ نعتیہ نظمیں اسی شان کی حامل ہیں۔یہ درست ہے کہ موجودہ دور میں نعت گوئی میں سیرت نگاری کا خاصا اہتمام ہوا ہے لیکن توقع ہے کہ خالصۃً ترغیبِ عمل۔بلکہ بقول شاعر عملی نعت گوئی کی ترویج کے لحاظ سے یہ نظمیں اردو نعت میں ایک نئی جہت کی نقیب ثابت ہوں گی۔'' ۲۰۸؎

جوش ملیح آبادی: جوش ملیح آبادی کا ایک نعتیہ مسدس ''سویرا ہوگیا'' کے عنوان سے راجا رشید محمود نے اپنی مرتب کی ہوئی کتاب ''میلاد النبیؐ'' میں شامل کیا ہے۔اس کا موضوع میلادِ مصطفےٰؐ ہے۔

اے مسلمانو! مبارک ہو نویدِ فتح یاب لو وہ نازل ہو رہی ہے چرخ سے ام الکتاب
وہ اٹھے تاریکیوں سے بام گردوں سے حجاب وہ عرب کے مطلعِ روشن سے ابھرا آفتاب
گم ضیائے صبح میں شب کا اندھیرا ہوگیا
وہ کلی چٹکی' کرن پھوٹی' سویرا ہوگیا

گرد بیٹھی کفر کی' اٹھی رسالت کی نگاہ گر گئے طاقوں سے بت' خم ہوگئی پشتِ گناہ
چرخ سے آنے لگی پیہم صدائے لاالہٰ ناز سے کج ہوگئی آدم کے ماتھے پر کلاہ
آتے ہی ساقی کے ساغر آگیا' خم آگیا
رحمتِ یزداں کے ہونٹوں پر تبسم آگیا ۲۰۹؎

منظر غازی آبادی: منظر غازی آبادی نے بھی ایک مسدس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے موضوع پر لکھا ہے۔اس کا ایک بند بطور نمونہ درج ذیل ہے:

جس کی آمد باعثِ بیداریِ انساں وہ صبح — جس نے عالم کو دکھایا، جلوۂ ایماں وہ صبح
قصۂ روز و شبِ کونین کا عنواں، وہ صبح — ساتھ تھا جس کے ورودِ رحمتِ یزداں، وہ صبح
ہاں وہ صبح پر ضیاء، سرکار جب تشریف لائے
اس جہاں میں احمدِ مختار جب تشریف لائے ۲۱۰

آذر (سید محمد علی آذر جالندھری): آذر (سید محمد علی آذر جالندھری) کا ایک طویل نعتیہ مسدس جس میں ولادتِ سرورِ کونین کو موضوع بنایا گیا ہے، کے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

فخرِ آدم رحمۃ للعالمیں پیدا ہوئے — گھر میں عبداللہ کے ختم المرسلیں پیدا ہوئے
انبیاء کی بزم کے کرسی نشیں پیدا ہوئے — شاہدِ حق، مالکِ دنیا و دیں پیدا ہوئے
وہ ہوئے پیدا جہاں جن کے لیے پیدا ہوا
یہ زمیں یہ آسماں، جن کے لیے پیدا ہوا ۲۱۱

نسیم امروہوی: نسیم امروہوی کا ایک میلادیہ مسدس اپنی نعتیہ آب و تاب کے حوالے سے یادگار ہے، ایک بند ملاحظہ کیجیے:

روح الامین خادمِ دربارِ مصطفٰے — دین و یقین، ناظمِ سرکارِ مصطفٰے
مطلوبِ موسوی بھی طلبگارِ مصطفٰے — رویت ہے کردگار کی، دیدارِ مصطفٰے
جز وحدت ان کی ذات میں اوصاف کیا نہیں
یہ مظہرِ خدا تو ہیں، مانا خدا نہیں ۲۱۲

شاد عظیم آبادی: شاد عظیم آبادی کی ایک نعتیہ نظم میلادالنبیؐ کے موضوع پر ہے اور مسدس کی ہیئت میں ہے۔ "ظہورِ جمالِ سرکارؐ" کے زیرِ عنوان اس مسدس کو راجا رشید محمود نے اپنی مرتب کردہ کتاب "میلادالنبیؐ" میں شامل کیا ہے۔

اصلابِ طیبہ سے یونہی نورِ مصطفیٰ — ارحامِ طاہرہ کی طرف منتقل رہا
جب آمنہؓ کے بطنِ مبارک میں پائی جا — وقت آ گیا ظہورِ جمالِ جناب کا
خوش تھے ملک، زمانہ عیش و نشاط تھا
ارواحِ انبیاء کو عجب انبساط تھا

اے اوّل ربیع اس آمد پہ میں نثار — اس کبریا کی دولتِ سرمد پہ میں نثار
الطاف و فیض و رحمتِ بے حد پہ میں نثار — دی نعمتِ بہشت، محمدؐ پہ میں نثار
دوزخ کا اب نہ خوف، نہ دھڑکے عذاب کے
توحید خود بتائے گی رستے صواب کے

اس آفتابِ دیں کا یکایک ہوا ورود — کعبہ میں سارے بت ہوئے خم از پئے سجود
حجرے سے اصلِ نور کی جس دم ہوئی نمود — پہنچا زمیں سے عرش تک آوازۂ درود
خم ہو گیا ہے عرش بھی تسلیم کے لیے
تم بھی اٹھو حضورؐ کی تعظیم کے لیے ۲۱۳

شریف شیوہ لاہوری: ان کا ایک مسدس میلاد کے موضوع پر ہے۔ ولادتِ مصطفٰے کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

پھر یوں ہوا کہ ایک ستارا چمک اٹھا — تاریکیوں میں نور کا دھارا چمک اٹھا
انسانیت کا ماند نظارا چمک اٹھا — طوفانِ بے بہا میں کنارا چمک اٹھا
تاریک زندگی کو نیا نور مل گیا
آنکھوں کو ایک جلوۂ مستور مل گیا ۲۱۴

اوج (حافظ محمد یعقوب روح، گیاوی): ان کے مسدس کا ایک بند بھی قابلِ مطالعہ ہے۔

دھوم ہے گلشنِ اسلام میں آئی ہے بہار — غیرتِ خلد بریں بن گیا صحنِ گل زار

نو عروسانِ چمن پر ہے قیامت کا نکھار قمریاں نغمہ سرا ہیں تو غزلخواں ہیں ہزار
شور ہے ماہِ عربؐ مہرِ عجم آتا ہے
لو مبارک ہو' شہنشاہِ امم آتا ہے ۲۱۵

دانش (احسان دانش): احسان دانش کا نام اہم شعراء میں شامل ہے۔ انہیں فکر وفن پر بہت دسترس حاصل ہے۔ ان کا ایک مجموعۂ کلام ''دارین'' ہے۔ اس میں حالات حاضرہ پر بہت گہرا اور بصیرت افروز تبصرہ کیا ہے۔ لیکن تخاطب براہِ راست سردارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ اس میں نعتیہ بند جگہ جگہ جگمگا رہے ہیں۔ شوکتِ الفاظ' روانی اور شاعر کا جذبِ دروں قابلِ ذکر ہے۔

تجھ پر سلام صاحبِ اسرارِ شش جہات جاگا ہے تیرے نام سے ہنگامۂ حیات
تیری صفت صفت سے جھلکتا ہے حسنِ ذات تو بحرِ بیکراں ہے سفینہ ہے کائنات
واجب تھا عکسِ احمدِ بے میم کے لیے
ہفت آسماں اٹھیں تری تعظیم کے لیے ۲۱۶

فرمانروائے قلب و نظرؐ رحمتِ تمام مردِ جلیلؐ خضرِ مللؐ والیِ انام
تو نے خیال و ذہن کو بخشا ہے وہ مقام تاریخ کی جبیں کے ستارے ترے غلام
تو نے عرب کے زندہ جنازوں کو رم دیا
پامالیوں کو منصبِ گردوں حشم دیا ۲۱۷

اس کے بعد امتِ مسلمہ کے حالِ زار پر آنسو بہائے ہیں۔ شاعر کا دلی کرب لفظ لفظ سے نمایاں ہے۔

اے امتِ غنودہ و مائل بہ انتشار چپ کیوں ہے بول پوچھ رہا ہوں میں بار بار
کہتے تھے خود کو تم یدِ قدرت کا شاہکار اور اب جہاں جہاں ہو غلط گو زبوں شعار
پہلے جو تھی وہ غیرت و جرأت کہاں گئی
وہ خون کیا ہوا وہ شجاعت کہاں گئی ۲۱۸

لیکن امت مسلمہ پر مردنی کی کیفیت طاری ہے' اس عالم میں شاعر کے استفسار بلکہ چیخوں کا جواب کون دے۔

طاؤس چپ' رباب بھی چپ' بانسری بھی چپ حاکم بھی چپ' عوام بھی چپ' لشکری بھی چپ
شاعر بھی چپ' ادیب بھی چپ' مولوی بھی چپ دانشورانِ قوم کی دانشوری بھی چپ
سکتے میں ہیں فقیہہ' زباں کھولتے نہیں
منبر پہ ہیں خطیب مگر بولتے نہیں ۲۱۹

ان حالات میں' اس گہری تاریکی میں شاعر کو امید کی ایک ہی کرن دکھائی دیتی ہے اور وہ ہے کہ اگر ملتِ اسلامیہ اپنے پیارے نبیؐ کے احکامات پر' ان کی سیرت پر عمل کرنا شروع کر دے' تو بات بن سکتی ہے۔ ملتِ اسلامیہ کا کھویا ہوا وقار بحال ہو سکتا ہے' لہٰذا شاعر اللہ کے حضور دعا کرتے ہوئے قوم اسلامیہ سے کہتا ہے:

اللہ تم کو صاحبِ سیف و سناں کرے جسموں میں روحِ خالد و طارق رواں کرے
دے کر شعورِ زیست ارادے جواں کرے جو جم چکا ہے خون رگوں میں رواں کرے
تم کو رہِ رسولؐ پہ چلنا نصیب ہو
کب سے گرے پڑے ہو سنبھلنا نصیب ہو ۲۲۰

محشر بدایونی: محشر بدایونی کے ایک طویل مسدس کے چند بند بعنوان ''نورِ ہدایت''' ''حرفِ ثنا'' میں شامل ہیں۔ ان میں نعتیہ عناصر بھی دامنِ دل کھینچتے ہیں' صرف ایک بند ملاحظہ کیجئے:

وہ فخرِ عیسیٰ وہ فخرِ آدم وہ حسنِ آئینۂ دو عالم
وہ جانِ تسنیم و روحِ زمزم زبانِ کوثرؔ مزاجِ شبنم
جہاں بھی ٹھہرے دیئے جلا دے

جدھر بھی گزرے چمن کھلا دے ۲۲۱

''سلام بدرگاہِ رسول انام'' اور ''معراجِ سرورِ دوعالم'' بھی مسدس کی ہیئت میں ہیں۔

شیخ نکانوی: شیخ نکانوی کی نعتیہ نظمیں ''میلادِ اکبر'' ''عہدِ انسانیت'' اور ''میلادِ مسعود'' مسدس ہیئت میں ہیں۔ میلادِ اکبر کا ایک بند بطور نمونہ درج ذیل ہے:

ابرِ کرم نے دہر پریوں سایہ کردیا فرشِ زمیں کو عرش کا ہم سایہ کردیا
خاکی کو اس نے اتنا گراں مایہ کردیا ذرں کو مہر و ماہ کا ہم پایہ کردیا
افسونِ شامؑ صبحِ طرب سے بدل دیا
باغِ عدن کوُ دشتِ عرب سے بدل دیا ۲۲۲

محسن احسان: محسن احسان کا مسدس ''بحضور سرورِ کائنات'' ملی آشوب کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ اس کے چھ بند ہیں۔ ہر بند تین تین اشعار پر مشتمل ہے (ہر بند کا دوسرا' چوتھا اور چھٹا مصرع آپس میں ہم قافیہ ہے) ملت کے لئے شاعر کے دردِ دل اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ظاہر ہوتی ہے۔ اس کا آخری بند بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

اے مددگارِ غریباں ہے مدد کا ہنگام اپنی تاثیر سے یکجان یہ امت کر دیں
اپنے الطاف سے یہ گردِ کدورت دھو دیں تشنہ کامانِ شفاعت کی شفاعت کر دیں
گلِ صد برگ' گلستانِ محبت ہو جائے
دلِ صد پارہ کو پیوستِ اخوت کر دیں ۲۲۳

بیکل اتساہی: بیکل اتساہی نعت گوئی کے حوالے سے ایک اہم نام ہے۔ ان کے ہاں نعتیہ مسدس بھی ملتے ہیں۔ جیسے ''انا اعطینک الکوثر'' اور ''وجہِ کن'' پہلی نظم بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

صبح بہاراں روئے منور شام گل افشاں زلف معنبر
جانِ دو عالم جسمِ مطہر ذاتِ گرامی نور کا پیکر
حسنِ سراپا اللہ اکبر
انــــا اعــــطــــینک الــــکــــوثــــر

ماہ درخشاں' نیرّ اعظم کون و مکاں میں چم چم چم چم
شکلِ بشر میں نور مجسم پاؤں کا دھوون کوثر و زم زم
ارفع و اعلیٰ افضل و برتر
انــــا اعــــطــــینک الــــکــــوثــــر ۲۲۴

اس نظم میں قافیوں کی جھنکار' ترنم الفاظ کا انتخاب اور والہانہ پن خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے۔ بیکل اتساہی کی اور نظم ''لذتِ یادِ نبیؐ'' ہے۔ یہ بھی مسدس کی ہیئت میں لکھی گئی ہے۔ اس کی لے پر گیت کا شک پڑتا ہے۔

غم کے ماروں کا سہارا ہے تیرا لطف و کرم رہ گیا حشر میں ایمان و عقیدت کا بھرم
دولتِ کون و مکاں ہے ترے دیوانے کا غم تیری توقیر سے کونین کی تقدیر بنی
لذتِ یاد نبیؐ حُبّ نبیؐ ذکر نبی
تو نہیں ہے تو دو عالم میں کوئی چیز نہیں

تیرے ابرو سے ہے صدیق کا عظمت کا جمال تیرے تیور سے شہنشاہِ عدالت کا جلال
خلق و اخلاص و شجاعت ہیں ترا حسنِ کمال تیری زلفوں کی مہک تجھ سے ہیں عثمان و علی
لذتِ یاد نبیؐ حُبّ نبیؐ ذکر نبی
تو نہیں ہے تو دو عالم میں کوئی چیز نہیں ۲۲۵

خضر برنی: خضر برنی کی نظم ''شاہنامۂ رسالت'' نعتیہ ادب میں ایک سدا بہار گلشن کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس نظم کا عنوان ہی کتاب کا نام بھی ہے۔ یہ عظیم نعتیہ نظم مسدس ہیئت میں لکھی گئی ہے اور اس کے (۱۰۲) بند ہیں۔ ہر بند کا آخری مصرع ''احمدِ مختار کی باتیں کریں'' ٹیپ کا مصرع ہے۔ ہر بند کے پہلے چار مصرعے آپس میں ہم قافیہ ہیں۔ پانچواں اور چھٹا مصرع آپس میں ہم قافیہ ہے۔ چھ سو بارہ مصرعوں پر مشتمل یہ طویل مسدس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے مختلف واقعات' آپ سے محبت اور آپ کے پیغامات پر عمل کی دعوت اس مسدس کے خاص موضوعات ہیں۔ پہلا بند دیکھیے جس میں روزِ آفرینش کا ذکر ہے:

روزِ اول ذاتِ حق تھی' کچھ نہ تھا لا الٰہ کے بعد رب نے نام احمد خود لکھا
کی بشر سے خوب اس نے ابتدا و انتہا اس کی رحمت کے تصدق' حوصلہ اک دے دیا
گل گلستاں وادی و کہسار کی باتیں کریں
آؤ مل کر احمدِ مختار کی باتیں کریں

اس کے بعد سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چیدہ چیدہ واقعات ہیں۔ اختصار کی خوبی کی داد نہ دینا زیادتی ہے۔

آپؐ کا بچپن' جوانی اور بڑھاپا دیکھیے اک مجسم آئینے میں عکس جلوہ دیکھیے
منکشف سب کچھ ہے لیکن ایک پردا دیکھیے جز میں کل کا ایک اک رنگیں حوالہ دیکھیے
آمنہؓ کے لعل' گوہر بار کی باتیں کریں
آؤ مل کر احمدِ مختار کی باتیں کریں

آغازِ اسلام میں مخالفین کی دشمنی اور آپؐ کے صبر کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

روز حملہ دشمنوں کا اور تنہا ذات پر اپنے بیگانے ہوئے' ناخوش فقط حق بات پر
معترض ہرگز نہ ہوتے بے غرض خدمات پر ڈالتے گر چہ نظر بگڑے ہوئے حالات پر
اے خدا توفیق دے' پندار کی باتیں کریں
آؤ مل کر احمدِ مختار کی باتیں کریں

یہ مسدس نظم یوں ہی آگے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ فنی لحاظ سے اگر شاعر اس مسدس کو ترجیع کے مصرعے کی قید کے وابستہ نہ کرتا تو یقیناً بہتر ہوتا۔ کیونکہ اس پابندی سے مضمون کے تسلسل میں کہیں کہیں رکاوٹ پیدا ہوئی ہے لہٰذا شاعر اسے ترکیب بند جیسی شکل دیتا تو بہتر ہوتا۔ علاوہ ازیں شاعر نے صفاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان میں بڑی محبت کی ہے۔ اس مسدس میں نعتیہ عناصر جگہ جگہ اپنی بہار دکھاتے ہیں۔ یہ بند دیکھیے جس میں معجزات کا بھی ذکر ہے اور بیانِ محبت بھی:

عرش و کرسی پر سجا کلمہ رسول اللہ کا بن گیا مشکل کشا کلمہ رسول اللہ کا
سنگریزوں نے پڑھا کلمہ رسول اللہ کا چاند کو شق کرگیا کلمہ رسول اللہ کا
دین و دنیا کے بجا حقدار کی باتیں کریں
آؤ مل کر احمدِ مختار کی باتیں کریں ۲۳۶

مسدس کی روایت میں ''شاہنامہ رسالت'' کا ایک یادگار تصنیف کے طور پر ذکر کیا جاتا رہے گا۔

خضر برنی کی ایک اور مسدس نعت ''کوئی اس میں پیدا ہوا ہے نرالا'' کے زیرِ عنوان ملتی ہے یہ اگر چہ مختصر نظم ہے لیکن اپنی تاثیر کے حوالے سے قابلِ تحسین ہے۔ اسے جدید میلا دنامہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

عرب کی زمیں پر اجالا ہوا ہے کوئی اس میں پیدا نرالا ہوا ہے
وہ مشہور اک کملی والا ہوا ہے کہ اسلام کا بول بالا ہوا ہے
حبیبِ خدا بن کر اترا فلک سے
ہوئے ماند روشن ستارے جھلک سے
خدا دیکھتا تھا ادائے محمدؐ کسی طور ہی لب ہلائے محمدؐ

ہر اک شے ہوئی تھی فدائے محمدؐ کھلا بابِ جنت برائے محمدؐ
خیال ایسا آیا سویرے سویرے
ہوا عام جلوہ سویرے سویرے ۲۲۷

مندرجہ بالا گزارشات سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ خضر برنی نعتیہ ادب میں ایک قابلِ ذکر مسدس نگار ہیں۔ مسدس میں جن کی خدمات مقدار اور معیار ہر حوالے سے قابلِ تعریف ہیں۔

گوہر ملسیانی: ان کے مجموعۂ نعت "مظہرِ نور" میں متعدد نعتیں مسدس ہیئت میں ہیں۔ ایک نعت کا ایک بند ملاحظہ کیجیے:

اے شافعِ روزِ جزا تو مجتبیٰؐ تو مصطفےٰؐ
قرآن ہے تیری ثنا تو ہے حبیبِ کبریا
اے صاحبِ جود و سخا
صلِ علیٰ صلِ علیٰ ۲۲۸

اس نعت کے بارہ بند ہیں۔ آخری مصرع ٹیپ کا ہے۔ اس مسدس کا والہانہ پن قابلِ ذکر ہے۔ ان کی ایک اور نعت مسدس ہی کی ہیئت میں چھ بندوں پر مشتمل ہے۔ ہر بند کے آخر میں آنے والا ایک ہی مصرع ٹیپ کا ہے۔ اس کا ایک بند دیکھیے:

حریم لم یزل کے رازِ پنہاں کا وہی محرم امامِ انبیاءؑ میرِ صراط و کوثر و زمزم
خدائے قادر و قدوس کا وہ نیرِ اعظم وہی ہے رحمتہ للعالمین و محسنِ اعظم
وہی تو معدنِ کانِ حیا ہے، فخرِ آدم ہے
محمد مصطفےٰؐ محبوبِ حق جانِ دو عالم ہے ۲۲۹

انور جمال: انور جمال نے ایک نعتیہ مسدس "لولاک لما" لکھا ہے۔ اس کے (۹۹) بند ہیں۔ اس میں حضور پرنور کی تشریف آوری اور سیرت و پیغامِ رسالت کو موضوع بنایا گیا ہے۔ شاعر کو فکر و فن پر مہارت حاصل ہے۔ ایک بند دیکھیے:

لکھوں اگر حضورؐ کے احسان کم سے کم سطحِ فلک بنے مرا دیوان کم سے کم
دریا درخت سب ہوں قلمدان کم سے کم پھر جا کے لکھا جائے گا عنوان کم سے کم
حماد جس کی رب جہاں کی زبان ہو
تعریف اس رسولؐ کی کس سے بیان ہو ۲۳۰

جابر علی سید نے ان کے متعلق لکھا ہے:

"مسدس نعت لکھ کر انور جمال نے اس مقبولِ عوام صنف کو ایک نئے موڑ پر کھڑا کر دیا ہے۔ جہاں سے نئے افق، احساس اور ادراک کے ہویدا ہوں گے............اس کا زور اور تاثیر، آہنگ اور اسلوب اپنی نوع کے آپ ہیں اور اپنے رنگ میں واضح طور پر منفرد نظر آتے ہیں۔" ۲۳۱

انور جمال کے مسدس کا ایک اور بند دیکھیے اور نعتیہ عناصر کی دلکشی کو نگاہ کیجئے:

جو ذہن و چشم و لب کی ضرورت ہے وہ رسولؐ جس کا خیال عین سعادت ہے وہ رسولؐ
بس دیکھ لینا جس کو تلاوت ہے وہ رسولؐ جس کا بیاں لبوں کی عبادت ہے وہ رسولؐ
جس کا ہر ایک سانس ہے دمِ جبریل کا
جس کا کہا، کہا ہے خدائے جلیل کا ۲۳۲

مسعود رضا خاکی ڈاکٹر: ڈاکٹر مسعود رضا خاکی نے متعدد نعتیہ نظمیں مسدس ہیئت میں لکھی ہیں۔ مثلاً "نعت" "حمدیہ نعتیہ مسدس" دوسری نظم کا ایک بند بطور نمونہ:

جس پر ہوئی ہے ختم نبوت وہ تاجدار جس زاویے سے دیکھیے ہے نورِ کردگار
جو بات ہے کتابِ خدا سے ہے ہم کنار حسنِ عمل سے اس کے ہے اسلام کا وقار
دشمن بھی مانتے ہیں کہ اعلیٰ صفات ہے
بے عیب ہر جہت سے پیمبرؐ کی ذات ہے ۲۳۳

صبا اکبر آبادی (خواجہ محمد امیر، ۱۴/ اگست ۱۹۰۸ء تا ۱۳۰ کتوبر ۱۹۹۱ء): معروف شاعر، غزل، رباعی، مرثیے وغیرہ لکھ کر شہرت پائی۔ زمزمۂ پاکستان ملی نظمیں پہلا حصہ ۱۹۴۵ء اور دوسرا حصہ ۱۹۴۶ء میں شائع ہوا۔ اوراقِ گل + چراغ بہار + ثبات (مجموعہ ہائے غزل (بترتیب ۱۹۷۰ء، ۱۹۸۳ء، ۱۹۸۷ء) ذکر وفکر + سر بکف + شہادت + خوناب (رثائی ادب، بترتیب ۱۹۳۶ء، ۱۹۷۹ء، ۱۹۸۰ء، ۱۹۸۴ء) (دستِ زرفشاں + ہم کلام (خیام + غالب کی فارسی رباعیات کا منظوم اردو ترجمہ بترتیب ۱۹۸۵ء، ۱۹۸۶ء) کے علاوہ بہت سا غیر مطبوعہ کلام۔

ان کا نعتیہ کلام مختلف رسائل وجراید کی زینت بنتا رہا۔ ان کے مراثی میں بھی نعتیہ عناصر پوری آب وتاب کے ساتھ موجود ہیں بلکہ بقول ڈاکٹر تحسین فراقی ان کی ایک مخصوص انفرادیت کے حامل بھی ہیں:

> ''(شہادت) کے ان مراثی میں (جو تعداد میں پانچ ہیں) ہر مرثیے میں عام طور پر آغاز میں اور کہیں کہیں درمیان میں بہت پر جوش اور والہیت سے بھرپور حمدیہ اور نعتیہ اشعار آئے ہیں جو کسی بھی جدید مرثیہ نگار کے یہاں اس کثرت اور کیفیت سے نہیں آئے۔'' ۲۳۴

صبا کے مرثیے مسدس ہیئت میں ہیں اور نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مملوٗ خود صبا کا کہنا ہے:

> ''میرے مرثیے نعتِ محمد مصطفیٰؐ سے مملو ہوتے ہیں اس کے بعد میں گریز کے فضائل ومناقب تک آتا ہوں۔'' ۲۳۵

قیام پاکستان سے پہلے، آگرہ میں صبا نے کوئی طویل مرثیہ تصنیف نہیں کیا تھا بلکہ بقول سید ارتضیٰ عزمی:

> ''سلام ومنقبت اور رباعیات کے علاوہ وفاتِ رسول کریمؐ اور ''حسینؑ کا مشن'' جیسی نظمیں مسدس میں ضرور کہیں تھیں، جو ان کے اور حضرت رعنا اکبر آبادی کے مشترکہ مجموعۂ کلام ''ذکر وفکر'' ۱۹۳۶ء میں شامل ہیں۔'' ۲۳۶ سید ارتضیٰ عزمی کے مرثیوں کی تعداد تقریباً ایک سو بتائی ہے جن میں سے محض چند مرثیے ہی ان کی تین کتابوں سر بکف، خوناب اور شہادت میں شائع ہوئے۔ باقی تمام محروم طباعت ہیں۔ ۲۳۷

ان کے مرثیوں کے مجموعہ ''شہادت'' کے پہلے مرثیے ''تخلیقِ کائنات'' کا ایک نعتیہ بند درج ذیل ہے:

خلعت پیمبری کا محمدؐ کو مل گیا ۔۔۔ جو غنچہ شاخِ گل پہ نہاں تھا، وہ کھل گیا
سازِ شگفتگی سے دلِ کفر ہل گیا ۔۔۔ تہذیب مسکرائی، غمِ مستقل گیا
مڑ کر خرد کے رخ پہ کہانی پھر آگئی
ایمان و آگہی پہ جوانی پھر آگئی ۲۳۸

دوسرے مرثیے ''شباب'' کے درج ذیل بند نعتیہ مضامین کی کیسی چمک دکھاتے ہیں۔ دوسرے مرثیے کا بھی ایک بند بطور نمونہ نعت درج ذیل ہے:

آیا زمین مکہ پر وہ آخری نبی ۔۔۔ تھا وہ ازل سے حاصلِ منشائے ایزدی
دریتیم، گوہر گنجینۂ خفی ۔۔۔ نوعِ بشر کے واسطے ظلمت میں روشنی
ایسا رسولِ طاہر و اطہر کہیں جسے
پاکیزگی کا مہرِ منور کہیں جسے

صادق، امین، صاحب اخلاق، با صفا ۔۔۔ مقصودِ کردگار، مشیت کا مدعا
تاجر سپاہی، مصلح انسان و حق نما ۔۔۔ جس کا شباب گلشنِ فردوس کی فضا
پیشِ نگاہ اس کے خدائی اصول تھے
کانٹے بھی اس کی راہ میں جنت کے پھول تھے ۲۳۹

صبا اکبر آبادی کے دیگر مراثی میں بھی نعتیہ چمک دمک کا یہی حال ہے۔ ان نعتیہ اشعار سے صبا کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظاہر ہوتا ہے۔ عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان کی کیفیت ابوظفر صہبا نے یوں بیان کی ہے:

> ''میں ہی نہیں، بے شمار لوگ اس بات کے گواہ ہیں کہ شفیعِ روزِ محشر کا نامِ نامی، اسمِ گرامی ان کے لبوں پر، آنکھوں میں آنسوؤں کے ساتھ آتا تھا۔ عالمِ جوانی میں بھی یہی حال تھا اور عالمِ پیری میں بھی یہی ....'' ۲۴۰

مسدس کی ہیئت میں (مراثی کا جزو ہونے کے باوصف) ان کا نعتیہ کلام اتنا زیادہ ہے کہ اگر ان کے تمام مرثیوں سے بند الگ کر لیے جائیں تو ایک

شاندار نعتیہ مجموعہ تیار ہو سکتا ہے۔ صبا کے ہاں معیار تو ہے ہی مقدار بھی ہے۔

مسدس کی ہیئت میں صبا کا نعتیہ کلام دلی عقیدت، قدرتِ کلام، بلند آہنگی، جوش اور روانی جیسے عناصر کے باعث قابلِ ذکر ہے۔ علامہ طالب جوہری کے بقول:

''صبا اکبر آبادی نے مرثیہ کی وسعت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے رسول برحق کی شان میں اتنی رواں، اتنی پرشکوہ اور اتنی دلآویز نعت کہی ہے جو یقیناً صبا صاحب کا ایک بڑا امتیاز ہے۔''۲۴۱

ضیاءالقادری (لسان الحسان علامہ یعقوب حسین): یہ نعت کے بہت معتبر شاعر ہیں۔ ماہنامہ ''نعت'' لاہور نے سلام ضیاء کے نام سے دو خصوصی شمارے اکتوبر ۲۰۰۱ء اور مارچ ۲۰۰۲ء شائع کیے جس میں صرف ان کا کلام شائع ہوا۔ اکثر مسمط کی ہیئت میں ہے۔ مسدس ترجیع بند کی ہیئت میں بھی خاصے سلام موجود ہیں۔ ایک سلام کا ایک بند بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

غریبوں کے والی، غلاموں کے حامی سلامی ہیں تیرے سلاطین نامی
رہے تا ابد تیرا فیضِ دوامی ہے شاہنشہی تیرے در کی غلامی
نبی معظّم، رسولِ گرامی
علیکم سلامی، علیکم سلامی ۲۴۱ے

وحیدہ نسیم: نعتیہ مسدس لکھنے والی ایک قابلِ ذکر نعت گو شاعرہ ہیں۔ ان کے نعتیہ مجموعے ''نعت اور سلام'' میں پندرہ مسدس ہیئت کی نعتیں ہیں۔ ایک مسدس ''سلام بحضور سرورِ کائنات'' کا ایک بند دیکھیے:

سلام اس پر جبینِ آدمیت جس سے تاباں ہے سلام اس پر کہ جس کا نوعِ انسانی پہ احساں ہے
سلام اس پر رسالت جس کی اپنا دین و ایماں ہے سلام اس پر نسیمِ خستہ تن جس کی ثنا خواں ہے
سلام اس پر کہ جس کا نامِ نامی، ساقیِ کوثرؐ
سلام اس پر کہ جس کی ذاتِ اقدس شافعِ محشر ۲۴۲

یہ مسدس ترجیع بند ہے کیونکہ ہر بند کے آخری دو مصرعے نہیں بدلتے۔ ان کے تمام مسدس ترجیع بند ہیں۔ ان کا کلام رواں دواں، سہل اور غنائیت سے مملو ہے۔

ابرار کرت پوری: ان کا ایک مسدس ترجیع بند بعنوان صلِ علیٰ محمد قابلِ ذکر ہے

نعتِ رسولؐ باشعور اسمِ گرامی حضورؐ
وردِ زباں ہو ضرور ذہن میں بھر دے فکر و نور
ذکرِ رسولِ بے مثال
صلِ علیٰ محمد ۲۴۳

شمیم جالندھری (ش۔ا۔شمیم):

تری نظرِ عنایت سے اگر سرشار ہو جائیں ہم اس معصیت کے خواب سے بیدار ہو جائیں
سراپا درد بن کر لذتِ عرفاں میں کھو جائیں شمیمِ خدا بن جائیں گلِ بے خار ہو جائیں
نگاہِ لطف ہو آقائے دیں اے فضلِ ربانی
بس اتنی التجا ہے، المدد قندیلِ ربانی ۲۴۴

موسیٰ کلیم نظامی: ''نورِ کونین'' کے شاعر ہیں ان کی اس کتاب میں مسدس ترجیع بند صفحہ ۱۵۶ پر موجود ہے نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں:

تو ہے درِّ یمیں میں ہوں سنگِ زمیں
تجھ سا کوئی نہیں دو جہاں میں حسیں
اے حبیبِ خدا
اے شہِ دوسرا ۲۴۵

طفیل ہوشیار پوری:

اے مطلعِ صبحِ ازل ممدوحِ ربِّ لم یزل

ہے ذات تیری بے بدل سرتا بپا حسن عمل
قرآں تری گفتار ہے
سچی تری سرکار ہے
اے محسنِ انسانیت اے میرِ امن و عافیت
اللہ رے حسنِ تربیت بدلی دلوں کی کیفیت
کیا ضوفشاں کردار ہے
سچی تریؐ سرکار ہے ۲۴۶

ہلال جعفری: ان کا نعتیہ مسدس ''طلوعِ سحر'' کے نام سے شائع ہوا۔ اس نعتیہ مسدس کے (۶۳) بند ہے۔ ہلال نے اس مسدس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کو موضوع بنایا ہے۔ آپ سے پہلے کے عرب تمدن پر بھی روشنی ڈالی ہے اور آپؐ کے فیض سے ہونے والے عظیم انقلاب کا بھی نقشہ کھینچا ہے۔ نعتیہ عناصر جگہ جگہ چمک رہے ہیں۔ ولادت باسعادت کے حوالے سے یہ بند دیکھیے:

یوں آ رہے ہیں آج شہنشاہِ ذی مقام اترے زمیں کی سیر کو جیسے مہِ تمام
کل انبیاء بھی حاضرِ در ہیں پئے سلام اللہ رے یہ شانِ رسالتؐ کا اہتمام
تسبیح پڑھ رہے ہیں ملک آسمان پر
جاری ہے ذکرِ صلِ علیٰ ہر زبان پر ۲۴۷

حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے آغوشِ سعادت میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آرام فرما ہیں اور شاعر کا قلم چلتا ہے۔

اللہ رے یہ گرمیِ بازارِ مصطفیٰؐ خود بک رہے ہیں آ کے خریدارِ مصطفیٰؐ
اک اک نفس ہے آج طلبگارِ مصطفیٰؐ اب لٹ رہی ہے دولتِ دیدارِ مصطفیٰؐ
اب بھر رہا ہے نور سے ہر دامنِ نظر
اب ہو رہا ہے صاحبِ لولاک جلوہ گر ۲۴۸

ڈاکٹر عاصی کرنالی نے اس مسدس کے حوالے سے لکھا ہے:

''مسدس میں زبان و بیان کے محاسن ہر جگہ جھلکتے ہیں۔ زبان صاف، سادہ اور دل نشین ہے۔ روانی اور بے ساختگی کی ایک لہر جو از ابتدا تا انتہا بہتی اور بہاتی چلی جاتی ہے۔'' ۲۴۹

رہبر (صوفی مسعود احمد): ان کے شعری مجموعہ ''رہبرِ رہبراں'' میں تین نعتیں مسدس ہیئت میں ہیں۔ ایک نعت کا یہ بند ملاحظہ کیجیے:

اڑے جا رہے ہیں مدینے کی جانب اگرچہ نہیں بال و پر اللہ اللہ
دلوں میں برستی ہے بارانِ رحمت دعا میں ہے کتنا اثر اللہ اللہ
مصیبت بھی ٹل جائے رہبر وہیں پر
کہے دل سے کوئی اگر اللہ اللہ ۲۵۰

قصری کانپوری: ان کا ایک نعتیہ مسدس ہے ''مسدس قصری'' اس کے (۶۳) بند ہیں۔ یہ بند آپ کی ظاہری عمر مبارک کی نسبت سے لکھے گئے ہیں۔ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کے بقول:

''(اس مسدس) میں اتنی قوت ہے کہ زندگی کے کسی معرکہ میں تھک ہار کر آپ اس سے رجوع کریں گے تو آپ کو ایک نئی قوت حاصل ہوگی، یہ قوت ذکرِ محمدؐ کی دین اور عطیہ ہے۔'' ۲۵۱

اس مسدس میں آپ کی بعثت سے پہلے کے حالات، پھر آپ کی بعثت کے بعد کے حالات اور آپ کے فیوض و برکات کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپؐ کے نورِ پاک کا بیان اس طرح کیا ہے:

جو باعثِ تخلیقِ دو عالم تھا، وہی نور جو زینتِ پیشانیِ آدم تھا وہی نور
اسرار و حجابات کا محرم تھا وہی نور جو روزِ ازل سے ہی معظم تھا وہی نور
پھیلا تو ہوئیں وسعتیں کونین کی محدود

سمٹا تو زمانے میں محمدؐ ہوئے موجود ۲۵۲؎

اس مسدس میں نعتیہ عناصر دیکھنا ہوں تو یہ بند دیکھیے:

اُمّی ہیں مگر علم کی تفسیر وہی ہیں مقصودِ جہاں صاحبِ توقیر وہی ہیں
لفظوں کے خدوخال میں تاثیر وہی ہیں قرآن کے اوراق پہ تحریر وہی ہیں
نام ان کا پکارا گیا جس وقت اذاں میں
توحید کی رو دوڑ گئی جسمِ جہاں میں ۲۵۳؎

شاعر نے اس مسدس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سراپا مبارک بھی بیان کیا ہے' ایک بند اس سلسلے میں بھی دیکھیے:

دندانِ مبارک ہیں کہ ترشے ہوئے ہیرے انفاس کی جاگیر ہیں خوشبو کے ذخیرے
آنکھوں کے سمندر میں دیانت کے جزیرے منشائے مشیت کے مطابق ہیں وطیرے
ہونٹوں پہ تبسم ہے تکلم ہے ضیاء ہے
چہرے پہ متانت ہے تقدس ہے حیا ہے ۲۵۴؎

قیصری کانپوری راست فکر بھی ہیں اور صاحبِ فن بھی' یہی عناصر ان کی شاعری کا اثاثہ ہیں۔ نعتیہ ادب میں اس مسدس کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ وہ منفرد لہجے اور خصوصی مہارت کے شاعر ہیں۔

حسن: ان کے مسدس ''شبیہ احمدی'' میں نعتیہ عناصر کی آب و تاب ملاحظہ کیجئے:

اب سنو سرورِ عالمؐ کا سراپا یارو سر سے ہے تابہ قدم نور کا جلوہ یارو
اسی قامت کا ہے کونین میں چرچا یارو شکلِ امکاں کا یہی قد ہے نتیجہ یارو
گرچہ ہے جسم مگر نورِ الٰہی ہے یہ
برتراز وہم ہے اور نا متناہی ہے یہ ۲۵۵؎

نوشابہ خاتون:

شہِ حجاز و عرب جس کا ٹاٹ بستر تھا بایں ہمہ جسے گنجِ شہی میسر تھا
ردائے کہنہ میں ملفوف جسمِ اطہر تھا عبائے شاہی تھی تن پہ نہ تاج و افسر تھا
حبیبِ خالقِ اکبر پہ ہو درود سلام
ہزار بار پیمبر پہ ہو درود سلام ۲۵۶؎

مخفی (رسول بیگم جہاں):

وہ رسولِ ہاشمی والا نسب عالی جناب مظہرِ نورِ خدا برجِ شرف کا آفتاب
رحمۃ للعالمین جس کو دیا حق نے خطاب وہ شہِ اُمّی لقب وہ صاحبِ امّ الکتاب
رونقِ بزمِ جہاں وہ سیدِ جن و بشر
باعثِ تخلیقِ عالم جس کی ذات مفتخر ۲۵۷؎

صائم چشتی (ارمغان مدینہ): صائم چشتی پاکستان کے نامور نعت گو شاعر تھے۔ انہوں نے نعت کے لیے متعدد ہیئتیں اپنائی ہیں۔ ذیل میں مسدس کا ایک بند پیش کیا جاتا ہے۔

ہی ہر چمن کی بہار ہے وہی ہر نظر کا قرار ہے
وہی انبیاء کا امام ہے وہی مرسلوں کا وقار ہے
بلغ العلیٰ بکمالہٖ
کشف الدجیٰ بجمالہٖ ۲۵۸؎

مظفر حسین سید: ''نسیمِ حجاز'' ان کا مجموعۂ کلام ہے۔ اس میں ان کا ایک مسدس ''سلام بہ بارگاہِ خیر الانام'' اپنی نعتیہ آب و تاب دکھا رہا ہے۔ یہ مسدس ترجیع بند ہے۔ الفاظ اور جذبے کی سادگی ان کے اشعار سے نمایاں ہے۔

حضور رحمتِ عالم حضور سرورِ کل حضور ہادیٔ اعظم حضور خضر سبل
حضور اول و آخر حضور ختم رسل درِ حضور پہ چاروں طرف ہے عام یہ غل
مری طرف نگہِ لطف یا رسول ہو آج
مرا سلام حبیبِ خدا قبول ہو آج ۲۶۰؎

وحید (سید وحید الحسن وحید ہاشمی): عہد حاضر کے معروف ادیب، ماہر تعلیم، دانشور، مرثیہ گو اور نعت نویس ہیں۔ ان کے نعتیہ مجموعے ''یٰسین'' میں ایک نعتیہ مسدس ہے بطور نمونہ اس کے دو بند درج ذیل ہیں:

آئے حضور دہر میں حق کا نشان ملا انساں کو غم کی دھوپ میں اک سائباں ملا
قرآں کو مفسرِ لفظ و بیاں ملا تاریخِ کائنات کو تاریخ داں ملا
ہر ارجمند سے بخدا ارجمند ہیں
معراج کہہ رہی ہے یہ سب سے بلند ہیں

دیکھے تو کوئی جلوۂ فیضانِ مصطفیٰؐ ایماں ہے زیرِ سایۂ دامانِ مصطفیٰؐ
پیشِ اللہ اتنی بڑھی شانِ مصطفیٰؐ خالق کا عہد ہوگیا پیمانِ مصطفیٰؐ
ان کے بیانِ عجز میں کتنا ثبات ہے
اللہ کی جو بات ہے وہ ان کی بات ہے ۲۶۱؎

اس مسدس کے کل تیرہ بند ہیں۔ عالی فکری شعر شعر سے ظاہر ہے۔ شاعر کی دین کے ساتھ محبت نمایاں۔ مسدس کے ہر بند میں فکر ارتقائی مراحل طے کرتی ہوئی بامِ اوج تک پہنچتی ہے۔

رشید وارثی: ان کی ایک نعتیہ نظم بعنوان ''مدحتِ سلطانِ زمن صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' مسدس کی ہیئت میں ہے۔ شاعر نے خود اس پر ذیلی عنوان لکھا ہے:

''مسدس وارثی'' اس سے ظاہر ہے کہ شاعر اسے مسدس حالی کے سلسلے کی روایت میں نمایاں کرنا چاہتا ہے۔ اس کی بحر حالی کے مسدس کی بحر سے مختلف ہے۔ مسدس وارثی بھی نعتیہ ادب میں قیمتی اضافہ ہے۔ اس میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح وثنا کی گئی ہے۔ الفاظ کیا ہیں گویا موتی پروئے گئے ہیں۔ شاعر کی قادرالکلامی ظاہر ہے۔ اس کا دلی ذوق وشوق شعر شعر سے نمایاں ہے۔ اس کے چند بند بطور نمونہ یہاں درج کیے جاتے ہیں:

اسریٰ کی حسیں رات بھی کیا نور فزا تھی افلاک پہ جب آمدِ محبوبؐ خدا تھے
وہ خلوت قوسین تھی، یا بزمِ دنیٰ تھی اللہ تھا اور ہستیٔ لولاک لما تھی
کس اوج پہ تھے سرورؐ ذیشاں شب معراج
جبریلؑ بھی تھے ششدر و حیراں شب معراج

اے ختم رسل! خواجۂ کل، شافعِ محشر ہستی ہے تری لطف و عنایات کی خوگر
رتبہ ہے ترا رحمتِ حق، مالکِ کوثر تابع ہیں ترے ارض و سمٰوات کے لشکر
ہے زم زم و کوثر تری تقدیس کا فیضان
تو جلوۂ رحمان ہے، اے صاحبؐ قرآن ۲۶۲؎

مسدس کی ہیئت میں لکھی ہوئی رشید وارثی کی دوسری نعت ''اعجازِ قرآن'' ہے۔ اس میں بھی نعتیہ تابش قابلِ دید ہے۔

سب انبیاء میں ختم رسل انتخاب ہیں اُمّی لقب ہیں صاحبِ ام الکتاب ہیں
احسانِ رب ہیں نعمتِ ذات و وہاب ہیں یٰسین و طٰہٰ ان کی ثنا ہی کے باب ہیں
کیا وصف ہیں جنابِ رسالت مآبؐ کے
عنواں بنے ہوئے ہیں خدا کی کتاب کے

رشید وارثی کا ایک اور مسدس ''میلادِ مصطفیٰ کے پانچ حرف کی فضیلت'' ہے۔ یہ بہت اہم نعتیہ نظم ہے۔ اس کے متعلق پروفیسر ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے لکھا ہے:

''خوشبوئے التفات میں تو بعض ایسی تخلیقی چیزیں نظر سے گزریں کہ رشید وارثی صاحب کے کمالِ فن کے باب میں مجھے حیرت زدہ کر دیا۔ میں اس جگہ ان کی ایک نظم ''میلادِ مصطفیٰ کے پانچ حرف کی فضیلت'' کی جانب قاری کی توجہ مبذول کرانا چاہوں گا کہ یہ نظم زبان و بیان اور اختراع و ایجاد کے جملہ محاسن کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے اور رشید وارثی کے نام و کام کی نسبت و روایت کے حوالے سے رشد و ہدایت کی کامل وارث و ترجمان بن گئی ہے۔ نظم پر ایک نگاہ ڈالیے اور اپنے ذوقِ سخن کو سیراب کرتے ہوئے رشید وارثی کی ندرتِ خیال کی داد دیجئے اور میرے ساتھ جزاک اللہ، سبحان اللہ کہیے۔''

اس نظم کے چند بند بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

کس ناز آفریں کا جہاں میں ورود ہے عرش بریں سے بارشِ عطر درود ہے
دنیا میں عام رحمت رب ودود ہے ہر چیز کائنات کی محوِ سجود ہے
آمد ہے آج سرورؐ خیرالانام کی
خوشبو مہک رہی ہے درود و سلام کی

میلادِ مصطفیٰؐ کی بشارت کے پانچ حرف مخلوق پہ خدا کی عنایت کے پانچ حرف
ہلکے پڑے نظر میں قیامت کے پانچ حرف ابھرے دلوں میں لفظِ شفاعت کے پانچ حرف
صلِ علیٰ ہے آمدِ سلطانؐ دوسرا
لازم ہے بزمِ نعت میں پڑھنا درود کا

ہیں مصطفیٰؐ میں اور رسالت میں پانچ حرف اور مرتضیٰؓ میں پانچ نیابت میں پانچ حرف
ہیں فاطمہؓ میں اور طہارت میں پانچ حرف حسنینؓ میں ہیں پانچ سیادت میں پانچ حرف
یہ پانچ نام کیسے جمیع الفصات ہیں
عز و شرف میں حاصلِ کل کائنات ہیں ۲۶۳

وجیہہ السیما عرفانی[۲]: حضرت وجیہہ السیما عرفانیؒ کے نعتیہ مجموعہ ''میرے حضورؐ'' میں ایک نعت مسدس کی ہیئت میں لکھی گئی ہے۔ اس نظم کے چار بند ہیں۔ ہر بند کے چھ مصرعے ہیں۔ ہر مصرع مستفعلن ×۴ کے وزن پر لکھا گیا ہے۔ ہر بند میں پہلے دو مصرعے آپس میں ہم قافیہ ہیں۔ مصرع نمبر ۴، ۵ اور ۶ آپس میں ہم قافیہ ہیں۔ تیسرا مصرع بند کے کسی مصرع کے ساتھ ہم قافیہ نہیں۔ بطور نمونہ اس کا ایک بند دیکھیے:

اے سرورِ دنیا و دیں اے سیدِ سدرہ نشیں
اے مرکزِ ہر خیر و نور اے مہبط وحی خدا
اے منزلِ نور و علا
الصلوٰۃ والسلام ۲۶۴

ان کے نعتیہ مجموعے ''میرے حضورؐ'' میں ایک نعتیہ مسدس ہے لیکن عام روایت سے ہٹ کر لکھا گیا ہے۔ عموماً مسدس کے ہر بند کے چھ کے چھ مصرعے ہم وزن اور طوالت میں مساوی ہوتے ہیں، لیکن حضرت عرفانی کے ہاں صورت یہ دکھائی دیتی ہے:

میری تقدیر راحت بد اماں ہوئی، مشکلِ حال، ہر حال آساں ہوئی
آئے انوار تیرے فضا در فضا، خیر و برکت بہ ہر ذوقِ امکاں ہوئی
مجھ کو پھر تیری جانب توجہ ملی، تیری رحمت کہ پھر گوہر افشاں ہوئی
مرحبا بادِ خوش بوئے دستِ کرم
اے سراپا کرمؐ اے جمیل الشیم
الصلوٰۃ علیکؐ السلام علیک ۲۶۵

اس نظم کے چھ بند ہیں اور ہر بند کا یہی حال ہے۔ اس میں پہلے مصرعے فاعلن کے آٹھ بار کے تکرار کے وزن پر مشتمل ہیں جبکہ آخری مصرعے چار بار فاعلن کے وزن میں ہیں۔ یہ مسدس کی ہیئت میں خوشگوار اضافہ ہے جو ہیئتی تنوع میں مزید نکھار لاسکتا ہے۔

مسدس میں ہیئتی تجربہ

صہبا اختر: ان کے نعتیہ مجموعہ ''اقراء'' میں نظم ''اے شہنشاہ عربؐ '' ملتی ہے۔ اس کے گیارہ بند ہیں، ہر بند چھ مصرعوں پر مشتمل ہے۔ پہلے چار مصرعے مساوی الوزن ہیں لیکن آخری دو مصرعے نصف وزن کے برابر ہیں چھٹا مصرع ٹیپ کا ہے۔ آخری دونوں مصرعے اوپر نیچے لکھ کر شاعر نے نشاندہی کی ہے کہ یہ الگ الگ ہیں۔ یوں مسدس، جس کے ہر بند کے چھ کے چھ مصرعے آپس میں مساوی الوزن ہوتے ہیں۔ صہبا کی اس نظم میں دو حصوں میں تقسیم ہوگیا ہے۔ ایک بند بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

اے متاعِ صد سکوں، اے دوائے ہر جنوں ماہ و انجم کے ستوں، تیرے آگے سرنگوں
تجھ میں ایسی چمک، اُٹھ نہیں سکتی پلک آدم و جن و ملک، عرش و کرسی و فلک

تیرے آگے با ادب
اے شہنشاہِ عرب ۲۶۵ء؁

مسبع

وہ نظم جس کے کئی بند ہوں اور ہر بند سات مصرعوں پر مشتمل ہو۔ اس کی مثالیں نسبتہً کم ملتی ہیں۔

حفیظ تائب نے ایک سی حرفی نعتیہ لکھی ہے جو مسبع ہیئت میں ہے۔ سی حرفی میں ایک ایک حرفِ تہجی کو بنیاد بنا کر بند بنائے جاتے ہیں۔ حفیظ تائب نے اس حرف کو بند کے قافیے کا آخری حرف بنا کر استعمال کیا ہے۔ ہر بند سات مصرعوں پر مشتمل ہے۔ اس کے چھ بند ملاحظہ کیجئے۔ جن میں اُ، ب، پ، ت، ث اور ج کو سی حرفی کے بند کی بنیاد بنایا گیا ہے۔ اس نظم میں سی حرفی کی ہیئت میں بھی تجربہ ملتا ہے کہ شروع میں آنے والے حرف کو آخر میں لے جایا گیا ہے۔

نامِ خدا سے سلسلا زمزمۂ درود کا
منزلِ ذات کا پتا نور و ظہورِ مصطفےٰؐ
روح و رواں کی ہے صدا صلِ علیٰ نبینا
صلِ علیٰ محمد

جلوۂ روئے آنجناب ارض و سما کی آب و تاب
مطلعِ حق کا آفتاب آپ کی شرع مستطاب
قدر گر و جہت نما صلِ علیٰ نبینا
صلِ علیٰ محمد

مقصدِ کن فکاں ہیں آپؐ قائدِ مرسلاں ہیں آپؐ
نیّرِ لامکاں ہیں آپؐ رہبر ہر زماں ہیں آپؐ
آپؐ کا شوق دل کشا صلِ علیٰ نبینا
صلِ علیٰ محمد

آپؐ ہیں جوہرِ حیات نورِ نگاہِ کائنات
پیکرِ جرأت و ثبات موجبِ راحت و نجات
فکر و نظر کا منتہا صلِ علیٰ نبینا
صلِ علیٰ محمد

نوعِ ذکور کے غیاث محسنِ طبقۂ اناث
خلق خدا کے مستغاث آپؐ کا عزم و انبعاث

مردہ دلوں کا حوصلا صلِ علیٰ نبینا
صلِ علیٰ محمد

عدل کا ان کا سر پہ تاج عقل و خرد پہ ان کا راج
حق نے کہا انھیں سراج تا ابد ان کی احتیاج
ان پہ ہیں دو جہاں فدا صلِ علیٰ نبینا
صلِ علیٰ محمد ۲۶۶

وحیدہ نسیم: ان کا ایک سلام مسبع ہیئت میں ہے۔ بطور نمونہ درج ذیل ہے:

لائی مدینہ مجھے میری شکستہ پائی
اس بختِ نارسا کی اللہ رے رسائی
حاضر ہوں دست بستہ لے کر دلِ شکستہ
آقا سلام لے لو

اس آستاں کے قابل میری جبیں نہیں ہے
میں اور بحضوری دل کو یقیں نہیں ہے
حاضر ہوں دست بستہ لے کر دلِ شکستہ
مولا سلام لے لو

منہ میں زباں نہیں ہے لب پر فغاں نہیں ہے
کیا حالِ دل سناؤں تابِ بیاں نہیں ہے
حاضر ہوں دست بستہ لے کر دلِ شکستہ
شاہا سلام لے لو

دل صورتِ گلِ تر روضے پہ ہے نچھاور
جاگا مرا مقدر کہتا ہے دل تڑپ کر
حاضر ہوں دست بستہ لے کر دلِ شکستہ
داتا سلام لے لو ۲۶۷

طفیل ہوشیار پوری: طفیل ہوشیار پوری کی ایک نعت کے تین بند دیکھیے جو مسبع ہیئت میں ہیں:

سیدِ عالی نسب دونو عالم کی طلب
ہستیٔ اُمّی لقب مخزنِ علم و ادب
کون ہے تیرے سوا محرمِ ارض و سما
مرحبا صلِ علیٰ

نطقِ قرآن ہے تو حق کی پہچان ہے تو
روحِ ایمان ہے تو جانِ عرفان ہے تو
صاحبِ جود و سخا مرکزِ صدق و صفا
مرحبا صلِ علیٰ

جہل تھا حد سے فزوں عقل تھی خوار و زبوں
بے ضمیری کا جنوں بے حیائی کا فسوں
ختم ہوکر ہی رہا باب رحمت کا کھلا
مرحبا صلِ علیٰ ۲۶۸

مثمن

وہ نظم جس کے ہر بند کے آٹھ مصرعے ہوں مثمن کہلاتی ہے۔ اردو میں یہ ہیئت نسبتہً کم ہی استعمال ہوئی ہے۔ اردو کے نعتیہ ادب میں بھی یہ بہت زیادہ استعمال نہ ہو سکی۔ بہر حال کچھ مثالیں درج ذیل ہیں۔

ع۔س۔مسلم:

ان کا نعتیہ مجموعہ ''کاروانِ حرم'' مثمن ہئیت میں ہے جو بظاہر زیارتِ حرمین شریفین کا منظوم سفر نامہ لگتا ہے لیکن خود مصنف نے اسے ''وارداتِ قلبی کی داستان''۲۶۹ قرار دیا ہے۔ بقول مصنف خود:

''آپ اسے ایک منظوم قلبی سفر نامہ کہہ لیں۔''۲۷۰

دراصل شاعر نے سفرِ حجاز کے دوران ہی میں تاثرات منظوم کرنا شروع کر دیے تھے' جن کا مجموعہ اس خوبصورت کتاب کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ مندرجات پر نظر ڈالیں تو آغازِ سفر' اعتراف خطا' حضورِ کعبہ میں' مآلِ ابرہہ' تحویلِ قبلہ' تعمیرِ کعبہ......... لبیک بدر' احد' جنت البقیع' فتح مکہ' سفر مدینہ منورہ' سفرِ ہجرت' طلع البدر علینا اور دعا و درود جیسے عنوانات ملتے ہیں۔ اس سے یہ حقیقت کھلتی ہے کہ دراصل شاعر روحانی طور پر اس ماضی میں سفر کر رہا ہے جہاں اسے اپنے پیارے آقا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقوشِ پا تلاش کرنے ہیں۔

شاعر نے ساری کتاب میں مثمن کی ہیئت ہی استعمال کی ہے۔ اس خاص ہیئتی حوالے سے بھی یہ کتاب یادگار ہے۔ اس کتاب کے اشعار کی تعداد (۱۰۰۵) ہے۔۲۷۱ شاعر نے کلام میں در آنے والے تاریخی واقعات' آیات واحادیث کے حوالے بھی بہم پہنچائے ہیں۔ صفحہ ۲۷۱ سے لے کر ۳۰۷ تک یہ حوالہ جات ملتے ہیں۔ اس سے علمی طور پر کتاب مزید وقیع ہوگئی ہے۔ اس ضمن میں مصنف کی محنت قابلِ داد ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے لکھا:

''ان کے موضوعاتِ فن میں حیرت انگیز تنوع ہے' حمد و نعت کے مضامین و موضوعات تو مقرر اور معین ہی ہیں مگر مسلم صاحب نے یہاں بھی اپنے تجربے' مشاہدے اور قرآن وحدیث کے گہرے مطالعے کی روشنی میں بوقلمونی اور گونا گونی کا اعجاز دکھایا ہے۔''۲۷۲

اس ضخیم اور وقیع کتاب کی نعتیہ آب و تاب دیکھنے کے لئے بطور نمونہ کچھ کلام درج کیا جاتا ہے۔

یہ نورِ ازل تا ابد لا زوال محمدؐ مجسم خدا کا جمال
حبیبِ جہاناں حبیبِ جلال بہشتِ دل و جاں ہے اس کا خیال
محمدؐ ہے مخلوق میں بے مثال محمدؐ سے علم و ہنر کا کمال
محمدؐ سا ہوگا نہ کوئی ہوا
مکمل بشرؐ شاہکارِ خدا ۲۷۳

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت و ثنا لکھتے ہوئے شاعر کا قلم اس سرشاری والہانہ پن اور تیز روی سے چلتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اصول ہے مذکور غیر فانی ہو تو ذاکر بھی غیر فانی ہو جایا کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکرِ پاک نے شاعر کی صلاحیتوں کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ شاعر کا سینہ ایسا چشمہ ہے جہاں سے مضامینِ مدحت جاری رہتے ہیں۔

بظاہر موخر پہ سابق وہی وہ مصدوق ہے اور صادق وہی
ہے طوفاں میں بادِ موافق وہی رضائے خدا کے مطابق وہی
وہی حق ہے' شرحِ حقائق وہی حقیقت میں قرآنِ ناطق وہی
وہی مبتدیٰ' منتہیٰ' مدعا
وہی مرتضیٰ مجتبیٰ مصطفیٰ ۲۷۴

شاعر کو قادر الکلامی کا ملکہ حاصل ہے۔ الفاظ کا چناؤ' تراکیب سازی' تشبیہات و استعارات کا فنکارانہ استعمال غرض بہترین شعری خوبیوں سے مالا مال یہ مثمن نعتیہ ادب کی جھولی میں ایک قیمتی ہیرے سے کم نہیں۔ ڈاکٹر عبداللہ عباس الندوی نے لکھا ہے:

''کتاب کہیں سے کھولیے' انگلیاں جس صفحے کو بھی پلٹ دیں' جس شعر پر بھی نظر پڑے' ایسا معلوم ہوگا کہ یہی شعر دیوان کی جان اور یہی صفحہ کتاب کا حاصل ہے۔''

یہ حقیقت ہے کہ ع۔س۔ مسلم کا تمام کلام گویا انتخاب ہے۔ آخر میں درود وسلام سے متعلق بھی ایک بند درج کیا جاتا ہے۔ یہاں شاعر نے مثمن ترکیب بند کو ترجیع بند سے ہمکنار کر دیا ہے۔ کیونکہ متعدد بندوں کا آخری مصرع ''محمد پہ لاکھوں درود وسلام'' ہے۔

محمد سزاوارِ مدح و صلوٰۃ — وہی زینتِ محفلِ ممکنات
محمد سے قائم دم کائنات — خدا کا ہے جو ہے محمد کا ہات
محبت محمد کی راہِ نجات — اسی سے ہے غم کے ماروں کی بات

وہی جامع قلب جملہ انام
محمد پہ لاکھوں درود و سلام ۲۷۵

وحیدہ نسیم: وحیدہ نسیم نے ''نعت اور سلام'' میں بلغ العلیٰ بکمالہٖ کی تضمین لکھی ہے جو مثمن ترجیع بند کی ہیئت میں ہے لیکن آخری دو مصرعے نہیں بلکہ آخری چار مصرعے ترجیع کے طور پر آتے ہیں۔

تو ہی قلبِ تار کا نور ہے — تو ہی آدمی کا شعور ہے
تو چراغِ وادیِ طور ہے — تو ہی جان و دل کا سرور ہے
بلغ العلیٰ بکمالہٖ — کشف الدجیٰ بجمالہٖ

حسنت جمیع خصالہٖ
صلّوا علیہ و آلہٖ ۲۷۶

الطاف احسانی: الطاف احسانی کی ایک نعتیہ نظم مثمن ہیئت میں لکھی ہے، جس میں حضور کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات سے نظرِ رحمت کی التجا کی گئی ہے، ایک بند بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

حبیبِ کبریا کے در پہ جب مخلوق جاتی ہے — دلِ مایوس کو دیدار کی حسرت ستاتی ہے
اگر ہے مجھ سے برگشتہ مری تقدیر کیا غم ہے — بنائے سے نہیں بنتی کوئی تدبیر کیا غم ہے
مری منزل کرے گی رہبری اتنا سمجھتا ہوں — قدم طیبہ کی جانب جب بڑھاتا ہوں تو کہتا ہوں

کرم کی اک نظر یا رحمۃ للعالمیں کر دو
مرادِ امن ہے خالی، یا محمد مصطفیٰ بھر دو ۲۷۷

الطاف احسانی کے مجموعۂ کلام ''نقوشِ عقیدت'' میں نعتیہ مثمن کی ہیئت پر مشتمل یہ نعتیہ نظم بھی شامل ہے۔ ایک بند درج کیا جاتا ہے۔

لائے تشریف جب سرورِ انبیاء — فخرِ دنیا و دیں رحمتِ کبریا
حق کا مخلوق پر ہر کرم ہوگیا — کہہ رہی ہے صبا السلام السلام
نورِ ربِ العلیٰ السلام السلام — یا شہِ انبیاء السلام السلام

ہادی و رہنما السلام السلام
خلق کے پیشوا السلام السلام ۲۷۸

آخری چار مصرعے ٹیپ کے طور پر ہر بند کے آخر میں آتے ہیں۔ ایک اور مثمن کا ایک بند درج ذیل ہے۔

کس قدر دلکش ہے منظر — کیا سماں ہے روح پرور
جشنِ میلادِ پیمبرؐ — ہو رہا ہے آج گھر گھر
یا نبی سلام علیک — یا رسول سلام علیک

یا حبیب سلام علیک
صلواۃ اللہ علیک ۲۷۹

مندرجہ بالا نظم میں بھی آخری چار مصرعے ٹیپ کے ہیں۔ یہ صوفی اکبر وارثی کے مشہور سلام کی تضمین ہے۔ الطاف احسانی نعت کے بہت اہم شاعر ہیں۔ ان کی شعری خصوصیات کا اظہار غزلیہ ہیئت میں کہی گئی بکثرت نعتوں میں ہوا ہے لیکن مثمن میں بھی ان کا قلم خوب چلا ہے۔

صہبا اختر: ان کے نعتیہ مجموعے ''اقراء'' میں مثمن کی ہیئت میں نعتیہ کلام بھی ملتا ہے۔ ایک نظم ''نعتِ رسول پاکؐ'' ''اسمائے رسولؐ پر مبنی

ہے۔اس کا ایک بند یہ ہے۔

صاحبِ تاج و معراج و خیر الوریٰ
آپؐ صلِ علیٰ مجتبیٰ مصطفےٰؐ
آپ صدر العلیٰ، آپ نور الہدیٰ
آپ شمس الضحیٰ، آپ بدر الدجیٰ
نور کش آپؐ کا سدرۃ المنتہیٰ
قابَ قوسین تک آپؐ کے نقش پا

مرحبا مرحباً سیّد السالکینؐ
حبّذا حبّذاً سیّد الساجدینؐ ۲۷۹۔ (

رہبر چشتی: رہبر چشتی نے بھی اپنے نعتیہ مجموعے ''نبی الحرمین'' میں صوفی اکبر وارثی کے سلام پر تضمین لکھی ہے یوں نعتیہ نظم کی ہیئت مثمن بن گئی ہے۔اس کا ایک بند درج ذیل ہے:

رحمتِ عالم محمدؐ سیدِ اکرم محمدؐ
نازشِ آدم محمدؐ ہادیِ اعظم محمدؐ
یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک
صلوٰۃ اللہ علیک ۲۸۰

مثمن میں ہیئتی تجربہ

سلیم (سید علی اکبر م ۲۱ مارچ ۱۹۸۵ء): ان کے نعتیہ مجموعے ثنائے حبیبؐ میں ایک نعت مثمن ہیئت میں ہے۔اس ہیئت میں ایک تجربہ بھی کیا گیا ہے۔اس نعت کے چار بند ہیں، ہر بند کی ظاہری شکل یہ بنتی ہے کہ پہلے چھ مصرعے غزل کی ہیئت پر مبنی (مطلع کے علاوہ) گویا تین شعر ہیں۔ساتواں مصرع اوپر والے مصرعوں سے دگنا لمبا ہے جس کے بعد پھر ایک مصرع ہے جو پہلے چھ مصرعوں جتنا طویل ہے۔اس طرح شاعر نے مثمن کی ہیئت میں تجربہ کیا ہے کہ اس کے ساتویں مصرعے کو باقی مصرعوں کی نسبت دوگنا طویل کر دیا ہے جو یقیناً ایک ہیئتی تجربہ ہے۔ہم اسے متسع نہیں کہہ سکتے کیونکہ بظاہر ساتواں مصرع دو مصرعوں کے برابر ہے۔اگر اس مصرعے کو دو مصرعے تسلیم کر لیا جائے تو یہ ہیئت متسع بنتی ہے لیکن ہم اسے متسع اس لئے قرار نہیں دے سکتے کہ شاعر نے اس کے نو مصرعے نہیں بلکہ آٹھ ہی رکھے ہیں، لہٰذا یہ متسع کی ہیئت نہیں بلکہ مثمن کی ہیئت ہی بنتی ہے،

عبدالکریم ثمر: عبدالکریم ثمر نے نعتیہ مجموعے شاخِ سدرہ میں سرزمینِ عرب کی مقدس جگہوں پر سلام کہا ہے۔سرزمینِ عرب، سرزمینِ حجاز، کشور فاران، کوہسار حرا، میدانِ بدر، میدانِ احد، خلد زار بقیع، خواب گاہِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، مسجد نبویؐ۔یہ تمام مقامات شاعر کی عقیدتوں کے لئے بڑے مراکز ہیں۔آخری بند میں شاعر نے تاجدارِ حرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کیا ہے۔اس نظم کے دس بند ہیں۔ہر بند آٹھ مصرعوں پر مشتمل ہے۔یوں اس کی ہیئت مثمن ترکیب بند کی بنتی ہے لیکن چونکہ ہر بند کا آخری مصرع وہی ہے جو اس بند کا پہلا مصرع ہے لہٰذا ہر بند میں ترجیع بند کا رنگ بھی پیدا ہو گیا ہے۔ہم اسے ترجیع بند نہیں کہہ سکتے کیونکہ ترجیع بند میں ہر بند کا آخری مصرع یا شعر ٹیپ کا ہوتا ہے۔جو یہاں نظر نہیں آتا۔لیکن ہر بند کا پہلا مصرع چونکہ اس بند کا آخری مصرع بھی ہے لہٰذا اسے ترکیب بند میں ہیئتی تجربہ قرار دیا جا سکتا ہے۔شاعر نے اس التزام کی پابندی آخر تک کی ہے۔اب اس کا ایک بند ملاحظہ کیجئے۔خواب گاہِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سلام سے متعلق یہ بند یوں ہے:

سلام تجھ پہ ہزاروں اے خواب گاہِ رسولؐ — وجودِ رحمتِ عالم ہے ہم کنار ترے
تری حدود ہی اسلام کا ہیں گہوارہ — ہیں مصطفےٰؐ ہی حقیقت میں شہریار ترے
تجھی نے سرورِ کونین کے قدم چومے — جمالِ نزہتِ فردوس مرغزار ترے
عطا ہوئے ہیں عناصر کو زندگی کے اصول

سلام تجھ پر ہزاروں اے خواب گاہ رسولؐ ۲۸۱؎

دربالا اشعار سے ظاہر ہے کہ شاعر نے پہلا اور ساتواں مصرع آپس میں ہم قافیہ کیا ہے اور دوسرے، چوتھے، چھٹے مصرعوں کو الگ ہم قافیہ رکھا ہے۔ اس سے شاعر کی فنی مہارت ظاہر ہوتی ہے۔ اس التزام نے نظم میں خاص قسم کی غنائیت پیدا کردی ہے۔

گوہر ملسیانی: گوہر ملسیانی کے نعتیہ مجموعے "مظہرِ نور" میں ایک نعت مثمن ہیئت میں ہے۔

السلام اے انبساطِ انس و جاں السلام اے ذوق و شوقِ عاشقاں
السلام اے رازِ دارِ کن فکاں السلام اے مہر و ماہِ ضو فشاں
السلام اے ربِ کعبہ کے نشاں السلام اے خاتم پیغمبراں
السلام اے آیۂ نورِ مبیں
السلام اے رحمۃ للعالمیں ۲۸۲؎

پوری نعت میں شاعر کا یہی ذوق وشوق آخری مصرعے تک موجود ہے۔

سید علی اکبر: انہوں نے ایک نعت مثمن ہیئت میں لکھی مثمن میں ہیئتی تجربہ ہے۔ اس میں ایک ہیئتی تجربہ کیا گیا ہے۔ عموماً مثمن کے ہر بند کے آٹھوں مصرعے ہم وزن اور طوالت میں برابر ہوتے ہیں لیکن محولہ بالا نظم میں اس کا ساتواں مصرع اس عموم سے ہٹ کر ہے۔ پہلے اس کا ایک بند بطور نمونہ درج کیا جاتا ہے۔

آؤ دیکھو خدائے برتر نے مجھ پہ کتنا کرم کیا ہے آج
یوں ہے جیسے مرے مقدر کا سارا نقشہ بدل گیا ہے آج
دل کو اس پر یقیں نہیں آتا ذہن حیران ہو رہا ہے آج
مجھ سے اک بے نوا بھکاری کو اک جہاندار نے بلایا ہے
مجھ کو سرکارؐ نے بلایا ہے

یہاں ساتواں مصرع باقی مصرعوں سے دوگنا لمبا ہے۔ اس نظم کے عام مصرعوں کا وزن فعلاتن مفاعلن فعلن ہے جبکہ ساتویں مصرع کا وزن ہے: فاعلاتن مفاعلن فعلن، فاعلاتن مفاعلن فعلن ہے۔ آٹھواں مصرع پھر باقی مصرعوں کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ اسے مثمن ہیئت میں خوشگوار تجربہ قرار دیا جائے گا کیونکہ اس سے نظم کی غنائیت بڑھ گئی ہے اور گیت کا انداز پیدا ہوگیا ہے۔ اس مثمن کا ایک اور بند ملاحظہ کیجئے:

کیوں نہ بختِ رسا پہ نازاں ہوں کیوں نہ قسمت پہ اپنی اتراؤں
خود کو اب کم نصیب کیوں سمجھوں اپنی بے مائیگی پہ اتراؤں
کیوں نہ ہر ایک سے کہوں جاکر فخر سے کیوں نہ سب کو بتلاؤں
سارے لوگو! سنو مجھے در پر شاہِ ابرارؐ نے بلایا ہے
مجھ کو سرکارؐ نے بلایا ہے ۲۸۴؎

متسع

وہ نظم جس کا ہر بند نو مصرعوں پر مشتمل ہو۔ یہ ہیئت بھی کم استعمال ہوئی ہے۔ نعتیہ ادب میں اس کے چند نمونہ درج کیے جاتے ہیں۔

انجم رومانی: انہوں نے علامہ اقبال کی نظم "اے روحِ محمدؐ!" (مشمولہ ضربِ کلیم) کی تضمین کی ہے۔ اس کی ہیئت متسع ترکیب بند کی ہے۔ آخری بند بطور نمونہ درج ذیل ہے:

قرباں ترے نام کے میں، میرے اب وجد ہوں بارِ امانت کا امیں، نیک ہوں یا بد
کشمیر و فلسطیں ہی پہ موقوف نہیں کچھ ہے روئے زمیں آج مرے واسطے مشہد
از کف ندہم دامنِ امید و لیکن "ضحمیست شبنم را کہ ومیدن نہ شناسد"
چھوٹے گی کرن کوئی تو کب اور کدھر سے "اس راز کو اب فاش کرائے روحِ محمدؐ!
آیاتِ الٰہی کا نگہبان کدھر جائے" ۲۸۵؎

اس نظم میں بند کے آخری مصرعے کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔ بظاہر اس سے متسع کی حقیقی ہیئت کی شرط پوری ہوگئی ہے (کہ آٹھ مصرعے اولیں تضمین اور گرہ لگانے کا ایک خوبصورت انداز قرار دیا جاسکتا ہے۔ متسع ترکیب بند اور تضمین کے حوالے سے یہ ایک یادگار تخلیق ہے۔

قمر (ڈاکٹر قمر الدین احمد قمر): ان کے ہاں ایک نعتیہ نظم "شاہنشہِ دوسرا" متسع ہیئت میں ہے۔ اس کا ایک بند بطور نمونہ درج ہے۔

ہے اوج پر حسن چمن غنچے ہیں پروین و پرن
ہر پھول ہے گل پیرہن کیا یاسمیں کیا نسترن
تصویر ہے فطرت کا فن آراستہ جیسے دلھن
بوئے بہار انجمن مہکا رہی ہے روح و تن
صلِ علیٰ صلِ علیٰ ۲۸۶

عبدالعزیز خالد: ان کے مجموعہ کلام طاب طاب میں نعت کا ایک بند دیکھیے جو متسع ہیئت میں ہے۔

ہے ندائے ارض و سما یہی ہے صدائے اہلِ صفا یہی
ہے بہائے ذوقِ نوا یہی ہے وفائے عہدِ وفا یہی
ہے ادائے قرب و رضا یہی ہے ولائے سیدنا یہی
دل مبتلا کی دوا یہی بخدا ہے حکمِ خدا یہی
صلوا علیہ وآلہٖ ۲۸۷

رشید وارثی: رشید وارثی کے نعتیہ مجموعے "خوشبوئے التفات" میں ایک نعتیہ نظم بعنوان "ذوق وشوق" ہے' یہ علامہ اقبالؒ کی ایک لافانی نعت کا عنوان بھی ہے۔ رشید وارثی نے علامہ اقبال کی اسی نعتیہ نظم کی تضمین لکھی ہے۔ یہ نظم متسع کی ہیئت میں ہے۔ اس کے کل پانچ بند ہیں اور ہر بند نو مصرعوں پر مشتمل ہے۔ اقبال جیسے عظیم شاعر کے کلام پر تضمین لکھنے کے لئے جس فکری وفنی مہارت کی ضرورت ہے' وہ رشید وارثی کے ہاں صاف نمایاں ہے۔ بطور نمونہ اس کا ایک بند درج ذیل ہے۔ تضمین کا یہ وہی انداز ہے جو انجم رومانی کے ہاں بھی ملتا ہے۔

خطۂ خاک تو ترے نقشِ قدم سجا گئے بنجر زمیں پہ ہر طرف غنچہ و گل کھلا گئے
امی نژاد دہر کو علم و ہنر سکھا گئے خونخوار بادیہ نشیں نام وفا بڑھا گئے
عشق خدا کے زمزمے روح میں کیا سما گئے فاقہ کشوں کے حوصلے منزل نئی دکھا گئے
اوج بشر کے تذکرے حدِ یقیں میں آگئے "تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل' غیاب و جستجو' عشق' حضور و اضطراب" ۲۸۸

تضمین نگاری: تضمین نگاری ایک شعری فن ہے۔ شعرائے کرام نے مخمس' مسدس وغیرہ شکلوں میں تضمینیں لکھیں ہیں۔ کچھ مثالیں اوپر درج کردی گئی ہیں۔ تضمین نگاری کے حوالے سے مزید مثالوں کیلئے درج ذیل مصادر کا تذکرہ ضروری ہے۔

- i- ماہ نامہ نعت (مدیر راجا رشید محمود) لاہور (تضمینیں نمبر) ۲۸۸۔ الف
  اس شمارے میں مختلف شعراء کی ستر تضمینیں درج کی گئی ہیں۔
- ii- ماہ نامہ نعت لاہور کا "تضامینِ نعت نمبر" ۲۸۸۔ ب
- iii- راجا رشید محمود ہی کے کچھ نعتیہ مجموعے جو تضامین کی شکل میں ہیں جیسے "تضامینِ نعت" (علامہ اقبال کے ۱۵۳ اشعار پر تضمینیں) اسی طرح میرؔ' آتشؔ' ناسخؔ اور امیر مینائی کی غزلوں کی زمینوں میں راجا رشید محمود کی تضمینیں بھی جو ماہ نامہ نعت کے مختلف شماروں میں شائع ہوئی ہیں' قابل ذکر ہیں۔

وجیہہ السیما عرفانیؒ: وجیہہ السیما عرفانیؒ کے نعتیہ مجموعہ "میرے حضورؐ" میں ایک متسع ہیئت کی نعت ملتی ہے۔ اس کے مصرعے رواں دواں' بے حد سہل اور غنائیت سے بھرپور ہیں۔ بطور نمونہ ایک بند درج کیا جاتا ہے۔

رحمتِ دو جہاں سیدِ مرسلاں
سرورِ انس و جاں روحِ کون و مکاں
ہر طرف' ہر زماں جان و جانانِ جاں

راحتِ قلب و جاں ان پہ پیہم درود
ان کو ہر دم سلام ۲۸۹؎

ابرار کرت پوری: ''مرے آقا مرے والی'' کی زیرِ عنوان ایک نعتیہ متسع نظم لکھی ہے۔اس کا ہر بند نو مصرعوں پر مشتمل ہے۔نواں مصرع ترجیع کا کام دیتا ہے۔نظم کے ہر بند میں قافیوں کی مخصوص ترتیب برقرار رکھی ہے۔یعنی

پہلا اور تیسرا مصرع ہم قافیہ ہیں۔

دوسرا اور چوتھا مصرع ہم قافیہ ہیں۔

پانچواں،چھٹا اور ساتواں مصرع ہم قافیہ ہیں۔

آٹھواں اور نواں مصرع بھی ہم قافیہ ہیں۔ایک بند دیکھیے۔

واللیل ہیں زلفیں رخ نورِ دو عالم
شفقت ہیں نگاہیں آنکھیں ہیں مکرم
ظلمت ہوں ضیا دے دوری کو مٹا دے
تو میرا وسیلہ میں تیرا سوالی
مرے آقا مرے والیؐ!

اس نعتیہ نظم میں ابرار نے ایک ہیئتی تجربہ کیا ہے،یعنی پہلا بند بجائے نو مصرعوں کے محض پانچ مصرعوں پر مشتمل ہے۔یہ بند یقینی طور پر مخمس ترجیع بند کا ایک بند لگتا ہے۔

اے محسنِ امت اے سایۂ رحمت
اے صاحبِ عظمت اے ذاتِ مثالی
مرے آقا مرے والیؐ! ۲۹۰؎

چنانچہ اس نعتیہ نظم کو مخمس اور متسع کا مرکب قرار دیا جائے گا۔

ان کے ایک دوسرے متسع کا بھی یہی رنگ ہے،جس کا عنوان ہے''خاتم المرسلینؐ''ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ دوسرے متسع کا پہلا بند مربع ہے نیز دیگر بندوں میں قافیوں کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے چار مصرعے ہم قافیہ ہیں(بعض بندوں میں پہلا،دوسرا اور چوتھا مصرع ہم قافیہ ہیں)۔جبکہ پانچواں،چھٹا اور ساتواں مصرع ہم قافیہ ہیں۔آٹھواں اور نواں مصرع بھی ہم قافیہ ہیں۔اسے مربع اور متسع کا مرکب ترجیع بند کہا جا سکتا ہے۔

معشر

وہ نظم جس کے ہر بند میں دس مصرعے ہوں،معشر کہلاتی ہے۔اردو میں یہ ہیئت بھی نسبتہً کم استعمال ہوئی ہے۔نعتیہ ادب سے اس کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

بیاں(سید محمد مرتضیٰ حسن،بیان ویزدانی):

ان کے ہاں نعت کا عنوان ہے''معراج الکلام فی نعتِ سیدالانام''

یہ معشر ہیئت میں ہے۔اس کا ایک بند بطور نمونہ درج کیا جاتا ہے۔

فردوس ہو بود و نبودِ باغِ ارم صحنِ وجود ہوں غنچہ ساں عقدے کشود روشن ہوں گردوں کے سعود
اڑ جائے ظلمت شکل دود رکھتی ہو زہرہ صرف عود نعتِ شہِ دیں کا سرود بطحیٰ سے تا عرشِ ودود
ہو نورِ احمد کا صعود اور سوئے فرشِ خاکتود نورِ الٰہی کا ورود ہو سرزمیں محوِ قصود
پڑھتے ہوں کروبی درود ہوں آسماں سر در سجود تا گنبدِ سقفِ کبود قائم ہوں نورانی عمود
ہو جلوۂ مخفی نمود ہو غیب میں چشمِ شہود
شمس و قمر ہوں جائے عود انجم سپندِ انجمن ۲۹۰؎(

یہ نعت(۳۵)بندوں پر مشتمل طویل نظم ہے۔شروع سے آخر تک یہی چابکدستی اور والہانہ پن ملتا ہے۔

شائق دہلوی:

لکھا ہے یوں کتب میں جو ہیں معتبر کتاب — آوازِ صور پہنچے گی قبروں میں جب شتاب
اٹھ اٹھ کے جمع ہوویں گے قبروں سے شیخ و شاب — ہوں گے سبب گناہوں کے غیرت سے آب آب
ہوگا ہر ایک تابشِ خور سے جگر کباب — سب اُمتوں کا ہوگا جداگانہ تب حساب
جب انبیاء تمام کھڑے ہوں گے لاجواب — اس دم ندا یہ آئے گی از جنابِ وہاب

جس کی زباں پہ پیارے محمدؐ کا نام ہے
واللہ اس پہ آتشِ دوزخ حرام ہے ۲۹۱

وحیدہ نسیم:

ان کا ایک معشر ''دیارِ رحمت'' کے عنوان سے ملتا ہے۔ دلی جذبات کو حسنِ عقیدت کے ساتھ پیش کرتی ہیں۔ ایک بند درج ذیل ہے۔

سکوں سے معمور ہیں فضائیں — قرارِ جاں ہیں یہاں ہوائیں
جھکے ہوئے ہیں سر ندامت — معاف ہوتی ہیں سب خطائیں
درود کی ہر طرف صدائیں — سلام کی ہر طرف ندائیں
قبول ہونے کو بڑھ رہی ہیں — دلوں سے نکلی ہوئی دعائیں

دیارِ رحمت مرا مدینہ
ریاضِ جنت مرا مدینہ ۲۹۲

چونکہ مصرع نمبر ۹ اور ۱۰ ہر بند کے آخر میں آتے ہیں اس لیے اس نعتیہ نظم کو معشر ترجیع بند کا نام دیا جائے گا۔

راز کاشمیری:

ان کی ایک نعتیہ نظم سرورِ دو جہاں معشر کی ہیئت میں ہے۔ اس کے تین بند بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

آپؐ حق کے امیں احسنِ ہر حسیں
محسنِ محسنیں یاورِ یاوراں
سیدِ مرسلیںؐ رحمتِؐ عالمیں
جانِ صدق و یقیں بے گماں بے گماں
سرورِ دو جہاں
سرورِ دو جہاں

ماہِ تابِؐ حرا آفتابِؐ صفا
نورِ باب حرم آب و تاب جہاں
زندگی کی سحر تابشِ بحر و بر
عظمتوں کا جہاں عجز کا آسماں
سرورِ دو جہاں
سرورِ دو جہاں

آپؐ کی رحمتیں آپؐ کی برکتیں
بیکراں جاوداں جاوداں
آپؐ کی خلوتیں آپ کی جلوتیں
کہکشاں کہکشاں گلستاں گلستاں
سرورِ دو جہاں

سرورِ دو جہاں ۲۹۳ء

بیکل اتساہی: ان کی ایک نظم ''یا جانِ رحمت'' ہے، جو معشر کی ہیئت میں لکھی گئی ہے۔اس کے آخری دو بند بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

نوری ترا ہر پیرہن نوری روش نوری چمن
ہر گل میں نورِ رنگ و بو ہر شمع نوری انجمن
مہتاب میرا تیری ضو سورج مرا تیری کرن
وجہِ حیاتِ دو جہاں ہے روح تو کونین تن
پونم مرا ذرہ ترا
یا جانِ رحمت مصطفےٰؐ

اللہ کا محبوب تُو کونین کا مطلوب تو
مقصود تو موجود تُو احمد بھی تو محمود تو
ہے شافعِ محشر بھی تُو اور ساقیِ کوثر بھی تو
بہتر سے ہے بہتر بھی تُو ہر سانس کا افسر بھی تو
میری جبیں تلوا ترا
یا جانِ رحمت مصطفےٰؐ ۲۹۴ء

راغب مرادآبادی: راغب مرادآبادی کے مجموعۂ کلام ''بحضورِ خاتم الانبیاءؐ'' میں مسمط کی شکل معشر میں نعتیہ کلام ہے۔بطور نمونہ ایک بند درج کیا جاتا ہے۔

مرسلِ کامگار ملہمِ حق شعار
مرکزِ اعتبار محورِ اختیار
مایۂ افتخار مصدرِ انکسار
محسنِ غم گسار مہرِ نصف النہار
ماہِ برجِ وقار
تم پہ لاکھوں سلام ۲۹۵ء

رضا (محمد اکرم رضا پروفیسر): ان کی ایک نظم معشر ہیئت میں ہے۔اس کے تین بند درج ذیل ہیں۔

میرا پیام لے کے چل حسنِ کلام لے کے چل
سن اے ہوائے شوق سن میرا سلام لے کے چل
جن سے ہے حسنِ زندگی ان کا ہی نام لے کے چل
ان ہی کے ذکر پاک سے لطفِ دوام لے کے چل
اسمِ حضورؐ پاک ہے بزمِ یقین کی صدا
صلِ علیٰ نبینا' صلِ علیٰ محمد

شاہِ عربؐ کو جا سنا میرے جنوں کا ماجرا
کہنا کمالِ شوق سے چشمِ کرم ہو اب ذرا
یادِ شہِ حجازؐ ہے چارۂ درد لا دوا
دونوں جہاں میں چاہیے ان کے کرم کا آسرا
دیدۂ اشکبار کو نورِ حیات ہو عطا
صلِ علیٰ نبینا' صلِ علیٰ محمد

ان کا کرم زمن زمن خلقِ نبیؐ چمن چمن
روحِ بہارِ زندگی حسنِ نبیؐ کرن کرن
وجہِ وجودِ این و آں نورِ یقیں دمن دمن

زینتِ بزمِ عالمیں راحتِ جاں سمن سمن
سطوتِ زندگی ہیں وہ شوکتِ بزمِ انبیاء
صلِ علیٰ نبینا' صلِ علیٰ محمد ۲۹۶؎

معشر میں ہیئتی تجربہ

سید علی اکبر: معشر کی ہیئت میں تبدیلی اور تجربے کی ایک مثال سید علی اکبر سلیم کے ہاں ملتی ہے۔ پہلے ان کے معشر کا ایک بند ملاحظہ کیجئے۔

جس کی فطرت ازل ہی سے معصوم تھی | جس کے اخلاق کی چار سو دھوم تھی
بھول جاتا تھا غیروں کے آزار کو | بخش دیتا تھا ہر اک خطاکار کو
کھا کے پتھر بھی خاموش رہتا تھا وہ | جاں پہ کیا کیا مصائب نہ سہتا تھا وہ
جس کی بخشش کے ہیں تذکرے آج بھی | جس کی رحمت زمانے میں مشہور ہے
ذہن بے بس ہے' ادراک معذور ہے
عقل مجبور ہے ۲۹۷؎

دس مصرعوں پر مشتمل اس بند کے پہلے تین شعر آپس میں ہم قافیہ ہیں۔ چوتھا شعر نویں اور دسویں مصرعے کے ساتھ ہم قافیہ ہے۔ نواں مصرع' دسویں مصرع سے دوگنا ہے۔ گویا دسواں مصرع باقی کے تمام مصرعوں سے نصف ہے۔ یہ معشر ہیئت میں تبدیلی ہے جسے اہم ہیئتی تجربہ قرار دیا جائے گا۔ اس سے نظم میں ترنم کی کیفیت بہت بڑھ گئی ہے۔ دسواں مصرع گویا ماقبل کے بیان پر حتمی مہر ہے۔ یہاں ایک اور حقیقت پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ شاعر نے نظم کے آخری بند اسی انداز سے لکھے ہیں لیکن پہلا بند کچھ مختلف ہے۔ ملاحظہ کیجئے:

دوستو کیوں الجھتے ہو اس بات پر | بحث کرتے ہو اک بے کراں ذات پر
وہ بظاہر جو عاجز سا انسان تھا | جس کا خالق بھی اس کا ثنا خوان تھا
نور تھا یا بشر فیصلہ تم کرو گے' خدا سے ڈرو | یہ معمہ سمجھنا کچھ آساں نہیں
ذہن بے بس ہے' ادراک معذور ہے
عقل مجبور ہے ۲۹۸؎

یہ بند اول تو صرف آٹھ مصرعوں پر مشتمل ہے۔ پہلے دو شعر مثنوی کی ہیئت سے لگتے ہیں۔ بہر حال مساوی الوزن ہیں لیکن پانچواں مصرع اوپر والے چار اشعار سے ڈیڑھ گنا ہے۔ اوپر والے مصرعوں کا وزن فاعلن (چار بار) ہے جبکہ پانچویں مصرع کا وزن فاعلن (چھ بار) ہے۔ آٹھواں مصرع عموم سے آدھا ہے۔ یعنی فاعلن (صرف دو بار) اس سے نظمِ آزاد کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے لیکن یہ نظم آزاد نہیں۔ شاعر نے دیگر بندوں کو مخصوص جکڑ بندیوں کے زیرِ اثر لکھا ہے اسے بھی معشر میں ہیئتی غنائی تجربہ کہہ سکتے ہیں۔

ترکیب بند:

ایسی نظم جو کئی بندوں پر مشتمل ہو۔ ہر بند کا آخری شعر (یا مصرع) بند کے دیگر مصرعوں سے مختلف قافیہ رکھتا ہو' جبکہ اوپر والے مصرعے ایک ہی بحر مگر کسی اور قافیے میں ہم قافیہ ہوں تو اسے ترکیب بند کہتے ہیں۔ ہر بند میں غزل کی طرح قافیے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ہر بند کا آخری شعر ہوتا تو اسی بحر میں ہے لیکن اس کے دونوں مصرعوں کا قافیہ اوپر کے مصرعوں سے الگ ہوتا ہے جبکہ یہ دونوں مصرعے آپس میں ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ یوں ایک بند کی تشکیل ہوتی ہے۔ اسی اصول سے دیگر بند بنائے جاتے ہیں۔ بندوں کی تعداد مقرر نہیں ہے۔

علمائے بلاغت نے ترکیب بند کے ہر بند کے اشعار کی تعداد کم سے کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ گیارہ بتائی ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ تمام بندوں کی تعداد یکساں ہوتی ہے۔

اس میں قوافی کی ترتیب یوں ہوگی۔

پہلا بند: ا ا .... ب ا .... ج ا .... د ا .... ہ ا .... و ا .... ز ز

دوسرا بند: ح ط .... ی ط .... ک ط .... ل ط .... م ط .... ن ط .... س س

واضح رہے کہ ترکیب بند کے ہر بند کے اشعار کی تعداد کی تحدید و تعیین کی شعراء نے بہت زیادہ پابندی نہیں کی۔ یوں ہی ہر بند کے اشعار کی یکساں

تعداد کی شرط کو بھی درخورِ اعتناء نہیں سمجھا گیا۔ بطور نمونہ مفتی غلام سرور لاہوری کا ایک ترکیب بند درج ذیل ہے۔

مفتی غلام سرور لاہوری: ان کے کلیات میں تین طویل ترکیب بند ہیں جو فکر و فن ہر دو لحاظ سے قابلِ ذکر ہیں۔ تیسرے ترکیب بند کے کل گیارہ بند ہیں' ہر بند کا عروضی وزن ایک ہی ہے۔ ہر بند دس دس اشعار پر مشتمل ہے۔ پہلے بند کا اقتباس درج ذیل ہے:

محمدؐ تاجدارِ تاجِ دولت — محمدؐ والیِ تختِ ولایت
محمدؐ اخترِ برجِ شرافت — محمدؐ گوہرِ درجِ نجابت
محمدؐ آفتابِ اوجِ عزت — محمدؐ ماہتابِ چرخِ عظمت
محمدؐ بادشاہ بادشاہاں
محمدؐ رہبرِ گم کردہ راہاں ۲۹۸۔الف

ترکیب بند کی کچھ شکلیں بالکل وہی ہیں جو مسمط میں نظر آتی ہیں۔ مثلاً ایک ترکیب بند ایسا ہے کہ اس کے ہر بند کے آٹھ مصرعے ہیں۔ پہلے چھ مصرعے ایسے ہیں کہ دوسرا دوسرا مصرع ہم قافیہ ہے اور آخری دو مصرعے کسی اور قافیے کے حامل لیکن آپس میں ہم قافیہ ہیں۔ تو یہ شکل بنے گی۔

پہلا بند:		دوسرا بند:	
.... ا	.... ا	.... ب	.... ب
.... ب	.... ا	.... ج	.... ب
.... ج	.... ا	.... د	.... ب
.... د	.... ا	.... ہ	.... ب
.... ہ	.... ہ	.... ز	.... ز

لیکن غور کیا جائے تو یہی شکل مسمط کی شاخ مثمن کی بھی بنتی ہے۔ اسی طرح معشر کا بند بھی ترکیب بند کی شکل و صورت اپنائے ہوئے ہوتا ہے۔ قطعے کی ہیئت میں بھی ترکیب بند کی صورت ممکن ہے۔

علامہ اقبالؒ: یوں تو علامہ اقبال کا تمام کلام ہی ایک اعتبار سے نعت ہے لیکن ان کے نعتیہ کلام میں بھی سب سے زیادہ آب و تاب ''ذوق و شوق'' کو حاصل ہے۔ انفرادی طور پر یہ اُردو کی تمام نعتوں، میں بہترین نعت قرار دی جاتی ہے۔ ذوق و شوق صرف اس نعت کا عنوان ہی نہیں مصرع مصرع سے ظاہر ہونے والا وفورِ عشق بھی ہے۔ اس نعت میں اقبال عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بلند ترین چوٹیوں پر فائز نظر آتے ہیں۔ اس نعت کا ایک ایک شعر بلکہ ایک ایک مصرع بلکہ ایک ایک ترکیب معنوی سمندر کی گہرائی و گیرائی سے مملو ہے۔ ترکیب بند کی ہئیت میں کوئی نظم یا نعت اقبال کے اس عظیم فن پارہ ''ذوق و شوق'' سے بڑھ کر نہیں۔ اقبال کا ایک ترکیب بند درج ذیل ہے۔ (یہ بند ان کی نظم ذوق و شوق سے لیا گیا ہے۔)

لوح بھی تو' قلم بھی تو' تیرا وجود الکتاب — گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب!
عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ — ذرۂ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب!
شوکتِ سنجر و سلیم' تیرے جلال کی نمود! — فقرِ جنید و بایزیدؒ تیرا جمال بے نقاب!
شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام — میرا قیام بھی حجاب! میرا سجود بھی حجاب!
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے — عقل' غیاب و جستجو! عشق حضور و اضطراب!
تیرہ و تار ہے جہاں گردشِ آفتاب سے! — طبعِ زمانہ تازہ کر جلوۂ بے حجاب سے! ۲۹۹

ذوق و شوق علامہ اقبال کی ہی نہیں دنیاے اردو کی بھی بہترین نعت ہے۔ علامہ اقبال کا اندازِ نعت گوئی جدید بھی ہے اور منفرد بھی۔ عشقِ رسولؐ ان کے لفظ لفظ سے ہویدا ہے۔ یہ نظم ترکیب بند ہیئت میں ہے۔

سیماب اکبر آبادی (سازِ حجاز):

سیماب کے نعتیہ مجموعے سازِ حجاز میں ایک ترکیب بند نظم بھی شامل ہے۔ جو دو بندوں پر مشتمل ہے۔ اس کے دوسرے بند سے چند اشعار بطور مثال درج ذیل ہیں۔

عقدہ سلجھایا عرب کے ہاشمی فرزندؐ نے — درس اور پیغامِ وحدت سے برنگِ التفات
آگہی عرفانِ خالق سے ہوئی مخلوق کو — مل گیا ہر دل کو سامانِ سکونِ حیات
ما سوا کا رنگ دیگر اس نے باطل کردیا — عالمِ نا ممکنات و جلوہ جلوۂ زارِ ممکنات

چاند سورج پیڑ و پتھر سب کو آزادی مل گئی
تھی فقط طاعت خدا کی از قبیلِ واجبات
ذرے ذرے قطرے قطرے کو کیا تسکیں بدوش
سب کے آگے رکھ دیا آئینۂ ذات و صفات
باعثِ رحمت ہوا ہر ایک عالم کے لیے
ہوگئیں حل اس کے دم سے جس قدر تھیں مشکلات
ہے درودِ پاک اس کا حجتہ للعالمینؐ
اس لئے کہتے ہیں اس کو رحمتہ للعالمینؐ ۳۰۰

خضر برنی: ان کے نعتیہ مجموعے ''شاہنامۂ رسالت'' میں نعت بعنوان ''سر چشمۂ روایت ترکیب بند ہیئت میں ہے۔ یہ سات بندوں پر مشتمل ہے۔ ہر بند کے مصرعوں کی تعداد مختلف ہے۔ پہلا بند دو مصرعوں' دوسرا پانچ مصرعوں' تیسرا تا پانچواں بند چھ چھ مصرعوں اور ساتواں بند سات مصرعوں پر مشتمل ہے۔ یہ ترکیب بند اس اعتبار سے قابلِ ذکر ہے کہ اس کے بعض بندوں کی بنیاد اشعار کے بجائے مصرعوں پر رکھی گئی ہے۔

رشید وارثی:

رشید وارثی کا ایک ترکیب بند بعنوان ''در فضیلت مدینتہ النبیؐ' واہلِ مدینہ'' ہے۔ اس نظم کے دو بند ہیں۔ دونوں بندوں کے اشعار کی تعداد غیر مساوی ہے۔ ترکیب بند ہیئت پر مشتمل اس نظم کو مختصر ہونے کے باوجود اس ہیئت کا خوبصورت نمونہ دیا جاسکتا ہے لہٰذا اس نعت کو یہاں درج کیا جاتا ہے۔

شہر سلطانِ مدینہ کا سوالی ہو کر
ہم نے خیرات بہت حسن عمل کی پائی
ہم نے اس دیس کی مٹی سے سجائیں آنکھیں
دل کو اس باغ کی خوشبو سے ملی بینائی
ہم بھی اس چشمۂ حیواں سے ہوئے ہیں سیراب
جس نے نوشیدۂ رحمت سے حلاوت پائی
ہم نے بھی جنت ماویٰ کے نظارے دیکھے
جلوۂ گنبدِ خضریٰ سے نظر پتھرائی
جلوۂ فقر و توکل کے امیں ہم بھی ہیں
ہم نے کاشانہ زہراؑ کی زیارت پائی

نازشِ عرش معلیٰ ہے مدینے کا جمال
غیرتِ صبح تجلا ہے مدینے کا جمال

ہم کو معلوم ہے اس مسکن رحمت کا شرف
ہم نے اس شہر کے لوگوں میں کرامت دیکھی
ہاں یہی دیس ہے سرکارؐ دو عالم کا حرم
ہم نے اس شہر کی آغوش میں جنت دیکھی
یہ ہے محبوبؐ خداوند کا دارِ ہجرت
اسوۂ شاہؐ میں ہجرت کی فضیلت دیکھی
ہم نے انصارؓ کا یاں فیض مروت پایا
اور انصار و مہاجر میں اخوت دیکھی
پیٹ پہ بھوک سے ان لوگوں نے پتھر باندھا
دل میں سرکار مدینہ کی محبت دیکھی
ان کے افکار سے قرآن کی عظمت ہے عیاں
ان کے ذہنوں پہ شریعت کی حکومت دیکھی
ان کے اطوار میں سرکارؐ کی سیرت کا جمال
ان کے اندازِ تکلم میں حلاوت دیکھی

طیبۂ طیبہ و طابہ و مدینہ یہ ہے
لطف سرکارِ دو عالم کا خزینہ یہ ہے ۳۰۱

ترکیب بند میں ہیئتی تجربے

ماہر القادری: انہوں نے ''صبحِ سعادت'' کے عنوان سے ایک ترکیب بند لکھا ہے۔ ہر بند سات مصرعوں پر مشتمل ہے لیکن پہلا مصرع مختصر اور باقی چھ طویل لیکن آپس میں ہم وزن ہیں۔

اور سحر ہوگئی
صبحِ کاذب کے دھند لکے میں اجالے کی نمود
بارک اللہ فرشتوں کی زبانوں پہ درود
صحنِ کعبہ میں وہ شکرانہ نعمت کے سجود
کرمِ خاص کے انوار' وہ رحمت کا ورود
ورق دہر پہ ''والنور'' کی تحریریں تھیں
ہر طرف سورۂ ''والفجر'' کی تنویریں تھیں ۳۰۲

مظفر وارثی: ان کا ایک ترکیب بند صاحب التاج میں ہے۔ اس کا ایک بند درج ذیل ہے۔

آبروئے زمیں شرحِ ایمان و دیں
اشرف العالمین عین علم و یقین
صدق و صادق امین عرش و سدرہ نشیں
اکمل العالمین اکرم الاکرمین
اطہر الطاہرین دور رس دور بین
سید العارفین قائدِ مرسلین
وارثِ مومنین افضل و بہترین
انتہائی حسین مرحبا آفرین ۳۰۳

مظفر وارثی نے ہر بند کے آخر میں کسی اور قافیے میں دو مصرے لانے کی پابندی نہیں کی لہٰذا اس میں ہیئتی تجربے کا رنگ موجود ہے۔

گوہر ملسیانی: ان کا ایک ترکیب بند بعنوان "جذباتِ شوق" ان کے نعتیہ مجموعے "جذباتِ شوق" میں شامل ہے۔ اس نعت کے کل پانچ بند ہیں۔ ریگزارِ کاظمہ میں شاعر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کریمہ میں ملت اسلامیہ کا استغاثہ بڑے عجز و ادب اور زاری والحاح سے عرض کرتا ہے۔ شاعر کا ملی درد قابلِ ذکر ہے۔ اس نظم کا ایک بند جس میں مدینہ منورہ کی تحسین کی گئی ہے، دو شعر درج ذیل ہیں:

رقص کرتے ہیں یہاں انوارِ شہرِ پُر اماں — اسوۂ خورشید کے پھیلے ہیں تابندہ نشاں
لالہ و گل سے مزین ہے محبت کا چمن — رات کے آغوش میں ہے جگمگاتی کہکشاں ۳۰۴

عبدالکریم ثمر: کی ایک نعتیہ نظم، کسی عنوان کے بغیر ان کی کتاب "شاخِ سدرہ" کے بالکل آخر میں شائع ہوئی ہے۔ چونکہ اسے مختلف بندوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے لہٰذا یہ ترکیب بند ہے۔ ثمر نے اس ترکیب بند میں جدت یہ کی ہے کہ آٹھ آٹھ مصرعوں پر مشتمل ہر بند میں مصرعوں کے قوافی کے ایک مخصوص و منفرد نظام کو استعمال کیا ہے۔ پہلے بطور نمونہ اس کے دو بند ملاحظہ کیجئے:

سلام تجھ پہ ہزاروں اے سر زمینِ حجاز
عروسِ رحمتِ خالق، بہارِ عارضِ نو
نظر ٹھہر نہ سکی جن کی تاب ناکی پر
ملا ہے مرکزِ توحید کا تجھے اعزاز
سلام تجھ پہ ہزاروں اے خوابگاہِ رسولؐ
ترے حدود ہی اسلام کا ہیں گہوارہ
تجھی نے سرورِ کونین کے قدم چومے
عطا ہوئے ہیں عناصر کو زندگی کے اصول

نشانِ دینِ محمد ہیں برگ و بار ترے
ریاضِ سبزہ و گل بھی ہیں عطر بار ترے
وہ کاخ و کو ہیں ثریا سے ہم کنار ترے
سلام تجھ پہ ہزاروں اے سرزمینِ حجاز
وجودِ رحمتِ عالم ہے ہم کنار ترے
ہیں مصطفےٰ ہی حقیقت میں شہریار ترے
جمالِ نزہتِ فردوس مرغزار ترے
سلام تجھ پہ ہزاروں اے خوابگاہِ رسولؐ ۳۰۵

ان اشعار پر غور کرنے سے درج ذیل حقائق سامنے آتے ہیں۔

۱۔ یہ نظم ترکیب بند ہے۔
۲۔ اس نظم کے ہر بند کے مصرعوں کی تعداد برابر ہے۔
۳۔ پہلا مصرع ساتویں اور آٹھویں مصرعوں کے ساتھ ہم قافیہ (ہم ردیف) ہے۔
۴۔ دوسرا، چوتھا اور چھٹا مصرع آپس میں ہم قافیہ ہیں۔
۵۔ پہلا مصرع چونکہ آٹھویں مصرع میں ترجیع کی شکل اختیار کر رہا ہے لہٰذا اس بند کی حد تک یہ ترجیعی یا ٹیپ کا مصرع ہے۔

قوافی کی یہ مخصوص ترتیب ایک نئے ہیئتی نظام کو وضع کر رہی ہے لہٰذا اسے ترکیب بند میں ہیئتی تجربہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس سے اردو نعتیہ نظم کو ایک اور خوبصورت ہیئت مل گئی ہے۔

ترجیع بند

ترجیع کا لفظی معنی ہے لوٹانا۔ یہ ترکیب بند سے ملتی جلتی ہیئت ہے۔ فرق یہ ہے کہ ترکیب بند کے ہر بند کا آخری شعر اس بند کے دیگر ہم قافیہ شعروں سے مختلف قافیے پر مشتمل ہوتا ہے اور ہر بند میں بدل بدل کر آتا ہے لیکن ترجیع بند میں ایک بند کا آخری شعر ہی بغیر کسی تبدیلی کے دیگر بندوں کے

آخر میں بھی من وعن آتا ہے۔ چونکہ یہ شعر ہر بند کے آخر میں بار بار رجوع کرتا ہے لہٰذا اسے ترجیع بند کہتے ہیں۔ ہر بند کے آخری شعر کو ٹیپ کا شعر کہا جاتا ہے۔ ٹیپ کے شعر کی جگہ ہر بند میں ٹیپ کا مصرع بھی آسکتا ہے۔ اس صورت میں ہر بند کے آخر میں دو نہیں بلکہ آخری مصرع ہی بار بار آتا ہے۔ اس کی شکل یہ ہوگی۔

پہلا بند: .... ا .... ا   دوسرا بند: .... ب .... ب

.... ب .... ا   .... ج .... ب

.... ج .... ا   .... د .... ب

.... د .... ا   .... ہ .... ب

.... ہ .... ہ   .... ہ .... ہ (بغیر تبدیلی)

بطور نمونہ مفتی غلام سرور لاہوری ہی کے ایک ترجیع بند کا ایک بند درج ذیل ہے۔

مفتی غلام سرور لاہوری: ان کے کلیات میں تین طویل ترجیع بند ہیں۔ ان کے کلام سے ان کا علمی پایا، فنی دسترس اور قادر الکلامی ظاہر ہے۔ عشقِ نبی تو مصرع مصرع سے نمایاں ہے۔ مثال کے طور پر پہلے ترجیع بند کے تین اشعار اور ٹیپ کا شعر ملاحظہ کیجیے:

ہے محیطِ ملک و دولت بادشائی آپؐ کی   آپؐ کی فرماں دہی کشور کشائی آپؐ کی
خلق میں مشہور ہے مشکل کشائی آپؐ کی   آپؐ کی امداد اور حاجت روائی آپؐ کی
لکھ سکے ہے کون یا حضرت بڑائی آپؐ کی   ہے خدا مدّاح اور ساری خدائی آپؐ کی

خود قدم رنجہ اِدھر اس وقت فرماؤ ضرور
یا بدر بار مدینہ مجھ کو بلواؤ ضرور ۳۰۵۔الف

ترکیب بند کی طرح ترجیع بند کی بعض صورتیں بھی ترکیب بند والے طریقے کے تحت مسمط کی بعض صورتیں ہو سکتی ہیں۔ انگریزی شاعری کو ہیئت (Form) اسٹینزا کی بعض صورتوں کی جھلکیاں مسمط میں نظر آسکتی ہیں۔ اس سلسلے میں کواٹرین مربع کی ہیئت سے ہم آہنگ و ہم شکل لگتی ہے۔ ڈاکٹر عنوان چشتی نے لکھا ہے:

> ''اردو میں مسمط کی مختلف شکلیں ہیں مثلاً مثلث، مربع، مخمس اور مسدس وغیرہ جن کا تعین قوافی کی ترتیب اور مصرعوں کی تعداد کرتی ہے۔ یہ شکلیں اردو شاعری میں مقبول رہی ہیں۔ انگریزی میں ان شکلوں سے ملتی جلتی شکلوں کو ''اسٹینزا فارم'' کہتے ہیں۔ ان کی ترتیب قوافی اور مصرعوں کی تعداد اُن کے نام کا اعلان کرتی ہے.......... اردو میں انگریزی اسٹینزا فارم تراجم کے ذریعہ متعارف اور مقبول ہوئے ہیں.......... اسٹینزا فارم کی متعدد شکلیں مسمط کی شکلوں سے ملتی جلتی ہیں، پھر بھی اردو میں اسٹینزا فارم کی تمام شکلیں نہیں ملتیں، البتہ کواٹرین یعنی مربع کی شکل بہت مقبول ہوئی۔'' ۳۰۵۔ب

مندرجہ بالا ضروری تصریحات کے بعد مسمط کی مختلف شکلوں میں نعتیہ کلام کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

محمد اسماعیل میرٹھی: محمد اسماعیل میرٹھی کے کلام میں نعتیہ ترجیع بند بھی شامل ہیں۔ ایک بند بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

وہ اوجِ پیغمبری کا تارا   ہوا ہے مکہ میں جلوہ آرا
کرے گا جو ماہ کو دو پارہ   ہے جس کا قوسین تک گزارا
وہ امتوں کے لیے سہارا   وہ جس نے اخلاق کو سنوارا
ہے زلزلے میں جہان سارا   محلِ کسریٰ و ملک دارا
نہیں اطاعت سے اس کی چارا   یہود ہو یا کوئی نصاریٰ

صلوٰۃ اس پرُ سلام اس پر
اور اس کے سب آل با صفا پر ۳۰۶

اعجاز رحمانی: اعجاز رحمانی نے نعت گوئی بڑے ہی محتاط انداز میں کی ہے، بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ تمام نعتیں حقیقت نگاری کا مرقع ہیں اور ان میں شاعرانہ ایچ پیچ کا عمل دخل بہت کم ہے تو یہ کوئی غلط بات نہیں ہوگی۔

جہاں لائقِ توقیر ہے اگر کوئی   درِ حضورؐ سے بہتر نہیں ہے در کوئی

کرے تو پیروی شاہِ بحر و بر کوئی | یہ راہ وہ ہے کہ جس میں نہیں خطر کوئی
چھٹے اندھیرے تو افکارِ مصطفےٰ سے چھٹے | کسی افق سے نہ پیدا ہوئی سحر کوئی ۳۰۷؎

ان کی............نعت گوئی کا مقصد نظامِ اسلام کا قیام ہے اور وہ ایک انقلابی ذہن کے شاعر ہیں۔

طفیل ہوشیار پوری: کی ایک نعت سیارہ' لاہور میں شائع ہوئی ہے۔ ترکیب بند ہے۔ پہلا بند سولہ مصرعوں پر اور دوسرا چودہ مصرعوں پر مشتمل ہے۔ ''اے مدینے کی بہار والوداع'' یہ نظم مدینہ سے واپسی پر لکھی گئی۔

لب پر اشکوں کے مسلسل ہے درود | ہیں جبینِ دل میں کچھ مضطر بجور
یوں ہوا قلب و نظر میں انقلاب | ہو رہا ہے ختم احساسِ وجود ۳۰۸؎

حافظ لدھیانوی:

آیۂ حکمت مظہرِ قرآں | منزلِ عرفاں دولتِ ایماں
اس کو ملا ہے دینِ محکم | صلی اللہ علیہ وسلم ۳۰۹؎

انجم (قمر الدین احمد انجم): ان کے نعتیہ مجموعے ''حسنت جمیع خصالہٖ'' میں نعتیہ مخمس کے نمونے ہیں۔ ایک نعت کا ایک بند ملاحظہ کیجئے۔ (اس نعت کا تعلق مخمس ترجیع بند سے ہے)

خود حق نشاں ہے صورت تری | تفسیر قرآں ہے سیرت تری
وحی الٰہی تیرا کلام | شمس الضحیٰ پر لاکھوں سلام

بدر الدجیٰ پر لاکھوں سلام ۳۰۹؎-الف

نیاز (راجا محمد عبداللہ نیاز): ان کا ایک نعتیہ مجموعہ ''یہ ہیں کارنامے رسولِ خدا کے'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔ تمام کتاب ترجیع بند کی ہیئت میں لکھی گئی ہے۔ بظاہر (۲۵) نظمیں ہیں۔ ہر نظم کا عنوان جدا ہے جیسے توحید کا اولین عالمگیر تصور' عرب میں' ربطِ ملت کا پہلا درس' پیکرِ حسنات' بوقلموں' غریبوں اور ضعیفوں کے سیہ خانہ میں انقلابِ نور' حضور خواجۂ دو جہاں کی ذرہ نوازیاں وغیرہ۔

ہر نظم میں عالمِ انسانیت پر' حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیوض واحسانات کا ذکر کیا ہے اور ہر نظم کا آخری شعر ٹیپ کا شعر ہے۔

یہ ہیں کارنامے رسولِ خدا کے | یہ ہیں معجزے خاتم الانبیا کے

ہر نظم بظاہر غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ہے لیکن ٹیپ کے مندرجہ بالا دو مصرعوں کی وجہ سے اس کی ہیئت ترجیع بند کی بن گئی ہے۔ ترجیع بند کی ہیئت میں ایک مکمل مجموعہ ادب کی جھولی میں ڈالنا بذاتِ خود ایک یادگار اعزاز ہے لیکن ان اشعار کے مضامین' روانی' اثر آفرینی اور شعری خصوصیات نے اس مجموعے کو ادب میں اہم تصنیف بنا دیا ہے۔ ویسے تو ہر نظم الگ اکائی کی حیثیت بھی رکھتی ہے لیکن اس کی شعری ہیئت نے سب نظموں کو ایک ہی لڑی میں پرو کر یکجان کر دیا ہے۔ جعفر بلوچ نے لکھا ہے:

> ''اس ترجیع بند میں پچیس بند ہیں' ان میں سے کچھ بند ۱۹۴۱ء میں اور کچھ بعد میں کہے گئے۔ کوئی بند پندرہ اشعار سے کم نہیں ہے............نیاز صاحب نے اپنے اس نعتیہ ترجیع بند میں حضور رسالت مآبؐ سے اظہار عقیدت وارادت کے ساتھ ساتھ اسلام کی علمی' عسکری' تہذیبی اور تمدنی فتوحات کو بھی بطریقِ احسن نمایاں کیا ہے اور اسلام کے تعمیری وانقلابی پیغام کو بھی صراحت' لطافت اور خوبصورتی کے ساتھ بیان فرما دیا ہے۔'' ۳۱۰؎

بطور نمونہ راجا نیاز کے ترجیع بند کا ایک بند (یا ایک نظم) درج ذیل ہے۔

وہ نامِ خدا ہے کچھ ایسا حسیں بھی | کہ شیدا ہے خود احسن الخالقیں بھی
قتیل اس کی تیغِ نظر کے ملائک | اسیر اس کی زلفوں کی حورانِ عیں بھی
ستاروں کی تسبیح ہاتھوں میں لے کر | درود اس پہ پڑھتا ہے چرخِ بریں بھی
قمر جس کے پرتو سے روشن' وہ طلعت | سحر جس پہ قربان ہو وہ جبیں بھی
فدا اس پہ کشور کشایانِ گیتی | غلام اس کے دنیا کے مسند نشیں بھی
کیا جس نے اعلانِ ''الفقر فخری'' | نثار اس کے قدموں پہ تاج و نگیں بھی
کوئی تو ادا ہے جہانگیر اس کی | کہ ہسپانیہ بھی تصدق ہے چیں بھی
ہمیں اپنے آقا سے ہے وہ محبت | نہیں ہے عزیز اس سے جانِ حزیں بھی
ہمیں بارہا آزمایا فلک نے | جفائیں بہت اس کی ہم نے سہیں بھی

مسلماں نے وہ خونچکاں کھیل کھیلا — کہ رنگیں ہے تاریخِ روئے زمیں بھی
چمن رکھ دیئے اس نے جب ان کی زد میں — تو خود بجلیوں نے کہی آفریں بھی
مثالیں ہزاروں ہیں کس طرح لکھوں — وہ حیرت فزا بھی ہیں، وجد آفریں بھی
تہِ چرخ یہ والہانہ ارادت — نہ ہوگی کسی کو کسی سے کہیں بھی

یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتم الانبیاؐ کے ۳۱۱

''اس گراں قدر شعری تخلیق کے شاعر کو ہمارے قومی شعراء کی صفِ اول میں جگہ ملنی چاہیے.........شاعر نے اپنی اس تصنیف میں سیرتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں، سیرتِ صحابہ اور اسلامی تاریخ کے بعض اہم واقعات کو جس حسن وخوبی کے ساتھ شعر کا جامہ پہنایا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔'' ۳۱۲ اس کی بحر حالی کی مسدس والی ہے۔

''اس کے شعری اسلوب پر جہاں مولانا حالی اور مولانا ظفر علی خاں کی چھاپ نمایاں ہے، وہاں اس میں موضوعات کے اعتبار سے شاہنامۂ اسلام کی جھلکیاں بھی جابجا نظر آتی ہیں۔'' ۳۱۳

ان کا ایک ترجیع بند شہنشاہی میں فقیری'' ہے۔اس میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ فقر اور ان کے فیضِ تربیت سے مشاہیرِ اسلام کے ہاں دولتِ فقر کی فراوانی کا نقشہ کھینچ کر اس سب کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کارنامہ ومعجزہ قرار دیا گیا ہے۔

مسلماں کہ پیرو ہے خیرالبشرؐ کا — جہاں میں امیں ہے قضا و قدر کا
محافظ ہے ناموسِ اسلام کا وہ — محاسب نہیں اپنے نفع و ضرر کا
نہیں اس کو سرمایہ داری سے رغبت — وہ جویا ہے اک گنجِ پائندہ تر کا
''اسے تین راتیں بھی رہنے نہ دوں میں — احد کوئی لادے اگر مجھ کو زر کا''
بدلتا رہا بھوک سے کروٹیں جو — یہ ارشاد ہے اس شہِؐ بحر و بر کا
خزانے جب آتے تھے اونٹوں پہ لد کر — تو ہنستا تھا ان پر غبار اسؐ کے گھر کا
کیے عمر بھر اس نے فاقوں پہ فاقے — سلیماں حشم تھا، گدا جس کے در کا
لرزتے تھے کسریٰ و قیصر بھی جس سے — اڑھائی درم خرچ تھا اس عمرؓ کا
عمرؒ اور بھی اک ہوا مسند آرا — جو ثانی تھا فاروقؓ عالی گہر کا
کیے اس نے اموالِ مغصوبہ واپس — تو پہلے صفایا کیا اپنے گھر کا
لیا اپنی بیوی سے بھی وہ جواہر — جو تھا پاس اس کے عطیہ پدر کا
وہ بیت المقدس کا سلطانِ اعظم — دیا جس نے یورپ کو چرکے پہ چرکا
اڑائے پرخچے نصاریٰ کے جس نے — کیا خاتمہ ان کے صدیوں کے شر کا
دمِ مرگ خالی تھا اس کا خزانہ — فقط ایک دینار تھا اس کا ترکا
شہنشاہِ ہندوستاں، ناصر الدیں — نمونہ وہ اصحابِ قدسی سیر کا
وہ قرآن لکھتا تھا اور اس کی اجرت — سہارا تھی اس باخدا تاجور کا
بیک وقت درویشی و بادشاہی — یہ اعجاز تھا کس کے فیضِ نظر کا

یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے ۳۱۴

آسی (پروفیسر محمد حسین آسی): آسی (پروفیسر محمد حسین آسی) کا ایک نعتیہ ترجیع بند میلاد کے موضوع پر ہے۔اس کے سات بند ہیں۔ ہر بند میں بیس مصرعے ہیں۔ایک بند بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

سب کے بوجھ اٹھانے والا — سب کے درد مٹانے والا
سب کو راہ دکھانے والا — سب کو رہ پر لانے والا
سب کی بات بنانے والا — سب کے بخت جگانے والا
اوٗ ادنیٰ تک جانے والا — اَو ادنیٰ سے آنے والا

وہ توحید سکھانے والا وہ قرآن سنانے والا
شرک و کفر بھگانے والا سچا نقش جمانے والا
رب کے پاس بلانے والا منزل پر پہنچانے والا
غیب کے راز بتانے والا ہر گتھی سلجھانے والا
ہر نکتہ سمجھانے والا جانِ جہاں، سلطانِ زمانے
فرش پہ اترا، عرش کا دولہا
پلٹی جس نے دہر کی کایا ۳۱۵

رشیدوارثی: رشیدوارثی کا ایک ترجیع بند "سلام بحضور محبوبِ ربِ انام" ہے۔ اس کے تین بند ہیں۔ ہر بند (۱۶) مصرعوں پر مشتمل ہے۔ آخری شعر ٹیپ کا شعر ہے، جو ہر بند کے آخر میں بغیر کسی تبدیلی کے آتا ہے۔

بزمِ ازل کے نیّرِ تاباں نورِ مجسم جلوۂ رحماں
آپؐ کی الفت مقصدِ عالم آپؐ کی طاعت، طاعتِ سبحاں
آپؐ کے جلوے دونوں جہاں میں جلوۂ قدرت، پر تو یزداں
آپؐ کی مدحت مدحِ الٰہی آپؐ کی چاہت حاصلِ ایماں
آپؐ کی ہستی رحمتِ باری واہبِ کل کا خلق پہ احساں
ذاتِ خدا کے آپ ہیں محرم روحِ شریعت صاحبِ قرآں
کون و مکاں میں قاسمِ نعمت شاہِ رسولاں عظمتِ انساں
شاہِ مدینہ رحمتِ عالم
صلی اللہ علیک وسلم ۳۱۶

انور جمال: انور جمال کا ایک ترجیع "حسنت جمیع خصالہٖ" میں شائع ہوا۔ اس کے دو بند ہیں۔ پہلے بند کے ساتھ شعر ہیں پھر ٹیپ کا مصرع صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ دوسرے بند کے چھ شعر ہیں، پھر ٹیپ کا مصرع ہے۔ اشعار رواں دواں، سہل اور معنی خیز ہیں۔ پہلا بند درج ذیل ہے۔

ارض و سما کی گردشِ پیہم صبح کی چادر، شام کا پرچم
کلیاں، غنچے خوشبو، موسم عکسِ رخِ گل، شیشۂ شبنم
نہرِ زبیدہ، چشمۂ زمزم جن و ملائک، حیواں، آدم
یوسفؑ عیسٰیؑ موسٰیؑ مریمؑ حسانؓ ، جامیؒ ، سعدیؒ ، بیدمؒ
دل کی دھڑکن، سینے کا دم روح کی حدت، آنکھوں کا نم
نطق، سماعت، حوصلہ، دم خم وجد کی صورت، کیف کا عالم
ہر تخلیق کا مقصدِ اعظم مدحتِ حضرتِ سرورِ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم ۳۱۷

ترجیع بند میں ہیئتی تجربہ

بدر فاروقی: بدر فاروقی کا ترجیع بند......... بعنوان "سرِّ حق الیقیں، اک نگاہِ کرم" ایک خوبصورت نعت ہے۔ اس کے گیارہ بند ہیں۔ آٹھ بند بارہ بارہ مصرعوں پر مشتمل ہے اور ہر بند کا آخری شعر (آخری دو مصرعے) ٹیپ کا شعر ہے۔ نظم یہاں تک ترجیع بند ہے لیکن اس سے آگے ہیئتی تجربہ شروع ہوتا ہے۔ بند نمبر ۹ میں بھی بارہ مصرعے ہیں لیکن یہاں ٹیپ کا شعر غائب ہے بلکہ اس بند کے مصرعوں کے قوافی سے ہٹ کر کسی اور قافیے کے ساتھ دو مصرعے (جو آپس میں مطلع کی طرح ہم قافیہ ہیں) لائے گئے ہیں۔ یہاں ترکیب بند کی صورت پیدا ہوگئی ہے۔ بند نمبر ۱۰ اور نمبر ۱۱ کا یہی حال ہے۔ بند نمبر ۱۲ محض نو مصرعوں پر مشتمل ہے۔ اس کے پہلے پانچ مصرعے آپس میں ہم قافیہ و ہم ردیف ہیں لیکن چھٹا اور ساتواں مصرعہ الگ قافیہ رکھتے ہیں۔ پھر اس بند کے آخری دو مصرعے وہی ٹیپ کے دو مصرعے ہیں جو آغاز کے بندوں میں متواتر آئے تھے۔ اس بند نے بالکل نئی شکل اختیار کرلی ہے۔ یوں

پہلے آٹھ بند ترجیع بند ہیں۔

نواں، دسواں اور گیارھواں بند ترکیب بند ہیں۔

۱۲واں بند۔ آزاد ہیئت + ٹیپ کے شعر پر مشتمل ہے۔ اسے ہیئتی تجربہ کہا جاسکتا ہے۔ یہ ہیئت ترجیع وترکیب بند اور آزاد ہیئت کا مرکب کہلاسکتی ہے۔ پہلے ایک بند دیکھیے جو ترجیع بند کی ہیئت میں ہے۔

آپ کا نامِ نامی ہے یوں عرش پر آپؐ خیرالبشرؐ رہبرِ مقتدر
نظمِ گلشن ہوا آپؐ سے معتبر بزمِ انساں میں ہیں آپ والد گہر
مطلعِ فکر پر آپؐ کی ہے نظر آپؐ کا حسن غنچوں میں ہے سر بہ سر
آپ نورِ نظرؐ روحِ شمس و قمر آپؐ کے روئے تاباں کا جلوہ سحر
آپ ہی سے منور ہوئے دشت و در آپؐ کی دید کو لالۂ سوزاں جگر
سب سے ارفع حبیبِؐ خدا آپؐ ہیں
یعنی نورِ ہدیٰ پر ضیاء آپؐ ہیں ۴۱۸؎

اب اسی نظم کا ترکیب بند والا بند ملاحظہ کیجیے:

شاہِ جن و بشر التفات نظر اپنی امت کی اس حالتِ زار پر
جس کے افکار بھی اب نہیں معتبر جس کی گفتار میں اب نہیں ہے اثر
جس کے کردار میں اب ہے دنیا کا شر جس کی چاہت کا عنواں فقط جاہ و زر
جس کی راہیں الگ آپؐ سے سر بہ سر اس سے ہوتی نہیں اب خودی جلوہ گر
اس کے دشمن ہیں سب اس جہاں میں مگر یہ کہ خوش ہے اسی حالتِ زار پر
اس کے احساس خود ہیں فسردہ ہوئے
اس کے دل آج سینوں میں مردہ ہوئے ۴۱۹؎

اب آخری بند بھی ملاحظہ کیجیے تاکہ اس ہیئتی تجربے کا نقش پورا ہوسکے۔

بدرِ محزوں کی روحِ گنہ گار پر اس کے فکر و نظر اس کے کردار پر
اس کے اعمال و اخلاق و افکار پر اس کے سوزِ جگر حالتِ زار پر
لغزشوںؐ غلطیوں اور آزار پر اک نگاہِ کرم شافعِ عاصیاں
شاہِ کونین محبوبِؐ ربِ جہاں سب سے ارفع حبیبِ خدا آپؐ ہیں
یعنی نورِ ہدیٰ پر ضیا آپؐ ہیں ۴۲۰؎

شاعر نے ہیئت میں یہ تجربہ خوب سوچ سمجھ کر کیا ہے ایسا نہیں کہ اس سے غلطی ہوئی اور وہ ڈگر سے ہٹ گیا بلکہ اس نے اپنے وفورِ جذبات کے ساتھ ساتھ ہیئت میں تبدیلی کی۔ پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وثنا میں مصرعے اور شعر اور بند ایک خاص ترتیب سے ملتے ہیں پھر آشوبِ ملت کے بیان پر افکار ہی میں تبدیلی نہیں آتی بلکہ ہیئت بھی تبدل پذیر ہوجاتی ہے اور آخر میں شاعر اپنے لیے نگاہِ کرم کی التجا کرتے ہوئے پھر حضور کی صفت وثنا کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ گویا اس ہیئتی تبدیلی کو افکار کے حوالے سے فطری قرار دیا جاسکتا ہے۔ ہم اس ہیئتی تجربے کو کینٹو کے حوالے سے بھی دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن یہاں ترجیع بند میں تجربے کی مثال کے طور پر دیکھا گیا ہے۔ مندرجہ بالا شواہد اور امثلہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اُردو زبان میں نعتیہ مسمط کی ایک طویل جاندار اور شاندار روایت موجود ہے، مسمط کی مختلف شکلوں میں مخمس اور مسدس کی شکلیں شعراء کو مرغوب رہی ہیں۔ مسمط میں بڑا نعتیہ سرمایہ انہی دو صورتوں میں موجود ہے۔ مثلث اور مربع کی بھی خاصی مثالیں ہیں، البتہ مسبع کی نسبتہً کم اور متسع نیز معشر کی مثالیں اور بھی کم ہیں۔ ڈاکٹر اختر پرویز نے بھی اپنے پی ایچ۔ ڈی کے مقالے ''اُردو مسمط'' کا ارتقاء میں مسمط کے حوالے سے متسع، معشر شکلوں میں کم کلام ملنے کا اشارہ کیا تھا۔ یہی حال نعتیہ ادب میں بھی ہے لیکن یہ خوش آئند امر ہے کہ نعتیہ ادب میں بھی ان کم یاب مسمطی شکلوں کے نمونے اتنے ضرور مل جاتے ہیں جتنے باقی کے تمام اُردو ادب کے ذخیرے میں غیر نعتیہ حوالے سے ملتے ہیں۔ یہ امر بھی بے حد دلکش پہلو رکھتا ہے کہ اُردو نعت گو شعراء نے محض مضامین نعت ہی بیان نہیں کیے بلکہ فنی لحاظ سے روحِ عصر کا ساتھ دیتے ہوئے ان تمام تبدیلیوں، تجربوں کو قبول کیا جو دیگر ادب میں مسمط کے حوالے سے ہوئے تھے۔ یہی نہیں بلکہ نعت گو شعراء نے خود نت نئے نئے ہیئتی تجربات کر کے اُردو شعر کے ہیئتی مطالعے کے دامن کو وسیع بھی کیا اور وقیع بھی بنادیا۔

☆☆☆☆☆

باب پنجم حوالہ جات وحواشی

۱۔ عملۂ ادارت، اردو لغت جلد ۱۸، کراچی: اردو لغت بورڈ ۲۰۰۲ء، ص: ۶۷
۲۔ نجم الغنی، مولوی، رامپوری، بحر الفصاحت (حصہ اول) لاہور: مقبول اکیڈمی ۱۹۸۸ء، ص: ۹۲
۳۔ شمیم احمد، اصناف سخن اور شعری ہیئتیں، لاہور: مکتبہ عالیہ ۱۹۸۳ء، ص: ۱۲۲
۴۔ نجم الغنی، مولوی، رامپوری، بحر الفصاحت (حصہ اول) ص: ۹۲ تا ۹۹
۵۔ انشاء اللہ خاں انشاء، دریائے لطافت (مرتبہ مولوی عبد الحق) نئی دہلی (بھارت): انجمن ترقی اردو ۱۹۸۸ء، ص: ۲۹۳
۶۔ نجم الغنی، مولوی، رامپوری، بحر الفصاحت (حصہ اول) ص: ۹۹
۷۔ اختر پرویز، اردو مستمط کا ارتقا، مقالہ پی ایچ۔ڈی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور: ۱۹۸۹ء، ص: ۱۰
۸۔ ایضاً، ص: ۱۱
۹۔ دیکھیے: شمیم احمد، اصناف سخن اور شعری ہیئتیں، ص: ۱۲۸ و مابعد
۱۰۔ نصیر الدین ہاشمی، دکن میں اردو، نئی دہلی، ترقی اردو بیورو ۱۹۸۵ء، ص: ۵۴
۱۱۔ ایضاً، ص: ۵۴
۱۲۔ ایضاً، ص: ۵۳
۱۳۔ ایضاً، ص: ۵۴
۱۴۔ ایضاً، ص: ۵۳
۱۵۔ غوث میاں (مرتب) خواتین کی نعتیہ شاعری، کراچی: حضرت حسان حمد ونعت بک بینک ۲۰۰۲ء، ص: ۴۶۹
۱۶۔ ناز مانکپوری چرن سرن، رہبر اعظم، دہلی: ناشر شاعر خود۔ ۱۹۸۶ء، ص: ۱۱
۱۷۔ کلیم موسیٰ نظامی، نور کونین، لاہور: اظہار سنز ۱۹۹۸ء، ص: ۱۶۰
۱۸۔ سید محمود رضوی، انوار محمود، اشاعت غالباً کراچی: ۱۹۵۳ء، ص: ۲۱۸
۱۹۔ صائم چشتی، یا محمدؐ، فیصل آباد: چشتی کتب خانہ ۱۹۹۱ء، ص: ۴۶
۲۰۔ ریاض الدین سہروردی، دیوان ریاض، کراچی: رومی پبلشنگ ہاؤس، س ن، ص: ۹۶
۲۱۔ ایضاً، ص: ۱۵۷
۲۲۔ ارقم (محمد افتخار الحق، ڈاکٹر) اسمۂ احمدؐ، داؤد پور گجرات: مشربہ علم وحکمت ۱۹۹۶ء، ص: ۲۹
۲۳۔ محسن احسان، اجمل واکمل، اسلام آباد: القلم ۱۹۹۶ء، ص: ۱۱۰
۲۴۔ رشید وارثی، خوشبوئے التفات، کراچی: بزم وارث ۲۰۰۴ء، ص: ۶۶
۲۵۔ محمد فیروز شاہ، باوضو آرزو، راولپنڈی: پنڈی اسلام آباد سوسائٹی ۲۰۰۴ء، ص: ۲۱
۲۶۔ خالد بزمی، سنہری جالیوں کے سامنے، لاہور: القمر انٹر پرائزز ۱۹۹۳ء، ص: ۳۱۳
۲۷۔ وجیہہ السیما عرفانی: میرے حضور
۲۸۔ شرقی، عبد العزیز، فیوض الحرمین، ملتان: مکتبہ پیام اسلام ۱۹۸۰ء، ص: ۵۵
۲۹۔ رشید محمود راجا (مرتب) نعت کائنات، لاہور: جنگ پبلشرز ۱۹۹۳ء، ص: ۷۸۷
۳۰۔ لالہ صحرائی، نعت چراغاں، جہانیاں ضلع خانیوال: رضوان اسلم نیوز ایجنسی، ۲۰۰۰ء، ص: ۱۳۳
۳۱۔ رشید محمود راجا (مرتب) نعت کائنات ص: ۸۰۲
۳۲۔ ایضاً، ص: ۸۰۲
۳۳۔ نقوی، سید محمد امین نقوی، حسن محمدؐ، فیصل آباد: باب الحدیٰ ۱۹۹۲ء، ص: ۷۰
۳۴۔ ایضاً، ص: ۷۴

۳۵۔ رشید محمود راجا'نعت کائنات'ص:۷۸۵
۳۶۔ ایضاً' ص:۷۸۵
۳۷۔ رشید محمود راجا'نعت کائنات' ص:۷۹۴
۳۸۔ سکندر لکھنوی'تسکین روح' کراچی:خلیل بکڈپو'۱۹۷ء
۳۹۔ عاصی کرنالی'حرف شیریں' کراچی:ایجوکیشنل پریس'۱۹۹۳ء'ص:۴۳
۴۰۔ ثمر'عبدالکریم'احسن تقویم'لاہور:محمد ظفر'فیروزپورروڈ۱۹۸۲ء'ص:۳۹
۴۱۔ ایضاً'ص:۴۹
۴۲۔ ایضاً'ص:۸۵
۴۳۔ ثمر عبدالکریم'شاخ سدرہ'لاہور:اعجاز پرنٹرز'۱۹۸۷ء'ص:۱۵۴
۴۴۔ ثمر عبدالکریم'شعروالہام'لاہور:مکتبہ عرفان'اچھرہ۱۹۶۲ء'ص:۱۹۵
۴۵۔ ایضاً'ص:۲۱۰
۴۶۔ ایضاً'ص:۲۳۱
۴۷۔ رشید محمود راجا'نعت کائنات'ص:۷۸۶
۴۸۔ ایضاً'ص:۷۸۷
۴۹۔ ایضاً'ص:۷۸۸
۵۰۔ ایضاً'ص:۷۸۸
۵۱۔ ایضاً'ص:۷۸۹
۵۲۔ ایضاً'ص:۷۹۰
۵۳۔ ایضاً'ص:۷۹۱
۵۴۔ ایضاً'ص:۷۹۲
۵۵۔ ایضاً'ص:۷۹۴
۵۶۔ ایضاً'ص:۷۹۶
۵۷۔ ایضاً'ص:۷۹۶
۵۸۔ ایضاً'ص:۷۹۷
۵۹۔ ایضاً'ص:۷۹۷
۶۰۔ ایضاً'ص:۷۹۸
۶۱۔ ایضاً'ص:۷۹۸
۶۲۔ ایضاً'ص:۸۰۰
۶۳۔ ایضاً'ص:۸۰۰
۶۴۔ ایضاً'ص:۸۰۱
۶۵۔ ایضاً'ص:۸۰۱
۶۶۔ ایضاً'ص:۱۶۶
۶۶۔الف حافظ لدھیانوی'ثنائے خواجہ' فیصل آباد' بیت الادب ۱۹۷۱ء' ص:۵۱
۶۷۔ حافظ محمود شیرانی'پنجاب میں اردو'لاہور: مکتبہ معین الادب ۱۹۴۹ء'ص:۳۳۸
۶۷۔الف تسخیر'سخاوت حسین بدایونی'نزول رحمت' کانپور'مطبع وحیدی'۱۳۴۳ھ'ص:۱۸
۶۷۔ب احمد شجاع حکیم'گردکارواں'لاہور:گلوب پبلشنگ کمپنی'۱۹۶۰ء'ص:۸۱

۶۷۔ج ایضاً‘ص:۹۰
۶۷۔د ایضاً‘ص:۱۳۰
۶۷۔ہ ماہنامہ ’’نعت‘‘ لاہور (مدیر رشید محمود راجا)‘ اکتوبر ۲۰۰۱ء‘ص:۸۱
۶۸۔ فدا خالدی‘ م ص‘ کراچی: اشتیاق پریس‘ ۱۹۸۳ء‘ص:۱۳۳‘۱۳۵
۶۹۔ رہبر چشتی (صوفی مسعود احمد) رہبر رہبراں‘ کراچی: انجمن رہبر اسلام ۱۹۹۳ء‘ص:۱۳۷
۶۹۔الف شورش کاشمیری‘ چہ قلندرانہ گفتم لاہور: مطبوعات چٹان‘ ۱۹۶۵ء‘ص:۲۹
۶۹۔ب انجم (قمر الدین احمد انجم)‘ حسنت جمیع خصالہٖ کراچی: پاکستان نعت کونسل‘ ۱۹۷۹ء‘ص:۱۲۹
۷۰۔ مخدوم (ڈاکٹر منظور الحق) تاجدارِ حرم‘ لاہور: کرم پبلی کیشنز ۱۹۹۶ء‘ص:۴۱
۷۱۔ جمیل نقوی‘ ارمغان جمیل‘ کراچی: ایسٹ پبلشرز ۱۴۰۸ھ‘ص:۱۴۷
۷۲۔ خاکی (ڈاکٹر مسعود رضا)‘ معراج سخن‘ کراچی: فضل حق اینڈ سنز ۱۹۹۰ء‘ص:۷۸
۷۲۔الف صہبا اختر‘ اقراء‘ کراچی: ایجوکیشنل پریس ۱۹۸۱ء‘ ص:۱۰۵
۷۳۔ حفیظ تائب‘ کلیات حفیظ تائب‘ لاہور: القمر انٹر پرائز ز ۲۰۰۵ء‘ص:۱۹۴
۷۴۔ تنویر پھول‘ انوارِ حرا‘ کراچی: حرا فاؤنڈیشن ۱۹۹۷ء‘ص:۱۰۹
۷۵۔ ثمر‘ عبدالکریم‘ شاخِ سدرہ‘ص:۸۷
۷۶۔ ایضاً‘ص:۶۳
۷۶۔ا ایضاً‘ص:۶۴
۷۷۔ خضر برنی‘ شاہنامہ رسالت‘ نئی دہلی‘ ادبی سنگم‘ جامعہ نگر‘ ۱۹۸۸ء‘ص:۱۸
۷۸۔ وجیہہ السیما عرفانی‘ میرے حضور‘ ملتان: ۱۹۹۹ء‘ص:۶۷
۷۹۔ ایضاً‘ص:۱۱۵
۸۰۔ قمر (قمر الزماں) صاحب قاب قوسین‘ فیصل آباد: انجمن فقیرانِ مصطفےٰ ۱۴۲۶ھ‘ص:۶۱
۸۰۔ا بابر (محمد ریاض بابر) ریاضِ مدینہ‘ لاہور: ظفر سنز پرنٹرز ۱۹۹۵ء‘ص:۵۷
۸۱۔ جاذب قریشی‘ نعت کے جدید رنگ‘ کراچی: بھوپال انٹرنیشنل فورم س ن‘ص:۱۰۱
۸۲۔ مجلہ صریر خامہ‘ (مرتب حمایت علی شاعر) سندھ یونیورسٹی‘ حیدر آباد‘ ۱۹۷۸ء‘ ص:۴۴
۸۳۔ ماہنامہ ’’شاعر‘‘ بمبئی‘ جلد ۷۸ شمارہ ۴ اپریل ۲۰۰۷ء‘ص:۵۹
۸۴۔ سلیم‘ علی اکبر سید‘ ثنائے حبیب‘ص:۵۶
۸۵۔ ثمر‘ عبدالکریم‘ احسن تقدیم‘ لاہور: محمد ظفر ناشر ۱۹۸۲ء‘ص:۹۴‘۹۶
۸۶۔ حافظ لدھیانوی‘ یا صاحب الجمال‘ فیصل آباد‘ بیت الادب‘ ۱۹۹۰ء‘ص:۶۷
۸۶۔ا حافظ لدھیانوی‘ ثنائے خواجہ‘ فیصل آباد‘ بیت الادب‘ ۱۹۷۱ء‘ص:۱۱۴
۸۶۔ب حافظ لدھیانوی‘ مطلع الفجر‘ فیصل آباد‘ بیت الادب‘ ۱۹۹۸ء‘ص:۱۲۷
۸۶۔ج حافظ لدھیانوی‘ نشید حضوری‘ فیصل آباد‘ بیت الادب بار دوم‘ س ن‘ ص:۶۹
۸۷۔ یونس شاہ‘ سید‘ تذکرہ نعت گویان اردو‘ جلد اول‘ص:۱۲۹
۸۸۔ ایضاً‘ص:۱۳۰
۸۹۔ ادارہ تحریر تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند‘ جلد ششم‘ پنجاب یونیورسٹی‘ لاہور‘ص:۲۵۶
۹۰۔ یونس شاہ‘ سید‘ تذکرہ نعت گویان اردو‘ جلد اول‘ص:۱۳۲
۹۱۔ مجلہ ماہ نو اگست ۱۹۶۴ء‘ جلد اول‘ص:۳۱ تا ۳۳
۹۲۔ ایضاً‘ص:۳۱

۹۳۔ یونس شاہ، سید، تذکرہ نعت گویان اردو، جلد اوّل، ص:۲۱۸
۹۴۔ ایضاً، ص:۲۲۰
۹۵۔ نظیر اکبرآبادی، کلیات نظیر، لکھنو، مطبع نولکشور،۱۹۵۱ء، ص:۳۸۰
۹۶۔ ایضاً، ص:۳۸۱
۹۷۔ یونس شاہ، سید، تذکرہ نعت گویان اردو، جلد اوّل، ص:۳۲۰
۹۸۔ سرور (مفتی غلام سرور لاہوری) دیوان کلیات سرور نعتیہ، لاہور: مطبع اسلامیہ، ۱۹۱۰ء، ص:۲۶۰
۹۹۔ سرور (مفتی غلام سرور لاہوری)
۱۰۰۔ رشید محمود راجا، نعت کائنات، ص:۶۰۴
۱۰۱۔ ایضاً، ص:۶۰۵
۱۰۲۔ احسن مارہروی، تخمیس یعنی مخمس نعت نبیؐ، علی گڑھ: مسلم یونیورسٹی بکڈپو،۱۳۲۲ھ، ص:۲۵
۱۰۳۔ ایضاً، ص:۲۵
۱۰۴۔ رشید محمود راجا، نعت کائنات، ص:۶۲۳
۱۰۵۔ ایضاً، ص:۶۳۶
۱۰۶۔ نعیم الدین مرادآبادی، دیوان، گجرات: سید محمد حسین ناشر، س ن، ص:۹
۱۰۷۔ ایضاً، ص:۳۵
۱۰۸۔ انجم وزیرآبادی، مینائے کوثر، لاہور: تاج کمپنی، ۱۹۶۹ء، ص:۹۶
۱۰۹۔ رشید محمود راجا، میلادالنبیؐ، لاہور: مکتبہ ایوان نعت، ۱۹۸۸ء، ص:۱۰۳
۱۱۰۔ فقیر، حافظ محمد افضل فقیر، جان جہاں، لاہور: مکتبہ کارواں ۱۴۰۳ھ، ص:۱۲۳
۱۱۱۔ انور فیروز پوری، مختار کل، لاہور: بزم عرفان مصطفےٰؐ ۱۹۷۷ء، ص:۹۳
۱۱۲۔ جعفر بلوچ، بیعت، لاہور: الفیصل پبلشرز ۱۹۸۹ء، ص:۹۶
۱۱۳۔ خضر برنی، شاہنامۂ رسالت، ص:۱۰
۱۱۴۔ ایضاً، ص:۴۱
۱۱۵۔ ایضاً، ص:۴۶
۱۱۶۔ ایضاً، ص:۴۶
۱۱۷۔ ساغر صدیقی، سبز گنبد، ٹیکنیکل پبلشرز، ۱۹۸۶ء، ص:۴۲
۱۱۸۔ رہبر چشتی، رہبر رہبراں، ص:۲۶۔۲۷
۱۱۹۔ ابرار کرت پوری، ورفعنا لک ذکرک، نئی (بھارت) ۱۹۸۳ء، ص:۱۳
۱۲۰۔ ثمر، یونس علی سید، چراغ طور، ص:۱۳
۱۲۱۔ اثر لدھیانوی، عکس جمال، گوجرانوالہ: یوسفی برادرز ۱۹۸۶ء، ص:۱۰۴
۱۲۲۔ ایضاً، ص:۱۲۱
۱۲۳۔ گوہر ملسیانی، جذبات شوق، صادق آباد: گوہر ادب پبلی کیشنز ۱۹۸۲ء، ص:۱۲۲
۱۲۴۔ قمر اجنالوی، قصیدہ بنام خیرالانامؐ، لاہور: مکتبہ القریش ۱۹۹۰ء، ص:۴۸
۱۲۵۔ ایضاً، ص:۵۶، ۶۳
۱۲۶۔ ایضاً، ص:۹۱۔۹۲
۱۲۷۔ ثمر عبدالکریم، احسن تقویم، ص:۲۳
۱۲۸۔ ماہنامہ نعت، لاہور: نومبر ۱۹۹۰ء، ص:۹۳

۱۲۹۔ ناز مانکپوری چرن سرن، رہبر آدمؑ دہلی شاعر خود ۱۹۸۶ء، ص:۱۵
۱۳۰۔ خورشید ملیح پوری، خورشید رسالت، کراچی: مکتبہ الفخری ۱۹۸۷ء، ص:۸۵
۱۳۱۔ طفیل ہوشیار پوری، رحمت یزداں، ص:۹۸
۱۳۲۔ فضا کوثری، آیاتِ نورانی، بنگلو (بھارت) س ن، ص:۱۶
۱۳۳۔ بیکل اتساہی بلرام پوری، والضحیٰ، گونڈہ (بھارت) ۱۹۹۲ء، ص:۸۶
۱۳۴۔ صدر، صدر الدین، مشمولہ ماہنامہ نعت، لاہور: جلد ۳، شمارہ ۱۱، نومبر ۱۹۹۰ء، ص:۸۷
۱۳۵۔ رشید وارثی، خوشبوئے التفات، ص:۱۸۵
۱۳۶۔ عابد نظامی، فیضان کرم، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۱۹۸۳ء، ص:۹۶
۱۳۷۔ نصیر الدین نصیر، دیں ہمہ اوست، اسلام آباد: مہریہ نصیریہ پبلشرز، گولڑہ شریف، س ن، ص:۶۱
۱۳۸۔ خادم مہائی، ریاض فردوس، لاہور: اعجاز ٹریڈرز ۱۹۸۷ء، ص:۲۷ تا ۳۵
۱۳۹۔ شاد قادری، گنجینۂ نعت و مناقب، بدایوں: شاد قادری ۱۹۸۶ء، ص:۴۹
۱۴۰۔ فضا کوثری، آیاتِ نورانی، ص:۵۲۔۵۳
۱۴۱۔ رشید محمود راجا، نعت کائنات، ص:۶۳۸
۱۴۲۔ اختر الحامدی، ذوقِ نعت، لاہور: مکتبہ الرضا ۱۹۴۷ء ، ص:۱۳۸
۱۴۳۔ ایضاً ، ص: ۱۰۶
۱۴۴۔ حزیں کشمیری، لمعاتِ نور، ص:۲۱ تا ۲۴
۱۴۵۔ افق میر کاظمی، فروغِ محامد، ملتان: شاعر خود ۱۹۶۶ء، ص:۱۳۴
۱۴۶۔ تنویر پھول، انوارِ حرا، ص:۱۴۷
۱۴۷۔ ایضاً، ص:۱۸۷
۱۴۸۔ وجیہ السیما عرفانی، میرے حضورؐ، ص:۱۴۔۱۷
۱۴۹۔ ماہنامہ ''القول السدید'' (مدیر جاوید اکبر قادری) لاہور: مصری شاہ لاہور، جلد ۶، شمارہ ۷ تا ۹، اپریل ۱۹۹۴ء، ص:۲۸۱
۱۵۰۔ ایضاً، ص:۲۸۲
۱۵۱۔ رہبر چشتی، نبی الحرمین، ص:۷۹۔۸۰
۱۵۲۔ رشید محمود راجا، نعت کائنات، ص:۶۰۶
۱۵۳۔ ایضاً، ص:۶۱۰
۱۵۴۔ ایضاً، ص:۶۱۷
۱۵۵۔ ایضاً، ص:۶۲۱
۱۵۶۔ ایضاً، ص:۶۲۵
۱۵۷۔ بے چین رجپوری، کلیاتِ بے چین (جلد اوّل)، لاہور: مکتبہ بے چین ۲۰۰۳ء، ص:۳۶
۱۵۸۔ حامد سیّد، اقبال کے کلام میں تضمین اور ترکیب، مضمون مشمولہ ''اقبال کا فن از گوپی چند نارنگ''، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۸۳ء، ص:۶۸
۱۵۹۔ مومن، کلیاتِ مومن، لاہور: مکتبہ شعر و ادب، س ن، ص:۲۲۵
۱۶۰۔ بہادر شاہ ظفر
۱۶۱۔ بدر القادری، جمیل الشیم، اعظم گڑھ (بھارت) المجمع الاسلامی، ۱۹۹۰ء، ص:۱۸۴
۱۶۲۔ رشید محمود راجا، مخمسات نعت، لاہور: مکتبہ ایوان نعت ۱۴۱۹ھ، ص:۱۵
۱۶۳۔ ایضاً، ص:۲۶
۱۶۴۔ محمد سلطان شاہ، شاعر نعت، لاہور: الجمیل پبلشرز، ۲۰۰۴، ص:۱۹

۱۶۵۔ ایضاً، ص:۷
۱۶۶۔ ایضاً، ص:۷
۱۶۷۔ ایضاً، ص:۷
۱۶۸۔ ایضاً، ص:۷
۱۶۹۔ ایضاً، ص:۸
۱۷۰۔ ایضاً، ص:۹
۱۷۱۔ انجم (قمر الدین احمد انجم)، حسنت جمیع خصالہٗ کراچی: پاکستان نعت کونسل، ۱۹۷۹ء، ص:۱۴۳
۱۷۲۔ بہزاد لکھنوی۔ کرم بالائے کرم، کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی، س۔ن، ص:۴۱
۱۷۳۔ مجلہ عثمانیہ (دکنی ادب)، ستمبر ۱۹۶۳ء، ص:۱۸۳
۱۷۴۔ مجلہ نعت رنگ، ۴، کراچی: مدیر (صبیح رحمانی)، ص:۱۷۶
۱۷۵۔ یونس شاہ سید، تذکرہ نعت گویان اردو، ص:۲۸۷
۱۷۵۔الف نظیر اکبر آبادی، کلیاتِ نظیر، لکھنؤ: مطبع نولکشور، ۱۹۵۱ء، ص:۷۹۶
۱۷۶۔ قیصر (محمد امین الدین) گلدستہ نبوت، دہلی: ۱۲۹۳ھ، ص:۶
۱۷۷۔ میر انیس مشمولہ مجلہ نقوش (میر انیس نمبر) شمارہ ۱۲۸، نومبر ۱۹۸۱ء، ص:۵۸۳
۱۷۷۔الف سرور (غلام سرور لاہوری مفتی)، دیوانِ کلیاتِ سرور نعتیہ، لاہور: مطبع اسلامیہ، ۱۹۱۰ء، ص:۳۹۴
۱۷۸۔ امیر مینائی، شام ابد، دکن: امیر المطابع ۱۳۳۲ھ، ص:۳
۱۷۹۔ ایضاً، ص:۳
۱۸۰۔ ایضاً، ص:۱۵
۱۸۱۔ ایضاً، ص:۳
۱۸۲۔ ممتاز گنگوہی، چمن مناقب، سہارنپور (بھارت): ص:۷۔۸
۱۸۳۔ رشید محمود راجا، مدینتہ النبیؐ، لاہور: ایوانِ نعت ۱۹۸۸ء، ص:۸۱
۱۸۴۔ حسن رضا (حسن سید)، محفل اعجاز، ص:۱۱
۱۸۵۔ ایضاً، ص:۱۲
۱۸۶۔ ایضاً، ص:۱۳
۱۸۷۔ ایضاً، ص:۱۴
۱۸۸۔ ایضاً، ص:۱۹
۱۸۹۔ ایضاً، ص:۳۱
۱۹۰۔ محمد حیات خاں سیال، احوال ونقد حالی، لاہور: نذر سنز ۱۹۸۱ء، ص:۲۷۸
۱۹۱۔ ایضاً، ص:۲۷۴
۱۹۲۔ حالی الطاف حسین، جواہر حالی، لاہور: مکتبہ کاروان ادب ۱۹۸۹ء، ص:۲۶۹
۱۹۲۔الف سلیم فاروقی، حافظ منیر الدین احمد منیر سندیلوی کی نعتیہ شاعری، مشمولہ نعت رنگ نمبر ۳، کراچی: اقلیم نعت، ستمبر ۱۹۹۶ء، ص:۱۱۵تا۱۳۴
۱۹۲۔ب سرور (غلام سرور لاہوری مفتی)، دیوانِ کلیاتِ سرور نعتیہ، لاہور: مطبع اسلامیہ، ۱۹۱۰ء، ص:۱۳۲
۱۹۳۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو) لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۳ء، ص:۲۰۶
۱۹۴۔ بیان، سید محمد مرتضیٰ احسن، قندیل حرم، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز ۱۹۷۳ء، ص:۳۱، ۳۳
۱۹۵۔ ادراک شیخ محمد تقی، غزوۂ بدر، لکھنؤ: مطبع مجتبائی ۱۳۱۳ھ، ص:۲۸
۱۹۶۔ دل محمد خواجہ، شان مصطفیٰؐ، ص:۳

۱۹۷۔ ایضاً، ص:۱۰۳
۱۹۸۔ شیر محمد ترمذی، سید (مرتب) شانِ مصطفےٰؐ، لاہور: ملک معین محمد اینڈ سنز، ۱۹۵۲ء، ص:۱۱۱
۱۹۹۔ ایضاً، ص:۳۵
۲۰۰۔ یونس شاہ، سید، تذکرہ نعت گویان اردو، ص:۲۸۷
۲۰۱۔ رشید محمود راجا، مدینۃ النبیؐ، ص:۳۱
۲۰۲۔ مجلہ جہانِ حمد (مرتب طاہر سلطانی) نعت نمبر ۶، مئی ۲۰۰۱ء، ص:۳۴۴
۲۰۳۔ شاکر کنڈان (مرتب) مجلہ عقیدت، مارچ ۲۰۰۷ء، ص:۷۰
۲۰۴۔ ایضاً، ص:۷۴
۲۰۴۔الف اختر الحامدی، نعت محل، لاہور: مکتبہ الرضا، ۱۹۷۴ء ۱۴۹
۲۰۵۔ فدا خالدی، م۔، ص:۱۳۲
۲۰۵۔الف ماہنامہ نعت لاہور (خواتین کی نعت گوئی نمبر) جولائی ۱۹۹۵ء، ص:۴۰۷
۲۰۶۔ ایضاً، ص:۱۴
۲۰۷۔ آسی ضیائی، حسرت نعت، لاہور: ایوان ادب ۱۹۸۲ء، ص:۵
۲۰۸۔ ایضاً، ص:۳
۲۰۹۔ رشید محمود راجا، میلاد النبیؐ جلد اول، ص:۵۰
۲۱۰۔ ایضاً، ص:۵۱
۲۱۱۔ ایضاً، ص:۸۴
۲۱۲۔ ایضاً، جلد دوم ص:۷۴
۲۱۳۔ ایضاً، ص:۱۰۸
۲۱۴۔ ایضاً، ص:۹۰
۲۱۵۔ ایضاً، ص:۱۰۱
۲۱۶۔ احسان دانش، دارین، لاہور: دانش اکادمی ۱۹۷۴ء، ص:۱۱
۲۱۷۔ ایضاً، ص:۱۳
۲۱۸۔ ایضاً، ص:۴۱
۲۱۹۔ ایضاً، ص:۴۳
۲۲۰۔ ایضاً، ص:۷۹
۲۲۱۔ محشر بدایونی، حرف ثنا، لاہور: مقبول اکیڈمی ۱۹۸۶ء، ص:۷۶
۲۲۲۔ شیخ ننکانوی، برق تپاں، ننکانہ، بزم تنویر ادب ۱۹۸۸ء، ص:۷۴
۲۲۳۔ محسن احسان، اجمل و اکمل، ص:۳۶
۲۲۴۔ بیکل اتساہی، والضحیٰ، بہرام پور (بھارت) ۱۹۹۲ء، ص:۳۱
۲۲۵۔ ایضاً، ص:۲۱۸
۲۲۶۔ خضر برنی، شاہنامۂ رسالت، ص:۲۴
۲۲۷۔ ایضاً، ص:۱۵
۲۲۸۔ گوہر ملسیانی، مظہر نور، صادق آباد: گوہر ادب پبلی کیشنز، ۱۹۸۲ء، ص:۹۲
۲۲۹۔ ایضاً، ص:۹۸
۲۳۰۔ انور جمال، لولاک لما، ملتان: کاروان ادب ۱۹۸۴ء، ص:۵۱

۲۳۱۔ ایضاً، پس ورق

۲۳۲۔ ایضاً، ص: ۹۷

۲۳۳۔ خاکی (مسعود رضا ڈاکٹر) معراج سخن، لاہور: فضل حق اینڈ سنز ۱۹۹۰ء، ص: ۸۶

۲۳۴۔ تحسین فراقی (مضمون) صبا اکبرآبادی کی مرثیہ نگاری مشمولہ مجلّہ سیارہ، ج۔۴۰، شمارہ ۱، ۱۹۹۶ء، ص: ۱۰۲

۲۳۵۔ صبا اکبرآبادی، شہادت، ص (دیباچہ)

۲۳۶۔ عرفی ارتضٰی، سید (مضمون) زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے مشمولہ مجلّہ سیارہ نمبر ۶۰، مارچ ۱۹۹۶ء، ص: ۳۲

۲۳۷۔ ایضاً، ص: ۳۳

۲۳۸۔ ایضاً، ص: ۱۲۸

۲۳۹۔ ایضاً، ص: ۱۳۴

۲۴۰۔ ایضاً، ص: ۷۵

۲۴۱۔ طالب جوہری (مضمون) صبا اکبرآبادی کی مرثیہ نگاری مشمولہ ماہنامہ قومی زبان، کراچی: صبا اکبرآبادی نمبر ۱۹۹۲ء منقولہ مجلّہ سیارہ نمبر ۴۰، ص: ۱۷

۲۴۱۔ (ا) ماہنامہ ''نعت''، لاہور (مدیر: رشید محمود راجا)، مارچ ۲۰۰۲ء، ص: ۴۵

۲۴۲۔ وحیدہ نسیم، نعت اور اسلام، کراچی: غضنفر اکیڈمی ۱۹۸۵ء، ص: ۴۵

۲۴۳۔ ابرار کرت پوری، ورفعنا لک ذکرک، ص: ۳۶

۲۴۴۔ ماہ نامہ نعت لاہور (خواتین کی نعت گوئی) جولائی ۱۹۹۵ء ص: ۲۴۱

۲۴۵۔ کلیم، موی، نظامی، نور کونین، لاہور: اظہار سنز ۱۹۹۸ء، ص: ۱۵۹

۲۴۶۔ ہوشیار پوری، رحمت یزداں، لاہور: احسان اکیڈمی ۱۹۹۲ء، ص: ۸۵

۲۴۷۔ ہلال جعفری، طلوع سحر، ملتان: دانش کدۂ اوصاف ۱۹۷۱ء، ص: ۴۲

۲۴۸۔ ایضاً، ص: ۷۰

۲۴۹۔ ایضاً، ص: ۷

۲۵۰۔ رہبر چشتی، رہبر رہبراں، ص: ۳۵

۲۵۱۔ قیصر کانپوری، نور ازل

۲۵۲۔ ایضاً، ص: ۲۹

۲۵۳۔ ایضاً، ص: ۳۳

۲۵۴۔ ایضاً، ص: ۳۷

۲۵۵۔ حسن، شبیہ احمدی، لکھنؤ مطبع فخر المطابع، ۱۳۲۴ھ، ص: ۵

۲۵۶۔ غوث میاں (مرتب) خواتین کی نعتیہ شاعری، کراچی: حضرت حسان حمد و نعت بک بنک ۲۰۰۲ء، ص: ۴۵۰

۲۵۷۔ ایضاً، ص: ۳۱۴

۲۵۸۔ صائم چشتی، ارمغان مدینہ، فیصل آباد: چشتی کتب خانہ ۱۴۰۳ھ، ص: ۱۳

۲۵۹۔ خضر برنی، شاہنامۂ رسالت، ص: ۳۲

۲۶۰۔ مظفر حسین سید، نسیم حجاز، ایس ایم رحمان ۱۹۸۳ء، ص: ۶۰

۲۶۱۔ وحید، سید وحید الحسن ہاشمی، یٰسین، لاہور: الحبیب پبلی کیشنز ۱۹۹۱ء، ص: ۱۵۲۔۱۵۳

۲۶۲۔ رشید وارثی، خوشبوئے التفات، ص: ۶۴

۲۶۳۔ ایضاً، ص: ۹۱

۲۶۴۔ وجیہہ السیما عرفانی، میرے حضورؐ، ص: ۱۰۹

۲۶۵۔ ایضاً، ص: ۹۸

۲۶۵۔ا صہبا اختر ''اقراء'' کراچی: ایجوکیشن پریس ۱۹۸۱ء ص: ۱۱۵

۲۶۶۔ حفیظ تائب' کلیات حفیظ تائب' ص: ۲۱۲۔۲۱۳

۲۶۷۔ ماہنامہ نعت لاہور (مدیر راجا رشید محمود) دسمبر ۱۹۹۰ء ص: ۷۹

۲۶۸۔ طفیل ہوشیار پوری' رحمت یزداں' ص: ۹۵

۲۶۹۔ مسلم ع س' ابو لامتیاز' کاروان حرم لاہور: مقبول اکیڈمی ۲۰۰۱ء ص: ۱۹

۲۷۰۔ ایضاً' ص: ۱۳

۲۷۱۔ ایضاً' ص: ۲۵

۲۷۲۔ ایضاً' ص: ۲۵

۲۷۳۔ ایضاً' ص: ۱۳۴

۲۷۴۔ ایضاً' ص: ۱۴۲

۲۷۵۔ ایضاً' ص: ۱۴۵

۲۷۶۔ وحیدہ نسیم' نعت اور سلام' کراچی: غضنفر اکیڈمی ط۔ IV ' ۱۹۸۵ء ص: ۸۷

۲۷۷۔ الطاف رحمانی' نقوش عقیدت' کراچی: المعین مطبوعات ۱۹۸۰ء ص: ۱۸۵

۲۷۸۔ ایضاً' ص: ۱۱۹

۲۷۹۔ ایضاً' ص: ۱۲

۲۷۹۔ا صہبا اختر' اقراء' کراچی: ایجوکیشنل پریس ۱۹۸۱ء ص: ۲۴

۲۸۰۔ رہبر چشتی' نبی الحرمین' ص: ۱۵۸

۲۸۱۔ ثمر' عبدالکریم' شاخ سدرہ' ص: ۱۵۴

۲۸۲۔ گوہر ملسیانی' مظہر نور' ص: ۱۰۳

۲۸۳۔ سلیم (سید علی اکبر) ثنائے حبیب

۲۸۴۔ ایضاً' ص: ۳۵

۲۸۵۔ مجلہ ماہ نو' لاہور' نومبر ۱۹۸۷ء ص: ۲۳

۲۸۶۔ اختر پرویز ڈاکٹر' اردو مسمط کا ارتقاء' پنجاب یونیورسٹی' لاہور ۱۹۸۹ء ص: ۸۷۲

۲۸۷۔ خالد عبدالعزیز' طاب طاب' لاہور: مقبول اکیڈمی' س ن' ص: ۱۱۱

۲۸۸۔ رشید وارثی' خوشبوئے التفات' ص: ۸۸

۲۸۸۔ا ماہ نامہ نعت لاہور (مدیر راجا رشید محمود) لاہور' مارچ ۱۹۹۴ء

۲۸۸۔ب ماہ نامہ نعت لاہور (مدیر راجا رشید محمود) لاہور' مارچ ۲۰۰۱ء

۲۸۹۔ وجیہہ السیما عرفانی' میرے حضورؐ' ص: ۵۶

۲۹۰۔ ابرار کرت پوری' ورفعنا لک ذکرک' ص: ۲۳۶۔۲۳۷

۲۹۰۔ا بیاں' سید محمد مرتضیٰ حسن' قندیل حرم' ص: ۵۱

۲۹۱۔ اختر پرویز ڈاکٹر' اردو مسمط کا ارتقاء' ص: ۸۸۱

۲۹۲۔ وحیدہ نسیم' نعت اور سلام' ص: ۲۲

۲۹۳۔ راز کشمیری' لوح بھی تو قلم بھی تو' لاہور: انجمن حمایت اسلام ۱۹۸۸ء ص: ۵۶

۲۹۴۔ بیکل اتساہی' والضحیٰ' ص: ۴۲

۲۹۵۔ راغب مراد آبادی' بحضور خاتم الانبیاء' کراچی: شاعر خود ۱۹۷۵ء ص: ۹۵

۲۹۶۔ ماہنامہ نعت' لاہور' نومبر ۱۹۹۰ء ص: ۹۷

۲۹۷۔ سلیم (سید علی اکبر) ثنائے حبیب، ص:۴۷
۲۹۸۔ ایضاً، ص:۴۷
۲۹۸۔الف شمیم احمد، اصناف سخن اور شعری ہیئتیں، ص:۱۰۶
۲۹۸۔ب سرور (غلام سرور لاہوری مفتی) دیوان کلیات سرور نعتیہ، لاہور: مطبع اسلامیہ ۱۹۱۰ء، ص:۳۱۲
۲۹۹۔ محمد اقبال، کلیات اقبال، ص:۴۰۵
۳۰۰۔ سیماب اکبر آبادی، ساز حجاز، ص:۵
۳۰۱۔ رشید وارثی، خوشبوئے التفات، ص:۱۱۳
۳۰۲۔ ماہر القادری، ذکر جمیل، لاہور، بزم فاران، جنوری ۱۹۸۹ء، ص:۷۷
۳۰۳۔ مظفر وارثی، صاحب التاج، لاہور: علم و عرفان پبلشرز ۲۰۰۰ء، ص:۱۱۷
۳۰۴۔ گوہر ملسیانی، جذبات شوق، صادق آباد: گوہر ادب پبلی کیشنز ۲۰۰۳ء، ص:۱۱۹
۳۰۵۔ ثمر عبدالکریم، شاخ سدرہ (کتاب کا آخری حصہ)
۳۰۵۔الف سرور (غلام سرور لاہور مفتی) دیوان کلیات سرور نعتیہ، لاہور: مطبع اسلامیہ ۱۹۱۰ء، ص:۲۳۰
۳۰۵۔ب عنوان چشتی، ڈاکٹر، اردو میں کلاسیکی تنقید، نئی دہلی (بھارت) مکتبہ جامعہ لمیٹڈ ۱۹۸۸ء، ص:۱۳۸ تا ۱۴۰
۳۰۶۔ مجلہ صریر خامہ، ۱۹۷۸ء، ص:۵۹
۳۰۷۔ مجلہ سیارہ نمبر ۲۶، مئی جون ۱۹۸۸ء، ص:۳۴۸
۳۰۸۔ مجلہ سیارہ نمبر ۲۳، ص:۲۳
۳۰۹۔ حافظ لدھیانوی، ثنائے خواجہ، فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۸۹ء، ص:۱۴۰
۳۰۹۔الف انجم (قمر الدین احمد انجم) حسنت جمیع خصالہ، کراچی: پاکستان نعت کونسل ۱۹۷۹ء، ص:۱۵
۳۱۰۔ نیاز (راجہ محمد عبداللہ نیاز) یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے، لاہور: دار التذکیر ۱۹۹۸ء، ص:۱۱۱
۳۱۱۔ ایضاً، ص:۴۲۔۴۳
۳۱۲۔ مجلہ سیارہ نمبر ۲۶، مئی جون ۱۹۸۸ء، ص:۳۴۲
۳۱۳۔ ایضاً، ص:۳۴۲
۳۱۴۔ نیاز (راجہ محمد عبداللہ نیاز) یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے، ص:۵۱۔۵۲
۳۱۵۔ رشید محمود راجا، میلاد النبی، حصہ دوم، ص:۱۳
۳۱۶۔ رشید وارثی، خوشبوئے التفات، ص:۸۲
۳۱۷۔ انور جمال، حسنت جمیع خصالہ، ملتان: بیکن بکس ۲۰۰۰ء، ص:۴۳
۳۱۸۔ بدر فاروقی، اشک فروزاں، ص:۷۶
۳۱۹۔ ایضاً، ص:۸۱
۳۲۰۔ ایضاً، ص:۸۴

۞۞۞۞۞
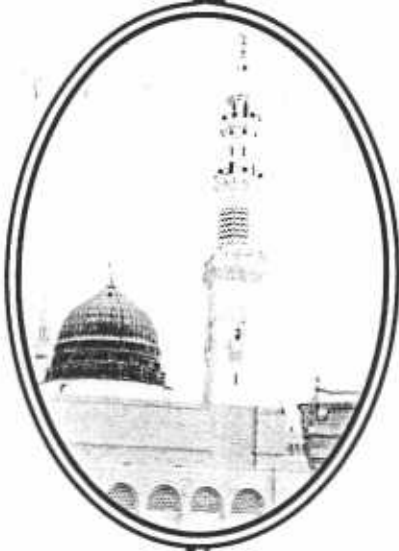
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
رباعی اور قطعہ
باب
٦
اردو نعت کا ہیئتی مطالعہ

باب ششم ربا عی اور قطعہ

ا۔ رباعی:

محض چار مصرعوں پر مشتمل مختصر سی صنفِ سخن ہے۔ محمد عابد دل عظیم آبادی اپنی تصنیف 'عروض الہندی' محررہ ۱۳۲۰ھ میں لکھتے ہیں:

''رباعی کہ آنرا دوبیتی و ترانہ نیز گویند' بدانکہ اوزانش از وزن اخرب واخرم بحر ہزج بیرون آوردہ اند و آن بیست و چہار قسم است۔'' ۱؎

بحرِ ہزج کے اخرب و اخرم شجروں سے متعلق چوبیس اوزان میں سے کوئی چار وزنوں میں لکھے گئے چار مصرعوں کو رباعی' دوبیتی اور ترانہ کے علاوہ بھی نام دیے گئے ہیں۔ محسن احسان نے لکھا ہے:

''مختلف عروضیوں کے مطابق رباعی کو ترانہ' چار بیتی' دو بیتی' حتی موالی اور جفتی کا نام بھی دیا گیا ہے۔ محقق طوسی نے لکھا ہے کہ قدما کے نزدیک رباعی چار بیتیوں پر مشتمل تھی۔ اس لیے اس کا نام چہار بیتی رکھ دیا گیا اور عربی دانوں نے اسے رباعی کہا۔'' ۲؎

ریاض نے اس کے ایک اور نام ''قول'' کی نشاندہی بھی کی ہے۔

''رباعی کی ایجاد تک' غزل ایک علیحدہ صنفِ سخن کی حیثیت سے موجود نہ تھی۔ رباعی گانے کے لئے مخصوص تھی۔ اسی لئے رباعی کو ترانہ بھی کہتے ہیں۔ رباعی کے ابتدائی استاد موسیقی کے ماہر تھے۔ رباعی کا نام ''قول'' بھی اسی وجہ سے ہوا۔ رباعی کے لحن بچوں' عورتوں اور لطیف مزاج لوگوں کے مقبول ترین راگ تھے۔'' ۳؎

شمیم احمد نے رباعی کی ایک قسم خصّی کا تعارف کروایا ہے وہ لکھتے ہیں۔

''رباعی کے پہلے' دوسرے اور چوتھے مصرعے چونکہ ہم قافیہ ہوتے ہیں اس لیے اصطلاحاً وہ محض مصرعے یا ''مقفّی مصرعے'' کہلاتے ہیں' جبکہ تیسرا مصرع قافیہ نہ ہونے کے سبب ''خصّی'' کہلاتا ہے۔ ایسی رباعی' جس کے چاروں مصرعے مقفّی ہوتے ہیں غیر خصی کہلاتی ہے۔'' ۴؎

گیان چند نے شمیم احمد کی رائے کی تغلیط کی ہے۔ ان کا کہنا ہے:

''اگر چاروں مصرعوں میں قافیہ ہو تو اسے مصرّع کہتے ہیں اور اگر تیسرے مصرع میں قافیہ نہ ہو تو اس رباعی کو خصی کہتے ہیں۔ خصّی کو غیر مصرّع بھی کہتے ہیں۔ شمیم احمد ان اصطلاحوں میں غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں۔ درسِ بلاغت اور اصنافِ سخن دونوں کے مطابق وہ تیسرے غیر مقفّی مصرعے کو خصی اور چاروں مصرعوں میں قافیے والی رباعی کو غیر خصی کہتے ہیں۔ حالانکہ سچ یہ ہے کہ خصی تیسرے مصرع کا نام ہے (... کذا) بلکہ ایسے مصرع والی رباعی کا نام ہے۔'' ۵؎

ڈاکٹر گیان چند کے مذکورہ بالا اقتباس میں کہیں پروف کی غلطی رہ گئی ہے۔ وہ شمیم احمد کے اس خیال ''تیسرا مصرع قافیہ نہ ہونے کے سبب خصی کہلاتا ہے'' کی تغلیط کر رہے ہیں اور خود لکھ رہے ہیں کہ ''حالانکہ سچ یہ ہے کہ خصی تیسرے مصرع کا نام ہے' اگر ایسا ہی ہے تو پھر دونوں بزرگوں کے ہاں اختلاف کیا رہ گیا؟ اصل یہ ہے کہ خصّی --- رباعی کے تیسرے مصرعے کا نام نہیں بلکہ ایسی رباعی کا نام ہے' جس کے تیسرے مصرعے میں قافیہ نہ ہو۔ اردو لغت میں قواعد العروض کے حوالے سے تحریر ہے۔

''خصّی --- ایسی رباعی جس میں چاروں مصرعے ہم قافیہ نہیں ہوتے۔ پہلے رباعی کے ہر مصرعے میں قافیہ لاتے تھے۔ تب سے اس کا نام دوبیتی رکھ لیا' تو پہلے دو مصرعوں کو مطلع فرض کیا اور دوسرے دو مصرعوں کو غیر مطلع' بدیں وجہ دوسرے شعر کے پہلے مصرع سے قافیہ نکال ڈالا اور چاروں کو ملا کر اس کا نام رباعی خصّی رکھا'' ۔۶؎

''رباعی کے تیسرے مصرعے میں قافیہ نہ ہو تو اسے جفتی کا نام بھی دیا گیا ہے۔'' ۶۔الف

رباعی کے چاروں مصرعوں میں ایک خیال بھرپور طریقے سے بیان کیا جاتا ہے۔ حفیظ صدیقی مضمون کے ارتقائی مراحل کا یوں ذکر کرتے ہیں:

''رباعی کے پہلے تین مصرعے تین سیڑھیوں کی حیثیت رکھتے ہیں' جو قاری کو بتدریج ایک ایسی بلندی تک لے جاتے ہیں' جہاں چوتھا مصرع اپنا بھرپور جلوہ دکھاتا ہے۔ رباعی کے چوتھے مصرعے کو سلام سندیلوی نے تین مصرعوں کا نچوڑ' امداد امام اثر نے تینوں مصرعوں کا خلاصہ' احسن مارہروی نے رباعی کی جان' ضیا بدایونی نے حاصل رباعی اور حمید عظیم آبادی نے کڑی کمان کا تیر قرار دیا ہے۔'' ۷؎

ڈاکٹر انور سدید نے اس کے پہلے مصرعے کو تعارف' دوسرے کو مرکزی خیال کی وسعت' تیسرے مصرعے کو ترفع یا کلائمیکس کی طرف

پرواز اور چوتھے مصرعے کو ڈرامائی طور پر موضوع کی تکمیل قرار دیا ہے۔۸

بحر ہزج کے اخرب و اخرم سلسلوں سے رباعی کے یہ چوبیس اوزان سامنے آتے ہیں:

ا۔ اخرم:

i	مفعولن	مفعولن	مفعولُ	فعول
ii	مفعولن	مفعولُ	مفاعیلُ	فعول
iii	مفعولن	مفعولن	مفعولُ	فعل
iv	مفعولن	فاعلن	مفاعیلُ	فعول
v	مفعولن	مفعولن	مفعولن	فاع
vi	مفعولن	مفعولُ	مفاعیلن	فاع
vii	مفعولن	مفعولُ	مفاعیل	فعل
viii	مفعولن	فاعلن	مفاعیلن	فاع
ix	مفعولن	مفعولن	مفعولن	فاع
x	مفعولن	مفعولُ	مفاعیلن	فع
xi	مفعولن	فاعلن	مفاعیل	فعل
xii	مفعولن	فاعلن	مفاعیلن	فاع

ب۔ اخرب

i	مفعولُ	مفاعیلن	مفعولن	فاع
ii	مفعولُ	مفاعلن	مفاعیلن	فاع
iii	مفعولُ	مفاعیلن	مفعولُ	فعول
iv	مفعولُ	مفاعیل	مفاعیلن	فاع
v	مفعولُ	مفاعیلن	مفعولن	فع
vi	مفعولُ	مفاعلن	مفاعیلن	فع
vii	مفعولُ	مفاعلن	مفاعیلُ	فعول
viii	مفعولُ	مفاعیل	مفاعیلن	فع
ix	مفعولُ	مفاعیلن	مفعولُ	فعل
x	مفعولُ	مفاعلن	مفاعیل	فعل
xi	مفعولُ	مفاعیل	مفاعیلُ	فعول
xii	مفعولُ	مفاعیل	مفاعیلُ	فعل۹

یہ چوبیس اوزان ہیں، ان کے علاوہ کسی وزن میں کہے گئے چار مصرعوں کو رباعی نہیں مانا جاتا لیکن ڈاکٹر عنوان چشتی نے مزید ۱۲ اوزان دریافت کیے ہیں:

i	مفعولُ	مفاعیل	مفاعلن	فعل
ii	مفعولُ	مفاعیل	مفاعلن	فعول
iii	مفعولُ	مفاعیلن	فاعلن	فعول
iv	مفعولُ	مفاعیلن	فاعلن	فعل
v	مفعولن	مفعول	مفاعلن	فعل
vi	مفعولن	مفعول	مفاعلن	فعول
vii	مفعولن	مفعولن	فاعلن	فعول
viii	مفعولن	مفعولن	فاعلن	فعل
ix	مفعول	مفاعلن	مفاعلن	فعل

x	مفعول	مفاعلن	مفعالن	فعول
xi	مفعولن	فاعلن	مفاعلن	فعول
xii	مفعولن	فاعلن	مفاعلن	فعل ۱۰

رباعی کا فن بالعموم مشکل تصور کیا جاتا ہے۔اس بارے میں خالد سجاد لکھتے ہیں:

''رباعی کے فن کی نزاکت اور دشواری ایک مسلمہ امر رہی ہے،جس کا اعتراف اردو کے مسلم الثبوت شعراء اور ارباب نقد، دونوں نے کیا ہے...... اس میں کوئی مصرع بے کار اور برائے بیت نہیں ہوتا، پہلے مصرعے میں جس خیال کی ابتدا ہوتی ہے، اسی کو دوسرے اور تیسرے مصرع میں آگے بڑھایا جاتا ہے اور چوتھے میں منتہا تک پہنچایا جاتا ہے۔اس لئے آخری مصرع زیادہ زوردار ہوتا ہے اور خصوصیت کے ساتھ متاثر کرتا ہے۔رباعی کے لیے تخیل کی بلندی، زبان و بیان پر غیر معمولی قدرت اور کہنہ مشقی اساسی شرائط قرار دی گئی ہیں۔رباعی گوئی کیلئے عروضی قواعد کا شعور اور پابندی بالخصوص اہم ہے۔'' ۱۱

رباعی کے یہ اوزان جن ارکان سے مل کر بنے ہیں وہ دس ہیں (۱) مفاعیلن (۲) مفاعلن (۳) مفاعیل (۴) مفعولن (۵) مفعول (۶) فعول (۷) فاعلن (۸) فعل (۹) فاع (۱۰) فع

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے رباعی کے اوزان یاد رکھنے کا ایک آسان طریقہ بتایا ہے:

''رباعی کے وزن و تقطیع کے لئے صرف یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ رباعی کے دس ارکان ہیں۔ان دس ارکان سے سارے اوزان ہیں لیکن رباعی کے ہر مصرعے کا پہلا رکن...... مفعول یا مفعولن ضرور ہوگا اور مصرع کے آخر میں فعل / فع یا فاع کا رکن شامل ہوگا۔ان دو رکنوں کے درمیان باقی ارکان میں سے کوئی دو رکن آسکتے ہیں'' ۱۲

''رباعی کے اوزان سے متعلق اب ایک نیا فارمولا وضع ہو چکا ہے، جس کی وجہ سے اس کے وزن کو سمجھنا اور برتنا نسبتاً آسان ہو گیا ہے۔اس فارمولے کی رو سے رباعی کے بحر ہزج کے بجائے رجز قرار پاتی ہے، جس کا اصل اور مسلم رکن مستفعلن ہے اور اسی سے یہ چار ارکان برآمد کر لئے گئے ہیں۔

فع، مفتعلن، مفاعلن، مفعولن

اس فارمولے کی رو سے رباعی کا ہر رکن فع سے شروع ہوتا ہے اور باقی تین ارکان میں مفتعلن یا صرف مفعولن یا دونوں کو جہاں چاہیں آگے پیچھے استعمال کر سکتے ہیں...... ہاں مفاعلن کا استعمال صرف تیسرے رکن ہی کی حیثیت سے جائز ہوگا'' ۱۳

رباعی کے وزن کے حوالے سے یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ رباعی کے ہر مصرع میں صرف چار ارکان ہی آتے ہیں۔تین یا پانچ نہیں آسکتے۔چنانچہ جس بھی نظم میں درج ذیل شرائط میں سے ایک بھی نہ پائی جائے گی وہ رباعی نہیں کہلائے گی۔

ا۔ اس کے مصرعوں کی تعداد چار ہو۔نہ تین نہ پانچ نہ اور کچھ

ب۔ اس کا وزن اوپر ذکر کیے گئے چوبیس اوزان میں سے ہو

ج۔ اس کے ہر مصرعے میں لازماً چار ارکان وزن رباعی شامل ہوں۔یہ ارکان نہ تین ہو سکتے ہیں اور نہ پانچ۔

رباعی گو کے لئے کچھ پابندیاں بھی ہیں اور اسے کچھ آزادیاں بھی حاصل ہیں۔سلام سندیلوی نے عروضی پابندی کے حوالے سے لکھا ہے کہ

''اگر رکن کے آخر میں وتد ہے تو اس کے بعد والے رکن کی ابتدا بھی وتد ہی سے ہوگی مثلاً اگر ابتدا میں مفعول ہے تو اس کے بعد کا رکن مفاعلن یا مفاعیل یا مفاعیلن ہوگا اور اگر مفعولن ہے تو اس کے بعد کا رکن فاعلن یا مفعول یا مفعولن ہوگا'' ۱۴

اور عروضی آزادی کے حوالے سے لکھا ہے۔

''رباعی گو شاعر کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اگر اس نے رباعی کا پہلا مصرع کسی ایک وزن میں کہا ہے تو تینوں مصرے اسی وزن میں کہے وہ ایک رباعی میں مختلف اوزان کا استعمال کر سکتا ہے'' ۱۵

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے ڈاکٹر عنوان چشتی نے بارہ مزید اوزان کا ذکر کر کے اوزان رباعی کی تعداد ۳۶ تک بڑھا دی ہے لیکن یہ انوکھی بات نہیں۔ڈاکٹر سلام سندیلوی نے پچاس ہزار اوزان کا ذکر کیا ہے ۱۶ اصغر علی رومی نے بتایا ہے کہ صاحب میزان الافکار نے اوزان رباعی کی تعداد بیاسی ہزار نو سو چوالیس بتائی ہے ۱۷

ان علمی موشگافیوں کے باوجود مسلمہ اصول یہی رہا ہے کہ رباعی کے مقررہ اوزان صرف مذکورہ بالا چوبیس ہی ہیں۔

اُردو نعتیہ رباعیات کا مطالعہ

اردو کے پہلے نعت گو شاعر حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے نعت پارے، مختلف بیاضوں سے لے کر نصیر الدین ہاشمی نے دکن میں اردو میں شائع کیے ہیں۔ ان میں ایک نعتیہ رباعی بھی ملتی ہے جو پروفیسر سید یونس شاہ نے بھی نقل کی ہے اور اسے باقاعدہ رباعی تسلیم کیا ہے۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی نے ان کے کلام میں ''کچھ رباعیات'' کے پائے جانے کا ذکر کیا ہے۔ ۱۸

پانی میں نمک ڈال مزا دیکھنا دے — جب گھل گیا نمک تو نمک بولنا کسے
یوں کھوی خودی اپنی خدا ساتھ محمدؐ — جب گھل گئی خودی تو خدا بولنا کسے ۱۹

واضح رہے کہ چوتھا مصرع نصیر الدین ہاشمی نے یوں لکھا ہے: ''جب گھل گئی خودی تو خدا بن نہ کوئی دسے'' ۲۰
یہ کتنی خوش آئند بات ہے کہ اردو نعت کے باقاعدہ اولین نمونوں میں نعتیہ رباعی بھی ملتی ہے۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ کے ہاں بھی نعتیہ رباعیات مل جاتی ہیں۔ یقیناً وہ بہت اہم شاعر ہے۔ ڈاکٹر سلام سندیلوی اور ان کے تتبع میں سید یونس شاہ، نیز ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے سلطان محمد قلی قطب شاہ کو پہلا رباعی گو قرار دیا ہے۔ ۲۱ لیکن خواجہ بندہ نوازؒ کی نعتیہ رباعی ملنے کے باعث اس جانب بھی توجہ ضروری ہے۔ سلطان محمد قلی قطب شاہ کی ایک نعتیہ رباعی یہاں نقل کی جاتی ہے۔

جیتا توں دل وجیو سوں قرآن دیکھے — احمد کے سو حق پر توں سب احسان دیکھے
دیکھ حلقۂ خاتم النبینؐ ہیں توں — دل میں سوں تا اضیع رحمان دیکھے ۲۲

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی تحقیق کے مطابق سید محمد عباس نے رباعیات انیس میں ملا وجہی کو پہلا رباعی گو سمجھ لیا ہے۔ ۲۳
اس کے لئے ملاحظہ فرمائیے۔ محمد عباس سید کی تالیف رباعیات انیس مطبع منشی نول کشور ۱۹۴۸ء بحوالہ اردو رباعی فنی و تاریخی ارتقا) از فرمان فتح پوری ص ۶۴۔ جبکہ ملا وجہی کی شاعری کے عروج کا زمانہ قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد کا ہے۔ ۲۴
سلطان محمد قلی قطب شاہ کی درج ذیل رباعی کا مضمون سراسر نعتیہ ہے۔

تجھ حسن سے تازہ ہے سدا حسن و جمال — تجھ یار کی لبتی سے ہے عشق کوں چال
تو ایک ہے تجھ سا نہیں دوجا کوئی — کیوں پاوے جگت صفحہ میں کوئی تیری مثال ۲۵

نصرتی (م ۱۰۸۵ھ): شہرت کا اصل سبب اس کی مثنویات ہیں تاہم وہ رباعی گو بھی تھا۔ وہ دکن کا بے حد اہم شاعر ہے۔ فکر و فن پر اسے کامل عبور ہے۔ اس کی ایک نعتیہ رباعی درج ذیل ہے۔

دے ختم نبوت کا خدا تاج تجھے — بخشا ہے دو عالم کا جنم راج تجھے
یک شب توں لامکاں تلک ملک لیا — ہونے تے فلک فلک پہ معراج تجھے ۲۶

ولی دکنی۔ (م ۱۷۰۷ء): ایک کامیاب رباعی گو بھی تھے۔ سید یونس شاہ کے مصداق: ''ولی کی ۲۶ رباعیوں میں ۶ نعت پر مبنی ہیں۔'' ۲۷

اے جیو دو عالم کا ترے مکھ پہ فدا — محتاج تری ذات سوں سب شاہ و گدا
مجھ عاجز و بے کس پہ نظر رحم سوں کر — اے منظرِ ہر ناظر و منظورِ خدا ۲۸
دوان ازل بیچ خدائے بے چوں — یہ حکم کیا عام کہ ہاں کن فیکوں
افرادِ دو عالم کا بندھا شیرازہ — دفترِ کونین پہ فہرست ہے توں ۲۸۔ا
اے خلق کے زیب و زین، مجھ حال کوں دیکھ — اے جد حسنؓ و حسینؓ۔ مجھ حال کوں دیکھ
تجھ باج مجھے نہیں ہے دو جا جگ میں — شاہنشہِ مشرقین، مجھ حال کوں دیکھ ۲۸۔ب
تجھ یا کے تئیں روح سوں ہمدم کہتی — تجھ نام کے تئیں دافعِ ہر غم کہتی
تجھ باج دُجے کوں جو نہ دیکھن بہتر — تو خلق تجھے ''سیدِ عالمؐ'' کہتی ۲۸۔ج

مولانا باقر آگاہ ویلوری:

ہے ذات تری محمدؐ و احمدؐ نام — ہے وصف ترا حامدؐ و محمودؐ مقام
ہے ظاہر و باطن ترا مشتق از حمد — ہر لحہ تری روح پہ صلوٰۃ و سلام ۲۹

میر تقی میر:

پیغمبر حق کہ حق دکھایا اس کا — معراج ہے کمتریں پایا اس کا
سایہ جو اسے نہ تھا یہ باعث ہوگا — کل حشر کو سب پہ ہوگا سایہ اس کا ۳۰

مصحفی:

ان کے کلام سے ایک رباعی جو حمد و نعت کے مضمون پر مشتمل ہے پیش خدمت ہے۔

اس رنج میں تو نے بہت دکھ پایا — اور مارے قلق کے سخت تو گھبرایا
اب ہے دعا مصحفی تجھ پہ رہے — اللہ و محمدؐ و علیؓ کا سایا ۳۱

مومن: ان کے کلام سے ایک رباعی جو ان کے مذہبی عقاید کی آئینہ دار ہے، درج کی جاتی ہے۔

ارباب حدیث کا میں فرماں بر ہوں — تقلید کے منکروں کا سر دفتر ہوں
مقبول روایت آئمہ نہ قیاس — یعنی کہ فقط مطیع پیغمبرؐ ہوں ۳۲

دبیر: مرزا دبیر کے کلام سے نعتیہ رباعی ملاحظہ فرمائیں۔

یٰسین کو سن کر جو قضا کرتے ہیں — حق الفت احمدؐ کا ادا کرتے ہیں
یٰسیں ہے نبیؐ کا نام سو نزع کے وقت — اس نام پہ جان اپنی فدا کرتے ہیں ۳۳
کیا قامتِ احمد نے ضیا پائی ہے — چہرے پر عجب نور کی زیبائی ہے
مصحف کو نہ کیوں فخر ہو اس صورت پہ — قرآن سے پہلے یہ کتاب آئی ہے ۳۴

میر انیس: میر انیس (۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء تا ۱۲۹۱ھ /۱۸۷۴ء) کی شہرت کی اصل اساس ان کی مرثیہ گوئی ہے۔ وہ زبردست رباعی گو بھی ہیں۔ ایک نعتیہ رباعی دیکھئے۔ جس میں اس حدیث پاک کا اشارہ ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ جب تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر درود و سلام نہ پڑھا جائے کوئی دعا آسمان تک نہیں جاتی۔

آدم کو یہ تحفہ یہ ہدیہ نہ ملا — ایسا تو کسی بشر کو پایا نہ ملا
اللہ لطافتِ تنِ پاکِ رسولؐ — ڈھونڈا کیا آفتاب سایہ نہ ملا ۳۵

لطف بریلوی:

وصف لکھتا ہوں نبیؐ کے حسنِ عالم گیر کا — کیوں نہ شہروں شہروں شہرہ ہو مری تحریر کا
تیری مدحت کی بدولت اب تو اے ممدوح حق — خلق میں ممدوح ہوں اک اک جوان و پیر کا ۳۶

امجد حیدر آبادی:

معبود کی شان عبد میں پاتا ہوں — تنزیہ سے تشبیہ کی سمت آتا ہوں
کلمہ میں خدا کے بعد ہے نام نبیؐ — کعبہ سے مدینے کی طرف جاتا ہوں
حیرت نہیں، بے سایہ اگر ذات ہوئی — ٹکرے کیا چاند، کیا کرامات ہوئی
دن رات تھا جلوۂ خدا پیش نظر — معراج ہوئی تو کیا نئی بات ہوئی ۳۷

شہیدی۔ کرامت علی:

عصیاں سے مرا دست عمل کو تہ ہے — ہاں چشم شفیع کی طرف گہ گہ ہے
ذاکر کو ہے لا الہٰ الا اللہ کا شغل — یا ورد محمدؐ رسول اللہ ہے ۳۸

محسن کاکوروی: محسن کاکوروی کی رباعیات کا ایک انتخاب ڈاکٹر ابوالخیر کشفی نے ''چراغ تجلی'' میں شائع کرایا ہے۔ اس سے کچھ رباعیات بطور نمونہ درج ہیں۔

یارب آہ رسا مدینے پہنچے — ہر نالۂ دل مرا مدینے پہنچے
چہرے کا جو رنگ ناتوانی سے اڑے — گرتا پڑتا ہوا مدینے پہنچے ۳۹
معراج کو جس وقت چلے خیر بشر — آیا یہ پیام ذوالجلال اکبر

جلد آ اے نور دیدۂ عالم قدس
اک چشم زدن میں ساتوں پردے طے کر ۴۰
مولا کی نوازش نہاں کھلتی ہے
عزت میری پیش قدسیاں کھلتی ہے
کہدو کہ ملک گوش بر آواز ہیں
مداح پیغمبر کی زباں کھلتی ہے ۴۱

عثمان (میر عثمان علی خاں، تاجدار دکن):

تاج ہے فرقِ نبی کا فتدلّٰی کیا ہے
قاب قوسین سے ظاہر ہے کہ رُتبہ کیا ہے
منکرِ قولِ شفاعت سے یہ پوچھے کوئی
معنی آیتِ یعطیک فترضیٰ کیا ہے ۴۱۔ل

رضا (احمد رضا بریلوی مولانا):

اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جاں ہیں یہ ۴۲
نور رخ سرور کا عجب جلوہ ہے
آٹھوں پہر اس کوچے میں دن رہتا ہے
یہ شام مدینہ نہ سمجھنا اے دل
آہ دلِ عاشق کا دھواں چھایا ہے ۴۳
ہے جلوہ گر نور الٰہی وہ رو
قوسین کی مانند ہیں دونوں ابرو
آنکھیں یہ نہیں سبزۂ مژگاں کے قریب
چرتے ہیں فضائے لامکاں میں آہو ۴۴

اکبر الٰہ آبادی:

زہاد کو تو نے محو تمجید کیا
عشاق کو مست لذت دید کیا
طاعت میں رہا نہ حق کا ساجھی کوئی
توحید کو تو نے آ کے توحید کیا
بطحا کو ہوا تیری ولادت سے شرف
یثرب کو ملا تیری اقامت سے شرف
اولاد ہی کو فخر نہیں کچھ تجھ پر
آبا کو بھی ہے تیری لاوّت سے شرف ۴۵

امیر مینائی:

گزرے سرِمہرش جب جناب والا
اللہ رے شوق دید قد بالا
طوبیٰ نے یہ سر اٹھا کے حسرت سے کہا
مضمون قیامت گیا بالا بالا ۴۶

میر مہدی مجروح (۱۸۳۳ء تا ۱۹۰۳ء): میر حسین نگار دہلوی کے بیٹے اور غالب کے چہیتے شاگرد تھے۔ تصانیف میں (i) مظہر معانی (دیوان' مطبوعہ ۱۸۹۸ء)۔ (ii) ہدیۃ الائمہ (نعت وسلام)۔ (iii) انوار الاعجاز۔ (iv) طلسمِ راز (آخری دو نایاب مفقود ہیں)۔ ہدیۃ الائمہ میں ۸۱ رباعیات ہیں۔

ڈاکٹر سیّد تقی عابدی نے ان کا جو نعتیہ کلام نعت رنگ نمبر ۱۵ میں بطور نمونہ دیا ہے۔ اس میں رباعیات بھی ہیں۔ ان کے مطالعہ سے مجروح ایک اہم نعتیہ رباعی گو کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ ایک رباعی بطور نمونہ درج ذیل ہے:

احمدؐ کے ہے سب سے بڑھ کے پایا اس کا
ثانی کوئی دہر میں نہ پایا اس کا
تھا رتبہ جسِ پاک از بس کی بلند
آیا نظر اس لئے نہ سایا اس کا ۴۷

حسن بریلوی:

جان گلزار مصطفائی تم ہو
مختار ہو مالک خدائی تم ہو
جلوے سے تمہارے ہے عیاں شان خدا
آئینہ ذات کبریائی تم ہو ۴۸

مذاق بدایونی:

حق یوں ہے، نہ حق، ریاضت میں ملا
طاعت میں ملا، نہ وہ عبادت میں ملا
واللہ مذاق جب کسی نے ڈھونڈا
اللہ رسولؐ کی اطاعت میں ملا ۴۹

مولانا محمد جمیل الرحمٰن......قبالۂ بخشش: ان کے مجموعہ نعت ''قبالۂ بخشش میں ۹ رباعیات ہیں۔ایک درج ذیل ہے۔

ہیں مظہر ذات حق رسول اکرمؐ مختار و خلیفۂ خدائے عالم
صرف ان کے سبب سے سب ابو العزم ہوئے عیسیٰؑ موسیٰؑ خلیلؑ و نوحؑ و آدمؑ ۵۰

بیان (سید محمد مرتضیٰ حسن بیان ویزدانی میرٹھی)......قندیل حرم:

اے بادشہ بارگہ غیب و شہود تو ہے سبب غلغلۂ بود و نبود
لولاک لما کی شان دونوں میں رہی سایے سے عدم بنا تو جلوے سے وجود ۵۱

حزیں کاشمیری (پ ۱۹ فروری ۱۹۲۸ء): حزیں کاشمیری معروف شاعر، جن کے متعدد شعری مجموعے شائع ہو کر اہل ادب سے خراج تحسین حاصل کر چکے (جیسے محبت، ناز و نیاز، سلک لآلی، موج موج ساحل) حزیں نے نظم، غزل اور رباعیات میں نام کمایا۔''لمعات نور'' ان کی نعتیہ رباعیوں کا مجموعہ ہے۔اس میں ۲۱۰ رباعیات ہیں۔نعتیہ رباعیوں کا اتنا بڑا مجموعہ بجائے خود شاعر کے لئے بڑے اعزاز کی بات ہے۔ پہلے ان کی دو رباعیات ملاحظہ کیجئے۔

ولیوں کی ولائتیں جہاں ختم ہوئیں نبیوں کی نبوتیں جہاں تک پہنچیں!
اس حد سے مرے نبیؐ کا آغاز ہوا توسین کی قربتیں نہایت ٹھہریں ۵۲
آئے عالم میں انبیاء بھی آئے صدیق بھی آئے اولیاء بھی آئے
آقاؐ ہی سے کھلی مگر ذات کی رمز لاکھوں وحدت کے آشنا بھی آئے ۵۳

ان دو رباعیات سے بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حزیں کو فن رباعی گوئی پر دسترس حاصل ہے۔ان کی ہر رباعی ایک مکمل نظم ہے جو ایک خیال پارے کو اس کی اٹھان اور انتہا تک لے جا کر بیان کرتی ہے۔حزیں کبھی تو سیرت کا کوئی واقعہ رباعی کا موضوع بناتے ہیں جیسے یہ رباعی:

وہ لوگ کہ جن کو تھے ہزاروں دعوے اک خاک کی ڈھیری تھی نبیؐ کے آگے
لرزئے جو نبیؐ کا روئے انور دیکھا آئے تھے مباہلہ کو جی ہارے ۵۴
تہذیب کا ارتقا ہوا آقاؐ سے اخلاق کا ہر سرا ملا آقاؐ سے
حکمت کے لٹا دیے خزینے لاکھوں انساں کو غرض خدا ملا آقاؐ سے ۵۵

مقدار اور معیار کے حوالے سے حزیں کی رباعیات اتنی دقیع اور قابل ذکر ہیں کہ نعتیہ ادب کا کوئی تذکرہ ان کی رباعیات کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں سمجھا جائے گا۔ادبی خوبیوں کے علاوہ حزیں نے بارگاہ نبوت کے احترام کا بھی خاص خیال رکھا ہے۔

خالد (عبدالعزیز خالد):

ذمی مرے اقوال و عقول و افہام الفاظ و اساطیر عبید و خدام
میں حرف سروش ہوں خدا کی آواز لکھتا ہوں سلام احمدؐ مختار کے نام
اف تک نہ کہا جس نے ملازم کو کبھی پر خندہ مجیب دعوۃ المملوک
لایا جو مساوات و اخوت کا پیام ہے محسن انساں وہی مکی مدنی ۵۶

حافظ لدھیانوی: ان کا نعتیہ مجموعہ ''نعتیہ رباعیات'' ۱۹۹۲ء میں پہلی بار شائع ہوا۔اس میں ۲۸۷ نعتیہ رباعیات ہیں۔نعتیہ رباعیات کا اتنا بڑا ذخیرہ یقیناً لائق التفات ہے۔اس کے پیش لفظ میں عاصی کرنالی نے لکھا ہے:

''میرے مبلغ علم کے مطابق رباعیات کا موجودہ ذخیرہ نعتیہ رباعیات کا پہلا' باقاعدہ' لائق التفات اور لائق استفادہ مجموعہ ہے۔اس اعتبار سے حافظ صاحب ہی کو اولیت کا شرف حاصل ہے۔'' ۵۷

عاصی کرنالی بہت محتاط لکھنے والوں میں سے ہیں لیکن یہاں اوّلیت کا سہرا حافظ لدھیانوی مرحوم کے سر باندھنے والا قول عین حقیقت نہیں۔کیونکہ علقمہ شبلی کا رباعیات کا مجموعہ ''زادِ سفر'' ۱۹۸۹ء میں شائع ہو چکا تھا۔اس مجموعے میں حمدیہ و نعتیہ رباعیات ہیں۔تاہم زادِ سفر نسبتاً مختصر مجموعہ نعت ہے جبکہ ''نعتیہ رباعیات'' دقیع و ضخیم اردو مجموعہ ہے۔بہر حال یہ واضح ہے کہ یہ اردو میں نعتیہ رباعیات کا پہلا مجموعہ تو نہیں البتہ بہت رفیع و

دقیع ضرور ہے۔ حافظ لدھیانوی ایک قادر الکلام شاعر ہیں۔ غزل کی ساری رنگینی و شادابی ان کی رباعیات میں بھی جلوہ فگن ہیں۔ رباعی نگاری یقیناً ایک مشکل فن ہے اور حافظ لدھیانوی نے اس مشکل چوٹی کو بڑی آسانی سے سر کیا ہے۔ بطور نمونہ ان کی چند رباعیات درج ذیل ہیں۔

۱) ہر رنگ میں بے مثل ہے لاثانی ہے
عالم میں تیرے نور سے تابانی ہے
تخلیق کا شہکار ہے پیکر تیرا
جو نقش ہے آئینہ حیرانی ہے ۵۸

(۲) لہراتا ہے کونین میں جس کا پرچم
کرتا ہوں میں اس ذات کی توصیف رقم
پھیلائی ہے میں نے بھی وہاں پر جھولی
ہے جس درِ اقدس کا بھکاری عالم ۵۹

(۳) ہے لب پہ مرے تیری ثنا کا نغمہ
ہے میرے خیالوں میں سراپا تیرا
مدحِ شہِ کونین سے سرشار ہے جاں
ہے لطف ترا مجھ پہ مسلسل آقاؐ ۶۰

(۴) گلزار محبت کے کھلانے والے
کرتے ہیں تجھے یاد زمانے والے
ہر لب پہ ترا ذکرِ ثنا ہے تیری
اللہ کو بندوں سے ملانے والے ۶۱

(۵) وحدت کا سبق سب کو پڑھایا تو نے
معبود سے بندوں کو ملایا تو نے
انسان تھا صدیوں سے اسیرِ باطل
اس کفر کے زنداں سے چھڑایا تو نے ۶۲

یزدانی جالندھری:

اک ابر کرم، شافع محشر کہیے
الطاف و عنایات کا سمندر کہیے
شان محبوب کبریا یزدانیؔ
''انا اعطینک الکوثر'' کہیے
باہر ہے بیاں سے عزو شان سرورؐ
اللہ کا بیان ہے بیان سرورؐ
کیونکر نہ کہیں کہ وہ ہیں ناطق قرآن
قرآں کی زبان ہے زبانِ سرورؐ ۶۳

علقمہ شبلی: نعتیہ رباعیات کا مجموعہ ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں حمدیہ رباعیات ہیں اور دوسرے حصے میں نعتیہ رباعیات۔ کلیم سہرامی نے علقمہ شبلی کے اوّلین نعتیہ رباعی گو شاعر ہونے کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

''یہ بات بلا مبالغہ کہی جا سکتی ہے کہ برصغیر پاک و ہند، بنگلہ دیش میں حمد و نعت کا یہ پہلا مجموعہ ہے جو صرف صنف رباعی پر مشتمل ہے اور (جو) انہیں دوسرے شعراء سے ممتاز ہی نہیں کرتا بلکہ ان کی شاعرانہ انفرادیت کو ایک کامیاب رباعی گو کی حیثیت سے نئی شناخت عطا کرتا ہے''۔ ۶۴

رعنائی افکار کے مظہر ہیں آپؐ
رنگینی اظہار کے پیکر ہیں آپؐ
ہے ذات گرامی سے محاسن کا وجود
شادابی تخیل کے مصدر ہیں آپؐ ۶۵

ایک رباعی میلاد یہ ہے۔

تشریف جو لائے تو مقدر جاگا
دل اور نظر کا مرے منظر جاگا
ہے آپ کا یہ فیض رسول اکرمؐ
افکار کا پر نور سمندر جاگا ۶۶

علقمہ شبلی کے کلام کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ رباعی کے ساتھ تو انہیں طبعی مناسبت ہے۔ انہوں نے رباعی کا تمام فنی جوہر اپنے کلام میں پیش کر دیا ہے۔ راجشاہی (بنگلہ دیش) کے کلیم سہرامی (جو خود بھی کامیاب رباعی گو ہیں) نے علقمہ شبلی کے متعلق لکھا ہے:

''(ان کی) رباعیوں کے مطالعے سے قاری کو اکتاہٹ محسوس نہیں ہوتی بلکہ ان کی فنی پختگی، خیالات کی تازہ کاری، الفاظ و تراکیب کے انتخاب و استعمال پر قدرت اور شعریت و غنائیت، قاری کا دامن دل کھینچتی ہے اور یہی شاعر کی سب سے بڑی کامیابی ہے''۔ ۶۷

اختر شیرازی: ان کی رباعیات کا مجموعہ ''رباعیات توحید و رسالت'' پہلی بار ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا۔ یہ رباعیات کا بڑا مجموعہ ہے، جس میں ۳۱۶ رباعیات شائع ہوئیں۔ یہ حمد و نعت کے موضوع کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ نعتیہ رباعیات سرکار مدینہؐ کے تذکار پر مشتمل ہیں۔ ان کی دو رباعیات دیکھیں۔

کیا خوب ہے شان رسولؐ عربی
بے مثل ہے احسان رسولؐ عربی
سرکارؐ کا صدقہ ہی ہمیں ملتا ہے
مخلوق ہے مہمان رسولؐ عربی ۶۸

سرکارؐ کی جس نے بھی اطاعت کی ہے اللہ نے اس شخص پہ رحمت کی ہے
سرکارؐ کو محبوبؐ بنا کر اختر اللہ نے انسان پہ شفقت کی ہے ۶۹؎

شہزاد احمد نے اختر شیرازی کی رباعیات پر یوں اظہار خیال کیا ہے۔

''اختر شیرازی کا موجودہ مجموعۂ کلام صرف رباعیات ہی پر مشتمل ہے۔ اختر شیرازی کو اس صنف شاعری سے کوئی قلبی نسبت خاص ضرور ہے، وہ جس انداز سے رباعی لکھتے ہیں اسی لگن سے پڑھتے بھی ہیں۔ جو لوگ اوزان سے واقف نہیں بھی ہوتے ان تک بھی عروضی تقسیم بخوبی پہنچ جاتی ہے۔ ان کے موضوعات بھی غیر مانوس نہیں ہیں۔ ہم لوگ جو مسلم معاشرے میں رہتے ہیں، ہم ان مفاہیم تک بآسانی رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات تو رباعی کا چوتھا مصرعہ خود بخود ہمارے ذہن میں آ جاتا ہے۔

شیرازی صاحب نے اپنے موضوعات کو شعری لوازمات پر فوقیت دی ہے۔ ان کیلئے بنیادی بات عقیدت کا اظہار ہے جو انہوں نے پوری دلبستگی سے کیا ہے۔ شعری محاسن بھی ان کے ہاں موجود ہیں وہ اتنی آسانی اور سلاست سے شعر کہہ لیتے ہیں کہ اس کی مثال ان کے ہمعصروں میں کم کم ہی ملے گی۔

انہوں نے حمدیہ اور نعتیہ رباعیات کو الگ الگ بھی نہیں کیا۔ شاید ایسا کرنا ممکن بھی نہیں ہے۔ ہم نے خدا کو رسولؐ کی وساطت سے پہچانا ہے اور خدا کا پیغام ہمیں رسولؐ کے ذریعے ملا ہے۔ لہٰذا یہ بھی کچھ ایک اکائی کی صورت میں ہے''۔ ۷۰؎

اختر شیرازی کی ان رباعیات میں نعتیہ مضامین عجب چمک دکھاتے ہیں ان کا وفور شوق ایک ایک رباعی سے ظاہر ہے۔

اک خلقت اولیٰ ہے وہؐ قدرت کا ظہور طیبہ میں ہوا آ کے وہؐ آخر معمور
اختر! کی ملائک نے بھی جس کی تعظیم آدمؑ کی جبیں میں تھا وہ احمدؐ کا نور ۷۱؎

اختر شیرازی کی حمدیہ اور نعتیہ رباعیات، نعتیہ ادب کا قیمتی اثاثہ ہیں۔

فراق گورکھپوری (رگھوپتی سہائے، م۱۹۸۲ء): مشہور شاعر فراق گورکھپوری کا نام بطور نقاد بھی کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ ان کی ایک نعتیہ رباعی مشہورِ عالم ہے۔ جو یہاں درج کی جاتی ہے۔

انوار بے شمار معدود نہیں رحمت کی شاہراہ مسدود نہیں
معلوم ہے کچھ تم کو محمدؐ کا مقام وہ امت اسلام میں محدود نہیں ۷۱؎۔الف

عطا محبوب الٰہی: ان کا نعتیہ مجموعہ ''چرخ اطلس'' ہے۔ یہ نعتیہ رباعیات کا مجموعہ ہے اس میں ۲۱۹ رباعیات نعت ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے عطا کی رباعیات کے حوالے سے لکھا ہے:

''ان کی ہر رباعی پر صل علیٰ، سبحان اللہ کے کلمات خود بخود قاری کی زبان پر آ جاتے ہیں'' ۷۲؎

پروفیسر محمد عثمان صفی پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

''یہ نعتیہ رباعیات تاریخ ادب اردو میں اس اعتبار سے بھی انتہائی اہمیت کی حامل ہیں کہ اس سے پہلے اردو زبان میں نعتیہ رباعیات کا کوئی مجموعہ شائع نہیں ہوا'' ۷۳؎

پروفیسر عثمان صفی کا محولہ بالا بیان درست نہیں کیونکہ محبوب الٰہی عطا کا مجموعہ رباعیات ''چرخ اطلس''، پہلی بار ۲۰۰۱ء میں شائع ہوا جبکہ اس سے قبل ۱۹۸۹ء میں علامہ شبلی کا نعتیہ رباعیات کا مجموعہ شائع ہو چکا تھا۔ ۷۴؎

حافظ لدھیانوی کا مجموعہ ''نعتیہ رباعیات'' ۱۹۹۲ء میں شائع ہو چکا تھا۔ علامہ شبلی کے علاوہ اختر شیرازی کی نعتیہ رباعیات کا مجموعہ ''رباعیات توحید و رسالت''، پہلی بار لاہور سے ۱۹۹۶ء میں شائع ہو چکا تھا جس میں ۳۱۶ رباعیات ہیں۔ ۷۵؎

اس کے علاوہ حزیں کاشمیری کی رباعیات کا مجموعہ ''لمعاتِ نور'' ۱۹۹۹ء میں شائع ہوا۔ یہ نعتیہ رباعیات کا مجموعہ ہے جس میں ۲۱۰ نعتیہ رباعیات ہیں ۷۶؎

لہٰذا یہ تو درست نہیں کہ محبوب الٰہی عطا نے نعتیہ رباعیات کا پہلا مجموعہ تصنیف کیا البتہ یہ درست ہے کہ ''چرخ اطلس''، بھی نعتیہ رباعیات کی تاریخ میں ایک قابل ذکر مجموعہ ہے۔ محبوب الٰہی عطا کی کچھ نعتیہ رباعیات بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

تابانی غم اور بڑھا دیتے ہیں ماحول کو پرنور بنا دیتے ہیں
جب بجھنے پہ آتا ہے شعلہ دل کا سرکارؐ تبسم کی ہوا دیتے ہیں ۷۷؎

خالق کا ہے ممدوح سراپا تیراؐ
مرتبہ ہے ہر اک رتبے سے اعلیٰ تیرا
تعریف لکھیں کیا تریؐ انشا پرداز
ہر وصف ہے تعریف سے بالا تیرا ۷۸؎
انوار کے رنگوں سے بنائی چادر
یٰسین کے پھولوں سے سجائی چادر
رحمت کے فرشتوں نے عطا وقت سحر
روضے پہ درودوں کی چڑھائی چادر ۷۹؎
ہنس کر کبھی لکھا کبھی رو کر لکھا
ہر حال میں سرکارؐ کا ہو کر لکھا
ہر لفظ عطا نعتِ شہہؐ بطحا کا
الہام کی خوشبو میں سمو کر لکھا ۸۰؎

صبا متھراوی: صبا متھراوی کے نعتیہ مجموعے ''دربار رسالت میں'' نعتیہ رباعیات بھی ہیں۔نمونہ درج ذیل ہے۔

وہ احمد مرسل وہ حرم کا سردار
وہ رحم و عطا، مہر و کرم کا سردار
دلدار صد ہر دوسرا کا مالک
وہ دہر کا حاکم' وہ ارم کا سردار
وہ احمد مرسلؐ وہ مکمل کامل
مہکا ہوا وہ طاہر و اطہر اک دل
ہر دل کا مداوا وہ سلام ہر روح
وہ اسوۂ ہر راہ وہ ہر سو ساحل ۸۱؎
تنظیم خیابان نبوت توؐ ہے
تکمیل گلستان نبوت توؐ ہے
جبریل کے ہونٹوں کے تکلم کی قسم
بس آخری اعلان نبوت توؐ ہے ۸۲؎

راغب مرادآبادی: راغب مرادآبادی اہم نعت گو شاعر ہیں۔انہوں نے نعتیہ رباعیات بھی لکھی ہیں۔''بحضور خاتم الانبیاء'' سے نعتیہ رباعیات درج ذیل ہیں۔

کیا عقل کرے گی شرح قاب قوسین
راغبؔ اس راز کے ہیں محرم طرفین
حاصل ہے خدا سے ہم کلامی کا شرف
اللہ رے معراج رسول ثقلین ۸۳؎
محبوب خدا محسن عالم تم ہو
فخر داؤد و نوح و آدم تم ہو
ہے تاج قیادتِ دو عالم سر پر
یا شاہ امم، قائداعظم تم ہو ۸۴؎

عمر فیضی: ان کا مجموعۂ کلام دشت جنوں ہے جو ۲۷۳ رباعیات پر مشتمل ہے۔یہ رباعیات ہر طرح کے موضوع کو سمیٹے ہوئے ہیں۔ان میں حمد ونعت سے متعلق رباعیات بھی ہیں۔صرف نعت سے متعلق رباعیات کی تعداد پچیس ہے۔ان کی پہلی نعتیہ رباعی ہی دیکھیے۔

دنیا کا مجھے خیال کیسے آتا؟
میرے لب پر سوال کیسے آتا؟
تھا دل کے صدف میں گوہر عشق رسولؐ
دولت کو مری زوال کیسے آتا؟ ۸۵؎

یہاں جس طرح عشق رسولؐ کا ذکر ہوا، وہی ان کی نعتیہ رباعیات کی اصل اساس ہے۔وہ نعت کا کوئی بھی مضمون شروع کریں یہ عشق رسولؐ اس کا لازمی حصہ بن کر سامنے آتا ہے۔

یہ درد سنبھال کر جگر میں رکھا
بس ایک دیا جلا کے گھر میں رکھا
سب کچھ رہ زیست میں لٹایا لیکن
سودا عشق نبیؐ کا سر میں رکھا ۸۶؎

رباعی ایک مشکل لیکن باوقار صنف سخن ہے اس میں تفصیلات کی گنجائش نہیں ہوتی لہٰذا اختصار اور جامعیت رباعی کی کلیدی خصوصیت ہے۔عمر فیضی اس اعتبار سے کامیاب رباعی گو ہیں۔

اللہ سے لو لگا کے بیٹھے رہنا
چپ چاپ نظر جھکا کے بیٹھے رہنا
کترا کے قیامت بھی گزر جائے گی
در پر شہ دوسراؐ کے بیٹھے رہنا ۸۷؎
فن تم پہ نثار، شاعری تم پہ نثار
علم و عرفان و آگہی تم پہ نثار
فکر و نظر و خیال و احساس و شعور
سب تم سے ہیں یا نبیؐ! سبھی تم پہ نثار ۸۸؎

فقیر (حافظ محمد افضل فقیر): ان کے نعتیہ مجموعہ جان جہاں میں عربی فارسی اور اردو میں رباعیات ملتی ہیں۔یہ رباعیات فکری وفنی لحاظ سے اعلیٰ درجے کی حامل ہیں۔بطور نمونہ دو رباعیات درج ذیل ہیں۔

خوش بخت ہوئے حاضر دربار نبیؐ — کوثر تک لے آئی ہے تشنہ لبی
چشم کرم اے تاجور موجودات — اک بے کس ہے منتظر دید ابھی ۸۹؎

عنوان کتاب زیست ہے آپؐ کا نام — انداز شفاعت میں ہے جنت کا پیام
ہے شان رسولؐ پاک اول، آخر — انعام و اکرام ، انعام و اکرام ۹۰؎

گوہر ملسیانی...... مظہر نور:

ہے جیو دوعالم کا ترے مکھ پہ فدا — محتاج تری ذات سوں سب شاہ و گدا
مجھ عاجز وبے کس پہ نظر رحم سوں کر — اے منظر ہر ناظر و منظور خدا ۹۱؎

ارمان اکبر آبادی (مولوی بشارت علی ارمان)...... سروش سدرہ

دل ہے سرور نعت رسولؐ انام ہے — کتنا بلند آج ہمارا مقام ہے
ارمان اس کو نعت کہیں یا وحی کہیں — بندے کی ہے زبان خدا کا کلام ہے ۹۲؎

مرزا شکور بیگ۔ نکہت مدینہ

اک حور جیسے جلوہ دکھا کر چلی گئی — گہرائیوں میں دل کی سما کر چلی گئی
چھوتا در حبیبؐ تو محسوس یوں ہوا — جنت ہمارے ہاتھ میں آ کر چلی گئی ۹۳؎

انور فیروز پوری...... مختار کلؐ

سرکارؐ کو ہادیٔ سبل کہتے ہیں — یا خاصۂ خاصان رُسل کہتے ہیں
انورؔ ہوئی تخلیق دو عالم ان سے — سب جز ہیں انہیںؐ صدر کُل کہتے ہیں ۹۴؎

مقصود زاہدی: مقصود زاہدی کی نعتیہ رباعیات میں ایک خاص سرشاری کا احساس ہوتا ہے۔ وہ موجودات پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے احسانات اور فیوض و برکات کا ذکر بڑے والہانہ انداز میں کرتے ہیں۔

ہم دین و ایمان تمہیں کہتے ہیں — اللہ کا فیضان تمہیں کہتے ہیں
انسان کو جو کچھ بھی دیا' تم نے دیا — ہم وارث قرآن تمہیں کہتے ہیں ۹۵؎

اعجاز رحمانی: اعجاز رحمانی نے خاصی نعتیہ رباعیات لکھی ہیں۔ صرف ''پہلی کرن آخری روشنی'' میں اڑتیس رباعیات ہیں۔ بطور نمونہ اُن کی ایک رباعی درج ذیل ہے۔

کانٹوں کے بجائے گل شاداب ملے — ذروں کے عوض گوہر نایاب ملے
جس راہ سے گزرے ہیں رسول اکرمؐ — نقش کف پا صورت مہتاب ملے ۹۶؎

اعجاز کی رباعیات فکری وفنی ہر دو لحاظ سے قابل تحسین ہیں۔

پھول (تنویر پھول): ان کی نعتیہ رباعیات ان کے دلی جذب وشوق کی آئینہ دار ہیں۔ بطور نمونہ ایک رباعی درج ذیل ہے۔

اللہ نے احمد کو عرب میں بھیجا — وہ آئے ملا سب کو اجالا دل کا
دنیا سے مٹی جہل کی ساری ظلمت — جب چاند ہدایت کا حرا سے نکلا ۹۷؎

فدا خالد دہلوی: فدا خالد دہلوی کی نعتیہ رباعیات قابل ذکر ہیں۔ انہیں زبان و بیان پر بے پناہ قدرت حاصل ہے۔ ان کی رباعی فنی اعتبار سے کامیاب ہوتی ہے۔ ان کے مجموعے ''م ص'' میں چالیس رباعیات پائی جاتی ہیں۔ نمونے کے طور پر چند رباعیات دیکھئے۔

(۱) مجبور ہوں کس طرح میں انؐ تک پہنچوں — بہتر ہے اسی شغل کو جاری رکھوں
مر جاؤں میں انؐ کا نام لیتے لیتے — مرقد میں کھلے آنکھ تو انؐ کو دیکھوں ۹۸؎

(۲) کس شان سے کس ادا سے نکلا — منزل کا پتا راہ نما سے نکلا
چمکا ہے سر عرش معلی دیکھو — وہ مہر رسالت جو حرا سے نکلا ۹۹؎

(۳) درکار نہیں کوئی سہارا مجھ کو — خود راستہ دے دیتا ہے دھارا مجھ کو

مشکل سے بھی مشکل ہو تو مشکل کیا ہے　　کافی ہے فقط نام تمہاراً مجھ کو ۱۰۰؎

رشید وارثی: رشید وارثی نے بھی چند نعتیہ رباعیات لکھی ہیں۔ان کے ہاں رباعی کا مضمون ایک خاص ترفع کے ساتھ آتا ہے۔مضمون کی اٹھان چوتھے مصرے میں تکمیل کو پہنچ جاتی ہے۔عروضی لحاظ ہی سے نہیں بلکہ فکری لحاظ سے بھی رباعی نگاری کا رآساں نہیں لیکن رشید وارثی اس مرحلے پر کامیاب نظر آتے ہیں۔ان کی ایک رباعی بطور نمونہ درج ہے۔

ہر لفظ میں اک حسن معانی پنہاں　　گفتار میں کوثر کی روانی پنہاں
اس افصح عالم کی ثنا خوانی میں　　ہے وہب الٰہی کی نشانی پنہاں ۱۰۱؎

شفیق الدین شارق: شفیق الدین شارق کے نعتیہ مجموعہ ''نزول'' میں بھی نعتیہ رباعیات ملتی ہیں۔بطور نمونہ چند رباعیات ملاحظہ کیجئے۔

مولیٰ الثقلین اور نبی الحرمین　　محبوب خدا صاحب قاب قوسین
ان ہی سے ملتا ہے دل و روح کو چین　　ان ہی سے راحتِ حیاتِ دارین
تھا غار حرا سے وہ طلوع اسلام　　اک علم کا پیغام جہالت کے نام
تھا شافیِ مطلق کا بلاوا آؤ　　بھر بھر کے پیؤ اپنی صحت کے جام
شاہ عرب و عجم پہ لاکھوں ہوں سلام　　نور بصر و راحتِ جاں انؐ کا نام
ہو جان کہ مال، ان پہ ہیں قربان سبھی　　شارق ہیں غلام ان کے خواص اور عام ۱۰۲؎

شارق کے اس مجموعے میں پندرہ رباعیات ہیں۔سب رباعیات رباعی کے مخصوص اوزان میں ہیں۔مضمون میں بتدریج پھیلنے اور چوتھے مصرع میں انتہا تک پہنچنے کا اہتمام نظر آتا ہے۔فکری طور پر بھی یہ کامیاب رباعیات ہیں۔

عبدالباری آسی:

وہ نقطۂ نور اگر نہ پیدا ہوتا　　کیوں دائرہ فلک ہویدا ہوتا
محبوب خدا اگر نہ بنتے احمدؐ　　والہ ہوتا نہ کوئی شیدا ہوتا ۱۰۳؎

اختر (ستیہ پال رضوانی): مذہباً ہندو تھے اور پیشہ صحافت تھا ان کی ایک نعتیہ رباعی درج ذیل ہے۔

جمہور و مساوات کا پیغمبرؐ　　آئینہ حالات کا پیغمبرؐ
اے خطۂ بطحا و عرب کے باسی　　تو کشف و کرامات کا پیغمبر ۱۰۴؎

سجاد مرزا:

ہر ایک آنکھ میں رقصاں جمال ان کا ہے　　سکونِ قلب وہ عالم خیال ان کا ہے
ہم معتبر ہیں زمانے میں اس لئے سجاد　　کرم یہ ان کا ہے سارا کمال ان کا ہے ۱۰۵؎
انؐ کا ہر ایک لفظ چراغ جمال ہے　　انؐ کا وجود پرتوِ رب جلال ہے
سجاد ان کی ذات ہے رحمت جہان پر　　کردار ان کا دیکھیے تو بے مثال ہے ۱۰۶؎

اعظم چشتی:

کیوں نہ ہو صاحب ایمان محمد اعظم　　ہے گدائے درِحسانؓ محمد اعظم
میری تربت کے سرہانے پہ لگانا لکھ کر　　تھا محمدؐ کا ثناخوان محمد اعظم ۱۰۷؎

محمد عاشق:

محمدؐ اعتبار زندگی ہے　　محمدؐ سے وقار زندگی ہے
شعور جاں کشائی دلربائی　　محمدؐ شاہکار زندگی ہے ۱۰۸؎

ارشد محمود ارشد:

جنت سے تمہیں دیتے ہیں حسنین مبارک　　اے شاعر و عقبیٰ کا تمہیں چین مبارک

سرکارؐ کی طاعت ہے ہر اک غم کا مداوا — وابستگی سرورِ کونینؐ مبارک ۱۰۹؎

نگار فاروقی:

جلوہ گری ایقان کی ہے یادِ رسولؐ — کنجی مرے ایمان کی ہے یادِ رسولؐ
میں یوں کلمہ پڑھتا ہوں ہر دم ان کا — تسکین مری جاں کی ہے یادِ رسولؐ ۱۱۰؎

مجلّہ ''جہانِ حمد'' کراچی کی نعت نمبر 6 میں نعتیہ رباعیات کا ایک انتخاب دیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض رباعیات (انتخاب کے انتخاب کی صورت میں) درج کی جاتی ہیں۔

اصطفا لکھنوی:

خالق ہے خدا، محمدؐ اس کے ہیں نبیؐ — اصحاب محمدؐ کو پھر خلافت ہے ملی
نام ان کے ہیں اصطفا بتاؤں تم کو — بوبکرؓ و عمرؓ ہیں اور عثمانؓ و علیؓ ۱۱۱؎

شاعر لکھنوی:

ہر مدح سے ہے حمد کی حد کا ادراک — اعلیٰ کا، معلی کا ، صمد کا ادراک
مرسل ہی سے مرسل کی ہوئی آگاہی — احمدؐ سے ہوا ہم کو احد کا ادراک ۱۱۲؎

وقار صدیقی اجمیری (کراچی):

خوش نظر خوش معاش کرتی ہے — راز ہستی کو فاش کرتی ہے
رحمتِ مصطفےٰؐ خدا کی قسم — غم زدوں کو تلاش کرتی ہے ۱۱۳؎

جیلانی......سید محمد وکیل جیلانی:

بول میٹھا سائلوں سے بولنا — خود کو صدقے کے ترازو تولنا
میرے آقاؐ کو یہی مرغوب ہے — سوچ کر اپنی زبان کو کھولنا ۱۱۴؎

صہبا اختر: ان کے نعتیہ مجموعے ''اقراء'' میں متعدد نعتیہ رباعیات ملتی ہیں۔ بطورِ نمونہ ایک رباعی درج ذیل ہے۔

اس میرے تصور کا خدا ناظر ہے — کیا چیز ہے مدحت کا نشہ ظاہر ہے
جیسے ہی قصیدے کا کیا میں نے خیال — جبریل یہ بولا کہ قلم حاضر ہے ۱۱۵؎

۲۔ قطعہ

قطعہ کا لفظی مطلب ہے ٹکڑا۔ کسی چیز کا جز و اس کا قطعہ ہے۔ ادبی اصطلاح میں قطعہ سے مراد وہ نظم ہے جو دو یا دو سے زیادہ اشعار پر مشتمل ہو اور ان اشعار میں کسی مضمون کو تسلسل کے ساتھ پیش کیا گیا ہو۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا لکھتے ہیں:

ایسی نظم جو دو یا دو سے زیادہ اشعار پر مشتمل ہو۔ مطلع کی موجودگی ضروری نہیں مگر ہر شعر کے دوسرے مصرع میں قافیہ کی پابندی لازم ہے'' ۱۶؎

بعض اہلِ تحقیق ولغت کی رائے ہے کہ قطعہ، قصیدے یا غزل سے جدا کیا ہوا ٹکڑا ہے یعنی جیسے غزل قصیدے سے نکلی اسی طرح غزل سے قطعہ الگ ہوا، ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کا خیال ہے کہ قطعہ، قصیدے اور غزل ہر دو اصناف سے علیحدہ علیحدہ وجود میں آیا ہے' اور قصیدے سے الگ ہونے والے قطعات اور غزل سے وجود میں کافی زمانہ بعد پایا جاتا ہے۔ جو اشعار غزل ایک ہی مضمون کے مسلسل بیان پر مشتمل ہوں یعنی جب ایک لمبا مضمون غزل کے ایک شعر میں سمانہ سکے تو اسے چند اشعار میں بیان کیا جاتا ہے ایسے شعر کے اوپر ''ق'' لکھ کر یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ اشعار قطعہ بند ہیں۔

قطعہ کم از کم دو شعروں پر مشتمل ہوتا ہے زیادہ کی تعداد متعین نہیں۔ اس کے شروع میں عموماً مطلع نہیں ہوتا، تاہم مطلع آ بھی سکتا ہے۔ اسی طرح مقطع بھی آخر میں لایا جاسکتا ہے اور اگر مقطع نہ ہو تو بھی جائز ہے۔ قطعہ کیلئے کسی مخصوص بحر یا وزن کی پابندی نہیں حد یہ کہ اگر کوئی رباعی کی ہیئت میں قطعہ لکھ دے تو بھی اسے قطعہ ہی کہیں گے۔ ۱۷؎

قطعہ کے لئے ضروری ہے کہ اس کے تمام اشعار تسلسل مضمون کے حوالے سے باہم مربوط ہوں۔ اس کی ہیئت اور ظاہری شناخت غزل جیسی

ہے۔ قطعے کے لئے ردیف ضروری نہیں۔ اگر ردیف نہ ہو تو بہتر ہے کیونکہ ردیف تسلسل مضمون اور روانی فکر میں حائل ہو سکتی ہے۔

دو اشعار پر مشتمل قطعات نے رباعی جیسی رنگینی و دلکشی حاصل کر لی ہے۔ رباعی مخصوص اوزان کے تقریباً پیچیدہ نظام کے باعث ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں جبکہ قطع اوزان کی ایسی جکڑ بندیوں سے آزاد ہے لہذا شعراء کیلئے قطعہ نگاری نسبتاً آسان بھی ہے۔ قطعات دو شعروں سے زیادہ اشعار میں بھی موجود ہیں۔ کبھی قطعات کے اوپر عنوان درج کر دیا جاتا ہے اور کبھی بے عنوان بھی ہوتے ہیں۔ حفیظ صدیقی قطعے کی ایک اور خوبی بیان کرتے ہیں۔

''اچھے قطعوں میں پہلے شعر سے لے کر آخری شعر تک معنوی ارتقاء بھی ملتا ہے'' ۱۱۸

قطعہ کے لئے موضوعات کی بھی کوئی پابندی نہیں۔ کسی بھی من پسند موضوع پر کسی بھی بحر میں شعر کی کسی بھی تعداد کے ساتھ معنوی ربط پر مشتمل قطعہ کہا جا سکتا ہے۔ اُردو میں قطعات سب سے زیادہ دو شعروں کی صورت میں لکھے گئے ہیں، لہذا یہاں ایسے نعتیہ قطعات کے کچھ نمونے درج کیے جاتے ہیں۔

ذوق: ذوق کے کلام سے ایک نعتیہ قطعہ درج ذیل ہے

دل سے میں اپنے رسولؐ عربی کا ہوں غلام — دل کہو جان کہو جانیں ہیں اس بات کو سب

میں حضوری میں رہوں اس کی نہ کسی طرح مدام — ہے یہ مشہور ''مال عرب پیش عرب،، ۱۱۹

اکبرالہ آبادی:

درفشانی نے تری قطروں کو دریا کردیا — دل کو روشن کردیا آنکھوں کو بینا کردیا

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے رہبر بن گئے — کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا ۱۲۰

امجد حیدرآبادی:

اس بشیر و نذیر و شاہد پر — نور الانور پر ضیا پر درود

صاد و یسین و نون و طٰہٰ پر — صاحب السیف واللوا پر درود ۱۲۱

عفت مظفر نگری:

مری روح و جاں نذرِ چشم کرم ہیں — خدارا نظر اک اٹھا دو محمدؐ

گناہوں سے مردہ ہوئی روحِ عفت — شفاعت سے اپنی جلا دو محمدؐ ۱۲۲

ابوالکلام آزاد:

موزوں کلام میں جو ثنائے نبی ہوئی — تو ابتدا سے طبع رواں منتہی ہوئی

ہر بیت میں جو وصفِ پیمبرؐ رقم کیے — کاشانۂ سخن میں بڑی روشنی ہوئی ۱۲۳

منصور ملتانی: نعتیہ قطعات کے حوالے سے منصور ملتانی ایک اہم نام ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب ''مرسل و مرسل'' میں اللہ کریم کے اسمائے حسنیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اسمائے مبارکہ کو اپنے قطعات کا موضوع بنایا ہے۔ جہاں تک اس کتاب کے دوسرے حصے کا تعلق ہے (جس میں اسماء النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نعتیہ قطعات ہیں) اس میں پچاس اسمائے مبارکہ اور قطعات ہیں۔ ہر قطعہ چار مصروں پر مشتمل ہے۔ ہر قطعہ کا پہلا، دوسرا اور چوتھا مصرع ہم قافیہ (وردیف) ہے۔ کسی خاص وزن کی پابندی نہیں۔ من پسند اوزان میں قطعات کہے گئے ہیں۔ جہاں تک قطعات کے لوازم کا تعلق ہے کہا جا سکتا ہے کہ وہ منصور کے ہاں پورے ہوئے ہیں اور یقیناً وہ ایک کامیاب قطعہ نگار ہیں۔

ان کا ہر قطعہ ایک مختصر مگر مکمل نعت کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ قطعہ کے عنوان (حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کسی اسم پاک) کی رعایت سے بھی اظہار خیال کرتے ہیں اور اس نام پاک کے حوالے سے مناسبات اور ذیلی نکات بھی پیش کرتے ہیں۔ ان کا والہانہ پن اور دلی عقیدت ان کے قطعات سے ظاہر ہے۔ چند قطعات دیکھئے۔

۱۔ **محمدؐ (بے حد تعریف والے):**

جو طلوعِ صبح سے بیشتر اٹھیں اور رب کی ثنا کریں — ہے انہی سے میری یہ التجا مرے حق میں اتنی دعا کریں

کروں رب کے بعد جو حمد تو وہ رسول پاکؐ کی حمد ہو — ہو زبان پہ اسم محمدؐ تو درود اشک پڑھا کریں ۱۲۴

۲۔ نبیؐ (خبر دینے والا):

سلسلہ ان پر کہ جن کے دم سے دنیا میں اجالا ہے
وہی سب سے زیادہ باخبر ہوں' رب نے چاہا ہے
خبر اللہ کی جن کے وسیلے سے ملی ہم کو
نبیؐ کہہ کے ان کو رب نے قرآن میں پکارا ہے ۱۲۵؎

۳۔ طٰہٰ (بدر کامل):

حبیب کبریا کی سب عطا ہے
یہ جاری نور کا جو سلسلہ ہے
کہوں میں کیوں نہ ان کو بدر کامل
خدا نے خود انہیں طٰہٰ کہا ہے ۱۲۶؎

منصور ملتانی نے اسمائے مبارکہ پر قطعات لکھ کر ایک اچھی طرح ڈالی، اب انشاء اللہ یہ سلسلہ پھیلتا جائے گا۔

ہلال جعفری ڈاکٹر: ''کاسۂ ہلال'' میں ہلال کی تمام منظومات قطعات کی ہیئت میں ہیں۔ ان میں قریباً دو سو قطعات نعتیہ ہیں۔ چند قطعات بطور نمونہ دیکھئے۔

سجی ہے دامن مژگاں پہ شبنم
بھرا ہے موتیوں سے کاسۂ غم
مہ طیبہ کے جلوے اللہ اللہ
درود ان پر پڑھو بادیدۂ نم ۱۲۷؎

جس ذرے کو دیکھوں وہ نگینہ نظر آئے
جس موج کو دیکھوں وہ سفینہ نظر آئے
اے صاحب طٰہٰ مجھے وہ حسن نظر دے
کونین کی ہر شے میں مدینہ نظر آئے ۱۲۸؎

فلک در فلک ہے غبار مدینہ
زمیں در زمیں ہے بہار مدینہ
پناہ دو عالم محیط دو عالم
فصیل مدینہ' حصار مدینہ ۱۲۹؎

دیار نبی کا وقار اللہ اللہ
ہیں دریوزہ گر تاجدار اللہ اللہ
بھریں جھولیاں لب ہلانے سے پہلے
مدینے کا تقسیم کار اللہ اللہ ۱۳۰؎

مرے رسولؐ رسالت کی مملکت والے
مرے کریمؐ کرم والے عافیت والے
تو میری شام الم کو سحر عطا کردے
ترےؐ نثار اجالوں کی سلطنت والے ۱۳۱؎

عاصی کرنالی نے ان کے متعلق لکھا ہے:

''کاسۂ ہلال چار مصرعی قطعات پر مشتمل ہے۔ قطعے کی صورت میں نعت کا رواج اردو زبان میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس لئے بہ اعتبار ہیئت بھی کاسۂ ہلال ایک اہم فنی تخلیق ہے۔ کاسۂ ہلال ان کے عشق و عقیدت کا آئینہ ہے۔ ایک عاشق بے تاب و مجبور کی روح کا سارا دکھ اور دل وجگر کی ساری بے تابی ان کے قطعات کے حرف حرف سے چھلکی پڑتی ہے۔'' ۱۳۲؎

چہار مصرعی قطعات کے تمام فنی لوازم، ان قطعات میں موجود ہیں۔ شاعر کا دل عشق نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا خزینہ ہے اس لئے ان کے قطعات میں بھی دل کا یہی ذوق وشوق در آیا ہے۔ نعتیہ قطعات کے حوالے سے ہلال جعفری کا نام کبھی بھلایا نہیں جا سکے گا۔

منور ہاشمی: ان کے نعتیہ قطعات ان کی حب نبیؐ کے عکاس ہیں ''لوح بھی تو قلم بھی تو'' میں ان کے نعتیہ قطعات چار، چار مصرعوں پر مشتمل ملتے ہیں۔ بطور نمونہ دو قطعات درج ذیل ہیں:

میں کبھی سوچ کے صحرا میں جو تھک جاتا ہوں
اس کی رحمت کی گھنی چھاؤں ہی کام آتی ہے
اس کے انداز کرم پر میں فدا ہوجاؤں
جلتے موسم میں مری جان سکوں پاتی ہے ۱۳۳؎

رشک سے لوگ مرے سر کی طرف دیکھیں گے
حشر کے روز نمایاں مرا رتبہ ہوگا
میرا ایمان ہے فرشتے بھی سلامی دیں گے
تاج جب اس کی غلامی کا سجا ہوگا ۱۳۴؎

عبدالکریم ثمر: نے بھی نعتیہ قطعات لکھے ہیں۔ ان کا ایک قطعہ دیکھئے صنعت توشیح سے کام لیا گیا ہے۔ (اس کے ہر مصرعے کے پہلے حرف کو یکجا کیا جائے تو اسم پاک ''محمد'' صلی اللہ علیہ والہ وسلم بن جاتا ہے)

م...... محمد مصطفیٰؐ ہیں جان عالم
ح...... حرا سے گنبد ایوان عالم
م...... مدینہ مظہر شان نبوت
د...... دیار سرور ذیشان عالم ۱۳۵؎

نعتیہ قطعات ان کی کتاب میں ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہیں۔ (جہاں ذرا خالی جگہ ملی، قطعہ درج کردیا گیا) عبدالکریم ثمر کا یہ قطعہ بھی دیکھئے۔

ملتا ہے دل کو چین محمدؐ کے نام سے — تسکین قلب و روح سلام و صلوٰۃ ہے
دونوں جہاں ہیں آئینہ نور و ظہور کا — مقصود کائنات محمدؐ کی ذات ہے[۱۳۶]

ان کے نعتیہ قطعے دیگر صفحات پر بھی موجود ہیں۔ [۱۳۷]

قمر جلالوی (استاد سید محمد حسین): ان کے مجموعہ ''عقیدت جاوداں'' میں کچھ نعتیہ قطعات بھی ہیں۔ استاد قمر قدیم روایت شعری کے تابندہ نمونہ تھے انہیں کلام پر زبردست قدرت حاصل تھی۔ ایک قطعہ درج ذیل ہے۔

سرِ عرشِ معظم کیا نہیں تھا — وہ ساماں تھا جسے دیکھا نہیں تھا
بظاہر تھا شب معراج پردہ — فقط پردہ تھا در پردہ نہیں تھا [۱۳۸]

خضر برنی: خضر برنی کے نعتیہ مجموعے ''شاہنامۂ رسالت'' میں متعدد نعتیہ قطعات ہیں۔ شاعر نے ان پر عنوان درج کرنے کا اہتمام بھی کیا ہے۔ ایک قطعہ ملاحظہ کیجئے، عنوان ہے ''یتیم''

ہوئے پیدا محمدؐ باپ کا سایہ نہ تھا سر پر — ہوئے چھ سال کے ماں بھی خدا کو ہوگئیں پیاری
یتیم و بے نوا کی پرورش دادا نے فرمائی — ابوطالب چچا نے خوب ہی کی تھی نگہداری [۱۳۹]

اعجاز رحمانی: انہوں نے بڑے پراثر نعتیہ قطعات تحریر کئے ہیں۔ بطور نمونہ ایک قطعہ درج ذیل ہے۔

جلوۂ مصطفیٰؐ کا صدقہ ہے — یہ جو بکھرے ہیں کائنات میں رنگ
پیرویٔ رسول اکرمؐ نے — بھردیے ہیں مری حیات میں رنگ [۱۴۰]

اثر لودھیانوی: اثر لودھیانوی کے ہاں بھی نعتیہ قطعات ملتے ہیں۔ یہ قطعات ان کے نعتیہ مجموعے ''عکس جمال'' کے مختلف صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں۔ ایک عالمانہ وقارانہ قطعات کا حسن ہے۔ شاعر کی قادر الکلامی ہر قطعے سے ظاہر ہورہی ہے۔ بطور نمونہ ایک قطعہ ملاحظہ کیجئے۔

یہ کائنات کی رنگینیاں، صبا' خوشبو — دمکتے چہرے شفق کے' گھٹاؤں کے گیسو
فضائیں ان پر صلوٰۃ و سلام کیوں نہ کہیں — کہ جن کے گیسوؤں سے عنبریں ہوئی ہر سو [۱۴۱]

منور بدایونی:

خدا کے بعد نکلتا ہے مُنہ سے نام ترا — وظیفہ پڑھتی ہے مخلوق صبح و شام ترا
جو تُجھ سے پہلے کوئی نام ہے تو نام خدا — خدا کے بعد کوئی نام ہے تو نام ترا [۱۴۱-الف]

ڈاکٹر مسعود رضا خاکی: ڈاکٹر مسعود رضا خاکی نے بھی نعتیہ قطعات لکھے ہیں جو ان کے نعتیہ مجموعے ''معراج سخن'' میں موجود ہیں۔ بطور نمونہ ان کا ایک نعتیہ قطعہ درج ذیل ہے۔ (ان کے سب قطعات چہار مصرعی ہیں)

جن کے سبب سے آج قیام و قعود ہے — صبح ازل سے شام ابد تک درود ہے
ہم کیا بتائیں کیا ہیں وہ انوار مصطفیٰؐ — شام ابد کے بعد بھی ان کا وجود ہے [۱۴۲]

شوکت عابد: نعت رنگ کے شمارہ نمبر ۶ میں گوشۂ شوکت عابد دیا گیا ہے۔ اس میں ان کے ۱۶ نعتیہ قطعات بھی دیئے گئے ہیں۔ بطور نمونہ ۲ نعتیہ قطعات درج ذیل ہیں۔

یہ جو تسبیح محمدؐ ہے زباں پر ہر دم — میرے قلب و نظر کا آئینہ
میرے احوال کو برہم نہیں ہونے دیتی — عشق احمدؐ سے پا رہا ہے جلا
سجدۂ شکر میں رکھتی ہے مرے دل کو سدا — بنتے جاتے ہیں اشک بھی موتی
میری گردن کو کبھی خم نہیں ہونے دیتی — نعت لکھنے کا مل رہا ہے صلہ [۱۴۳]

خالد عرفان: تازگی اور انفرادیت خالد عرفان کے کلام کا خصوصی سرمایہ ہے۔ ان کی کتاب ''الہام'' اس حوالے سے قابل ذکر ہے کہ اس میں سائنسی حوالوں سے بات کی گئی ہے۔ ان کے نعتیہ قطعات بھی اس خاص غور وفکر کے حامل ہیں۔ ایک قطعہ ملاحظہ کیجئے۔

معراج محمدؐ نے کیا راز جو افشا — وہ راز خلاؤں سے ہوا پوچھ رہی ہے

پھیلائے ہوئے گوشۂ دامان تجسس | سائنس محمدؐ کا پتا پوچھ رہی ہے ۱۴۳؎

خالد تمام تر سائنسی ترقی کا اصل راز پیروی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو قرار دیتے ہیں۔ بے شک حضور اکرمؐ اصل حیات، غایت حیات اور شان حیات ہیں، یہی بات خالد عرفان بھی کہتے ہیں لیکن ان کا لہجہ اور انداز کتنا منفرد اور دلکش ہے۔

رسول پاکؐ کی سیرت سے روشنی پا کر | تمام چاند ستارے ہمارے جادہ ہیں
جہاز و راکٹ و اسکائی لیب و طیارے | براقِ سرور عالمؐ سے استفادہ ہیں ۱۴۴؎

ان کا ہر قطعہ اس قابل ہے کہ اسے زیب مقالہ بنایا جائے، اختصار کے باعث ایسا مشکل ہے تاہم ان کے دو قطعات اور ملاحظہ کیجئے اور دیکھیے انہوں نے کس کمال سے یہ کام کیا ہے۔

انسانیت کو ان سے ملا نسخۂ شفا | تریاق کے عجیب خزانے سخن میں تھے
کیمسٹری کی تجربہ گاہوں میں بھی نہیں | اجزائے کیمیا جو لعاب دہن میں تھے ۱۴۵؎
اس ترقی کے عہد میں لیکن | آگہی کی اذان دے نہ سکی
میرے سرکارؐ کی طرح سائنس | پتھروں کو زبان دے نہ سکی ۱۴۶؎

رشید نیاز:

وصال و ہجر نے سینے پہ جو لگائے ہیں | وہ زخم آپؐ کو آقا دکھانے آئے ہیں
تمام عمر نہ دامن چھڑا سکے جن سے | ہم اپنے ساتھ وہ مجبوریاں بھی لائے ہیں ۱۴۶؎۔الف

عابد سعید عابد............عافیت:

عابد ایک پختہ مشق شاعر ہیں۔ قطعات نعت کا ایک مکمل مجموعہ ''عافیت'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ پروفیسر نسیم تقی جعفری نے اس مجموعے پر ان الفاظ میں رائے دی ہے:

> ''اس مجموعے میں انہوں نے اپنی فنی پختگی، فکری اپچ اور روحانی بالیدگی کے اعتبار سے اس بات کا جواز بھی فراہم کیا ہے کہ ''قبولیت'' (یہ ان کا مجموعہ نعت ہے) کے بعد ''عافیت'' کی اشاعت یقیناً ایک ادبی کارنامہ ہے۔ عافیت میں مشتمل متعدد قطعات حضرت محمدؐ سے قلبی لگاؤ، جذباتی وابستگی اور عقیدت کے علاوہ انؐ کی سیرت پاک کے نظری، فکری اور عملی پہلوؤں کی حیات افروز چاندنی سے بھی مستفید دکھائی دیتے ہیں''۔ ۱۴۷؎

ذیل میں ان کا نمونہ کلام تحریر کیا جاتا ہے۔

بزم امکاں کی شان احمدؐ ہیں | ہر اجالے کی جان احمدؐ ہیں
وہؐ ضرورت ہیں ہر زمانے کی | سب زمانوں کا مان احمدؐ ہیں ۱۴۸؎
قصر جاں کو سنوارتے رہنا | ان کو ہر دم پکارتے رہنا
نام احمدؐ کے نور کی نعت | دل میں عابد اتارتے رہنا ۱۴۹؎

بیکل اُتساہی: دور حاضر کے اہم قطعہ نگار ہیں۔ ان کے نعتیہ مجموعوں میں نعتیہ قطعات بھی ملتے ہیں۔ فکری وفنی ہر دو لحاظ سے قابلِ تحسین ہیں۔ ''پیامِ رحمت'' سے دو قطعات پیشِ خدمت ہیں۔

جس کو آقا کے مدینہ سے محبت ہو جائے | اس کی کونین کی ہر شے پہ حکومت ہو جائے
اس کے قدموں کو کبھی چاند ستارے چومیں | جس کو سرکار کے نعلین سے نسبت ہو جائے ۱۵۰؎
ہو کے کوچے سے نبیؐ کے جو صبا آ جائے | خود خزاں ہی کو بہاروں کا مزا آ جائے
ایک بیکل کی تمنا ہے شہِ کون و مکاں | آپؐ کے در پہ جبیں رکھے، قضا آ جائے ۱۵۱؎

حافظ لدھیانوی: اس دور کے اہم نعت گو شاعر ہیں ان کا تیسرا مجموعہ نعت ''نعتیہ قطعات'' ہے۔ یہ مجموعہ ۲۰۰ سے زیادہ نعتیہ قطعات پر مشتمل ہے ہر قطعہ چار مصرعوں پر مشتمل ہے۔ احمد ندیم قاسمی کی اس کتاب کے متعلق رائے یہ ہے۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کا قول ہے کہ دنیائے نعت میں محض قطعات نعت پر مشتمل یہ پہلا مجموعہ ہے۔ حافظ لدھیانوی پہلے شاعر ہیں، جنہوں نے نعتیہ قطعات کا مکمل مجموعہ تخلیق کیا ہے۔ ادب کے مروجہ اسالیب

روایات میں جدّت پیدا کرنے والے ہمیشہ یاد رکھے جاتے ہیں، کیونکہ ''اوّلیات'' کا تاریخ ادب میں مسلمہ مقام ہوتا ہے۔ ۱۵۲

'حافظ نے نعتیہ قطعات بھی اپنی نعتوں کی طرح مکمل پاس ادب سے مگر پورے فنی رکھ رکھاؤ کے ساتھ کہے ہیں''۔ ۱۵۳

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کتاب ہذا کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ:

''قطعات کسی ایک وزن یا اسلوب تک موجود نہیں مگر ہر جگہ اوزان خوشگوار اور اسالیب موضوعات سے ہم آہنگ ہیں۔ اکثر قطعات میں اسالیب کی سادگی شاعر کے خلوص کو ظاہر کرتی ہے پر پیچ انداز بیان سے عمداً گریز کیا گیا ہے...... حافظ لدھیانوی کے قطعات نعتیہ تو ہیں ہی اس کے ساتھ ساتھ جا بجا قرآن وحدیث کے منظوم پارے معلوم ہوتے ہیں'' ۱۵۴

دو دو شعروں پر مشتمل حافظ لدھیانوی کے کچھ قطعات بطور نمونہ درج ہیں۔

اسوۂ پاک سید لولاک ہر قدم پر ہے نور کی قندیل
جگمگاتا ہے رہ دکھاتا ہے آپ کی زندگی کا نقش جمیل ۱۵۵

جس کی ممکن نہیں نظیر کوئی وہ ادا سیرت حضورؐ میں ہے
خلق پر ہے نثار اک عالم فیض سے اک جہاں سرور میں ہے ۱۵۶

سرور کائناتؐ کا ارشاد کاروان جہاں کا رہبر ہے
جس سے ملتی ہے منزل مقصود آپؐ کی سیرت مطہرّ ہے ۱۵۷

حافظ لدھیانوی کے نعتیہ مجموعے ''ممدوح کائناتؐ'' کے آخر میں دو رباعیات کے علاوہ دو شعروں پر مشتمل چند قطعے بھی ہیں۔

ساحر شیوی:

لو نامِ مصطفیٰ ادب و احترام سے ہر سمت ہے ضیا ان کے نام سے
اندازہ ان کے رتبۂ عالی کا کیا کروں جس کی ثناء ہوئی ہے خدا کے کلام سے ۱۵۸

سید محمد ابوالخیر کشفی:

یہ سلسلۂ صدق و وفا کس سے ملا ہے افکار کو انداز نیا کس سے ملا ہے
کس نام سے ملتی ہے شفا اہل جہاں کو کونین کو یہ حرف دعا کس سے ملا ہے ۱۵۹

عبدالمنان طرزی:

نہ ہمدردی نہ کوئی مہربانی کام آئے گی ظفر مندی نہ کوئی کامرانی کام آئے گی
مگر روز قیامت تم کو اے طرزیؔ بلاشبہ محمد مصطفیٰؐ کی نعت خوانی کام آئے گی ۱۶۰

شکیل فرزانہ:

اس تصور سے ہمیں بہلا رہی ہے یہ نظر جا کے در پہ آپؐ کے ٹکرا رہی ہے یہ نظر
گنبد خضریٰ کے نظاروں میں ایسی ہے کشش گھوم پھر کر پھر وہیں آ جا رہی ہے یہ نظر ۱۶۱

رشید محمود راجا:

ان کا نعتیہ مجموعہ ''قطعات نعت'' مارچ ۱۹۹۸ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ یہ مجموعہ سراسر نعتیہ قطعات پر مشتمل ہے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ شاعر نے نعت کے مختلف عنوانات قائم کر کے قطعات کہے ہیں چند عنوانات ملاحظہ کیجئے۔

ثناء سرکار۔ آداب نعت رسولؐ۔ محبت رسول کریمؐ۔ سراپا پیغمبر۔ عید میلاد سرکارؐ، معراج نبیؐ۔ ختم نبوت۔ درود و سلام وغیرہ۔ شاعر نے سیرت کے بعض واقعات کو بھی قطعے کی ہیئت میں منظوم کیا ہے اور مدینہ منور کے سفر کے متعلقات کو بھی قطعات کی صورت میں شامل کتاب کیا ہے۔ پختہ فکر اور قادر الکلام شاعر ہیں محبت رسولؐ ان کے اشعار سے جھلکتی ہے۔ یہ مجموعہ تین سو چھیانوے قطعات پر مشتمل ہے۔ ہر قطعہ قابل تحسین ہے اُن کے قطعات کے نمونے ملاحظہ کیجئے۔

ذرا جو تم کبھی یاد حضورؐ میں روتے جو تھوڑی دیر کو آنکھوں میں اشک بھر لیتے
تو ملتیں دونوں جہاں کی مسرتیں تم کو تو لطف خالق کونین کا اثر لیتے [illegible]
جب کوئی غم خوار و مونس ہو نہ کوئی راز دار شدت یاس و الم میں کس سے دل کی بات ہو

میں کہ انسانوں کی بستی میں بھی تنہا ہوں رشید
مرہی جاؤں گر نہ یاد آقاؐ کی میرے ساتھ ہو
جسم کی تطہیر تو لازم ہے ہر انسان کو
ہے مزا اس میں، کرے جب روح بھی اکثر وضو
سچ کہوں پاکیزگی کی انتہا ہے یہ رشید
آنکھ کے رستے کرائے ذکر پیغمبرؐ وضو ۱۶۲؎

ان کے مزید دو نعتیہ قطعات درج ذیل ہیں:

رشید محمود راجا۔ قطعاتِ نعت:

یہ چالیس موضوعات پر ۳۹۶ نعتیہ قطعات کا مجموعہ ہے۔

نعت رسول پاکؐ جو لکھنے کا ذوق ہے
دریا عقیدتوں کے، محبت سے پار کر
قرطاس پر بہار کو سو رنگ سے دکھا
سینے میں خوشبوؤں کے اجالے اتار کر ۱۶۳؎
آمد سرکارؐ تھی دنیا میں رحمت کی گھٹا
جب وہ برسی، خشک اور بنجر زمیں جل تھل ہوئی
ختم تھے جھکڑ ضلالت کے، ستم کے گردباد
دھول بیٹھی بے حیائی کی، مٹی بے ہودگی ۱۶۴؎
کیا کیا نہیں ملی ہیں مجھے سرفرازیاں
خود اپنا میں نے عرش پر پایا سرِ نیاز
مجھ کو مرے خدا نے نہ جھکنے دیا کہیں
آگے نبیؐ کے جب سے جھکایا سرِ نیاز ۱۶۵؎

سیرتِ منظوم: یہ کتاب راجا رشید محمود کا عظیم کارنامہ ہے۔ کیونکہ اس میں قطعات کی صورت میں پہلی بار سیرتِ رسول اکرم کو منظور کیا گیا ہے۔ کل ۱۱۱ قطعات ہیں۔

۹۲۔ یہ راجا رشید محمود کے ایک اور نعتیہ قطعات کے مجموعے کا نام ہے۔ اس میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم پاک کے ۹۲ اعداد کی نسبت سے ۹۲ قطعات پیش کیے گئے ہیں۔

ان کتابوں میں راجا رشید محمود کے یہ سینکڑوں نعتیہ قطعات ان کے عشقِ رسولؐ کے عقائد ہیں اور ساتھ ہی قطعہ نگاری کے فن پر ان کی کامل دسترس کے مظہر بھی۔

امداد نظامی: ''عین النعیم'' ان کا نعتیہ مجموعہ ہے۔ اس میں انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ایک سو سے زیادہ اسمائے مبارکہ کی تحسین کی ہے۔ ہر اسم پاک چھ مصرعوں کی چھوٹی سی نظم پر مشتمل ہے۔ شاعر نے ہر اسم رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حوالے سے عالم رنگ و بو پر آپؐ کے احسانات و فیوض کا ذکر کیا ہے۔ انداز والہانہ اور بیان عقیدت سے مملو ہے۔ کتاب کے دیباچے میں ضیاء المصطفےٰ قصوری نے ان کی اس شعری کاوش کو مسدس قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''عین النعیم کے نام سے ان کی یہ مبارک و مسعود نعتیہ مسدس..... منفرد کارنامہ ہے'' ۱۶۶؎

راقم الحروف کے خیال میں مسدس وہ ہیئت شعری ہے جس میں نظم کے مختلف بند ہوں اور ہر بند چھ مصرعوں پر مشتمل ہو۔ چونکہ ''عین النعیم'' میں بھی ہر اسم پاک کا بیان چھ مصرعوں ہی میں مذکور ہوا۔ غالباً اسی لئے اسے مسدس ہیئت کیا گیا، لیکن ذرا سا غور کریں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ جب نظم کے اوپر عنوان دے دیا جائے تو وہ الگ شناخت رکھنے والی نظم بن جاتی ہے۔ یوں ہر اسم پاک گویا مسدس ہیئت کے ایک بند پر مشتمل ہے۔ لیکن اس صورت میں اسے قطعہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ لہٰذا ہر اسم پاک کیلئے شاعر نے چھ مصرعوں کا ایک قطعہ کہا ہے۔ جس کے سارے مصرے آپس میں ہم قافیہ ہیں۔ اسم گرامی ''محمد'' صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زیر عنوان یہ چھ مصرعے ملتے ہیں۔

صد شکر مرے لب کو ملی لذتِ کلام
ہے بادۂ نیاز سے لبریز میرا جام
جاگا نصیب پختہ ہوئی میری فکرِ خام
روشن ضیائے حق سے ہوئے میرے صبح و شام
اللہ کے کرم سے مرا دل ہے شاد کام
اس کی ثنا کے دم سے محمدؐ ہے جس کا نام ۱۶۷؎

تمام کتاب میں شاعر کا یہی والہانہ پن محسوس ہوتا ہے۔ نعتیہ قطعات پر مشتمل یہ کتاب نعتیہ تاریخ ادب میں یاد رکھی جائے گی۔ اسم گرامی ''کریم'' صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حوالے سے ایک اور قطعہ ملاحظہ کیجئے:

وہ کائنات مہر و مروت کا آسماں
سر چشمۂ عطا و کرم جس کا آستاں

وہ سرپرست و مونس و غم خوار بے کساں
جو دشمنوں کے حق میں بھی رہتا ہے بے گراں
جو رحمت و کرم کا ہے اک بحر بے کراں
سب کے لئے کریم ہے وہ ذات بے گماں ۱۶۸؎

آثم فردوسی: کا ایک نعتیہ مجموعہ محض قطعات پر مشتمل ہے۔ ۱۴۴ صفحے کی اس کتاب میں ۱۰۶ نعتیہ قطعات ہیں۔ یہ تعداد یقیناً وقیع ہے۔ آثم کے قطعات سادہ، آسان اور عقیدت سے مملو ہیں۔ نعتیہ کتاب کو ایک پورا مجموعۂ قطعات بنا دینا بہرحال ان کا کارنامہ ہے، جو ہیئتی حوالے سے یاد رکھا جائے گا۔

اچھا ہوں یا برا ہوں میں بندۂ خدا ہوں
خوش بخت ہوں کہ اُمتی خیر الورا کا ہوں
خادم ہوں میں علیؓ کا حسنؓ کا حسینؓ کا
ادنیٰ سا اک غلام شہ دوسرا کا ہوں ۱۶۹؎

کہاں میں اور کہاں نعت محمدؐ
زمین 'مَیں' آسماں نعت محمدؐ
مجھے معلوم ہے اوقات میری
لکھے کیا؟ ناتواں نعت محمدؐ ۱۷۰؎

دنیا کے تاجدار ہیں خادم حضورؐ کے
عالم میں بیشمار ہیں خادم حضورؐ کے
مہر و مہ و نجوم ہیں شیدائے مصطفےٰؐ
جبریل ذی وقار ہیں خادم حضور کے

مہک پرور ہوا میں جا کے دیکھو
کبھی نوری فضا میں جا کے دیکھو
مدینے ہی کے ہوجاؤ گے آثم
دیار مصطفےٰ میں جا کر دیکھو ۱۷۱؎

عطائے رب ہے یہ حسن عقیدت
مجھے جو ہے محمدؐ سے عقیدت
میں خاک رہگزار مصطفےٰ ہوں
یہی نسبت ہے میری وجہ شہرت ۱۷۲؎

پروفیسر حفیظ صدیقی نے ان کے قطعات کے متعلق کہا ہے:

> روانی، سلاست اور دلگدازی کی کیفیت جو ان کی نعتوں میں تھی، وہی اب ان کے نعتیہ قطعات میں نظر آ رہی ہے۔ اور فنی لوازمات کے حوالے سے جو احتیاط ان کی نعتوں میں تھی وہی اب ان کے نعتیہ قطعات میں جھلک رہی ہے۔ آثم فردوسی کے یہ قطعات پڑھتے ہوئے مدینے کے ایک راہی کا تصور ذہن میں آ رہا ہے۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حد درجہ محبت و عقیدت کے جذبات سے بھرا ہوا دل اپنے پہلو میں لئے ہوئے ہو۔ ۱۷۳؎

علیم ناصری: علیم ناصری کے نعتیہ مجموعے "طلع البدر علینا" میں چند نعتیہ قطعات پائے جاتے ہیں۔ کلام کی سنجیدگی، پختگی اور اہمیت کے پیش نظر ان کے تین نعتیہ قطعات درج ذیل ہیں:

۱۔ رات مہتاب نے بادل کا جگر چاک کیا
موکب ہجرت سلطان زماں یاد آیا
نور حق سے ہوئیں یثرب کی فضائیں روشن
طلع البدر علینا کا سماں یاد آیا

۲۔ نعت کہنے کی مجھے اللہ نے توفیق دی
شکر ہے بخشش کا میری کچھ تو ساماں ہوگیا
ایک مدت سے مرے پہلو میں جو ابلیس تھا
مجھ سے حمد و نعت سن سن کر مسلماں ہوگیا

۳۔ مصطفےٰؐ کی نظیر تابہ ابد
دور گردوں دکھا نہ پائے گا
اس کا ثانی کبھی نہیں آیا
اس کا ثانی کبھی نہ آئے گا ۱۷۴؎

مجلّہ "جہان حمد" کے نعت نمبر 6 میں جو نعتیہ قطعات شائع ہوئے ہیں ان کا انتخاب درج ذیل ہے۔

پروفیسر منظر ایوبی:

وصف باب قبول دیکھا ہے
فیضِ حب رسولؐ دیکھا ہے
ہم کو دیکھو کہ ہم نے طیبہ میں
رحمتوں کا نزول دیکھا ہے ۱۷۵؎

رحمان خاور:

جو رہنما ہے سارے زمانے کے واسطے
وہ ذات جس نبی مکرمؐ کی ذات ہے
یوں تو رسول اور بھی آئے جہان میں
لیکن میرے حضورؐ کی کچھ اور بات ہے ۱۷۶؎

ثاقب انجان:

باپ نے یہ تعلیم دی مجھ کو
شکر خدا ہے زیست کا مقصد

گود میں لے کر ماں نے سکھلایا	سب سے پیارا لفظ محمدؐ ۱۷۷

شوکت اللہ جوہر:

ہر لحہ لگاتا ہے مرا دل یہ صدا	ہر وقت یہی ہے مرے ہونٹوں پہ دعا
کچھ اور نہ دیکھیں میری آنکھیں جوہر	روضے کے سوا، گنبد خضرا کے سوا ۱۷۸

قمر تاج:

تجلیات جمال نبیؐ کا کیا کہنا	کرن کرن میں کئی آفتاب اگتے ہیں
جہاں پسینہ ٹپکتا ہے میرے آقاؐ کا	وہاں پہ بیلہ چمبلی گلاب اگتے ہیں ۱۷۹

طاہر سلطانی:

مشرق و مغرب سے طاہر یہ صدا آنے لگی	حکمت و دانائی میں ان کا کوئی ہمسر نہیں
وسعت کون و مکاں سے آرہی ہے یہ صدا	دونوں عالم میں محمدؐ سا کوئی رہبر نہیں ۱۸۰

فضا کوثری: فضا کوثری کے نعتیہ مجموعے ''آیات نورانی'' میں کچھ نعتیہ قطعات بھی ملتے ہیں۔ ہر قطعہ چار مصرعوں پر مشتمل ہے۔ بطور نمونہ چند بند درج ذیل ہیں۔

بزم ہستی کے اجالے السلام	دونوں عالم سے نرالے السلام
فخر ہے ہم کو غلامی پر تری	فخر آدم کملی والےؐ السلام
جہاں بھی ذکر رسالت مآب ہوتا ہے	وہاں جمال احد بے نقاب ہوتا ہے
تجلی رخ احمد جہاں کہیں ہوگی	وہاں نظر کو عموماً حجاب ہوتا ہے
زلف احمد جب ذرا لہرا گئی	رحمتِ کامل فضا پر چھا گئی
پرتوِ رخسار تاباں کی جھلک	چاندنی پر چاندنی برسا گئی ۱۸۱

قمر اجنالوی: قمر اجنالوی کی نظم ''قصیدہ نعتیہ بنام خیر الانام (۲) قطعات پر مشتمل ہے۔ اگرچہ لفظ قصیدہ شامل عنوان ہے لیکن یہ نظم فنی و اصطلاحی حوالے سے قصیدہ قطعاً نہیں بلکہ قطعات پر مبنی ہے۔ ہر بند گویا ایک چار مصری قطعہ ہے۔ پہلے کچھ بند ملاحظہ کیجئے گا۔

گزر گیا تو ہر اک رہگزر سے مثل صبا	جلائے تو نے حوادث کی آندھیوں میں چراغ
ترے اشارۂ انگشت سے ہوا دو لخت	وہ چاند ثبت ہے جس کی جبیں پہ عشق کا داغ

ایک بند میں عہد حاضر کا آشوب بھی ملتا ہے۔

ستیزہ گاہ جہاں میں ابھی نہیں ٹوٹا	طلسم ہیبت سلطان ورعب چنگیزی
نظام زر نے نئے پیکروں میں ڈھالا ہے	جلال قیصر و کسریٰ شکوہ پرویزی
نئے افق پہ ابھرتی ہوئی تجلی کو	سپاہیوں نے نئے زاویوں سے گھیرا ہے
طلوع ہو کے رہے گی مگر بہار سحر	اگرچہ دل پہ ابھی ظلمتوں کا ڈیرہ ہے ۱۸۲

جمیل نقوی: جمیل نقوی بھی قابل ذکر قطعہ نگار ہیں۔ ارمغان جمیل میں ان کے اکیس نعتیہ قطعات ملتے ہیں۔ یہ تمام قطعات چار چار مصروں پر مشتمل ہیں۔ ان کے قطعات میں مختصر سے مضمون کو بڑے والہانہ انداز میں اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ پڑھنے والا بھی سرشاری کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ ان کا ایک قطعہ دیکھئے۔

محمدؐ شہر علم بے نہایت	جہان کفر میں ایمان کا رایت
محمدؐ افتخار نوع انساں	محمدؐ امر کن کی اصل غایب ۱۸۳

ایک اور قطعہ درج ہے

پارۂ نور خدا صل علیٰ	طلعت عرش علیٰ صلِ علیٰ
مرحبا اے شاہد نور ازل	مرحبا صد مرحبا صلِ علیٰ ۱۸۴

جمیل نقوی کے نعتیہ قطعات کتاب میں یکجا نہیں' بلکہ ادھر ادھر خالی جگہوں پر موجود ہیں۔ وہاں سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ ۱۸۵

ساغر صدیقی: ان کے نعتیہ قطعات ''سبز گنبد'' میں موجود ہیں۔ چند قطعات دیکھئے۔

دل ہاتھوں میں آ جاتا ہے' جب لوگ مدینے جاتے ہیں
بے تاب سماں تڑپاتا ہے جب لوگ مدینے جاتے ہیں
اے جی نہ ترس ہم اگلے برس ارمان نکالیں گے تیرے
جی ایسے کوئی بہلاتا ہے' جب لوگ مدینے جاتے ہیں ۱۸۶

جن کو الہام و نبوت کا امین ہونا تھا | جن سے قائم ہوئے بیدار نگاہی کے اصول
دوش براق پہ پہنچے جو سر عرش بریں | وہ خلاؤں کے پیمبر وہ فضاؤں کے رسولؐ ۱۸۷
یہ کھلونوں سے نہیں' شمس و قمر سے کھیلے | جن پہ سایہ پر جبریل کیا کرتے تھے
گود میں لے کے گزرتی تھی حلیمہؓ جس سمت | خار اس راہ کے خوشبو سی دیا کرتے تھے ۱۸۸

نقوی (سید محمد امین نقوی): ان کے قطعات نعت جو ان کی کتاب ''حسن محمدؐ'' میں شامل ہیں۔ ان میں یہ تخصیص ہے کہ تقریباً ۷۰ فیصد قطعات کا ہر مصرع لفظ ''محمدؐ'' سے شروع ہوتا ہے اور اس لفظ محمد کی تکرار جہاں صوتی حسن پیدا کرتی ہے وہیں ہمارے مذہبی جذبات کو بھی نکھارتی ہے۔ ان قطعات کا ایک تخصص یہ بھی ہے کہ ان میں کہیں بھی حرف ''ا'' استعمال نہیں کیا گیا۔ نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں۔

محمدؐ ہیں علم و عمل کے علَم | محمدؐ سے مٹتے ہیں سب رنج و غم
محمدؐ رسولوں کے مخدوم ہیں | محمدؐ حرم ہیں محمدؐ کرم ۱۸۹

تنویر پھول: انوارِ حرا میں ان کے تریسٹھ قطعات ہیں جن میں بعض نعتیہ ہیں سب کے سب چار' چار مصرعوں پر مشتمل ہیں۔ تنویر پھول کے قطعات مقدار و معیار ہر دو اعتبار سے وقیع ہیں۔ ایک نعتیہ قطعہ بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

وہی تخلیق عالم کا سبب ہیں | وجود ان کا جہاں سے ماورا ہے
وہی محمود ہیں' حامد بھی ہیں وہ | قلم کب حرفِ مدحت لکھ سکا ہے ۱۹۰

تنویر پھول کے کچھ نعتیہ قطعات ان کی کتاب قندیل حرا میں بھی ملتے ہیں۔

ہوئے ہیں اُنؐ سے ہی شاداب طیبہ و بطحا | خدا نے اُنؐ کو بنایا ہے ساقی کوثر
حرا کی گرد کا سرمہ لگاؤں آنکھوں میں | مرے حضورؐ کے قدموں کی دھول ہے یاں پر ۱۹۱

کتاب میں غزلیہ نعت (وغیرہ) مکمل ہونے کے بعد جو جگہ خالی بچی وہاں قطعہ لکھ دیا گیا لہٰذا قندیل حرا میں نعتیہ قطعات بکھرے ہوئے ہیں تاہم یہ قطعات فکری و فنی حوالے سے قابل تحسین ہیں۔

مجھ کو پامال کر گئی دنیا | جا کے طیبہ نگر میں سو جاؤں
میرے دل میں یہی تمنا ہے | انؐ کے قدموں کی خاک ہو جاؤں ۱۹۲

نفیس فتح پوری: ''افکار نفیس'' میں ان کے چند نعتیہ قطعات بھی ہیں۔ جودت فکر اور بیان کی قدرت ان قطعات سے ظاہر ہے۔ بطور نمونہ ان کے دو نعتیہ قطعات درج ذیل ہیں۔

یا نبیؐ معدن صفات میں آپؐ | وجہ تخلیق کائنات میں آپؐ
شش جہت کیوں نہ ہو تصرف میں | آخرِ حدّ ممکنات ہیں آپؐ

یہ ماہتاب یہ خورشید کتنے روشن ہیں
بنے ہیں لعل و زمرد کے یا زبرجد کے
نہیں نہیں، شب اسرا کی روشنی کی قسم
مٹے مٹے سے ہیں یہ نقش پا محمدؐ کے ۱۹۳

صدیق فتح پوری......اظہار عقیدت:

کوہ و دمن کو رشک سمن زار کردیا
ہر قسمتِ خوابیدہ کو بیدار کردیا
قدموں سے خار زار کی قسمت چمک اٹھی
صحرا کو آپؐ نے گل و گلزار کردیا ۱۹۴

برق اجمیری: برق اجمیری کے مجموعہ ''افکار برق'' میں متعدد نعتیہ قطعات ملتے ہیں۔ چند قطعات بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

خلد بداماں یہ مدینے کی سحر
ہرگام پہ یہ جلوۂ فردوس نظر
ہے اپنے گناہوں پہ پشیماں ہر دل
ہر آنکھ میں ہیں اشک ندامت کے گہر
اے صل علیٰ مرحبا شان رسولؐ
ہے خالق کونین ثنا خوان رسولؐ
سمجھوں میں اسے زیست کا حاصل اے برق
مل جائے اگر منصب دربان رسول ۱۹۵

رضا ہمدانی: انہوں نے خوشحال خاں خٹک کے جس کلام کا منظوم ترجمہ کیا، وہ قطعہ کی ہیئت میں ہے۔ ترجمہ اتنا صاف، سلیس اور دلکش ہے کہ داد دیے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔ ۶ بند ہیں، بطور نمونہ دوسرا بند درج ذیل ہے۔

محمدؐ ابن عبداللہ نبیؐ ہے
وہی ہے بادشاہ دونوں جہاں کا
ہر اک شے پر ہے اس کا حکم نافذ
وہی آقا، ملک کا انس و جاں کا ۱۹۶

ریاض زیدی (پروفیسر سید ریاض حسین۔ساہیوال) جمال سید لولاکؐ:

آپؐ کا ذکر ہوا۔ نور کا دھارا چمکا
گھپ اندھیرے میں کوئی جیسے ستارہ چمکا
ڈوبتے ڈولتے، بے سمت سفینے کو نوید!
بے اماں سیل میں ساحل کا کنارا چمکا ۱۹۷

انور فیروز پوری۔ مختار کلؐ:

دین کے واسطے ٹھکر دیئے زر کے ٹکڑے
اور کر ڈالے اشارے سے قمر کے ٹکڑے
کیا کہوں آپؐ کی اعجاز نمائی کا اثر
مشت بوجہل میں بول اٹھے حجر کے ٹکڑے ۱۹۸

زماں سہرائی:

زماں خدا مجھے ترک ادب سے دور رکھے
نبیؐ کے ذکر میں سوئے ادب سے ڈرتا ہوں
جہاں شعر میں مجھ کو ملا ہے یہ اعزاز
زبانِ شعر سے ''ذکر رسولؐ'' کرتا ہوں ۱۹۹

مسرور بدایونی: ''آیۂ رحمت'' کے شاعر ہیں۔ ان کی اس کتاب میں ۳۶ نعتیہ قطعات ہیں بطور نمونہ ایک قطعہ درج ذیل ہے۔

گفتگو کس نے کی ہے خالق سے
کون عرش بریں پہ پہنچا ہے
قاب قوسین شان ہے کس کی
کون دونوں جہاں میں ان سا ہے ۲۰۰

ریاض حسین چودھری: قادر الکلام شاعر، مختلف ہیئتوں میں نعتیں کہیں جو نعتیہ ادب کی قیمتی متاع ہیں۔ ان کے قطعات بھی پرتاثیر، پرسوز اور پرحسن ہیں۔ بیان کی جدت دیکھیں۔

آنکھوں کو احترام سے دیکھا کرو ریاض
ان میں ہے نقش گنبد خضریٰ کی دلکشی

ان میں در رسولؐ کا حسن و جمال ہے | ان میں غبار شہر نبیؐ کی ہے روشنی ۲۰۱

ساحر قدوائی:

نعت لکھنے کو قلم جب بھی اٹھایا میں نے | غنچہ و گل نظر آنے لگے اشعار مجھے
اور کئی بار تو ایسا بھی لگا ہے جیسے | کوئی پہنا گیا پھولوں کے ہار مجھے ۲۰۲

امیر (امیر نواز امیر):

مدینے سے پرے گزرا زمانہ | سناؤں جا کے کس کو یہ فسانہ
کوئی پوچھے جو طیبہ کیوں نہ پہنچا | میرے آقاؐ بناؤں کیا بہانہ ۲۰۳

رشید وارثی:

بیحد ہیں حضورؐ! آپ کے اوصاف حمیدہ | ہے جن کی لطافت سے گل نعت دمیدہ
پڑھتی ہے سر عرش بھی، اے صاحب قرآں | مخلوق خدا آپؐ کی عظمت کا قصیدہ ۲۰۴

قمر یزدانی...... ساغر کوثر: شاعر کے زیر نظر مجموعے میں ۲۲ قطعات ہیں، نمونہ یہ ہے۔ ۲۰۵

عظمت نوع بشر ہے تجھ سے سلطان امم | ہے شہنشاہی تری از فرش تالوح و قلم
رہ نور دان رہ عشق و محبت کے لئے | ہے نشان منزل عرفاں ترا نقش قدم ۲۰۶

صفحہ ۱۵ تا ۱۵۵ پر چودہ قطعات ہیں جنہیں ''نعتیہ رباعیات'' کا عنوان دیا گیا ہے۔ جبکہ یہ ''رباعی'' کے اوزان میں سے کسی پر پورے نہیں اترتے مثلاً

زینت فزائے دہر محمدؐ کا نور ہے | یہ نور کیا ہے، عکس تجلائے طور ہے
جس کے فروغ حسن سے عالم ہے مستنیر | بے شک وہ ایک جلوۂ حسن حضورؐ ہے ۲۰۷

راسخ عرفانی...... حسن کلام: اس مجموعے میں چالیس احادیث مبارکہ کا قطعات کی صورت میں منظوم ترجمہ ہے۔...... ان کے علاوہ تین نعتیہ غزلیں بھی ہیں۔ ایک مشہور حدیث پاک کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔

کیجئے جس درجہ ممکن ہو، حسد سے اجتناب | کیونکہ اس سے ہر رگ و پے میں جلا پاتی ہے آگ
نیکیوں کو یوں نگل جاتا ہے کینہ اور حسد | جس طرح خشک ایندھن کو نگل جاتی ہے آگ ۲۰۸

کشفی لکھنوی...... چراغ حرم: اس مجموعۂ نعت کے صفحہ ۴۸ پر تین نعتیہ قطعات بھی ملتے ہیں۔ ایک قطعہ یہ ہے۔

تصور کرم مجھ پر فرما رہا ہے | تخیل کا دامن سجا جارہا ہے
یقین کس کو آئے گا کشفی جو کہہ دوں | یہیں سے مدینہ نظر آرہا ہے ۲۰۹

ازہر درانی...... کشکول: اس مجموعۂ نعت میں مختلف صفحوں پر تین نعتیہ قطعات ہیں۔

چاہتا ہے اگر تو صراط ہدیٰ | تھام لے دامن سنت مصطفیٰؐ
کس لئے جگنوؤں پر ہے تکیہ ترا | جب خضر ہے ترا آفتاب حراؐ ۲۱۰

سلیم گیلانی...... سیدنا: ۹۲ نعتیہ غزلیات کے علاوہ کتاب میں تین قطعات بھی ہیں۔ ایک قطعہ یہ ہے:

جب گرد سفر ڈھل جاتی ہے جب بند سفر کھل جاتے ہیں
اور وقت حضوری اشکوں کی ندیوں کے لنگر کھل جاتے ہیں

رحمت کی ضیائیں پھوٹتی ہیں پردوں میں جھلمل ہوتی ہے
پھر اک در ایسا کھلتا ہے جب سارے در کھل جاتے ہیں ۲۱۱

نیرؔ اسعدی...... نعت ہی نعت: مجموعہ نعت کے آخر میں صفحہ ۱۷۹ سے ۲۰۰ تک نعتیہ قطعات ہیں:

مقصد شاعری ہے نعت ہی نعت — رونق زندگی ہے نعت ہی نعت
بارش نور مجھ پر ہے نیرؔ — روح میں بس گئی ہے نعت ہی نعت ۲۱۲

ریحانہ تبسم فاضلی...... خطیب الامم: ان کے اس مجموعہ نعت میں نعتیہ غزلیات کے علاوہ صفحہ ۱۱۴ سے ۱۲۸ تک نعتیہ قطعات ہیں۔ نمونہ یہ ہے:

وہ جسؐ کے نام پر خالق نے خود درود پڑھا — اسی کو بندۂ مولا صفات کہتے ہیں
وہ جس کا ذکر خلاصہ ہے زندگانی کا — وہی تو ہے جسے راہ نجات کہتے ہیں ۲۱۳

نورین طلعت عروبہ...... حاضری: ان کے مجموعۂ نعت کے آخر میں پانچ نعتیہ قطعات بھی ہیں۔

اسی کرم سے نظر میں گلاب مہکے ہیں — تمہارا نام لیا ہے تو خواب مہکے ہیں
تمہاری خاص عنایت سے میرے گلشن میں — بہت سے پھول ہیں اور بے حساب مہکے ہیں ۲۱۴

عزیز احسن۔ کرم ونجات کا سلسلہ: کتاب میں زیادہ تر نعتیں غزل کی ہیئت میں اور کچھ نظمیں ہیں مختلف صفحات پر قطعات بھی ملتے ہیں۔ (صفحہ ۵۱، ۵۹، ۶۱، ۶۳، ۶۶، ۶۷، ۹۹، ۱۱۶، ۱۲۳) ایک قطعہ یہ ہے:

میرے آقا نے کیا نعت نگاروں پہ کرم — کوئی بوصیریؒ کوئی سعدی شیرازؒ ہوا
منتظر میں بھی ہوں، طیبہ سے ملے یہ پیغام — وادیٔ نعت نگاراں میں تو ممتاز ہوا ۲۱۵

صابر کوثرؔ، محمد...... حرا کا چاند: مجموعہ نعت میں غزل اور قطعات کی ہیئت میں نعتیں ہیں۔ کتاب میں ۵۶ نعتیہ قطعات ہیں۔ جن میں سے ایک درج ذیل ہے

ثابت نہیں عمل سے محبت رسولؐ کی — پھر کیسے بازیاب ہو مدحت رسولؐ کی
کوثر یہ بات میں نہیں کہتا، خدا گواہ — کہتی ہے یہ کتاب ہدایت رسولؐ کی ۲۱۶

ضامن حسنی...... ضامن حقیقت: کتاب میں نعتیہ غزلیات کے علاوہ کچھ نعتیہ قطعات بھی ہیں۔ مثلاً

صحرا صحرا، گلشن گلشن — سرور عالمؐ نور فشاں ہے
ہر لحظہ ہر لمحہ تمہارا — نام نامی ورد زباں ہے ۲۱۷

یہ نعتیہ قطعات کا محض ایک انتخاب ہے جس کا مقصدِ وحید اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ اردو میں نعتیہ قطعات اکثر و بیشتر چار مصرعوں پر مشتمل ہی کہے گئے ہیں۔ چار مصرعوں سے زیادہ اشعار پر مشتمل نعتیہ قطعات بھی ملتے ہیں، لیکن چونکہ چومصرعی قطعات نسبۃً اتنے زیادہ ہیں کہ اب وہی نعتیہ قطعات کی جگہ لے چکے ہیں' اس لئے چومصرعی قطعات کا انتخاب پیش کیا گیا ہے۔ مندرجہ بالا نعت پاروں سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ اُردو ادب میں نعتیہ قطعات کا ذخیرہ بہت باثروت ہے۔

☆☆☆☆☆

باب ششم حوالہ جات وحواشی

۱۔ دل (محمد عابد دل عظیم آبادی)۔ عروض الہندی (مرتبہ سید علی حیدر نیر) پٹنہ (بھارت)، ادارہ تحقیقات عربی وفارسی‘ س ن۔ ص:۴۵

۲۔ مجلہ خیابان۔ شعبہ اردو پشاور یونیورسٹی، ۲۰۰۱ء ص:۲۷۶

۳۔ ریاض احمد۔ دریاب۔ لاہور: پولیمر پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء ص:۴۱

۴۔ شمیم احمد۔ اصناف سخن اور شعری ہیئتیں۔ لاہور: مکتبہ عالیہ ۱۹۸۳ء ص:۷۰

۵۔ گیان چند۔ ادبی اصناف۔ گجرات (بھارت) اردو اکیڈمی۔ ۱۹۸۹ء۔ ص:۶۳

۶۔ اردو لغت‘ جلد نمبر ۸۔ کراچی: اُردو لغت بورڈ ۱۹۸۷ء ص:۵۹۰

۶۔الف مجلہ خیابان۔ ۲۰۰۱ء ص:۲۷۶

۷۔ حفیظ صدیقی۔ کشاف تنقیدی اصطلاحات۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان۔ ۱۹۸۵ء ص:۸۴

۸۔ مجلہ خیابان۔ ۲۰۰۱ء ص:۲۷۷

۹۔ روحی (اصغر علی روحی) العروض والقوافی: لاہور: نامی پریس ۱۹۳۶ء ص:۱۱۰

۱۰۔ عنوان چشتی۔ اردو شاعری میں ہیئت کے تجربے۔ دلی: انجمن ترقی اردو ۱۹۷۵ء ص:۱۳۲

۱۱۔ خالد سجاد۔ رباعیات مانوس سہرامی پر ایک نظر۔ مشمولہ سیارہ جنوری ۱۹۸۹ء ص:۶۶

۱۲۔ فرمان فتح پوری ڈاکٹر۔ اردو رباعی۔ لاہور ص: مکتبہ عالیہ۔ بار سوم۔ ۱۹۸۷ء ص:۵۶

۱۳۔ خالد سجاد۔ رباعیات مانوس سہرامی پر ایک نظر۔ مشمولہ سیارہ۔ جنوری ۱۹۸۹ ص:۶۷

۱۴۔ سلام سندیلوی ڈاکٹر۔ اردو رباعیات‘ لکھنو: نسیم بکڈپو۔ ۱۹۶۳ ص:۶۳۴

۱۵۔ ایضاً ص:۶۳۴

۱۶۔ ایضاً ص:۶۵۷

۱۷۔ روحی اصغر علی۔ العروض والقوافی‘ ص:۱۱۱

۱۸۔ عاصی کرنالی۔ اردو حمد ونعت پر فارسی شعری روایت کا اثر۔ کراچی: اقلیم نعت ۲۰۰۱ ص:۲۴۹

۱۹۔ یونس شاہ، سید۔ تذکرہ نعت گویان اردو‘ جلد اول۔ ایبٹ آباد: الگیلان پبلشرز س۔ن۔ ص:۱۲۹

۲۰۔ نصیر الدین ہاشمی۔ دکن میں اردو۔ ص:۵۲

۲۱۔ فرمان فتح پوری ڈاکٹر۔ اردو رباعی فنی وتاریخی ارتقاء۔ لاہور مکتبہ عالیہ ص:۶۴

۲۲۔ یونس شاہ۔ تذکرہ نعت گویان اردو۔ ص:۱۴۲

۲۳۔ اس کے لئے ملاحظہ فرمایئے محمد عباس‘ سید کی تالیف رباعیاتِ انیس‘ مطبع منشی نول کشور ۱۹۴۸ء؛ بحوالہ اردو رباعی (فنی وتاریخی ارتقاء) از ڈاکٹر فرمان فتح پوری‘ ص:۶۴

۲۴۔ ایضاً ص:۶۵

۲۵۔ فرمان فتح پوری‘ ڈاکٹر‘ اردو رباعی (فنی وتاریخی ارتقاء) لاہور: مکتبہ عالیہ طبع سوم ۱۹۸۷ء ص:۶۷

۲۶۔ عاصی کرنالی۔ اردو حمد ونعت پر فارسی شعری روایت کا اثر۔ ص:۲۷۰

۲۷۔ یونس شاہ۔ تذکرہ نعت گویان اردو۔ ص:۲۱۶

۲۸۔ ولی‘ کلیات ولی (مرتبہ سید نور الحسن ہاشمی)‘ دہلی: انجمن ترقی اردو‘ ۱۹۴۵ء ص:۲۹۱

۲۸۔الف ایضاً ص:۲۹۲

۲۸۔ب ایضاً ص:۲۹۳

۲۸۔ج ایضاً ص:۲۹۳
۲۹۔ علیم صبا نویدی۔ نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربے۔ چینئی (بھارت) ۲۰۰۶ء ص:۶۶
۳۰۔ ریاض مجید ڈاکٹر۔ اردو میں نعت گوئی۔ لاہور: اقبال اکادمی۔ ۱۹۹۰ ص:۲۸۹
۳۱۔ مصحفی، کلیاتِ مصحفی (دیوان چہارم) لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۴ء ص:۴۸۳
۳۲۔ مومن، کلیات مومن، لکھنو: مطبع منشی نول کشور، بار ششم، ص:۲۰۰
۳۳۔ یونس شاہ۔ تذکرہ نعت گویان اردو۔ ص:۳۱
۳۴۔ شاعری (نعت نمبر) مدیر اعلیٰ: اختر امام رضوی، راولپنڈی: اخبار مارکیٹ، شمارہ نمبر ۳ دسمبر ۱۹۸۱ء ص:۲۲
۳۵۔ انیس میر، رباعیات انیس (مرتبہ علی جواد زیدی) نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، ۱۹۸۵ء ص:۸۴
۳۶۔ ریاض مجید ڈاکٹر۔ اردو میں نعت گوئی۔ ص:۳۳۲
۳۷۔ رشید محمود راجا (مرتب) نعت کائنات، ص:۴۸۷
۳۸۔ رشید محمود راجا۔ نعت کائنات، ص:۵۶۷
۳۹۔ محسن کاکوروی: چراغ تجلی (مرتبہ ابوالخیر کشفی ڈاکٹر)، کراچی بزم حمد و نعت، ۱۹۹۴ء ص:۱۶۱
۴۰۔ ایضاً ص:۶۲
۴۱۔ مجلہ نقوش۔ رسول نمبر ۱۰۔ شمارہ ۱۳۰۔ جنوری ۱۹۸۴ء ص:۵۶۴
۴۱۔الف ماہ نامہ نعت (نعتیہ رباعیات نمبر) جنوری ۱۹۹۲ء ، ص:۴۷
۴۲۔ شمس بریلوی۔ کلام رضا کا تحقیقی وادبی جائزہ۔ کراچی۔ مدینہ پبلشنگ، ۱۹۷۶ء ص:۲۲۳
۴۳۔ ایضاً ص:۲۳۰
۴۴۔ ایضاً ص:۲۲۸
۴۴۔الف ماہ نامہ نعت لاہور (نعتیہ رباعیات نمبر) مدیر راجا رشید محمود، جنوری ۱۹۹۲ء ، ص:۴۳
۴۵۔ رشید محمود راجا (مرتب) نعت کائنات۔ لاہور: جنگ پبلشرز ۱۹۹۳ ص:۴۸۷
۴۶۔ مجلہ نقوش۔ رسول نمبر ۱۰۔ جنوری ۱۹۸۴ء ص:۵۶۴
۴۷۔ تقی عابدی سید ڈاکٹر، اردو کا حسان محمد ، (مشمولہ نعت رنگ ۱۵)، کراچی: مئی ۲۰۰۳ء، ص:۳۵۲
۴۸۔ حسن بریلوی، ذوق نعت، بریلی: روی کتب خانہ، ۱۳۲۶ھ ، ص:۹۴
۴۹۔ رشید محمود راجا۔ نعت کائنات، ص:۶۰۷
۵۰۔ محمد جمیل الرحمٰن خاں۔ قبالہ بخشش۔ لائل پور۔ مکتبہ نوریہ رضویہ۔ س ن۔ ص:۱۰۴
۵۱۔ بیان (محمد مرتضیٰ حسن) قندیل حرم (مرتبہ ڈاکٹر صفدر حسین)۔ لاہور سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۴ء، ص:۱۲
۵۲۔ حزیں کاشمیری۔ لمعات نور۔ لاہور۔ اردو کتاب گھر۔ ۱۹۹۹ء ص:۸۶
۵۳۔ ایضاً ص:۷۹
۵۴۔ ایضاً ص:۶۳
۵۵۔ ایضاً ص:۶۹
۵۶۔ نعت کائنات۔ ص:۷۵۲
۵۷۔ حافظ لدھیانوی۔ نعتیہ رباعیات فیصل آباد۔ شرکت پرنٹنگ پریس، ۱۹۹۲ء (عاصی کرنالی نے "حافظ لدھیانوی کی نعتیہ رباعیات" کے زیرِ عنوان ان کی اوّلیت کے متعلق لکھا۔) ص:۸
۵۸۔ حافظ لدھیانوی۔ نعتیہ رباعیات فیصل آباد۔ شرکت پرنٹنگ پریس، ۱۹۹۲ء ص:۶۰

۵۹۔ ایضاً ص:۶۱
۶۰۔ ایضاً ص:۶۳
۶۱۔ ایضاً ص:۶۴
۶۲۔ ایضاً ص:۱۰۰
۶۳۔ ایضاً، ص:۱۶۷
۶۴۔ سیارہ۔ دسمبر ۱۹۹۱ء لاہور۔ ص:۴۶۶
۶۵۔ ایضاً ص:۴۶۹
۶۶۔ ایضاً ص:۴۶۹
۶۷۔ ایضاً ص:۴۶۹
۶۸۔ اختر شیرازی۔ رباعیات توحید و رسالت۔ لاہور' مکتبہ ادب۔ ۱۹۹۶ء ص:۷۸
۶۹۔ ایضاً ص:۷۹
۷۰۔ ایضاً ص:۷
۷۱۔ ایضاً ص:۹۹
۷۱۔الف نور احمد میرٹھی' بہر زماں بہر زباں' کراچی: ادارہ فکر نو' ۱۹۹۶ء ص ۴۶۵
۷۲۔ عطا محبوب الٰہی' چرخ اطلس۔ لاہور۔ الحمد پبلی کیشنز' ۲۰۰۱ء فلیپ (بیک ٹائٹل) کتاب ہذا
۷۳۔ ایضاً پیش لفظ' ص:۷
۷۴۔ سیارہ۔ دسمبر ۱۹۹۱ء ص:۴۶۶
۷۵۔ اختر شیرازی۔ رباعیات توحید و رسالت' لاہور مکتبہ ادب' ۱۹۹۶ء
۷۶۔ حزیں کاشمیری۔ لمعات نور، لاہور، اردو کتاب گھر، ۱۹۹۹ء
۷۷۔ عطا محبوب الٰہی۔ چرخ اطلس' ص:۲۸
۷۸۔ ایضاً ص:۱۴
۷۹۔ ایضاً ص:۴۸
۸۰۔ ایضاً ص:۳۸
۸۱۔ صبا متھراوی۔ دربار رسالت میں۔ کراچی۔ مکتبہ اردو' ۱۹۷۲ء' ص:۲۸
۸۲۔ ایضاً ص:۳۶
۸۳۔ راغب مراد آبادی۔ بحضور خاتم الانبیاء ص:۱۲۷
۸۴۔ ایضاً ص:۱۲۹
۸۵۔ عمر فیضی۔ دشت جنوں۔ ص:۱۴۷
۸۶۔ ایضاً ص:۱۴۷
۸۷۔ ایضاً ص:۱۴۹
۸۸۔ ایضاً ص:۲۵۴
۸۹۔ فقیر۔ حافظ محمد افضل فقیر۔ جان جہان۔ ص:۲۱۹
۹۰۔ ایضاً۔ ص:۲۳۴
۹۱۔ گوہر ملسیانی۔ مظہر نور۔ صادق آباد۔ گوہر ادب پبلی کیشنز۔ ۱۹۸۲ء ص:۲۹۱

۹۲۔ ارمان اکبرآبادی۔ سروش سدرہ۔ کراچی شمیم بک ایجنسی۔ ۱۹۸۶ء
۹۳۔ مرزا شکور بیگ۔ نکہت مدینہ (مرتبہ عبدالشکور ساجد)؛ فیصل آباد۔ المصطفیٰ تھنکرز فورم ۱۴۲۱؛ ص:۶
۹۴۔ انور فیروز پوری۔ مختارِ کل۔ لاہور۔ بزم عرفان مصطفیٰ ' ۱۹۷۷ء ص:۲۶
۹۵۔ ادبیات۔ اسلام آباد۔ شمارہ ۲۰۔ جلد ۵' ۱۹۹۲ء ص:۱۳
۹۶۔ اعجاز رحمانی۔ پہلی کرن۔ آخری روشنی۔ کراچی۔ عالمگیر پبلیکیشنز۔ ۱۹۸۲ء ص:۲۰۹
۹۷۔ پھول (تنویر پھول)۔ قندیل حرم۔ کراچی؛ جہان حمد پبلی کیشنز۔ ۲۰۰۲ء، ص:۱۴۸
۹۸۔ فدا خالدی۔ م۔ص۔ کراچی۔ اشتیاق پریس۔ ۱۹۸۳ء ص:۱۱۲
۹۹۔ ایضاً ص:۱۱۶
۱۰۰۔ ایضاً ص:۱۱۹
۱۰۱۔ رشید وارثی۔ خوشبوئے التفات؛ ص:۵۹
۱۰۲۔ شارق۔ شفیق الدین۔ نزول۔ کراچی۔ اقلیم نعت۔ ۱۹۹۹ء ص:۱۲۰
۱۰۳۔ یونس شاہ۔ تذکرہ نعت گویان اردو؛ ص:۱۸۷
۱۰۴۔ ایضاً ص:۳۷۲
۱۰۵۔ سجاد مرزا۔ چراغ آرزو۔ گوجرانوالہ۔ فروغ ادب اکیڈمی۔ ۱۹۹۲ء ص:۹۵
۱۰۶۔ ایضاً، شوق نیاز۔ ایضاً، ۱۹۹۸ء، ص:۱۴۴
۱۰۷۔ اعظم چشتی۔ کلیات اعظم۔ لاہور۔ خزینۂ علم و ادب' ۲۰۰۰ء، ص:۶
۱۰۸۔ محمد عاشق۔ عقیدت کے پھول۔ لاہور؛ عارف پبلی کیشنز۔ س۔ن۔ ص:۲۹۳
۱۰۹۔ انجم جعفری؛ سید۔ ورفعنا لک ذکرک۔ میانوالی۔ تحریک فروغ اردو؛ س۔ن؛ ص:۱۰۳
۱۱۰۔ نگار فاروقی۔ ازل تا ابد۔ کراچی؛ جہان محمد پبلی کیشنز۔ ۱۹۹۹ء، ص:۵۳
۱۱۱۔ مجلّہ جہان حمد (طاہر سلطانی مدیر)، مئی ۲۰۰۱ء ، ص:۳۲۶
۱۱۲۔ ایضاً ص:۳۲۷
۱۱۳۔ ایضاً ص:۳۳۲
۱۱۴۔ جیلانی (سید محمد وکیل جیلانی) مدحت رسول اللہ۔ فیصل آباد۔ ۱۹۷۹ء، ص:۹۵
۱۱۵۔ صہبا اختر' اقراء کراچی: ایجوکیشنل پریس' ۱۹۸۱؛ ص:۲۹
۱۱۶۔ محمد زکریا خواجہ۔ اردو میں قطعہ نگاری۔ لاہور: پولیمر پبلی کیشنز، ۱۹۷۵ء۔ ص:۱
۱۱۷۔ ایضاً ص:۷
۱۱۸۔ حفیظ صدیقی۔ کشاف تنقیدی اصطلاحات۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۵ء ۔ص:۱۴۳
۱۱۹۔ یونس شاہ سید۔ تذکرہ نعت گویان اردو؛ جلد ا'۔ ص:۴۴
۱۲۰۔ ایضاً جلد دوم۔ ص:۱۸۳
۱۲۱۔ ریاض مجید ڈاکٹر۔ اردو میں نعت گوئی۔ لاہور؛ اقبال اکادمی۔ ۱۹۹۰ء ص:۱۰۲
۱۲۲۔ ابو سلمان شاہجہان پوری۔ تذکرہ نعت گو شاعرات۔ کراچی: مکتبہ شاہد۔ ۱۹۸۴ء ص:۶۸
۱۲۳۔ علیم صبا نویدی۔ نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربے۔
۱۲۴۔ منصور ملتانی۔ مرسل و مرسلؐ۔ کراچی: ڈائیلاگ پبلی کیشنز۔ ۱۹۷۸ء ص:۶۳
۱۲۵۔ ایضاً ص:۶۵

۱۲۶۔ ایضاً ص:۷۵
۱۲۷۔ ہلال جعفری۔ کاسۂ جاں۔ اسلام آباد: بزم شعروادب ۱۹۹۸ء ص:۳۰
۱۲۸۔ ایضاً ص:۳۴
۱۲۹۔ ایضاً ص:۴۰
۱۳۰۔ ایضاً ص:۴۴
۱۳۱۔ ایضاً ص:۸۳
۱۳۲۔ ایضاً ص:۱۶۔۱۴
۱۳۳۔ منور ہاشمی۔ لوح بھی تو قلم بھی تو۔ ص:۶۷
۱۳۴۔ ایضاً ص:۶۸
۱۳۵۔ ثمر، عبدالکریم۔ شاخ سدرہ، ص:۲۳
۱۳۶۔ ایضاً ص:۳۶
۱۳۷۔ مزید مثالوں کیلئے دیکھئے صفحہ نمبر:۱۰۔۹
۱۳۸۔ قمر جلالوی۔ عقیدت جاوداں ص:۶۹
۱۳۹۔ خضر برنی۔ شاہنامۂ رسالت۔ ص:۶۹
۱۴۰۔ اعجاز رحمانی۔ پہلی کرن، آخری روشنی، ص:۲۰۰
۱۴۱۔ اثر لودھیانوی۔ عکس جمال۔ گوجرانوالہ: یوسفی برادرز ۱۹۸۶ء۔ ص:۹۳
۱۴۱۔ل سیرت طیبہ ' (نعت رسولؐ نمبر) مدیر اعلیٰ عبدالعزیز عرفی' جلد ۳ شمارہ ۱۱' نومبر ۱۹۹۳ء تا جنوری ۱۹۹۴ء ص:۶۹
۱۴۲۔ خاکی مسعود رضا ڈاکٹر۔ معراج سخن۔ لاہور، فضل حق اینڈ سنز، ۱۹۹۰۔ ص:۱۰۶
۱۴۲۔ل نعت رنگ نمبر ۶' (مدیر' صبیح رحمانی)' ستمبر ۱۹۹۸ء' ص:۱۷۹
۱۴۳۔ خالد عرفان۔ الہام۔ کراچی' فاران پبلی کیشنز' ۱۹۸۶ء ص:۲۵
۱۴۴۔ ایضاً ص:۲۶
۱۴۵۔ ایضاً ص:۲۷
۱۴۶۔ ایضاً ص:۳۱
۱۴۶۔ل خیال و فن (لاہور/دوحہ) مدیر اعلیٰ محمد ممتاز راشد' جلد نمبر ۲' جنوری۔ مارچ ۲۰۰۱ء شمارہ نمبر ۱ ص:۶۶
۱۴۷۔ عابد سعید عابد۔ عافیت۔ گوجر خاں۔ ناشر مصنف خود۔ ۲۰۰۵ء، ص:۳۲
۱۴۸۔ ایضاً ص:۵۳
۱۴۹۔ ایضاً ص:۷۷
۱۵۰۔ بیکل اُتساہی' پیام رحمت' گونڈہ (بھارت): مکتبہ امجدی' ۱۹۶۴ء' ص:۲۲
۱۵۱۔ ایضاً: ص:۲۹
۱۵۲۔ حافظ لدھیانوی' نعتیہ قطعات' فیصل آباد: بیت الادب' ۱۹۹۲ء' ص:۴
۱۵۳۔ حافظ لدھیانوی۔ نعتیہ قطعات۔ فیصل آباد۔ مکتبہ الفوائد۔ طبع اوّل' ۱۹۸۱ء فلیپ (بیک ٹائیٹل) کتاب ہذا
۱۵۴۔ ایضاً ص:۶
۱۵۵۔ ایضاً ص:۳۸
۱۵۶۔ ایضاً ص:۳۹

۱۵۷۔ ایضاً ص:۳۹
۱۵۸۔ علیم صبا نویدی۔ نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربے۔ ص:۷۳
۱۵۹۔ ایضاً ص:۷۳
۱۶۰۔ ایضاً ص:۷۴
۱۶۱۔ ایضاً ص:۷۴
۱۶۲۔ رشید محمود راجا۔ قطعات نعت۔ ماہنامہ نعت، مارچ ۱۹۹۸۔ ص:۳۷
۱۶۳۔ رشید محمود راجا۔ قطعات نعت۔ لاہور: نعت کدہ۔ ۱۴۱۸ھ ص:۱۸
۱۶۴۔ ایضاً ص:۴۵
۱۶۵۔ ایضاً ۹۲۔ لاہور: کتاب گھر ۱۹۹۲ ص:۱۹
۱۶۶۔ امداد نظامی۔ عین النعیم۔ لاہور: رضا پبلی کیشنز ۲۰۰۰ء ص:۴
۱۶۷۔ ایضاً ص:۴۱
۱۶۸۔ ایضاً ص:۱۳۸
۱۶۹۔ آثم فردوسی۔ سفیر کائنات۔ لاہور: حلقہ حروف احباب ۲۰۰۳ء ص:۳۹
۱۷۰۔ ایضاً ص:۴۱
۱۷۱۔ ایضاً ص:۵۳
۱۷۲۔ ایضاً ص:۱۰۹
۱۷۳۔ ایضاً۔ دیباچہ۔ ص:۲۷
۱۷۴۔ علیم ناصری۔ طلع البدر علینا۔ لاہور: مکتبہ قدوسیہ۔ ۱۹۹۹ء ص:۶۶۔۶۷
۱۷۵۔ جہان حمد۔ نعت نمبر ۶ کراچی مئی ۲۰۰۱ء ص:۳۳۳
۱۷۶۔ ایضاً ص:۳۳۵
۱۷۷۔ ایضاً ص:۳۳۵
۱۷۸۔ ایضاً ص:۳۳۹
۱۷۹۔ ایضاً ص:۳۴۰
۱۸۰۔ ایضاً ص:۳۴۱
۱۸۱۔ فضا کوثری۔ آیات نورانی۔ بنگلور بھارت: محبوب بکڈپو ۱۹۵۷ء ص:۵۹
۱۸۲۔ قمر اجنالوی۔ قصیدہ نعتیہ بنام خیر الانامؐ۔ ص:۹۶۔۹۷
۱۸۳۔ جمیل نقوی۔ ارمغان جمیل۔ ص:۶۷
۱۸۴۔ ایضاً ص:۱۱۶
۱۸۵۔ ایضاً۔ ص:۳۳، ۳۷، ۴۳، ۴۵، ۴۸، ۵۰، ۵۳
۱۸۶۔ ساغر صدیقی۔ سبز گنبد۔ بدر: ٹیکنیکل پبلشرز ۱۹۸۶ء ص:۴۸
۱۸۷۔ ایضاً ص:۴۷
۱۸۸۔ ایضاً ص:۴۶
۱۸۹۔ نقوی۔ (سید محمد امین نقوی) حسن محمدؐ۔ فیصل آباد: باب الہدیٰ۔ ۱۹۹۲ء ص:۱۱۴
۱۹۰۔ تنویر پھول۔ انوار حرا۔ کراچی: حرا فاؤنڈیشن ۱۹۹۷ء ص:۳۸۸

۱۹۱۔ تنویر پھول ۔ قندیل حرم۔ کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز ۲۰۰۳ء ص:۸۱
۱۹۲۔ ایضاً ص:۱۴۳
۱۹۳۔ نفیس فتح پوری۔ افکار نفیس۔ کراچی: ناظر پرنٹنگ پریس۔۱۹۷۷ء ص:۱۷۳
۱۹۴۔ صدیق فتح پوری۔ اظہار عقیدت۔ کراچی: احسان پبلی کیشنز ۱۹۸۷ء
۱۹۵۔ برق اجمیری۔ افکار برق کراچی: ایجوکیشنل پریس ۱۹۹۲ء ص:۸۷۔۸۸
۱۹۶۔ مجلہ ماہ نو لاہور ص نومبر ۱۹۸۷ء ص:۲۴
۱۹۷۔ ریاض زیدی (پروفیسر ریاض حسین) جمال سید لولاکؐ: ساہیوال: ادب سرائے ۲۰۰۵ ص:۲۰۷
۱۹۸۔ انور فیروز پوری۔ مختار کل۔ لاہور: بزم عرفان مصطفٰےؐ ۱۹۷۷ء ص:۱۱۲
۱۹۹۔ زماں سہرابی۔ ذکر رسولؐ۔ کراچی۔ جہاں حمد پبلی کیشنز۔۲۰۰۱ء ص:۱۷۹
۲۰۰۔ مسرور بدایونی۔ آیہ رحمت۔ فیصل آباد۔ نعت اکادمی ۱۹۸۴ء ص:۵۵
۲۰۱۔ سیارہ نمبر ۲۴۔ جلد ۵۵ ش ۵۔ جنوری فروری ۱۹۸۹ء ص:۲۵
۲۰۲۔ ساحر (قدوائی حکیم)۔ درد جام حیات۔ فیصل آباد: محمد شاہد بھلی اولیس پرنٹرز۔۲۰۰۵ ص:۱۸۲
۲۰۳۔ امیر نواز امیر۔ نعت کروں تحریر۔ فیصل آباد: مثال پبلیشرز۔۲۰۰۲ء ص:۸۹
۲۰۴۔ رشید وارثی۔ خوشبوئے التفات۔ کراچی: بزم وارث ۲۰۰۴ء ص:۷۵
۲۰۵۔ قمر یزدانی۔ ساغر کوثر۔ مریدکے: مکتبہ اسرافیہ ۱۹۸۸/۱۴۰۸ء
۲۰۶۔ ایضاً ص:٦٦

(یہ قطعات صفحہ ٦٦ تا ٦٨ درج ہیں اس کے علاوہ نعتیہ قطعات کے عنوان کے تحت صفحہ نمبر ۱۵۱ تا ۱۵۵ پر نعتیہ رباعیات کے عنوان کے تحت درج ہیں۔)

۲۰۷۔ ایضاً ص:۱۵۲
۲۰۸۔ راسخ عرفانی۔ حسین کلام۔ گوجرانوالہ: مکتبہ نور ادب سن ندارد ص:۳۹
۲۰۹۔ کشفی لکھنوی۔ چراغ حرم۔ لکھنو (بھارت) اردو سماج۔ پبلی کیشنز ۱۹۷۲ء ص:۴۸
۲۱۰۔ از ہر درانی۔ کشکول۔ لاہور: رویت پبلشرز۔ جنوری ۱۹۹۰ء ص:٦٠
۲۱۱۔ سلیم گیلانی۔ سیدناؐ۔ لاہور۔ ادارہ ثقافت پاکستان۔۱۹۸۷ء ص:۲۴۹
۲۱۲۔ نیر اسعدی۔ نعت ہی نعت۔ کراچی: مشاعرہ ۱۹۸۷ء ص:۸۳
۲۱۳۔ ریحانہ تبسم فاضلی ۔ خطیب الامم کراچی: مشاعرہ ۱۹۹۴ء ص:۱۲۰
۲۱۴۔ نورین طلعت عروبہ۔ حاضری۔ لاہور: ماورا پبلشرز۔۲۰۰۲ء ص:۵۷
۲۱۵۔ عزیز احسن۔ کرم و نجات کا سلسلہ۔ کراچی: اقلیم نعت۔۲۰۰۵ء ص:۵۱
۲۱۶۔ صابر کوثر محمدؐ حرا کا چاند۔ کراچی: مکتبہ کوثر ۱۹۸۷ء ص:۲٦
۲۱۷۔ ضامن حسنی۔ ضامن حقیقت۔ حیدرآباد: بزم فروغ ادب ۱۹۸٦ ص:۹۳
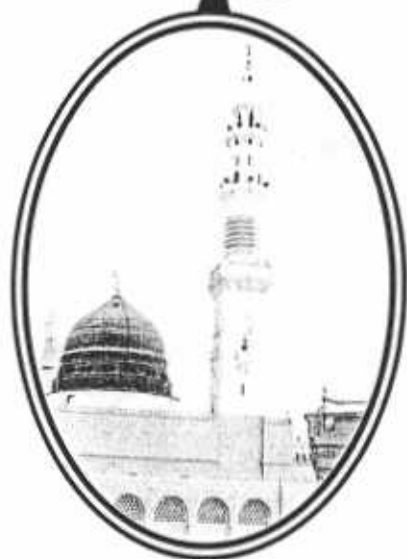
✿✿✿✿✿

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۷

دیگر شعری ہیئتیں

اُردو نعت کا ہیئتی مطالعہ

باب ہفتم دیگر شعری ہیئتیں

اس باب میں اہم قدیم شعری ہیئتوں (مثنوی، قصیدہ، غزل، رباعی وغیرہ کے علاوہ دوسری ہیئتوں میں نعت نمونوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

دوہا:

دوہا، دو مصرعوں پر مشتمل ایک قدیم صنفِ سخن ہے۔ ہندی زبان سے اسے خاص مناسبت ہے بلکہ ہندی کی تو مقبول ترین صنفِ شعر ہے۔ ہندی میں اسے شلوک یعنی شاہوں کا کلام کہا جاتا ہے۔ اسے دوہرا، دوہڑا اور دھرا بھی کہتے ہیں۔ دوہا چونکہ دو ہی مصرعوں پر مبنی ہوتا ہے لہٰذا شاعر کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اس کے مضمون کو زندگی سے اس طرح ہم آہنگ کر کے پیش کرے کہ اس کا کمالِ فن ظاہر ہو۔ ہر دوہا غزل کے مطلع کی طرح اپنے مضمون کو مکمل طور پر پیش کرتا ہے۔ عشرت یاسمین نے لکھا ہے:

''دوہے کے دو مصرعوں کو دو آنکھوں سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جو کہ اس زمین پر رونما ہونے والے تمام تر واقعات کا مطالعہ کرتا ہے۔''[۱]

ڈاکٹر محمد امین لکھتے ہیں:

> ''دوہا ہندی صنفِ شاعری ہے، جو ہندی کی بحر دوہا چھند میں لکھا جاتا ہے۔ جس کے ارکان اردو عروض میں یوں ترتیب دیے جا سکتے ہیں۔ فعلن فعلن فاعلن فعلن فعلن فاع / فع۔''[۲]

دوہے کی تاریخ پر ایک سرسری سی نظر بھی ڈالی جائے تو یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا وزن (عروضی ارکان) حتمی نہیں، بلکہ دوہا اس سے مختلف ارکان میں بھی لکھا گیا۔ ڈاکٹر عنوان چشتی اس کی ہیئت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''اس کی شکل غزل کے مطلع سے ملتی جلتی ہے۔ اس کا ہر مصرع دو حصوں میں منقسم ہوتا ہے۔ پہلے مصرع کے پہلے حصہ کو ''سم'' کہتے ہیں۔ اس میں (۱۳) ماترائیں ہوتی ہیں۔ دوسرا ''وشم'' کہلاتا ہے اس میں (۱۱) ماترائیں ہوتی ہیں۔ دوسرے مصرع کے دونوں حصوں کے بھی بالترتیب یہی نام ہیں اور ماتراؤں کی تعداد بھی پہلے مصرع کے مطابق ہوتی ہے۔ دوہے کے مصرع کے ہر حصہ کو پاد یا چرن کہتے ہیں۔''[۳]

دوہے سے متعلق چند اہم الفاظ و اصطلاحات کا مفہوم ڈاکٹر سمیع اللہ اشرفی کی تحقیق سے یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

چھند: ماتراؤں یا ورنوں کی ترتیب۔ گت (آہنگ) اور یت یا وشرام (وقفہ) کے اصول اور آخر میں مصرعوں کی برابری کو جس شعری تخلیق میں ملحوظ رکھا گیا ہو اس کو چھندے کہتے ہیں۔

ماترا: ایک خفیف علت کے تلفظ کو ادا کرنے میں جتنا وقت لگتا ہے، وقت کی اس اکائی کو ماترا کہتے ہیں۔ جیسے ''اَ'' میں ایک ماترا اور ''آ'' میں دو ماترائیں ہیں۔ ماترا کو مَت، متا، کل اور کلا بھی کہتے ہیں۔

ورن یا اکشر: حرف کی تحریری شکل کو ورن کہتے ہیں۔ یہ دو طرح کے ہوتے ہیں:

i۔ لگھو: ایک ماترا والے ورن کو لگھو یا ہرسو ورن کہتے ہیں، جیسے اَ...... اِ...... اُ...... کَ...... کِ...... کُ وغیرہ اس کی علامت (I) ہے۔

ii۔ گرو: لگھو ورن سے دوگنی ماترا والے ورن کو گرو یا دیرگھ ورن کہتے ہیں۔ جیسے آ...... اے...... ای...... کا...... کے...... کی وغیرہ اس کی علامت (S) ہے

چرن۔ مصرع: وشرام یا بشرام (یَتی، یَت) مصرع کے درمیان یا آخر میں قیام یا وقفہ، یہ ایک ترنم افزا قید ہے، جس سے مصرع کی ادائیگی میں سہولت اور سریلا پن پیدا ہوتا ہے۔ یتی بھنگ، دوش: اگر مصرع کے درمیان مقررہ مقام پر جہاں وقفہ لازمی ہے، وقفہ نہ ہو تو اس کو یتی بھنگ، دوش (شکستِ ناروا) سے تعبیر کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے چھند یا مصرع کا سریلا پن ختم ہو جاتا ہے۔[۴]

دو مصرعوں پر مشتمل دوہا کی تین اقسام بیان کی جاتی ہیں۔

''بڑا دوہا، تونیری دوہا اور ان میل دوہا۔ اس کی تین قسمیں راجستھانی میں اور ملتی ہیں۔

قدیم دوہے کے پہلے اور تیسرے چرن تیرہ تیرہ ماترائیں اور دوسرے اور چوتھے چرنوں میں گیارہ گیارہ ماترائیں ہوتی ہیں۔ بڑا دوہا کے پہلے اور چوتھے چرن میں گیارہ گیارہ ماترائیں اور دوسرے اور تیسرے چرنوں میں تیرہ تیرہ ماترائیں ہوتی ہیں۔ تونیری دوہا میں ماتراؤں کی ترتیب اس کے برعکس ہوتی ہے۔ پہلے اور چوتھے چرن کی تک ملنے سے اَن میل دوہا بنتے ہیں۔''[۵]

ڈاکٹر خاطر غزنوی نے فعلن فعلن فعلن فاعلن فعلن فعلن فعلن فاع/فع کو دوہے کا وزن بتایا ہے۔ ۶

واضح رہے کہ ڈاکٹر محمد امین نے بھی اسی وزن کا ذکر کیا تھا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے' لیکن حقیقت یہ ہے اہلِ عروض نے دوہے کی کچھ مثالوں کے پیشِ نظر اس وزن کی تخریج کی ہے ورنہ دوہے کے اوزان اس کے علاوہ بھی ہو سکتے ہیں۔ عشرت یاسمین کے بقول:

''درحقیقت دوہا' عروض کی نہیں پنگل کی صنف ہے۔ پنگل کے قواعد کے مطابق دوہا دو دلوں (مصرعوں) پر مشتمل ایک ایسا (کلامِ موزوں) ہے جس کے دونوں دلوں کے آخر میں تک (قافیہ) لایا جاتا ہے۔ ہر دَل (مصرع) کے دو چرن (Feet) پاؤں یا حصے) ہوتے ہیں۔ جنہیں متداول عروض کی اصطلاح میں صدر' حشو' عروض اور ابتدا' حشو اور ضرب کا قائم مقام سمجھنا چاہیے۔ ہر چھند کے دوہے کا دَل (مصرع) دو چرنوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ عروض کی طرح تین اجزاء پر نہیں اور ہر مصرع چھوٹی بڑی (لگھو اور برگھ) ماتراؤں (حرکت اور سکون کی ترتیب کے نظام کا پابند ہوتا ہے اور عروض کا ماحصل بھی یہی حرکت وسکون کا نظام ہے۔ دوہے کے ایک دَل (مصرع) کے دونوں چرنوں (Feet) میں تیرہ اور گیارہ کے حساب سے چوبیس ماترائیں ہوتی ہیں۔'' ۷

عربی' فارسی کا عروض ہو' ہندی کا پنگل یا انگریزی کا (Prosody) دراصل یہ سب نظامِ شعر کی درست قامت ناپنے کی مسطر ہیں' لیکن یہ سب ایک نہیں۔ ڈاکٹر الیاس عشق نے ان کا فرق بیان کیا ہے:

''.........ان تینوں میں بڑا فرق ہے اور ان میں مطلق تطبیق و مماثلت ممکن نہیں......... بنیادی فرق کو اس طرح سمجھا جا سکتا ہے۔

عروض میں ارکانِ افاعیل کی ترتیب میں ہر بحر میں لے کے وزن کا لازمی حصہ ہے پنگل میں ایسا نہیں ہے۔ نظم اور نثر دونوں میں ماتراؤں کی تعداد یکساں ہو سکتی ہے اور تمیز ممکن نہیں ہے۔ تمیز پیدا کرنے والی چیز ''یتی یا بسرام (Pause) ہے' جس کا ہر بحر (چھند) میں ایک مقام مقرر ہے اور بحر بھی اسی سے متعین ہوتی ہے......... بحر کی پہچان ماتراؤں کے باوجود ''یتی یا بسرام'' سے ہوتی ہے۔ دوہے میں بھی یتی یا بسرام کا ایک خاص مقام ہوتا ہے۔ اس سے وزن کا تعین ہوتا ہے۔ لگھو اور گرو ماتراؤں کی گنتی برابر کر دینے سے دوہا نہیں بنتا۔ یتی یا بسرام کے درست ہونے سے دوہے کا وزن درست ہو جاتا ہے۔'' ۸

الیاس عشقی نے دوہے کی پانچ قسموں کا ذکر کیا ہے:

(۱) دوہا (۲) سورٹھا (۳) بڑا دوہا (۴) تو نبیری دوہا (۵) کھڑا دوہا۔ ۹

سورٹھا دراصل الٹا دوہا ہے۔ اس میں دونوں دَلوں (مصرعوں) کے چرنوں (حصوں) کی ترتیب کو آگے پیچھے کر دیا جاتا ہے۔ یوں ماتراؤں کی تعداد فی مصرع تیرہ' گیارہ کے بجائے گیارہ' تیرہ ہو جاتی ہے۔ قافیہ بھی مصرعوں کے درمیان میں آ جاتا ہے۔ بڑا دوہا' دراصل دوہے اور سورٹھے کے امتزاج سے پیدا ہوا ہے۔ اس کے پہلے مصرعے میں قافیہ سورٹھے کی طرح درمیان میں آتا ہے اور دوسرے مصرع کے آخر میں' مثلاً

پتھر کی بھرمار' جو دیکھے اس پر گرے ‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏ پھر بھی کھلائیں پھل' ثمر دار اشجار

تو نبیری دوہا بھی سورٹھے اور دوہے کے امتزاج سے بنا ہے۔ اس کے پہلے مصرع میں قافیہ دوہے کی طرح مصرعے کے آخر میں اور دوسرے مصرع میں سورٹھے کی طرح درمیان میں آتا ہے جبکہ کھڑا دوہا میں قافیے مصرعوں کے درمیان میں بھی آتے ہیں۔ الیاس عشقی نے اس کی مثال میں یہ دوہا درج کیا ہے۔

یہ کجرارے نین' باس بٹن کی گات میں ‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏ کر کے من چین' بن ٹھن چلے برات میں ۱۰

ڈاکٹر سمیع اللہ اشرفی نے دوہے کی درج ذیل اقسام کا ذکر کیا ہے۔

اڑتالیس حرفی دوہا......... دوہے کے دونوں دَل ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ طاق چرنوں میں تیرہ' تیرہ اور جفت چرنوں میں گیارہ گیارہ ماترائیں ہوتی ہیں۔

اس دوہے کے پہلے اور تیسرے حصے کے ابتدا میں کوئی ایسا لفظ نہیں آنا چاہیے جو فعول (جگن) کے وزن پر ہو۔ اگر اتفاق سے ایسا ہو جائے تو اس دوہے کو چنڈالنی دوہا کہیں گے۔ ان کی (۲۳) قسمیں ہیں۔

(۱) بھرمر (۲۲ گرو + ۴ لگھو) ‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏ (۲) سُبھرامَر (۲۱ گرو + ۶ لگھو) ‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏ (۳) شربھ (۲۰ گرو + ۸ لگھو)
(۴) شَیَن (۱۹ گرو + الگھو) ‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏ (۵) منڈوک (۱۸ گرو + ۱۲ لگھو) ‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏ (۶) مرکٹ (۱۷ گرو + ۱۴ لگھو)

(۷) گرَبھ (۱۵ گرو + ۱۸ لگھو)
(۸) نَر (۱۵ گرو + ۱۸ لگھو)
(۹) ہنس (۱۴ گرو + ۲۰ لگھو)
(۱۰) گئیند (مدکل) (۱۳ گرو + ۲۲ لگھو)
(۱۱) پیودھر (۱۲ گرو + ۲۴ لگھو)
(۱۲) چل/بل (۱۱ گرو + ۲۶ لگھو)
(۱۳) بانر (۱۰ گرو + ۲۸ لگھو)
(۱۴) ترکل (۹ گرو + ۳۰ لگھو)
(۱۵) کَچَھپ (۸ گرو + ۳۲ لگھو)
(۱۶) مچھ (۷ گرو + ۳۴ لگھو)
(۱۷) شاردول (۶ گرو + ۳۶ لگھو)
(۱۸) آہی ور (۵ گرو + ۳۸ لگھو)
(۱۹) بیال (۴ گرو + ۴۰ لگھو)
(۲۰) بڈال (۳ گرو + ۴۲ لگھو)
(۲۱) شوان (۲ گرو + ۴۴ لگھو)
(۲۲) ادر (اندوی) (ایک گرو + ۴۶ لگھو)
(۲۳) سرپ (۴۸ لگھو)

یہ تمام اقسام صرف اڑتالیس حرفی دوہے کی ہیں۔ اس طرح چھیالیس حرفی' پچاس حرفی' باون حرفی' چون حرفی اور چھپن حرفی دوہوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ ڈاکٹر سمیع اشرفی نے ان سب اقسام کا ذکر کیا ہے بلکہ آزاد (غیر مساوی الوزن) دوہوں' بے قافیہ دوہوں اور بیچ کھنیا دوہوں کی تفصیل بھی لکھی ہے۔[11]

ان اقسام کی طرف محض اشارہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ دوہا کو محض ایک' یا دو اقسام تک ہی محدود دیکھنا چاہتے ہیں انہیں احساس ہو کہ دوہوں کی کتنی قسمیں ہیں۔ یہ سب اقسام اس دن ہی موجود نہیں تھیں' جس دن پہلا دوہا لکھا گیا۔ ظاہر ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کی نو بنو صورتیں سامنے آئیں۔ یہ سب تجربے انسانوں نے کیئے' یہ وحی نہیں کہ اس میں تبدیلی ناممکن ہو' اگر ماضی کے شعراء اس میں جدتیں کر سکتے ہیں تو جمیل الدین عالی یا اور کوئی کیوں نہیں کر سکتا؟ اسی طرح دوہا کے متعلق یہ بحث بھی چلتی ہے کہ چونکہ یہ ہندی صنف ہے لہٰذا اس میں الفاظ ہندی ہی ہونا چاہئیں۔ بنظرِ انصاف دیکھا جائے تو یہ پابندی ناروا ہے۔ ہر زبان' علاقے' نسل اور مذہب کے لوگوں کے اپنے رویے ہوتے ہیں۔ ان رویوں کو ترک کر کے من وعن کسی صنف کو اپنانے کا مطلب تنوع اور ترقی کے دروازوں کو بند کرنا ہوتا ہے۔ چونکہ یہ معاملہ عوامی سطح پر ہر شاعر کا ذاتی ہے لہٰذا کوئی قدغن اس میں کارگر ہوتی بھی نہیں۔ اہلِ پاکستان کو یہ کہنا کہ وہ عربی' فارسی الفاظ چھوڑ کر محض ہندی الفاظ ہی سے دوہوں کو مزین کریں' تہذیبی تقاضوں کے برعکس ہے۔ چونکہ ہندی کا عروضی نظام آج کی اردو کے ساتھ ہم آہنگ نہیں لہٰذا پاکستان میں یہ نظام اپنی اصل روح کے ساتھ پوری طرح رائج ہی نہیں ہو سکا' بالکل اسی طرح زبان و بیان کا معاملہ ہے۔ ڈاکٹر محمد امین کے بقول:

> ''دوہا چوبیس ماتراؤں پر مشتمل ہوتا ہے لیکن اردو میں اس وزن کی پابندی نہیں کی گئی۔ ہندی صنف ہونے کے حوالے سے دوہے کے زبان و بیان پر ہندی رنگ غالب ہے۔ مگر اب فارسی اور عربی کے الفاظ بھی کثرت سے استعمال ہوتے ہیں۔ دوہے کا قدیم موضوع اخلاق و تصوف تھا' مگر اب حمد و نعت' پند و نصائح' حسن و عشق غرضیکہ ہر موضوع دوہے کا موضوع بن سکتا ہے۔''[12]

عرش صدیقی کا یہ بیان ان تبدیلیوں کی تاریخ کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔

> ''اردو مزاج امیر خسرو کے وقت سے ہی ہندی دوہے سے مختلف ہو گیا تھا اور زمانے کی نیرنگیوں اور تبدیلیوں کے زیرِ اثر خود ہندو دوہا نگار بھی قدیم دوہے کی ان پابندیوں سے بیزار ہو گئے تھے۔''[13]

آج صورتِ حال یہ ہے کہ دوہا کی بحر' موضوعات اور لفظیات تک' سب کچھ بدل چکا ہے۔ یہ دوہا کا قتل نہیں بلکہ اس کا شاندار ارتقاء ہے۔ دوہا میں در آنے والی تبدیلیوں کے حوالے سے احمد ندیم قاسمی کی یہ تحریر دلچسپ بھی ہے اور اس سے غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہو سکتا ہے۔

> ''دوہا کہنا بہت دشوار فن ہے' دو مصرعوں میں زندگی کی کسی بڑی حقیقت کے موثر فنکارانہ اظہار کے لئے بہت سا خونِ جگر کھپانا پڑتا ہے۔ اس کی کلاسیکی بحر سخن وروں کو الگ امتحان میں ڈال دیتی ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ آج کے دور میں جو دوہے لکھے جا رہے ہیں' ان میں کلاسیکی بحر سے انحراف کیا گیا ہے اور بزرگوں نے ہر مصرعے کے وسط میں جو ایک پڑاؤ اور ٹھہراؤ سا رکھا تھا' اسے بحر میں ایک رُکن کے اضافے سے غائب کر دیا گیا ہے۔ میری نظر میں یہ ایک دل آویز دشواری سے کترانے کا نتیجہ ہے۔ مگر بہر حال یہی غنیمت ہے کہ آج کے دوہا لکھنے والوں کی برکت سے اُردو میں دوہے کی صنف زندہ تو ہے۔ مشتاق چغتائی نے بھی ہم عصر دوہا نگاروں کی طرح دوہے کی کلاسیکی بحر سے انحراف کیا ہے۔ مگر جب دوہے کی جدید ہیئت یہی ٹھہری تو مشتاق چغتائی یا کسی کو بھی موردِ الزام کیسے ٹھہرایا جا سکتا ہے؟ اسے ایک جدت سمجھ کر قبول کیے بغیر چارہ نہیں۔''[14]

آج اردو دوہا نگاری اپنے وجود کو منوا چکی ہے' لہٰذا اس میں در آنے والی تبدیلیوں کو خوش آمدید کہنا چاہیے۔ اگر ہم اردو سانیٹ لکھتے

ہوئے محض انگریزی کے الفاظ ہی استعمال نہیں کرتے‘ اگر ہم اردو ہائیکو لکھتے ہوئے فقط جاپانی لغات ہی پیش نہیں کرتے اور اگر ہم اردو ماہیا لکھتے ہوئے بس پنجابی لفظالی ہی سے کام نہیں لیتے تو یہ توقع کیوں کی جائے کہ ہم اردو دوہا لکھتے ہوئے ہندی لفظیات کے سوا کسی زبان کا کوئی بھی لفظ استعمال نہ کریں۔ رشید قیصرانی نے اپنے دوہا مجموعے ''نین جزیرے'' میں اردو دوہے کو نیا رنگ اور نئی آب و تاب دی ہے۔ انہوں نے کتاب کے دیباچے میں زبان و بیان‘ موضوعات‘ بحر‘ غرض ہر سابق پہلو سے انحراف کیا ہے اور پھر بھی اپنی ان منظومات کو دوہا ہی کہا ہے‘ جس پر اعتراض کرتے ہوئے حمید المحائد حامد برگی نے لکھا کہ انہیں دوہا چھوڑ کر کسی اور صنفِ سخن میں طبع آزمائی کرنی چاہیے۔

''قاری کے ذہن میں یہ کلبلاتا ہے کہ پھر دوہا ہی کیوں‘ اور کوئی صنفِ سخن کیوں نہیں‘ جو ان کی ضرورتوں پر پورا اترتا۔'' ۱۵

اس کا مختصر سا جواب یہی ہے کہ ہمیں آئین نو سے ڈرنے اور طرزِ کہن پر اڑنے کے بجائے زندگی کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھ کر تنقیدی فرائض سے عہدہ برآ ہونا چاہیے کہ یہی راہِ راست اور ادبی زندگی کا ثبوت ہے۔ خواجہ دل محمد نے ''پریت کی ریت'' میں جو دوہے لکھے اس میں جو بحر استعمال کی وہ ہندی چھند ہے اور اسلوب میں بھی ہندی تتبع ملتا ہے اس کے برعکس جمیل الدین عالی کی کتاب ''غزلیں‘ دوہے‘ گیت'' ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی۔ ڈاکٹر محمد امین کا تبصرہ معنی خیز ہے۔

''خواجہ دل محمد کے دوہوں کو زیادہ شہرت حاصل نہیں ہوئی.......... جمیل الدین عالی نے دوہے کی بحر اور اسلوب‘ دونوں بدلے۔ عالی نے دوہا چھند کو چھوڑ کر بحرِ میر کو اختیار کیا۔ محمد حسن عسکری نے ٹھیک کہا ہے کہ عالی نے دوہے کو ایک نئی شکل میں زندہ کیا ہے۔ عالی کی بحر کی بہت سے دوہا نگار شعراء نے تقلید کی۔ پرتو روہیلہ نے بھی اسی بحر میں دوہے لکھے۔'' ۱۶

اردو دوہا میں نعتیہ عناصر: دوہا ایک قدیم صنفِ سخن ہے لہٰذا دکنی دور میں بھی اس کی فراوانی دکھائی دیتی ہے۔ ان میں نعتیہ دوہا بھی کہیں کہیں دکھائی دے جاتا ہے۔

شاہ امین الدین اعلیٰ (م ۱۶۷۵ء) ان کا ایک نعتیہ دوہا درج ذیل ہے:

درود نبیؐ پر شیخ ہے ساری امتیوں نت جم کاج ہے ۱۷

شاہ میران جی شمس العشاق:

اللہ محمدؐ علیؓ امام دائم ان سوں حال سب خاصوں سوں اللہ اللہ تو رکھوں کیا کمال ۱۸

شیخ بہاؤ الدین باجن (م ۱۵۰۶ء)

کاندھے سوہے کانبلی‘ سر پر سوہے تاج لت کت آوے نبی محمدؐ تمھ کارن معراج ۱۹

ملک محمد جائسی:

دینہہ ایسں محمدؐ کرہ جگ ہی جگ راج پادساہ تم ہی جگ کے جگ تمہار محتاج ۲۰

خوب محمد چشتی:

حمد خدا کی خوب کرُ کہہ صلوٰۃ رسولؐ پچھیں صنعت شعر کی کہے تو ہوئے قبول ۲۱

مشتاق چغتائی: دوہے کے حوالے سے مشتاق چغتائی کا نام محتاجِ تعارف نہیں۔ انہوں نے اس کی بحر میں من پسند اضافہ کیا ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے ان کے حوالے سے لکھا ہے:

''مشتاق چغتائی نے بھی ہم عصر دوہا نگاروں کی طرح دوہے کی کلاسیکی بحر سے انحراف کیا ہے۔ مگر جب دوہے کی جدید ہیئت یہی ٹھہری تو مشتاق چغتائی یا کسی کو بھی موردِ الزام کیسے ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ اسے ایک جدت سمجھ کر قبول کیے بغیر چارہ نہیں.......... مشتاق چغتائی کو دوہے کی رسیلی اور نازک صنف کے موضوعات اور ان کے حوالے سے اپنے احساسات و جذبات کے نرم اور کومل اظہار کا شعور حاصل ہے۔ چنانچہ ان کے یہ دوہے دل آویز ہیں۔'' ۲۲

اب مشتاق چغتائی کے چند نعتیہ دوہے بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

آؤ حمد کریں سب اللہ کی‘ اللہ ہے واحد ایک اکیلا ایک محمدؐ دوجا نہ کوئی‘ اس کے نور سے سارا یہ میلا ۲۳

حمد کرو تم اپنے رب کی‘ محمدؐ کی تم نعت پڑھو حمد و نعت میں سب کچھ ہے‘ حمد و نعت ہی پڑھتے رہو ۲۴

خدا کو ماننے والے بندے، نبیؐ کو بھی تو مان — بغیر نبیؐ کے ماننے کے نہیں ملتا رب رحمان ۲۵
اب فرماتا ہے پیارے محمدؐ آپ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا — عرش نہ ہوتا فرش نہ ہوتا، میں پھولوں میں نہ رنگ سموتا ۲۶
نبیوں کے ہیں رسول محمدؐ ، دونوں جہاں کے ہیں وہ نبیؐ — سب سے پہلے پیدا ہوئے وہ بعد میں ہر اک شے ہے بنی ۲۷
محبوبِ خدا سرکار دوعالمؐ رحمتِ عالم رحمتِ کل — سب سے پہلے رسولؐ ہوئے ہیں، بنے ہیں آخر ختمِ رُسلؐ ۲۸

تنویر پھول: کے نونعتیہ دوہے ان کے مجموعہ ''قندیلِ حرم'' میں ملتے ہیں۔ ان دوہوں میں وہی آہنگ، سوچ اور مٹھاس موجود ہے، جو دوہوں کی پہچان ہوتی ہے۔ ہندی الفاظ کا اہتمام بھی ملتا ہے۔

دو جگ پر اس جگت گرو کی، رحمت کی ہے چھاؤں — آشرم اس کا ہے طیبہ میں گگن پر اس کے پاؤں
دو جگ پر ہے ان کی رحمت، گھاؤ پہ رکھیں پھائے — امت کو رب چھٹکارا دے، پہروں نیر بہائے ۲۹

سہیل غازی پوری:

آنکھوں کے کشکول میں اشکوں کی سوغات — آقاؐ کے دربار تک پہنچے یوں جذبات
سیدھے سادے بول میں کہتا ہے قرآن — احمد ﷺ کے نام سے قائم ہے ایمان ۳۰

آفاق (محمد منصور آفاق)، انہوں نے آفاق نما میں مستزاد دوہا کی ایک شکل یوں دکھائی ہے۔

بکھری صبحیں، نکھری شامیں راتیں ہیں سنسان — کیا جانے کس اور گئے ہیں بطحا کے سلطان — اے دل اے انجان
جن کے سینے سرمایہ ہیں میرے تخیل کا — جن کے سندر مکھڑے میری ذات کی ہیں پہچان — اے دل اے انجان ۳۱

علیم صبا نویدی نے اپنی تصنیف ''نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربے'' میں کچھ نعتیہ دوہے درج کیے ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:

ظہیر آتش:

نام تمہارا نور ہے، بات تمہاری نور — تم ہو پیکر نور کے، ذات تمہاری نور

فراغ روہوی:

دھرتی سے آکاش تک پھیلا تھا اک نور — مولا سے جب عرش پر ملنے گئے حضورؐ

بیکل اتساہی:

صدقے مرے رسول کا بٹتا ہے چھو اُور — گدا شاہ سب ایک ہیں کوئی تور نہ مور

سعید روشن:

پہلا نام اللہ کا دوجا نام رسولؐ — جن کے کرم سے ہوگئی میری دعا قبول

مختار ٹونکی:

کالی کملی گر بنے بادبان مستول — پار کرے بھوسا گرا عاصی اور مجہول

خمیر یوسف:

خوشبو پھیلی، کھل گئے منظر منظر پھول — یاد آئے ہیں جس گھڑی مجھ کو مرے رسولؐ

ساحر شیوی:

میرے لبوں پر رہتا ہے اکثر انؐ کا نام — جانے مدینے والے کا، کب آئے پیغام

نذیر فتح پوری:

دھرتی جس کا تخت ہے، امبر جس کا تاج — کالی کملی اوڑھ کر، سویا وہ مہراج

فراز حامدی:

آپؐ خدا کا نور ہیں، عالم کے سردار — مجھ پر بھی کیجیے کرم، خادم ہوں سرکارؐ

ریاض اختر ادیبی:

طٰہٰ تو یٰسیں تو، اونچی تیری شان — خالق کا محبوب تو، دو عالم کی جان

ساغر جیدی (کڑپہ):

تو نے دیکھا ہے کبھی بحر حسن و جمال
مرے حضورؐ کے بارے میں کیا ہے ترا خیال ۳۲؎

طفیل ہوشیار پوری:
ان کے چند دوہے بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

آمنہ بی بی کی آنکھ کے تارے
عبداللہ کے لال
سید سرورؐ تو ہے جگ میں
اپنی آپ مثال
آیۂ رحمت فیضِ مسلسل
اے شاہِ ابرارؐ
تیرے در پر قدسیؑ دل کے
سجدے کریں نثار
جن کا بنی مقدر آقا
تیرے پاؤں کی دھول
ذرے بن گئے چاند ستارے
کانٹے بن گئے پھول
کنکرے ٹکڑوں کا پایا
ہیرے موتی مول
میٹھے بول ہمیشہ بولے
سن کر کڑوے بول
بدلی ہے تعمیر میں آقا
تو نے ہر تخریب
تیری ذات پہ ناز کرے گی
انسانی تہذیب
تیرے آنے سے دنیا میں
اے رحمت آثارؐ
صحراؤں میں چشمے پھوٹے
دشت بنے گلزار
سچا اور امین جہاں نے
کیا تجھے تسلیم
تیرے جان کے دشمن نے بھی
کی تیری تعظیم
تیرے در پر عرض یہی ہے
آقا صبح و شام
گنبدِ خضرا کے سائے میں
گذرے عمر تمام ۳۳؎

اظہار وارثی:

سیرت سب سے نیک ہے، صورت سب سے خوب
لاثانی اللہ کا لاثانی محبوبؐ
حاصل ان کے ورد سے نفس نفس آرام
ماحؐ 'طٰہٰ' مصطفےٰ پیارے پیارے نام ۳۴؎

جمیل عظیم آبادی ڈاکٹر:

پل پل رحمت برسے جس پر چمکے جالی جالی
چاروں اور ہے جود جگائے گنبد کی ہریالی
میرے نبی کا سچا رستہ سچی ان کی بات
ان کے رستے جو چل نکلے جگمگ اس کی رات ۳۵؎
پاک محمدؐ نام ہے ان کا اللہ کے ہیں میت
ان کے رستے جو چل نکلا اس کی ہوگی جیت
ان کے جیسا کوئی نہیں ہے کوئی نہیں وِدوان
سب نبیوں میں اُتم وہ ہیں اُتم ہے استھان ۳۶؎

گیت

گیت گانے کی چیز ہے۔ بنیادی طور پر اس کا تعلق گائیکی سے ہے۔ اس کے لئے کوئی عروضی پابندی، ہیئتی جکڑ بندی، اشعار کی تعداد، مصرعوں کی طوالت غرض کچھ بھی متعین نہیں ہے۔ اتنی آزادی دے کر صرف ایک پابندی لگائی جاتی ہے کہ اس کی لے غنائیت اور نغمگی و ترنم کی کیفیت ایسی ہو کہ دل جھومنے لگے۔ ڈاکٹر عنوان چشتی لکھتے ہیں:

> ''گیت کے لئے کوئی بحر مقرر نہیں ہے۔ یہ ہر بحر میں لکھا جا سکتا ہے......... جدید گیت عام طور پر بندوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ گیت کے ہر بند کے مصرعے مقفیٰ ہوتے ہیں۔ قافیہ کے نقطۂ نظر سے ان کی بھی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں......... گیت ایک ایسی غنائی نظم ہے جس میں ایک ٹیک کی پنکتی ہوتی ہے، جو بند پورا ہونے کے بعد بار بار دہرائی جاتی ہے۔ یہ بند کے دوسرے مصرعوں سے تعداد ارکان یا ماتراؤں کی تعداد کے اعتبار سے کبھی مختصر کبھی طویل اور کبھی مساوی الوزن ہوتی ہے۔ بند کی آخری پنکتی سے باہم مقفیٰ ہوتی ہے۔ یہ

بھی ٹیک کی پنکتی سے کبھی مختصر کبھی طویل اور کبھی مساوی الوزن ہوتی ہے۔" ۳۷

چونکہ گیت خود پودے کی طرح ہوتے ہیں۔ جن پر کوئی پابندی نہیں ہوتی اسی لیے بعض ذہنوں کو گیت میں عروضی پابندیوں کے فقدان کا احساس ہوسکتا ہے۔ حفیظ صدیقی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"گیت کتابی نہیں بلکہ گانے کے لئے ہیں اور اس وجہ سے فنِ شعر کے کئی پرستاروں کو شاید ان میں بعض باتیں غیر مانوس معلوم ہوں لیکن موسیقی شعر سے کہیں بڑھ کر سخت اصولوں کی پابند ہوتے ہوئے بھی ایک بے ساختہ فن ہے.......... گیت کی کوئی معین ہیئت نہیں۔ ترتیب قوافی' تعداد اشعار اور مصرعوں کا طول سب کچھ شاعر کی صوابدید پر ہوتا ہے۔ مصرعے چھوٹے بڑے بھی ہوسکتے ہیں بشرطیکہ وہ موسیقی کے تقاضوں کو پورا کریں۔ مترنم قافیے گیت کے مزاج سے بہت مطابقت رکھتے ہیں۔" ۳۸

گیت کی صنف نرم و نازک ہے۔ چھوئی موئی جیسی یہ صنف ثقیل الفاظ' عسیر الفہم تراکیب' ادق جملوں اور نامانوس اسلوب کی برداشت نہیں رکھتی۔ اسی لیے اس میں عوامی الفاظ زیادہ استعمال ہوتے ہیں۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعتیں جب گیتوں میں لکھی جانے لگیں تو بلاشبہ غنائیت پسند لوگوں کو بہت بھلا لگا۔ ہمارے یہاں صوفیائے کرام سماع کی محفلوں میں نقدِ جاں لٹاتے ہیں۔ قوالی کی ایک طویل و قدیم روایت نے نعتیہ گیت نگاری کے لئے فضا ہموار کی۔ چونکہ ہندی گیتوں میں اظہارِ محبت عورت کی طرف سے کیا جاتا ہے لہٰذا نعتیہ گیتوں میں بھی یہ روش در آئی بلکہ ہندی گیتوں کی دیکھا دیکھی نعت میں ایسے الفاظ و خیالات بھی استعمال ہونے لگے جو یقیناً نعت کے تقدس کے منافی تھے۔ ڈاکٹر ریاض مجید کے بقول:

"ہندی بھجنوں اور گیتوں میں کرشن اور محبوب کے لئے استعمال ہونے والے ناموں سے آنحضرت کو بھی مخاطب کیا جانے لگا۔ اگرچہ یہ نام اپنا مخصوص مذہبی پس منظر رکھتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ان کی نسبت' نامناسب اور غیر مشروع ہے کیونکہ ان کے تصورات ہندو معاشرت میں اپنا ایک جداگانہ وجود' شخصیت' صفات اور کردار رکھتے ہیں۔ مگر ہندی اثرات کے تحت نعت نگاروں سے یہ بے احتیاطی بھی ہوئی' اور انہوں نے بھجنوں اور گیتوں میں کرشن اور محبوب کے لئے استعمال ہونے والے ناموں کو حضورؐ کے لیے بھی استعمال کیا مثلاً

جگ جوتی' سوامی' اوتاری ترے روپ کے واری سیدنا	من موہن' گردھر' گرداری ترے روپ کے واری سیدنا
وہی راج کمار ہے دیس دھنی جاکو لوگ کہیں مکی مدنی	اسے مایہ جگت کی ملیے سکھیوں وا کے در پہ جو ہاتھ پسارے گا
مورا شام کہنیا مدینہ بسو' موہے مری کی لے نہ سانئے گیو	میں تو برج دوارے کا ڈھونڈ پھری گئی دیس بدیس مگر نہ ملا ۳۹

نعتیہ گیتوں میں محولہ بالا عناصر کی شمولیت کسی اعتبار سے قابلِ تحسین نہیں تھی اسی لیے ڈاکٹر وحید قریشی نے طفیل ہوشیار پوری کے گیتوں کی تحسین کرتے ہوئے ان کا دفاع ان الفاظ میں کیا:

"انہوں نے اپنی صلاحیتوں کو ہندی نما گیتوں میں بڑی سلیقے سے اجاگر کیا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ نعت کا حفظِ مراتب اس طرح کی اجازت دیتا ہے یا نہیں' میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ طفیل کی سرشاری اور شادابی اس طرزِ سخن کے بغیر ممکن نہ تھی۔ مولانا روم نے ایک چرواہے کی خداشناسی کا رشتہ توہین سے ملتا ہوا پایا تھا تو اس کی مدافعت میں خلوص کو جواز مان لیا تھا.......... محبت کا رشتہ حفظِ مراتب کا رشتہ نہیں ہوتا یہ کلام اپنا اجر آپ ہے اور طفیل کا دفاع بھی یہی ہے۔" ۴۰

نعتیہ گیتوں میں ہندی الفاظ کی شمولیت گوارا ہوسکتی ہے اور ڈاکٹر حمید قریشی صاحب کی طرح اس کا دفاع بھی کیا جاسکتا ہے لیکن غیر مشروع ہندی عناصر کی نعت میں شمولیت یقیناً ممنوع ہے۔ اس سلسلے میں یقیناً بے حد احتیاط کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی نے کھل کر لکھا ہے کہ گیت' نعتیہ تقدس کا بارِ امانت نہیں اٹھا سکتے۔

"گیت اردو شاعری کی زمیں میں اجنبی پودا نہیں' گیت کا رنگ ہماری غزلوں میں بھی ملتا ہے۔ دکنی دور کی غزلوں میں یہ رنگ خاصا نمایاں ہے.......... میری ناچیز رائے میں مجموعی طور پر گیت کا مزاج اس تقدس کے بارِ امانت کو نہیں اٹھا سکتا جو نعت کے لئے لازم ہے۔" ۴۱

ابوالخیر ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"میرے خیال میں گیت کا میدان نعت گوئی کے لئے مناسب نہیں۔ یہاں سروش کے غلط آہنگ ہونے کے

بہت امکانات ہیں۔ جب ذکران کو ہویاان سے تخاطب کا معاملہ ہوتوحبطِ اعمال کا خوف دامن گیر رہتا ہے۔‘‘

’’بعض صاحبان نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ان گیتوں میں ہندی پنگل کو نہیں' فارسی عروض کو استعمال کیا گیا ہے۔اس کا جواب کافی یہ ہے کہ یہ اردو کے گیت ہیں' جس طرح اردو دوہے اپنی نغمگی میں ہندی دوہوں میں مختلف ہیں۔‘‘ ۴۲

مندرجہ بالا گزارشات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ گیت اسی وقت قابلِ لحاظ و تحسین ہو سکتے ہیں جب ان میں کوئی عنصر خلافِ اسلام اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب کے منافی نہ ہو۔

اب چند نعتیہ گیتوں کے نمونے درج کیے جاتے ہیں۔

شیخ بہاء الدین باجن (م ۹۱۲ھ) دکنی دور کے اہم شاعر ہیں۔ ان کی ایک نظم ریختہ کا اچھا نمونہ (فارسی اور اردو مصرعے موجود ہیں)۔ بظاہر یہ نظم مثلث کی ہیئت میں ہے۔ پہلے اس کے چند بند درج کیے جاتے ہیں۔

یہ صوفی سر الٰہی ایں مرتبہ دارد شاہی
یہ مظہر عین خدائی
دراں مجلس کہ مظہر عینِ خدا باشد آنجا عین شین خدا باشد
آنجا بار و رحمتہ اللہ
آنجا ساقی رسول اللہ آنجا روی تو شین اللہ
آنجا ہمہ اللہ باشد' نہ غیر اللہ ۴۳

اس نظم میں نعتیہ عناصر صاف ظاہر ہیں۔ نظم کا اکثر حصہ فارسی زبان پر مشتمل ہے۔ ہندی لفظ ’’یہ‘‘ نے اس نظم کو دولسانی بنا دیا ہے ویسے لفظ کہ فارسی کے علاوہ اردو میں بھی بے تکلف مستعمل ہے' بہر حال فارسی اور اردو کے علاوہ عربی الفاظ بھی بے دریغ موجود ہیں۔ دکن میں مستعمل ہندی وزن ان اشعار میں بحر کا جواز پیدا کرتا ہے۔ الفاظ کا انتخاب قابلِ غور ہے بحر الفاظ اور قوافی کا چناؤ ترنم پیدا کرنے میں معاون ہے۔ سر اور لے سے آگاہ لوگ ان اشعار کو ترنم سے پڑھ سکتے ہیں۔ ان کے متعلق حافظ محمود شیرانی لکھتے ہیں:

’’یہ ریختہ زیادہ تر گیت کے مشابہ ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ یہاں اصطلاح (ریختہ) کا استعمال نہایت قدیم ہے۔‘‘ ۴۴

اگر یہ ریختہ گیت کے مشابہ ہے اور اس کا کہنے والا حافظ محمود شیرانی جیسا بالغ نظر محقق ہے' تو کیا اس ریختہ کو اردو گیت کا ابتدائی نقش یا ہیولیٰ کہہ سکتے ہیں؟ راقم الحروف کے خیال میں اس کا جواب ہاں میں ہے۔ ریختہ (شعر یا مصرع کا آدھے حصے میں فارسی اور بقیہ آدھے حصے میں اردو الفاظ پر مشتمل ہونا) کے متعلق حافظ محمود شیرانی کے نزدیک یہ امیر خسرو کی وضع کردہ موسیقی کی اصطلاح بھی ہے اور اس سے مراد فارسی خیال ہندوی کے مطابق ہو اور جس میں دونوں زبانوں کے سرود ایک تال اور ایک راگ میں بندھے ہوں۔ اس کو ریختہ کہتے ہیں۔ ریختہ کے لیے کسی پردہ کی قید نہیں ہوتی ہے۔ وہ ہر پردہ میں باندھی جاتی ہے۔‘‘ ۴۵ شاید یہی وجہ تھی کہ سعدی کاکوری (یا دکنی) نے ریختہ کو گیت ہی قرار دیا:

سعدی کہ گفتہ ریختہ' در ریختہ
شیر و شکر آمیختہ' ہم شعر ہے ہم گیت ہے ۴۶

مندرجہ بالا گزارشات کا مقصد یہ ہے کہ گیت کسی نہ کسی شکل میں دکنی دور میں بھی موجود تھا۔ مذکورہ بالا ریختہ جسے گیت سے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔ اس میں عربی عروض کے حوالے سے یقیناً جھول نظر آئیں گے۔ خصوصاً پہلا بند اور دوسرا بند یکساں طویل نہیں۔ اصل یہ ہے کہ ہندی عروض کی بنیاد' عربی عروض سے مختلف ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر ایف۔ ڈی۔ نسیم کی درج ذیل وضاحت قابلِ مطالعہ ہے:

’’رہا سوال' بحروں میں ظاہری جھول یا املا کے اختلاف کا تو اس کے متعلق یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ صوفیہ کا اولین مقصد دوسروں تک اپنے خیالات اور پیغام کا ابلاغ تھا اور ادب و شعر ان کے لیے ثانوی درجہ کی حیثیت رکھتے تھے وہ اعلیٰ صوفی پہلے اور اعلیٰ شاعر بعد میں ہیں۔ اس لیے انہوں نے الفاظ و قوافی کے انتخاب و استعمال میں کئی جگہ رسمی اور روایتی ادبی پابندیوں کا اتنا خیال نہیں کیا جتنا اظہارِ خیالات کی صحت اور زود اثری کا۔ انہوں نے فارسی اصنافِ شعر کی جگہ ہندی شاعری کی انواع اور بحروں کو اختیار کر کے بھی عربی ارکانِ عروض اور قواعد قافیہ و ردیف سے کافی حد تک نجات حاصل کی ہے اور بعض عربی' فارسی الفاظ کا تلفظ اور املا بھی وہ اختیار

نہیں کیا' جو اصل ان زبانوں میں ہے۔ انہیں اس طرح استعمال کیا ہے، جس طرح کہ اس زمانے میں مروج تھا' اسی لیے انہوں نے تسبیح کو تسبی اور صحیح کو صحی بولا اور لکھا ہے۔
ہندی طریقۂ عروض جسے پنگل کہتے ہیں۔ عربی عروض کے مقابلے میں سادہ ہے۔ اس میں صرف بول کا خیال رکھا جاتا ہے۔ بعض اوقات ضرورتِ شعری کے تحت بولوں کو مختصر بھی کر دیتے ہیں اور کبھی طوالت بھی اختیار کر لی جاتی ہے' بعینہٖ اسی طرح جیسے موسیقی میں راگ کے بولوں میں کیا جاتا ہے۔ ہندی شاعری چونکہ ہندی موسیقی یا راگ راگنیوں کے تابع ہے اس لیے اس میں بھی الفاظ کے اتار چڑھاؤ پر خاص پابندی نہیں۔ یہاں الفاظ صوت کے پابند ہیں۔
صوفی شاعروں نے بھی چند مستقل مثنویوں کو چھوڑ کر چونکہ اپنی شاعری کو زیادہ تر راگ راگنیوں کے تابع رکھا ہے اس لیے انہوں نے بھی الفاظ کی صوتی صورت کو زیادہ اہمیت دی ہے۔ خواہ ان کا عربی فارسی میں تلفظ کچھ ہی کیوں نہ ہو' انہوں نے الفاظ کو ان اعراب کے ساتھ اپنی شاعری میں داخل کیا ہے' جو اس وقت کا مروجہ تلفظ تھا یا جو صوتی اعتبار سے ان کے کسی راگ راگنی یا سر میں موزوں ہو سکتا تھا۔ صوفیہ نے اسی لیے کئی الفاظ کی حرکت کو سکون اور سکون کو حرکت میں بدل دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں ان کی بحروں میں جھول اور ان کے اوزان میں تھوڑا تھوڑا فرق دکھائی دیتا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں۔ صرف پیمانہ بدلنے کی ضرورت ہے اور عیوب محاسن نظر آئیں گے۔ اس بات کی تفہیم کے لیے سلطان ابراہیم عادل شاہ بیجاپوری کی تصنیف 'نورس' دیکھیے' جس میں انہوں نے بھیرو' ابھوگ' بین وغیرہ کئی راگ راگنیوں کے تحت شعر لکھے ہیں۔ اسی طرح شیخ بہاالدین برناوی خاتم التارکین اور خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے وہ شعر دیکھنے کی ضرورت ہے جو دوہا' خیال' قول' ترانہ' سادرہ' دھرپد' رام کلی وغیرہ راگ راگنیوں میں ہیں۔ اسی طرح امیر خسرو اور ان کی ایجادات کے بول دیکھیے۔ راگ کلپارام کے نام سے سری کرشنا نند ویاس دیو نے راگ راگنیوں کا ایک مجموعہ سترھویں صدی عیسوی میں مرتب کیا تھا جس میں ہزاروں شعر ہیں اور جو تقریباً (۱۸۰) صفحات پر موسیقانہ عنوانات کے تحت جمع کیے گئے ہیں۔ ان سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ برصغیر میں ہندی شاعری کو موسیقی کے تابع رکھنے کا کس حد تک رجحان تھا اور یہ بات کس قدر بنیادی اور اصولی حیثیت رکھتی تھی۔ ہمارے قدیم صوفیہ نے اسی رجحان کے پیشِ نظر اپنی شاعری کو ہندی موسیقی کی مختلف انواع تک محدود رکھا ہے۔
اس لیے اس کے مطالعہ میں ہمیں ہندی شاعری اور ہندی موسیقی کے اصول و ضوابط کو پیشِ نظر رکھنا ہوگا' نہ کہ عربی ارکانِ شعر اور اصول عروض کو۔ ہاں جہاں فارسی اصنافِ سخن ہیں وہاں بات دوسری ہے۔"[۴۷]

بدر القادری مولانا: "جمیل الشیم" میں ان کے نعتیہ گیت بھی ملتے ہیں۔ ان گیتوں میں ہندی گیتوں کے لوازم بھی نظر آتے ہیں اور شاعر کا رنگِ عقیدت بھی۔ ہندی الفاظ کو بہت صفائی اور خوبصورتی سے جزوِ کلام بناتے ہیں۔ "میرا سندیسا" کے زیرِ عنوان لکھے گئے گیت کا یہ حصہ دیکھیے:

راہی جب طیبہ میں جانا، میرا سندیسا بھول نہ
ان کے نگر کی شان نرالی
جھومے باگ کھجوروں والی
نور لٹاویں بھر بھر تھالی
جگ جگ کے والی سے' سرکارِ عالی سے' دکھیاروں کا حال سنانا
راجا پر جا ہاتھ پسارے
سب آوت ہیں ان کے دوارے
بھیڑ میں تو بھی ایک کنارے
سیس نوا کے' اشک بہا کے' اپنے دل کا درد بتانا [۴۸]

ایک اور گیت "آئے آمنہؓ کے لال" کا یہ حصہ بھی ملاحظہ کیجئے:

آئے آمنہؓ کے لال' جگ اجیارا ہوئی گے نا — گر گئے محل کفر کے' سوکھا دریا سارا ہوئی گے نا
چٹک پڑیں سب باگ میں کلیاں' پھول لگے مسکائے — بلبل ڈار پہ بیٹھی دھن میں نعت کے گیت سنائے

ہیں وہ رب کے پیارے سب انکھین کے تارا ہوئی گے نا

مدھ سے میٹھے بول ہیں ان کے' من موہن مسکان نور گیھا میں رب کے پریمی' کریں خدا کا دھیان

لائے قرآں' جگ مگ سب کے انگن' اسارا ہوئی گے نا ۴۹

ان گیتوں کی مٹھاس کا انکار کون کرسکتا ہے۔ایک خاص سرمستی ان اشعار سے ظاہر ہے۔

حسرت (محمد عبدالقادر صدیقی قادری مولانا' م ۱۹۶۲ء): معروف عالمِ دین اور اہم نعت گو شاعر ہیں ان کے ایک نعتیہ گیت کا اقتباس درج ذیل ہے' جس میں ہندی الفاظ اور نسائی لہجہ بطور خاص قابل ذکر ہے۔

تم ہو جگت اُجیارے میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی

تم جو چاہے کرسکتے ہو ہم ہیں داس تمہارے میں واری

من کی ٹھنڈک پران کا سکھ ہو تم نینوں کے ہو تارے میں واری

بیچ بھنور میں ڈل مل ہوئے نیا لگادو کنارے میں واری

تم ہی بتاؤ کون ہے تم سا ڈھونڈ کے ہم سب ہارے میں واری ۴۹۔الف

خضر برنی: ان کا نعتیہ مجموعہ ''شاہنامۂ رسالت'' ہے۔اس میں نعتیہ گیت بھی موجود ہیں۔ایک نعتیہ گیت کا عنوان ہے ''احمدؐ کی نگریا'' یہ ایسی نظم ہے جو مسدس کی ہیئت میں لکھی گئی ہے۔اس میں ہندی الفاظ بڑی ڈھب سے استعمال کیے گئے ہیں۔اس گیت میں شاعر نے گیت نگاری کے تقاضوں کو باحسن پورا کیا ہے۔

نین رسیلے روپ انوکھا بانکی چتون والا دیکھا

اور نہیں کوئی دوجا ایسا جا کا ہو خود مالک شیدا

اے ری سکھی چل پی کی ڈگریا

وہ ہے مورے احمدؐ کی نگریا

غم کو خوشی کے گیت سنائیں رو رو کر پلکوں کو سجائیں

اپنے من کے پیاس بجھائیں دکھ کی چتا انہیں سنائیں

اے ری سکھی چل پی کی ڈگریا

وہ ہے مورے احمدؐ کی نگریا ۵۰

''دربارِ آقا'' خضر برنی کی دوسری نظم ہے جو سراسر نعتیہ گیت ہے۔

سجا محمدؐ کا دربار بیٹھے تھے سرکار .... سکھی ری

نبیا کی ایک دیکھی ٹولی شاہ و گدائی کی پھیلی جھولی

پہنچی جس دم میری ڈولی دیکھی وہاں بہار .... سکھی ری

O

رحمت کا بازار کھلا تھا کیسے بتاؤں کیا کیا سجا تھا

نعت کا ایک ڈھیر لگا تھا خوشیوں کا انبار .... سکھی ری

O

خون میں ڈوبے کھڑے نواسے چاک گریباں بھوکے پیاسے

نانا دینے لگے دلاسے کیا خوشی سے پیار .... سکھی ری

O

رحمت سے بھرپور نگاہیں امت کو دیں خوب دعائیں

کھلیں ہوئی تھیں شوق میں باہیں دیکھا خضر ایثار .... سکھی ری

نظم کا صوتی آہنگ' ہندی الفاظ کی مٹھاس' جذبے کی فراوانی' گیت کا مجموعی مزاج' نسائی لہجے میں تخاطب غرض وہ تمام اجزاء ان گیتوں میں موجود ہیں جو گیتوں کے لئے لازمی قرار دیے جاتے ہیں۔ کہا جاسکتا ہے کہ خضر برنی کامیاب نعتیہ گیت نگار ہیں۔

انجم (قمرالدین احمد انجم): ان کے نعتیہ مجموعے ''حسنت جمیع خصالہٗ'' میں ان کے نعتیہ گیتوں میں ہندی الفاظ اس کثرت سے استعمال ہوتے ہیں کہ کلام پر ہندی ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ گیتوں کی روایت کی پاسداری میں نسائی لہجہ بھی موجود ہے۔ چھ خوبصورت گیتوں کے علاوہ بھی کتاب کے دیگر حصوں میں گیتوں کا رنگ ڈھنگ مل جاتا ہے۔ باقاعدہ نعتیہ گیتوں میں محبت کی چاشنی قابلِ ذکر ہے۔ ایک گیت کا یہ ابتدائی حصہ دیکھئے۔

آئے نبین کے سردار
باجے من بینا کے تار
آئے نبین کے سردار
تن من واریں سیس نوائیں
شبھ سواگت کے دیپ جلائیں
ان کا جنم دن اپنے لئے ہے
سب سے بڑا تہوار ۵۱

ایک اور گیت کے یہ بول ملاحظہ کریں۔

آج آئے محمدؐ مورے گھر
آنکھوں میں مازاغ کا سرمہ
سر پر تاج ورفعنا کا
حسنِ مجسم اللہ اکبر
آج آئے محمدؐ مورے گھر ۵۲

عام نعتوں میں گیت کی جھلک درج ذیل ابیات میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ ان اشعار میں موسیقی کو وزن کی اصل بنایا گیا ہے۔

کہیں تم سا نہیں ہے اور کوئی ذی شان
یہ ہے بجا دنیا میں کوئی نہیں مجھ سے برا
صلی اللہ سید المرسلین صلی اللہ شفیع المذنبین
تو نے مگر اے آقا پھر بھی کرم ایسا کیا
صلی اللہ سید المرسلین صلی اللہ شفیع المذنبین
ایک درد دیا' اپنا ہی لیا ہے کتنا بڑا' تیرا احسان
کہیں تم سا نہیں ہے اور کوئی ذیشان ۵۳

طفیل ہوشیار پوری: نعتیہ گیت نگاری میں طفیل ہوشیار پوری نے بڑا نام کمایا چونکہ وہ سر اور لے کو سمجھتے تھے لہٰذا ان کے گیتوں میں بھی ترنم کی جلوہ گری عام ہے۔ تاثیر' مٹھاس اور روانی ان کے کلام کی اہم خوبیاں ہیں۔ ان کے متعلق ڈاکٹر وحید قریشی نے لکھا ہے کہ:

''انھوں نے اپنی صلاحیتوں کو ہندی نما گیتوں میں بڑے سلیقے سے اجاگر کیا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ نعت کا حفظ مراتب اس طرح کی اجازت دیتا ہے یا نہیں میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ طفیل کی سرشاری اور شادابی اس طرزِ سخن کے بغیر ممکن نہ تھی.......... طفیل ہوشیار پوری نے ہندی طرز کے ذریعے اپنی آخرت ہی نہیں سنواری شعری لحاظ سے بھی ایک عمدہ سرمایہ کلام تخلیق کیا ہے۔''۵۴

طفیل نے گیتوں میں رس اور ترنم پیدا کرنے کے لیے ہندی الفاظ کا استعمال خوب خوب کیا ہے۔ ایک گیت کے تین بند بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

مو پہ نجر کرم کی ڈال پیا
لج پال پیا لج پال پیا
تورے خاکی نوری گن گائیں تورے چرنن کے بل بل جائیں
تورے داس ولی سب کہلائیں توری کوئی نہیں مثال پیا
مو پہ نجر کرم کی ڈال پیا
سر سو ہے تاج نبوت کا تو ہے مہاراج نبوت کا
تورے پاس ہے راج نبوت کا کر پورا آج سوال پیا
مو پہ نجر کرم کی ڈال پیا
نینوں میں لئے آنسوؤں کی جھڑی کب سے ہوں تورے دوار کھڑی
اک عمر سے ہوں مشکل میں پڑی جاں رو رو ہوئی نڈھال پیا
مو پہ نجر کرم کی ڈال پیا ۵۵

ان کی ایک اور گیت نما نعت بہت مشہور ہوئی۔ طفیل اکثر مشاعروں میں اسے ضرور سناتے ہیں۔ اس کا ایک اقتباس درج ذیل ہے۔

آمنہؓ کے لالناؐ
آمنہؓ کے لالناؐ
لج پال نام تورا لج موری پالنا
آمنہؓ کے لالناؐ
آمنہ کی گود میں ہوا جو ظہور تیرا
گوشے گوشے دنیا کے پھیل گیا نور تیرا
نوریوں نے نور سے بنایا تورا پالنا
آمنہؓ کے لالناؐ
حوروں نے قصیدے چھیڑے تیرے جھوم جھوم کے
دھرتی کے بھاگ جاگے پاؤں تیرے چوم کے
تو ہے بے مثال کہیں تیری تو مثال نہ
آمنہؓ کے لالناؐ ۵۶

صہبا اختر: ان کے نعتیہ مجموعے ''اقراء'' میں ایک نعتیہ گیت ہے۔ ''خیر مقدم کا گیت'' یہ اردو گیت دراصل بنونجار کی لڑکیوں کے خیر مقدمی گیت سے متاثر ہو کر لکھا گیا ہے۔

آئے سرکارِ مدینہؐ
لائے انوارِ مدینہؐ
ہیں قدم بوسِ رسالت
گل و گلزارِ مدینہ
کندنی رنگ ہے گہرا
ہے لباس آج سنہرا
چاندنی رات نے پہنا
طلع البدرُ علینا ۵۷

اس نظم کی غنائیت محتاج تعارف نہیں۔ اس نظم کے ۴ بند ہیں۔ ہر بند اسی شان و شوکت کا حامل ہے۔

صوفی (چشمہء کوثر عرف مدحِ پیمبرؐ میں یہی مختصر نام لکھا ہے): ان کا ایک گیت ہندی اسلوب و روایت کا حامل ہے۔ اس

گیت کے بعض مندرجات سے بالکل اتفاق نہیں تاہم ایسے کلام کی موجودگی کی نشاندہی کے نقطۂ نظر سے اس گیت کے چند شعر درج ذیل ہیں۔

یثرب کا بانکا سا نور یا چل دیکھیں سکھی قوسین دئی   سر سوہت ہے لٹ پٹ پکھیا' لولاک عا کا چتر بنا
معبود کو روپ دکھاوت ہے' مکی مدنی کہلاوت ہے   جب اوڑھ کملیا آوت ہے' من چھیئت ہے من موہنیاں
گلیوں میں وا کی چلت پھرت' من چھیئت ہے پگ دھرت دھرت   سادات کی کملی کاندھے رکھت' کلم کی بجاوت بانسریا
صوفی کو وسیلہ تیرے سوا' دو جگ میں نہیں اے حبیب خدا   حسنین کا صدقہ صل علیٰ موری پار لگا دے ناوریا ۵۸

بیکل اتساہی: نے متعدد کامیاب نعتیہ گیت لکھے ہیں۔ "فیضِ مجلی" "یا جانِ رحمت" اور "منظرِ ہجرت کا" کے کچھ شعر دیکھیے۔

شان سے قافلۂ رحمت و انوار چلے   سوئے طیبہ مرے آقا مرے سرکار چلے
کچھ سیہ فام چلے دن کے اجالوں کی طرح
کچھ جواں بخت بھی ہیں مہر جمالوں کی طرح
کچھ معمر ہیں رواں ساتھ جیالوں کی طرح
ساتھ میں عزمِ مسیحی لیے بیمار چلے   سوئے طیبہ مرے آقا مرے سرکار چلے
بوئے گل' حسنِ سحر' لطفِ بہاراں لے کر
راحتِ کون و مکاں عظمتِ انساں لے کر
حکمت و فکر ہر اک درد کا درماں لے کر
آج فردوس بداماں در و دیوار چلے   سوئے طیبہ مرے آقا مرے سرکار چلے
آج جھونکے بھی ہواؤں کے ہیں اٹھلائے ہوئے
نکہت و رنگ کے ہیں ابر بھی لہرائے ہوئے
ہیں جو باطل کے ارادے سبھی شرمائے ہوئے
ایسے کچھ راہی لیے عظمتِ سالار چلے   سوئے طیبہ مرے آقا مرے سرکار چلے ۵۹

بیکل اتساہی کا ایک اور گیت "نورِ علیٰ نور" کے زیرِ عنوان ہے۔ نعتیہ گیتوں کی کمی کے پیشِ نظر یہ گیت مکمل درج کیا جاتا ہے۔

آئے خیرالبشر .... رات ہے یا سحر .... گم ہوا فرقِ لیل و نہار .... ہر طرف نور ہے
حور و ملائک' گگن کے ستارے' گائیں رسالت کے گیت
چاند سرج دیکھیں آنکھ پسارے' بدلی زمانے کی ریت
عرش ہے فرش پر .... ہے مگن ہر نظر .... رحمتیں ہو رہی ہیں نثار .... ہر طرف نور ہے
دعائے خلیل میں کتنا اثر ہے' ماحول ہے جلوہ بار
نویدِ مسیحا بڑی معتبر ہے' مسرور ہے روزگار
خلد آئی اتر .... وجد میں جھوم کر .... کر رہی ہے مشیت دلار .... ہر طرف نور ہے
شام مگن ہو کے گیسو سنوارے' چہرے پہ صبح نثار
تلوؤں کا صدقہ چندر ماں اتارے' چومیں ستارے غبار
بت گرے ٹوٹ کر .... مٹ گئے جادوگر .... ظلمتوں میں مچا خلفشار .... ہر طرف نور ہے
کون و مکاں میں نظامِ مشیت' چھلکائے جامِ سرور
نور ازل بہ نقاب بشریت' بانٹے دلوں کو شعور
جھک گئے تاجور .... سو گئے کم نظر .... آئے کونین کے شہریار .... ہر طرف نور ہے
کفر کے ہاتھ میں پتھر کے دانے' کرتے ہیں سرور کی بات

وہم و گماں کے بھی سوئے فسانے جاگی یقیں کی حیات
شق ہوا ہے قمر .... شمس آیا ابھر .... یہ نبوت کا ہے اختیار .... ہر طرف نور ہے
بادِ صبا کی سندوری مہک سے نکھرا چمن کا سہاگ
سوئی سوئی ہر کلی مسکرائی، گونجا محبت کا راگ
لعل جیسے ثمر .... اوس جیسے گہر .... کتنی انمول آئی بہار .... ہر طرف نور ہے
ناز نے نور کے موتی لٹائے، لوٹیں نشیب و فراز
سچائی الفت میں بھیگی سمائے، کیف میں ڈوبا نیاز
اٹھ گئی بزمِ شر .... خیر ہے سر بہ سر .... ہے درودوں کی ہر سو پکار .... ہر طرف نور ہے ۲۰؎

اسی شاعر کا ایک اور گیت بعنوان ''اظہر یا رحمۃ للعلمین'' ہے۔ نعتیہ گیت بہت کم شعراء نے لکھے ہیں لہٰذا جو نعتیہ گیت ملتے ہیں، انہیں غنیمت سمجھنا چاہیے۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر یہ مکمل گیت درج ذیل ہے

آج پھولوں نے درودوں سے سنوارا ہے چمن   مرے آقا مرے محبوب خدا آجاؤ
قمقمے بارشِ رحمت میں نہا آئے ہیں
کیفِ والنجم ستارے بھی سمو لائے ہیں
حسنِ والفجر کا انوار سے چمکائے ہیں
آج والشمس کی ہر سمت دمکتی ہے کرن   مرے آقا مرے محبوب خدا آجاؤ
آج ہر شاخ ہر اک گل پہ جھکی جاتی ہے
ہر کلی جام شامہ لیے چھلکاتی ہے
ہر روش بوئے حنا روح کو مہکاتی ہے
عطر برساتی ہے ایماں کی بہاروں کی پھبن   مرے آقا مرے محبوب خدا آجاؤ
آج ہر لمحہ گزاریں گے حسیں یاد کے ساتھ
گیت گائیں گے کبھی عشق کی روداد کے ساتھ
دیں گے آواز گنہ گار بھی فریاد کے ساتھ
کھو نہ جائیں کہیں رو رو کے غریبوں کے نین   مرے آقا مرے محبوب خدا آجاؤ
آپ چاہیں تو سرِ شام سحر ہو جائے
پتی پتی پہ جو شبنم ہے گہر ہو جائے
حکم پا جائے تو ہر ذرہ قمر ہو جائے
سنگریزے یہ کسے پیش کریں طرزِ سخن   مرے آقا مرے محبوب خدا آجاؤ
ہر طرف ظلم روا ہے ابھی ناداروں پر
عقل اڑ اڑ کے چلی چرخ کے سیاروں پر
بجلیاں کوند رہی ہیں ابھی بے چاروں پر
سب ہیں محتاجِ کرم دائی حلیمہ کے للن   مرے آقا مرے محبوب خدا آجاؤ
کشتیِ دل سرگرداب ہے پتوار نہیں
پار کرنے کو کوئی مانجھی طلب گار نہیں
ایسے عالم میں کوئی سانس بھی غمخوار نہیں

وقت کا گھور اندھیرا ہے مخالف ہے پون ـــــ مرے آقا مرے محبوب خدا آجاؤ ۶۱؎

مندرجہ بالا گیتوں پر غور کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ گیت کا دارومدار مخصوص لے' گائیکی اور خصوصی ترنم سے ہے۔ اس کے لئے کوئی خاص شعری ہیئت مخصوص نہیں۔ اس کا آہنگ' وارفتگی اور چاہت کا شدید اظہار اسے گیت بناتا ہے۔ نعت نے اپنے ظہور کے لئے جہاں دوسرے، بہت سے سانچوں کو قبول کیا وہاں گیت کے انداز کو بھی خدمت کا موقع دیا۔ یہاں یہ واضح رہے کہ گیت لکھنا آسان نہیں اور نعتیہ گیت لکھنا تو اور بھی مشکل ہے۔ نعتیہ گیت اگر فلمی گیت کا چربہ ہو یا نعت کے مجموعی تقدس کے منافی تو اسے کون پسند کرے گا؟ یہی وجہ ہے، بہت کم شعراء نے نعتیہ گیت لکھے۔ بیکل اتساہی کا دم غنیمت ہے جنہوں نے نعتیہ تقدس کا خیال بھی رکھا اور گیت کی مجموعی فضا کو بھی۔ بیکل ہی کا ایک اور نعتیہ گیت بعنوان ''محمدؐ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا''

شہنشاہِ کونین رب کے دلارے
نہ بجتی کبھی بزم کونین پیارے ـــــ اگر تم نہ ہوتے
گگن پر حسین قمقموں کے جھمیلے' نظر جن سے کھیلے
حسین چاندنی میں ستاروں کے میلے' کوئی لطف لے لے
نہ فردوس کے ہوتے دلکش نظارے ـــــ اگر تم نہ ہوتے
یہ صحرا یہ گلشن یہ کوہ و بیاباں' یہ حیوان و انساں
یہ جن و ملائک یہ حوریں یہ غلماں' یہ جنت یہ رضواں
یہ ہوتے نہیں لفظِ کن کے سنوارے ـــــ اگر تم نہ ہوتے
یہ لوح و قلم' کرسی و عرش اعظم' یہ کوثر یہ زمزم
یہ شعبان' رمضان' عید اور محرم' یہ عالم وہ عالم
نہ ہوتے یہ محراب و منبر' منارے ـــــ اگر تم نہ ہوتے
یہ سنسان جنگل یہ آباد بستی' یہ موت اور ہستی
یہ حق گوئی' حق آگہی' حق پرستی' یہ مستی الستی
نہ ہوتے صحیفے نہ قرآں کے پارے ـــــ اگر تم نہ ہوتے
یہ صوم و صلوٰۃ و زکوٰۃ' حج اکبر' یہ شرع مطہر
ابوبکرؓ و فاروقؓ' عثمانؓ و حیدرؓ' یہ شبیرؓ و شبرؓ
یہ ہوتے نہیں نور کے ماہ پارے ـــــ اگر تم نہ ہوتے
یہ خاک و ہوا اور یہ آگ پانی' یہ بہکی جوانی
یہ قدرت کا لطف و کرم مہربانی' یہ راتیں سہانی
نہ دن ہوتا کرنوں کا دامن پسارے ـــــ اگر تم نہ ہوتے
صداقت' عدالت' سخاوت' شجاعت' ریاضت شہادت
مساوات و الفت' شریعت' طریقت' فصاحت' بلاغت
نہ ہوتے یہ علم اور رحمت کے دھارے ـــــ اگر تم نہ ہوتے
زمیں سے زماں اور ہفت آسماں تک' ہر اک انس و جاں تک
مکاں سے خدا کی قسم لامکاں تک' یہاں سے وہاں تک
نہ سب ہوتے محتاج و بیکل تمہارے ـــــ اگر تم نہ ہوتے ۶۲؎

وجیہہ السیما عرفانی: نعتیہ گیت لکھنے والوں میں معروف روحانی شخصیت حضرت وجیہہ السیما عرفانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی آتا ہے۔ گیت

لکھنا کارِ آساں نہیں لیکن حضرت عرفانی ﷺ گیت لکھنا تو اور بھی مشکل ہے۔ گیت کے ظاہری لوازم یعنی سُر لے کا خیال' ہندی الفاظ کا مناسب چناؤ' مصرعے کی طوالت کا خیال کی شدت سے ہم آہنگ ہونا' پیار اور محبت کا بیان اور ان سب پر مستزاد دل کے جذبے کی سچائی' جو کسی گیت کو اصل میں گیت بناتی ہے۔ حضرت عرفانی ﷺ نعتیہ گیت کے دو بند یہاں بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں:

دل اپنا بیگانہ

من سندر جب تورا کہایا — تورا کہایا' تو نے اپنا بنایا
تو دھرتی کا جیون یارا — تو آکاش کا نرمل اجیارا
میں نے بس سب تجھ کو جانا — دل اپنا بیگانہ

دل اپنا بیگانہ

لاالٰہ سے الا اللہ تک — کیسا اَتم؟ کون نرو تم
ناں سے ہاں تک — ساری جگتا! ہر دو عالم
جیو جیو تم جینے والو! — سب سنسار تمہارے کارن
راج کے راجا! تم سب کچھ ہو — صلی اللہ علیک وسلم

تم ہو' تم ہو' تم سب کچھ ہو

باقی سب کچھ ـــ ساری کہانی! سب افسانہ ـــ دل اپنا بیگانہ ۶۳

الطاف احسانی: کی ایک نعتیہ نظم "مدینے کی مسافرہ" ان کے مجموعے "شعاعِ ایماں" میں ملتی ہے۔ نظم اگرچہ مخمس ہیئت میں کہی گئی ہے لیکن نسائی اندازِ محبت' مخصوص مترنم الفاظ کا چناؤ' ہندی لفظوں کا انتخاب اور بیانِ ہجر و فراق مل جل کر اس نظم کو نعتیہ گیت بناتے ہیں۔ اس کے دو بند ملاحظہ کیجیے:

کلمۂ طیبہ کا کیا ہے سنگھار — اور زیبِ گلو ہیں درودوں کے ہار
ہجرِ عشقِ نبی میں ہے وہ دلفگار — جا رہی ہے مدینے کو مستانہ وار

بن کے جوگن نبیؐ کی مدینے چلی

گیت طیبہ کی گلیوں کے گاتی ہوئی — وجد میں دونوں عالم کو لاتی ہوئی
اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتی ہوئی — حق کی راہوں میں موتی لٹاتی ہوئی

بن کے جوگن نبیؐ کی مدینے چلی ۶۴

گیت بہت پراثر ہے اور دل پر خصوصی کیفیت طاری کرتا ہے۔ بلاشبہ ہجر و فراق کا ایسا نقشہ وہی خوش نصیب کھینچ سکتا ہے جس کا دل عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معمور ہو۔

ممتاز گنگوہی: نے خاصے نعتیہ گیت لکھے ہیں۔ کچھ نمونے درج ذیل ہیں

یثرب کے بسیا من موہن مری آگن کو بجھا دینا
موری بیچ میں نیا ڈوبت ہے موہے کنڈ سے پار لنگھا دینا
تورے چرنوں میں سیس نواؤں پیا توری ال بل پھر کر واروں جیا
مورے سپنہ میں آ کے کبھی تو سجن جری چاند سا مکھڑا دکھا دینا
موہے رین اندھیری کاٹت ہے اور بجلی چمک کے ڈراوت ہے
مورا جیا را تھر تھر کانپت ہے مجھے ہجر کے گم سے چھڑا دینا
موری روتے ہی روتے عمر کٹی توری بات نہ سُنی نصیب ہوئی
تورے پیاں پروں یثرب کے دہنی کوئی بول تو مکھ سے سنا دینا ۶۵

میں تو ڈھونڈت ڈھونت ہار گئی موہے پی کے نگر کا ڈگر نہ ملا
تن سوکھ گیو پگ سوج گیو کہیں ہائے وہ شام سندر نہ ملا
میں تو بیٹھی تھی من میں یہ آس دھرے کے وہ شام پیا موہے یاد کرے
واکے دوارے پہ جاکے میں سیس دھروں کیے لاکھ جتن وا کا در نہ ملا
مورا شام کنھیا مدینہ بسو موہے مرلی کی لے نہ سنائے گیو
میں تو برج دوارے کا ڈھونڈ پھری گئی دیس بدیس مگر نہ ملا ۶۶

انیسہ ہارون شروانیہ: کے مجموعۂ کلام ''انیسیات'' میں ایک نعتیہ مسدس ہے۔ اس کا عنوان ہے ''قدومِ میمنت لزوم سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' یہ نعتیہ نظم اپنے رنگ ڈھنگ سے گیت کے سانچے میں پورا اترتی ہے۔ لہٰذا اسے ایک گیت کے طور پر درج کیا جا رہا ہے۔

آج شادی ہے گھر آمنہؓ کے
ہوں مبارک قدم مصطفیٰؐ کے

صدرِ بزمِ علیٰ بن کے آئے — خاتم الانبیا بن کے آئے
مصطفیٰؐ مجتبیٰؐ بن کے آئے — خوب صلِ علیٰ بن کے آئے

آج شادی ہے گھر آمنہؓ کے
ہوں مبارک قدم مصطفیٰؐ کے

زینتِ دو جہاں بن کے آئے — رونقِ لامکاں بن کے آئے
راحتِ بیکساں بن کے آئے — رحمتِ دو جہاں بن کے آئے

آج شادی ہے گھر آمنہؓ کے
ہوں مبارک قدم مصطفیٰؐ کے

قدسیوں نے یہ مژدہ سنایا — ابرِ رحمت زمانہ پہ چھایا
ہوگا سیراب اپنا پرایا — اب پلٹتی ہے دنیا کی کایا

آج شادی ہے گھر آمنہؓ کے
ہوں مبارک قدم مصطفیٰؐ کے ۶۷

انجم وزیر آبادی: نے دو نعتیہ گیت لکھے ہیں۔ پہلے گیت کے چند اشعار بطور نمونہ ملاحظہ کیجیے:

پیت میں کالی کملی والے حالت ہے یہ برہن کی
رین اندھیری و یا کل من ہے نیند سدھاری نینن کی
تیری دیا سے دین دیا لو مکتی ہوگی پاپن کی
اپنے پاپ کی کالی ریکھا چھب دھارے ہے ناگن کی
لوبھ نہیں ہے من کو دھن کا آس نہیں ہے جیون کی
روپ پہ تیرے تن من واروں، پیاسی ہوں میں روشن کی
من کا حال نہ پوچھ سکھی ری، جل بن جیسے مچھلی ہو
نین سے اب تو لاگی جھڑی ہے سانجھ سویرے ساون کی ۶۸

انجم وزیر آبادی کا ایک اور نعتیہ گیت دیکھیے، اس میں ''نبیوں کے سرورؐ'' کا ذکر کر کے اس کے نعتیہ ہونے کا اعلان بھی کیا۔

موہ لوبھ اور مایا تیاگی، تیاگ دیا سنسار
تمرے دوارے آن پڑی ہوں، نبیوں کے سردارؐ

گہرا ساگر دور کنارا ناؤ پڑی منجھدھار
ڈوبتی نیا پار لگا دو نیا کھیون ہار
چھوڑ کے سارے دوارے مولا آئی ترے دوار
مجھ نردھن نرآدھار کے داتا کیوں تم آدھار
پربھو تو ہے دین دیالو سب کے پالن ہار
دیا دھرم کی رکھشک جگ میں اک تری سرکار
چندا کی جوتی سے پنچھی ہنس ہنس پیت لگائے
انجم کے ہردے میں بسا ہے مولا ترا پیار ۶۹

ان اشعار میں نسائی لہجے میں تخاطب، ہندی الفاظ کا چناؤ اور مترنم بحر کا انتخاب انہیں گیت بناتا ہے۔ ہجر و فراق کا مضمون اس پر مستزاد ہے۔ دوسرے گیت میں دوہے کی لے صاف سنی جا سکتی ہے۔

حسن عسکری کاظمی: کے نعتیہ مجموعے ''سرورِ کائنات'' میں ایک نعتیہ نظم ''سورج کی چھب'' گیت کے انداز پر لکھی گئی ہے۔ شاعر نے سورج کا لفظ بطور استعارہ استعمال کیا ہے۔ اس سے اس کی مراد پیغمبرِ اسلام ﷺ کی ذات والا صفات ہے۔ چند شعر بطور نمونہ دیکھیے:

یثرب نگری دور بسی ہے سنگ ہوا کے جاؤں
بے خبری میں رستہ بھولوں پگ پگ ٹھوکر کھاؤں
اندھیاروں سے لڑتا بھڑتا تیری اور میں آؤں
امرت نین کٹورے پی کر من کی پیاس بجھاؤں
تیرے آگے بھنگڑا ڈالوں
گیت میں تیرے گاؤں
سورج کی چھب چھاؤں میں بیٹھوں اور امر ہو جاؤں ۷۰

گیت کے لاکھ فنی تقاضے سہی، سرشاری کی لاکھ بے خود کیفیتیں سہی لیکن ''تیرے آگے بھنگڑا ڈالوں'' نعت کی مجموعی فضا اور تقدس کے منافی ہی خیال کیا جائے گا۔ البتہ شاعر کا یہ اہم کام ہے کہ اس نے گیت میں نسائی اندازِ تخاطب استعمال نہیں کیا۔

ریاض حسین چودھری: ان کے مجموعہ کلام رزق ثنا میں بھی گیت کا رنگ ملتا ہے

شہر طیبہ کو جاتی ہواؤ میرے سینے سے بھی لگ کے جانا
پیش کر کے سلاموں کی ڈالی میرا سب حال ان کو بتانا
یہ بھی کہنا کہ رو رو کے کوئی داستاں درد کی کہہ رہا ہے
شب کے جنگل میں مدت سے آقا ہجر کی سختیاں سہہ رہا ہے
بن کے اشکوں کا گہرا سمندر اپنے الفاظ میں بہہ رہا ہے
وہ ریاضؔ آپؐ کا جو ہے شاعر اپنے در پر اسے بھی بلانا
شہر طیبہ کو جاتی ہواؤ! میرے سینے سے بھی لگ کے جانا
پیش کر کے سلاموں کی ڈالی، میرا سب حال اُن کو بتانا ۷۱

صائم چشتی (نوائے صائم):

دیکھیں گے انبیاء بھی نظریں اٹھا اٹھا کے محشر میں جب محمدؐ آئیں گے مسکرا کے
چاہیں گے جو محمدؐ وہ ہی خدا کرے گا سب اختیارِ محشر ان کو عطا کرے گا
بخشے گی ان کی رحمت مجرم بلا بلا کے ۷۲

یا شاہ امم یا ابر کرم
ہے جہاں پہ تیرا ہی سایا ترے نور کا بادل چھایا تیرے نور کا بادل چھایا

میرے چھم چھم برسیں نین پیا
تیری یاد ہے من کا چین پیا
تیرے یاد کے صدقے جان و جگر تیری یاد مرا سرمایہ
تری یاد نے کام بنایا ۳؎

صوفی محمد مسعود احمد رہبر: نے ایک نعتیہ گیت بھی تحریر کیا ہے۔ ہندی الفاظ کا التزام، نسائی لہجے میں تخاطب اور مخصوص غنائیت اس نعت کو گیت بنا رہی ہے۔ اس گیت کا کچھ حصہ درج ذیل ہے

میرا جوبن ہے جو اس کی جوگن ہوں میں
میرے تن من میں روپ اس کا ہائے سکھی
من میں اس کی لگن، تن میں اس کا چلن
دیکھ کر دمبدم ہے ستائے سکھی

میری آشا کی گاگر نہ ٹوٹے کبھی
ہاتھ سے اس کا دامن نہ چھوٹے کبھی
مجھ سے میرا وہ ساجن نہ روٹھے کبھی
حال پر نہ مرے مسکرائے سکھی

O

پریت کی ریت کو میں جگاتی رہوں
پریت سے اپنے من کو لبھاتی رہوں
سوئے ہر دے کو اپنے جگاتی رہوں
کیا کروں من میں بالم سمائے سکھی

O

من تو مورکھ ہے من سے شکایت نہیں
تھا ابھی پاس میرے، ابھی ہے کہیں
سانجھ ہوتو کہوں کہ ہے ساجن یہیں
خود بھی روئے مجھے بھی رلائے سکھی

O

میں تو چرنوں کی داسی ہوں مورے پیا
میں نے من اپنا تو پہ تج ہی دیا
مجھ کو کرنا تھا جو کام میں نے کیا
اب نہ رہبر پہ انگلی اٹھائے سکھی ۴؎

اسلم بدر:

ساحل ساحل طوفاں آندھی موج موج غرقابی
ذرہ ذرہ دکھ کا پربت، بوند بوند سیلابی
جانا ہے اس پار محمدؐ تو ہی کھیون ہار محمدؐ
صلی اللہ علیہ وسلم
درد کی راتیں، کرب کے دن ہیں ڈستی ہے تنہائی
من آنگن میں شور مچائے یادوں کی پروائی
ملنے کی بس آس لئے ہنس ہنس بھوگیں سنسار محمدؐ
صلی اللہ علیہ وسلم ۵؎

علیم صبا نویدی (سید علیم الدین) وہ باہمت ادیب جس نے اُردو شاعری کی مختلف ہیئتوں پر خوبصورت کام کیا۔ خود بھی بہت اچھے شاعر ہیں۔ ان کے ہاں نعتیہ گیت بھی ملتے ہیں۔ نمونہ کلام درج ذیل ہے:

یا نبیؐ یا نبیؐ یا نبیؐ یا نبیؐ
کالی تنہائیاں مجھ کو ڈسنے لگیں
درد کی بستیاں دل میں بسنے لگیں
دکھ کے ساون میں آنکھیں برسنے لگیں
آسرا دیجئے آسرا دیجئے
یا نبیؐ یا نبیؐ یا نبیؐ یا نبیؐ
تمرا شیدائی آخر کدھر جائے گا
تم سہارا نہ دو گے تو مر جائے گا
اجڑا گلشن بھی تم سے سنور جائے گا
اس طرف بھی نگاہِ کرم کیجئے
یا نبیؐ یا نبیؐ یا نبیؐ یا نبیؐ ۶؎

مسلم (ابوالامتیاز ع۔س۔مسلم، پ ۱۹۲۵ء): ’’سرودِ نعت‘‘ سے ان کے دو نعتیہ گیتوں کے نمونے درج ذیل ہیں۔

یا محمدؐ ہو اب تو حضوری
جان میری یہ لے لے گی دوری

دل مرا ہے کہ برقِ تپاں ہے　　سر پہ عصیاں کا بارِ گراں ہے
کوئی مجھ سا نہیں ہے قصوری　　یا محمدؐ ہو اب تو حضوری
تیرے قدموں میں میرا ٹھکانہ　　مجھ کو اللہ سے بخشوانا
اُس کی عادت غفوری شکوری　　یا محمدؐ ہو اب تو حضوری ۷۷

یا محمدؐ مدینے بلا لو
دل ہے بیتاب اس کو سنبھالو
اب نہیں تاب دوری کی مجھ کو
اب بلا لو گلے سے لگا لو

خاتم الانبیاؐ یا محمدؐ　　سید الاصفیاء یا محمدؐ
رشکِ بدر الدجیٰ یا محمدؐ　　چادرِ نور مجھ پر بھی ڈالو
اے محمدؐ جہانوں کے والی　　سر بسر رحمتِ ربِ عالی
دید کے منتظر ہیں سوالی　　اب تو چہرے سے پردہ ہٹالو ۸۷

مظفر وارثی: نعتیہ شاعری میں غنائیت نے اگر کسی کے ہاں بھرپور اظہار پایا ہے تو وہ مظفر وارثی ہیں۔ ان کے دو نعتیہ گیت ملاحظہ کیجئے:

میرے اچھے رسول
کر مجھے مالا مال
میری جھولی میں ڈال
اپنے قدموں کی دھول
میرے اچھے رسولؐ

تشنگی کا علاج　　سنگ اسود کے پاس
چارۂ اختلاج　　سبز گنبد کے پاس
اشک بن کر دعائیں
میری پلکوں پہ آئیں
اور صدائیں لگائیں
چل محمدؐ کے پاس
تخت مانگوں نہ تیج
کوئی پروانہ بھیج
کر مجھے بھی قبول
میرے اچھے رسولؐ ۹۷

O

یا رحمۃ للعالمین

الہامؑ جامہ ہے ترا
قرآںؑ عمامہ ہے ترا
منبر ترا عرشِ بریں
یا رحمۃ للعالمیں

آئینۂ رحمت بدن، سانسیں، چراغ علم و فن
قربِ الٰہی، تیرا گھر، الفقر و فخری، تیرا دھن
خوشبو تری، جوئے کرم
آنکھیں تری باب حرم
نورِ ازل، تیری جبیں
یا رحمۃ للعالمیں ۸۰

طواف ان کا کرے بزرگی ہے ختم ہر احترام ان پر
سلام انؐ پر
میں ان کا بندہ وہ میرے آقا، نثار انؐ کا غلام ان پر
سلام انؐ پر
نشانِ پا ان کے، حاشیے سے
وہ رونقیں بانٹتے ہوئے آئے تخلیے سے
سجے ہر اک رخ سے زاویے سے، نبیؐ رحمت کا نام ان پر
سلام انؐ پر
سکوت، حسن صدا کو پہنچا
شعورِ انساں، بلندی و ارتقا کو پہنچا
نزول کی انتہا کو پہنچا، خدا کا حتمی کلام ان پر
سلام انؐ پر ۸۱

ٹھمری

ٹھمری بھی گیت کی ایک قسم ہے۔ ''اُردو لغت'' میں اس کے متعلق یہ معلومات دی گئی ہیں۔

''ایک قسم کا چھوٹا دو بول کا گیت، جس میں عورت کی جانب سے اظہارِ عشق ہوتا ہے'' ۸۲ اُردو زبان میں جہاں عام عشق و محبت پر مبنی ٹھمریاں لکھی گئی ہیں، وہاں اہلِ محبت نے نعتیہ ٹھمریاں بھی لکھی ہیں۔ یہ ایک بحث ہے کہ کیا عام گیتوں اور ٹھمریوں وغیرہ میں نعت کے روایتی تقدس کو برقرار رکھا جاسکتا ہے۔ اس کا جواب آسان نہیں، کیونکہ ہر ٹھمری اپنا الگ معاملہ رکھتی ہے۔ بہر حال ٹھمریوں سے متعلق نعتیہ نمونے دینے کی غرض سے اس ہیئت کا جائزہ لینا بھی ضروری سمجھا گیا ہے۔ مضطر خیر آبادی (سید محمد افتخار حسین مضطر) امیر مینائی کے شاگرد اور خود عالم فاضل، اپنے دور کے مشہور شاعر تھے۔ ان کی نعتیہ ٹھمریاں مشہور ہیں۔ مثال کے طور پر ان کی ایک ٹھمری ملاحظہ کیجئے۔

شمس الیثرب، قمر البطحیٰ تجھے رحمتِ ہر دو سرا جانا
فی یومِ الحشر وسیلتنا، مجھے بھول نہ روزِ جزا جانا
آدھی رین کوئلیا کوکت ہے تری یاد ہمیں تو ستاوت ہے
جیا برہے ہوک سے تڑپت ہے، نہیں اب ہے سکھ ذرا آجانا ۸۳

اِن اشعار کا اگر بغور جائزہ لیں تو اس میں عشق و محبت کا اظہار نسائی انداز اور لہجہ میں کیا گیا ہے اور یہی ٹھمری کی بنیادی خصوصیت ہے، دوسرے نمبر پر جدائی میں طاری ہونے والی حالت اور دل کی کیفیت کا بیان ہے۔ (جیا برہے ہوک سے تڑپت ہے) یہ بھی گویا ٹھمری کا لازمہ ہے اس ٹھمری کا تعلق چونکہ رحمتِ ہر دو جہاں حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ ﷺ سے ہے لہٰذا بلاشبہ یہ ایک نعت ہے، ایک اور نعتیہ ٹھمری کے کچھ بول سید یونس شاہ کی تصنیف ''تذکرہ نعت گویانِ اُردو'' سے نقل کیے جاتے ہیں۔ یہ ٹھمری سید محمد افتخار حسین سیّد کی لکھی ہوئی ہے۔

یثرب کو چھیلا سانورو من پیارو لاگو جی تہارو نام محمدؐ مصطفےٰ من پیارو لاگو جی
چھب چنچل جھومت چالنا من پیارو لاگو جی

حوریں سب مل منگل گاویں احمدؐ کے دربار   وانجم کا سہرا سبحان کا کھنا گلے درود کا ہار

کیسو رنگ رچو ہے صلِّ علیٰ من پیارو لاگو جی ۸۴

مندرجہ بالا اشعار سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ٹھمری کے بول دو شعروں (چار مصرعوں سے بڑھ بھی سکتے ہیں)

ترائیلے (Triolet)

ترائیلے نظم کی ایک جدید شکل ہے۔ یہ نظم آٹھ مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے اسکے متعلق علیم صبا نویدی یہ معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔
مغرب کی بوسیدہ اور ترک کردہ صنفوں میں ایک صنف ''ترائیلے'' کا نام بھی آتا ہے۔ صنف ترائیلے غالباً تیرھویں صدی میں وجود میں آئی۔ اور غالباً فرانسیسی شاعر ''اڈنس لے رائے'' (Adenes-Le-Roi) (۱۲۹۷۔۱۲۵۸) نے پہلی بار اس کا تجربہ کیا تھا اور انگریزی میں پہلی بار ترائیلے کا تجربہ کرنے والوں میں ''پیٹرک کیرے'' (۱۶۵۱) ء کا نام لیا جاتا ہے اور جرمنی میں ''فرڈرک راس'' نے اس صنف کو بہت فروغ دیا۔ ۸۵
انگریزی لغات میں یہ معلومات دی گئی ہیں۔

"A poem or a stanza of eight lines constructed on two rhymes, the scheme being abaaabab" (86)

"Poem of eight lines with rhymes in the order abaaabab" (87)

"An eight lines poem rhymed a baa abab, lines and 7 repeating 1, and 8 repeating 2" (88)

"A stanza of eight lines on two rimes, the first line repeated as the fourth and seven and the second as the eight. Its rhyme scheme is abaaabab" (89)

"Verse form of 8 lines with 2 rhymes (abaaabab), and with 1st line recurring as 4th and 7th and 2nd as 8th" (90)

"A fixed verse form, French in origin. Eight lines, often of TETRAMETER, are rhymed abaaabab: the 1st , 4th and 7th lines are identical, as are the 2nd and the last". (91)

"A poem of eight lines having two rhymes in which the first line is repeated as the fourth and seven and the second line repeated as the eight". (92)

"A French fixed form, it has eight lines and two rhymes. The first line is repeated as the fourth, and the second and eight are alike. The first and fourth lines are repeated in the seventh. It has been used occasionally by various poets". (93)

ترائیلہ ایک مختصر سی نظم ہوتی ہے جو صرف آٹھ مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے اس کے مصرعوں میں قافیوں کی ترتیب درج ذیل اصول کے مطابق ہوتی ہے

ا۔ب۔ا۔ا۔ا۔ب۔ا۔ب

چونکہ پہلے دونوں مصرے ہی آخری دو مصرعوں کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں لہذا کہا جاسکتا ہے کہ نظم ترائیلے دراصل فقط چھ مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ علیم صبا نویدی کی معلومات کے مطابق ہندوستان میں اس صنف کا تعارف اردو ادب میں نریش کمار شاد نے پیش کیا اور ترائیلے کے تجربے بھی کیئے۔ نریش سے پہلے اس صنف میں چند تجربے پاکستان کے احمد ندیم قاسمی نے بھی کئے ہیں۔ گویا اس صنف کی اولیت کا سہرا احمد ندیم قاسمی کے سر جاتا ہے۔ اس صنف کو تجربہ کارانہ طور پر برتنے والوں میں اورنگ آباد کے قاضی سلیم کا بھی نام پیش پیش ہے لیکن فرحت کیفی نے اس صنف میں ''پتہ پتہ بوٹا بوٹا'' (مطبوعہ ۱۹۷۴) مجموعہ اردو ادب کو دے کر بقول ڈاکٹر انور سدید اس صنف کے بانی اور خاتم کہلائے۔ فرحت کیفی کے بعد اس صنف کی دہلیز پر اپنے نام کے طغرے لگانے والوں میں علامہ ناز ک حمزہ پوری، گلزار، رؤف خیر، مظفر شہ میری، فرحت قادری، سلیم انصاری اور انور مینائی، قطب شاہین، شیدا رومانی، حنیف کیفی، فاروق شکیل اور والد حمزہ پوری کے نام روشن ہیں۔ یہاں علیم صبا نویدی کے فراہم کردہ تین نعتیہ ترائیلے درج کیئے جاتے ہیں۔

سید علیم صبا نویدی نے ''نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربے'' میں تین نعتیہ ترائیلے درج کیے ہیں۔ ان میں پہلا ترائیلہ نعتیہ مضامین پر مشتمل نہیں۔ دوسرے جو دو ترائیلے درج کیے گئے ہیں وہ ایک ان کا اپنا ہے اور دوسرا انور مینائی کا ہے۔ دونوں ترائیلے یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

(۱)

مصطفائی نور تھا چاروں طرف
ذرہ ذرہ مستیوں میں چور تھا
یہ زمیں و آسماں سرشار تھے
سارے منظر قابلِ دیدار تھے
لمحہ لمحہ خوش گل و گلزار تھے
سینہ سینہ نور سے معمور تھا
مصطفائی نور تھا چاروں طرف
ذر ذرہ مستیوں میں چور تھا

علیم صبا نویدی

(۲)

تھی نبیؐ کی نظر میں شادابی
بات کرتے تو پھول جھڑتے تھے
سادگی، بے مثال آپؐ کی تھی
اور ہر بات میں تھی گہرائی
گفتگو سے ٹپکتی تھی نرمی
اپنی ہر بات کی نظر میں شادابی
تھی نبی کی نظر میں شادابی
بات کرتے تو پھول جھڑتے تھے

انور مینائی کولار ۹۴

کینٹو (Canto)

کینٹو مغرب سے درآمد شدہ ہیئتِ شعری ہے۔ اگر کوئی طویل نظم مختلف بندوں پر مشتمل ہو اور ہر بند الگ ہیئتی شناخت رکھتا ہو تو ایسی نظم کو کینٹو کہتے ہیں۔ اس کے متعلق مختلف انگریزی لغات میں درج ذیل معلومات ملتی ہیں۔

"One of the principal of a long poem". (95)

"A chief division of a long poem:

Example The "Faery Queen" has seven books, each containing several cantos". (96)

"A division of long poem". (97)

"A division of long poem". (98)

"Division of long poem". (99)

"One of the sections of a long poem". (100)

"A division of a long poem". (101)

"A division of the long poem, especially an epic or mock epic". (102)

"An Italian work meaning a 'song'. It is also used for each of the divisions of a long poem". (103)

"A sub-division of an epic or narrating poem; comparable to a chapter in a novel". (104)

مندرجہ بالا لغات اور متعلقہ کتب سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ کینٹو دراصل نظم کی وہ قسم ہے جس کے مختلف بند ہوں۔ مسمط (مثلث، مربع، مخمس۔۔۔) ترکیب بند اور ترجیع بند وغیرہ میں بھی مختلف بند ہوتے ہیں۔ کینٹو کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ اس کے مختلف بند مختلف اضعاف اور مختلف ہیئتوں سے متعلق ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ایک نظم کا ایک بند اگر غزل کی ہیئت کا ہے اور دوسرا بند' مثنوی کی ہیئت سے تعلق رکھتا ہے۔ تیسرا بند مربع ہیئت کا ہے اور چوتھا نظم آزاد کا' پانچواں نظم معرا کا ہے اور چھٹا نثری نظم کا .... وغیرہ' (اور یہ تمام بند شاعر کی مرضی کے مطابق مختلف بحروں سے متعلق ہوں۔) تو یقیناً یہ نظم کینٹو کہلائے گی۔ اُردو میں جعفر طاہر کے کینٹوز معروف ہیں۔ عبدالعزیز خالد کی طویل اور ضخیم تصانیف میں کینٹوز موجود ہیں۔ یہ مقامِ شکر ہے کہ اُردو میں نعتیہ کینٹوز بھی ملتے ہیں جس سے اس حقیقت کی نشاندہی ہوتی ہے' کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت مبارک ہر صنف اور ہر ہیئت میں لکھی جا رہی ہے۔ یہاں نمونے کے طور پر کچھ نعتیہ کینٹوز درج کیے جاتے ہیں۔

سید قمر ہاشمی: کا نعتیہ مجموعہ ہے ''مرسلِ آخر'' اس میں ان کی ایک طویل نعتیہ نظم شائع ہوئی ہے۔ یہ نظمِ آزاد کی ہیئت میں لکھی گئی ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے لکھا ہے: ''قمر ہاشمی صاحب کے کلام۔۔۔ میں جدت بھی اور رعایتِ آداب بھی' محبت بھی اور حسنِ احتیاط بھی۔'' ۱۰۵ ہیئتی تجربات کے حوالے سے یہ نظم بہت اہم ہے۔ اس میں آزاد نظم کی ہیئت میں بھی مختلف بند بنائے گئے ہیں۔ ان بندوں میں مختلف اوزان برتے گئے ہیں' دو مختلف بندوں کے مصرعے دیکھیے۔

وہ آسماں کا زمیں پر تھے آخری پیغام .... مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان

قل انما کی مقدس آیت .... مفاعلاتن مفاعلاتن

عروج انساں کی ترجماں ہے .... مفاعلاتن مفاعلاتن

صاحب کتاب نے پوری کتاب کو ایک طویل نعتیہ نظم قرار دیکر یہ بیان سرورق پر بھی لکھ دیا ہے۔ یہ نظم ذیلی عنوانات بھی رکھتی ہے۔ کہیں آزاد نظم اور کہیں پابند نظم کا حصہ آتا ہے۔ کہیں منقبت ہے اور کہیں سلام، .... کہیں مثلث کا رنگ ہے اور کہیں مثنوی کا، کہیں غزلیہ ہیئت کا۔ مولانا عبدالرحمٰن سورتی نے اس نظم کے متعلق لکھا ہے: "یہ بڑی عہدآفریں اور معرکہ آرا نظم ہے۔" ۱۰۶ سلام کا ایک شعر دیکھیے:

سلام اے ساقیِ کوثرؐ ترا دربار عالی ہے ۔۔۔ میں اک مدت سے پیاسا ہوں مرا پیانہ خالی ہے ۱۰۷

مثنوی کی ہیئت:

چمکا جب آفتابِ رسالت سرِ افق ۔۔۔ فیروز مند ہونے لگا دشتِ لق و دق

کوئی یہاں امیر نہ کوئی غریب تھا ۔۔۔ دورِ محمدیؐ میں ہر اک خوش نصیب تھا

آزاد نظم کی ہیئت:

گالیاں کھاکے بھی دعائیں دیں
یہ تحمل یہ خلق صل علیٰ
ان کے قدموں کی خاک عرشِ بریں
دشمنوں کو بنالیا اپنا
اور حلقہ بگوش پیاروں کو
یہ بھی اعجاز تھا رسالت کا ۱۰۸

غزل کی ہیئت کے چند شعر:

محمد میرے سانسوں کی ہیں خوشبو ۔۔۔ محمدؐ گلشنِ دل کی مہک ہیں

وہ شاخ انبیاء کے آخری پھول ۔۔۔ اور ان کے بعد سب خار و خسک ہیں ۱۰۹

اپنے متنوع موضوعات اور گوناگوں ہیئتوں کے باعث اس نعتیہ کیٹو، نعتیہ ادب کے تاریخ میں یاد رکھا جائے گا۔

خالد (عبدالعزیز): ان کا نعتیہ مجموعہ "عبدہٗ" ۱۴۳ اصفحات پر مشتمل ہے۔ یہ سارا مجموعہ ایک ہی طویل نعت پر مشتمل ہے، جس کے مختلف بند ہیں یہ بند مختلف ہیئتوں اور اصناف سے تعلق رکھتے ہیں، اس لئے اس مجموعے کی ہیئت کو بھی کیٹو کہا جاسکتا ہے، آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے

میں نے لکھا ہے محبو! اس کتاب نعت کو
اہل دل اہلِ نظر اہلِ محبت کے لئے
اہلِ دانش، اہلِ درد، اہلِ درایت کے لئے
اہل نور، اہلِ شعور، اہلِ شہادت کے لئے ۱۱۰

یہ بند بظاہر قصیدے کی ہیئت میں لکھا گیا ہے لیکن اس کا آخری مصرع باقی اشعار کے ساتھ ہم قافیہ نہیں ع۔ از رہ تصدیق تم بھی دستخط اس پر کرو!

اگلے بند میں انتساب ہے اور یہاں بحر بدل جاتی ہے مثلاً

بنامِ نامی حسان و کعب و بوصیری ۔۔۔ کہ جن کے حق میں کی محبوب کبریا نے دعا

بنامِ ابن رواحہ و نابغہ جعدی ۔۔۔ کہ جن کے شعروں پہ حضرتؐ نے صاد فرمایا

اس کے بعد وہ کلام ہے جس میں خالد نے بہت سے ہیئتی تجربات کیے ہیں کہا جاسکتا ہے کہ ان میں سے اکثر سانچے خالد کے اپنے بنائے ہوئے ہیں لہٰذا شاعر کی فنی مہارت کا معترف ہونا پڑتا ہے

مرا دل ہے مشغوفِ حبِ محمد
بہ نشرِ عوارف
بہ حصرِ معارف
بہ ذکرِ محامد

عظیم المرافدہ محمود وحمّادو حامد

وہ حمد و حمید و مجید

وہ مجد و مجید و مُجّد

مابعد اشعار میں آزاد نظم کی ہیئت ملتی ہے پھر ایسی ہیئتیں ہیں جن میں خالد نے ہیئتی تجربات کیے ہیں۔ان کے ہاں مصرع کا طول یا اختصار مضمون کے خیال کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔عبدہٗ میں نظمِ آزاد قصیدہ نظم معرا غزل وغیرہ کے نمونے ملتے ہیں نظمِ معرا کی ایک مثال درج ذیل ہے۔

اہل خشیت کا جذبہ
طلب اہل رغبت کی
اہل ورع کا تعبد
خلوص اہل توبہ کا
عرفان اہل فراست ۱۱۱

عبدالعزیز خالد کے ہاں صرف ہیئتی تنوع ہی نہیں ملتا بلکہ لسانی تنوع بھی ملتا ہے'اُن کی دیگر کتابوں ''فارقلیط ﷺ ۱۱۱۔الف' ماذ ماذ ﷺ ۱۱۱۔ب' حمطایا ﷺ ۱۱۱۔ج' طاب طاب ﷺ ۱۱۱۔د' منحمنا ﷺ ۱۱۱۔ہ' میں بھی عربی فارسی اور ہندی الفاظ و تراکیب بے تکلف استعمال ہوئی ہیں' خصوصاً عربی کے پورے پورے مصرعے بلکہ بند موجود ہیں۔عربی زبان سے نابلد قاری کے لئے خالد کی تصانیف سے کماحقہٗ استفادہ مشکل ہے۔بہر حال ادب میں قدو قیمت کا تعین فن پارے کے سہل یا ادق ہونے کے حوالے سے نہیں ہوتا۔یقیناً خالد کے کلام میں وہ عظمت اور فکری بلندی نیز تسلسل بیاں کی شان موجود ہے۔خالد اس دور کے بہت اہم شاعر ہیں۔نعت گوئی میں وہ اپنا الگ رنگ ڈھنگ رکھتے ہیں۔وہ اپنے انداز کے موجد بھی ہیں اور خاتم بھی کیونکہ اُن کے بعد اُن کے انداز میں لکھنے والے دکھائی نہیں دیتے۔خالد نے نعتیہ مضامین کو ایک بہت بڑے تناظر میں پیش کیا ہے۔اُس کے لئے یہ کل کائنات' اس کے جمیع علوم فنون نعت کا موضوع ہیں۔عبدہٗ بھی اُن کی وہ تصانیف ہے جو اُن کے اسلوب کی نمایاں خوبیوں کی حامل ہے۔کیٹو کے تذکرے میں عبدالعزیز خالد کی نعتیہ شاعری کا ذکر بھی ناگزیر ہے۔

عبدالعزیز خالد کے درج ذیل نعتیہ مجموعوں میں بھی نعتیہ کیٹوز موجود ہیں۔

ابوالمجاھد زاہد (بھارت): ان کی ایک طویل نعت غزل' مسدس اور مثنوی کی مشترکہ ہیئت میں ہے۔ہیئتی نقطہ نظر سے اس کا مطالعہ مفید مطلب ہے۔اس نعت کا عنوان ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔پچاس اشعار کی اس نعت کے کل چار بند ہیں۔پہلا بند غزل کی ہیئت پر مشتمل ہے۔اس بند کے گیارہ اشعار میں سے چار اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

محمدؐ مرکزِ اہلِ نظر ہے — محمدؐ منزلِ اہلِ خبر ہے
محمدؐ نازشِ جن و بشر ہے — محمدؐ عالمی پیغامبر ہے
محمدؐ مظہرِ لطف و عنایت — وہ جس کی خاکِ پا کحل البصر ہے
اسی کا دینؔ دینِ حق ہے زاہد — اسی کی راہؔ راہِ معتبر ہے ۱۱۲

دوسرا بند پندرہ اشعار پر مشتمل ہے اور مثنوی کی ہیئت میں ہے:

محمدؐ نورِ انوارِ ہدایت — محمدؐ روحِ ارواحِ سعادت
محمدؐ تاجدارِ تاجداراں — محمدؐ شہریارِ شہر یاراں
محمدؐ آبروئے بزمِ امکاں — حبیبِ خالق و محبوبِ دوراں
محمدؐ اک مثالِ بے مثالی — انیسِ بیکساںؔ مولی الموالی ۱۱۳

تیسرا بند نو اشعار پر مشتمل ہے۔اس میں مسدس ہیئت کے تین بند ہیں۔دو درج ذیل ہیں:

یہ اعجازِ نبیؐ لطف و رحمت — اندھیرے بن گئے نورِ ہدایت
جو وحشی تھے بفیضانِ رسالت — بنے معمارِ تہذیب و حضارت
جو علم و معرفت سے نابلد تھے — معلم بن گئے سارے جہاں کے
محمدؐ ہی کی خوشبو سے معطر — سعیدؓ و سعدؓ و عمارؓ و ابوذرؓ

محمدؐ ہی کے حسنِ تربیت سے   بلالؓ و مصعبؓ و سلمانؓ چمکے ۱۱۴

چوتھا بند پھر مثنوی کی ہیئت میں ہے:

رشید و مرشد و عالم محمدؐ   امام و مصلح و اعظم محمدؐ
طبیبِ جسم و عقل و دل محمدؐ   حکیم و عارفِ کامل محمدؐ
جہاں ممنونِ احسانِ محمدؐ   زمانہ ہے ثنا خوانِ محمدؐ
محمدؐ مرکزِ ارمانِ زاہد   محمدؐ پر نچھاور جانِ زاہد ۱۱۵

i۔ اس نعت کے تمام بند ایک ہی بحر میں لکھے گئے ہیں۔ (مفاعیلن، مفاعیلن، فعولن) اصولاً مثنوی کا ہر شعر غزل کے مطلع کی طرح ہوتا ہے اور شاعر سے یہ حق کون چھین سکتا ہے کہ وہ ایک مطلعے کے بعد اسی قافیے میں دوسرا یا تیسرا یا کئی مطلعے لا سکے۔ یہاں بھی شاعر نے مثنوی کی اس پابندی کو تو برقرار رکھا ہے البتہ اس میں غزل کی خوشبو بھی ڈال دی ہے جو یقیناً تنوع کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

ii۔ پہلے تین بندوں کے جن اشعار میں اسمِ پاک ''محمدؐ'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استعمال کیا گیا ہے، مصرع (صرف پہلا یا پہلا، دوسرا یہ دونوں) کے شروع میں استعمال کیا گیا ہے۔ چوتھے بند میں یہ اسم مقدس جن اشعار میں موجود ہے، دونوں مصرعوں میں ہے اور صرف آخر میں ہے، جبکہ آخری شعر میں دونوں مصرعوں کے آغاز میں استعمال کیا گیا ہے۔

iii۔ نغمگی، خطیبانہ جوش، تعظیمِ رسولؐ اور جذبۂ دل ساری نظم میں ظاہر ہے۔ شاعر نے ایک ہی نعت میں تین ہیئتوں کا مرکب ڈھانچہ استعمال کیا ہے۔ لطف یہ کہ ہیئت بدلنے کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ تکلف اور تصنع سے پاک نعت میں یہ ہیئتی تجربہ کامیاب بھی ہے اور قابلِ تحسین بھی۔ اس مرکب ہیئت میں مثنوی کی ہیئت غالب ہے کیونکہ وہ دو بندوں پر مشتمل ہے۔ اسے مثنوی، غزل اور مسدس کی مرکب ہیئت کہا جا سکتا ہے۔

ہائیکو

ایک جاپانی صنفِ سخن ہے۔ اس کے تین مصرعے ہوتے ہیں۔ بعض شعراء نے تینوں مصرعے مساوی الوزن لکھ کر نظم کو ہائیکو کا نام دیا ہے۔ اس کی مثال اقبال نجمی کا ہائیکو مجموعہ ''نعت ہے'' لیکن اکثر شعراء کا خیال ہے کہ تین مصرعے ایسے ہوں کہ ان کا وزن یہ بنتا ہو۔

فعلن فعلن فع   ۵
فعلن فعلن فع   ۵
فعلن فعلن فع   ۵

اگرچہ مختلف شاعروں نے تین مساوی الوزن مصرعوں کی نظم کو بھی ہائیکو ہی کہا ہے لیکن بعض ادیب ہائیکو کی یہ ہیئت تسلیم نہیں کرتے، اور یہ کچھ ایسا غلط بھی نہیں، کیونکہ اُردو میں پہلے سے ثلاثی کی ہیئت موجود ہے جو تین مساوی مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ صبیح رحمانی نے اس ضمن میں لکھا ہے:

> ''جاپانی ہائیکو کا خاص وزن و آہنگ مقرر ہے یہ وزن و آہنگ کم سے کم 17 ارکان پر مشتمل ہوتا ہے۔ یعنی پہلا اور تیسرا مصرعہ صرف پانچ پانچ صوتی آہنگوں اور دوسرا مصرعہ سات آہنگوں سے بنتا ہے۔ اُردو میں بحر متقارب سے اس کے اوزان کو اس طور پر ظاہر کر سکتے ہیں۔''

فعلن فعلن فع   ۵
فعلن فعلن فعلن فع   ۷
فعلن فعلن فع   ۵

ہائیکو میں صرف تین مصرعے ہوتے ہیں وہ بھی قافیوں سے آزاد پہلو اور تیسرا مصرعہ باعتبار تعداد آہنگ یکساں اور مساوی دوسرا مصرعہ ان مصرعوں سے بقدر دو آہنگ بڑا ہوتا ہے۔

موضوع کے اعتبار سے ہائیکو کا تعلق عموماً مناظرِ فطرت اور موسموں کی خوشگواری اور رومانی طبیعتوں کی جمال پرستانہ امنگوں پر ہوتا ہے''

(چیری اور چنبیلی صفحہ نمبر ۲۵ اور ۲۶ مطبوعہ ۱۹۸۷ء قونصل خانہ جاپان کراچی)

یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ شروع میں ہائیکو کی ہیئت کو سختی سے اپنایا گیا لیکن اب شعراء ان پابندیوں پر توجہ نہیں دے رہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر وزیر آغا نے ہائیکو کے فن سے بے اعتنائی برتنے والے شعراء کو (بحوالہ اُردو ادب راولپنڈی مطبوعہ اگست ۱۹۸۵ء) یہ مشورہ دیا ہے کہ ''ہائیکو کے مزاج کو ملحوظ رکھا جائے چونکہ اُردو میں پہلے سے ثلاثی (سہ حرفی) لکھنے کا عام رواج ہے اس لئے اگر ہائیکو کے اصل مزاج کو در خور اعتنانہ سمجھا گیا تو اس بات کا خطرہ ہے کہ ہائیکو زود یا بدیر ثلاثی میں ضم ہو جائے گا'' ۱۱۶

حقیقت بھی یہی ہے اگر تین مساوی الوزن مصرعے ہی مل کر کوئی ہیئت بنتے ہیں تو پہلے ہی سے موجود ہے اور اس کا نام ثلاثی ہے۔ حفیظ تائب نے اپنی ثلاثیات کا نام کوثر یہ رکھا ہے اور انہیں ہائیکو قرار نہیں دیا۔ اردو نعتیہ ہائیکو آج کل کافی لکھے جا رہے ہیں۔

یہاں کچھ ہائیکو نعتیہ نظموں کے نمونے درج کیے جاتے ہیں۔ (یہاں ہائیکو کے محولہ بالا وزن ہی کو معیاری مانا گیا ہے)

اقبال حیدر:

فکر ہے صبح و شام
دھڑکن دھڑکن آقا کا
ذکر ہے صبح و شام ۱۱۷

سجاد مرزا:

ان کا اونچا نام
حکم خدا کے تابع ہیں
جن کے سارے کام ۱۱۷ الف

سکندر ایاز سید روشن آواز:

طیبہ جاؤں گا
اذنِ حضوری ملتے ہی
بخت جگاؤں گا ۱۱۸

احمد صغیر صدیقی:

اور لکھوں میں کیا
اُس کا نام اور اُس کا کام
''خوشبو'' ، ''سندرتا''
روشن رخشندہ
گہری کالی راتوں میں
اُس کا نام ''دیا'' ۱۱۸۔الف

ریحان کراچوی:

سب کے سب انمول
نکلے زباں سے آقا کی
پیار کے میٹھے بول ۱۱۹

مقبول نقش:

یہی وسیلہ ہے
صلّی علیٰ محمدؐ
میرا وظیفہ ہے ۱۲۰

صبیح رحمانی:

صرف مدینے میں
اور کہاں پر اُگتے ہیں
سورج سینے میں

مہکی ہیں راہیں
پھیلی ہوئی ہیں طیبہ میں
خوشبو کی باہیں

لکھئے اُن کا نام
اُجلے موسم اُتریں گے
دل پر صبح و شام

روشن ہیں چہرے
رنگ ہیں جن پر آقاؐ کی
نسبت کے گہرے ۱۲۱

نسیم سحر کے ایک نعتیہ ہائیکو ۵:۷:۵ وزن ارکان پر پورا اترتے ہیں۔

یہ بھی کیا جادو
نام نبیؐ کا لیتے ہی
لفظوں میں خوشبو ۱۲۲

تنویر پھول کے نعتیہ ہائیکو ۵:۷:۵ وزنِ ارکان کے مطابق ہیں۔ ان کے اٹھارہ نعتیہ ہائیکو قندیلِ حرم میں شائع ہوئے ہیں۔ تنویر پھول نے اپنی ہائیکو نعتوں میں کچھ بالکل نئے مضامین بھی پیش کیے ہیں، جو قابلِ ذکر ہیں مثلاً

رحمت ہی رحمت
آ کر سرورؐ نے بخشی
عورت کو عزت ۱۲۳

شارق، شفیق الدین: شفیق الدین شارق کے نعتیہ مجموعے ''نزول'' میں بیالیس نعتیہ ہائیکو ہیں، جو ہائیکو کے مخصوص وزن ۵:۷:۵ کی پابندی کے ساتھ ہیں۔ چند ہائیکو بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

آیا ایک بشرؐ
سب کے لیے رحمت بن کر
لاکھوں سلام اسؐ پر

عرش نشیں کا سلام
آپؐ کی صورت میں آیا
فرش زمیں کے نام ۱۲۴

سرور عالم آپؐ
مشرق ہو یا مغرب ہو
فخرِ آدمؑ آپؐ

سینے چمکائے
آپؐ نے نورِ ایماں سے

چہرے دمکائے
ایک نئی تاریخ
آپ نے لکھوائی جس نے
کی سب کی تنسیخ

احمد اور محمود
اور محمد بے نقطہ
نکتے لا محدود

اپنے ہوں یا غیر
ظاہر و باطن حسن ہی حسن
اول آخر خیر ۱۲۵

اب آخر میں علیم صبا نویدی کے جمع کردہ کچھ ہائیکو یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

علیم صبا نویدی:

ساون کی ڈوری
نور آور رشتوں کے بھید
انؐ کے ہاتھوں میں

بقا صدیقی (کراچی):

طیبہ کیسا ہے
گوشہ گوشہ دیکھ آئے
جنت جیسا ہے

بشیر سیفی:

اک سے اک بڑھ کر
لیکن جانِ محفل ہیں
میرے پیغمبرؐ

فاروق شکیل (حیدرآباد):

نوری پیکر ہیں
دونوں جہاں کی رحمت کا
آپؐ سمندر ہیں

عزیز احسن:

کلیاں مدحت کی
ڈالی ڈالی پھول بنیں
باغ رسالت کی

بیکل اتساہی (بلرامپور):

قرآں کی آیات
دل سے پڑھئے تو لگتی ہیں
پیارے نبیؐ کی نعت ۱۲۶

معراج جامی:

آپ ﷺ ہیں تخت نشین
پائے تخت پہ سجدہ ریز
سارے مدبرین ۱۲۷

ظفر محمد خان ظفرؔ:

اُن قدموں کی دھول
ذرّے بن گئے ہیں خورشید
کانٹے بن گئے پھول ۱۲۸

شاعر علی شاعرؔ:

سب سے کہوں یہ بات
بعد خدا کے ہے اُن کی
سب سے پیاری ذات ۱۲۹

سرشار صدیقی:

کاش ہو یوں انجام
دل میں اُن کی یاد بسی ہو
لب پر اُن کا نام

سلیم کوثر:

اُس کا نام لکھوں
جس کے نام کی برکت ہی
زندہ رکھتی ہے

محسن بھوپالی:

ہر ذرہ تازہ
کاہکشاں سے بڑھ کر ہے
طیبہ کا رستہ ۱۳۰

ہائیکو میں ہیئتی تجربہ

اقبال حیدر نعتیہ ہائیکو لکھنے والے اہم شاعر ہیں۔ اُن کے ہاں ہائیکو میں ایک ہیئتی تجربہ بھی ملتا ہے۔ وہ یہ کہ انہوں نے نوعدد ہائیکو ایسے لکھے ہیں جو ہر لحاظ سے صرف ہائیکو ہیں۔ لیکن ہر ہائیکو کے پہلے اور دوسرے مصرعوں کو آپس میں ہم قافیہ رکھنے کا التزام بھی کیا ہے۔ یوں یہ ہائیکو غزل نما بن گئے ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک نئی شعری ہیئت بن گئی ہے۔ اقبال حیدر کا نام شعری جدتوں کے حوالے سے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ اس ہیئتی تجربے پر مشتمل اُن کے نوعدد ہائیکو میں سے دو بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

دھڑکن سینے میں
صرف حرم کا منظر ہے
دل آئینے میں

روح مدینے میں
ازل ابد کی آہٹ ہے
وقت کے زینے میں ۱۳۱

ماہیا

بنیادی طور پر پنجابی صنفِ سخن ہے۔ لفظ ماہیا کی وجہ تسمیہ متعدد ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ پنجابی لفظ ماہی (محبوب) کے بعد حرف ندا (الف) بڑھا کر ماہیا بنالیا گیا ہے جس کا مطلب ہے اسے ماہی یعنی اے محبوب! چونکہ اس میں محبوب سے تخاطب ہوتا ہے لہٰذا اسے یہ نام دیا گیا ہے۔ اس کے دو وزن عموماً استعمال ہوتے ہیں۔ بلا شبہ اس کا پہلا وزن ثلاثی کا وزن بھی ہے، لیکن اصلاً یہ پنجابی کی مقامی صنف ہے اور اس کی گائیکی کی مخصوص لے اسے دیگر اصناف سے مختلف پہچان دیتی ہے۔

۱۔ فعلن فعلن فعلن
فعلن فعلن فعلن...... فعلن فعلن فعلن

۲۔ فعلن فعلن فعلن
فعلن فعلن فع ...... فعلن فعلن فعلن

نعتیہ ماہیوں کے کچھ نمونے درج ذیل ہیں۔

امین خیال:

رتبے میں رفیع ہوں گے
پاک نبیؐ میرے محشر میں شفیع ہوں گے

امتیاز شاہین:

محبوب زمانہ ہے
ذات محمدؐ کی ، رحمت کا خزانہ ہے

فراز حامدی:

کہہ دوں گا قیامت میں
شافعِ محشر سے ، ہوں آپ کی امت میں ۱۳۲

جاوید گلزار، ڈاکٹر: ان کی کتاب ''گلزارِ نعت'' اردو نعتیہ ماہیوں پر مشتمل ہے۔ جس میں کل ۱۵۳ نعتیہ ماہیے ہیں۔ ان کے متعلق حفیظ تائب کتاب کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

''(ڈاکٹر جاوید گلزار نے) ایک منفرد نوعیت کا کام کیا ہے اور وہ نعت کی پھولتی پھلتی روایت میں ماہیا کا غالباً پہلا مجموعہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔'' ۱۳۲۔

''ڈاکٹر جاوید گلزار نے اردو میں رومانوی ماہیے لکھنے والے شعراء کی طرح پنجابی ماہیے کی اصل ہیئت میں تھوڑی سے تبدیلی کر کے اسے ہم بحر تین مصرعوں والی سہ مصرعی منظومات بنا دیا۔ یوں اردو نعت میں ایک اور باقاعدہ صنف کا اضافہ ہوا ہے جسے ماہیا ہی کہا جائے گا۔'' ۱۳۳

''نعتیہ ماہیوں میں نعت مبارک کا قریب قریب ہر مضمون خوبصورتی سے بیان ہوا ہے، ان میں سیرت اطہر کے عکس بھی ہیں۔ اور حضرت رسالت مآب کی تعلیمات کی طرف اشارے بھی ہیں گویا ان چھوٹے چھوٹے نعت پاروں میں کئی بڑے بڑے مضمون سموئے گئے ہیں۔'' ۱۳۴

ان کے نعتیہ ماہیوں کی مثالیں درج ذیل ہیں:

ہمت ہے کہاں میری
میں نعت کہوں کیسے ، عاجز ہے زباں میری

اک بار چلے جائیں
پھر کوئے مدینہ سے ، واپس نہ کبھی آئیں

شیطان کا سر پھوڑا

تبلیغ محمدؐ نے ، ہر کفر کا منہ موڑا
رحمت کی فضا دیکھیں
جب سوئے عرب جائیں ، ہم غارِ حرا دیکھیں
اب حال یہ میرا ہے
آقا کی جدائی میں ، دل درد کا ڈیرا ہے ۱۳۵

ڈاکٹر جاوید گلزار اردو نعتیہ ماہیے کی تاریخ میں یہ تخصص رکھتے ہیں کہ انہوں نے (۱۵۳) نعتیہ ماہیے لکھے ہیں لیکن کسی ماہیے میں اپنا تخلص استعمال نہیں کیا۔ سبحان اللہ! یہ بے لوث فدا کاری کا جذبہ قابلِ تحسین ہے۔ آج کے دور میں جب کہ اکثر و بیشتر لوگ نام و نمود کی خواہش میں کیا کچھ نہیں کر جاتے۔ شاعر کا اتنا اخلاص کہ وہ دربارِ رسالت میں اس عجز سے خود کو پیش کرتا ہے کہ کہیں اپنا تخلص استعمال نہیں کرتا۔ دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ کریم انہیں بہترین جزا سے نوازے۔

محمد یعقوب فردوسی: ان کے چھ نعتیہ ماہیے کتابی سلسلہ ''خوشبوئے نعت'' میں شائع ہوئے۔

ہاں عشق میں کھو جاؤ
شہرِ محمدؐ کے ، سب عاشق ہو جاؤ
خوابوں کا سفینہ ہو
آخری سانسیں ہوں ، نظروں میں مدینہ ہو ۱۳۶

نسیم سحر: نے بھی نعتیہ ماہیے لکھے ہیں۔ پہلے مصرعے کو تیسرے مصرعے کے ساتھ ہم قافیہ بھی کیا ہے اور پہلے مصرع کو بے معنی بھی نہیں ہونے دیا۔

کیا شان مدینے کی
ہے تانگ مرے ، دل میں ہر آن مدینے کی
رستہ ہے مدینے کا
ہر ایک قدم مجھ کو ، پیغام ہے جینے کا ۱۳۷

تنویر پھول: ان کے ہاں نعتیہ ماہیے ملتے ہیں۔ انہوں نے پہلے مصرع کو بھی بامعنی بنایا ہے۔

تخلیق کا مقصد ہیں
لولاک لما والےؐ ، احمد ہیں، محمد ہیں
وہ خلق مجسم ہیں
دشمن بھی اماں پائے ، وہ رحمتِ عالم ہیں
باطل کے مٹے سائے
وحدت کی ضیا پھیلی ، سرکارؐ یہاں آئے

ساحر شیوی: یہ برطانیہ میں رہائش پذیر ہیں۔ ان کے کچھ ماہیے شاکر کنڈان نے ''عقیدت'' میں شائع کیے ہیں۔

عصیاں کا مارا ہے
حشر میں ساحر کو ، ان کا ہی سہارا ہے
جانا ہے مدینے میں
روضۂ اقدس کی ، ہے آرزو سینے میں
جب آقا ہوئے پیدا
آپؐ کی ہستی پر ، ہوا سارا جہاں شیدا ۱۳۸

قمر (نذیر اے): یہ سپین میں رہائش پذیر ہیں ان کے کچھ نعتیہ ماہیے ''عقیدت'' میں شائع ہوئے ہیں۔

لفظوں میں عقیدت کا
رہ جائے بھرم آقا ، ترے ساتھ محبت کا

اشکوں کی قطاریں ہیں
سوچوں میں مدینہ ہے ، ہر سمت بہاریں ہیں
تن عشق میں گل جائے
سرکارؐ کے روضے پر ، مری جان نکل جائے
کیا درسِ محبت ہے
دشمن پہ کرم کرنا ، سرکارؐ کی سنت ہے ۱۳۹

لالہ صحرائی: ان کے نعتیہ مجموعہ نعت سویرا میں (۱۸) نعتیہ ماہیے شامل ہیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ کیجئے۔

آیا ہوں مدینے میں
طوفان ہے دنیا میں ، اور میں ہوں سفینے میں ۱۴۰
آیا ہوں مدینے سے
آنکھوں میں ہے چاندی سی ، آنسو ہیں نگینے سے ۱۴۱

انور مینائی: ان کے ہاں دونوں وزن کے دو ہے (دوسرا مصرع مختصر اور مساوی الوزن) ملتے ہیں۔

توقیر محمدؐ کی
لفظوں میں ہے میرے ، تنویر محمدؐ کی
عرفان کی منزل ہے
ارشاد ہے حق کا ، انسان وہ کامل ہے ۱۴۲

صائم چشتی: ان کے نعتیہ مجموعے "یا محمدؐ" میں (۱۸) ماہیے ہیں۔ نمونہ درج ذیل ہے۔

والفجر حسیں چہرا
واللیل تری زلفیں ، یٰسین ترا سہرا
والشمس ہے پیشانی
خورشید پہ غالب ہے ، رخسار کی تابانی ۱۴۳

محمد اقبال نجمی:

ہر سمت سویرے ہیں
دیکھ آئے مدینہ جو ، پرنور وہ چہرے ہیں ۱۴۴

حیدر قریشی:

سب صبحوں کا تاج ہوئی
رحمت عالم کو ، جس شب معراج ہوئی
پھیلے تھے اُجالے سے
کملی والے کے ، پُر نور حوالے سے ۱۴۵

پروفیسر ظریف خاں:

طیبہ سے ہوا آئی
جھونکے ہیں معطر سب ، خوشبوئے نبیؐ لائی ۱۴۶

تنویر پھول:

وہ ﷺ طیبہ کے والی
رحمت ہی رحمت ، سب نبیوں سے عالی ۱۴۷

افضال احمد انور:

دو جگ ہیں تحیر میں
جبریل زبوں صیدے ، والیل تصور میں
اس شان پہ جاں واری
سرکارؐ کی ہر نسبت ، کونین سے ہے پیاری ۱۴۸

محمود گیلانی سیّد:

مونڈھے کملی کالی ہے
ایسے وہ سخی جن کی ، ساری دنیا سوالی ہے ۱۴۹

انوار فیروز:

جب طیبہ کو جائیں گے
ہم اپنے گناہوں پر ، آنسو ہی بہائیں گے ۱۵۰

وائی

وائی سندھی ادب کی ایک صنفِ سخن ہے۔ اس میں مطلع کا دوسرا مصرع ہر شعر کے بعد دہرایا جاتا ہے۔ شاہ عبدالطیف بھٹائی کا کلام بھی اس صنف سخن میں پایا جاتا ہے۔" ۱۵۱

تنویر پھول: ان کی یہ نعتیہ نظم اسی صنفِ سخن "وائی" میں ہے۔

بنایا ہے رب نے انہیں سب کا رہبر
وہی میرے آقا وہی میرے سرور
محمد کے صدقے میں دنیا بنی ہے
وہ مطلوبِ حق ہیں وہ محبوب داور
وہی میرے آقا وہی میرے سرور
انہیں کا ہے محشر میں ہم کو سہارا
شفاعت کریں گے وہی روز محشر
وہی میرے آقا وہی میرے سرور
خمستانِ عالم کو ٹھکرا دیا ہے
پلائیں گے ہم کو وہی جامِ کوثر
وہی میرے آقا وہی میرے سرور
ہمارے دلوں میں ہے ان کی محبت
ہمارے دل و جان قربان انؐ پر
وہی میرے آقا وہی میرے سرور
گنہگار ہوں اُمتی انؐ کا لیکن
ہے ان کے کرم سے مرا حال بہتر
وہی میرے آقا وہی میرے سرور
عنایت کی اس پر نظر وہ کریں گے
لیے چشم تر آیا ہے پھولؔ احقر
وہی میرے آقا وہی میرے سرور ۱۵۲

ترانہ

نظم کی ایک خاص قسم، جس میں کسی ملک، شہر یا ادارے کی شان و شوکت کا بیان ہوتا ہے۔ ترنم اس کی لازمی شرط ہے کیونکہ اسے گایا جاتا ہے البتہ اس کے لئے کوئی مخصوص شعری ہیئت، وزن یا قوافی کی ترکیب متعین نہیں۔ اردو میں نعتیہ ترانے بھی لکھے گئے ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

حافظ لدھیانوی: یہ نعت کے بہت معروف شاعر ہیں۔ انہوں نے بیس سے زیادہ نعتیہ مجموعے اردو ادب کی جھولی میں ڈالے ہیں۔ ان کی شہرت کا دارومدار زیادہ تر نعتیہ غزلوں پر ہے۔ انہوں نے مدینہ منورہ کے حوالے سے نعتیہ ترانے بھی لکھے ہیں۔ حفیظ تائب کے بقول مدینہ منورہ کے نعتیہ ترانے لکھنے میں حافظ لدھیانوی کو اوّلیت کا شرف حاصل ہے۔ ۱۵۳ ان کے ایک ترانے کا عنوان ہے "یہ شہر محبت ہے" یہ مربع ترجیع بند کی ہیئت میں ہے اس کے کل سات بند ہیں۔ دو بند بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

شاداب نگاہیں ہیں رنگین نظاروں سے — خوشبو ہے ہواؤں میں پر کیف بہاروں سے
ہر سانس معطّر ہے مہکا ہوا سینہ ہے — یہ شہر محبّت ہے، یہ شہر مدینہ ہے
ہر آن فضاؤں سے انوار برستے ہیں — اک نور کی چادر میں لپٹے ہوئے رہتے ہیں
مہتاب کی کرنیں ہیں یا نور کا زینہ ہے — یہ شہر محبت ہے، یہ شہر مدینہ ہے ۱۵۴

دوسرے ترانے کا تعلق بھی توصیف مدینہ سے ہے۔ اس کا عنوان فردوس نظر ہے۔ اس نظم کے نو بند ہیں۔ دو بند بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

تو رحمت سرکار کا عنوان جلی ہے — رسم و رہ الفت ترے کوچے سے چلی ہے
دامن میں ترے رنگ بہار ازلی ہے — ہر چیز تری نور کے سانچے میں ڈھلی ہے
فردوس نظر ہے ترا ہر خطۂ شاداب
اے قریۂ مہتاب

تابندہ ترے نور سے ہے فکر کا ایواں — ہوتا ہے تری یاد سے پلکوں پہ چراغاں
زینت ہے مرے شعر کی ترا رخ تاباں — مہکا ہے ترے حسن سے کونین کا داماں
فردوس نظر ہے ترا ہر خطۂ شاداب
اے قریۂ مہتاب ۱۵۵

حافظ لدھیانوی کے نعتیہ مجموعے "صلّ علی النبیؐ" میں بھی نعتیہ ترانے شامل ہیں۔
"ترانہ مدینہ منورہ" کے عنوان سے ان کے تین نعتیہ مدنی ترانے اس کتاب میں موجود ہیں۔ پہلے ترانے کے دو بند درج ذیل ہیں:

اس کی فضائیں عنبر فشاں ہیں — شادابیوں کا دلکش جہاں ہے
وجہ سرور و آرامِ جاں ہیں — آرامِ جاں کی اس میں صورت
شہرِ نبیؐ ہے شہرِ لطافت
اللہ اکبر، اللہ اکبر

ختم الرسل کا اس میں حرم ہے — تنویرِ ایماں، درمانِ غم ہے
فرقت میں جس کی ہر آنکھ نم ہے — ہر چشمِ نم کو جس کی ہے حسرت
شہرِ نبیؐ ہے شہرِ لطافت
اللہ اکبر، اللہ اکبر ۱۵۶

حافظ کے نعتیہ مجموعے "یا صاحب الجمال" میں بھی "ترانہ مدینہ منورہ" کے عنوان کی نظم ملتی ہے۔

حافظ لدھیانوی کے ایک اور نعتیہ مجموعے "قرآن ناطق" میں بھی ترانہ مدینہ منورہ کے زیر عنوان ایک خوبصورت نعت درج کی گئی ہے۔ بظاہر یہ مخمس مستزاد کی ہیئت میں ہے لیکن شاعر نے اسے ترانہ قرار دیا ہے۔ اور یہ اپنی غنایت و مضامین کی رو سے ترانہ ہی قرار پائے گا۔ قرآن ناطق میں درج یہ ترانہ وہی ہے جو ان کی کتاب مطلع فاراں میں فردوس نظر کے عنوان سے موجود ہے۔ جس کے دو بند اوپر درج ہو چکے ہیں۔

مندرجہ بالا مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ حافظ لدھیانوی نے جن مدنی ترانوں کی بنیاد رکھی ان کا ایک قابلِ قدر نمونہ بھی چھوڑا۔ ان ترانوں میں مدینہ منورہ سے شاعر کی محبت بھری ہوئی ہے۔ وہ غنائیت اور والہانہ پن جو ترانے کی جان ہوتا ہے، یہاں بھی موجود ہے۔ ترانے کا اہم مقصد دوسروں کے دل میں اُس سرزمین کی محبت پیدا کرنا، اس کی عظمتوں کے ذکر سے اس کی شان و شوکت کو واضح کرنا ہوتا ہے اور یقیناً یہ مقصد حافظ لدھیانوی کے مدنی ترانوں میں مصرع مصرع سے ظاہر ہو رہا ہے۔ مدینہ منورہ سے متعلق ترانوں کے باعث بھی حافظ کا نام زندہ رہے گا۔

مظفر وارثی: ان کا نعتیہ ترانہ بھی بہت مشہور ہے۔ ریڈیو ٹی وی پر اس کی بہت پذیرائی ہوئی ہے۔ بطور نمونہ اس کا یہ حصہ ملاحظہ کیجئے۔

حی علیٰ خیرالعمل

آنکھیں بچھا پیروں تلے
جن پر مرے آقاؐ چلے
چل تو بھی اُن راہوں پہ چل
حی علیٰ خیر العمل

اپنی طرف تکتا نہیں
تجھ سا کوئی یکتا نہیں
جھونکا کسی طوفان کا
تجھ کو بجھا سکتا نہیں
کر بیعتِ عشق و وفا
بن جا چراغِ مصطفیٰؐ
سینے میں جل، ہاتھوں پہ جل
حی علیٰ خیر العمل(۱۵۶)

مسلم (ابوالامتیاز ع۔س۔مسلم، پ ۱۹۲۲ء): انھوں نے ایک طویل نعت بصورت ترانہء مدینہ منورہ لکھی ہے۔ دو سو سے زائد اشعار پر مشتمل اس ترانہ کے کچھ منتخب شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

بھگو کے اشکوں سے اپنا دامن
نہال ہوں پا لیا ہے مائن

ملی ہے منزل، ملا نشیمن
سفینہء آرزو کو پٹن
ہدایتوں رحمتوں کا مسکن
محبت و مغفرت کا گلشن
خزائنِ دو جہاں کا مخزن
غبار رُوپا، خزف ہے کندن
یہ در محمدؐ کا آستاں ہے
یہی مری خُلدِ آشیاں ہے
بہارِ دائم ہے بے خزاں ہے
بہشتِ دل، روضہء جناں ہے
دیارِ جاں ہے، قرارِ جاں ہے
جہاں میں ایسا جہاں کہاں ہے
امینِ پیغامِ لا مکاں ہے

زمیں کا مہماں آسماں ہے
قدم قدم سیر کہکشاں ہے
سراجِ حق کا چراغ واں ہے
یہیں ملی ہے پناہ مجھ کو
عطائے عفوِ گناہ مجھ کو ۱۵۷

اس نظم کی طوالت ترانے کی صنف سے ہم آہنگ نہیں لیکن معاونی و ترنم کی خوبیاں وہی ہیں جو کسی ترانے میں ہونی چاہئیں۔

عزیز بگھروی (دہلی): ان کا ''ترانہ'' مخمس کی ہیئت میں ہے۔ اس ترانہ کے دس بند ہیں۔ دو بند درج ذیل ہیں تا کہ ان کی نعتیہ چمک دیکھی جاسکے۔

ہم دینِ محمدؐ کے وفادار سپاہی — اللہ کے انصار و مددگار سپاہی
اسلام کی عظمت کے نگہدار سپاہی — باطل کو کسی طور گوارا نہ کریں گے
مر جائیں گے ایمان کا سودا نہ کریں گے

خوشنودیِ رب مقصدِ ہستی ہے ہمارا — قرآن ہی دستورِ اساسی ہے ہمارا
قائد بھی محمد سا مثالی ہے ہمارا — اب ہم کسی رہبر کی تمنا نہ کریں گے
مر جائیں گے ایمان کا سودا نہ کریں گے ۱۵۸

بیکل اتساہی: انہوں نے ''ترانہ میلاد'' زیبِ قرطاس کیا ہے۔ نظم مربع ہیئت میں ہے لیکن آغاز میں دو چھوٹے مصرعے اور ایک دوہرا مصرع ہے۔ نظم کا آہنگ و انداز ترانے ہی کا ہے۔ خود بیکل نے بھی اسے ترانہ ہی کہا ہے جیسا کہ اس کے عنوان ''ترانہ میلاد'' سے ظاہر ہے۔

ہر کلی سیم تن
ہر روش گلبدن
یہ ہے ذکرِ شہ دوسرا کا چمن
قمقموں میں مہ و مہر آئے اتر
آج ذروں کا ہے آسماں پر گزر
سب ستارے جھکے یہ سماں دیکھ کر
کس قدر دلنشیں ہے زمیں کی پھبن
آج حور و ملک کا ہے میلہ لگا
صحنِ ہاشم میں ہے جلسۂ انبیاء
ہر زباں ہر نفس نغمۂ مرحبا
سادگی میں سمٹ آیا ہے بانکپن
ہر طرف نور و رحمت کی بوچھار ہے
بخت سویا ہوا آج بیدار ہے
جو تھا مجبور وہ آج مختار ہے
ہے یتیموں غریبوں کی دنیا مگن ۱۵۹

بیکل اتساہی کی نعتیہ نظم ''جشنِ میلاد'' ایک نعتیہ ترانہ ہے۔ اشعار کی پیشکش، مصرعوں کی لمبائی، لفظوں کی کھنک اور آخر میں نعرے کی باقاعدہ گونج اسے کامیاب نعتیہ ترانہ بنا رہی ہے۔

آج جشنِ عیدِ میلاد النبیؐ کی دھوم ہے
دونوں عالم میں سکونِ زندگی کی دھوم ہے
آج کے دن سج کے بل کھاتی ہے دولہن کائنات
نعرۂ تکبیر .... اللہ اکبر

عرش ہے عرشِ بریں، اک نور کی برسات ہے
رات کے پہلو میں دن ہے، دن میں شامل رات ہے
صدقۂ رحمت کو پھیلائے ہے دامنِ کائنات
نعرۂ تکبیر .... اللہ اکبر
نعرۂ تکبیر سے عرشِ بریں کو چوم کے
پڑھتے جاؤ نعتِ سرکارِ دو عالم جھوم کر
واری جاتی ہے بلائیں لے کے تن من کائنات
نعرۂ تکبیر .... اللہ اکبر ۱۶۰؎

بکل اتساہی کا ایک اور ترانہ مولودِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر ہے۔ اس کا عنوان شاعر نے ''جشنِ میلاد'' رکھا ہے۔ ترانے کی اہمیت کے پیشِ نظر یہ نعتیہ نظم بھی درج کی جاتی ہے۔

جشنِ میلاد ہے ہر نظر شاد ہے
رقص میں ہے سارا جہاں السلام اے شہِ دو جہاں
جھومتی ہے بہارِ چمن، بلبلوں کی ہے دنیا مگن
نورِ وحدت کی پہلی کرن، رحمتوں کی سجی انجمن
عشق سرشار ہے حسن انوار ہے
کھل اٹھا عشق کا گلستاں السلام اے شہِ دو جہاں
عرش تا فرش چرچا ہوا، لائے تشریف نورِ خدا
ہر زباں پر صلی علیٰ، حور و غلماں کہیں مرحبا
ستھرا ارمان ہے نکھرا ایمان ہے
آدمیت نے پائی زباں السلام اے شہِ دو جہاں
آج حسرت ہے کتنی حسیں، سب امیدیں بنیں مہ جبیں
آج آنکھوں میں آنسو نہیں، ہے مسرت بڑی دلنشیں
روح کی تازگی جان کی دلکشی
مل گئی زندگی کو اماں السلام اے شہِ دو جہاں ۱۶۱؎

سانیٹ

چودہ مصرعوں پر مشتمل یورپی صنفِ سخن ہے۔ سانیٹ اطالوی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی ہیں مختصر آواز، اصطلاحاً ایک مخصوص ہیئت پر مشتمل نوعِ سخن ہے جو مغرب سے یہاں درآمد ہوئی۔ اس کی ہیئت کے بارے میں شمیم احمد لکھتے ہیں:

''سانیٹ کی بنیادی ہیئت یہ ہے کہ اس کے چودہ مصرعے آٹھ اور چھ...... آٹھ، چار، دو...... چار، چار، چار، دو .... چار، چار، چھ میں تقسیم ہو سکتے ہوں۔ اس کے قوافی کی ترتیب بھی مختلف سانیٹوں میں مختلف رہی ہے۔ ۴:۴:۷ اطالوی لفظ ''سانیتو'' سے مشتق یہ ہیئت انگریزی شاعری میں تین صورتیں رکھتی ہیں۔''

۱۔ اطالوی شاعر پیٹرارک کے نام پر ''پیٹرارکی سانیٹ''
۲۔ شیکسپیر کے نام پر ''شیکسپیری سانیٹ''
۳۔ اسپنسر کے نام پر ''اسپنسری سانیٹ''

پیٹرارکی سانیٹ کے چودہ مصرعے دو ٹکڑوں میں منقسم ہوتے ہیں۔ پہلا ٹکڑا چار چار مصرعوں کے بندوں میں ہوتا ہے۔ اس میں ہم قافیہ مصرعوں کی نوعیت اس طرح ہوتی ہے۔

پہلا......چوتھا......پانچواں......آٹھواں　　　　دوسرا......تیسرا......چھٹا......ساتواں

قافیہ "الف"　　　　قافیہ "ب"

اس طرح پورے ٹکڑے کی یہ شکل بنی: الف ب ب الف / الف ب ب الف

پیٹرارکی سانیٹ کا دوسرا ٹکڑا تین تین مصرعوں کے دو بندوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ پہلے حصے کے برخلاف اس حصے کا قافیائی نظام لچکدار ہوتا ہے، یعنی اس میں ہم قافیہ مصرعوں کی ترتیب میں وہ سختی نہیں ہوتی جو پہلے حصے میں ہے۔ مگر اس کی بھی تین سے زیادہ ترتیبوں کی اجازت نہیں ہوتی۔ ہم قافیہ مصرعوں کی یہ تین ترتیبیں اس طرح ہیں۔

۱۔ ج د ج......د ج د: اس کے مطابق ہم قافیہ مصرعے یوں ہوں گے۔ نواں، گیارہواں، تیرہواں / دسواں، بارہواں، چودہواں

۲۔ ج د ہ......ج د ہ: اس کے مطابق ہم قافیہ مصرعے اس طرح ہوتے ہیں۔ نواں، بارہواں / دسواں، تیرہواں / گیارہواں، چودہواں۔

۳۔ ج د ہ ...... د ج ہ: اس میں ہم قافیہ مصرعوں کی یہ صورت ہے۔ نواں، تیرہواں / دسواں، بارہواں / گیارہواں، چودہواں۔

خارجی طور پر دو حصوں میں منقسم ہونے کے باوجود یہ ہیئت معنوی طور پر مربوط ہوتی ہے۔ ۱۶۲

سانیٹ میں کسی بھی قافیائی ترتیب کے ساتھ ردیف بھی ہو سکتی ہے اور صرف قافیہ بھی، سانیٹ کسی بھی عروضی وزن میں کہا جا سکتا ہے اس کے لئے اردو میں کوئی خاص بحر معین نہیں۔ نامناسب نہ ہوگا اگر یہاں بعض انگریزی لغات میں موجود، سانیٹ سے متعلق معلومات ذیل میں درج کر دی جائیں۔ اس سلسلے میں گرولیئر انٹرنیشنل ڈکشنری میں درج ہے:

"A 14-lines poetic form usually made up of an octave and a sestet embodying the statement and the resolution of a single theme". (163)

ہیزی سیسل کا کہنا ہے۔

"Short poem of fourteen iambic lines, the regular or petrarchan form being divided into an octave of eight lines, rhyming abbaabba, and a sestet of six lines with two or three rhymes variously arranged". (164)

ای۔ ایم۔ کرک پیٹرک نے یہ معلومات فراہم کی ہیں۔

"A short (sep - lyricsl) poem: now always one of fourteen lines of ten or eleven syllables, rhymed according to one or other of certain definite schemes, forming an octave and a sestet, properly expressing two successive phases of one thought". (165)

دی نیو انٹرنیشنل ویبسٹرز ڈکشنری میں تحریر ہے۔

"A poem of fourteen decasyllabic or (rarely) octosyllabic lines, originally composed of an octave and a sestet, properly expressing two successive phases of a single thought or sentiment". (166)

دی ریڈرز ڈائجسٹ گریٹ انسائیکلوپیڈیک ڈکشنری میں سانیٹ کے متعلق یہ معلومات درج ہیں۔

"Poem of 14 lines arranged according to any of various definite schemes, each line having normally ten syllables in English verse, divided into an octave of 8 lines rhyming abba abba and a sestet of 6 lines with three rhymes more freely arranged". (167)

سیلے ویمبیئر نے یہ معلومات فراہم کی ہیں۔

"A poem that has 14 lines, each containing 10 syllables, and fixed pattern of rhyme". (168)

ڈبلیو۔ ٹی۔ کننگھم　　نے سانیٹ کے حوالے سے لکھا ہے۔

"A poem of fourteen lines of equal length following one of two recognized rhyme-Schemes". (196)

سانیٹ کے متعلق مارٹن گرے نے بیان کیا ہے۔

"A lyric poem of fixed form: 14 lines of IAMBIC PENTAMETER rhymed and organized according to several intricate schemes. The 14 lines can be divided variously into a mixture of OCTAVE (eight lines) and SESTET (six lines) or three QUATRAINS (of four lines each) and a couplet. In general the ideas developed

in a sonnet accord loosely with these divisions.

1)The Petrarchan or Italian sonnet: octave and sestet rhymed abbaabba, cdecde (cdcdcd).

2)The Spenserian Sonnet: three quatrains and a couplet, rhymed abab, bcbc, cdcd, etc.

3)The Shakesperean or English sonnet: similarly divided, but usually rhymed abab, cdcd, efef, etc". (170)

اے۔آر۔انجم کے بقول:

"A poem of 14 lines with definite schemes, having two part: the octave or octet consisting of first eight lines, and the sestet of the last six lines with often a pause in the thought after the first part". (171)

جے۔اے۔کڈن نے سانیٹ کے متعلق وہ تمام معلومات یکجا کردی ہیں جو ہمیں مختلف لغات میں بکھری ہوئی ملتی ہیں۔کڈن کے مطابق سانیٹ کا لفظ اطالوی زبان کے لفظ سونیٹو (جس کا مطلب ہے ایک مختصر گیت) سے ماخوذ ہے۔یہ چودہ مصرعوں پر مشتمل ہے مختصر نظم ہوتی ہے۔جس کے قوافی کا نظام متعین ہے۔کڈن نے اس کی تین اقسام کا بھی ذکر کیا ہے۔

"The term derives from the Italian Sonetto a 'little sound' or 'song'. Except for the curtal sonnet the ordinary sonnet consists of 14 lines, usually in iambic pentameters with considerable variations in rhyme scheme. The three basic sonnet forms are: (a) the Patrarchan, which comprises an octave rhyming abbaabba and sestet rhyming cdecde or cdcdcd, or in any combination except a rhyming couplet; (b) the Spenserian of three quatrains and a couplet, rhyming abab, bcbc, cdcd, ee; (c) the Shakerspearean, again with three quatrains and a couplet, rhyming abab, bcbc, cdcd, efef, gg". (172)

اردو میں نعتیہ سانیٹ

علیم صبا نویدی: اردو میں علیم صبا نویدی نے اردو نعتیہ سانیٹ کا پہلا مجموعہ مدراس (انڈیا) سے ۱۹۹۰ء میں شائع کیا۔اس میں علیم صبا نویدی کے ۶۴ سانیٹ نعتیہ ہیں۔ڈاکٹر گیان چند نے اس کی تحسین کی ہے۔

''اس مجموعہ ''نور السمٰوت'' کی ہر نظم ایسی پختہ کار اور شعری خوبیوں سے مالا مال ہے کہ باج اعتراف طلب کرتی ہے۔جیسا ارفع موضوع ہے شاعر نے اسے اس کے شایانِ شان طریقے سے نباہا ہے۔'' ۱۷۳

یہاں بطور نمونہ علیم صبا نویدی کے تین سانیٹ درج کیے جاتے ہیں۔

زمیں، چاند، سورج فلک سجدہ ریز
ہواؤں کے دامن میں کیف و طرب
بہاروں کے سرمست ہیں روز و شب
گلستاں ہے جنت بد اماں نصیب
درخشاں ہے ہر سو جمالِ حبیب
حیات آفریں ذہن و دل کا جہاں
معطر مناظر، منور سماں
کہ رحمت ہے ہر چیز پر جلوہ ریز
شہنشاہِ دیں کا یہ فیضان ہے
یہ سانسوں کی دھڑکن، لہو کا سفر
یہ ہونٹوں کی جنبش، بیاں کے گہر
محمدؐ کا ہر شے پہ احسان ہے
محمدؐ نہ ہوتے تو ہوتے نہ ہم
نہ اظہار ہوتا، نہ نقشِ قلم

ظاہر باطن نورانی
دامن میں خوشبو ان مول
ان مٹ جوہر میٹھے بول
سانسیں دھڑکن قرآنی
صورت سیرت پاکیزہ
ہونٹوں پر اللہ کا نام
رحمت برسے صبح و شام
دل میں نیت پاکیزہ
مثلِ آئینہ ہے دل
محوِ عبادت روز و شب
سینہ میں پنہاں ہے رب
نورانی ہے ہر محفل
حسبی ربی جل اللہ
نورِ محمد صلی اللہ

-3

جمالِ نگاہِ دو عالم محمدؐ
زمین و فلک کا مقدر محمدؐ
مکاں لامکاں میں منور محمدؐ
ہر اک شے سے افضل، مقدم محمدؐ
مدینہ کے جلووں کا سالار تنہا
ہدایت کا خورشید ضو بار پہلا
دو عالم کی امت کا دلدار پہلا
نبوت کا روشن وہ مینار تنہا
زمین و فلک جس پہ قرباں ہوئے ہیں
ستاروں نے سیکھا ہے جس سے مہکنا
بہاروں نے سیکھا ہے جس سے مہکنا وہ جس کے عود تک ثنا خواں ہوئے ہیں
خدا بھی ہے شیدائی اس کا نویدی
یہ ہے رازِ محبوبیت بے مثالی

رشید وارثی: ان کے ہاں دو نعتیہ سانیٹ ملتے ہیں۔ ایک سانیٹ بطور نمونہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ یہ سانیٹ قواعد و ضوابط کے مطابق اپنی ہیئت کے عین مطابق ہے۔ مضمون کا تسلسل، جذبے کی فراوانی اور عقیدے کی پختگی نمایاں ہے:

رواں دواں ہے دو عالم میں فیض عشق رسولؐ
اسی گھٹا سے ہے بارانِ رحمتِ باری
فزوں اسی سے ہے امکانِ رحمت باری
عیاں ہے گلشن آدم میں فیضِ عشق رسول
گلوں میں سبزہ و شبنم میں فیضِ عشق رسول
شعاع مہر میں رقصاں ہے اس کی تابانی
اسی ضیاء سے درخشاں ہے قلبِ انسانی
حرم میں موجۂ زم زم میں فیضِ رسولؐ
اسی سے خلد بداماں فضائے امکاں ہے

سوادِ کون و مکاں میں مہک اسی کی ہے۔
قبائے صبح میں ساری دمک اسی کی ہے
بشر کی شکل میں ظاہر وہ نورِ یزداں ہے
چراغ عشقِ محمدؐ سے ہے جہاں روشن
ازل سے اسمِ نبیؐ سے ہے لامکاں روشن ۴۷۴؎

گوہر ملسیانی: انہوں نے بھی نعتیہ سانیٹ لکھے ہیں۔نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں۔

بے تاب روح، شوق سے معمور ہوگئی
جب ذکرِ حسنِ رحمتِ عالم ہوا شروع
لب پر درود پاک بھی پیہم ہوا شروع
اسوہ رسول پاک کا ہے زندگی کا نور
فکر و عمل کی روشنی نورِ حیات ہے
منزل کا ہے سراغ تو غم سے نجات ہے
خیرالبشرؐ کی ایک، جھلک روح کا سرور
گلشن مرے خیال کا مہکا ہے نعت سے
کتنے حسین رنگ ہیں سوچوں کے ہر طرف
جیسے بہارِ موسمِ گل میں ہو گل بکف
دل کو وفورِ شوق بھی ملتا ہے نعت سے
یادِ خدا کو دل میں رکھو سرخ رو رہو
گوہر لوائے سیرت اطہر ک تھام لو! ۴۷۵؎

سجاد مرزا: انہوں نے بھی نعتیہ سانیٹ لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ان کا ایک سانیٹ ملاحظہ فرمائیں۔

حریم دل میں بہاروں کے قافلے اترے
زباں پہ جب بھی حبیب خدا کا نام آیا
فضائے شہرِ دل زار جگمگانے لگے
دیارِ سیدِ والا سے گر پیام آیا
افق سے تابہ افق روشنی کے ہالے ہیں
اسی کا پیار، محبت بٹی ہے لوگوں میں
اسی نے آکے دلوں کے نگر اجالے ہیں
اسی کے خلق کی دولت بٹی ہے لوگوں میں
وہی حسین ہے ایسا کہ جس کے آنے سے
زمیں سے تابہ فلک نور ہے فضاؤں میں
تھے انتظار میں مرسل جو اک زمانے سے
وہ آگیا تو اثر آگیا دعاؤں میں
اسی کے آنے سے رنگِ حیات بدلا ہے
یہ سچ ہے اس نے رخِ کائنات بدلا ہے ۴۷۶؎

محمد اقبال نجمی: انہوں نے حصول رحمت وبرکت کے لیے نعتیہ سانیٹ لکھے ہیں۔ان کا لہجہ مترنم فکر انگیز اور محبتِ رسولؐ میں ڈوبا ہوا ہے۔ان کے مجموعۂ نعت ''خیراتِ مدحت'' سے ایک سانیٹ ملاحظہ فرمائیں۔

مل گیا پیغامِ رحمت کھل اٹھا دل کا گلاب
یہ شجر عمر رواں کا کس قدر تھا بے ثمر

مل گئیں شادابیاں جب ہوگئی ان کی نظر
شوق کی تنویر سے روشن ہوئے سب میرے خواب
آسمانِ دل پہ چھائے رحمتِ حق کے سیماب
میں کہ تھا اک خشک پتا سبز مجھ کو کردیا
نور اپنی چاہتوں کا میرے من میں بھر دیا
اس طرح سے وا ہوا ان کے کرم کا ماہتاب
دیدۂ پرشوق نے منظر سہانے پالیے
اس عرب کے چاند کا ہم کو اجالا مل گیا
ایسی نعمت مل گئی سارے خزانے پالیے
ان کے در پر جب گئے ہم کو سویرا مل گیا
رحمتیں ہی رحمتیں ہیں اپنا دامن تنگ ہے
چاہتیں ہی چاہتیں ہیں اپنا دامن تنگ ہے ۱۷۷؎

تنویر پھول: ان کے کچھ سانیٹ ان کے نعتیہ مجموعے قندیلِ حرا میں ملتے ہیں۔ فنی لحاظ سے یہ سانیٹ کے ضروری لوازم پورا کرتے ہیں لہذا تنویر پھول کو ایک کامیاب سانیٹ نگار کہا جاسکتا ہے۔ ان کا ایک نعتیہ سانیٹ بطور نمونہ درج ذیل ہے

تخلیقِ کائنات کا حاصل ہیں مصطفےٰ
صدقے میں ان کے بن گئی دنیائے آب و گِل
بے داغ چہرہ دیکھ کے ہے بدر منفعل
خلقِ خدا کی بزم میں کامل ہیں مصطفےٰ
آدمؑ کو انؐ پہ ناز ہے موسیٰؑ کو رشک ہے
اس رحمتِ عظیم کی عیسیٰؑ نے دی خبر
امت کے غم میں شاہ کی آنکھیں ہیں تربتر
محسوس دل سے کرلے کن آنکھوں میں اشک ہے
محبوبِ ذوالجلال شباہت رسولؐ کی
فرمان جو ہے آپ کا فرمانِ حق ہے وہ
نازل ہوا جو آپ پہ قرآنِ حق ہے وہ
مرغوبِ ذوالجلال ہے سیرت رسولؐ کی
اے پھول ان کی ذات میں جس کو رہا ہے شک
پہنچا وہ کہیں اور نہیں پہنچا خدا تک ۱۷۸؎

تنویر پھول ایک اہم نعتیہ سانیٹ لکھنے والے ہیں۔ قندیلِ حرم میں بھی ان کے چار نعتیہ سانیٹ ملتے ہیں۔

نادم بلخی:

وہ نوری صفت' ذات ظلمت شکن
اسی کا بہر طور احسان ہے
اسی کا اسی کا یہ فیضان ہے
کہ رحمت ہوئی ہر طرف ضو فگن
وہ نوری صفت' وہ شہنشاہ دیں
وہ نوری صفت' بختِ آدم کا نور
ہوا جب کہ اس کا مجسم ظہور
تو کہلایا وہ خاتم المرسلین

وہ نوری صفت وہ خدا کا حبیب
وہ نوری صفت، بے نظیر و بشیر
سنانے لگا نغمۂ دل پذیر
وہ نوری صفت سرورِ انبیاء
منور بشکلِ بشر جب ہوا
مقفل جو تھا، بابِ رحمت کھلا ۱۷۹؎

عزیز تمنائی:

تاریکیوں کو طرۂ انوار بخش کر
ہمدوش مہر و ماہ کیا خار زار کو
کی مرحمت شگفتگی و شانِ رنگ و بو
ایسے نقوش کھینچے کہ قرطاس دہر پر
نقش دوام بن گیا انسانیت کا نام
روحِ چمن کو نعرۂ حق کو جھنجھوڑ کر
اوراقِ گل کو سلک اخوت میں جوڑ کر
بے شک نئی چمن پہ رکھی مہر احترام
ہستی کو جس پہ ناز ہے وہ ہستی عظیم
جس سے وجودِ باعثِ تخلیقِ کائنات
جس سے حریم ذات میں ہے جلوۂ صفات
وہ منتہا وہ منزلِ ہر راہِ مستقیم
اس حسن بے مثال کے اوصاف کیا کہوں
خیر البشر کہوں اسے خیرالوریٰ کہوں ۱۸۰؎

حفیظ تائب:

جتنی دامنِ زیست میں دولتیں ہیں
جتنی جودتیں ہیں، جتنی ندرتیں ہیں
حسن و خیر کی جتنی بھی صورتیں ہیں
ان کے خلقِ عظیم کی وسعتیں ہیں
ساز ہستی کے جتنے آہنگ ٹھہرے
استقبال کے دیکھے سامان جتنے
اوجِ فکر کے پائے امکاں جتنے
ان کے اسوۂ پاک کے رنگ ٹھہرے
ان کے حصے میں خیرِ کثیر آئی
اعتبار وجود ہے نام ان کا
عہد ساز پیام و نظام ان کا
ان کے ساتھ کتاب منیر آئی
دولہا کون حیات برات کا
ضامن حشر میں کون نجات کا ۱۸۱

انور بینائی:

پیکرِ خلق و مروت رحمت للعالمین
کفر کی ظلمت میں روشن کر دیے حق کے دیے
آپؐ ہیں روحِ محبت، رہبرِ انسانیت
دشمنوں کے واسطے بھی آپؐ نے مانگی دعا
شاہِ دو عالم تھے لیکن پھر بھی تھی فاقہ کشی
خون سے تر تھی احد میں آپؐ کی روشن جبیں
آپؐ کا ہر فعل قرآں کا نمونہ بن گیا
بدر کے سب قیدیوں کو دی رہائی آپؐ نے
ہے ہدایت کا منارہ آپؐ کی ذاتِ مبیں
آپؐ نے اقوامِ جاہل کو دیا درسِ وفا
سادگی ہر فعل میں اور شخصیت میں تمکنت
آپ جیسا اس زمیں پر کوئی بھی صابر نہیں
وقف امت کی بقا کے واسطے تھی زندگی
کیوں نہ ہو پھر آپ کے کردار سے راضی خدا ۱۸۲

نعتیہ پابند نظم

غزل کے علاوہ شعر کی ہر قسم کو نظم کہہ دیا جاتا ہے۔ بطور اصطلاح اس سے مراد کسی مخصوص عنوان یا موضوع پر کہے گئے اشعار کا مجموعہ ہے۔ نظم کے ابتدائی شکلیں دکنی دور میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ دوہا، جکری، چکی نامہ وغیرہ دراصل نظمیں ہیں لیکن ان کے موضوعات مختلف ہو سکتے ہیں یعنی ممکن ہے تین جکریوں کے موضوعات الگ الگ ہوں۔

محمد قلی قطب شاہ: پابند ہیئت پر مشتمل کسی خاص عنوان پر لکھی گئی نظم کا بھرپور اور باقاعدہ آغاز سلطان محمد قلی قطب شاہ کے ہاں ملتا ہے۔ قلی قطب شاہ کے کلیات میں رنگا رنگ موضوعات پر نظمیں مل جاتی ہیں۔ جہاں تک نعتیہ نظم کا تعلق ہے، بقول ڈاکٹر اسماعیل آزاد:

> ''محمد قلی قطب شاہ نے گیارہ نعتیہ نظمیں بھی کہی ہیں۔ جن میں سے چھ عید میلاد النبیؐ کے مضمون پر اور پانچ عیدِ بعثت النبیؐ کے مضمون پر ہیں اور سبھی شاہکار کی حیثیت رکھتی ہیں۔'' ۱۸۳

قلی قطب شاہ نے ایک نظم شبِ معراج پر بھی لکھی ہے۔ جس کے بعض اشعار بطور نمونہ ڈاکٹر عاصی کرنالی نے پیش کیے ہیں۔

شاہِ مردان و محمد ہیں ہمارے سرتاج — خدا باتاں حبیبؐ اپنے سوں کیا شبِ معراج
چاند اور سورج انن نور تھے پیدا ہوئے — دین ہور دنیا انن اسلام تھے پایا رواج
یک کرامت انو کائیں کسی پیغمبر میں — سب نبیاں میانے ہمارے ہی نبی کہتے سراج ۱۸۴

نظم عید میلاد النبیؐ سے دو شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

فرشتے سرگ ساتو کوں ستاریاں سوں سنوانرے ہیں — شہِ دنیا و دیں کے تئیں عرش کری سنگارے ہیں
مگر مولود شہ کا عرش اوپر طبل باجے ہیں — مراداں پاؤ نے سارے جگت باتاں سارے ہیں ۱۸۵

قلی قلب شاہ کی نعتیہ نظمیں غزل کی ہیئت میں ہیں لیکن غزل نہیں ہیں کیونکہ یہاں غزل کے برعکس مضمون کی اکائی اور بیان کا تسلسل موجود ہے، قلی قلب شاہ کی منظومات اس کے جذبۂ عشقِ نبی کی مظہر ہیں۔ وہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور کو مبدائے تخلیق مانتا ہے اور دیگر انبیاء پر حضورؐ کے تفوق کا قائل ہے۔ اس کا والہانہ پن متاثر کن ہے۔ اس نے ابتدائی دور ہی میں نعتیہ نظم کی تخلیق کے حوالے سے قابلِ قدر خدمت سرانجام دی ہے۔

حافظ پیلی بھیتی (قاضی خلیل الدین حسن حافظ): ان کے مختلف دواوین میں نعتیہ نظمیں ملتی ہیں۔ یہ سب پابند

ہیئت میں ہیں۔ مثلاً نغمہ روح میں نظم ''ایک التجا'' ہے۔ خُم خانۂ حجاز میں آمدِ مبارک نظم ہے۔ آئینۂ پیغمبر میں ۱۸ نظمیں۔ بیاضِ نعت میں ۱۸ نظمیں۔ نغمۂ جگر دوز میں ۳۲ نظمیں۔ لذّتِ درد میں ۴۸ نظمیں اور میخانۂ خلد میں ۳۸ نظمیں ہیں۔ ایک بار وہ بیمار ہوئے۔ شدّتِ درد کے عالم میں نعتیہ نظم کہی تو انہیں شفا مل گئی۔ اس نظم کا مقطع ہے۔

کیا مجرّب نسخہ حافظ کو ملا ہے دوا نعتِ پیمبرؐ درد کی ۱۸۶

خلیق دہلوی (عبدالخالق خلیق دہلوی): ان کی نظم ''مدینے کی کھجور'' مثنوی کی ہیئت میں شائع ہوئی ہے۔ اپنے موضوع اور انداز کی منفرد نظم اور بے حد موثر نظم ہے۔ شاعر مدینہ منورہ کی کھجور سے مخاطب ہو کر پوچھتا ہے۔ (چند منتخب شعر درج ہیں)

اے نہالِ باغِ وحدت اے مدینے کی کھجور — ساری دنیا میں نہیں تیرے قرینے کی کھجور
بحر ہے توحید کا تو نالیاں تجھ میں نہیں — ایک ہی سیدھا تنا ہے ڈالیاں تجھ میں نہیں
کس کی خدمت سے ہوئی حاصل سرفرازی تجھے — آسماں میں آ گئی کیونکر ہوا بازی تجھے
عرش فرسا ہے جہاں میں قامتِ بالا ترا — کیونکہ محبوبِ خدا ہے چاہنے والا ترا
تو نے چکھا ہے لبِ شیرینِ احمدؐ کا مزا — ہے زباں پر آج تک میم محمدؐ کا مزا
سچ بتا تیرا وطن کب سے مدینے میں ہوا — کس زمانے کس برس میں کس مہینے میں ہوا؟

اس پر کھجور جو جواب دیتی ہے وہ لاجواب ہے اور نعت کے رس سے لبریز بھی

اے مسلمانو! خبر بھی ہے مدینے کی زمیں — عالمِ ایجاد میں بے شبہ ہے خلدِ بریں
اس زمیں کی خاک پر حور و ملک شیدا ہوئے — اس زمیں پر آپ محبوبِ خدا پیدا ہوئے
دیکھنے آتی تھی جنّت سے اُسی کے نور کو — کر دیا بے نور جس نے جلوہ گاہِ طور کو
سوزِ دل مجھ کو ملا ہے گلشنِ ایجاد میں — ایک پاؤں سے کھڑی رہتی ہوں اس کی یاد میں ۱۸۷

اس نظم کا تسلسل، والہانہ پن اور تشبیہات و توجیہات کا حسن دامنِ دل کو کھینچتا ہے۔

بکل اتساہی: بکل اتساہی نے چھوٹی چھوٹی پابند نعتیہ نظمیں لکھی ہیں۔ ان نظموں میں شاعر کا کمالِ فن جھلکتا ہے۔ جیسے ''نور نور'' ''شبِ معراج'' وغیرہ۔ ''شبِ معراج'' کے یہ شعر ملاحظہ کیجئے:

یہ فرشِ زمیں ہے، وہ عرشِ بریں ہے، مشیت کی سوغات ان کے لیے ہے
یہ بزم منور، یہ چاند اور سورج، تجلی کی برسات ان کے لیے ہے
یہ حوروں کا جھرمٹ وہ غلماں کی محفل، یہ افلاک ہیں انبیاء کے منازل
زبانوں پہ سب کے ہے نعتِ محمدؐ یہ معراج کی رات ان کے لیے ہے ۱۸۸

بکل اتساہی کی اکثر پابند نظمیں دراصل غزلیہ ہیئت میں لکھی گئی نعتیں ہیں۔ بکل اتساہی بھی تو ردیف قافیے کو موضوع عنوان بناتے ہیں۔ کبھی مصرع اولیٰ سے عنوان تلاش کر لیتے ہیں کبھی مطلع کے مصرع ثانی سے۔ کبھی ایسا نہیں کرتے اور براہِ راست عنوان نعت شریف لکھ دیتے ہیں۔

طفیل ہوشیار پوری: مثنع ہیئت میں ان کی نعتیہ نظم کے دو بند درج ذیل ہیں۔

توؐ عبادت کی سند — توؐ شرافت کی سند
توؐ سخاوت کی سند — توؐ محبت کی سند
رُوحِ لولاک لما — نُورِ حق شمعِ ہدیٰ
مرحبا صلِّ علیٰ

تیراؐ دستورِ کرم — تیراؐ منشورِ کرم
تیرا مشہورِ کرم — تجھ کو منظورِ کرم
سیّدِ خیر الوریٰ — شافعِ روزِ جزا
تو ہے محبوبِ خدا
مرحبا صلِّ علیٰ ۱۸۹

فدا خالدی: فدا خالدی دہلوی نے متعدد پابند نعتیہ نظمیں لکھی ہیں۔ جیسے عالمِ نور (مختصر نظم جس میں سراپا مبارک بیان ہوا) اس کا ایک شعر درج ذیل ہے۔

تمام عالمِ نکہت، تمام عالمِ نور — تمہارے جسمِ مبارک کا کیا جواب حضور ۱۹۰

حشمت یوسفی: حشمت یوسفی کی نعتیہ پابند نظمیں "جمالِ الہام" میں ملتی ہیں۔ انہیں یقیناً فن پر دسترس حاصل ہے۔ ان کی نظم "سراپا" اس پر شاہد ہے۔

وہ شکلِ جمیل اور وہ نوری خط و خال — اللہ رے موزونیتِ حسن و جمال
کس طرح بیاں حسنِ شہِ خوباں ہو — الفاظ میں طاقت، نہ عبارت کو مجال
خوبانِ جہاں سے کوئی نسبت ہی نہیں — ہو مثل اگر کوئی تو دوں اس کی مثال
دوں چاند سے تشبیہ تو اندھیر ہے یہ — خورشید کہوں گر تو ہے تاریک خیال
یہ سنبل و پیچاں، یہ گلاب و گوہر — ہرگز نہیں زلف و لب و دنداں کی مثال
اس گیسوئے خوش خم کو جو دیکھے مجنوں — تا حشر نہ ہو پھر کبھی آشفتہ حال

دنیائے عناصر میں اچھوتا شہکار
تخلیق میں جس کا کوئی ثانی نہ مثال ۱۹۱

تنویر پھول: تنویر پھول نے متعدد نعتیہ منظومات لکھی ہیں جو پابند ہیئت میں ہیں۔ جیسے "مقامِ غارِ حرا" اس کے دو شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

حرا کا غار رہا مسکنِ حبیب خدا — یہیں پہ لائے تھے جبریل تحفۂ اقرا
پڑھ اس کے نام سے جو دو جہاں کا ہے خالق — رسولِ اُمّی کو رب سے ملا سبق پہلا ۱۹۲

خضر برنی: ان کے نعتیہ مجموعے "شاہنامۂ رسالت" میں متعدد نعتیہ منظومات ملتی ہیں جو پابند ہیئت میں ہیں۔ مثلاً ان کی نظم "زیارت" جس میں حاضریٔ دربارِ مدینہ کی کیفیات لکھی ہیں۔ نمونہ درج ذیل ہے۔

کیا پوچھ رہے ہو اہلِ جہاں، اس دہر میں کیا کیا دیکھ لیا — کعبے کی زیارت کی میں نے، طیبہ کا نظارا دیکھ لیا
کوچے میں مدینے کے ہم نے، رحمت کا خزینہ دیکھا ہے — اللہ کا یہ انعام و کرم، محبوب کا جلوا دیکھ لیا
سب وہم و تردد دور ہوئے، جب ان کی گلی میں جا پہنچے — دنیا کے تماشے بھول گئے اک مقصدِ اعلیٰ دیکھ لیا ۱۹۳

نعتیہ نظم کا لازمہ ہے کہ اس میں خیال کا تسلسل ایک روانی سے آگے بڑھتا جائے اور یہ صفت مندرجہ بالا اشعار میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ یہی صورت ان کی دیگر نعتیہ منظومات کی ہے۔ شبِ معراج پر ان کی نظم "مبارک شب" میں بھی یہی خصوصیت دیکھی جا سکتی ہے۔

انور جمال: انور جمال کے ہاں شاعر اور قلم کے مابین مکالمے پر مشتمل ایک نعتیہ نظم ہے۔ اس کی مکالماتی حیثیت کے پیشِ نظر اس کا حوالہ ضروری ہے۔ شاعر قلم سے کہتا ہے کہ

جذبے مرے بکھیر دے قرطاسِ نعت پر — ایسی فضا کہ بزمِ فروزاں کہیں جسے

جواب میں قلم کہتا ہے:

اے شاعرِ فسردہ، مری کیا مجال ہے — اک ماہِ ناتواں ہوں کہ مژگاں کہیں جسے
نطقِ بلیغ عجز کا اظہار سر بسر — آئینۂ خیال کہ حیراں کہیں جسے
نسبت ہے اک جو دیتی ہے البتہ حوصلہ — ورنہ میں کیا ہوں، چاک گریباں کہیں جسے
خالق نے خود حضورؐ کی مدحت سرائی کی — نعتِ رسولِ پاک ہے قرآں کہیں جسے ۱۹۴

اس کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفت و ثنا کا سلسلہ آگے بڑھتا رہتا ہے۔ یہ نظم ص ۷۲ سے ص ۷۷ تک پھیلی ہوئی ہے۔ اپنے ڈرامائی عناصر کے باعث بہت پرکشش اور پراثر ہے۔

خالد بزمی: ان کے مجموعے "مجھے ہے حکمِ اذاں" میں ان کی کچھ نعتیہ نظمیں پابند ہیئت میں شائع ہوئی ہیں۔ جیسے مدینہ منورہ، سفرِ طائف، فتحِ مکہ اور خطبۂ حجۃ الوداع۔ نظم فتحِ مکہ میں آپؐ کے جود و کرم کا نقشہ کھینچا گیا ہے، جب کفار مغلوب ہو چکے تھے:

آپؐ نے ان کے ظلم کی یادیں — سب کی سب ذہن سے بھلا ڈالیں

اس سراپا کرم نے فرمایا جب تھے دشمن اسیرو زیرِ نگیں
''میری جانب سے تم ہو سب آزاد آج تم پر کوئی گرفت نہیں'' ۱۹۵

حفیظ تائب: ان کے نعتیہ مجموعہ ''صلّوا علیہ وآلہٖ'' میں بعض نعتیہ با قاعدہ نظمیں قاعدہ اور پابند میں لکھی ہوئی ملتی ہیں۔ جیسے صبحِ سعادت (ص:۱۰۹)' عید میلاد النبیؐ (ص:۱۱۲)' پھر اٹھا ہاتھ بہر دعا یا نبیؐ (ص:۱۱۴)' معراج مصطفیٰؐ (ص:۱۲۰)' شب اِسرا (ص:۱۲۲)' غزوہ بدر (ص: ۱۲۵)' گنبد خضرا کے سائے میں (ص:۱۳۲)

حفیظ تائب کے مجموعے ''وسلموا تسلیما'' میں نظم میلاد النبیؐ (ص:۸۳)' ولادت باسعادت (ص:۸۵)' کتابِ مبین (ص:۹۷)' مدینۃ الرسولؐ (ص:۹۹)' نورِ منشور (ص:۱۰۴)۔

انہی کی کتاب ''کوثریہ'' میں بھی پابند ہیئت میں لکھی گئی نعتیہ نظمیں ہیں جیسے ''جشنِ میلاد النبیؐ''، ''ربیع الاوّل''۔ اور ''شبِ معراج''۔

جعفر بلوچ: انہوں نے ''ظہورِ قدسی'' کے عنوان سے ایک پابند ہیئت میں نعتیہ نظم لکھی ہے۔ اس کا موضوع حضورِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس عالمِ رنگ و بو میں تشریف آوری ہے۔ اس نعت کے تین شعر درج ذیل ہیں۔

پو پھٹی' دیدہ و دل منور ہوئے آپ آئے تو سب نقش اجاگر ہوئے
آپؐ آئے تو فصلِ بہار آگئی سب ورق گل کدوں کے مصور ہوئے
آپؐ آئے تو یوں خیر مقدم ہوا عید پگ پگ ہوئی' جشن گھر گھر ہوئے ۱۹۶

شفیق الدین شارق اُن کے مجموعہ ''نزول'' میں متعدد نعتیں پابند نظم کی ہیئت میں ہیں۔ مثلاً

۱۔ گنبدِ خضرا کی ایک تصویر دیکھ کر ۲۔ اے بادِ صبا ۳۔ ماہِ ربیع الاول
۴۔ مسافرِ طیبہ ۵۔ زائرِ حرم سے ۶۔ زائرِ حرم کی واپسی

ان میں سے ایک نظم ''زائرِ حرم سے'' کے یہ چند منتخب شعر بطور نمونہ ملاحظہ کیجئے:

بلاوا آہی گیا بالآخر' چلا حرم کو حرم کا زائر
قفس کا در باز ہوگیا ہے' پھڑک رہا تھا قفس میں طائر
خدا کی رحمت ہوئی ہے نازل' خدا کی برکت ہوئی ہے ظاہر
سفر کا آغاز ہوگیا ہے' مبارک اس راہ کے مسافر
دیارِ کعبہ کو جانے والے' مری تمنا بھی ساتھ لے جا
خدا کے گھر میں دعاؤں کے وقت بے نصیبوں کو یاد رکھنا
ترا گزر ہوگا جب مدینے میں اے مسافر بصد عقیدت
پگھل کے جذبات ہوں گے دامن میں جذب اشکِ رواں کی صورت
مزارِ اقدس کی جالیوں کے قریب دل اپنا تھام لینا
بڑے ادب سے سلام کہہ کر نبی محمدؐ کا نام لینا
تجھے مسافر یہ راہِ صدق و صفا کا پیارا سفر مبارک
حرم کے لیل و نہار' شہرِ نبی کے شام و سحر مبارک ۱۹۷

احمد ندیم قاسمی: ان کی پابند ہیئت میں ایک نظم کا عنوان ہے ''مرے حضورؐ'' اس میں شاعر نے درود و سلام کے علاوہ کچھ گلے بھی کیے ہیں جیسے

مرے حضور میں سچ بولتا رہوں' لیکن مری زباں پہ رکھتے ہیں لوگ انگارے
میں ظلمتوں میں تجلی کی جب دہائی دوں تو میرے سر پہ برستے ہیں آہنی تارے
تمہارے نام کا تنہا جنہیں سہارا تھا تمہارے نام پہ لٹنے لگے ہیں بے چارے

لیکن۔۔۔ اس سب کچھ کے باوجود شاعر مطمئن ہے کیونکہ

مجھے خبر ہے تمہاری نگاہ ہے مجھ پر اسی لئے تو میں شعلوں میں تیر جاتا ہوں ۱۹۸

میر اُفق کاظمی امروہوی: انہوں نے متعدد نظمیں لکھی ہیں جو ان کے نعتیہ مجموعے ''فروغ محامد'' میں موجود ہیں۔ جیسے تخلیق نور از نور نیرنگی قدرت' ظہور رحمۃ للعلمین' آمد سلطانِ جہاں' نقاشِ ازل کا نقش اولیں' اُمّی ام القریٰ' ہادی عالم' مناظرِ شانِ معراج وغیرہ۔ بطور نمونہ ان کی نظم ''اُمّی امّ القریٰ'' کے چند شعر دیکھیے۔

نبی ام القریٰ لیکر کتاب آیا — جہانِ جہل میں اک علم پرور انقلاب آیا
پڑھایا حق پرستی کا سبق باطل پرستوں کو — غلط رو عالم انساں سوئے راہِ صواب آیا
مٹا ظلم و ستم آخر ہوا عدل و کرم ظاہر — شہِ طیبہ کے آنے سے مبارک انقلاب آیا
زمانے کے لئے جو دائمی دستورِ کامل ہو — جز آنحضرتؐ نہ لیکر اک نبیؐ ایسی کتاب آیا ۱۹۹؎

مولانا ماہر القادری: نے متعدد نعتیہ نظمیں پابند ہیئت میں کہی ہیں۔ شرعی حدود و قیود کی پابندیوں کا لحاظ جذب و تاثیر اور شعریت کے باعث یہ نظمیں نعتیہ ادب کا قیمتی اثاثہ ہیں۔ ''ذکرِ جمیل'' میں مولانا کی درج ذیل منظومات موجود ہیں:

ذکرِ جمیل	صبحِ انسانیت	ظہورِ قدسی
سلام	جشنِ ولادت	صبحِ سعادت
ساقی نامہ	شاہِ حبش کے دربار میں حضرت جعفرؓ کی تقریر	اسیرانِ بدر
جانوروں سے حسنِ سلوک	صبحِ سعادت	آتے ہیں
نذرِ عقیدت	معراج کی شب ایسے انوار............	نوائے جبریل
سوئے مدینہ	مکہ سے مدینہ جاتے ہوئے	دربارِ اقدس میں
دعوت و منقبت	سیرتِ رحمتِ عالمؐ	شاعر کی دربارِ رسولؐ میں حاضری
عقیدت کے پھول	بہارِ مدینہ	وہ منظر وہ نقش و نگارِ مدینہ
بہارِ حرم	تمنائے مدینہ	حجاز سے رخصت ہوتے ہوئے
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	انقلاب	پیغمبر انسانیت
قالِ رسولؐ	حریتِ کاملہ کا مبلغِ اعظم	معراج

بطور نمونہ ماہر القادری کی ایک نعتیہ نظم کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔ (یہ اشعار ''شاہِ حبش کے دربار میں حضرت جعفرؓ کی تقریر'' کے عنوان پر مبنی نظم سے لیے گئے ہیں۔)

سراپا انتشار و جہل تھے ہم — نہ مرکز تھا نہ کوئی ربطِ باہم
بتوں کو پتھروں کو پوجتے تھے — خدائے جزو و کُل سے پھر گئے تھے
ہماری قوم بالکل بے سری تھی — کہیں چوری کہیں غارت گری تھی
کیا مبعوث حق نے اک نبی کو — ضرورت جس کی تھی ہر زندگی کو
وہ ہم میں ہی سے اک فردِ بشر ہے — مگر ہاں صاحبِ علم و خبر ہے
وہ ہے اک پیکرِ صداق و امانت — بہت ہی نیک طینت پاک سیرت
کہا اس نے کہ ذاتِ حق کو پوجو — بنو انساں بری باتوں کو چھوڑو
ہمیشہ سے تھی جو غدار و خود سر — بگڑ بیٹھی ہماری قوم اس پر
ہمیں کیا خود نبی کو بھی ستایا — جو ممکن ہوسکا وہ ظلم ڈھایا ۲۰۰؎

قمر یزدانی۔ ساغر کوثر: اس مجموعہ نعت میں ۱۲ میلادیہ اور ۳ معراجیہ نظمیں ہیں جو غزل کی ہیئت میں ہیں لیکن اپنے موضوع کے حوالے سے نظمیں ہی کہی جائیں گی۔

پیامِ رحمتِ باری ہے بارھویں تاریخ — ہزار عید پہ بھاری ہے بارھویں تاریخ

نبوت ختم کردی جن پہ خلاقِ دو عالم نے — وہ فخرِ انبیاء وہ ختم المرسلیں آئے

تین معراجیہ نظمیں ص: ۴۸ تا ۵۲

بزمِ کونین میں ہر سمت ہے جلووں کا ہجوم — پیکرِ حسن ہوا جلوہ نما آج کی رات ۲۰۱

اصغر نثار قریشی حریم عرش:

کتاب میں حمد اور عرضِ حال کے بعد ایک نظم ''نعت کیا ہے'' ہے۔

ان کے حسن و جمال کی مظہر — ان کی سیرت کا آئنہ ہے نعت ۲۰۲

راسخ عرفانی (ارمغانِ حرم): ۹۶ صفحات کے اس مجموعہ نعت میں زیادہ تر نعتیہ غزلیں مگر دو نظمیں ہیں۔ ''ناز و نیاز'' میں حاضری کی صورت نکلنے پر خوشی کا اظہار ہے۔ نظم غزل کی ہیئت میں ہے۔ پہلا شعر ہے:

میرے آقاؐ نے یاد فرمایا — مجھ کو بطحا سے پھر پیام آیا ۲۰۳

''شبِ معراج'' بھی غزل کی ہیئت میں نظم ہے جس کا مطلع یہ ہے:

شافعِ حشر ہیں مہمانِ خدا آج کی رات — سج گیا عرشِ بریں صلِ علیٰ آج کی رات ۲۰۴

مولانا سید مظفر حسین: انہوں نے قابلِ ذکر نعتیہ نظمیں لکھی ہیں۔ وہ سادگی سے اپنا مافی الضمیر بیان کرتے ہیں۔ عشقِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے اشعار میں نمایاں ہے۔ سید حسن مثنیٰ انور ان کے متعلق رقم طراز ہیں:

''عقیدہ کی پختگی کے ساتھ حضورؐ پر رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے والہانہ گرویدگی مولانا کی نعتوں کا طرۂ امتیاز ہے۔'' ۲۰۵

راہِ مدینہ، پرتو حسن و جمال، غارِ حرا، شوقِ حضوری، یادِ مدینہ، طلبِ محبوب، سفرِ بطحا، سرورِ قلب، بہارِ گنبدِ خضرا، کوچۂ محبوب، شانِ رسالت، طیبہ میں ہے، کیف و نشاط، رونقِ بزم، کردگار، آخری گھڑی ان کی اہم نعتیہ نظمیں ہیں۔ یہ سب نظمیں غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ہیں۔ ان کی نظمیں مختصر ہوتی ہیں لیکن ان کا تاثر دیرپا ہوتا ہے۔ ''بہارِ گنبدِ خضرا'' (۱۸) اشعار پر مشتمل ہے۔ چند شعر دیکھیے۔

ابد آثار ہے رنگِ بہارِ گنبدِ خضرا — بہارِ ہشت جنت ہے نثارِ گنبدِ خضرا
ہیں عرش و فرش زیرِ اقتدارِ گنبدِ خضرا — محمد مصطفیٰؐ ہیں تاجدارِ گنبدِ خضرا
حرم کی خاک کے ذرے مہ و انجم بنے اڑ کر — ہے سطحِ آسماں شاید غبارِ گنبدِ خضرا
منور ہیں دو عالم، روشنی ہے بزمِ امکاں میں — ہے نورِ عرشِ اعظم ہمکنارِ گنبدِ خضرا ۲۰۶

صوفی فقیر (حافظ محمد افضل فقیر م ۱۹۹۴ء): انہوں نے عربی، فارسی اور اردو شاعری میں نام کمایا ہے۔ غزل، قصیدہ، رباعی ان کی مہارت کے خصوصی میدان ہیں لیکن نعتیہ نظمیں بھی لکھیں ہیں۔ غزلیہ ہیئت میں ان کی ایک نعت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سراپا مبارک بیان کیا ہے۔ جو خصوصی ادبی شان کا حامل ہے۔ اس سراپا کے بطور نمونہ یہ اشعار ملاحظہ کیجیے۔

لائیے کس مقام سے تشبیہ — گر بیاں کیجیے آپؐ کے اوصاف
آپ کے حسن کی مثال کہاں — اشہبِ فکر کا کہاں ایقاف
جسم گویا ڈھلا ہو چاندی ہو — صفتِ روح، پیکرِ شفاف
گیسوؤں میں لطیف ربط ایسا — خود بخود مانگ جن میں نکلے صاف
کیوں نہ ہوتی فراخ پیشانی — میزباں آپؐ، امتیں اضیاف
سرخ ڈورے حسین آنکھوں میں — امن و تسکینِ سورہ ایلاف
کیا نظر پہنچے مصحفِ رخ تک — کہ ہے اس پر تجلیوں کا غلاف
درِ دنداں کے نور سے تاباں — شام کے وقت حجرہ کی اکناف
سینۂ پاک سے فروزاں ہیں — ادبیات کی تمام اصناف
چال جیسے کوئی اترتا ہے — بہ زمیں از بلندیٔ احقاف
نقشِ پا ہیں چراغِ مستقبل — نورِ موجود و عظمتِ اسلاف

ایسے شہکار دستِ حق پہ فقیر
صلوات و سلام ہوں آلاف ۲۰۷

یہ سراپا مبارک جذبات عشق ومحبت سے مملو ہے لیکن کس قدر مسرت انگیز حیرت کا مقام ہے کہ صوفی فقیر کی سراپا نگاری سیرت وشمائل کی کتابوں میں درج صحابہ کرامؓ کے بیان سے کس قدر ہم آہنگ ہے یہاں تشبیہات جامع ہیں۔ انداز بیان محتاط اور اسلوب ایمان افروز ہے اگر چہ یہ ایک نظم ہے لیکن اس کی ہیئت علمی شکوہ، فکری طنطنہ اور شعر پر قدرت نیز وفور جذبات غرض ہر چیز قصیدے جیسی ہے۔ یہ سراپا مختصر ہو کر بھی بہت جامع اور دلکش ہے۔

حفیظ الرحمٰن: حفیظ الرحمٰن احسن کی ایک نعتیہ نظم ''پھر آ ؤ لوٹ جائیں پیمبر گی راہ پر'' ہے۔ یہ نظم دو حصوں میں منقسم ہے۔ حصہ اول میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عالم انسانیت پر احسانات کا تذکرہ ہے۔ بارگاہ نبوت میں شاعر کی عقیدت قابلِ ذکر ہے۔ کچھ منتخب اشعار درج ذیل ہیں۔

اک فردٗ اپنے سارے کمالات میں فرید — اک شخص، ہر جہت سے دو عالم میں انتخاب
سائل کوئی بھی در سے نہ خالی کبھی گیا — پاس اس کے نعمتوں کے خزانے تھے بے حساب
رفتار اس کی، جوئے رواں کا خرامِ ناز — گفتار اس کی، شاخ پہ کھلتا ہوا گلاب
ہونٹوں پہ کھیلتی وہ تبسم کی چاندنی — تسکین دلوں میں گھولتا وہ تبسمیں خطاب ۲۰۸

دوسرے حصے میں ملتِ اسلامیہ کی اجتماعی کوتاہیوں کا ذکر ہے اور تمام محرومیوں، پریشانیوں اور زبوں حالیوں کا اصل سبب دین سے دوری بتایا گیا ہے۔ یہ حصہ یقیناً شہر آشوب بلکہ ملت آشوب ہے اور نعت کی اس خاص چمک کا حامل ہے جو علامہ اقبال کی نعتیہ منظومات میں نظر آتی ہے۔

عقبیٰ کی فکر ہے، نہ سلیقہ حیات کا — حسنِ مآل کیا، جو نہیں ذوقِ احتساب
بزمِ جہاں میں چھن گیا، عزت کا ہر مقام — خفت سے آج ملتِ بیضا ہے آب آب ۲۰۹

آخر میں شاعر ملتِ اسلامیہ کو اپنا کھویا ہوا مقام پانے کا نسخۂ کیمیا بھی بتاتا ہے۔

پھر آؤ، لوٹ جائیں پیمبرؐ کی راہ پر — اپنی تو ہے پناہ فقط انؐ سے انتساب ۲۱۰

باقاعدہ پابند منظومات کی یہ چند مثالیں محض بطور نمونہ درج کی گئی ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ پابند نعتیہ نظمیں اس کثرت سے کہی گئی ہیں کہ ان کا شمار کارے دارد۔

ناہید (محترمہ ناہید): ان کے مجموعہ ''جذبوں کی کمائی'' میں ایک نظم ''ایک شخصؐ کی کہانی''، مخمس ترجیع بند کی ہیئت میں ہے۔ اس کے کل ۲۵ بند ہیں۔ شاعرہ نے ایک نئے انداز سے نعت لکھی ہے۔ بچوں کو کہانی سنانے کے انداز میں کہی گئی اس نعت میں سرشاری اور والہانہ پن کی کیفیت قابلِ ذکر ہے۔ اس کے کچھ بند بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

آؤ تمھیں سناؤں اک شخص کی کہانی — وہ شخص تھا زمیں پر اللہ کی مہربانی
لایا ساتھ اپنے رحمت کی اک نشانی — یزداں نے کی تھیں باتیں، اس شخص کی زبان
آؤ تمھیں سناؤں اک شخصؐ کی کہانی

اس کیلئے ہی ٹھہرا، اب تک یہ آسماں ہے — دھرتی اسی کی خاطر، پھیلی ہوئی یہاں ہے
حیراں تھا زمانہ، یہ کون نوجواں ہے — جس کی گواہیاں ہیں مصحف سب آسمانی
آؤ تمھیں سناؤں اک شخصؐ کی کہانی

بادل کی خوش نصیبی، جو اس کے سر پر جھولے — کیا بخت اس زمیں کے، جو اس کے پاؤں چومے
دنیا کی ہر صداقت، اس کے ہی گرد گھومے — کردار کے چمن کی کرتا تھا باغبانی
آؤ تمھیں سناؤں اک شخصؐ کی کہانی ۲۱۱

مستزاد

حفیظ صدیقی مستزاد کو ایک صنفِ سخن مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک:

''مستزاد ہیئت کے اعتبار سے اردو اور فارسی شاعری کی ایک صنف ہے۔ صورت اس کی یہ ہے کہ غزل یا مسمط یا رباعی کے ہر مصرعے کے آخر میں ایک ٹکڑا اس مخصوص وزن کی مناسبت سے اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ جہاں تک قافیے کا تعلق ہے یہ ٹکڑا اپنے متعلقہ مصرعے کے ساتھ ہم قافیہ بھی ہو سکتا ہے، اور یہ ٹکڑے اپنا جداگانہ نظامِ قوافی بھی اختیار کر سکتے ہیں۔'' ۲۱۲

حقیقت یہ ہے کہ مستزاد کوئی صنف نہیں بلکہ محض ایک شعری ہیئت ہے۔ بطور ہیئت یہ اُسی صنف سے منسوب رہے گی جس کا پیوند بنے گی۔

مستزاد نے جس ہیئت میں شمولیت کی وہاں اپنا مخصوص نظامِ شناخت بھی پیدا کیا' چنانچہ اس کے اضافی ٹکڑے کو دیکھتے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ فلاں ہیئت (مثلاً مثلث' مربع وغیرہ) میں مستزاد ہے۔

یہاں اردو نعت کے حوالے سے مستزاد کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

ولی دکنی:

کہتا ہوں ترے ناؤ کوں میں ورد زباں کا ______ ہر دم میں دہن سوں
کہتا ہوں ہوں ترے شکر کو عنوان بیاں کا ______ ہر موئے بدن سوں
جس گرد اپر پاؤں رکھیں تیرے رسولاں ______ اے بار خدایا
اس گرد کو کحل کروں دیدۂ جاں کا ______ صدیق ہو من سوں ۲۱۳

بیاںؔ (سید محمد مرتضیٰ حسن بیاں):

کیوں پھرتے ہو کیا ڈھونڈتے ہو طور پہ موسیٰ ______ یاں آیئے حضرت
اور دیکھیے جلوہ رخ محبوب خدا کا ______ کھل جائے حقیقت
کس طرح کھلے راز و نیاز شب اسریٰ ______ تھا عالم وحدت
آنکھوں سے کیا عاشق و معشوق نے پردہ ______ اللہ رے غیرت ۲۱۴

جعفر طاہر: ان کی ایک نعتیہ مستزاد کے کچھ شعر درج ذیل ہیں:

اے سرورِ لولاک لما سید و سرتاج
یہ کرسیِ قوسین مبارک ہو تجھے آج
اے صلِ علیٰ کون و مکاں پر یہ ترا راج ______ اے صاحب معراجؐ!
سرکار یہ سلطانیِ ثقلین مبارک
یہ مرتبہ و مسندِ کونین مبارک
حاضر ہیں سلامی کو فرشتوں کی یہ افواج ______ اے صاحب معراج ۲۱۵

محمد زاہد نیازی: یہ معروف نعت خواں اور نعت گو شاعر عبدالستار نیازی کے صاحب زادے ہیں۔

کل تک میرے نام سے ساری دنیا تھی انجان
نعت نبی کا صدقہ میری خوب ہوئی پہچان ______ میں کیوں نہ نعت کہوں ۲۱۶

ریاض (سید محمد ریاض سہروردی) دیوان ریاض:

ممدوحِ خدا' حامد رب نور مجسم ______ اے رحمتِ عالم
ہیں آپؐ کے مداح بنی آدم و آدم ______ اے رحمتِ عالم
عشاق کے نزدیک تو یہ شہر مدینہ ______ ہے دل کا نگینہ
ہر اس کی گلی خلدِ بریں سے نہیں کچھ کم ______ اے رحمتِ عالم ۲۱۷

فدا خالدی دہلوی: ان کی نظم "سید المرسلین" مربع ہیئت میں ہے۔ آخری مصرع کو بطور مستزاد دہرا کر (دو ہرے انداز میں) لکھا گیا ہے۔

نورِ حق الیقیں رشکِ ماہِ مبیں
شاہِ دنیا و دیں سید المرسلیں ___ سید المرسلیں
فخرِ کون و مکاں حاصلِ دو جہاں
رہبرِ ہر زماں سید المرسلیں ___ سید المرسلیں ۲۱۸

رشید وارثی: کی مستزاد ہیئت میں ایک نظم "اے احمد مختار" ہے۔ مستزاد ٹکڑے کو بند کے دونوں مصرعوں کا ہم قافیہ بنایا گیا ہے اور تخاطب کے لیے آپؐ کے صفاتِ عالیہ کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اس خوبصورت نظم کا یہ حصہ دیکھیے۔

آنکھیں ہیں تری دید کی حسرت میں گہربار — پر تیری جلالت سے نہیں جرأتِ اظہار — اے احمدؐ مختار!
روشن ہے ترے نور سے یہ عالمِ امکاں — تو ساری خلائق پہ ہے اللہ کا احساں — اے صاحبِ قرآں!
سردارِ رسلؐ خلقتِ دارین کے سرتاج — سب جن و بشر تیری شفاعت کے ہیں محتاج — اے صاحبِ معراج! ۲۱۹

رشید وارثی کی ایک اور نظم مستزاد ہیئت میں بعنوان "اے سیدِ ابرار" سے چند شعر درج ہیں۔

مدت سے دلِ زار ہے طیبہ کا طلب گار — اے سیدِ ابرارؐ
اب تشنہ نگاہوں کو ملے شربتِ دیدار — اے سیدِ ابرارؐ
ہستی ہے تری باعثِ تکوینِ دو عالم — اے نورِ مجسم
تو نورِ خدا دستِ مشیت کا ہے شہکار — اے سیدِ ابرارؐ ۲۲۰

حفیظ تائب: ان کی نظم "اے صاحبِ معراجؐ" کے تین بند درج ذیل ہیں جو مستزاد ہیئت میں ہے۔

اے سلسلۂ دعوت و ارشاد کے سرتاج
دیتا ہے ترے نام کو ہر عز و شرف باج
تہذیب و تمدن ہیں ترے بحر کی امواج ...... اے صاحبؐ معراج
معیارِ فضیلت ہے تری زیست کا انداز
انوارِ محبت سے ہے امت تری ممتاز
مینارِ ہدایت ہے ترے دین کا منہاج ...... اے صاحبؐ معراج!
پیرو ہیں ترے بت شکن و فاتحِ دوراں
کردار ہے جن کا صفتِ صبح درخشاں
نصرت کا نشانِ ابدی ہیں تری افواج ...... اے صاحبؐ معراج! ۲۲۱

حفیظ تائب ہی کی ایک اور نعتیہ نظم "یا رسول اللہ انظر حالنا" کے یہ تین بند ملاحظہ کیجئے۔

اک عجب آشوب کی زد میں ساری کائنات
سر پٹختی پھر رہی دہر میں ہر سو حیات
سانس لینا اس عقوبت گاہ میں مشکل ہوا
یا رسول اللہ انظر حالنا

خون رلاتا ہے مجھے اسلامیوں کا انتشار
ان پہ اندر اور باہر سے یلغارِ فشار
بہہ رہا ہے چار جانب ان کا خونِ ناروا
یا رسول اللہ انظر حالنا

سخت سرکش اور برہم ہے زمانے کی ہوا
آتشیں ہیں عالمِ اسلام کے ارض و سما
ختم ہونے کو نہیں آتا ہے دورِ ابتلا
یا رسول اللہ انظر حالنا ۲۲۲

مسلم (ابوالامتیاز ع۔س۔ مسلم، پ ۱۹۲۵ء): ان کے ہاں مستزاد ہیئت میں لکھی گئی نعتیں بھی ملتی ہیں۔ مثلاً ایک نعت کے یہ شعر دیکھئے۔

غم جو دل کے ہیں سارے مٹاؤ
پھر شفاعت کا مژدہ سناؤ — یا محمدؐ مجھے بخشواؤ
شب اندھیری ہے گھڑیاں کڑی ہیں

آندھیاں ظلمتوں کی چلی ہیں
اپنی رحمت کی شمعیں جلاؤ — یا محمدؐ مجھے بخشواؤ
لاکھ کرتا ہوں توبہ کے پیماں
نفسِ سر کش ہوا دشمنِ جاں
سایۂ عاطف میں چھپاؤ — یا محمدؐ مجھے بخشواؤ ۲۲۳

لالہ صحرائی: ان کے کلام میں نعتیہ مستزاد بھی پائے جاتے ہیں۔ مستزاد کی مثال ملاحظہ کیجئے:

ہے دولت رحمت کا تو بھرپور خزینہ
ہے دھوپ میں اک شہر خنک تو اے مدینہ ___ اے شہر تمنا ۲۲۴

امیر (امیر نواز امیر) نعت کروں تحریر:

سارے زمانے کا ٹھکرایا' آیا تیرے در پر — طعن وملامت کے کھائے ہیں جس نے لاکھوں پتھر
کتنی آس لگا کر آیا ہے یہ پر تقصیر ___ نعت کروں تحریر ۲۲۵

تنویر پھول: ان کے نعتیہ مجموعہ ''انوارِ حرا'' میں مستزاد کا ایک نمونہ ملاحظہ کیجئے:

ہے آپؐ کی الفت سے منور مرا سینہ ___ یا شاہِ مدینہؐ
اب ہیچ ہے آنکھوں میں جہاں بھر کا خزینہ ___ یا شاہِ مدینہ
طغیانی ہے' گرداب ہے' طوفاں ہے' بلا کا ___ فریاد ہے آقاؐ
اب ڈوبنے ہی کو ہے یہ امت کا سفینہ ___ یا شاہِ مدینہ
والیل میں ہے تذکرۂ زلفِ معنبر ___ رخ ماہِ منور
ہے مشک سے بہتر جو تمہارا پسینہ ___ یا شاہِ مدینہؐ ۲۲۶

مندرجہ بالا اشعار سے تنویر پھول کی شعری صلاحیتوں کا احساس ہوتا ہے۔ یقیناً وہ مستزاد کے فنی تقاضوں کو سمجھتے ہیں کیونکہ ان سے جو روانی اور عقیدت ظاہر ہو رہی ہے' وہ مستزاد کے ٹکڑے کو مصرع کا جزو لاینفک بنا رہی ہے اور یہی مستزاد کی اصل خوبی ہوتی ہے۔

عبدالکریم ثمر: ان کے مجموعے ''شعر والہام'' میں ایک نعت مستزاد ہیئت میں لکھی ہوئی ملتی ہے۔

اے رحمتِ دو کون قبا پوش و کلہ دار — ہر مجد و شرف کے لئے ہے تو ہی سزاوار
اے احمدِ مختار
اے مہبطِ اسرارِ خدا' صاحبِ الہام — تو وسعتِ آفاق میں اللہ کا پیغام
اے ہادیٔ اسلام ۲۲۷

مستزاد ٹکڑے بالعموم دوسرے مصرعے کے آخر میں معاً بعد یا بالکل نیچے درج کیے جاتے ہیں۔ جبکہ ثمر کے ہاں یہ مثلث کی طرح دونوں مصرعوں کے نیچے درمیان میں لکھے ملتے ہیں لیکن اس سے یہ کلام مثلث نہیں بلکہ مستزاد ہی رہے گا۔ ثمر کا کاتب اس قسم کی ابدعات کا ماہر ہے۔ اور سیدھی سی غزل کی ہیئت کو مربع' مسدس یا کچھ بھی بنانے کا شوقین' لیکن اس سے ہیئت کی اصل نہیں بدل سکتی۔

مندرجہ بالا شکل ہمیں عبدالکریم ثمر کی ایک اور تصنیف ''احسنِ تقویم'' میں بھی ملتی ہے۔ دیکھنے میں یہ نظم مثلث لگتی ہے۔ لیکن نہیں' یہ مثلث نہیں مستزاد ہے۔ بطور نمونہ اس کے دو بند درج ذیل ہیں۔

اے وہ کہ شہنشاہ ترے غاشیہ بردار — ہر مجد و شرف ہے تجھے شایان و سزاوار
اے احمدِ مختارؐ!
منزل ہے تری غارِ حرا' سدرۂ قوسین — چوکھٹ پہ تری نغمہ سرا عظمتِ دارینﷺ
اے احمدِ مختارؐ! ۲۲۸

حقیقت یہ ہے کہ مستزاد ہیئت میں کہی گئی نعتیں دکنی دور ہی سے ملنا شروع ہو جاتی ہیں اور مستزاد ہیئت میں نعتیں اس کثرت سے لکھی گئی ہیں کہ ان پر الگ سے کام ہو سکتا ہے۔ یہاں مستزاد کے محض چند نمونے ہی پیش کئے جا سکے ہیں۔

نظمِ آزاد

نظمِ آزاد دراصل قدیم ہیئتی نظامِ شعر سے عملاً بغاوت کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوئی۔ اس میں قافیے کے علاوہ مصرعوں کی طوالت کو بھی نظر انداز کر کے من مرضی کے طریقے سے اظہارِ خیال کا نظام اپنایا گیا۔ بقول ڈاکٹر عمر فاروق:

''فری ورس انگریزی نظم کی ایک نوع ہے۔ جس کے لیے اردو میں نظمِ آزاد یا آزاد نظم مستعمل ہے۔ فری ورس فرانسیسی اصطلاح ورس لیبر سے Vers Liber کا لفظی ترجمہ ہے جسے فرانس ویلے گریفین Francis Veile Griffin کے نقرے (Le vers 1888-89) کے دیباچے میں انیسویں صدی کی نویں دہائی میں کہی جانے والی ان نظموں کے لیے کیا تھا جن میں غیر رسمی طور پر عروضی تجربے کیے گئے تھے۔ فری ورس یا ورس لیبر ایسی نظم کو کہا جاتا ہے جو مختلف بحروں کے امتزاج یا یکسر وزن سے آزاد ہوتی ہے اور اکثر بے قافیہ بھی۔ اپنی نوع کے اعتبار سے فری ورس نظم و نثر کے بیچ کی چیز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سر اسٹینلی لیڈز (Sit Stainley Leathes) نے اسے کم و بیش کامیاب دوغلی تخلیق سے تعبیر کیا ہے۔ (A more or less successful hybrid) جذبہ و خیال کے نشیب و فراز کے آہنگ سے مطابقت رکھنے کے باعث فری ورس کی کوئی واضح ہیئتی ساخت قایم نہیں ہوتی اسی بنا پر وہ کثرتِ تعبیر کو راہ دیتی ہے۔ لیکن اکثر ناقدین اسے معینہ ہیئت کا حامل بتاتے ہیں۔'' ۴۲۹

اردو میں جو نظمِ آزاد لکھی گئی ہے وہ فرانسیسی نظمِ آزاد کی طرح اتنی بے ہیئت نہیں ہے بلکہ نظمِ آزاد میں کسی بحر کے ایک رکن کو لیکر اس کی من پسند تکرار سے مصرعے بنائے جاتے ہیں۔ مثلاً ایک رکن مفاعلاتن کو لیا گیا۔ اب ایک مصرع ایسا بنا جس میں مفاعلاتن دو مرتبہ استعمال ہوا اور دوسرا مصرع مفاعلاتن کے چار مرتبہ دہرانے سے بنا۔ تیسرا مصرع مفاعلاتن کے سات مرتبہ دہرانے سے بنا وغیرہ۔ یوں اس بے ہیئتی میں بھی ایک ہیئت بہرحال ابھر آتی ہے جن کی بنیاد آہنگ پر ہوتی ہے۔ ڈاکٹر حنیف کیفی کے بقول:

''آزاد نظم کی بنیاد آہنگ پر رکھی گئی ہے۔ اس میں کسی مخصوص بحر کا بنیادی یا سالم رکن Multiplication یا تکرار Repitition سے مختلف مصرعے ترکیب پاتے ہیں۔ ضرورۃً اس سالم رکن کی تخفیف، تخذیف یا تقصیر بھی کر دی جاتی ہے۔ چونکہ ارکان کی یہ تضریب یا تکرار غیر معین ہوتی ہے۔ اس لیے مصرعے فطری طور پر چھوٹے بڑے ہو جاتے ہیں۔ کبھی کبھی دو یا دو سے زیادہ مصرعے شعوری طور پر ہم وزن بھی ہو جاتے ہیں۔ اس طرح مصرعوں میں قافیوں کا استعمال بھی ممکن ہے لیکن ان اتفاقی عناصر کی حیثیت فروعی ہے اور ان کا شمار آزاد نظم کے لوازم میں نہیں ہوتا۔'' ۴۳۰

ہمیں بھولنا نہیں چاہیے کہ بعض سنجیدہ ناقدین نظمِ آزاد کی اہمیت کے معترف نہیں، وہ اسے ادب کے لئے بجائے فائدے کے نقصان تصور کرتے ہیں۔

بھارت کے مشہور نقاد ڈاکٹر عبدالمغنی عصرِ حاضر میں پاکستان اور بھارت میں بڑی شاعری نہ ہونے کا سبب بتاتے ہوئے کہتے ہیں:

''تقسیم کے بعد پیدا ہونے والے شعراء چاہے ہندوستان میں ہوں یا پاکستان میں بہت کم اہم فنکار نظر آتے ہیں۔ اس کی خاص وجہ آزاد نظموں کی بہ کثرت تخلیق ہے۔ اس سے نظم نگاری غارت ہو گئی اور غزل گوئی پر بھی برا اثر پڑا، جہاں آزاد غزل گوئی یا آزاد نظم نگاری جیسی شاعری کی فضا ہو، وہاں اچھی یا اعلیٰ درجے کی شاعری کی توقع کیا کی جا سکتی ہے؟ ۴۳۱

جب تک آزاد نظم عظیم شاعری کی امین نہیں بنتی اس کے مستقبل کے متعلق قطعی رائے مشکل ہے۔ بہرحال تجربات جاری رہتے ہیں۔ انہیں جاری رہنا بھی چاہیے کہ یہ روکے سے رکتے بھی نہیں۔ ہاں مستقبل ان کی تابنا کی یا لاحاصلی کا فیصلہ خود کر دے گا۔ یہاں آزاد نظموں کی ہیئت میں لکھی گئی بعض نعتوں کے نمونے درج کیے جاتے ہیں۔ نظمِ آزاد کی ہیئت میں جرمن شاعر گوئٹے (Wolfgang Goethe) کی نظم (Mahomets Gesang) کا ترجمہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ''جوئے آب'' کے عنوان سے فارسی نظم میں کیا تھا لیکن یہ لفظی یا بامحاورہ ترجمہ نہیں تھا۔ صرف گوئٹے کے کلام کی روح اشعارِ اقبال میں جلوہ گر ہوئی تھی۔ گوئٹے کی اس نظم کو نعت قرار دیتے ہوئے شاکر کنڈان نے لکھا:

''نعتیہ عنوان .... Mahmet میرے خیال میں جرمن زبان میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے استعمال ہوتا ہے، جس کی انگریزی زدہ شکل Mohaund ہے۔'' ۴۳۲

شاکر کنڈان نے اس نظم میں موجود نعتیہ عناصر کی وضاحت کی ہے۔ اس نظم میں علامات کا بہت استعمال کیا گیا ہے۔ شان الحق حقی نے اس ناقابلِ فراموش نعت کا اردو میں منظوم ترجمہ ''نغمۂ محمدیؐ'' کے عنوان سے کیا ہے۔ یہ ترجمہ نظمِ آزاد کی ہیئت میں ہے۔ نظم کے آغاز میں چشمے کا ذکر ہے جو روحِ فلک سے اس طرح چٹانوں پہ اترا کہ اس کے بدن میں روشن ستارے کو نور تھا، پھر پہاڑوں کا ذکر ہے جن سے نیچے اتر کر اس نے کم مایہ سوتوں کو بھی ساتھ لے لیا، وہ جدھر بھی گیا ادھر بہار آ گئی۔ پھر عالمِ انسانیت پر اس کے احسانات کا ذکر ہے۔ آخر میں رحمت کے اس دھارے کے تسلسل کا ذکر ہے۔ غور کیا جائے تو یہ نظم سوائے نعتِ نبی آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ نہیں۔ بقول شاکر کنڈان:

''آج سے سوا دو سو یا اڑھائی سو سال پہلے کی یہ نظم اگر آج کوئی شخص عہد سے ماورا پہلی بار پڑھ لے تو اسے یہ یقین کرنا پڑے گا کہ یہ نظم آج کے ہی دور میں کسی جدت پسند شاعر نے لکھی ہے۔'' ۲۳۳

گوئٹے / شان الحق حقی: یہاں شان الحق حقی کا آزاد نظم کی ہیئت میں ترجمہ زیبِ قرطاس کیا جاتا ہے۔

نغمۂ محمدی ﷺ

وہ پاکیزہ چشمہ
وہ اوجِ فلک سے چٹانوں پہ اُترا
درخشاں ستارے کی تھی جوت جس کے بدن میں
سحابوں سے اوپر بلند آسماں میں پرافشاں ملائک
کی چشمِ نگہدار کے سائے سائے
چٹانوں کی آغوش میں عہدِ برنائی تک جوئے جولاں بنا
چٹانوں سے نیچے اترتے اترتے
وہ کتنے رنگارنگ ان گھڑ خزف ریزے
دامانِ شفقت میں اپنے سمیٹے
بہت سے سسکتے ہوئے ریشتے' سست' کم مایہ سو تو ں کو
چونکاتا' للکارتا' ساتھ لیتا ہوا خوش خراماں چلا
بے نمو' وادیاں جاگ اٹھیں لہلہانے لگیں
جس طرف اس کا رخ پھر گیا
اس کے فیضِ کرم سے بہار آ گئی
اس کے آگے ابھی اور صحرا بھی تھے
خشک نہریں بھی تھیں اترے دریا بھی تھے
سب اسی سیلِ جاں بخش کے منتظر
جوق در جوق پاس اس کے آنے لگے
شور آمد کا اس کی اٹھانے لگے
راہبر ساتھ ہم کو بھی لیتے چلو
کب سے تھیں پستیاں ہم کو جکڑے ہوئے
راہ روکے ہوئے' پاؤں پکڑے ہوئے
یاد آتا ہے مسکن پرانا ہمیں
آسمانوں کی جانب ہے جانا ہمیں
ورنہ یونہی نشیبوں میں دھنس جائیں گے
جال میں ان زمینوں کے پھنس جائیں گے
اپنے خالق کی آواز کانوں میں ہے
اپنی منزل وہیں آسمانوں میں ہے
گرد آلود ہیں پاک کر دے ہمیں
آ ہم آغوشِ افلاک کر دے ہمیں
وہ رواں ہے رواں ہے رواں اب بھی ہے
ساتھ ساتھ اس کے اک کارواں اب بھی ہے
شہر آتے رہے شہر جاتے رہے
اس کے دم سے سبھی فیض پاتے رہے
اس کے ہر موڑ پر ایک دنیا نئی
ہر قدم پر طلوع ایک فردا نئی
قصر اُبھرا کئے خواب ہوتے گئے
کتنے منظر تہِ آب ہوتے گئے
شاہ اور شاہیاں خواب ہوتی گئیں
عظمتیں کتنی نایاب ہوتی گئیں
ہے وہ رحمت کا دھارا مسلسل رواں
از فلک تا زمیں
از زمیں تا فلک
از ازل تا ابد جاوداں بے کراں
دشت و در گلشن و گل سے بے واسطہ
فیض یاب اس سے کل
اور خود کل سے بے واسطہ ۲۳۴

اسلم انصاری: ان کی ایک نظم ''اے شبستانِ حرا'' کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے۔

اے شبستانِ حرا'
اے لبِ ہستی کی دُعا
اے دلِ آدم و عالم کی تمنا کی مثیل
اے گزرتی ہوئی آنات میں اک قائم و دائم کی دلیل
تو وہ خوش بخت کہ اُس مہرِ جہاں تابؐ نے بخشا تجھے جلووں کا ہجوم
حسنِ انفاس کا تنزیہہ و تعطر تری محراب کو قدوس نما کرتا تھا۔
تیرے دامن میں ہوا صبحِ رسولؐ کا طلوع
اے دلِ آدم و عالم کی دُعا

اے شبستانِ حرا!

اے سشبستانِ حرا! ۲۳۵

الطاف قریشی (۱۹۳۸ء تا ۱۹۸۰ء): ان کا نعتیہ مجموعہ ''ثنا'' کل ایک سو صفحات پر مشتمل ہے۔ ان میں سے صفحہ ۱۱ سے ص ۹۰ تک کی تمام نعتیہ منظومات آزاد نظم کی ہیئت میں ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ ۸۰ صفحات تک ان کی آزاد نظم پر مشتمل نعتیں ہیں۔ یہ تعداد خود ایک اچھے خاصے مجموعے کے برابر ہے لہٰذا نعتیہ آزاد نظم کا ذکر الطاف قریشی کے بغیر ادھورا رہے گا۔ الطاف قریشی کے کلام کا کمال اُن کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ یہ عشق سمندروں سے گہرا اور آسمانوں سے بلند ہے۔ انہیں مکمل شعری مہارت حاصل ہے۔ ان کے الفاظ نپے تلے اور سوچ ضیا بار ہے۔

ایک نظم ''ایک لمحہ جاودانی زیست کا'' بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

روشنی سے بھر گیا چہرہ مرا

دھڑکنیں پاگل سی ہو کر دل سے باہر آ گئیں

جی اٹھا ہر سانس میرا

جب خیال آیا مرے پیارے حضور ﷺ

سنتے ہیں آواز میری

جب میں پڑھتا ہوں درود ۲۳۶

الطاف قریشی کے ہاں فکر کی پختگی، فن کی بلندی اور عشق کا عروج یکجا دیکھنا ہو تو یہ چھوٹی سی چھوٹی ''یا سید الانام'' ملاحظہ کیجئے۔

بجھنے لگی ہے دھوپ

سمٹنے لگا ہے دن

ڈھلنے لگی ہے دشتِ مسافت میں ہم پہ شام

یا سید الانام ﷺ ۲۳۷

محض چار لائنوں کی اس مختصر سی نظم میں علامتوں کے پردے میں الطاف قریشی نے اپنے دور کا سارا کرب، استغاثے کی صورت میں بارگاہِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یوں پیش کر دیا ہے کہ روح جھومنے لگتی ہے۔ احمد ندیم قاسمی کی یہ رائے تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں:

''الطاف قریشی نے مختصر ترین نعتوں میں ایجاز کو اعجاز بنا دیا ہے۔ کم سے کم الفاظ میں آفاق گیر وسعتوں کے مضامین سمیٹتے چلے جانا الطاف قریشی کے کمالِ فن کی دلیل ہے۔'' ۲۳۸

امجد اسلام امجد: معروف شاعر امجد اسلام امجد کے ہاں آزاد نظم کی مثالیں خاصی ملتی ہیں ان کی ایک نعتیہ نظم بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

اُداسی کے سفر میں جب ہوا رُک رُک کے چلتی ہے

سوادِ ہجر میں ہر آرزو چُپ چاپ جلتی ہے

کسی نادیدہ غم کا کہر میں لپٹا ہوا سایہ

زمیں تا آسماں پھیلا ہوا محسوس ہوتا ہے

گزرتا وقت بھی ٹھیرا ہوا محسوس ہوتا ہے

تو ایسے میں تیری خوشبو

محمد مصطفیٰ صلِ علیٰ کے نام کی خوشبو

دلِ وحشت زدہ کے ہاتھ پر یوں ہاتھ رکھتی ہے

تھکن کا کوہِ غم بٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے

سفر کا راستہ کٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے ۲۳۸۔الف

نازش قادری (محمد حنیف نازش قادری، منڈی کاموکے): ان کے نعتیہ مجموعے ''آبرو'' کے آخری حصہ میں ایک نعت بعنوان ''سلام اُس پر'' آزاد نظم کی ہیئت میں لکھی ہوئی ملتی ہے۔ ویسے تو یہ آزاد نظم ہے لیکن شاعر نے تجربوں سے اسے پابند بنا دیا ہے۔ پہلے اس کا ایک بند ملاحظہ کیجئے:

سلام اُس پر کہ جس نے ایماں کا نور بخشا
سرور بخشا
دلوں کو جس نے شعور بخشا
سکونِ جاں دُور دُور بخشا
خزانے جو بھی چھپے ہوئے تھے
انہیں بھی آ کر ظہور بخشا
کوئی ندامت کے اشک لایا' جو اُس کے در پر
خطائی نبھائی' قصور بخشا ۴۳۹

اس طویل نظم کے سترہ بند ہیں اور ہر بند کا ناک نقشہ ایسا ہی ہے۔اس میں درج ذیل تجربے کئے گئے ہیں۔

الف۔ آزاد نظم کے مختلف بند بنائے گئے ہیں۔

ب۔ ہر بند آٹھ مصرعوں پر مشتمل ہے۔جس سے اس نظم میں مثمن کا رنگ پیدا ہو گیا ہے۔

ج۔ اندرونی قوافی صوتی تاثر کو پیش کر رہے ہیں
ہر بند میں اندرونی قوافی ایک سی ترتیب و تنظیم سے آئے ہیں۔

د۔ ہر بند کا پانچواں مصرع الگ قافیہ رکھتا ہے۔

بہر حال موجودہ ہیئت آزاد نظم ہونے کے باوجود ایک طرح کی پابند نظم بھی ہے جو اپنا منفرد ہیئتی نظام خود تشکیل دیتی ہے۔اس سے نظم میں گیت کا آہنگ پیدا ہو گیا ہے۔کہا جا سکتا ہے کہ یہ نظم' آزاد نظم' پابند نظم اور مثمن کی ملی جلی خوبیوں کا امتزاج پیش کرتی ہے۔

افتخار حیدر سید: ان کی ایک نعت "رحمتِ دو جہاں" کے عنوان سے آزاد نظم کی ہیئت میں ہے۔اس نعت کے بارہ بند ہیں۔مختلف بندوں میں تعدادِ مصاریع مختلف ہے۔ایک مظلومہ' جو سنگدل اور چالاک اہل مکہ کے ظلم و ستم سہتی رہتی تھی اسے سرورِ کون و مکاں کی شفقت نصیب ہوتی ہے' اور اس کے زخموں کو مرہم نصیب ہو جاتی ہے۔اس نظم میں مظلومہ سے اس دور کا عام معاشرہ مراد لیا جائے اور مرہم سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نظامِ رحمت تو اس نظم کی ایمائی گرہیں کھلتی ہیں۔نظم شاعرانہ ترفع کی حامل ہے۔شاعر کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قاری کے دل و ذہن کو بھی سیراب کرتا ہے۔اس نظم میں خالص نعت کے حامل یہ مصرعے دیکھیے (ان میں سراپا نگاری بھی ہے اور قلبی کیفیت کی ترجمانی بھی لیکن اک عجب شان سے)

وہ بشر......انسانِ کامل رہبرِ انس و ملک مہر و مہ کی جگمگاہٹ جس کے چہرے کی جھلک اک مقدس نور کا ہالہ زمیں سے تا فلک روحِ مسجودِ ملائک اوجِ آدم کا کمال حسنِ ربِ ذوالجلال و ذوالجمال چشمِ پرنم......چشمۂ جود و کرم نطقِ شیریں......وحیِ خالق کی امیں	راحتِ قلبِ حزیں سایۂ شفقت......سکونِ جاں مسیحائے زماں جذبۂ لطف و کرم کا آسماں بے خطا' بے جرم' مظلومہ کی حالت دیکھ کر اضطرابِ قلبِ رحمت کی تڑپ لے کر اٹھا جیسے ساون کی گھٹا ۴۴۰

سید افتخار حیدر کی ایک اور نعت "مبلغِ عشق" آزاد نظم کی ہیئت میں ہے۔اس میں حضرت سیدنا بلال حبشیؓ کے ایک بھائی کا تذکرہ ہے جو حبشہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ملنے کی غرض سے نکلتا ہے۔اس میں نعتیہ عناصر رسمی نہیں بلکہ اعلیٰ شاعری کا نمونہ ہیں۔آزاد نظم ہو کر بھی چھوٹے بڑے مصرعوں میں پائی جانے والی غنائیت اور اندرونی قوافی کی چھب بطور خاص قابلِ ذکر ہے۔

میں اپنے بھائی کے ایسے آقا کو دیکھنے کے لئے چلا ہوں
مرے سیاہ فام بھائی کو جو
بٹھا کے زانو کے پاس اپنے
کھلا کے تھالی میں ساتھ اپنے

غلام و آقا کے فاصلوں کو مٹا رہا ہے
ضمیر انساں جگا رہا ہے [۴۴۱]

حفیظ تائب نے بالکل درست لکھا ہے: "جذباتِ عشقانہ کے سمندر میں سید افتخار حیدر کا سفینۂ ادب کہیں ڈولتا نظر نہیں آیا۔ یہ ادب و احترام انہوں نے قرآنِ پاک سے سیکھا ہے۔ انہوں نے دوسرے نعتیہ مضامین کے انتخاب میں بھی قرآنِ حکیم سے بھرپور اخذ و استفادہ کیا ہے۔" [۴۴۲]

لالہ صحرائی (محمد صادق): نے ایک آزاد نظم "معراجِ تمنا" کے نام سے لکھی ہے۔ جس کے پانچ بند ہیں۔ اس نعتیہ نظم کا پہلا بند درج ذیل ہے:

عہدِ نبیؐ میں
شہرِ نبیؐ کا
کاش میں ذرہ ہوتا
ان کے پیروں کو میں چھوتا
اور ان کے قدموں میں رلتا
مجھ کو اڑاتی بادِ رحمت
ان کی کملی سے میں لپٹتا
پھونک سے جب وہ مجھ کو اڑاتے
خوشی سے میں پھر پھول ہی جاتا
کاش میں ذرہ ہوتا
سوچتا ہوں لیکن میں یارو
ذرے، تنکے، جھونکے اور قطرے سے بڑھ کر
عہدِ نبیؐ میں
شہرِ نبیؐ کا
کاش میں انساں ہوتا
اور مسلماں ہوتا
کٹ مرتا میں حکمِ نبیؐ پر
راہِ دینِ حق میں
پائے نبیؐ پر سر رکھ کر میں موت کی لذت پاتا
اور امر ہو جاتا [۴۴۳]

غزوات کے حوالے سے شہادت کی یہ خواہش وہ بھی حضورؐ کے سامنے ان کے حکم پر کتنی بڑی، عظیم اور بابرکت ہے۔

سیف علی: آزاد نظم کی ہیئت میں سیف علی کی ایک نعت کے چھ بند ہیں۔ پہلا بند پانچ اور باقی ہر بند چھ، چھ مصرعوں پر مشتمل ہیں۔ ہر بند کے آخری دو مصرعوں میں شاعر نے قافیے کا التزام کیا ہے، جس سے نہ صرف غنائیت بڑھتی ہے بلکہ خیال کے اصرار و تکرار کا بھی احساس ہوتا ہے۔ ایک بند درج ذیل ہے۔ (اس میں ملی آشوب کی جھلک بھی دیکھی جا سکتی ہے):

حضورؐ! جب سے شکست کا سامنا ہوا ہے
شعار ٹھہرا ہے صلح جوئی
پڑے ہوئے ہیں
مصالحت کے غریب خانے میں بند ہو کر
حضورؐ! کوئی جتن ہماری رہائیوں کا ضرور کیجیے

ہزیمتوں کا کربیہہ احساس دور کیجئے ۲۴۴

کوثر اعظمی: اعظم گڑھ (بھارت) کے کوثر اعظمی کے ایک نعت ''آزاد نظم'' کی ہیئت میں فنی تقاضوں سے انصاف کرتی نظر آتی ہے۔ شاعر' صحرا میں کڑی دھوپ سہتا ظلمتِ دیجور میں سوئے منزل رواں دواں ہے' اسے رستے کی تکالیف گوارا ہیں' کیونکہ اس کا رہنما کامل ہے۔

رہنما اپنا ہے
وہ نقشِ کفِ پا جس نے
ہر قدم صورتِ خورشید درخشندہ جبیں
ہم سے گم گشتہ مقاموں کو نگاہیں دی ہیں ۲۴۵

شاعر اسی نقشِ پا کو جہانِ رحمت کی بازیابی کا ذریعہ قرار دیتا ہے' یہ نظم دھوپ' صحرا' ظلمت' شجر علم اور جہانِ رحمت جیسی علامات کے ذریعے معنوں کی دنیا آباد کرتا ہے۔ اشعار رواں دواں اور سہل ممتنع کی شان رکھتے ہیں۔ فکری و فنی ہر دو اعتبار سے یہ نعت قابلِ ذکر بھی ہے اور قابلِ تحسین بھی۔ شاعر کے جذبے کا تیز بہاؤ' مصرع مصرع سے نمایاں ہے۔ بیان پر تاثیر اور نظم کا آہنگ دلکش ہے۔

نذیر قیصر (اے ہوا مؤذن ہو): پہلے مسیحی اردو نعت گو شاعر ہیں جن کا باقاعدہ مجموعہ نعت شائع ہوا ہے۔ ان کی نعت میں متعدد ہیئتیں استعمال ہوئی ہیں ذیل میں ایک آزاد نظم پیش کی جاتی ہے۔

قسم زیتون کی
صحرا کی---------
صحرا میں اتری پہلی بارش کی
ترے قدموں کی اڑتی دھول کا پیاسا
مرا دل ہے
قسم ہے ابر کی
اور رعد کی تسبیح کی
جب شب کی انگشتِ شہادت
روشنی میں ڈوب کر ابھرے
فلک مکتوب کی صورت
دنوں' سالوں' مہینوں میں بکھر جائیں
ترے اسرار سینوں میں بکھر جائیں ۲۴۶

قیصر نجفی: اہم نعت گو شاعر ہیں۔ آزاد نظم کی ہیئت میں بہت سی نعتیہ نظمیں کہیں۔ ان کے نعتیہ مجموعہ ''رب آشنا'' میں ان کی آزاد نظم کی ہیئت میں لکھی گئی نعتیں درج ذیل ہیں۔ ندیم چہرہ' سرِ فاراں' اے رب آشنا' فریاد' یہ کیا غضب ہے' اعتراف۔

قیصر نجفی کے ہاں آشوبِ ملت کا ذکر بہت ملتا ہے۔ ایک حساس اور خیر خواہِ امت ہونے کے ناتے وہ موجودہ حالات سے بہت دکھی ہیں۔ ان کا فنکار ذہن ان کی کیفیات کو نظم کی شکل دیتا رہا ہے۔ نظم ''فریاد'' میں کہتے ہیں:

دنیا کا کوئی خطہ ہو
رسوا ہمی ہر آن ہیں
اپنا بس ایک جرم ہے
ہم لوگ مسلمان ہیں
سرکار گڑا وقت ہے

ہم پر یہ کھڑا وقت ہے سرکارؐ
ہوں بوسنائی یا ہوں فلسطینی مسلماں
کشمیری ہوں چیچن ہوں کہ افغاں
دن ان کا خوں آشام ہے
رات ان کی خوں آشام
کب ختم ہوں گے ان کے یہ سرکارؐ
رنج و غم آلام
سرکار کڑا وقت ہے ۲۴۷

آج جبکہ ملتِ اسلامیہ ہر طرف سے ادبار و آلام میں گھری ہوئی ہے۔ ہمارے دینی رہنما فرقہ بندی میں محو ہیں۔ نور و بشر کے جھگڑے جاری ہیں۔ یہ امت کی بدقسمتی ہے کہ اس کے نبی محترم کی ذات بعض علماء کے نزدیک موضوع بحث بنی ہوئی ہے۔ صدیوں سے جاری یہ تیجہ جنگ نہ جانے کیا گل کھلائے گی لیکن قیصر نجفی کی سسکیاں اور احتجاج اس کی نظموں سے صاف نمایاں ہے۔ "یہ کیا غضب ہے" میں کہتے ہیں:

نہ کوئی ہمدم
نہ کوئی ساتھی
نہ کوئی پرسانِ حال اب ہے
یہ کیا غضب ہے، یہ کیا غضب ہے
اور اس پہ طرفہ ہے یہ قیامت
ہوئے ہیں احساس سے بھی عاری
زوالِ ملت و حالِ دیں پر
نہیں ہیں اس خوش عقیدہ امت
کی آنکھوں سے اشک تک ندامت کے چند جاری
یہ کیا غضب ہے یہ کیا غضب ہے
میں سوچتا ہوں ۲۴۸

اقتباسات اگرچہ طویل ہو گئے ہیں لیکن یہ صاف ظاہر ہے کہ قیصر نجفی کو دل کا درد نظم میں پرونے کا ہنر آتا ہے۔ اسی لیے اس کے کلام میں جاذبیت ہے۔ جب وہ ان افکار کو پیوندِ نعت بناتا ہے تو استغاثہ کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ "اعتراف" ایسی نظم ہے جس میں وہ بارگاہِ رسالت میں اپنی اجتماعی خامیوں کا اعتراف کرتا ہے۔ قیصر کے فکر اور فن میں کہیں ٹکراؤ یا غیر ہم آہنگی پیدا نہیں ہوتی۔ وہ جذبوں کو زبان دینے کا فن خوب جانتا ہے۔

گناہ پہلے بھی ہم سے سرزد ہوئے ہیں بے حد
مگر جو اب کے گناہ ہم نے کیے ہیں آقاؐ نہیں وہ قابلِ معافی
نہیں ہیں وہ قابلِ معافی خدا کے گھر کو بھی ہم نے مقتل بنا دیا ہے
حسینؑ کے خانۂ عزا میں بھی خوں کا دریا بہا دیا ہے
پولس کے پہرے میں لوگ پڑھتے ہیں اب نمازیں پولس کے پہرے میں لوگ دیتے ہیں اب اذانیں
مگر یہ تاویل بھی عجب ہے غضب ہے سرکارؐ یہ غضب ہے
کہ اپنی سفاکیوں کو محمول تیری خوشنودی پر کریں ہم
بہا کے امت کا خونِ ناحق تری محبت کا دم بھریں ہم

قیصر کے فکر اور فن میں کہیں ٹکراؤ یا غیر ہم آہنگی پیدا نہیں ہوتی۔ وہ جذبوں کو زبان دینے کا فن خوب جانتا ہے۔

منور ہاشمی: نے بھی آزاد نظم کی ہیئت میں نظمیں لکھی ہیں۔ یہ نظمیں فنی لحاظ سے معیاری ہیں۔ مصرعوں کی طوالت، جذبے اور خیال سے ہم آہنگ ہے۔ نعتیہ مضامین علمی پس منظر رکھتے ہیں۔ ان کی ایک نظم ملاحظہ کیجیے: عنوان ہے ''روزِ قیامت''

وہ منظر
دیدنی ہوگا
کہ جب محشر میں
سب لوگوں کی جانوں پر بنی ہوگی
کسی کو داورِ محشر کے آگے
نہیں ہوگی
اجازت لب ہلانے کی
یوں ایسے میں
امامِ انبیاء
تشریف لے آئیں گے
اپنی امتِ حیراں کی جانب
باذنِ خالقِ اکبر سجا ہوگا
سرِ اقدس پہ اک تاجِ شفاعت ۲۴۹

ایک اور خوبصورت نعتیہ نظم درج ذیل ہے۔

ابھی میں نے کیا ہی تھا
ارادہ نعت کہنے کا
ستاروں کی طرح الفاظ میرے
جگمگا اٹھے
مری سوچیں
معطر ہو گئیں
جنت کی خوشبو سے ۲۵۰

منور ہاشمی کے کلام کے متعلق افتخار عارف کی رائے ہے:

''منور کے یہاں اخلاصِ نیت اور جذبے کی شدت، فنی تقاضوں کے ساتھ آمیز ہو کر تہذیب نعت کی ذمہ داریوں کو بھی پورا کرتی ہے اور محاسنِ ہنری کی پاسداری میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتی۔ یہی اس کے مجموعہ نعت کا اختصاص ہے۔'' ۲۵۱

حفیظ تائب: معروف نعت گو حفیظ تائب نے بھی آزاد نظم کی ہیئت میں نعتیں کہی ہیں۔ ان کے دوسرے نعتیہ مجموعے ''وسلمو تسلیما'' میں درج ذیل نظمیں آزاد ہیئت میں ہیں۔ دیباچہ اِمکاں (ص:۷۵)۔ نورِ اولیں (ص:۷۶)۔ اوجِ کمال (ص ۸۱)

ان تمام نظموں کا خاتمہ سلام کے مضمون پر ہوتا ہے۔ حفیظ کا تمام تر فکری و فنی کمال ان نظموں میں بھی موجود ہے۔ خصوصاً ایجاز نے حفیظ کے ہاں جس طرح اعجاز کا منصب پایا ہے قابلِ داد ہے۔ ان کی نظم ''سرنامہ تخلیق'' بطور نمونہ درج ذیل ہے:

ہوا جو منظورِ حق تعالیٰ کو اپنا اظہار
تو پھر اس نے
حضورِ اکرمؐ کے نورِ مفرد کو
منقسم کر کے چار حصوں میں
ایک حصے سے اس نے پیدا کیا قلم کو

بنائے پھر لوح و عرش و کرسی
پھر ایک حصے سے آب و گل کو وجود بخشا
خدائے قادر نے
جس زمانے میں
مصطفےٰ کو نبی بنایا
جناب آدمؑ تھے اس زمانے میں
درمیاں روح اور جسد کے
سلام سرخیلِ مرسلیں پر ۲۵۲

صبیح رحمانی: حضورؐ ہی ہیں

چراغ راہ ہدایت ایسے
کہ جو ازل سے ابد تلک زندگی کے
تمام تر قافلوں کی ہر آن رہنمائی کو ضوفشاں ہیں
حضورؐ ہی ہیں
وفا کا وہ ماہتاب جس کی شفیق کرنوں میں
چہرہ جور و جفا کا ہرگز نکھر نہ پایا
اِک آفتابِ نبوت ایسا کہ بعد جس کے
کوئی بھی ایسا اُبھر نہ پایا
وہ جن سے صحنِ زمیں ہے روشن ۲۵۳

تابش (ذوالفقار احمد):

زمانوں کا مالک جہانوں کی توقیر لے کر
وہ آئے گا الہام کی آیتیں، علم کی ساعتیں
سارے نبیوں کی تاثیر لے کر
وہ الائشیں پاک کرنے، تمھارے لہو میں
جو تاریک ذروں کی تمثیل ہیں
آؤ اسی کے حدی خواں بنیں
جس کی ناقہ ہمارے لئے قریۂ قہر سے
روشنی کی خبر لا رہی ہے
اُجالوں کا مالک
سبھی عالموں کے لئے سبز کرنوں کی خوشبو لئے آ رہا ہے
چلو اہلِ نجار کی بیٹیو دف بجاؤ
پرندے طلوعِ سحر کی خبر دے رہے ہیں۔ ۲۵۳۔ الف

سلیم اختر فارانی: ان کے مجموعہ کلام ضیائے ہفت رخشاں میں موجود نظم طلوع آفتابِ رسالت ﷺ آزاد نظم میں کہی گئی نعت ہے، یہ ایک طویل نعت ہے، جس میں حضور نبی اکرمؐ کی سیرت مبارک کو بیان کیا گیا ہے۔

یہ ساری کائنات رنگ و بو ہے منتظر اس کی
وہ آتے ہی محبت کے حسیں نغمے سنائے گا
وہ احمد ہے وہ حامد ہے وہ محمود محمدؐ ہے
وہ اوّل بھی وہ آخر بھی وہ دانائے سبل بھی ہے
وہ رنگ و نور گلشن اور وہ خوشبوئے گل بھی ہے
نقیب سورہ اخلاص بھی ختم الرسل بھی ہے
سلام اس ابر رحمت پر کہ وہ مولائے کل بھی ہے.......... وہ آئے گا
اور پھر وہ دن بھی آیا۔ جب وہ ماہ ضوفشاں اُترا جناب آمنہ کے گھر
یہ کائنات آب و گل منوّر ہو گئی جس سے
وہ نور اوّلیں تھا آخری پیغامبر بھی تھا ۲۵۴

شبنم رومانی: ان کی کی نعتیہ نظم ''حرف نسبت'' آزاد نظم کے ہیئت میں ہے۔ فکر و فن ہر اعتبار سے لائق تحسین ہے۔ شبنم رومانی کا کینوس چونکہ بہت وسیع ہے لہٰذا وہ نعت میں ہر چیز کو سمونے کا ہنر جانتے ہیں۔ انہیں الفاظ پر قدرت حاصل ہے۔ دل کے جذبات ان کے مصرعوں سے ہویدا ہیں۔ اس نظم کا اقتباس دیکھیے:

ان کی دہلیز چھو کر
جو پتھر تھا پل بھر میں پارس ہوا
ان کے ہاتھوں سے جو ہاتھ بھی مس ہوا
چاند تاروں نے اس ہاتھ پر بیعتِ شوق کی
اس زمیں پر وہی ہاتھ سایہ سایہ رہا
یہ فلک بھی اسی کا کنایہ رہا
جس نے دیکھا انہیں
اس کی بینائی کے وا ہے ڈھل گئے
اس پہ آفاق کے سب ورق کھل گئے
جس نے مانا انہیں
اپنے پیکر میں شہرِ یقیں ہو گیا ۲۵۵

اقبال صلاح الدین: اقبال صلاح الدین کے مجموعے ''حدیثِ آشنا'' میں دو نعتیہ نظمیں آزاد ہیئت میں لکھی ملتی ہے۔ ایک نعت میں ''ادا'' کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ادا حسن ہے
دلکش و دلربا نہر کی لہر ہے
خوبی و خوشنمائی کا اک شہر ہے.......... ہاں
محبت کا نوریں وجود اس سے ہے
اور جبینوں کو شوقِ سجود اس سے ہے
پھول کی زیب و زینت

کلی کی صباحت
نسیمِ سحر کا خرام حیات آفریں اس سے ہے

یہ نظم طویل ہے اور مختلف اداؤں کا ذکر کرنے کے بعد شاعر سب اداؤں سے احسن و افضل ادا کا ذکر کرتا ہے۔

ہاں اسی خالقِ دو جہاں کی
اسی حسنِ احسن کے......لاریب
ساری اداؤں میں......افضل ادا
اس کی دلکش اداؤں کی سرتاج و سرورادا
اپنی ساری وجاہت لطافت لئے
ہے محمدؐ کی صورت میں جلوہ نما
اس پہ لاکھوں درود
اس پہ لاکھوں سلام ۲۵۶

اکرم ناصر: ان کی ایک نعتیہ نظم کا یہ حصہ دیکھیے۔

مجھے اک شعر لکھنا ہے
کہ جس میں بات ایسی ہو
کسی نے بھی نہ سوچی ہو
جسے پڑھ کر فرشتے جھوم اٹھیں
اور حضرت جبریل یہ تصدیق فرمادیں
کہ اَب لفظِ محمدؐ اپنی پوری شان سے تعریف میں آیا
مجھے اک شعر لکھنا ہے
یہی خواہش مری شعری وراثت ہے
مجھے اک شعر لکھنا ہے
یہی خواہش مجھے اب آنے والی نسل کو تفویض کرنا ہے
کہ اس خواہش سے بڑھ کر نعت ممکن ہی نہیں لکھنا ۲۵۶۔الف

جعفر بلوچ: انہوں نے آزاد نظم کی ہیئت میں متعدد نعتیہ نظمیں لکھی ہیں۔ جیسے ندائے صفا' دلِ کفر کی سنگینی اور رسولِ کریمؐ کی معدلت گستری............آخری نظم میں اس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے جب آلِ مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی اور حضرت اسامہؓ نے اس کی معافی کی سفارش کی تو حضورؐ نے فرمایا:

دیارِ رسولؐ خدا نے پھر شام کو یہ خطبہ
کہ تم سے پہلے ہوئیں جو قومیں ہلاک اس کا سبب یہی تھا
کہ کرتا اشراف کوئی چوری
تو چشم پوشی شعار کرتے
غریب اگر کوئی چور ہوتا
تو اس کی پاداش سے اسے وہ دوچار کرتے ۲۵۷

حسن عسکری کاظمی: انہوں نے ایک نظم ''سراپا خیر عمل'' لکھی ہے جو آزاد نظم کی ہیئت میں ہے۔ اس کے چند مصرعے دیکھیے:

میں زندگی میں اسی کے نقشِ قدم پہ چلنے کی آرزو میں

ردائے غربت کے اوڑھنے میں نشاطِ سود و زیاں سے گزرا
میں اس کے لہجے کی نغمگی کو
خدائے برتر کی بے نیازی کا سرمدی اک ترانہ سمجھا
اسی نے خالق کے روح پرور تمام لفظوں، تمام حرفوں
تمام نقطوں کو لوحِ محفوظ پر عالمِ نور میں پڑھا ہے
اسی لئے وہ زمینِ مکہ میں عام لوگوں کی زندگی کا مزاج داں ہے
کہ وہ بھی اُمّی لقب ہے جس نے
کسی کے آگے سوال رکھا نہ حرف سیکھا
وہی تو روزِ ازل سے اب تک ہمارے دل میں بسا ہوا ہے
ابد کی لامحدود وسعتوں میں اسی کی فرماں روائی دیکھی ۴۵۸؎

نظم آزاد میں لفظوں کو بہت سوچ کر برتنا پڑتا ہے۔ مصرعے کی طوالت، خیال کی شدت سے ہم آہنگ ہوتی ہے اور خیال کسی قسم کی رکاوٹ کو برداشت نہیں کرتا لہٰذا وہ قافیے کے بغیر، صرف جذب دروں کے ساتھ آگے بڑھتا ہے۔ حسن عسکری کاظمی کی یہ نظم اس اصول پر پورا اترتی ہے لہٰذا ہیئت کے حوالے سے اسے کامیاب نظم کہا جا سکتا ہے۔

حسین سحر: ان کی آزاد نظم کی ہیئت میں لکھی ہوئی نظم ''نورِ اول'' ان کے نعتیہ مجموعے ''تقدیس'' میں شامل ہے۔ نظم کے آغاز میں سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل کی تمدنی حالات کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ پھر (شاعر کی زبانی سنیے):

یکا یک زمیں کے جہالت کدے میں
خدا کی طرف سے
ازل اور ابد کی علیم و بصیر
اک نئی روشنی کا اجالا ہوا
یہ نئی روشنی
رنگ و خوشبو کی بارش لئے اپنے اطراف میں
ساری دنیا پہ چھانے لگی ۴۵۹؎

حسین سحر پختہ گو، غزل نویس ہیں آزاد نظم کی ہیئت میں بھی ان کی خدمتِ نعت قابلِ تحسین ہے۔
حسین سحر نے ''سعادت'' میں درود تاج کے منظوم ترجمہ آزاد نظم کی ہیئت میں کیا ہے۔

والمعراج سفره، و سدرة المنتهى مقامه، و قاب قوسين مطلوبه والمطلوب مقصوده، والمقصود موجوده''
سيد المرسلين، خاتم النبين، شفيع المذنبين کا ترجمہ دیکھیے

سفرِ معراج ہے ان کا تو سدرہ ہے مقام ان کا
ہے ان کا مرتبہ قوسین جو مطلوب
اور مقصود ہے ان کا
یہی مقصود ہے، موجود انؐ کے واسطے
وہ سیدِ پیغمبراںؐ ختمِ رسولاںؐ شفیعؐ مذنباں اور رحمۃ للعلمینؐ ہیں ۴۶۰؎

گوہر ملسیانی:

ان کی ایک نعت آزاد نظم کی ہیئت میں بعنوان ''گلِ منور'' ہے۔ اس میں نعتیہ آب و تاب قابلِ ذکر ہے۔ یہ مصرعے دیکھیے۔

وہ دھڑکنوں کی سپاہ لے کر
خزاں رسیدہ چمن میں آیا

کلامِ شیریں سے اک زمانے کو
جس نے پیغامِ حق سنایا
نشانِ منزل، مقامِ عقبیٰ
ہر ایک انساں کو ہے دکھایا ۲۶۱

اعجاز فاروقی: کی ایک نعت ''شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری'' میں شامل ہے، جو آزاد نظم کی ہیئت میں ہے۔

وہ افق کی سمت، بہتا ہوا بسیط
آسمانوں کی طرف اڑتی ہوئی ریت کی شال
وہ ہر اک ذرے میں خورشید درخشاں کا طلوع
رات کے ماتھے پہ وہ چاندی کا جھومر.......... اور وہ آیا
وہ اک نور کی کملی اوڑھے
اس کی آنکھوں سے شعائیں برسیں
ریت کی دھند چھٹی
لفظ پھر زندہ ہوئے
لفظ جن میں ہے خدا کا سایہ
لفظ جن میں تیری تصویر ۲۶۲

شوکت ہاشمی (شاخ نور):

روشنی، روشنی

میرا ایمان ہے تو ازل تا ابد
تیری پہچان ہے ایک صحرا نشیں
اولیں آخریں، احسنِ ہر حسیں
سید المرسلیں، رحمت عالمیںؐ
شاہِ دنیا و دیں، میرے آقاؐ
جنابِ محمدؐ کا بے مثل قد
روشنی روشنی
تیرا عنوان ہے باعثِ کن فکاں
محسن انس و جاںؐ سرورِ سروراںؐ
ہادیِ دو جہاںؐ شافعِ امتاںؐ
حامیِ بے کساںؐ میرے آقاؐ
جنابِ محمدؐ کا نوری جسد
روشنی روشنی
میری پہچان ہے وہ جو یٰسین وطٰہٰ ہے
قرآن ہے
اس سخی سائیںؐ کی
شانِ داد و ستد

اس تخی سائیں داتا کا دربار اور
نخلِ گریہ کے سائے میں
بیٹھا ہوا
اک خطا کار..... میں ۲۶۳

اطہر نفیس: سلام اُسؐ پر ______ جو ظلمتوں میں منارۂ روشنی ہوا ہے
وہ ایسا سورج ہے جس کی کرنیں ازل ابد کے تمام گوشوں
میں نور بن کے سما چکی ہیں
ہر ایک ذرّے کو ماہِ تاباں بنا چکی ہیں ______ سلام اُسؐ پر ۲۶۴

محمد فیروز شاہ: جدید لہجے کے تازہ گو شاعر فیروز جب آزاد نظم کی ہیئت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت مبارک لکھتے ہیں تو ان کے جوہر کھلتے ہیں۔ انہیں سوچنا بھی آتا ہے اور سوچ کو سلیقے سے پیش کرنا بھی۔ لفظیات کے استعمال کا ایک خاص قرینہ انہی سے منسوب ہے۔ جب وہ آزاد نظم کہتے ہیں تو اس کے نظم کا جواز بھی پیدا کرتے ہیں۔ ان کی نظم پڑھ کا پہلا تاثر یہ ابھرتا ہے کہ اس نعت کے لئے یہی الفاظ اور یہی ہیئت موزوں تھی اور یہ بڑی بات ہے۔ پہلے ان کی ایک نعت دیکھتے ہیں۔ اس کا عنوان ہے ''بخت مند حرفوں کی تمریک''

یہ نام ہی ایسا ہے
ہونٹوں سے ادا جو جب
لب چومتے ہیں اس کو
دیتی ہے زبان بوسہ
یوں اسم محمد ﷺ کی توقیر نکھرتی ہے!

''باوضو آرزو'' میں آزاد نظم کی ہیئت میں لکھی ہوئی کل سات نعتیں ملتی ہیں۔ ان میں بھی نظم ''محسنِ انسانیتؐ'' بے حد اہم ہے۔ اس میں پہلے تو سرکارِ مدینہ کی بعثت سے قبل کے حالات شاعرانہ انداز سے بیان ہوئے ہیں۔

کڑی رتوں کے مہیب تیور
اداسیوں کے طویل موسم
شبِ اماوس کے جس لمحے
اکیلگی کی عذاب ساعت
یہ ایک عفریت کے تھے پنجے
کہ جو تمدن کی شور دھرتی 'میں گڑ چکے تھے

پھر حضورِ پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کا بیان ہے لیکن نور کے استعارے کے ساتھ:

وہ روشنی کا عظیم منبع
وہ نورِ عالم 'حبیبِ اعظمؐ
خدائے ارض وسما کے رحم وکرم کا قاسم
کہ جس کے صدقے میں گل رتوں نے حیات پائی
اندھیری راتوں نے
پھر سحر کی نوید پائی
وہ انقلابِ عظیم لایا ۲۶۵

ان آزاد نظموں کے مصرعوں کی طوالت' موزونیت اور آب وتاب فیروز شاہ کی ہیرا تراشی کا احساس دلاتی ہے۔

رشید واثی: نظم آزاد کی ہیئت لکھنے والوں میں رشید واثی ایک ممتاز نام ہے۔ ان کے نعتیہ مجموعے ''خوشبوئے التفات'' میں چار ایسی نعتیں ہیں جو اس ہیئت میں لکھی گئی ہیں۔ سرِ ازل سِر اسمائے رسولؐ بحضور رسولِ رحمت اور عصری مناجات۔ یہ سب نعتیں فن پارے ہیں۔ بطور نمونہ تیسری نعت کا یہ حصہ دیکھیے۔

خزاں گزیدہ تپیدہ موسم
سوادِ جاں میں ٹھہر گیا ہے
سہانے سپنے بکھر رہے ہیں
گلاب موسم گزر گیا ہے
ہر ایک ساعت
ہر ایک لمحہ شرر فشاں ہے
نہ کوئی سایہ
نہ سائباں ہے
تمہارے روضے کی ٹھنڈی چھاؤں کو گھر بنانے کی آرزو ہے ۲۶۶؎

حشمت یوسفی: ان کی نظم ''مہا کویتا'' آزاد نظم کی ہیئت میں کہی جانے والی نعتوں میں ایک بڑا فن پارہ ہے۔ اس نظم کے تین حصے ہیں۔ ''پہلا سین'' میں اس صحرائے عرب کا ذکر ہے جو بے آب و گیاہ ہے اور جس میں آلِ حضرتِ ابراہیم بے ہراس ہے۔

پہلا سین:

سوکھی پیاسی یہ وادی
اور اکیلے پن کا گھاؤ
دوری اور مجبوری
وہ جبل وہ کٹھنائی
وہ سیہ سیہ پتھر
دکھ کی آگ میں جھلسے
بے ضمیر بے آواز
مشعلیں لیے غم کی وہ دلیر دیدہ رات
ہجر کا کھنڈر وہ رات
درد ناشناسائی طاقتِ شکیبائی
نسلِ آدمؑ و حواؑ
آلِ حضرت ابراہیمؑ
بے ہراس بے وسواس
شکتی دان وبلوان

دوسرے سین میں گویا بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کے عرب ماحول کا نقشہ کھینچا ہے۔

دوسرا سین:

وہ عرب کے ہیبت ناک ریگزار و کوہستان
اور ان کے وہ پرخوں آستین اور دامن

عشق کی کچہری میں
بھیڑ مجرموں کی ہے کس قدر اُداسی اور چپ
ہر قبیلۂ وحشی اپنے دیوتاؤں سے بدگمان اور نالاں

تیسرا سین وہ ہے جب اعلانِ نبوت کے بعد عرب معاشرت ایک عظیم، پرامن اور عالمگیر نظامِ فطرت سے ہم آہنگ ہوئی اور یہ تبدیلی نبیِ امّی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وجہ سے ہوئی۔

تیسرا سین:

خاکِ رہ گزر جس کی کیمیا اثر نکلی
کھیت ماہ وانجم کے جسؐ نے روندڈالے ہیں
جس کا دیدۂ پردین فیض کا سمندر ہے
جس کی بادِ صحرا بھی
درسِ عشق دیتی ہے
اور ادب سکھاتی ہے' آدمی بناتی ہے
دھوپ مسکراتی ہے ۲۶۷ ۔

اس خاکسار کی معلومات کی حد تک مندرجہ بالا نعت اردو ادب میں فکری وفنی ہر دو اعتبار سے ایک نیا تجربہ ہے۔ نظم میں ایمائیت' رمزیت اور علامتوں کی فراوانی ہے۔ گہرے غور وخوض کے بعد ہی نظم کے حقیقی مطالب تک رسائی ہوسکتی ہے۔ سین ڈرامائی شاعری میں ہوتے ہیں لیکن یہاں حشمت یوسفی نے تین سین بنا کر تاریخ کے تین ادوار کی اس طرح نشاندہی کی ہے کہ اس دور کی پوری معاشرت آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ ذہنی سکرین پر بننے والی یہ تصویرِ زندہ' جیتی جاگتی اور فعال زندگی کی طرح ہی ہوتی ہے۔ ایک ایسی تصویر جو کسی مصور کے برش اور رنگوں سے نہیں بن سکتی۔

فنی حوالے سے ہر سین کے لئے پیرایۂ اظہار میں تبدیلی قابلِ لحاظ ہے۔ پہلے سین اور بعد کے سینوں کا وزن وترنم دیکھیے وہ اپنے سین کے اندرون سے کس طرح مطابقت دکھا رہا ہے۔ ذرا ہر سین کے کچھ الفاظ بھی دیکھیے: اکیل پن کا گھاؤ' دکھ کی آگ' ہجر کا کھنڈر' قبیلۂ وحشی' کیمیا اثر' کھیت ماہ و انجم' دھوپ مسکراتی ہے' یہ الفاظ' تراکیب اور علامات نظم کی معنویت کو گہرا کرنے میں معاون ہیں۔ شاعر نے اس نظم کے لئے ''مہا کویتا'' جیسا عنوان غلط نہیں چنا۔

راجا رشید محمود نے ماہ نعت کے ''آزاد نعتیہ نظمیں'' میں درج ذیل شعرائے کرام کی آزاد نظمیں شائع کیں۔

امجد اسلام امجد' فیض الرسول فیضان' ریاض حسین چودھری' اکرم ناصر' سیف اللہ خالد' الطاف قریشی' سعید وارثی' صلاح الدین محمود' قمر ہاشمی' ظفر احمد پوری' اقبال صلاح الدین' محمد فیروز شاہ' ضمیر اظہر' حسن اکبر کمال' ریاض احمد' پیر اکرم' انجم نیازی' عبدالعزیز خالد' شبنم رومانی' غلام رسول اظہر

نظمِ آزاد میں ہیئتی تجربات

حاجی حنیف نازش قادری کے ہاں نظم آزاد کی ہیئت میں ایک تجربہ ملتا ہے۔

ذوالفقار احمد تابش: ان کی ایک نعت بعنوان ''میرے جان ودل قربان'' آزاد نظم کی ہیئت میں متعدد تجربوں کی حامل ہے۔ پہلے نعت ملاحظہ کیجئے:

ہاں وہ خوش نصیب آنکھیں
جو طواف کرتی تھیں
انؐ کے روئے زیبا کا
آپؐ کے سراپا کا
کیا ہی خوش نصیب آنکھیں

جو سلام کہتی تھیں
صبح و شام روز و شب
آمنہؓ کے پالے کو
صبح کے اجالے کو
تاجدارِ بطحا کو
رازدارِ ہستی کو
کالی کملی والے کو
ہاں وہ خوش نصیب آنکھیں
قرب جن کو حاصل تھا
جن کو دید ہوتی تھی
لیل لیل زلفوں کی
ماہتاب ماتھے کی
آفتاب چہرے کی
پیکر منور کی
عرش کے مسافر کی
جن کو دید ہوتی تھی
صبح و شام روز و شب
ان کی عید ہوتی تھی
میں سلام کہتا ہوں
تاجدارِ یثرب کو
میں سلام کہتا ہوں
خوش نصیب آنکھوں کو
میرے جان و دل قرباں
خوش نصیب آنکھوں پر ۲۶۸ء

اس نعتیہ نظم کے چار بند ہیں۔ لہٰذا اسے ترکیب بند کہہ سکتے ہیں۔ چونکہ ہر مصرع کی لمبائی برابر ہے (ہر مصرع فاعلن مفاعیلن پر پورا اترتا ہے) لہٰذا اس میں نظم معریٰ کی بو موجود ہے لیکن اس کی متعدد مصرعے ہم قافیہ ہیں، جبکہ دیگر اکثر مصرعے قافیے سے آزاد ہیں، یہ آزاد نظم کا رنگ ہے۔ یوں اس نظم میں نظمِ معرّیٰ، نظم آزاد ترکیب بند کے نقوش دیکھے جاسکتے ہیں۔ چار میں سے تین بند ایسے ہیں کہ ان کے آخری شعر میں ایک خاص انداز سے آنکھوں سے متعلقہ مضمون دہرایا گیا ہے۔ یہ مصرعے ترجیع بند کی لو دیتے ہیں۔ مجموعی طور پر اسے آزاد نظم کی ہیئت میں متعدد تبدیلیوں اور تجربوں کی حامل نعتیہ نظم قرار دیا جاسکتا ہے۔

نازش قادری (محمد حنیف نازش قادری، منڈی کاموکے): ان کے نعتیہ مجموعے ''آبرو'' کے آخری حصہ میں ایک نعت بعنوان ''سلام اُس پر'' آزاد نظم کی ہیئت میں لکھی ہوئی ملتی ہے۔ ویسے تو یہ آزاد نظم ہے لیکن شاعر نے تجربوں سے اسے پابند بنا دیا ہے۔ پہلے اس کا ایک بند ملاحظہ کیجئے:

سلام اُس پر کہ جس نے ایماں کا نور بخشا
سرور بخشا
دلوں کو جس نے شعور بخشا

سکونِ جاں دُور دُور بخشا
خزانے جو بھی چھپے ہوئے تھے
انہیں بھی آ کر ظہور بخشا
کوئی ندامت کے اشک لایا، جو اُس کے در پر
خطا نبھائی، قصور بخشا ۲۶۹

اس طویل نظم کے سترہ بند ہیں اور ہر بند کا ناک نقشہ ایسا ہی ہے۔ اس میں درج ذیل تجربے کیے گئے ہیں۔

الف۔ آزاد نظم کے مختلف بند بنائے گئے ہیں۔

ب۔ ہر بند آٹھ مصرعوں پر مشتمل ہے، جس سے اس نظم میں مثمن کا رنگ پیدا ہو گیا ہے۔

ج۔ اندرونی قوافی صوتی تاثر کو پیش کر رہے ہیں
ہر بند میں اندرونی قوافی ایک سی ترتیب و تنظیم سے آئے ہیں۔

د۔ ہر بند کا پانچواں مصرع الگ قافیہ رکھتا ہے۔

بہر حال موجودہ ہیئت آزاد نظم ہونے کے باوجود ایک طرح کی پابند نظم بھی بھی جو اپنا منفرد ہیئتی نظام خود تشکیل دیتی ہے۔ اس سے نظم میں گیت کا آہنگ پیدا ہو گیا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ یہ نظم آزاد نظم، پابند نظم اور مثمن کی ملی جلی خوبیوں کا امتزاج پیش کرتی ہے۔

نظم معرا

نظم معرا مغربی صنفِ سخن ہے جسے بلینک ورس کہتے ہیں۔ حالی نے اس کے لئے نظمِ غیر مقفّی کا نام تجویز کیا لیکن مولوی عبدالحق نے اس کا نام نظم معرا رکھا، یہ نام چل نکلا۔

نظم معرا بھی اساسی طور پر قافیے سے چھٹکارا پانے کی خواہش کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوئی۔ اردو میں نظم معرا سے مراد وہ نظم ہے، جس میں عروضی پابندی تو کی جائے البتہ قافیے کو نظر انداز کر دیا جائے۔ حیفظ صدیقی کے بقول:

''ایسی (معرا) نظموں میں قافیے کی پابندی نہیں ہوتی۔ قافیہ یا تو سرے سے ہوتا ہی نہیں اور اگر ہو تو کسی معین روایتی نظام کا پابند نہیں ہوتا۔ البتہ............ نظم ایک ہی وزن میں ہوتی ہے اور مصرعے برابر ہوتے ہیں۔'' ۲۷۰

سنجیدہ ناقدین کا ایک طبقہ وہ بھی ہے جو نظم معرا، نظم آزاد جیسی اقسام نظم کو اردو میں ناکام تجربہ قرار دیتا ہے مثلاً معروف ماہر اقبالیات ڈاکٹر عبدالمغنی لکھتے ہیں:

''............ یہ شاعری کی مصنوعی ہیئتیں ہیں، دوسری بات یہ کہ یہ تجربے مشرقی یا اردو شاعری کو راس نہیں آ سکے۔ شاعری کا تعلق عروض سے ہے اور عروض کا تعلق موسیقی سے ہے جبکہ مغربی اور مشرقی موسیقی کے درمیان فرق ہے اور یہی فرق دونوں کے عروض میں ہے۔ مغربی موسیقی اور وہاں کے عروض میں ہر چیز کھپ سکتی ہے جبکہ مشرقی موسیقی اور یہاں کا عروض بہت منضبط ہیں، یہ ہر چیز کو قبول نہیں کر سکتے .... جن لوگوں نے اردو شاعری میں نظم معرّیٰ اور نظم آزاد کے تجربے کیے ہیں، اکثر کسی حقیقی ضرورت کے بغیر کیے، جس احساس، خیال یا تجربے کا اظہار پابند نظم میں ہو سکتا ہے اور بہت طریقے سے ہو سکتا ہے اس کا اظہار نظم معرّیٰ اور آزاد نظم میں کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ .... نظم معرا اور نظمِ آزاد، اردو شاعری میں ناکام تجربے ہیں۔ ان ہیئتوں کو فیض جیسے شاعر بھی نہ نبھا سکے، دوسرے شاعر، آزادی کے نام پر شاعری کر کے اپنا اور دوسروں کا وقت برباد کرتے ہیں۔'' ۲۷۱

بہر حال یہ ایک نقطۂ نظر ہے۔ اکابر ہی نہیں، ہر ایک کو کسی بھی شعری ہیئت کے متعلق ذاتی رائے رکھنے کا حق حاصل ہے۔ البتہ کوئی شعری صنف یا ہیئت کسی دور میں عظیم اور عالمگیر شاعری کی حامل ہو جاتی ہے تو اربابِ نقد بھی قبول کر لیتے ہیں۔ اس بحث سے اتنا تو ضرور واضح ہوتا ہے کہ نظم معرا کو کسی انیس، غالب یا اقبال کی ضرورت ہے، ابھی یہ ہیئت اپنی شناخت اور اہمیت منوانے کی منزل میں ہے۔ ہمیں وقت دینا چاہیے تا کہ یہ اوجِ کمال کو پہنچ جائے یا اپنے مستقبل کے بارے میں واضح راستہ اپنا سکے۔ یہاں نظم معرا کی ہیئت میں لکھی گئی چند نعتیں بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔

صہبا اختر: ''اقرأ'' میں نظم معرا کی ہیئت میں بھی نعتیں موجود ہیں۔ مثلاً ان کی نظم ''دامِ عنکبوت'' ...... اس کا ابتدائی حصہ دیکھئے۔

راہِ ہجرت کا نشان
یہ وہ غارِ ثور ہے

میرے آقا نے کبھی
جس میں ڈھونڈی تھی اماں ۲۷۲

ریاض حسین چودھری: ان کے نعتیہ مجموعے رزق ثنا میں معرا نظم کی ہیئت میں لکھی ہوئی نعت بھی ملتی ہے۔ان کی ایک نظم تشخص کے یہ اشعار دیکھئے:

اپنے ہاتھوں میں کشکول تھامے ہوئے
مَیں صدا دے رہا ہوں کرم یا نبیؐ
میرے پیروں میں زنجیر کی جھانجھریں
یہ گلے میں غلامی کا پٹکا بھی ہے
ہے مگر بدنصیبی کی یہ انتہا
اُن کی گلیوں کے کتوں میں شامل رہوں
میں کمینہ تو اس کے بھی لائق نہیں
میں تو بے دام بردہ ہوں سرکار کا
اپنے آقا کی مرضی کا پابند ہوں
کون ہوں مَیں جو دعویٰ کروں عشق کا ۲۷۳

تنویر پھول: ان کی دو نعتیہ نظمیں معرا ہیئت میں ہیں۔ایک نظم ''آنسو'' (صفحہ ۲۷۴) ہے اور دوسری ''تمنا'' (صفحہ ۲۷۶ پر)۔دوسری نظم بطور نمونہ درج ذیل ہے:

اس عالم سفلی سے ہٹ کر
اے کاش اِک ایسا عالم ہو
سرکارؐ کے قدموں سے لپٹوں
ہر لمحہ طواف کعبہ ہو
دنیا کی نظر سے پوشیدہ
دیوار نہ کوئی حائل ہو
آزاد فضا پابند نہ ہو
واں نیند نہ ہو واں بھوک نہ ہو
سب یاں کی غلاظت دور رہے
شیطاں کا داؤ چل نہ سکے
پرنور فضاؤں میں گھوموں
سرکار کے قدموں سے لپٹوں
اللہ کی رحمت کا دریا
ہر آن وہاں پر جاری ہو ۲۷۴

حسن عسکری کاظمی: کے نعتیہ مجموعے ''سرورِ کائنات'' میں ایک نعتیہ نظم کا عنوان ہے۔''ملا نہ حرف کوئی لائق ثنائے رسولؐ'' یہ نعت نظم معرا کی ہیئت میں ہے۔اس کے کچھ منتخب مصرعے درج ذیل ہیں۔

خیالِ نعت نگاری میں سرنگوں ہے قلم
مثال قطرۂ شبنم ہیں اشک آنکھوں میں

میں یا دِ سیدِ والا میں یہ بھی بھول گیا
کہ ہے گناہوں سے تر دامنِ مرادمرا
یہ آرزو ہے کہ نعتِ نبی کہوں میں بھی
لکھوں میں پلکوں سے مدحت کا حرف کاغذ پر
یہ ایک خواب کہ تعبیر آشنا ہو جائے
کہ مجھ سے آپ کی مدحت کا حق ادا ہو جائے
کہاں میں بندۂ خاکی کہاں حبیب خدا
ملا نہ حرف کوئی لائق ثنائے رسولؐ ۵ ۷ ؎

ایک اور خوبصورت نظم حسن عسکری کاظمی نے نظم معرا کی ہیئت میں لکھی ہے۔اس کا عنوان ہے۔''حرف دعا کام آ گیا''اس کے چند منتخب مصرے ملاحظہ کیجئے:

محراب معرفت میں خدا کے رسولؐ نے
مانگی دعا کہ امتِ بیضا کو بخش دے
گریہ کناں ہیں ریشِ مبارک ہے تر بہ تر
لہجہ تمام درد میں ڈوبا ہوا بھی ہے
خالق سے عرض کی تو بدن تھرتھرا گیا
''مالک تو کارساز ہے بندہ ہوں میں ترا''
سب حاجتوں میں ایک ہی حاجت عزیز ہے
امت پہ میری آتشِ دوزخ حرام کر ۶ ۷ ؎

نظم معرا میں ہیئتی تجربات

سلیم شہزاد: سلیم شہزاد (مالیگاؤں) کی ایک نعتیہ نظم بعنوان ''دیا جلے نام مصطفےٰ کا'' بھی ایک ہیئتی تجربے کی حامل ہے۔اس نظم کے بظاہر تین بند ہیں۔ پہلا بند (۱۹) اشعار پر مشتمل ہے اس کے پانچ چیدہ اشعار درج ذیل ہیں:

کشودِ دستِ دعا عطا کر
مجھے لبِ التجا عطا کر
زباں کو حرفِ دعا عطا کر
دعا کو وصفِ رسا عطا کر
لکھوں تو بس ان کی مدح لکھوں
بیاں کو رنگِ ثنا عطا کر
نواؤں کو دے کلام اپنا
نوا نوا خوش نوا عطا کر
کہ تیری تحمید وصفِ احمدؐ
بنے وہ طرزِ ادا عطا کر

دوسرا بند آٹھ اشعار پر مشتمل ہے۔یہ مکمل بند درج ذیل ہے:

وہ زلف واللیل و چشم والنجم
وہ چہرہ والشمس و قدِ خوشخط
سیاہ کملی میں نورِ اطہر

عقیقِ لب پر خطِ تبسم
وہ نورِ خنداں میں نور باتیں
وہ نور باتیں، وہ نور کرنیں
جو سات افلاک گنبدوں سے
اتر کے دھرتی کی پستیوں میں
چہار وہ صد زماں پہ پھیلیں
ورق ورق ان کے لفظ روشن
ورق ورق سبز سبز روشن
ازل ابد وسعتوں میں ان کا
خرام روشن، پیام روشن
کہا کہ خیر القرون قرنی
تو آج تک عصر یہ کہاں تھا
تو آج کا عصر پھر کہاں ہے

تیسرا اور آخری بند چار اشعار پر مشتمل ہے جو پہلے بند کا تتمہ لگتا ہے۔ یہ بند بھی مکمل درج ذیل ہے

مجھے (ہمیں) اے خدائے برتر
شعور اس عصر کا عطا کر
دیا جلے نام مصطفیؐ کا
ہمیں غمِ مصطفیؐ عطا کر
گماں گماں پاش پاش کر دے
یقین بے واہمہ عطا کر
سلیمِ عاجز بیاں کو یارب!
فنِ کلام ان کہا عطا کر ے؎

اس نظم میں پہلا بند غزل کی ہیئت میں ہے۔ دوسرا بند سراسر نظم معرّیٰ کی ہیئت رکھتا ہے۔ اس بند کے تمام مصرعے غیر مقفّیٰ لیکن آپس میں ہم وزن ہیں۔ تیسرا بند پھر غزلیہ ہیئت سے تعلق رکھتا ہے۔ یوں دیکھا جائے تو اس نعتیہ نظم میں غزل اور نظمِ معرّیٰ کا امتزاج ملتا ہے۔ یوں اس نظم کی ہیئت مفرد نہیں بلکہ مرکب ہو گئی ہے۔ ہیئتی حوالے سے اسے اہم تجربہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اسے نظمِ معرّیٰ و غزلیہ ہیئت کی یکجائی کہنا مناسب ہوگا۔ نظم میں موجود رمزیت دامنِ دل اپنی طرف کھینچتی ہے۔ نظم کا بہاؤ کسی بہتے دریا کی طرح ہے اور لفظ لفظ نور کا ہالہ بنا ہوا ہے۔ یہ نظم حمد اور نعت کی یکجائی کی مثال بھی پیش کرتی ہے۔ اگر پہلا بند مناجات و حمد سے متعلق ہے تو دوسرا بند سراسر نعتیہ ہے، گویا شاعر نے فکری و فنی ہر دو لحاظ سے مرکب خیال و ہیئت کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور وہ یقیناً اس میں کامیاب نظر آ رہا ہے۔

سعید وارثی: انہوں نے ایک طویل نظم معرّا کو مختلف بند بنا کر بظاہر ترکیب بند جیسی شکل دی ہے۔ ہر بند کے مصرعوں کی تعداد مختلف ہے۔ اسے معرّا ترکیب بند کہا جا سکتا ہے۔

میں نعت لکھوں تو کیسے لکھوں

''میں نعت لکھوں تو کیسے لکھوں''
ہے عقل کا یہ تقاضہ اس کو
حدِ شریعت میں لکھوں انساں
یہی ہے فہمِ بشر کا حاصل
وہ ایک انساں عظیم انساں
مگر یہ شق تمام چاہے
میں اس کو حسنِ تمام لکھوں
جنوں یہ کہتا ہے اس سے بڑھ کر
عیاں میں رازِ وصال کردوں
خدا نہیں ہے مگر وہ بندہ
خدا کی ساری خدائی والا
وہ قاب قوسین کی کہانی
بہ رنگ مدحت بیان کردوں
عیاں میں رازِ وصال کردوں
میں نعت لکھوں تو کیسے لکھوں
میں ایک ذرہ حقیر ذرہ
وہ آسمانوں کا رہنے والا
میں ایک قطرہ مثالِ شبنم
وہ آبشاروں کا سلسلہ ہے
وجود میرا کرن کی صورت
وہ آفتاب جہاں نما ہے
میں خشک کھیتی وہ ابر نیساں
میں تپتا صحرا، وہ بہتا دریا
میں کور دیدہ، وہ نور پیکر
میں شب رسیدہ، وہ صبح روشن
میں غم کا طوفاں، وہ سرخوشی ہے
میں ہجر و حرماں، وہ وصل ساماں
میں ایک بندہ، وہ سب کا داتا
میں زرد پتہ، وہ شاخ تازہ
میں ایک راہی، وہ عین منزل
میں صرف زحمت، وہ صرف رحمت
میں شر کا عادی، وہ خیر بانٹے
میں ابتدا سے بھی بے خبر ہوں ۲۷۸

نثری نظم

نثری نظم کیا ہے؟ اسے کچھ لوگ باقاعدہ شاعری کیوں مانتے ہیں اور کچھ اس کا تمسخر کیوں اڑاتے ہیں' ان مباحث میں پڑے بغیر ایک سادہ سی بات مگر بڑے پتے کی بات ہے جو ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری نے تحریر کی ہے:

> ''وزن لازمۂ شاعری نہیں اور اوزان کی پابند کوئی بھی تحریر اس وقت تک شاعری نہیں ہو سکتی' جب تک وہ شعری جوہر سے مملو نہ ہو۔'' ۲۷۹

نثری نظم دراصل نثر میں شعری جوہر پیش کرنے سے معرضِ وجود میں آتی ہے۔ ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری نے نثری نظم کی تعریف یوں بیان کی ہے۔

> ''یہ ایک ایسی صنف شاعری ہے جو اوزان و بحور کے کسی مروّجہ نظام کی پیروی نہیں کرتی بلکہ نثر میں ہوتی ہے۔ یعنی اس میں خارجی یا معروضی آہنگ نہ ہونے کے باوصف داخلی یا لسانی آہنگ موجود ہوتا ہے۔ اس میں ایک مکمل اور واضح خیال ہوتا ہے جو ربط و تسلسل کے باعث موثر ہوتا ہے اور بالعموم اپنا اظہار امیجز Images کے وسیلے سے کرتا ہے۔ اس صنفِ شاعری کی طوالت ایک غنائی نظم کی طرح عموماً آدھ صفحے سے لے کر تین چار صفحات تک ہوتی ہے۔ اگر یہ بڑھ جائے تو اثر ماند پڑ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ چونکہ نثری نظم مروّجہ ہیئتوں اور اوزان و بحور کی قیود سے آزاد ہوتی ہے۔ اس لیے اسے بے ہیئتی کی ایک ہیئت بھی قرار دیا گیا ہے۔'' ۲۸۰

ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری نے اپنے ایم اے کے تحقیقی مقالہ کے دوسرے باب میں نثری نظم اور اس کی تکنیک پر کھل کر بحث کی ہے۔ اس ضمن میں اُن کے تجزیے کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱) نثری نظم مروّجہ شعری ہیئتوں (کہ جن کی بنیاد اوزان و بحور اور ترتیب قوافی پر ہے،) سے انحراف کرتی ہے اور اپنی ہیئت کی خود تشکیل کرتی ہے۔
۲) لیکن کسی پابند نظم سے وزن خارج کر دینے سے نثری نظم جنم نہیں لیتی، کیونکہ شاعری ایک مکمل شکل میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔

۳) اس میں سطروں کی تقسیم پابند یا آزاد نظم کے مصرعوں کی طرح ہونا ضروری نہیں کیونکہ یہ کوئی بھی صورت اختیار کر سکتی ہے۔(ایک پیرے کی صورت میں، کئی پیروں کی صورت میں یا مسلسل بھی ہو سکتی ہے۔)

۴) نثری نظم کی شاعری اگر چہ نثر میں ہوتی ہے لیکن اسے شاعرانہ نثر سے ممیز کیا جاتا ہے۔ کیونکہ شاعرانہ نثر سیاق وسباق کے حوالے سے ہی قابلِ فہم بنتی ہے جبکہ نثری نظم مکمل اور جامع ہوتی ہے۔

۵) نثری نظم کو عام نثر سے اس طرح ممیز کیا جاتا ہے کہ اس کا اسلوب منطقی، بیانیہ اور تجزیاتی نہیں ہوتا، اور نہ ہی یہ غیر استعاراتی پیرایہ اختیار کرتی ہے۔ عام نثر کی بنیاد منطق و تعقل پر ہوتی ہے جبکہ اس کی بنیاد جذبہ و تخیل پر ہے۔

۶) نثر نظم کا انحصار محض لفظ پر ہے کیونکہ یہ صنفِ شاعری معین صوتی دائروں کی پابند نہیں۔ اس میں ہر طرح کے الفاظ جذب ہو سکتے ہیں۔ مگر معنویت کا دارو مدار شاعر کی صلاحیتوں پر ہے۔

۷) ہر صنفِ شاعری میں علامتیں اور استعارے ہوتے ہیں، نثری نظم میں بھی ان سے شعری تجربہ اظہار پاتا ہے۔ انہیں علاقائی، آفاقی، اور شخصی International, Personal اور Regional تین زمروں میں رکھا جا سکتا ہے۔

۸) نثری نظم میں رسمی علامتوں کے علاوہ آزادانہ طور پر استعمال کی گئی علامتیں بھی ملتی ہیں، ان سے نادر امیجز پیدا ہوتے ہیں۔ خواہ معنوی اعتبار سے یہ امیجز کیسے ہی ہوں۔

۹) نثری نظم اپنی آزادی کے باعث نئی نئی علامتوں اور تصویروں کو بآسانی قبول کر لیتی ہے۔

۱۰) نثری نظم کی موضوعاتی تخصیص ممکن نہیں۔ ہمارے ہاں اعلیٰ اور پست اور عصری شعور کی حامل اور عمرانی بصیرت سے تہی ہر طرح کے موضوعات پر نثری نظمیں لکھی گئی ہیں۔

۱۱) تاہم نثری نظم میں ایسا شعری تجربہ آنا چاہیے جو اس کے نثر میں ہونے کا جواز مہیا کرے اور گفتگو، خطابت اور خود کلامی کا سا لہجہ پیدا کرے۔

۱۲) شاعری کے طور پر وہی نثری نظم قابل قبول ہوگی، جو شعری جوہر سے مملو ہوگی، اور اس میں جمالیاتی خصائص مجتمع ہوں گے۔ ۲۸۱

اگر نظم میں وزن' قافیہ' ردیف سب کچھ ہو صرف شعریت نہ ہو تو اسے کوئی شاعری نہیں مانتا اس موقع پر اکثر یہ مثال دی جاتی ہے کہ:

اکہتر بہتر تہتر چوہتر .... پچھتر چھہتر ستتر اٹھہتر

بظاہر شعر ہے۔ مصرعے بھی دو ہیں وزن بھی ہے۔ قافیہ بھی ہے، لیکن یہ پھر بھی شعر نہیں محض گنتی ہے کیونکہ اس میں شعریت نہیں۔ اسی طرح نثر میں اگر شعری خوبیاں ہوں اور وہ بیان مربوط پر مشتمل ہو' تو اسے نثری نظم ماننا پڑے گا۔

دیگر ہیئتوں کی طرح نثری نظم کی ہیئت میں بھی ہمیں نعت کے نمونے اُردو ادب میں مل جاتے ہیں۔ شبلی نعمانی نے ظہور قدسی کے عنوان سے جو تحریر چھوڑی ہے اُس میں نثری نظموں کے ابتدائی ہیولے صاف نظر آتے ہیں۔ اسی طرح خواجہ حسن نظامی کی تحریروں میں بھی نثری نظموں کے نمونے تلاش کئے جا سکتے ہیں۔

نعتیہ نثری نظموں کے معتبر نمونوں کی تلاش میں نکلیں تو ہمیں علامہ اقبال ~~کا ایک~~ کا ایک مکتوب (محررہ ۱۹۰۵ء) بھی **علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ** دکھائی دیتا ہے۔ آیئے اس خط کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں۔

اے عرب کی مقدس سرزمین، تجھ کو مبارک ہو' تو ایک پتھر تھی جس کو دُنیا کے معماروں نے رد کر دیا تھا، مگر ایک یتیم بچے نے خُدا جانے تجھ پر کیا افسوں پڑھ دیا کہ موجودہ دنیا کی تہذیب و تمدن کی بنیاد تجھ پر رکھی گئی۔ باغ کے مالک نے اپنے ملازموں کو مالیوں کے پاس پھل کا حصہ لینے کو بھیجا لیکن مالیوں نے ہمیشہ ملازموں کو مار پیٹ کر باغ سے باہر نکال دیا اور مالک کے حقوق کی کچھ پروانہ کی، مگر آہ! اے پاک سرزمین تو وہ جگہ ہے جہاں سے باغ کے مالک نے نور ظہور کیا تا کہ گستاخ مالیوں کو باغ سے نکال کر پھولوں کو ان کے نامسعود پنجوں سے آزاد کر دے۔ تیرے ریگستانوں نے ہزاروں مقدس نقشِ قدم دیکھے ہیں اور تیری کھجوروں کے سائے نے ہزاروں ولیوں کو تمازتِ آفتاب سے محفوظ رکھا ہے۔ کاش میرے بد کردار جسم کی خاک تیرے ریت کے ذرّوں میں مل کر تیرے بیابانوں میں اُڑتی پھرے اور یہی آوارگی میرے تاریک دنوں کا کفارہ ہو۔ کاش میں تیرے صحراؤں میں لُٹ جاؤں اور دُنیا کے تمام سامانوں سے آزاد ہو کر تیری تیز دھوپ میں جلتا ہوا اور پاؤں کے آبلوں کی پروانہ کرتا ہوا اس پاک سرزمین میں جا پہنچوں جہاں کی گلیوں میں اذانِ بلال کی عاشقانہ آواز گونجتی تھی۔" اس تحریر کو پروفیسر ڈاکٹر تحسین فراقی نے نثری نعت قرار دیا ہے۔ ۲۸۲

سسٹر کمیلیا بدر کی ایک انگریزی نظم ہے "I Wonder" اس کا ترجمہ میں ''سوچتی ہوں'' کے عنوان سے آفتاب کریمی نے کیا ہے۔ یہ ترجمہ نثری نظم کا ایک خوبصورت نمونہ ہے۔ اس کا ابتدائی حصہ درج ذیل ہے۔

اگر محمد مصطفٰیؐ اچانک
آپ کے دروازے پہ دستک دیں
اور دو ایک دن کے لئے آپ کو میزبانی کا شرف بخشیں
تو......تو...... آپ کی کیفیت کیا ہوگی
میں یہ سوچتی ہوں
ایسے عظیم مہمان کے لیے
گھر کا بہترین کمرہ
اور کھانے میں وہ سب کچھ جو آپ کے مقدور میں ہوگا
اور آپ کے لفظوں میں استقبال کے پھول مہکیں گے
''سرکارؐ! کیسا کرم ہے
آپ نے عزت بڑھائی ہے
مسرت کی ہماری انتہا کوئی نہیں ہے''

....

مگر میں سوچتی ہوں
انہیں اپنے گھر کی جانب آتے دیکھ کر
آپ دروازے پہ اُن کا استقبال کریں گے
یا پہلے کپڑے بدلیں گے اور پھر گھر کے اندر بلائیں گے
(کہ لباس کے اسلامی تقاضوں کے مطابق ہوں)
یا کچھ رسالے چھپائیں گے
اور ان کی جگہ قرآن رکھ دیں گے
اور اپنے ٹی وی پر چلتی ہوئی بالغ مووی کو
کہاں لے جائیں گے
اور ریڈیو بند کریں گے؟
اور اس تمنا کے ساتھ کہ انہوںؐ نے کچھ نہ سنا ہو
اور آپ کے منہ سے نکلنے والے الفاظ...... رُک جائیں گے ۲۸۳

راجا رشید محمود: مدیر نعت ایک عرصے تک ماہنامہ نعت میں باقاعدہ اداریہ بھی لکھا کرتے تھے۔ ان کے یہ اداریے مختصر ہوتے لیکن بہت جامع، ان میں جگہ جگہ نثری نظموں کے نمونے دکھائی دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر وہ ''سفرِ سعادت منزلِ محبت'' کے عنوان پر مبنی نعت کے خصوصی شمارے کے اداریے میں لکھتے ہیں

''ذکر ایک شہر کا''
جس میں داخلہ امن کی ضمانت ہے
جہاں اُس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں
جہاں دراصل ۵۳ برس اُس ہستی کا گھر رہا جن کا گھر ہر مومن کے دل میں ہے
جہاں کے ایک سیاہ پوش مکان میں نصب ایک کالے پتھر کا لمس لبوں

کے ذریعے روح و جاں تک کو روشنیوں سے مستیز کرتا ہے
جہاں ایک بزرگ کے نقوشِ پا کی جگہ کو مقامِ صلوٰۃ' ایک ماں کی
مضطربانہ بھاگ دوڑ کے مقامات کو شعائر اللہ' ایک معصوم کی
ایڑیوں کی رگڑ سے جاری ہونے والے پانی کو آبِ شفا؟' اور
محبوب کی تنہائیوں کے محافظ مقام کو خلوتِ نور ٹھہرایا گیا
شہر جو یہاں سے ہجرت کرنے والی ہستی کو پسند تھا
تذکرہ دوسرے شہر کا
جو محبتوں کا امین ہے، عقیدتوں کا مرکز و محور ہے
جو ایثار و اخلاص کی سرزمین پر آباد ہے
جہاں پہنچ کر انسان کا رُواں رُواں شدّتِ عجز و ارادت سے
سجدہ کناں ہو جاتا ہے
جہاں سے بٹنے والی خیرات پر کائنات چلتی ہے
شہر' جو ہجرت کرانے والی ہستی کو بہت پسند تھا
جو ہجرت کرنے والی ہستی کا شہر کہلایا
امن اور اطمینان چاہتے ہو، تو بس یہی دو جگہیں ہیں'.....صرف!! ۲۸۴

راجا رشید محمود ایک اور اداریے کے آغاز میں رقم طراز ہیں، (یہ بھی نعتیہ نثری نظم کا خوبصورت نمونہ ہے)

مدینۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سرزمین محبت ہے
یہیں سے محبت کے سوتے پھوٹے، یہی مقام محبت کا منبع و مصدر ہے
اسی لیے لوگوں کی محبت کا مرجع ہے
اللہ کریم نے اُس خاک کی قسم کھائی، جہاں اُس کے محبوب چلتے پھرتے تھے
اور جہاں اُس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مستقل قیام ہے
''اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است''
''زمین کا وہ حصہ ہر مقام سے افضل ہے
اس سرزمین محبت تک رسائی آقا و مولاؐ کے نام لیواؤں کی معراج ہے'' ۲۸۵

محمد اقبال چودھری پروفیسر: معروف ماہر تعلیم اور گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کی ہر دلعزیز شخصیت جنہوں نے بڑی محبت سے اپنا سفرنامہ حج تحریر کیا، اس سفرنامے میں معلومات اور عشق و محبت کی فراوانی تو ہے ہی، نثری نظم کے معتبر اور بہترین نمونے بھی اس میں موجود ہیں۔ ان کو خود بھی یہ احساس تھا کہ وہ جو کچھ لکھ رہے ہیں وہ دراصل نثری نعت کے نمونے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں ''میرے پاس شاعری کی اہلیت تو نہیں البتہ اے میرے اللہ! میں تیرے نبی کی نثری نعت ضرور لکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔'' ۲۸۶

ان کے سفرنامہ حج سے نثری نعتیہ نظم کا ایک نمونہ دیکھئے

''اے رحمتِ دو عالم ﷺ آپ اپنے منبع جود و سخا سے میرے حلق میں چند بوند آبِ عشق اور آبِ محبت ٹپکا دیں۔۔۔ جس کے پینے سے گدا بادشاہ اور آقائے فقر و مستی ہو جاتا ہے۔ یہ وہ آبِ چشمہ فیض ہے جو سوچ کو تیز' آنکھ کو بیدار' خاک کو کہکشاں' دھول کو ثریا کی بلندی' قطرے کو سمندر کی وسعت' خاموشی کو شورِ قیامت' چکور کو باز پر جھپٹنے کی قوت' ممولے کو شہباز سے لڑنے کا عزم و حوصلہ' مور ناتواں کو ہاتھی کی موت کا سامان' فکر کو چاندنی کی وسعت اور حسن لحاتی کو حسن لازوال کے لمحات دائمی عطا کرتا ہے اور جب یہ حضور کے دستِ معجز نما کی عطا سے کسی خوش بخت کا نصیب بن جاتا ہے تو اس کی تقدیر بدل جاتی ہے۔ ہم اس دنیا میں حرفِ بے آواز تھے، رسالت نے ہمیں لحن بلالی کا وارث بنا دیا۔ ہم غلامی کے سوداگر تھے حضور ﷺ نے انسانی حقوق کا مقنن و محافظ بنا دیا۔ ملت کا حلقہ

جس کا مرکز وادی بطحا ہے اپنے اثرات کے لحاظ سے وسعت پذیر ہے۔ ہم حضور ﷺ کی نسبت سے ایک ملت اور دنیا والوں کے لئے پیغام رحمت ہیں۔ حضور ﷺ کی اُمت دیوار حرم کی پناہ میں ہے۔ قرآن قلب مومن کے لئے قوت اور حضور ﷺ کی احادیث جسد ملت کے لئے روح کی حیثیت رکھتی ہیں۔ حضور ﷺ کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دینا موت کے مترادف ہے۔ ملت نے آپ کے فیض سے حیات جاوداں کا سراغ اور آفتاب ہدایت کی کرنوں سے قوت نمو حاصل کی ہے۔ فرد اللہ تعالیٰ کے تعلق سے قائم اور ملت حضور ﷺ کے ساتھ تعلق سے زندہ ہے۔ یہ رسالت ہے جو ہمیں ایک دوسرے کا ہمنوا اور ہم نفس بناتی ہے۔ دین فطرت حضور کے بحرِ بے پایاں کا موتی ہے۔ ہم متحد اور یکجان ہیں تو یہ حضور ﷺ کا فیضان اور اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت ہم پر اور اپنی رسالت رسول پاک ﷺ پر ختم کر دی۔ حضور ﷺ آخری رسول اور ہم آخری ملت ہیں"۔ ۲۸۶۔الف

علیم صبا نویدی: ان کی دو نثری نعتوں کے نمونے درج ذیل ہیں:

یہ شہر پھول والوں کا ہے
اس شہر میں
خوشبوئیں نہیں بکتیں
درد جسم نہیں لیتے
زخم نہیں مسکراتے
داغ نہیں مسکراتے
داغ نہیں جگمگاتے
سانسیں خون نہیں پیتیں
آنکھیں فریب نہیں دیتیں
ہاتھ خنجر نہیں رکھتے
پاؤں زنجیریں نہیں پہنتے
آسماں ظلم نہیں ڈھاتے
سمندر قہر نہیں لاتے
پہاڑ آپس نہیں ٹکراتے
یہاں راتیں خوفناک نہیں ہوتیں
دن ظالم نہیں ہوتے
یہ شہر پھول والوں کا ہے
اس شہر میں
نورِ مصطفائی ہے
خوشبوئے خدائی ہے ۲۸۷

ثلاثی:

تین مصرعوں پر مشتمل نظم ثلاثی کہلاتی ہے۔ اس کی ظاہری ہیئت مثلث کے ایک بند جیسی ہوتی ہے۔ ثلاثی کے لئے موضوع، بحر، قافیے کی کسی خاص ترتیب کی کوئی قید نہیں۔ اسے سہ مصرعی بھی کہا جاتا ہے۔ اگرچہ ثلاثی شروع ہی سے کہیں نہ کہیں مل جاتی ہے لیکن موجودہ دور میں اگرچہ اس کا وجود تو ہے لیکن بعض ادیب اسے مختلف نام دے رہے ہیں۔ مثلاً بعض لوگ تین مساوی الوزن مصرعے کہہ کر انہیں ہائیکو کہتے ہیں۔ اس سلسلے میں ادیبوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ معاملہ خواہ کچھ بھی ہو یہ حقیقت ہے کہ ثلاثی بہرحال اپنا وجود رکھتی ہے۔

حکیم ساحر قدوائی: ان کے مجموعۂ کلام دُردِ جامِ حیات میں ثلاثیاں ملتی ہیں۔ یہ ثلاثیاں رنگا رنگ موضوعات پر مشتمل ہیں۔ ایک

نعتیہ ثلاثی بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

بارگاہِ ربِ کل میں باریابی کے لئے اُس کے محبوبِ حقیقی کا سہارا چاہیے
اور اس محبوب کے میں کفش برداروں میں ہوں ۲۸۸؎

حفیظ تائب: انہوں نے تین مصرعوں پر مشتمل مختصر نظمیں لکھیں اور ان کے مجموعے کو سورۂ کوثر کی نسبت سے کوثریہ کا نام دیا۔ یہ دراصل ثلاثیات ہیں۔ان کی چند ثلاثیات درج ذیل ہیں۔

نور تیرا ہے سرِ آغازِ حیات تجھ سے ہر قدر حسیں کا اثبات
تجھ پہ ہر آن درود و صلوٰت

اے جمالِ عمل اے شانِ سخن ذکر تیرا رہے عنوانِ سخن
رشکِ گلشن ہو بیابانِ سخن

طبعِ سادہ میں ترا رنگ آئے دلنوازی کا مجھے ڈھنگ آئے
نعت میں کوثری آہنگ آئے

اشک کو مطلعِ اظہار بنایا جائے حالِ دل رحمتِ عالم کو سنایا جائے
بوجھ اس طور طبیعت سے ہٹایا جائے

رکھتا ہے کشش عالمِ فانی اسی دم سے آفاق کی سانسوں میں روانی اسی دم سے
جاری ہے مری زمزمہ خوانی اسی دم سے

اللہ غنی رحمتِ سلطانِ مدینہ حاضر ہوں سرِ جنتِ سلطانِ مدینہ
ہوتی ہے ادا مدحتِ سلطانِ مدینہ

حاضر درِ نبیؐ پہ ہیں ان کے کرم سے ہم کہتے ہیں دل کی بات امیرِ حرم سے ہم
الفاظ میں کبھی تو کبھی چشمِ نم سے ہم

دربارِ مصطفےٰؐ میں گم صم کھڑا ہوا ہوں یوں صاحبِ حرم کو تسلیم کہہ رہا ہوں
دامانِ آرزو کو معمور دیکھتا ہوں ۲۸۹؎

تنویر پھول: ان کے ہاں تین مصرعوں پر مشتمل نعتیہ نظمیں ملتی ہیں۔بعض لوگوں کو اصرار ہے کہ انہیں ہائیکو تسلیم کیا جائے لیکن جب اردو کے پاس ایک پہلے سے بنا بنایا سانچا موجود ہے کہ تین مساوی الوزن مصرعوں پر مشتمل نظم ''ثلاثی'' ہے تو پھر ہائیکو کو ثلاثی میں نہیں ملانا چاہیے۔تنویر پھول کی اہمیت یہ ہے کہ انہوں نے تین تین مصرعوں پر مشتمل نعتیہ نظمیں کہی ہیں لیکن انہیں ہائیکو نہیں کہا بلکہ ''نعتیہ ثلاثی'' کا عنوان دے کر اس نقطۂ نظر کی بھی تائید کر دی ہے۔جس کے مطابق یہ واقعی ہائیکو نہیں، ثلاثی ہیں۔تنویر پھول کی چند ثلاثیات درج ذیل ہیں:

بفیضِ حضرت حرا کا سورج
مٹائے ظلمت
حرا کی کرنیں دلوں میں روشن
ہیں پھول شمعیں ۲۹۰؎

نور محمد جرال: ان کے نعتیہ مجموعے ''عین نور'' میں تین تین مصرعوں پر مشتمل مختصر نظمیں لکھی ہیں۔ یہ سب ایسی سہ مصرعی نظمیں جن میں سے ہر ایک کے تینوں مصرعے آپس میں مساوی الوزن ہیں۔نور محمد جرال نے انہیں ہائیکو، ماہیا وغیرہ کہنے کے بجاء کھلے دل سے ثلاثی کے زیرِ عنوان درج کیا ہے، جس سے اس نقطۂ نظر کی اہمیت اور اجاگر ہوتی ہے کہ اب اردو شعراء ثلاثی کی شناخت میں حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کرنے لگے ہیں۔نور محمد جرال کی کچھ نعتیہ ثلاثیات درج ذیل ہیں۔

میرا مالک میری طلب کو جانتا ہے حرفِ تمنا لب پر آنے سے پہلے

میرے اپنے ہاتھ اٹھانے سے پہلے

مری دعا ہے کہ جب تک جیوں مرے مولا ہمیشہ پیش نظر اسوۂ رسول رہے

حرائے دل میں سدا نعت کا نزول رہے ۲۹۱

احمد ندیم قاسمی نے نور محمد جرال کی شاعری کے متعلق لکھا ہے:

''(وہ) بہت سچی، بہت کھری نعت لکھتا ہے.......... بیسویں صدی کے اردو نعت نگاروں نے نعت کے فنی معیاروں کو جس بلندی تک پہنچا دیا ہے اس سے نوجوان نعت نویسوں نے بھرپور کسب فیض کیا ہے اور نور محمد جرال کی نعت اس حقیقت کا بلیغ ثبوت ہے۔'' ۲۹۲

محمد اقبال نجمی: ان کا مجموعۂ نعت ''نعتیہ ہائیکو'' کے نام سے شائع ہوا۔ اس میں (۱۸۲) نعتیہ ہائیکو دیے گئے ہیں۔ ہر ہائیکو تین مساوی الوزن مصرعوں پر مشتمل ہے۔ ہائیکو کا اصل وزن کیا ہے، اس پر آغاز میں خاصی بحث ہو چکی ہے۔ موجودہ صورت میں ان تین مصرعوں کو کیا کہنا چاہیے۔ ہمارے پاس شروع سے ایک شعری ہیئت ثلاثی موجود ہے، جو تین برابر مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ کوئی اقبال نجمی کی ان مختصر نظموں کو ہائیکو مانے نہ مانے لیکن انہیں ثلاثی ماننے سے کسی کو انکار نہیں ہوگا۔ ہاں اگر ثلاثی سے ہٹ کر کسی فرق کے ساتھ تین مصرعے موزوں کیے جائیں اور ان کی انفرادیت بنتی ہو (جیسے ماہیا) تو الگ بات ہے لیکن اگر بنے بنائے سانچے میں ثلاثی نظمیں کہنی ہیں تو پھر انہیں ثلاثی ماننا پڑے گا۔ بہر حال اقبال نجمی کی بطور نمونہ تین ہائیکو (یا درحقیقت ثلاثی نظمیں) درج ذیل ہیں:

آپؐ کی ذات سب سے اعلیٰ ہے آپؐ کی بات سب سے بالا ہے

آپؐ کا ہر طرف اجالا ہے ۲۹۳

مجھ پہ کی ہیں نوازشیں تو نے رابطہ ہے مرا اجالے سے

پی رہا ہوں ترے پیالے سے ۲۹۴

زخم کھا کے بھی مسکرائے گا وہ نہ باطل سے خوف کھائے گا

جو چلے گا تری قیادت میں ۲۹۵

نسیم سحر: ان کی ایک ہائیکو نام کی نظم بھی دراصل ثلاثی ہے۔

یوں روح میں اتری ہے ترے نام کی خوشبو جیسے کسی جنگل میں مہکتی چلی جائے

برسات کی ایک بھیگی ہوئی شام کی خوشبو ۲۹۶

سید محمود گیلانی: انہوں نے بھی نعتیہ ثلاثیات تحریر کی ہیں۔ بطور نمونہ ان کی ایک ثلاثی درج ذیل ہے۔

سانس لینا بھی بار تھا آقاؐ زندگی اب مری گرفت میں ہے

تو نے ایسا کرم کیا آقاؐ ۲۹۷

ثلاثی میں ہیئتی تجربہ:

انجم اعظمی کے ہاں ایک ایسی ثلاثی ملتی ہے، جس کا پہلے مصرعے کی نسبت دوسرا مصرع طویل ہے۔ جبکہ تیسرا مصرع مختصر ہے۔ یہ ثلاثی میں ہیئتی تجربہ ہے، جو بطور نمونہ درج ذیل ہے۔ (کیا اسے آزاد ثلاثی کہا جا سکتا ہے؟)

آپؐ کا دستِ مبارک اٹھا شہر و صحرا میں بہت دور تلک چرچا تھا

چاند دو ٹکڑے ہوا ۲۹۸

سی حرفی:

سی حرفی پنجابی شاعری کی ایک مشہور قسم ہے۔ اس قسم کے نظم کے مختلف بند ہوتے ہیں۔ سی حرفی کیلئے کسی مخصوص بحر، قوافی، تعداد اشعار کی

قید نہیں ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ ہر بند کا آغاز حروفِ تہجی کے کسی حرف سے ہوتا ہے۔ ہر بند سے پہلے یہ حرف ایک تو تہجی ترتیب سے آتا ہے جیسے الف، ب، پ، ت وغیرہ اور دوسرے یہ کہ وہ مصرعے کا اٹوٹ حصہ ہوتا ہے اور وزن و تقطیع میں شامل ہوتا ہے۔ سی حرفی کے بند یا ہر بند کے اشعار کی تعداد بھی متعین نہیں۔ یہ شاعر پر منحصر ہے کہ وہ سی حرفی نظم کیلئے کس بحر، قافیے یا تعدادِ اشعار کا انتخاب کرتا ہے۔

حفیظ صدیقی نے (بحوالہ سہ ماہی اردو، جلد ۴۲، شمارہ ۲۰۱، اپریل ۱۹۶۶ء) لکھا ہے کہ

"سی حرفی گجراتی اردو میں بھی ملتی ہے اور شاہ علی جیو گام دھنی کے جواہر اسرار اللہ میں موجود ہے۔" ۲۹۹

حفیظ صدیقی نے افسر صدیقی کی تحقیق کی بناء پر لکھا ہے کہ شاہ برہان الدین جانم، شاہ تراب، شاہ کرم، شاہ وجھن، شاہ محمد غوث چشتی صابری اور معظم کے ہاں اردو سی حرفیاں ملتی ہیں۔ دکنی دور میں معظم (علی عادل شاہ ثانی کے عہد کا مشہور شاعر) کے ہاں نعتیہ سی حرفی ملتی ہے، جس کا نمونہ ڈاکٹر عاصی کرنالی نے اپنے مقالہ "اُردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر" میں دیا ہے۔ (واضح رہے کہ سی حرفی میں ہر شعر (یا بند) کا آغاز کسی حرف تہجی مثلاً الف، ب، پ، ت وغیرہ سے ہوتا ہے اور یہ حرف قرأت میں آتا ہے، یعنی باقاعدہ عروضی وزن کا حصہ بنتا ہے۔) بطور نمونہ اس کے دو شعر درج ذیل ہیں۔

مخفی تھا سو شوقوں باہر آیا — حرف حرف میں روپ بدل کر میم کا گھنگھٹ لایا

ب باندا رشتہ روزِ ازل سو عشق محبت سارا — کل میں جنکوں حق نے کیا یتیم پیارا ۳۰۰

سی حرفی میں تجربہ:

حفیظ تائب نے سی حرفی میں ایک خوبصورت تجربہ کیا ہے۔ ان کی کتاب "وسلموا تسلیما" میں نظم "زمزمہ درود" کو سی حرفی قرار دیا گیا ہے۔ حفیظ تائب خود لکھتے ہیں:

"سی حرفی ۔۔۔ پنجابی شاعری کی مشہور صنف ہے، جس کا ہر بند بالترتیب الف سے یا تک کے حروفِ تہجی کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ اس صنف کو درود میں یوں اختیار کیا گیا ہے کہ حروفِ تہجی بند کے آخر میں بطور ردیف آتے ہیں اور یوں اس نظم کو سی حرفی زمزمہ درود یا دیوانِ درود کہا جاسکتا ہے۔" ۳۰۱

حفیظ تائب کی محولہ بالا نظم مسبع ترجیع بند کی ہیئت میں ہے۔ اس نظم کے دو بند ل اور م (حرفوں کی ردیف پر مشتمل) یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

آپ کا فیض لازوال — آپ کے حسن میں کمال
آپؐ کے رعب میں جمال — لاؤں کہاں سے میں مثال
کوئی نہیں آپؐ سا
صلِّ علیٰ نبینا
صلِّ علیٰ محمدٍ

آپؐ ہیں تابشِ حرم — آپؐ ہیں نازشِ امم
کم تو نہیں یہی کرم — رہرو حق ہیں تازہ دم
زیرِ لوائے مصطفٰےؐ
صلِّ علیٰ نبینا
صلِّ علیٰ محمدٍ ۳۰۲

چونکہ سی حرفی میں ہمیشہ پڑھا جانے والا حرف تہجی مصرع کے آغاز میں آتا ہے لیکن یہاں حفیظ تائب نے اس حرف تہجی (مندرجہ بالا مثال میں ل، م) مصرع کے آخر میں لایا گیا ہے۔ یوں سی حرفی کی ہیئت میں ایک زبردست تبدیلی لائی گئی ہے۔ جسے شکل معکوس کہا جاسکتا ہے۔

فرد

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شاعر نے لکھنے کے لئے کاغذ قلم اٹھایا۔ ایک شعر کہا اور کسی مصروفیت یا کسی اور سبب سے دوسرا شعر نہ کہہ سکا، یہ اکیلا شعر پڑا رہ گیا۔ ایسے تنہا اشعار کو فردیات کے تحت کتاب میں درج کر دیا جاتا ہے۔

لفظ فرد کو دیکھیں تو اس سے مراد محض ایک ہی شعر ہونا چاہیے لیکن اگر شاعر نے دو شعر بطور فرد کہے تو اسے کیا کہیں گے؟
چونکہ ان دونوں شعروں میں (بوجہ غزل کے ارادے سے لکھے جانے کے) ربطِ معنوی نہیں ہوگا لہٰذا انہیں رباعی' قطعہ بھی نہیں کہہ سکیں گے۔ چنانچہ ایسے تنہا ایک شعر یا دو تین شعروں کو فردیات ہی کی ذیل میں رکھنا ہوگا۔
اردو کے نعتیہ سرمایے میں فردیات کا ذخیرہ بہت زیادہ ہے۔ اکثر شعراء کے کلیات و دواوین میں نعتیہ فردیات مل جاتے ہیں۔

اردو نعتیہ فریادت کے نمونے

ولی دکنی: نعتیہ فردیات کی تاریخ بھی خاصی پرانی ہے۔ شعرائے کرام اپنے کلیات اور دواوین کے جن صفحات کو خالی پاتے تھے' وہاں عموماً قطعات' رباعیات یا فردیات تحریر کردیتے تھے۔ دکنی دور میں ولی کے ہاں نعتیہ فردیات مل جاتے ہیں ولی کا ایک نعتیہ فرد بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

تو ہے حق ستی ہم زباں ہم کلام ۔۔۔ ترا قابَ قوسین ادنیٰ مقام ۳۰۳

راجا رشید محمود کے ہاں خاصے فردیات مل جاتے ہیں۔ ان کے ہاں فردیات کے مجموعے بھی ملتے ہے۔

راجا رشید محمود۔ منشورِ نعت:

صفحہ ۶ سے ۱۳۲ تک اردو نعتیہ فردیات ہیں۔ ۱۳۴ سے ۱۷۴ تک پنجابی نعتیہ فردیات ہیں۔

تقلید کس کی کس کا تتبع سوائے وحی ۔۔۔ اسلوب کبریا ہی تو شایانِ نعت ہے ۳۰۳۔ (

وہ جس کا فرش سے عرشِ بریں تک نام چلتا ہے ۔۔۔ اسی کا نام لیتے ہیں تو اپنا کام چلتا ہے ۳۰۴

راجا رشید محمود۔ فردیاتِ نعت:

صفحہ ۷ سے ۱۰۲ تک ۵۸۰ نعتیہ فردیات ہیں۔

''ابجد'' کے پہلے حرف سے ''ضظغ'' کی غین تک ۔۔۔ جتنے بھی ہیں عدد' ہیں سبھی تابع حضورؐ ۳۰۵

جامۂ احرامِ نعتِ مصطفیٰؐ پہنے ہوئے ۔۔۔ سعی میں ہوں میں کہ راضی کرسکوں سرکار کو ۳۰۶

راجا رشید محمود۔ اشعارِ نعت:

صفحہ ۵ سے ۹۴ تک صرف نعتیہ فردیات ہیں۔

اسی سے لطفِ سرور کا مجھے احساس رہتا ہے ۔۔۔ مرا لفظِ محبت جو سرِ قرطاس رہتا ہے ۳۰۷

خدا دیکھا تو پھر کیا چیز پوشیدہ رہی ان سے ۔۔۔ نظر محبوبِ خالق کی عیاں پر ہے' نہاں پر ہے ۳۰۸

راجا رشید محمود۔ شہرِ کرم:

اس مجموعۂ نعت میں (۱۴۳) نعتیہ فردیات ہیں۔ ہر شعر میں مدینہ طیبہ کا ذکر ہے۔ (غزل کی ہیئت میں (۹۲) نعتوں کے علاوہ)

میں دیارِ سیدِ والاؐ میں پہنچا شوق سے ۔۔۔ دل کے قریے میں منائی میں نے عیدِ اشتیاق ۳۰۹

اے دوستو! حیات میں بھی' بعد موت بھی ۔۔۔ باسی جو ہو سکو تو ہو شہرِ رسولؐ کے ۳۱۰

راجا رشید محمود۔ مدیحِ سرکارؐ:

اس مجموعہ نعت میں (۶۳) نعتیہ غزلیات کے علاوہ (۶۳) نعتیہ فردیات بھی ہیں۔

سرکارؐ سے نہ جس میں محبت کا ذکر ہو ۔۔۔ میں شعر اس کلام کو گردانتا نہیں ۳۱۱

نتیجہ اس قدر ہے' غور جب کرتا ہوں میں خود میں ۔۔۔ کرم آقا کا ہے میرے نفس کی آمد و شد میں ۳۱۲

راجا رشید محمود۔ حی علی الصلوٰۃ:

(۶۳) نعتوں کے ساتھ اس مجموعے میں (۶۳) نعتیہ فردیات بھی ہیں۔ نعتوں کی طرح فردیات میں بھی درود پاک کا ذکر ہے۔

گر سابقہ و لاحقہ اس کا نہیں درود ۔۔۔ ہر التجا غلط مری' اک اک دعا غلط ۳۱۳

ہو کے جب عصیاں سے تائب ۔۔۔ پڑھا درود' مصائب غائب ۳۱۴

راجا رشید محمود۔ منتشراتِ نعت:

پورا مجموعہ نعتیہ فردیات پر مشتمل ہے۔ صفحہ ۳ سے ۸۰ تک۔

مصطفیٰؐ ہیں عابد معبودؔ خالق ہے محبّ
چاہیے اس ذکر میں بھی پوری پوری احتیاط ۳۱۵

یہی ہے فیضِ کرم صاحبِ ''رفعنا'' کا
کہ ہم نے نعتِ نبی کہ کے رفعتیں دیکھیں ۳۱۶

شاد قادری۔ گنجینۂ نعت و مناقب:

اس مجموعے کے صفحہ (۲۳) پر نعتیہ فردیات بھی موجود ہیں۔ ۳۱۷

ازہر درانی۔ کشکول:

اس مجموعۂ حمد و نعت میں مختلف صفحات پر (۲۵) اردو نعتیہ فردیات ہیں۔

مری کتاب سے آئے گی بو صحیفوں کی
مرے کلام میں شامل ہے آیتوں کی مٹھاس ۳۱۸

دیکھے نہ مجھے رشک سے کیوں چشمِ دو عالم
ورثے میں ملی ہیں مجھے حسانؓ کی آنکھیں ۳۱۹

اختر لکھنوی۔ حضورؐ:

کتاب کے مختلف صفحات پر چند نعتیہ فردیات بھی موجود ہیں۔ ۳۲۰

عزیز احسن۔ کرم و نجات کا سلسلہ:

کتاب میں تین نعتیہ فردیات ملتے ہیں۔ (صفحہ ۱۰۷، ۱۲۱، ۱۲۵)

احسن وہ زندگی تو کوئی معتبر نہیں
خلقِ نبیؐ کا جس پہ مکمل اثر نہیں ۳۲۱

نسیم سحر: ان کے نعتیہ مجموعہ ''یہ جو سلسلے ہیں کلام کے'' میں سولہ نعتیہ فردیات ہیں۔ بطور نمونہ دو فرد دیکھیے۔

جو ہوگیا غلام تری بارگاہ کا
اس کو رہا نہ خوف کسی کجکلاہ کا

نسیم آنکھوں کو اس قابل تو کر لو
تمہیں انؐ کا سراپا دیکھنا ہے ۳۲۲

اثر لودھیانوی: ان کے مجموعہ ''عکسِ جمال'' میں بعض بعض صفحات پر فردیات کے نمونے بھی مل جاتے ہیں۔

نیرنگِ زیست بو قلمی کائنات
موجیں ہیں یہ تلاطمِ بحرِ صفات ۳۲۳

مظفر وارثی: ان کے کچھ نعتیہ فردیات ''کعبۂ عشق'' میں ریزہ ریزہ کے زیرِ عنوان شائع ہوئے ہیں۔

بلند ہے بہت مقامِ مصطفےٰ ﷺ
کلامِ کبریا کلامِ مصطفیٰؐ

دل مرا جاں مری اُن کے نام
آخری سانس بھی اُن کے نام

تُو میری محبت ہے میری پہچان ہے میرا حوالہ ہے
مَیں ذات کے جنگل میں گم تھا تُو نے مجھے ڈھونڈ نکالا ہے

نظر میں عکسِ شہہ دوجہاں اُتر آیا
کہ زمیں پہ نیا آسماں اُتر آیا

عدم بھی ہو ہرا، میری دُعا کے سائے میں
مَیں حشر میں بھی اُٹھوں مصطفیٰؐ کے سائے میں ۳۲۴

جکری

ڈاکٹر جمیل جالبی کے بقول جکری دراصل ذکری کی بگڑی شکل ہے۔ یہ کلام کی وہ قسم ہے جو اساسی طور پر گانے اور سازوں پر بجائے جانے کی غرض سے لکھی جاتی ہے۔ شیخ بہاء الدین باجن (۷۹۰ھ/۱۳۸۸ء تا ۹۱۲ھ/۱۵۰۶ء) اولین جکری نگاروں میں سے ہیں، اس کا موسیقی سے تعلق ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''در ذکرِ اشعار کہ مقولۂ ایں فقیر است بزبانِ ہندوی جکری خوانند و قوالانِ ہند آں را در پردہ ہائے سرودمی نوازند و می سرایند۔ بعضے در مدحِ پیرِ دستگیر و وصفِ روضۂ ایشاں و وصفِ وطنِ خود کہ گجرات است و بعضے در ذکرِ مقصدِ خود و مقصوداتِ مریداں و طالباں و بعضے در ذکرِ عشق و محبت۔'' ۳۲۵

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ جکری ایسی نوعِ سخن ہے، جس کا تعلق گانے سے ہے۔ اسی لیے عموماً جکری کے ساتھ متعلقہ راگ کی نشاندہی بھی کردی جاتی ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی اس کی شعری ہیئت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''ہیئت کے اعتبار سے جکری، بھجن اور گیت ہی کی ایک شکل ہے۔ جس میں دوہروں کا استعمال بھی کیا گیا ہے۔
باجن کے ہاں اس کی عام ہیئت یہ ہے کہ ابتدائی اشعار، جو ہم قافیہ ہوتے ہیں ''عقدہ'' کہلاتے ہیں اس کے
بعد تین، تین.......... چار چار مصرعوں کے بند آتے ہیں، جنہیں ''چین'' کہا جاتا ہے۔ آخری بند جو عام طور پر
تین مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے ''تخلص'' کہلاتا ہے۔ پہلے دو مصرعے ہم قافیہ اور تیسرا الگ، لیکن ہم وزن ہوتا
ہے۔
ہر گیت سے پہلے یہ واضح کر دیا جاتا ہے کہ اسے کس راگ کے مطابق لکھا گیا ہے مثلاً عقدہ در پردۂ صباحی
.... ''عقدہ در پردۂ بلاول'' ''عقدہ در پردۂ گدار'' عقدہ در پردۂ للت'' وغیرہ۔ ۳۲۶

ابتدائی دور میں گجرات کے بزرگوں کے کلام میں جکریاں ملتی ہیں۔ نمونہ درج ذیل ہے۔ باجن کی اس جکری میں روانی، ترنم اور حلاوت محسوس کی جا سکتی ہے، یہی کامیاب جکری کی خصوصیت ہے۔ اس جکری میں نعتیہ عناصر بھی مد نظر ہیں۔ باجن کی جکری راگ ٹوری سے تعلق رکھتی ہے۔

شیخ بہاؤالدین باجن: ان کی ایک نعتیہ جکری جو مثالی نمونے پر مشتمل ہے درج ذیل ہے۔

عقدہ	کیوں نہ لاؤں چندنا	اب ماہ بریالا بنا
چین	شاہ جولا یا چند نا	چوبا چولہ مہو کے
	بوئی جو آئی نوشہ کی	میرا جیورا ہو کے
	جائی جوئی مو گرا	چن چن لایا مالی
	کچھ کندری کچھ کھولے	شہ تیری تائیں تھالی
	مائی بہنے مل کر	دیویوں آسیسا
	یہ بنا بنی جیوے	ری کو رنگ پریسا
تخلص	باجن تیرا باولا	تجھ کارن تیھے دھمکے
	نبی محمد مصطفیٰؐ	سیں نور جگ میں جھمکے ۳۲۷

واضح ہو کہ یہ جکری کی عام ہیئت ہے لیکن جکریاں دوہروں کی ہیئت میں بھی لکھی گئی ہیں، جن کے نمونے دکنی ادبیات میں مل جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر قاضی محمود دریائی گجراتی کے ہاں جکری کا یہ نمونہ ملاحظہ کیجئے۔

قاضی محمود دریائی گجراتی:

دکھ جیو کا کس کہوں اللہ دکھ بھریا سب کوئی اے
نر دوکھی جگ میں کو نہیں، میں پھرتھی پھر پھر جوئی اے
محمود کیری بنتی صاحب اتنی مانیں
نبی محمدؐ کی دوستی راکھیں لکھ کا پانیں ۳۲۸

بارہ ماسا

بارہ ماسا عوامی گیتوں کی ایک قسم ہے اس کے متعلق اُردو لغت میں یہ معلومات دی گئی ہیں۔ ''وہ فراقیہ گیت جس میں فراق زدہ عورت کی زبان سے بارہ مہینوں کی تکلیف اور کیفیت ہجر کا بیان ہوتا ہے۔'' ۳۲۹ امجد علی شاکر نے اردو بارہ ماسے میں نعت رسول کے زیر عنوان کچھ مفید معلومات بہم پہنچائی ہیں، وہ لکھتے ہیں'' بارہ ماسا ایسی صنف سخن ہے جس نے برصغیر میں جنم لیا۔ اس کے مزاج میں یہاں کی دھرتی کی بوباس رچی ہوئی ہے۔۔۔ مزاج کے اعتبار سے یہ گیت کی ارتقائی شکل ہے اور مفاہیم کے اعتبار سے خالص مذہبی۔۔۔ بارہ ماہ لوک ادب سے تعلق رکھتا ہے اسے دیہاتی لوگ گاتے تھے اور سادھو سنت اپنے پیغام کا ذریعہ بناتے ہیں۔'' ۳۳۰

ڈاکٹر آفتاب نقوی نے اپنے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے (پنجابی نعت) میں بارہ ماسا کیلئے بارہ ماہ کی اصطلاح بھی استعمال کی ہے۔ پنجابی زبان میں لکھے گئے اس تحقیقی مقالے میں بارہ ماہ کے متعلق بہم پہنچائی گئی معلومات کو اُردو میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے، ہر مہینے کا نام لیکر

شاعر اپنے درد ہجر کا بیان کرتا ہے۔ ہر مہینے کی خصوصیات کو بھی اپنے دل کی حالت پر چسپاں کرتا ہے۔ بارہ ماہ میں تعداد اشاعت متعین نہیں۔ ۳۳۱ عموماً بارہ ماسا کے لئے مثنوی کی ہیئت استعمال کی گئی ہے۔ امجد علی شاکر نے درج ذیل بارہ ماسوں کا ذکر کیا ہے۔ ۳۳۲

مفتی الٰہی بخش کاندھلوی: کے بارہ ماسا ''بکٹ کہانی'' میں جو نعتیہ مضامین پیش کئے ہیں ان کا انتخاب درج ذیل ہے۔

وہ جس کے غم سے دل، عالم کا خوں ہے — خرد مندوں کو سب اس کا جنوں ہے
اگرچہ سب کے پاس اور سب کے ظاہر — ولیکن ہم تو ہیں محبوب آخر
نظر اپنی میں پی پردیس چھایا — کھلی جب معرفت تب کنتھ آیا
خبر جب پی کی قاصد لے کے آیا — محمدؐ ہی نے پی کو لا ملایا
وسیلہ ہے مرا دونوں جہاں کا — سبب پیدائشِ کون و مکاں کا
محمدؐ صاحبِ لولاک ہے گا — محمدؐ فخر ہفت افلاک ہے گا
محمدؐ سرورِ خیلِ نبوت — محمدؐ غنچۂ باغِ مروّت

افضل نے اپنی ''بکٹ کہانی'' میں حمد و نعت کا التزام نہیں کیا۔ امجد علی شاکر کے بقول ''مصحفی'' کا ہم عصر مقصود پہلا شاعر ہے جس نے اپنے بارہ ماسے کا آغاز حمد و نعت سے کیا ہے۔

سنو سکھیو خدا کی پاک ہے ذات — محمدؐ کی بھیلی معراج کی رات
کیا پیدا محمدؐ سا پیارا — کہ جس کے واسطے سب جگ سنوارا
کہا لولاک اس کی شان کے بیچ — صفت اس کی لکھی قرآن کے بیچ

رنج (شیخ عباد اللہ عرف بادل): نے بھی اپنے بارہ ماسے میں نعتیہ مضامین پیش کیے ہیں۔

جہاں کا معجزہ اس خاک میں ہے — صف اس کی لکھی لولاک میں ہے
محمدؐ نام ختم المرسلیں ہے — وہی محبوب رب العالمیں ہے
جہاں پر آئے ان کا اسمِ اعظم — لکھوں اس جا پہ صلی اللہ وسلم

محمد عبداللہ انصاری مولانا: ان کا ''بارہ ماسہ ربانی'' بھی ادب میں بہت اہمیت رکھتا ہے کیونکہ بقول امجد شاکر اسے اردو کا آخری اہم بارہ ماسا قرار دیا جاسکتا ہے۔

شب معراج میں حق ان سے بولا — جو کچھ تھا راز سر بستہ، وہ کھولا
ہزاروں ہوں درود ان پر سحر شام — اور ان کی آل پر ہو خاص یا عام
سلام ان کے خلیفوں پر ہو نازل — صحابہ تابعیں سب کو ہو شامل

واکا

یہ ایک مختصر سی نظم ہوتی ہے، جو محض پانچ مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ جاپانی شعرا واکا میں عام طور پر مناظر فطرت کی نقشہ کشی کرتے ہیں، اُردو میں بھی واکا نے آہستہ آہستہ اپنا اثر و نفوذ ظاہر کرنا شروع کیا ہے۔ عام واکا نظموں کے ساتھ ساتھ نعتیہ واکا نظمیں بھی اُردو ادب میں مل جاتی ہیں۔ یہاں نمونے کے طور پر کچھ نعتیہ واکا درج کیے جاتے ہیں۔

ابوالخیر کشفی سید ڈاکٹر: اُردو کے نعتیہ حلقوں میں ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کا نام احترام سے لیا جاتا ہے۔ وہ مسلّم الثبوت نقاد، معروف شاعر اور اہم نعت گو ہیں۔ ان کی تخلیقی اور تنقیدی توانائیوں اور صلاحیتوں کا اظہار پاکستان کے اکثر ادبی رسائل و جرائد میں موجود ہے۔

ترا اسم گرامی جب مرے ہونٹوں پہ آتا ہے
ندامت مجھ کو ہوتی ہے
لب و رخسار کے نغمے
ابھی تک رقص کرتے ہیں

مرے ہونٹوں کی سرحد پر ۳۳۳

علیم صبانویدی (سید علیم الدین): نعتیہ تنقیدی ادب کی وہ شخصیت جسے نمایاں اہمیت حاصل ہے کیونکہ انہوں نے شعروں کی نئی نئی ہیئتوں اور نعتوں کے رنگارنگ تنوع کے حوالے سے بہت قابل قدر کام کیا ہے۔ وہ خود ایک منجھے ہوئے شاعر بھی ہیں۔ انہوں نے سب سے پہلے نعتیہ سانیٹ کا پہلا مجموعہ اُردو ادب کی جھولی میں ڈالا۔ اور سب سے پہلے نعتوں کے تنوع پر قابل قدر کام کیا۔ ان کا ایک وا کا درج ذیل ہے۔

جلوسِ نکہت و نغمہ
تبسم آفریں جلوہ
مہکتی چلیوں کی ضو
رُخِ زیبا کی دلکش بُو
محمد مصطفیٰ جلوہ فگن، ہرسمت ہرجانب ۳۳۴

آفتاب کریمی: کراچی کے ہردلعزیز شاعر جنہوں نے خود بھی نعتیں تخلیق کیں اور نعتیہ صحافتی حلقوں میں بھی اپنی پہچان کرائی۔ سفیر نعت کے حوالے سے ان کی ادبی خدمات فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ ان کی دو نعتیہ وا کا نظمیں درج ذیل ہیں۔

نمبر۱
لکھا ہے جو مکہ سے مدینے کا حسیں رستہ
پرانا ہے وہ یادوں میں
پہاڑوں کی چٹانوں میں
نیا رستہ اضافہ ہے
جو میں نے خود بھی دیکھا ہے

نمبر۲
مدینے کی زیارت تو ہے شامل میرے ایماں میں
مدینہ شہر یکتا ہے
حبیبِ رب جو رہتا ہے
مدینہ ایسا خطہ ہے
نہیں رہتی دلوں میں کھوٹ ۳۳۵

تروینی

اس نئی ہیئت کے متعلق علیم صبانویدی نے یہ معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ ''تین مصرعوں پر مشتمل ایک جدید ہیئت (صنف) ہے جو کہ نہ ثلاثی ہے نہ ہائیکو، نہ ماہیا بلکہ یہ ایک مثلثی صنف ہے جس کی اختراع کا سہرا فلمی گیت کار گلزار کے سر بندھتا ہے۔ خود گلزار نے اس صنف سے متعلق بتایا کہ پہلے دو مصرعے ایک پورا مکمل شعر ہوتے ہیں جن میں خیال کی بھی تکمیل ہو جاتی ہے مگر تیسرا مصرعہ لا کر شعر کے تاثر کو ازسرنو بدل دینے کی کوشش ہوتی ہے۔ یہ تیسرا مصرع تبصرہ یا رائے (Comment) بھی ہو سکتا ہے۔۔۔ گلزار کے بتائے اصول کے بعد اس سلسلے میں مزید کاوشیں ہوئیں اور اس کے تین مصرعے اور تین ارکان اور پانچ ارکان کی ترتیب میں ترویناً لکھی جانے لگیں۔'' ۳۳۶

علیم صبانویدی: انہوں نے ایک طویل نعتیہ تروینی لکھی ہے، جس کا عروضی وزن اور نعتیہ تروینی کا نمونہ درج ذیل ہے۔

فاعلن فاعلن	آخرش تیرگی
فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن	چھٹ گئی آپ ہی آپ جب آگئے
فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن	زندگی سے گلے زندگی مل گئی
فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن	بامہذب ہوئی وحشتوں کی گلی
فاعلن فاعلن	نعت میں نے کہی ۳۳۷

چوبولے

علیم صبانویدی کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق ''یہ ہیئت چھ مصرعوں پر مشتمل ہے۔ پہلے دو مصرعے ہم قافیہ اور بعد کے چار مصرعے بھی الگ طور پر

ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ جن میں پہلے دو مصرعوں کے قافیوں کا اعادہ نہیں ہوتا۔ اس کے تمام مصرعے غیر مردف ہی ہوتے ہیں۔ اس ہیئت میں دوسرے مصرعے کے آخری کے دو ایک رُکن تیسرے مصرعے کی ابتدا میں دہرائے جاتے ہیں۔ چوبولے کا ہر شعر ایک دوہا ہی ہوتا ہے۔" ۳۳۸

ناشاد اورنگ آبادی: انہوں نے اُردو میں کچھ چوبولے لکھے ہیں اُن کا ایک نعتیہ چوبولا بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

سن لو اے پیارے نبیؐ میری بھی فریاد
دور بہت ہوں آپؐ سے رہتا ہوں ناشاد
رہتا ہوں ناشاد ہوا ہوں ملنے سے مجبور
دے کے گہرا زخم کوئی چلا گیا ہے دور
ڈرتا ہوں نہ ہو جائے گھاؤ مرا ناسور
جانے کیا ہے اے نبی اللہ کو منظور ۳۳۹

لوری

لوری بنیادی طور پر لوک گیت ہے، مائیں اپنے بچوں کو سلانے کے لیے جو میٹھے اور مترنم اشعار سناتی ہیں انہیں لوری کہا جاتا ہے۔ ماں کی تھپتھپاہٹ اور لوری کا ترنم آہستہ آہستہ بچے کے ذہن پر اثر کرتا ہے اور وہ بالآخر نیند کی وادی میں چلا جاتا ہے۔ علیم صبا نویدی نے کچھ نعتیہ لوریاں لکھی ہیں، ان لوریوں میں جو مضامین پیش کئے گئے ہیں وہ سراسر نعتیہ ہیں۔ ان کی ایک نعتیہ لوری کا کچھ حصہ درج ذیل ہے۔

نبیؐ جی نبیؐ جی نبیؐ جی نبیؐ جی
ابھی جی ابھی جی
ہے سویا ہمارا، یہ ننھا دُلارا
اسے نیند میٹھی
سراپا نشیلی
حسیں نت نویلی
وہ سندر سجیلی
مہکتی دمکتی
فضائیں دکھانا
یوں سپنوں میں آنا
نبیؐ جی نبیؐ جی نبیؐ جی نبیؐ جی ۳۴۰

لوری کی کوئی ظاہری شناخت نہیں البتہ اس کے مضامین اس کی صنف کا تعین کرتے ہیں۔ لوری وہ نظم ہے جسمیں کچھ ایسے اشعار ہوں جن کے الفاظ سبک، رواں اور اثر انگیز ہوں۔ مائیں بچوں کو سلانے کے لئے لوری دیتی ہیں۔ جب یہ لوری نعت کا جامہ زیب تن کرتی ہے تو اس سہانے اور بابرکت منظر کا تصور آتا ہے جب مخدومہ کون ومکاں حضرت بی آمنہؓ یا سیدہ بی حلیمہ سعدیہؓ حضور پرنور ﷺ کو لوری دیتی ہوں گی۔ مسلم (ع س مسلم) کے ہاں ایک نظم "محمد ﷺ کی لوری" ملتی ہے۔

اس طویل لوری کے چند بند بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔ (اس لوری کو پڑھتے ہوئے ذہن میں یہ حسنِ تصور رہے کہ حضرت سیدہ بی آمنہؓ اپنے لختِ جگر ﷺ کو اُن کی مبارک طفولیت میں گویا اس طرح لوری دیتی ہوں گی)۔

محمدؐ کی لوری

میٹھی نیند محمدؐ سو جا — اے کونین میں امجدؐ سو جا............میٹھی نیند محمدؐ سو جا
تو ہے سارے جگ کا سرور — تو ہے کُل دنیا کا رہبر
سب سے اونچا رُتبہ تیرا — اے معراج کی سرحد سو جا............میٹھی نیند محمدؐ سو جا
رب نے تجھ کو رفعت بخشی — تو نے ہم کو عزت بخشی
سوئی قسمت جاگ اُٹھی ہے — سعد ہے تیری آمد سو جا............میٹھی نیند محمدؐ سو جا ۳۴۱

طفیل ہوشیار پوری: ان کا ایک گیت نعتیہ لوری ہے۔ اگرچہ اس گیت کا ذکر گیتوں کے ذیل میں ہو چکا ہے لیکن لوری کے پیش نظر اس

کے کچھ شعر یہاں بھی درج کئے جاتے ہیں۔

آمنہؓ کے لالنا
آمنہؓ کے لالنا
لج پال نام تورا لج موری پالنا
آمنہؓ کے لالنا
آمنہ کی گود میں ہوا جو ظہور تیرا
گوشے گوشے دنیا کے پھیل گیا نور تیرا
نوریوں نے نور سے بنایا تورا پالنا
آمنہؓ کے لالنا ۳۴۲

کہہ مکرنی

علیم صبا نویدی نے نادم بلخی کی ایک نعتیہ کہہ مکرنی بطور مثال پیش کی ہے۔

میرا وہ آقا میرا محسن
نام لوں اُس کا میں ہر اک دن
اس سے ہی مری بات بنی
کا سکھی ساجن؟ نانا سکھی نبیؐ ۳۴۳

علیم صبا نویدی نے کہہ مکرنیوں کے متعلق یہ معلومات بھی بہم پہنچائی ہیں کہ کہہ مکرنیوں میں دو شعر ہوتے ہیں اور دونوں شعر مطلع ہوتے ہیں، ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتے ہیں یا غیر مردف۔ ان کے بقول کہہ مکرنیاں چار کے بجائے پانچ مصرعوں پر مشتمل بھی ہو سکتی ہیں۔ یہ ہیئت بہت زیادہ مقبول نہ ہو سکی، اسی لئے اس کے نمونے بھی کم ہی ملتے ہیں۔

طویل اور مختصر بحر

نعتیں جہاں رنگا رنگ ہیئتوں میں لکھی جا رہی ہیں، وہاں طویل اور مختصر بحروں میں نعت کہنے کے تجربات بھی ملتے ہیں۔ طویل بحر سے مراد یہ ہے کہ کسی خاص بحر کے خاص رکن یا حصے کو ایک مصرع میں دہرا دہرا کر لمبا مصرع تخلیق کیا جائے۔ قدما کے ہاں آدھے صفحے، پورے صفحے بلکہ ڈیڑھ صفحے تک پر پھیلے ہوئے مصرعے بھی ملتے ہیں۔ مصرع کی طوالت کا انحصار کسی قانون قاعدے کا محتاج نہیں، بلکہ شاعر کے ذوق پر منحصر ہے۔ معتدل طویل بحر وہ گردانی جا سکتی ہے جس کے مصرع سے طوالت کا بھی اندازہ ہو جائے اور طوالت قاری کے ذہن پر بوجھ بھی نہ بنے۔ یہاں بطور نمونہ طویل بحر میں لکھی گئی ایک نعت کے چند مصرعے درج کیے جاتے ہیں۔ یہ نعت غلام امام شہید کی کہی ہوئی ہے۔

باغِ جہاں آباد ہے، یاں سرو بھی آزاد ہے، قمری نہایت شاد ہے، نہ صید نہ صیاد ہے
یہ محفلِ میلاد ہے، وقتِ مبارکباد ہے، جبریل کو ارشاد ہے، مشہور کر دے یہ سخن

نورِ خدا پیدا ہوا، خیر الوریٰ پیدا ہوا، اکرم عطا پیدا ہوا، ابرِ سخا پیدا ہوا
نجم الہدیٰ پیدا ہوا، بدر الدجیٰ پیدا ہوا، شمس الضحیٰ پیدا ہوا، پیدا ہوا شاہِ زمن

اُمّی لقب پیدا ہوا، جانِ طلب پیدا ہوا، والا حسب پیدا ہوا، عالی نسب پیدا ہوا
محبوبِ رب پیدا ہوا، ماہِ طرب پیدا ہوا، شاہِ عرب پیدا ہوا، پیدا ہوا یثرب وطن ۳۴۴

جہاں تک مختصر بحر کا تعلق ہے اس میں بھی شاعر کسی بحر کے کسی مختصر رکن یا رکن کے کسی حصے کو ایک یا دو بار استعمال کر کے مصرع کہتا ہے۔ مصرعے کا یہ اختصار سراسر شاعر کے ذوق پر منحصر ہوتا ہے۔ بطور نمونہ عارف حسین عارف کی ایک نعت کے چند شعر دیکھئے:

محمد مصطفےٰ آئے رسولِ دوسرا آئے
جہاں کے رہنما آئے نبی خیر الوریٰ آئے

دعائے انبیاء بن کر امام انبیاء آئے
منادی کی ملائک نے حبیب کبریا آئے ۳۴۵

مختصر بحر میں کہی گئی ایک اور نعت کا نمونہ رشید ہادی کے ہاں بھی نظر آتا ہے

پاک مدینہ نور خزینہ
سانس آہستہ ادب قرینہ
گنبدِ خضرا ٹھنکی سینہ
چوکھٹ اُن کی عرش کا زینہ
خُلد کی خوشبو پاک پسینہ ۳۴۶

یک مصرعی نعت

حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں ہر زبان کی شاعری میں صفت وثناء موجود ہے۔ اُردو زبان اس سلسلہ میں بہت باثروت اور خوش قسمت ہے۔ کیونکہ اس میں نعتوں کا ہیئتی تنوع یقیناً باقی زبانوں سے زیادہ ہے۔ انہی رنگا رنگ نعتوں میں وہ مختصر ترین نعت بھی شامل ہے جو محض ایک مصرع پر ہی مبنی ہوتی ہے۔ یک مصرعی نعت کو (بشرطیکہ وہ ایک مکمل نظم کا تاثر دے) مصرعی یا مصراعی بھی کہا جاسکتا ہے راقم الحروف میں یک مصرعی نظم کو یہ نام مصرع کی مناسبت سے دیا ہے۔ یہ کوئی حتمی نام نہیں البتہ اس پر غور کیا جاسکتا ہے۔ سید محمد ابوالخیر کشفی کی ایسی دو مختصر ترین نعتیں جو محض ایک ایک مصرع پر مبنی ہے بطور نمونہ درج ذیل ہے۔ (ابوالخیر کشفی نے ان نعتوں کو باقاعدہ عنوانات کے تحت لکھا ہے۔)

حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ

تخلیق کائنات کا منشا وہی تو ہے

....

مدینۃ النبی ﷺ

دیباچۂ نشاط ابد اس کی ہر گلی

یک شعری نعت

جہاں ایک مصرع پر مشتمل مختصر ترین نظم کی صورت میں نعتیں کہی گئی ہیں وہاں یک شعری نعتیں بھی تخلیق کی گئی ہیں۔ نمونہ کے طور پر نسیم سحر کی ایک نعت ملاحظہ کیجئے۔

دعائیہ

میری بستی پہ بھی ہو کرم کی نظر اس کو جنگل ہوئے کتنے دن ہوگئے ۳۴۷

یک شعری نعتیہ نظموں کی تعداد خاصی ہے، بخوف طوالت اسی ایک مثال پر اکتفا کی جاتی ہے۔ البتہ یہاں مسرور کیفی کا ذکر ضروری ہے جنہوں نے یک شعری نظم کی صورت میں نعت گو شعرا کی توصیف کی ہے۔ ان کا مجموعہ ''نعت نگار'' (حصہ اوّل) ایسی منظومات پر مشتمل ہے جو یک شعری ہیں۔ اس میں حضرت حسانؓ سے لے کر مسرور کیفی تک مرد نعت گو اور خواتین میں سے خیر النساء بہتر سے لیکر نرگس شیخ تک، نیز غیر مسلم شعرا میں بابو گورونانک سے لے کر چرخ چنیوٹی تک شعرا پر تبصرہ کیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ باقی شعرا کا تذکرہ حصہ دوم میں کیا جائے گا۔ اس سے شاعر کی وسعتِ مطالعہ کے علاوہ صاحبِ نعتؐ اور اُن کے نعت گوؤں سے محبت کا پتہ چلتا ہے۔ چونکہ نعت گو کی توصیف اس انداز سے کی گئی ہے کہ اس کے ڈانڈے نعت سے جا ملتے ہیں۔ لہٰذا کہا جاسکتا ہے کہ یہ یک شعری نظمیں بھی دراصل مختصر نعتیں ہیں۔ درج ذیل شعرا سے متعلق مسرور کی یہ مختصر نظمیں بطور نمونہ یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت حسان بن ثابتؓ

فرشِ زمیں پہ بیٹھ کے منبر عطا کیا
حسانؓ کو حضورؐ نے کیا کیا نہ دے دیا

حضرت کعب بن زہیرؓ

سرکارِ دو جہاں کا ردا سے نوازنا
آساں نہیں ہے کعبؓ کے رُتبے کو جاننا

حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ

کتنے حسین خواب سے یہ سرفراز ہے
سرکار کی ردا پہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ ناز ہے

کرامت علی شہیدی رحمۃ اللہ علیہ	مرزا غالب	حافظ محمد افضل فقیر
ملتی ہے کیا حضورؐ سے عیدی نہ پوچھیے	غالب نے جو کہا ہے وہ شانِ محمدؐ است	سر پر نبیؐ کے نور کا سایہ لیے ہوئے
قدموں میں کتنے خوش ہیں شہیدی نہ پوچھیے	بے شک خدا ہے مرتبہ دانِ محمدؐ است	دیکھیں فقیر آئے ہیں کیا کیا لیے ہوئے ۳۴۸

حسّان (شیخ محمد عبد القیوم): ان کے نعتیہ مجموعے ''یا نبی سلام علیک'' میں یک شعری نعتیہ نظمیں بھی پائی جاتی ہیں۔ بطور نمونہ دو نعتیں درج ذیل ہیں۔

وضوئے غزل	خود فراموشی
ڈھل گیا ذوقِ غزل ان کی ثناء خوانی میں یوں	نکلے تیری تلاش میں خود آپ کھو گئے
جیسے قطرے سے گہر ہو جانے تک کا ہو فسوں ۳۴۹	ہم کوچۂ حبیبؐ میں بے نام ہوگئے ۳۵۰

سہ مصرعی نعت

اگر چہ ثلاثی' سہ مصرعی' ہائیکو (تین مساوی الوزن مصرعوں) اور کوثریہ کے نام سے شعرائے کرام نے نعتیں لکھیں ہیں' لیکن ایک عنوان قائم کر کے سہ مصرعی' شعری نظم کہنے کا رواج بھی ہوا نمونے کے طور پر حنیف اسعدی کے نعتیہ مجموعے (آپؐ) سے چند سہ مصرعی با عنوان نعتیں درج ذیل ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مان کا چھتر، دیا کی چھاؤں
دھرتی کیا آکاش پہ پاؤں
حمد کی جان محمد ناؤں

آقا صلی اللہ علیہ وسلم

دھیرج ' ٹھنڈک' سکھ' آرام
سارے نام اُنھیںؐ کے نام
اُنؐ پہ درُود اور اُنؐ پہ سلام

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم

میری آن' مری پہچان
میری چاہت' میرا مان
تن من واری' میں قربان

سلطانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

بہتر' برتر' ارفع' عالی
ہادیؐ' حامیؐ' وارث' والی
خاک کا بستر' گدڑی کالی ۳۵۱

تین سطری نثری نعت

علیم صبا نویدی نے تین سطری نعتیہ نثری نظمیں بھی تخلیق کی ہیں۔ بطور نمونہ اُن کی اس ہیئت میں لکھی گئی کچھ نعتیں درج ذیل ہیں۔

میری کائنات کا سورج
میری زندگی کا محور
نورِ محمدیؐ

حضور کی نسبت سے میں
معتبر ہو چکا ہوں
منوّر ہو چکا ہوں

میری آنکھوں میں کون؟
میرے دل میں کون؟
واقف ہیں آپؐ

میں خاموش تھا
میرے اندر کی کائناتؐ
باہر جگمگا رہی ہے

سارے انبیاء
سر بہ سجدہ
ہر سو نورِ مصطفےٰؐ

غیر مہذب ماحول
دم توڑ گیا
اک نورؐ کے آنے سے ۳۵۲

کافی

حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۷۵۷ء): کی ایک کافی ڈاکٹر جمیل جالبی نے نقل کی ہے' جسمیں نعتیہ خوشبو صاف محسوس ہوتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اسے اردو کلام قرار دیا ہے۔

''بلھے شاہ نے ''ہوری'' کے عنوان سے ایک کافی لکھی ہے جسمیں وحدت و معرفت اور تصوف و طریقت کو پیش کیا ہے۔ یہ ''ہوری'' بھی اردو میں ہے اور اپنی نوعیت کے اعتبار سے دلچسپ ہے۔'' ۳۵۳

ہوری کھیلوں گی کہہ بسم اللہ

نام نبی کی رتن چڑھی بوند پڑی اللہ اللہ
رنگ رنگیلی اوہی کھلاوے جو سکھی ہووے فنا فی اللہ

ہوری کھیلوں گی کہہ بسم اللہ

ہاتھ جوڑ کر پاؤں پڑوں گی	عاجز ہو کر بنتی کروں گی
جھگڑا کر پھر جھولی لوں گی	نورِ محمد صلی اللہ

ہوری کھیلوں گی کہہ بسم اللہ

صبغۃ اللہ کی بھر پچکاری	اللہ الصمد پیا منہ پر ماری
نور نبیؐ دا حق سے جاری	نورِ محمد صلی اللہ
بلھا شوہ دی دھوم مچی ہے	لا الٰہ الا اللہ

ہوری کھیلوں گی کہہ بسم اللہ ۳۵۴

سید مسلم گیلانی: عہد حاضر میں سید مسلم گیلانی کی نعتیہ کافی کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ راجا رشید محمود نے اسے کافی قرار دیا ہے۔۳۵۵۔ ذیل میں یہ نعتیہ کافی درج کی جاتی ہے۔

لیجو محمدؐ نام بگوے بنیں سب کام

مہک اُٹھا اِک گھر آنگن

اُجیاروں سے تن من دَرپن

اُن کے نام سے سبھی روشن

جگمگ اُن سے شام

لیجو محمدؐ نام

رُوپ سروپ انوپ، نیارا

باتیں جیسے نُور کا دھارا

سب کا بھروسا، سب کا سہارا

اُن پہ درُود و سلام

لیجو محمدؐ نام ۳۵۶

مصراعیہ

اگر ایک نظم مختلف طاق مصرعوں پر مشتمل ہو بشرطیکہ

ا۔ طاق مصرعوں کی تعداد گیارہ یا اس سے زیادہ ہو (کیونکہ تین' پانچ' سات اور نو مصرعے ہونے کے باعث وہ مثلث' مخمس' مربع یا متسع کا ایک بند قرار دی جا سکتی ہے۔

ب۔ ہر مصرع باقی مصرعوں کے ساتھ ہم قافیہ (و ہم ردیف) ہو۔

ج۔ ہر مصرع اپنی حد تک مکمل مضمون پر مشتمل ہو اور معنوی تکمیل کیلئے اسے دوسرے مصرعے کی ضرورت نہ ہو۔

د۔ الگ الگ مضمون رکھنے کے باوجود تمام مصرعے کسی مرکزی مضمون کے گرد گھومتے ہوں اور سب مصرعے مل کر ایک مکمل اور بھرپور نظم کا تاثر دیتے ہوں' تو ایسی نظم کو مصراعیہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس ہیئت کو یہ نام مصراع (جس کا مخفف مصرع ہے) کی مناسبت سے دیا گیا ہے۔ یہ ہیئت اور اس کا نام اس عاجز راقم الحروف (افضال احمد انور) نے تجویز کیا ہے۔

واضح رہے کہ پیر سید وارث شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی قدیم اور اصل ہیر کے نسخوں میں مصرعے دائیں بائیں کے بجائے اوپر نیچے لکھے ہوئے ملتے ہیں۔ بعض جگہ مصرعے طاق ہیں ان کو مصراعیہ کے ابتدائی نقش قرار دیا جا سکتا ہے۔

راقم الحروف کے نزدیک مصراعیہ نظم کا تعلق صرف پابند شاعری سے ہے' نظم آزاد کا اسمیں دخل نہیں ہونا چاہیئے۔ قافیے کی شرط کے باعث' نظم معرا کی ہیئت کے مطلوبہ طاق مصرعے بھی اس ہیئت سے خارج ہیں۔۳۵۷

نعتیہ مصراعیہ کے نمونے کے طور پر راقم (افضال احمد انور) کی ایک نظم ملاحظہ کیجئے۔

مدینہ مسکنِ امن و صیانت
مدینہ مخزنِ رُشد و ہدایت
مدینہ مرکزِ حُسن و لطافت
مدینہ موجزِ نور و سعادت
مدینہ مصدرِ اعجازِ قدرت
مدینہ محور جود و عنایت
مدینہ مطلعِ مہرِ سیادت
مدینہ منبع فضل و کرامت
مدینہ جانِ ایثار و اخوّت
مدینہ شانِ احسان و مروّت
مدینہ ساحلِ بحرِ محبت
مدینہ حاصلِ شرع و طریقت
مدینہ منزلِ عشق و موّدت
مدینہ گردشِ دوراں کی سطوت
مدینہ انور عاصی کی جنت ۳۵۸ؔ

کجری

کجری گیت کی ایک قسم ہے۔ محمد فیروز شاہ نے اس کے متعلق بتایا ہے: ''گیت ہندی زبان سے اردو میں آیا۔ کجری گیت کی وہ قسم ہے جو عموماً ہولی میں گاتے ہیں۔ عقیدت و محبت کی وادی میں کھلنے والے پھولوں کی مہک اس صنف میں ظہور کرتی ہے تو کیسے کیسے دل کش پھول کھلتے ہیں۔'' ۳۵۹ؔ

اس کی ہیئتی تفصیل شفقت رضوی نے بتائی ہے۔ ان کے بقول ''کجری تین مصرعوں پر ایک بند ہے' جس کے پہلے دو مصرعے غیر مردف و ہم قافیہ ہیں۔ البتہ تیسرے مصرعے کے نصف کو پہلے دو مصرعوں سے ہم قافیہ کر کے ایک صوتی آہنگ بلکہ ہم آہنگی پیدا کی گئی ہے''۔ ۳۶۰ؔ

ظا فرتشنہ کو اس کی ایجاد کا شرف حاصل ہوا۔ اپنی تصنیف ''کجری'' کے ''عرضِ حال'' میں رقم طراز ہیں: ''۱۹۷۰ء سے کچھ اوپر کی بات ہے کہ میں عالم خواب میں معمول کے مطابق شاعری کر رہا تھا۔ اب کے یہ تین مصرعوں والا نعتیہ بند تھا۔ میں نے بند لکھا اور پھر سو گیا۔ بعد میں غور کیا تو پایا کہ یہ فعلن فعلن فاعلن فعلن فعلن فاع (بحر متدارک' مسدس مخبون' مقطوع) کی حسین شکل ہے۔ تو میں نے اس کا نام کجری رکھ دیا۔ ۳۶۱ؔ

اسی بنا پر شفقت رضوی نے لکھا ''اس تناظر میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ظا فرتشنہ کو کجری کی تخلیق و ایجاد میں تائید ایزدی حاصل ہے''۔ ۳۶۲ؔ

بطور نمونہ ظا فرتشنہ کی یہ کجریاں ملاحظہ کیجئے۔

اس نکتے پر آ گیا جس نے کیا یہ غور
کس کی خاطر بن گیا سارا جہاں فی الفور
کوئی نہیں ہے اور' صرف محمدؐ ہیں

جس کے سکے سے چلے یہ سارا زماں یہ ارض
اس کا محمدؐ نام ہے' سن لے میری عرض
تیرا بھی ہے فرض اُس کا کہا مان ۳۶۳ؔ

ظا فرتشنہ نے کجریوں کے عنوانات بھی لکھے ہیں مثلاً اس کجری کا عنوان ''وجہ کائنات''

آپؐ کی چاہت چاہت میں تو پیدا ہوئی کونین
آپؐ کی باتیں بھی پھیلی ہوئی طرفین
آپؐ کے ہی نعلین' عرش نے چومے ہیں ۳۶۴ؔ

گنبدِ خضرا

اس گنبد خضرا کی بات کیا جس کا سبز ہے رنگ
قدس میں یہ آفاق بھی ہے جس کے پاسنگ
جب ہو جگ سے تنگ اُس کی جانب دیکھ لے ۳۶۵

نو بہ نو ہیئتی تجربات

اُردو نعت نگاروں کی ایک خاصی تعداد میں ہیئتوں میں دَر آنے والی تبدیلیوں کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا ہے۔ اس کا ثبوت اسی باب کی مختلف نعتوں پر ایک نظر ڈالنے سے ہو سکتا ہے۔ نعت گو شعراء کرام کی یہ وسیع القلمی نعتوں میں نو بہ نو ہیئتی تجربات کا باعث بنی ہے۔ ہر شاعر اپنے مزاج اور شعری تقاضوں کے مطابق کوئی بھی نئی ہیئت خود بنا سکتا ہے۔ وہ عروضی پابندیوں کو ہٹا کر اپنی پسند کے مطابق ارکان کو استعمال کر سکتا ہے۔ پرانی ہیئتوں میں من پسند تجربات کر سکتا ہے۔ اور بطور ہیئت شعر کی ہر وہ شکل تخلیق کر سکتا ہے جو اس کا دل چاہے۔ یہ ایک بہت وسیع میدان ہے اور بذاتِ خود ایک الگ تحقیقی مقالے کا متقاضی ہے۔ ہم محض نمونے کے طور پر ایک دو مثالیں درج کرتے ہیں۔

صہبا اختر کے ہاں ہیئتی تنوع: ا۔ نعتیہ نظم "دعائے نیم شب" سولہ مصرعوں پر مشتمل ہے۔ قافیوں کی ترتیب درج ذیل ہے۔

الف ب ا ج ب ا د ہ ا ب

الف ب ا ز ج ا ط ی ا ب ک ب

ظاہر ہے یہ خود تیار کردہ ہیئت ہے، چونکہ بحر مختصر اور مترنم ہے لہٰذا غنائیت سے مملو یہ نظم کانوں میں رس گھولتی ہے۔

۲۔ صفحہ ۳۳ پر نعت کے زیرِ عنوان غزلیہ ہیئت میں نظم ہے۔ چھ اشعار (بارہ مصرعے) غزل کی عام ہیئت کے ہیں۔ اس کے بعد تین مصرے الگ الگ اوپر نیچے درج ہیں جو دیگر اشعار کے ساتھ ہم قافیہ ہیں۔ یوں دراصل آخری (پندرہویں مصرعے) کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہ بھی ہیئت میں اپنی طرز کا تجربہ ہے۔

۳۔ صفحہ ۳۴ پر ن ع ت کے زیرِ عنوان پانچ مصرعوں پر مشتمل نظم ہے۔ پہلا مصرع تین مساوی الوزن ٹکڑوں پر مشتمل ہے۔ دوسرا مصرع ایک مساوی الوزن ٹکڑے پر مشتمل ہے۔ تیسرے اور چوتھے مصرعے کا انداز بھی بالکل پہلے اور دوسرے مصرعے والا ہے جب کہ پانچواں مصرع پھر تین مساوی الاوزان تین ٹکڑوں پر مشتمل ہے اور چھٹا مصرع غائب ہے۔ اگر چھٹا مصرع بھی ہوتا تو اسے مثلث مستزاد کا ایک بند قرار دیا جا سکتا تھا۔ موجودہ صورت میں یہ ایک جدید شعری ہیئت ہے۔

ن سے ہے نبیؐ ع سے عبدہٗ اور ت سے تقی
تین حرفوں سے ہے
دل کی تابندگی، جاں کی رخشندگی، حق کی پائندگی
نعت جس نے کہی
اُس کو بخشی گئی، اُس پہ بارش ہوئی، جاوداں زندگی ۳۶۶

۴۔ صفحہ ۳۵ پر مندرج نظم ال م کے قافیوں کی ترتیب اور مصرعوں کی جگہ من پسند انداز سے رکھی گئی ہے۔ ص ۴۰ پر نظم "وہ" ص ۴۶ پر نظم "صدا"

سلیم کوثر: نو بہ نو ہیئتوں کی ایک مثال معروف شاعر سلیم کوثر کے ہاں بھی نظر آتی ہے۔ ان کی ایک نعتیہ نظم کا عنوان ہے "سید المرسلینؐ کے حضور" اس میں ہیئتوں کے نو بہ نو نمونے ملتے ہیں۔ اس کا اندازہ اس نظم کے درج ذیل ابتدائی حصے کے مطالعے سے کیا جا سکتا ہے۔

سید المرسلین ﷺ
میں کہیں بھی نہیں
نیک نامی سے تہمت چھلکنے لگی
صرف رُسوائیاں میرے اطراف ہیں
میرے چاروں طرف بھیڑ ہی بھیڑ ہے
پھر بھی تنہائیاں میرے اطراف ہیں
جسم جن کا نہیں رُوح جن میں نہیں
کیسی پرچھائیاں میرے اطراف ہیں
محفلوں کے تسلسل میں زندہ ہوں میں

اور ویرانیاں میرے اطراف ہیں
کوئی مشکل نہیں اور مشکل یہ ہے
سخت آسانیاں میرے اطراف ہیں
میری ترتیب وتقویم کے لاحقے
سارے تبدیل ہوتے چلے جا رہے ہیں
بتاؤں کسے
میرے پیروں میں سورج ہے سر پر زمیں
سید المرسلیں ﷺ
میں کہیں بھی نہیں
زندگی بابل ونینوا کی کہانی ہوئی
میرے بغداد و بصرہ کی تہذیب سب اہل علم وہنر کی نشانی ہوئی
ایک دُھندلی سی تصویر تھی ذہن میں میرے اجداد کی
اور وہ تصویر بھی اب پرانی ہوئی ۳۶۷

سلیم کوثر کے مندرجہ بالا نعتیہ اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر کس آزادہ روی سے ایک ہی نظم میں مختلف ہیئتیں استعمال کرتا چلا جا رہا ہے۔ اصولی طور پر سلیم کوثر کی یہ نظم کینٹو کے دائرے میں آتی ہے، لیکن یہاں اُس کا حوالہ اس نظم میں موجود نو بہ نو ہیئتی اشکال کے حوالے سے دیا گیا ہے۔ اُردو شعرِ نعت نے یک مصرعی نعت سے لے کر یک شعری نعت، ثلاثی، ہائیکو، ماہیا، تین سطری نثری نظموں، واکا، کہری، مثنوی، مربع، مخمس، مسدس وغیرہ ہیئتوں میں جو من پسند ہیئتی تبدیلیاں کی ہیں، ان کی نشاندہی مقالہ میں جگہ جگہ کی گئی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُردو نعت میں نو بہ نو ہیئتی تجربات کا سلسلہ جاری ہے۔ یہ ایک خوش آئند اقدام ہے اور اس سے نہ صرف نعت بلکہ اُردو ادب کے درخشاں مستقبل کی نشاندہی ہوتی ہے۔

مندرجہ بالا انواعِ ہیئتِ شعر سے ظاہر ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ شروع ہی سے نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رنگا رنگی ہیئتوں میں کہی جا رہی ہے۔ ابتدائی دور میں اگر نعت مثنوی میں زیادہ کہی گئی تو شمالی ہند کے دور میں غزل اور قصیدہ کی ہیئت نے نعت کی خدمت کا شرف حاصل کیا۔ اس کے ساتھ مسمط کی کچھ شکلیں بھی خدمتِ نعت کے کام آئیں۔ ۱۸۵۷ء کے بعد نعتوں کا ہیئتی تنوع اور زیادہ وسیع ہو گیا۔ اردو شاعری میں جو جو ہیئتی تجربے ہوئے ان میں سے اکثر میں نعت بھی جلوہ گر ہونے لگی۔ ۱۹۴۷ء کے بعد اگر چہ نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے زیادہ غزل کی ہیئت میں لکھی گئی تاہم دیگر ہیئتیں بھی اس شرف سے محروم نہ رہیں۔ آزاد نظم، نظمِ معرّیٰ، سانیٹ وغیرہ سب ہیئتوں میں نعتیں لکھی گئیں۔ اس سے نعت کی اثر پذیری اور ہمہ گیریت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ دعویٰ بلا خوبِ تردید کیا جا سکتا ہے کہ نعت کے علاوہ دنیا کی کوئی ایسی صنف نہیں جس میں اتنا ہیئتی تنوع ملتا ہو۔ یہ دراصل حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت و شان کی ایک دلیل ہے اور اللہ کے حکم ورفعنا لک ذکرک کا ایک مظہر بھی۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علاوہ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں جس کی صفت وثنا اس عقیدت، اس پھیلاؤ اور شعر کے اس ہیئتی تنوع کے ساتھ کی گئی ہو۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفت وثنا کما حقہٗ ہو نہیں سکی۔ بندوں سے ہو بھی نہیں سکتی، یہ صرف خدا کے شایانِ شان ہے کہ وہ اپنے محبوب کریم اور ہمارے ملجا و ماویٰ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفت وثنا اس طرح کرے جیسا کہ اس کا حق ہے۔ باقی جہاں تک انسانی کوششوں کا تعلق ہے، شیخ سعدی شیرازی کے لفظوں میں یہی کہا جا سکتا ہے۔

نہ حسنش غایتے دارد، نہ سعدی را سخن پایاں   بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہم چناں باقی

شاعرِ مشرق، حکیم الامت اور عظیم عاشقِ رسولؐ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ یہ کہہ کر حقیقت کی نقاب کشائی کر دی ہے۔

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

☆☆☆☆☆

ماحصل و نتائج

اردو نعت کا ہیئتی مطالعہ کرتے ہوئے دو امور کا لحاظ مفید مطلب ہو سکتا ہے۔

ا۔ موضوع تحقیق سے متعلق تمہیدی مباحث

ب۔ براہِ راست نعتیہ ذخیرے سے متعلقہ شعری ہیئتوں پر مبنی نعت نمونوں کی تلاش اور ادبی ادوار نعت گوئی کے تناظر میں ان کا خصوصی مطالعہ

اس مقالے کے پہلے تمہیدی باب سے واضح ہے کہ نعت کا لفظ کم و بیش ۲۵ معانی کا حامل ہے (جیسے کسی شے کا وصف بیان کرنا' صرف ایسے وصف کا بیان جس میں کوئی برائی نہ پائی جائے بلکہ صرف حسن اور خوبی ہو' شے کا اپنے کمال اور انتہا کو پہنچا ہوا ہونا' وہ جو عمدہ نسل سے ہو اور اپنے ہم جنسوں سے ممتاز ہو اور وہ جو مقابلے میں سبقت لے جائے وغیرہ۔) یہ معانی مستند لغات سے معلوم ہوئے ہیں اگر چہ لفظ نعت بطور ایک دینی و ادبی اصطلاح کے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مخصوص ہے (اور آپؐ کے سوا کوئی دوسرا اس کا مصداق نہیں ہو سکتا) لیکن اگر اس لفظ کے محض ظاہری و لغوی معانی پر ہی غور کر لیا جائے' تو بھی محض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذاتِ مبارکہ ان معانی کی حقیقی مصداق ٹھہرے گی۔ لفظ نعت کے مطالعے کا یہ پہلو خود ایک دلکش نعت ہے۔

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بیرونی دباؤ یا محض کسی نظریے کے تحت ہی چاہے جانے کے قابل نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ جل شانہ' نے آپ کو ایسا خوبیوں والا بنایا ہے کہ آپ واقعی لائق تعریف و تحسین ہیں۔ آپ کے عظیم تخصصات (جیسے ذاتِ کنتُ کنزاً کا سب سے پہلے آپؐ کے نورِ پاک کو پیدا کرنا' ہر شے کو آپ کی خاطر پیدا کیا جانا' آپ کو معراج' شق القمر' رجع الشمس جیسے عظیم معجزات کا عطا ہو' آپ کا اللہ کا محبوب ہونا' اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شانِ شفاعت وغیرہ) ذاتی کمالات اور حسنِ جمال و کمال' نیز آپ کی زندگی میں بہترین نمونے (اسوۂ حسنہ) کا پایا جانا وغیرہ چونکہ آپ کی محبت ایمان کا اساسی و لازمی تقاضا ہے لہٰذا یہی محبت' شعری پیکر میں ظاہر ہو کر نعت بن جاتی ہے۔ یہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزۂ عظیمہ ہے کہ آپؐ کی نعت پاک سب سے زیادہ لکھی گئی ہے۔

دستیاب معلومات کی حد تک اولین نعت گو کے تعین میں بعض ابہام ہیں۔ اس ضمن میں حضرت خواجہ گیسو دراز بندہ نواز' فخر الدین نظامی دکنی اور مُلا داؤد کا نام لیا جاتا ہے لیکن حضرت خواجہ گیسو دراز کے اولین نعت گو ہونے کے شواہد کا روائل تحقیق سے اس طرح نہیں ہو سکا جس سے ذہن مطمئن ہو سکے۔ اس ضمن میں تحقیق کا لب لباب یہ ہے کہ خواجہ گیسو دراز ہی اردو کے اولین و باقاعدہ نعت گو ہیں جن کو سب سے پہلے اردو میں نعتیہ اشعار پیش کرنے کا شرف حاصل ہے' جبکہ دکن کی حد تک سب سے پہلے فخر الدین نظامی کو مثنوی کی ہیئت میں نعتیہ اشعار کہنے کی سعادت ملی۔ البتہ دکن سے ہٹ کر اگر دیگر علاقوں کو بھی پیش نظر رکھا جائے تو مثنوی میں نعتیہ اشعار کہنے کا شرف سب سے پہلے مُلا داؤد کو حاصل ہوا۔ خواجہ گیسو دراز اس ضمن میں بعض اربابِ تحقیق کے ہاں جس طرح نظر انداز ہوئے ہیں وہ یقیناً صائب نہیں۔

نعت' جس شعری پیکر اور ظاہر شناخت کی حامل شکل و صورت میں متشکل ہوتی ہے' وہ گویا اس کی ہیئت ہے۔ نعت کی ہیئتیں ایک دو نہیں بلکہ بیسیوں ہیں۔ اگر شاعر کے ذہن کی وسعت' تنوع پسندی اور تجربہ کاری کے پیش نظر نعت کی ہیئتوں پر نظر ڈالی جائے تو یقیناً یہ ہیئتیں سینکڑوں میں ہوں گی اور اگر ہیئت سازی میں شاعر مزید خود مختار ہو جائے تو یہ سلسلہ ان گنت ہیئتوں کی تخلیق کا باعث بن سکتا ہے۔

شروع سے رائج اصناف اور ہیئتوں میں مثنوی' قصیدہ' غزل' رباعی' قطعہ' دوہا وغیرہ نیز نسبتہً جدید ہیئتوں جیسے ماہیا' ہائیکو' نظمِ معرا' نظمِ آزاد' سانیٹ ہر ہیئت میں نعت کہی گئی ہے اور ہر ہیئت کا عہد بعہد جائزہ اس حقیقت کو سامنے لاتا ہے کہ کوئی زمانہ ایسا نہیں جس میں اس دور کی عام مروّج شعری ہیئتوں میں حضور نبی اکرمؐ کی نعت نہ کہی گئی ہو۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شعری ہیئتیں مزید بنتی چلی جا رہی ہیں' ان میں بھی نعت کے نمونے اس تواتر کے ساتھ سامنے آ رہے ہیں کہ نعت ہی وہ واحد صنفِ سخن نظر آتی ہے جو جملہ اصناف اور تمام شعری ہیئتوں میں کہی جا رہی ہے' لہٰذا نعت کی وسعت' ہمہ گیری اور اثر پذیری یقیناً تمام اصنافِ ادب سے زیادہ ہے۔

دکنی دور میں مثنوی زیادہ کہی گئی۔ شمالی ہند کے دور میں قصیدے اور غزل کی ہیئت میں نعت کو فروغ ملا۔ تیسرے دور میں نظمِ آزاد' نظمِ معرا وغیرہ شروع ہوئی نیز مختلف اصناف اور ہیئتوں کے اجتماع سے نت نئی ہیئتیں بننے لگیں۔ ہیئتوں میں شعری تجربات کی باقاعدہ تیز رفتاری اسی دور میں نظر آتی ہے۔ جس نے قیامِ پاکستان کے بعد ایک واضح رجحان کی شکل اختیار کر لی اور اس دور میں ایک ایک ہیئت پر باقاعدہ نعتیہ مجموعے شائع ہونے لگے۔ اس مقالے میں پیش کی گئی تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ اردو کی کوئی شعری ہیئت ایسی نہیں جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت و ثنا بیان نہ کی گئی ہو' تاہم ان جملہ ہیئتوں میں خدمتِ نعت کا شرف سب سے زیادہ غزل کی ہیئت کو حاصل ہوا۔ غزلیہ ہیئت میں سینکڑوں مجموعے اس پر شاہد ہیں۔ غزل اور قطعہ کی بھی ایک قدیم روایت ہے اسی طرح جدید ہیئتوں سے متعلقہ تجربات میں کثرت سے نعتِ رسولِ مقبول

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہی گئی ہے۔ جو ادبی رسائل پہلے نعت کو اپنے ہاں جگہ دینے سے کنی کتراتے تھے آج وہ بھی اپنے ماتھے پر نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سجا کر ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ محض نعت کے موضوع پر شائع ہونے والے رسائل و جرائد جہاں نعت کی ہمہ جہتی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں وہاں رنگا رنگ ہیئتوں میں نعوتِ رسولؐ شائع کر رہے ہیں' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنے والے زمانوں میں نعت کی رفتار اور بھی زیادہ تیز ہوگی۔ کیونکہ نعت محض ادبی ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کے ایمان کا معاملہ بھی ہے۔

یہاں ایک حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے وہ یہ کہ نعت آغاز ہی سے مضمون اور ہیئت ہر دو لحاظ سے مائل بہ ارتقاء رہی ہے۔ نعت گو شعراء نے صرف اپنی عقیدت ہی کو شعری جامہ نہیں پہنایا بلکہ ادبی ارتقاء و ترفّع کے تمام تقاضوں کو بھی مدِّ نظر رکھا ہے۔ زبان' مضمون اور ہیئت میں وقتاً فوقتاً ہونے والی تبدیلیاں نعت کا بھی شاندار حصہ رہی ہیں۔ نعت کے شعراء کی ذاتی کاوشوں کو اللہ کریم نے نوازا' اور ان پر ترقی ادب کے دروازے کھلتے چلے گئے۔ یہ امر بہت خوش آئند ہے کہ شعرائے نعت ادبی ترقی کے منہاج میں اور عہد بہ عہد ہونے والی تبدیلیوں کو اپنا کر آگے بڑھنے کی سبیلِ عظیم میں کسی سے پیچھے نہیں۔ مثنوی' قصیدہ' مسمط کی مختلف شکلوں وغیرہ میں لکھی گئی نعتیں اس پر گواہ ہیں۔

بعض نقادِ نعت کو ادبی صنف نہیں مانتے۔ ان کا خیال ہے کہ چونکہ نعت کیلئے کوئی خاص ہیئت متعین نہیں' لہٰذا یہ باقاعدہ صنف بھی نہیں (اس خیال کی بھرپور تغلیط تو مقالے میں موجود ہے' البتہ) انہیں شاید یہ دکھائی یا بجھائی نہیں دیتا کہ اگر نعت کی کوئی ایک ہی ہیئت متعین ہوتی تو اردو ادب میں نعت کی حالیہ ترقی کا یہ انداز کیسے ظہور پذیر ہوتا۔ نعت نے قصیدے کے تنِ مردہ میں نئی روح پھونکی' نعت' غزل کو فرش سے عرش تک لے گئی' نعت نے نظمِ آزاد' نظمِ معرّا وغیرہ کی سرپرستی کی اور نعت ہی نے ہر شعری ہیئت کو اپنے فیضانِ خاص سے جس طرح ثمر بار کیا' کیا وہ ایک ہی ہیئت کی پابندی میں ممکن تھا؟ شعرائے نعت نے جن نو بہ نو تجربات سے فائدہ اٹھایا اور خود نئی سے نئی ہیئتیں پیش کیں اس کا گوشوارہ تیار کیا جائے تو تعداد سینکڑوں تک پہنچ جائے گی۔ یہ امر اس حقیقت کا عکاس ہے کہ نعت کیلئے کسی ایک خاص ہیئت کا تعین اس کے نظام و مقام کو محدود کر دینے کے مترادف ہوگا۔

نعت کے میدان میں سب سے بڑے نعت گو کے حوالے سے اختلافی بحثیں ملتی ہیں۔ ڈاکٹر ریاض مجید نے محسن کاکوروی اور ڈاکٹر اسحاق قریشی نے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کو اردو کا سب سے بڑا نعت گو شاعر قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر اسحاق قریشی کے نقطۂ نظر کی تائید کے باوصف یہ بھی حقیقت ہے کہ نعت کے میدان میں مختلف شعرائے کرام کے مقام و مرتبہ کا تعین ہیئتوں کے حوالے سے نسبتہً زیادہ آسان ہے جیسے نعتیہ مثنوی میں محسن کاکوروی' قصیدے اور غزل میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی' مسدس میں محشر رسول نگری' ترکیب بند میں علامہ محمد اقبال (ذوق و شوق) علاوہ ازیں اپنے خاص رنگ میں عبدالعزیز خالد کا جواب نہیں۔ اب تک کی دستیاب معلومات کی روشنی میں سب سے زیادہ نعتیں لکھنے کی سعادت راجا رشید محمود کے حصے میں آئی اور نعت میں سب سے زیادہ شعری ہیئتیں متعارف کرانے کا سہرا سید علیم الدین صبا نویدی کے سر بندھا۔ نعت کے یہ پہلو بھرپور مباحث کے در وا کرتے ہیں جو ادب کیلئے یقیناً نیک شگون ہے۔

نعت میں ہیئتی ارتقاء میں تیز رفتاری بیسویں صدی کے آخری تین عشروں میں آتی ہے۔ اس دور میں نعت کے نئے رسائل و جرائد جاری ہوئے۔ جنکے باعث نعت کی نئی نئی شکلیں بھی دیدہ و دل کو منور کرنے لگیں۔ یہی وہ دور تھا جب اہلِ ادب کو سنجیدگی سے احساس ہوا کہ نعت مذہبی محفلوں میں گائی جانے والی شے اور موضوعاتی شاعری کی ایک قسم ہی نہیں بلکہ ادب کی ایک بہت ہی وسیع و وقیع شاخ بھی ہے' اب اسے مذہبی ہی نہیں بلکہ ادبی عظمتوں کی حامل بھی تسلیم کر لیا گیا۔ اس کا ثبوت وہ رسائل و جرائد بھی ہیں جو پہلے نعت شائع نہیں کرتے تھے' وہ بھی اب نعتیں شائع کرنے لگے اور وہ بے شمار شعراء جنہوں نے کبھی نعت کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی' اب کمال سنجیدگی سے نعت کہنے کی طرف مائل ہوئے۔ شعرائے نعت نے دیسی اور بدیسی ہر نوع شاعری اور ہر پیکرِ سخن میں نعت کہنے کی سعی کی۔ ہائیکو' واکا' وائی' ترائیلے' کیھو' ماہیا' گیت' ترانہ وغیرہ' غرض ہر پیکرِ شعری نعت کا پیکر ٹھہرا' اور بعض ہیئتوں میں نعتیہ مجموعے شائع ہونے لگے۔ اسی دور میں نعت کی خدمت کا بیڑا ماہنامہ نعت نے اُٹھایا اور نعت گو شعراء کو ایک باقاعدہ پلیٹ فارم مہیا کر دیا' بعد ازیں نعت رنگ نے تنقیدِ نعت کا دروازہ کھول کر نعت کی تحسین کے علاوہ تنقید کی خدمت کا اعزاز حاصل کیا۔ اس ضمن میں بعض دیگر رسائل و جرائد (جن کے حوالے اس مقالے میں موجود ہیں) کی خدمات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ آج نعت کی شعری ہیئتوں کا یہ عالم ہے کہ اس کے علاوہ دوسرا کوئی موضوع یا ممدوح ایسا نہیں۔ جس کے لئے اس قدر متنوع شعری ہیئتیں وقف ہوئی ہوں۔ آج نعت صرف ایک صنفِ ادب ہی نہیں بلکہ اُمّ الاصناف کے درجے پر فائز نظر آتی ہے۔ نعت کی یہ ہیئتی وسعت اور شاندار ترقی اس کے مزید تابناک مستقبل کی نشاندہی کرتی ہے۔ یہ فرمانِ خداوندی "ورفعنا لك ذكرك" کی صداقت کی مظہر بھی ہے۔

❁❁❁❁❁

باب ہفتم حوالہ جات وحواشی

۱۔ عشرت یاسمین' اردو شاعری میں دوہے کی صنف اور اس کا ارتقاء' مقالہ ایم اے اردو' پنجاب یونیورسٹی ۱۹۸۸ء' ص: ۲۲

۲۔ منور رؤف + صابر کلوروی (مرتبین) 'خیابان' اصناف سخن نمبر' شعبہ اردو پشاور یونیورسٹی ۲۰۰۱ء' ص: ۳۷۵

۳۔ عنوان چشتی' ڈاکٹر' اردو شاعری میں ہیئت کے تجربے' دہلی (بھارت): انجمن ترقی اردو ہند ۱۹۷۵ء' ص: ۱۶۳

۴۔ سمیع اللہ اشرفی' ڈاکٹر' دوہے کی روایت' علی گڑھ: اردو بک سنٹر ۱۹۹۰ء' ص: ۱۲۔۱۳

۵۔ ایضاً' ص: ۳۳

۶۔ خاطر غزنوی' جدید اردو ادب' لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز ۱۹۸۵ء' ص: ۱۹۲

۷۔ عشرت یاسمین' اردو شاعری میں دوہے کی صنف اور اس کا ارتقاء' ص: ۲۶

۸۔ مجلہ تحقیق' (ساتواں شمارہ) شعبہ اردو' سندھ یونیورسٹی' ۱۹۹۳ء' ص: ۱۴۳

۹۔ ایضاً' ص: ۱۴۸

۱۰۔ ایضاً' ص: ۱۴۸

۱۱۔ سمیع اللہ اشرفی' ڈاکٹر' دوہے کی روایت' ص: ۳۵ تا ۶۵

۱۲۔ مجلہ خیابان (اصناف سخن نمبر) شعبہ اردو' پشاور یونیورسٹی' ص: ۳۷۶

۱۳۔ مجلہ ماہ نو' جلد ۴۴' شمارہ ۱' جنوری ۱۹۹۱ء' ص: ۹

۱۴۔ مشتاق حسین چغتائی' مشتاق چغتائی کے دوہے' کراچی: چغتائی پبلشرز' ۱۹۸۴ء ' ص: ۶ (مقدمہ)

۱۵۔ ایضاً' جلد ۵۰' شمارہ ۴' اپریل ۱۹۹۷ء' ص: ۳

۱۶۔ خیابان (اصناف سخن نمبر) شعبہ اردو' پشاور یونیورسٹی' ص: ۳۷۶

۱۷۔ مظفر عالم جاوید صدیقی' اردو میں میلاد النبی' ص ۱۹۲

۱۸۔ سمیع اللہ اشرفی' ڈاکٹر' دوہے کی روایت' ص: ۹۴

۱۹۔ ایضاً' ص: ۱۰۱

۲۰۔ ایضاً' ص: ۱۲۸

۲۱۔ ایضاً' ص: ۱۳۹

۲۲۔ مشتاق چغتائی' مشتاق چغتائی کے دوہے' کراچی: چغتائی پبلشرز ۱۹۸۴ء' ص: ۶۔۷

۲۳۔ ایضاً' ص: ۷۰

۲۴۔ ایضاً' ص: ۷۳

۲۵۔ ایضاً' ص: ۷۳

۲۶۔ ایضاً' ص: ۸۱

۲۷۔ ایضاً' ص: ۸۱

۲۸۔ ایضاً' ص: ۸۳

۲۹۔ تنویر پھول' قندیل حرا' کراچی: جہاں حمد پبلی کیشنز ۲۰۰۲ء' ص: ۱۵۵

۳۰۔ مجلہ ارمغان حمد (مدیر طاہر حسین سلطانی)' کراچی: B-1 لیاقت آباد' مئی ۲۰۰۴ء ' ص: ۶۵

۳۱۔ آفاق' محمد منصور' آفاق نما' منکسار پبلشرز' ۱۹۸۶ء' ص: ۱۱۳۔۱۱۴

۳۲۔ علیم صبا نویدی' نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربے' ص: ۱۱۹۔۱۲۰

۳۳۔ مجلہ سیارہ نمبر ۲۶' جلد ۵۴' شمارہ ۳۔۴' مئی جون ۱۹۸۸ء' ص: ۲۵

۳۴۔ مجلّہ شاعر، (مدیر افتخار احمد امام) بمبئی: مکتبہ قصر الادب، اپریل ۲۰۰۷ء ' ص:۲۴
۳۵۔ مجلّہ ارمغان حمد (مدیر طاہر حسین سلطانی)، کراچی: B-1 لیاقت آباد، مئی ۲۰۰۴ء 'ص:۶۵
۳۶۔ نعت رنگ' صبیح رحمانی' اپریل ۱۹۹۵ء' ص:۲۵۶
۳۷۔ عنوان چشتی' ڈاکٹر' اردو شاعری میں ہیئت کے تجربے' ص:۱۵۳
۳۸۔ حفیظ صدیقی' کشاف تنقیدی اصطلاحات' اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان ۱۹۸۵ء' ص:۱۵۴
۳۹۔ ریاض مجید' اردو میں نعت گوئی' لاہور: اقبال اکادمی ۱۹۹۰ء' ص:۶۵
۴۰۔ طفیل ہوشیار پوری' رحمت یزداں' لاہور: احسان اکیڈمی' ۱۹۹۲ء' ص:۱۱
۴۱۔ ابوالخیر کشفی' نعت اور تنقید نعت' ص:۲۹
۴۲۔ ایضاً' ص:۲۹
۴۳۔ محمود شیرانی' حافظ' مقالات حافظ محمود شیرانی' ج۔۱' ص:۲۶۹
۴۴۔ ایضاً' ص:۲۷۰
۴۵۔ محمود شیرانی' حافظ' پنجاب میں اردو' ص:۳۲
۴۶۔ ادارہ' تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند' ج۔۶' ص:۱۴۰
۴۷۔ ایضاً' ص:۱۵۱۔۱۵۲
۴۸۔ بدر القادری' جمیل الشیم' ص:۱۴۱
۴۹۔ ایضاً' ص:۱۴۲
۴۹۔ الف حسرت (محمد عبدالقدیر صدیقی) طور تجلی ' حیدر آباد (بھارت): بک زون۔ مہدی پٹنم' ۱۹۸۷ء ص:۲۹۹
۵۰۔ خضر برنی' شاہنامۂ رسالت' ص:۵۱
۵۱۔ انجم (قمر الدین احمد انجم) حسنت جمیع خصالہٗ کراچی' پاکستان نعت کونسل' ۱۹۷۹ء' ص ۱۷۹
۵۲۔ ایضاً' ص ۱۸۷
۵۳۔ ایضاً' ص ۱۹۴
۵۴۔ طفیل ہوشیار پوری' رحمت یزداں' ص:۱۱
۵۵۔ ایضاً' ص:۱۱۵
۵۶۔ ایضاً' ص:۱۱۷
۵۷۔ صہبا اختر' اقراء' کراچی: ایجوکیشنل پریس' ۱۹۸۱ء' ص:۹۳
۵۸۔ حاذق (محمد فخر الدین۔ مرتب) چشمہ کوثر عرف مدح پیمبرؐ ' لکھنو: مطبع نامی' ۱۸۹۷ء' ص:۱۹
۵۹۔ بکل اتساہی' منظر ہجرت کا' ص:۲۲۶
۶۰۔ ایضاً' نور علی نور' ص:۲۰۷
۶۱۔ ایضاً' ص:۲۱۰
۶۲۔ ایضاً' ص:۱۱۷
۶۳۔ وجیہہ السیما عرفانی' میرے حضورؐ' ص:۶۲۔۶۳
۶۴۔ الطاف احسانی' اشعاع ایمان' کراچی: مطبوعات ۱۹۸۰ء' ص:۱۸۶
۶۵۔ ممتاز گنگوہی' چمن مناقب' سہارنپور (بھارت) شیخ رکن الدین تاجران کتب' س ن' ص:۷۸
۶۶۔ ایضاً' ص:۷۹
۶۷۔ انیسہ ہارون شروانیہ' انیسیات' حیدر آباد (دکن): اردو محل ۱۹۳۶ء' ص:۱۲۰

۶۸۔ انجم وزیر آبادی 'مینائے کوثر' لاہور: تاج کمپنی ۱۹۶۹ء' ص:۱۰۳
۶۹۔ ایضاً' ص:۱۰۵۔۱۰۴
۷۰۔ حسن عسکری کاظمی' سرورِ کائنات' لاہور' الحمد پبلی کیشنز ۲۰۰۴ء' ص:۷۵
۷۱۔ ریاض حسین چودھری' رزق ثناء' لاہور: خزینہ علم و ادب ۱۹۹۹ء' ص:۷۵
۷۲۔ صائم چشتی' نوائے صائم' فیصل آباد: چشتی کتب خانہ ۱۹۶۸ء' ص:۳۰
۷۳۔ ایضاً' ص:۲۳
۷۴۔ رہبر چشتی (صوفی محمد مسعود احمد) رہبرِ رہبراں' کراچی: انجمن رہبر اسلام ۱۹۹۳ء' ص:۱۴۳
۷۵۔ علیم صبا نویدی' نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربے' ص:۱۲۲
۷۶۔ ایضاً' ص:۱۲۲
۷۷۔ مسلم (ابو الامتیاز ع۔س۔ مسلم)' سرودِ نعت' لاہور: الحمد پبلی کیشنز' ۲۰۰۰ء' ص:۱۲۹
۷۸۔ ایضاً' ص:۱۳۰
۷۹۔ مظفر وارثی' نورِ ازل' لاہور: ماورا پبلشرز ۱۹۸۸ء' ص:۱۸۔۱۹
۸۰۔ ایضاً' بابِ حرم' ایضاً' ۱۹۸۱ء' ص:۵۹
۸۱۔ ایضاً' صاحب التاج' لاہور: علم و عرفان پبلشرز ۲۰۰۰ء' ص:۱۵۹
۸۲۔ اُردو لغت' جلد ششم' کراچی: اُردو لغت بورڈ' ۸۰۔۱۹۸۴ء' ص:۲۵۵ عمود ۱
۸۳۔ یونس شاہ سید پروفیسر' تذکرہ نعت گویانِ اُردو' جلد دوم' لاہور: مکہ بکس' ۱۹۸۴ء' ص:۸۸
۸۴۔ ایضاً ' ص: ۸۸
۸۵۔ علیم صبا نویدی' اردو شاعری میں نئے تجربے' چینئی (بھارت): مرتبہ و ناشرہ ڈاکٹر جاوید حبیب' فروری ۲۰۰۲ء ص ۸۸

۸۶۔ The Groleir International Dictionary volume 2, United States of America (USA), Grolier Incorporated, 1986, page # 1372

۸۷۔ Henry Cecil Wyld, The Universal Dictionary of the English Language, Tokyo, Toppon company Limited, Routledge and Kegan Paul Limited, page # 1289

۸۸۔ EM Kirk Patrick, Chambers 20th century Dictionary, Edinburgh, W&R chambers Ltd, 1983, 1985, 1986, page # 1381

۸۹۔ The New International Wbster's Dictionary and Thesaurus encyclopedic Edition, Canada, Trident Press International, 2000 page # 1033

۹۰۔ The Reader's Digest Great Encyclopedic Dictionary volume 2, London, The Reader's Digest association, 1974, page # 946

۹۱۔ Martin Gray, A Dictionary of Literary Terms 2nd Edition, England, Longman Group UK Limited, 1994. [age # 294

۹۲۔ A R Anjum, English Literary Terms and Related Allusions 1st Edition, Lahore, Polymer publications, 1970, page # 122

۹۳۔ J.A.Cuddin, Penguin Dictionary of Literary Terms and Literary Theory 3rd edition, England, Penguin books, 1991. [age # 1004

۹۴۔ علیم صبا نویدی 'نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربے'' چینئی (بھارت):مرتبہ وناشرہ ڈاکٹر جاوید و حبیب '۲۰۰۶ء ص ۱۰۶

۹۵۔ The Grolier International Dictionary volume 1, United States of America (USA), Grolier Incorporated, 1986, page # 198

۹۶۔ Henry Cecil Wyld, The Universal Dictionary of the English Language, Tokyo, Toppon company Limited, Routledge and Kegan Paul Limited, page # 1490

۹۷۔ EM Kirk Patrick, Chambers 20th century Deictionary, Edinburgh, W&R chambers Ltd. 1983, 1985, 1986, page # 185

۹۸۔ The New International Webster's Dictionary and Thesaurus encyclopedic Edition, Canada, Trident Press International, 2000, page # 150

۹۹۔ The Reader's Digest Great Encyclopedic Dictionary volume 1, London, The Reader's Digest association, 1974, page # 135

۱۰۰۔ Sally Wehmeier, Oxford Advanced Learner's Dictionary 7th edition, Oxford University Press, page # 218

۱۰۱۔ W.T.Cunningham, The Nelson Contemporary English Dictionary, Nigeria, Thomas Nelson and Sons, 1977, page # 65

۱۰۲۔ Martin Gray, A Dictionary of Literary Terms 2nd Edition, England, Longman Group UK Limited, 1994, page # 52

۱۰۳۔ A R Anjum, English Literary Terms and Related Allusions 1st Edition, Lahore, Polymer publications, 1970, page # 19

۱۰۴۔ J.A.Cuddin, Penguin Dictionary of Literary Terms and Literary Theory 3rd edition, England, Penguin books, 1991 page # 117

۱۰۵۔ قمر ہاشمی سید'مرسلِ آخر' کراچی: ہمدرد فاؤنڈیشن'ص:۳

۱۰۶۔ ایضاً ص:۳

۱۰۷۔ ایضاً ص:۳۹

۱۰۸۔ ایضاً ص:۱۱۱

۱۰۹۔ ایضاً ص:۸۰

۱۱۰۔ عبدالعزیز خالد' عبدہٗ 'لاہور مقبول اکیڈمی ۱۹۸۷ء ' ص:۱۳

۱۱۱۔ ایضاً ص:۱۳۴

۱۱۱۔ل خالد (عبدالعزیز)' فارقلیط' لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز' بار چہارم نومبر ۱۹۸۵ء

۱۱۱۔ب خالد (عبدالعزیز)' ماذماذ' لاہور: مقبول اکیڈمی' طبع اول ۱۹۸۵ء

۱۱۱۔ج خالد (عبدالعزیز)' حمطایا' لاہور: مقبول اکیڈمی' باردوم ۱۹۸۳ء

۱۱۱۔د خالد (عبدالعزیز)' طاب طاب' مقبول اکیڈمی لاہور: س ن

۱۱۱۔ہ خالد (عبدالعزیز)' منحمنا' لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز' طبع دوم مارچ ۱۹۷۵

۱۱۲۔ ۷۹۔الف سیارہ' خاص نمبر ۲۱' جلد ۳۹' شمارہ ۳۰' دسمبر ۱۹۸۵ء' ص:۴۳

۱۱۳۔ ایضاً' ص:۴۳

۱۱۴۔ ایضاً، ص:۴۳
۱۱۵۔ ایضاً، ص:۴۳
۱۱۶۔ نعت رنگ نمبر۱ (مدیر: صبیح رحمانی) اپریل ۱۹۹۵ء، ص:۷۶
۱۱۷۔ نعت رنگ نمبر۹ (مدیر: صبیح رحمانی) مارچ ۲۰۰۴ء، ص:۴۴۵
۱۱۷۔الف نعت رنگ نمبر۱۷، صبیح رحمانی، نومبر ۲۰۰۴ء، ص:۱۰۸
۱۱۸۔ سکندر ایاز، سید، روشن آواز، فیصل آباد: نعت اکادمی ۱۹۹۵ء، ص:۴۵
۱۱۸۔الف نعت رنگ نمبر۱۱، صبیح رحمانی، مارچ ۲۰۰۱ء، ص:۳۴۸
۱۱۹۔ ماہنامہ ارمغان حمد (مدیر: طاہر سلطانی) کراچی، مئی ۲۰۰۴ء، ص:۶۸
۱۲۰۔ نعت رنگ نمبر۱ (مدیر صبیح رحمانی) اپریل ۱۹۹۵ء، ص:۸۱
۱۲۱۔ صبیح رحمانی، جادۂ رحمت، کراچی: ممتاز پبلشرز ۱۹۹۲ء، ص:۱۱۷
۱۲۲۔ نسیم سحر، یہ جو سلسلے ہیں کلام کے، اسلام آباد: القلم ۱۹۹۶ء، ص:۱۰۹
۱۲۳۔ تنویر پھول، قندیلِ حرم، کراچی: جہاں حمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء، ص:۱۵۰
۱۲۴۔ نعت رنگ نمبر۱۶، صبیح رحمانی، فروری ۲۰۰۴ء، ص:۳۱۵
۱۲۵۔ شارق شفیق الدین، نزول، ص:۱۲۴تا۱۲۶
۱۲۶۔ علیم صبا نویدی، نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربے، چنئی (بھارت) ۲۰۰۶ء، ص:۱۰۷تا۱۱۰
۱۲۷۔ ماہنامہ ارمغان حمد (مدیر: طاہر سلطانی) کراچی، مئی ۲۰۰۴ء، ص:۶۶
۱۲۸۔ ایضاً ص:۶۷
۱۲۹۔ ایضاً ص:۶۸
۱۳۰۔ سفیر نعت (کتابی سلسلہ نمبر۲) مدیر: آفتاب کریمی، کراچی، آفتاب اکیڈمی، نومبر ۲۰۰۱ء، ص:۹۵
۱۳۱۔ نعت رنگ نمبر۱۶ (مدیر صبیح رحمانی) فروری ۲۰۰۴ء، ص:۲۶۶
۱۳۲۔ ایضاً، ص:۱۱۵
۱۳۲۔الف جاوید گلزار، ڈاکٹر، گلزار نعت، لاہور: مکتبہ دارالسنہ ۱۹۹۹ء، ص:۹
۱۳۳۔ ایضاً، ص: ۹
۱۳۴۔ ایضاً، ص:۱۰
۱۳۵۔ ایضاً، ص:۱۸تا۲۵
۱۳۶۔ مجلہ خوشبوئے نعت، مدیر ڈاکٹر محمد اشرف حسین انجم، سرگودھا: کتابی سلسلہ نمبر۱، اپریل ۲۰۰۷ء، ص:۶۱
۱۳۷۔ نسیم سحر، یہ جو سلسلے ہیں کلام کے، ص:۱۰۷۔۱۰۸
۱۳۸۔ عقیدت مرتبہ شاکر کنڈان، سرگودھا: مارچ ۲۰۰۷ء، ص ۶۲
۱۳۹۔ ایضاً
۱۴۰۔ لالہ صحرائی، نعت سویرا، لاہور: یمانی پرنٹرز ۲۰۰۰ء، ص:۱۶۸
۱۴۱۔ ایضاً، ص:۱۵۹
۱۴۲۔ نعت رنگ نمبر۵، صبیح رحمانی (مدیر) فروری ۱۹۹۸ء، ص:۳۱۱
۱۴۳۔ صائم چشتی، یا محمد، فیصل آباد: چشتی کتب خانہ ۱۹۹۱ء، ص:۲۵
۱۴۴۔ ارمغان حمد، (مدیر طاہر سلطانی) کراچی، مارچ ۲۰۰۶ء، ص:۸۶
۱۴۵۔ حیدر قریشی، غزلیں، نظمیں، ماہیے، جرمنی: سرور ادبی اکادمی، ۱۹۹۸ء، ص:۳۲۳

۱۴۶۔ ارمغانِ حمد (مدیر طاہر سلطانی) کراچی مارچ ۲۰۰۶ء ص: ۶۹

۱۴۷۔ ایضاً ، ص: ۶۹

۱۴۸۔ ایضاً ، ص: ۳۲۳

۱۴۹۔ محمود گیلانی سید، گل نایاب، لاہور سر خیل پبلشرز ۱۹۹۹ء ص: ۱۰۹

۱۵۰۔ ماہنامہ شاعر (مدیر: افتخار امام صدیقی) بمبئی اپریل ۲۰۰۷ء ، ص: ۵۴

۱۵۱۔ تنویر پھول، انوارِ حرا، کراچی: حرا فاؤنڈیشن ۱۹۹۷ء ص: ۸۰

۱۵۲۔ ایضاً ص: ۸۰۔۸۱

۱۵۳۔ حافظ لدھیانوی "مطلع الفجر" فیصل آباد "بیت الادب" ۱۹۹۸ء ص: ۱۲

۱۵۴۔ حافظ لدھیانوی "مطلع فاراں" فیصل آباد "بیت الادب" ۱۹۸۷ء ص: ۳۱

۱۵۵۔ ایضاً ص: ۳۴

۱۵۶۔ حافظ لدھیانوی "صلِ علی النبیؐ" فیصل آباد "بیت الادب" ۱۹۹۰ء ص: ۳۴

۱۵۶۔ الف مظفر وارثی، کعبۂ عشق، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء ، ص: ۱۲۲

۱۵۷۔ مسلم (ابو الامتیاز ع۔س۔ مسلم)، سرودِ نعت، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء ص: ۱۴۹

۱۵۸۔ سیارہ نمبر ۲۱، جلد ۶۱، شمارہ نمبر ۶، دسمبر ۱۹۸۵ء ص ۲۶۱

۱۵۹۔ بیکل اتساہی، والضحیٰ، گونڈہ (بھارت): بلرام پور ۱۹۹۲ء ص: ۲۰۵۔۲۰۶

۱۶۰۔ ایضاً ص: ۲۳۵

۱۶۱۔ ایضاً ص: ۲۰۹

۱۶۲۔ شمیم احمد، اصنافِ سخن اور شعری ہیئتیں، لاہور: مکتبہ عالیہ ۱۹۸۳ء ص: ۱۲۸

۱۶۳۔ The Grolier International Dictionary volume 2, United State of America (USA), Grolier Incorporated, 1986, page # 1232

۱۶۴۔ Henry Cecil Wyld, The Universal Dictionary of the English Language, Tokyo, Toppon company Limited, Routledge and Kegan Paul Limited, page # 1151

۱۶۵۔ EM Kirk Patrick, Chambers 20th century Dictionary, Edinburgh, W&R chambers Ltd, 1983, 1985, 1986, page # 1234

۱۶۶۔ The New International Webster's Dictionary and Thesaurus encyclopedic Edition, Canada, Trident Press International, 2000 page # 919

۱۶۷۔ The Reader's Digest Great Encyclopedic Dictionary volume 2, London, The Reader's Digest association, 1974, page # 845

۱۶۸۔ Sally Wehmeier, Oxford Advanced Learner's Dictionary 7th edition, Oxford University Press, page # 1459

۱۶۹۔ W.T. Cunningham, The Nelson Contemporary English Dictionary, Nigeria, Thomas Nelson and Sons, 1977, page 486

۱۷۰۔ Martin Gray, A Dictionary of Literary Terms 2nd Edition, England, Longman Group UK Limited, 1994 page # 269

۱۷۱۔ A R Anjum, English Literary Terms and Related Allusions 1st Edition, Lahore, Polymer

publications, 1970, page # 109

۱۷۲۔ J.A.Cuddin, Penguin Dictionary of Literary Terms and Literary Theory 3rd edition, England, Penguin books, 1991, page # 895

۱۷۳۔ علیم صبا نویدی' نور السمٰوت' مدراس' ناشر امیر النساء بیگم ۱۹۹۰ء' دیباچہ گیان چند

۱۷۴۔ رشید وارثی' خوشبوئے التفات' کراچی: بزم وارث ۱۴۲۵ھ' ص:۱۰۶

۱۷۵۔ سیارہ' لاہور: خاص نمبر ۴۹' جلد ۱۸' شمارہ ۸ مارچ اپریل ۲۰۰۲ء' ص:۱۸

۱۷۶۔ سجاد مرزا' شوقِ نیاز' گوجرانوالہ: فروغِ ادب اکادمی ۱۹۹۸ء' ص:۱۹

۱۷۷۔ نجمی (محمد اقبال) خیرات مدحت' ایضاً ۲۰۰۳ء' ص:۱۶۹

۱۷۸۔ تنویر پھول' قندیلِ حرا' ص:۸۷

۱۷۹۔ علیم صبا نویدی' نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربات' ص:۱۰۲

۱۸۰۔ ایضاً ' ص:۱۰۳

۱۸۱۔ حفیظ تائب' وسلموا تسلیما' لاہور: القمر انٹر پرائزز ۱۹۹۶ء' ص:۸۶

۱۸۲۔ علیم صبا نویدی' نور السمٰوت' مدراس' ناشر امیر النساء بیگم ۱۹۹۰ء

۱۸۳۔ اسماعیل آزاد' اردو شاعری میں نعت' لکھنؤ: نسیم بکڈ پو ۱۹۹۲ء' ص:۱۰۱

۱۸۴۔ عاصی کرنالی' اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر' کراچی: اقلیم نعت ۲۰۰۱ء' ص:۲۵۸

۱۸۵۔ ایضاً

۱۸۶۔ نعت حافظ (مرتبہ: راجا رشید محمود) لاہور: مقبول اکیڈمی' ۱۴۰۷ھ ص:۳۳

۱۸۷۔ خلیق دہلوی' مدینے کی کھجور' لاہور: مرعوب ایجنسی' س۔ن' ص:۱۳

۱۸۸۔ بیدل انساہی' والضحیٰ' گونڈہ (بھارت) ۱۹۹۲ء' ص:۳۶

۱۸۹۔ طفیل ہوشیار پوری' رحمت یزداں' لاہور: احسان اکیڈمی' ۱۹۹۲ء' ص:۹۴

۱۹۰۔ فدا خالدی' عالم نور' ص:۱۳۲

۱۹۱۔ حشمت یوسفی' جمال الہام' ص:۶۹

۱۹۲۔ تنویر پھول' انوارِ حرا' کراچی: حرا فاؤنڈیشن ۱۹۹۷ء' ص:۲۷۳

۱۹۳۔ خضر برنی' شاہنامۂ رسالت' ص:۵۶

۱۹۴۔ انور جمال' حسنت جمیع خصالہٖ' ص:۴۷

۱۹۵۔ خالد بزمی' مجھے ہے حکم اذاں' ص:۲۵

۱۹۶۔ جعفر بلوچ' بیعت' لاہور: الفیصل پرنٹرز ۱۹۸۹ء' ص:۹۱۔۹۲

۱۹۷۔ شارق' شفیق الدین' نزول' ص:۱۱۵۔۱۱۶

۱۹۸۔ احمد ندیم قاسمی' جمال' لاہور: بیاض' لاہور' ۱۹۹۲ء' ص:۷۷

۱۹۹۔ افق (میر افق کاظمی) فروغِ محامد' ملتان: ناشر خود ۱۹۶۶ء' ص:۵۴

۲۰۰۔ ماہر القادری' ذکرِ جمیل' لاہور: بزم فاران ۱۹۸۹ء' ص:۹۳

۲۰۱۔ قمر یزدانی' ساغرِ کوثر' مرید کے: مکتبہ اشرفیہ ۱۴۰۸ھ' ص:۳۱ تا ۳۶

۲۰۲۔ اصغر نثار قریشی' حریم عرش' لاہور: ہمدرد کتب خانہ ۱۹۹۶ء' ص:۲۰

۲۰۳۔ راسخ عرفانی' ارمغانِ حرم' گوجرانوالہ: مکتبہ نور ۱۹۷۷ء' ص:۸۶

۲۰۴۔ ایضاً' ص:۸۹

۲۰۵۔ مظفر حسین سید، کچھوچھہ شریف، نسیم حجاز، ایس ایم رحمان ۱۹۸۵ء، ص:۱۷
۲۰۶۔ ایضاً، ص:۵۱
۲۰۷۔ فقیر محمد افضل، عطائے محمد، لاہور: قاضی پبلشرز ۱۹۹۱ء، ص:۳۰
۲۰۸۔ سیارہ نمبر ۳۱، جلد نمبر ۶۱، شمارہ نمبر ۲، دسمبر ۱۹۹۱ء، ص:۵۶
۲۰۹۔ ایضاً، ص:۵۷
۲۱۰۔ ایضاً، ص:۵۷
۲۱۱۔ ناہید جذبوں کی کمائی فیصل آباد: قرطاس ۱۹۸۷ء ص:۳۰
۲۱۲۔ حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، ص:۱۷۳
۲۱۳۔ ولی دکنی، کلیات ولی، ص:۳۲۴
۲۱۴۔ بیان، (محمد مرتضیٰ حسن) قندیل حرم، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز ۱۹۸۹ء، ص:۳۵
۲۱۵۔ جعفر طاہر، سلسبیل، رحیم یار خاں، مختار اکیڈمی ۱۹۷۳ء، ص:۶۲
۲۱۶۔ محمد زاہد نیازی، سرکار کی گلی میں، لاہور: نوریہ رضویہ پبلی کیشنز ۲۰۰۲ء، ص:۱۳
۲۱۷۔ ریاض (سید محمد ریاض الدین) دیوان ریاض، رومی پبلشنگ، س ن، ص:۹۵
۲۱۸۔ فدا خالدی، م۔ص، کراچی: اشتیاق پریس ۱۹۸۳ء، ص:۱۳۶
۲۱۹۔ رشید وارثی، خوشبوئے التفات، ص:۱۱۰
۲۲۰۔ ایضاً، ص:۱۱۶
۲۲۱۔ حفیظ تائب، کلیات حفیظ تائب، لاہور: القمر انٹر پرائز ز ۲۰۰۵ء، ص:۲۳۸
۲۲۲۔ ایضاً، ص:۲۲۹
۲۲۳۔ مسلم (ابوالامتیاز ع۔س۔مسلم) کعبہ وطیبہ لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۹۳ء، ص:۱۰۹
۲۲۴۔ لالہ صحرائی، نعت چراغان، جہانیاں، ضلع خانیوال: رضوان اسلم نیوز ایجنسی ۲۰۰۰ء، ص:۱۱۲
۲۲۵۔ امیر نواز امیر، نعت کروں تحریر، فیصل آباد: مثال پبلشرز ۲۰۰۲ء، ص:۱۹
۲۲۶۔ تنویر پھول، انوار حرا، ص:۱۸۶
۲۲۷۔ ثمر عبدالکریم، شعر والہام، لاہور: مکتبہ عرفان ۱۹۹۲ء، ص:۲۱۸
۲۲۸۔ ایضاً، احسن تقویم، لاہور: محمد ظفر ۱۹۷۲ء، ص:۹۰
۲۲۹۔ عمر فاروق ڈاکٹر، اصطلاحات نقد وادب، دہلی: اردو اکادمی ۲۰۰۴ء، ص:۲۰۵
۲۳۰۔ مجلہ خیابان، پشاور یونیورسٹی ۲۰۰۱ء، ص:۱۶۳
۲۳۱۔ مجلہ سیارہ، دسمبر ۱۹۹۱ء، ص:۳۳۷
۲۳۲۔ کتابی سلسلہ، الکلام، فیصل آباد: پہلا شمارہ جولائی ۲۰۰۳ء، ص:۲۷
۲۳۳۔ ایضاً، ص:۲۶
۲۳۴۔ ایضاً، ص:۲۸
۲۳۵۔ نعت رنگ نمبر ۸ (مدیر صبیح رحمانی)، ستمبر ۱۹۹۹ ص:۱۹۶
۲۳۶۔ الطاف قریشی، ثنا، مظفر آباد: المعیار پبلی کیشنز ۱۹۸۳ء، ص:۲۲
۲۳۷۔ ایضاً، ص:۴۷
۲۳۸۔ ایضاً، ص: فلیپ کتاب ہذا
۲۳۸۔(۱) ''الرشید'' ماہنامہ (نعت نمبر) لاہور: ۲۵ لوئر مال، ۱۴۱۱ھ، ص:۱۲۶۷

۲۳۹۔ نازش (حنیف قادری)' آبروؔ منڈی کاموں کے' ناشر: شاعر خود' ۲۰۰۳ء' ص: ۱۴۷
۲۴۰۔ افتخار حیدر رسید' صبح ازل' گجرات: الملکہ پبلشرز ۱۹۹۴ء' ص: ۶۲
۲۴۱۔ ایضاً' ص: ۶۴
۲۴۲۔ ایضاً' دیباچہ کتاب ہذا' ص: ۳
۲۴۳۔ لالہ صحرائی' (محمد صادق) نعت چراغاں (نظم معراج تمنا) ص: ۳۳
۲۴۴۔ مجلّہ ادبیات' اسلام آباد: شمارہ ۲۷ تا ۳۰' ۱۹۹۴ء' ص: ۶
۲۴۵۔ مجلّہ سیارہ' خاص نمبر ۳۱' جلد نمبر ۶۱' شمارہ نمبر ۲' دسمبر ۱۹۹۱ء' ص: ۴۸
۲۴۶۔ قیصر (نذیر قیصر) اے ہوا موذن ہو' لاہور: سلطنت قیصر ۱۹۹۲ء' ص: ۴۸
۲۴۷۔ قیصر نجفی' رب آشنا' کراچی: جہانِ حمد پبلی کیشنز ۲۰۰۲ء' ص: ۹۴
۲۴۸۔ ایضاً' ص: ۹۸
۲۴۹۔ منور ہاشمی' لوح بھی تو قلم بھی تو' اسلام آباد: استعارہ ۱۹۹۸ء' ص: ۵۴
۲۵۰۔ ایضاً' ص: ۸۸
۲۵۱۔ ایضاً' ص: xvi
۲۵۲۔ حفیظ تائب ''وسلموا تسلیما'' لاہور القمر انٹر پرائزز' ۱۹۹۶ء' ص: ۷۷
۲۵۳۔ صبیح رحمانی ''خوابوں میں سنہری جالی ہے'' (مرتبہ عزیز احسن) کراچی فضلی سنز' ۱۹۹۷ء' ص: ۱۷
۲۵۳۔(الف) تحریریں ماہنامہ (نعت نمبر ۲) مدیر علیا: زاہدہ صدیقی' لاہور: چوک اردو بازار جلد ۱۵' شمارہ ۱۱' جنوری ۱۹۸۵ء ص: ۴۹
۲۵۴۔ اختر (سلیم اختر فارانی) ''ضیائے ہفت رخشاں'' گوجرانوالہ: ایوان حمد و نعت پاکستان' ۱۹۹۹ء' ص: ۱۰۸
۲۵۵۔ شبنم رومانی' حرف نسبت' کراچی: مکتبہ ارباب قلم ۱۹۸۴ء
۲۵۶۔ اقبال صلاح الدین' حدیث آشنا' لاہور: عزیز پبلشرز ۱۹۸۱ء' ص: ۵۷
۲۵۶۔(الف) اقلیم (ششماہی نعتیہ انتخاب نمبر) مدیر اکرم کلیم ساہیوال: بیرون جناح روڈ' شمارہ ۱ مئی ۱۹۸۹ء ص: ۱۵۴
۲۵۷۔ جعفر بلوچ' بیعت' لاہور: الفیصل' اردو بازار ۱۹۸۹ء' ص: ۱۰۵
۲۵۸۔ حسن عسکری کاظمی' سرورِ کائنات' لاہور: الحمد پبلی کیشنز ۲۰۰۴ء' ص: ۱۸۹
۲۵۹۔ حسین سحر' نورِ اول' ملتان: کتاب گھر ۱۹۸۹ء' ص: ۲۰
۲۶۰۔ حسین سحر' سعادت' ص: ۳۲
۲۶۱۔ گوہر ملسیانی' جذبات شوق' صادق آباد: گوہر ادب پبلی کیشنز ۲۰۰۳ء' ص: ۱۲۵
۲۶۲۔ محمد سلیم چودھری' شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری' لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی ۱۹۹۶ء' ص: ۶۰
۲۶۳۔ شوکت ہاشمی' شاخِ نور' لاہور: الحمد پبلی کیشنز ۱۹۹۴ء' ص: ۵۱۔۵۰
۲۶۴۔ نقوش ''رسول نمبر'' (جلد دہم) شمارہ: ۱۳۰' (مدیر محمد طفیل) لاہور' ادارہ فروغ اُردو' ۱۹۸۴ء' ص: ۵۴۷
۲۶۵۔ فیروز (محمد فیروز شاہ) باوضو آرزو' ص: ۹۳
۲۶۶۔ رشید وارثی' خوشبوئے التفات' ص: ۱۰۰
۲۶۷۔ ماہ نامہ نعت ''آزاد نعتیہ نظمیں'' اگست ۱۹۹۲ء' ص: ۸۵
۲۶۸۔ مجلّہ سیارہ' خاص نمبر ۳۹' جلد ۶۹' شمارہ ۴' دسمبر ۱۹۹۵ء' ص: ۲۷
۲۶۹۔ حنیف قادری' آبروؔ منڈی کاموں کے' ناشر: شاعر خود' ۲۰۰۳ء' ص: ۱۴۷
۲۷۰۔ حفیظ صدیقی' کشاف تنقیدی اصطلاحات' ص: ۲۰۰
۲۷۱۔ مجلّہ سیارہ' دسمبر ۱۹۹۱ء' ص: ۳۲۸

۲۷۲۔ صہبا اختر ’’اقرأ‘‘ ص:۱۰۱
۲۷۳۔ ریاض حسین چودھری ’’رزق ثناء‘ لاہور: اے این اے پریس ۱۹۹۹ء ص:۱۴۸
۲۷۴۔ تنویر پھول ’انوار حرا‘ ص:۲۷۶
۲۷۵۔ حسن عسکری کاظمی ’سرور کائنات‘ لاہور: الحمد پبلی کیشنز ۲۰۰۴ء ص:۱۱۳۔۱۱۲
۲۷۶۔ ایضاً ص:۱۸۱
۲۷۷۔ مجلہ نعت رنگ (مرتب صبیح رحمانی) شمارہ نمبر ۱۶ فروری ۲۰۰۴ء ص:۱۲۴
۲۷۸۔ مجلہ سیارہ، خاص نمبر ۳۹ لاہور، جلد نمبر ۶۹ شمارہ نمبر ۴ دسمبر ۱۹۹۵ء
۲۷۸۔ سعید وارثی ’ورثہ‘ کراچی، بزم وارث ۱۹۸۸ء ص:۶۰
۲۷۹۔ خیابان ’مجلہ پشاور یونیورسٹی‘ ۲۰۰۱ء ص:۱۸۸
۲۸۰۔ نوری (محمد فخر الحق) نثری نظم ’لاہور: مکتبہ عالیہ ۱۹۸۹ء ص:۳۳
۲۸۱۔ ایضاً ص:۳۳ تا ۴۳
۲۸۲۔ تحسین فراقی، جستجو لاہور یونیورسل بکس، ۱۹۸۷ء ص:۱۰۶
۲۸۳۔ نعت رنگ نمبر ۴ (مدیر صبیح رحمانی) کراچی: اقلیم نعت، مئی ۱۹۹۷ء ص:۱۹۶
۲۸۴۔ ماہنامہ نعت (مدیر راجا رشید محمود) نومبر۔دسمبر ۱۹۹۲ء ص:۲
۲۸۵۔ ماہنامہ نعت (مدیر راجا رشید محمود) مارچ ۱۹۸۸ء ص:۲
۲۸۶۔ محمد اقبال چودھری ’حضورؐ کے حضور‘ گوجرہ: ناشر مصنف خود ۲۰۰۴ء ص:۱۰۰
۲۸۶۔ا ایضاً ص:۱۵
۲۸۷۔ علیم صبا نویدی، نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربے، ص:۹۸
۲۸۸۔ ساحر (حکیم ساحر قدوائی) دُردِ جام حیات (مرتبہ شبیر قادری) فیصل آباد: اویس پرنٹرز ۲۰۰۵ء ص:۵۱۸
۲۸۹۔ حفیظ تائب ’کلیات حفیظ تائب‘ لاہور: القمر انٹر پرائزز ۲۰۰۵ء ص:۵۱۶۔۵۱۵
۲۹۰۔ تنویر پھول ’قندیل حرا‘ کراچی: جہانِ حمد پبلی کیشنز ۲۰۰۲ء ص:۱۵۶
۲۹۱۔ نور محمد جرال، عین نور لاہور: زاویہ ۲۰۰۰ء ص:۱۲۳
۲۹۲۔ ایضاً ص: (بیرونی ٹائٹل)
۲۹۳۔ محمد اقبال نجمی ’نعتیہ ہائیکو‘ گوجرانوالہ: فروغ ادب اکادمی ۱۹۹۰ء ص:۵۴
۲۹۴۔ ایضاً ص:۵۶
۲۹۵۔ ایضاً ص:۸۲
۲۹۶۔ نسیم سحر ’یہ جو سلسلے ہیں کلام کے‘ اسلام آباد: القلم ۱۹۶۶ء ص:۱۱۰
۲۹۷۔ سید محمود گیلانی ’’گل نایاب‘‘ لاہور: سرخیل پبلشرز ۱۹۹۹ء ص:۹۲
۲۹۸۔ سفیر نعت، مدیر آفتاب کریمی، کراچی: آفتاب اکیڈمی ۲۰۰۱ء ص:۹۴
۲۹۹۔ حفیظ صدیقی ’کشاف تنقیدی اصطلاحات‘ ص:۱۰۶، عمود: ۱
۳۰۰۔ عاصی کرنالی ڈاکٹر ’اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر‘ ص:۲۷۳
۳۰۱۔ حفیظ تائب ’وسلموا تسلیما‘ لاہور: القمر انٹر پرائزز ۱۹۹۶ء ص:۲۹
۳۰۲۔ ایضاً ص:۶۷
۳۰۳۔ ولی، کلیات ولی (مرتبہ سید نور الحسن ہاشمی) دہلی: انجمن ترقی اردو (ہند) ۱۹۴۵ء ص:۲۸۰
۳۰۳۔ا رشید محمود راجا ’منشور نعت‘ لاہور: ماہ ادب ۱۹۸۸ء ص:۷

۳۰۴۔ ایضاً ص:۴۶
۳۰۵۔ رشید محمود راجا' فردیاتِ نعت' لاہور: نعت کدہ ۲۰۰۰ء ص:۶۰
۳۰۶۔ رشید محمود راجا' ایضاً' ص:۷۹
۳۰۷۔ رشید محمود راجا' اشعارِ نعت' لاہور: مکتبہ ایوانِ نعت ۲۰۰۰ء ص:۲۸
۳۰۸۔ رشید محمود راجا' ایضاً' ص:۲۶
۳۰۹۔ رشید محمود راجا' شہرِ کرم' لاہور: اختر کتاب گھر ۱۹۹۶ء ص:۱۱۳
۳۱۰۔ رشید محمود راجا' ایضاً' ص:۱۱۵
۳۱۱۔ رشید محمود راجا' مدیحِ سرکار' لاہور: مشمولہ ماہ نامہ نعت' اگست ۱۹۹۷ء ص:۱۱۷
۳۱۲۔ رشید محمود راجا' ایضاً' ص:۱۱۹
۳۱۳۔ رشید محمود راجا' حی علی الصلوٰۃ' لاہور: مشمولہ ماہ نامہ نعت' نومبر ۱۹۹۸ء ص:۱۵۰
۳۱۴۔ رشید محمود راجا' ایضاً' ص:۱۵۱
۳۱۵۔ رشید محمود راجا' منشوراتِ نعت' لاہور: مشمولہ ماہنامہ نعت' اپریل ۲۰۰۴ء ص:۳۳
۳۱۶۔ رشید محمود راجا' ایضاً' ص:۶۷
۳۱۷۔ شاہ قادری' گنجینۂ نعت و مناقب' بدایوں' ناشر شاعر محلّہ سوتھہ ۱۹۷۶ء ص:۲۳
۳۱۸۔ از ہر درانی' کشکول' لاہور: اورینٹ پبلشرز ۱۹۹۰ء ص:۸۰
۳۱۹۔ ایضاً' ص:۷۸
۳۲۰۔ اختر لکھنوی' حضورؐ' کراچی: قلم نشان پاکستان ۱۹۸۸ء (ص:۱۱۰ تا ۱۱۲)
۳۲۱۔ عزیز احسن' کرم و نجات کا سلسلہ' کراچی: اقلیمِ نعت ۲۰۰۵ء ص:۱۲۱
۳۲۲۔ نسیم سحر' یہ جو سلسلے ہیں کلام کے' ص:۹۷۔۹۶
۳۲۳۔ اثر لودھیانوی' عکسِ جمال' ص:۱۱۵
۳۲۴۔ مظفر وارثی' "کعبۂ عشق' لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز' ۱۹۸۹ء' ص:۱۷۲
۳۲۵۔ جمیل جالبی' ڈاکٹر' تاریخ ادب اردو' جلد اول' ص:۱۰۷
۳۲۶۔ ایضاً' ص:۱۰۷
۳۲۷۔ ایضاً' ص:۱۱۰
۳۲۸۔ عاصی کرنالی' اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر' کراچی: اقلیمِ نعت' ۲۰۰۱ء' ص:۲۵۳
۳۲۹۔ اردو لغت جلد دوم کراچی ترقی اردو بورڈ ۱۹۷۸ء ص:۶۲۲
۳۳۰۔ مجلّہ اوج (گورنمنٹ کالج شدرہ لاہور کا مجلّہ) نعت نمبر ۲۔۹۳'۱۹۹۲ء ص:۱۳۳
۳۳۱۔ آفتاب احمد نقوی' پنجابی نعت' (تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی' ترجمہ اُردو)' لاہور: پنجاب یونیورسٹی' ۱۹۸۵ء' ص:۲۳۲
۳۳۲۔ مجلّہ اوج (گورنمنٹ کالج شدرہ لاہور کا مجلّہ) نعت نمبر ۲' ص:۱۳۳ تا ۱۳۷ (بارہ ماسا سے متعلق اکثر معلومات مضمون محولہ بالا سے لی گئی ہیں۔)
۳۳۳۔ ابوالخیر کشفی' نسبت' کراچی: اقلیمِ نعت' ۱۹۹۹ء ' ص:۸۷
۳۳۴۔ علیم صبا نویدی' نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربے' چنئی (بھارت)' ناشرہ: ڈاکٹر جاویدہ حبیب' ۲۰۰۶ء ' ص:۱۱۰
۳۳۵۔ آفتاب کریمی' قوسین' کراچی: اقلیمِ نعت' ۲۰۰۵ء ' ص:۱۳۹
۳۳۶۔ علیم صبا نویدی' نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربے' ص:۱۲۵
۳۳۷۔ ایضاً ' ص:۱۲۵
۳۳۸۔ ایضاً ' ص:۱۲۷

۳۳۹۔ ایضاً ' ص:۱۲۷
۳۴۰۔ ایضاً ' ص:۱۲۴
۳۴۱۔ لاہور مقبول اکیڈمی ۱۹۹۳ء ص (مسلم ابوالامتیاز ع س مسلم) 'اللہ و رسولؐ ' لاہور مقبول اکیڈمی ۱۹۹۳ء' ص:۱۵۴
۳۴۲۔ طفیل ہوشیار پوری' رحمت یزداں' ص:۱۱۷
۳۴۳۔ ''کہسار'' مطبوعہ' ۱۹۹۸ء 'بحوالہ نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربے 'از علیم صبا نویدی' ص: ۱۳۶
۳۴۴۔ شہید (غلام امام) قصائد نعتیہ' کانپور: مطبع منشی نول کشور ۱۸۸۳ء ' ص: ۷۶
۳۴۵۔ ماہنامہ ''محبوب'' نعت نمبر (مدیر محمد بشیر نقشبندی) لاہور: مطبع مرکنٹائل پریس' مئی ۱۹۷۲ء 'ص:۸۷
۳۴۶۔ ہادی (رشید ہادی) ''بہار گنبد خضریٰ'' فیصل آباد: نعت اکیڈمی' ۲۰۰۰ء ' ص : ۴۷
۳۴۷۔ نسیم سحر' یہ جو سلسلے ہیں کلام کے' اسلام آباد: القلم' ۱۹۹۶ء ' ص:۱۱۱
۳۴۸۔ مسرور کیفی' نعت نگار (حصہ اوّل) کراچی: ادارہ فروغ ادب' ۱۹۹۹ء ' ص:۱۳، ۱۷، ۳۴
۳۴۹۔ حسّان محمد عبدالقیوم' یا نبی سلام علیک' فیصل آباد: نعت اکادمی' ۱۹۸۶ء 'ص:۲۵
۳۵۰۔ ایضاً ' ص:۲۶
۳۵۱۔ حنیف اسعدی' آپؐ ' کراچی' اقلیم نعت' ۱۹۹۶ء 'ص:۱۳۹
۳۵۲۔ علیم صبا نویدی' نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربے' ص:۹۹
۳۵۳۔ جمیل جالبی ڈاکٹر' تاریخ ادب اردو' جلد اوّل' لاہور: مجلس ترقی ادب' ۱۹۸۷ء' ص:۶۵۳
۳۵۴۔ ایضاً ' ص:۶۵۳
۳۵۵۔ راجا رشید محمود' پاکستان میں نعت' لاہور: ایجوکیشنل ٹریڈرز ۱۹۹۴ء ص:۶۳
۳۵۶۔ سلیم گیلانی سیّد' سیّدنا' لاہور: ادارہ ثقافتِ پاکستان ۱۹۸۷ء ص:۲۴۶
۳۵۷۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمایئے ''شیلٹر'' روزنامہ (فیصل آباد) ۶، جون ۲۰۰۵ء ص:۲
۳۵۸۔ ''فیضانِ اسلام'' مجلّہ فیصل آباد۔ شمارہ نمبر ۳۔ اپریل ۲۰۰۵ء ص:۶
۳۵۹۔ نعت رنگ نمبر ۱۶' کراچی: (مدیر صبیح رحمانی) فروری ۲۰۰۴ء ' ص:۱۲۵
۳۶۰۔ نعت رنگ نمبر ۱۷' کراچی: (مدیر صبیح رحمانی) نومبر ۲۰۰۴ء ' ص:۳۴۹
۳۶۱۔ ایضاً ' ص:۳۴۹
۳۶۲۔ ایضاً ' ص:۳۴۹
۳۶۳۔ ایضاً ' ص:۳۵۰
۳۶۴۔ نعت رنگ نمبر ۱۶' کراچی: (مدیر صبیح رحمانی) فروری ۲۰۰۴ء ' ص:۱۲۵
۳۶۵۔ ایضاً ' ص:۱۲۵
۳۶۶۔ صہبا اختر' اقراء' کراچی: ایجوکیشنل پریس' ۱۹۸۱ء' ص:۳۴
۳۶۷۔ نعت رنگ نمبر ۱۷ (مدیر صبیح رحمانی) شمارہ نمبر ۱۷' نومبر ۲۰۰۴ء' ص:۲۳۶

✡✡✡✡✡
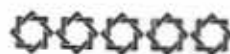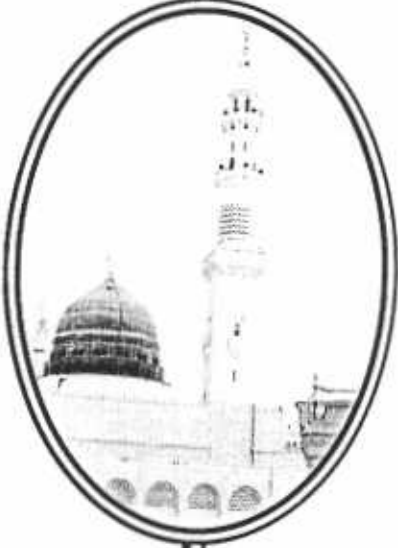
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
کتابیات
اردو نعت کا ہیئتی مطالعہ

مصادر و مراجع

ا۔ لغات

ابوالحسن علی بن اسماعیل بن سیدۃ المرسی، المحکم والمحیط الاعظم، ج: ۲، بیروت، لبنان: منشورات محمد علی بیضوی، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ

ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا، مقاییس اللغہ، ج: ۵، تہران، ایران: مکتبہ الاعلام الاسلامی، ۱۴۰۴ھ

ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی المصری، لسان العرب، ج: ۲، قم، ایران: نشر ادب الحوزۃ، ۱۴۰۵ھ

ابوعبدالرحمٰن الخلیل بن احمد الفراھیدی۔ کتاب العین، الجزء الثانی۔ قم، ایران: منشورات دارالھجرۃ، ۱۴۰۵ھ

ابوقاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی، المفردات، ایران: المکتبۃ الرتضویہ، ۱۳۴۲ھ

ابومنصور محمد بن احمد الازھری تھذیب اللغہ، الجزء الثانی، مصر: الدار المصریہ للتالیف والترجمہ، س۔ن

احمد دہلوی سید مولوی، فرہنگ آصفیہ، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء

ادارہ مترجمین، المنجد (عربی اردو) کراچی: دارالاشاعت، ۱۹۷۴ء

اسماعیل بن حماد الجوھری، الصحاح (تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ) طبع دوم، ج: ۱، بیروت، لبنان دارالعلم للملایین ۱۳۹۹ھ

اللہ داد فیضی سرہندی، مدارالافاضل ج ۴، لاہور: انتشارات دانشگاہ پنجاب، ۱۹۷۰ء

المطبعۃ الکاثولیکیۃ، المنجد، طبع نمبر ۲۷، بیروت، لبنان: المکتبۃ الشرقیۃ، ۱۹۸۶ء

تصدق حسین سید رضوی، لغاتِ کشوری، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء

تنویر حسین، اصنافِ ادبِ اردو، لاہور: اورینٹ پبلشرز، ۱۹۹۳ء

حسن عمید، فرہنگ عمید فارسی، جلد اول، تہران، ایران

حسن عمید، فرہنگ عمید فارسی، جلد دوم، تہران، ایران

روحی البعلبکی الدکتور منیر البعلبکی، المورد، بیروت، لبنان: دارالعلم للملایین، ۱۹۹۸ء

عبدالرشید الحسینی المدنی، منتخب اللغات شاہجہانی، لکھنؤ: مطبع منشی نول کشور، ۱۸۹۱ء

عملۂ ادارت، اردو لغت، جلد ۸، کراچی: اردو لغت بورڈ ۱۹۸۷ء

عملۂ ادارت، اردو لغت، جلد ۱۷، کراچی: اردو لغت بورڈ ۲۰۰۰ء

عملۂ ادارت، اردو لغت جلد ۱۸، کراچی: اردو لغت بورڈ ۲۰۰۲ء

عملۂ ادارت، اردو لغت، جلد نمبر ۲۰، کراچی: اردو لغت بورڈ، ۲۰۰۵ء

غلام حسین خاں آفاقی منشی بنارسی، معین الشعرا (طبع جدید) لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء

مجد الدین محمد بن یعقوب الفیروز آبادی، القاموس المحیط، ج: ۱، بیروت، لبنان: دارالجلیل، س ن

محمد عبداللہ خاں خویشگی، فرہنگ عامرہ، دہلی: اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۴۶ء

محمد غیاث الدین، غیاث اللغات، لکھنؤ: مطبع منشی نول کشور، ۱۸۹۰ء

محمد مرتضیٰ الزبیدی، تاج العروس من جواھر القاموس، ج: ۱، بیروت، لبنان: منشورات دارمکتبۃ الحیاۃ، ۱۳۰۶ھ

نورالحسن نیر مولوی نوراللغات، جلد سوم و چہارم لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء

ب۔ کتب (دینی، تحقیقی، تنقیدی)

آزاد (محمد اسماعیل) اردو شاعری میں نعت، جلد ۱، II لکھنؤ: نسیم بکڈپو ۱۹۹۲ء

آفاق صدیقی + رؤف نیازی (مرتبین) کوزہ گر جہانِ فن (ابوالامتیاز ع۔س۔ مسلم) لاہور: القمر انٹرپرائزز، ۲۰۰۳ء

ابوالخیر کشفی ڈاکٹر، نعت اور تنقیدِ نعت، طاہرہ کشفی میموریل سوسائٹی، کراچی ۲۰۰۱

ابوسلمان شاہجہانپوری ڈاکٹر، تذکرہ نعت گو شاعرات، کراچی: ادارہ تصنیف و تحقیق، ۱۹۸۴ء

ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، بخاری شریف (مترجمین محمد عادل خان و محمد فاضل قریشی) لاہور: دینی کتب خانہ، ۱۹۷۷ء

ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی، جامع ترمذی، جلد ۲ (ابواب المناقب) مترجم فضل احمد انصاری دلاوری، لاہور: مکتبہ مدینہ، س ن

احمد سرہندی شیخ مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، کراچی: مطبع ایجوکیشنل ۱۳۹۲ھ

احمد سرہندی شیخ، حضرت مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی (مترجم مولانا محمد سید احمد) کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی، ۱۹۷۲ء

احمد یار خاں نعیمی، شانِ حبیب الرحمٰن من آیات القرآن، کراچی: ازہر بک ڈپو، ۱۳۶۵ھ

ادارۂ تحریر، تاریخ ادبیات مسلمان پاکستان و ہند، جلد ششم، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، جلد ۲۲، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، طبع اول ۱۹۸۹ء

اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، جلد ۸، لاہور: دانشگاہ پنجاب، ۱۹۸۵ء

ارشاد شاکر اعوان، عہد رسالت میں نعت، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول ۱۹۹۳ء

اسماعیل امروہوی، اردو کی دو قدیم مثنویاں (مرتبہ نائب حسین نقوی) لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۰ء، فلیپ کتاب ہذا

اشرف علی تھانوی مولانا، نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب، سہارن پور (بھارت) کتب خانہ اشاعت العلوم، ۱۳۹۹ھ

اشفاق، رفیع الدین سید ڈاکٹر، اردو میں نعتیہ شاعری، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ ۱۹۷۶ء

اطہر پرویز، ادب کا مطالعہ لاہور: بستانِ ادب ۱۹۸۸ء

اظہر محمود راجا، راجا رشید محمود، ادارہ پاکستان شناسی، ۲۰۰۷ء

افضال حسین نقوی سید، اردو نعت تاریخ و ارتقاء، کراچی: ڈار پبلیکیشنز، ۱۹۸۹ء

اقبال الدین احمد، تذکرہ خواجہ گیسو دراز، کراچی: اقبال پبلشرز، ۱۹۶۶ء

ام ہانی اشرف، اردو قصائد کا سماجیاتی مطالعہ، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۹۹ء

انشاء اللہ خاں انشاء، دریائے لطافت (مرتبہ مولوی عبدالحق) نئی دہلی (بھارت): انجمن ترقی اردو، ۱۹۸۸ء

انور جمال، ادبی اصطلاحات لاہور: نیشنل بک فاؤنڈیشن ۱۹۹۸ء

انور سدید، ڈاکٹر۔ اُردو ادب کی مختصر تاریخ' اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۹۱ء
انیس الرحمان + شبیر قادری' خوشبو کی ہجرت' فیصل آباد: حافظ لدھیانوی اکیڈمی' ۲۰۰۰ء
پی گرے' تحسین شعر (مترجم روبینہ ترین)' ملتان: کاروانِ ادب' ۱۹۸۵ء۔
تبسم کاشمیری ڈاکٹر' شاگردانِ مصحفی' لاہور: مکتبہ عالیہ
تنویر حسین' اصنافِ ادبِ اردو' لاہور: اورینٹ پبلشرز' ۱۹۹۳ء
جابر علی سید' تنقید و تحقیق' ملتان: کاروانِ ادب' ۱۹۸۷ء
جاذب قریشی' نعت کے جدید رنگ' کراچی: بھوپال انٹرنیشنل فورم' س ن
جمال' (محمد وارث)' امام شعر و ادب' اعظم گڑھ: حق اکیڈمی' ۱۹۷۸ء
جمیل جالبی ڈاکٹر' تاریخ ادبِ اردو' جلد اول' لاہور: مجلس ترقی ادب' ۱۹۸۷ء
جمیل جالبی ڈاکٹر' ''مثنوی نظامی دکنی المعروف بہ کدم راؤ پدم راؤ' کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان طبع اول ۱۹۷۳ء
حالی (الطاف حسین)' مقدمہ شعر و شاعری (مرتبہ وحید قریشی) لاہور: مکتبہ جدید ۱۹۵۳ء
حسین سحر' خالد۔ شخص و شاعر' لاہور: آئینہ ادب ۱۹۷۶ء
حفیظ صدیقی۔ کشاف تنقیدی اصطلاحات۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان' ۱۹۸۵ء
حمید اللہ شاہ ہاشمی' فن شعر و شاعری اور روحِ بلاغت' لاہور: مکتبہ دانیال' ۲۰۰۴ء
خاطر غزنوی' جدید اردو ادب' لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز' ۱۹۸۵ء
خلیق انجم' مرزا محمد رفیع سودا' علی گڑھ: انجمن ترقی اردو ہند ۱۹۶۶ء
رفیع الدین ہاشمی' اصنافِ ادب' لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز' ۱۹۸۳ء
روحی (اصغر علی روحی) العروض والقوافی' لاہور: نامی پریس ۱۹۳۶ء
ریاض مجید۔ اردو میں نعت گوئی۔ لاہور: اقبال اکادمی۔ ۱۹۹۰ء
ریاض احمد' تنقیدی مسائل' لاہور: پولیمر پبلی کیشنز' ۱۱' ۱۹۹۱ء
ساحل احمد' اردو نظم اور اس کی قسمیں' الہ آباد (بھارت) اردو رائٹرس گلڈ' ۱۹۹۷ء
سحر (دیبی پرشاد منشی سحر)' معیار البلاغت' لکھنؤ: مطبع نامی پریس منشی نول کشور' ۱۹۰۶ء
سجاد دہلوی' محبوب الشعراء' لائل پور: مکتبہ سیاح' س ن
سرسوتی سرن کیف' فرہنگ ادبِ اردو' دہلی: ساہتیہ اکادمی' ۲۰۰۴
سلام سندیلوی ڈاکٹر۔ اردو رباعیات' لکھنؤ: نسیم بکڈپو۔ ۱۹۶۳ء
سمیع اللہ اشرفی' ڈاکٹر' دوہے کی روایت' علی گڑھ: اردو بک سنٹر' ۱۹۹۰ء
سنبل نگار' اردو شاعری کا تنقیدی مطالعہ' علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس' ۲۰۰۴ء
شاعر لکھنوی' تاریخ نعت گوئی میں حضرت رضا بریلوی کا منصب' لاہور: مرکزی مجلس رضا' ۱۹۷۷ء
شاکر کنڈان' نعت رسول مقبولؐ اور شعرائے جلال پور جٹاں' کراچی:
شاہ رشاد عثمانی اردو شاعری میں نعت گوئی' گیا: بہار' ۱۹۹۱ء
شبلی نعمانی' شعر العجم' جلد چہارم' لاہور: انجمن حمایتِ اسلام' طبع اول' س ن
شفقت رضوی' نعت رنگ کا تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ' کراچی: مہر منیر اکیڈمی' فروری ۲۰۰۴ء
شفقت رضوی' پروفیسر' اردو میں نعت گوئی' کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز' ۲۰۰۲ء
شمس بریلوی' کلام حضرت رضا کا تحقیقی ادبی جائزہ' کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی' ۱۹۷۶ء
شمیم احمد۔ اصنافِ سخن اور شعری ہیئتیں۔ لاہور: مکتبہ عالیہ ۱۹۸۳ء
صبا (علیم صبا نویدی)، اردو شاعری میں نئے تجربے' چینئی (بھارت): مرتبہ و ناشرہ ڈاکٹر جاوید حبیب' فروری ۲۰۰۲ء
صبا (علیم صبا نویدی)' نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربے' چینئی تامل ناڈو' اردو پبلی کیشنز' ۲۰۰۶ء
طاہر تونسوی ڈاکٹر' جہت ساز تخلیقی شخصیت' (ابوالامتیاز ع۔س۔ مسلم)' لاہور: القمر انٹر پرائزز' ۲۰۰۳ء
طاہر سلطانی (مرتب) امام احمد رضا' کراچی: جہانِ حمد پبلیکیشنز ۲۰۰۵ء
طلحہ رضوی برق ڈاکٹر' اردو کی نعتیہ شاعری' لاہور: آرہ (بھارت) دانش اکیڈمی' ۱۹۷۴ء
ظفر برادرس (مرتب) اذانِ بتکدہ' لاہور: ظفر برادرس۔ س۔ ن
ظہیر الدین سید مدنی' سخنورانِ گجرات' نئی دہلی: ترقی اردو بیورو' ۱۹۸۱ء
عاصی کرنالی' اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر' کراچی: اقلیم نعت' ۲۰۰۱ء
عبدالحق محدث دہلوی شیخ' مدارج النبوت' جلد اول' (مترجم غلام معین الدین نعیمی مولانا) کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی' ۱۹۷۲ء
عبدالحکیم شرف قادری، یادِ اعلیٰ حضرت، لاہور: مکتبہ قادریہ۔ س۔ ن
عبداللہ سید ڈاکٹر' اشاراتِ تنقید' لاہور: خیابانِ ادب' ۱۹۴۴ء
عزیز احسن' اردو نعت اور جدید اسالیب' کراچی: فضلی سنز (پرائیویٹ لمیٹڈ) ۱۹۹۸ء
عزیز احسن' نعت کی تخلیقی سچائیاں' کراچی: اقلیمِ نعت' ۲۰۰۳
عمر فاروق ڈاکٹر' اصطلاحات نقد و ادب' دہلی: اردو اکادمی' ۲۰۰۴ء
عنوان چشتی ڈاکٹر' اردو شاعری میں ہیئت کے تجربے' دلی: انجمن ترقی اردو (ہند) ۱۹۷۵ء
عنوان چشتی ڈاکٹر' اردو میں کلاسیکی تنقید' نئی دہلی (بھارت): مکتبہ جامعہ لمیٹڈ' ۱۹۸۸ء
غلام رسول سعیدی مولانا' مقالاتِ سعیدی' لاہور: فرید بک سٹال' ۱۹۸۲ء
غوث میاں' خواتین کی نعتیہ شاعری' کراچی: حضرت حسانؓ حمد و نعت بک بینک' ۲۰۰۲ء
فانی بدایونی' ہندو شعرا کا نعتیہ کلام' لائل پور: عارف پبلشنگ ہاؤس' ستمبر ۱۹۶۲
فرمان فتح پوری ڈاکٹر۔ اردو رباعی۔ لاہور ص: مکتبہ عالیہ۔ بار سوم۔ ۱۹۸۷ء
فرمان فتح پوری ڈاکٹر' اردو کی نعتیہ شاعری' لاہور: آئینہ ادب' ۱۹۷۴ء
کلیم الدین احمد' اردو شاعری پر ایک نظر' جلد اول' لاہور: نیشنل بک فاؤنڈیشن' ۱۹۸۸ء
کوثر نیازی مولانا' اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی ایک ہمہ جہت شخصیت' فیصل آباد: انجمن فدایانِ رسول' س۔ ن
کوکب نورانی اوکاڑوی' نعت اور آدابِ نعت' لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز' ۲۰۰۳ء
گوہر ملسیانی' عصرِ حاضر کے نعت گو' گوہر ادب پبلی کیشنز' صادق آباد: ۱۹۸۳ء

گیان چند ڈاکٹر' ادبی اصناف' گجرات (انڈیا): گجرات اردو اکیڈمی' ۱۹۸۹ء
گیان چند ڈاکٹر' اردو مثنوی شمالی ہند میں' جلد اول' دہلی: انجمن ترقی اردو ہند' ۱۹۸۷ء
گیان چند ڈاکٹر' اردو مثنوی شمالی ہند میں' جلد دوم نئی دہلی: انجمن ترقی اردو ہند ۱۹۸۷
لطیف احمد چشتی' (مرتب) انوار رضا لاہور: شرکت حنفیہ لمیٹڈ
محمد اسحاق قریشی' برصغیر پاک و ہند میں عربی نعتیہ شاعری' لاہور:
مرکز معارف اولیاء' ۲۰۰۲ء
محمد اسلام ڈاکٹر' اردو غزل کی مختصر تاریخ' کراچی: مکتبہ سعیدی پریس' ۱۹۷۱ء
محمد اسماعیل آزاد' اردو شاعری میں نعت' لکھنؤ' بھارت: نسیم بک ڈپو' ۱۹۹۲ء
محمد اقبال جاوید پروفیسر' تیرا وجود الکتاب' گوجرانوالہ: فروغ ادب اکیڈمی' ۲۰۰۱ء
محمد اقبال چودھری' حضورؐ کے حضور' گوجرہ: ناشر مصنف خود' ۲۰۰۴ء
محمد اکرام خواجہ اردو کی شعری اصناف دہلی یونیورسٹی' ۱۹۹۹ء
محمد انور قادری صوفی' انوار المعرفت' گوجرہ' بشیر بک ڈپو' ۱۹۸۰ء
محمد باقر آغا' اردوئے قدیم (دکن اور پنجاب میں) لاہور' مجلس ترقی ادب ۱۹۷۳ء
محمد باقر آغا' تاریخ نظم و نثر اردو لاہور: عالمگیر الیکٹرک پریس' ۱۹۳۳ء
محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی' شمائل ترمذی (مترجم مولانا محمد زکریا)' کراچی:
دار الاشاعت ۱۴۱۱ھ
محمد حیات خاں سیال' احوال و نقد حالی' لاہور: نذر سنز ۱۹۸۱ء
محمد زکریا خواجہ۔ ڈاکٹر میں قطعہ نگاری۔ لاہور: پولیمر پبلی کیشنز' ۱۹۷۵ء
محمد زکریا خواجہ ڈاکٹر' نئے پرانے خیالات لاہور: اکیڈمی لاہور' ۱۹۷۰ء
محمد سلطان شاہ' ڈاکٹر' شاعر نعت' راجا رشید محمود' لاہور' الجلیل پبلشرز' ۲۰۰۴ء
محمد سلیم چودھری (مرتب) شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری' لاہور: مغربی پاکستان
اردو اکیڈمی' ۱۹۹۶ء
محمد طاہر القادری ڈاکٹر' انوار الابصار بذکر النبی المختار' لاہور' منہاج القرآن پبلی کیشنز' ۲۰۰۵ء
محمد طاہر القادری ڈاکٹر' تذکار رسالت' جلد اول' منہاج القرآن پبلی کیشنز' ۲۰۰۵ء
محمد طاہر القادری ڈاکٹر' حسن سراپائے رسول' لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز' ۲۰۰۵ء
محمد طاہر القادری ڈاکٹر' سیرۃ الرسول' جلد دوم' لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز' ۱۹۹۸ء
محمد عبد الجبار خاں آصفی (مترجم)' "سیرت محمدیہ" دکن: المکتبۃ العلمیہ ۱۳۳۳ھ
محمد فخر الحق نوری ڈاکٹر' نثری نظم لاہور: مکتبہ عالیہ ۱۹۸۹ء
محمد کرم شاہ الازہری پیر' ضیاء النبی' جلد پنجم لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز' ۱۴۱۱ھ
مظفر عالم جاوید صدیقی ڈاکٹر' اردو میں میلاد النبی' لاہور: گلشن ہاؤس ۱۹۹۸ء
محمد موسیٰ (حکیم امرتسری) مرتب مولانا غلام محمد ترنم اور ان کا نعتیہ کلام' لاہور:
سنی لٹریری سوسائٹی' ۱۹۹۵ء
محمد نجم الغنی مولوی' بحر الفصاحت' لاہور: مقبول اکیڈمی ۱۹۸۸ء
محمد یوسف ورک قادری' فہرست کتب نعت لائبریری' شاہدرہ' لاہور:
نعت پبلی کیشنز' ۲۰۰۶ء

محمد یونس شاہ سید' تذکرہ نعت گویان اردو' جلد اول' (انگیلان پبلشرز ایبٹ آباد) ۱۹۸۲ھ
محمد یونس شاہ سید' تذکرہ نعت گویان اردو' جلد دوم' لاہور' مکہ بکس' ۱۹۸۴ء
محمود شیرانی' حافظ' پنجاب میں اردو' لاہور: مکتبہ مکتبہ معین الادب' طبع دوم' ۱۹۴۹ء
محمود شیرانی' مقالات محمود شیرانی' (مرتبہ مظہر محمود شیرانی) جلد اول' لاہور: مجلس ترقی
ادب' طبع دوم' ۱۹۸۷ء
محمود الٰہی ڈاکٹر' اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ' لکھنؤ: اتر پردیش اردو اکادمی' ۱۹۸۳ء
محمود شیخ ڈاکٹر علامیاتی تفہیم کا بیان جبل پور (بھارت): ناشر مصنف خود' ۲۰۰۴ء
مرید احمد چشتی' جہان رضا' لاہور: مرکزی مجلس رضا' ۱۴۰۱ء
مرید احمد چشتی' خیابان رضا' لاہور: عظیم پبلیکیشنز' ۱۹۸۲ء
ممتاز حسن' خیر البشرؐ کے حضور میں' لاہور: ادارہ فروغ اردو' ۱۹۷۵ء
منور رؤف + صابر کلوروی (مرتبین)' خیابان' اصناف سخن نمبر' شعبہ اردو
پشاور یونیورسٹی ۲۰۰۱ء
نصیر الدین ہاشمی' دکن میں اردو' لاہور: اردو مرکز' طبع ۵' ۱۹۶۰ء
نصیر الدین ہاشمی' دکن میں اردو' (بھارتی ایڈیشن) ترقی اردو بیورو نئی دہلی ۱۹۸۵ء
نور احمد میرٹھی بہر زماں بہر مکاں (نور احمد میرٹھی)' کراچی: ادارہ فکر نو ۱۹۹۶ء
نور الدین عبد الرحمٰن جامی مولانا' شواہد النبوۃ (مترجم بشیر حسین ناظم) لاہور: مکتبہ نبویہ' ۱۹۹۲ء
نوری (محمد فخر الحق ڈاکٹر) نثری نظم' لاہور: مکتبہ عالیہ' ۱۹۸۹ء
ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب العمری امام' مشکوٰۃ شریف' جلد سوم
(مترجم عبد العلیم علوی مولانا)' لاہور: مکتبہ رحمانیہ' س ن

ج۔ مجموعہ ہائے نعت' دواوین و کلیات

آباد پیلی بھیتی' میخانۂ تصور' کراچی: شاعر' ناظم آباد: ۱۹۸۲ء
آثم فردوسی۔ سفیر کائنات۔ لاہور: حلقہ حروف احباب ۲۰۰۳ء
آزاد (جگن ناتھ) نسیم حجاز' نئی دہلی: محروم میموریل لٹریری سوسائٹی' ۱۹۹۹ء
آسی ضیائی' حسرت نعت' لاہور: ایوان ادب ۱۹۸۲ء
آفاق' محمد منصور' آفاق نما' خاکسار پبلشرز' ۱۹۸۶ء
آفتاب اسلام آغا' نوائے ازل' لاہور: مکتبہ عالیہ' ۱۹۹۵ء
آفتاب اسلام آغا' نوائے ابد' لاہور: مکتبہ عالیہ' ۱۹۹۶ء
آفتاب کریمی' آنکھ بنی کشکول' کراچی: اقلیم نعت' ۱۹۹۷ء
آہ (منشی سید ممتاز علی امیٹھوی) مثنوی "یاد اسلام" لکھنؤ ۱۹۳۰ء
ابرار کرت پوری' ورفعنا لک ذکرک' نئی دہلی (بھارت) مرکز علم و دانش' ۱۹۸۷ء
اثر عبد الجبار۔ ثنائے آقا۔ کراچی۔ جہاں حمد پبلی کیشنز: ۲۰۰۰ء
اثر لدھیانوی' عکس جمال' گوجرانوالہ: یوسفی برادرز' ۱۹۸۶ء
احسن (حکیم شریف احسن) عبدہ و رسولہ' فیصل آباد: نعت اکادمی ۲۰۰۰ء
احسن مارہروی' تخمیس یعنی مخمس نعت نبیؐ علی گڑھ: مسلم یونیورسٹی بکڈپو ۱۳۲۲ھ
احمد حسین خان منشی' ارمغان بے بہا' لاہور: کارخانہ پیسہ اخبار' ۱۸۹۶ء

احمد حسین قریشی قلعہ داری، ڈاکٹر' حمد و نعت' گجرات: مکتبہ ظفر' ۱۹۹۳ء

احمد شجاع حکیم' گرد کارواں' لاہور: گلوب پبلشنگ کمپنی' ۱۹۶۰ء

احمد ظفر' صفات' لاہور: الحمد پبلی کیشنز' ۲۰۰۰ء

احمد مستقیم' خواجہ' الھادی منیر' مرکزی انجمن سہروردیہ' س ن

اختر اکرم علی' کیف و سرور' لاہور: سہیل پبلی کیشنز' ۱۹۹۱ء

اختر الحامدی' سید محمد مرغوب' نعت محل' لاہور' مکتبہ الرضا' ۱۹۷۳ء

اختر الحامدی' کمال رسول' حیدر آباد: مکتبہ بزم رضا' ۱۹۶۰ء

اختر الحامدی' بہار عقیدت' خانیوال: رضوی بک سٹور' س۔ن

اختر پرویز' صاحب معراج' کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز' ۲۰۰۲ء

اختر (سلیم اختر) "ضیائے ہفت رخشاں" گوجرانوالہ: ایوان حمد و نعت پاکستان' ۱۹۹۹ء

اختر شیرازی۔ رباعیات توحید و رسالت۔ لاہور' مکتبہ ادب۔ ۱۹۹۶ء

اختر لکھنوی' حضورﷺ' کراچی: قلم نشان پاکستان ۱۹۸۸ء

اختر ہوشیار پوری' برگ سبز' اسلام آباد: ماڈرن بک ڈپو' ۱۹۸۷ء

اختر (شاہ حکیم محمد اختر مولانا) فیضان محبت' کراچی: کتب خانہ مظہری ۱۴۱۷ھ

اخلاق عاطف' جان رحمت' سرگودھا: مجلس خدام اسلام

ادب سیمابی' شاخ طوبیٰ' ملتان: ایم ایس ادب' ۱۹۶۷ء

ادراک شیخ محمد تقی' غزوۂ بدر' لکھنؤ: مطبع مجتبائی ۱۳۱۳ھ

ادیب رائے پوری' اس قدم کے نشاں' کراچی: ناشر شاعر' ناظم آباد' ۱۹۷۷ء

ادیب رائے پوری' تصویر کمال محبت' کراچی: شاعر' ۱۹۷۹ء

ادیب رائے پوری' مقصود کائنات مرتبہ شہزاد احمد' کراچی: مدحت پبلشرز ۱۹۹۸ء

ارشاد اعجاز رانا' صلِّ وسلِّم دائمًا' فیصل آباد: زاویہ' ۲۰۰۰ء

ارشاد اعجاز رانا' حُسنِ الخلق کُلّھم' لاہور: مکتبہ الحسنات' ۲۰۰۲ء

ارشد (مولانا محمد ہارون الرشید) "آبشار کرم" لاہور: ظفر سنز پرنٹرز' ۱۳۱۲ھ

ارقم (محمد افتخار الحق ڈاکٹر) "اسمہ محمدﷺ" داؤد پور (ضلع گجرات) مشربہ علم و حکمت ۱۹۹۶ء

ارمان اکبر آبادی۔ سروش سدرہ۔ کراچی شمیم بک ایجنسی۔ ۱۹۸۶ء

ازہر درانی' کشکول' لاہور: اورینٹ پبلشرز ۱۹۹۰ء

اسرار احمد سہاوری' ذوق عرفاں' گوجرانوالہ: ادارہ فروغ ادب' ۱۹۹۸ء

اسرار عارفی' ہادیٔ برحق' کراچی: نعت نما' جنوری ۱۹۹۷ء

اسماعیل میرٹھی' کلیات اسماعیل' دہلی: مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ' ۱۹۳۹ء

اصغر سودائی' شہ دوسرا' سیالکوٹ: بزم ادبی و اقبال ۱۹۸۹ء

اصغر علی شاہ' سید' پیامبر فجر' ملتان: خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران' ۱۹۸۵ء

اصغر نثار قریشی' حریم عرش' لاہور: ہمدرد کتب خانہ ۱۹۹۶ء

اطہر محمد رمضان' حرف طیب' فیصل آباد: ادراک پبلی کیشنز' ۱۹۹۷ء

اظہر درانی' کشکول' لاہور: اورینٹ پبلشرز ۱۹۹۰ء

اعجاز احمد رحمانی' پہلی کرن آخری روشنی' کراچی: عالمگیر پیکیجز' ۱۹۸۲ء

اعجاز' ابو منیر محمد اصغر' سراج منیر' ٹوبہ ٹیک سنگھ: فتح مراد پبلی کیشنز' گوجرہ' ۱۹۹۸ء

اعظم چشتی۔ کلیات اعظم۔ لاہور۔ خزینہ علم و ادب' ۲۰۰۰ء

افتخار حیدر' سید' صبح ازل' گجرات' المکہ پبلی کیشنز' ۱۹۹۴ء

افسر ماہ پوری' طور سے حرا تک' کراچی: افسر ماہ پوری میموریل اکیڈمی' ۱۹۹۲ء

افق (میر افق کاظمی) فروغ محامد' ملتان: ناشر مصنف خود' ۱۹۶۶ء

اقبال صلاح الدین' حدیث آشنا' لاہور: عزیز پبلشرز ۱۹۸۱ء

الطاف احسانی (سید الطاف علی) نقوش عقیدت' کراچی: المعین مطبوعات' س ن

الطاف احسانی' شعاع ایمان' کراچی: مطبوعات ۱۹۸۰ء

الطاف قریشی' ثنا' مظفر آباد: المعیار پبلی کیشنز' ۱۹۸۳ء

امداد نظامی۔ عین النعیم۔ لاہور: رضا پبلی کیشنز' ۲۰۰۰ء

امیر اختر بھٹی' توشۂ آخرت' جھنگ صدر' مجید بکڈپو' ۲۰۰۲ء

امیر الاسلام شرقی' خواب رفتہ' لاہور: مکتبہ عالیہ ۱۹۸۳ء

امیر مینائی' شام ابد' دکن: امیر المطابع ۱۳۳۲ھ

امیر مینائی' محامد خاتم النبیینﷺ' لکھنؤ' نولکشور ۱۹۱۲ء

امیر نواز امیر نیازی' میں غلام آپکا' فیصل آباد: مثال پبلشرز' ۲۰۰۳ء

امیر نواز امیر' نعت کروں تحریر' فیصل آباد: مثال پبلشرز ۲۰۰۲ء

انجم جعفری' سید۔ ورفعنا لک ذکرک۔ میانوالی۔ تحریک فروغ اردو' س۔ن

انجم عبدالرحمٰن' شہر شرف' فیصل آباد: انجمن فقیران مصطفےٰ' ایوان نعت محل' ۲۰۰۶ء

انجم وزیر آبادی (محمد جان) 'مینائے کوثر' کراچی: تاج کمپنی' س ن

انصار الٰہ آبادی' شاہ' سراج السالکین' کراچی: حدیقہ صلوٰۃ و سلام' ۱۹۹۳ء

انوار ظہوری' سید' حرف منزہ' لاہور: ظہوری اکیڈمی' ۱۹۹۳ء

انور جمال' حسنت جمیع خصالہٖ' ملتان: بیکن بکس ۲۰۰۰ء

انور جمال' لا لوک لما' ملتان: کاروان ادب' ۱۹۸۴ء

انور فیروز پوری' مختار کل' لاہور: بزم عرفان مصطفےٰ ۱۹۷۷ء

انیس احمد نوری' مجموعہ نعت' حصہ اول' مکتبہ نوریہ رضویہ' س ن

انیس احمد نوری' مجموعہ نعت' حصہ دوم' مکتبہ نوریہ رضویہ' س ن

انیس میر' رباعیات انیس (مرتبہ علی جواد زیدی) نئی دہلی: ترقی اردو بیورو' ۱۹۸۵ء

انیسہ ہارون شروانیہ' انیسیات' حیدر آباد (دکن): اردو مجلس ۱۹۳۶ء

اے آر چنگیز' گلدستہ حمد و نعت' لاہور' سنگ میل پبلی کیشنز' ۱۹۸۵ء

ایاز صدیقی' ثنائے محمدﷺ' ملتان: ناشر شاعر خود ۱۹۹۳ء

بابر (محمد ریاض بابر) ریاض مدینہ' لاہور: ظفر سنز پرنٹرز' ۱۹۹۵ء

بابو سمبھو دیال دانش' اذان بتکدہ' لاہور: ظفر برادرس سلسلہ تالیفات نمبر ۲۳

باصر غلام جیلانی خواجہ' گل ہائے عقیدت' لاہور: شاعر' باغبانپورہ' س ن

باقر غلام جیلانی' گل ہائے عقیدت' لاہور: ناشر مصنف خود' باغبانپورہ' س ن

باقی' افضل' پناہ بے کساں' لاہور: گروپ پبلی کیشنز' ۱۹۹۸ء

بدر ساگری 'القلم' حیدرآباد: شاعر ۱۴۰۶ھ
بدر فاروقی 'اشک فروزاں' کراچی 'ایجوکیشنل پریس' ۱۹۹۰ء
بدر (سید طفیل احمد) سلام قدس لاہور: تاج کمپنی ۱۳۴۷ھ
بدر القادری 'مولانا' جمیل الشیم 'اعظم گڑھ (بھارت): المجمع الاسلامی' ۱۹۹۰ء
برق اجمیری 'افکار برق' کراچی: جے سنز انٹرنیشنل 'نومبر ۱۹۹۲ء
بزم ادب 'رحمت تمام' کراچی: بزم ادب نیشنل بینک آف پاکستان ۱۹۸۸ء
بشیر احمد بشیر 'بات تری ورق ورق' ساہیوال: ادارہ فروغ فن ۱۹۸۹
بشیر احمد بشیر 'رحمت نوا' لاہور: عمیر پبلشرز جون ۱۹۹۵ء
بشیر رحمانی 'بشارتیں' لاہور: دستاویز مطبوعات ۲۰۰۰ء
بہزاد لکھنوی 'کرم بالائے کرم' کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی س ن
بیاں 'سید محمد مرتضیٰ حسن 'قندیل حرم (مرتبہ ڈاکٹر سید صفدر حسین) لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز ۱۹۷۴ء
بیکین رجپوری 'نیر حرم' لاہور سنگ میل پبلی کیشنز ۱۹۸۸ء
بیکین رجپوری (جلد اوّل) لاہور: مکتبہ بیکین ۲۰۰۳ء
بیدم (شاہ وارثی) 'مصحف بیدم' لاہور: الکتاب ۱۹۸۱ء
بیکل اُتساہی 'پیام رحمت' گونڈہ (بھارت): مکتبہ امجدی ۱۹۶۴ء
بیکل اتساہی 'والضحیٰ' بلرام پور گونڈہ (بھارت) ناشر ڈاکٹر صوفیہ بلقیس ۱۹۹۲ء
پرواز (ریاض احمد) ردائے رحمت 'فیصل آباد' نعت اکادمی ۱۹۹۵ء
پرواز ریاض احمد 'طلع البدر علینا' فیصل آباد 'مبصر پبلی کیشنز' ۱۹۸۹ء
تابش صمدانی 'برگ ثنا' ملتان: خلیل صمدانی 'اکادمی' ۱۹۸۸ء
تائب 'عبدالغنی' ارمغان نیاز' لاہور: زاویہ پبلشرز ۱۹۹۵ء
تائب (حفیظ تائب) 'صلو علیہ وآلہٖ' لاہور: سیرت مشن پاکستان ۱۹۷۸ء
تائب (حفیظ تائب) گل چیدہ (۱) 'لاہور: سیرت مشن پاکستان' اپریل ۱۹۸۳ء
تائب (حفیظ تائب) "وسلموا تسلیما" لاہور القمر انٹر پرائزز ۱۹۹۶ء
تائب (حفیظ تائب) 'وہی یٰسین وہی طٰہٰ' لاہور: القمر انٹر پرائزز ۱۹۹۸ء
تائب (حفیظ تائب) 'کوثریہ' لاہور: القمر انٹر پرائزز ۲۰۰۳ء
تائب (حفیظ تائب) 'کلیات حفیظ تائب' لاہور: القمر انٹر پرائزز ۲۰۰۵ء
ترمذی 'شیر محمد' شان مصطفےٰ 'لاہور ملک دین محمد اینڈ سنز' ۱۹۵۴ء
تسخیر (سخاوت حسین بدایونی) 'نزول رحمت' کانپور 'مطبع وحیدی' ۱۳۲۳ھ
تحسین فراقی 'جستجو' لاہور یونیورسل بکس ۱۹۸۷ء
پھول (تنویر پھول) ۔ انوار حرا۔ کراچی: حرا فاؤنڈیشن ۱۹۹۷ء
پھول (تنویر پھول) قندیل حرم' کراچی: جہاں حمد پبلی کیشنز ۲۰۰۲ء
ثابت رضوی (افضل حسین سید) صبر جمیل (جلد دوم) 'المعروف برق غم دہلی: مطبع اثنا عشری س۔ن
ثمر یونس علی سید 'چراغ طور' بمبئی (بھارت) ۱۹۸۳ء

ثمر (عبدالکریم) احسن تقویم لاہور: محمد ظفر فریوز پور روڈ ۱۹۸۲ء
ثمر (عبدالکریم) شاخ سدرہ' کراچی: اعجاز ٹریڈرز ۱۹۸۷ء
ثمر عبدالکریم شعر والہام لاہور: مکتبہ عرفان ۱۹۹۲ء
جاود (غضنفر جاود چشتی)' نور ہمہ نور' لاہور: خزینہ علم وادب ۲۰۰۱ء
جاوید القادری 'سیرت طیبہ منظوم' جلد I، II لاہور: ادارہ فروغ مطالعہ سیرت ۲۰۰۳ء
جرأت (شیخ قلندر بخش) کلیات جرأت لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۶۸ء
جعفر بلوچ 'بیعت' لاہور: الفیصل پرنٹرز ۱۹۸۹ء
جعفر طاہر 'سلسبیل' رحیم یار خاں 'مختار اکیڈمی ۱۹۷۳ء
جمال محمد عبداللہ 'مہر جہاں فروز' کراچی ۱۴۲۳ھ
جمیل عظیم آبادی 'انوار حرم (۲)' کراچی: مجلس احباب ملت ۱۹۹۰ء
جمیل عظیم آبادی 'انوار حرم (۳)' کراچی: مجلس احباب ملت ۱۹۹۳ء
جمیل عظیم آبادی 'وحدت ومدحت' کراچی: راشد پبلی کیشنز ۱۹۸۵ء
جمیل نظر 'ایقان' کراچی: جمیل نظر فاؤنڈیشن ۱۹۹۴ء
جمیل نقوی 'ارمغان جمیل' کراچی: الیدرث پبلشرز ۱۴۰۸ھ
جوہر میرٹھی 'جواہر نعت پیغمبر' میرٹھ (بھارت) 'نامی پریس ۱۸۹۹ء
جیلانی (سید محمد وکیل جیلانی) مدحت رسول اللہ۔ فیصل آباد۔ ۱۹۷۹ء
حاذق (محمد فخر الدین) چشمہ کوثر عرف مدیح پیمبرؐ' لکھنو: مطبع نامی ۱۸۹۷ء
حافظ بصیر پوری' افق شام' بصیر پور: مکتبہ گہوارۂ ادب س ن
حافظ پیلی بھیتی 'نعت حافظ (مرتبہ راجا رشید محمود) لاہور: مقبول اکیڈمی ۱۴۰۷ھ
حافظ جونپوری شیخ اسماعیل' حافظ الاسلام (حصہ دوم) 'مطبع کریمی ۱۳۳۲ھ
حافظ لدھیانوی 'تائید جبریل' فیصل آباد: بیت الادب س ن
حافظ لدھیانوی۔ نعتیہ قطعات۔ فیصل آباد۔ مکتبہ الفوائد۔ ۱۹۸۱ء
حافظ لدھیانوی تشید حضوری' فیصل آباد: بیت الادب 'طبع دوم' س ن
حافظ لدھیانوی 'ثنائے خواجہ' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۷۱ء
حافظ لدھیانوی '"مطلع فاراں" فیصل آباد "بیت الادب" ۱۹۸۷ء
حافظ لدھیانوی 'یا صاحب الجمال' فیصل آباد 'بیت الادب' ۱۹۹۰
حافظ لدھیانوی "صل علی النبیؐ" فیصل آباد "بیت الادب" ۱۹۹۰ء
حافظ لدھیانوی 'جذب حسانؓ' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۱ء
حافظ لدھیانوی۔ نعتیہ رباعیات فیصل آباد۔ شرکت پرنٹنگ پریس' ۱۹۹۲ء
حافظ لدھیانوی 'سلام محبت' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۳ء
حافظ لدھیانوی 'معراج فن' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۴ء
حافظ لدھیانوی 'آہنگ ثنا' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۵ء
حافظ لدھیانوی 'اعتراف عجز' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۶ء
حافظ لدھیانوی 'معراج سفر' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۶ء
حافظ لدھیانوی 'ہمہ رنگ' فیصل آباد: شاعر خود ۱۹۹۶ء

حافظ لدھیانوی 'نغماتِ مدحت' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۷ء
حافظ لدھیانوی 'مطلع الفجر' فیصل آباد' بیت الادب' ۱۹۹۸
حافظ لدھیانوی 'نقوشِ حرم' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۸ء
حافظ لدھیانوی 'کیفیاتِ دوام' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۸ء
حافظ لدھیانوی 'آئینۂ کرم' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۸ء
حافظ لدھیانوی 'حدیثِ عشق' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۸ء
حافظ لدھیانوی 'مصدرِ خیر' فیصل آباد: بیت الادب ۱۹۹۸ء
حافظ لدھیانوی 'امام القبلتین' فیصل آباد: بیت الادب' ۱۹۹۹ء
حافظ (حافظ عبدالغفار) 'قصیدۂ رسولِ تہامی' کراچی: انجمن ترقی نعت' ۱۹۸۸ء
حافظ محمد حسین حافظ 'سرکار کی گلی میں' فیصل آباد: حافظ اکیڈمی ۱۹۹۷ء
حافظ مظہر الدین 'بابِ جبریل' راولپنڈی' مکتبہ حریم ادب' ۱۹۷۸ء
حافظ مظہر الدین' میزاب' راولپنڈی: ادارہ منہاج القرآن' ۱۹۹۶ء
حالی الطاف حسین' جواہر حالی' لاہور: مکتبہ کاروان ادب ۱۹۸۹ء
حامد امروہوی 'مدحت کے پھول' نئی دہلی: اسلامک بک فاؤنڈیشن (طبع دوم) ۲۰۰۱ء
حامد بدایونی' کلام حامد' دہلی (بھارت) فرزند شاعر عبداللہ' ۱۹۸۹ء
حامد بدایونی' مدح رسول کرم' دہلی (بھارت) ناشر فرزند شاعر عبداللہ
حامد بدایونی' گلزار نظم حامد' دہلی (بھارت) ناشر فرزند شاعر عبداللہ
حامد (عبدالحامد بدایونی) 'جذباتِ حامد' گلدستۂ تحیت' ج I' II' کراچی: ناظم آباد: ۲۰۰۴ء
حامد رضا خاں' محمد' مدحت' کراچی: بزم ابراہیم' س ن'
حامد (مولوی حامد بخش) 'مدحِ رسول کرم' بدایوں: مطبع نسیم سحر' ۱۳۰۳
حبیب اللہ' قاری و دیگر' انوارِ حرم' کراچی: مجلسِ احبابِ ملت' ۱۹۸۶ء
حزیں کاشمیری' لمعات نور' لاہور' اردو کتاب گھر' ۱۹۹۹ء
حسان بن ثابتؓ حضرت' دیوانِ حسان (مشمولہ "نورالابصار بذکر النبی المختار"
از علامہ محمد طاہر القادری' لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز ۲۰۰۳ء
حسرت (محمد عبدالقدیر صدیقی) طورِ تجلی' حیدرآباد (بھارت): بک ڈپو۔
مہدی پٹنم' ۱۹۸۷ء' ص: ۲۹۹
حسرت موہانی' کلیاتِ حسرت موہانی' لاہور: مکتبہ معین الادب' ۱۹۷۶ء
حسرت محمد عبدالقدیر صدیقی' کلیاتِ حسرت' حیدرآباد (دکن) حسرت اکیڈمی' س ن
حسن رضوی' جمالِ احمد مرسل' لاہور: گورا پبلشرز ۱۹۹۷ء
حسن عسکری کاظمی' سرورِ کائنات' لاہور' الحمد پبلی کیشنز' ۲۰۰۴ء
حسن' شبیہ احمدی' لکھنؤ ۱۳۲۲ھ
حسن (میر حسن)' غزلیاتِ میر حسن (مرتبہ ڈاکٹر محمد ذکی الحق) پٹنہ (بھارت)
خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری' ۱۹۹۹ء
حسین سحر' نور اول' ملتان: کتاب گھر ۱۹۸۹ء
حشمت یوسفی' جمال الہام' کراچی: بارگاہِ ادب' ۱۹۸۵ء
حفیظ جالندھری' شاہنامۂ اسلام' لاہور: مکتبہ تعمیرِ انسانیت' ۱۹۸۵ء
حفیظ صدیقی' لامثال' صدیقی پبلی کیشنز' ۱۹۹۵ء
حمید الدین احمد حمید' سید' میلادِ مطہر' کراچی: اکادمی بازیافت' س ن
حنیف اسعدی' آپ' کراچی: اقلیمِ نعت' ۱۹۹۶ء
حیدر قریشی' غزلیں' نظمیں' ماہیے' جرمنی: سرور ادبی اکادمی' ۱۹۹۸ء
خادم مہائمی' ریاضِ فردوس' بمبئی: مطبع کریمی' ۱۹۳۵ء
خادمی اجمیری' نکہتِ ذور' حیدرآباد: بزمِ فروغِ ادب' نومبر ۱۹۸۵ء
خاکی (ڈاکٹر مسعود رضا) معراجِ سخن' لاہور: فضل حق اینڈ سنز' ۱۹۹۰ء
خاکی (عزیز الدین خاکی) 'نغماتِ طیبات' کراچی: تنظیم استحکامِ نعت' ۱۹۹۶ء
خاکی (عزیز الدین خاکی): ذکرِ صلِ علیٰ' کراچی: تنظیم استحکامِ نعت' ۱۹۹۴ء
خاکی (مسعود رضا ڈاکٹر) معراجِ سخن' لاہور: فضل حق اینڈ سنز ۱۹۹۰ء
خالد احمد' تشبیب' لاہور: التحریر ۱۹۸۴ء
خالد بزمی (پروفیسر محمد یونس) سنہری جالیوں کے سامنے' لاہور: القمر انٹرپرائزز' ۱۹۹۳ء
خالد (عبدالعزیز)' حمطایا' لاہور: مقبول اکیڈمی بار دوم ۱۹۸۳ء
خالد (عبدالعزیز)' فارقلیط' لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز بار چہارم ۱۹۸۵ء
خالد (عبدالعزیز)' ماذ ماذ' لاہور: مقبول اکیڈمی ۱۹۸۵ء
خالد (عبدالعزیز)' منحمنا' لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز بار دوم ۱۹۸۵ء
خالد (عبدالعزیز)' طاب طاب' لاہور: مقبول اکیڈمی' س ن
خالد (ڈاکٹر عباس الاسدی)' بارگاہِ ادب میں' اسلام آباد: شیخ سالم بن میموریل
اکیڈمی' ۱۹۹۶ء
خالد عرفان۔ الہام۔ کراچی' فاران پبلی کیشنز' ۱۹۸۶ء
خاور احمد شہباز' قندیلِ مدحت' فیصل آباد: وقاص پریس ۱۹۹۶ء
خضر برنی' شاہنامۂ رسالت' نئی دہلی' ادبی سنگم' جامعہ نگر' ۱۹۸۸ء
خلیق دہلوی' مدینے کی کھجور' لاہور: مرعوب ایجنسی' س۔ن
خلیق قریشی' برگِ سدرہ' فیصل آباد: نعت اکادمی ۱۹۹۱ء
خلیل الرحمان داؤدی' (مرتب) اردو کی قدیم منظوم داستانیں' لاہور: مجلس ترقی ادب
خلیل صمدانی' گلزارِ خلیل' بیکانیر' راجستھان' آزاد منزل' ۱۹۶۸ء
خورشید ایلچپوری' خورشیدِ رسالت' کراچی: مکتبہ الفخری' ۱۹۸۷ء
خورشید فاطمہ شمیم' جانِ کون و مکاں' کراچی: مدحت پبلشرز' ۲۰۰۲ء
خیامی' منظور حسین' اوصافِ پیغمبر' لاہور: گنڈ بکس' ۱۹۹۸ء
دار الطفیل' بعد از خدا' لاہور: آئینہ ادب' ۱۹۸۲ء
دانش (احسان دانش)' دارین' لاہور: دانش اکادمی ۱۹۷۴ء
دلو رام کوثری' ہندو کی نعت' دہلی: مطبع محبوب المطابع ۱۹۳۷ء
ذکی قریشی (رفیع الدین) 'مہرِ فاران' لاہور: نذیر پبلشرز ۱۹۹۰ء
ذوق شیخ محمد ابراہیم' کلیاتِ ذوق (مرتبہ تنویر احمد) لاہور: مکتبہ شعر و ادب' ۱۹۸۸ء

ذوقی مظفر نگری۔ وسیم فردوس' لاہور: صدیقی برادران' ۱۹۸۹ء
رابعہ نہاں' سیدہ' نور جھروکے' لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز' مئی ۱۹۸۲ء
راحت علی رحمانی' سید' نورکائنات' کراچی: شیخ سعدی پبلی کیشنز ۲۰۰۳ء
راز کشمیری' لوح بھی تو قلم بھی' لاہور: انجمن حمایت اسلام ۱۹۸۸ء
راسخ عرفانی۔ حسن کلام۔ گوجرانوالہ: مکتبہ نوروادب، س ن
راسخ عرفانی' ارمغان حرم' گوجرانوالہ: مکتبہ نور ۱۹۷۷ء
راسخ عرفانی' حدیث جاں' گوجرانوالہ: مکتبہ نوروادب' ۱۹۸۱ء
راسخ عرفانی' نسیم منیٰ' گوجرانوالہ: مکتبہ نوروادب' ۱۹۸۵ء
راسخ عرفانی' نکہت حرا' گوجرانوالہ: مکتبہ نوروادب' ۱۹۸۹ء
راغب مرادآبادی' بحضور خاتم الانبیاءؐ' کراچی: ناشر شاعر خود ۱۹۷۵ء
راغب مرادآبادی' مدح رسولؐ' کراچی: ناشر شاعر خود' ۱۹۸۳ء
راغب مرادآبادی' بدرالدجیٰ' کراچی: رہبر پبلشرز ۱۹۹۱ء
راقم علیگ' ضمیر کے چراغ' کراچی: خورشید پبلشرز س ن
رستمی بیجاپوری' خاور نامہ' کراچی: ترقی اردو بورڈ' ۱۹۶۸
رشید محمود راجا' مدح رسولؐ' لاہور: پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ' ۱۹۷۳ء
رشید محمود راجا' ورفعنا لک ذکرک' لاہور: پاپولر پبلشرز' ۱۹۷۷ء
رشید محمود راجا' راج دلارے' لاہور: مسعود بک ڈپو، ۱۹۸۵ء
رشید محمود راجا' حدیث شوق' لاہور: سلیم بک سنٹر' ۱۹۸۶ء
رشید محمود راجا' قلزم رحمت' لاہور: اقبال برادرز' ۱۹۸۷ء
رشید محمود راجا' میلادالنبیؐ' لاہور: مکتبہ ایوانِ نعت ۱۹۸۸ء
رشید محمود راجا' منشور نعت' لاہور: ماہ ادب ۱۹۸۸ء
رشید محمود راجا' (مرتب) مدینۃ النبیؐ' لاہور: ایوانِ نعت ۱۹۸۸ء
رشید محمود راجا (مرتب) نعت خاتم المرسلینؐ' لاہور: مقبول اکیڈمی' ۱۹۸۸ء
رشید محمود راجا' مدح سرورِ کونینؐ' لاہور: مکتبہ ایوان نعت' ۱۹۸۸ء
رشید محمود راجا' پاکستان میں نعت' لاہور: ایجوکیشنل ٹریڈرز' ۱۹۹۳ء
رشید محمود راجا' نعت کائنات' لاہور: جنگ پبلشرز ۱۹۹۳ء
رشید محمود راجا' غیر مسلموں کی نعت گوئی' لاہور: نعت کدہ' ۱۹۹۴ء
رشید محمود راجا' (مرتب) خواتین کی نعت گوئی' لاہور: نعت کدہ' ۱۹۹۵ء
رشید محمود راجا' عشیر کرم' لاہور: اختر کتاب گھر ۱۹۹۶ء
رشید محمود راجا' مدیح سرکار' ماہنامہ نعت' لاہور' اگست ۱۹۹۷ء
رشید محمود راجا' قطعات نعت' ماہنامہ نعت' مارچ ۱۹۹۸ء
رشید محمود راجا' حی علی الصلوٰۃ' ماہنامہ نعت' لاہور: نومبر ۱۹۹۸ء
رشید محمود راجا' فردیاتِ نعت' لاہور: نعت کدہ ۲۰۰۰ء
رشید محمود راجا' اشعار نعت' لاہور: مکتبہ ایوانِ نعت ۲۰۰۰ء
رشید محمود راجا' حرفِ نعت' ماہنامہ نعت لاہور: نومبر ۲۰۰۰ء
رشید محمود راجا' نعت' ماہنامہ نعت لاہور: مئی ۲۰۰۱ء
رشید محمود راجا' سلام ارادت' لاہور: مکتبہ ایوان نعت' ۲۰۰۱ء
رشید محمود راجا' کتاب نعت ماہنامہ نعت لاہور: نومبر ۲۰۰۱
رشید محمود راجا' سخن نعت' لاہور: مرکز معارف اولیاء محکمہ اوقاف پنجاب ۲۰۰۲ء
رشید محمود راجا' دیار نعت' ماہنامہ نعت لاہور: دسمبر ۲۰۰۲ء
رشید محمود راجا' مخمسات نعت' لاہور: مکتبہ ایوان نعت ۱۴۱۹ھ
رشید محمود راجا' مدحت سرور' لاہور: مکتبہ ایوان نعت' ۲۰۰۲ء
رشید محمود راجا' تسبیح نعت' ماہنامہ نعت' لاہور' اپریل ۲۰۰۳ء
رشید محمود راجا' اوراق نعت' لاہور' مکتبہ ایوانِ نعت' ۲۰۰۲ء
رشید محمود راجا' صباح نعت' ماہنامہ نعت لاہور: جون ۲۰۰۳ء
رشید محمود راجا' احرام نعت' ماہنامہ نعت لاہور: نومبر ۲۰۰۳ء
رشید محمود راجا' شعاع نعت' ماہنامہ نعت لاہور: فروری ۲۰۰۴ء
رشید محمود راجا' دیوان نعت' ماہنامہ نعت لاہور: مارچ ۲۰۰۴ء
رشید محمود راجا' منشوراتِ نعت' لاہور: مشمولہ ماہنامہ نعت' اپریل ۲۰۰۴ء
رشید محمود راجا' تجلیاتِ نعت' ماہنامہ نعت لاہور: جون ۲۰۰۴ء
رشید محمود راجا' واردات نعت' ماہنامہ نعت لاہور: اگست ۲۰۰۴ء
رشید محمود راجا' بیان نعت' ماہنامہ نعت لاہور: نومبر ۲۰۰۴ء
رشید محمود راجا' مینائے نعت' ماہنامہ نعت لاہور: دسمبر ۲۰۰۴ء
رشید محمود راجا' حمد میں نعت' ماہنامہ نعت لاہور: جنوری ۲۰۰۵ء
رشید محمود راجا' التفات نعت' ماہنامہ نعت لاہور: اپریل ۲۰۰۵ء
رشید محمود راجا' عنایت نعت' ماہنامہ نعت لاہور: جولائی ۲۰۰۵ء
رشید محمود راجا' مرقع نعت' ماہنامہ نعت لاہور: اگست ۲۰۰۵ء
رشید محمود راجا' نیاز نعت' ماہنامہ نعت لاہور: دسمبر ۲۰۰۵ء
رشید محمود راجا' بوستان نعت' ماہنامہ نعت لاہور: جنوری ۲۰۰۶ء
رشید محمود راجا' سرود نعت' ماہنامہ نعت لاہور: مئی ۲۰۰۶ء
رشید محمود راجا' تابش نعت' لاہور' ماہنامہ نعت' اکتوبر ۲۰۰۶ء
رشید محمود راجا' صدائے نعت' ماہنامہ نعت لاہور: دسمبر ۲۰۰۶ء
رشید محمود راجا' منہاج نعت' ماہنامہ نعت لاہور: جنوری ۲۰۰۷ء
رشید محمود راجا' نعت حافظ لاہور: مقبول اکیڈمی' ۱۴۰۷ء
رشید میواتی' عقیدتوں کی مہک' لاہور: خزینہ علم وادب' نومبر ۲۰۰۵ء
رشید وارثی' خوشبوئے التفات' کراچی: بزم وارث' ۲۰۰۴ء
رشید وارثی۔ خوشبوئے التفات۔ کراچی: بزم وارث، ۲۰۰۴ء
رشید ہادی' بہار گنبد خضرا' فیصل آباد: نت اکیڈمی' ۲۰۰۰ء
رضا (احمد رضا خاں بریلوی مولانا) حدائق بخشش' کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی' ۱۹۷۶ء
رضاء اللہ حیدر' مدینہ یاد آتا ہے' لاہور: زاویہ' ۲۰۰۴ء
رفیع الدین ذکی' مہر فاراں' لاہور: نذر سنز' ۱۹۹۰ء

رفیق احمد 'گلدستہ سلام بحضور سید انام' کراچی: مدنی بک ڈپو' ۱۹۸۸ء

رہبر چشتی (صوفی محمد مسعود احمد) رہبر رہبراں' کراچی: انجمن رہبر اسلام ۱۹۹۳ء

رہبر چشتی' صوفی' مسعود احمد نبی الحرمین' کراچی: انجمن رہبر اسلام' ۱۹۹۵ء

رئیس احمد' حریم نعت' کراچی: اقلیم نعت' ۱۹۹۵ء

رئیس نعمانی' چراغ نوا' علی گڑھ: محمد ارشد' اے ۱۱۸/ موکو کالونی' ۲۰۰۰ء

ریاض احمد۔ دریاب۔ لاہور: پولیمر پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء

ریاض احمد قادری' نکہت نعت' فیصل آباد: سنگت پبلی کیشنز' ۱۹۹۹ء

ریاض امروہوی' ایمان وایقان' نئی دہلی (بھارت): دلنواز پبلی کیشنز' ۱۹۸۳ء

ریاض حسین زیدی' ریاض مدحت' ساہیوال: ادب سرائے' ۲۰۰۰ء

ریاض حسین زیدی' جمال سید لولاک' ساہیوال: ادب سرائے ۲۰۰۵

ریاض مجید' سیدنا محمد' فیصل آباد: نعت اکادمی' ۲۰۰۳ء

ریاض الحسن نیر' نعت نیر' کراچی: انجمن انوار القادریہ' باردوم ۲۰۰۰ء

ریاض الدین سہروردی' دیوان ریاض' کراچی: روحی پبلشنگ ہاؤس' س ن

ریاض امروہوی' ایمان وایقان' نئی دہلی (بھارت): دلنواز پبلی کیشنز' ۱۹۸۳ء

ریاض حسین چودھری' رزق ثنا' لاہور: خزینہ علم وادب ۱۹۹۹ء

ریاض مجید، اللّٰھم صلِ علیٰ محمد' فیصل آباد نعت اکادمی' ۱۹۹۴ء

ریاض مجید' اللّٰھم بارک علیٰ محمد'' فیصل آباد نعت اکادمی ۲۰۰۵ء

ریاض ندیم نیازی' میرے آقا میرے حضور' لاہور: جہانگیر بک ڈپو' ۱۹۸۷ء

ریحانہ تبسم فاضلی۔ خطیب امم۔ کراچی: مشاعرہ ۱۹۹۴ء

زکی کیفی' محمد' کیفیات' لاہور: دائرہ اسلامیات' ۱۴۰۸ھ

زمان سہرابی' ذکر رسول' کراچی' جہان حمد پبلی کیشنز' ۲۰۰۱ء

ساجد اسدی' ابوالعجز' پیام مغفرت' کراچی: بزم احباب اسدی' ۱۹۷۵ء

ساحر (ساحر قدوائی) 'درد جام حیات' (از شبیر قادری) فیصل آباد: ۲۰۰۵ء

ساغر صدیقی' سبز گنبد' لاہور: ٹیکنیکل پبلشرز' ۱۹۸۶ء

ساقی گجراتی' زاد عقبیٰ' لاہور: عمران اکیڈمی' ۱۹۷۸ء

ستار وارثی' معطر معطر' کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی' ۱۹۸۶ء

ستار وارثی' ''حرف معتبر'' کراچی: بزم وارث' ۱۹۹۴ء

سجاد رضوی' حمد ونعت' لاہور: مکتبہ ایوان نعت' ۱۹۸۸ء

سجاد سخن' رنگ روشنی خوشبو' کراچی: دبستان وارثیہ' ۱۹۹۵ء

سجاد مرزا۔ چراغ آرزو۔ گوجرانوالہ۔ فروغ ادب اکیڈمی۔ ۱۹۹۲ء

سجاد مرزا' شوق نیاز' گوجرانوالہ: فروغ ادب اکادمی ۱۹۹۸ء

سجاد مرزا' کیف دوام' گوجرانوالہ: فروغ ادب اکادمی' ۱۹۸۸ء

سحر حسین' تقدیس' ملتان' کتاب نگر' ۱۹۸۹ء

سحر حسین' تجلی' ملتان کینٹ: کتاب نگر' ۱۹۹۸ء

سحر حسین' سعادت' ملتان: کتاب نگر' ۱۹۹۸ء

سحر حسین' تنویر' ملتان: کتاب نگر' ۲۰۰۰ء

سخی کنجاہی' حضوریوں کے رنگ' لاہور: مکتبہ اسلامیہ ۱۹۹۶ء

سراج آغائی (سراج الدین)' کلام سراج' کراچی: محمد یٰسین سراجی' نشتر روڈ' ۱۹۸۵ء

سرور غلام (سرور لاہوری)' دیوان کلیات سرور نعتیہ' لاہور: مطبع اسلامیہ' ۱۹۱۰ء

سعادت حسین خاں وارثی شیدا' نعت حبیب' سکھر: مکتبہ نوریہ رضویہ ۱۹۸۰ء

سعید' (نواب سعید اللہ خاں)' سعادت سعید' لاہور: ظہوری اکیڈمی' ۱۹۹۲ء

سکندر ایاز' سید روشن آواز' فیصل آباد: نعت اکادمی ۱۹۹۵ء

سکندر لکھنوی' تسکین روح' کراچی: خلیل بکڈپو' ۱۹۷ء

سکندر لکھنوی' گلستان ثنا' کراچی: خلیل بک ڈپو' ۱۹۸۶ء

سلیم اختر فارانی' ضیائے ہفت رخشاں' گوجرانوالہ: ایوان حمد ونعت' ۱۹۹۹ء

سلیم گیلانی۔ سیدنا۔ لاہور۔ ادارہ ثقافت پاکستان۔ ۱۹۸۷ء

سلیم (علی اکبر) ثنائے حبیب' لاہور: غازی علم الدین شہید اکیڈمی' ۱۹۸۶ء

سودا' کلیات سودا' جلد اول' لاہور: مکتبہ شعر وادب' س ن

سودا' کلیات سودا' جلد دوم' لاہور: مکتبہ شعر وادب س ن

سہیل اختر' قوس عقیدت' کوئٹہ: وجدان پبلی کیشنز' ۱۹۸۴ء

سہیل اقبال احمد خاں مولانا' موج کوثر' کراچی: بزم حمد ونعت' ۱۹۹۴ء

سہیل غازی پوری' شہر علم' کراچی' شعری دائرہ' ۱۹۸۷ء

سیماب اکبر آبادی' ساز حجاز' کراچی: سیماب اکادمی' ۱۹۸۲ء

شاد قادری' گنجینۂ نعت ومناقب' بدایوں' شاعر خود محلہ سوتھہ' ۱۹۸۶ء

شارب (ظفر شارب) کاسۂ فکر' لاہور: علی محتشم' س ن

شارق (شفیق الدین) نزول' کراچی: اقلیم نعت' ۱۹۹۹ء

شاعر علی شاعر' صاحب خیر کثیر' کراچی: شمع بک ایجنسی' ۲۰۰۵ء

شاعر لکھنوی' نکہت ونور' کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز' ۲۰۰۰ء

شاہ قادری' گنجینۂ نعت ومناقب' بدایوں' ناشر شاعر محلہ سوتھہ ۱۹۷۶ء

شائق دہلوی' کلیات شائق' کراچی: سید پبلی کیشنز' ۱۹۸۹ء

شبنم رومانی' حرف نسبت' کراچی: مکتبہ ارباب قلم' ۱۹۸۴ء

شبیر بخاری' سوز دروں' لاہور: مخدوم جہانیاں اکادمی' ۱۹۸۰ء

شرقی (امیر الاسلام شرقی)' خواب رفتہ (مرتبہ معراج نیر) لاہور: مکتبہ عالیہ ۱۹۸۳

شرقی (سید محمد عبدالعزیز)' فیوض الحرمین' ملتان: مکتبہ پیام اسلام آباد' ۱۹۸۰ء

شعیب آبرو فیض آبادی' نظر نظر طیبہ' کراچی: بزم حمد ونعت' ۱۹۹۳ء

شفیق طارق' صلوٰۃ وسلام' لاہور: قاضی آرٹ پریس' باردوم ۱۹۸۷ء

شکیل بدایونی' کلیات شکیل بدایونی' لاہور: مکتبہ اردو ادب' س ن

شکیل مصطفیٰ اعوان' نخلستان' کراچی: فائن آرٹ اینڈ کمپنی' س ن'

شمس الحق قادری شمس' مثنوی جمال محمد' کراچی: ادارہ اشاعت تفسیر صدیقی' ۱۳۰۴ھ

شمس منیری' گلبانگ' پٹنہ: آزاد پریس' س ن'

شمع باقر،سیرت النبی منظوم،لاہور: پذیرائی پبلی کیشنز،۱۹۹۹ء

شورش کاشمیری، چہ قلندرانہ گفتم لاہور: مطبوعات چٹان،۱۹۶۵ء

شوکت ہاشمی، سارے حرف گلاب،لاہور: الحمد پبلی کیشنز،۱۹۹۵ء

شوکت ہاشمی، شاخِ نور،لاہور: الحمد پبلی کیشنز،۱۹۹۳ء

شوکت ہاشمی، فیضانِ رحمت، لاہور: الحمد پبلی کیشنز،۱۹۹۸ء

شہزاد احمد، نوائے نعت، کراچی: انجمن ترقی نعت،س ن

شہیدی(کرامت علی خاں)،دیوانِ شہیدی،لکھنؤ: مطبع منشی نولکشور،۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء

شیخ ننکانوی، برق تپاں، ننکانہ: بزم تنویر ادب،۱۹۸۸ء

شیدا سعات حسین خاں وارثی، نعتِ حبیب، سکھر: مکتبہ نوریہ رضویہ،۱۹۸۰ء

شیر افگن جوہر، سائبانِ رحمت، کراچی: دبستانِ وارثیہ،۲۰۰۵ء

شیر محمد ترمذی، سید(مرتب)شانِ مصطفےٰ،لاہور: ملک معین محمد اینڈ سنز،۱۹۵۲ء

صابر القادری بریلوی(محفوظ علی) بخشش رب، اٹک: محمد مشتاق صدیقی،۱۹۸۷ء

صابر کاسگنجوی، محمد ایوب قریشی، قندیلِ نور، اسلام آباد:۱۹۸۳ء

صابر کوثر محمد، حرا کا چاند۔کراچی: مکتبہ کوثر،۱۹۸۷ء

صائم چشتی، ارمغانِ مدینہ، فیصل آباد: چشتی کتب خانہ،۱۴۰۳ھ

صائم چشتی، حسنِ کائنات، فیصل آباد: چشتی کتب خانہ،۱۹۹۱ء

صائم چشتی، سلام بحضور پنجتن پاک، فیصل آباد: چشتی کتب خانہ،۲۰۰۴ء

صائم چشتی، فردوسِ نعت، فیصل آباد، چشتی کتب خانہ،۱۴۰۶ھ

صائم چشتی، نوائے صائم، فیصل آباد: چشتی کتب خانہ،۱۹۶۸ء

صائم چشتی، یا محمد، فیصل آباد: چشتی کتب خانہ،۱۹۹۱ء

صبا اکبر آبادی، دستِ دعا، کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز،۲۰۰۳ء

صبا(علیم صبا نویدی) نور السموٰت،مدراس، ناشر امیر النساء بیگم،۱۹۹۰ء

صبا(علیم صبا نویدی)، ن، تامل ناڈو، اردو پبلی کیشنز،۱۹۹۰ء

صبا کوثر، حرا کا چاند، کراچی: مکتبہ کوثر،۱۹۸۷ء

صبا متھراوی۔دربارِ رسالت میں۔کراچی۔مکتبہ اردو،۱۹۷۲ء

صبا متھراوی، مصدرِ الہام، کراچی: مکتبہ اردو ادب،۱۹۸۱ء

صبیح رحمانی، جادۂ رحمت، کراچی: ممتاز پبلشرز،۱۹۹۲ء

صبیح رحمانی ''خوابوں میں سنہری جالی ہے''(مرتبہ عزیز احسن) کراچی فضلی سنز،۱۹۹۷ء

صدر(صدر الدین)، حاصلِ نعت، بھوپال: بزمِ معیار ادب،۱۹۸۵ء

صدر(صدر الدین)بادۂ عرفاں، دہلی: کوہ نور پرنٹنگ پریس،۱۹۵۵ء

صدر(صدر الدین)، حاصلِ حیات، بھوپال: بزمِ معیار ادب،۱۹۸۵ء

صدیق فتح پوری، اظہارِ عقیدت، کراچی: پبلی کیشنز،۱۹۸۷ء

صوفی تبسم،غلام مصطفیٰ، سرشکِ نعت، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن،۱۹۸۸ء

صہبا اختر، اقراء، کراچی: ایجوکیشنل پریس،۱۹۸۱ء

ضامن حسنی۔ضامنِ حقیقت۔حیدر آباد: بزمِ فروغِ ادب،۱۹۸۶

ضیاء الحسن ضیاء۔ضیائے مصطفیٰ۔کراچی۔مکتبہ حبیب،۲۰۰۲ء

ضیا نیر، سفرِ نور، لاہور: المدینہ پبلی کیشنز،۱۹۷۷ء

ضیاء القادری، دیارِ نبی، لاہور: مکتبہ ارباب اردو،۱۹۵۰ء

ضیاء القادری،یعقوب حسین بدایونی، خزینۂ بہشت، کراچی: بزمِ ضیاء،۱۹۵۹ء

ضیاء القادری، آئینۂ انوار، لکھنؤ: مکتبہ دین و ادب،س ن

ضیاء اللہ قادری بدایونی، نغمۂ ربانی، دہلی: آستانہ بکڈپو،۱۹۶۳ء

ضیغم،محمد سبطین نقوی، تحسینۃ النعت(حصہ اول) فیصل آباد: اسوہ پریس،۱۹۹۶ء

طالب حسین طالب،پھول حمد و نعت کے، لاہور: طارق پبلی کیشنز،۱۹۸۲ء

طالق ہمدانی لدھیانوی، افکارِ جمیل، فیصل آباد: درگاہ چشتیہ،۱۹۶۰ء

طاہر سلطانی، نعت میری زندگی، کراچی: ادارہ چمنستان حمد و نعت،۱۹۹۷ء

طاہر(یوسف طاہر قریشی)۔روحِ عالم، فیصل آباد: نعت اکادمی،۱۹۹۷ء

طفیل ہوشیار پوری، رحمت یزداں، لاہور: احسان اکیڈمی،۱۹۹۲ء

طور نورانی، چراغِ طور، گجرات: شاعر،۱۹۸۷ء

طیب قریشی اشرفی دہلوی، جانِ ایمان، دہلی: شاعر،۱۹۸۶ء

ظفر ہاشمی، پیرزادہ سید، آہنگِ ظفر، کراچی: مکتبہ اشاعت اردو،۱۹۸۳ء

ظفر(شیخ صدیق ظفر)، جمالِ حرف، لاہور: ماورا پبلشرز،۲۰۰۳ء

ظہیر صدیق، خیر الوریٰ،لاہور: الجمیل پرنٹرز،۱۹۷۹ء

عابد بریلوی، جشنِ آمدِ رسول، کراچی: شاعر،ستمبر۲۰۰۴ء

عابد سعید عابد۔عافیت۔گوجر خاں۔ناشر مصنف خود۔۲۰۰۵ء

عابد سعید عابد، نجات، راولپنڈی: فیض الاسلام پریس،۲۰۰۱ء

عابد سعید عابد، نجات، راولپنڈی: فیض الاسلام پریس،۲۰۰۱ء

عابد سعید عابد، زیارت، راولپنڈی: فیض الاسلام پریس،۲۰۰۳ء

عابد علی شاہ، پیرزادہ،نگاہِ مدینہ،لاہور: گلشن ہاؤس،۱۹۹۸ء

عابد نظامی، ڈاکٹر خواجہ میاں، دو کریم، لاہور: الفیصل ناشران کتب،س ن

عابد نظامی، فیضانِ کرم،لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز،۱۹۸۳ء

عاجز(میاں محمد بشیر)مہکتے پھول،لاہور: خورشید گیلانی ٹرسٹ،۲۰۰۴ء

عارف رضا، عطا کی خوشبو، فیصل آباد: نعت اکادمی،۱۹۹۱ء

عارف رضا، ثنا کی خوشبو، فیصل آباد: نعت اکادمی،۲۰۰۰ء

عارف سیمابی، عرفانیات، کراچی: سیماب اکادمی،۱۹۸۵ء

عاصم احمد، النور المنیر، ملتان کینٹ: کتاب نگر،مارچ ۲۰۰۵ء

عاصم گیلانی، سید، وسیلہ، لاہور: کوہ نور پریس،۱۹۸۵ء

عاصی کرنالی، مدحت، لاہور: شیخ اکیڈمی،۱۹۷۶ء

عاصی کرنالی، حرفِ شیریں، کراچی: ایجوکیشنل پریس،۱۹۹۳ء

عاصی کرنالی، نعتوں کے گلاب، ملتان صدر: کاروانِ ادب،۱۹۸۰ء

عبد الرؤف صدیقی، خزینۂ نعت، کراچی: ٹریڈ کرانیکل،۱۹۹۸ء

عبدالسلام ندوی مولانا'شعر الہند'اعظم گڑھ: مطبع معارف ۱۹۳۹ء
عرفان خالد' الہام' کراچی: فاران پبلی کیشنز ۱۹۸۶ء
عرفانی (وجیہہ السیما عرفانی) میرے حضور' لاہور: مقبول پرنٹرز ۱۹۸۵ء
عزیز احسن' کرم و نجات کا سلسلہ' کراچی: اقلیم نعت۔ ۲۰۰۵ء
عزیز حاصل پوری' جام نور' لاہور: آئینہ بک ڈپو ۱۹۶۱ء
عزیز صابری (اب عزیز احسن) جواہر النعت ' کراچی: بزم یوسفی ۱۹۸۱ء
عزیز فاطمہ میتو' ثمر نور' فیصل آباد: نوری بکڈ پو ۱۹۷۶ء
عزیز لدھیانوی' اذن حضوری ' گوجرانوالہ فروغ ادب اکیڈمی' ۱۹۹۹ء
عزیز لکھنوی' صحیفہ ولا' لکھنؤ' صدیق بکڈ پو' س ن
عطاء محبوب الٰہی۔ چرخ اطلس۔ لاہور۔ الحمد پبلی کیشنز' ۲۰۰۱ء
عطاء الرحمٰن شیخ' عطائے حرمین' لاہور: ادبستان' ۱۹۹۸ء
عطار (محمد الیاس قادری مولانا)' مغیلان مدینہ' کراچی: مکتبہ المدینہ' س۔ن
عظمت اللہ خاں' گلشن صل علیٰ' فیصل آباد: سدرہ پبلی کیشنز' ۲۰۰۰ء
علی احسن مارہروی (مرتبہ) کلیات ولی' انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن: ۱۹۲۶ء
علیم صبا نویدی' نور السموٰت' مدراس' ناشر امیر النساء بیگم ۱۹۹۰ء
علیم ناصری' طلع البدر علینا' لاہور: مکتبہ قدوسیہ' ۱۹۹۹ء
عیش دہلوی' حکیم آغا جان' کلیات عیش' (مرتبہ ڈاکٹر حبیبہ بانو) نئی دلی ترقی
اردو بیورو' ۱۹۹۲ء
غالب عرفان' م صلی اللہ علیہ وسلم ' کراچی: بزم تخلیق ادب پاکستان' ۱۹۹۹ء
غریب سہارنپوری' خزینہ رحمت' سہارنپور (بھارت): نیو پریس' ۱۹۰۳ء
غضنفر جاوید چشتی' نور ہمہ نور' لاہور: خزینہ علم و ادب' ۲۰۰۱ء
غلام قادر شاہ' مثنوی رمز العشق (مرتبہ گوہر نوشاہی) لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۷۲ء
غنی دہلوی' نسیم حجاز' لاہور: اردو اکیڈمی' ۱۹۹۱ء
غوث میاں (مرتب) خواتین کی نعتیہ شاعری' کراچی: حضرت حسان حمد و نعت
بک بینک' ۲۰۰۲ء
فاروق احمد ملک' ایوان نعت (۲) لاہور: مکتبہ ایوان نعت' ۱۹۸۷
فاروق احمد ملک' ایوان نعت (۳) لاہور: مکتبہ ایوان نعت' جنوری ۱۹۸۷
فاروق احمد ملک' ایوان نعت (۴) لاہور: مکتبہ ایوان نعت' فروری ۱۹۸۸
فخر الدین نظامی' مثنوی کدم راو پدم راو' (مرتبہ ڈاکٹر جمیل جالبی)
طبع جدید' ایجوکیشنل ہاؤس' دہلی ۱۹۷۹ء
فدا خالدی دہلوی' م ص' کراچی' اشتیاق پرنٹنگ پریس' ۱۹۸۳ء
فدا (حاجی فضل الدین فدا کھیم کرنی) حدیث ایماں' لاہور: ناشر شاعر خود ۱۹۸۹ء
فریدی' غلام فرید' المعراج' فیصل آباد: چشتی کتب خانہ' س ن
فضا کوثری۔ آیات نورانی۔ بنگلور بھارت: محبوب بکڈ پو ۱۹۵۷ء
فضل جالندھری' معجزات رسول' لاہور: بزم مدینہ سعدی پارک ۱۹۳۲ء

فقیر چشتی' (محمد افتخار ولی خاں پیلی بھیتی)' مشاعرہ' بدایوں: نظامی پریس' ۱۳۶۸ھ
فقیر (حافظ محمد افضل صوفی)' جان جہاں' لاہور: مکتبہ کارواں ۱۴۰۳ھ
فقیر (حافظ محمد افضل صوفی)' عطائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم' لاہور: قاضی پبلشرز ۱۹۹۱ء
فیاض احمد کاوش' نور و نکہت' سیالکوٹ: اسلامی کتب خانہ' ۱۹۷۹ء
فیض الحسن شاہ فیض' ارمغان فیض' گوجرانوالہ: مرکز فیض الاسلام' ۱۹۹۱ء
فیضی سید نعمت' خیر البشر' اسلام آباد: وزارت مذہبی امور' ۱۹۷۷ء
قاسمی' احمد ندیم' جمال' لاہور: بیاض' ۱۹۹۲ء
قائم چاند پوری' کلیات قائم' جلد اول' (مرتبہ اقتدا حسن) لاہور: مجلس ترقی ادب' ۱۹۶۵ء
قتیل شفائی' نذرانہ' لاہور: الحمد پبلی کیشنز' ۲۰۰۰ء
قمر اجنالوی' قصیدہ بنام خیر الانام' لاہور: مکتبہ القریش' ۱۹۹۰ء
قمر انجم' حسنت جمیع خصالہ' کراچی: نعت نما' ۱۹۹۷ء
قمر جلالوی' عقیدت جاوداں' کراچی: شیخ شوکت اینڈ سنز' س ن
قمر حجازی' نوید سحر' اوکاڑا: جستجو اکیڈمی' ۱۹۷۸ء
قمر صدیقی' حرف حرف روشنی' روالپنڈی: مطبوعات حرمت' ۱۹۸۲ء
قمر (قمر الزماں) صاحب قاب قوسین' فیصل آباد: انجمن فقیر مصطفےٰ' ۱۴۲۶ھ
قمر وارثی' اختر لکھنوی' خوشبو سے آسمان تک' کراچی: دبستان وارثیہ ۱۹۹۵ء
قمر وارثی' تجلیاں' کراچی: دبستان وارثیہ ۲۰۰۵ء
قمر وارثی جلوی' حیات آراستہ' کراچی: دبستان وارثیہ ۱۹۹۶ء
قمر وارثی' جمال اندر جمال' کراچی: دبستان وارثیہ ۱۹۹۸ء
قمر وارثی' رفعتیں' کراچی: دبستان وارثیہ ۲۰۰۳ء
قمر وارثی' روشن گلیاں جھلمل کوچے' کراچی: دبستان وارثیہ ۲۰۰۰ء
قمر وارثی' کرم عطا شرف نصیب' کراچی: دبستان وارثیہ ۲۰۰۱ء
قمر وارثی' منزل آگہی' کراچی: دبستان وارثیہ ۲۰۰۴ء
قمر وارثی' مہکا مہکا حرف حرف' کراچی: دبستان وارثیہ ۱۹۹۹ء
قمر وارثی' وابستگی' کراچی: دبستان وارثیہ ۲۰۰۲ء
قمر وارثی' آب و تاب رنگ و نور' کراچی: دبستان وارثیہ ۱۹۹۷ء
قمر وارثی' آپ سراپا نور' کراچی: دبستان وارثیہ ۲۰۰۶ء
قمر ہاشمی سید' مرسل آخر' کراچی: ہمدرد فاؤنڈیشن پریس' ۱۹۸۷ء
قمر یزدانی' ساغر کوثر' مرید کے: مکتبہ اشرفیہ ۱۴۰۸ھ
قمر یزدانی' مہر درخشاں' سیالکوٹ' اسلامی کتب خانہ' ۱۹۸۰ء
قیصر بارہوی' بارگاہ' لاہور: بارہوی گولڈن جوبلی آرگنائزیشن' ۱۹۹۳ء
قیصر نجفی' رب آشنا' کراچی: جہان حمد و نعت' پبلی کیشنز' ۲۰۰۳ء
قیصر نذیر' اے ہوا موجزن ہو' لاہور: جسارت پرنٹرز' ۱۹۹۳ء
قیصر (محمد امین الدین) گلدستہ نبوت' دہلی: ۱۲۹۳ھ
کافی' محامد رسول' کانپور: مطبع نول کشور' ۱۸۸۳ء

کاوش بدری' سراپائے جمال' مدراس: مدرسہ مصنفین' ۱۹۶۵ء
کاوش بدری' قبلہ نما' مدراس (بھارت) مجلس مصنفین ۱۹۶۹ء
کرم حیدری' نعم' لاہور: تاج کمپنی لمیٹڈ' ۱۴۰۰ھ
کشفی لکھنوی۔ چراغ حرم۔ لکھنو (بھارت) اردو سماج۔ پبلی کیشنز ۱۹۷۲ء
کفیل احمد قادری' نور ایماں' کراچی: ضیاء الدین پبلی کیشنز' س۔ن
کلیم (موسیٰ نظامی) نور کونین' لاہور: اظہار سنز' ۱۹۹۸ء
کمال الدین شیدا مرزا' ارمغان شیدا' سرینگر کشمیر' گلشن پبلشرز ۱۹۸۳ء
کنیز فاطمہ' عقیدت' کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز' ۲۰۰۲ء
کیفی (محمد زکی) کیفیات' لاہور: ادارہ اسلامیات' ۱۹۷۷ء
گل بخشالوی' دربار رسالت' کھاریاں: قلم قافلہ' ۱۹۹۱ء
گلزار (جاوید گلزار)' ڈاکٹر' گلزار نعت' لاہور: مکتبہ دار السنۃ ۱۹۹۹ء
گوہر ملسیانی' جذبات شوق' صادق آباد: گوہر ادب پبلی کیشنز' ۲۰۰۳ء
گوہر ملسیانی' مظہر نور' صادق آباد: گوہر ادب پبلی کیشنز' ۱۹۸۲ء
گوہر ملسیانی' متاع شوق' صادق آباد: گوہر ادب پبلی کیشنز' ۱۹۹۵ء
گوہر ہوشیار پوری' آرزو حضوری کی' لاہور: اظہار سنز' ۱۹۹۶ء
گہر اعظمی' انصار الحق قریشی' حضور میرے' کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز' ۲۰۰۱ء
لالہ صحرائی (محمد صادق)' باران نعت' کراچی' ادارہ مطبوعات تکبیر' ۱۹۹۲ء
لالہ صحرائی (محمد صادق)' غزوات رحمۃ للعلمین' کراچی: ادارہ مطبوعات تکبیر' ۱۹۹۷ء
لالہ صحرائی' نعت چراغاں' جہانیاں' ضلع خانیوال: رضوان اسلم نیوز ایجنسی ۲۰۰۰ء
لالہ صحرائی' نعت سویرا' لاہور: یمانی پرنٹرز ۲۰۰۰ء
لالہ صحرائی (محمد صادق) نعت دھنک' جہانیاں ضلع خانیوال' روان اسلم نیوز ایجنسی' ۲۰۰۰ء
لیث قریشی' تاباں تاباں' ۱۹۹۱ء' کراچی: القمر پبلی کیشنز' ۱۹۹۱ء
ماجد صدیقی' سرِ نور' راولپنڈی: اپنا ادارہ' ۱۹۷۶ء
ماہر القادری مولانا' ذکر جمیل' لاہور: بزم فاران' ۱۹۸۹ء
مبارک مونگیری' ذکر ارفع' کراچی: مبارک مونگیری میموریل اکیڈمی' ۱۹۹۴ء
مجید امجد' کلیات مجید امجد (مرتبہ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا) لاہور: ماورا پبلشرز' ۱۹۸۹ء
محبت خان بنگش' شان محمدؐ' کوہاٹ: ادارہ علم و ادب ۱۹۸۳ء
محجوب' زینت بی بی' گلبن نعت' لاہور: مفید عام پریس' ۱۹۱۳ء
محسن احسان' اجمل و اکمل' اسلام آباد: القلم' ۱۹۹۶ء
محسن کاکوروی: چراغ تجلی (مرتبہ ابوالخیر کشفی)' کراچی بزم حمد و نعت' ۱۹۹۴ء
محسن کاکوروی' سنبلستان رحمت' لکھنو: مطبع نامی پریس' ۱۳۷ھ
محسن کاکوروی' کلیات نعت مولوی محمد محسن (مرتبہ محمد نور الحسن) کانپور: نامی پریس ۱۳۲۲ھ
محشر بدایونی' حرف ثنا' لاہور: مقبول اکیڈمی ۱۹۸۶ء
محمد احمد شاد' باب رحمت' لاہور: مکتبہ امتیاز ۱۹۹۹ء
محمد اسلم' محفل سرکار' ضلع خانیوال' پبلی کیشنز' ۱۹۹۲ء (۸۰ صفحات)
محمد اعظم چشتی' غذائے روح'
محمد اعظم چشتی' رنگ و بو'
محمد اعظم چشتی' معراج'
محمد افضل حیدری' ہم مدینے چلے' لاہور' مکتبہ جمال کرم' ۲۰۰۱ء
محمد افضل کوٹلوی' عرش تمنا' فیصل آباد: نوری بکڈ پو' س ن
محمد اقبال' کلیات اقبال (اردو) لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز' ۱۹۷۳ء
محمد اقبال نجمی' نعتیہ ہائیکو' گوجرانوالہ: فروغ ادب اکادمی ۱۹۹۰ء
محمد جمیل الرحمٰن خاں' قبالہ بخشش' لائل پور: مکتبہ نوریہ رضویہ' ۱۳۳۰ھ
محمد حسین صادق' نعتیہ کلام' لاہور: صداقت بک ڈپو (مطبوعہ پنجابی پریس' لاہور
باہتمام لالہ دیوان چندم بار سوم س ن'
محمد زاہد نیازی' سرکار کی گلی میں' لاہور: نوریہ رضویہ پبلی کیشنز' ۲۰۰۲ء
محمد سعید فضل کریم' ڈاکٹر' ممدوح کردگار' اسلام آباد: شاعر' ۱۹۹۱ء
محمد سلیم چودھری (مرتب) شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری' لاہور:
مغربی پاکستان اردو اکیڈمی' ۱۹۹۶ء
محمد سلطان شاہ' شاعر نعت' لاہور: الجمیل پبلشرز' ۲۰۰۴ء
محمد عاشق' عقیدت کے پھول' لاہور: عارف پبلی کیشنز' س ن ص: ۳۹
محمد عباس اثر' اثر ریز' سیالکوٹ: محمد تنویر عباس' ۱۹۸۲ء
محمد عثمان پیرزادہ سید' مجموعہ نعت' لاہور: نوری بک ڈپو ۱۹۸۳
محمد فیروز شاہ' باوضو آرزو' راولپنڈی: چندی اسلام آباد سوسائٹی' ۲۰۰۴ء
محمد مسعود احمد' پروفیسر ڈاکٹر' گلدستہ' لاہور: رضا اکیڈمی' ۱۹۹۷ء
محمد موسیٰ' حکیم امرتسری (مرتب) مولانا غلام محمد ترنم اور ان کا نعتیہ کلام' لاہور: سنی
لٹریری سوسائٹی' ۱۹۹۵ء
محمد وکیل جیلانی' سید' مدحت رسولؐ' فیصل آباد: مطبوعات ادارہ پیغام' ۱۹۸۹ء
محمود احمد مفتی' نعت میرا ابھرم' فیصل آباد: مخزن حمد و نعت' ۲۰۰۵ء
محمود گیلانی' سید' گل نایاب' لاہور: سر خیل پبلشرز' ۱۹۹۹ء
محمود (سید محمود حسن رضوی محمود الہ آبادی) انوار محمود' انڈیا: ۱۹۵۳ء
مختار ظافر' بدر کمال' گوجرانوالہ' فروغ ادب اکیڈمی' ۱۹۹۰ء
مخدوم منظور الحق' ڈاکٹر' تاجدار حرم' لاہور: کرم پبلی کیشنز' ۱۹۹۶ء
مذاق بدایونی' حدیث نعت' کراچی: اردو نعت بورڈ' س ن
مرتضیٰ اشعر' محمدؐ' ملتان: بزم فکر نوع' ۱۹۹۳ء
مرزا عبدالشکور بیگ' نکہت مدینہ' فیصل آباد' المصطفےٰ جھنگر زنورم' ۱۴۲۳ھ
مسرور بدایونی۔ آیہ رحمت۔ فیصل آباد۔ نعت اکادمی۔ ۱۹۸۴ء
مسرور کیفی' چراغ حرا' کراچی: عروج ادب ۱۹۷۸ء
مسرور کیفی' سید الکونین' کراچی: ادارہ فروغ ادب' ۱۹۸۶ء
مسرور کیفی' سلام ان پر' کراچی: جہان نعت' ۱۴۲۴ھ
مسرور کیفی' سجدہ حرف' ۱۹۸۸ء

مسرور کیفی، سید الکونین، کراچی: ادارہ فروغ ادب ۱۹۸۶ء
مسرور کیفی، مولائے کل، کراچی: ادارہ فروغ ادب ۱۹۸۲ء
مسرور کیفی، میزابِ رحمت، کراچی: ادارہ فروغ ادب ۱۹۸۴ء
مسرور کیفی، نقشِ جمال، کراچی: جہانِ نعت ۱۹۹۶ء
مسرور کیفی، ہالۂ نور، کراچی: جہانِ نعت ۱۴۲۶ھ
مسرور کیفی، کرم در کرم، ۲۰۰۰ء
مسرور کیفی، دیارِ نور، ۲۰۰۲ء
مسرور کیفی، رنگِ ثنا، کراچی: مسرور کیفی نعت اکیڈمی ۲۰۰۳ء
مسعود اختر جمال، مشعلِ اسلام، الہ آباد: شاہین پبلی کیشنز ۱۹۷۸ء
مسعود بدایونی، آیۂ رحمت، فیصل آباد: نعت اکادمی ۱۹۸۴ء
مسعود بشیر احمد، فکرِ معطر، فیصل آباد: مجلس معین ادب ۲۰۰۰ء
مسعود چشتی، تسکینِ قلب، کراچی: راغب مراد آبادی اکیڈمی ۱۹۸۹ء
مسعود رضا خاکی، ڈاکٹر، معراجِ سخن، (مرتب) حسن سلطانی کاظمی، لاہور: فضل حق اینڈ سنز ستمبر ۱۹۹۰
مسلم (ابوالامتیاز ع۔س مسلم) حمد و نعت، لاہور: مقبول اکیڈمی ۱۹۸۹ء
مسلم (ابوالامتیاز ع۔س مسلم) کعبہ و طیبہ، لاہور: مقبول اکیڈمی ۱۹۹۳ء
مسلم (ابوالامتیاز ع۔س مسلم) زمزمۂ درود، لاہور: مقبول اکیڈمی ۱۹۹۳ء
مسلم (ابوالامتیاز ع۔س مسلم) اللہ و رسول، لاہور: مقبول اکیڈمی ۱۹۹۳ء
مسلم (ابوالامتیاز ع۔س مسلم) زمزمۂ سلام، لاہور: مقبول اکیڈمی ۱۹۹۳ء
مسلم (ابوالامتیاز ع۔س مسلم)، سرودِ نعت، لاہور: الحمد پبلی کیشنز ۲۰۰۰ء
مسلم (ابوالامتیاز ع۔س مسلم)، کاروانِ حرم، لاہور: مقبول اکیڈمی ۲۰۰۱ء
مشتاق چغتائی، مشتاق چغتائی کے دوہے، کراچی: چغتائی پبلشرز ۱۹۸۴ء
مشتاق علوی، نعت و سلام، راولپنڈی: اسلام آباد پبلی کیشنز، س ن
مصحفی، کلیاتِ مصحفی (دیوان چہارم) لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۷۴ء
مظفر حسین سید، کچھوچھہ شریف، نسیم حجاز، ایس ایم رحمان ۱۹۸۵ء
مظفر وارثی، بابِ حرم، لاہور: ماورا پبلشرز ۱۹۸۴ء
مظفر وارثی، نورِ ازل، لاہور: ماورا پبلشرز ۱۹۸۸ء
مظفر وارثی، کعبۂ عشق، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز ۱۹۸۹ء
مظفر وارثی، دل سے درِ نبی تک، لاہور: القمر انٹرپرائزز ۱۹۹۲ء
مظفر وارثی، صاحب التاج، لاہور: علم و عرفاں پبلشرز ۲۰۰۳ء
مظہر (حافظ مظہر الدین حافظ) جلوہ گاہ، راولپنڈی: حریم ادب ۱۹۷۵ء
ممتاز ظافر بدر کمال، گوجرانوالہ: فروغ ادب اکیڈمی ۱۹۹۰ء
ممتاز گنگوہی، چمنِ مناقب، سہارنپور (بھارت) شیخ رکن الدین تاجران کتب س ن
منصور ملتانی، مرسَل و مرسِل، کراچی: ڈائیلاگ پبلی کیشنز ۱۹۷۸ء
منظور حسین منظور، ارمغانِ عقیدت، گوجرانوالہ: کتاب مرکز ۱۳۹۰ھ
منظور (ملک منظور حسین منظور) جنگ نامۂ اسلام، حصہ اول، لاہور: اسلامی پبلشنگ کمپنی ۱۹۳۵ء
منظور (ملک منظور حسین منظور) جنگ نامۂ اسلام، حصہ دوم، لاہور: اسلامی پبلشنگ کمپنی ۱۹۷۱ء
منور ہاشمی، لوح بھی تو قلم بھی تو، اسلام آباد: استعارہ ۱۹۹۸ء
منیر (حافظ محمد افضل منیر: مرتب) قصیدہ بُردہ شریف (از امام محمد شرف الدین البوصیری رحمۃ اللہ علیہ) منظوم اردو ترجمہ از محمد فیاض الدین نظامی، لاہور: الفاروق بک فاؤنڈیشن ۱۹۹۹ء
منیر قصوری، چادرِ رحمت، لاہور: مجلس سخن ۱۹۸۳ء
منیر کمال، صبح صادق، فیصل آباد: نعت اکیڈمی ۱۹۸۹ء
موسیٰ لدھیانوی (غلام مصطفیٰ) نعتیہ دیوانِ موسیٰ، لدھیانہ: ۱۳۲۹ھ
مومن خاں مومن، کلیاتِ مومن، لکھنؤ: مطبع منشی نول کشور ۱۹۳۰ء
مہر علی شاہ، سید، پیر، مراۃ العرفان، گولڑہ شریف (اسلام آباد) مطبع پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز ۱۹۸۶ء
میر تقی میر، کلیاتِ میر (جلد ششم) (مرتبہ کلب علی فائق) لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۸۴ء
میر حسن، غزلیاتِ میر حسن (مرتبہ ڈاکٹر محمد ذکی الحق) پٹنہ (بھارت) خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری ۱۹۹۹ء
میر قدرت اللہ قاسم، معراج نامۂ قاسم، میرٹھ: مطبع ہاشمی ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء
ناز مانک پوری، چرن سرن، رہبرِ اعظم، دہلی (بھارت) ناشر شاعر خود ۱۹۸۶ء
نازاں فاروق، سجدوں کی معراج، کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز ۲۰۰۱ء
نازش (محمد حنیف) آبرو، ناشر مصنف خود ۲۰۰۳ء
ناسخ، کلیاتِ ناسخ، جلد دوم، حصہ دوم، لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۸۹ء
ناظم بزمی، کاروانِ شوق، گوجرانوالہ: فروغ ادب اکیڈمی ۱۹۸۴ء
ناظم (ابوبکر) جہانِ شوق، لاہور: قلندر بابا پبلی کیشنز ۲۰۰۱ء
ناہید، جذبوں کی کمائی، فیصل آباد: قرطاس ۱۹۸۷ء
نجم بریلوی، حافظ نجم الدین، شمع نجم، بریلی: مطبع نادری ۱۳۳۳ھ
نجمی (محمد اقبال) خیراتِ مدحت، ایضاً ۲۰۰۳ء
نجمی، محمد اقبال، آپ کی باتیں، گوجرانوالہ: فروغ ادب اکیڈمی ۱۹۸۸ء
ندیم (احمد ندیم قاسمی) جمال، لاہور: بیاض ۱۹۹۲ء
ندیم نیازی عیسیٰ خیلوی، وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعلمین، رحیم یار خاں: ندیم اکیڈمی ۱۴۱۰ھ
نذر حسین شاہ سید، سلامِ رضا، فیصل آباد: مرکزی جماعتِ غوثیہ ۱۹۸۶ء
نذر صابری، گلدستہ، اٹک: محفلِ شعر و ادب، س ن
نسیم سحر، یہ جو سلسلے ہیں کلام کے، اسلام آباد: القلم ۱۹۹۶ء
نسیم (پنڈت دیا شنکر) مثنوی گلزارِ نسیم، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس ۱۹۸۴ء
نسیم، کلیاتِ نسیم (رتبہ کلب علی خاں فائق) لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۶۶ء

نشاط واسطی، نشاطِ سخن، لاہور: فسکو پریس، ۱۹۹۱ء

نصرت عبدالرشید بیگم، دعائے نیم شبی، لاہور: ادارہ عبارات، ۱۹۷۳ء

نصیرالدین نصیر، سید پیر، دیں ہمہ اوست، گولڑہ شریف، مکتبہ مہریہ، ۱۹۷۶ء

نظیر اکبر آبادی، کلیاتِ نظیر، لکھنؤ، مطبع نولکشور، ۱۹۵۱ء

نظیر شاہجہان پوری، ارم در ارم، کراچی: مکتبہ ارباب قلم، ۱۹۹۲ء

نظیر (اصغر حسین خاں) آفتاب حرا، لاہور، مجلس اردو، ۱۹۸۸ء

نعیم الدین مراد آبادی، دیوان، گجرات: سید محمد حسین ناشر، س ن

نعیم تقوی، البصیرت، کراچی: مجلس افکار اسلامی، ۱۹۷۸ء

نعیم تقوی، سخن تمام روشنی، کراچی: مکتبہ مجلسِ افکار اسلامی، ۱۹۹۰ء

نعیم صدیقی، نور کی ندیاں رواں، لاہور: المینار بک سنٹر، ۱۴۰۸ھ

نفیس فتح پوری۔ افکار نفیس۔ کراچی: ناظر پرنٹنگ پریس۔ ۱۹۷۷ء

نفیس الحسینی، گلہائے نفیس، کراچی: مکتبہ لودھیانوی، س ن

نفیس الحسینی، برگِ گل، لاہور: نفیس منزل، ۲۰۰۲ء

نفیس فتح پوری، افکار نفیس، کراچی: ناظر پرنٹنگ پریس، ۱۹۷۷ء

نقوی، سید محمد امین نقوی، حسنِ محمد ﷺ، فیصل آباد: باب الحمد ئ، ۱۹۹۲ء

نقوی (سید محمد امین علی نقوی)، محمد ہی محمد، فیصل آباد: سدرہ پبلی کیشنز، طبع دوم ۱۹۹۹ء

نگار فاروقی، ازل تا ابد، کراچی: احمد برادرز پرنٹرز، ۱۹۹۹ء

نواب علی قاضی، رسول کریم، لاہور: علمی کتاب خانہ، ۱۹۸۴ء

نور احمد میرٹھی، بہر زماں بہر زباں، کراچی: ادارہ فکر نو، ۱۹۲۶ء

نور سہارنپوری، باغ کلام نور، سہارنپوری: شیخ محمد یامین اینڈ سنز، ۱۳۵۰ھ

نور صابری، صبح نور، شجاع آباد: مکتبہ النور، ۱۹۹۲ء

نور علی شکوری، پیرزادہ، حرف تمنا، چکوال، ایوان ادب، ۲۰۰۴ء

نور محمد جرال، حسین نور، لاہور: زاویہ، ۲۰۰۰ء

نوری آغا، معجزات منظوم، لاہور: نیو کامران پرنٹرز، ۱۹۹۵ء

نورین طلعت عروبہ۔ حاضری۔ لاہور: ماورا پبلشرز، ۲۰۰۲ء

نیر اسعدی۔ نعت ہی نعت۔ کراچی: مشاعرہ ۱۹۸۷ء

نیاز (راجا محمد عبداللہ نیاز) یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے، لاہور: دارالتذکیر ۱۹۹۸ء

نیر حامدی، نعت نیر، کراچی: نعت نما، اکتوبر ۱۹۹۷ء

واحد لدھیانوی، واحد ظہیر، ملتان: مکتبہ اہل قلم، ۱۹۸۶ء

واصف علی واصف، شب راز، لاہور: کاشف پبلی کیشنز، س ن

واصف علی واصف، شب راز، لاہور: کاشف پبلی کیشنز، س ن

وحید الحسن وحید ہاشمی، یٰسین، لاہور: الحبیب پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء

وحیدہ نسیم، نعت اور سلام، کراچی: غضنفر اکیڈمی ط۔ 17، 1985

ولی دکنی، کلیاتِ ولی (مرتبہ) نور الحسن ہاشمی دہلی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۴۵ء

ولی دکنی، دیوان ولی (مرتبہ فرحت صبا) لاہور، خیام پبلشرز، ۱۹۹۰ء

ہاشم ضیائی بدایونی، خلوت ہاشم، کراچی: غوث محمد خاں، ۱۳۸۲ھ

ہلال جعفری۔ کاسۂ جاں۔ اسلام آباد: بزم شعر و ادب 1998ء

ہلال جعفری، طلوعِ سحر، ملتان: دانش کدہ اوصاف، ۱۹۷۱ء

ہلال جعفری، ہلال حرم، ملتان، مکتبہ اہل قلم، ۱۹۸۴ء

یامین وارثی، شانِ مصطفیٰ، لاہور: جہانگیر بک ڈپو، ۱۹۸۷ء

یزدانی جالندھری، توصیف خیر البشر، لاہور: سید پبلشرز، س ن

یوسف صابر پروفیسر، چودھویں صدی ہجری کی ایک عظیم شخصیت، فیصل آباد: جماعتِ غوثیہ، ۱۹۸۳ء

یٰسین اختر مصباحی، امام احمد رضا، ارباب علم و دانش کی نظر میں" کراچی مکتبہ رضویہ ۱۹۷۷ء

یوسف مثالی، درود ان سلام ان پر، لاہور: مشتاق بک کارنر، ۲۰۰۲ء

د۔ جامعات کے تحقیقی مقالہ جات

اختر پرویز ڈاکٹر، اردو مسمط کا ارتقاء، مقالہ پی ایچ۔ ڈی پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۱۹۸۹ء

افضال احمد انور علامہ اقبال کی اردو نظم کا ارتقاء (مقالہ ایم فل اقبالیات) مخزونہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، پیشکش ۱۹۹۲ء

بشیر احمد قادری، مولانا احمد رضا خاں کی نعت گوئی (مقالہ ایم اے اردو) (مخزونہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور) پیشکش ۱۹۷۲ء

بیاض (مدیر: خالد احمد) جلد ۸، شمارہ ۱۲، دسمبر ۲۰۰۰ء، جنوری ۲۰۰۱ء

زہرا (سیدہ نوازش رباب زہرا) علامہ صائم چشتی بحیثیت نعت گو شاعر، مقالہ ایم اے اردو برائے پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پیشکش ۲۰۰۰ء

سعادت سعید، اردو قصیدہ کا تہذیبی و فنی مطالعہ، مقالہ برائے پی ایچ ڈی اردو، مملوکہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور

عشرت یاسمین، اردو شاعری میں دوہے کی صنف اور اس کا ارتقاء، مقالہ ایم اے اردو، پنجاب یونیورسٹی ۱۹۸۸ء

محمد منیر حافظ، پاکستان میں اردو نعتیہ شاعری ایک تحقیقی مطالعہ، (مقالہ ایم اے اردو (مخزونہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور) پیشکش ۱۹۸۹ء

نوید کوثر کلیاتِ اقبال (اردو) کا ہیئتی مطالعہ (مقالہ ایم اے اردو) مخزونہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور پیشکش ۱۹۹۳ء

ہ۔ رسائل و جراید

"آفرینش" (مدیر مقصود وفا فیضی) فیصل آباد، شمارہ نمبر ۲، خزاں ۲۰۰۱ء

"ادبیات" (سہ ماہی) اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، جلد ۱، شمارہ ۳، جنوری ۱۹۸۸ء

"ادبیات" (سہ ماہی) اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، شمارہ ۲۰۔ جلد ۵، ۱۹۹۲ء

"ادبیات" (سہ ماہی) اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، شمارہ ۲۳، جلد ۶، ۱۹۹۳ء

"ادبیات" (سہ ماہی) اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، جلد ۷، شمارہ ۲۷ تا ۳۰، سرما ۱۹۹۴ء

ارمغانِ حمد ' (مدیر طاہر سلطانی) کراچی' مارچ ۲۰۰۶ء
ارمغانِ حمد (مدیر طاہر حسین سلطانی)، کراچی: B-1-1 لیاقت آباد' مئی ۲۰۰۴ء
''اقبال'' لاہور: بزمِ اقبال' اپریل جون ۱۹۷۲ء
اقلیم (ششماہی نعتیہ انتخاب نمبر) مدیر اکرم کلیم ساہیوال: بیرون جناح روڈ'
شمارہ ۱ مئی ۱۹۸۹ء ص: ۱۵۴
''الرشید'' ماہنامہ (نعت نمبر)' لاہور: ۲۵ اور مال' ۱۳۱۱ھ ص: ۱۲۶۷
''القول السدید'' (مدیر جاوید اکبر قادری)' لاہور: مصری شاہ لاہور' جلد ۶'
شمارہ ۷ تا ۹' مارچ تا مئی ۱۹۹۴ء
''الکلام'' (کتابی سلسلہ) فیصل آباد: پہلا شمارہ جولائی ۲۰۰۳ء
''الکوثر'' مدیران: محمد ملک الظفر اور ڈاکٹر مظفر حسن عالی' سہسرام (بھارت)
اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۸ء
''الہام'' بہاولپور نعت نمبر جلد ۳۲' شمارہ ۲۵' ۷ دسمبر' ۱۹۸۲ء
''انوارِ حرم'' (مرتب) ادارہ مجلسِ احباب ملت' (شمارہ نمبر ۳ تا ۵) مجلسِ احباب ملت' ۱۹۹۶ء
''انوارِ حرم'' (مرتب) ادارہ مجلسِ احباب ملت (شمارہ نمبر ۷ تا ۱۰) مجلسِ احباب ملت' ۱۹۹۹ء
''انوارِ حرم'' (مرتب) ادارہ مجلسِ احباب ملت' (شمارہ نمبر ۱۱ تا ۱۳) مجلسِ احباب ملت' ۲۰۰۱ء
''انوارِ حرم'' (مرتب) ادارہ مجلسِ احباب ملت (شمارہ نمبر: ۱۵) مجلسِ احباب ملت' ۲۰۰۲ء
اوج (ادبی مجلہ: گورنمنٹ کالج شاہدرہ' لاہور) مدیر آفتاب نقوی شہید'
نعت نمبر ۲' ۱۹۹۲ء-۱۹۹۳ء'
''اوراق'' لاہور' جلد ۲۵' شمارہ ۲' جنوری' ۱۹۹۰ء
''بیاض'' (نعت نمبر) لاہور' جلد ۸' شمارہ ۱۲' دسمبر ۲۰۰۰ء
تحریریں ماہنامہ (نعت نمبر ۲) مدیر علیا: زاہدہ صدیقی' لاہور: چوک اردو بازار
جلد ۱۵' شمارہ ۱۱' جنوری ۱۹۸۵ء ص: ۳۹
''تحقیق'' (ساتواں شمارہ) شعبہ اردو' سندھ یونیورسٹی ۱۹۹۳ء
''تحقیق'' دسواں گیارہواں مشترکہ شمارہ (تحقیقی مجلہ شعبہ اُردو) جامشورو' سندھ
یونیورسٹی' ۱۹۹۶ء-۱۹۹۷ء
''جہانِ حمد'' (مرتب طاہر سلطانی) نعت نمبر ۶' مئی ۲۰۰۱ء
''خوشبوئے نعت'' مدیر ڈاکٹر محمد اشرف حسین انجم' سرگودھا: کتابی سلسلہ نمبر ۱' اپریل ۲۰۰۷ء
''خیابان'' (اصنافِ سخن نمبر) (مرتبین منور روئف' صابر کلوروی) تحقیقی مجلہ شعبہ اردو'
پشاور یونیورسٹی ۲۰۰۱ء
سفیرِ نعت (کتابی سلسلہ نمبر ۲) مدیر: آفتاب کریمی' کراچی' آفتاب اکیڈمی' نومبر ۲۰۰۱ء
''سفیرِ نعت'' (مرتبہ آفتاب کریمی) محسن کاکوروی' کراچی: آفتاب اکیڈمی' ستمبر ۲۰۰۳ء
''سہیل'' ادبی مجلہ: گورنمنٹ کالج میانوالی: ۱۹۸۲ء
''سیارہ'' ۔ لاہور: نمبر ۲۱' جلد ۶۱' شمارہ نمبر ۶' دسمبر ۱۹۸۵ء
''سیارہ'' ۔ لاہور: خاص نمبر ۲۱' جلد ۴۹' شمارہ ۴۰' دسمبر ۱۹۸۵ء
''سیارہ'' ۔ لاہور: نمبر ۲۶' جلد ۵۴' شمارہ ۴' مئی جون' ۱۹۸۸ء
''سیارہ'' لاہور: نمبر ۳ ۔ جلد ۵۵ ش ۵ ۔ جنوری فروری ۱۹۸۹ء
''سیارہ'' ۔ لاہور: نمبر ۳۱' جلد نمبر ۶۱' شمارہ نمبر ۴' دسمبر ۱۹۹۱ء
''سیارہ'' ۔ لاہور' شمارہ ۶' جنوری ۱۹۹۲ء
''سیارہ'' ۔ لاہور: اشاعت خاص ۳۳' جنوری فروری ۱۹۹۳ء
''سیارہ'' ۔ لاہور' شمارہ ۶' مئی جون ۱۹۹۳ء
''سیارہ'' نمبر ۲۷ لاہور (مدیر حفیظ الرحمٰن احسن) جلد ۶۸ شمارہ ۳ مئی ۱۹۹۵
''سیارہ'' خاص نمبر ۳۹' جلد ۶۹' شمارہ ۴' دسمبر ۱۹۹۵ء
''سیارہ'' ۔ لاہور: ج ۷۰' شمارہ ۱' ۱۹۹۶ء
''سیارہ'' ۔ لاہور: نمبر ۶۰' مارچ ۱۹۹۶
''سیارہ'' نمبر ۲۷ لاہور (مدیر حفیظ الرحمٰن احسن) جلد ۴۷ شمارہ ۳ مئی ۱۹۹۸ء
''سیارہ'' ۔ لاہور: خاص نمبر ۴۹' جلد ۸۱' شمارہ ۸ مارچ اپریل ۲۰۰۲ء
''شاعر'' (مدیر افتخار احمد امام) ' بمبئی: مکتبہ قصر الادب' اپریل ۲۰۰۷ء
''شام و سحر'' لاہور: (نعت نمبر ۲)' جنوری' فروری ۱۹۸۲ء
''شام و سحر'' لاہور: (نعت نمبر ۲) جلد ۱۳' شمارہ ۱' جنوری' فروری ۱۹۸۷ء
''صریرِ خامہ'' (مرتب حمایت علی شاعر) سندھ یونیورسٹی' حیدرآباد' ۱۹۷۸ء'
''عقیدت'' مرتبہ شاکر کنڈان' سرگودھا: مارچ ۲۰۰۷ء
''فیضانِ اسلام'' مجلہ فیصل آباد ۔ شمارہ نمبر ۳ ۔ اپریل ۲۰۰۵ء
''ماہِ نو'' اگست ۱۹۶۳ء' مشمولہ ماہِ نو (چالیس سالہ مخزن جلد اول' اگست ۱۹۸۷ء
''ماہِ نو'' لاہور' نومبر ۱۹۸۷ء
''ماہِ نو'' جلد ۴۱' شمارہ ۵' مئی ۱۹۸۸ء
''ماہِ نو'' جلد ۴۳' شمارہ ۱' جنوری ۱۹۹۱ء
''نعت'' ماہ نامہ' (مدیر راجا رشید محمود) ''نعت کیا ہے'' لاہور' فروری ۱۹۸۸ء
''نعت'' (مدیر راجا رشید محمود) مارچ ۱۹۸۸ء
''نعت'' ماہنامہ' (مدیر راجا رشید محمود) ''معراج النبیؐ'' اپریل ۱۹۸۹ء
''نعت'' لاہور' شمارہ مئی ۱۹۸۹ء
''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود)' ''کلامِ ضیاء'' جولائی ۱۹۸۹ء
''نعت'' لاہور' جلد ۲' شمارہ ۳' مارچ ۱۹۸۹ء
''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود)' ''کلامِ ضیاء'' حصہ دوم' اگست ۱۹۸۹ء
''نعت'' لاہور: جلد دوم' شمارہ ۱۲' دسمبر ۱۹۸۹ء
''نعت'' لاہور: نومبر ۱۹۹۰ء
''نعت'' لاہور: جلد ۳' شمارہ ۱۱' نومبر ۱۹۹۰ء
''نعت'' لاہور (مدیر راجا رشید محمود) دسمبر ۱۹۹۰ء
''نعت'' لاہور' (مدیر راجا رشید محمود) نعتیہ رباعیات نمبر' جنوری ۱۹۹۲ء
''نعت'' لاہور' جلد ۵' شمارہ ۲ مارچ ۱۹۹۲ء
''نعت'' آزاد نعتیہ نظمیں'' اگست ۱۹۹۲ء
''نعت'' (مدیر راجا رشید محمود) نومبر ۔ دسمبر ۱۹۹۲ء

''نعت'' لاہور' جلد۵' شمارہ۱۰' اکتوبر' ۱۹۹۲ء

''نعت'' ماہنامہ (ستاروارثی کی نعت) مارچ ۱۹۹۳ء

نعت لاہور (مدیر راجا رشید محمود) لاہور' مارچ ۱۹۹۴ء

''نعت'' ماہنامہ لاہور۔ ستمبر ۱۹۹۴ء

''نعت'' لاہور' جلد ۸' شمارہ ۷' جولائی ۱۹۹۵ء

''نعت'' لاہور' جلد ۸' شمارہ ۹' ستمبر ۱۹۹۵ء

''نعت'' لاہور' غیر مسلموں کی نعت گوئی جلد ۸' شمارہ ۱۱' نومبر ۱۹۹۵ء

''نعت'' لاہور' (مدیر راجا رشید محمود)' لطف بریلوی کا نعت نمبر' جنوری ۱۹۹۶ء

''نعت'' ماہنامہ لاہور۔ دسمبر ۱۹۹۶ء

''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود)' مدیح سرکار' لاہور: اگست ۱۹۹۷ء

''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود) ''حیّ علی الصلوٰۃ'' نومبر ۱۹۹۸ء

''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود)' نومبر ۱۹۹۸ء

''نعت'' لاہور' جلد ۱۱' شمارہ ۳' مارچ ۱۹۹۹ء

''نعت'' (امیر مینائی کی نعت)' جلد ۱۲' شمارہ ۱۱' نومبر ۱۹۹۹ء

''نعت'' ''حمید لکھنوی کی نعت' (مدیر راجا رشید محمود) لاہور جون ۱۹۹۹ء

''نعت'' لاہور (مدیر راجا رشید محمود) لاہور' مارچ ۲۰۰۱ء

''نعت'' لاہور (مدیر رشید محمود راجا)' اکتوبر ۲۰۰۱ء

''نعت'' لاہور' جلد ۱۴' شمارہ ۱۲' دسمبر ۲۰۰۱ء

''نعت'' (نعت ہی نعت نمبر تیرھواں حصہ)' جلد ۱۵' مئی ۲۰۰۲ء

''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود) ''تسبیح نعت'' اپریل ۲۰۰۳ء

''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود) ''صباحِ نعت'' جنون ۲۰۰۳ء

''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود) ''احرامِ نعت'' نومبر ۲۰۰۳ء

''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود) ''شعاعِ نعت'' فروری ۲۰۰۴ء

''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود) ''دیوانِ نعت'' مارچ ۲۰۰۴ء

''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود) ''منتشراتِ نعت'' اپریل ۲۰۰۴ء

''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود) ''تجلیاتِ نعت'' جون ۲۰۰۴ء

''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود) ''وارداتِ نعت'' اگست ۲۰۰۴ء

''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود) ''بیانِ نعت'' نومبر ۲۰۰۴ء

''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود) ''مینائے نعت'' دسمبر ۲۰۰۴ء

''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود) ''التفاتِ نعت'' اپریل ۲۰۰۵ء

''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود) ''حمد میں نعت'' جنوری ۲۰۰۵ء

''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود) ''عنایتِ نعت'' جولائی ۲۰۰۵ء

''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود) ''مرقعِ نعت'' اگست ۲۰۰۵ء

''نعت'' ماہنامہ لاہور۔ نومبر ۲۰۰۵ء

''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود) ''نیازِ نعت'' دسمبر ۲۰۰۵ء

''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود) ''بستانِ نعت'' جنوری ۲۰۰۶ء

''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود) ''سرودِ نعت'' ''مئی ۲۰۰۶ء

''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود)' ''تابشِ نعت'' اکتوبر ۲۰۰۶ء

''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود) ''صدائے نعت'' دسمبر ۲۰۰۶ء

''نعت'' ماہنامہ (مدیر راجا رشید محمود) ''منہاجِ نعت'' جنوری ۲۰۰۷ء

''نعت رنگ'' نمبر ۱' (مدیر صبیح الدین صبیح رحمانی) کراچی' اپریل ۱۹۹۵ء

''نعت رنگ'' نمبر ۲' (مدیر صبیح الدین صبیح رحمانی)' دسمبر ۱۹۹۵ء

''نعت رنگ'' نمبر ۳' (مدیر صبیح الدین صبیح رحمانی) کراچی' ستمبر ۱۹۹۶ء

''نعت رنگ'' ''نمبر ۴' (مدیر صبیح الدین صبیح رحمانی) کراچی: 'مئی ۱۹۹۷ء

''نعت رنگ'' ''نمبر ۵' (مدیر صبیح الدین صبیح رحمانی) کراچی: 'فروری ۱۹۹۸ء

''نعت رنگ'' نمبر ۶' (مدیر صبیح الدین صبیح رحمانی)' ستمبر ۱۹۹۸ء

''نعت رنگ'' ''نمبر ۸' (مدیر صبیح الدین صبیح رحمانی)' ستمبر ۱۹۹۹ء

نعت رنگ نمبر ۹' (مدیر صبیح الدین صبیح رحمانی)' مارچ ۲۰۰۰ء

''نعت رنگ'' ''نمبر ۱۰' (مدیر صبیح الدین صبیح رحمانی) کراچی' اپریل ۲۰۰۰ء

''نعت رنگ'' ''نمبر ۱۱' (مدیر صبیح الدین صبیح رحمانی) کراچی مارچ ۲۰۰۱ء

''نعت رنگ'' ''نمبر ۱۲' (مدیر صبیح الدین صبیح رحمانی)' اکتوبر ۲۰۰۱ء

''نعت رنگ'' ''نمبر ۱۳' (مدیر صبیح الدین صبیح رحمانی) کراچی' دسمبر ۲۰۰۲ء

''نعت رنگ'' ''نمبر ۱۵' (مدیر صبیح الدین صبیح رحمانی) کراچی' مئی ۲۰۰۳ء

''نعت رنگ'' ''نمبر ۱۶' (مدیر صبیح الدین صبیح رحمانی)' فروری ۲۰۰۴ء

''نعت رنگ'' ''نمبر ۱۷' (مدیر صبیح الدین صبیح رحمانی)' نومبر ۲۰۰۴ء

''نقوش'' ۔ میر انیس نمبر۔ لاہور۔ شمارہ ۷۔ نومبر ۱۹۸۱ء

''نقوش'' (مدیر محمد طفیل) رسول نمبر ۱۰' لاہور: ادارہ فروغ اردو' شمارہ نمبر ۱۳۰' جنوری ۱۹۸۴ء

''ہلال'' (ہفت روزہ) جلد ۳' ش: ۳۹' ۱۹۹۴ء

اخبارات

''شیلنر'' روزنامہ (فیصل آباد) ۶' جون ۲۰۰۵ء

روزنامہ جنگ لاہور' ۲۰ نومبر ۱۹۸۴ء (یہی مضمون روزنامہ جنگ لاہور کے ۱۵/اپریل ۲۰۰۵ء کے ایڈیشن میں بھی شائع ہوا)

مکتوب

اظہر (ڈاکٹر ظہور احمد اظہر) مکتوب بنام افضال احمد انور' محررہ ۲۱ فروری ۲۰۰۷ء

انگریزی کتب

1-**A R Anjum**, English Literary Terms and Related Allusions 1st Edition, Lahore, Polymer publications, 1970.

2-EM Kirk Patrick, Chambers 20th century Dictionary, Edinburgh: W&R chambers Ltd, 1986.

3-F.Steingass, The Student Arabic-English Dictionary, London: Croshy lockwood and Son Ludgate E.C.

4-Grolier Incorporated, The Groleir International Dictionary volume 2, (USA): 1986.

5-Henry Cecil Wyld, The Universal Dictionary of the English Language, Tokyo: Toppon company Limited, Routledge and Kegan Paul Limited.

6- J.A.Cuddin, Penguin Dictionary of Literary Terms and Literary Theory 3rd edition, England, Penguin books, 1991.

7-Martin Gray, A Dictionary of Literary Terms 2nd Edition, England: Longman Group UK Limited, 1994.

8-Sally Wehmeier, Oxford Advanced Learner's Dictionary 7th edition, Oxford University Press.

9-The New International Wbster's Dictionary and Thesaurus encyclopedic Edition, Canada, Trident Press International, 2000.

10-The Reader's Digest association, The Reader's Digest Great Encyclopedic Dictionary volume 2, London: 1974.

11-W.T.Cunningham, The Nelson Contemporary English Dictionary, Nigeria: Thomas Nelson and Sons, 1977.

تمت بالخیر

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

(مرزا غالب)